إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

اسلامی انسائیکلوپیڈیا

ہر قسم کی اسلامی و دینی معلومات کا مخزن

مولوی محبوب عالم

(مکمّل ۲ جلدیں)

Marfat.com

إنَّ الدِّينَ عِندَ اللهِ الإسلام

اسلامی انسائیکلوپیڈیا

ہر قسم کی اسلامی و دینی معلومات کا مخزن

(مکمّل ۲ جلدیں)

مُرتّبہ:

مولوی محبوب عالم

الفیصل
ناشران و تاجران کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

Marfat.com

Added ✓
۲۹۷۶۰۳
۱۲۵۲
۵۵۹۷۲

ISBN - 969 - 503 - 097 - 1

نومبر ۱۹۹۳ء

محمد فیصل نے

زاہد بشیر پرنٹرز۔ لاہور سے

چھپوا کر شائع کی۔

قیمت

Marfat.com

افضل حق قریشی

مولوی محبوب عالم

آپ ۱۸۶۳ء میں موضع بھروکی متصل وزیر آباد (ضلع گوجرانوالہ) میں اپنے ننھیال کے ہاں پیدا ہوئے۔ پرائمری سکول کا امتحان برج اٹاری (ضلع شیخوپورہ) سے پاس کیا جہاں آپ کے چچا مولوی احمد الدین مدرس تھے۔ پھر قصور گئے جہاں آپ کے دوسرے چچا مولوی محمد الدین مڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے اور ایک رسالہ "کلید امتحان مڈل و انٹرنس" نکالا کرتے تھے۔ وہاں سے مڈل سکول کا امتحان پاس کیا۔ ۱۸۸۰ء میں میڈیکل کالج لاہور میں داخل ہوئے۔ والد کے انتقال کی وجہ سے سلسلہ تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور چند ہی ماہ بعد کالج چھوڑ کر واپس اپنے گھر فیروزوالا (ضلع گوجرانوالہ) جانا پڑا۔

بعد ازاں آپ لاہور آ گئے اور پرائیویٹ طور پر منشی، منشی عالم کے امتحان کی تیاری کرتے رہے۔ منشی کے امتحان میں صوبہ بھر میں اول رہے۔ منشی عالم کے امتحان کی تیاری کے ساتھ ساتھ آپ نے ۱۸۸۶ء میں ایک مطبع خادم التعلیم کے نام سے قائم کیا اور اپنے چچا کا رسالہ "کلید امتحان مڈل و انٹرنس" لاہور سے نکالنا شروع کیا۔ دو برس بعد گھریلو حالات سے مجبور ہو کر آپ کو مطبع لاہور سے گوجرانوالہ منتقل کرنا پڑا۔ جب وہاں بھی کام نہ چلا تو اپنے وطن فیروزوالہ (ضلع گوجرانوالہ) چلے گئے۔

یکم جنوری ۱۸۸۸ء کو ہفتہ وار "ہمت" اور چند روز بعد ہفتہ وار "سکول ماسٹر" کا اجراء کیا۔ کچھ عرصہ بعد "ہمت" "پیسہ اخبار" کے نام میں تبدیل کر دیا۔ اور اس کے ایک ماہ بعد پریس اور کاروبار پھر گوجرانوالہ منتقل کر لیا۔ زراعت کی ترقی کے لیے ایک ماہنامہ "زمیندار باغبان و بیلدار" جاری کیا۔

۱۸۸۹ء میں لاہور آ گئے اور لاہور ہی کو مستقل مسکن بنا لیا۔ تعلیم نسواں کے لیے ماہنامہ "شریف بی بیاں" جاری کیا۔ ۱۸۹۵ء میں ایک انگریزی ہفتہ وار "دی سن" جاری کیا جو دو برس جاری رکھ کر بند کرنا پڑا۔ لندن کے ٹٹ بٹس کی تقلید میں "انتخاب لاجواب" نکالا۔ ۱۶ مارچ ۱۸۹۷ء سے ہفتہ وار "پیسہ اخبار" کے علاوہ روزانہ "پیسہ اخبار" جاری کیا لیکن ناپذیرائی کی وجہ سے ۲ مئی ۱۸۹۹ء کو بند کر دینا پڑا۔

مئی ۱۹۰۰ء میں فن اخبار نویسی کا مطالعہ کرنے کے لیے عازم یورپ ہوئے۔ سرسید کے بعد آپ اردو کے دوسرے اخبار نویس تھے جنہوں نے یورپ کے اخباری تجربات سے آگہی حاصل کی۔ آپ کی روانگی پر ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کو آپ کے دوستوں نے ایک الوداعی جلسہ منعقد کیا۔ سر عبدالقادر کی تقریر کے بعد خان احمد حسین خان مدیر "شباب اردو" لاہور نے الوداعی نظم

Marfat.com

پڑھی اور مولوی محبوب عالم کی جوابی تقریر کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ جب چند مخصوص دوست باقی رہ گئے تو علامہ اقبال نے مندرجہ ذیل نظم پڑھ کر سنائی:

لیجے حاضر ہے مطلع رنگیں !
جس پہ صدقے ہوں شاہد تحسیں

سوئے یورپ ہوئے وہ راہ سپر · مفت میں ہو گیا ستم ہم پر
آنکھ اپنی ہے اشک خونیں سے · غیرت کاسۂ مئے احمر
فتح ملک ہنر کو جاتے ہیں · ہمرکابی کو آرہی ہے ظفر
"تاڑ جاتے ہیں تاڑنے والے" · کھینچ کر لے چلا ہے ذوقِ نظر
فخر انساں کا ہے تلاش کمال · جستجو چاہیئے مثال قمر
خوب تاڑا ہے سیر کا موقعہ · نکتہ بیں چاہیئے نگاہ بشر
سیر دریا میں ہیں ہزار مزے · جس کو دکھلائے خالق اکبر
وہ سرِ شام بحر کی موجیں · مہر کی وہ خرام پانی پر
وہ سمندر بساط کی صورت · اور وہ موجوں کا کھیلنا چوسر
اور وہ چاندنی کہ بحر جیسے · اوڑھ لیتا ہے صورت چادر
دی خبر آپ نے یہ کیا ناگاہ · چپکے چپکے چبھو دیا نشتر!
دوستوں کا فراق قاتل ہے · درد اٹھتا ہے صورت محشر
آنکھ میں ہیں نہیں رواں لیکن · اشک اپنے ہیں مثل آب گہر
جائیے اور پھر کے آئیے گا · صورت بوئے نافۂ اذفر
اسطرح آنکھ راہ دیکھے گی · جوں مؤذن کو انتظار سحر
بزم یاراں رہے گی یوں خاموش · جیسے چپ چاپ شام کے ہوں شجر
سر مژگاں پہ آگئے آنسو · نکل آیا جو دل میں تھا مضمر!
مدح احباب فرض انساں ہے · لاؤں اس کے لیے میں خامۂ زر
یاں خموشی گناہ ہے ایسی · جس طرح کفر ہجو پیغمبر

یہ حضر آپ کو مبارک ہو
یہ سفر آپ کو مبارک ہو

Marfat.com

آپ ہیں محو سیر دریائی — چشم احباب غم سے بھر آئی
رقص موجوں کا جا کے دیکھیں گے — بھیج دی ہے جہاز کو سائی
لطف اخبار کا جب آتا ہے — بزم یورپ سے ہو شناسائی
دم رخصت وہ گرم جوشی ہے — آتش عشق جس سے شرمائی
کسی کو نہیں تاکتی ہے اسے — گرمی آفتاب جولائی
لب سے نکلا کہ "فی امان اللہ" — فخر کرتا ہے تاب گویائی
نشۂ دوستی چڑھا ایسا — شعر میں بھی ہے رنگ صہبائی
اب آئینہ پر گھراتے ہیں — "بسلامت روی و باز آئی"
عزم پنجاب ہو مگر جلدی — کہ نہیں طاقت شکیبائی
ہو نہ محبوب سے جدا کوئی — اے رگ جان عالم آرائی
الغیاث اے معلم ثالث — درد فرقت سے جان گھبرائی
ایسی پڑیا کوئی عنایت ہو — دل سے اٹھے کہ وہ شفا پائی
آگیا بحر چپ رہو اقبال — خامہ کرتا ہے عذر بے پائی
توبہ کر لی ہے شعر گوئی سے — اسکی قیمت پڑی نہ اک پائی
شعر سے بھاگتا ہوں میں کوسوں — ہے یہ توحید اور میں عیسائی
"آں چہ دانا کند، کند ناداں — لیک بعد از ہزار رسوائی"

دوستوں کی ہے یہ دعا حافظ
ہر سفر میں ترا خدا حافظ

آپ اٹلی، آسٹریا، جرمنی، بلجیم، فرانس، انگلستان، روم، شام اور مصر کی سیاحت کے بعد دسمبر ۱۹۰۰ء میں واپس لاہور آگئے

مئی ۱۹۰۲ء میں بچوں کے لیے ماہوار "بچوں کا اخبار" جاری کیا۔ ۱۹۰۴ء میں دوبارہ روزانہ "پیسہ اخبار" کا اجرا کیا۔

۱۹۱۰ء میں عورتوں کے لیے "شریف بی بی" جاری کیا۔

۱۷ مارچ ۱۹۱۷ء کو ہندوستان کے آٹھ مدیران اخبارات و رسائل کے وفد کے ہمراہ عراق و عرب کے دورے پر گئے

۱۹۱۸ء کے اواخر میں انگلستان کی وزارت اطلاعات کی دعوت پر مدیران اخبارات و جرائد کے وفد کے ہمراہ انگلستان گئے۔

آپ مسلمانوں کے حقوق کے علمبردار اور اسلامی تحریکوں کے حامی تھے۔ مسلم لیگ کے سرکردہ عمائدین میں آپ کا شمار تھا۔

آپ کو عموماً ایڈیٹر گر کہا جاتا ہے۔ کوہ نور کے بعد لاہور میں پیسہ اخبار پہلا اخبار تھا جہاں مستقبل کے کئی صحافیوں نے اولین

Marfat.com

تربیت حاصل کی یا نمایاں حیثیت میں کام کیا، مثلاً روزنامہ "ہندوستان" کے مدیر لالہ دینا ناتھ "فتح المبین" اور "وقت" کے مالک و مدیر مرزا علی حسین "زبدۃ الاخبار" کے مدیر مولوی عبدالرؤف رافت بھوپالی، "غمخوار عالم" کے مدیر منشی احمد الدین "وکیل" کے مدیر محمد عبداللہ منہاس، "پنجہ فولاد" اور "کشمیری میگزین" کے مدیر محمد الدین فوق "ریلوے اینڈ انجنیئرنگ نیوز" (انگریزی و اردو) کے مدیر منشی محمد الدین خلیق، "جامع العلوم" کے مدیر منشی انبا پرشاد صوفی مراد آبادی "ملت" کے مدیر شجاع اللہ، منشی منور خاں ساغر اکبر آبادی، میر جالب دہلوی اور مولانا محمد اسلم جیراجپوری وقتاً فوقتاً ادارہ "پیسہ اخبار" سے وابستہ رہے ہیں۔

آپ اردو، عربی، فارسی کے علاوہ انگریزی، فرانسیسی، ترکی، جرمن اور روسی زبانیں بھی جانتے تھے۔ آپ تقریباً پچاس کتابوں کے مصنف، مؤلف اور مترجم ہیں۔

آپ کا انتقال ۲۳ مئی ۱۹۳۳ء کو ہوا اور قبرستانی میانی صاحب میں دفن کیے گئے۔ علامہ اقبال نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کہا جو لوح قبر پر کندہ ہے:

سحر گاہاں بگورستاں رسیدم
دراں گورے پر از انوار دیدم
زہاتف سالِ تاریخش شنیدم
معلی تربت محبوب عالم

۱۳۵۱ھ

Marfat.com

اسلامی انسائیکلوپیڈیا

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ۔ اَلَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتَابَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا۔ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَأْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْہُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ اَجْرًا حَسَنًا۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ **اَمَّا بَعْدُ**۔ میری عرصہ دراز سے خواہش تھی کہ اردو زبان میں کوئی ایسی کتاب ملے جس میں اسلام کی متعلقہ جملہ معلومات حروفِ ابجد کے اسلوب سے یک جا مل سکیں۔ چونکہ تلاش طویل و مدت مدید تک مجھے کوئی ایسی کتاب نہ ملی جس سے میری خواہش پوری ہوتی۔ اس لئے میں نے خود اس بارِ گراں کو اپنے ذمہ لینے کا ارادہ کیا۔ اور جس طرح بعض دیگر متفرق علوم و فنون کے متعلق اپنی خدمات خدا کے فضل و کرم سے اردو دان پبلک میں طباعت کے ذریعہ منتشر کی ہیں ایک ایسی جامع کتاب کا علماءِ کرام کی قابل اعتبار اور مستند کتب سے اقتباس کرکے بہم پہنچانیکا تہیہ کر لیا ✣

اسی اثناء میں ایک انگریزی کتاب پادری ہیوز صاحب کی "لغات اسلام" میری نظر سے گذری۔ جو دراصل عیسائیوں کو معاملاتِ اسلام میں واقفیت بہم پہنچانے کے لئے مرتب کی گئی تھی۔ بہر حال اسی اسلوب پر اس ذخیرہ کو بھی بصورت ایک "لغات" یا "انسائیکلوپیڈیا" کے مرتب کرنے کا ارادہ کیا گیا۔ تاکہ ہر کم سواد مسلمان نوجوان اردو زبان جاننے والا تمام مسائلِ اسلامی کو بطور لغات کے حروف ابجد کے لحاظ سے ان اوراق سے جو اسلامی مسئلہ چاہے معلوم کر لے ✣

آج سے پندرہ بیس سال پہلے جبکہ اشاعتِ علوم کا مجھے جنون تھا۔ اور ہر وقت کسی نہ کسی نئی تصنیف یا تالیف میں منہمک رہتا تھا۔ یعنے اس کتاب کے لئے مسودہ لکھنا شروع کر دیا۔ اُس وقت چونکہ شب و روز علمی اشتغال دامنگیر رہتے تھے۔ اس لئے اہلِ علم بھی زیرِ نظر رہتے تھے۔ میں نے اس کام میں بھی متعدد اہلِ علم کو اپنا شریکِ کار بنا لیا۔ بالخصوص مولوی حکیم محمد نذیر صاحب عرشی مولوی فاضل و منشی فاضل مولوی فیض الحسن صاحب مرحوم مولوی فاضل۔ مولوی محمد بشیر صاحب مولوی فاضل۔ اور بعض دیگر اہل علم کو

Marfat.com

عرصہ تک بعض مستند کتابوں سے جنکی مفصل فہرست دیباچہ کتاب ہذا کے خاتمہ پر درج ہے تلخیص و تالیف کے کام پر متعین کیا۔ اور ایک اور انگریزی دان نوجوان کو اُس انگریزی لُغات سے بعض اقتباسات و تراجم لینے کے لئے مقرر کیا جن کو بعد میں مَیں نے بہت کچھ ردو بدل کیساتھ اپنے طریق پر مرتب کیا الحمدللہ کہ میری محنت بار آور ہوئی خدا نے میری آرزو قبول فرمائی۔ اور کچھ عرصہ کے بعد اس جدّ و جہد نے مسودہ کی صورت اختیار کرلی ؛

بالآخر یہ مسودہ جب میں نے ہر صورت سے مکمّل کر لیا تو مولانا نجم الغنی صاحب مرحوم رامپوری (مشہور علم دوست مصنف) سے میں نے خواہش کی کہ وہ بھی اس پر ایک تنقیدی نظر ڈالیں تاکہ اگر کوئی مفید اور مناسب بات رہگئی ہو تو اُسکا اضافہ کردیا جاوے ؛

میں مولانا مرحوم کا شکر گذار ہوں کہ اُنہوں نے اس تمام تر مسودہ کو بنظرِ غائر ملاحظہ فرمایا۔ اور بخیال تنقید پڑھکر بہت سی مفید معلومات کا اضافہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی بہت سی باتوں کی ایزادی کی طرف مجھے توجہ دلائی جنہیں بباعث کثرت مشاغل اور پیرانہ سالی کے میں کما ینبغی سر انجام نہ دے سکا۔ ان کے علاوہ یہ تمام مسودہ ایک اور جید عالم مولوی صاحب کی نظر سے گذرا جنھوں نے جا بجا اسکی فروگذاشتیں پوری کیں۔ مگر اسی حالت میں بعض دیگر مصروفیتوں کی وجہ سے طباعت کا انتظام جلدی نہ ہو سکا ؛

آخر کار میں نے یہ مسودہ اپنے فرزند رشید میاں عبدالمجید مینجر پیسہ اخبار کو جو اس وقت میرے کام میں شریک اور مُعین و مددگار ہیں سپرد کر دیا۔ اور تاکید کی کہ اس کو جلدی طبع کرادو۔ تاکہ میری بعض دیگر تصانیف کی طرح یہ بھی مسودات کی الماریوں میں کیڑوں کی نذر نہ ہو جاوے ؛

امید ہے کہ ناظرین میرے حق میں دعائے خیر کرینگے۔ اور چونکہ بباعث ضعفِ بصارت و نزول الماء میں خود نہیں دیکھ سکا۔ لہٰذا اگر انکی نظر کسی غلطی پر پڑے تو نظرِ عفو سے درگذر کریں اور ازراہِ علم دوستی دفتر پیسہ اخبار کو اس سے مطلع فرماویں تاکہ دوسرے ایڈیشن میں اسکی اصلاح کردیجاوے۔ والسّلام خیر الختام۔ وباللہ التّوفیق وھو نِعم المولٰے ونِعم الرّفیق ؛

بندہ

محبوب عالم

مدیر پیسہ اخبار۔ لاہور

اپریل ۱۹۲۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الف ممدودہ

آبدست وضو کے لئے فارسی لفظ ہے۔ دیکھو (وضو)

آبق وہ غلام یا لونڈی جو اپنے آقا کے پاس سے بھاگ جائے۔ دیکھو۔ لفظ۔ آبق۔

آجر لغوی معنے کسی چیز کو اجارے پر لینے والا۔ تفصیل کے لئے دیکھو اجارہ۔

آخر سب سے پچھلا۔ خدا تعالیٰ کا نام ہے۔ اور آخر کا یہ مطلب ہے کہ خدا دائمی ابدی ہے کہ اسکی بقا کے لئے نہایت اور دوام کے لئے انقضا نہیں۔ قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ (وہی اول اور آخر ہے)۔

آخر الموجودات انسان کو کہتے ہیں۔ دیکھو صوفی۔

آخری چہارشنبہ ماہ صفر کے آخری بدھ کا دن جو اہل اسلام کے نزدیک متبرک اور قابل عزت شمار ہوتا ہے۔ اس روز رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لمبی بیماری کے بعد شفا پا کر غسل صحت فرمایا تھا۔ اور یہ آپ کا آخری غسل صحت تھا کیونکہ پھر دوسرے ہی مہینے کی بارھویں تاریخ کو آپ نے وفات پائی بعض اسلامی ممالک میں عامل لوگ اس روز کی صبح کو قرآن مجید کی چند خاص آیات کے بہت سے تعویذ تیار کرتے ہیں جن کو دھو کر پلانا ہر مریض کے لئے موجب شفا اور ذریعہ برکت سمجھا جاتا ہے مساجد میں ابتدائی اسلامی تعلیم پانیوالے بچوں کو اساتذہ اس روز تفریحاً رخصت دیتے ہیں اور ہندوستان میں ایسے خوشی کے ایام میں معلمین شاگردوں کو خوشخط لکھے ہوئے خوبصورت بنے ہوئے کاغذ دیتے ہیں جنپر کچھ قسم اشعار ور باعیات لکھی ہوتی ہیں

آخری چارشنبہ ماہِ صفر
جانب باغ سیر کن بنگر
ہر کہ امروز مکیند شادی
غم نہ بیند بقولِ پیغمبر

مگر بعض اسلامی فرقے وہابیہ وغیرہ جو توحید اور رد شرک کے مدعی ہیں اس قسم کے اعمال کے مخالف ہیں۔

آداب اکل وشرب کھانا کھانے کے آداب کے لئے دیکھو (آداب طعام) اور پینے کے آداب مندرجہ ذیل احادیث سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

(۱) ابن عمر رضہ کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) تم میں سے کوئی (آدمی) بائیں ہاتھ سے ہرگز کھانا نہ کھائے اور نہ بائیں ہاتھ سے پانی پیئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھانا اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔ (مس)

(۲) حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

تین سانس میں پانی پیا کرتے (اور ہر سانس لینے میں پانی کے برتن کو موںھ سے علیحدہ کر لیا کرتے تھے) یہاں تک تو بخاریؒ اور مسلم دونوں متفق ہیں۔ مگر آگے مسلم نے ایک روایت میں اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اسطرح پانی پینا زیادہ سیراب کرنیوالا اور جسم کو زیادہ صحت و تندرستی بخشنے والا اور گوارا تر ہے (مش)

(۳) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مشک[1] کے موںھ سے پانی پینے کی ممانعت کی (مش)

(۴) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا کہ آدمی کھڑا ہو کر پانی پیئے (مس)

(۵) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چاندی کے برتن میں پانی پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں آتش دوزخ کو گھونٹ گھونٹ کر کے اتارتا ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص چاندی اور سونے کے برتن میں کھاتا پیتا ہے۔ الخ (مش)

(۶) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ مینے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے گھریلو بکری کا دودھ دوہا۔ اور دودھ میں اس کنوئیں کا پانی ملایا گیا جو اس کے (یعنے میرے) گھر میں تھا۔ الغرض دودھ کا پیالہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ پیا۔ اور آپ کی بائیں جانب حضرت ابو بکرؓ تھے اور دائیں طرف ایک بدوی عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ابو بکر کو عنایت کیجئے۔ پیغمبرؐ نے (پیالہ) اس بدوی کو دیا جو آپ کی دائیں جانب بیٹھا تھا۔ ازاں بعد فرمایا کہ جو شخص دائیں جانب بیٹھا ہو وہ زیادہ استحقاق رکھتا ہے۔ پھر وہ جو اس کے بعد بیٹھا ہو۔ (بخ)

(۷) ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پانی میں سانس لینے سے منع فرمایا۔ تو ایک شخص لگا کہنے کہ میں پانی کے برتن میں خس و خاشاک دیکھوں تو کیا کروں۔ فرمایا کہ پانی گرا دے اس شخص نے عرض کیا کہ میں ایک سانس میں پانی سے سیراب نہیں ہوتا۔ تو فرمایا کہ پانی کے پیالے کو موںھ سے علیحدہ کر کے سانس لیا کرو۔ (تر)

(۸) حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیالے کی دراڑ میں سے پانی پینے کی ممانعت کی۔ اور نیز پانی میں پھونکنے سے منع فرمایا۔ (ابو)

آداب بکاء

رونے کے آداب۔ دیکھو۔ بکاء

آداب بول

(۱) سرجس کے بیٹے عبد اللہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کا کوئی شخص جانوروں کے بلوں میں پیشاب نہ کرے (ابو)

(۲) ابو موسےٰؓ کہتے ہیں کہ ایک دن میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ نے پیشاب کرنا چاہا۔ تو ایک دیوار کی جڑ میں ہموار اور نرم زمین پر تشریف لا کر پیشاب کیا۔ پھر فرمایا کہ جب تم میں کا کوئی شخص پیشاب کرنا چاہے تو پیشاب کرنیکے لئے ہموار و نرم زمین تلاش کرے (تاکہ چھینٹوں سے بچا رہے) (ابو)

آداب بیت الخلاء

(۱) سلمانؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قضائے حاجت یا پیشاب کرتے وقت قبلے کیطرف موںھ کر کے بیٹھنے سے منع فرمایا۔ اور (نیز) اس سے (بھی منع فرمایا) کہ دائیں ہاتھ سے استنجا کریں۔ اور اس سے (بھی) کہ تین[1] پتھروں سے کم کے ساتھ استنجا کریں اور اس سے

---

[1] مشک کو موںھ لگا کر پانی پینے سے اندر کا حال معلوم نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہوا ہے کہ لوگ بے خبری میں پانی کے ساتھ کنکھجورے اور کن سلائیاں پی گئے ہیں اور دونوں پریشان رہے ہیں ۱۲

[1] حنفیوں کے نزدیک استنجا میں ڈھیلوں کی تعداد معین نہیں صفائی مقصود ہے۔ لہذا یہ حدیث احتیاط پر محمول ہوگی ۱۲۔

Marfat.com

(بھی منع فرمایا) کہ ہڈی یا مینگنی سے استنجا کریں (مسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پائخانے میں جاتے تو فرماتے خداوندا میں ذکور وانات شیاطین (کے شر) سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(۲) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب پائخانے سے نکلتے تو غُفْرَانَکَ فرماتے۔ یعنی خداوندا میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں۔ (تر)

آداب تلاوت

قرآن کا حق ہے کہ تلاوت کے وقت چھ (۶) باتوں کی رعایت کیجائے۔ اول یہ کہ تعظیم سے پڑھے۔ اور تعظیم سے پڑھنے کے یہ معنے ہیں کہ پہلے وضو کرے پھر قبلہ رخ بیٹھے۔ اور نہایت عجز وانکسار کے ساتھ مصروف تلاوت ہو۔

دوسرے یہ کہ ٹھیر ٹھیر کر پڑھے۔ اور مطالب میں خوب غور و تامل کرتا جائے۔ جلد ختم کرنیکا فکر نہ کرے۔

تیسرے یہ کہ قرآن پڑھتے وقت روئے۔ کیونکہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن پڑھتے وقت رونا چاہئے۔

چوتھے یہ کہ ہر آیت کا حق ادا کرے۔ اور ہر آیت کے حق ادا کرنیکا مطلب یہ ہے کہ آیت وعید پر پہنچے تو خدا سے پناہ مانگے۔ اور آیت رحمت پر گذر ہو تو طالب رحمت ہو۔ تنزیہ کی آیت پڑھے تو خدا کی تسبیح و تقدیس کرے۔

پانچویں اگر ریا کا گمان و اندیشہ ہو تو یا کسیکی نماز میں خلل پڑتا ہو تو آہستہ پڑھے

چھٹے خوش آوازی سے پڑھنے کی کوشش کرے جیساکہ اللہ تعالے نے فرمایا وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا۔

یہ تلاوت کے ظاہری آداب تھے۔ ان میں سے مقدم یہ ہے کہ پہلے اعوذ پڑھے جیساکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ یعنے جب قرآن پڑھنا چاہو تو پہلے اعوذ پڑھا کرو۔

اب رہے آداب باطنی وہ بھی چھ (۶) ہیں۔

اول یہ کہ کلام کی عظمت ذہن نشین کرے۔ اور اُسے خدا کا کلام یقین کرے۔

دوسری یہ کہ قرآن شروع کرنے سے پہلے حق تعالےٰ کی عظمت دل میں حاضر ہو۔ اور سمجھے کہ کسکا کلام پڑھنا ہے۔

تیسرا ادب یہ ہے کہ تلاوت کرتے وقت دل حاضر رہے۔ غافل نہ ہو نفس کے وسوسے اسے اِدھر اُدھر نہ لئے پھریں۔ اور جو کچھ غفلت کی حالت میں پڑھا اُسے نہ پڑھنے کے برابر سمجھے۔

چوتھا ادب یہ ہے کہ ہر لفظ کے معنے کا خیال رکھے تاکہ مضامین قرآن اچھی طرح سمجھ میں آجائیں۔ اگر ایک مرتبہ پڑھنے سے نہ سمجھے تو دوسری اور تیسری دفعہ پڑھے۔ اور کسی مضمون سے لذت حاصل ہو تو اسے مکرر سہ کرر پڑھے۔

پانچواں ادب یہ ہے کہ قاری کا دل آیات کے اختلاف معنے کے وقت صفات مختلفہ کیطرف پھرتا رہے۔ مثلاً خوف کی آیت پر پہنچے تو دل پر خوف و ہراس اور رقت غالب ہو۔ رحمت کی آیت پر گذرے تو دل میں فرحت و انبساط پیدا ہو۔ خدا کی صفتوں کا بیان ہو تو ہمہ تن تواضع اور مجسم انکسار ہو جائے۔ کفار کے لعن آمیز اقوال سے آواز نیچی کرلے اور شرم و خجالت کے لہجے میں پڑھے۔

چھٹا ادب یہ ہے کہ قرآن اسطرح سنے کہ گویا حق تعالی سے سنتا ہے۔ اور فرض کرلے کہ فی الحال اس سے سنتا ہے۔

آداب جلوس

بیٹھنے کے آداب۔ دیکھو آداب نشست۔

آداب چشم

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ تا اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (نور ع ۴)

Marfat.com

(اے پیغمبر) مسلمانوں سے کہو کہ اپنی نظریں[ل] نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اس میں انکی زیادہ صفائی ہے (لوگ) جو کچھ بھی کیا کرتے ہیں اللہ کو (سب) خبر ہے اور (اے پیغمبر) مسلمان عورتوں سے کہو کہ (وہ بھی) اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت (کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیں مگر جو اس میں سے (چار و ناچار) کھلا رہتا ہے (تو اس کا ظاہر ہونے دینا مضائقے کی بات نہیں)۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آنکھ کا (زنا) (نامحرم کو) دیکھنا۔ اور ہاتھوں کا زنا (نامحرم کو) پکڑنا۔ اور پاؤں کا زنا (نامحرم کی طرف) چلنا ہے۔ اور ستر (انکی) تصدیق[ل] کرتا اور تکذیب کرتا ہے (زتم)

(۲) عبداللہ کے بیٹے جریرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بیگانہ عورت پر یکایک نظر پڑ جائے تو کیا کرے۔ پیغمبرؐ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اپنی نظر کو فوراً (ادہر سے) پھیر لوں۔ (مسلم)

بریدہؓ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی! ایک نظر جو یکایک (کسی نامحرم پر) پڑ جائے تم اسکے پیچھے دوسری دفعہ نظر مت کرو۔ کیونکہ پہلی دفعہ نظر کرنا قابل درگزر ہے۔ اور دوسری دفعہ (قصداً) نظر کرنا ناجائز۔ (تتر)

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے (یعنی مجھ سے) فرمایا۔ علی! اپنی ران نہ کھولو۔ اور نہ کسی مردے اور زندے کی ران پر نظر کرو۔ (ابو)

(۴) ابوموسیٰ رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو مسلمان کسی عورت کی خوبیوں کو اوّل دفعہ (یعنی بنظر فجأۃ) دیکھے پھر اپنی نظر نیچی کر لے خدا اسکے لئے ایک ایسا طریقہ عبادت پیدا کر دیتا ہے کہ اس (عبادت) کی حلاوت و شیرینی پاتا ہے (مسند امام احمد)

حسن بصریؒ بطریق ارسال کہتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا اس شخص پر لعنت کرے جو کسی (اجنبی عورت) کو دیکھے اور اس (عورت پر) بھی جو اپنے دکھانے پر راضی ہو (مشب)

جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نظر شیطان کے تیروں میں سے زہر کا بجھا ہوا ایک تیر ہے۔ (ترغیب)۔

آداب حاکم و محکوم

ابوبکرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی حاکم دو شخصوں کے درمیان اس حال میں فیصلہ نہ کرے کہ غصے میں ہو (کیونکہ غصے کی حالت میں عقل سلیم برجا نہیں رہتی) (صح)

(۲) حضرت علی رضؓ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم جب مجھے یمن کا قاضی بنا کر بھیجنے لگے تو میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ مجھے (یمن کا قاضی بنا کر) بھیجتے ہیں حالانکہ میں نوعمر آدمی ہوں اور مجھے فصل خصومات کا طریقہ معلوم نہیں۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالے تیرے دل کی رہنمائی کریگا۔ اور تمہاری زبان کو

ل آیت کے اتنے ٹکڑے میں غض بصر (نظر نیچی رکھنا) اور حفظ فرج (شرمگاہ کی حفاظت) دو امر ہیں۔ مرد اور عورت دونوں سے متعلق اور زینت کے مقامات کو ظاہر نہ ہونے دینا ایک نہی صرف عورتوں سے متعلق۔ امر و نہی میں ایجاب و سلب کا لفظی تفاوت ہے ورنہ ہیں دونوں حکم یعنی بجائے اسکے کہ زینت کے مقامات کو ظاہر ہونے دو۔ یوں کہا جائے کہ زینت کے مقامات کو چھپاؤ ظاہر نہ ہونے دو۔ اور چھپاؤ کا مطلب ایک ہے مگر ظاہر نہ ہونے دو نہی ہے اور چھپاؤ امر۔ نظر نیچی رکھنا ایک تدبیر ہے نفس پر تقاضائے طلب کے نہ پیدا ہونے دینے کی مقصود اصلی ہے شرمگاہ کی حفاظت جس سے مراد یہ ہے کہ سوائے نکاح متعارف کے کسی طریقے سے شرمگاہ کو کام میں لایا جائے اسے زنا اور لواطت اور وطی بالبہائم اور سحق (چپٹی بازی) سب کی حرمت نکلی۔ اخفائے مقامات زینت کے حکم کو عورتوں کے ساتھ خاص کرنے سے معلوم ہوا کہ مرد کو زینت کا اظہار منع نہیں اگر کرے تو وہ رخصت ہے۔ ۱۲ ل یعنی نظر اور بطش اور مشی سب داخل ارادہ ہیں اور تصدیق و تکذیب فرج سے مراد ہے توقیع و عدم توقیع ۱۲

Marfat.com

(حق بات پر) ثابت و برقرار رکھیگا۔ (بعد ازاں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے طریق قضا کی تعلیم کی اور فرمایا کہ) جب دو آدمی تمہاری طرف قضیہ پیش کریں (اور ان میں کا ایک اظہار مدعا کر چکے) تو جب تک تم دوسرے کی بات نہ سُن لو اوّل شخص کے موافق فیصلہ نہ کرو۔ کیونکہ یہ صورت اس بات کے لائق تر ہے کہ تمہارے لئے فیصلے کی پوری کیفیت ظاہر ہو جائے (حضرت علی کہتے ہیں کہ) اسکے بعد مجھے فیصلے میں کبھی شبہ ہی نہیں ہوا۔ (تر)

(۲) ابن زبیرؓ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو حاکم کے سامنے برابر بٹھلایا جائے۔ (ابو)

آدابِ حمام

(۱) مغفل کے بیٹے عبداللہ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کا کوئی شخص اپنے نہانے کی جگہ پیشاب کرے پھر وہیں نہائے یا وضو کرے (یعنی یہ بات بالکل خلاف آداب ہے کہ جہاں پیشاب کرے پھر وہیں غسل یا وضو کرے) کیونکہ اس سے عام وسوسہ پیدا ہوتا ہے (ابو)

(۲) اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ (شروع شروع میں) جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مردوں اور عورتوں دونوں کو حمام میں جانے سے منع فرمایا تھا۔ مگر بعد میں مردوں کو اجازت دی کہ تہ بند باندھ کر حمام میں جایا کریں۔ (ابو)

آدابِ خط وکتابت

دیکھو۔ خط۔

آدابِ دُعا

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی سا مسلمان بھی خدا کو یاد کرتے کرتے بحالت طہارت سو جائے۔ پھر رات کو جاگ اُٹھے اور خدا سے دُنیاوی و اُخروی بھلائی مانگے تو خدا اُسے وہ بھلائی ضرور عطا فرماتا ہے۔ (ابو)

(۲) ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ کونسی دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ تو فرمایا جو آخر شب (صبح کے قریب) اور فرض نمازوں سے فارغ ہونیکے بعد کیجاتی ہے (مش)

(۳) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہتھیلیوں کو مونھ کے سامنے رکھکر خدا سے (دعا) مانگو۔ ہتھیلیوں کی پشت مونھ کے سامنے رکھ کر نہ مانگو۔ پھر جب (دعا سے) فارغ ہو جاؤ تو ہاتھوں کو مونھوں پر مل لو۔ (ابو)

(۴) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا میں یہانتک ہاتھ اُٹھائے کہ میں نے آپ کی دونوں بغلوں کی سفیدی اچھی طرح دیکھ لی۔ (بخ)

(۵) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا سے دعا مانگو حالانکہ تمکو (دعا کی) قبولیت کا یقین ہو۔ اور جانے رہو کہ خدائے تعالٰی اُس دعا کو قبول نہیں کرتا جو غافل (اور) بے پرواہ دل سے نکلتی ہے۔ (تر)

(۶) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا آسمان و زمین کے درمیان ٹھہرا دی جاتی ہے (اور) جب تک مجھ پر درود نہ پڑھا جائے اوپر نہیں چڑھتی (یعنی قبول نہیں ہوتی) تو تم مجھے سوار کے پیالے کی طرح بیکار نہ چھوڑو۔ دعا سے پہلے اور دعا کے بیچ میں اور دعا کے آخر میں مجھ پر درود پڑھ لیا کرو۔ (تر)

(۷) اُبیّ بن کعب کہتے ہیں کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب کسیکے لئے دعا کرتے تو اپنے نفس سے شروع کرتے تھے (یعنے پہلے اپنے لئے دعا کرتے تھے پھر اسکے لئے۔ (تر)

Marfat.com

(۸) ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند تھی کہ (جب دعا کرتے تو) تین دفعہ دعا کرتے اور تین ہی دفعہ استغفار پڑھتے (ابو)

آداب رؤیا

- دیکھو۔ رؤیا۔

آداب سفر

(۱) کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم جمعرات[1] کے دن کے علاوہ (اور دنوں میں) بہت کم سفر میں تشریف لیجایا کرتے تھے۔ (ابو)۔

(۲) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر لوگوں کو تنہا سفر کرنے کی تکلیفیں معلوم ہوتیں جو مجھے معلوم ہیں تو سوار بھی (جسے بہ نسبت پیادے کے کم مشقت اٹھانی پڑتی ہے) رات کو تنہا سفر نہ کرتا۔ (بخ)

(۳) ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سفر میں تین آدمی ہوں (یعنے تین آدمی ملکر سفر کررہے ہوں) تو ان میں سے ایک کو اپنا حاکم و امیر مقرر کرلینا چاہیئے۔ (تاکہ سواری سے اترنے چڑھنے اور ٹھیرنے اور کوچ کرنے وغیرہ میں اختلاف واقع ہو تو وہ اختلاف کو رفع کردے۔ (ابوداؤد)

(۴) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے کہ تم میں سے ایک (مسافر) کو سونے سے کھانے سے پینے سے روکتا ہے، تو جب تم میں کا کوئی (مسافر) اپنی ضرورت کو اس طریقے پر پورا کرچکے (جس طریقے پر پورا کرنا چاہتا تھا) تو اپنے گھر بار کیطرف لوٹ آنے میں جلدی کرے۔ (صح)

(۵) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] یوم الخمیس یعنے جمعرات کے روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سفر کرنا بہت پسند تھا۔ اور اسی لئے آپ جمعرات کو چھوڑکر اور دنوں میں بہت ہی کم سفر کے لئے نکلا کرتے تھے۔ جمعرات کے روز آپ کو سفر کرنا کیوں پسند تھا۔ اسکی علماء نے چند ایک توجیہیں کی ہیں۔ ایک یہ کہ جمعرات کا دن اصل میں بڑی برکت کا دن ہے کہ اس میں بندوں کے اعمال بارگاہ خداوندی میں پیش ہوتے ہیں۔ اور چونکہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا سفر فی اغلب الاحوال جہاد الی اللہ ہوا کرتا تھا۔ اور جہاد افضل الاعمال ہے اسلئے آپ کو یہ بات زیادہ پسند تھی کہ جمعرات ہی کے روز سفر کے لئے باہر نکلیں تاکہ اور اعمال کے شمول میں یہ عمل بھی درگاہ خداوندی میں پیش ہو۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ بحساب جمل لفظ خمیس کے عدد دوسرے دنوں کے ناموں کے عدد سے زیادہ ہیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس طرح فارسی میں یکشنبہ اتوار کو۔ دوشنبہ پیر کو سہ شنبہ منگل کو۔ چہارشنبہ بدھ کو پنجشنبہ جمعرات کو کہتے ہیں اسی طرح یوم الاحد اتوار کو۔ یوم الاثنین پیر کو۔ یوم الثلثاء منگل کو۔ یوم الاربعاء بدھ کو اور یوم الخمیس جمعرات کو کہتے ہیں۔ تو یوم الخمیس یعنے جمعرات کے دن نے دوسرے دنوں کے اعداد کو پورا کردیا کہ اسکے بعد کوئی دن ایسا نہیں جس میں عدد شامل ہو کیونکہ جمعہ اور یوم السبت (شنبہ یفتہ) عدد سے خالی ہیں۔ تو جب جمعرات کا دن بلحاظ عدد اتم الایام تھا پیغمبر خدا کو اسی دن میں سفر کرنا ۱۲

۔ زیادہ پسند تھا۔ مگر ان دونوں توجیہوں سے وہ توجیہ زیادہ پسندیدہ ہے جو صاحب مجمع البحار نے اختیار کی ہے اسلئے کہ اس زمانہ کی طبائع کے لئے زیادہ قریب الفہم ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا نیک فال سے بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ تو چونکہ خمیس کے معنے لشکر کے بھی ہیں۔ اور اس میں ایک طرح کا تفاؤل ہے یعنے مخالف کے لشکر پر فتح حاصل ہوگی۔ علاوہ بریں خمیس کا لفظ خمس عفت پر بھی دلالت کرتا ہے اور یہ دوسرا تفاؤل ہے اس لئے آپ کو یوم الخمیس یعنی جمعرات ہی کو سفر کرنا پسند تھا۔ ایک توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جمعرات کا دن مبارک اس سے ہے کہ وہ جمعے کی تمہید ہے۔ کیونکہ اہل عرب کے ہاں آفتاب کے غروب ہونیکے بعد سے ہی دوسرا دن شروع ہوجاتا ہے اور خود اس دن کا نام (جمعرات) ہی اسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ جمعے کی تمہید ہے۔ جمعرات یعنے جمعہ کی رات اور روز جمعہ کی فضیلت کتب احادیث میں بہت جا آچکی ہے ۱۲

(مجھے ارشاد فرمایا) کہ جب تو سفر سے رات کے وقت اپنے وطن میں داخل ہو تو اپنے گھر والوں کے پاس اسوقت تک نہ جا کہ مغیبہ (وہ عورت جسکا شوہر اس سے غائب یعنی سفر میں ہو) زیر ناف کے بال لے لے اور جسکے سر کے بال منتشر ہوں کنگھی چوٹی کرلے۔ (صح)

(عورت کے لئے بغیر محرم مرد کے سفر کرنا منع ہے)۔

آداب سلام

دیکھو لفظ سلام۔

آداب سوق

(۱) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک تمام مقامات میں پسندیدہ تر مقام مسجدیں ہیں۔ اور خدا کے نزدیک تمام مقامات میں مکروہ تر اور ناپسندیدہ تر مقام بازار ہیں۔ (مس)

(۲) سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اے مخاطب) اگر تجھ سے ہوسکے تو تو سب کے پہلے بازار میں نہ جا۔ اور نہ سب سے پیچھے بازار سے نکل۔ کیونکہ بازار شیطان کے میدان ہیں اور وہ بازاروں ہی میں اپنا جھنڈا گاڑا کرتا ہے۔ (مس)

(۳) بازار میں چلتے ہوئے کوئی چیز کھانا یا پیشاب کرنا منع ہے۔ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ ایسے شخص کی گواہی بھی مقبول نہیں ہے۔ نماز جمعہ کی آذان ہونے پر مسلمانو کو بازار بند کردینا چاہیئے۔ اور مسجد کیطرف فوراً چلدیں۔ لقولہ تعالے۔ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ۔ یعنی جب جمعہ کی آذان ہوجاوے تو تمہیں خرید و فروخت ترک کرکے نماز کے لئے فوراً مسجد کیطرف چلدینا چاہئے۔

آداب صحبۃ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ تا اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ

(حجرات ع) مسلمانو! مرد مردوں پر نہ ہنسیں عجب نہیں کہ (جنپر ہنستے ہیں) وہ (خدا کے نزدیک) اُن سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں پر (ہنسیں) عجب نہیں کہ (جنپر ہنستی ہیں) وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور آپسمیں ایک دوسرے کو طعنے نہ دو۔ اور نہ ایک دوسرے کو نام دھرو۔ ایمان لائے پیچھے بدتہذیبی کا نام ہی بُرا ہے۔ اور (جو ان حرکات سے) باز نہ آئیں تو وہی (خدا کے نزدیک) ظالم ہیں مسلمانو! (لوگوں کی نسبت) بہت شک کرنے سے بچتے رہو۔ کیونکہ بعض شک (داخل) گناہ ہیں۔ اور ایک دوسر کی ٹٹول میں نہ رہا کرو۔ اور نہ تم میں سے ایک کو ایک پیٹھ پیچھے بُرا کہے۔ بھلا تم میں سے کوئی (اسبات کو) گوارا کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ یہ تو (یقیناً) تمکو گوارا نہیں (تو غیبت کیوں گوارا ہو کہ یہ بھی ایک قسم کا مردار کھانا ہے) اور اللہ (کے غضب سے) ڈرتے رہو بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے۔

(۱) حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا (لوگو!) تم اپنے تئیں شک کرنے سے بچاؤ کیونکہ شک کرنا بڑی جھوٹی بات ہے۔ اور ایک دوسرے کے حالات کی ٹٹول اور باتوں کی تفتیش میں نہ رہا کرو۔ نہ ایک دوسرے کی ریس کرو۔ نہ باہم حسد کرو۔ نہ بغض و عداوت رکھو نہ ترک ملاقات کرو۔ اور اے خدا کے بندو سب آپسمیں بھائی بھائی ہوجاؤ۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے تو چاہیئے کہ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرے نہ اسکی حمایت و نصرت سے دست کشی (اختیار) کرے نہ اسے حقیر جانے۔ آدمی کو اتنی ہی برائی بس کرتی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا مال اور خون اور آبرو حرام ہے۔ خدا تمہاری صورتوں اور ڈیل ڈولوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے اور پیغمبر خدا نے اپنے سینے کیطرف اشارہ کرکے فرمایا تقوی اس جگہ ہے۔ سنو! سنو!! ایک مسلمان

Marfat.com

دوسرے مسلمان کی خرید وفروخت پر (سبقت کرکے) خرید وفروخت نہ کرے۔ اور خدا کے بندو تم سب باہم بھائی بھائی ہوجاؤ۔ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک ملاقات رکھے (م س)

(۲) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے پانچ طرح کے حق ہیں (۱) سلام علیک کا جواب دینا (۲) مریض کی بیمار پرسی کرنا (۳) جنازے کے ساتھ چلنا (۴) دعوت قبول کرنا (۵) چھینکنے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا۔ امام مسلم نے ایک روایت میں اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ (اے مخاطب) جب تجھے تیرا مسلمان بھائی (کھانے کیلئے) بلائے تو اس کو قبول کرلے۔ اور جب وہ اپنی خیر خواہی کی کوئی بات تجھ سے پوچھے تو جس میں اسکی خیرخواہی ہو وہ مشورہ دے (م س)

(۳) ابوموسےؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) بھوکے کو کھلاؤ۔ اور بیمار کی عیادت کرو۔ اور قیدی کو (قید) سے چھڑاؤ (خ)

آداب طب

(علاج اور منتر وغیرہ کے آداب)

(۱) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدائے تعالے نے کوئی مرض بھی ایسا نہیں بھیجا جسکے لئے شفا نہ بھیجی ہو۔ (خ)

جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مرض کی دوا مقرر ہے تو جب دوا مرض کو کارگر ہوجاتی ہے (بیمار) بحکم خدا تندرست ہوجاتا ہے (م س)

(۲) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پلید ونجس دوا (کے استعمال) سے (جسے خدا نے حرام ٹھیرایا ہے) منع فرمایا۔ (تر)

(۳) وائل حضرمیؓ سے روایت ہے کہ طارق بن سوید جعفی نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے شراب کے (بنانے کے) بارہ میں دریافت کیا۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے منع کیا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ شراب کے بنانے کو مکروہ وناپسند فرمایا۔ طارق نے عرض کیا کہ میں تو دوا کے لئے بناتا ہوں۔ فرمایا شراب دوا نہیں ہے۔ بلکہ مرض ہے (م س)

(۴) عبدالرحمن بن عثمان سے روایت ہے کہ ایک طبیب نے نبی خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مینڈک کا دوا میں ڈالنا کیسا ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کے مار ڈالنے (اور اسے دوا میں ڈالنے) سے منع کیا (ابو)

(۵) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) جن چیزوں سے تم دوا کرتے ہو سب میں بہتر و افضل پچھنے لگوانا ہے اور قسط بحری (یہ ایک مشہور دوا ہے جسے عود ہندی کہتے ہیں) (مش)

(۶) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) تم اپنے بچوں کو گلا آنیکے وقت کو ادبانے کی تکلیف نہ دو۔ تمہیں عود ہندی کا استعمال کرنا لازم ہے (صح)

(۷) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! تمہیں دو شفاؤں کا استعمال کرنا چاہیئے۔ ایک شہد کا۔ دوسرا قرآن کا۔ (ابن)

(۸) نافع (ابن عمر کے غلام) سے روایت ہے کہ ابن عمر نے فرمایا۔ نافع! مجھ پر خون (نے یہانتک غلبہ کیا ہے کہ) پانی کے چشمے کی طرح میرے بدن میں جوش مار رہا ہے تو تو میرے لئے پچھنے لگانیوالے کو بلا لا۔ اور جوان آدمی کو اختیار کیجیو نہ بوڑھے کو اور نہ بچے کو۔ نافع کہتے ہیں اور ابن عمر نے کہا۔ مینے رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہار منہ پچھنے لگوانا افضل ہیں۔ اسوقت کے پچھنے لگوانے سے عقل میں زیادتی ہوتی ہے اور حافظہ بڑھتا ہے۔ اور جسکا حافظہ بڑھا ہوا ہو اسے کمال درجے کا حافظہ حاصل ہوتا ہے۔ تو جو شخص پچھنے لگوانا چاہے

Marfat.com

خداکا نام لیکر جمعرات کے دن لگوائے۔ اور (لوگو!) جمعے ، ہفتے اور اتوار کے روز پچھنے لگوانے سے پرہیز کرو۔ ہاں پیر کو اور منگل کو پچھنے لگواؤ۔ پھر بدھ کے روز پچھنے لگوانے سے بچو۔ کیونکہ یہ وہ دن ہے جس میں ایوبؑ مبتلائے بلا ہوئے اور بدھ کے روز یا بدھ کی رات میں پچھنے لگوانے سے جذام اور برص ظاہر ہوتا ہے۔ (ابن)۔

(۸) جابرؓ کہتے ہیں کہ جنگ احزاب کے دن میرے باپ کی ہفت اندام رگ پر تیر لگا۔ تو جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے زخم کو داغ دینے کا حکم فرمایا چنانچہ داغ دیا گیا۔ اور خون بند ہو گیا۔ (مس)

(۹) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نظر بد اور زہر دار جانور کے کاٹے اور نملہ (ایک قسم کا پھوڑا ہے جو پہلو وغیرہ میں نکلتا ہے) کے لئے افسون پڑھنے کی اجازت دی (مس)

لیکن رقیے سے مراد ایسے منتر نہیں جنمیں جہل یا شرک آمیز کلمات ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ کوئی سورت قرآن یا دعا پڑھکر بیمار کو پھونکا جائے احادیث سے ثابت ہے کہ اکثر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسی حالت میں معوذتین استعمال فرمایا کرتے تھے۔

آدابِ ضحک

ہنسنے کے آداب۔ دیکھو ضحک۔

آدابِ طریق

(۱) ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (لوگو!) اپنے تئیں راہوں میں بیٹھنے سے بچاؤ۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمکو راہوں میں بیٹھنے کی ضرورت ہے کہ ہم وہاں بیٹھکر باہم بات چیت کرتے ہیں۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمکو راہوں میں بیٹھنا ہی ہے تو راستے کا حق ادا کرو۔ عرض کیا کہ راستے کا حق کیا ہے یارسول اللہ۔ فرمایا۔ راستے کا حق ہے (اجنبی عورتوں کو دیکھنے سے) آنکھیں بند رکھنا۔ اور جو چیز آمد و رفت کرنیوالوں کو تکلیف پہنچائے (مثلاً پتھر، کانٹے وغیرہ) اُسے رستے سے ایک کنارے کر دینا۔ اور سلام کا جواب دینا۔ اور اچھی بات (کرنے) کا حکم کرنا اور بُری بات سے منع کرنا۔ (صح)

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اس (اوپر کی حدیث) کے قصے میں جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے (اتنی باتوں کے بعد یہ بھی) فرمایا کہ راستے کا حق یہ بھی ہے کہ جو لوگ بھولے بھٹکے ہوں۔ اُنہیں راستہ بتا دینا۔ (ابو)

(۳) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راہوں میں بیٹھنا بھلائی کی بات نہیں لیکن ہاں (ایسے شخص کو راہوں میں بیٹھنے کا مضائقہ نہیں) جو بھولوں کو رستہ بتائے اور سلام کا جواب دے۔ اور (اجنبی عورتوں کے دیکھنے سے) آنکھ بند رکھے۔ اور بوجھ اُٹھانیوالے کا (بوجھ اُٹھاکر) مدد کرے۔ (مش)

(۴) ابو ذرؓ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے اعمال نیک اور بد میرے سامنے پیش کئے گئے تو میں نے نیک عملوں کی (فہرست) اس موذی اور تکلیف دہ چیز کو دیکھا جو (آمد و رفت کرنیوالوں کے) رستے سے یکسو کر دی گئی ہو۔ اور اعمال بد (کی فہرست) میں وہ اینٹھ پایا جو مسجد میں تھوکا جاتا اور دفن نہیں کیا جاتا۔ (صح)

آدابِ طعام

اتنا کھانا فرض ہے کہ آدمی کی تندرستی قایم رہے۔ اور اتنا کھانا ثواب ہے کہ آدمی نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے۔ اور اتنا کھانا مباح ہے کہ اس سے آدمی کی قوت بڑھے اور سیری اور آسودگی حاصل ہو۔ اس سے زیادہ کھانا حرام ہے۔ ہاں ان خاص صورتوں میں کسیقدر زیادہ کھالینا جائز ہے کہ دوسرے دن روزہ رکھنے کی نیت ہو۔ اور یہ غرض ہو کہ روزہ کی برداشت ہو سکے یا اپنا

Marfat.com

کی خاطر منظور ہو۔ اس خیال سے کہ وہ ختم کر کے تھوڑا کھائیگا اور بھوکا رہیگا۔

کھانا شروع کرنے سے پہلے ہاتھ دھو لینے چاہئیں

پھر بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کریں۔ بسم اللہ یاد نہ رہے تو کھانے میں جب یاد آئے کہیں بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَآخِرَہٗ۔ کھانے کو برا نہیں کہنا چاہئیے۔ دائیں ہاتھ کی تین انگلیوں یعنے انگوٹھے۔ سبابہ اور درمیانی انگلی سے کھائیں کھاتے وقت لوگوں کو ہنسانا۔ یا کسی مکروہ چیز کا ذکر کرنا منع ہے۔ لوگوں کے مونھ کو یا انکے لقمہ کو کھاتے وقت دیکھنا نہیں چاہئیے۔ اپنے سامنے سے کھانا چاہئیے۔ ہاں اگر میوہ ہو تو اِدھر اُدھر سے کھانا بھی درست ہے۔ دسترخوان پر لقمہ گر جائے تو اسے اٹھا کر کھا لینا چاہئیے۔ روٹی کی تعظیم کرنی چاہئیے۔ یعنی بلا عذر تکیہ یا دیوار کے سہارے سے بیٹھکر نہ کھائیں۔ اور روٹی آجائے تو سالن کے انتظار میں اسکو یونہی آگے رکھے بیٹھے نہ رہیں۔ بلکہ روکھی روٹی ہی کھانی شروع کر دیں۔ اور روٹی کے ساتھ ہاتھ پونچھنا نہ چاہئیے۔ برتن کو اچھی طرح صاف کریں۔ انگلیاں چاٹیں۔ اور کھانا کھا چکنے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہیں۔ پھر ہاتھ دھوئیں رستے میں چلتے چلتے کچھ کھانا مکروہ ہے۔ پانی وغیرہ کوئی چیز پیتے وقت بھی بسم اللہ پڑھنی چاہئیے۔ اور تین دفعہ کر کے پئیں۔ ایک ہی گھونٹ سے نہیں پینا چاہئیے۔ دائیں ہاتھ سے پینا اور بیٹھکر پینا سنت ہے۔ مگر کھڑے ہو کر پینا بھی درست ہے۔ اور اگر دایاں ہاتھ کھانے میں ہو تو بائیں ہاتھ سے بھی پی سکتے ہیں۔ پی چکنے کے بعد الحمد للہ کہیں پینے کی چیز میں تنکا وغیرہ ہو تو پہلے اسے نکال لینا چاہئیے پھونکیں مارنا مکروہ ہے۔ ہاں کوئی پاک کلام پڑھ کر اسپر دم کر سکتے ہیں۔ برتن میں مونھ ڈالے ہوئے سانس بھی نہیں لینا چاہئیے۔ سانس لینا ہو تو برتن سے مونھ نکال لیں۔ مشک یا ڈول وغیرہ سے پانی پینا ہو تو اسے مونھ نہ لگائیں۔ اگر بہت سے آدمی اکٹھے بیٹھے ہوں اور سب کو کچھ پلانا ہو تو حاضرین کو دائیں طرف سے پلانا شروع کریں اور پلانے والے کو خود سب سے آخر میں پینا چاہئیے۔

سونے چاندی کے برتن کا استعمال حرام ہے۔

(۱) ابن عمر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ تم میں سے کوئی آدمی بائیں ہاتھ سے ہرگز کھانا نہ کھائے اور نہ بائیں ہاتھ سے پانی پیئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔ (مس)

(۲) کعب ابن مالک کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں (یعنے انگوٹھے اور شہادت اور بیچ کی انگلی) سے کھانا تناول فرمایا کرتے اور اپنے ہاتھ (یعنے انگلیوں) کو پونچھنے سے پہلے چاٹ لیا کرتے اور پھر اسے دھو ڈالا کرتے تھے۔ (مس)

(۳) جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں کے چاٹنے اور پیالے کو پونچھنے صاف کرنیکا حکم فرمایا۔ اور ارشاد کیا۔ یہ اسلئے کہ تمہیں معلوم نہیں کہ کونسے لقمہ میں برکت ہے (مسلم)

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کھانے کو برا نہیں کہا۔ اگر اچھا لگا کھا لیا ناپسند ہوا چھوڑ دیا۔ (صح)

(۴) ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کی ہے کہ آدمی اپنے ساتھیوں کی اجازت کے بغیر دو دو کھجوریں ملا کر کھائے۔ ہاں اگر ان سے اجازت لے لے تو درست ہے۔ (صح)

(۵) قتادہؓ (تابعی) انسؓ (صحابی) سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی میز پر رکھ کر کھانا کھایا اور نہ سکوری میں رکھ کر۔ اور نہ کبھی آپ کے لئے پتلی چپاتی پکائی گئی۔ کسی نے قتادہؓ سے کہا۔ اچھا پھر کس چیز پر رکھکر کھانا کھایا کرتے تھے قتادہؓ نے جواب دیا کہ دسترخوانوں پر رکھکر۔ (بخ)

Marfat.com

(۶) انسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تین سانس میں پانی پیا کرتے تھے مسلم کی ایک روایت میں یہ کلمات زائد ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اسطرح پانی پینا زیادہ سیراب کرنیوالا اور جسم کو زیادہ صحت وتندرستی بخشنے والا اور گوارا تر ہے۔ (مش)

(۷) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلعم نے مشک کے موٹھ سے پانی پینے کی ممانعت کی۔ (مش)

(۸) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا کہ آدمی کھڑے ہو کر پانی پیئے۔ (مسلم)

ام المؤمنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چاندی کے برتن میں پانی پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں آتش دوزخ کو گھونٹ گھونٹ کرکے اُتارتا ہے (مش)

(۹) امام جعفر اپنے باپ امام محمد باقرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کے ساتھ کھانا کھاتے تو سب سے پیچھے کھانے سے فارغ ہوتے۔ (مش

(۱۰) حضرت عمر بن خطابؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) ملکر کھانا کھایا کرو الگ الگ نہ کھایا کرو۔ کیونکہ برکت جماعت کے ساتھ ہے (ابن)

آداب ظروف

برتنوں کے آداب۔ دیکھو۔ برتن۔

آداب عیادت مریض

دیکھو۔ عیادت۔

آداب غسل

(۱) ام المؤمنین حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کرتے تو ... میں آپکا پردہ کئے رہتی۔ (د)

(۲) مولا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کھلے میدان میں (برہنہ) غسل کرتے دیکھا تو آپ منبر پر چڑھے اور خدا کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ (لوگو!) خدائے تعالےٰ بڑا شرم والا اور بڑا پردہ پوش ہے (اور) شرم اور پردہ پوشی کو دوست رکھتا ہے۔ تو جب تم میں کا کوئی غسل کرے تو پردہ کی آڑ کرے۔ (ابو)

(۳) ام ہانی کہتی ہیں کہ میں سال فتح مکہ میں جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئی تو میں نے پایا کہ آپ غسل کر رہے ہیں اور فاطمہ آپ کی صاحبزادی آپکا پردہ کئے ہوئے ہیں۔ (مس)

آداب قسم

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عمر کو اپنے باپ کی قسم کھاتے سنا تو فرمایا (لوگو!) خدائے تعالےٰ تمہیں اپنے باپوں کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے۔ تو جو شخص قسم کھانیوالا ہو تو اُسے خدائے تعالےٰ کی قسم کھانی چاہیئے یا خاموش رہنا چاہیئے۔ (صح)

بریدہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امانت کی قسم کھائے وہ ہمارے طریقے پر نہیں (ابو)

ابراہیم نخعی رحؒ کہتے ہیں کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہمیں منع کرتے تھے جبکہ ہم بچے سے تھے کہ ہم شہادت اور عہد کی قسم کھائیں۔ (خ)

آداب کعبہ

دیکھو۔ کعبہ۔ حج۔

آداب گفتگو

ہمیشہ ضروری اور کام کی بات کرنی چاہیئے۔ لغو اور بیہودہ باتوں کی حدیث میں سخت ممانعت آئی ہے۔ بزرگوں کے ساتھ ادب اور تعظیم سے بات کرنی چاہیئے۔ برابر والوں کے ساتھ لحاظ اور مروت سے گفتگو کی جائے۔ چھوٹوں کے ساتھ نرمی اور شفقت سے بولنا چاہیئے۔ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ ہمیشہ ضرورت کے موافق

Marfat.com

بولتے۔ اور جو کلام فرماتے وہ نہایت مختصر اور پُر مغز ہوتا تھا۔ اور اکثر آپ خوش رہتے۔ غیبت ۔ چغلی ۔ گالی گلوچ بڑے بھاری عیب ہیں ان سے بچنا چاہیئے۔ کھلکھلا کر ہنسنا ہنستے ہوئے مونھ کھول دینا۔ بے ضرورت اونچی آواز سے بولنا۔ قضائے حاجت کے وقت بولنا مکروہ ہے۔ خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھانا منع ہے۔

آدابِ لباس

دیکھو۔ لباس۔

آدابِ لسان

(۱) سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو میرے (خوش کرنیکے) لیئے اس چیز (کی محافظت) کا ضامن ہوتا ہے (یعنے عہد کرتا اور اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے) کہ دونوں جبڑوں اور دونوں ٹانگوں کے درمیان میں ہے (یعنی زبان اور ستر) تو میں اسکے لیئے جنت کا ضامن ہوتا ہوں (بخ)

(۲) ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کیطرف روئے سخن کرکے) فرمایا۔ بھلا تم جانتے ہو کہ لوگوں کو سب سے زیادہ کون چیز جنت میں داخل کرے گی (پھر خود ہی فرمایا) وہ خدا سے ڈرنا اور خوش خلقی (اختیار کرنا ہے) کیا تم جانتے ہو کہ لوگوں کو سب سے زیادہ کون چیز دوزخ میں لیجا داخل کرے گی۔ وہ دو چیزیں ہیں۔ اندر سے خالی ایک مونھ (کہ زبان بھی اس میں شامل ہے) اور دوسری ستر۔ (ترمذی)

عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے خاموشی اختیار کی اس نے (آفات و بلیات سے) نجات پائی۔ (تر)

(۳) عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ملکر عرض کیا کہ (دین و آخرت میں) نجات کا (سبب) کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اپنی زبان کا مالک بنجا اور تیرا گھر تجھے گنجائش دے۔

(یعنے تنہائی میں مصروف عبادت رہ) اور اپنی تقصیرات پر رو۔ (تر)

آدابِ مباشرت

نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ (تا) وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (س البقرہ ۔ ع ۲۸) (مسلمانو!) تمہاری بیبیاں (گویا) تمہاری کھیتیاں ہیں تو اپنی کھیتی میں جسطرح چاہو آؤ[1]۔ اور اپنے لئے آئندہ (یعنی عاقبت) کا بھی بندوبست رکھو اور اللہ سے ڈرو اور جانتے رہو کہ تمکو اسکے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ اور (اے پیغمبر) ایمان والوں کو خوش خبری سنا دو۔

(۱) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا حق (بات کے کہنے) سے نہیں شرماتا تو (لوگو!) تم وطی فی الدبر کے ہرگز مرتکب نہ ہونا۔ اور ابو داؤد کی روایت میں آیا ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مرتکب فی الدبر ملعون ہے۔

(۲) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) سنو اگر تم میں کا کوئی شخص اپنی بی بی سے ہمبستر ہوتے وقت کہیگا بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا[2] تو اس موقعہ پر اگر میاں بیوی دونوں کی تقدیر میں بچہ ہوگا تو شیطان اسے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکیگا۔ (صح)

بیوی کو مرد کا ادب کرنا چاہیئے اور مرد کو اپنی بیوی سے حسن برتاؤ رکھنا چاہیئے۔ بیوی سے دل لگی کی باتیں کرنا اور ملاعبت بھی جائز ہے۔ بیوی اور بال بچوں کو نماز بھی

---

[1] عورت کھیتی ہے اور مرد کاشتکار اور نطفہ بیج تو جسطرح کاشتکار بیج کی حفاظت کرتا ہے کہ بیج کو ضائع نہیں ہونے دیتا اور وہیں ڈالتا ہے جہاں اُگے ایسی ہی حفاظت مرد کو کرنی چاہیئے۔ اور وہ نہیں ہے مگر اسی طریقے میں جو سب کو معلوم ہے ۱۲

[2] یعنی خداوندا ہمسے شیطان کو دور رکھ اور اس (بچے) سے بھی شیطان کو دور رکھ جو تو ہمارے نصیب کرے ۱۲

مجبور کرنا چاہیئے۔ تارک الصلوۃ بیوی کو طلاق دیدینا مستحسن فرمایا گیا ہے۔ اچھی بیوی وہ ہے جسکی گھر میں اونچی آواز سنائی نہ دے۔ زیادہ نسل بڑھانے والی کی بھی حدیث شریف میں تعریف فرمائی گئی ہے۔

آداب مجلس

دیکھو۔ آداب نشست۔

آداب مساجد

دیکھو۔ مسجد۔

آداب مشی

(۱) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک موقع پر ایک شخص دو مخطط چادروں میں گردن اٹھائے اکڑتا چلا جاتا تھا حالانکہ اسکے نفس نے (اس بات کو) اسے بھلا کر دکھایا تھا۔ تو وہ زمین میں دھنسا دیا گیا۔ اور قیامت کے دن تک برابر زمین میں دھنستا چلا جائیگا۔ (صح)

(۲) ابوسعید انصاریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا۔ حالانکہ آپ مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے اور راستے میں مرد عورتوں کے ساتھ گڈ مڈ ہو رہے تھے۔ تو آپؐ نے عورتوں کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ تم پیچھے ہٹ جاؤ (اور مردوں سے یک سو رہو) کیونکہ تمہارے لیے راستے کے بیچ بیچ میں چلنا جائز نہیں۔ بلکہ راستے کے کنارے کنارے چلنا لازم ہے۔ اسکے بعد عورت دیوار سے چمٹ کر چلتی تھی۔ یہانتک کہ اسکا کپڑا دیوار سے اُلجھتا جاتا تھا۔ (ابو)

(۳) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کہ مرد دو عورتوں کے بیچ میں ہو کر نہ چلے۔ (ابو)

یہ بھی حدیث شریف میں لکھا ہے کہ جہاں عورت و مرد نامحرم ملکر چلتے ہوں وہاں انکا تیسرا ہمراہی شیطان ہوتا ہے۔

قرآن شریف میں اکڑ کر چلنے سے یوں منع فرمایا گیا ہے لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا۔ (یعنی زمین میں اکڑ کر مت چل نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے۔ نہ پہاڑ کو تیرا قد پہونچ سکتا ہے)۔

آداب مصحف

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ تا تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (س واقعہ ع) سو ہم (شہاب) ستاروں کے ٹوٹنے کی قسم کھاتے ہیں۔ اور سمجھو تو یہ بہت ہی بڑی قسم ہے۔ کہ یہ (قرآن) بڑی قدر و منزلت کا قرآن ہے (اور ہمارے ہاں) احتیاط سے رکھی ہوئی کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں (لکھا ہوا موجود) ہے (اور) پاک فرشتوں کے سوا کوئی اسکو ہاتھ نہیں لگانے پاتا (اور اسی کی نقل یہ قرآن ہے جو) پروردگار عالم کیطرف سے (پیغمبر آخر الزمان پر) نازل ہوا ہے۔

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ تا كِرَامٍ بَرَرَةٍ (س عبس) سنو جی قرآن تو (سراسر) نصیحت ہے۔ پس جو چاہے اسکو سوچے (سمجھے۔ اور ہمارے ہاں وہ لوح محفوظ کے) اوراق میں (لکھا ہوا) ہے۔ جنکی تعظیم کیجاتی ہے (اور وہ) اونچی جگہ رکھے ہوئے (ہیں اور) پاک (ہیں اور ایسے) لکھنے والوں (یعنی فرشتوں) کے ہاتھوں میں (رہتے ہیں) جو بزرگ (اور) نیکوکار ہیں۔

(۱) ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے ملک میں قرآن کو ساتھ لیجانے سے منع فرمایا (صح)

(۲) حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں برا وہ شخص ہے جو کہتا ہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ بھلا دیا گیا۔ اور قرآن کو (ہمیشہ پڑھنے کے ساتھ) یاد رکھو۔ کیونکہ قرآن چارپائے جانوروں کے بھاگ جانے سے بھی زیادہ آدمیوں کے سینوں سے نکل جانے والا ہے (یعنی چارپایوں کی اگر حفاظت نہ کروگے تو وہ بھاگ جائینگے اسیطرح قرآن کی حفاظت نہ ہوگی تو دل سے محو ہو جائیگا۔ (صح)

Marfat.com

قرآن کو بیوضو ہاتھ نہیں لگانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۔ یعنی قرآن کو باوضو ہی چھو سکتے ہیں) قرآن سے اونچا بیٹھنا یا پس پشت رکھنا یا اسکا سرہانا بنانا۔ یہ سب باتیں منع ہیں۔

آداب مکّہ و مدینۃ الرسول

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (فتح مکہ کے دن) جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شہر (مکہ) کو خدا نے اسی روز سے قابل تعظیم و تکریم ٹھیرا دیا ہے جس دن اس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا۔ (یعنی مکے کی تعظیم و تکریم قدیمی ہے) تو وہ خدا کی تعظیم کی وجہ سے قیامت تک قابل تعظیم رہیگا مجھ سے پہلے کبھی کسی کے لئے اس میں کشت و خون کرنا حلال نہیں ہوا تھا۔ اور مجھے بھی صرف دن کی ایک ساعت کیلئے حلال ہوا۔ تو اب وہ خدا کی حرمت کی وجہ سے قیامت کے دن تک حرام رہیگا۔ (اور شہر مکّہ کے حرام ہونیکے یہ معنے ہیں) کہ اسکا کانٹا تک نہ توڑا جائے (چہ جائیکہ درخت) اور نہ اسکے شکار کا تعاقب کیا جائے۔ اور نہ اس میں گرا پڑا مال اُٹھایا جائے۔ ہاں اس شخص کو اُٹھانا جائز ہے جو اسکا اعلان کرتا پھرے۔ اور نہ اسکی گھاس اکھاڑی جائے اسپر عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ اذخر گھاس کو تو مستثنےٰ کر لیجئے۔ کیونکہ وہ لوہاروں اور گھروں کی چھتوں میں کام آتا ہے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں اذخر کو مستثنےٰ کرتا ہوں۔ (بخ)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ مینے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ تم میں سے کسی شخص کو مکّے میں (کشت و خون کے لیے) ہتھیار اُٹھائے رکھنا حلال نہیں (مس)

(۲) سعدؓ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مدینے کی دونوں طرف کی سنگستان کی درمیانی مسافت کو حرام کرتا ہوں کہ نہ تو وہاں کے درخت کاٹے جائیں نہ وہاں شکار کیا جائے۔ اور فرمایا کہ مدینہ لوگوں کے لئے بہتر ہے اگر وہ (اُس بہتری کو) جانیں (تو کبھی وہاں سے نہ نکلیں) (مس)

احادیث سے ثابت ہے کہ مدینۃ الرسول میں کفر کو دخل نہیں ہو سکتا۔ اور کہ قرب قیامت میں مدینہ کیطرف اسلام اسطرح سمٹ کر آجائیگا جیسے سانپ اپنے بل کیطرف سمٹ کر آجاتا ہے۔ وہی اسلام اور عقیدہ سچا سمجھا جائیگا جو مکّہ اور مدینہ والوں کا ہے۔

آداب ملاقات

(۱) عقیل بن ابیؔ سے روایت ہے کہ وہ (یعنی طفیل) ابن عمرؓ کے پاس آتے اور صبح کو ابن عمر کے ساتھ بازار جایا کرتے۔ طفیل کا بیان ہے کہ جب ہم صبح کو بازار کے گردا گرد گھومنے پھرنے تو عبداللہ بن عمرؓ تو کسی ردی چیز کے بیچنے والے پر گذرتے تھے نہ خرید و فروخت کرنے والے پر نہ مسکین و فقیر پر اور نہ کسی ایک شخص پر مگر اسے سلام علیک ضرور کرتے تھے طفیل کہتے ہیں۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ میں (حسب معمول) عبداللہ بن عمر کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے اپنے ساتھ بازار لیجانا چاہا۔ مینے کہا کہ تم بازار جاکر کیا کروگے تم نہ تو کسی فروخت ہونے والی چیز کو دیکھتے ہو نہ کسی بکتے ہوئے اسباب کی بابت دریافت کرتے ہو۔ نہ کوئی چیز خریدتے ہو۔ نہ بازار کی نشستگاہوں میں بیٹھتے ہو تو آپ اسی جگہ ہمارے ساتھ بیٹھ جائیے کہ ہم کچھ بات چیت کریں طفیل کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر نے (اپنی طرف روئے سخن کرکے) فرمایا کہ اے ابو بطن (یہ طفیل کی کنیت ہے) نیچے کے لدی کا بیان ہے کہ "طفیل بزرگ شکم آدمی تھے" ہم صبح کو بازار میں صرف لوگوں کو سلام کرنے کی غرض سے جاتے ہیں کہ جس سے ملتے ہیں اس سے سلام علیک کرتے ہیں (مو)

(۲) عازب کے بیٹے براءؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان باہم ایک دوسرے سے ملتے پھر مصافحہ کرتے ہیں۔ تو قبل اسکے کہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوں اُنکے گناہ بخشدیے جاتے ہیں (تر)

Marfat.com

(۳) زارع جو عبد القیس کے ایلچیوں میں ایک بڑے معتبر شخص تھے۔ کہتے ہیں کہ جب لوگ مدینہ میں آئے تو اپنی سواریوں سے جلد علیحدہ ہو کر پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں کو لگے بوسے دینے۔ (ابو)۔

(۴) حضرت انس رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں کا کوئی شخص اپنے بھائی یا اپنے دوست سے ملے (تو کیا کرے) کیا اسکے آگے سر و پشت خم کر دے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ اس نے عرض کیا۔ کیا اسکو گلے لگائے اور اسکے ہاتھ چومے۔ فرمایا نہیں۔ عرض کیا آیا اسکا ہاتھ پکڑ اور مصافحہ کرے۔ فرمایا ہاں۔ (تر)

آداب نشست

(۱) بیٹھنے کے آداب۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو صحن کعبہ میں بیٹھے دیکھا بوضع احتبا۔ (بخ)

(۲) سمرہ کے بیٹے جابر کہتے ہیں کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم (کی عادت تھی کہ) جب فجر کی نماز پڑھ چکتے تو جبتک سورج خوب نکھر نہ لیتا (یعنی اچھی طرح صاف اور روشن نہ ہولیتا) آپ اسی جگہ (جہاں نماز پڑھی تھی) چار زانو بیٹھے رہتے (ابو)

(۳) مخرمہ کی بیٹی قیلہ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں بیٹھے دیکھا۔ بوضع قرفصا۔ قیلہ کہتی ہیں کہ جب میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو اس وضع میں نہایت فروتنی اور انکساری کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھا تو میں مارے خوف کے تھر تھر کانپنے لگی (کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اسطرح سمٹے سکڑے کیوں بیٹھے ہیں) (تر)

(۴) بسر کے بیٹے عبد اللہ کہتے ہیں کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بڑا پیالہ تھا جسکا نام غراء تھا (آپ کی عادت تھی کہ جب چاشت کا وقت ہوچکتا اور لوگ نماز چاشت سے فارغ ہوجاتے تو وہ پیالہ لایا جاتا اور اس میں روٹی کے ٹکڑے بھیگے ہوئے موجود ہوتے فقراء صحابہ اسکے گرد جمع ہوجاتے۔ اور جب حاضرین کا زیادہ ازدحام ہوجاتا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم (جگہ کی تنگی کی وجہ سے) دوزانو بیٹھ جاتے۔ اسپر ایک بدوی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ یہ بیٹھنے کی ہیئت آپ کی شان کے لائق نہیں ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے مجھے بندہ کریم بنایا ہے۔ متکبر اور سرکش نہیں بنایا۔ (ابو)

دو آدمی جب باتیں کر رہے ہوں تو بلا اجازت ان کے پاس نہیں بیٹھنا چاہیئے۔ اسی طرح جب دو آدمی ایک دوسرے کے پاس بیٹھے ہوں تو ان کی رضامندی کے بغیر ان کے درمیان گھسنا نہیں چاہیئے۔ مجلس میں سے کسیکو اٹھا کر اسکی جگہ بیٹھنا منع ہے۔ مجلس میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جانا چاہیئے۔ مجلس والوں کو چاہیئے کہ جب کوئی

---

۱ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بزرگان دین کے ہاتھ پاؤں چومنے جائز ہیں۔ ۱۲

۲ مصافحہ اور تصافح دونوں کے معنے ہیں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنا لیا گیا ہے صفح سے اور صفح اصل میں کہتے ہیں کسی چیز کی چوڑائی کو۔ بولا کرتے ہیں صفح وجہ اور صفح سیف۔ یعنی مونھ کی چوڑان تلوار کی چوڑان۔ ہم مسلمانوں کے ہاں ملاقات کے وقت مصافحہ سنت ہے۔ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا چاہیئے اسطرح کہ ایک شخص کی ہتھیلی دوسرے کی ہتھیلی پر ہو۔ انگلیوں سے مصافحہ کرنا بدعت ہے۔ اور یہ جو بعض لوگ نماز جمعہ یا کسی اور نماز کے بعد خصوصیت کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں۔ یہ بھی لا اصل ہے۔ جوان عورت سے مصافحہ کرنا حرام اور بڑھیا سے لاباس بہ ہے ۱۲

۳ احتبا بیٹھنے کی ایک ہیأت ہے کہ آدمی دونوں زانوؤں کو کھڑا کر کے تلووں کو زمین پر ٹکا کر بیٹھے اور دونوں ہاتھوں یا کپڑے سے پنڈلیوں کا حلقہ کرلے۔ ۱۲

۱ یہ بھی ایک طرح کی بیٹھک ہے کہ آدمی دونوں سرین پر بیٹھنا اور زانوں کو پیٹ سے چپٹا لینا اور دونوں ہاتھوں سے پنڈلیوں کا حلقہ کرلینا ہے جیسا کہ غرباء اکثر وہ لوگ بیٹھا کرتے ہیں جو فکر و خیال میں ڈوبے رہتے ہیں۔ ۱۲

Marfat.com

اور اگر وہ ان میں شامل ہونا چاہے تو کھل کر بیٹھیں مجلس وہی اچھی ہے جس میں آدمی کھلے بیٹھے ہوں۔ اور خدا و رسول کا ذکر ہو رہا ہو جس مجلس میں لغو اور بیہودہ باتیں ہوتی ہوں وہ بہت بُری مجلس ہے۔ اگر لوگ حلقہ باندھ کر بیٹھے ہوں تو ان کی درمیانی خالی جگہ میں بیٹھنا جائز نہیں۔ لوگوں کے سامنے پاؤں پھیلا کر بیٹھنا۔ اور اوروں کو حقیر جان کر تکیہ لگا کر بیٹھنا مکروہ ہے۔

آداب نفس

(۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے صحابیوں سے فرمایا کہ اُن باتوں کو (جنکا میں ابھی ذکر کرونگا) کون شخص لینے اور اُن پر عمل کرنے یا اُن پر عمل کرنیوالے کو تعلیم دینے کیلئے تیار ہے (ابوہریرہ کہتے ہیں) میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں۔ تو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور پانچ باتیں گنوائیں۔ (۱) اور فرمایا تو خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچ۔ (ایسا کریگا تو) سب لوگوں سے زیادہ عبادت گذار ٹھیریگا۔ (۲) خدا کے دئیے ہوئے پر راضی ہوجا کہ سب لوگوں سے زیادہ تونگر ہوگا۔ (۳) اپنے پڑوسی کے ساتھ سلوک کر کہ مومن کامل ٹھیریگا۔ (۴) جو اپنے لئے دوست رکھتا ہے وہی لوگوں کے لئے دوست رکھ کہ (پورا) مسلمان ہوگا (۵) زیادہ مت ہنسا کر کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مار ڈالتا ہے (تر)

(۲) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے میرے پروردگار نے نو باتوں کا حکم کیا ہے (۱) خدا سے ظاہر و باطن ڈرنے کا (۲) ناخوشی اور خوشی کی حالت میں انصاف کی بات کہنے کا (۳) مفلسی اور تونگری میں میانہ روی کا (۴) جو شخص مجھ سے رشتہ قطع کرے میں اُسکے ساتھ صلہ رحمی کروں۔ اور جو مجھے محروم رکھے میں اُسے دوں (۵) جو مجھ پر ظلم کرے میں اس سے درگزر کروں (۶) خاموش رہوں تو فکر کروں (۷) بولوں تو یاد الٰہی کروں (۸) دیکھوں تو نظر عبرت سے دیکھوں (۹) اچھی باتوں کا حکم کروں (تیسیر الوصول)

امام مالک رضؓ سے روایت ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کسی نے حکیم لقمان سے پوچھا کہ جس مرتبے پر ہم تمہیں دیکھتے ہیں اس پر تمہیں کس نے پہنچایا۔ جواب دیا کہ سچ بولنے سنے۔ امانت کے ادا کرنے نے۔ لایعنی اور بیفایدہ باتوں کے چھوڑ دینے نے۔ اور ایک روایت میں اتنا اور ہے کہ عہد (و پیمان) کے پورا کرنے نے (مو)

آداب نوم

(۱) تمیم کے بیٹے عباد اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے (اور) اپنے ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھے ہوئے دیکھا۔ (صح)

(۲) جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے بائیں کروٹ کا ایک تکئے پر سہارا لئے بیٹھے ہیں۔ (تر)

(۳) ابوقتادہ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ حالت سفر میں آخر شب کو کسی جگہ اُترتے تو داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے اور صبح کے نزدیک نزول فرماتے تو اپنا بازو مبارک کھڑا کرتے اور ہتھیلی پر سر مبارک رکھ لیتے۔ (مش)

(۴) ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اوندھا لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ لیٹنے کی ہیئت ایسی ہے جسے خدا دوست نہیں رکھتا۔ (تر)

(۵) علی بن شیبان رضؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مکان کی چھت پر کوئی پردہ اور آڑ (جو اسکے نیچے گرنے نہ دے) نہ بنائے تو اس سے (وہ حفاظت کی) ذمہ داری اُٹھ گئی (جو خدا نے اپنی مہربانی سے فرشتوں کے متعلق کی ہے کہ وہ آدمی کو مہالک سے بچالیں)

Marfat.com

رہتے ہیں) (ابو)

آداب ولیمہ - دیکھو - ولیمہ -

آداب تیقظ (۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم رات کو (سوتے ہوئے) اُٹھے تو آپ نے قضاء حاجت یعنی پیشاب کیا پھر ہاتھ مونھ دھو کر سو رہے - (ابو)

(۲) اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم جب رات کو (سوتے سوتے) جاگ اُٹھتے تو فرماتے لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اَللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِیْ وَاَسْاَلُكَ رَحْمَتَكَ اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ عِلْمًا وَّلَا تُزِغْ قَلْبِیْ بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنِیْ وَھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَۃً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَھَّابُ (ترمذی) یعنی اے خدا تیرے سوا کوئی معبود نہیں - خداوندا تو پاک ہے اور ہر طرح کی تعریف تجھی کو سزاوار ہے میں تجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتا اور تجھ سے تیری رحمت مانگتا ہوں - الٰہی! مجھے اور زیادہ علم نصیب کر اور اسکے بعد کہ تو مجھے راہ راست پر لگا چکا ہے میرے دل کو ٹیڑھا مت کر اور مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا کر بے شک تو ہی عطا کرنیوالا ہے - (ترمذی)

(۳) امام مالک کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہونچی ہے کہ خالد بن ولیدؓ نے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں سوتے سوتے ڈر جاتا ہوں - فرمایا تم یوں کہا کرو - اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ مِنْ غَضَبِہٖ وَعِقَابِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ - یعنی میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں اسکے غضب اور اسکے عذاب اور اسکے بندوں کے شر اور شیاطین کے وسوسوں اور انکے میرے پاس آنے سے پناہ مانگتا ہوں (موطا)

آزاد فقیروں کا ایک گروہ جو اسلامی ارکان کی پابندی نہیں کرتے - اور شرع میں اس شخص کو کہتے ہیں جو غلام کے مقابل میں ہے - دیکھو - فقیر -

آدمؑ سب سے پہلے انسان - اور سب سے پہلے پیغمبر ان پر ۱۰ صحیفے نازل ہوئے صفی اللہ انکا لقب ہے جسکے معنے ہیں خدا کا برگزیدہ -

حضرت آدم علیہ السلام پر جب شیطان کے دھوکا دینے سے عذاب الٰہی ہوا تو وہ جزیرہ سیلون یا سرا ندیپ میں اُتارے گئے - اور انکی زوجہ حضرت حوّا جدہ میں اُتاری گئیں جو مکہ شریف کی بندرگاہ ہے - آخر دو صدیوں کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام کی رہنمائی سے دونوں کی ملاقات جبل عرفات پر ہوئی - حضرت آدم علیہ السلام حضرت حوّا کو ساتھ لیکر پھر سیلون میں چلے گئے - قرآن مجید میں علاوہ کئی جگہ کے ان آیتوں میں آپکا ذکر آیا ہے -

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَۃِ ... ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ (بقرہ)

اور (اے پیغمبر لوگوں سے اسوقت کا تذکرہ کرو) جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں (اپنا ایک) نائب بنانیوالا ہوں (تو فرشتے) بولے - کیا تو زمین میں ایسے شخص کو نائب بناتا ہے جو اس میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں کرے اور (جہانتک تو دیکھتا ہے) ہم تیری حمد (وثنا) کے ساتھ تیری تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں - (خدا نے) فرمایا میں وہ (مصلحتیں) جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے - اور آدم کو سب (چیزوں کے) نام بتا دیئے پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے روبرو پیش کر کے فرمایا کہ اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو تو ہمکو ان (چیزوں) کے نام بتاؤ - بولے تو پاک (ذات) ہے جو تو نے ہم کو بتا دیا ہے اسکے سوا ہمکو کچھ معلوم نہیں تو ہی جاننے والا

ملائکہ فرشتوں نے اپنی خدمت تسبیح و تقدیس ظاہر کر کے خلافت الٰہی کے لئے اپنا استحقاق ظاہر کرنا چاہا - اور انسان کے ظاہر حال سے (بعید) سمجھ کر اسکو مفسد اور خونریز بتایا کیونکہ وہ مٹی سے بنایا گیا تھا (تفسیر حقانی) (ماخذ عشایہ ...)

Marfat.com

مصلحت کا پہچاننے والا ہے۔ (تب خدا نے آدمؑ کو) حکم دیا کہ اے آدم فرشتوں کو اِن (چیزوں) کے نام بتا دو۔ جب آدمؑ نے فرشتوں کو اُن (چیزوں) کے نام بتا دئے تو (خدا نے فرشتوں کی طرف مخاطب ہو کر) فرمایا کیوں ہمنے تم سے نہیں کہا تھا کہ آسمانوں کی اور زمین کی سب مخفی چیزیں ہمکو معلوم ہیں۔ اور جو کچھ تم (اب) ظاہر کرتے ہو (وہ) اور جو تم ہمسے چھپاتے تھے (وہ ہمکو (سب) معلوم ہے اور جب ہمنے فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کے آگے جھکو۔ تو شیطان کے سوا (سب کے سب) جھک پڑے اُس نے نہ مانا اور شیخی میں آگیا۔ اور نافرمان بن بیٹھا۔ اور ہم نے (آدم سے) کہا اے آدم تم اور تمہاری بی بی بہشت میں بسو اور اُس میں جہاں کہیں سے تمہارا جی چاہے بافراغت کھاؤ (پیئو) مگر اس درخت (گندم) کے پاس مت پھٹکنا (ایسا کروگے) تو تم (آپ اپنا) نقصان کرلوگے۔ پس شیطان نے انکو وہاں سے (بھلا پھسلا کر) اُکھاڑ دیا۔ اور (آخرکار) جس (مزے) میں تھے اُس سے انکو نکلوا چھوڑا۔ اور ہم نے حکم دیا کہ تم (سب) اُتر جاؤ۔ تم ایک کے دشمن ایک۔ اور زمین میں تمہارے لئے ایک

وقت (خاص) تک ٹھکانا اور (زندگی بسر کرنیکا) ساز وسامان ہے۔ پھر آدم نے اپنے پروردگار سے (معذرت کے چند) الفاظ سیکھ لئے۔ اور (اُن الفاظ کی برکت سے) خدا نے انکی توبہ قبول کرلی۔ بیشک وہ بڑا ہی درگذر کرنیوالا مہربان ہے۔ جب ہمنے حکم دیا کہ تم سب (کے سب) یہاں سے اُتر جاؤ تو (ساتھ ہی یہ بھی سمجھا دیا تھا) کہ اگر ہماری طرف سے تم لوگوں کے پاس کوئی ہدایت پہنچے تو (اسپر چلنا کیونکہ) جو ہماری ہدایت کی پیروی کرینگے (آخرت میں) اُنپر نہ تو (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسیطرح پر) آزردہ خاطر ہوں گے۔ اور جو لوگ نافرمانی کرینگے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے وہی دوزخی ہوں گے (اور) وہ ہمیشہ (ہمیشہ) دوزخ ہی میں رہیں گے۔

آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے جو بت تراش اور بت فروش اور بت پرست تھے۔ اور قرآن مجید میں انکا ذکر یوں آیا ہے وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ تا وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ (س انعام ع ۹) اور جبکہ ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ آزر سے یہ کہا کہ کیا تو بتوں کو خدا مانتا ہے۔ میں تو تجھے اور تیری قوم کو صریح گمراہی میں مبتلا دیکھتا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ ہے اور آزر لقب ہوگا یا بالعکس۔ اور یہ کہنا کہ "آزر اُن کے چچا تھے اور تارخ باپ اسلئے کہ کسی نبی کا باپ مشرک نہیں گذرا ہے"۔ محض تکلف ہے۔ سورۂ مریم کے تیسرے رکوع میں آزر کا ذکر ابراہیم علیہ السلام کے سوال وجواب کے ضمن میں آیا ہے۔ جسکا ترجمہ حسب ذیل ہے: ۔

"جب اُنہوں (یعنے ابراہیم علیہ السلام) نے اپنے باپ (یعنے آزر) سے کہا کہ ابا جان! آپ کیوں اِن (بتوں) کی پرستش کرتے ہیں جو نہ (کچھ) سنتے اور نہ (کچھ) دیکھتے اور نہ آپکے کچھ کام آسکتے ہیں۔ انتہی" ۱۲۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷) ۴۔ اور مٹی اجزا سے مختلف الطبائع سے مرکب ہے۔ جو غصیلا ہوگا وہ ضرور دوسروں پر زیادتی کریگا۔ انسان کی جبلت جیسی سے فرشتوں کا یہ مطلب تھا کہ وہ خلافت الٰہی کے لائق نہیں لیکن فرشتے انسان کی جسمانی ساخت پر اُسکے دلی خیالات کو قیاس کرتے تھے۔ اور اس قیاس میں ایک طرح پر دعوائے غیب کا شائبہ بھی تھا کہ ہم انسان کے دل کا حال جانتے ہیں۔ حالانکہ دلی خیالات پر مطلع ہونا صرف خدا کا کام ہے۔ تو یہ جو فرمایا کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔ دعوے سے میری ضمنی دعوے مراد ہے جو فرشتوں نے انسان کے دلی خیالات کے علم کا کیا تھا۔ خدا نے فرشتوں کو یوں قائل کیا کہ تم انسان کے دلی خیالات پر بے ہمارے بتائے مطلع ہو تو مخلوقات عالم کے ناموں پر بھی بدرجہ اولی مطلع ہوگے۔ وَا: لیس فلیس ۱۲۔

Marfat.com

ابا جان! مجھکو (خدا کی طرف سے) ایسی معلومات حاصل ہوئی ہیں جو آپ کو حاصل نہیں ہوئیں۔ تو آپ میرے پیچھے ہو لیجئے۔ میں آپ کو (دین کا) سیدھا رستہ دکھا دونگا۔ ابا جان! شیطان (کے کہے میں آکر بتوں) کو نہ پوجئے کیونکہ شیطان (خدا سے) رحمٰن سے باغی ہے۔ ابا جان! مجھکو اس بات سے ڈر لگتا ہے کہ (کہیں ایسا نہ ہو خدا) رحمان کیطرف سے آپ کو کوئی عذاب آپ چمٹے اور آپ (آخر کار جہنم میں) شیطان کے ساتھی بنیں۔ (ابراہیم کے باپ نے) کہا کہ ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے پھرا ہوا ہے۔ اگر تو (ایسی باتوں سے) باز نہیں آئیگا تو ضرور میں تجھکو سنگسار کر دونگا۔ اور اگر اپنی خیر چاہتا ہے تو میرے سامنے سے دور ہو۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ۝ (س زخرف ع ۳) "اور ایک وقت (وہ بھی تھا کہ) ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم (کے لوگوں) سے کہا کہ (جن بتوں) کی تم پرستش کرتے ہو مجھکو تو اُن سے کچھ سروکار نہیں۔"

آسیہ | مصر کے مشہور کافر فرعون مدعی خدائی کی بیوی کا نام ہے۔ جو بڑی پارسا خدا پرست اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کی شریعت کی تابع تھی۔ یہ اُن چار عورتوں میں سے ہے جنکی تعریف بہت سی احادیث میں آئی ہے، اور وہ یہ ہیں (۱) مریم (۲) خدیجہؓ (۳) فاطمہ رضؓ (۴) آسیہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمکو دنیا بھر کی عورتوں سے صرف ان چار کے فضائل کو معلوم کرنا کافی ہے۔ مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمدؐ۔ اور آسیہ زوجہ فرعون۔ (مش)

قرآن مجید میں سورہ مریم کی چوتھی آیت میں ارشاد ہے وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ تا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ۔ اور مسلمانوں (کی تسلی) کے لئے خدا فرعون کی بی بی (آسیہ) کی مثال دیتا ہے۔ کہ ان بی بی نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میرے لئے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا اور مجھکو فرعون اور اسکے کردار سے نجات دے۔ اور مجھکو ظالم لوگوں سے نجات دے۔

آصف | آصف بن برخیا حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر اعظم کا نام ہے جن کو اسم اعظم کا عمل آتا تھا۔ انہوں نے اسم اعظم کے زور سے ملکہ بلقیس کا تخت لمحہ بھر میں دور و دراز مسافت سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حضور کیا تھا۔ دیکھو (بلقیس)۔

قرآن مجید کی اس آیت میں اسی واقعہ کے متعلق آصف کا ذکر ہے۔ قَالَ الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ (س نمل ع ۳) "ایک شخص جسکو کتابی علم تھا بولا کہ آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے میں تخت کو آپ کے حضور میں لا حاضر کرتا ہوں"۔

معجزہ اور کرامت کے انکار کرنے والے یہاں غور کریں۔

آل | اولاد۔ لیکن اسلامی لٹریچر میں یہ لفظ زیادہ تر آل محمدؐ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

بعض محققین نے اس لفظ کو اولاد و اصحاب تک بھی وسعت دی ہے۔ اور قرآن کریم میں بھی آل سے اکثر جگہ اتباع مراد لئے گئے ہیں۔ جیساکہ آل موسےٰ و آل ہارون۔ وغیرہ۔

آل عمران | قرآن مجید کی ایک سورت کا نام ہے جو اس طرح شروع ہوتی ہے الٓمٓ ۝ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۝ الم۔ اللہ۔ اللہ (وہ ذات پاک ہے کہ) اُسکے سوا کوئی معبود نہیں زندہ (کارخانہ عالم کا) سنبھالنے والا۔

Marfat.com

یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس میں دو سو آیتیں اور بیس رکوع ہیں۔ اس سورت میں آل عمران کا ذکر ہے۔ سے اس سورۃ کا نام سورۃ آل عمران رکھا گیا۔

آمنہ آمنہ بنت وہب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ کا نام ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے والد عبد اللہ اور آپ کی والدہ آمنہ میں نسبی قرابت کے تعلقات بھی تھے جو اس شجرہ سے ظاہر ہوں گے۔

عبد مناف
- ہاشم
  - عبد المطلب
    - عبد اللہ
- وہب
  - آمنہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے چند روز پہلے عبد اللہ نے انتقال کیا۔ مگر آمنہ نے ہمت و استقلال کے ساتھ آنحضرت کی پرورش شروع کی۔ آنحضرت کو دستور کے موافق ایک دیہاتی اناں کے سپرد کر دیا جسکا نام حلیمہ تھا۔ دو برس کے بعد وہ دودھ چھڑا کر آپ کو آپ کی ماں کے پاس لائی۔ دانشمند ماں نے اپنے بچے کو خوب تندرست پاکر خیال کیا کہ مبادا مکہ کی آب و ہوا انکو ناموافق ہو۔ اور پھر حلیمہ کے ساتھ بھیجدیا۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آنحضرت کی والدہ بھی انہیں اوصاف کی عورت تھیں جیسا کہ اکثر بڑے آدمیوں کی مائیں ہوا کرتی ہیں۔ ہمارے ملک کی اکثر مائیں اپنے بچوں کی صحت کی کچھ خبر نہیں رکھتیں بس وہ ایک دانا منتظمہ اور نہایت دور اندیش بی بی تھیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر چھ برس کی ہوئی تو آمنہ آپ کو ساتھ لیکر عبد المطلب کے ماموؤں کے پاس مدینہ میں گئیں جو بنو نجار کے قبیلے میں سے تھے۔ اور وہیں کے وقت مقام ابواء میں بیس برس کی عمر میں قضائی بعض کے نزدیک مکہ میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے بطن سے صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ آپ شاعرہ بھی تھیں۔

آمین اصل میں عبرانی زبان کا لفظ ہے جو اس سے منقول ہو کر عربی میں استعمال ہوتا ہے۔ آمین کے معنے ہیں قبول کر۔ یہ کلمہ سورۃ فاتحہ کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ مگر تنزیل میں داخل نہیں ہے۔ اور ہر دعا کے بعد اسکا پڑھنا مناسب سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ اگر ایک شخص دعا مانگے اور دوسرے حاضرین آمین آمین کہتے جائیں تو اس دعا کی قبولیت کی امید کی جاتی ہے۔

بحار الانوار میں نہایہ ابن اثیر سے نقل کر کے لکھا ہے کہ "آمین مدارج جنت میں سے ایک درجہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کلمہ کا قائل جنت میں درجہ خاص کر لیتا ہے (شرح شمنی) آمین اسماء باری میں سے ایک اسم ہے جو المؤمن کے ہم معنے ہے۔ لہذا آمین کے معنے ہیں یا امین قبول فرما۔ مگر امام نووی فرماتے ہیں اسماء باریتعالے قرآن و حدیث سے ثابت ہوتے ہیں۔ اور یہ ان سے ثابت نہیں۔

آنکھ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۔تا وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ۔ (س مائدہ۔ ع۷) اور ہمنے اس توریت میں انپر یہ بات لکھدی تھی کہ جان کے بدلے جان ہے اور آنکھ کے بدلے آنکھ۔ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے بدلے ویسے ہی زخم۔"

یہ توریت کے احکام ہیں جنکو اسلام نے منسوخ نہیں کیا اور مسلمانوں کے لئے واجب العمل رکھا ہے۔ یعنی ہر عضو کے بدلے مجرم کا وہی عضو کاٹا جائیگا اور زخم کے بدلے زخم دیا جائیگا۔ مگر جس زخم کے دینے سے موت کا خوف ہو یا اس زخم کا طول اور عرض و عمق معلوم نہ ہو سکے ایسی صورت میں تاوان لیا جائیگا جسکو شرع میں ارش کہتے ہیں (ت ف) اگر کوئی شخص کسی کی آنکھ پر چوٹ لگائے جس سے اسکی بینائی جاتی رہے اور ڈھیلا قائم رہے تو اسکی سزا یہ ہے کہ اسکی آنکھ کی بینائی بھی تلف کر دی جائیگی۔ اسطرح کہ

چہرہ اور دوسری آنکھ پر روئی تر کر کے رکھدی جائے۔ اور ایک آئینہ گرم کر کے دوسری کھلی آنکھ کے مقابل کر دیا جائے جس سے اسکی بینائی جاتی رہیگی۔ اگر مجرم کی ضرب سے ڈھیلا اصاف اور ثابت باہر نکل پڑے تو اسکا قصاص نہیں۔ دائیں آنکھ کا قصاص دائیں آنکھ سے اور بائیں آنکھ کا بائیں آنکھ سے لیا جائیگا۔ دائیں آنکھ کا قصاص بائیں سے اور اسکے برعکس جائز نہیں (عا)

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چشم زخم حق ہے۔ پس اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے بڑھ سکتی تو چشم زخم اس سے سبقت لیجاتی۔ اور جب (تمہاری چشم زخم کے دفیعہ کے لئے) تمہیں (ہاتھ پاؤں) دھونے کو کہا جائے تو دھولو (مش)

انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ اللہ کہتا ہے۔ جب میں اپنے بندہ کو اسکی دونوں عزیز چیزوں کی وجہ سے بلا میں ڈالتا ہوں پس وہ صبر کرتا ہے تو میں اسکو ان دونوں کے عوض جنت دیتا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ ان دو عزیز چیزوں سے آپ کی مراد آنکھیں ہیں (یعنے جب انکی بینائی چلی جاتی ہے) (مش)

آہستگی اور تعجیل

(۱) سہل ابن سعدؓ کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْاَنَاۃُ مِنَ اللّٰہِ وَالْعَجَلَۃُ مِنَ الشَّیْطَانِ۔ یعنی آہستگی اللہ سے ہے اور شتابی شیطان سے ہے۔

(۲) یہ بھی روایت ہے کہ فرمایا اَلتُّؤَدَۃُ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ خَیْرٌ اِلَّا فِیْ عَمَلِ الْاٰخِرَۃِ یعنی نرمی و آہستگی ہر شئے میں اچھی ہے مگر آخرۃ کے عمل میں نہیں۔

نیک کاموں میں تاخیر نہیں کرنا چاہیئے۔ فِی التَّاخِیْرِ آفَاتٌ کَثِیْرَۃٌ (یعنے ڈھیل کرنے میں بسا اوقات کئی فتنوں سا منا ہو جانیکا امکان ہے)۔ ع۔

"کہ تنہا است در تاخیر طالب را زیاں دارد۔"

آیات الحفظ

حفاظت کی آیات۔ تعویذ کی آیات اور وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) آیۃ الکرسی (۲) فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۝ (س یوسف ع) سو خدا سب سے بہتر (اسکا) حافظ (اور نگہبان) ہے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ (۳) لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ یَحْفَظُوْنَہٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ (س رعد ع) (انسان کسی حالت میں بھی ہو) اسکے آگے اور اسکے پیچھے باری باری سے (خدا کے) موکل لگے رہتے ہیں جو بحکم خدا اسکی حفاظت کرتے ہیں۔ (۴) وَحَفِظْنٰھَا مِنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ۝ (س حجر ع) اور ہر شیطان مردود سے اسکی حفاظت کی کہ وہاں شیاطین میں سے کوئی جانے نہیں پاتا۔ (۵) وَحِفْظًا مِّنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ۝ (س الصّٰفّٰت ع) اور ہر شیطان سرکش سے محفوظ کر رکھا ہے۔

آیات المواریث

وہ آیات جن میں ورثہ کے احکام مذکور ہیں۔ اور وہ سورۃ نسا کا دوسرا رکوع ہیں۔ علم میراث میں کئی کتابیں بھی لکھی گئی ہیں۔ چنانچہ سراجی اور اسکی شرح شریفی اس فن کی مشہور کتابیں آجکل درسوں میں پڑھی جاتی ہیں۔

آیۃ

علامت۔ نشانی۔ قرآن مجید میں کا ایک ٹکڑا جو پورا کلام ہو اور جسکے اخیر پر وقف ہو۔ اسکا کوئی خاص نام نہ ہو۔ پچھلی قید سے سورت خارج ہو گئی کیونکہ تمام سورتوں کے لئے الگ الگ نام ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی اتقان فی علوم القرآن میں لکھتے ہیں۔ آیت قرآن کے ایک حصے کا نام ہے جو جملوں سے مرکب ہو۔ جسکا مبدأ اور مقطع ہو۔ اور کسی سورت میں مندرج ہو۔ بعض علما آیت کی تعریف اسطرح پر کرتے ہیں:۔

آیت قرآن کریم کے ایک ٹکڑے کا نام ہے۔ جو پورے مفہوم پر دلالت کرے۔ اور اسکا مضمون مابعد یا ماقبل

Marfat.com

کی آیات پر موقوف نہ ہو۔

ابو عمرو دانی کہتے ہیں مُدْهَامَّتَانِ ہی ایک کلمہ ہے جو پوری آیت کہلاتا ہے۔ بعض علماء وَالْفَجْرِ۔ وَالضُّحٰی۔ وَالْعَصْرِ۔ اور فواتح سور کو بھی مستقل آیت کہتے ہیں۔ بعض علما کہتے ہیں صحیح یہ بات ہے کہ آیت میں قیاس کو دخل دینا ناجائز ہے۔ اسکا علم شارع اسلام کے جتلائے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ سو آیت صرف قرآن مجید کے ایسے ٹکڑے یا حصے کا نام ہے جسکے متعلق شارع اسلام کی طرف سے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ ٹکڑا اپنے معنے کے لحاظ سے اپنے ما قبل اور ما بعد سے کوئی تعلق نہ رکھے۔

علامہ زمخشری لکھتا ہے کہ آیت ایسی معمولی چیز نہیں جسمیں اپنے اجتہاد اور قیاس سے کام لیا جا سکے۔ اسی واسطے الٓمٓ کو مستقل آیت قرار دیا گیا ہے کیونکہ اسکا آیت ہونا وقوع پذیر ہو چکا ہے۔ مگر الٓمٓرٰ۔ اور الٓرٰ کو آیت میں شامل نہیں کیا گیا۔ قرآن کی آیتیں کئی طرح پر واقع ہوئی ہیں۔ بعض لمبی اور بعض چھوٹی۔ بعض ایسی ہوتی ہیں جو وہیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور بعض کا تعلق آگے تک چلا جاتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ قرآن مجید کی کل آیتیں ۶۶۱۶ ہیں۔ ابو عمرو دانی کہتے ہیں کہ قرآن کی آیتوں کی تعداد ۶۰۰۰ ہیں تو سب متفق ہیں۔ صرف اوپر کی تعداد میں اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے صرف ۶۰۰۰ آیتیں ہیں۔ کوئی اوپر کی تعداد ۲۰۴۔ اور کوئی ۲۱۴۔ اور کوئی ۲۱۹۔ اور کوئی ۲۲۵ اور کوئی ۲۳۶ بتلاتا ہے۔

صوفیوں کی اصطلاح میں آیت کے معنے ہیں متفرق اشیاء کا وحدت الٰہی کے آگے حاضر ہونا (ک)

یہ مانی ہوئی بات ہے کہ قرآن کی آیات کی تعداد چھ ہزار سے زیادہ ہے۔ اور خدا تعالٰے نے مخالفین اسلام کو پکار کر فرما دیا ہے کہ اگر تمہیں اسکے کلام ربانی ہونے میں کچھ شک ہے تو تم اسکی ایک سورت ہی کی مثل کلام بنا کر دکھاؤ۔ عرب باوجود دعوے بلاغت و فصاحت ایسا کرنے سے عاجز رہے۔ اور یہ معجزہ قرآن کا قیامت تک باقی رہیگا۔ اور سورت کم سے کم تین آیت کی ہو سکتی ہے۔ پس گو قرآن کریم میں نظر بہ آیات دو ہزار معجزہ موجود ہے۔ سبحانہٗ ما اعظم شانہٗ۔

آیۃ الفتح

اس آیت کو کہتے ہیں وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ تا إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ۔ (س انعام ع) اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنکو بجز اسکے کوئی نہیں جانتا۔ اسکو خشکی اور تری کی سب چیزیں معلوم ہیں اور کوئی ایسا پتا نہیں گرتا کہ جسکو وہ نہ جانتا ہو۔ اور نہ کوئی ایسا دانہ زمین کی تاریکیوں میں ہے اور نہ کوئی ایسی تر اور خشک چیز ہے کہ جو کتاب مبین میں نہ ہو۔ یعنی لوح محفوظ میں۔

اس آیت کو بکثرت پڑھنے خاصکر نماز کے بعد ۷ مرتبہ پڑھنے سے دلی مراد پوری ہو جاتی ہے۔

آیۃ الکرسی

قرآن مجید کی اس آیۃ کا نام ہے۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ تا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ (اللہ وہ ذات پاک ہے کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں زندہ (کارخانہ عالم کا) سنبھالنے والا۔ نہ اسکو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کون ہے جو اسکے اذن کے بغیر اسکی جناب میں (کسیکی) سفارش کرے جو کچھ لوگوں کو پیش آرہا ہے (وہ) اور جو کچھ انکے بعد ہونیوالا ہے (وہ) اسکو (سب) معلوم ہے اور لوگ اسکی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں رکھتے۔ مگر جتنی وہ چاہے اسکی کرسی (سلطنت) آسمانوں اور زمین (سب) پر حاوی ہے۔ اور آسمان و زمین کی حفاظت اس پر مطلق گراں نہیں اور وہ (بڑا) عالیشان (اور) عظمت والا ہے۔

۵۵۹۲۲

Marfat.com

اس کو آیۃ الکرسی اسلیئے کہتے ہیں کہ اس میں کرسی کا ذکر ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سورۂ مومن کو اِلَیۡهِ الۡمَصِیۡرُ تک اور آیت کرسی صبح کے وقت پڑھے وہ انکی برکت سے شام تک (عام آفتوں سے) محفوظ رہیگا۔ اور جو ان کو شام کے وقت پڑھے صبح تک (تمام آفتوں سے) محفوظ رہیگا (مش)

اسبع بن عبد کلاعی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ کونسی سورت قرآن میں (مرتبہ کے لحاظ سے) سب سے بڑی ہے۔ فرمایا قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ الآیۃ۔ کہا اسکے بعد کون۔ فرمایا آیۃ کرسی (مش)۔

نیز مشکوٰۃ میں حضرت ابوہریرہؓ سے ایک حدیث آئی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر وصول کرنے پر مامور کیا۔ ایک شخص صدقہ فطر کے مال کے ڈھیر سے مٹھی بھر بھر نے لگا میں نے اسے پکڑکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لیجانا چاہا۔ تو اس نے منت سماجت کرکے اپنا پیچھا چھڑایا دوسرے روز بھی اسیطرح بچگیا۔ تیسرے روز میں نے کہا اب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لیجائے بغیر تجھے نہ چھوڑوں گا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑدو میں تمہیں کلمات بتاتا ہوں جو تمہیں نفع دینگے۔ جب تم رات کو اپنے بستر پر آیا کرو تو آیت کرسی پڑھ لیا کرو تمہیں احتلام نہ ہوگا میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ بات بیان کی تو آپ نے فرمایا وہ شیطان تھا اور اس نے جو کچھ تمہیں کہا سچ کہا۔ (مش)

نسائی وغیرہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھ لیتا ہے اُسکو دخول جنت سے روکنے والی صرف موت ہے یعنے مرتے ہی وہ جنت میں داخل ہو جائیگا۔ اسلیئے کہ اسکے جنت میں داخل ہونے کو جو شرط ہیں ان میں سے صرف موت باقی ہے۔

دیلمی نے مسند الفردوس میں ابو قتادہ سے یہ روایت کی ہے کہ جس نے حالت کرب میں آیۃ الکرسی کو پڑھا اللہ اسکی فریاد کو سنیگا۔ اکثر علماء کے نزدیک اللہ کا اسم اعظم جسکے ذریعہ سے ہر دعا منظور قبول ہوتی ہے اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ہے اور بعض کے نزدیک لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ہے۔

ابن ماجہ نے ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسم اعظم تین سورتوں میں مذکور ہے۔ ایک سورۃ بقرہ میں دوسرا سورۃ آل عمران میں تیسرا سورۃ طٰهٰ میں۔ ابوامامہ کہتے ہیں کہ میں نے غور کیا کہ اللہ کا کونسا نام ایسا ہے جو انہیں تین سورتوں میں ہے اور ان میں نہیں تو معلوم ہوا کہ وہ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ہے (ک)

آیسہ نا امید ہونیوالی۔ اصطلاح میں اس عورت کو کہتے ہیں جو پچاس سال کی ہو۔ اور بعض نے پچپن سال کی کہا ہے۔ لیکن مختار قول اول ہے۔ اسکو آیسہ اسلیئے کہتے ہیں کہ جننے کے قابل نہیں رہتی۔ گویا پیدائش اولاد سے مایوس ہو جاتی ہے۔ (ک)

اباحیہ اباحت کے معنے ہیں جائز کرنا۔ اباحیہ ایک فرقہ اباحت سے منسوب ہے۔ یہ ایک حریص گروہ ہے جو تمام چیزوں کو اپنے لئے جائز و مباح سمجھتا ہے۔ متصوفہ سبطیہ سے ایک فرقہ ہے جو کہتے ہیں کہ ہمیں گناہوں سے اجتناب کی قدرت نہیں ہے۔ اور نہ ہمیں مامورات بجالانے کی طاقت ہے۔ اور اس جہان میں کوئی کسی چیز کا مالک نہیں ہے۔ اور تمام لوگ اموال اور ازواج میں شریک ہیں یہ فرقہ تمام دنیا کے فرقوں سے بدترین ہے۔ (ک)

اباضیہ خارجیوں میں سے ایک فرقہ ہے۔ جسکا بانی عبداللہ ابن اباض ہے۔ یہ لوگ اہل قبلہ میں سے اپنے تمام مخالفوں کو کافر سمجھتے ہیں اور جنگ میں انکا مال لوٹ لینا حلال جانتے ہیں۔ مگر انکے ہاں نکاح کرنا جائز رکھتے ہیں۔ اور انکے ملک کو

Marfat.com

دراالاسلام سمجھتے ہیں۔ انکا عقیدہ ہے کہ کبیرہ کا مرتکب موحد ہے مگر مومن نہیں کیونکہ اعمال ایمان میں داخل ہیں فعل سے پہلے آدمی روی مختار ہے۔ بندہ کا فعل اللہ کا مخلوق ہے کبیرہ مرتکب کافر نعمت ہے کافر ملت نہیں۔ ان مسائل میں وہ کوئی رائے قائم نہیں کرتے بلکہ ان کے متعلق خاموش رہنا مناسب سمجھتے ہیں۔ یعنے کیا کافروں کی اولاد کافر ہے؟ کیا منافق مشرک ہے؟ کیا پیغمبر معجزہ کے بغیر مبعوث ہو سکتا ہے؟ کیا پیغمبر کے امتی اسکی ہر بات پر جو بذریعہ وحی اسپر نازل ہو عمل کرنے کے لئے مجبور ہیں؟ یہ لوگ حضرت علیؓ اور اکثر صحابہ کے دشمن ہیں۔ (ک)

اباق غلام یا لونڈی کا بھاگ جانا۔ اگر بردہ بالغ ہو تو اسکو آبق کہتے ہیں۔ اگر نابالغ ہو تو اسکو ضال کہتے ہیں۔ بردہ کا یہ فعل شرعاً قابل سماعت ہے۔ جو شخص آبق کو پکڑ کر لائے اسکو چالیس درم انعام ملنے کا حکم ہے بشرطیکہ تین دن کے سفر کی مسافت سے لایا ہو۔ اگر اس سے کم مسافت سے لایا ہو۔ اس حساب سے کم اُجرت ملنے کا حکم ہے اگر راستے ہی میں پھر بھاگ جائے تو کوئی اُجرت نہیں ملیگی۔ (ہ)

ابجد عربی کے حروف تہجی کو آٹھ مجموعوں میں مرتب کیا گیا ہے۔ اور وہ آٹھوں مجموعے آٹھ لفظوں کے طور پر بولے جاتے ہیں۔ ابجد۔ ہوز۔ حطی۔ کلمن۔ سعفص۔ قرشت۔ ثخذ۔ ضظغ۔ ان لفظوں میں حروف کی جو ترتیب قائم ہوگئی ہے اسی ترتیب کے ساتھ ان سے ایک سے ایک ہزار تک اعداد مراد لئے جاتے ہیں۔ جنکی تفصیل یہ ہے :-

ا ۱	ب ۲	ج ۳	د ۴	ہ ۵	و ۶	ز ۷	ح ۸	ط ۹	ی ۱۰	ک ۲۰	ل ۳۰	م ۴۰
ن ۵۰	س ۶۰	ع ۷۰	ف ۸۰	ص ۹۰	ق ۱۰۰	ر ۲۰۰	ش ۳۰۰	ت ۴۰۰				
ث ۵۰۰	خ ۶۰۰	ذ ۷۰۰	ض ۸۰۰	ظ ۹۰۰	غ ۱۰۰۰							

ہندوستان میں جو کہ حروف سے اعداد کا کام لینے میں عرب ہی کے ان چند حروف سے کام لیتے تھے جن سے ... تک عدد نکل سکتے ہیں۔ پھر اہل عرب نے باقی دو مجموعے شامل کر کے اعداد کو ایک ہزار تک پہنچا دیا۔

کہتے ہیں پہلے چھ لفظ مَدْیَن کے چھ زبردست بادشاہوں کے نام ہیں۔ باقی دو لفظ اہل عرب نے الحاق کر لئے ہیں۔ (کذا فی القاموس) بعض کے نزدیک یہ آٹھوں لفظ ابن مرۃ کے آٹھ بیٹوں کے نام ہیں جو ابجد کا موجد تھا۔

ابد کسی چیز کی ابتدا نہ ہونا۔ یہ ازل کے مقابل ہے کیونکہ ازل کے معنے ہیں کسی چیز کی انتہا نہ ہونا۔ فلاسفہ خدا کو مادہ۔ صورت۔ عقول۔ زمانہ ان تمام چیزوں کو ابدی اور قدیم مانتے ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک خدا اور اسکی صفتوں کے سوا سب چیزیں غیر ابدی یعنے حادث ہیں۔

اَبدال الف کی زبر سے۔ بدل اور بدیل کی جمع ہے۔ یہ لفظ دو معنوں پر بولا جاتا ہے (۱) وہ لوگ جو بُری صفتوں کو چھوڑ کر اچھی صفتیں اختیار کر لیں۔ (۲) ایسے لوگ جو روحانی طور پر نظام عالم کا انتظام کرتے ہیں۔ اور جنکے وجود پر تمام دنیا کی بقا ہے۔ ایسے لوگوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ بعض چالیس بتلاتے ہیں اور بعض سات بیان کرتے ہیں۔ سات والوں میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ابدال اور اوتاد الگ الگ ہیں۔ اور بعض اوتاد کو ابدال میں شمار کرتے ہیں۔ انکو ابدال اسلئے کہا جاتا ہے کہ اگر ان میں سے ایک کہیں چلا جائے تو اسکی جگہ دوسرا ابدال جو اس سے نچلے درجے کا ہوتا ہے قائم ہو کر اسکا کام انجام دیتا ہے۔ اور یا اسلئے انکا یہ نام رکھا گیا ہے کہ خداوند کریم نے انہیں اتنی قوت دی ہے کہ اپنی جگہ ایسے اشخاص کو چھوڑ کر جو بعینہ انکی شکلوں کے مشابہ ہوتے ہیں جہاں چاہیں رہ جا سکتے ہیں۔ (حاشیہ نفحات مولوی عبدالغفور)۔

ابو سعید سے کسی نے پوچھا وتاد افضل ہیں یا ابدال۔ جواب دیا کہ اوتاد۔ کیونکہ ابدال ہمیشہ اپنے درجے سے ... کو

طے کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔ اور اوتاد باطنی مدارج کے اعلےٰ رتبے پر پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میری امت میں سے سات ابدال سات اقلیموں میں رہینگے۔ پہلی اقلیم کا ابدال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرز پر ہے جسکا نام عبدالحی ہے۔ دوسری اقلیم کا ابدال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرز پر ہے جسکا نام عبدالعلیم ہے تیسری کا حضرت ہارون کی طرز پر ہے جسکا نام عبدالمرید ہے چوتھی اقلیم کے ابدال کا نام عبدالقادر ہے اور وہ حضرت ادریسؑ کی طرز پر ہے۔ پانچویں کا ابدال حضرت یوسفؑ کی طرز پر ہے اور نام عبدالقاہر ہے۔ چھٹے کا نام عبدالسمیع ہے اور وہ حضرت عیسےٰؑ کی طرز پر ہے۔ ساتویں اقلیم کے ابدال کا نام عبدالبصیر ہے اور وہ حضرت آدم علیہ السلام کی طرز پر ہے۔

یہ سارے ابدال اسرار الٰہیہ سے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ ان میں سے عبدالقادر اور عبدالقاہر کے فرائض یہ ہیں کہ اگر کسی شہر یا ملک پر عذاب نازل ہو تو وہ اسکے مہتمم ہوتے ہیں۔ ان میں سے جب ایک مر جاتا ہے تو عالم ناسوت سے ایک اور شخص اسکا قائم مقام کیا جاتا ہے اور پہلے ابدال کے نام پر پکارا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ ۳۵۰۔ اور ابدال ہیں جو پہاڑوں اور بیابانوں میں رہتے ہیں۔ انکی خوراک درختوں کے پتے اور میوے وغیرہ ہوتی ہے۔ انہیں سے ۳۰۰ حضرت آدمؑ کی طرز پر ہوتے ہیں۔ ایک حدیث سے پایا جاتا ہے کہ ۳۰۰۔ ابدال حضرت آدم کی طرز پر اور ۴۰ حضرت موسیٰؑ کی طرز پر اور ۷ حضرت ابراہیم کی طرز پر اور ۵ حضرت جبریل کی طرز پر اور ۳ حضرت میکائیل کی طرز پر پیدا کیئے گئے ہیں۔ اور ایک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرز پر پیدا کیا گیا ہے۔ (مرآۃ الاسرار)

ابراہیمؑ | بزرگ اولوالعزم پیغمبر تھے۔ آپ پانچویں پشت میں حضرت ہود کے ساتھ ملتے ہیں۔ ولادت باسعادت انکی زمانہ نمرود مردود میں ہوئی۔ پیدائش کا قصہ یوں ہے کہ ایک دن نمرود اعیان مملکت کے ساتھ کسی ملکی مصلحت کے لیئے خلوت میں بیٹھا ہوا تھا کہ خلیدبن عاص وغیرہ منجموں نے کہا کہ اس سال تیرے ملک میں ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو نیا دین نکالیگا۔ اور تمہاری بادشاہت کو نیست و نابود کریگا اور فلاں شب میں اسکا نطفہ رحم میں قرار پائیگا۔ اس خبر کے سنتے ہی نمرود نے حکم دیا کہ اس روز موعود سے ایک روز قبل تمام مرد اپنی عورتوں سے دور شہر سے باہر چلے جاویں۔ اور شہر کے دروازوں پر معتمدوں کو بٹھلایا کہ کوئی مرد اندر نہ جانے پائے اور کوئی عورت باہر نہ آنے پائے۔ چنانچہ ایک دروازے پر آزر کو بٹھلایا۔ اتفاقاً ابراہیمؑ کی والدہ کا گذر اس دروازے پر ہوا جسپر آزر مقرر تھا تو آزر نے اپنی بیوی سے خلوت کی۔ دوسرے دن کاہنوں نے کہا کہ وہ نطفہ رحم مادر میں آگیا ہے۔ نمرود نے حکم دیا کہ اس سال جتنے بچے ہوں سب قتل کیئے جائیں۔ اسطرح کئی ہزار لڑکے قتل کیئے گئے۔ حضرت ابراہیم کی والدہ نمرود کے خوف سے اور بچے کی محبت سے باہر نکلکر میدان میں ایک غار کے اندر جا بیٹھیں۔ وہاں حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ انکی والدہ نے کرپاس کے کپڑے میں لپیٹ کر انہیں وہاں چھوڑا اور آپ گھر میں آئیں۔ چند دن کے بعد وہاں جاکر دیکھا کہ فرزند ارجمند کی ایک انگلی سے دودھ اور دوسری سے شہد ٹپکتا ہے۔ یہ دیکھکر انہیں تعجب ہوا۔ غرضیکہ جب انہیں فرصت ہوتی وہاں آکر لڑکے کو دیکھ جاتیں اور دودھ وغیرہ پلاتیں دو سال کے بعد دودھ پلانا چھوڑ دیا اور سولہ برس کی عمر میں انہیں گھر لائیں۔ آپ کے والد آزر آپ کو بت تراش کر بیچنے کے لئے دیتے تھے۔ اور حضرت ابراہیم انکی گردن میں رسی ڈالکر کشاں کشاں لیجاتے اور کہتے کون خریدتا ہے ایسی چیز کو جو نہ نفع پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان۔ اسکے سنتے سے خلائق کے عقیدے فاسد اور بتوں کی خریداری

Marfat.com

کا بازار کاسد ہوا۔

اہل بابل کواکب کو بھی پوجا کرتے تھے۔ ایک رات ابراہیمؑ ان میں صبح تک رہے اور زہرہ۔ قمر۔ آفتاب ہر ایک کو دیکھا۔ پہلے تو انکی ربوبیت کا اقرار کیا۔ پھر انکی الوہیت کی نفی کر کے قوم کو سرزنش کی اور شریعت غرا کی دعوت کی۔ نمرود کو اس بات کی خبر لگی۔ اس نے اپنے سامنے بلایا۔ آپنے اُسے سجدہ نہ کیا۔ اور پوچھنے پر جواب دیا کہ میں اپنے پروردگار کے سوا دوسرے کو سجدہ نہیں کرتا۔ نمرود نے پوچھا کہ تیرا پروردگار کون ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا خدا وہ ہے جو مُردے کو جان بخشتا ہے اور زندے کو بیجان کرتا ہے۔ اور آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے۔ اسکے سُننے سے نمرود حیران ہوا۔ اور ابراہیمؑ وہاں سے واپس آئے۔ اور بہت سی خلقت نے آپ کی پیروی اختیار کی۔

نمرود کو آپ سے سخت عداوت پیدا ہوئی۔ اور آپ کے قتل کے درپے ہوا۔ اور شیطان کے سکھانے سے ایک سو ساٹھ (۱۶۰) گز لمبا اور چالیس (۴۰) گز چوڑا۔ اور ایک سو بیس (۱۲۰) گز اونچا احاطہ بنایا۔ اور اسے لکڑیوں سے بھر کر آگ لگادی۔ اور حضرت ابراہیمؑ کو منجنیق میں بٹھلا کر آگ میں ڈالا گیا۔ اسیوقت آگ کو حکم خداوندی ہوا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ۔ اس خطاب کے ہوتے ہی وہ آگ سرد ہوگئی اور اسمیں طرح طرح کے گل بوٹے اور شگوفے نکل آئے۔ اور نہایت سرد اور شیریں پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔ فرشتوں نے آپ کو پکڑ کر آہستہ سے زمین پر بٹھلا دیا۔ اور فرشتے آپ کی خدمت کے لئے مقرر ہوئے۔ اور یہ واقعہ ستائیس (۲۷) سال کی عمر میں ہوا۔ تین روز کے بعد اور بقولے سات دن کے بعد حرارت آتش ساکن ہوئی تو نمرود کی لڑکی آپ کو ایسی حالت میں دیکھکر آپ پر ایمان لے آئی۔ نمرود نے ایک اونچے مینار پر چڑھکر دیکھا کہ حضرت ابراہیمؑ گلزار میں رونق افروز ہیں۔ پوچھا کہ آپنے ایسی آگ سے کیسے خلاصی پائی۔ اور یہ شخص آپ کے ہمراہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ۔ اور یہ میرے پاس فرشتہ ہے۔ نمرود نے کہا کہ آپ کا خدا بڑا بزرگ ہے۔ کیا آپ ہمارے پاس آسکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اور اسیوقت اُٹھکر اسکے پاس آئے اور اُسے دعوت الی الایمان کی مگر وہ پھر ہامان کے بہکانے سے ایمان سے باز رہا۔ اور آپ کو اپنے مقابلے کے لئے بلایا۔ اور بیشمار لشکر اکٹھا کر کے مقابلے کے لئے آیا۔ خلیل اللہ نے دعا کی۔ خدا نے مچھروں کا لشکر بھیجا۔ جس نے نمرود کے لشکر کا گوشت و پوست تک کھا لیا۔ اور ایک مچھر نے دماغ نمرود میں جاکر اسکا مغز کھانا شروع کیا۔ جب اسکے سر پر کوئی جُز مارتے تو اسے آرام آتا۔ آخر چالیس (۴۰) سال تک اسی عذاب میں مبتلا رہکر داخل جہنم ہوا۔ بعد ازاں حضرت ابراہیمؑ اپنے برادرزادہ لوط بن ہاران اور حضرت سارہ کو لیکر قصبہ حران میں پہنچے۔ اور وہاں سے بموجب وحی الٰہی حضرت لوط موتفکات میں اور حضرت ابراہیمؑ مصر میں گئے۔ حاکم مصر نے حضرت سارہ کے حسن کی شہرت سُنکر انکو بلایا اور دست درازی کرنی چاہی تو اسکی دونوں آنکھیں اندھی ہوگئیں۔ اور اسکے دونوں ہاتھ بے حس و حرکت ہوگئے۔ تین دفعہ اس نے قصد کیا اور تین دفعہ یہی حالت پیش آئی۔ اور ہر دفعہ حضرت سارہ کی دعا سے صحت پائی۔ آخر الامر اس نے توبہ کی۔ اور حضرت سارہ کو ایک قبطیہ لونڈی دی اور کہا ھٰذَا اَجْرُکِ عَلٰی دُعَائِكِ۔ اسلئے اس کنیز کا نام ہاجرہ ہوا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ مصر سے نکلکر بیت المقدس کیطرف زمین فلسطین ملک شام میں پہنچے۔ جبرئیلؑ نے آکر فرمایا۔ اے ابراہیم! زمین کیطرف دیکھو اس میں کیسے کیسے فوائد ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ وہاں پر آب رواں اور زمین نرم اور سب درخت میوے دار ہیں اور بغیر پانی کے فصل پیدا ہوتی ہے۔ پس ابراہیم علیہ السلام نے شہر مذکور میں قیام کیا۔ اور عمارتیں بنائیں۔ ایک شخص

Marfat.com

سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے حضرت ابراہیم کے
زمانہ تک باقی تھا۔ اس نے حضرت ابراہیم سے ملکر
ملک آباد کیا۔ اور حضرت ابراہیم نے بہت لوگوں کو توریت
سکھائی۔ لوگوں نے کہا حضرت ہمیں ایک قبلہ چاہیئے
تاکہ ہم اسکی طرف متوجہ ہو کر خدا کی عبادت کریں۔ حضرت
ابراہیم نے جناب باری میں عرض کی۔ جبرئیل علیہ السلام
نے بہشت سے ایک پتھر لاکر جس جگہ اب بیت المقدس
ہے رکھ دیا۔ اور کہا اے ابراہیم یہ تمہارا اور جو انبیا تمہارے
بعد ہونگے انکا قبلہ ہے۔ بعد ازاں آپ نے فرزند کی
تمنا کی تو حضرت ہاجرہ سے جسے حضرت سارہ نے آپ کو
بخش دیا تھا اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت سارہ
کو رشک پیدا ہوا۔ اور ہاجرہ کے کانوں میں سوراخ اور
کچھ اندام نہانی سے قطع کیا۔ اور یہ بات عورتوں میں
سنت مقرر ہوئی۔ بعد ازاں حضرت ابراہیم نے وحی
الٰہی سے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام
کو مکہ میں جو اسوقت نہایت سنگلاخ اور خالی از عمارت
زمین تھی چھوڑا۔ اور خود ملک شام کیطرف معاودت فرمائی۔
پھر حضرت سارہ کو بھی کبرسنی میں خواہش فرزند ہوئی۔ تو
فرشتوں نے آکر خوشخبری دی کہ آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا
سات روز بعد حضرت سارہ حاملہ ہوئیں اور بعد انقضائے
مدت حمل حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے۔

کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے نذر مانی تھی
کہ اگر حق تعالےٰ انہیں فرزند عطا فرمائیگا تو اسے قربان
کرینگے۔ اسمٰعیل و اسحاق کے تولد کے بعد آپ یہ بات
بھول گئے۔ پھر تین روز آپ نے متواتر یہی خواب دیکھا۔
کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ اپنے بیٹے کو قربان کرو آپنے
حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو نہلا دھلا اچھے کپڑے
پہنا اپنے ساتھ لیا۔ اور ایک چھری اور رسی بھی ساتھ
لی۔ اور جنگل میں جاکر حضرت اسمٰعیل کو اپنی خواب سے
آگاہ کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ اگر خدا تعالےٰ فرماتا ہے تو
آپ بے شک مجھے ذبح کیجئے۔ آپ انہیں لٹا کر چاہتے
تھے کہ حلق پر چھری پھیریں کہ حکم الٰہی آیا۔ اے ابراہیم
تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ اسکی عوض یہ ایک
مینڈھا ذبح کرو۔ حضرت ابراہیم کیا دیکھتے ہیں کہ ایک
موٹا تازہ مینڈھا پاس کھڑا ہے۔ آپ نے اسے ذبح کیا۔

مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ ابراہیم علیہ السلام
کے دونوں بیٹوں میں سے کونسے کیلئے ذبح کا حکم
ہوا تھا۔ عمر۔ علی۔ عباس بن عبد المطلب۔ ابن مسعود۔
کعب احبار۔ قتادہ۔ سعید بن جبیر۔ مسروق۔ عکرمہ۔
زہری۔ سدی۔ و مقاتل رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ
اسحاق علیہ السلام کے ذبح کرنیکا حکم ہوا تھا۔ اور
یہود و نصاریٰ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اور توریت
سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ لیکن بہت سے علما جیسے
ابن عباس۔ ابن عمر۔ سعید بن المسیب۔ حسن بصری۔ شعبی
مجاہد وغیرہم کہتے ہیں کہ وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے
جنکے ذبح کا حکم ہوا۔

مفسرین نے فریقین کے دلائل کو نقل کیا ہے۔
ابن جریر مفسر نے پہلے قول کی تائید کی ہے۔ اور ابن
کثیر نے اپنی تفسیر میں دوسرے قول کی بڑی تائید کی ہے
اور درست بھی یہی ہے۔ یہ ذبح کا واقعہ مقام منیٰ جو
مکہ کے پاس ہے ہوا ہے۔ جسکی یادگار قربانی چلی
آتی ہے۔ واللہ اعلم۔

پھر حضرت ابراہیم کو تعمیر کعبہ کا حکم ہوا۔ اور آپنے
حضرت اسمٰعیل کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کی تعمیر کی جب
حضرت سارہ نے ۱۵۰ سال کی عمر میں وفات پائی تو
حضرت ابراہیم نے ایک کنعانی عورت سے نکاح
کیا۔ اور اس سے چھ لڑکے پیدا ہوئے۔ جب ابراہیم
ایک سو پچاس (۱۵۰) سال کے ہوئے تو آپ کی
ریش مبارک میں سفید بال پیدا ہوئے تو آپنے جناب
باری میں زاری کی۔ ندا آئی کہ یہ رحمت ہے جو تجھے

Marfat.com

عنایت ہوئی ہے۔

آپ کی عمر شریف دوسو سال کی ہوئی۔ جمعرات کے روز محرم کی ۱۰ تاریخ کو آپ نے وفات پائی۔ اور موضع حرون میں جو اب قدس خلیل سے مشہور ہے حضرت سارہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ (ج م) قرآن مجید کی تقریباً بائیس (۲۲) سورتوں میں آپکا قصہ مذکور ہے۔

آپ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بھی جد امجد ہیں کیونکہ آپ بنی اسمٰعیل سے ہیں۔ جس وقت حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل اور انکی والدہ حضرت ہاجرہ کو سرزمین مکہ میں جو اسوقت ایک لق و دق جنگل تھا۔ توکل خدا پر چھوڑ دیا تھا۔ اسوقت آپ نے درد بھرے دل سے تین دعائیں خدا کے حضور میں حسب ذیل کیں۔ جو سب کی سب قبول ہوئیں (۱) یہ کہ اس زمین کی طرف لوگوں کے دلوں کو جھکا دے۔ جو مرجع خلائق بنجائے۔ (۲) یہ کہ اسکو امن کی جگہ بنا تاکہ اسکے رہنے والے بے خوف و خطر یہاں رہیں۔ اور اسکے رہنے والوں کو پھلوں سے رزق پہنچاتے (۳) یہ کہ ان میں سے ایک برگزیدہ رسول اٹھے جو انکو تیرا پاک کلام آسمانی کتاب پڑھکر سنائے۔ اور انکو تیری وحدانیت کی تعلیم دے اور سمجھ کی باتیں بتائے۔ اور انکو پاک نفس بنائے۔

دیکھتے ہو خدا کے برگزیدہ رسول کی یہ تینوں دعائیں کیسی قبول ہوئیں۔ وہ سنگستان لق و دق جنگل کسطرح مرجع الخلائق بنگیا۔ مسلمانوں کا وہ قبلہ بنایا گیا پانچوں وقت اسکی طرف متوجہ ہوکر پیغمبر کی یاد کو تازہ کرتے ہیں اور سال بسال لاکھوں کی تعداد میں وہاں جاکر حج بیت اللہ سے مشرف ہوتے ہیں۔ وہ ایسی دارالامن ہے کہ وہاں کا کوئی کانٹا تک ہلا نہیں سکتا۔ اور میوہ کھجور وہاں کا ایک نعمت الٰہی ہے۔ پھر اس میں ایک ایسا رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ روحی) پیدا ہوا جسکو افضل الرسل اور خاتم النبیین کا خطاب ملا۔ آج دنیا بھر میں اسکے نام کا کلمہ پڑھا جاتا ہے۔ اور توحید الٰہی کا ڈنکا بج رہا ہے۔ حضرت ابراہیم کی اس دعا کے عوض جو آپنے ہمارے نبی آخرالزمان کے حق میں فرمائی تھی ہمکو حکم ہے کہ قیامت تک انکے نام کا درود اپنی پنجوقتہ نمازوں میں پڑھا کریں۔ سچ ہے۔ هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ اِلَّا الْإِحْسَانُ۔

ابراہیم رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے کا بھی اسم مبارک ہے جنکا تولد حضرت (ماریہ قبطیہ) کے بطن مبارک سے ہوا تھا۔ آٹھویں ذی الحجہ کو پیدا ہوئے اور ۱۶ یا ۱۸ ماہ زندہ رہکر سنہ ۱۰ھ میں رحلت فرما گئے۔ قبرستان (بقیع) میں دفن کئے گئے۔ آپ کے روز وفات کو سورج گرہن ہوا تھا۔ جسکو لوگوں نے آپ کی وفات سے منسوب کیا۔ مگر رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی تردید کی اور فرمایا۔ (کہ چاند اور سورج خداتعالی کے نشان قدرت میں سے ہیں نہ کسیکی موت کی وجہ سے گہناتے ہیں اور نہ کسیکی حیات کی وجہ سے)۔

ابراہیم ادہم آپ بلخ کے شاہزادے تھے جو بعد میں اُلوالعزم اولیاء اللہ کے زمرہ میں داخل ہوگئے۔ ایک روز شکار کھیلنے کے لئے گھر سے نکلے تو لومڑی کے پیچھے گھوڑا دوڑایا۔ ہاتف نے آواز دی کہ او ابراہیم! کیا تجھے خدا نے اس کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ پھر آپ کے گھوڑے کی زین سے آواز آئی "خدا کی قسم تم اسلئے پیدا نہیں کئے گئے"۔ آپ سنتے ہی گھوڑے سے اتر پڑے۔ راستے میں ایک چرواہا ملا۔ اُسے گھوڑا و رسب سامان دیکر مکہ کی راہ لی۔ وہاں سفیان ثوری اور فضیل بن عیاض رضی کی صحبت میں رہنے لگے اور آخر زہد و فقر کے خزانہ کے مالک ہوگئے۔ (ن)

ابرہہ بن اشرم سنہ ۶۰۰ء میں حبشہ کا بادشاہ تھا یمن بھی اسی کے قبضے میں تھا اس نے صنعا میں ایک گرجا بنایا تھا اور لوگوں کو

Marfat.com

کہ کعبہ کے بدلے یہاں حج کیا کرو۔ بنی کنانہ کے ایک شخص نے اس میں پاخانہ کر دیا۔ ابرہہ اس سے بہت خفا ہوا اور کعبہ کو مسمار کرنیکے لیئے ایک لشکر جرار تیار کیا۔ ابو رغال عربی شخص نے اسے مکہ کا راستہ بتایا اور اسکا رہبر بنا۔ جب یہ شخص مر گیا تو عرب نے اسکی قبر پر پتھر مارے۔ جب ابرہہ مکہ پہنچا تو ایک سفیر کی زبانی قریش کو کہلا بھیجا کہ میں صرف کعبہ کو مسمار کرنے آیا ہوں تم سے کچھ غرض نہیں اگر تعرض کرو گے تو تم سے بھی جنگ کیا جائیگا۔ اسپر قریش پہاڑ پر چڑھ گئے اور مکہ کو خالی کر دیا۔ پس اللہ نے ابرہہ اور اُسکے لشکر پر جانور بھیجے جنکے پنجوں اور مونھ میں کنکر تھے۔ جس پر وہ کنکر پڑتا تھا اُسے چیر کر نکل جاتا تھا۔ اسطرح اسکا سارا لشکر تباہ ہو گیا۔ قرآن میں سورۃ الفیل میں اسی کی تباہی کا ذکر ہے۔

ابکم گونگا۔ اسکے لیئے دیکھو لفظ۔ گونگا۔

ابل اونٹ۔ یہ لفظ اسم جنس ہے جو جمع کا فائدہ دیتا ہے۔ اور اسکا واحد نہیں ہے۔ سورۃ غاشیہ میں یہ کلمہ یوں آیا ہے اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ "تو کیا لوگ اونٹ کیطرف نہیں دیکھتے کہ اسکو کسطرح پیدا کیا گیا"۔

اونٹ عرب میں بکثرت ہوتا ہے اسلیئے عربی لٹریچر میں اونٹ اور اُسکے اوصاف و حالات کا ذکر کثرت سے آتا ہے۔ عربی زبان میں خاص اونٹ اور اُسکے حالات و اوصاف کے لیئے قریباً سہزار لغات موجود ہیں۔ اونٹ کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے دی جاتی ہے مگر اسکو نحر کے ذریعہ سے حلال کیا جاتا ہے۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر اونٹ کے حلق پر برچھی مارتے ہیں جس سے اُسکے گلے کی تین رگیں کٹ جاتی ہیں۔ اونٹ کا نحر کرنا سنت نبویہ میں داخل ہے۔ پانچ سے زیادہ اونٹوں کی زکوٰۃ دیجاتی ہے۔

خواہ وہ تجارت کے لیئے ہوں یا غیر تجارتی۔

ابلیس ابلیس ایک جن کا نام ہے جو تمام کافر جنوں کا سرگروہ اور انسان کا دشمن ہے

ابلیس پہلے اپنی ریاضت و عبادت کی بدولت فرشتوں میں شامل تھا۔ مگر پھر بدقسمتی سے خدا کا نافرمان ہو کر ملعون ابدی ہو گیا۔ یعنے خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کا خاکی قالب بنایا۔ تو فرشتوں کو حکم ہوا کہ اسکو سجدہ کریں۔ سب نے اس حکم کی تعمیل کی۔ مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ جب خدا نے اس عدول حکمی کا سبب پوچھا تو کہا میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں۔ اور یہ پُتلا خاک سے بنا ہے۔ میں اس سے افضل ہوں اسلیئے اسکو سجدہ نہیں کر سکتا۔ اس نافرمانی کے باعث وہ ملعون ہو گیا۔ پھر اس نے آدم کو بہشت میں دھوکا دیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ وہاں سے نکالے گئے۔ (دیکھو لفظ آدم)۔ ابلیس کے متعلق مزید حالات کے لیئے دیکھو لفظ "جن"۔

قرآن مجید میں اسکا نام شیطان بھی آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ تا اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (پ۸ اعراف ع)

"اور ہم نے پہلے تمکو پیدا کیا۔ پھر تمہاری شکل بنائی۔ پھر ہم نے فرشتوں سے کہا۔ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس سجدہ کرنے والوں میں نہ تھا (پروردگار نے) فرمایا (اے ابلیس) جب میں نے تجھ کو حکم دیا تو کس چیز نے تجھ کو سجدہ کرنے سے باز رکھا۔ وہ کہنے لگا میں آدم سے بہتر ہوں۔ مجھ کو تو نے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو تو نے مٹی سے پیدا کیا۔ فرمایا تو بہشت سے نیچے اُتر کیونکہ تیری اتنی ہستی نہیں کہ تو بہشت میں (رہ کر) شیخی مارا کرے۔ تو نکل جا کہ تو ذلیلوں میں کا (ذلیل) ہے۔ وہ عرض کرنے لگا کہ جس دن لوگ اُٹھائے جائینگے اُس دن تک مجھے مہلت دے۔ فرمایا تجھکو مہلت دیگئی

Marfat.com

اسپر (شیطان اولاد) جیسی تو نے میری راہ ماری ہے میں بھی تیرے سیدھے رستے پر بنی آدم کی تاک میں بیٹھوں تو سہی۔ اور ان کے پیچھے سے آؤں۔ اور انکی داہنی طرف سے آؤں اور انکی بائیں طرف سے آؤں اور جس طرح بن پڑے انکو بہکا کر رہوں۔ اور تو اکثر بنی آدم کو اپنا شکر گذار نہیں پائیگا۔ (خدا نے) فرمایا بہشت سے نکل باہر ہو۔ تو خوار (اور) راندہ (درگاہ) ہے۔ بنی آدم میں سے جو تیری پیروی کریگا۔ ہم بلا شبہ تم سب سے جہنم بھر دینگے۔ اور (ہم نے آدم سے کہا) اے آدم تم اور تمہاری بی بی جنت میں رہو۔ اور جہاں سے چاہو کھاؤ (پیو) مگر اس درخت (گندم) کے پاس (بھی) نہ پھٹکنا۔ ورنہ تم اپنا نقصان کرلوگے۔ پھر شیطان نے دونوں کو بہکایا تاکہ انکے پردہ کرنے کی چیزیں جو ان سے مخفی تھیں انہیں کھول دکھائے۔ اور ان سے لگا کہنے کہ تمہارے پروردگار نے جو اس درخت کی تمکو مناہی کردی ہے تو ہو نہ ہو۔ اسکا سبب یہی ہے کہ کہیں (ایسا نہ ہو) تم دونوں فرشتے بنجاؤ۔ یا دونوں ہمیشہ (ہمیشہ کو جیتے) رہو۔ اور ان سے قسمیں کھا کھا کر بیان کیا کہ میں حقیقت میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ غرض دہوکے سے انکو مائل کرلیا۔ تو جونہی اُنہوں نے درخت چکھا تو دونوں کے پردہ کرنے کی چیزیں انکو دکھائی دینے لگیں اور لگے بہشت کے پتوں کو اپنے اوپر چپکانے۔ اور انکے پروردگار نے انکو ڈانٹا کہ کیا ہمنے تمکو اس درخت کی مناہی نہیں کی تھی اور تمسے نہیں کہدیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے"۔

قرآن مجید میں اسکے علاوہ ان مقامات میں بھی ابلیس کا ذکر آیا ہے۔ س بقرہ ع ۴۔ س حجر ع ۳۔ س بنی اسرائیل ع ۷۔ س کہف ع ۷۔ س طٰہٰ ع ۷۔ س ص ع ۲۔ س یٰسٓ ع ۴۔ س حٰم ع ۵۔

(۱) انس رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ یعنے شیطان آدمی کی رگ رگ میں خون کی طرح پیوست ہے۔

(۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بنی آدم میں سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے شیطان اُسکو ولادت کے وقت چھیڑتا ہے۔ پس وہ شیطان کے چھونے سے چلّا چلّا کر روتا ہے۔ مگر مریم اور انکے فرزند (عیسےٰؑ اس سے مستثنےٰ ہیں)۔

(۳) ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اسکا ایک مصاحب جنّ اور ایک مصاحب فرشتہ مقرر ہے لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا آپکا بھی۔ فرمایا ہاں میرا بھی۔ مگر اللہ تعالےٰ نے مجھکو مدد دے کر اسپر غالب کیا ہے پس وہ مسلمان ہوگیا ہے۔ چنانچہ مجھکو نیکی کے سوا اور کچھ نہیں کہتا۔

(۴) عثمان ابن ابی العاص کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ شیطان میرے اور میری نماز کے اور میری قرأت کے مابین حائل ہوجاتا ہے اور اسکو مجھپر مشتبہ کردیتا ہے۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک شیطان ہے جسکا نام خنزب ہے پس جب تم اسکو محسوس کرو تو اعوذ پڑھو۔ اور اپنے بائیں تھوکو تین مرتبہ۔ پس میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ نے اسکو مجھ سے دور کیا۔ (مش)۔

ابن بیٹا۔ ولد۔ دیکھو لفظ "اولاد" و "فرزند"۔

ابن ابی رباح مکی علم حدیث و فقہ کے علماء سے تھے۔ سنہ ۱۱۴ھ میں فوت ہوئے۔

ابن ابی ربیعہ نام اسکا عبد اللہ ابن ابی الصلت تھا۔ زمانہ اسلام تو دیکھا مگر مسلمان

Marfat.com

اسکے حق میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکا شعر تو ایمان لے آیا ہے مگر اسکا دل کافر ہے۔

ابن تیمیہ ابو عبداللہ محمد بن ابی القاسم ۔لقب فخر الدین زبردست عالم تھے۔
بغداد میں فقہ پڑھی۔ علم حدیث میں خاص طور پر کمال حاصل تھا۔ ان کا ایک نہایت عمدہ دیوان ہے۔ قرآن کی تفسیر بھی لکھی۔ ۵۴۲ھ میں حمدان میں پیدا ہوئے اور ۶۲۱ھ میں وفات پائی۔ (دکن)
(ابن تیمیہ حال مذاہب الاسلام کے اول میں بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ ایسا کہیں ملنا مشکل ہے)۔

ابن جریج عبدالملک بن عبدالعزیز کی کنیت ہے۔ جو زبردست فقیہ تھے۔ ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے۔ (دکن)

ابن حاجب ابو عمرو عثمان بن حاجب علم نحو کا امام گزرا ہے۔ امام مالک کا مقلد تھا۔ نحو میں کتاب الفیہ اسکی تصنیف ہے ۶۴۶ھ میں وفات پائی۔ (دکن)

ابن حجر عسقلانی آپکا نام احمد بن علی کنانی تھا۔ زبردست عالم تھے ۷۷۳ھ میں مصر میں پیدا ہوئے۔ وہاں ہی فقہ پڑھی پھر شام اور حجاز کا سفر کیا۔ اور علم حدیث میں خاص مہارت حاصل کی۔ ۸۵۲ھ میں مصر میں وفات پائی کتاب الاصابہ فی تمیز اسماء الصحابہ اور تقریب التہذیب فی اسماء رجال الحدیث۔ یہ دونوں آپ کی تصانیف ہیں (دکن)

ابن حجر ہیثمی ایک متبحر عالم اور مصنف گذرے ہیں۔ ان کا نام احمد تھا۔ ۹۷۳ھ میں وفات پائی۔ (دکن)

ابن حزم ابو محمد علی بن احمد کو کہتے ہیں جو شہر قرطبہ میں ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے

آپ کو بیشمار حدیثیں ازبر تھیں۔ قرآن وحدیث سے مسائل کے استنباط میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ اسکے علاوہ اور بھی تمام علوم میں اعلیٰ درجہ کی دستگاہ رکھتے تھے۔ اگرچہ آپ وزیر تھے مگر پرلے درجہ کے زاہد اور عبادت گزار تھے۔ مسائل فقہ وحدیث میں کتاب الایصال الیٰ فہم الخصال نامی آپ کی زبردست تصنیف ہے۔ جس میں آپ نے مسائل فقہ کے متعلق صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین کے اقوال بیان کئے ہیں اور ہر ایک فریق کے دلائل بھی بتلا دئے ہیں۔ اسکے علاوہ اور بھی کئی ایک آپ کی تصانیف ہیں (دکن)

ابن حنبل امام عبداللہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت والجماعت کے چار مجتہد مطلق اور صاحب مذہب اماموں میں سے چوتھے امام ہیں۔ بڑے عالم اور محدث اور ولی کامل تھے۔ ۱۶۴ھ میں بمقام بغداد پیدا ہوئے۔ آپ کی نسبت کا سلسلہ معد سے ملتا ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اجداد عالیہ سے ہیں۔ پہلے پہلے امام ممدوح نے یزید بن ہارون اور یحییٰ بن سعید سے تعلیم پائی۔ پھر جب ۱۹۵ھ میں امام شافعیؒ بغداد پہنچے تو ان کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور فن حدیث حاصل کیا۔ جس میں امام احمد ابن حنبل کو وہ کمال حاصل ہوا کہ جس میں وہ امام شافعیؒ سے بھی برتر تسلیم کئے گئے ہیں۔ دس لاکھ حدیثیں انکو یاد تھیں۔ آپ کی روایات کا ضخیم مجموعہ مسند امام احمد بن حنبل کے نام سے مشہور ہے۔ جو دس جلدوں پر مشتمل ہے۔ آپکے زمانہ میں معتزلی مذہب کا بڑا زور تھا۔ معتزلہ لوگوں نے ان دنوں خلق قرآن کا مسئلہ نکال کھڑا کیا۔ یعنے وہ کہتے تھے کہ قرآن مجید مخلوق ہے اور حادث ہے۔ خلیفہ وقت یعنے مامون الرشید کے ذہن میں بھی یہی بات جم گئی۔ کہ قرآن مخلوق ہے۔ علمائے اہلسنت والجماعۃ

Marfat.com

اس مسئلہ کے قائل تھے۔ وہ کہتے تھے قرآن خدا کا کلام ہے، خدا کا کلام خدا کی صفت ہے اور خدا کی صفات قدیم ہیں۔ نتیجہ یہ کہ قرآن قدیم ہے مخلوق و حادث نہیں۔ خلیفہ مامون رشید کا تعصب اس مسئلہ میں یہاں تک بڑھا کہ اس نے ملک بھر کے مشہور مشہور علماء کو بلا کر سر دربار قرآن کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کے متعلق سوال کرنے شروع کئے اور منکرین خلق کے لئے سزائے موت کا قانون جاری کر دیا۔ سینکڑوں علمائے سنت کے سر کاٹ گئے امام احمد بن حنبل بھی اسی معتوب زمرہ میں شامل تھے انہوں نے جب قرآن کے قدیم و غیر مخلوق ہونے کے متعلق اپنا عقیدہ ظاہر کیا۔ تو دربار خلافت سے کوڑا تازیانہ کی سزا کا حکم ہوا۔ سر دربار سزا ملنے لگی۔ کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ اس اثنا میں آپکا ازار بند کھل گیا آپ اسکو باندھنے سے معذور تھے کیونکہ دونوں ہاتھ رسی سے باندھ دئیے گئے تھے۔ معاً غیب سے دو ہاتھ نمودار ہوئے جنہوں نے ازار بند کس دیا۔ خلیفہ یہ کیفیت دیکھکر ہکا بکا رہ گیا اور انکو چھوڑ دیا۔ مگر شدت ضربات سے امام کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ چنانچہ دو ایک روز بعد شب جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ میں انتقال کر گئے لکھا ہے کہ انکے جنازہ میں آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ لاکھ عورتیں شریک ہوئیں۔ اور ان کی وفات کے روز بیس ہزار نصاریٰ اور یہود مسلمان ہوئے۔ ستتر (۷۷) برس کی عمر پائی۔ قبر شریف بغداد میں ہے۔ (رحمۃ)

ابن حوقل ایک مشہور اسلامی سیاح کی کنیت ہے، جس نے علم جغرافیہ کی توسیع میں کافی حصہ لیا۔ پہلے موصل میں تجارت کرتا تھا۔ پھر بلاد اسلامیہ اور بربر اور اندلس اور عراق و فارس کی سیر کی۔ اٹھائیس سال سیر و سیاحت میں گذارے۔ اپنی سیاحت میں کتاب "المسالک والممالک والمفاوز والمہالک" تالیف کی۔ چوتھی صدی ہجری کے اخیر میں فوت ہوا۔ (کن)

ابن خلکان قاضی شمس الدین ابو العباس احمد بن ابراہیم مشہور مؤرخ گذرے ہیں جو شہر اربل کے ایک بہت بڑے خاندان میں سے تھے۔ آپ زبردست عالم تھے۔ چند مدرسوں میں تدریس کی۔ سلطان بیبرس شاہ مصر کے زمانہ میں شام کے قاضی بنائے گئے۔ تاریخ کی مشہور کتاب وفیات الاعیان معروف بہ تاریخ ابن خلکان آپ ہی کی تصنیف ہے۔ جسکا انگریزی زبان میں ترجمہ ۱۸۴۳ء میں پیرس میں چھپا۔ آپ ۶۸۱ھ مطابق ۱۲۸۲ء میں فوت ہوئے (کن)۔

ابن الخطیب ابو القاسم عبد الرحمن بن الخطیب بینظیر عالم تھے۔ علم سیر میں الروض الانف آپ کی تصنیف ہے۔ "التعریف والاعلام فیما ابہم فی القرآن من الاسماء والاعلام" بھی آپ ہی نے تصنیف کی۔ ۵۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ اور مراکش میں وفات پائی۔ (کن)

ابن راہویہ ابو یعقوب اسحٰق بن ابی الحسن کو کہتے ہیں جو حدیث و فقہ کے زبردست عالم تھے۔ امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے۔ "اسحٰق ہمارے نزدیک امام ہیں اور ان سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں ہے" آپکی مشہور و معروف مسند ہے۔ امام بخاری اور مسلم اور ترمذی کے استاذ تھے۔ اپنی عمر کا آخری حصہ نیشاپور میں بسر کیا۔ (کن)۔

ابن زینی آپکا نام احمد دحلان تھا۔ کتاب "السیرۃ النبویہ" آپکی تصنیف ہے۔ ۱۳۰۴ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)

ابن سبکتگین ابو القاسم محمود بن ناصر الدولہ۔ غزنی اور خراسان کا بادشاہ تھا۔ ہندوستان کے اکثر شہروں کو فتح کیا۔ اور ۴۲۲ھ میں فوت ہوا۔ (کن)

Marfat.com

ابن سریج
ابو العباس احمد بن عمر بن سریج - شافعی المذہب تھے - فقہ میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے - اکابر ائمہ سے سمجھے جاتے تھے آپکا لقب "باز اشہب" تھا - شیراز کے قاضی رہے - تمام شافعیوں پر فضیلت رکھتے تھے - آپ کی چار سو (۴۰۰) تصانیف ہیں - ابو حامد اسفرائینی کہتے ہیں کہ ہم فقہ کے سرسری مسائل میں ابن سریج کی برابری کر سکتے ہیں - مگر فقہ کے ادق مسائل میں آپ ہم سے بڑھے ہوئے ہیں - ابو القاسم انماطی سے فقہ پڑھی - ۳۰۶ھ میں فوت ہوئے - (کن) -

ابن سیرین
ابوبکر محمد بن سیرین بصری نام تھا - ان کا والد انس بن مالک صحابی کا غلام تھا - بہت سے صحابہ سے انہوں نے روایت کی ہے - ورع اور علم میں اپنے زمانہ میں مشہور تھے - خوابوں کی تعبیر میں انہیں کامل دسترس تھی - ۱۱۰ھ میں بصرہ میں فوت ہوئے -

ابن شبرمہ
عبد اللہ بن شبرمہ بن طفیل کوفی - علمائے فقہ و حدیث میں سے تھے - ۱۴۴ھ میں فوت ہوئے - (کن) -

ابن صلاح
ابو عمر عثمان بن عبد الرحمن کو کہتے ہیں جو تفسیر اور حدیث اور فقہ میں غیر معمولی دستگاہ رکھتے تھے - علم اسماء الرجال اور لغت میں بھی یکتا تھے - ۶۴۳ھ میں بغداد میں فوت ہوئے - (کن)

ابن صیاد
یہود مدینہ سے ایک شخص تھا - بعض کہتے ہیں کہ نام اسکا عبد اللہ تھا - اسکا حال مختلف فیہ ہے - بعض کا خیال ہے کہ وہ دجال معہود تھا - جو اخیر زمانہ میں نکلیگا - اور لوگوں کو گمراہ کریگا - اور اکثر کی یہ رائے ہے کہ وہ دجال معہود نہ تھا - بلکہ منجملہ دجالوں کے تھا - جو فتنہ و فساد اور گمراہ کرنیکا باعث ہوں گے - جیسا کہ حدیث میں آیا ہے - کہ دجال کئی ہوں گے -

جو شخص اسے دجال معہود شمار نہیں کرتے وہ کہتے ہیں کہ وہ اگرچہ کاہن و ساحر تھا - لیکن وہ مسلمان ہو گیا تھا - اور حج و جہاد بھی کرتا رہا - اسکے فرزند بھی تھے - اور وہ مکہ اور مدینہ بھی رہتا تھا اور دجال معہود کافر ہو گا - نہ اسکے فرزند ہوں گے - اور نہ وہ مکہ اور مدینہ میں داخل ہوگا - (فظ)

حدیث میں ابن صیاد کا قصہ یوں بیان کیا گیا ہے عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب کئی اور صحابہ کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ابن صیاد کیطرف گئے - وہ اسوقت تل بنی مغالہ میں لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا - ان دنوں وہ حد بلوغ کے نزدیک پہنچا ہوا تھا - (حضرت عمرؓ) کہتے ہیں کہ اس نے ہمارا آنا معلوم نہ کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی پیٹھ پر اپنا ہاتھ مارا - اور فرمایا کہ تو گواہی دیتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں - ابن صیاد نے نظر غضب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف دیکھ کر کہا کہ ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ تم امیوں کے پیغمبر ہو - پھر ابن صیاد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا - کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو زور سے بھینچا - اور پھر فرمایا کہ میں تو اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لایا ہوں - (اگر تو بھی اُنمیں سے ہوتا تو تجھپر بھی ایمان لاتا) پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھپر امور غیبی بھی منکشف ہوتے ہیں؟ اس نے کہا ہاں - کبھی صحیح اور کبھی غلط - آپ نے فرمایا کہ تجھپر امر مشتبہ کیا گیا ہے (یعنی شیاطین تجھے سچ اور جھوٹ ملا کر بتلاتے ہیں) - پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تیرے لئے ایک اسم دل میں

Marfat.com

چھپایا ہے (بتلاؤ وہ کیا ہے) اس نے جواب دیا کہ وہ دخ ہے (یعنی دھواں) آپ نے فرمایا دور ہو تو ہرگز اپنے قدر سے تجاوز نہ کریگا۔ (کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت دل میں رکھی تھی۔ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ۔ اور اس نے اس آیت سے صرف ایک ہی لفظ بتایا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو اسکی گردن ماروں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر یہ دجال معہود ہے تو پھر تو اسپر قابو نہ پائیگا۔ اور اگر وہ دجال معہود نہیں تو پھر اسکا قتل کرنا اچھا نہیں۔ (کیونکہ وہ ذمی تھا)۔

ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ میں نے ابن صیاد کا مدینہ سے مکہ تک ساتھ دیا۔ تو اس نے مجھے کہا کہ لوگوں سے مجھے تکلیف پہنچی ہے کہ مجھے دجال کہتے ہیں اور تم جانتے ہو کہ بات اسکے خلاف ہے۔ کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ دجال لاولد ہوگا اور میری اولاد ہے۔ اور نیز آپ نے فرمایا ہے کہ دجال کافر ہوگا اور میں مسلمان ہوں۔ اور پھر آپ نے فرمایا ہے کہ وہ مکہ اور مدینہ میں داخل نہ ہوگا۔ اور میں مکہ سے مدینہ کو جاتا ہوں۔ اور پھر اس نے آخر میں کہا کہ میں دجال کی پیدائش کا وقت اور مکان کہ وہ کہاں پیدا ہوگا اور کہاں ہے۔ اور اسکے ماں باپ کو بھی جانتا ہوں۔

ابوسعید کہتے ہیں کہ اسکی کلام نے مجھے شبہ میں ڈالدیا۔ پھر میں نے اسے کہا کہ تیرے لئے تیرے باقی دنوں میں ہلاکت ہو۔ ابوسعید کہتے ہیں کہ حاضرین سے بعض نے اسے کہا۔ کیا تجھے یہ بات اچھی معلوم ہوتی ہے کہ تو نے کہا کہ اگر مجھپر یہ باتیں پیش کی جائیں تو انکا انکار نہ کروں۔

نافع سے مروی ہے۔ کہ ابن عمر کہتے تھے اللہ کی قسم مجھے اس بات میں ذرا بھی شک نہیں کہ مسیح دجال ابن صیاد ہے۔ (مش)

ابن رشد

اندلسی عربی۔ نام انکا احمد بن رشد تھا۔ بہت بڑے فلاسفر گذرے ہیں جن لوگوں نے ارسطو کے کلام کو نقل کرکے اسکی شرح کی ہے یہ ان سب سے بڑے ہوئے تھے۔ مذہب ان کا مالکی تھا اور اس مذہب کی فقہ کے ارکین سے شمار ہوتے تھے۔ پہلے بلاد اندلس کے قاضی تھے۔ بعد ازاں لوگوں کے کہنے سے کہ یہ ملحد ہیں انہیں معزول کیا گیا۔ لیکن پھر یہ معلوم کرکے کہ یہ ملحد نہیں۔ انہیں بحال کیا گیا۔ بعض یورپی شاگردوں سے انکی تعلیم یورپ میں پھیلی۔ انگریزوں کی ترقی کا دارومدار ابن رشد کا فلسفہ ہی ہوا۔ ۵۹۵ھ میں فوت ہوئے۔

ابن عباد

ابوالقاسم اسماعیل بن عباد المشہور بہ صاحب کی کنیت ہے جو فضائل و مکارم میں نادر زمانہ تھے۔ انکے بارے میں ثعالبی اپنی کتاب یتیمہ میں لکھتے ہیں کہ مجھے ایسی کوئی عبارت نہیں ملتی جس سے انکے علم و ادب اور جلالت شان کو ظاہر کرسکوں۔ انکے باپ وزیر تھے۔ اور یہ خود بھی فضل بن عمید کے وزیر ہوئے۔ چونکہ ہر وقت بادشاہ کے ساتھ رہتے تھے اسلئے صاحب کے لقب سے مشہور ہوئے۔ لغت کی کتاب جسکا نام محیط ہے اور سات جلدوں میں ہے انہی کی تصنیف ہے۔ اور کتاب کافی فی الرسائل۔ کتاب الامامت اور کتاب الوزراء بھی انکی ہی تصنیف سے ہیں۔ شاعر بھی اعلےٰ درجے کے تھے۔ انکے فوت ہونے پر شہر کی تمام دوکانیں بند کرادی گئیں۔ اور تمام لوگ ماتمی لباس پہنکر انکے جنازے کے ساتھ چلے۔ ۳۲۶ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۳۸۵ھ شہر رے میں فوت ہوئے۔ پھر وہاں سے نقل کرکے اصفہان میں دفن کئے گئے۔

ابن عباس

عبداللہ بن عباس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کے بیٹے اور آپ کے ایک رفیع الشان صحابی ہیں۔ ان کی ماں کا نام لبابہ بنت حارث جو ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔ ہجرت سے تین سال پیشتر پیدا ہوئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ سال کی تھی۔ ابن عباس امت محمدیہ کے ایک جلیل القدر عالم اور چیدہ افراد میں سے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو حکمت شرعیہ کے رموز و نکات سکھائے۔ اور فقہ و تاویل کا سبق دیا۔ انہوں نے حضرت جبرئیل کی دو مرتبہ زیارت کی۔ مسروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں جب عبداللہ بن عباس کی صورت دیکھتا تو کہتا یہ تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت ہے۔ جب انکی باتیں سنتا تو کہتا یہ تمام لوگوں سے زیادہ فصیح ہیں۔ جب ان کی روایت احادیث کو دیکھتا تو کہنا پڑتا زیادہ تمام لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رض ان کو اپنے قریب بٹھاتے۔ ان سے مشورہ لیتے۔ ۶۸ھ میں بمقام طائف عبداللہ بن زبیر کے عہد حکومت میں وفات پائی۔ بہت سے لوگوں نے ان سے روایت کی ہے۔ انکا حلیہ سفید رنگ۔ دراز قد۔ بھاری بھرکم۔ خوش وضع خوبصورت۔ مہندی استعمال کرتے تھے۔ (اکما)۔

ابن عبد ربہ ابو عمر بن محمد قرطبی بہت بڑے علماء سے تھے۔ کتاب العقد الفرید انہی کی تصنیف ہے۔ اور اشعار کا ایک دیوان بھی ہے۔ قرطبہ میں ۳۲۸ھ میں فوت ہوئے۔

ابن عمر رض عبداللہ بن عمر کی کنیت ہے جو علمائے صحابہ سے تھے۔ بڑے متقی تھے۔ اور مناسک حج سے سب سے زیادہ واقف تھے۔ ۶۲ھ میں فوت ہوئے۔

ابن عمر رض نام ان کا عبداللہ عمر بن الخطاب کے لڑکے تھے۔ لڑکپن ہی میں اپنے والد کے ساتھ اسلام لائے۔ اعلیٰ درجے کے پرہیزگار۔ عالم۔ اور زاہد تھے۔ میمون بن مہران کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر سے زیادہ پرہیزگار اور ابن عباس سے زیادہ عالم کوئی نہیں دیکھا۔ نافع کہتے ہیں کہ ابن عمر نے اپنی زندگی میں ہزار غلام سے بھی زیادہ آزاد کئے۔ ۷۳ھ میں ۸۴ برس کی عمر میں وفات پائی۔ (اکما)۔

ابن الفرات ابو الفضل جعفر بن فضل کی کنیت ہے، جو مصر میں بنی اخشید کا وزیر تھا۔ بڑا فاضل شخص تھا۔ اور علماء کو بہت دوست رکھتا تھا۔ حالت وزارت میں حدیث کا درس دیا کرتا تھا۔ دور دراز ملکوں سے لوگ اسکے پاس پڑھنے آتے تھے حافظ دارقطنی عراق سے اسکے پاس پڑھنے آئے تھے اسماء الرجال اور انساب میں ان کی تصانیف ہیں ۳۹۱ھ میں فوت ہوئے۔

ابن قاسم عبدالرحمن بن قاسم بن خالد عتقی۔ بڑے زبردست فقیہ تھے ۱۹۱ھ میں مصر میں فوت ہوئے۔ (کن)

ابن کثیر ابو محمد عبداللہ کو کہتے ہیں جو قراء سبعہ میں سے تھے۔ مکہ میں قاضی رہے۔ تابعین کے دوسرے طبقہ میں سے تھے ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔ (کن)۔

ابن ماجہ علم حدیث میں بڑے پایہ کے شخص گذرے ہیں۔ کنیت ابو عبداللہ اور نام محمد بن یزید تھا۔ شہر قزوین کے رہنے والے اور قوم ربیعہ سے تھے۔ طلب حدیث کے لئے بہت شہروں میں پھرتے رہے۔ حدیث کی ایک کتاب بھی مرتب کی ہے جو ابن ماجہ کے نام سے مشہور ہے اکثر علماء نے اسے صحاح ستہ میں داخل کیا ہے لیکن بعض نے اسے صحاح ستہ میں شمار نہیں کیا۔ کیونکہ

Marfat.com

اس میں ایک حدیث منکر بلکہ موضوع وارد ہوئی ہے۔ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۳۰۳ھ میں پیر کے دن ستائیسویں رمضان کو اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔ (منظ)

ابن مسعودؓ نام ان کا عبد اللہ اور کنیت ابو عبد الرحمن تھی۔ بڑے جلیل القدر صحابی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خواص میں سے تھے۔ اسلام لانے میں آپکا چھٹا نمبر ہے۔ حبشہ کیطرف ہجرت کر گئے تھے۔ بدر وغیرہ اکثر غزوات میں شریک ہوئے۔ عشرہ مبشرہ سے تھے۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں کوفہ کے حاکم بھی رہے مدینہ میں ۳۲ھ میں وفات پائی۔ انکی عمر اس وقت ۶۰ برس سے کچھ اوپر تھی۔ (اکما)

ابن مسعودؓ نام انکا عبید اللہ تھا۔ مدینہ کے فقہائے سبعہ سے تھے۔ یہ عبد اللہ بن مسعود کے بھائی کے پوتے تھے۔ بہت سے صحابہ کو انہوں نے دیکھا ہے۔ ابو زناد اور زہری وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ ابن عباس۔ ابی ہریرہ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ سے علم حاصل کیا۔ عمر بن عبد العزیز کہا کرتے تھے کہ عبید اللہ کے پاس بیٹھنا مجھے دنیا وما فیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ ۱۰۲ھ یا ۹۹ یا ۹۸ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے۔

ابن ملجم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قاتل کا نام ہے جو خوارج سے ایک عورت پر جسکا نام قطام تھا عاشق تھا۔ اس عورت نے اپنے نکاح کا مہر تین ہزار درہم اور حضرت علیؓ کا قتل مقرر کیا تھا۔ چنانچہ ابن ملجم نے جمعہ کی رات سترھویں ماہ رمضان ۴۰ھ کو صبح کی نماز کے وقت جبکہ حضرت علیؓ مسجد کو تشریف لیجارہے تھے تلوار کا وار کیا جو آپ کی پیشانی پر لگ کر دماغ تک پہنچ گئی۔ اسپر لوگوں نے ابن ملجم پر حملہ کر کے گرفتار کر لیا۔ اور بعد ازاں اسے قتل کیا گیا (تخبل)

ابن مماتی قاضی اسعد ابو المکارم اسعد بن خطیر کی کنیت ہے۔ جو دیار مصریہ میں ناظر تھے۔ کئی کتابیں انہوں نے تصنیف کی ہیں۔ کتاب کلیلہ ودمنہ کو نظم کیا ہے۔ ان کے اشعار کا ایک دیوان بھی ہے۔ ۶۰۶ھ میں فوت ہوئے۔

ابن مندہ ابو زکریا یحیی بن عبد الوہاب کی کنیت ہے جو حفاظ مشاہیر سے تھا۔ ابن مندہ مذکورہ بالا کا پوتا تھا۔ اور وہ محدث ابن محدث ابن محدث ابن محدث ابن محدث ابن محدث ہے نہایت ثقہ اور جلیل القدر شخص تھا۔ بہت کتابیں تصنیف کی ہیں ۵۱۲ھ میں فوت ہوئے۔

ابن ہشام نام انکا ابو محمد عبد الملک بن ہشام تھا۔ سیرۃ نبویہ کے مؤلف ہیں۔ بڑے پایہ کے عالم تھے۔ فن نسب اور نحو میں دسترس کامل رکھتے تھے۔ اصل میں یہ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ قبیلہ حمیر اور انکے ملوک کے انساب میں ایک تصنیف کی ہے۔ مصر میں ۲۱۳ھ میں فوت ہوئے۔

ابو امامہ ایک اولو العزم صحابی کی کنیت ہے جنکا نام صدی بن عجلان تھا۔ شام میں سکونت پذیر ہوئے۔ اور ۸۶ھ میں وفات پائی (دکن)

ابو ایوب انصاری ایک جلیل القدر صحابی کی کنیت ہے۔ نام خالد بن زید۔ جنگ بدر اور اسکے سوا کئی معرکوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ مدینہ میں پہلے پہل آپ ہی کے گھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فروکش ہوئے تھے۔ ۵۲ھ میں بحالت جنگ فوت ہوئے۔ (دکن)

اس جنگ میں لشکر اسلام شہر قسطنطنیہ کے محاصرہ میں مصروف تھا۔ چنانچہ آپکا مقبرہ اسوقت شہر قسطنطنیہ کی ایک طرف ساحل باسفورس (شاخ طلا) پر واقع ہے۔ جسکا ترک بڑا احترام کرتے ہیں۔ اور سلاطین

Marfat.com

آل عثمان کی ہمیشہ کمر میں شمشیر بندی کی رسم اسی مقبرہ پر کیجاتی ہے۔ آپ کی قبر کا پتہ سلطان فاتح قسطنطنہ نے حضرت شمس الدین ولی کے ذریعہ معلوم کیا تھا۔ آپ سے ڈیڑھ سو کے قریب احادیث مروی ہیں۔

ابو بردہ بلال بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ اشعری کو کہتے ہیں۔ بڑے زبردست عالم تھے۔ جن کی وفات ۱۲۰ھ میں واقع ہوئی (کن)۔

ابو بکرؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی اور خلیفہ اول کی کنیت ہے۔ ابوبکر کے لفظی معنے میں بہت سے اقوال ہیں۔ بعض کے نزدیک اسکے معنے دوشیزہ کا باپ ہے۔ اور اسکی وجہ یہ کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد ہیں اور وہی ایک دوشیزہ لڑکی تھیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ باقی آپ کی تمام ازواج مطہرات نکاح ثانی کے ساتھ آپ کے نکاح میں آئی تھیں۔ حضرت ابوبکر کا اصلی نام عہد جاہلیت میں عبد الکعبہ تھا جسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ سے بدل دیا۔ اور باپ کا نام ابو قحافہ تھا۔

مسلمانوں میں سب سے پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانیکے باعث آپ کی فضیلت سب سے بڑھ کر ہے۔ اور واقعہ معراج کی پر زور الفاظ میں تصدیق کرنے کی بدولت صدیق کا لقب ملا۔

آپ کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ اَخْبَرَنِیْ اَنَّ خَیْرَ اُمَّتِكَ بَعْدَكَ اَبُوْبَكْر۔ یعنی روح القدس نے مجھکو اطلاع دی ہے کہ آپ کی امت میں سب سے افضل آپ کے بعد ابوبکرؓ ہیں۔

آپ کے اولوالعزمانہ کارناموں میں سے یہ واقعات مسلمانوں کے دل میں بڑی منزلت رکھتے ہیں کہ :۔

(۱) ہجرت کے وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رفیق تھے۔ اور غار ثور تک آپکو اٹھا کر لے گئے۔

(۲) آنحضرت کی وفات پر مسلمانوں میں جو حیرت و تذبذب کا سیلاب اٹھا تھا۔ اور جسمیں مسلمانوں کا ایک طبقہ عظمےٰ بہ جانیوالا تھا اور حضرت عمرؓ جیسے دل گردے کے لوگ بھی دہوکہ میں پڑ چلے تھے اسوقت آپ نے لوگوں کو یہ سمجھا کر پیغمبر کی دنیوی زندگی کے خاتمہ سے نفس اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا مسلمانوں کے دلوں کو ٹھکانے لگایا۔

(۳) مسئلہ خلافت کے متعلق انصار کی غلط فہمی رفع کی۔

(۴) مرتدین کی بروقت سرکوبی کی۔

(۵) باوجودیکہ مدینہ میں بد امنی پھیل رہی تھی صحابہ کی رائے کے خلاف آنحضرتؐ کی تیار کردہ فوجی مہم شام کی طرف روانہ کرکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بجا آوری کی۔ (۶) اپنے بعد خلافت کے لئے حضرت عمرؓ جیسے شخص کو انتخاب کیا جنکے ہاتھ سے اسلام کی اعلیٰ شان و شوکت کی بنیاد قائم ہونیوالی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کی مدت خلافت ۲ سال تھی۔ باقی حالات کے لئے دیکھو لفظ "شیعہ"۔

امام محمد باقر بن زین العابدین بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم سے کسی شخص نے جو رافضیانہ خیالات رکھتا تھا پوچھا کہ یا حضرت تلوار کے ساتھ زیور استعمال کرنا جائز نہیں فرمایا کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ ابوبکر صدیق بھی تلوار کے ساتھ زیور استعمال کرتے تھے۔ اس نے متعجب ہو کر کہا کیا۔ آپ انکو صدیق کہتے ہیں۔ یہ کلمہ سنکر امام صاحب اچھل کر قبلہ رو ہو گئے اور کہا ہاں صدیق کہتا ہوں۔ صدیق کہتا ہوں۔ اور جو کوئی انکو صدیق نہ کہے خدا دنیا و دین میں اُس کی تصدیق نہیں کریگا۔

Marfat.com

آپ کے سوا قرآن میں تعریف کے ساتھ بالتخصیص اور کسی صحابی کا تذکرہ نہیں ہوا۔ ثانی اثنین۔ صاحب الرسول۔ لاتحزن کی تسلی اپنے پیارے رسول سے سننے والے اور انعام ان اللہ معنا سے بہرہ یاب ابوبکرؓ کے سوا اور کون تھا؟۔

فضائل صدیق پر یہ آیۃ شاہد عدل ہے۔ واقعہ غار نے اسقدر دنیا میں عزت اور شہرت حاصل کی کہ ہر ایک صادق الوداد اور جان نثار دوست کو بیباک یار غار کا خطاب دیتی ہے۔

ابوتراب عسکر بن حصین نخشبی کی کنیت ہے۔ جو اعلے درجہ کے عابد اور زاہد تھے سنہ ۲۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ علامہ ابن جلار کہتے ہیں کہ میں نے چھ سو مشائخ کی صحبت کی جن میں سے چار مشائخ کی صحبت سے مجھے بہت فیض حاصل ہوا ان میں پہلے درجہ کے ابوتراب نخشبی ہیں۔ (کن)

ابوتراب حضرت علی کی بھی کنیت ہے۔

ابوجہل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک جانی دشمن۔ خبیث۔ بدباطن کافر کی کنیت ہے۔ یہ شخص قریش میں بڑا مالدار تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں بہت کچھ مال اڑایا مگر ایک اولوالعزم پیغمبر کا بال بھی بیکا نہ کرسکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذارسانی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اسکا نام عمر بن ہشام تھا جب سے اسلام نے سر اٹھایا یہ ابوجہل (جہالت کا باپ) کے لفظ سے مشہور ہوگیا۔ قرآن مجید کی ان دو آیتوں میں اسکی طرف اشارہ ہے وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللّٰهِ تا عذاب الحریق ۰ اور لوگوں میں کوئی کوئی ایسا بھی ہے جسکو نہ تو کسی طرح کا علم ہے اور نہ اُسکے پاس (کسی طرح کی) ہدایت ہے اور نہ کوئی کتاب (جو اسکو راہ حق) دکھائے (اور اسپر بھی) اینٹھا ہوا خدا (کے بارے میں) جھگڑتا ہے تاکہ (لوگوں کو) خدا کے رستے سے گمراہ کرے ایسے (نابکار) کی (سزا) دنیا میں (بھی) رسوائی ہے اور قیامت کے دن (بھی) ہم اسکو عذاب دوزخ (کا مزا) چکھائینگے۔

جنگ بدر میں یہ نابکار نہایت ذلت سے مارا گیا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکے مارا جانیکی پہلے ہی سے خبر دیدی تھی۔ اور ایسا ہی ہوا بھی۔

پہلے قریش میں یہ ابوالحکم کے لقب سے پکارا جاتا تھا لیکن خدا کے برگزیدہ رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بوجہ مخالفت کی وجہ سے ذلیل سے ذلیل لقب ابوجہل سے ملقب ہوگیا۔

ابوالحسین احمد بن محمد نوری کو کہتے ہیں۔ بغداد میں پیدا ہوئے۔ سری سقطی کی صحبت میں رہے حضرت جنید کے ہمعصر تھے۔ ہر روز گھر سے روٹیاں لیکر نکلتے اور رستہ میں فقیروں کو دیکر مسجد میں جاتے۔ اور ظہر تک نفل پڑھتے رہتے۔ پھر دوکان کھولتے۔ ہمیشہ روزہ رکھتے۔ ان کے گھر کے آدمی خیال کرتے تھے کہ آپ بازار سے کھا آتے ہیں اور بازار کے لوگ خیال کرتے تھے کہ آپ گھر سے کھا آتے ہیں۔ سنہ ۲۹۵ ہجری میں فوت ہوئے (کن)

ابوحنیفہؒ اہلسنت والجماعت کے جلیل القدر اور سب سے پہلے امام صاحب مذہب اور مجتہد مطلق نعمان بن ثابت رضؓ کی کنیت ہے۔ سنہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ فارسی الاصل تھے اور تابعی تھے۔ تابعین اور تبع تابعین میں سے چار ہزار مشائخ سے آپ نے فقہ اور حدیث کی تعلیم پائی جن میں سے ہر ایک فقہ و حدیث میں فرد کامل تھا۔ آپ نے تعلیم سے فارغ ہوکر کنج عزلت میں بیٹھکر خدا کی عبادت میں مصروف ہونے کا ارادہ کیا۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ آپ کو خدا نے میرے دین کی اشاعت اور لوگوں کو تبلیغ احکام کے لئے پیدا کیا ہے گوشہ نشینی کو خیرباد کہئے اور منصب امامت کے صدر نشین

Marfat.com

بنکر فقہ کی اشاعت کیجئے۔ آپ نے یہ بشارت سنتے ہی فقہی مسائل کے استنباط و استخراج کے میدان میں قدم رکھا اور اس خوبی اور جامعیت سے اس عظیم الشان کام کو نباہا کہ چار دانگ عالم میں آپ کی فقہ دستور العمل بنگئی امام مالک۔ امام شافعی۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم پر آپ کو مختلف قسم کی فضیلتیں حاصل ہیں جنمیں سے یہ فضیلت انکے حق میں مایۂ ناز ہے کہ آپ نے کئی ایک اصحابیوں کو دیکھا اور ان سے حدیثیں سنیں۔ اسرائیل بن یوسف فرمایا کرتے تھے کہ زہد و تقوٰے اور احادیث کے از بر ہونے میں میں نے امام ابوحنیفہ رہ کا ہم پلہ شخص کوئی نہیں دیکھا۔ محدث اعمش نے آپ سے چند احادیث کا مطلب پوچھا۔ آپ نے جب ان احادیث کا مطلب بیان کیا تو اعمش سناٹے میں رہگیا اور کہنے لگا کہ آپ حدیثوں کے طبیب ہیں اور ہم عطار ہیں۔ یعنی حدیثیں تو ہمکو یاد ہیں لیکن انکے مضامین کی تہ تک پہنچنا آپ ہی کا حصہ ہے۔

ایک دفعہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رہ کے شاگردوں کے درمیان اس امر پر بحث چھڑی کہ ان دونوں اماموں میں سے کسکو دوسرے پر فضیلت ہے۔ آخر بڑی کھینچا تانی کے بعد امام شافعی کے شاگردوں میں سے ابو عبداللہ بن ابی حفص کبیر نے یہ رائے پیش کی کہ ان دونوں اماموں کے استادوں کو گنو جسکے استاد زیادہ نکلیں گے فضیلت کی ڈگری اسیکو دی جائے گی۔ امام شافعی کے استاد ۸۰ نکلے اور امام ابوحنیفہ کے چار ہزار۔ آپ کی پندرہ زبردست مسانید ہیں۔ آپنے اپنی عمر میں ۵۵ حج کیئے۔ اخیری حج میں بیت اللہ شریف کے دو ستونوں کے درمیان آپ نے نفل کی دو رکعتوں میں سارا قرآن مجید ختم کیا۔ قرآن مجید ختم کرکے سربسجود ہوکر ایزد جل و علا کی بارگاہ میں گڑگڑائے اور اسقدر روئے کہ ہچکی بندگئی۔

قیصر روم نے ایک دفعہ خلیفہ منصور کے حضور میں اپنا وزیر اس غرض سے بھیجا کہ وہاں کے علماؤ فضلاء کو جمع کرکے ان سے مندرجہ ذیل تین سوالات کرے۔ اگر وہ ان کے جوابات دیدیں تو فبہا۔ ورنہ خلیفہ کو کہنا کہ آئندہ خراج ادا کرنا ہوگا۔ خلیفہ منصور نے اپنی رعایا کے سرگروہ اور اولوالعزم علماؤ فضلاء کو جمع کیا۔ اور قیصر روم کے وزیر کے لئے منبر لایا گیا۔ وزیر منبر پر بیٹھا اور علماؤ فضلاء سے جواب مانگنا شروع کیا۔ مگر علماء کافی جواب پیش نہ کرسکے۔ امام ابوحنیفہ بھی وہاں موجود تھے۔ خلیفہ سے جواب دینے کی اجازت چاہی۔ اجازت حاصل کرکے وزیر کو کہا۔ کہ تم اسوقت سائل کی حیثیت میں ہو اور میں مجیب ہوں منبر پر بیٹھنا مجیب کا منصب ہے نہ سائل کا۔ یہ ایک ایسی بات تھی جس نے علمائے اسلام کی فتح و ظفر کا نقشہ خلیفے اور حاضرین کے سامنے کھینچدیا۔ خلیفۃ المسلمین کے حکم سے وزیر منبر پر سے اتر پڑا اور ابوحنیفہ رح اسپر بیٹھ گئے اور وزیر کو کہا اب سوالات پیش کرو۔

۱۔ سوال۔ خدا سے پہلے کیا چیز تھی۔

جواب۔ ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ پانچ الخ۔ بتاؤ کہ اس سلسلہ میں ایک سے پہلے کونسا عدد ہے۔ وزیر نے کہا۔ پہلے کوئی نہیں۔ یہی سب سے پہلے ہے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ جب ایک (عدد) سے پہلے کوئی چیز نہیں تو خدا سے (جو حقیقی واحد ہے) پہلے کیونکر کوئی چیز ہوسکتی ہے۔

۲۔ سوال۔ خدا کا منہ کس طرف ہے۔

جواب۔ چراغ کی لو کا منہ کسطرف ہوتا ہے۔ کہا کہ چاروں طرف۔ آپ نے فرمایا آگ عارضی نور ہے جب اسکے لئے کوئی خاص جہت متعین نہیں تو اس اصلی نور (خدا تعالٰی) کے لئے بطریق اولٰی کوئی جہت متعین نہ ہوگی۔

۳۔ سوال۔ خدا اسوقت کیا کر رہا ہے۔

جواب۔ اسوقت اس نے علاوہ کئی ایک کاموں کے ایک کام یہ بھی کیا ہے کہ تجھکو منبر سے اتارا ہے اور مجھکو تیری جگہ بٹھایا۔

Marfat.com

امام صاحب کی اس غیر معمولی حاضر جوابی پر خلیفۃ المسلمین اور دوسرے سب لوگ ہکا بکا رہ گئے۔ اور وزیر مارے شرم کے منہ نہ اُٹھا سکتا تھا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث لَوْ کَانَ الْعِلْمُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ مِّنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ۔ امام ابو حنیفہ رضؓ اور آپ کے اصحاب کی طرف اشارہ ہے۔

غرض آپ زہد و تقوی۔ اسلامی علوم۔ قرآن وحدیث وفقہ میں فرد کامل تھے۔ آپ نے فقہی مسائل کا بے بہا ذخیرہ جمع کیا۔ جو آپ کے بعد آجتک اسلامی دنیا کے اکثر حصے کا دستور العمل چلے آئے ہیں اور چلے جائینگے۔ ذہانت خداداد لیاقت اور تبحر علمی کے ساتھ آپ کی قوت استدلال کا یہ عالم تھا کہ امام زفر فرمایا کرتے تھے کہ اگر امام ابو حنیفہ رح کسی ستون کے بارہ میں کہدیتے کہ یہ لکڑی کا نہیں سونے کا ہے تو اسکو ثابت کر دکھاتے۔ اس سے بڑھکر آپ کی کیا فضیلت ہوسکتی ہے کہ تیس سال آپ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے رہے۔ ہر رات نفلوں کی دو رکعتوں میں قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ خدا تعالی نے آپ کے مذہب کو خاص مقبولیت بخشی ہے۔ چار دانگ عالم میں آپ کے مذہب کا سکہ چلتا ہے۔ بہت سے مشائخ اولیاء و اتقیاء نے آپ کی تقلید کو فخر سمجھا۔ اسوقت بلاد اسلام اور ارض پاک یثرب وبطحا میں زیادہ تعداد آپ کے ہی مقلدین کی پائی جاتی ہے۔ خادم الحرمین سلطان روم خلد اللہ ملکہ بھی آپ کے ہی مذہب کے مقلد ہیں اور دنیا میں اسوقت صداقت کا دعوے مذہب اہل السنۃ والجماعۃ حنفی کے ہی شایان شان ہے کیونکہ شہادت قرآن اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ ۝ (اس پاک زمین کے وارث میرے صالح بندے ہی ہوں گے) اس مذہب کے پیرو اس پاک زمین کے وارث حاکم ہونے کی وجہ سے صادق و صالح کہلا سکتے ہیں۔ سنی حنفی مذہب کی صداقت پر یہ ایک ناطق آسمانی فیصلہ ہے۔ امام ہمام کی تعریف میں آپ کے معاصر سب رطب اللسان تھے۔ وللہ در القائل ؎

لقد قال ابن ادریس مقالا ؛ صحیح النقل فی حکم لطیفة
بان الناس فی فقہ عیال ؛ علی فقہ الامام ابی حنیفة
فلعنة ربنا اعداد رمل ؛ علی من رد قول ابی حنیفة

(یعنے حضرت امام شافعی رح نے آپ کی نسبت فرمایا کہ سب لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ رح کے عیال ہیں۔ اور اس شخص پر خدا کی بیحد لعنت ہو جو آپکے قول کو جھٹلاتا ہے)

ابو دجانہ انصار کرام میں سے تھے۔ غزوہ احد میں آپ نے اس تلوار سے جو حضور نبوی سے عطا فرمائی گئی تھی بہت بہادری دکھائی تھی۔

ابو الدرداء عویمر بن زید الانصاری صحابی تھے۔ ایک سو ستر (۱۷۰) سے زیادہ حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ نہایت فقیہ حکیم اور زاہد تھے۔ ہجرت سے تھوڑی مدت بعد ہی مسلمان ہوئے۔ اور جنگ احد اور مابعد کی لڑائیوں میں حاضر ہوئے۔ خلافت عثمانیہ میں دمشق کے قاضی ہوئے۔ سنہ ۳۱ھ ۶۵۲ء میں فوت ہوئے۔

ابو الدرداء عویمر بن عامر نام تھا۔ ان صحابیوں میں سے ہیں جو فقیہ بھی تھے۔ آپ بہت عقلمند اور حکیم مشرب تھے۔ جناب رسالتمآب نے آپ کی نسبت فرمایا ہے هُوَ حَکِیْمُ اُمَّتِیْ۔ ملک شام کی فتح کے بعد اول قاضی آپ ہی مقرر ہوئے۔ سب سے صحیح روایت کے موافق سنہ ۳۲ھ میں انتقال فرمایا۔ باب صغیر میں مدفون ہیں۔

ابو ذر غفاری نام جندب بن جنادہ تھا۔ بڑے بلند رتبے کے صحابی تھے (ذر عربی میں چھوٹی چیونٹی کو کہتے ہیں۔ چونکہ آپکے صاحبزادگا

Marfat.com

قدو قامت چھوٹا سا تھا اسواسطے آپ ابو ذر کرکے مشہور ہو گئے۔ آپ کی صداقت اور استقامت ضرب المثل ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضہ کی رحلت کے بعد شام کو چلے گئے۔ اور حضرت عثمان غنی رضہ کی خلافت تک وہاں ہی تھے۔ مگر حضرت معاویہؓ کی طرف سے شکایت ہونے پر شام سے مدینہ طیبہ کے پاس زبدہ گاؤں میں بھیجدیئے گئے۔ جہاں پر ۳۲ھ میں بحالت غایت تنگی و افلاس کے رحلت فرمائی۔

ابو زکریا نام انکا یحیی نووی تھا۔ کتاب منہاج الطالبین (فی الفقہ) کے یہی مولف ہیں۔ ۶۷۶ھ میں فوت ہوئے۔

ابو سعید خدری ایک فقیہ صحابی کا نام ہے۔ غزوہ احد میں جب کہ انکی عمر تیرہ برس کی تھی جسم پر ہتھیار لگا کر لڑائی کیواسطے باہر نکلے مگر جناب رسالتمآب نے بوجہ انکی صغرسنی کے واپس کر دیا۔ ۶۴ھ یا ۷۴ھ میں وفات پائی۔ آپ سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔

ابو الزناد عبداللہ بن ذکوان مدنی کو کہتے ہیں جو اکابر علمائے حدیث میں سے تھے ۱۳۰ھ میں فوت ہوئے (کن)

ابو سفیان بن حرب۔ سرداران قریش میں سے تھے۔ فتح مکہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف رہے۔ ۶ھ میں صلح حدیبیہ کو از سرنو قائم کرنے کے لئے مدینہ منورہ گئے تھے مگر بےنیل مرام واپس آئے۔ جب لشکر ظفر پیکر نبوی مکہ مکرمہ کے قریب پہنچا تو حضرت عباس کے ذریعہ سے خیمہ سعادت پر پہنچے اور غازیان اسلام کی سپاہ بے پناہ کو دیکھکر ایسے گھبرا گئے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیا۔ اور جملہ محمد رسول اللہ بھی حضرت عمر فاروق کے خوف سے کہ وہ خیمہ سے باہر تلوار ہاتھ میں لئے ٹہل رہے تھے کہہ لیا۔ لیکن آخر میں بطیب خاطر دین مبین اسلام کو قبول کر لیا تھا۔ ۳۱ھ میں نابینائی کی حالت میں انتقال کیا۔ حضرت معاویہؓ کے باپ تھے۔

ابو شجاع ظہیر الدین محمد بن حسین روذراوری کو کہتے ہیں۔ اعلی درجہ کے فقیہ اور ادیب تھے۔ خلیفہ مقتدی بامر اللہ کے زمانہ خلافت میں بغداد کے قاضی بنائے گئے۔ پھر ۴۷۶ھ میں معزول کئے گئے۔ آخیر عمر میں حج کرکے مدینہ منورہ میں اقامت گزین ہوئے اور ۴۸۸ھ میں مدینہ منورہ ہی میں انتقال کیا (کن)۔

ابو داؤد نام انکا سلیمان ابن اشعث سجستانی ہے۔ سجستان معرب سیستان ہرات کے متصل ایک ملک ہے۔ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اکثر بلاد اسلام مثلاً مصر۔ شام۔ حجاز اور عراق کی سیر کی۔ علم حدیث کو کمال سعی سے حاصل کیا۔ حفظ حدیث اور تقوی و طہارت میں فرد کامل تھے۔ موسی ابن ہارون نامی ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ ابو داؤد دنیا میں حدیث کے لئے اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ چار ہزار آٹھ سو احادیث کی ایک کتاب مرتب کی جو پوری ۵ لاکھ حدیثوں سے انتخاب کی تھیں۔ امام احمد بن حنبل رح نے اس کتاب کو بہت پسند کیا۔ یہ کتاب سنن ابی داؤد کے نام سے مشہور ہے اور صحیح بخاری و صحیح مسلم کے بعد تمام کتب احادیث سے زیادہ معتبر اور قابل اسناد ہے۔ تاریخ وفات ۱۶ شوال ۲۷۵ھ۔ ۷۳ سال عمر پائی۔

ابو طالب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مہربان اور باپ سے زیادہ شفیق چچا کا نام ہے۔ آپ کے دادا عبدالمطلب نے اپنی وفات کے وقت آپکی سرپرستی کا کام ابو طالب کے سپرد کیا۔ جسکا حق امید سے بڑھکر ابو طالب نے ادا کیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب رسالت کا دعوے کیا تو کافروں نے آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں اور مصیبتیں پہونچانے اور آپ کو اظہار حق سے روکنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ مگر ابو طالب نے

Marfat.com

اپنے پیارے بھتیجے کا بال بیکا نہ ہونے دیا۔ اور اگرچہ ابو طالب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مذہب کا معتقد نہ تھا لیکن آپ کی بیکسی اور کس مپرسی کی حالت میں آپکا پورا ساتھ دیا۔ قریش نے ابو طالب کو سخت دھمکیاں دیں اور اُسکے خلاف طرح طرح کے منصوبے باندھے۔ مگر اس نے اسکی ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ جب پیک اجل ابو طالب کے پاس آیا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انکے پاس گئے اور چپکے سے کان میں کہا۔ ایک دفعہ کلمہ پڑھ لو قیامت میں آپ کو بخشوانے کا میں ذمہ وار ہوں۔ ابو طالب نے کہا۔ اے محمدؐ! مجھے یہ تو یقین ہے کہ تم سچے نبی ہو لیکن محض اس ڈر سے کہ لوگ کہینگے ابو طالب نے موت سے گھبرا کر اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ دیا اور اپنے بھتیجے کا مذہب اختیار کرلیا ہے تمہاری بات نہیں مانتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ ایسا ہی کہا مگر ابو طالب نے نہ ماننا تھا پر نہ مانا۔ ابو طالب فوت ہوگیا۔ اسکی وفات کی وجہ سے کافروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اور ابو طالب کی وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ کے لئے اپنے پیارے وطن کو خیرباد کہنے اور مدینہ کو ہجرت کرنے کی باعث بنی۔

اہل السنۃ کے نزدیک ابو طالب کا ایمان ثابت نہیں ہے۔ شیعہ اُسکے ایمان کے قائل ہیں۔ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ ابو طالب کو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پیار رکھنے کے باعث عذاب میں تخفیف ہوگی۔ صرف اُسکے پاؤں میں آتش کی نعلین پہنائی جائینگی۔

ابو طلحہ زید بن سہل کا نام تھا۔ صحابہ کرام میں سے ہیں۔ بدر۔ احد اور خندق کی لڑائیوں میں حاضر تھے اور مشہور بہادروں میں شمار ہوتے تھے بقدر ۹۲ حدیثوں کے اُن سے مروی ہیں۔ سرور کائنات علیہ افضل التحیات کی قبر شریف آپ ہی نے کندہ کی۔

ستر برس عمر پائی۔ سنہ ۳۲ھ میں انتقال کیا۔

ابو طیبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دربان کا نام ہے

ابو عبد اللہ ابن انس اہلسنت والجماعت کے دوسرے مجتہد صاحب کا نام ہے۔ دیکھو لفظ (مالک ابن انس)

ابو عبد اللہ احمد بن حنبل اہلسنت والجماعت کے چوتھے مجتہد صاحب مذہب امام کا نام ہے۔ دیکھو لفظ (ابن حنبل)

ابو عبد اللہ محمد بن حسن امام محمد کے نام سے مشہور ہیں۔ سنہ ۱۳۲ھ میں بمقام شہر واسط علاقہ عراق عرب پیدا ہوئے۔ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس علم دین حاصل کیا۔ اور طبعی ذکاوت اور خداداد ذہانت کی بدولت امامت کے درجہ پر فائز ہوئے۔ چند سال امام مالک کی خدمت میں علوم کا استفادہ کیا۔ اور امام ابو یوسف کی بھی شاگردی کی۔ جو امام اعظم رح کے سب سے عالی رتبہ شاگرد ہیں۔ امام محمد کا اجتہاد امام اعظم رح کے اصول اجتہاد کے تابع ہے اور وہ حنفی مذہب کے مجتہد منتسب ہیں۔ گو بعض مسائل میں وہ امام اعظم رح سے جزوی اختلاف رکھتے ہیں۔ مگر وہ اختلاف کوئی اصولی نہیں فروعی ہے۔ اور ایسے مسائل میں امام محمد کے اجتہاد پر عمل کرنیوالا امام اعظم کا مقلد سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ دونوں کے اجتہاد ایک اصول کے ماتحت ہیں جو امام اعظم رح کا قائم کردہ ہے۔ اور بعض مسائل میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ امام اعظم سے دو قول مروی ہیں۔ ایک قول امام اعظم کے نزدیک مختار ہے تو دوسرا امام محمد کے نزدیک اقوی ہے۔ ایسی صورت میں بھی امام محمد کا قول امام اعظم کے اجتہاد کے تابع سمجھا جائیگا۔ سنہ ۱۸۹ھ میں شہر رے علاقہ خراسان میں وفات پائی۔ انکی قبر زیارت گاہ عام ہے۔ آپ کی تصانیف علم فقہ میں ایک ہزار نو سو نوے تک بتائی گئی

Marfat.com

ہیں۔ جن میں سے جامع صغیر۔ جامع کبیر۔ سیر صغیر سیر کبیر
بسوط۔ زیادات۔ کتاب الحج مشہور اور مستند
کتابیں ہیں۔

ابو عبداللہ محمد ابن اسمٰعیل بخاری مشہور محدث تھے جو صحیح بخاری
کے مؤلف ہیں۔ دیکھو لفظ (بخاری)۔

ابو عبیدہ ابن جراح جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر
صحابیوں میں سے ایک صحابی کا نام ہے جو بڑے بہادر
باہمت اور ساتھ ہی آنحضرتؐ کے پورے جان نثار
رفیق تھے۔ مسلمانوں اور مشرکوں کے مابین جو معرکے
ہوئے وہ سب میں شریک ہوئے۔ جنگ احد میں
انکی جنگی کارگذاریاں خصوصیت کے ساتھ یادگار
ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انکی بڑی عزت
کرتے تھے۔ اور آپ نے ان کو بہشتی ہونے کی بشارت
دیکر عشرہ مبشرہ کی اس جماعت میں شامل ہونیکا
فخر بخشا جنکو آپ نے زندگی میں ہی مستحق جنت ہونے
کی بشارت دے دی تھی۔ اور کسی شاعر نے انکے نام
اس قطعہ میں درج کئے ہیں۔ ؎

دہ یار بہشتی اند قطعی ٭ بوبکر و عمرؓ۔ علیؓ و عثمانؓ
سعد است و سعید و بوعبیدہ ٭ طلحہ و زبیرؓ و عبدالرحمن

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے سنہ ۱۸ھ میں بعمر
۵۸ سال وفات پائی۔

ابو عمرو بن علاء۔ قراء سبعہ میں سے تھے۔
اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے
ہزار مسئلہ پوچھا تو آپ نے ہر ایک کا جواب دیکر میری
تشفی کردی۔ سنہ ۱۵۴ھ یا سنہ ۱۵۹ھ میں فوت ہوئے (دکن)

ابولہب عبدالمطلب کے بیٹے اور آنحضرتؐ کے
چچا کا نام ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کا بڑا دشمن تھا۔ آپکی ایذا رسانی کے لئے طرح طرح کے
وسائل اختراع کیا کرتا تھا۔ اسلام کی مخالفت اور اسکی
بیخکنی میں اس نے پوری پوری مستعدی دکھائی۔ ہر موقعہ
پر اور ہر پہلو سے اسلام کی بنیاد اکھیڑ دینے میں کوششیں
کیں۔ باوجودیکہ وہ ابو طالب کی طرح آنحضرت کا قریبی
بلکہ چچا تھا۔ لیکن محض اسلام کی وجہ سے آپکے خون کا
پیاسا تھا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کی طرف سے
حکم ہوا کہ آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ہدایت کریں
تو آپ نے کوہ صفا پر تمام اقربا کو بلا کر وعظ کہنا شروع
کیا تھا۔ یہ بدبخت بھی موجود تھا۔ آپکو سخت سست
کہا۔ سخت سے سخت گالیاں دیں تو فوراً ذیل کی آیات
نازل ہوئیں۔

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّ تَبَّ۔ تا آخر سورۃ (ترجمہ)
(جیسے ابولہب نے پیغمبر کو کوسا تھا ایسے) ابولہب
(ہی) کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ (آپ ہی)
ہلاک ہوا نہ تو اسکا مال ہی اسکے کچھ کام آیا اور نہ اسکی
کمائی (نے اسکو کچھ فائدہ پہونچایا) وہ عنقریب (دوزخ کی)
ڈیک مارتی ہوئی آگ میں جا داخل ہوگا۔ اور (اسکے ساتھ)
اسکی جورو (بھی) جو لگائی بجھائی کرتی پھرتی ہے کہ
اسکی گردن میں بھنواں رسی ہوگی۔

جنگ بدر میں جو مسلمانوں نے ابولہب اور اسکے
ساتھیوں کو ناک چنے چبوائے۔ تھے اور کافروں نے
سخت زک اٹھائی تھی۔ بہت سے سربرآوردہ کافروں کو
مسلمانوں کی تیغ براں نے موت کے گھاٹ اتارا تھا
تو اسی غم میں ابولہب مر گیا۔ چنانچہ جنگ بدر کے بعد
سات روز تک زندہ رہا جب یہ مرا تو اسکی لاش چند
روز تک بے گور وکفن پڑی رہی۔ زید اور ابولہب
ہی آنحضرتؐ کے ساتھ تعلق رکھنے والے ایسے دو شخص
ہیں جنکا نام صریحاً قرآن مجید میں آیا ہے۔

ابوالقاسم قاسم کا باپ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی کنیت آپ کے بیٹے قاسم کے نام پر ہے

Marfat.com

قاسم شیر خواری کی حالت میں فوت ہو گئے تھے جس پر کافر لوگ بغلیں بجاتے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ابتر (جسکا کوئی نام لیوا نہ ہو) کے نام سے پکارنے لگے اس پر خدا تعالےٰ نے سورت کوثر نازل فرمائی۔ اور إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ۔ (جو تمہارا برا چاہے اسی کا کوئی نام لیوا نہ رہیگا) اللہ نے کافروں کی بدگوئی کا دندان شکن جواب دیا۔

ابو منصور ماتریدی انہوں نے اہلسنت وجماعت کی نہایت محققانہ طریقہ سے حمایت کی ہے (ماترید) نام ایک گاؤں کے رہنے والے تھے جو بخارا کے قریب ہے۔ انکی اور ابوالحسن اشعری کی طرف دونوں کو جب ملاکر ایما کیا جاتا ہے تو ان کو شیخین کہتے ہیں۔

ابو موسیٰ اشعری اصحاب کرام میں سے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے یمن کے گورنر مقرر ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی کوفہ اور بصرہ کے گورنر رہے ہیں۔ اپنے زمانہ گورنری میں اہواز اور اصفہان کو فتح کیا۔ صفین کے واقعہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کیطرف سے آپ ہی پنچ مقرر ہوئے تھے اور امیر معاویہ کیطرف سے امیر معاویہ پنچ مقرر ہوا تھا۔ اس پنچایت میں یہ عمر بن عاص کے داؤ میں آگئے۔ اور اس غیرت کے مارے وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ باختلاف روایت ۴۲ھ یا ۵۰ھ میں انتقال فرمایا۔ حضرت عمر فاروق کے زمانہ میں خطوط پر تاریخ اور سنہ نہیں لکھے جاتے تھے تو آپ ہی نے اس بارے میں اعتراض کیا تھا جسکے بعد سے سن وتاریخ لکھے جانے لگے۔

ابو یزید بسطامی آپ اکابر صوفیوں میں سے تھے۔ آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے کس طریق سے یہ مرتبہ حاصل کیا ہے۔ فرمایا: بھوکا اور ننگا رہنے سے۔ فرمایا تیس سال سے میرا یہ وتیرہ ہے کہ جب نماز پڑھتا ہوں تو میرے دل میں یہ خیال ہوتا ہے کہ میں ابھی مجوسی ہوں اور اپنے زنار کو توڑنا چاہتا ہوں۔ فرمایا اگر تم ایسا شخص دیکھو جس کی کرامات کا یہ حال ہو کہ وہ ہوا میں اڑ سکتا ہو۔ تو اسکی صرف اتنی بات دیکھکر اُسکے معتقد نہ ہو جاؤ۔ بلکہ یہ معلوم کرو کہ وہ شریعت کا کس حد تک پابند ہے۔ ۲۶۱ھ یا ۲۳۴ھ میں فوت ہوئے۔ ولی کامل حنفی المذہب تھے۔ (دکن)

ابو یوسف کنیت ہے یعقوب ابن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی۔ جو حنفی مذہب کے ایک عالی جاہ امام اور مجتہد منتسب ہیں۔ ۱۱۳ھ میں بمقام بغداد پیدا ہوئے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم پائی۔ اور امام محمد اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہما کی طرح انکے جلیل القدر شاگردوں اور مذہب حنفی کے ان اماموں میں شامل ہوئے جن پر فقہ حنفی تا قیام قیامت ناز کرے گی۔ اور جنکا نام ہمیشہ کے لئے علمائے حنفیہ کے ورد زبان رہیگا۔ بلکہ اکثر حیثیتوں سے انکو مذکورہ دونوں اماموں پر ترجیح حاصل ہے۔ وہ امام محمد کے اُستاد بھی ہیں۔ اور فقہ میں انکا قول امام ابو حنیفہ کے بعد تمام ائمہ حنفیہ سے اقوی وارجح شمار ہوتا ہے۔ بعض جزئیات مسائل میں وہ دیگر ائمہ کی طرح امام اعظم سے اختلاف بھی رکھتے ہیں۔ مگر بہت کم۔ اس اختلاف کی وجہ معلوم کرنیکے کے لئے دیکھو لفظ "ابو عبداللہ محمد بن حسن"۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔ مہدی۔ ہادی اور ہارون رشید کے زمانہ میں آپ بغداد کے قاضی رہے ہیں۔ پہلے پہل آپ ہی کو قاضی القضاۃ کہا گیا ہے۔

ابو الہذیل زفر بن الہذیل امام زفر کی کنیت ہے امام محمد اور امام ابو یوسف کی طرح مجتہد منتسب تھے۔ لیکن امام زفر کا درجہ انکے بعد ہے ان کے والد بزرگوار اصفہان کے رہنے والے تھے ۱۱۰ھ میں

Marfat.com

آپ پیدا ہوئے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کتب فقہ کی تدوین میں بڑی مدد دی۔ امام ابو حنیفہ فرمایا کرتے تھے کہ زفر میرے شاگردوں سے طرز استدلال اور اجتہادی قابلیت میں بڑھے ہوئے ہیں۔

داؤد طائی کہتے ہیں۔ امام ابو یوسف اور امام زفر کے درمیان بعض فقہی مسائل میں کچھ چھیڑ چھاڑ ہو جاتی تھی مگر امام زفرؒ کا پہلو غالب رہتا تھا۔

محمد بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ امام زفرؒ کو منصب قضا پر بیٹھنے کے لئے کہا گیا مگر انہوں نے نہ مانا خلیفہ وقت کے حکم سے آپکا مکان گرا دیا گیا۔ مگر پھر بھی انہوں نے قاضی بننے سے انکار کر دیا۔ آپ بصرہ کے دار القضا کے متولی رہے ہیں بعض فرعی مسائل میں امام ابو حنیفہ کے ساتھ انکو اختلاف رہا ہے۔ اور اس اختلاف کی وجہ معلوم کرنیکے لئے دیکھو ابو عبد اللہ محمد بن حسن۔ ۱۵۸ھ میں بصرہ میں انتقال کیا۔

ابو الہیثم رازی

علوم عربیہ میں غیر معمولی دستگاہ رکھتے تھے۔ بڑے عبادت گذار تھے۔ ۲۲۶ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)

ابو نعیم

حافظ احمد بن عبد اللہ کو کہتے ہیں جو اکابر محدثین اور اُلوالعزم حفاظ میں سے تھے۔ حلیۃ الاولیاء اور تاریخ اصفہان۔ یہ دو کتابیں آپ کی تصنیف ہیں۔ ۳۶۵ھ میں اصفہان میں فوت ہوئے۔

ابو ہریرہؓ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی کی کنیت ہے۔ آپ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اس درجہ کا عشق تھا کہ ایک پل جدا ہو جاتے تو انکے لئے قیامت برپا ہو جاتی۔ جمیع علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جسقدر ابو ہریرہؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں کسی اور نے اتنی نہیں کیں۔ آپ نے صرف احادیث یاد کرنے پر اپنی عمر وقف کر دی تھی آپکا اصلی نام ٹھیک طور پر معلوم نہیں۔ ابو ہریرہ (بلی کا باپ) کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ کنیت انکی اسلئے پڑ گئی تھی کہ آپکو بلیوں کے بچوں سے بڑا پیار تھا۔ ۷ھ میں جنگ خیبر میں مسلمان ہوئے۔ تاریخ انتقال ۵۸ھ یا ۵۹ھ ہے۔ ۷۸ برس عمر پائی۔

ابی بن کعب انصاری خزرجی

سید قراء تھے کنیت انکی ابو المنذر تھی ۱۹ھ میں فوت ہوئے۔ یہود کے ان علماء سے تھے جو کتب قدیمہ کے اسرار سے واقف تھے اور ان پیشینگوئیوں کو جانتے تھے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں وارد ہوئی تھیں۔ یہ ان دس صحابہ سے ہیں جو تفسیر میں مشہور تھے۔ ان سے تفسیر کا بڑا حصہ مروی ہے۔ جسے ابو جعفر رازی نے ربیع بن انس سے اور انہوں نے ابو العالیہ سے روایت کیا ہے۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اسکا بہت سا حصہ لیا ہے۔ اور ایسے ہی حاکم نے مستدرک میں بہت سا حصہ اسکا روایت کیا ہے۔

اپنے گھر میں آنے جانیکے آداب

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیٹا! جب تم اپنے گھر میں جایا کرو تو گھر والوں کو سلام علیک کر لیا کرو (کیونکہ سلام کرنا) تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے لئے برکت کا موجب ہوگا۔ (مش)

۲۔ ابو مالک اشعری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہونے لگے تو کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ الْمَوْلِجِ وَخَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰہِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰہِ خَرَجْنَا وَعَلَی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا (ابو) یعنی خداوندا میں تجھ سے گھر میں داخل ہونے کی بہتری اور گھر سے نکلنے کی بہتری کا سوال کرتا ہوں۔ خدا ہی کے نام سے ہم داخل ہوئے

Marfat.com

اور خدا ہی کے نام سے نکلے اور اپنے خدائے پروردگار ہی پر ہمنے بھروسا کیا۔ یہ کہکر اپنے لوگوں کو سلام علیک کرے۔

۴۔ عطا ابن یسار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں اپنی ماں کے پاس جاتے ہوئے بھی اجازت لیکر جاؤں۔ آنحضرت نے فرمایا بے شک۔ اس شخص نے عرض کیا کہ حضرت! میں اپنی ماں کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا ہوں (پھر اجازت مانگنے کی ضرورت) آپ نے فرمایا ہاں۔ ماں کے پاس جاتے ہوئے بھی داخل ہونے کی اجازت مانگ۔ کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ ماں کو ننگا دیکھ پائے۔ عرض کیا۔ نہیں۔ فرمایا تو بس اسکے پاس بھی اجازت لیکر جا۔ (مو)

اثبات ومحو

صوفیوں کی اصطلاح میں محو کہتے ہیں اوصاف عادۃ کے بلند کرنیکو اور اثبات کہتے ہیں احکام عبادت کے قائم کرنے کو۔ پس جس شخص نے اپنے احوال سے خصائل ذمیمہ کو دور کیا اور افعال حمیدہ حاصل کئے تو وہ صاحب محو واثبات ہے۔

اثر

الف اور ث کی زبر سے۔ نشان۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت (ص) روئیت کا اطلاق آنحضرتؐ کے قول وفعل دونوں پر آتا ہے۔ خبر سے صرف قول نبوی مراد ہوتا ہے۔ اور آثار سے مراد صحابہ کے افعال ہوتے ہیں (ک۔ ص۔ م) میں اثر کا لفظ حدیث موقوف ومقطوع کے لئے بولا جاتا ہے۔ (منظ) امام غزالی اپنی کتاب احیاء العلوم میں ہر مضمون کے لئے تین قسم کی روایات لاتے ہیں۔ احادیث۔ آثار اور اقوال۔ احادیث سے انکی مراد خاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال ہیں۔ اور آثار سے مراد صحابہ کے اقوال وافعال۔ اور اقوال سے مراد سلف صالحین کے اقوال میں۔

اثر شریف

۱۔ مبارک نشان۔ مقدس یادگار۔ متبرک یادگار۔ اس سے مراد خصوصیت کے ساتھ وہ متبرک اشیاء ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یادگار کے طور پر بعض لوگوں کے پاس موجود ہیں۔ مثلاً آپ کی ریش مبارک کا بال۔ آپ کی نعلین مبارک۔ آپکا کوئی کپڑا۔

۲۔ اس قسم کی متبرک چیزیں اب تک بعض خاندانوں اور بعض نیاز نگاہوں اور دیگر متبرک مقامات میں موجود ہیں کشمیر کی جامع مسجد اور لاہور کی شاہی مسجد میں بھی بعض متبرک چیزیں موجود ہیں جنکی زیارت خاص اہتمام سے شائقین اور اہل اعتقاد کو کرائی جاتی ہے۔ اور اہل درد پر انکی زیارت سے ایک کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔

۳۔ صحابہ کرام کے تعامل سے اس قسم کے تبرکات کے رکھنے اور زیارت کرنے کی مشروعیت ثابت ہے اسلام کے نامور جرنل خالد بن ولید کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال تھا جس کو وہ جنگ میں اپنی ٹوپی کے نیچے رکھتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ میری تمام فتوحات کا اصلی راز یہی بال ہے۔ ایک عرب شاعر کو جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں "بانت سعاد" کا مشہور آفاق اور زبردست قصیدہ کہا تھا آپ نے خوش ہوکر اپنی چادر مبارک اتار کر دے دی تھی تو حضرت معاویہؓ نے وہ چادر تبرک سمجھکر اس سے خریدلی۔ سنا ہے کہ وہ چادر خلفائے اسلام کے پاس نسلاً بعد نسل چلی آئی ہے اور اب ٹرکی کے عثمانی خاندان کے پاس موجود ہے۔ سنا ہے کہ عثمانی خاندان کے پاس لواء احمر بھی موجود ہے۔ اور یہ اس جھنڈے کا نام ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے تیار کرکے اسامہ ابن زید کو شام پر حملہ آور ہونے کے لئے دیا تھا۔ اور انہوں نے ایک نوخیز لڑکا ہونیکے باوصف اپنے خونخوار حملوں سے روم کی فوجی طاقت کا انجر پنجر ڈھیلا کردیا تھا کہتے ہیں کہ گورنمنٹ ٹرکی اس جھنڈے کی بڑی

Marfat.com

عزت کرتی ہے۔ اور اسکے ساتھ اسکی بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔

اِثم گناہ۔ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں چھوٹے اور بڑے۔ مشہور بڑے گناہوں میں سے چار گناہ دل سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ (۱) شرک (۲) کسی گناہ صغیرہ پر اڑے رہنا (۳) خدا کی رحمت سے ناامید ہونا۔ (۴) اسکے غضب سے نڈر ہونا۔

اور آٹھ گناہ زبان سے تعلق رکھتے ہیں (۱) جھوٹ (۲) غیبت (۳) چغلی کھانا (۴) جھوٹی گواہی دینا (۵) کسی پاکدامن مرد یا عورت کو زنا کی جھوٹی تہمت لگانا (۶) جھوٹی قسم کھانا۔ اور اس سے یہ مراد ہے کہ قسم کھاکر سچ کو جھوٹ یا جھوٹ کو سچ بنا دیا جائے۔ یا کسی مسلمان کا مال ناحق اسکے قبضے سے نکال لیا جائے اگرچہ ایک مسواک ہی کیوں نہ ہو۔ (۷) جادو (۸) کسی مسلمان بھائی کی بےعزتی کرنا۔

اور تین گناہ پیٹ سے تعلق رکھتے ہیں (۱) شراب وغیرہ نشہ لانیوالی چیز کا پینا (۲) یتیم کا مال ناجائز طور سے کھانا (۳) سود کھانا۔

دو گناہ شرمگاہ سے تعلق رکھتے ہیں (۱) زنا (۲) لواطت۔

دو گناہ ہاتھوں سے صادر ہوتے ہیں (۱) چوری (۲) دوسرا ناحق کسیکو مار ڈالنا۔ پاؤں سے ایک گناہ صادر ہوتا ہے یعنی دشمن اسلام کے مقابلہ سے بھاگنا۔ جبکہ اپنی تعداد دشمن سے نصف یا زیادہ ہو۔ ایک گناہ سارے وجود سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی ماں باپ کی نافرمانی۔ ان امور کے سوا اور بھی کئی کبیرہ گناہ ہیں۔

صغیرے یعنی چھوٹے گناہوں کا شمار بہت ہے۔ اسقدر سمجھ لینا چاہیئے کہ کبائر کے سوا جو بات شروع میں ممنوع ہے اسکا کرنا صغیرہ گناہ ہے۔ (حیا)

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا سورۃ بقرہ۔ رکوع ۲۷۔ (تو لوگوں سے کہدے ان دونوں (چیزوں) میں بڑا گناہ ہے۔ اور لوگوں کیلئے (کچھ) فائدے بھی ہیں۔ مگر انکے فائدے سے انکا گناہ (اور نقصان) بڑھکر ہے۔

سچی گواہی کو چھپا رکھنا بھی اثم (گناہ) ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ (جو شہادت کو چھپا رکھے اسکا دل گناہ میں مبتلا ہے)۔

اثنا عشریہ شیعوں کا ایک فرقہ ہے جسکا ظہور ۲۵۵ھ میں ہوا۔ اس فرقہ کے لوگوں کا خیال ہے کہ جب امام حسن عسکری بن علی نقی نے ربیع الاول ۲۶۰ھ میں وفات پائی تو پانچ برس کا ایک لڑکا محمد نامی نرگس کے شکم سے چھوڑا جو نصف شعبان ۲۵۵ھ میں پیدا ہوا تھا۔ مہدی موعود اور خاتم الائمہ یہی ہیں۔ جو دشمنوں کے خوف سے پوشیدہ ہو گئے ہیں۔ انکے نزدیک بارہ امام ہیں جنکی ترتیب اسطرح ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ حضرت حسن۔ حضرت حسین۔ حضرت زین العابدین۔ محمد بن علی۔ جنکا لقب باقر اور کنیت جعفر ہے۔ حضرت جعفر صادق۔ موسیٰ کاظم۔ علی صابر۔ محمد تقی۔ علی نقی۔ حسن ذکی۔ محمد مہدی۔ اس فرقہ کے پہلے لوگ اپنے ائمہ کے مذہب کے پابند تھے۔ اور یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا گناہ کبیرہ کو معاف کر دینا جائز ہے۔ مگر متاخرین تعزلہ کے اقوال کی طرف مائل اور خدا تعالیٰ کی رویت کا انکار کرنے لگے۔ اور بندوں کو اپنے افعال کا خالق بتانے لگے۔ انکے نزدیک متعہ کے حلال ہونیکا اعتقاد ضروری ہے۔ یہ لوگ قبر کے عذاب کے منکر ہیں۔ افعال قبیحہ کی نسبت خدا تعالیٰ کی طرف نہیں کرتے۔ انکے نزدیک حیات قدرت۔ علم۔ اور ارادہ وغیرہ خدا کی صفتیں ہیں۔ یہ لوگ علم معتقدات کو بلا دلیل کافی نہیں جانتے۔

اجارہ مزدوری (ل۔ ص۔ ش) کسی شئے کا نفع۔ کسی عوض کے مقابل قول و اقرار کے ساتھ

Marfat.com

ٹھیرا لینے کو کہتے ہیں۔ اُجرت پر دینے والے کو مُوجر اور لینے والیکو مستاجر اور مزدور کو اجیر کہتے ہیں۔ اور جس چیز کا فائدہ ٹھیکہ میں دیا گیا ہو۔ اُسے مستاجرہ کہتے ہیں۔ مثلاً زید نے اپنا مکان بکر کو سال بھر رہنے کے لئے بارہ روپیہ کے عوض دیا۔ تو زید کو مُوجر اور بکر کو مستاجر اور مکان کو مستاجرہ اور بارہ روپے کو اُجرت کہینگے۔

تمام علمار کے نزدیک اجارہ جائز ہے۔ لیکن ابن علیہ نے ناجائز کہا ہے۔ (رحمۃ)

مکانوں اور دوکانوں کو کرایہ پر لینا جائز ہے اگرچہ یہ بیان نہ کیا جائے کہ ان میں کیا کام کیا جائیگا۔ لیکن ان میں ایسا کرنا ناجائز ہے۔ جس سے انکی بنا کو نقصان پہنچے۔ جیسے لوہاروں وغیرہ کا کام۔ (قد)

امام صاحبؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک طاعات میں اجرت طلب کرنی جیسے حج کرانے اور قرآن پڑہانے اور امامت اور آذان میں اُجرت لینی ناجائز ہے۔ لیکن امام مالکؒ نے امامت کے سوا اور میں اُجرت لینی جائز رکھی ہے۔

اگر کسی نے جانور سواری کے لئے کرایہ پر لیا۔ اور اسکی لگام اسطرح کھینچی کہ جسطرح سواروں کی عادت ہے اور اس سے وہ جانور مر گیا۔ تو سوائے امام صاحب کے باقی سب اماموں کے نزدیک مستاجر پر ضمان نہیں (رحمۃ)

اجتبار برگزیدہ کرنا (ص۔و) اسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ بندے کو ایسے فیض سے مخصوص کرے جس سے بے سعی نعمتیں حاصل ہوں۔ اور یہ بات سوائے پیغمبروں اور شہیدوں اور صدیقوں کے اور کسیکو حاصل نہیں ہوتی۔

اجل موت کا مقررہ وقت جسکی نسبت یہ عقیدہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے روز ازل سے مقرر کر دیا ہے۔ سورہ فاطر کی آخری آیت ہے لَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا ۔۔۔ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۔ اگر خدا لوگوں کو انکی بداعمالیوں کی پاداش میں پکڑتا تو روئے زمین پر کسی جاندار کو باقی نہ چھوڑتا۔ مگر وہ وقت مقرر (قیامت) تک لوگوں کو مہلت دیتا ہے۔ پھر جب ان کا وقت آپہنچے گا تو اللہ اپنے بندوں کے حال کو دیکھ رہا ہے خدا تعالیٰ نے ہر ایک شخص کے لئے اجل (موت کا وقت) مقرر کر دیا ہے جس سے ایک گھڑی بھی آگے پیچھے ہونا محال ہے۔ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۔ جب اجل آجائے تو ایک گھڑی بھی آگے پیچھے ہونی محال ہے۔

اجماع کسی امر پر متفق ہونا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مجتہدین کا ایک زمانہ میں ایسے امر پر متفق ہونا جو قرآن وحدیث سے قطعی طور پر ثابت نہ ہو۔ جس امر پر انکا اتفاق ہو اگر وہ قول ہے تو اجماع قولی۔ اگر فعل ہے تو فعلی کہلائیگا اور اگر زبان یا فعل سے انہوں نے کچھ نہیں کیا۔ بلکہ صرف کسی خاص امر پر سب کا اعتقاد ہے تو اسے اجتہاد اعتقادی کہتے ہیں۔

جس چیز پر اجماع ہوا ہے۔ اگر وہ بولنے سے تعلق رکھتی ہے تو تمام مجتہدین یا بعض کا یہ کہنا شرط ہے کہ ہمنے اس امر پر اجماع کیا ہے۔ اور اگر فعل سے تعلق رکھتی ہے تو سب کا یا بعض کا اس کام کو کرنا ضروری ہے مگر جو خاموش رہے یا جنہوں نے وہ کام نہیں کیا یہ ضروری ہے کہ وہ دوسروں کی تردید نہ کریں۔ جس اجماع میں بعض خاموش رہے ہوں اسے اجماع سکوتی کہتے ہیں جو حنفیوں کے نزدیک مقبول ہے۔ امام شافعی کے نزدیک غیر مقبول ہے۔

اجماع ایسے لوگوں کا معتبر ہے جو مجتہد اور پرہیزگار اور خواہشات نفسانیہ سے بالکل محترز ہوں اور ان میں فسق و فجور کی بُو تک نہ ہو۔ بعض نے اجماع کا دائرہ یہاں تک تنگ کیا ہے کہ صرف اہلبیت کے اجماع کو معتبر سمجھا ہے۔ اور بعض اہلبیت اور دیگر صحابہ تک اجماع کو محدود کرتے ہیں۔ بعض نے ذرا

Marfat.com

وسعت دی۔ مدینہ کے علماء کے اجماع کو بھی معتبر قرار دے دیا
مگر صحیح بات یہ ہے کہ ہر ایک زمانہ کے مجتہدین کا اجماع معتبر
ہے بعض کے نزدیک اجماع حجت اسوقت ہوتا ہے جب
اس زمانہ کے تمام مجتہدین مرجائیں۔ مگر حنفیوں کے نزدیک
یہ شرط بھی نہیں ہے۔ بعض کے نزدیک اجماع میں یہ بھی شرط
ہے کہ جس مسئلہ پر اجماع ہو اس میں پہلے اختلاف نہ ہو چکا ہو
مگر صحیح بات یہ ہے کہ اگر وہ مسئلہ پہلے مختلف فیہ ہو چکا ہو
تب بھی اسکی ایک شق پر اجماع ہو سکتا ہے۔ اجماع میں
سب کا متفق ہونا شرط ہے۔ اگر ایک کی رائے بھی مختلف
ہو تو اسکی رائے کا اجماع پر وہی اثر پڑیگا جو ایک سے زیادہ
کی اختلاف رائے کا اثر پڑتا ہے۔ یعنی وہ اجماع نہ ہوگا۔

اجماع شرعی امور میں یقین کا مفید ہوتا ہے۔ اگر صحابہ کے
اجماع کو بہت سے آدمی ہر زمانہ میں نقل کرتے چلے آئیں
تو وہ حدیث متواتر کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جیسے حدیث
متواتر سے قطعی طور پر حکم ثابت ہوتا ہے ویسے یہ اجماع بھی
قطعی ہوگا۔ اور اگر ایک ایک یا دو دو نے نقل کیا ہے
تو وہ خبر واحد کی طرح ہوگا۔

اجماع کے کئی ایک مراتب ہیں۔ سب سے قوی وہ اجماع ہے
جس میں سب نے اپنے متفق الرائے ہونے کی تصحیح کی ہو۔
پھر وہ اجماع جس میں بعض نے تصریح کی ہو اور بعض خاموش
رہے ہوں۔ پھر وہ صحابہ کے زمانہ کے بعد ہر زمانہ کے
مجتہدین کا اجماع ایسے مسئلہ پر جس میں پہلے اختلاف
نہ ہو چکا ہو۔ پھر ایسے امر پر اجماع جس میں پہلے اختلاف
ہو چکا ہو۔

اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے لوگ خواہ
کسی زمانہ کے ہوں ایک مسئلہ میں مختلف ہوں تو انکا
یہ اختلاف اس بات پر اجماع ہوگا کہ انکی رائوں کے سوا
ہر ایک صورت باطل ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ صحابہ کرام
کا خاصہ ہے۔ مگر حق اسکے خلاف ہے۔ (نو)

اجنبی غریب الوطن۔ غیر ملکی۔ غیر عربی۔ وہ شخص جو عرب
کا باشندہ نہ ہو۔

اجیر فقہ کی اصطلاح میں وہ شخص جسکو کسی اجرت پر کام
کرنے کیلئے مقرر کیا جائے۔ دیکھو (اجارہ)

احتکار گراں بیچنے کی نیت سے غلہ جمع کرنا یعنی
اس غرض سے غلہ جمع کرنا کہ جب گرانی
ہو جائے گی تو فروخت کرکے فائدہ اُٹھائینگے۔ شرع شریف
نے اس سے سخت ممانعت کی ہے۔ حضرت عمرؓ سے روایت
ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ
وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ یعنی جو شخص غلہ لاکر بنرخ حال شہر میں بیچتا
ہے اسکی روزی میں برکت دیجاتی ہے۔ اور جو شخص گرانی کے
انتظار میں غلے کو روکے رکھتا ہے وہ رضائے حق سے
دور ڈالا جاتا ہے (ابن)

احتلام خواب میں منی کا خارج ہونا۔ اسکے بعد غسل واجب
ہوتا ہے۔ مردوں اور عورتوں کے لئے یہ حکم برابر
ہے۔ سوتے سے اُٹھتے وقت اگر کپڑے پر منی پائی جائے اور
خواب میں اسکا نکلنا یاد ہو تو غسل واجب ہے۔ اگر منی کا
لذت کے ساتھ نکلنا یاد ہو مگر کپڑے پر اسکا اثر نہ پایا جائے۔
تو غسل واجب ہے۔ مگر شمس الائمہ حلوائی کے نزدیک
غسل واجب نہیں (مثر)

احتلام سے غسل تب واجب ہوتا ہے جب منی اپنی
جگہ سے شہوت کے ساتھ نکلے۔ اگر احتلام ہوتے وقت
منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ نکلی اور آدمی نے اپنی آلت
کا سر پکڑ لیا اور اسے باہر نکلنے نہ دیا۔ حتیٰ کہ جب اسکی شہوت
کی آگ بجھ گئی تو منی نکلی۔ اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ اور
امام محمدؒ کے نزدیک غسل واجب ہو جاتا ہے۔ امام ابو یوسفؒ
کے نزدیک واجب نہیں۔ اگر آدمی کو احتلام ہو۔ اور منی بھی اپنی
جگہ سے جدا ہو جائے مگر باہر نہ نکلے تو غسل واجب نہیں (قا)

مرد اور عورت دونوں ایک بستر پر سوئے ہیں صبح اُٹھے
وقت منی بستر پر پائی گئی۔ مرد عورت کی منی بدلائے اور
عورت سے مرد کی۔ اس صورت میں احتیاطاً دونوں پر غسل

Marfat.com

واجب ہے۔

اگر آدمی کو جاگتے وقت احتلام یاد ہو۔ اور منی کا کوئی اثر نہ پائے اور تھوڑی دیر کے بعد مذی نکلے تو اس پر غسل واجب نہیں۔

آدمی کو رات کے وقت احتلام ہو۔ اور صبح اٹھتے وقت منی کا کوئی نشان نہ پائے اور وضو کر کے صبح کی نماز پڑھے۔ پھر منی نکل پڑے۔ اس صورت میں اس پر غسل واجب ہوگا۔ مگر نماز کو نہ لوٹائے۔ اسیطرح اگر کسیکو نماز میں احتلام ہو۔ اور نماز تمام کرنے تک انزال نہ ہو۔ بلکہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہو تو نماز ادا ہو جائے گی۔ (عا)

حدیث میں آیا ہے کہ اگر آدمی سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھے تو اسے احتلام نہیں ہوتا۔ دیکھو (آیۃ الکرسی)

یہ بھی مجربات سے ہے کہ اگر عمرؓ کا نام صرف انگلی سے اپنے سینہ پر لکھدے تو احتلام نہیں ہوتا۔ کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ شیطان حضرت عمرؓ کے سایہ سے بھاگتا ہے۔ پھر دفعیہ شیطانی حرکات کے لئے (جنمیں سے احتلام بھی ہے) آپکا نام سینہ پر لکھ لینا ایک مجرب نسخہ ہے۔

اَحَد بفتحتین۔ خدا کے ننانوے ناموں سے ایک نام ہے قرآن مجید میں کئی جگہ یہ کلمہ آیا ہے۔ مثلاً قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (اے پیغمبر یہ لوگ جو تم سے خدا کا حال پوچھتے ہیں تو تم ان سے کہدو کہ وہ اللہ ایک ہے) یہ لفظ خدا تعالے کے ساتھ خاص ہے۔

اُحُد ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ سے شمال کیطرف دو ڈھائی کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ۳ھ میں اسپر مسلمانوں کی کفار مکہ کے ساتھ لڑائی ہوئی تھی جو اسلامی تاریخ میں غزوہ احد یا جنگ اُحد کے نام سے مشہور ہے۔ اس لڑائی کا باعث جنگ بدر کی لڑائی ہی تھی جس میں مکے کے مشرکوں کو مسلمانوں نے ناک چنے چبوائے تھے۔ اور مکے کے مشرکوں کو سخت زک دی تھی۔ اور جس میں مشرکوں کا سرگروہ ابوجہل مارا گیا تھا۔ اُحد کی لڑائی کی تیاری اسطرح شروع ہوئی کہ جنگ بدر میں ابوجہل کے مارے جانے کے بعد جب ابوسفیان مکے کا سردار مقرر ہوا تو اس نے بڑے زور و شور سے مسلمانوں سے انتقام لینے کی تیاریاں شروع کیں۔ اس نے شہر میں آتے ہی منادی کرادی کہ جو لوگ اس لڑائی میں کام آئے ہیں۔ ان پر نہ کوئی روئے نہ نوحہ خوانی کرے کیونکہ آنسوؤں کے بہ جانے سے ہمارا جوش انتقام ٹھنڈا پڑ جائیگا۔ اس نے خود بھی قسم کھائی کہ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لے لوں ساری زیب و زینت اور عیش و عشرت مجھ پر حرام ہے۔ اسکے علاوہ مسلمانوں کے خلاف اسکے غیظ و غضب کے تازہ رہنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی کہ عتبہ بن ربیعہ جو جنگ بدر میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا اسکی بیٹی ہندہ ابوسفیان کی بیوی تھی جس روز سے اسکا باپ اور چچا اور بھائی قتل ہوئے وہ برابر روتی پیٹتی اور ابوسفیان کو حد سے زیادہ ندامت و غیرت دلاتی رہتی تھی۔ جنگ بدر سے پہلے جو تجارتی قافلہ ابوسفیان کی نگرانی میں شام سے آیا تھا اسکا مال ابھی حصہ داروں میں تقسیم نہیں ہوا تھا۔ اسکے متعلق ابوسفیان نے یہ تجویز کی کہ راس المال مالکوں کو واپس کیا جائے اور منافع اس جنگ کی ضرورتوں پر خرچ کیا جائے جو ہم عنقریب مسلمانوں سے کرنیوالے ہیں۔ ابوسفیان کی تجویز کے مطابق عملدرآمد کیا گیا قریش نے اس مہم میں دوسرے قبائل عرب سے بھی مدد لینے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ چند زبان آور اور خوش تقریر لوگوں کو عرب کے مختلف قبیلوں میں اس غرض سے بھیجا کہ وہ انہیں سمجھا بجھا کر اپنی مدد پر ابھاریں۔ ان لوگوں میں ابوعزی نام مشہور شاعر بھی تھا جو بدر کی لڑائی میں گرفتار ہو کر اس شرط پر رہا ہوا تھا کہ وہ پھر کبھی اپنے پرتاثیر اشعار سنا کر عربوں کو مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ نہ کریگا۔ مگر اس نے قریش کے اصرار سے اس عہد کو توڑ دیا۔

اس موقعہ پر عورتوں کی ایک ہودہ نشین جماعت بھی میدان جنگ میں ساتھ جانے پر تیار ہوئی۔ ہرچند کہ

Marfat.com

ابو سفیان اس رائے کے خلاف تھا مگر اسکی بیوی نے جو اس جماعت کی سرگروہ تھی ایک نہ مانی۔ اسکا ارادہ تھا کہ عین جنگ کے موقعہ پر اپنی فوج کو غیرت دلا دلا کر مرنے مارنے پر آمادہ کرے۔ اور اپنے باپ۔ چچا اور بھائی کے قاتلوں کو وہ اپنے سامنے قتل ہوتے دیکھے۔ مشرکین مکہ نے اپنے اہل لشکر کی مذہبی غیرت کو جوش میں لانیکے لئے قریش کے سب سے بڑے بُت ہُبل کو بھی اونٹ پر رکھ لیا۔ غرض ان لوگوں نے اپنے ساتھیوں کو مسلمانوں کے خلاف جوش دلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اور ایک بھاری فوج اس جنگ کے لئے تیار ہو گئی جس میں تین ہزار بہادر جوان تھے اور انکے پاس سات زرہیں۔ دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے۔ علاوہ اسکے پندرہ ہودے تھے جن میں عورتوں کی ایک جماعت سوار تھی۔ یہ جرار فوج مکے سے روانہ ہو کر پہلے ذوالحلیفہ میں پہونچی۔ جو مدینہ منورہ سے پانچ چھ کوس کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ وہاں تین روز قیام کرکے روانہ ہوئی۔ اور مسلمانوں کے باغوں اور کھیتوں کو اُجاڑتی ہوئی کوہ احد کے پاس پہنچی۔

ادھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب قاصد کی زبانی اس فوج کی کثرت اور سامان جنگ اور اسکے جوش وخروش کا حال معلوم ہوا تو آپنے بارگاہ خداوندی میں یوں دعا کی۔ الٰہی میں تجھپر بھروسہ رکھتا ہوں۔ اور تیری مدد سے حملہ کرتا ہوں۔ اسکے بعد آپنے صحابہ سے مشورہ پوچھا۔ بعض خیرخواہوں نے رائے دی کہ کفار کا لشکر زیادہ ہے۔ اسلئے بہتر یہ ہے کہ ہم شہر کے اندر قلعہ بند ہو کر لڑیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو مناسب خیال فرمایا۔ اور کسی وجہ سے عبداللہ بن اُبی منافق نے بھی اس رائے کو پسند کیا۔ مگر حضرت حمزہ رضؓ نے عرض کیا قلعبند ہونا ہماری کمزوری کی نشانی سمجھا جائیگا جس سے کافر دلیر ہو جائینگے۔ جنگ بدر کے موقعہ پر جب خدا نے ہماری تھوڑی سی جمعیت کو کافروں کے ٹڈی دل پر فتح بخشی تھی تو اب بھی وہی ہمارا ناصر ہے۔ حضرت حمزہ رضؓ کے علاوہ بعض ان مہاجرین اور انصار نے بھی میدان ہی میں لڑنے کی رائے دی جو کسی عذر سے جنگ میں شریک نہ ہو سکے تھے۔

۱۰ شوال کو نماز جمعہ سے فارغ ہو کر آپ نے ایکہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینے سے کوچ فرمایا۔ یہودیوں کا معاہدہ ان میں دلی ہمدردی نہ ہونے کے سبب سے پہلے ہی بودا ہو چکا تھا۔ مگر اس موقعہ پر صاف بدعہدی کی اور آپ کی مدد کو نہ نکلے۔ عبداللہ بن اُبی عہدنامہ کے موافق اپنے تین سو رفیقوں کو لیکر آپ کے ساتھ ہوا۔ مگر یہ منافق بھی آخر اپنی خباثت پر آئے بغیر نہ رہا۔ اور آپ کو عین موقعہ پر دھوکہ دے کر اپنے سارے رفیقوں سمیت فوج اسلام سے جدا ہو گیا جسکے بعد آپ کے زیر رکاب صرف سات سو مسلمان رہ گئے آخر اس تھوڑی سی فوج نے تین ہزار دشمنوں کے مقابلے میں شام کے وقت کوہ اُحد کی وادی میں ڈیرے ڈالدیئے صبح کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فوج کی اس طرف صف بندی کی کہ کوہ اُحد پشت پر رہا۔ اور کوہ عینین بائیں طرف کوہ عینین میں ایک درہ تھا جس سے احتمال ہوتا تھا کہ کہیں دشمن کا کوئی دستہ اس درہ سے ہو کر پشت کی طرف سے حملہ نہ کرے۔ اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن جبیر رضؓ کو پچاس تیراندازوں کے ساتھ اس درہ کی حفاظت پر مقرر فرمایا۔ اور حکم دیا کہ فوج اسلام کو خواہ فتح ہو یا شکست تم اس جگہ سے نہ سرکنا۔

کفار کیطرف سے پہلے ابو عامر راہب اپنے لوگوں کو ساتھ لیکر میدان میں نکلا۔ اسکو بڑی توقع تھی کہ جب میں میدان میں نکلونگا تو میرے قبیلے کے آدمی جو مسلمانوں سے جدا ہو کر مجھ سے آملیں گے۔ چنانچہ اس نے اپنا نام لیکر بہت کچھ پکارنا شروع کیا۔ مگر غیرتمند مسلمانوں نے اسکا جواب تیروں سے دینا شروع کیا۔ آخر یہ اپنی جماعت سمیت بھاگ نکلا۔ حضرت زبیر بن عوام نے خالد بن ولید کے گروہ

Marfat.com

ٹوٹ کر اپنے تلوار کے آگے رکھ لیا۔ ادہر ابوسفیان نے بھی زور و شور سے تیر برسانے شروع کئے۔ گھمسان کی لڑائی ہونے لگی اس اثنا میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار بلند کر کے فرمایا۔ کون ہے جو مجھ سے یہ تلوار لے اور اسکا حق ادا کرے۔ کئی بہادروں نے لبیک کہکر اس شرف کو حاصل کرنا چاہا۔ مگر آپ نے ابودجانہ انصاری کو وہ تلوار عطا فرمائی۔ انہوں نے تلوار کا حق خوب ادا کیا۔ اس وقت مسلمانوں نے ایک ایسا یکبارگی حملہ کیا کہ کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور ان میں بھاگڑ پڑ گئی۔ اور مسلمانوں نے بے فکری سے انکا مال لوٹنا شروع کر دیا۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جن پچاس آدمیوں کو درے کی حفاظت پر متعین فرمایا تھا وہ بھی مال لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ کافر درہ کو خالی پا کر جھٹ گھس آئے۔ اور پیچھے کی طرف سے فوج اسلام پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمانوں کو اس جلدی میں سنبھلنے کا موقعہ نہ ملا۔ اس گھما گھمی میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ اس ناگہانی حملہ سے مسلمانوں کی فوج کا تھوڑا سا حصہ میدان جنگ میں جما رہا اور باقی لوگ تتر بتر ہو گئے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے نہیں ہلے۔ مہاجرین و انصار میں سے چودہ جان نثار خاص آپ کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں لڑاتے رہے۔ ایک کافر نے آپکے پتھر مارا جس سے آپکے نیچے کے چار دندان مبارک شہید ہو گئے اور خود کے حلقے چہرے مبارک میں گھس گئے۔ یہ حال دیکھ کر کافروں نے مشہور کر دیا کہ آپ شہید ہو گئے۔ یہ خبر سنتے ہی مجاہدین شیروں کی طرح کافروں پر ٹوٹ پڑے اور بہتوں کو فی النار کیا۔

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو کر گرے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کو اٹھا لیا۔ حضرت ابو عبیدہ ابن جراح نے آپ کی پیشانی مبارک سے خود کے حلقے اپنے دانتوں سے پکڑ کر کھینچ لئے۔ کچھ صحابہ آپ کی شہادت کی خبر سے دل شکستہ ہو کر ادہر ادہر پھیل گئے تھے وہ بھی پھر جمع ہو گئے۔ اور کافروں کا اس بے جگری سے مقابلہ کیا کہ انہیں بھاگ جانے کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا۔

احداد عورت کا خاوند کے مرنے پر سوگ کرنا اور زینت کا ترک کرنا (مج)

خاوند پر سوگ کرنے کے بارے میں حدیث شریف میں یوں ارشاد ہوا ہے:۔

ام عطیہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت تین روز سے زیادہ میت پر سوگ نہ کرے۔ ہاں خاوند کے مر جانے پر چار مہینے دس دن تک سوگ کرنا چاہیئے۔ کہ رنگین کپڑا نہ پہنے لیکن اگر ایسا کپڑا ہو کہ بنے جانے سے پہلے اسکا تانا بانا رنگین ہو تو اسکے پہننے کا مضائقہ نہیں اور نہ سرمہ لگائے۔ نہ خوشبو کو چھوئے۔ مگر حیض سے پاک ہو جائے تو تھوڑا سا قسط یا اظفار استعمال میں لانا درست ہے۔ (صح)

احدیت خدا کی صفت ہے۔ اسکے معنے ہیں صفات بشریہ سے نکلکر خدا کے انوار میں محو ہو جانا۔ دنیا و مافیہا سے یکسوئی حاصل کر کے ہر وقت اسی کا مشاہدہ کرتے رہنا۔ ہر ایک چیز میں اسی کا جلوہ دکھائی دینا۔ زیادہ تشریح کے لئے دیکھو (کتاب مصطلحات عبدالرزاق) اصطلاح میں ذات احدیت کا اطلاق فقط خدا تعالیٰ کی ذات پر ہوتا ہے۔

احراق جلا دینا۔ (۱) حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس چند زندیق لائے گئے جن کو آپ نے جلا دیا۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کو اسکی خبر ہوئی تو کہا اگر میں ہوتا تو ہرگز انہیں نہ جلاتا۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ جس چیز سے خدا تعالیٰ عذاب دیتا ہے اس سے تم عذاب نہ دیا کرو۔ (مش)

(۲)۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

ایک دفعہ ایک فوجی مہم ہمیں بھیجی۔ اور ایک انصاری کو اسکا سردار بناکر کہاکہ اسکی اطاعت تم پر لازم ہے۔ آگے جاکر کسی وجہ سے ان کا امیر ناراض ہوگیا۔ اور کہا ایندھن اکٹھا کرو۔ جب ایندھن اکٹھا ہوگیا۔ تو اس نے کہا اس آگ میں کود پڑو۔ کچھ آدمی تو اسکے حکم کو واجب التعمیل سمجھکر آگ میں کودنے پر آمادہ ہوگئے۔ مگر دوسروں نے کہاکہ ہم آگ سے بچنے کے لئے مسلمان ہوئے ہیں پھر آگ ہی میں پڑنے کے کیا معنے۔ غرض اس گفت وشنید میں آگ بجھ گئی اور انکے امیر کا غصہ بھی فرو ہوگیا۔ آنحضرت کو جب اس بات کی خبر پہنچی تو فرمایا کہ اگر آگ میں کود پڑتے تو قیامت تک اس سے باہر نہ آتے۔ امیر کی فرمانبرداری معصیت میں ناجائز ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جاندار چیز کو جلانا شرعًا ناجائز ہے۔ (مد)

احرام جب حاجی حج کی نیت سے روانہ ہوتا ہے تو ایک خاص مقام پر پہنچکر جسکو میقات کہتے ہیں یا اس تک پہنچنے سے پہلے اسکو لازم ہے کہ وضو کرے یا غسل کرے۔ اور صرف دو کپڑے یعنی تہ بند اور چادر پہن لے جو بلا مخیط یعنی اَن دوزنے یا دھلے ہوئے صاف ستھرے ہوں۔ اگر خوشبو موجود ہو وہ بھی لگائے اور دو رکعت نماز پڑھکر کہے اَللّٰھُمَّ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْ مِنِّیْ یعنے الٰہی میں حج کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اسکی توفیق دے اور اسے مجھ سے قبول کر۔ اسکا نام احرام ہے۔ جسکے معنے ہیں حرام کردینا۔ وجہ یہ کہ احرام کے بعد یہ باتیں حرام ہوجاتی ہیں۔ (۱) جماع (۲) عورتوں کے ساتھ شہوت کی باتیں کرنا (۳) فسق وفجور (۴) دنگا فساد (۵) خشکی کا شکار (۶) شکار کا پتہ دینا (۷) شکار کیطرف اشارہ کرنا۔ (۸) سلاہوا کپڑا پہننا (۹) کرتہ۔ پاجامہ۔ دستار۔ ٹوپی۔ جبہ اور موزے پہننا۔ (۱۰) سر ڈھکنا۔ مگر عورت کو سر ڈھکنا جائز ہے (۱۱) منہ ڈھکنا (۱۲) خوشبو لگانا۔ (۱۳) سر یا بدن کے بال مونڈنا (۱۴) داڑھی کے بال کٹوانا۔ (۱۵) خوشبو دار رنگ میں رنگا ہوا کپڑا پہننا۔ اگر دھلا ہوا ہو تو جائز ہے۔ اس سے زیادہ تفصیل کے لئے دیکھو (حج)

احزاب بمعنے جماعت۔ حزب کی جمع ہے۔ احزاب قرآن شریف کی ایک سورۃ کا نام بھی ہے یہ سورۃ ۵ھ ہجری میں اسوقت نازل ہوئی جبکہ یہودیوں اور مکہ کے مشرکوں نے ایک متحدہ جمعیت بناکر مدینہ کا محاصرہ کرلیا تھا۔ اور مدینہ کے ایک یہودی قبیلہ بنو قریظہ نے بھی جسکا پہلے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ تھا۔ اپنے معاہدہ کے خلاف بغاوت کا ارادہ کیا تھا۔ اسوقت مسلمانوں کی حالت بہت نازک تھی۔ مگر فضل باری شامل حال ہوا۔ حملہ آور چند روز کی فضول کوششوں کے بعد سخت نقصان اٹھاکر مایوسی کے ساتھ منتشر ہوگئے۔ اور مدینہ کے باغی قبیلہ نے اپنی بدعہدی کی سزا پائی۔ اس موقعہ پر مدافعت کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شہر کے اردگرد خندق کھودنے کا حکم دیا۔ اس واقعہ کو غزوہ خندق کہتے ہیں جو شوال کے مہینے میں احد کی لڑائی کے ایک برس بعد ہجرت کے پانچویں سال میں واقع تھا۔ یہ سورت اسطرح شروع ہوتی ہے۔ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ کہ اے پیغمبر خدا سے ڈرتے رہو۔ اور کافروں اور منافقوں (سے ڈر کر ان) کے کہنے میں آجانا

احسان نیکی کرنا۔ نیک سلوک کرنا۔ قرآن مجید اور حدیث شریف میں احسان کی جسقدر زور سے تاکید آئی ہے۔ شاید کسی دوسری اخلاقی فضیلت کے متعلق آئی ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (س۔ رحمٰن۔ ع۳) بھلا نیکی کے سوا نیکی کا بدلہ کچھ اور بھی ہوسکتا ہے۔

وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (س۔ بقرہ۔ ع۲۴) اور احسان کرو۔ بے شک اللہ احسان کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (س۔ بقرہ۔ ع۳) (مسلمانو!) اللہ انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور (لوگوں کے ساتھ)

Marfat.com

احسان کرنیکا۔

احصار (ص۔ ش) میں اسکے معنے ہیں" حج سے روکا جانا۔ اگر عازم حج احرام باندھنے کے بعد حج سے روکا جائے۔ یا ایسا بیمار ہو جائے کہ حج پر نہ جا سکے تو اسکو احرام کا توڑ دینا جائز ہے۔ پھر اگر افراد کا احرام تھا تو ایک قربانی۔ اور اگر قران کا احرام تھا تو دو قربانیاں بھیجے۔ جن کو حرم میں اسکی طرف سے ذبح کیا جائیگا۔ احصار کی صورت میں حج کا احرام توڑنے پر حج کی قضا واجب ہے اور عمرہ کا احرام توڑنے پر عمرہ کی قضا واجب ہے (قد)

احصار کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں آیا ہے۔
فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ الآیۃ۔
(س۔ بقرہ۔ ع۲۴) پھر اگر تم روکے جاؤ تو جو میسر ہو قربانی بھیجو۔ اور جب تک قربانی اپنے مقام پر پہنچ جائے اپنے سر نہ منڈاؤ۔ اگر تم میں کوئی بیمار ہو۔ یا اسکے سر میں کچھ تکلیف ہو۔ تو (بال اتارنے کا) فدیہ روزہ یا خیرات یا قربانی دینا چاہیئے۔ الخ۔

احصان (۱) عورت کا اپنی شرمگاہ کو زنا سے بچانا اور شوہر دار ہونا یا قید نکاح میں ہونا۔ پہلا معنے قرآن مجید کی اس آیت میں مراد ہے۔ وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا الآیۃ۔ اور وہ عورت (یعنے مریم) جس نے اپنی شرمگاہ کو فحش سے محفوظ رکھا۔

دوسرا معنے اس آیت میں مراد ہے وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ الآیۃ۔ یعنی اور (تم پر حرام ہیں) وہ عورتیں جو (دوسروں کی) قید (نکاح) میں ہوں۔

احضار قاضی کے سامنے کسی کو حاضر کرنا۔

احقاف (۱) یمن کے ایک خطے کا نام ہے جس میں حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد آباد تھی قرآن مجید میں احقاف کا ذکر ان کلمات میں آیا ہے۔
وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ إِذْ أَنذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ۔
(س۔ احقاف۔ ع۳) اور (اے پیغمبر ان لوگوں کو قوم عاد کے بھائی ہود (پیغمبر) کی یاد دلاؤ جب انہوں نے اپنی قوم کو (سرزمین) احقاف میں (عذاب خدا سے) ڈرایا۔

(۲) قرآن مجید کی ایک سورت کا نام ہے (ف) جو اس طرح شروع ہوتی ہے۔ حٰمٓ تَنزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ حٰمٓ۔ (یہ) فرمان تحریری پیشگاہ خداوندی سے صادر ہوتا ہے۔ جو غالب (اور) حکمت والا ہے۔

احمد جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کا دوسرا نام ہے۔ جسکے معنے ہیں برگزیدہ ستودہ صفات اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبیوں کی آسمانی کتابوں میں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت درج ہے۔ ان میں آپکا یہی نام آیا ہے۔ فرق صرف زبان کا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان عربی تھی اور آپکا نام بھی عربی زبان میں ہونا چاہئے۔ اور وہ کتابیں غیر عربی زبانوں کی تھیں اسلئے ان میں احمد کی بجائے اسکا ہم معنے لفظ "فارقلیط" استعمال ہوا ہے۔ جو معنے کے لحاظ سے احمد کے لفظ ہی کا ہم رتبہ اور ہم وزن ہے۔ قرآن مجید میں اس بشارت کا ذکر اسطرح آیا ہے وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ تا اسْمُهُ أَحْمَدُ (س۔ صف۔ ع۱) اور اے پیغمبر (لوگوں کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب مریم کے بیٹے عیسےٰ نے (بنی اسرائیل سے) کہا۔ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں (یہ کتاب) توراۃ جو مجھ سے پہلے نازل (ہو چکی) ہے (میں) اسکی تصدیق کرتا ہوں۔ اور (ایک اور) پیغمبر کی خوشخبری سناتا ہوں جو میرے بعد آئینگے اور انکا نام ہوگا احمد۔

احمد قسطلانی زبردست محدث تھے صحیح بخاری کی شرح ارشاد الساری آپ ہی کی

Marfat.com

تصنیف ہے۔ ۳۰۳ھ میں وفات پائی۔ (کن)

احمد بن محمد طوسی مشائخ صوفیہ سے تھے۔ فرماتے تھے جس شخص نے اپنے دل کے خطرات میں خدا کا خیال رکھا خدا اُسے گناہوں سے محفوظ رکھے گا۔ ۲۹۸ھ یا ۲۹۹ میں بغداد میں وفات پائی (کن)

احمد بن حنبل ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔ آپ پیشوا محدثین شمار ہوتے ہیں۔ باختلاف روایات یا تو آپ بغداد میں پیدا ہوئے۔ یا بعمر رضاع اپنی والدہ کے ہمراہ بغداد میں آئے۔ آپ کی تالیفات سے مسند آپ کی عظمت و شان کی کافی دلیل ہے۔ آپ امام شافعی کے خاص دوستوں میں سے اور شاگرد رشید ہیں۔ جب تک امام شافعی مصر میں نہیں آئے آپ انکے پاس سے علیحدہ نہیں ہٹے۔ اس عجیب سوال پر کہ قرآن مخلوق ہے یا نہیں آپ پر جبر کیا گیا کہ اسکے مخلوق ہونے پر فتویٰ دیں مگر آپ نے ایسا نہیں کیا جس پر آپ قید کئے گئے اور پیٹے گئے مگر آپ نے صبر کیا اور ایسا فتویٰ دینا قبول نہیں کیا۔ ۲۴۱ھ میں بماہ ربیع الاول بمقام بغداد رحلت فرمائی۔ باب حرب کے قبرستان میں دفن ہیں۔ خطیب بغدادی نے آپ کے حالات پر ایک کتاب لکھی ہے۔

احمد بن الجلاء آپ بغدادی الاصل تھے۔ رملہ اور دمشق میں مقیم رہے۔ شام کے اُلوالعزم مشائخ میں سے تھے۔ (کن)

اُخنُوخ حضرت ادریس علیہ السلام کا دوسرا نام ہے۔ دیکھو (ادریس)۔

احکام موسوی احکام موسوی کے متعلق قرآن اور توریت میں حسب ذیل آیات آئی ہیں:۔

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ "تا" سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ (س۔ اعراف۔ ع) اور ہمنے موسیٰ کے لئے تختیوں پر ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھدی پس انکو مضبوط ہو کر لو۔ اور اپنی قوم کو حکم کرو کہ ان میں سے اچھی باتوں پر عمل کیا کریں۔ میں ابھی تمکو بدکاروں کے گھر دکھاتا ہوں۔

توریت موجودہ کے سفر خروج کے ۳۲ باب ۱۵ ورس میں ان لوحوں کی بابت لکھا ہے۔

"موسےٰ پھر کر پہاڑ پر سے اُتر گیا اور شہادت کے دونوں تختے (لوحیں جنکو الواح کہتے ہیں) اُسکے ہاتھ میں تھے۔ وہ تختے لکھے ہوئے تھے۔ دونوں طرف اِدھر اور اُدھر لکھے ہوئے تھے۔ اور وہ تختے خدا کے کام سے تھے۔ اور جو لکھا ہوا سو خدا کا لکھا ہوا اور اُنپر کندہ کیا ہوا تھا۔"

پھر اسی باب میں آگے چلکر یہ لکھا ہے کہ جب موسیٰ نے بنی اسرائیل کو بچھڑے کی پرستش کرتے دیکھا اور اُن کے شور و غل کی آواز سُنی تو اُن لوحوں کو پھینکدیا اور پہاڑ کے نیچے آکر توڑ ڈالا۔ پھر چونتیسویں[۳۴] باب کے اول میں ہی یہ لکھا ہے "پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ اپنے لئے پہلی لوحوں کے مطابق دو لوحیں پتھر کی تراش اور میں اُن لوحوں پر وہ باتیں جو پہلی لوحوں پر تھیں جنہیں تو نے توڑ ڈالا لکھوں گا صبح کو طیار ہو جا اور سویرے کوہ سینا پر چڑھ اور میرے آگے وہاں پہاڑ کی چوٹی پر حاضر ہو" الخ۔

علماء اہل کتاب کوہ طور پر چلہ بھر روزہ رکھنے کے بعد موسےٰ کو صرف یہ دو پتھر کے تختے عطا ہونے کے قائل ہیں کہ جن پر دس[۱۰] احکام لکھے ہوئے تھے۔

بت پرستی کی ممانعت والدین کی تعظیم یوم سبت کی عزت وغیرہ اور اسکے بھی کہ اُن لوحوں کو موسےٰ نے ایک چوبی صندوق میں رکھوا دیا تھا۔ (خروج باب ۴۰) مگر مفسرین اسلام ان الواح سے مراد توریت لیتے ہیں اور چالیس روز کے چلہ اور روزہ کو جو کوہ سینا یا طور پر واقع ہوا۔ نزول توریت کا باعث سمجھتے ہیں کس لئے کہ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ان دو لوحوں کے دس حکموں پر

Marfat.com

صادق نہیں آتا۔ اسلئے جمیع مسائل ضروریہ کی تفصیل اور ہر قسم کی نصیحت اُن میں نہیں جانوروں کی حلت و حرمت اور شریعت کے مسائل اُن میں کہاں ہیں؟ اور نیز سفر استثنا کے ۲۷ باب کی ۸ آیت میں نسخہ فارسیہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء و ۱۸۳۹ء میں یہ عبارت ہے" وبراں سنگہا تمامی کلمات ایں تورات را بخط روشن بنویس"۔ اور کتاب یوشع کے ۸ باب ۱۵ درس مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل نے بموجب حکم موسیٰ کے ایک مذبح بنایا اور اُسکے پتھروں پر تورات کو لکھدیا اس سے معلوم ہوا کہ اصل تورات اُنہیں الواح میں تھی اور بہت بڑی کتاب نہ تھی جسکو مذبح کے پتھروں پر اس عہد کے مواقف کندہ کرنا ممکن ہوتا۔ گو بعد میں اہل کتاب نے (تمامی کلمات ایں کتاب) کو شریعت کے ساتھ بدل دیا مگر اصل عبارت سے مدعا ثابت ہے۔ (لغ)

احیاء الموات

احیاء کہتے ہیں زمین آباد کرنیکو اور موات اس زمین کو کہتے ہیں جو بستی سے اسقدر دور ہو کہ اگر انتہائے آبادی سے پکارکر آواز دیجائے تو اس زمین میں آواز نہ پہنچے اور اس سے کسی سبب سے کچھ نفع حاصل نہ ہوتا ہو۔ اور کسی کی ملک نہ ہو۔ اور نہ کوئی خاص کسیکا اس سے تعلق ہو۔

باتفاق ائمہ غیر آباد زمین کا آباد کرنا جائز ہے اور اسی طرح موات اسلام کا مسلم کو آباد کرنا جائز ہے مگر ذمی میں اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ذمی کو آباد کرنا جائز نہیں۔ لیکن امام صاحب کہتے ہیں کہ جائز ہے۔

امام صاحب کے نزدیک ایسی زمین آباد کرنے میں امام وقت یعنی بادشاہ کی ضرورت ہے۔ مگر امام مالکؒ کے نزدیک اگر وہ زمین ایسے جنگل میں ہے کہ جس میں پانی نہیں ہے یا لوگ اسکے لئے کوشش نہیں کرتے تو ایسی زمین کے لئے بادشاہ وقت کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ اور اگر زمین آبادی سے قریب ہے یا لوگ اسکے لئے کوشش کرتے ہیں تو اس میں اجازت کی حاجت ہے۔ (رحمت)

احیاء علوم الدین

مواعظ و اخلاق میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی بے نظیر تصنیف ہے۔ اسکے بارہ میں کہا گیا ہے کہ اگر تمام اسلامی کتابیں دنیا سے محو ہو جائیں اور ایک احیاء العلوم باقی رہے تو یہ انکا کام دے سکتی ہے اور اسکے ہوتے انکی حاجت نہ ہوگی۔

یہ کتاب جب پہلے پہل مغربی دنیا میں پہنچی تو بعض اہل مغرب اسکے بعض مضامین پر اعتراض کرنے لگے۔ چنانچہ اسکے رد میں ایک کتاب بنام" الاملاء فی الرد علی الاحیاء" تصنیف ہوئی۔ مگر اسکے مصنف نے خواب میں کچھ ایسی بات دیکھی کہ صبح اُٹھتے ہی اپنے پہلے خیال سے تائب ہوگیا۔ ابوالفرج ابن الجوزی کہتا ہے کہ میں نے احیاء العلوم کی غلطیاں ایک کتاب کی شکل میں جمع کی ہیں جس کا نام اعلام الاحیاء باغلاط الاحیاء رکھا ہے۔ علامہ ابوالمظفر لکھتا ہے کہ امام غزالی رح نے یہ کتاب صوفیانہ رنگ میں لکھی ہے اور اس میں فقہ کی طرز و انداز کو ترک کردیا ہے اسلئے اس میں جو غیر صحیح احادیث بھر دیگئی ہیں علماء نے انکو قبولیت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔

حافظ عبدالرحیم بن حسین نے اسکی احادیث کی تخریج میں دو کتابیں لکھی ہیں جن میں سے ایک بہت بڑی ہے جو ۷۵۱ھ میں تصنیف کی گئی اور دوسری چھوٹی ہے جسکا نام" المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار فی تخریج ما فی الاحیاء۔

احیاء کی بہت سی مختصرات ہیں جنمیں سے سب سے عمدہ شیخ شمس الدین عجلونی کی مختصر ہے۔ امام غزالیؒ نے بمقام طوس ۵۰۵ھ میں وفات پائی۔ دیکھو (غزالی و کیمیائے سعادت)

Marfat.com

اخرس گونگا۔ اسکے لئے دیکھو (گونگا)

اخلاص لغوی معنے صداقت (ع۔ش) کسی کام کو خالصاً للہ کرنا۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جس میں توحید و عقائد اسلامیہ جنپر کہ ایمان کا دارومدار ہے مذکور ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اے نبی کہدو کہ اللہ یگانہ ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ کوئی اس سے پیدا ہوا نہ وہ کسی سے اور نہ کوئی اسکا ہمسر ہے۔ اس سورۃ کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جسکے قبضے میں میری جان ہے۔ یہ سورۃ تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (بخ)

اخلاق خلق کی جمع ہے۔ عادتیں۔ سیرتیں خصائل اس علم کے لئے بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے جس میں انسانی خصائل کے متعلق بحث کی جاتی ہے۔ اور یہ اس علم کی کتابوں کے نام میں بھی یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے مثلاً اخلاق محسنی۔ اخلاق ناصری۔ اخلاق جلالی وغیرہ۔ عربی میں اخلاق کی کتابیں بکثرت ہیں۔ مگر امام غزالیؒ کی احیاء العلوم سب سے زیادہ زبردست اور ضخیم کتاب ہے فارسی میں بھی چند کتابیں مشہور ہیں جن میں سب سے زیادہ جامع اور اچھی ترتیب کی کتاب اخلاق ناصری سمجھی جاتی ہے جو آٹھویں صدی میں علامہ نصیر الدین طوسی نے ابن مسکویہ کی کتاب الطہارت کی مدد سے لکھی ہے اسمیں فلاسفہ یونان کی تحقیقات کے اصول پر بحث کی گئی ہے اور پرانی زبان ہونے کے باعث عبارت کسی قدر غیر مانوس ہے۔ پھر علامہ جلال الدین دوانی نے اسی علم پر ایک کتاب بنام لوامع الاشراق لکھی جو اخلاق جلالی کے نام سے مشہور ہوئی۔ اسکی بناء اخلاق ناصری کے ڈھانچہ پر رکھی گئی ہے۔ مگر اس میں بجائے فلسفیت کے دینی و مذہبی رنگ غالب ہے۔ سنہ ۹۱۰ھ میں ملا حسین واعظ کاشفی نے ایک کتاب بنام اخلاق محسنی لکھی۔ پادری ایچ۔ جی۔ کین صاحب نے اس کا ترجمہ انگریزی میں کیا ہے۔

اخلاق محسنی علم اخلاق میں علامہ حسین بن علی کاشفی مشہور بواعظ ہروی کی تصنیف ہے جسکو علامہ موصوف نے مرزا حسین بن بیقرا کے لئے نہایت سلیس فارسی میں تصنیف کیا۔ تاریخ اسکی یوں لکھی گئی ہے

اخلاق محسنی بتمامی نوشتہ شد
تاریخ ہم نویس ز اخلاق محسنی (کش)

اخلاق ناصری فارسی زبان میں محقق طوسی کی تصنیف ہے جس کو اس نے امیر ناصر الدین اسماعیل نزاری کے لئے قہستان میں تصنیف کیا۔ محقق طوسی سنہ ۶۷۲ھ میں فوت ہوا ہے (کش)

اخوند استاد۔ مولوی۔ معلم۔ یہ لقب بڑے بالیاقت دینی مدرس کو دیا جاتا ہے۔ زمانہ حال میں ایک نہایت قابل تعظیم عالم اخوند صاحب کے لقب سے مشہور گزرے ہیں۔ انکا وطن پنجاب کے شمال میں علاقہ سوات کا ایک گاؤں تھا جو سندھو کے نام سے مشہور ہے۔ اخوند صاحب نے سنہ ۱۸۷۷ء میں انتقال کیا۔ ملا ہدی یا ہاڈا اور ملا مانکی انکے دو نامور مرید تھے جو خوق العادت قابلیتوں کے مظہر تھے۔ اور مسلمانوں کا ایک سواد اعظم ان کے نام کی عزت کرتا ہے۔ مگر افسوس۔ ان دونوں پیر بھائیوں کے مابین جو بعض فروعی مسائل میں اختلاف واقع ہو گیا تھا اس سے فریقین کے مریدوں میں پشتینی عداوت قائم ہو گئی ہے۔ جو وقتاً فوقتاً کشت و خون تک نوبت پہنچا دیتی ہے۔

اخوندزادہ اخوند کا بیٹا۔ یہ لقب کسی نامور مذہبی معلم کی اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ دیکھو لفظ (اخوند)۔

Marfat.com

ادا کسی کا حق دینا۔ نماز کو اسکے وقت میں پڑھنا۔ شرعی فرض کو اسکے وقت میں ادا کرنا۔ اسکے مقابل قضاء کا لفظ بولا جاتا ہے۔

ادب عادات و اطوار میں حسن ترتیب۔ عمدہ تربیت و تعلیم۔ شائستہ چال چلن۔ آداب اسکی جمع ہے حدیث نبوی علی صاحبہا التحیۃ والسلام کی کتابوں میں آداب کا ایک خاص باب ہے۔ جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پاک و اطوار مبارک کا ذکر درج ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ایک ایسا باب موجود ہے۔ اور اس میں آنحضرت کے آداب ملاقات و آمد ورفت و نشست و برخاست و حرکات و سکنات و گفتگو اور آپ کے اکثر دیگر افعال مبارکہ کا ذکر درج ہے۔ آجکل کی اصطلاح میں زباندانی کی کتب پر بھی علم ادب کا اطلاق ہوتا ہے۔ ایسی کتابیں عربی۔ فارسی۔ اردو سب میں علیحدہ علیحدہ موجود ہیں۔

ادریس ایک نبی کا نام ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے نبی تھے۔ انکا اصلی نام اخنوخ ہے۔ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے پردادا تھے حضرت نوح کا نسب نامہ ان تک اسطرح پہنچتا ہے۔

نوح بن لمک بن متوشلح بن اخنوخ۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان پر تیس صحیفے نازل ہوئے یہ فن کتابت کے موجد ہیں۔ نجوم اور حساب بھی انہی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ کپڑے کا سینا بھی سب سے پہلے انہی کو سوجھا۔

قرآن مجید کی سورۃ مریم رکوع ۴ میں انکا ذکر یوں آیا ہے وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ۝ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝ اور قرآن میں ادریس کا مذکور (بھی لوگوں سے بیان) کرو کہ وہ (بھی) بڑے سچے (بندے اور) پیغمبر تھے۔ اور ہمنے انکو (زمین سے) اٹھا کر بڑی اونچی جگہ (بہشت) میں لے جا داخل کیا۔ اور قرآن کریم کی سورۃ انبیاء رکوع ۶ میں بھی انکا ذکر آیا ہے۔

ادعیہ ماثورہ ادعیہ جمع دعا کی۔ ماثورہ وہ امر جو اثر یعنی حدیث میں روایت شدہ ہو۔ ادعیہ ماثورہ سے وہ دعائیں مراد ہیں جو حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا آثار صحابہ رضی اللہ عنہم میں آئی ہیں۔ حدیث شریف کی کتابوں میں ایسی دعائیں ایک خاص باب میں بیان کی جاتی ہیں۔ ماثورہ دعائیں خود ساختہ دعاؤں کی نسبت افضل اور اقرب الی الاجابت سمجھی جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے قائل و داعی کی منصبی عظمت کی بدولت خاص تبرک و تیمن رکھتی ہیں۔

اذان (۱) اطلاع دینا۔ اعلان کرنا (ص۔ ش) چند مقررہ متبرک کلمات کے ذریعہ سے پکار پکار کر مسلمانوں کو نماز کے لئے بلانا۔

(۲) ہجرت کے پہلے سال مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ہر نماز کے وقت مسلمانوں کو کسی ذریعہ سے اطلاع دی جایا کرے۔ تاکہ وہ سب کے سب ایک وقت میں جمع ہوکر جماعت کے ساتھ اکٹھے نماز پڑھ سکیں۔ اس تجویز کے لئے مختلف رائیں پیش ہوئیں۔ بعض نے کہا کہ یہودیوں کی طرح ترم بجانا مقرر کیا جائے۔ کسی نے نصاریٰ کی طرح گھڑیال بجانے کا مشورہ دیا۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان میں سے کوئی تجویز پسند نہ آئی۔ آخر بعض صحابہ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے خواب میں اذان کی موجودہ صورت دکھائی گئی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمائی۔ اور اس کام پر بلال رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا۔ اذان کے الفاظ یہ ہیں۔ (مد)

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (۲) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں

Marfat.com

حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃ حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃ آؤ نماز کیطرف آؤ نماز کیطرف
حَیَّ عَلَی الفَلَاح حَیَّ عَلَی الفَلَاح آؤ فلاح کیطرف آؤ فلاح کیطرف
اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے۔ نہیں کوئی معبود مگر اللہ۔

فجر کی اذان حَیَّ عَلَی الفَلَاح کے بعد یہ کلمات دو مرتبہ بڑھائے جاتے ہیں۔ اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم۔ یعنے نماز نیند سے اچھی ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود کبھی آذان نہیں دی۔ جسکی وجہ علماء نے مختلف طور سے بیان کی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اذان کا موجودہ طریقہ دوسرے لوگوں کو خواب میں نظر آیا تھا۔ اسلئے یہ کام دوسرے ہی لوگوں کے سپرد کیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر آپ اذان دیتے تو جو شخص اذان سنکر حاضر نہ ہوتا وہ اصولاً کافر ہو جاتا۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ نے جو کام کیا اس میں مداومت اختیار کی اور اذان کی مداومت کے لئے آپ کو مہمات رسالت میں فرصت نہ تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ داعی تھے۔ اور اشہد ان الخ کے ذریعہ اپنی ہی شہادت دینا ناموزون تھا۔ وغیرہ۔

(۳) ہر فرض نماز کی جماعت سے پیشتر اذان ضروری ہے اور اذان سنکر نماز کے لئے مسجد میں حاضر ہونا لازم ہے جب اذان سنائی دے تو راہرو کو سننے کے لئے ٹھہر جانا اور لیٹے ہوئے کو بیٹھ جانا مناسب ہے۔ اور جو کچھ مؤذن سے سنے وہی کلمات اسکے جواب میں آہستہ سے کہنے چاہئیں۔ مگر حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃ اور حَیَّ عَلَی الفَلَاح کے جواب میں کہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یعنے نہیں طاقت پھرنے کی اور قوت مگر اللہ کی توفیق سے۔ اور فجر کی اذان میں اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کے جواب میں کہے صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ یعنے تمنے سچ کہا اور نیک کام کیا۔

اذان مختلف ممالک میں مختلف خوش الحانیوں سے دی جاتی ہے۔ اہل عرب کی اذان درد و سوز کی کیفیت پیدا کرتی ہے اور اہل ہند اسکو سننے کے شائق رہتے ہیں بخارا کے لوگ سیدھی سادی بانگ دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک اس میں خوش الحانی اور آواز کا تصنع گناہ ہے۔

شیعہ لوگوں کی اذان میں یہ الفاظ زاید ہوتے ہیں۔ "حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل" یعنے آؤ سب سے اچھے کام کیطرف"۔

(۴) اسلام کے سوا جتنے مذہب ہیں ان میں بھی کسی نہ کسی قسم کی عبادت مروّج ہے اور ساتھ ہی لوگوں کو عبادتگاہ میں بلانے کا بھی کوئی نہ کوئی طریقہ مقرر ہے۔ مگر قربان جائیں اسلام کے اسکی جو بات ہے سارے مذہبوں سے اچھی ہے۔ فجر کے وقت گرجا کا گھنٹہ اور مندر کا سنکھ اپنے اپنے لوگوں کو دینی طرف بلاتے ہیں تو ان میں سکول کی گھنٹی اور کارخانے کی سیٹی سے بڑھکر کوئی بات نہیں ہے۔ مگر اذان وہ شاندار منادی ہے جو مسلمانو کو نماز کے وقت سے آگاہ بھی کرتی ہے اور اپنے لفظوں سے خدا کی بزرگی۔ اسکا جلال۔ اسکی توحید اور اسکے رسول کی سچائی اور نماز کی فضیلت بھی دل پر نقش کر دیتی ہے۔

ارادہ قصد۔ مرضی (ص۔ ف) ارادہ کے معنے ہیں نفس کا اپنی مرادوں سے اعراض کر کے اللہ کے اوامر کی طرف مشغول ہو جانا۔ (تع)

ارادۂ الٰہی حادث نہیں قدیم ہے۔ ارادہ الٰہی متعلق ہوتا ہے ہر موجود سے خواہ وہ عین ہو یا عرض۔ خیر ہو یا شر۔ کفر ہو یا اسلام۔ اطاعت ہو یا معصیت۔ اور بغیر ارادۂ الٰہی کے کوئی چیز موجود نہیں ہو سکتی اسلئے کہ قدرت ایجادی کی بہ نسبت ہر ممکن کے برابر کے اختلاف اوقات سے مختلف نہیں ہوتی۔ ارادہ وہ ہے کہ تخصیص کرتا ہے موجودا کی ایک وقت معین اور کمیت معین اور کیفیت معین وغیرہ کیساتھ خدا کا ارادہ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے۔ اِنَّہٗ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ

اِرتداد اپنے دین سے پھر جانا۔ دین اسلام سے پھر جانا۔

Marfat.com

مرتد پر اسلام پیش کیا جاوے۔ اور اُسکے شکوک و شبہات جو اسلام پر ہوں دور کئے جائیں۔ اگر وہ مہلت طلب کرے تو تین دن کی مہلت دی جائے۔ اگر وہ اس عرصہ میں توبہ کرلے تو بہتر ورنہ اسے قتل کیا جائے۔ اور اسکی توبہ یہ ہے کہ دین اسلام کے سوا سب دینوں سے بیزار ہو۔ یا اس دین سے نفرت کرے جسکو اس نے اختیار کیا ہو۔ مسلمان ہونے کی ترغیب دینے سے پہلے ہی اسے قتل کردینا مکروہ ہے مرتد ہونے سے اسکی ملک مال سے جاتی رہتی ہے۔ مگر ملک کا جانا موقوف رہتا ہے۔ یعنی اگر وہ پھر مسلمان ہوجا تو ملک پھر بدستور قائم رہیگی۔

جو لڑکا عاقل ہو۔ اسکا مرتد ہونا صحیح ہے جیسا کہ اسکا اسلام صحیح ہے۔ اور ایسے مرتد لڑکے پر مسلمان ہوجانے پر زبردستی کیجاوے گی۔ جان سے نہ مارا جائیگا۔ مرتد کی عورت بھی چھوٹ جاتی ہے گو وہ اسلام پر قائم رہے (دنثر)

اُردن ایک نہر کا نام ہے جس میں بیت المقدس کے احبار نے کفالت مریم کے لئے قرعہ کی قلمیں ڈالی تھیں (حس)۔

قرآن مجید میں یہ نام مذکور تو نہیں لیکن مفسرین نے بیان کیا ہے۔ اور وہ آیت جس میں قرعہ اندازی کا بیان ہے یہ ہے۔ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُوْنَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ (سورۃ آل عمران۔ ع۵) اے پیغمبر نہ تو انکے پاس اسوقت تم موجود تھے۔ جب وہ اپنے قلم ندی میں ڈال رہے تھے کہ کون مریم کا سرپرست بنے۔

ارشاد قرآن مجید کی تفسیر ہے جسے شیخ مفید ابوالحکم بن برجان لحمی المتوفی ۵۳۳ھ نے تصنیف کیا ہے۔ یہ تفسیر کئی جلدوں میں ہے۔ اور اس میں نہایت عجیب اسرار و خواص مذکور ہیں۔

ارض زمین۔ کرۂ ارض۔ زمین کا کرہ۔ قرآن کی آیات ذیل میں ارض کا ذکر آیا ہے۔ سورہ بقر کے رکوع ۳ میں آیا ہے (۱) اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا تا وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (وہ پروردگار) جس نے تمہارے لئے زمین کا فرش بنایا اور آسمان کی چھت۔ اور آسمان سے پانی برسا کر اس سے تمہارے کھانے کے لئے پھل پیدا کئے ہیں کسیکو اللہ کا ہم پلہ نہ بناؤ۔ اور تم تو جانتے (بوجھتے) ہو

تفسیر مدارک میں لکھا ہے کہ اس آیت میں اس امر کے متعلق دلیل استعمال نہیں کی گئی کہ زمین مسطح ہے یا گردی ہے کیونکہ افتراش دونوں صورتوں میں ممکن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ قرآن میں زمین کو فراش یعنے سیدھی بچھی ہوئی چیز قرار دیا گیا ہے جو علم ہیئت کی تحقیقات کے خلاف ہے۔ کیونکہ دلائل قطعیہ سے زمین کا گول ہونا ثابت ہے۔ تو ان لوگوں کی حماقت اور جہالت ہے۔ قرآن نے صرف یہ بتایا ہے کہ اللہ نے زمین کو تمہارے بیٹھنے۔ چلنے اور لیٹنے سونے کی جگہ بنایا ہے خواہ وہ مسطح ہے یا گول اس تحقیقات سے واسطہ نہیں۔

(۲) وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْهٰرًا (س۔ رعد۔ ع۱) "اور اس نے تو زمین کو پھیلایا اور اسمیں پہاڑ اور دریا بنائے"۔ مَدَّ جسکے معنے پھیلا کئے گئے ہیں اس سے مراد ہے زمین کو وسیع کیا جس میں قسم قسم کی مخلوق اور کائنات سمائی ہوئی ہے۔ یہ آیت بھی زمین کے گول ہونے کے معارض نہیں ہے۔

(۳) اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝ (س۔ نبا۔ ع۱) (لوگو!) کیا ہمنے زمین کو (تمہارا) فرش نہیں بنایا۔"

کتب احادیث میں آیا ہے کہ جس طرح سات آسمان ہیں اسیطرح سات زمینیں ہیں اور ہر زمین کے مابین پانسو برس کا راستہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہو کہ ایک نظام شمسی جو ہماری نظر کے سامنے ہے اور جسکے کرشمے رصد کے ذریعہ سے لاکھوں میل پر نظر آرہے ہیں۔ اسکے علاوہ اور اسی جیسے چھ نظام اور ہوں۔ اور جس طرح اس نظام شمسی میں ایک یہ زمین ہے جس میں ہم رہتے ہیں۔ اسی طرح باقی چھ نظاموں میں بھی چھ زمینیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

اسلامی لٹریچر میں سمندر کے لئے بحر محیط کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ بحر کے معنے ہیں سمندر۔ محیط کے معنے گھیرنیوالا۔ یہ اسلئے کہ سمندر نے ہر براعظم اور جزیرے کو جس پر انسان آباد ہیں گھیر رکھا ہے۔ یا اسلئے کہ اس نے کرۂ ارض کو گھیرا ہوا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں بتایا گیا ہے کہ زمین کی مسافت پانسو برس کی راہ ہے۔

یہاں پانسو برس سے مدت کی صحیح تعداد مراد نہیں بلکہ محاورہ کے طور پر درازی مدت مراد ہے۔ اور مسائل شرع میں مسافتوں کا اندازہ پیادہ کی رفتار کے حساب سے کیا جاتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ پیادہ کی رفتار سے زمین کو طے کرنا بہت سی مدت چاہتا ہے۔ یا یہاں مسافت سے رقبہ مراد ہوگا۔ اس لحاظ سے اگر زمین کی پیمائش کرنیوالا اور تمام دریا اور پہاڑ۔ آبادی اور جنگل کا رقبہ دریافت کرنیوالا ایک آدمی فرض کیا جائے تو اس کام کو سرانجام دینے کے لئے اسکو پانسو سال بھی کافی نہ ہوں گے۔

کعبہ شریف زمین کے وسط میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بیت المقدس وسط زمین میں ہے۔ یہ روایت بھی بالکل قرین قیاس ہے۔ کیونکہ یہ دونوں مقامات خشکی کے ایک ایسے حصے میں واقع ہیں جو دنیا کے تمام براعظموں کے وسط میں ہے۔ اسلامی تعلیم میں ایک یہ بات بھی بتائی گئی ہے کہ شیطان کا تخت سمندر میں ہے۔ غور کرنے سے یہ بات بالکل صحیح اور مطابق واقعہ معلوم ہوتی ہے شیطان کا کام ہے انسان سے دشمنی کرنا۔ بنی آدم میں حسد و بغض پھیلانا۔ ان میں نفاق ڈالنا۔ ان میں جنگ و جدل برپا کرنا۔ چونکہ شیطان کی آمدورفت اور عمل و دخل خشکی میں بھی ہے اسلئے وہ اس قسم کے فسادات خشکی میں ہمیشہ برپا کراتا چلا آیا ہے۔ مگر جب سے یورپین سلطنتوں نے فن جہازرانی کو ترقی دے کر سمندر میں آمدورفت کی کثرت کر دی ہے تو وہ چونکہ شیطان کا دارالسلطنت ہے اسلئے سمندر اس قسم کے مفاسد اور قتل و غارت کا خشکی سے زیادہ ہولناک میدان بنگیا ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ شیطانی تعلیم کے جو چرچے یورپ میں ہیں وہ دنیا کے کسی حصے میں نہیں ہیں۔ یورپین طبائع روحانیت اور مذہب اور اخلاق سے بہت دور جا پڑی ہیں۔ اور ان کے خیالات ان کے افعال اور جذبات غرض تمام حیثیتوں سے انکی افرادی و نوعی زندگی پر شیطانی قانون کا تصرف ہو گیا ہے اسلئے انکا ملک و دولت کے تنافس میں غیر اقوام کو تباہ و نابود کرنے کی آرزو رکھنا طبعی بات ہے۔ گو اس آرزو کو وہ خشکی میں بھی پورا کر رہے ہیں مگر خشکی کی نسبت سمندر میں انکے حصول مقصد کے ذرائع زیادہ قوی ہیں۔ وہی ہولناک سمندر جسکے نام سے بنی آدم لرزتے تھے آج اسکا چپہ چپہ انکے لیئے ورزشگاہ بنا ہوا ہے۔ اور جابجا انکی تارپیڈو کشتیاں اور کروزر اور تجارتی و جنگی جہاز چکر لگاتے پھرتے ہیں۔ انکی اژدرہا توپیں سمندر میں بیٹھی خشکی میں بارہ بارہ میل پر گولے پھینک رہی ہیں۔ خشکی والوں کے گھر مسمار کیئے جا رہے ہیں۔ قلعوں کی اینٹ سے اینٹ بج رہی ہے۔ خشکی میں بھی آجتک لڑائیاں ہوتی تھیں مگر یہ آفت یہ ستم یہ تباہی بحری جنگ کے حصے میں آئی۔ جو یورپین قوموں کے ہاتھ سے درجہ کمال کو پہنچ گئی کیوں نہ ہو۔ آخر سمندر انہیں کے پیر و مرشد کی تومسندگاہ ہے۔ قربان جائیں اس نبی پاک کے جس نے یہ اسرار تیرہ سو سال پہلے ہی سیدھے سادے لفظوں میں بتا دئے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ فَصَلِّ عَلَیْہِ ثُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ

زمین کی کسی سمت میں آبحیات کے چشمہ کا موجود ہونا بھی مشہور ہے جسکی نسبت کہتے ہیں کہ اسمیں سے جو شخص پانی پی لے وہ تا بقیامت زندہ رہیگا۔ ایک کوہ قاف کا نام بھی لغت کی کتابوں میں درج ہے جو سارے کا سارا زمرد کا بتایا جاتا ہے اور وہ ساری زمین کے گرداگرد محیط ہے۔ یہ اور اس قسم کی دوسری باتیں مسلمانوں میں عام

Marfat.com

طور پر مشہور چلی آتی ہیں۔ مگر انکے متعلق کوئی نص شرعی قطعی موجود نہیں ہے۔

ارکان ایمان ایمان کے رکن یعنی وہ امور جنکے بغیر ایمان نہیں ہوسکتا۔ دیکھو (شش ارکان ایمان)

ارم قوم عاد کے دو فرقے تھے۔ ایک عاد اولی جسے عاد قدیمہ بھی کہا جاتا ہے۔ اور ایک عاد اخیرہ۔ ارم عاد اولی کے جدّ اعلیٰ کا نام تھا اور بعض نے کہا ہے کہ ارم اس عجیب وغریب شہر کا نام تھا جس میں یہ قوم آباد تھی۔

روایت ہے کہ عاد کے دو بیٹے تھے۔ ایک شداد اور دوسرا شدید۔ ان دونوں نے اپنے قوت بازو سے سلطنت حاصل کرلی۔ شدید مرگیا۔ تو شداد کے لئے ہفت اقلیم کا مالک ہونے کا میدان صاف ہوگیا۔ اسکی سطوت وجبروت کا یہ عالم تھا کہ اسوقت کے سلاطین اسکے آگے سر اطاعت خم کرتے تھے۔ اس نے بہشت کی تعریف سنی تو کہنے لگا میں بھی بہشت بناؤں گا۔ پس اس نے عدن کے بعض جنگلوں میں تین سو سال کے عرصہ میں ایک عظیم الشان شہر بنایا جسکا نام ارم رکھا۔ اسکے تمام ایوان اور محل سونے اور چاندی کے تھے۔ ہر ایک ایوان اسکے نیچے تین زبرجد اور یاقوت کے ستون کھڑے کئے گئے تھے اس میں قسم قسم کے درخت لگائے اور نہریں جاری کی گئیں۔ جب یہ تیار ہوچکا تو شداد اپنے ارکان دولت کی معیت میں اسکے دیکھنے کو چلا۔ ابھی اس میں اور شہر ارم میں ایک دن رات کی مسافت تھی کہ آسمان سے سخت کڑک کی آواز آئی جس سے شداد اور اسکے ارکان دولت ہلاک ہوگئے۔

روایت ہے کہ ابوقلابہ اپنا اونٹ ڈھونڈھتے ہوئے اس جنگل میں جا پہنچے جہاں شہر ارم تھا۔ وہاں سے ان کو بہت کچھ جواہرات ملے۔ (مد)۔

قرآن کریم کی سورۃ فجر رکوع ۱ میں یہ لفظ یوں آیا ہے
اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ
(اے پیغمبر) کیا تمنے (اسباب پر) نظر نہیں کی کہ تمہارے پروردگار نے عاد ارم کے (لوگوں کے) ساتھ کیا (برتاؤ) کیا۔

ارملہ بیوہ۔ جمع اس کی ارامل آتی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو (بیوہ)

ارنب خرگوش۔ جو جدید ہالینڈ کے سوا تمام اقطاع عالم میں ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ افریقی الاصل ہے۔ گھاس کھا کر گزارہ کرتا ہے اور بھاگ جانے کے بغیر اسکے پاس دشمن کی مدافعت کا کوئی سامان نہیں ہوتا۔ اسکی مادہ ہر سال میں پانچ چھ بار حاملہ ہوتی ہے۔ اور ہر دفعہ چار سے لیکر آٹھ تک بچے جنتی ہے۔ اور کبھی بارہ تک بھی نوبت پہونچ جاتی ہے یہ جانور سات سال سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر اور ابن عاص رضہ کے سوا باقی علماء اسکے گوشت کو حلال سمجھتے ہیں۔ (کن) شیعہ کے نزدیک اسکا گوشت حلال نہیں۔

ارواح روح کی جمع ہے۔ دیکھو (روح)

ارہاص گھر بنانا۔ خوارق کی ایک قسم ہے جو نبی سے بعثت کے پہلے ظاہر ہوتی ہے۔ گویا یہ بھی نبوت کے گھر کی بنا ہوتی ہے (ک) تفصیل کے لئے دیکھو (خارق عادت)۔

ازارقہ خوارج سے ایک گروہ تھا جو نافع بن ازرق کے تابع تھے۔ اسکے ساتھ بصرہ سے نکلکر اہواز میں پہنچے۔ اور اسکے مضافات اور کرمان وغیرہ پر قبضہ کرلیا۔ اور یہ معاملہ عبداللہ ابن زبیر کے وقت میں جبکہ وہ یزید بن معاویہ کی طرف سے مکہ کے خلیفہ تھے ہوا اور یہ لوگ قریباً تیس ہزار تھے۔ تین لشکر پے درپے ان کے

Marfat.com

لڑنے کے لئے آئے مگر انہوں نے انکو شکست دی۔ پھر مہلب ابن ابی صفرہ جو مشہور سپہ سالا تھا۔ ان سے لڑنے گیا اور برابر انیس برس کے عرصہ میں انکے امر سے فارغ ہوا۔ یہ لوگ حضرت علی و عثمان اور طلحہ وغیرہ کو کافر کہتے تھے۔ اور ان کے نزدیک ابن ملجم کا ان کو قتل کرنا مطابق حق ہے۔

ازب ان پہاڑوں کی سخت چڑھائیوں اور ... وں کا شیطان ہے۔ ایک شخص نے لکھا ہے کہ اس کو ابن زبیر نے دیکھا تھا۔ اسکے سر پر ایک کوڑا مارا پس وہ فوراً ہی مرگیا (حنا)

ازل روز اول۔ قدامت۔ ماضی کی طرف ہمیشگی۔ ازلی وہ چیز ہے جو ہمیشہ سے ہو۔ خدا کی ذات وصفات ازلی ہیں۔ مگر زمانہ ازلی نہیں ہے۔ ازل کے مقابلہ میں ابد کا لفظ ہے۔ جسکے معنے ہیں دوام یعنے مستقبل کیطرف ہمیشگی۔ خدا کی ذات وصفات۔ روح۔ مادہ زمانہ وغیرہ ابدی ہیں۔

ازلام وہ تیر جن میں ابھی پر نہ لگائے گئے ہوں ازلام المیسر عرب کا ایک قسم کا جوا ہے جو انہی تیروں سے کھیلا جاتا تھا۔ ان تیروں کو مغالق بھی کہتے تھے سبب یہ تھا کہ یہ تیر گویا خطرے کو بند کر دیتے تھے یعنی چونکہ انہی تیروں پر قبضہ ہوجاتا تھا اس وجہ سے کوئی فساد نہیں ہوسکتا تھا۔

زمانہ جاہلیت میں مالدار لوگ موٹی موٹی بکریاں مول لیتے اور انکو ذبح کرکے اٹھائیس حصوں پر تقسیم کرتے اور دس تیروں سے حصہ بانٹ لگاتے۔ ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ نام یہ ہیں فَذْ۔ توأم۔ رقیب۔ ناقس۔ حِلس۔ مُسْبِل۔ معلّی۔ فَسِیْح۔ منیح۔ وَغْل۔ ان میں سے ہر ایک تیر کا ایک خاص حصہ ہے مثلاً فذ کا ایک حصہ ہے اور توأم کے دو اور رقیب کے تین۔ اسیطرح معلّی تک ایک ایک بڑھتا گیا ہے یہاں تک کہ معلی کے سات حصّے قرار پائے۔ اب رہا اختلاف ترتیب سو بعض کہتے تھے کہ ناقس چوتھا تیر ہے بعض کہتے ہیں کہ پانچواں ہے۔ باقی پچھلے تین تیروں کا کوئی حصہ نہیں تھا۔

حصہ لگانے کا طریقہ یہ تھا کہ ہر تیر پر اسکا نام لکھکر اور ایک تھیلے میں ان سب کو رکھ کے کسی معتبر آدمی کے ہاتھ میں وہ تھیلی دیدیتے تھے (اس شخص کو مجیل اور مفیض کہتے تھے) وہ شخص اپنا ہاتھ تھیلی میں ڈالتا تھا۔ اور کوئی سا تیر نکال کے کسی ایک شخص کے ہاتھ میں دیدیتا تھا اور جو کچھ اس تیر پر لکھا ہوتا اسکے موافق اسکو حصہ ملجاتا۔ اور اگر پچھلے تین تیروں میں سے کوئی اسکے ہاتھ میں دیتا تو وہ محروم سمجھا جاتا۔ اور اسکو بکری کی قیمت کا گھاٹا اُٹھانا پڑتا۔ یہ کھیل اکثر جاڑے کے دنوں میں کھیلا کرتے تھے کیونکہ وہی زمانہ زیادہ انکے اطمینان کا ہوتا تھا۔

یہ کھیل خاص خانہ کعبہ کے اندر ہُبل (عرب کا ایک بہت بڑا بت تھا) کے سامنے اس کنوئیں پر کھیلا جاتا تھا جہاں وہ اپنے معبودوں پر قربانیاں چڑھاتے تھے۔ اس کام میں لقمان بن عاد بہت کامل سمجھا جاتا تھا۔ اُسکے ساتھ آٹھ آدمی اور بھی تھے۔ جو اس جوے کے مشاق سمجھے جاتے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ بیاض۔ خجمۃ۔ طفیل۔ زفافہ مالک۔ فرعہ۔ ثمیل۔ عمار۔ (صنا)

ان تیروں کے علاوہ ایک اور قسم کے تیر بھی عربوں نے بنا رکھے تھے۔ جن کو ازلام استخارہ کہتے تھے۔ دیکھو (ازلام استخارہ)

شریعت نے جوے کو حرم کردیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْخَمْرِ وَٱلْمَيْسِرِ۔ تا۔ وَإِثْمُهُمَآ أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا (س۔ بقرہ۔ ع ۲۷) (اے پیغمبر لوگ) تمسے شراب اور جوے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو (ان لوگوں سے) کہدو کہ ان دونوں (چیزوں) میں بڑا گناہ ہے۔ اور لوگوں کے (کچھ) فائدے بھی ہیں مگر ان کے فائدے سے ان کا گناہ (اور نقصان) بڑھکر ہے۔ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّمَا ٱلْخَمْرُ وَٱلْمَيْسِرُ۔ تا

Marfat.com

فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ۝ (س ۔ مائدہ ۔ ع ۱۲) مسلمانو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے (ان میں کا ہر ایک کام) تو بس ناپاک شیطانی کام ہے تو اس سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کی وجہ سے تمہارے آپس میں دشمنی اور بغض ڈلوا دے اور تمکو یاد الٰہی سے اور نماز سے باز رکھے تو کیا (شیطان کے مکر پر اطلاع پائے پیچھے اب بھی) تم باز آؤ گے (یا نہیں)۔

ازلام استخارہ

تین تیروں کا نام ہے جنکے ذریعہ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں فال لیتے تھے ایک تیر پر أَمَرَنِي رَبِّي (مجھے خدا نے امر کیا) اور دوسرے پر نَهَانِي رَبِّي (مجھے خدا نے منع کیا) لکھتے تھے تیسرے کو یوں ہی چھوڑ دیتے تھے۔ جب کوئی کام کرنیکا ارادہ کرتے تو ان تیروں کو ایک تھیلی میں رکھ لیتے اور ایک ایک کرکے نکالتے۔ اگر پہلا تیر نکلتا جس پر أَمَرَنِي رَبِّي لکھا ہوتا تو سمجھتے کہ ہمیں کام کرنے کی اجازت ملگئی ہے۔ اگر دوسرا نکلتا تو اس سے باز آتے اور اگر تیسرا نکلتا تو دوبارہ قرعہ اندازی کرتے۔ یہانتک کہ پہلے دونوں تیروں میں سے کوئی تیر نکلتا۔ (منا)

ازلی

اسے کہتے ہیں جو مسبوق بالعدم نہ ہو۔ موجودات کی تین ہی قسمیں ہیں۔ ازلی و ابدی۔ اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ نہ ازلی اور نہ ابدی اور وہ دنیا ہے۔ اور صرف ابدی اور وہ آخرت ہے (لغ)

ازواج مطہرات

سب سے اول رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ بنت خویلد سے نکاح کیا۔ اس وقت حضرت کی عمر ۲۵ برس کی تھی۔ اور حضرت ام المؤمنین خدیجہ کی عمر چالیس برس سے متجاوز تھی۔ اور وہ آپ سے پہلے دو نکاح بھی کرچکی تھیں۔ بجز حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کے آپ کی سب ازواج مطہرات منکوحہ ہوچکی تھیں۔ پھر حضرت نے سودہ بنت زمعہ بن قیس سے نکاح کیا۔ اسکے بعد حضرت عائشہؓ بنت ابو بکر صدیقؓ سے اور پھر حفصہ بنت عمر بن الخطاب سے آپ کی پانچویں بی بی کا نام زینب بنت خزیمہ بن الحارث۔ چھٹی کا نام ام سلمہ بنت ابی امیہ مخزومی تھا۔ ساتویں بی بی کا نام زینب بنت جحش تھا۔ آٹھویں بی بی کا نام جویریہ بنت الحارث بن ابی جرارہ تھا۔ نویں بی بی کا نام ام حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب ہے۔ دسویں بی بی کا نام صفیہ بنت حی بن اخطب تھا۔ گیارھویں بی بی کا نام میمونہ بنت الحارث الہلالیہ تھا۔

ان سب کے سوا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی چار لونڈیاں بھی تھیں۔ اول ماریہ قبطیہ۔ انہیں سے ابراہیمؑ پیدا ہوئے دوم ریحانہ۔ سوم جمیلہ۔ چوتھی لونڈی کا نام بیان نہیں کیا گیا۔ صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ انکو زینب بنت جحش نے حضرت کو ہدیۃً دیا تھا۔ (خم)

اسبوع

ہفتہ۔ سات دنوں کا مجموعہ۔ مورخین لکھتے ہیں کہ ہفتہ کے دن اس حیثیت سے جیسے اب استعمال ہوتے ہیں۔ فرس۔ صفد۔ اور قبط کے زمانہ میں نہ تھے۔ بلکہ پہلے پہل اسکا استعمال بر شام کے رہنے والوں نے کیا۔ جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت میں یہ بتایا گیا کہ خدا تعالیٰ نے زمین و آسمان کو چھ دن میں بنایا ہے اسکے بعد تمام گروہوں میں اسکا استعمال شروع ہوگیا یہانتک کہ عربوں میں بھی یہ طریقہ جاری ہوگیا۔ کیونکہ ان کو بلاد شام سے ایک گونہ قرب اور ہمسائگی حاصل ہے۔

یہ لوگ احد (اتوار) کو واحد کہتے تھے۔ اور اثنین (دوشنبہ) کو اہون۔ ثلثاء (منگل) کو جبار۔ اربعاء (بدھ) کو دبار۔ خمیس (جمعرات) کو مونس۔ جمعہ کو عروبہ۔ سبت (ہفتہ) کو شیار۔

عربوں کا خیال ہے کہ جمعہ کا نام عروبہ کعب بن لوئی نے رکھا ہے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ جمعہ کو سریانی زبان میں عروبہ کہتے تھے پھر عرب میں بھی استعمال کئے جانے لگا ایک شاعر نے ہفتہ کے دنوں کے سارے نام ان دو شعروں میں نہایت عمدگی سے جمع کردئے ہیں ؎

Marfat.com

عَلِمْتُ بِأَنْ أَمُوْتَ وَأَنَّ مَوْتِيْ ... بِأَوَّلَ أَوْ بِأَهْوَنَ أَوْ جُبَارِ
أَوِ التَّالِيْ دُبَارِ أَوْ يُوَافِيْ ... بِمُؤْنِسٍ أَوْ عَرُوْبَةَ أَوْ شِيَارِ

دونوں شعروں کا ترجمہ یہ ہے:۔ مجھے یقین ہے کہ میں ایک دن مرونگا۔ اور یہ بھی یقین ہے کہ میری موت یا اتوار کو ہوگی یا سوموار کو یا منگل کو یا بدھ کو یا جمعرات کو یا جمعہ کو یا ہفتہ کو۔ (صا)

اُستاد اُستاد شاگرد کا روحانی باپ ہوتا ہے حدیث شریف میں آیا ہے اَبُوْكَ ثَلَاثَةٌ مَنْ وَلَدَكَ وَمَنْ زَوَّجَكَ وَمَنْ عَلَّمَكَ تیرے باپ تین ہیں۔ ایک وہ جس نے تجھے جنا۔ دوم جس نے تجھے نکاح کرایا سوم جس نے تجھے تعلیم دی۔ اور سب سے بہتر وہ ہے جس نے تجھے تعلیم دی۔

اُستاد کے حقوق یہ ہیں (۱) اُستاد کے پاس شاگرد مسواک کرکے صاف کپڑے پہن کر جاوے۔ (۲) ادب کے ساتھ بیٹھے آوے۔ (۳) حرمت و تعظیم سے اس پر نگاہ کرے (۴) جو بتلائے اُسے توجہ سے سنے (۵) اسکو خوب یاد رکھے (۶) جو بات سمجھ میں نہ آئے اپنا قصور سمجھے (۷) اسکے روبرو کسی اور کا قول مخالف ذکر نہ کرے۔ (۸) اگر کوئی اُستاد کو برا کہے حتی الوسع اسکا دفعیہ کرے ورنہ وہاں سے اُٹھ کھڑا ہو۔ (۹) جب حلقہ کے قریب پہونچے سب حاضرین کو سلام کرے۔ پھر اُستاد کو بالخصوص سلام کرے۔ لیکن اگر وہ تقریر وغیرہ میں مشغول ہو تو اسوقت سلام نہ کرے (۱۰) اُستاد کے روبرو بہت نہ ہنسے۔ نہ بہت باتیں کرے ادہر اُدہر نہ دیکھے۔ نہ کسی اور کیطرف متوجہ ہو (۱۱) اُستاد کی بدخلقی کی سہار کرے (۱۲) اسکی تندخوئی سے اسکے پاس جانا نہ چھوڑدے۔ نہ اسکے کمال سے بداعتقاد ہو۔ بلکہ اسکے اقوال وافعال کی تاویل کرے (۱۳) جب اُستاد کسی کام میں لگا ہو یا ملول ومغموم یا بھوکا پیاسا یا اور کوئی عذر ہو جس سے تعلیم شاق ہو یا حضور قلب سے نہ ہو ایسے وقت میں نہ پڑھے۔ (۱۴) حالت بعد وغیبت میں بھی اسکے حقوق کا خیال رکھے (۱۵) کبھی کبھی تحفہ تحائف اور خط وکتابت سے اسکا دل خوش کرتا رہے (حیام)

استبصار بصیرت حاصل کرنا۔ شیعوں کی حدیث کی کتاب ہے۔ جسے نصیر الدین طوسی نے تصنیف کیا ہے۔

استثناء انشاء اللہ کہنا۔ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَيْءٍ ... تا مِنْ هٰذَا رَشَدًا (س۔ کہف۔ ع) اور کسی چیز کی نسبت (یہ) نہ کہا کرو کہ میں اس (کام) کو کل کرونگا مگر (ہاں یوں کہا کرو کہ) خدا چاہے تو (اس کام کو کل کرلوں گا) اور اگر انشاء اللہ کہنا کبھی بھول جایا کرو۔ تو (جب یاد آئے انشاء اللہ کہنے سے) اپنے پروردگار کو یاد کرلیا کرو۔ اور کہدو کہ امید ہے کہ میرا پروردگار اس سے زیادہ روبراہ بات مجھے بتائے۔ یعنی جن لوگوں نے تم سے اصحاب کہف کا حال دریافت کیا ہے ان سے کہدو کہ اصحاب کہف کے بارے میں تو مجکو وحی کے ذریعے سے اسیقدر معلوم ہوا ہے اور امید ہے کہ آئندہ انکے علاوہ اور زیادہ ہدایت کی باتیں معلوم ہوں۔

(۲) کسی چیز کو بہت سی چیزوں کے حکم سے نکالنا۔ اسطرح کہ اگر اسے نہ نکالا جاتا تو ان کے حکم میں داخل ہوتی۔

استحسان کسی چیز کو اچھا سمجھنا۔ اسکی نسبت اچھا اعتقاد رکھنا۔ (ص۔ ف) اس دلیل کا نام ہے جو قیاس جلی کے معارض ہو۔ اگر یہ دلیل قیاس جلی سے قوی ہو تو اسپر عمل کیا جاتا ہے۔ اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اکثر دفعہ یہ دلیل قیاس جلی سے قوی ہوتی ہے (نع)

قیاس خفی کو استحسان کہتے ہیں۔ استحسان کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک دلیل ہے جو قیاس جلی کے مقابل ہوتی ہے۔ مگر قیاس خفی و استحسان کو مترادف نہ سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ کبھی استحسان کا اطلاق قیاس غیر خفی پر بھی ہوتا ہے۔

Marfat.com

مگر کتب اصول میں بیشتر استحسان سے قیاس خفی ہی مراد ہوتا ہے۔ اور کتب فروع فقہ میں استحسان کا اطلاق نص کتاب و سنت اور اجماع پر ہوتا ہے۔ جب وہ قیاس جلی کے مقابلے میں آتے ہیں (اصول فقہ مؤلفہ نجم الدین)

استحاضہ

حیض و نفاس کے دنوں کے علاوہ عورتوں کو جو خون آئے وہ استحاضہ کہلاتا ہے۔ مستحاضہ عورت پاک عورت کا حکم رکھتی ہے۔ یعنی اس سے ہم بستر ہونا درست ہے۔ اور جو باتیں حیض و نفاس والی کو نادرست تھیں اسکے لئے سب جائز اور درست ہیں۔ ایسی عورتیں اپنے معمولی ایام حیض تک نماز روزے وغیرہ سے باز رہیں۔ اور بعد کو بدن سے خون دہو کر غسل کرکے نماز پڑھیں اور ہر نماز کے لئے تازہ وضو کر لیا کریں اور ممکن ہو تو ہر نماز کے لئے غسل کر لیں۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جحش کی بیٹی عبد الرحمٰن بن عوف کی بی بی امّ حبیبہ نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بیماری کی شکایت کی۔ فرمایا۔ خون حیض آنے تک تو بیٹھی رہو۔ اور اسکے بعد ہر نماز کے وقت غسل کرکے نماز پڑھا کر۔ عورتیں حیض و نفاس سے فارغ ہو لیں تو فوراً ان پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ اور اگر غسل کرنے سے کوئی امر مانع ہو۔ تو تیمم ہی کر لیں۔

استخارہ کی نماز

کوئی اہم کام شروع کرنا ہو تو پہلے یہ نماز پڑھی جاتی ہے جس سے یہ مدعا ہوتا ہے کہ اگر اس کام کا کوئی مفید نتیجہ ہوگا تو خدا اس کام میں مدد دے۔ اور اگر اسکا نتیجہ اچھا نہیں تو خدا اس سے باز رہنے کا کوئی سبب پیدا کر دے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس نماز کی برکت سے خواب میں کوئی اشارہ اس کام کے متعلق معلوم ہو جاتا ہے۔ اس نماز کا طریقہ یہ ہے کہ عشاء کے بعد پہلے دو رکعت پڑھیں پھر استخارہ کی دعا پڑھکر اور مطلب کی بات کا خیال کرکے اسی جگہ سو رہیں۔ دعا یہ ہے:۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَآ اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَآ اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّہٗ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ مَا کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ۔ یعنے الٰہی میں تجھ سے خیر چاہتا ہوں تیرے علم کے ساتھ اور تجھ سے مقدور چاہتا ہوں تیری قدرت کے ساتھ اور تجھ سے تیرے بڑے فضل کا سوال کرتا ہوں کیونکہ تو ہی قدرت رکھتا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا اور تو جانتا ہے میں نہیں جانتا اور تو غیب کی باتوں کو خوب جانتا ہے الٰہی تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین اور معاش اور انجام کار میں میرے لئے بہتر ہے تو اسکو میرے لئے مقدر کر۔ اور میرے لئے اسکو میسّر کر پھر اسکو میرے لئے مبارک کر اور اگر تو جانتا ہے کہ وہ میرے لئے میرے دین اور معاش اور انجام کار میں برا ہے تو اسکو مجھ سے پھیر دے اور مجھکو اس سے پھیر دے اور میرے لئے بھلائی مقدر کر جہاں ہو۔ پھر مجھکو اس پر راضی کر۔"

استدراج

درجہ بدرجہ بلند ہونا (ض ش) اس خلاف عادت امر کو کہتے ہیں جو ایک بدکردار شخص سے صادر ہو۔ اس سے غرض ہوتی ہے کہ ایسے خلاف عادت امور کو اپنے آپ سے سرزد ہونے سے اسکا فسق اور گمراہی اور بھی بڑھ جائے۔ حتیٰ کہ پکا دوزخی ہو جائے۔

قرآن کریم میں اسکا ذکر یوں آیا ہے وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُھُمْ مِّنْ حَیْثُ

Marfat.com

لَا یَعۡلَمُوۡنَ ٥ (س۔ اعراف۔ ع ۲۲) اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ ہم انہیں اسطرح پر کہ انہیں خبر بھی نہ ہو آہستہ آہستہ (جہنم کیطرف گھسیٹ کر) لیجائیں گے۔

اور دوسری جگہ پر ارشاد ہے فَذَرۡنِیۡ وَمَنۡ یُّکَذِّبُ بِھٰذَا الۡحَدِیۡثِ ؕ سَنَسۡتَدۡرِجُھُمۡ مِّنۡ حَیۡثُ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ٥ (س۔ ن۔ ع ۲) (اے پیغمبر) ہم کو اور ان لوگوں کو جو (ہمارے) اس کلام کو جھٹلاتے ہیں (اپنے اپنے حال پر) رہنے دو (ہم ان سے نبھگت لینگے) کہ ہم ایسی طرح پر کہ انکو خبر بھی نہ ہو۔ آہستہ آہستہ ان کو (جہنم کیطرف) گھسیٹتے (چلے جارہے ہیں)۔

جو کچھ کفار و فساق و شیاطین سے انکا غرور و گمراہی زیادہ ہونے کے لئے خارق عادت انکی مرضی کے موافق ظاہر ہو وہ استدراج ہے چنانچہ انس سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان آدمی کے بدن میں خون کی طرح دوڑتا ہے اسی قبیل سے ہے شیطان کا ایک دوپہر میں ساری زمین پر پھر آنا۔ اور ایک وقت میں سارے مشرق و مغرب کے لوگوں کو بہکانا۔

اور عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ جیسے دریائے نیل کے کنارے چلنا خوف ہے وہ چلتا تو نہیں بہنے لگتا۔ جب کھڑا ہوجاتا تو اسکا پانی بھی کھڑا ہوتا اسی طرح اسکا قرب قیامت مردے کا زندہ کرنا یا مینہ کا برسانا۔ (ہم معجزہ اور استدراج وغیرہ کا فرق خرق عادت میں بتائیں گے۔

استدلال کسی دعوے پر دلیل قایم کرنا۔ اسکے دو قسم ہوتے ہیں۔ استدلال انی۔ اور استدلال لمی۔ اول الذکر میں معلول سے علت پر دلیل قایم کی جاتی ہے اور مؤخر الذکر میں بالعکس (فتح)

استرجاع لوٹانا۔ اصطلاح شرع میں مصیبت کے وقت یہ کہنا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ہم تو اللہ ہی کے ہیں (ہمکو جس حال میں چاہے رکھے) اور ہم اسی کیطرف لوٹ کر جانے والے ہیں)۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ادنیٰ سی ادنیٰ مصیبت حتیٰ کہ چراغ گل ہوجانے کے وقت بھی اِنَّا لِلّٰہِ الخ کہنا چاہیئے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡھُمۡ تا۔ ھُمُ الۡمُھۡتَدُوۡنَ ٥ (س۔ بقرۃ۔ ع ۱۹) اور (اے پیغمبر) صبر کرنیوالوں کو (خوشنودی خدا اور کشائش کی) خوشخبری سنادو۔ یہ لوگ جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے تو بول اُٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں (ہمکو جس حال میں چاہے رکھے) اور ہم اسکی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں (تو وہ ہم کو ہمارے صبر کا اجر دیگا) یہی لوگ ہیں جن پر اُن کے پروردگار کی عنایت اور رحمت ہے۔ اور یہی راہ راست پر ہیں۔

استسقا کی نماز استسقا کے معنے ہیں پانی مانگنا۔ جب مینہ نہ برسے تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ طلب باراں کے لئے استسقا کی نماز پڑہیں جس کی ترکیب یہ ہے کہ لوگ ایک میدان میں جمع ہوں اور قبلہ رو ہوکر اپنے گناہوں کو یاد کرکے بارگاہ الٰہی میں استغفار کریں۔ گڑگڑائیں اور روئیں امام دو رکعت نماز پڑہائے اور نہایت عاجزی اور خضوع سے ملکر دعا کریں۔ پھر اگر مینہ نہ برسے تو اسیطرح دوسرے اور تیسرے روز بھی پڑہیں۔

استسقا کی نماز پڑہنے کے کئی طریقے آئے ہیں امام ابو حنیفہ رحؒ فرماتے ہیں کہ استسقا میں کوئی نماز باجماعت پڑہنی مسنون نہیں۔ اگر لوگ اکیلے اکیلے نماز پڑھ لیں تو جائز ہے۔ صاحبین کہتے ہیں کہ امام دو رکعتیں جماعت کے ساتھ پڑھے۔ قرأت باواز بلند پڑہے۔ پھر خطبہ پڑہے۔ قبلہ رو ہوکر دعا کرے۔ امام اپنی چادر بھی اُلٹائے لوگ نہ اُلٹائیں (قد)

Marfat.com

استحباب شرائع سابقہ کے احکام کو موجودہ شریعت میں بحال رکھنا۔ (تنیخ)

استعانت مدد مانگنا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (س۔ فاتحہ۔ ع ۱) (اے خدا) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ نیز ارشاد ہے۔ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ تا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ (س ۹۔ اعراف ع ۱۵) (فرعون کی دھمکی سنکر) موسیٰ نے اپنی قوم (کے لوگوں) سے کہا اللہ سے مدد مانگو اور صبر کئے رہو۔ زمین تو سب اللہ ہی کی ہے اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے اسکا وارث بنا دیتا ہے اور انجام (بخیر) پرہیزگاروں (ہی) کا ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک دن میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا تھا۔ فرمایا لڑکے! خدا کے حق کی حفاظت کر۔ وہ دینی و دنیاوی آفات سے تیری حفاظت کریگا۔ خدا کے حق کی حفاظت تو اسے اپنے سامنے موجود پائیگا۔ اور جب تجھے کچھ مانگنا ہو تو خدا ہی سے مانگ اور مدد کی ضرورت پڑے تو خدا ہی سے مدد چاہ اور یاد رکھ کہ اگر سب لوگ جمع ہوکر تجھے کسی چیز سے نفع پہونچانا چاہیں تو نفع نہیں پہونچا سکیں گے مگر اس چیز سے جو خدا تیرے لئے مقدر لکھ چکا۔ اور اگر سب جمع ہوکر تجھے کسی چیز سے نقصان پہونچانا چاہیں تو نہیں پہونچا سکیں گے مگر اس چیز سے جو خدا تیرے حق میں مضر لکھ چکا۔ قلم کو جو لکھنا تھا لکھ چکا اور کاغذ خشک ہوگئے۔ (ت)

اگرچہ بہتر یہی ہے کہ ہر ایک چیز براہ راست خدا سے مانگی جائے اور دینی اور دنیوی مشکلات کے حل کرنے کیلئے اسی سے استدعا کی جائے۔ مگر اس نے دنیا میں ایسے بندے بھی پیدا کئے ہیں جنکو اس سے تمام قرب حاصل ہے۔ اور اگر وہ اسکی بارگاہ میں ہاتھ کھڑے کردیں تو انکی دعا قبول ہوتی ہے۔

حدیث میں لکھا ہے کہ بعض اشخاص اشعث اغبر خدا کے ایسے مقبول بندے ہوتے ہیں کہ وہ اگر کسی معاملہ میں خدا کی قسم کھا بیٹھیں تو خدا انکی وہ بات پوری کرکے انکی قسم کو سچا کر دیتا ہے۔

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسکے اس قسم کے بندے مستقل اختیار رکھتے ہیں۔ اور کسی بات میں خدا کے شریک ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ خدا کے نزدیک چونکہ انہیں خاص قرب حاصل ہوجاتا ہے۔ اسلئے اگر وہ دعا مانگیں تو اکثر انکی خدا سن لیتا ہے۔ ایسے لوگ اولیاء اللہ کہلاتے ہیں یہ لوگ اگر فوت بھی ہوجائیں تو انکے روحانی تصرفات ویسے کے ویسے باقی رہتے ہیں۔ بلکہ زندگی کی حالت کی نسبت انکی روحانیت میں غیر معمولی ترقی ہوجاتی ہے۔ اسلئے اگر انکی قبروں پر جاکر اسطور پر دعا مانگی جائے کہ خداوندا اس بزرگ کو تیری درگاہ میں قرب حاصل ہے۔ میری یہ مراد اسکی طفیل پوری کردے۔ تو کوئی مضائقہ نہیں۔ فقہ کی معتبر کتابوں کی رو سے اولیاء اللہ سے اس قسم کی مدد مانگنا جائز ہے۔ یہی نہیں بلکہ اگر جانے والا اچھی عقیدت مندی سے جائے تو اُسے بہت کچھ روحانی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

استعاذہ پناہ پکڑنا۔ دیکھو (اعوذ باللہ)۔

استغفار طلب بخشش کرنا۔ معافی چاہنا۔ قرآن مجید میں بہت سی جگہ یہ لفظ وارد ہوا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (س ۵۔ نساء ع ۱۶) اور جو شخص کوئی برا کام کرے یا (جھوٹی قسم وغیرہ سے) آپ اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے (اپنا گناہ) بخشوائے تو پائیگا کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ تا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (س ۵۔ نساء ع ۱۶) (اے پیغمبر ہم نے جو کتاب

Marfat.com

برحق تمپر نازل کی ہے۔ تو اسلئے کہ جیسا تم کو خدا نے بتادیا ہے
اُسکے مطابق لوگوں کے باہمی جھگڑے چکا دیا کرو۔ اور دغا
بازوں کے طرفدار نہ بنو۔ اور اللہ سے بھول چوک کی معافی
چاہو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ایساہی حدیث شریف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کا ارشاد ہے کہ میں دن میں ستر بار سے بھی زیادہ استغفار
و توبہ کرتا ہوں۔ (بخ)

استقامت

ایک بات پر جمے رہنا (ص۔و) میں تمام
وعدوں کو پورا کرنا۔ اکل و شرب و پوشش
غرض ہر ایک دینی اور دنیوی کام میں حد اعتدال کو محفوظ
رکھکر صراط مستقیم کو اختیار کرنا۔ بعض کے نزدیک طاعت
بجالانے اور گناہوں سے اجتناب کرنیکا نام استقامت ہے
بعض کے نزدیک اسکے معنے ہیں آدمی کا شرع اور عقل کے
مطابق عبودیت کے طریق پر چلنا۔ بعض اسکے یہ معنے کرتے
ہیں کہ آدمی خدا کی ذات پر کسی اور کو ترجیح نہ دے۔ قرآنمجید
میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔

(۱) اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا
تا۔ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ۰ (س۔ حم سجدہ۔ ع ۴)
بے شک جن لوگوں نے اقرار کیا کہ اللہ ہی ہمارا پروردگار
ہے۔ پھر (اس عقیدے پر) جمے رہے (مرتے وقت) انپر
(رحمت کے) فرشتے نازل ہوں گے (اور ان سے کہینگے
کہ (آیندہ کے لیئے) نہ تو (کسی طرح کا) اندیشہ کرو۔ اور نہ
(گذشتہ کے لئے کسی طرح کا) رنج اور بہشت جسکا تمسے وعدہ
کیا جاتا تھا اب اسکی خوشیاں مناؤ۔ دنیا کی زندگی میں ہم
(بحکم خدا) تمہارے (حامی) مددگار تھے اور آخرت میں بھی
(ہوں گے) اور جس چیز کو تمہارا جی چاہیگا تمہارے لئے
بہشت میں موجود ہوگی۔ اور جو چیز تم طلب کروگے وہاں
حاضر (یہ) بخشنے والے مہربان (یعنے خدا) کی طرف سے
(تمہاری) ضیافت ہے۔

(۲) فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ
تا۔ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۰ (س۔ شوریٰ۔ ع ۲) تو (اے پیغمبر)
تم تو (لوگوں کو اس (اصل دین) کی طرف بلاتے رہو اور
(خود بھی) جب تم سے فرمادیا گیا (اس پر) قایم رہو اور ان
(یہود و نصاریٰ) کی خواہش پر نہ چلو اور (ان سے صاف)
کہدو کہ کتاب (کی قسم میں) جو کچھ خدا نے اُتارا ہے میرا تو
سب پر ایمان ہے اور مجھکو (خدا کے ہاں سے) حکم ملا
ہے کہ تمہارے درمیان (تمہارے اختلافات کا فیصلہ
انصاف کے ساتھ کروں (وہی) اللہ (تو) ہمارا پروردگار ہے
اور (وہی) تمہارا پروردگار (ہے) ہمارا کیا ہمکو اور تمہارا
کیا تمکو ہم میں تم میں جھگڑا نہیں۔ اللہ ہی (قیامت کے دن)
ہم کو (اور تمکو ایک جگہ) جمع کریگا۔ اور اسی کی طرف
(سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔

(۳) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً تا اِنَّ
اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۰ (س۔ انفال۔ ع ۶) مسلمانو!
جب کافروں کی کسی فوج سے تمہاری مٹھ بھیڑ ہو جایا کرے
تو ثابت قدم رہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرو تاکہ (آخرکار)
تم فلاح پاؤ اور اللہ اور اسکے رسول کا حکم مانو اور آپسمیں
جھگڑا نہ کرو۔ (آپسمیں جھگڑا کرنے سے) تم ہمت ہار دوگے
اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اور لڑائی کی تکلیفوں پر
صبر کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنیوالوں کا ساتھی ہے۔

(۴) اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ
تا۔ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۰ (س۔ انفال۔ ع ۲)
یہ وہ وقت تھا کہ خدا اپنی طرف سے (تم مسلمانوں کی تسکین
خاطر) کے لیئے اونگھ کو تمپر طاری کر رہا تھا۔ اور آسمان سے
تمپر پانی برسا رہا تھا۔ تاکہ اسکے ذریعے سے تمکو پاک کرے
اور شیطانی گندگی کو تمسے دور کردے اور تاکہ تمہارے
دلوں کی ڈھارس بندھائے اور اسی (پانی) کے ذریعے سے
(میدان جنگ میں) تمہارے پاؤں جمائے رکھے۔
(اے پیغمبر) یہ وہ وقت تھا کہ تمہارا پروردگار فرشتوں کو
حکم دے رہا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں تم تو مسلمانوں کو

Marfat.com

جمائے رکھو۔ ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں دہشت ڈال دینگے (اچھا) تو لگے (ان کافروں کی) گردنوں پر اور لگے ان کی پور پور۔

(۵) رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا۔ تا اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ (س۔ آل عمران ع) اے ہمارے پروردگار ہمکو راہ راست پر لائے پیچھے ہمارے دلوں کو ڈانواں ڈول نہ کر اور اپنی سرکار سے ہم کو رحمت (کا خلعت) عطا فرما۔ کچھ شک نہیں کہ تو بڑا دینے والا ہے۔

استقبال (۱) کسی آنیوالے کی تعظیم کے لئے پہلے خود اسکو مکان یا شہر سے باہر جا ملنا۔ بادشاہ یا کسی بزرگ کے استقبال کے لئے جانا مستحب ہے۔ تاریخ کی کتابوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ گئے تھے تو آپ کے استقبال کے لئے اہل مدینہ مقام قبا تک آئے تھے۔

(۲) نماز کے لئے قبلہ کیطرف منہ کرنا۔ دیکھو (قبلہ)

استقلال دیکھو (استقامت)۔

استنجاء نجاست سے اپنے تئیں پاک کرنا۔ طہارت۔ پاکی۔ آبدست کرنا۔ پیشاب اور پاخانے کے بعد ڈھیلے یا پتھر سے استنجاء کرنا چاہیئے۔ پاخانہ کے بعد استنجاء یوں کیا جائے کہ گرمی کے دنوں میں پہلے اور تیسرے ڈھیلے کو آگے کیطرف سے پیچھے کو اور دوسرے کو پیچھے کیطرف سے آگے کو لے جاکر پاک کریں۔ جاڑے کے دنوں میں پہلے اور تیسرے ڈھیلے کو پیچھے کیطرف سے آگے کو اور دوسرے کو آگے کیطرف سے پیچھے کو لیجانا چاہیئے۔

بعض لوگ پیشاب کے بعد ڈھیلا استعمال نہیں کرتے بلکہ پیشاب کر چکنے کے بعد صرف پانی سے استنجاء کرکے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان لوگوں کے کپڑے بظن غالب پلید ہوتے ہیں۔ کیونکہ کوئی نہ کوئی پیشاب کا قطرہ جو نالی میں اٹکا ہوتا ہے آخر میں ضرور ٹپکتا ہے۔ اور استنجے کے پانی کی تری میں محسوس نہیں ہوتا۔ نمازی کا فرض ہے کہ کپڑے اور بدن کے پاک رکھنے میں پوری احتیاط رکھے۔ سستی اور غفلت گناہ ہے۔ بلکہ ڈھیلا کرنے میں بھی ایسی احتیاطات پر عمل کرنا کوئی منافی تہذیب نہیں جن سے تن و جامہ کی طہارت مقصود ہو۔ چنانچہ مفتاح الجنۃ میں لکھا ہے کہ پیشاب کے بعد تین بار کھنکارے اور عضو خاص کو جڑ کے پاس سے تین بار دوہے۔ پھر کلوخ استعمال کرنے کی حالت میں کچھ دیر ٹہلے۔ بعض کہتے ہیں پاؤں زمین پر مارے۔ غرض جس بات میں تسلی ہو جائے کہ میں پاک ہو گیا وہ کرے۔

ان چیزوں سے استنجاء منع ہے۔ کاغذ۔ ہڈی۔ شیشہ۔ کوئی کھانے کی چیز۔ مثلاً روٹی وغیرہ۔ ٹھیکرا۔ نمک۔ کوئلا۔ سوکھا گوبر یا لید۔ پکی اینٹ۔ دایاں ہاتھ۔ ہاں اگر عذر کی حالت ہو تو گوبر اور کاغذ کے سوا باقی چیزوں سے استنجاء کرسکتے ہیں۔

اگر نجاست اپنے مخرج سے زیادہ نہ پھیلی ہو تو ڈھیلے وغیرہ سے استنجا کرلینا کافی ہے۔ پانی سے استنجا کرنا واجب نہیں۔ ہاں آداب بدن اور نفاست مزاج کے خلاف ہے۔ اور اگر نجاست اپنے مخرج سے زیادہ پھیلی ہو تو ڈھیلوں کے بعد پانی سے استنجاء کرنا واجب ہے پانی سے استنجاء اسطرح کرنا چاہیئے کہ پہلے دونوں ہاتھ دھولیں پھر مخرج کو ڈھیلا کرکے دائیں ہاتھ سے پانی ڈالتے جائیں اور بائیں ہاتھ کی جڑی ہوئی انگلیوں کے پچھے سے مل ملکر دھوئیں۔ اسکے بعد پھر ہاتھ دھوئیں۔ یہی عمل تین مرتبہ کریں۔

پیشاب یا پاخانے بیٹھتے وقت قبلہ کیطرف منہ یا پیٹھ کرنا۔ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا۔ میوہ دار درخت کے نیچے یا سر راہ فضائے حاجت کرنا۔ یہ باتیں خلاف ادب ہیں۔

استنشاق پانی یا ہوا یا دوا کا ناک کی ہوا سے اوپر کھینچنا (ص ش) وضو کرتے وقت جو ناک میں پانی ڈالا جاتا ہے اُسے استنشاق

کہتے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو (وضو)۔

اِستیذان اذن چاہنا۔ اجازت مانگنا۔ (ص۔ ش) شریعت اسلامیہ کا حکم ہے کہ اگر کسی سے ملنے جاؤ تو بدوں اطلاع و اجازت کے اسکے مکان میں مت جاؤ۔ اگرچہ وہ مکان مردانہ ہو اور تین بار پکارنے سے اگر اجازت نہ ملے تو واپس چلے آؤ۔ اور اسیطرح اپنے گھر کے اندر بھی بے پکارے اور بے بلائے مت جاؤ۔ شاید کوئی بے پردہ ہو۔ البتہ اگر کوئی شخص مجلس عام میں بیٹھا ہے اسکے پاس جانے کے لئے اجازت لینے کی حاجت نہیں۔ اگر پکارتے وقت مکان والا پوچھے کہ کون۔ تو یوں مت کہو کہ میں ہوں۔ بلکہ اپنا نام بتلاؤ کہ زید ہے۔

قرآن مجید میں بھی یہی حکم ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔ تا ۔ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝ (س۔ نور ع ۳)

مسلمانو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں گھر والوں سے پوچھے اور ان سے سلام علیک کئے بدوں نہ جایا کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے (یہ حکم تمکو اسلئے دیا گیا ہے) کہ (جب ایسا موقع ہو تو) تم اسکا خیال رکھو۔ پھر اگر تمکو معلوم ہو کہ گھر میں کوئی آدمی موجود نہیں۔ تو جب تمہیں اجازت نہ ہو ان میں نہ جاؤ۔ اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو بے تامل لوٹ آؤ۔ اور یہ لوٹ آنا تمہارے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اسکو جانتا ہے۔ غیر آباد مکان جس میں تمہارا اسباب ہو ان میں بے اجازت چلے جانیسے تمپر کچھ گناہ نہیں۔ اور جو کچھ تم علانیہ کرتے ہو۔ اور جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو۔ اللہ سب جانتا ہے۔

احادیث سے بھی یہی حکم ثابت ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اپنی والدہ سے بھی اذن لیکر اندر جایا کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ (مو)

اِستیلاد ولادت چاہنا۔ (ص۔ ف) میں لونڈی سے اولاد پیدا کرنا۔ یعنے اگر اسکے حمل ظاہر ہو تو اسکو اپنی اولاد تسلیم کرنا۔ ایسی لونڈی اُمّ ولد ہوتی ہے اور اسکو عام لونڈیوں سے زیادہ خاص حقوق ملتے ہیں اور وہ اپنے مالک کی وفات کے بعد خود آزاد ہو جاتی ہے۔ دیکھو (امّ ولد)۔

اسحاق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں انکا ذکر قرآن مجید میں کئی مقام پر آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

(۱) وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ؕ (س۔ ہود ع ۷) اور ابراہیم کی بی بی (سارہ) بھی کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ (فرشتوں کے اطمینان کر دینے سے) خوش ہو گئیں تو ہمنے انکو (انہیں فرشتوں کے ذریعے سے) پہلے اسحٰق (بیٹے) اور اسحٰق کے بعد یعقوب (پوتے کے پیدا ہونے) کی خوشخبری دی۔

(۲) فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِیًّا ۝ (س۔ مریم ع ۳) تو جب ابراہیم نے ان (بت پرستوں) اور ان (بتوں) سے جنکو وہ خدا کے سوا پوجتے تھے کنارہ کشی کر لی۔ ہمنے انکو (بیٹا) عنایت کیا اسحٰق۔ اور (پوتا) یعقوب۔ اور سب کو ہمنے منصب نبوت سے (بھی) سرفراز فرمایا۔

(۳) وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ ۝ (س۔ انبیاء۔ ع ۵) اور (خدا پرستی کے صلے میں) ابراہیم کو (ایک بیٹا) عنایت کیا اسحٰق (جسکے لئے انہوں نے دعا کی تھی) اور (بیٹے کے علاوہ پوتا) یعقوب اپنی طرف سے اور سبھی کو تو ہمنے نیک اٹھایا۔

(۴) وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا ۝ تا وَظَالِمٌ

Marfat.com

لِنَفْسِہٖ مُبِیْنٌ ٥ (س الصفت۔ ع۳) اور ہمنے ابراہیم کو ایک دوسرے فرزند) اسحاق (کے پیدا ہونے) کی (بھی) خوشخبری دی تھی (اور کہدیا تھا کہ یہ بھی) پیغمبر (اور ہمارے) نیک بندوں میں سے (ہوں گے) اور ہمنے ابراہیم پر اور (نیز) اسحاق پر (اپنی) برکتیں نازل فرمائیں اور ان دونوں کی نسل میں (بعض) نیکوکار ہیں اور (بعض نافرمانیاں کرکے) اپنی جانوں پر صریح ظلم کر رہے ہیں۔

(۵) وَاذْکُرْ عِبَادَنَآ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ ٥ (س ص۔ ع۴) اور (اے پیغمبر) ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو (بھی) یاد کرو (وہ) ہاتھوں اور آنکھوں والے (تھے)۔

(۶) قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا تا مُسْلِمُوْنَ (س بقرۃ۔ ع۱۶) (مسلمانو! تم یہود و نصاریٰ کو یہ) جواب دو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور (قرآن) جو ہم پر اترا۔ (اس پر) اور (صحیفے) جو ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد یعقوب پر اترے (ان پر) اور موسیٰ اور عیسےٰ کو جو (کتاب) ملی (اس پر) اور جو (دوسرے) پیغمبروں کو انکے پروردگار سے ملا (اس پر) ہم ان (پیغمبروں) میں سے کسی ایک میں بھی (کسی طرح کی) جدائی نہیں سمجھتے اور ہم اسی (ایک خدا) کے فرمانبردار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں نہایت حسین پیدا کیا تھا حضرت اسمٰعیلؑ سے چودہ یا بیس برس چھوٹے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انکو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے روبرو ہی عہدہ نبوت سے سرفراز فرمایا تھا۔ جب عمر حضرت اسحٰقؑ کی چالیس برس کی ہوئی تو حضرت لوطؑ کی بیٹی سے نکاح کیا۔ اور صحیح یہ ہے کہ ربقا بنت بتویل سے عقد ہوا۔ اور ساٹھ برس کی عمر میں دو بیٹے حضرت یعقوب اور عیصو عطا ہوئے کچھ مدت بعد حضرت اسحاق نابینا ہوگئے تب یعقوب کے واسطے نبوت و ریاست کی دعا کی۔ اور عیصو کے واسطے ملک و سلطنت کی مجیب الدعوات نے دعا قبول فرمائی۔

یعنی یعقوبؑ کی اولاد میں نبوت آئی۔ اور عیصو کی اولاد میں سلطنت۔ عمر حضرت اسحٰقؑ کی ایک سو اسی برس کی ہوئی اور وفات اسوقت ہوئی جبکہ حضرت یوسف وزیر مصر ہوئے۔ اور اپنے باپ کے پاس مدفون ہیں (تفر)

اسحاقیہ شیعوں کا ایک فرقہ ہے جنکا عقیدہ ہے کہ زمین پیغمبر سے کبھی خالی نہیں رہتی۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ائمہ کے ساتھ متحد ہوگیا ہے۔ مگر پھر ان میں باہم اس بات میں اختلاف ہے حضرت علی کے بعد اللہ تعالیٰ کس سے متحد ہوا۔ (مذ)۔

اسحٰق بن ابراہیم الحنینی ایک جلیل القدر محدث کا نام ہے جو ۲۱۶ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)۔

اسراف فضول خرچ کرنا۔ قرآن مجید میں اسراف کی نہی وارد ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ۔ تا۔ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ٥ (س انعام۔ ع۱۷) اور وہی قادر مطلق ہے جس نے باغ پیدا کئے بعض تو ٹٹیوں پر چڑھائے ہوئے (جیسے انگور کی بیلیں) اور بعض نہیں چڑھائے ہوئے۔ اور کھجور کے درخت اور کھیتی جنکے پھل مختلف قسموں کے ہوتے ہیں۔ اور زیتون اور انار کہ بعض تو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور بعض نہیں بھی ملتے جلتے (لوگو!) یہ سب چیزیں جب پھلیں ان کے پھل بے تامل کھاؤ۔ اور ان کے کاٹنے اور توڑنے کے دن حق اللہ یعنی زکوٰۃ اس میں سے دے دیا کرو۔ اور فضول خرچی نہ کرو۔ کیونکہ فضول خرچی کرنیوالوں کو خدا پسند نہیں کرتا۔

پھر ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ تا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ٥ (س اعراف۔ ع۳) اے بنی آدم ہر ایک نماز کے وقت لباس وغیرہ سے اپنے تئیں آراستہ کر لیا کرو۔ اور کھاؤ اور پیو اور فضول خرچیاں نہ کیا کرو۔ کیونکہ خدا فضول خرچ کرنیوالوں کو دوست نہیں رکھتا

Marfat.com

پھر ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ
تا وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا ۝ (س۔ بنی اسرائیل ع۳)
اور اے پیغمبر رشتہ دار اور غریب اور مسافر ہر ایک کو اسکا حق ہو پہنچاتے رہو۔ اور دولت کو بیجا مت اُڑاؤ۔ کیونکہ دولت کے بیجا اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔

اسراف صرف یہی نہیں کہ آدمی آمدنی سے زیادہ خرچ کرے بلکہ بیجا خرچ کرنا تھوڑا ہو یا بہت وہ بھی اسراف ہے۔ اسراف کے مذموم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسراف اسباب کی دلیل ہے کہ مسرف نعمت خدا کی قدر نہیں کرتا۔ اور قدر نہ کرنا عین کفران نعمت ہے۔

اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا نام ہے۔ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے جسکے معنے ہیں برگزیدۂ خدا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اسکے معنے بندۂ خدا ہیں (غ) مفصل حال کے لئے دیکھو (یعقوب)

اسم جلالی خدا تعالےٰ کا نام جو اسکی عظمت ہیبت سطوت اور جبروت کو ظاہر کرے۔ جیسے قہار۔ جبار (کش)۔

اسم جمالی خدا تعالیٰ کا وہ نام جو اسکے رحم۔ لطف۔ کرم اور مہربانی کو ظاہر کرے۔ جیسے رحمٰن۔ رحیم۔ لطیف۔ ودود۔ (کش)

اسم ذات خدا کا وہ نام جو صرف اسکی ذات پر دلالت کرے۔ یعنی جس میں اسکی کسی صفت کو دخل نہ ہو۔ ایسا نام صرف اللّٰہ کا لفظ ہے۔ خدا کے باقی نام سب اسماء صفاتی ہیں۔ دیکھو (اسم صفت)

اسم صفت خدا کا وہ نام جس میں خدا کی ذات کے سوائے کسی وصف کو بھی دخل ہو۔ یعنی کسی خاص وصف کے اعتبار سے خدا پر اسکا اطلاق کیا جائے۔ جیسے رحمٰن۔ رحیم۔ علیم۔ قدیر۔ وغیرہ (ک)۔

اسقاط گرانا۔ ساقط کردینا۔ اصطلاحاً اسقاط حمل یعنے حمل گرا دینے کے معنے میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ اسکے متعلق کوئی حکم نہیں آیا۔ علم فقہ میں اسکی ہر جزو کے متعلق مفصل احکام درج ہیں۔

(۱) اگر مار پیٹ یا اور کسی قسم کی ایذا رسانی سے عورت کا حمل گر جائے۔ تو ایذا رساں کے ذمہ جرم قائم ہوگا اور وہ علیٰ قدر جرم سزا کا مستوجب قرار پائیگا جسکے مفصل احکام فتاویٰ عالمگیری جلد ۴۔ کتاب الجنایات۔ باب ۱ میں درج ہیں

(۲) اگر عورت کی رضامندی پر کثرت عیال کے خوف سے حمل گرانے کی کوئی طبی تدبیر اختیار کی جائے۔ تو اسکی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ بچہ میں جان پڑ چکی ہو۔ یہ بالاتفاق ناجائز ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب رح محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں سورۃ تکویر کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "۴ ماہ سے زیادہ کے حمل کو کسی تدبیر سے گرا دینا خون ناحق یا دوسری قباحتوں میں دختر کشی سے سر مو کم نہیں ہے"۔

دوسری صورت یہ کہ وہ ابھی مضغہ ہو۔ یا اعضا بن چکے ہوں مگر جان نہ پڑی ہو۔ اور ایسی حالت عموماً چار ماہ سے پیشتر تک ہوتی ہے۔ اس صورت میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک یہ بھی ناجائز ہے۔ مگر اکثر فقہائے حنفیہ نے افلاس اور کثرت عیال کی صورت میں اسکے جواز کا فتوٰے دیا ہے۔

کتاب شامی شرح درمختار کی کتاب النکاح میں لکھا ہے وَقَالُوْا یُبَاحُ اِسْقَاطُ الْوَلَدِ قَبْلَ اَرْبَعَۃِ اَشْہُرٍ وَلَوْ بِلَا اِذْنِ زَوْجٍ یعنی بعض علماء نے کہا ہے کہ چار ماہ سے پیشتر حمل گرا دینا جائز ہے خواہ شوہر کی اجازت کے بغیر ہی ایسا کیا جائے۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں اپنی مذکورۂ بالا عبارت کے بعد لکھتے ہیں۔ "لیکن اگر چار ماہ یعنے روح پڑنے سے پیشتر ایسا کیا جائے تو صحابہ کو عذر شرعی مثلاً جننے کی سختی یا کثرت عیال یا قلت مال یا مسافرت کے سبب سے اختلاف واقع ہوا تھا۔ اور امیر المؤمنین حضرت

Marfat.com

عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اسکے متعلق بہت گفتگو ہوئی۔ یہانتک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا وَاللّٰہِ لَا تَکُوْنُ مَوْؤُدَۃً حَتّٰی تَاْتِیَ عَلَیْہِ التَّارَاتُ السَّبْعُ یعنے واللہ اسقاط حمل بچے کو زندہ درگور کرنیکے برابر نہیں ہے تاوقتیکہ اسپر سات نوبتیں نہ گذر جائیں اور اس کلام کو حضرت فاروق رض نے پسند فرمایا اور اسی پر فیصلہ ہوا بعض صحابہ اسکو بھی احتیاطًا حرام جانتے تھے۔ اور اسکو موؤدہ صغریٰ کہتے تھے۔ کیونکہ یہ اگرچہ قتل نفس نہیں ہے مگر اللہ کی رازقیت پر عدم توکل اور معارضہ اسکے فعل کا ساتھ ضد کے بلا وجہ اور دیگر قباحتیں بھی موجود ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ جائز ہے۔"

اسلام حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بیٹھے تھے کہ ناگاہ ایک شخص آیا جسکے کپڑے سفید اور بال بہت سیاہ تھے۔ اسپر سفر کی کوئی علامت دکھائی نہ دیتی تھی۔ ہم میں سے اُسے کوئی پہچانتا نہ تھا۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دونوں زانوؤں کے ساتھ اپنے زانو ملا کر بیٹھ گیا۔ اپنے ہاتھ اپنے زانوؤں پر رکھدیئے۔ اور کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) مجھے اسلام سے واقف کیجئے۔ آپ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو اسبات کی گواہی دے کہ نہیں ہے کوئی معبود برحق مگر اللہ۔ اور محمد اسکے رسول ہیں۔ اور تو نماز اچھی طرح پڑھے اور زکوٰۃ دے اور روزہ رکھے اور خانہ کعبہ کا حج کر اگر تجھے اسکی طاقت ہو۔ اس نے کہا آپنے سچ فرمایا ہے ہم اس بات پر متعجب ہوئے کہ یہ شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا ہے اور فوراً اسکی تصدیق کرلیتا ہے۔ اس نے کہا مجھے ایمان سے واقف کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر۔ اسکے فرشتوں پر۔ اسکی کتابوں پر۔ اسکے رسولوں پر۔ قیامت کے دن پر۔ اور اسکی تقدیر پر یعنے اسکی بھلائی اور برائی پر ایمان لائے۔ اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا ہے پھر کہا کہ احسان کیا ہے؟۔ فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی اسطرح عبادت کرے کہ گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے۔ اگر تو اُسے نہیں دیکھ سکتا تو وہ تجھے ضرور دیکھتا ہے۔ اس نے کہا قیامت کب ہوگی۔ فرمایا مسئول عنہ سائل سے زیادہ جاننے والا نہیں یعنی میں اور تو دونوں اسکو نہ جاننے میں برابر ہیں۔ کہا اسکی نشانیاں کیا ہیں۔ فرمایا اس کی نشانی یہ ہے کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی یعنی لوگ بیویاں بہت کرینگے۔ اور لونڈی بچہ کثرت سے پیدا ہونگے اسکی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ تو ننگے پاؤں والوں ننگے بدن والوں مفلسوں۔ بکریوں کے چرانے والوں کو اپنے مکانوں میں فخر کرتے دیکھے گا۔ حضرت عمر رض کہتے ہیں۔ پھر وہ شخص چلا گیا۔ اور میں دیر تک وہیں ٹھیرا رہا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمر کیا تو جانتا ہے یہ کون تھا۔ میں نے کہا خدا اور اسکا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا وہ جبریل تھا تمہیں دین سکھلانے کے لئے آیا تھا۔ (مشکوٰۃ)۔

اسلام کے لغوی معنے ہیں فرمانبرداری کرنا۔ شرع میں گو ایمان و اسلام دونوں لفظوں سے ایک ہی بات سمجھی جاتی ہے۔ مگر لغوی معنے کے لحاظ سے دونوں میں فرق ہے۔ ایمان کا معنے ہے اللہ اور رسول اور قیامت اور ملائکہ اور کتابوں کو برحق ماننا۔ اور اسلام کا معنے ہے نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ اور حج کا ادا کرنا۔ اور زبان سے توحید اور رسالت کا اقرار کرنا۔ (تفسیر حقانی)۔

اسلام یہ ہے کہ جو احکام ہمارے نبی برحق خاتم المرسلین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کیطرف سے لائے ہیں انکے حق ہونے اور سچ ہونے کا زبان سے اقرار کیا جائے۔ اور اس زبانی اقرار کی دل سے تصدیق کیجائے بعض علماء کلمۂ شہادت کے کہنے اور نماز روزہ حج و زکوٰۃ ادا کرنے کو اسلام اور انکی دل سے تصدیق کو ایمان

Marfat.com

کہتے ہیں۔ یہ چھ چیزیں اسلام کی رکن ہیں۔ (۱) خدا پر ایمان لانا (۲) اسکے فرشتوں پر ایمان لانا (۳) اسکی آسمانی کتابوں پر ایمان لانا (۴) اسکے رسولوں پر ایمان لانا (۵) قیامت کے دن پر ایمان لانا (۶) تقدیر پر ایمان لانا کہ جیسا کچھ بندے کے حق میں لکھا گیا ہے وہ سب خدا کیطرف سے ہے۔ آدمی ان چھ چیزوں کا اقرار کرے۔ اور دل میں اعتقاد جمائے سے مسلمان ہوتا ہے۔ اس اقرار اور اعتقاد کی بدولت وہ خدا کے فضل سے دوزخ میں مطلق نہ جائیگا۔ یا اس میں ہمیشہ رہنے سے نجات پائیگا۔ اور جنت میں ہمیشہ رہیگا۔

خدا پر ایمان دو طرح لایا جاسکتا ہے۔ مجمل اور مفصل ایمان مجمل یہ ہے کہ ہم دل سے اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں تمام صفات کی شان پائی جاتی ہے اور اسکی ذات تمام نقصانوں اور عیبوں سے پاک ہے۔

ایمان مفصل یہ ہے کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور قدیم سے ہے اور ہمیشہ باقی رہیگا۔ اسکی ذات حوادث یعنی مخلوقات کے ساتھ کسیطرح مشابہت نہیں رکھتی۔ اسکا قیام خاص اسی کی ذات سے ہے۔ وہ یکتا ہے۔ اور حیات۔ علم۔ قدرت۔ ارادہ۔ سماعت۔ بصارت اور تکلم اسکو حاصل ہے۔ اسلئے اسے حیّ علیم۔ قادر۔ مرید۔ سمیع۔ بصیر۔ متکلم کہتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے کے یہ معنے ہیں کہ آدمی اعتقاد رکھے کہ خدا تعالےٰ نے اپنے بعض انبیاء پر کتابیں نازل فرمائی ہیں۔ اور بعض کو صحیفے عطا فرمائے ہیں۔ اور ان میں اوامر اور نواہی بغرض ہدایت بندگان مندرج ہیں۔ اور مبسوط کتابوں میں فرمانبرداروں کے واسطے انعامات کے وعدے اور نافرمانوں کے لئے سزاؤں سے دھمکاتا ہے۔ اور ان میں پہلی اُمتوں کے قصے بعد کے نبی کی اُمت کے عبرت حاصل کرنے کی غرض سے مذکور ہیں۔ کل آسمانی کتابیں اور صحیفے فی الحقیقت خدا کے کلام ہیں۔ جسکی کیفیت وحقیقت سوائے اسکی ذات کے کوئی نہیں جانتا۔ جو حق تعالےٰ نے چار کتابیں نازل فرمائی ہیں۔ انکے یہ نام ہیں۔ توریت۔ زبور۔ انجیل۔ قرآن۔

خدا کے رسولوں پر ایمان لانے کے یہ معنے ہیں۔ کہ آدمی انکی نسبت یہ اعتقاد رکھے کہ انکو خدا تعالےٰ نے اپنی رحمت اور فضل سے خلقت کی ہدایت کے واسطے بھیجا ہے۔ وہ نیکو کاروں کو خدا کی رضامندی اور نجات آخرت کی خوشخبری سناتے ہیں اور بدکاروں کو اسکی ناراضی اور عذاب آخرت سے اسے ڈراتے ہیں۔ لوگوں کو دینی اور دنیوی مصلحتیں بتاتے ہیں۔ جن امور پر دارین کے مدارج عالیہ حاصل ہوتے ہیں انکا لوگوں کو پابند کرتے ہیں خدا تعالےٰ انبیاء کی بڑی بڑی نشانیوں اور معجزات سے تائید فرماتا رہتا ہے۔ تمام انبیاء میں سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اور سب سے پیچھے جو نبی مبعوث ہوئے ہیں وہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

قیامت کے دن پر ایمان لانیکے یہ معنے ہیں کہ آدمی اعتقاد رکھے کہ مرنیکے بعد سب سے اول قبر میں منکر ونکیر سوال وجواب کرینگے۔ انکو ٹھیک جواب دینے سے قبر میں ہر طرح کا آرام ملیگا۔ اور دوسری صورت میں طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار ہونا پڑیگا۔ پھر محشر میں ہر شخص اپنے بدن سمیت اُٹھیگا۔ اور دنیوی اعمال کا حساب ہوگا میزان وعدل میں اعمال تولے جائینگے۔ نیکو کاروں کے دہنے ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جائینگے اور بدکاروں کے بائیں ہاتھ میں۔ پل صراط پر سب کو گذرنا ہوگا۔ بعد ازاں مومن تو دار النعیم میں مزے سے ہمیشہ کے لئے ناز ونعم میں رہینگے۔ اور کافر دوزخ میں جھونک دئے جائینگے۔ جو نہایت ڈراونی اور پُر آفات جگہ ہے۔ نعوذ باللہ منہا

تقدیر پر ایمان لانے کے یہ معنے ہیں کہ آدمی اعتقاد رکھے کہ بندوں کے تمام افعال خواہ اختیاری ہوں یا

اضطراری۔ مثلاً کھڑا ہونا بیٹھنا۔ کھانا پینا۔ بھلائی برائی۔ نماز۔ روزہ۔ خیرات۔ شراب خواری۔ زناکاری۔ لوگوں کو تکلیف دہی۔ یہ سب کچھ خدا تعالےٰ کے ارادہ اور اسکی قدرت سے وقوع میں آتے ہیں۔ اور جملہ امور کو حق تعالےٰ نے ازل میں بیان رکھا ہے کہ فلاں شخص سے فلاں وقت فلاں جگہ یہ قول یا یہ فعل سرزد ہوگا۔

جب آدمی ان چھ چیزوں پر ایمان لائے تو اسپر نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج فرض ہو جاتا ہے۔

اسلام لانا غیر مسلم شخص خواہ کسی قوم سے ہو اور کسی ملک کا ہو وہ جب چاہے مسلمان ہو سکتا ہے جسکی صورت یہ ہے کہ ایک عالم آدمی اس شخص کو غسل طہارت کے بعد خدا کی توحید اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی سچائی کی تلقین کرتا ہے۔ اور فرائض شرعیہ کی پابندی اور معاصی ومنہیات سے پرہیز رکھنے کا عہد لیتا ہے۔ ہندوستان میں ایسے شخص کو نومسلم کہتے ہیں۔

نومسلم اسلام لانے سے پہلے خواہ کسی قوم سے ہو مگر اسلام لانے کے بعد اسکو شیخ کہا جاتا ہے۔ شیخ کے معنے ہیں بزرگ۔ اور نومسلم کو یہ خطاب اس لحاظ سے دیا جاتا ہے کہ اس نے اسلام کی بزرگی حاصل کی ہے۔ دراصل شیخ مسلمانوں میں ایک اونچے درجہ کی قوم ہے۔ مگر نومسلموں کے شیخ کہلانے سے شیخ کا مفہوم بہت وسیع ہوگیا ہے۔ اور ڈوم ڈھاڑی تک شیخ بن جاتے ہیں۔

جو شخص دارالحرب میں اسلام لائے اسکی جان مال اور اسکے بچے اور جائداد مسلمان فاتح کی دستبرد سے بچ جاتے ہیں۔ اگر وہ مسلمانوں کی فتح ہونیکے بعد مسلمان ہو تو وہ اور اسکے بچے گرفتار ہو چکنے کی صورت میں غلامی سے آزاد نہیں ہو سکتے۔ اور نہ اسکا چھنا ہوا مال واپس ہو سکتا ہے۔

اسم اعظم سب سے بڑا نام۔ خدا کا وہ نام جو اسکے تمام اسماء کا جامع ہے۔ بعض نے اللہ کے لفظ کو اسم اعظم کہا ہے کیونکہ یہ خدا کا (جو تمام صفات کمالیہ سے موصوف ہے) اسم ذاتی ہے۔ بہر حال اسم اعظم وہ ہے جس میں خدا کی ذات کے سوا کسی بات کو دخل نہ ہو یعنی نہ صفات کو دخل ہو نہ افعال کو۔ نہ کل کو نہ بعض کو۔ (تع)

اسماء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی کا نام ہے۔ انکا لقب ذات النطاقین تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی جن کو حجاج نے ۷۳ھ میں شہید کیا تھا والدہ تھیں۔ آپ بڑی عقیل وذی رتبہ بی بی سمجھی جاتی تھیں۔ شہ کونین کی ہجرت کی رات کو حضرت اپنی نطاق یعنی لنگی کو بیچ میں سے پھاڑ کر دو ٹکڑے کئے دونوں ٹکڑے پیغمبر خدا کی نذر کئے کہ ایک ٹکڑے کا دسترخوان بنایا جائے اور دوسرا ٹکڑا مشکیزہ میں باندھ لیا جائے۔ اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ اے اسماء اس لنگی کے عوض میں حق تعالےٰ تجھکو جنت میں دو لنگیاں عطا فرمائیگا۔ اس دن سے آپکا لقب ذات النطاقین ہوگیا۔ ایک سو برس کی عمر میں اپنے صاحبزادہ کے انتقال کے تھوڑے دن بعد رحلت کی۔

اسماء اللہ اللہ کے نام۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالےٰ کے ننانویں ۹۹ نام ہیں جو شخص انکو یاد کرلے وہ جنت میں داخل ہوگا:۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ
الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ
الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ
الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ
الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ
الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ
الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ الْحَلِيْمُ

Marfat.com

العَظِيمُ الغَفُورُ الشَّكُورُ العَلِيُّ الحَفِيظُ ۔
المُقِيتُ الحَسِيبُ الجَلِيلُ الكَرِيمُ الرَّقِيبُ ۔
المُجِيبُ الوَاسِعُ الحَكِيمُ الوَدُودُ المَجِيدُ ۔
البَاعِثُ الشَّهِيدُ الحَقُّ الوَكِيلُ القَوِيُّ ۔
المَتِينُ الوَلِيُّ الحَمِيدُ المُحْصِي المُبْدِئُ ۔
المُعِيدُ المُحْيِي المُمِيتُ الحَيُّ القَيُّومُ ۔
الوَاجِدُ المَاجِدُ الوَاحِدُ الأَحَدُ الصَّمَدُ ۔
القَادِرُ المُقْتَدِرُ المُقَدِّمُ المُؤَخِّرُ الأَوَّلُ ۔
الآخِرُ الظَّاهِرُ البَاطِنُ الوَالِي المُتَعَالِي ۔
البَرُّ التَّوَّابُ المُنْتَقِمُ العَفُوُّ الرَّؤُفُ ۔
مَالِكُ المُلْكِ ذُو الجَلَالِ وَالإِكْرَامِ المُقْسِطُ
الجَامِعُ الغَنِيُّ المُغْنِي المَانِعُ الضَّارُّ ۔
النَّافِعُ النُّورُ الهَادِي البَدِيعُ البَاقِي ۔
الوَارِثُ الرَّشِيدُ الصَّبُورُ ۔ (مش)

اسماء الرجال

آدمیوں کے نام اور راویانِ احادیث کے نام اور حالات۔

علم اسماء الرجال ایک خاص علم ہے اور فن روایت (حدیث) کا ایک مہتم بالشان شعبہ ہے۔ حدیث سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کی روایات ہیں جن پر معانی قرآن کے سمجھنے اور شریعت کی تمامتر تعلیم کا دارومدار ہے۔ اور ان کثیر التعداد روایتوں یا حدیثوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے لیکر آجتک جن لوگوں نے ایک دوسرے سے سن پڑھ کر ہم تک پہنچایا ہے۔ ان کی تعداد ہزاروں لاکھوں پہنچتی ہے اور ان کے صادق یا کاذب اور قوی الحافظہ یا ضعیف الحافظہ ہونے پر حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا مدار ہے اس جماعت میں کئی ایسے بدنیت لوگ بھی دہوکے سے شریک ہوگئے ہیں جو جھوٹی حدیثیں بنا کر لوگوں کو سنانا اپنا مدعا رکھتے تھے۔ لہذا نقادانِ فن روایت نے علم اسماء الرجال نکالا ہے جس میں ان راویوں کی اخلاقی حالت اور ان کے کیریکٹر کے متعلق بحث کی جاتی ہے تاکہ جس راوی کی اخلاقی حالت مورد اعتراض ہو اسکی روایت کردہ حدیث پایہ اعتبار سے ساقط سمجھی جائے۔ اسماء الرجال کی کئی کتابیں ہیں۔ ایک چھوٹی سی کتاب مشکوٰۃ شریف کے آخر میں شامل ہے جس میں صرف مشکوٰۃ کی احادیث کے راویوں کے حالات درج ہیں۔ اسماء الرجال کی ایک جامع کتاب ابن خلکان نے ۶۸۱ھ میں تصنیف کی ہے جسکا ترجمہ انگریزی میں بھی ہو چکا ہے۔ اسی فن کی ایک ضخیم اور معتبر کتاب بنام اسد الغابہ مشہور ہے جو ابن اثیر کی تصنیف ہے اور یہ سب کتابیں عربی میں ہیں۔

اسمٰعیل

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام ہے جو ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ یہ نبی بھی تھے۔ عرب کی نسل انہی سے ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان ہی کی نسل سے ہیں قرآن مجید میں انکا ذکر یوں آیا ہے۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمٰعِيلَ تا وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝ (س۔ مریم۔ ع۴) اور (اے پیغمبر) قرآن مجید میں اسمٰعیل کا مذکور (بھی لوگوں سے بیان) کرو وہ وعدے کے (بڑے) سچے تھے اور (ہمارے) بھیجے ہوئے پیغمبر تھے۔ اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کرتے رہتے تھے۔ اور اپنے پروردگار کی بارگاہ میں مقبول تھے۔

(۲) اس فرشتہ کا بھی نام ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت جبرئیل کے ساتھ آیا تھا، اور جو آسمان اور دنیا کا داروغہ ہے۔ چنانچہ جعفر بن محمدؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ قریش میں سے ایک شخص ان کے باپ امام علی زین العابدینؓ کے پاس آیا۔ تو انہوں نے کہا کیا میں تم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہ بیان کروں۔ اس نے کہا ہاں۔ حضرت ابو القاسم (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) کی حدیث بیان کیجئے

Marfat.com

آپ نے فرمایا کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ کے پاس حضرت جبریلؑ آئے۔ اور کہا خدا نے مجھے آپ کی تعظیم و تکریم کے لئے آپ کے پاس بھیجا ہے جو آپ ہی کے لئے خاص ہے۔ خدا آپ سے وہ چیز دریافت کرتا ہے جسکو وہ آپ سے زیادہ جانتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آپکا کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے جبریلؑ میں اپنے آپ کو غمناک پاتا ہوں۔ پھر حضرت جبریلؑ دوسرے دن آپ کے پاس آئے۔ اور پہلے روز کی طرح گفتگو کی آپ نے بھی وہی جواب دیا۔ پھر تیسرے دن آئے اور وہ ہی بات کہی۔ آپ نے بھی وہ ہی جواب دیا۔ حضرت جبریلؑ کے ساتھ ایک فرشتہ بھی آیا جسکا نام اسماعیل تھا۔ اور جو ایسے لاکھ فرشتوں کا حاکم تھا جن میں سے ہر ایک فرشتہ اور لاکھ فرشتوں پر حکمرانی کرتا تھا۔ (مش)

اسماعیلیہ شیعوں کا ایک فرقہ ہے جسے سبعیہ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ انکا اعتقاد ہے کہ پیغمبر سات ہی ہوئے ہیں۔ آدمؑ۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ موسیٰؑ۔ عیسےؑ۔ محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم اور محمد مہدی ساتویں ہیں۔ اور ہر دو پیغمبروں کے درمیانی زمانہ میں سات امام ہوتے ہیں۔ جنکا وجود ہر زمانہ میں ضروری ہے۔ اور یہ بھی انکا اعتقاد ہے کہ جعفر صادق کی وفات کے بعد امامت انکے پسر کلان اسماعیل میں منحصر ہے۔ اسی وجہ سے انکا نام اسماعیلیہ ہے۔

اس فرقہ کو بابکیہ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ ان سے بہت سے لوگ بابک خرمی کے تابع ہوگئے تھے اور محمرہ بھی انکا لقب ہے۔ کیونکہ انہوں نے بابک کی معیت میں سرخ لباس پہننا اختیار کیا تھا۔ یا یہ وجہ ہے کہ مسلمان جو ان سے مذہب میں مخالف تھے انکو حمیر کہتے تھے۔ اس فرقے کا ظہور ۲۵۵ھ ہجری میں ہوا۔ (ک)

اسود عنسی بفتح عین مہملہ و سکون نون عنس کیطرف منسوب ہے۔ ایک شخص کا نام ہے جسکو ذی الخمار بھی کہتے ہیں۔ اسلئے کہ وہ ہر وقت اپنے چہرہ پر ایک نقاب ڈالے رکھتا تھا۔ مگر بعض اس کلمہ کو حائے مہملہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اور اسکی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ کہتا تھا کہ ایک شخص گدھے پر سوار ہوکر میرے سامنے آتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ وہ ایک وقت نہایت صاحب اقتدار ہوگیا تھا۔ اسوقت اس سے حیرت انگیز امور ظاہر ہوتے تھے۔ یہ بآسانی لوگوں کے دلوں کو اپنی باتوں کی طرف مائل کرلیا کرتا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسکے پاس مثل کاہنوں کے دو شیطان رہا کرتے تھے جو زمانے کے واقعات سے اسکو آگاہ کیا کرتے تھے۔ اسکا آغاز و انجام اور تمام قصہ اسطرح ہے کہ باذان جو ابنائے فارس سے تھا۔ یمن میں کسریٰ کیطرف سے گورنر تھا۔ مگر آخرکار مسلمان ہوگیا تھا۔ اور اسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صنعائے یمن کی حکومت پر مقرر کردیا تھا۔ مگر جب وہ مرگیا تو اسکے مقبوضات کو تقسیم کرکے بعض حصص اسکے بیٹے شہر بن باذان کو دیدئے۔ اور بعض موسےٰ اشعری کو اور بعض معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو۔ اسوقت اسود عنسی نے خروج کیا۔ اور دعوئے نبوت کرکے اپنے لشکر کے ساتھ اہل صنعا پر غالب آگیا۔ اور تمام مملکت اپنے قبضہ تصرف میں لے آیا اور شہر بن باذان کو مار ڈالا۔ پھر مرزبانہ کو جو شہر بن باذان کی بیوی تھی اپنے نکاح میں لایا۔ اسکے بعد فروہ بن مسیک نے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے قبیلہ مراد پر عامل تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خط لکھکر ان واقعات کی اطلاع دی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ اشعری جو اسی نواح میں رہتے تھے متفق ہوکر مقام حضر موت میں آپہنچے۔ مگر جب آخرالامر خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پہونچی تو آپ نے بھی ان لوگوں کیطرف خط لکھا کہ تم جسطرح سے ہوسکے متفق ہوکر اسود عنسی کی شرارت کو روکو۔ اور مادہ فساد کو دفع

Marfat.com

کر دو۔ پس تابعان نبوی ایک جگہ جمع ہو گئے اور مرزبانہ کو پیغام بھیجا کہ یہ مرد یعنے اسود عنسی نے تیرے باپ اور شوہر کو مار ڈالا ہے۔ پس تیری زندگی اُسکے ساتھ کیونکر بسر ہو سکتی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ وہ تو میرے نزدیک بدترین انسان ہے۔ پھر اُن لوگوں نے کہا کہ تجھ سے جس طرح سے ہو سکے اسکے دفع کرنے کی کوئی تدبیر نکال۔ مرزبانہ نے فیروز دیلمی کو جو اسکا چچازاد بھائی اور نجاشی شاہ حبشہ کا بھانجا تھا۔ اور جسکی عمر دس سال کی تھی اور وہ اُسوقت مسلمان ہو چکا تھا اُسے اور ایک دوسرے شخص داذویہ نامی کو اسبات پر مامور کیا کہ رات کے وقت دیوار میں نقب لگا کر اسکے گھر میں گھس جائیں اور اسود کو سوتے میں قتل کر ڈالیں۔ مرزبانہ نے اس موعودہ شب کو اسود کو نیز شراب بافراط پلادی جس سے وہ بالکل مدہوش ہو گیا اسوقت گھر کے دروازے پر سو پہرہ دار پہرہ دے رہے تھے۔ فیروز ایک جماعت کے ہمراہ دیوان خانہ میں نقب لگا کر اندر داخل ہوا اور فوراً اسود کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اُسوقت ایک سخت آواز گائے کے چیخنے چلانے کی اسکے جسم سے نکلنے لگی جسے پہرہ دار سنتے ہی گھر کیطرف دوڑ پڑے۔ مرزبانہ بھی اندر سے باہر نکل آئی۔ اور کہنے لگی کہ تم خاموش ہو جاؤ کیونکہ تمہارے پیغمبر پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ جب صبح ہو گئی تو موذن نے یہ خبر پا کر اذان میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہنے کے بعد اَشْهَدُ اَنَّ ذَا الْخِمَارِ کَذَّابٌ بھی کہا۔ (مد)

اشراق کی نماز یہ نماز مستحب ہے دو رکعت یا چار رکعت نماز سوا نیزہ بھر سورج چڑھنے پر پڑھی جاتی ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ فجر کی نماز پڑھکر سورج چڑھنے تک اسی جگہ تسبیح و درود پڑھتے رہیں۔ اور پھر اشراق کی نماز پڑھکر اٹھیں۔ اس سے ایک حج اور عمرہ کے برابر ثواب ملتا ہے۔

اشربہ پینے کی چیزیں۔ یعنے پینے کے آداب و مسائل کتب احادیث و فقہ میں ان مسائل کو ایک خاص باب میں بیان کیا گیا ہے۔

انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تین سانس میں پانی پیا کرتے (بخاری و مسلم)۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مشک کے منہ سے پانی پینے کی ممانعت کی (مش)

انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا کہ آدمی کھڑے ہوکر پانی پیئے۔ (مس)

ام المؤمنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص چاندی کے برتن میں پانی پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں آتش دوزخ کو گھونٹ گھونٹ کر کے اتارتا ہے۔ (مش)۔

انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے گھر بلو بکری کا دودھ دوہا۔ اور دودھ میں اُس کنوئیں کا پانی ملایا گیا جو انسؓ کے گھر میں تھا۔ الغرض دودھ کا پیالہ آنحضرت کو دیا گیا۔ آپ نے اس میں سے کچھ پیا۔ اور آپ کی بائیں جانب ابوبکر تھے اور دائیں طرف ایک بدوی۔ عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ابوبکر کو عنایت کیجئے۔ آپ نے اس بدوی کو دیا۔ جو آپ کی دائیں جانب بیٹھا تھا۔ اس بعد فرمایا کہ جو شخص دائیں جانب بیٹھا ہو وہ زیادہ استحقاق رکھتا ہے۔ پھر وہ جو اسکے بعد بیٹھا ہو۔ (بخ)

ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پیالے کی دراڑ میں سے پانی پینے کی ممانعت کی۔ اور نیز پانی میں پھونکنے سے منع فرمایا۔ (ابو)۔

اشعۃ اللمعات مشکوٰۃ شریف کا فارسی زبان میں شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کا ترجمہ ہے۔ یہ کتاب علم حدیث میں نہایت معتبر سمجھی جاتی ہے۔ بخارا۔ سمرقند۔ کابل۔ قندھار اور ہرات میں زیادہ تر اسکا رواج ہے۔

اشعریہ ایک اسلامی فرقہ کا نام ہے جو حضرت ابوالحسن

Marfat.com

علی ابن اسماعیل اشعری کے نام سے منسوب ہے۔ اسلام کی تعلیم ابتدائی حالت میں بالکل سیدھی سادی تھی۔ مگر دو ڈھائی صدیوں کے بعد جب فلسفہ یونان کی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں۔ اور فلسفیانہ خیالات کے چرچے عام طور پر پھیل گئے تو اسلامی عقائد کو ان سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوا۔ اسلئے علماء کی ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی جس نے اسلام کی خالص تعلیم کے مطابق اسلامی عقائد کو مرتب کر کے عقلی دلائل سے ثابت کرنیکا ذمہ اُٹھایا۔ مگر یہ مباحث اسقدر طول پکڑ گئے کہ تمام علما ایک مسلک پر متفق نہ رہ سکے۔ ان میں کئی فرقے پیدا ہو گئے جن میں خیالات کی صحت وخطا کے لحاظ سے بہت سے مراتب قائم ہیں۔ ان میں فرقہ اشعریہ ہی ایک ایسا فرقہ ہے جسکے خیالات کو کتاب وسنت کے ساتھ پوری موافقت ہے اسلئے اہلسنت والجماعت جو عبادات و معاملات کے احکام میں ائمہ اربعہ کے اجتہاد پر عمل کرتے ہیں عقائد میں فرقہ اشعریہ کے خیالات کا اتباع کرتے ہیں۔ اور اسی کے دلائل سے استدلال کرتے ہیں۔

حضرت ابوالحسن علی اشعری ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔

اصحاب

صاحب کی جمع ہے۔ رفقار۔ مصاحبین۔ اہل تعلق وغیرہ۔ یہ لفظ خصوصیت کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مخلص رفقار کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک کو صحابی کہا جاتا ہے۔

(۱) صحابی ہونا اسلام میں ایک بزرگترین فضیلت ہے جس سے برتر پیغمبری کے سوا اور کوئی فضیلت نہیں ہوسکتی۔ ولایت۔ غوثیت۔ قطبیت وغیرہ تمام مقدس مراتب اس سے ادنٰے ہیں۔ مگر صحابی کی تعریف میں بڑا اختلاف ہے۔ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ صحابی صرف اس مسلمان کو قرار دیتے ہیں جس نے کم از کم ایک سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی ہو۔ اور جہاد میں شریک ہوا ہو۔ یہ تعریف صحابہ کی مشہور تعداد میں سے ایک بڑی جماعت کو خارج کر دیتی ہے۔ بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ صحابی وہ ہے جو بحالت بلوغ مسلمان ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا ہو۔ خواہ ایک ساعت بھر ہی زیارت کی ہو۔ یہ تعریف پہلی کی نسبت کسیقدر وسیع ہے۔ بعض کے نزدیک صحابی وہ ہے جسکا صحابی ہونا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے منصوص ہو۔ یہ اور بھی تنگ تعریف ہے مگر عام مشہور اور سب سے زیادہ وسیع تعریف یہ ہے کہ صحابی وہ ہے جس نے مسلمان ہو کر آنحضرتؐ کی زیارت اور صحبت کا شرف پایا ہو۔ اور بحالت اسلام وفات پائی۔

مجمع البحار میں لکھا ہے کہ صرف زیارت کافی نہیں ہے۔ بلکہ صحابی کے لئے آپ کی صحبت لازم ہے تاکہ عبداللہ ابن مکتوم جیسے نابینا صحابی بھی اس تعریف میں شامل ہوسکیں۔ مظاہر حق شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے آنحضرتؐ کو اپنے ایمان کی حالت میں پایا ہو۔ اور دین اسلام پر مرا ہو۔ اگرچہ اس درمیان میں ارتداد بھی متخلل ہو۔ جیسے کہ اشعث بن قیس کے حق میں کہتے ہیں۔ قول صحیح تر یہی ہے"۔

(۲) ابو منصور بغدادی کہتے ہیں کہ ہمارے علمار کا اجماع ہے کہ صحابہ میں سے افضل چاروں خلفاے راشدین حسب ترتیب ہیں۔ پھر باقی عشرہ مبشرہ کا درجہ ہے دیکھو (عشرہ مبشرہ) پھر اصحاب بدر۔ پھر اصحاب اُحد۔ دیکھو (اُحد) پھر اصحاب بیعۃ رضوان۔ دیکھو (بیعۃ رضوان) پھر عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ۔ کے افضل انصار اور سابقون اولون۔ اور ان سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے قبلتیں (یعنی بیت المقدس اور خانہ کعبہ) کیطرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ اختلاف کیا علمانے حضرت عائشہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں۔ اور حضرت عائشہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں۔

Marfat.com

اور معاویہ عدول فضلاء اور صحابہ خیار میں سے ہیں۔ ان کی باہم لڑائیاں جو ہوئیں یہ انکا اجتہادی اختلاف تھا۔ اور اگر ان میں سے کسی سے غلطی ہوئی تو اجتہادی غلطی تھی۔ اس سے کسیکو شان صحابیت سے گرانا لازم نہیں آتا۔ اہلسنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ صحابہ میں سے کسیکی شان میں اپنی رائے نہ لگانی چاہیئے اور انکو صرف نیکی سے یاد کرنا چاہیئے (مظ)

بعض لوگوں نے صحابہ کے تیرہ مدارج حسب ذیل قائم کیئے ہیں (۱) سب سے پہلے اسلام لانیوالے۔ یعنے مردوں میں حضرت ابوبکرؓ اور عورتوں میں حضرت خدیجہؓ۔ بچوں میں حضرت علیؓ۔ غلاموں میں حضرت زید بن حارثؓ اور وہ لوگ جو اسلام کی برملا دعوت شروع ہونے سے بیشتر مسلمان ہوئے۔ (۲) وہ لوگ جو اسلام کی برملا دعوت شروع ہونے اور اسکے نوبت پکڑنے کے وقت اسلام لائے۔ ان میں سب سے پہلے حضرت عمرؓ ہیں (۳) مہاجرین حبشہ۔ (۴) بیعت عقبہ اولیٰ میں شامل ہونیوالے انصار۔ (۵) بیعۃ عقبہ ثانیہ کے انصار (۶) بیعۃ عقبۃ ثالثہ کے مسلمان۔ (۷) وہ مہاجرین جو آپ کی ہجرت کے بعد مقام قبا پر آپ سے ملے (۸) اصحاب بدر (۹) غزوہ بدر اور غزوہ حدیبیہ کے مابین اسلام لانیوالے لوگ (۱۰) بیعۃ رضوان کرنیوالے۔ (۱۱) غزوہ حدیبیہ کے بعد فتح مکہ سے پہلے اسلام لانیوالے۔ (۱۲) فتح مکہ کے روز اسلام لانیوالے (۱۳) وہ مسلمان بچے جنہوں نے صرف بلوغ سے بیشتر آپ کی زیارت کی۔

(۳) فتح مکہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار صحابی تھے۔ اور حجۃ الوداع میں ۴۰ ہزار۔ بقولے ۷۰ ہزار اور بقولے ایک لاکھ تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت اصحاب کی تعداد ایک لاکھ ۴۴ ہزار تھی۔

(۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ صحابہ کے ساتھ بے تکلف اور دوستانہ تھا۔ آپ انکے ساتھ ہنستے اور بے تکلفی سے بات کرتے اور تبسم فرماتے تھے۔

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے اصحاب کو گالی نہ دو۔ اگر تم میں سے کوئی کوہ احد کے برابر سونا خرچ کرے تو بھی وہ ایک صحابی کے برابر یا اس سے نصف درجہ حاصل نہیں کر سکتا (مش)

فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں۔ ان میں سے جسکی اقتدا کروگے ہدایت پاؤگے (مش)۔

(۵) اہل سنت والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ کسی صحابی کو برا نہ کہنا چاہیئے۔ خواہ وہ باہم جنگ کرتے اور ایک دوسرے کے افعال کا معارضہ کرتے رہے ہوں۔ ان کی اس قسم کی تمام کارروائیوں کو کسی حکمت و مصلحت پر مبنی سمجھنا چاہیئے۔ اور انکی قابل اعتراض باتوں سے چشم پوشی کرنی چاہیئے۔ شیعہ لوگ صحابہ کی ایک خاص جماعت کو واجب التعظیم جانتے ہیں جس میں صرف پندرہ بیس اشخاص شامل ہیں۔ باقی تمام صحابہ کو معاذ اللہ ..... یا کم از کم مطعون سمجھتے ہیں۔ انکے نزدیک واجب التعظیم صرف وہی لوگ ہیں جو ولایت و خلافت کے معاملہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ خاص ہمدردی رکھتے تھے اور ان کو حق بجانب سمجھتے تھے۔

اصحاب الاخدود

خندقوں والے۔ اُخدود خد کی جمع ہے۔ جسکے معنے خندق کے ہیں (مد)

قرآن مجید میں اصحاب الاخدود کا مختصر سا حال یوں مذکور ہے۔ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ تا وَهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝ (س بروج ع۱) کافر انجام کار ہلاک ہوں گے۔ جسطرح وہ خندق والے ہلاک ہوئے۔ اور وہ خندقیں آگ کی تھیں جن میں (اس وقت کے مسلمانوں کے جلانیکے لئے انہوں نے بہت سا ایندھن (جھونک رکھا) تھا۔ جبکہ وہ خندقوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور جو (ظلم وستم) مسلمانوں پر کر رہے تھے

Marfat.com

اسکا تماشا دیکھ رہے تھے۔

اس بات میں کہ اصحاب اخدود کون لوگ تھے کس ملک اور کس زمانہ میں تھے۔ اور انکا کیا مذہب تھا۔ علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ تین جگہ ہوا ہے۔ ایک دفعہ نجران میں جو ملک یمن میں واقع ہے۔ اور ایک بار شام میں اور ایک بار فارس میں۔ یمن میں ذونواس نے کھائیاں کھود کر آگ سے بھر دی تھیں۔ اُن میں ایمانداروں کو ایمان کے جرم میں ڈالتا تھا۔ شام میں انطاموس رومی نے ایسا ہی کیا تھا۔ فارس میں بخت نصر نے جسکے عہد میں دانیال علیہ السلام تھے۔ ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ حبشہ میں بھی ایکبار یہ واقعہ گزرا ہے۔ ابن جریر نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ بنی اسرائیل میں گزرا ہے جبکہ اُن میں بت پرستی کا رواج ہوا۔ اور اُنہوں نے خدا پرستوں کو ایمان سے روکنا چاہا۔ تو خندقیں کھدوادیں۔ اور ان میں آگ جلادی۔ اور بت کو کھڑا کر دیا۔ اور حکم دیا کہ جو اسکو سجدہ نہ کرے اسکو آگ میں ڈالدیا جائے۔

مگر ان آیات میں ان میں سے کون سے واقعہ کی طرف اشارہ ہے؟ بامعان نظر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذونواس نے جو یمن میں کیا تھا اسکی طرف اشارہ ہے اسلئے کہ اس واقعہ کو عرب جانتے تھے اور اسکے دیکھنے والے بعض اشخاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد تک باقی تھے۔ اور قریش کو اس واقعہ سے عبرت دلائی گئی کہ وہ بھی اصحاب الاخدود کی طرح غریب ایمانداروں پر ظلم و ستم ڈھاتے تھے۔

مسلم نے اپنی صحیح میں اور اسیطرح نسائی نے اور امام احمد نے اور ترمذی نے نقل کیا ہے۔ ان اقوال میں باہم کسیقدر الفاظ و مطالب میں کمی زیادتی ہے۔ مگر ترمذی نے جو نقل کیا ہے ہم اسکا خلاصہ نقل کرتے ہیں۔ کہ کوئی بادشاہ تھا اور اسکے ہاں ایک بوڑھا کاہن تھا۔ اس نے ایک روز بادشاہ سے کہا۔ میری عمر اخیر ہوئی آپ کسی ذہین .... لڑکے کو میرے حوالے فرمایئے کہ میں اسکو اپنا یہ علم سکھا جاؤں۔ تب اس نے ایک ہوشیار لڑکے کو متعین کیا۔ وہ اس کاہن کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ اور اسکے راستہ میں ایک راہب اپنے صومعہ میں رہا کرتا تھا۔ لڑکا راہب سے بھی ملنے لگا۔ راہب نے اسکو دین حق اور توحید کی تعلیم کرنی شروع کی اور لڑکا ایمان لے آیا۔ کاہن کے پاس آنے میں دیر ہونے لگی تو اس نے اسکے گھر والوں سے کہلا بھیجا کہ یہ کہاں رہا کرتا ہے۔ میرے پاس کم آتا ہے۔ گھر والوں نے اس بات پر اسے مارپیٹ شروع کی۔ ایک روز راستہ میں ایک بڑا سانپ تھا اور لوگ رُکے کھڑے تھے۔ تب اس لڑکے نے ایک پتھر اُٹھا کر یہ کہا کہ الٰہی اگر راہب کی بات حق ہے۔ تو اس پتھر سے یہ موذی مرجائے۔ یہ کہکر اس نے پتھر پھینکا جس سے وہ سانپ مرگیا۔ لوگوں میں چرچا ہوا اور لڑکے کی بڑی تعریف ہونے لگی۔ یہ شہرہ سُنکر ایک اندھا بھی لڑکے کے پاس آیا اور کہا اگر تو میری آنکھیں اچھی کر دے تو میں تجھے یہ کچھ دوں۔ وہ اندھا بادشاہ کا مصاحب تھا۔ لڑکے نے کہا مجھے کچھ نہیں چاہئیے۔ صرف یہ کہ جو تجھے بینائی دے تو اسپر ایمان لا۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ لڑکے نے دعا کی تو اسکی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ یہ خبر بادشاہ کو پہنچی جو بت پرست تھا۔ اس نے ان سب کو بلایا اور اس اندھے اور راہب کو آرے سے چروا دیا اور لڑکے کی نسبت حکم دیا کہ اسکو فلاں پہاڑ کی چوٹی سے گرادو۔ جب شاہی لوگ اسکو اوپر لے گئے تو وہ خود گر کر مر گئے۔ اور لڑکا بچ رہا۔ پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ اسکو کشتی میں سوار کرکے دریا میں لیجا کر غرق کردو۔ وہاں بھی شاہی لوگ ڈوب گئے اور لڑکا سلامت نکل آیا۔ تب لڑکے نے بادشاہ سے کہا آپ مجھے کبھی نہیں مار سکیں گے مگر اس تدبیر سے کہ مجھے سولی پر چڑھا دو۔ اور یہ کہکر کہ —

Marfat.com

یا سیحر رَبِّ هٰذَا الْغُلَام میرے تیر مارو۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ لڑکا کام آگیا۔ بادشاہ سے لوگوں نے عرض کیا آپ نے ان تینوں شخصوں کو تو ہلاک کیا جو آپکے دین کے خلاف تھے مگر اب تو سب لوگ آپ کے دین کے مخالف ہو گئے۔ تب بادشاہ نے حکم دیا کہ خندقیں کھود و اور ان میں لکڑیاں بھر کر آگ لگا دو۔ اور لوگوں کو حکم دیا کہ حاضر ہوں۔ اور کہا جو اپنے اس دین سے نہ پھرے تو اسکو آگ میں ڈالتے جاؤ۔ تب بادشاہی لوگوں نے ایمانداروں کو آگ میں ڈالنا شروع کیا۔ اس حادثہ میں تخمیناً بیس ہزار آدمی شہید ہوئے۔ وہ یہ ظلم کر رہی رہا تھا کہ خود اس پر اور اس کے امیروں پر آگ جا لگی۔ سب کے سب جل کر بھسم ہو گئے۔ (لغت وغیرہ)

اصحاب ایکہ دیکھو۔ (ایکہ)۔

اصحاب بدر غزوہ بدر میں جو ۲ رمضان کو ہوا شریک شدہ اصحاب کرام کو کہتے ہیں۔ ان حضرات کا مرتبہ تمام دیگر اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ شمار ہوتا ہے۔ یہ تین سو پانچ نفر تھے جن میں سے ساٹھ مہاجرین اور باقی انصار تھے۔ تین سو پچاس مشرکوں سے یہ لڑائی ہوئی تھی جن پر مسلمان غالب ہوئے۔

اصحاب صفہ صفہ کے معنے چبوترہ۔ اصحاب صفہ چبوترہ والے لوگ۔ یہ ان مسکین و فاقہ کش لوگوں کی جماعت کا لقب ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق اور آپکے دیدار کے ہر وقت مشتاق تھے۔ آپکے حضور میں رہنے کے اور آپ کے دیدار سے محظوظ ہونے کے سوا اور کوئی کاروبار نہ رکھتے تھے۔ ہجرت کے بعد جب مدینہ میں مسجد نبوی تعمیر کی گئی۔ تو اسکا ایک گوشہ ان لوگوں کے لئے خاص کر دیا گیا۔ یہ لوگ گھر بار سے بے پرواہ۔ خویش و اقارب سے دور۔ خدا اور اسکے رسول کی محبت میں غرق رہتے تھے۔ نہ کھانے پینے کی حرص تھی۔ نہ پہننے اوڑھنے کا لالچ تھا کسی نے درخت

تو تہ بند رکھا تھا۔ تو کسی کے بدن پر صرف کمل ہی کمل تھا۔ فقیرانہ و مستانہ زندگی بسر کرتے اور رات دن خدا کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ انکی تعداد کم و بیش ستر تک تھی اور کبھی سینکڑوں تک بھی پہنچ جاتی تھی۔ کھانے کا یہ انتظام تھا کہ رات کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو اپنے پاس بلاتے اور ان میں سے ایک گروہ کو خود اپنے گھر سے کھانا کھلا دیتے۔ باقی کو ایک ایک دو دو کر کے اپنے صاحب توفیق اصحاب کے سپرد کر دیتے۔ وہ انکو گھر لیجا کر مہمانوں کی سی خاطر و تواضع کرتے اسی لئے ان لوگوں کا لقب اضیاف اللہ یعنے اللہ کے مہمان پڑ گیا تھا۔ اس جماعت میں سے حضرت ابو ہریرہؓ وہ بزرگوار ہیں جنکی دینی خدمات مثل روایت کی جانتا ہے جب تک بخاری و مسلم کے اوراق اہل ایمان کے زیر مطالعہ رہینگے انکا نام دنیا میں مہر نیمروز کی طرح درخشاں رہیگا۔

اصحاب الفیل ہاتھی والے یعنے ملک عرب کے ایک مشہور تاریخی واقعہ سے تعلق رکھتا ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے ایک ماہ پچپن روز پیشتر واقع ہوا۔ جسکی تفصیل یہ ہے کہ یمن کے ملک میں جب وہاں کا بادشاہ ذو نواس جو قوم حمیر کا آخری بادشاہ تھا۔ یہودی ہو گیا تو اس نے جوش تعصب میں نجران کے عیسائیوں پر نہایت بے رحمانہ طریقوں سے ستم ڈھانا شروع کیا۔ خندق کھدوا کر اس میں آگ جلائی۔ اور عیسائیوں کو پکڑ پکڑ کر اس میں ڈالا جسکا ذکر سورۃ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ میں ہے۔ تو ان عیسائیوں میں سے کچھ لوگ جلی ہوئی انجیل لیکر قیصر روم کے پاس فریادی پہنچے جو عیسائی تھا۔ اس نے نجاشی شاہ حبش کو جو اس کا تابع اور عیسائی تھا۔ مدد کرنے کو لکھا۔ نجاشی نے ابرہہ کو ایک لشکر دے کر یمن کو بھیجا۔ اس نے ذو نواس اور اسکی سلطنت کو تباہ کر دیا اور خود یمن کا بادشاہ بن گیا۔ یہ بڑا بدذات شہوت پرست اور کمینہ خصلت شخص تھا۔ اس نے کعبہ کی

Marfat.com

رونق گھٹانے کے لئے اپنے پایۂ سلطنت شہر صنعا میں ایک گرجا بنایا۔ اور اسکی بڑی تیاری کی۔ اور عرب کے لوگوں کو حج کعبہ سے روکا۔ اور طرح طرح کا تشدد شروع کیا۔ اور حکم دیا کہ میرے گرجا کا حج کیا کریں۔ مگر اسکی کون مانتا تھا۔ اس وجہ سے اسکو خانہ کعبہ اور شہر مکہ اور وہاں کے لوگوں سے عداوت قلبی پیدا ہوگئی۔ اور اس عرصہ میں ایک نیا شگوفہ اور کھلا جس نے اسکے دل کی دبی ہوئی آگ کو بھڑکا دیا۔ یعنے اس گرجا کے جاروب کش نے رات کو اس میں پاخانہ پھر کر اسکو جا بجا سے گندہ کر دیا۔ اور بھاگ گیا۔ آخر معلوم ہوا کہ وہ مکہ کا باشندہ تھا۔ اور اس نے عداوت سے یہ کام کیا ہے۔ پھر چند روز بعد اس گرجا میں کسی سبب سے آگ لگ گئی اور جلکر خراب ہوگیا۔ جس سے لوگوں کی نظروں میں اسکی اور بھی بے وقعتی ہوگئی۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی مکہ والوں کی کارستانی تھی۔ اِنتو اسکو سخت غصہ آیا۔ اور ایک جرار لشکر لیکر جس میں بہت سے ہاتھی اور ایک خاص قد آور ہاتھی محمود نام شامل تھا مکہ پر چڑہائی کی اور کعبہ کو منہدم کرنیکا ارادہ کیا۔ بظاہر اس نے یہ اعلان کیا کہ اہل شہر کو امن ہے۔ مگر مدعا یہ تھا کہ وہ لوگ بھاگ نہ جائیں اور سب کو زن و فرزند سمیت تہ تیغ کیا جائے۔

جب ابرہہ کا لشکر مکہ سے چار کوس کے فاصلہ پر بمقام وادی محسر فروکش ہوا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب جو اسوقت کعبہ کے متولی تھے۔ تمام اہل مکہ بھاگ گئے۔ عبد المطلب ابرہہ کے پاس گئے۔ جس نے انکو تعظیم سے بٹھایا اور پوچھا کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا تمہارے سپاہیوں نے میرے چند اونٹ پکڑ لئے ہیں۔ وہ واپس دلوا دیجئے۔ اس نے تعجب سے کہا تمنے اونٹوں کی فکر کی کعبہ کے لئے کچھ نہ کہا۔ عبد المطلب نے کہا اونٹ میرے تھے مجھے انکی فکر ہے۔ اور کعبہ اللہ کا ہے جو سب پر غالب ہے۔ اسکی وہ خود تدبیر کریگا۔ آخر الامر ابرہہ نے کعبہ کو منہدم کرانیکے لئے ہاتھیوں کو ریلنے کا حکم دیا۔ مگر خدا کی قدرت نے کیا تماشا دکھایا کہ فیلبان ہر چند ہاتھیوں کو آگے لیجانیکے لئے ہانکتے اور مارتے تھے مگر وہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑہاتے تھے۔

اسی حالت میں شہر جدّہ کی سمت سے جو ساحل سمندر پر واقع ہے۔ بڑے بڑے سبز اور لفوفے سیاہ جانور جو نہ پہلے دیکھے گئے نہ بعد میں بڑی چونچ اور پنجوں والے پرے کے پرے نمودار ہوئے۔ ایک ٹکڑی کے بعد دوسری ٹکڑی آتی تھی۔ دو کنکریاں انکے پنجوں میں اور ایک چونچ میں تھی۔ ان جانوروں نے وہ کنکریاں برسانی شروع کیں۔ لشکر انسان و حیوان جس پر کنکری پڑتی تھی سیسے کی گولی کی طرح بدن میں بیٹھ جاتی تھی۔ آخر تمام لشکر غارت ہوگیا۔ قریش کے لوگ ادہر اودہر پہاڑوں میں بیٹھے یہ عبرتناک نظارہ دیکھ رہے تھے۔ (تفسیر حقانی)۔

اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ فیل میں یوں مذکور ہے۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ کیا تو نے نہیں دیکھا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ کیا انکا داؤ غلط نہیں کر دیا وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ انپر پرندوں کے غول بھیجے۔ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ جو انپر کنکریلی پتھریاں پھینک رہے تھے۔ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝ پھر تو ان کو آخور کی طرح کر دیا۔

اس سورۃ کے نزول کے وقت اس واقعہ کو دیکھنے والے کئی اشخاص مکہ میں موجود تھے۔ اور ان کنکریوں میں سے بعض کنکریاں بعض صحابہ کے پاس موجود بھی تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہر کنکری پر بخط غیب جسکو اس جہان کے لوگ پڑھ نہیں سکتے لکھا ہوا تھا " یہ فلاں ابن فلاں کے لئے ہے"۔ جب سیسہ کی گولی بارود کے زور سے جاندار کے جسم سے پار نکل جاتی ہے تو کیا عالم الغیب کی گرمی جو قہر الٰہی کی بارود تھی اسکے زور سے ان کنکریوں کا اصحاب فیل کو

Marfat.com

ہلاک کرنا کوئی محال ہے؟
نیچری لوگ کہتے ہیں کہ ابرہہ کا لشکر چیچک کی وبا سے ہلاک ہوا تھا۔ مگر یہ ایک ایسا انکار ہے جسکے مرتکب قرن اولی کے بدترین منکران اسلام مثلاً ابوجہل و ابی بن خلف وغیرہ بھی نہیں ہوئے۔

اصحاب کہف

لغوی معنے غار والے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں سے سات آدمی ہیں جو ظالم بادشاہ دقیانوس کے ڈر کے مارے شہر سے بھاگ کر ایک غار میں چھپ کر سو رہے تھے۔ اور ایک کتا بھی ان کے ہمراہ تھا۔ حکم الٰہی سے بعد تین سو نو سال کے بیدار ہو کر پھر سو رہے ہیں اور پھر قیامت کے دن اٹھیں گے۔ انکے نام یہ ہیں اول یملیخا۔ دوم مکسلمینا سوم کشفوطط۔ چہارم تبیونس۔ پنجم کشافطیونس۔ ششم اذر فطیونس۔ ہفتم یوانس یولس اور انکے کتے کا نام قطمیر تھا۔ اور اصحاب کہف کے حالات قرآن مجید میں اسطرح بیان ہوئے ہیں۔ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ تا فِیْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ۝ (س کہف۔ ع ۱۔۲۔۳۔۴۔)

(اے پیغمبر) کیا تم ایسا خیال کرتے ہو کہ غار اور کتبے والے (یعنے اصحاب کہف) ہماری (قدرت کی) نشانیوں میں سے (ایک) عجیب (نشانی) تھے۔ کہ ایک وقت چند جوان غار میں جا بیٹھے اور دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر اپنی جناب سے رحمت نازل فرما اور ہمارے (اس) ارادے کی کامیابی (کے سامان) مہیا کر۔ اسکے بعد کئی برس کے لئے غار میں انکے کان تھپک دیئے (یعنے انکو سلا دیا۔) پھر ہمنے انکو (جگا) اٹھایا تا کہ ہم دیکھ لیں کہ دو گروہوں میں کونسے (گروہ) کو (غار میں) ٹھہرنے کی مدت خوب یاد ہے۔

(اے پیغمبر اب) انکا حال ٹھیک ٹھیک تمسے بیان فرماتے ہیں کہ وہ چند جوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے اور (روز بروز) ہم انکو زیادہ ہی ہدایت دیتے گئے اور ہمنے انکے دلوں پر (استقلال کی) گرہ لگا دی کہ جب (انکو بادشاہ وقت نے بت پرستی پر مجبور کیا تو وہ) اٹھ کھڑے ہوئے اور بول اٹھے کہ ہمارا پروردگار (تو وہی ہے جو) آسمان و زمین کا پروردگار ہے۔ ہم تو اسکے سوا (اپنی حاجت روائی کے لئے) کسی (دوسرے) معبود کو پکارنے کے نہیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو ہمنے بڑی ہی بیجا بات کہی۔ (ایک) یہ ہماری قوم (کے لوگ) ہیں جنہوں نے خدا کے سوا (دوسرے دوسرے) معبود اختیار کر رکھے ہیں۔ ان (کے معبود ہونے) کی کوئی کھلی سند کیوں نہیں پیش کرتے تو جو شخص خدا پر جھوٹ بہتان باندھے اس سے بڑھکر ظالم اور کون؟ اور (پھر ایک دوسرے سے لگے کہنے کہ) جب تمنے اپنی قوم کے لوگوں سے اور خدا کے سوا جن (معبودوں) کی یہ لوگ پرستش کرتے ہیں انسے کنارہ کشی کرلی تو (چلو فلاں) غار میں چل بیٹھو تمہارا پروردگار اپنی رحمت (کا سایہ) تمپر پھیلا دیگا۔ اور تمہارے اس ارادے میں سہولت کے سامان مہیا کریگا۔ (غرض یہ جی میں ٹھان غار میں ایسی جگہ جا چھپے کہ اے مخاطب

ملہ اصحاب کہف کا اجمالی قصہ عوام میں مشہور ہے انکے تفصیلی حالات تحقیق نہیں ہو سکتے۔ ہاں کچھ تاریخوں سے کچھ آسمانی کتابوں سے پتہ لگتا ہے۔ قرآن میں انکو اصحاب الکہف والرقیم فرمایا ہے۔ کہف کے معنے تو غار کے ہیں اور رقیم کا ترجمہ ہم نے کتبہ کیا ہے۔ کہ اصحاب کہف کے نام لوگوں نے یادداشت کے لئے یا تو لوہا پر کندہ کر دیئے تھے یا الگ پتھر پر کندہ کراکے غار کے منہ پر رکھوا دیا تھا۔ غار کے اعتبار سے انکو اصحاب الکہف اور کتبے کے لحاظ سے اصحاب الرقیم فرمایا ہے۔ پھر یہ فرمایا کہ اصحاب کہف کا حال ہماری قدرت کی نشانیوں میں سے تو ہے مگر اسکو عجیب نہیں سمجھنا چاہئے دنیا کے تمام معمولی واقعات اور کل مخلوقات سے خدا کی قدرت ظاہر ہوتی ہے۔ ۱۲

ملہ اصحاب کہف نے نیند سے بیدار ہو کر اس بات میں اختلاف کیا کہ حالت خواب میں کتنی دیر رہے ہیں اسکی وجہ دو گروہ ہوتے تھے۔ قرآن میں ایک گروہ کا مقولہ تو آگے چلکر بیان کیا ہے کہ ہم ایک دن یا اس سے بھی کم رہے اور دوسرے گروہ کا مقولہ مذکور نہیں انہوں نے کچھ اور کہا ہوگا۔ ۱۲

Marfat.com

جب آفتاب نکلے تو دیکھیگا کہ وہ اُنکے غار سے داہنی طرف کو بچا ہوا رہتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو اُن سے بائیں طرف کو کترا جاتا ہے۔ اور (یہ غار کی تنگی کی وجہ سے نہیں بلکہ) وہ غار کے اندر بڑی کشادہ جگہ میں (مزے سے چھاؤں میں لیٹے) ہیں یہ (بھی) خدا کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے (ایک نشانی) ہے۔ جسکو خدا ہدایت دے وہی راہ راست پر ہے اور جسکو وہ گمراہ کرے تو (اے پیغمبر) تم اسکو کوئی کارساز راہ دکہانے والا نہ پاؤگے۔ اور (اے مخاطب) تو انکو سمجھے کہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ سوتے ہیں۔ اور ہم داہنی طرف کو اور بائیں طرف کو انکی کروٹیں بدلواتے جاتے ہیں اور (ایک) کتا (بھی ہے جو) چوکھٹ پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے (بیٹھا) ہے (اے مخاطب) اگر تو اُن لوگوں کو (اس حال میں اوپر سے) جھانک کر دیکھے تو ضرور اُلٹے پاؤں بھاگ کھڑا ہو۔ اور اُن (کی صورت حال) سے تجھ میں ایک دہشت سما جائے اور (جسطرح ہمنے اپنی قدرت سے سُلا دیا تھا) اسیطرح ہمنے انکو (اپنی قدرت سے جگا بھی) اُٹھایا تاکہ آپس میں پوچھ گچھ کریں (چنانچہ) اُن میں سے ایک بولنے والا بول اُٹھا (کیوں بھئی) بھلا (اس غار میں) کتنی مدت ٹھیرے ہوگے۔ وہ بولے ہم (بہت سے بہت) رہے (ہونگے تو) ایک دن یا ایک دن سے بھی کم (آخر ہار کر سب) بول اُٹھے کہ جتنی مدت تم لوگ (غار میں) رہے تمہارا پروردگار ہی اسکو بہتر جانتا ہے تو (اب) اپنے میں سے ایک کو اپنا روپیہ دے کر

۱۵ یعنی غار کا بڑا اور وسیع ہونا اور اسطرح پر واقع ہونا کہ آفتاب طلوع کرتے وقت داہنی طرف کو بچا ہوا نکلے اور زوال کے بعد بائیں طرف کو کتراتا ہوا ڈوب جائے۔ یہ خدا ہی کی قدرت سے تھا۔ مفسرین نے غار کا موقع متعین کرنیکے لئے کہ وہ کس طرح پر واقع ہوا تھا کہ آفتاب طلوع و غروب دونوں وقت اُس سے الگ رہتا تھا کسیقدر طوالت کی ہے۔ ہمنے اسکو ضروری نہیں سمجھا جیسا اللہ تعالیٰ نے انکی گنتی کے بارے میں زیادہ تفتیش کرنیکو خدا نے ضروری نہیں سمجھا اور آگے چلکر آنحضرت سے فرما دیا کہ اسمیں زیادہ چھان بین کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ۱۲

شہر کیطرف بھیجو کہ وہ (جاکر دیکھے) کہ کسکے ہاں اچھا کھانا (ملسکتا) ہے۔ تو اُس میں سے (بقدر ضرورت) کھانا تمہارے پاس لے آئے۔ اور چپکے سے لیکر چلا آئے اور کسیکو تمہاری خبر نہ ہونے دے۔ (کیونکہ) اگر (تمہاری قوم کے) لوگ تمہاری خبر پا جائینگے تو تمکو (آکر) سنگسار کر دینگے۔ یا پھر تمکو اُلٹا اپنے دین میں کر لینگے اور ایسا ہوا تو پھر تمکو کبھی فلاح ہونی نہیں۔ اور (جسطرح ہمنے انکو اپنی قدرت سے سُلایا اور اپنی قدرت سے اُٹھایا) اسیطرح ہمنے (انکی قوم کے لوگوں کو) اُنپر مطلع کر دیا تھا کہ (لوگ) جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت (کے آنے) میں کچھ بھی شبہ نہیں۔ اب اطلاع ہوئے پیچھے لوگ انکے بارے میں لگے آپس میں جھگڑنے۔ تو بعض نے کہا اصحاب کہف (کے سونے کی جگہ) پر (بطور یادگار) ایک عمارت بنا کھڑی کرو (اور انکے حال کی زیادہ تفتیش نہ کرو) انکے حال کو انکا پروردگار (ہی) بہتر جانتا ہے (اور) انکے بارے میں جنکی رائے (دوسروں پر) غالب رہی تھی انہوں نے کہا ہم تو ان (کے سونے کی جگہ) پر ایک مسجد بنائینگے۔ بعض تو کہتے ہیں کہ (اصحاب کہف) تین تھے۔

۱۶ بات یہ ہے کہ ایک بادشاہ تھا بت پرست اور وہ اپنے مذہب کا ایسا متعصب تھا کہ رعایا کو بت پرستی پر مجبور کرتا تھا اس نے ان اصحاب کہف کو بھی اپنی عادت کے موافق بت پرستی پر مجبور کرنا چاہا انکو خدا نے ہمت دی کہ بت پرستی سے انکار کیا اور بھاگ کر ایک غار میں جا چھپے وہاں اُنپر ایک طرح کی نیند کی حالت طاری ہوئی اصحاب کہف اس حالت پر تین سو نو برس رہے اس مدت میں یہاں تمام بساط بدل گیا تھا نہ وہ بادشاہ تھا نہ ویسے لوگ تھے نہ وہ بت پرستی کا غلو تھا اب بادشاہ اور رعایا کا مذہب عیسائی تھا اصحاب کہف بیدار ہوئے تو انکو بھوک معلوم ہوئی اور انہوں نے اپنے کسی رفیق کو کھانا لانیکے لئے بستی میں بھیجا کچھ تو اس شخص کی صورت جن ۳۰۹ سو نو برس میں متغیر ہو گئی تھی اور سکہ جسکے بدلے یہ کھانا لینے آیا تھا اسکا چلن بھی موقوف ہو گیا تھا لوگوں نے اس سے پوچھ گچھ شروع کی نوبت بادشاہ تک پہنچی اس نے پورا حال بیان کیا اور سب نے اسکے بیان لوگوں کو جو مذہب کے تھے قیامت کا یقین کلی ہو گیا کہ جو خدا آدمی کو تین سو نو برس تک نیند کی حالت میں زندہ رکھ سکتا ہے وہ دوبارہ انسان کے زندہ کرنے پر کیوں قادر نہ ہوگا۔ ۱۲

Marfat.com

چوتھا انکا کُتا اور (بعض) کہتے ہیں پانچ تھے چھٹا انکا کُتا۔
(یہ سب) غیب کی باتوں میں اٹکل (کے تکے) چلاتے ہیں اور
(ہاں بعض) کہتے ہیں سات تھے آٹھواں انکا کُتا (اے پیغمبر
ان لوگوں سے) کہو کہ ان کی گنتی کو میرا پروردگار ہی خوب
جانتا ہے۔ ان (کی اصلی گنتی) کو بہت تھوڑے (لوگ)
جانتے ہیں تو (اے پیغمبر) اصحاب کہف کے بارے میں
(لوگوں سے کچھ) جھگڑا نہ کرو مگر سرسری طور کا جھگڑا[1] ہو تو
خیر کچھ مضائقہ نہیں) اور اصحاب کہف کے بارے میں انہیں
کسی سے پوچھ کچھ (بھی) نہ کرو۔ اور کسی چیز کی نسبت (یہ کبھی)
نہ کہا کرو کہ میں اس (کام) کو کل کردونگا۔ مگر (ہاں یوں کہا کرو کہ)
خدا چاہے تو (اس کام کو کل کردونگا) اور اگر (انشاء اللہ کہنا
کبھی بھول جایا کرو تو (جب یاد آجائے انشاء اللہ کہنے سے)
اپنے پروردگار کو یاد کرلیا کرو۔ اور کہدو کہ امید ہے کہ میرا
پروردگار اس سے زیادہ رہ راہ بات مجھکو بتائے۔ اور
اصحاب کہف اپنے غار میں تین سو برس رہے اور نو (برس
اسکے اوپر) اور رہے (اے پیغمبر اس پر بھی لوگ اس مدت
کو تسلیم نہ کریں تو ان سے) کہو کہ جتنی مدت (کہ اصحاب
کہف غار میں) رہے اللہ (تعالیٰ) بہتر جانتا ہے آسمان
اور زمین کا (علم) غیب اسیکو ہے (اللہ اکبر) کیا ہی وہ دیکھنے والا
اور کیا ہی سننے والا ہے اسکے سوا لوگوں کا کوئی کارساز
نہیں اور نہ وہ اپنے حکم میں کسیکو شریک کرتا ہے۔

اصطباغ کسی چیز کو رنگنا (ص)۔ عیسائیوں کی
ایک مذہبی رسم ہے کہ جب ان کے
ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسے زرد رنگ میں غسل دیتے
ہیں۔ اور جب کسی غیر عیسائی کو عیسائی مذہب میں داخل
کرتے ہیں تو اسے بھی وہی رنگ لگاتے ہیں۔ یہ انکے
نزدیک عیسائی بننے کی علامت ہے۔ ان کے مقابلہ

[1] یعنی جن لوگوں نے تمسے امتحاناً اصحاب کہف کا حال دریافت کیا ہے انسے
کہہ دو کہ اصحاب کہف کے بارے میں تو مجھکو وحی کے ذریعے سے اسیقدر معلوم ہوا ہے
اور امید ہے کہ آئندہ انکے علاوہ اور زیادہ ہدایت کی باتیں معلوم ہوں ۱۲۔

خداوند کریم نے یہ آیت اتاری صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ
مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ز وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ٥ (س بقرہ ع۱۶)
(مسلمانو! ان لوگوں سے کہو کہ ہم تو) اللہ کے رنگ میں
(رنگے گئے) ہیں اور اللہ (کے رنگ) سے اور کسکا رنگ
بہتر ہوگا۔ اور ہم تو اسی کی عبادت کرتے ہیں۔

اصطلاح اس سے مراد عرف خاص ہے۔ اور وہ یہ
ہے کہ ایک جماعت کسی اسم کو اس کے
اصلی موضوع سے نقل کرکے ایک اور چیز کے لئے جو پہلے موضوع
کے ساتھ کسی قسم کی مناسبت رکھتی ہو مقرر کردے (ک)

اصول اسلام اسلام کی دلیلیں۔ کیونکہ اصول سے
مراد ہیں ساور وہ اصول چار ہیں۔
قرآن۔ حدیث۔ اجماع امت۔ اور قیاس۔ جو ہر سہ اول الذکر
سے مستنبط ہو۔ قرآن سے مراد بعض حصہ قرآن سے۔ یعنی
قریباً پانچسو آیتیں۔ باقی قصص وغیرہ ہیں۔ ایسے ہی احادیث
سے بھی بعض حصص مراد ہیں وہ تقریباً تین ہزار احادیث ہیں۔
اجماع امت سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کا
اجماع ہے۔ بلکہ ان میں سے بھی مجتہدین کا اجماع (لغا)

اصول الشاشی اصول فقہ کی کتاب ہے۔ مصنفہ
مولانا نظام الدین شاشی۔ اسکا
اصلی نام خمسین ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ مصنف نے پچاس برس
کی عمر میں اسکو تصنیف کیا ہے۔

اصنام صنم کی جمع معنی بت۔ قرآن مجید کی اس آیت میں
بتوں کا ذکر یوں آیا ہے۔ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ
اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَ
يَعُوْقَ وَنَسْرًا ٥ (سورۃ نوح رکوع ۲)۔ اور (ایک دوسرے کو)
بہکایا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ ود (بت) کو چھوڑنا
اور نہ سواع کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو۔ ترجمہ (ن)
ود۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق اور نسر کے حالات معلوم کرنیکے لئے
دیکھو (ود۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق۔ نسر) قرآن کریم کی اس
آیت میں ان بتوں کا ذکر ہے جنکی حضرت نوح علیہ السلام کے

Marfat.com

عہد نبوت میں پرستش کی جاتی تھی۔ طوفان کے بعد سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے تک قبائل عرب بھی ان پانچ بتوں کی پرستش کرتے رہے۔ چنانچہ بخاری نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ قوم نوح کے بت عرب میں بھی پوجے جایا کرتے تھے۔ ود دومۃ الجندل میں قبیلہ کلب کا بت تھا۔ اور سواع ہذیل کا۔ یغوث مراد کا۔ پھر بنی غطیف کا۔ اور یعوق ہمدان کا۔ اور نسر حمیر آل ذی الکلاع کا بت تھا یہ اس قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں جب وہ مر گئے تو شیطان کے کہنے سے ان کے نام کا بت بنا کر پوجنے لگے۔ انکے علاوہ عرب کے اور بھی بت تھے۔ چنانچہ لات بنی ثقیف کا اور عزی بنی سلیم۔ بنی غطفان۔ بنی نضر۔ بنی سعد۔ اور بنی بکر کا بت تھا اور منات اہل قدید اور مشعل کا بت تھا۔ اور اہل مدینہ بھی انکی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ اساف۔ نائلہ اور ہبل مکہ والوں کے بت تھے۔ اساف کو حجر اسود کے سامنے کوہ صفا پر کھڑا کر رکھا تھا۔ اور نائلہ کو رکن یمانی کے سامنے اور ہبل اور ہبل خاص کعبہ کے اندر ہبل آٹھ گز کا اونچا بت تھا جنگ کے وقت اسی کا نام پکارتے تھے۔ ابوسفیان نے جنگ احد میں پکارا تھا۔ اعل ھبل جسکے جواب میں حضرت عمرؓ نے کہا۔ اللہ اعز و اجل (تف)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز ۳۶۰ بت توڑے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی آپ اس سے انکی طرف اشارہ کرکے کہتے جاء الحق وزھق الباطل کان زھوقا۔ اور وہ گرتے جاتے تھے۔

اساف اور نائلہ جو کوہ صفا اور مروہ پر کھڑے کئے ہوئے تھے انکی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اصل میں ان میں سے قبیلہ جرہم کا ایک مرد تھا۔ اور ایک عورت۔ ان دونوں نے خانہ کعبہ میں زنا کیا۔ جسکے باعث خدا تعالے نے ان کو پتھر بنا دیا۔ قریش نے اپنی اعلی درجہ کی جہالت کے باعث انکی پرستش شروع کردی۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو توڑا تو ان میں سے ایک بت میں سے ایک سیاہ عورت نکل آئی۔ آپ نے فرمایا۔ یہ ہے نائلہ جسکے متعلق بت پرست کہتے تھے قیامت تک ہم اسکی پرستش کرینگے

جب بت ہبل توڑا گیا تو زبیر بن العوام نے ابوسفیان کو کہا یہ ہے تمہارا بت ہبل جس پر تو جنگ احد کے روز پھولا نہ سماتا تھا۔ اور کہتا تھا اعل ھبل۔ ابوسفیان نے کہا مجھے ملامت نہ کر۔ اگر محمد کے خدا کے بغیر کوئی اور خدا ہوتا تو آج ضرور ہماری مدد کرتا۔

قرآن مجید اور کتب حدیث بت پرستی کی مذمت میں بھری پڑی ہیں۔

اطاعت

فرمانبرداری۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔ قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکفرین (س۔ آل عمران ع ۴) (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہدو کہ اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو۔ پھر اگر (یہ لوگ) نہ مانیں تو (سمجھے رہیں کہ) اللہ نافرمانوں کو پسند نہیں کرتا۔

یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ تا احسن تاویلا (س۔ ن ع ۸) مسلمانو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو۔ اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہوں (انکا بھی) پھر اگر کسی امر میں تم (اور حاکم وقت) آپس میں جھگڑ پڑو تو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لانے کی شرط یہ ہے کہ اس امر میں اللہ اور رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو (کہ) یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی (یہی طریقہ) بہت اچھا ہے۔

اعتکاف

ٹھیر جانا۔ رک جانا۔ (ص۔ ی ش) صائم کا جماعت والی مسجد میں نیت کے ساتھ ٹھیرنے کا نام اعتکاف ہے (لغ)۔

اعتکاف بیٹھنے کا بڑا ثواب ہے۔ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ اعتکاف کے لئے مسجد میں ایک علیحدہ جگہ مقرر کرکے فجر کی نماز پڑھکر وہاں داخل ہونا چاہیئے

Marfat.com

حاجات ضروریہ۔ کے علاوہ مسجد سے باہر نہ نکلیں حتیٰ کہ کسی کی عیادت کو بھی نہ جائیں۔ ہاں رستے میں گذرتے ہوئے بیمار کو پوچھ لیں تو مضائقہ نہیں۔ اسی طرح دفن میت اور نماز جنازہ کے واسطے بھی باہر جانا درست نہیں۔ اعتکاف کی حالت میں عورت سے ہمبستری نہ کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ یعنے جب تم مسجدوں میں اعتکاف کرنیوالے ہو تو عورتوں سے مباشرت نہ کرو۔ بوسہ لینا اور معانقہ کرنا بھی منع ہے۔ اعتکاف کی حالت میں روزہ رکھنا شرط اعتکاف ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا اِعْتِكَافَ اِلَّا بِالصَّوْمِ یعنے اعتکاف روزے سے ہی ہوتا ہے۔ بیماری یا کسی ضرورت کی وجہ سے اعتکاف کو توڑ دے تو اسکی قضا لازم ہو جاتی ہے۔ اگر کسی نے اعتکاف کی منت مانی ہو تو اسکا پورا کرنا واجب ہے۔ عورتوں کو اعتکاف میں بیٹھنا بھی سنت سے ثابت ہے۔ مگر وہ گھر میں ہی اعتکاف بیٹھیں۔ معتکف کے لیئے بغیر حاضری سودا مسجد میں بیچنا اور خریدنا جائز ہے۔ یہ ضرور نہیں کہ معتکف ہر وقت چپ رہے۔ بلکہ نیک اور بہتر باتیں کرے۔ کم مدت اعتکاف کی ایک دن ہے۔ اعتکاف اگرچہ تمام مسجدوں میں جائز ہے مگر جامع مسجد میں اولیٰ اور بہتر ہے۔ حالت اعتکاف میں قرآن پڑھنا حدیث کا مطالعہ کرنا۔ فتوے لکھنا خطبہ پڑھنا۔ دینی باتوں کی تعلیم دینا۔ حجامت و غسل کرنا کپڑے بدلنا۔ ضروری مختصر باتیں کرنا۔ کھانا پینا سب درست ہے۔ (شر)

اعتاق

لونڈی یا غلام کو آزاد کرنا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَيْمَانِكُمْ تا لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (س۔ مائدہ ع۱۲) (مسلمانو!) تمہاری قسموں میں جو لغو ہیں انپر تو خدا تم سے (کچھ) مواخذہ کرتا نہیں۔ ہاں پکی قسم کھالو (اور پھر اسکے خلاف کرو) تو خدا تم سے (اسکا) مواخذہ کریگا تو اس (پکی قسم کے توڑنے) کا کفارہ دس مسکینوں کو متوسط درجے کا کھانا کھلا دینا ہے جیسا تم اپنے اہل و عیال کو کھلایا کرتے ہو۔ یا اُن ہی دس مسکینوں) کو کپڑے دینا۔ یا ایک بردہ آزاد کرنا۔ پھر جسکو (بردہ) میسر نہ ہو تو تین دن کے روزے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جبکہ تم قسم (تو) کھالو (اور اس میں پورے نہ اترو) اور اپنی قسموں (کے پورا کرنے) کی احتیاط رکھو۔ اسیطرح اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھولکر بیان فرماتا ہے تاکہ تم (اسکی) شکر گذاری کرو (کہ وہ تم کو ادب سکھاتا ہے)

(۲) وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (س۔ مجادلہ ع۱) (اور جو لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں۔ پھر لوٹ کر وہی (کام) کرنا چاہتے ہیں جسکو کہہ چکے ہیں (کہ نہیں کرینگے) تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے (مرد کو) ایک بردہ آزاد کرنا (چاہیئے مسلمانو!) تم کو یہ نصیحت کی جاتی ہے (تاکہ اس پر کاربند رہو) اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو۔ اللہ کو اسکی (سب) خبر ہے۔

(۳) فَكُّ رَقَبَةٍ ۙ تا اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ؕ (س۔ بلد ع۱) گھاٹی سے مراد ہے کسیکی) گردن کا (غلامی یا قرض کے پھندے سے) چھڑا دینا۔ یا بھوک کے دن یتیم (کو خاصکر جبکہ وہ اپنا) رشتہ دار (بھی ہو) یا محتاج خاک نشین کو (کھانا کھلانا۔

براء بن عازب کہتے ہیں کہ ایک بادیہ نشین جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ مجھے کوئی ایسا کام بتا دیجئے جو مجھے جنت میں لیجا داخل کرے۔ فرمایا اگرچہ تو نے کلام میں بہت اختصار کیا ہے مگر تیرا سوال بڑا لمبا چوڑا ہے اچھا تو تو بردہ آزاد کر اور گردن خلاص کر۔ (بے)۔

اگر کسی نے اپنے غلاموں کو اپنی مرض الموت میں آزاد کیا اور اسکے پاس انکے سوا اور کوئی مال نہیں اور

Marfat.com

وارث اسکے اس فعل پر رضا مند نہیں تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک ہر ایک غلام کا تیسرا حصہ آزاد ہو جائیگا۔ اور باقی دو حصوں کو سعی کر کے آزاد کرائینگے۔ اور باقی تینو اماموں کے نزدیک قرعہ کے ذریعہ تمام غلاموں کا تیسرا حصہ آزاد ہوگا۔

اگر کسی نے اپنے غلام کو جو عمر میں اس سے بڑا ہے۔ کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ آزاد ہو جائیگا امام مالک رح امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اگر یوں کہا کہ یہ اللہ کے لئے ہے تو امام صاحب کے نزدیک آزاد نہ ہوگا۔ باقی اماموں کے نزدیک آزاد ہو جائیگا۔

جو شخص اپنے ماں باپ یا اولاد کے غلاموں کا مالک ہوا۔ تو بمجرد مالک ہونے کے وہ آزاد ہو جائیں گے۔ (رحمۃ)

اعراف

(۱) عرف کی جمع ہے۔ جسکے معنے بلند مکان کے ہیں۔ اعراف اس حد فاصل کا نام ہے جو جنت اور دوزخ کے درمیان ہے جسمیں خدا کے پاک لوگ نبی یا شہید یا اولیاء ہوں گے۔ یہ لوگ اعراف میں بیٹھکر مومنوں اور کافروں کا انجام کار دیکھیں گے۔ اور خدا تعالیٰ کے اس فیصلے پر بطور گواہوں کے مقرر کئے جائینگے جو وہ مومنوں کو جنت دینے اور کافروں اور بدکاروں کو دوزخ میں بھیجنے کے متعلق کریگا۔ یہ لوگ جب نیکوکاروں کو جنت میں جاتے دیکھیں گے تو انکو اس کامیابی پر مبارکباد دینگے اور جب اعراف کی کھڑکیوں سے دوزخیوں پر انکی نظر پڑے گی۔ تو اس سے پناہ مانگیں گے۔ دوزخیوں کو انکی کارستانیوں اور بداعمالیوں پر ملامت کرینگے۔ جب اہل محشر کا حساب کتاب ہو جائیگا تو اعراف سے نکلکر جنت میں جا داخل ہوں گے۔ حذیفہ اور ابن مسعود رض وغیرہ کا خیال ہے کہ اعراف میں وہ لوگ رہینگے جنکی نیکیاں اور برائیاں مساوی ہونگی۔ مثلاً وہ مسلمان جو فاسق و فاجر ہوں۔ مشرکوں کے لڑکے وہ لوگ جو ماں باپ کی اجازت کے بغیر جہاد میں شامل ہوکر شہید ہوئے ہیں۔ یہ لوگ دوزخیوں کی ناگفتہ بہ حالت دیکھکر ڈرینگے اور اس سے پناہ مانگیں گے۔ اہل جنت کو طرح طرح کی نعمتوں میں پاکر خدائے تعالےٰ سے دعا مانگیں گے کہ الٰہی ہمیں بھی اپنے فضل و کرم سے جنت کی خوشگوار نعمتوں سے کچھ حصہ عنایت فرما۔ آخر خدائی رحمت کا دریا جوش مارےگا۔ اور انہیں جنت میں جگہ دیجائے گی۔

(۲) قرآن مجید کی سورۃ ۷ کا نام ہے جسمیں اعراف اور اس میں رہنے والوں کا ذکر یوں آیا ہے۔ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ (تا) وَمَا كُنتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ اور اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو (جنتیوں اور دوزخیوں) دونوں (فریق میں سے بعض بعض) کو انکی صورتوں سے (جو دنیا میں دیکھی تھیں) پہچان لیں گے۔ اور جنتیوں کو پکار کر سلام علیک کرینگے (اعراف والے خود ابھی جنت میں نہیں گئے مگر وہ توقع کر رہے ہیں) اور جب دوزخیوں کی طرف انکی نظر جا پڑے گی تو (انکی خرابیاں دیکھکر خدا سے) دعا مانگنے لگیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ان ظالم لوگوں کے ساتھ ہمکو (شامل) نہ کیجیو اور اعراف والے کچھ دوزخی لوگوں کو جنہیں انکی صورتوں سے (جو دنیا میں دیکھی تھیں) پہچانتے ہونگے پکار کر کہینگے کہ نہ (تو) تمہارے جتھے ہی کچھ تمہارے کام آئے اور (نہ تمہاری شیخیاں ہی) جو تم (دنیا میں) مارا کرتے تھے

اِعلان

ظاہر کرنا۔ اور اعلان فی النکاح یعنی نکاح کو کھلم کھلا کرنا کہ جس سے شہرت ہو جائے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ اَلْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ (تا) وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ ط (س۔ مائدہ ع۱) (مسلمانو!) آج (تمام) پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال کر دیگئیں۔ اور اہل کتاب کا کھانا (بشرطیکہ تمہارے ہاں بھی روا ہو) تمہارے لئے حلال ہے۔ اور تمہارا کھانا انکے لئے حلال ہے۔ اور مسلمان بیاہتا بیبیاں اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دیجا چکی ہے اُن میں کی بھی بیاہتا بیبیاں (تمہارے لئے) حلال ہیں۔ بشرطیکہ اُنکے مہر انکے حوالے کرو۔ اور تمہارا ارادہ انکو قید نکاح میں لانیکا ہو۔ نہ کھلم کھلا

Marfat.com

بدکاری کرنیکا اور نہ چوری چھپے آشنا بنانیکا (مطلب یہ ہے کہ عورتیں بایں شرط تمہارے لئے حلال ہیں کہ انکے مہر انکے حوالے کرو۔ اور کھلم کھلا قید نکاح میں لاؤ چوری چھپے آشنائی نہ کرو)۔

(۱) ام المؤمنین حضرت عائشہ رض کہتی ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس شرعی عقد کو جسکا نام نکاح ہے آشکارا کرو۔ اور اسکو مسجدوں میں کیا کرو۔ (کہ تشہیر کے مقامات ہیں) اور نکاح کی تقریب پر دف بجایا کرو تاکہ خوب تشہیر ہو جائے)۔

(۲) حاطب کے بیٹے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس چیز سے حلال و حرام میں فرق ظاہر ہوتا ہے۔ ذکر و تشہیر اور دف ہے (ن)

ان دونوں حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کیلئے اعلان کا ہونا شرط ضروری ہے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ شارع کو بدکاری کا دروازہ بہمہ وجوہ بند کرنا منظور ہے ممکن ہے کہ ایک شخص کسی عورت سے تعلق ناجائز رکھتا ہو۔ اور عار زنا کے دور کرنے کے لئے اس بات کو ظاہر کرتا ہو۔ کہ میں نے نکاح کر لیا ہے۔ شارع نے اس عذر بدتر از گناہ کے حیلے کو مٹانے کی غرض سے نکاح کے لئے اعلان کو شرط ضروری ٹھیرایا۔ پھر حدیث میں جو اعلان کی ایک صورت کو دف بجانیکے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ تو یہ قید واقعی نہیں بلکہ اتفاقی ہے۔ شاید عرب کا دستور عام ہوگا کہ وہ دف بجا کر ہی نکاح کا اعلان کرتے ہوں گے۔ ورنہ اگر بغیر دف بجائے بھی اعلان ہو جائے تو شرط نکاح یعنی اعلان پایا جا سکتا ہے۔ اور دف بجانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

الغرض اس سے شارع کا مقصود صرف اعلان ہے کسی طریقے پر بھی ہو۔ مگر جو لوگ نکاح کے موقعے پر تاشے باجے اور ڈھول ڈھمکے بجاتے اور اسکو ذریعہ اعلان خیال کرتے ہیں۔ یہ انکی سخت غلطی ہے۔ اور شارع کے مقصد کے سراسر خلاف۔ کیونکہ شارع نے سد باب زنا کے لئے اعلان کو شرط نکاح قرار دیا تھا۔ انہوں نے تاشے باجے بجا کر اس دروازے کو کھول دیا۔ وجہ یہ کہ باجے اور راگ تو زنا ہی کی طرف لے جاتے ہیں۔

اعمال نامہ

فارسی لفظ ہے۔ جسکے لئے عربی میں صحیفۃ الاعمال کا لفظ آ سکتا ہے۔ اور مراد ہے اس سے انسان کے کرتوت کا کچا چٹھا۔ جو کراماً کاتبین لکھتے جاتے ہیں۔ دیکھو (کرام کاتبین)

قیامت کے روز خدا کے حضور میں پیش ہونے کے وقت یہ اعمالنامہ ہر ایک شخص کے ہاتھ میں ہوگا۔ نیکوں کا دہنے ہاتھ میں اور بدوں کا بائیں ہاتھ میں۔

اعمیٰ

اندھا۔ نابینا۔ اندھے کی امامت مکروہ ہے اور اسپر جمعہ فرض نہیں ہاں اگر پڑھ لے تو پھر ساقط ہو جائے گی۔ (مشر)

قرآن مجید میں یہ لفظ عقل کے اندھے یعنی گمراہ کے معنے میں آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى ٥ جو یہاں اندھا ہے وہ آخرۃ میں بھی اندھا ہے۔

اعلیٰ

سب سے بزرگ سب سے بلند۔ سب سے عالی درجہ قرآن مجید کی ستاسیویں سورۃ کا نام ہے جسکی پہلی آیت میں یہ لفظ یوں آیا ہے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اپنے اس پروردگار کے نام کی تسبیح (و تقدس) کرو جو سب سے عالی درجہ ہے۔

اعوذ باللہ

(۱) ان کلمات کا نام ہے جنکو قرآن یا کسی اور اچھے کام کے شروع کرنے سے پہلے پڑھا جاتا ہے تاکہ شیطانی وسوسے دل میں نہ گذریں۔ جنکو شیطان ہمیشہ کسی نیک کام کرنیکے وقت آدمی کے دل میں ڈالتا ہے۔ وہ کلمات یہ ہیں:- اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط میں شیطان پھٹکائے ہوئے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

Marfat.com

(۲) قرآن مجید میں خداوند کریم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اسکے متعلق ارشاد فرماتا ہے فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (س نحل ع ۱۳) تو (اے پیغمبر) جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود (کے وسوسوں) سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو۔ نماز میں ثنا اور بسم اللہ کے درمیان اسکا پڑھنا سنت ہے نماز میں اسے آہستہ پڑھنے کا حکم ہے۔ یہ قراءۃ کے تابع ہے نہ ثنا کی۔ اسی لئے مسبوق کو اسکے پڑھنے کا حکم ہے اور مقتدی کو اسکے پڑھنے کا حکم نہیں۔ (۴) اعوذ نماز کے شروع میں پڑھی جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص نماز کے شروع میں اسکا پڑھنا بھول جائے اور الحمد پڑھکر اسے یاد آئے تو اسے پھر پڑھنا جائز ہے۔ (ع ا)۔

اعیان (۱) منطقیوں کی اصطلاح میں یہ لفظ موجودات ذہنیہ کے مقابل بولا جاتا ہے۔

(۲) صوفیوں کی اصطلاح میں ان اشیاء پر اسکا اطلاق آتا ہے جو جمال احدیت کی مظہر ہوں۔ جنسے خدا کے نور کی جھلک نظر آتی ہو۔ (دیکھو کتاب عبد الرزاق)

عین کی جمع ہے اور عین کا اطلاق اُس موجود پر شائع ہے جو خود قائم ہوا اور موجود ہو۔ متکلمین نے اسی طرح لکھا ہے۔

اِفراد دیکھو (حج)۔

افطار روزہ توڑنا۔ روزہ کھولنا۔ ان باتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱) جان بوجھکر کھانا یا پینا (۲) جان بوجھکر ہمبستر ہونا۔ (۳) کلی کرتے وقت یا غوطہ لگاتے وقت بلا اختیار حلق میں پانی اُتر جانا۔ (۴) کان یا ناک میں دوائی ڈالنا (۵) سر کے زخم پر لگائی ہوئی دوا کا دماغ میں چلا جانا (۶) پیٹ کے زخم میں لگائی ہوئی دوا کا پیٹ کے اندر پہنچ جانا۔ (۷) اپنی خواہش سے مُنہ بھرتے (۸) صبح صادق کے بعد غلطی سے سحری کھالینا (۹) سورج کے چھپنے سے پیشتر غلطی سے روزہ افطار کر لینا۔ (۱۰) روئی۔ کاغذ گھاس کنکر وغیرہ جو چیز کھائی نہیں جاتی۔ نگل جانا۔

اگر کسی شخص کو روزہ یاد نہ ہو اور وہ بھولکر کچھ کھا پی جائے یا ہمبستر ہو۔ یا بلا اختیار حلق میں غبار۔ دھواں مکھی چلی جائے تو اسکا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ تیل لگانے۔ مسواک کرنے۔ سرمہ لگانے بلا اختیار قے کے آنے اور کان میں پانی ٹپکانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ خواہ روزہ یاد ہی ہو۔

روزہ کھولنے میں تعجیل مستحب ہے۔ بشرطیکہ شک وقت نہ ہو۔ روزہ کھولنے کے وقت یہ دعا پڑھنی سنت ہے۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ وَبِصَوْمِ الْغَدِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ نَوَيْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ۔ یعنے الٰہی میں نے تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور تجھی پر ایمان لایا اور تجھی پر میرا بھروسہ ہے اور تیرے ہی رزق پر افطار کیا۔ اور ماہ رمضان کے کل کے روزے کی نیت کی۔ پس بخشدے جو کچھ میں کر چکا۔ اور جو کچھ مجھ سے سرزد ہوا۔

سلمان بن عامر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی روزہ کھولے تو کھجور سے کھولے۔ کیونکہ وہ پاک کرنیوالا ہے۔ (مش)۔

افطحیہ شیعوں کا ایک فرقہ ہے جسکا اعتقاد ہے کہ جہان میں ہر وقت کوئی نہ کوئی امام معصوم ہونا ضروری ہے۔ اور ائمہ ہمیشہ حضرت علی رض کی اولاد سے ہوں گے۔ نیز کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق کے بعد امامت عبد اللہ الافطح کیطرف منتقل ہوئی۔ اور یہ اسماعیل بھائی تھا۔ جسکی طرف فرقہ اسماعیلیہ منسوب ہے۔

افق اعلےٰ سب سے اونچا کنارہ۔ قرآن مجید میں ہے

Marfat.com

عَلَّمَهٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی (تا) وَهُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی ؕ (س۔ نجم۔ ع۱) ان کو (جبریل فرشتہ) تعلیم کرتا ہے جسکی (روحانی) طاقتیں (بڑی) زبردست ہیں۔ (اور) اسکی (جسمانی) قوت (بھی بڑی) زبردست ہے کہ جسوقت وہ (آسمان کی) ایک طرف اونچی جگہ میں تھا۔

(ص۔ف) روح کے اعلےٰ مقام کا نام ہے جسمیں خدا کی وحدانیت اسپر خاص طور سے جلوہ گر ہوتی ہے (لغ)۔

اِفک بہتان باندھنا۔ جھوٹی تہمت لگانا۔ قصہ افک اسلامی تاریخ کا ایک بڑا مشہور واقعہ ہے جس میں بعض بدنہاد منافقوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عفت و پاکدامنی پر تہمت لگانیکی کوشش کی تھی۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ غزوہ بنی مصطلق کو جاتے وقت آنحضرتؐ نے ازواج مطہرات میں سے کسیکو ہمراہ لیجانیکے لئے جو قرعہ ڈالا تو حضرت عائشہ رضؓ کا نام نکلا۔ اسلئے آنحضرتؐ انہیں ہمراہ لے گئے اس مہم سے واپس آتے وقت جب آخری منزل سے جو مدینہ کے قریب تھی کوچ کرنے لگے۔ تو کچھ عرصہ پیشتر امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رفع حاجت کے لئے اپنے ہودج سے نکلکر باہر جانا پڑا اور پردہ کے لحاظ سے لوگوں کی آنکھوں سے بچکر بہت دور چلی گئیں اتفاقاً وہاں انکے گلے کی مالا گم ہوگئی۔ جسکی تلاش میں آپ کو بہت دیر لگ گئی۔ اِدھر اتنے میں لشکر کے لوگ روانہ ہونے لگے۔ اور جو شخص امّ المؤمنین حضرت عائشہؓ کے ہودج پر مقرر تھا وہ بھی ہودج کو اونٹ پر رکھکر روانہ ہوگیا۔ امّ المؤمنین حضرت عائشہؓ چونکہ خوردسال اور نحیف الجسم تھیں اسلئے اسے معلوم نہ ہوا کہ آپ ہودج میں ہیں یا نہیں۔ جب حضرت عائشہ واپس تشریف لائیں تو وہاں کسیکو بھی موجود نہ پایا سخت گھبرائیں آخر انکو خیال آیا کہ لوگ جب مجھکو ہودج میں نہ پائینگے تو کوئی نہ کوئی میری تلاش کو ضرور آئیگا۔ اسی خیال سے وہ کپڑا اوڑھ کر وہیں لیٹ رہیں۔ اور انکو وہیں لیٹے لیٹے نیند آگئی۔

صفوان بن معطل سلمیؓ ایک نہایت دیندار اور پاکباز اور عابد و زاہد صحابی تھے۔ انکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی دیانت اور خدا ترسی کیوجہ سے اس خدمت پر مامور فرمایا تھا۔ کہ وہ کچھ فاصلے پر قافلے کے پیچھے پیچھے چلا کریں۔ تاکہ کسیکی کوئی گری گرائی چیز رہجائے تو ضائع نہ ہو۔ اور مالک کو پہونچ جائے۔ جب صفوان رضی اللہ عنہ صبح کے وقت اس مقام پر پہونچے تو دور سے کالا کپڑا دکھائی دیا۔ جب قریب آئے تو معلوم ہوئے کہ حضرت عائشہ ہیں۔ فوراً چلا اُٹھے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡن اس آواز سے حضرت عائشہؓ جاگ اُٹھیں صفوان نے بلحاظ ادب و تعظیم ان سے بات تک نہیں کی۔ چپ چاپ اونٹ کو بٹھا کر علیحدہ ہوگئے اور حضرت عائشہ کو سوار ہونے کا اشارہ کیا۔ جب آپ سوار ہوگئیں تو صفوانؓ اونٹ کی مہار پکڑ کر پاپیادہ چلے اور قافلے میں آن ملے۔

منافق جو اہل اسلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے میں اندر ہی اندر ہمیشہ سرگرم رہتے تھے اس موقعے پر کیب چوکنے والے تھے۔ عبداللہ بن اُبی نے مسلمانوں کو دھوکا دینے اور آنحضرتؐ کو دُکھ پہنچانے کی غرض سے علانیہ حضرت عائشہ کی پاکدامنی پر افترا باندھنا شروع کیا اور ایسی ترکیب سے اس نے بعض مسلمانوں کے کان بھرے کہ اُنھوں نے بھی فریب میں آکر اس افواہ پر یقین کرلیا۔ ان میں سے ایک مسطح بن اثاثہ بھی تھے جو حضرت ابوبکرؓ کی خالہ زاد بہن کے بیٹے اور بچپن ہی سے یتیمی کی حالت میں انہیں کے گھر پلے تھے۔ اور دوسرے حسان بن ثابت اور تیسری حمنہ بنت جحش تھی۔

اتفاق سے ان دنوں حضرت عائشہؓ بیمار

Marfat.com

ہوگئیں۔ اور اُن کو اس بہتان سے کچھ اطلاع نہیں
ہوئی۔ بیماری کے دنوں میں انہوں نے معلوم کیا کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جو شفقت پہلے بیماری کی حالت
میں انپر ہوا کرتی تھی اب نہیں ہے مگر وہ اسکی کوئی وجہ
معلوم نہ کرسکتی تھیں۔ ایک دن وہ مسطح کے ماں کے ساتھ
جوان کے پاس رہتی تھیں قضائے حاجت کے لئے جنگل
میں گئیں (کیونکہ اسوقت تک مسلمانوں نے گھروں میں
پاخانے بنوانے کا انتظام نہیں کیا تھا) واپسی کے وقت
مسطح کی ماں کپڑے میں پاؤں اٹک جانے سے گر پڑی۔
اور کہنے لگی خدا مسطح کو ہلاک کرے اور وہ منہ کے بل گرے
حضرت عائشہؓ نے کہا بیچارے مسطح کو کوسنے کا یہ کونسا
موقع ہے۔ کیا تو ایسے آدمی کو گالی نہیں دے رہی جو
جنگ بدر میں حاضر تھا اور پہلے مہاجروں میں سے ہے
اس نے کہا بھولی لڑکی! کیا تو نہیں جانتی اس نے تیری
نسبت کیا بہتان باندھا ہے۔ پھر سارا حال بیان کیا جسکے
سنتے ہی حضرت عائشہ کو غش آگیا۔ اور بیماری اور بھی
بڑھ گئی۔ گھر آکر انہوں نے اس افواہ کی تحقیقات کرنے
کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے والدین کے
پاس جانے کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت
دے دی۔ جب آپ اپنی والدہ کے پاس گئیں تو پوچھا
کہ لوگوں میں یہ کیسی افواہیں اُڑ رہی ہیں۔ اُنہوں نے
جواب دیا۔ بیٹی! غم کی بات نہیں ہے حاسد لوگوں کا
یہ دستور ہے کہ جب کسی عورت کو اسکے شوہر کی نظروں
میں عزیز دیکھتے ہیں تو جھوٹی باتیں اُڑا کر ان میں بے لطفی
پیدا کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ
نے پوچھا۔ کیا درحقیقت کوئی ایسی بات مشہور ہوئی ہے
اور اسکی خبر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اور میرے والد کو
ہوگئی ہے۔ اتنا کہتے ہی وہ بے اختیار رونے لگیں
یہانتک کہ روتے روتے گھگی بندھ گئی۔ حضرت ابو بکرؓ
دوسرے حجرے میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے آواز
سنکر وہ بھی آگئے اور دلاسا دینے لگے۔ مگر اسکے بیچ جوں
جوں حضرت عائشہؓ اسکے متعلق لوگوں کی باتیں سنتیں
زیادہ وہ بے تاب ہوتیں اور استا روتیں کہ دیکھنے والا سمجھتا
کہ ابھی کلیجہ پھٹ کر نکل پڑیگا۔

انہیں ایام میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
اپنی ازواج مطہرات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے
اس بارے میں پوچھا سب نے حضرت عائشہؓ کی
نسبت یہی کہا کہ ہم اس میں کوئی خطا نہیں دیکھتے۔
اور اسکی دلیل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ
آپ کے بدن مبارک پر مکھی تک تو بیٹھتی نہیں کہ ایسا
نہ ہو اسکے پاؤں میں غلاظت لگی ہو۔ اور وہ آپ کے
جسم مبارک میں لگ جائے۔ پھر جب خداوند تعالے نے
آپ کے بدن کو مکھی کے چھونے سے محفوظ رکھا ہے تو
یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ اُس نے آپ کے اہل کو محفوظ نہ رکھا
ہو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ خدا کو آپ کے
سایہ کی بھی اسقدر حفاظت منظور ہے کہ وہ اس کو زمین
پر نہیں پڑنے دیتا کہ مبادا زمین پر نجاست ہو۔ تو آپ کے
اہل کی حفاظت اس نے کیوں نہ کی ہوگی۔ حضرت علیؓ نے
عرض کیا۔ یا رسول اللہ ایک بار آپ کے پاؤں میں نجاست
لگی ہوئی تھی تو خدا نے نماز ہی میں آپ کو خبر کردی۔ خدا
نخواستہ اگر آپ کے اہل کے متعلق کوئی تہمت صحیح ہوتی
تو آپ کو اطلاع کیوں نہ ہوتی۔

ان باتوں کے سننے کے بعد آپ حضرت عائشہؓ کے
پاس گئے۔ انکی والدہ سے پوچھا کہ بیمار کا کیا حال ہے
انہوں نے جواب دیا تپ لرزہ ہے۔ آپ بیٹھ گئے اور
فرمانے لگے۔ اے عائشہ! مجھے تیری نسبت ایسی باتیں
کہی گئی ہیں۔ اگر تو بیگناہ ہے تو خدا تعالے تیری بیگناہی
ظاہر کردیگا۔ اور اگر تجھ سے کوئی گناہ ہوگیا ہے تو خدا سے
معافی مانگ اور توبہ کر۔ یہ سنکر حضرت عائشہؓ کے آنسو
تھم گئے اور ذرا سنبھل کر کہنے لگیں۔ میں خورد سال لڑکی ہوں

Marfat.com

ابھی قرآن بہت نہیں پڑھا۔ خدا کی قسم جو بات آپ نے سنی ہے۔ اگر میں اسکی نسبت یہ کہوں کہ میں اس سے پاک ہوں تو سچ نہیں سمجھو گے۔ اور اگر اس امر کا اقرار کر لوں جس سے میں بالکل پاک ہوں تو اسے فی الفور مان لوگے۔ پس خدا کی قسم میں اپنی اور آپ کی کوئی مثال نہیں پاتی۔ مگر یوسفؑ کے باپ والی جس نے کہا تھا فصبر جمیل۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ
اس تقریر کے بعد انہوں نے منہ پھیر لیا اور تکیہ لگا کر بیٹھ گئیں اور جذبے کے عالم میں کہنے لگیں کہ خدا جانتا ہے کہ میں پاک ہوں۔ اور امید ہے کہ وہ میری بے گناہی اور پاکی کی خبر دیگا۔ ابھی یہ بات آپکی زبان پر ہی تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کی علامات ظاہر ہوئیں۔ اور آپ کی پیشانی مبارک سے پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح گرنے لگے۔ وحی نازل ہو چکی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس عالم سے آپے میں آئے تو آپ نے فرمایا۔ اے عائشہ خوش ہو کہ تیری برارت اللہ تعالےٰ نے نازل کی ہے۔ اور پھر آپ نے سورۂ نور کی پہلی دس آیتیں پڑھکر سنائیں جنمیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برارت اور پاکی بیان کی گئی ہے۔ اسکے بعد آپ مسجد میں تشریف لائے اور سارے صحابہ کو جمع کر کے وہ آیتیں سنائیں اور حکم الٰہی کے موافق بہتان باندھنے والوں کو اسی اسی تازیانوں کی سزا دی گئی۔ (ہد)

اقامت ان کلمات کا نام ہے جو جماعت کھڑی ہونے سے پہلے نمازیوں کو جماعت کی اطلاع دینے کی غرض سے کہے جاتے ہیں۔ وہ یہ ہیں:۔
اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔
اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔
اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ
حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ
حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ
قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ۔ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ۔
اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط۔

اللہ بہت بڑا ہے۔ اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود برحق مگر وہی۔ میں اسبات کی گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود برحق مگر وہی۔ میں اسبات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ میں اسبات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ نماز کے لئے آؤ۔ نماز کے لئے آؤ۔ نجات کے لئے آؤ۔ نجات کے لئے آؤ۔ نماز کھڑی ہو گئی ہے۔ نماز کھڑی ہو گئی ہے۔ اللہ بہت بڑا ہے۔ اللہ بہت بڑا ہے۔ نہیں ہے کوئی معبود برحق مگر وہی

اقامت کا بلند آواز سے کہنا مسنون ہے۔ مگر اذان سے آہستہ کہنا چاہیئے۔ اقامت کے کلمات کو باہمی ملا کر کہنا مستحب ہے۔ اقامت کے کلمات کو اپنے اپنے موقعہ پر باترتیب کہنا چاہیئے۔ اقامت کہنے کے وقت روبقبلہ ہونا چاہیئے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو مکروہ ہے۔ اذان اور اقامت کے درمیان ایسی دو یا چار رکعتوں کی قدر فاصلہ کرنا چاہیئے جنمیں سے ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھی جائیں۔ مگر مغرب کی اذان اور اقامت میں یہ بات نہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک تین چھوٹی آیتوں یا ایک لمبی آیت کا قدر ان میں ٹھیرنا چاہیئے اور صاحبین کے نزدیک اتنا ٹھیرنا چاہیئے جتنا جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان وقفہ کیا جاتا ہے۔ (عا)
اگر کسی شخص کی بہت سی نمازیں فوت ہو گئی ہوں تو پہلی نماز کے لئے اذان اور اقامت کہے۔ اور باقی نمازوں میں اسے اختیار ہے ہر ایک کے لئے اذان اور اقامت کہے یا صرف اقامت پر ہی اکتفا کرے۔ ایسی حالت میں اقامت کہنی جب وضو نہ ہو مکروہ ہے (قد)

اقتصاد میانہ روی یعنی ایسا راستہ اختیار کرنا جو کمی

Marfat.com

اور زیادتی کے درمیان ہو۔ جیسے جُود کا اختیار کرنا جو بخل اور اسراف کے درمیان ہے۔ اور شجاعت کا اختیار کرنا جو تہور و جبن کے درمیان ہو۔ ایسے ہی اعتقاد میں بھی میانہ روی ہے۔ یعنے جبر و قدر کے درمیان اعتقاد رکھنا۔ جیساکہ اہلسنت کا اعتقاد ہے۔ اسیطرح معیشت میں میانہ روی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے:۔
اَلْاِقْتِصَادُ فِی النَّفَقَۃِ نِصْفُ الْمَعِیْشَۃِ یعنی خرچ کرنے میں میانہ روی آدھی معیشت ہے۔ اسیطرح تمام افعال و اقوال میں میانہ روی کا حکم ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ یعنے چلنے میں میانہ روی اختیار کر۔ پھر ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا۔ یعنی کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو۔

حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نیک چلنی اور آہستگی اور ہر چیز میں میانہ روی نبوت کے چوبیس حصوں میں کا ایک حصہ ہے۔ (مش)۔

الاشباہ والنظائر

فقہ میں زین الدین بن نجیم حنفی کی تصنیف ہے۔ (جو ۹۷۰ھ میں مصر میں فوت ہوئے) یہ کتاب ۱۸۲۶ء میں کلکتہ میں طبع ہوئی (اکمنتحا)

اقرع بن حابس

ایک صحابی کا نام ہے جو فتح مکہ کے بعد وفد بنی تمیم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔ اور جاہلیت کے ایام سے اسلام میں شریک تھے۔ حضرت جابر اور ابوہریرہ نے آپ سے روایت کی۔ (اکما)۔

اُقنُوم

عیسائیوں کی اصطلاح میں اُقنوم تین ہیں وجود۔ حیات۔ علم۔ اور ان کو اب ابن اور روح القدس بھی کہتے ہیں۔ مذہب نصاریٰ کی تین کتابوں کا بھی نام ہے۔ جنمیں ان اقنوم کا بیان ہے۔ (غ)۔

اِکراہ

زبردستی کوئی کام کرانا۔ کسی فعل پر مجبور کرنا۔ خواہ یہ جبر کسی حاکم کیطرف سے ہو یا کسی ظالم و غاصب کی طرف سے ہو۔

(۱) اسلام میں اکراہ نہیں ہے۔ خدا کا حکم ہے۔ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔ یعنے دین میں زبردستی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ بزور شمشیر کسیکو مسلمان بنانا اسلام کا مدعا نہیں۔ یہ اسلئے کہ خدا نے اپنے نبی برحق کی معرفت وہ معجزات و آیات ظاہر کردئے ہیں جنسے حق و باطل دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوگیا ہے۔ اب ہر شخص خود غور و فکر کے ساتھ دین حق کی تمیز کرسکتا ہے۔ اور دین اسلام کی جو پابندی وہ اپنے ذاتی غور و فکر کے بعد اختیار کریگا۔ وہ جبری پابندی سے زیادہ قابل قدر اور زیادہ پائدار ہوگی۔

(۲) اگر کوئی حاکم یا کوئی عام ظالم یا ڈاکو کسی سے کچھ زبردستی کام کرالے تو اسکے متعلق خاص شرعی احکام ہیں۔ جبراً طلاق دلانے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ اگر جبراً قسم دلائی جائے تو منعقد ہوجاتی ہے۔ اور اسکا پورا کرنا بشرطیکہ معصیت نہ ہو لازم ہوجاتا ہے۔ اگر جبراً کسیکی قسم تڑوادی جائے تو وہ ٹوٹ جاتی ہے اور کفارہ اسمیں دینا لازم آتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں فلاں گھر میں نہ جاؤں گا۔ پھر اگر اسکو زبردستی سے اُٹھاکر اس گھر میں لے گئے۔ تو قسم ٹوٹ جائے گی۔ اگر کسیکا مال زبردستی چھین لیا جائے تو چھیننے والا اسکا مالک نہ ہوگا (ہ)

(۳) اگر کوئی ظالم کسی مسلمان کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کرے۔ اور یہ بات یقینی ہو کہ اگر وہ اسکا حکم نہ مانیگا تو قتل کردیا جائیگا۔ ایسی صورت میں جائز ہے کہ مسلمان جان بچانیکے لئے وہ کلمہ کہدے۔ مگر دل میں اپنا صحیح عقیدہ قائم رکھے۔ اگر کوئی غیرتمند مسلمان کلمہ کفر کہنے پر موت کو ترجیح دے تو یہ بھی جائز ہے اور ایسی صورت میں اگر اسکو قتل کردیا گیا تو وہ شہادت کا درجہ پائیگا۔
اگر کسی مسلمان کو قتل کی دھمکی پر حرام چیز کے کھانے پر

مجبور کیا جائے تو اسکو کھا لینی چاہیئے۔ اگر اتفاقاً کے خیال سے قتل ہوجانا منظور کریگا تو گنہگار ہوگا (ا ی)

اکیدر دومہ ایک صحابی کا نام ہے۔ جو صاحب دومۃ الجندل کے لقب سے مشہور ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی طرف خط لکھا تھا اور انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجا تھا دیکھو (دومۃ الجندل)۔ (اکما)۔

اِلٰہ معنے مطلق معبود۔ خواہ باطل ہو خواہ حق۔ کیونکہ یہ اسم جنس ہے۔ بعدازاں خدا پر اسکا اطلاق ہونے لگا۔ جیساکہ النجم ہر ستارے کو کہہ سکتے ہیں۔ مگر پھر اسکا اطلاق ثریا پر ہی ہونے لگا۔ (مد)

الٰہی یہ لفظ اَلٰہ جو اللہ تعالےٰ کا اسم ذات ہے اور یائے متکلم سے مرکب ہے۔ اسکے معنے ہیں میرا خدا۔ حکمت کے اقسام ثلاثہ سے ایک قسم کا نام بھی ہے۔ ایک تاریخ کا بھی نام ہے۔ جو جلال الدین اکبر کے سن جلوس سے شروع ہوتی ہے۔ اور جس کو "سنہ الٰہی" کہا جاتا ہے (غ)۔

البادیُ دیکھو (بادی)

الباطِن دیکھو (باطن)

الباعث دیکھو (باعث)

الباقی دیکھو (باقی)۔

التحیات ان متبرک کلمات کا نام ہے جو نماز کے رکن (قعدہ) میں پڑھے جاتے ہیں جنکا نام شریعت میں تشہد ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

سب بندگیاں زبان کی اللہ کو ہیں اور سب بندگیاں بدن کی اور سب بندگیاں پاک مال کی۔ سلامتی ہو تم پر اے نبی اللہ کی رحمت اور اسکی برکتیں۔ سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے بندوں پر جو نیک ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود (عبادت کے لائق) مگر اللہ۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کے بندے ہیں اور اسکے رسول ہیں۔

یہ تشہد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ایک اور تشہد بھی ہے جو حضرت عبداللہ ابن عباس کیطرف منسوب ہوتا ہے۔ حنفی مذہب کے مطابق پہلے تشہد کا پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ (فتاوٰی عالمگیری)۔ قعدہ اولی اور قعدہ اخیرہ دونوں میں تشہد پڑھنا واجب ہے (سراج وہاج و محیط السرخی) تشہد کے لفظوں کے ساتھ انکے معانی کا خیال رکھنا بھی واجب ہے۔ (زاہدی)

التحیات کے ابتدائی جملے اس پاک کلام کی حکایت ہے، جو اللہ تعالےٰ اور اسکے پاک رسولؐ کے درمیان شب معراج میں ہوئے۔

مروی ہے کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ نے اپنے حبیب سے سوال کیا کہ کونسا تحفہ لائے ہو؟ جسکے جواب میں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کونسا تحفہ تلاش کرکے لاتا تمام تحائف جانی۔ مالی تیری ہی ذات کے لئے ہیں۔ پھر رب العزت سے خطاب ملا السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ خدا کی رحمت اور سلامتی اور برکتیں تجھ پر ہوں اے نبی) حضور نے اس انعام سے اپنی امت کو بھی حصہ دینا چاہا۔ اور کہا السَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ۔ خدا کا یہ انعام سلامتی کا ہمارے لئے اور تمام خدا کے نیک بندوں کے لئے ہوجو۔

الحاقہ بلائے ثابت شدنی۔ ہونیوالی۔ جو ٹل نہ سکے قرآن مجید کی انہترویں سورۃ کا نام ہے جسمیں یہ لفظ یوں واقع ہوا ہے۔ اَلْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ

Marfat.com

وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْحَاقَّةُ (س۔ الحاقہ۔ ع) شدنی اور
شدنی ہے کیا چیز۔ اور اے پیغمبر تم کیا سمجھے کہ شدنی ہے
کیا چیز۔ وہ ایک حادثہ ہے جو سب کو کھڑکھڑا ڈالیگا۔
یعنی قیامت۔ قرآن مجید میں یہ لفظ صرف اسی ایک ہی
جگہ واقع ہوا ہے۔

خداوند تعالے کیطرف سے جو سزا نازل ہوتی ہے
اسکی دو قسمیں ہیں۔ قسم اول کو ابتلا کہتے ہیں جو محض سرزنش
اور تنبیہ کے لئے ہوتی ہے۔ تاکہ وہ شخص اپنی کردار بد سے
باز آجاوے۔ اور اسکو امتحان و آزمائش بھی کہتے ہیں۔
جیساکہ قحط۔ وبا۔ بدامنی۔ نفاق۔ ژالہ باری۔ زلزلہ وغیرہ
یہ مصیبت ایک حیثیت سے قہر ہے اور دوسری حیثیت
سے مہر بھی ہے۔ اسلئے بدوں کے ساتھ اس میں نیک بھی
پس جاتے ہیں۔ تاکہ نیکوں کو تنبیہ ہو۔ اور امتحان بھی ہو جائے
قسم دوم۔ انتقام جو ابتلا کے بعد بھی نہ سمجھنے پر ہوتا
ہے۔ اسے حاقہ کہتے ہیں جو کسی کے ٹالے نہیں ٹلتی۔
اور یہ انتقام الٰہی اخیر پر ہوتا ہے جہاں نہ توبہ کی مہلت نہ
استغفار کی فرصت ملتی ہے۔ اور اسکے بعد دنیا سے رحلت
ہو کر عالم برزخ کا قید خانہ ہوتا ہے۔ یا قیامت کا تازیانہ
اور اس میں نیک لوگ شامل نہیں ہوتے۔ انکو خدا بہر طور
محفوظ ہی رکھتا ہے جو اسکی عدالت کا عین مقتضی ہے۔

الحاکم بامر اللہ ابو علی منصور حاکم بامر اللہ بن عزیز بڑے متشرع بادشاہ تھے خلفائے
فاطمیہ مصر میں سے چھٹے خلیفہ ہیں۔ انہوں نے عورتوں کے
پردے میں سختی کی۔ مسکرات کی خرید و فروخت بند کرائی۔
ان کے وقت میں انتظام شہر بھی اچھا تھا۔ قاہرہ میں مسجد
ازہر انہیں کی بنوائی ہوئی ہے۔ لیکن بعض مورخ ان کو
فرعون ثانی لکھتے ہیں اور انکی سختیوں کو حدود شرعی سے
متجاوز بتاتے ہیں۔ ۴۱۱ھ میں مارے گئے ۳۶ سال
کی عمر پائی۔ ۲۵ سال حکومت کی۔ (مذاہب اسلام)

الحمد للہ "ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے۔"
سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت میں سے شروع کا کلمہ ہے جو
کسی مقصد کے حاصل ہونے یا کسی تکلیف سے نجات
پانے یا کوئی خوشی یا آرام حاصل ہونے پر خدا کا شکر ظاہر
کرنے کے لئے پڑھا جاتا ہے چھینکنے کے بعد الحمد للہ کہنا سنت
نبویہ ہے۔ کیونکہ چھینک صحت پر دلالت کرتی ہے۔ اگر
کوئی شخص چھینکنے کے بعد الحمد للہ کہے تو اس کلمہ کو سننے
والے کے لئے لازم ہے کہ اسکے جواب میں کہے یرحمک اللہ
(اللہ تمپر رحم کرے) پھر اسکے جواب میں چھینکنے والا کہے
یَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ یعنے اللہ تمکو ہدایت
دے اور تمہاری حالت درست کرے۔ اگر چھینکنے والا
الحمد للہ نہ کہے تو اسکا جواب دینا لازم نہیں۔ الحمد للہ کے
متعلق مزید معلومات کے لئے دیکھو لفظ (تحمید)۔

الجلاب ابو محمد عبد اللہ کو کہتے ہیں جو فقہ کے زبردست عالم ہوئے ہیں۔ امام مالک رح کے مذہب
پر "الجواہر الثمینہ فی مذہب عالم المدینہ" آپ کی تصنیف
ہے۔ ۳۷۸ھ میں وفات پائی۔ (دکن)۔

الف حروف تہجی میں سے ابتدائی حرف اور کلمہ "اللہ" کا پہلا حرف ہے۔ قرآن مجید سورۃ
بقرہ۔ سورۃ روم۔ سورۃ لقمان۔ سورۃ سجدہ کے آغاز
میں تین مفرد حروف آئے ہیں جو اس صورت سے لکھے
جاتے ہیں الٓمٓ۔ اور پڑھے یوں جاتے ہیں۔ الف
لام میم۔ ان حروف کو قرات کی اصطلاح میں مقطعات
کہتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مقطعات
کے معنے بیان نہیں فرمائے۔ ائمہ دین نے انکے معنے
بیان کرنے میں بڑا اختلاف کیا ہے۔ علامہ جلال الدین
سیوطی نے تفسیر اتقان میں مختلف معنے بیان کئے ہیں
بعض کے نزدیک الف کے معنے اللہ۔ ل کے معنے لطیف
اور میم کے معنے مجید ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ اَنَا اللّٰهُ اَعْلَمُ
(میں اللہ ہوں سب سے زیادہ جانتا ہوں) کا اختصار ہے
اکثر کے نزدیک یہ حروف کسی خاص معنے کے لئے نازل

Marfat.com

نہیں ہوئے۔ بلکہ خدا کے حکم سے بلا لحاظ معنے قرآن میں شامل ہوئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں انکے معنے انسانی اور اک سے بڑھکر ہیں۔

الفیۃ اصول حدیث میں شیخ زین الدین بن حسین عراقی کی تصنیف ہے۔ یہ ابن صلاح کی کتاب مسمی بہ کتاب علوم الحدیث کا خلاصہ ہے۔ جمادی الاخری ۷۶۸ھ میں تصنیف ہوئی۔ تصنیف موصوف نے خود اسکی شرح لکھی جو رمضان ۷۷۱ھ میں تمام ہوئی۔ اور جسکا نام فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث رکھا۔ الفیہ علم نحو میں بھی ایک درسی کتاب ہے جو نظم عربی میں ہے۔ (کش)

اِلقا ڈالنا (ص۔ ش) دل میں خدا کا کوئی بات ڈالنا۔ خدا اپنے پاک باز بندوں کے دل میں بعض دفعہ کوئی بات ڈال دیتا ہے اور واقع میں وہ اسی طرح ہوتی ہے۔ جسطرح اسکے دل میں ڈالی گئی تھی۔

الیاس ایک پیغمبر گذرے ہیں۔ معالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس کے نزدیک حضرت الیاس علیہ السلام حضرت الیسع کے برادر عم زاد ہیں اور عبداللہ بن مسعود کے نزدیک الیاس ادریس علیہ السلام کا نام ہے لیکن بقول دیگر محققین الیاس علیہ السلام ایک رسول تھے بنی اسرائیل میں۔ اور بقول ابن عساکر یوشع بن نون تھے اور بعضے اولاد ہارون علیہ السلام سے کہتے ہیں۔ بالجملہ بالاتفاق نبی ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے وَاِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (س الصفت ع) تحقیق الیاس بھی پیغمبروں سے ہیں۔ بعثت ان کی اہالی بعلبک پر ہوئی تھی۔ اس شہر کا بادشاہ بت پرست سخت مشرک اور خراب تھا۔ اس نے بیس گز کا لمبا بت بنوایا اور اسکا نام بعل رکھا اور چارسو آدمی اسکے مترجم کلام قرار دئے اور انکو نبی ٹھیرایا۔ وہ سب اسکے گرد جمع رہتے ابلیس نے جب یہ دیکھا تو اس بت کے اندر جا بیٹھا اور وقت سوال جواب دینے لگا۔ اور مصاحبین سنکر پکارنے لگے کہ خدا نے یہ کہا۔ اور تابعین بادشاہ اسی کے موافق عمل کرنے لگے۔ بنی اسرائیل جو حضرت یوشع بن نون کے زمانہ سے اس شہر میں قیام پذیر تھے اور حضرت حزقیل علیہ السلام کے بعد بت پرست ہوگئے تھے وہ بھی مطیع بادشاہ ہوئے۔ تب اللہ تعالے نے حضرت الیاس علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے بادشاہ اور اسکی رعایا کو بت پرستی سے منع فرمایا۔ اسپر بادشاہ ناراض ہوکر کہنے لگا کہ اے الیاس تو ہمکو وہ راہ چلاتا ہے جسکو اور بادشاہوں نے ترک کیا ہے۔ جب کسی نے آپکا کہا نہ مانا تو آپ ہجرت کرکے ایک پہاڑ میں چھپ رہے۔ سات برس تک تنہائی میں پریشان اور صولت بادشاہی سے ہراساں رہے اور سوائے گھاس اور ساگ وغیرہ اشیائے جنگلی کے کچھ کھانا نصیب نہ ہوا۔ بادشاہ نے ہرچند تلاش کروایا کہیں نشان نہ ملا۔ سات برس کے بعد وحی ہوئی کہ اب ظاہر ہونا چاہئے۔ سو اسکی صورت ظاہر میں یہ نمود ہوئی کہ بادشاہ کا بیٹا سخت بیمار ہوا۔ طبیبوں نے جواب دے دیا۔ اور بت نے بھی باوجود منت و سماجت کچھ جواب نہ دیا۔ اور نہ کچھ تدبیر بتلائی تب یہ قرار پایا کہ نواحی شام میں ایک دوسرا خدا ہے اسکو بلاؤ کہ اس خدا سے سفارش کرے۔ شاید بعل تمسے ناراض ہے۔ بادشاہ نے کہا میرا کچھ قصور نہیں ہے کیونکہ میں نے اطاعت اور فرمانبرداری میں کسیطرح کی تقصیر نہیں کی۔ مترجموں نے کہا کہ تو نے الیاس کو قتل نہیں کیا یہی قصور ہے۔ کیونکہ الیاس تیرے خدا کا کافر تھا۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ الیاس کا پتہ اور نشان کہیں ملتا نہیں۔ ہرچند تلاش ہوئی پر ہاتھ نہ لگا۔ اور میں ایسا پریشان خاطر ہوں کہ اسکی تلاش نہیں کرسکتا۔ اگر یہ لڑکا اچھا ہوجاوے تو میں خود ہی تلاش کروں۔ اور جسطرح ملسکے گرفتار کرکے قتل کروں تاکہ میرا خدا راضی ہو۔ غرضکہ انہوں نے چارسو مصاحبوں کو جانب شام بھیجا۔ جب یہ لوگ اس پہاڑ سے جس پر حضرت الیاس تھے قریب ہوئے تو حضرت کو

Marfat.com

ارشاد الٰہی یوں ہوا کہ بلا خوف و خطر نیچے پہاڑ کے اتر اور ان کافروں سے چار ہو کر۔ حضرت الیاسؑ نے مقابل ہو کر اول کافروں سے ارشاد فرمایا کہ مجھکو اللہ نے تمہارے اور تمہارے معتقدوں کے پاس بھیجا ہے سو تم اپنے رب کا حکم سنو۔ اور اپنے بادشاہ کو پہنچاؤ۔ کہ اللہ کے ساتھ کسیکو شریک نہ بنائیں۔ جو سب کو مارتا جلاتا اور رزق دیتا ہے۔ الیاسؑ نے جب یہ کلام ان سے کہا تو وہ لوگ رعب میں آ گئے اور بادشاہ سے کہنے لگے کہ الیاس ہمکو ملا تھا۔ بال اسکے سفید ہیں اور بہت ضعیف ہو گیا ہے۔ اُن کا قمیص پہنے ہوئے ہمارے پاس آیا تھا۔ اس نے ایسا کلام فرمایا کہ ہم رعب میں آکر جوابدہ نہ ہوسکے۔ باوجودیکہ ہم چارسو آدمی تھے اور وہ تنہا تھا۔ بادشاہ نے کہا زندگی کا لطف تب تک نہیں جب تک کہ الیاس زندہ ہے کسی طرح الیاس کو گرفتار کرو۔ چنانچہ پچاس آدمی زور آور ہوشیار اسی طرح سے بھیجا کر روانہ کیئے کہ تم کسی حیلے اور تدبیر سے انکو لاؤ جب وہ پہاڑ کے قریب گئے تو پکارنے لگے کہ اے نبی اللہ ظاہر ہو اور ہم پر احسان کر کہ ہم ایمان لائے۔ اور ہمارا بادشاہ بھی ایمان لائیگا۔ حضرت الیاس نے یہ کلام سنکر ارادہ کیا کہ ظاہر ہوں۔ وحی ہوئی کہ اے الیاس توقف کر انکا ظاہر و باطن موافق نہیں۔ یہ لوگ منافقانہ کلام کرتے ہیں تو میری جناب میں دعا کر۔ تب حضرت الیاسؑ نے دعا مانگی کہ یا الٰہی اگر یہ لوگ سچے ہیں تو مجھے ظاہر ہونے کی اجازت ہو۔ اور اگر کاذب ہیں تو ان پر آگ آسمانی گرے۔ ہنوز یہ مقولہ تمام نہ ہوا تھا کہ آگ آسمان سے برسنے لگی اور سب جل گئے۔ بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے پچاس آدمی اور بھیجے۔ انکے ساتھ بھی وہی معاملہ ہوا جب یہ خبر بادشاہ کو ملی تو نہایت غمگین اور خشمگین ہوا۔ اور چاہا کہ بذاتِ خود حضرت الیاسؑ کی طرف جائے۔ مگر بیٹے کی بیماری کی وجہ سے نہ جاسکا۔ آخر اس نے ایک مومن شخص

بھیجا اور لشکر جرار اسکے ساتھ کیا۔ اس نے وہاں جا کر حضرت الیاس کو آواز دی۔ آپ باہر نکل آئے اور اس سے آنیکا سبب دریافت کیا۔ اس نے سب حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا میں اس کافر کے پاس نہیں جاتا۔ پھر وحی ہوئی کہ اگر تو نہ جائیگا تو بادشاہ اس مسلمان کو تہمت لگائیگا۔ تم بادشاہ کے پاس جاؤ اور میں بڑا محافظ ہوں۔ اس بادشاہ کو اسکے بیٹے کے غم میں ایسا مبتلا کرونگا کہ ہرگز تم سے متوجہ نہ ہوسکیگا اور ایسی طرح مارونگا کہ عبرت ہو جائے۔ جب وہ مرجائے تو چلے جانا۔ غرض کہ حضرت الیاسؑ اسی لشکر کے ساتھ شہر میں تشریف لائے اور بادشاہ کے پاس پہنچے۔ اسوقت بادشاہ کا بیٹا زیادتی درد سے بیتاب ہو کر مر گیا۔ بادشاہ حضرت الیاس سے مل نہ سکا۔ اور حضرت الیاس صحیح و سالم پھر پہاڑ پر تشریف لائے۔ جب بادشاہ کو غم سے فرصت ملی تو اس نے اس منشی سے حال پوچھا۔ اس نے عرض کیا کہ میں بھی آپکا شریک غم رہا۔ مجھکو معلوم نہیں کہ الیاس کہاں گئے۔ ناچار چپکا ہو رہا۔ پھر مدت دراز کے بعد حضرت الیاس تنہائی سے گھبرائے اور پہاڑ سے نیچے اترے اور یونس ذی النون کی ماں کے گھر میں چھ مہینے تک چھپے رہے اسکے بعد حضرت الیاس پھر پہاڑ پر چلے گئے۔ چند عرصہ بعد حضرت یونسؑ نے انتقال کیا۔ ان کی ماں کو بڑی تشویش ہوئی۔ حضرت الیاسؑ کو بڑی مشکل سے تلاش کر کے عرض کیا کہ میرا لڑکا فوت ہو گیا ہے۔ آپ دعا فرماویں کہ زندہ ہو جائے آپ نے وہاں جا کر وضو کر کے دعا مانگی۔ اللہ نے یونسؑ کو زندہ کیا۔ پھر وہاں سے آپ اپنے مکان پر تشریف لائے اس عرصہ میں آپ کی قوم نے گناہوں کی شدت سے کمال روسیاہی حاصل کی تھی۔ اس پر حضرت الیاس کو کمال غم ہوا۔ اور خدا سے التجا کی کہ مجھے اب زمین سے اٹھا لے حکم ہوا کہ یہ وقت ایسا نہیں ہے کہ میں زمین کو تجھ سے خالی کروں لیکن تو اور درخواست کر تو میں قبول کروں۔

Marfat.com

آپ نے قحط کے لیے دعا کی۔ چنانچہ تین برس تک قحط شدید پڑا۔ انکی قوم کے لوگ تباہ حال ہو گئے۔ اور لگے آپ کو تلاش کرنے۔ اس اثنا میں حضرت الیاس ایک عورت کے گھر میں داخل ہوئے۔ اسکا بیٹا نوجوان سخت بیمار تھا۔ اسکے واسطے آپ نے دعا کی وہ اچھا ہو گیا۔ اور ایمان لاکر ساتھ ہوا۔ محققین مفسرین لکھتے ہیں کہ وہ نوجوان حضرت الیسع ابن اخطوب تھے۔ جب اس پر چند روز گذرے تو وحی ہوئی کہ تو نے بہت بیگناہوں کو ہلاک کیا ہے اب دعا مانگ۔ حضرت الیاس اپنی قوم میں آئے اور فرمایا اب تک تم انہیں خیالات باطلہ میں پڑے ہو۔ اگر تمہیں سمجھ ہے تو اپنے بتوں کو باہر نکالو۔ اور ان سے پانی کی درخواست کرو۔ اگر ملے تو فہو المراد۔ ورنہ انکو دور کرکے اپنے اللہ سے پانی مانگو۔ انہوں نے بتوں کو باہر نکالکر بہتری عاجزی کی مگر بارش نہ ہوئی۔ تب وہ لوگ کہنے لگے کہ اے الیاس ہم لوگ باطل پر ہیں۔ اب تو ہمارے واسطے اللہ سے دعا کر۔ حضرت الیاس نے حضرت الیسع کو ساتھ لے کر دعا فرمائی۔ ایک ٹکڑا ابر کا نمودار ہوا۔ اس نے ایسا پانی برسایا کہ بستی بالکل سیراب ہو گئی۔ بنی اسرائیل خوش ہوئے مگر اپنے قول و اقرار پر قایم نہ رہے۔ بلکہ اور بھی بگڑے تب حضرت الیاس نے دعا مانگی کہ یا الٰہی بنی اسرائیل کے قلوب قبول ہدایت کے لائق نہیں رہے ہیں۔ اسلئے اب تو مجھے ان سے علیحدہ کرلے۔ ارشاد ہوا کہ فلاں اور فلاں مقام پر حاضر ہو۔ وہاں جو کچھ سواری تجھے ملے اس پر سوار ہو۔ جب وہ دن آیا تو حضرت الیاس مقام معہود پر مع حضرت الیسع کے تشریف لے گئے۔ دفعۃً ایک گھوڑا یا اونٹ آگ کا ظاہر ہوا۔ یا رنگ اسکا مانند آتش تھا۔ علیٰ ہذا بریں حضرت الیاس اس پر سوار ہوئے حضرت الیسع نے آواز دی کہ مجھکو کیا ارشاد ہے۔ حضرت الیاس نے اپنے کپڑے اتار کر پھینکے گویا اشارہ کیا کہ میں نے تمکو خلیفہ کیا۔ الغرض اللہ تعالےٰ نے حسب مدعائے الیاس اسطرح بنی اسرائیل سے انکو جدا کیا اور شہوت طعام و شراب ان سے سلب کرلی کہ فرشتوں کے ساتھ اڑنے لگے حضرت الیاس کا ذکر سورۃ والصافات میں ہے (تفسر)۔

الوہیّۃ | اس مرتبے کا نام ہے جو تمام مراتب اسماء و صفات کا جامع ہے۔ انسان الکامل میں لکھتے ہیں کہ حقائق وجود کا جمع کرنے اور انکو انکے مراتب میں محفوظ رکھنے کو الوہیّۃ کہتے ہیں۔ اور اس مرتبے والے کا نام اللہ ہے (ک)۔

الواح | لوح کی جمع۔ تختیاں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وہ تختیاں جن پر توریت لکھی ہوئی تھی۔ قرآن میں سورۃ اعراف کی ۱۴۲ ویں آیت رکوع اول میں ہے۔ وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اور ہم نے توریت کی تختیوں میں موسیٰ کے لئے ہر طرح کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھدی تھی۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ تختیاں سات یا دس تھیں۔ اسکے علاوہ قرآن کا مذکورہ ذیل آیت میں بھی اس لفظ کا ذکر آیا ہے وَأَلْقَى الْأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ (س۔ اعراف ع) یعنے حضرت موسیٰ نے (مارے غصہ کے توریت کی) تختیونکو پھینک دیا۔ اور اپنے بھائی (ہارون) کے سر (کے بالوں) کو پکڑ کر انکو لگے اپنی طرف کھینچنے۔

اللہ اکبر | اللہ سب سے بڑا ہے۔ یہ ان کلمات میں سے ہے جو نماز کے شروع میں اور اسکے اندر پڑھے جاتے ہیں۔ اس کلمہ کو تکبیر کہتے ہیں۔ حلال جانوروں کو ذبح کرتے وقت بھی شرعی حکم کے مطابق یہ کلمہ پڑھا جاتا ہے۔ (دیکھو لفظ تکبیر)۔ اظہار تعجب کے طور پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ اور کسی ایسے جوش کے وقت بھی اس لفظ کا نعرہ لگایا جاتا ہے جو اسلام کی استدلالی فوقیت ثابت ہونے یا مسلمانوں کے غیر مسلم حریف پر فتح پانے کے باعث پیدا ہو۔

امام | پیشوا۔ راہ روشن۔ قرآن۔ لوح محفوظ۔ کما فی کشف اللغات متکلمین کے نزدیک امام سے مراد وہ شخص ہے جو

Marfat.com

دین کو قائم رکھنے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہو۔ بایں حیثیت کہ تمام امت پر اسکا اتباع واجب ہو۔
محدثین کے نزدیک امام سے مراد محدث اور شیخ۔ قاریوں اور مفسروں کی اصطلاح میں امام سے مراد ان مصاحف کا کوئی ایک نسخہ ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے صحابہ رض نے لکھے تھے۔ اور پھر ایک ایک نسخہ ہر شہر میں بھیجا گیا۔ اور ایک نسخہ حضرت عثمان رض کے پاس محفوظ رہا۔ یہ تمام نسخے ائمۃ المصاحف کہلاتے ہیں (ک)۔
قرآن مجید میں امام کا کلمہ کئی معنوں میں آیا ہے

(۱) وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ
(س۔ بقرہ ع ۱۵) اور جب ابراہیم کو انکے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا اور انہوں نے انکو پورا کر دکھایا (تو خدا نے رضامند ہوکر) فرمایا کہ ہم تمکو لوگوں کا امام (یعنے لوگوں کا پیشوا) بنانے والے ہیں۔

(۲) یوم ندعوا کل ناس بامامھم (س۔ بنی اسرائیل ع)
(اور بڑی برتری تو اس دن کی ہے) جب ہم سب لوگوں کو انکے پیشواؤں سمیت (اپنے سامنے) بلا کھڑا کرینگے۔

(۳) وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ۠
(س۔ یٰسٓ۔ ع ۱) اور ہمنے تو سبھی چیزوں کو کتاب واضح (یعنے لوح محفوظ) میں قلمبند کر رکھا ہے۔

(۴) فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَ اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ ۠
(س۔ حجر۔ ع) تو اُن سے ہمنے (نافرمانی کا) بدلہ لیا۔ اور (انکی اور قوم لوط کی) دونوں (کی بستیاں) کھلے شارع عام پر (اُجڑی ہوئی) موجود ہیں۔
اس آیت میں امام شارع عام کے معنے میں آیا ہے۔

(۵) وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ۠ (س۔ فرقان۔ ع) اور جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمکو ہماری بیبیوں (کی طرف) سے اور ہماری اولاد (کی طرف) سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمکو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

کتب فقہ میں لکھا ہے کہ امام وقت وہی شخص ہوسکتا ہے جو عاقل بالغ آزاد ہو۔ حکومت کے اوصاف اسمیں موجود ہوں۔ تجربہ کار اور دانشمند ہو۔ خود مسلمانوں نے اسکو انتخاب کیا ہو۔ اسکا اصل مدعا ترقی اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ ہو۔ اسکے زیر مسلمانوں کو ہر طرح کے امن و انصاف کی توقع ہو۔ وہ احکام شرع کے موافق زکوٰۃ عشر اور جزیہ کی وصولی اور دیگر احکام کا اجرا کرتا ہو۔ بیت المال میں سے صرف مستحقین پر مال خرچ کرتا ہو مسلمانوں کے ساتھ تمام معاملات میں راستبازی سے پیش آتا ہو۔ اگر اس میں یہ اوصاف نہ ہوں تو وہ امامت کا مستحق نہیں ہے اور ایسے امام کی مدد کرنا ناجائز ہے۔ اسکے خلاف جنگ کرنا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے حتیٰ کہ وہ اپنے دعوٰی سے باز آئے۔ یا قتل ہوجائے۔ (معدن الحقائق)۔

شیعہ لوگ امام کا خطاب صرف حضرت علی اور انکی اولاد میں سے گیارہ اشخاص کو دیتے ہیں۔ انکے سوا اور کسیکو اس خطاب کا مستحق نہیں سمجھتے۔ اور صرف امامت کا مسئلہ ہے جس نے شیعہ لوگوں کو مسلمانوں میں سے ایک جداگانہ فرقہ بنایا ہے۔ اور انکے تمام اختلافات و نزاعات صرف اسی مسئلے سے متفرع ہوتے ہیں۔ شیعی کتابوں میں لکھا ہے کہ شب معراج میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم پر انبیاء سے پوچھا کہ تمکو کس بات کی بدولت برگزیدہ کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر انبیاء نے کہا ہم کو آپکی نبوت اور علی ابن ابیطالب کی ولایت کی بدولت برگزیدہ کیا گیا ہے۔ اتنے میں ندا آئی کہ آسمان کے دائیں طرف دیکھو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا تو علی رض اور حسن اور حسین اور باقی ائمہ نظر آئے۔ جو نور کے سمندر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ خدا نے فرمایا یہ میری آیات ہیں۔ میرے خلیفہ ہیں۔ میرے دوست

Marfat.com

ہیں۔ اور ان میں سے آخری امام میرے دشمنوں سے بدلہ لیں گے۔

سُنیوں کی اصطلاح میں امام مجتہد فی الشرع اور مجتہد فی المذہب اور بعض دیگر بڑے بڑے علمائے اسلام کے لئے استعمال ہوتا ہے مجتہد چار ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ۔ امام شافعیؒ۔ امام مالکؒ امام احمد بن حنبلؒ مجتہد فی المذہب جیسے امام ابو یوسف۔ امام محمد۔ امام زفر باقی علماء شریعت میں سے مشہور ائمہ۔ جیسے امام غزالی امام رازی۔ امام نووی وغیرہم۔ ابتک بعض اسلامی فرقے اپنے کسی بڑے عالم کے لئے امام کا لقب استعمال کیا کرتے ہیں۔ وہابیہ نجد کا امیر امام کہلاتا ہے۔ یمن کے زیدی فرقہ کا جنگجو رئیس آجکل امام کے لقب سے ذکر کیا جاتا ہے جسکا پورا نام امام یحییٰ حمید الدین ہے۔ وہ امام مہدی ہونیکا دعویٰ رکھتا ہے۔

امام نماز کے متعلقہ مسائل کے لئے دیکھو (امامت)۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلصَّلٰوۃُ وَاجِبَۃٌ عَلَیْکُمْ خَلْفَ کُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا کَانَ اَوْ فَاجِرًا وَاِنْ عَمِلَ الْکَبَائِرَ (مش) یعنے نماز واجب ہے تم پر ہر مسلمان کے پیچھے پرہیزگار ہو یا گنہگار ہو۔ اگرچہ اس نے کبائر کا ارتکاب کیا ہو۔

امام باڑہ وہ جگہ جہاں ماہ محرم کے پہلے عشرہ میں شیعہ لوگ جمع ہوکر امام حسین علیہ السلام کے ان مصائب وتکالیف پر اظہار افسوس کرتے ہیں جن سے کربلا میں انکو پالا پڑا تھا۔ ایسی مجلسوں میں فرقہ شیعہ کے لوگ بہت کچھ روتے۔ پیٹتے اپنے گریبان چاک کرتے ہیں۔ یزید اور اسکے کارندوں پر لعن وطعن کے پل باندھ دئے جاتے ہیں۔ ان مجلسوں میں ان واقعات کا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مابین ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی شان والا کی نسبت بھی بہت کچھ گستاخی کی جاتی ہے

اللہ خدا۔ معبود۔ خدا تعالیٰ کا نام ہے۔ اگرچہ اس لفظ میں وصفی معنے موجود ہیں اور اس اعتبار سے اس کو بھی اسماء صفاتی میں ہونا چاہئے۔ مگر سب نے اجماع کرکے اسکو اسم ذات قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں جابجا یہ اسم موجود ہے۔ علمائے نے اسکا معنے یوں کیا ہے ذات واجب الوجود مستجمع لجمیع صفات الکمال

اس پاک اسم میں ایک عجب خاصیت یہ ہے کہ کوئی حرف بھی اس سے علیحدہ کیا جائے۔ پھر بھی اللہ تعالےٰ کا نام باقی رہ جاتا ہے۔ مثلاً الف دور کرنے سے لِلّٰہ باقی رہیگا۔ اور پہلا لام دور کردینے سے لَہٗ اور دوسرا لام دور کرنے سے ہُو رہیگا۔ اور ہر حالت میں خدا کے پاک نام پر اطلاع ملتی ہے۔ سبحانہٗ ما اعظم شانہٗ۔

اللہ۔ خداوند تعالےٰ کے وجود کا عقیدہ انسانیت کے لوازمات سے ہے۔ کیونکہ انسان جب تک نظر۔ فکر اور استدلال سے متمتع ہے۔ تب تک وہ اس عقیدے سے جدا نہیں ہوسکتا۔ اسلئے کہ انسان اسبات پر مجبول ہے کہ اپنے نفس اور اصل اور اپنے وجود وسعت اور عالم اور اسکے علل میں غور کرے۔ اور چونکہ محسوسات کا پہلا اصول یہ ہے کہ ہر مصنوع کا کوئی نہ کوئی صانع ضرور ہوتا ہے اسواسطے اس عالم کو دیکھتے ہی انسان معلوم کرلیتا ہے کہ اسکا بھی کوئی نہ کوئی صانع ضرور ہے اور یہ عقیدہ جب سے کہ انسان پیدا ہوا ہے تب سے چلا آتا ہے اور کسی نے اس میں شک نہیں کیا حتی کہ جب حضرت مسیحؑ سے چھ سو برس پہلے فلسفہ آیا تو اس عقیدے میں بہت سے شکوک وشبہے پیدا ہونے لگے جو آجتک موجود ہیں۔

ہمیں اس عقیدے میں شک کی کوئی وجہ سوائے اسبات کے معلوم نہیں ہوتی کہ لوگوں نے براہین عقلیہ اور قیاسات نظریہ کے واسطے سے خدا کو صورت ذہنیہ سے ادراک کرنا چاہا۔ اور چونکہ خدا نہ جوہر ہے اور نہ عرض ہے

Marfat.com

اور نہ وہ ایسی چیز ہے جو دل میں گذرے یا آنکھوں سے نظر آئے یا اسکا تصور ہوسکے۔ اسی لئے اسکے وجود میں لوگ شک کرنے لگے۔ لیکن ہمیں اس شخص سے نہایت تعجب آتا ہے جو چاہتا ہے کہ اس خدا کو جس نے اسے پیدا کیا، مقدمات منطقیہ کہ جنکے مبانی۔ این۔ کیف اور لما ذا ہیں معلوم کرے۔ اور زیادہ تعجب کی تو یہ بات ہے کہ وہ اسے ان وسائل سے معلوم کرتا ہے تاکہ اسکی عبادت کرے۔ یہ یقینی بات ہے کہ اسے ان وسائل سے دو باتوں سے ایک بات ضرور حاصل ہوگی۔ یا تو وہ ان وسائل سے ایک صورۃ ذہنیہ کو پالیگا اور اسے خدا خیال کرکے اسکی عبادت کریگا تو اسطرح وہ تمام عمر اپنے وہم کی عبادت کرتا رہیگا۔ اور یا اسے ان وسائل سے کچھ بھی نہ ملیگا تو خدا کا انکار کر دیگا۔

پہلی قسم کے لوگ بہت ہیں جو اسکی ہی عبادت کرتے ہیں جسے انہوں نے اپنے خیال میں خدا قرار دے رکھا ہے۔ ان لوگوں میں دین کا اثر عادات و راثات سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اور دوسرے قسم کے لوگ جب اپنا غلبہ دیکھتے ہیں تو وہ سرکشی میں زیادتی کرتے ہیں اور کفر میں بڑھتے ہیں۔

کیا عجیب بات ہے کہ جب انسان اللہ کا اعتقاد کرنا چاہتا ہے تو فلاسفہ یونان اور انکے اقوال کے تابعین فلاسفہ عرب سے پوچھتا ہے۔ اور علم منطق و فن جدل وغیرہ کو استعمال کرتا ہے۔ واہ واہ۔ کیا عقل کی بات ہے اور اس کاوش سے اسے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو وہ خدا کی کوئی صورت ذہنیہ مقرر کر لیتا ہے اور یا ملحد بنجاتا ہے۔

آدمی کو چاہئے کہ اپنے جہل و عجز اور ضعف و فقر کا اقرار کرکے جو عقیدہ انبیاء کرام نے سکھایا ہے اسے مضبوط پکڑے اور خدا تعالے کے ساتھ پاکیزہ دل کے ساتھ رجوع لیوے اور اعتقاد رکھے کہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ۔ لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ۔ یَعْلَمُ مَابَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِہٖ عِلْمًا۔ پس جب انسان ایسے دل کے ساتھ اللہ کیطرف توجہ کریگا تو بلا کیف دکیف و این کے اسپر حق روشن ہو جائیگا۔

اِمامت

ہمزہ کی زیر سے۔ نماز پڑھانا۔ (ص) متکلمین کے نزدیک امامت سے مراد دین کو قائم رکھنے اور اسلام کی حفاظت کرنے کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہونا۔ بایں حیثیت کہ تمام امت پر اسکی متابعت واجب ہو۔ جو شخص ایسا خلیفہ ہوگا اسکو امام کہا جائیگا۔ جمہور کے نزدیک امامت کا مستحق وہ ہوسکتا ہے جو اصول و فروع میں مجتہد ہو۔ شجاع ہو۔ دانشمند ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ صفات ضروری نہیں۔ ہاں یہ شرائط واجب ہیں کہ عادل ہو عاقل ہو۔ بالغ ہو۔ مرد ہو۔ آزاد ہو۔ یہ پانچوں بلکہ آٹھوں شرائط بالاجماع معتبر ہیں۔ جو لوگ اوپر کی تین شرطوں سے انکار کرتے ہیں انکا قول قابل سماعت نہیں ہے۔ مذکورہ صفات کے علاوہ بعض اور صفات ہیں جنکے اشتراط میں اختلاف ہے۔ اشاعرہ اور جبائیہ کے نزدیک امام کا قریشی ہونا شرط ہے۔ مگر خارجی اور بعض معتزلی اس کے خلاف ہیں۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں ہاشمی ہونا ضروری ہے امامیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ امام کا تمام مسائل سے واقف ہونا لازم ہے۔ غالی شیعہ کہتے ہیں کہ امام وہی ہوسکتا ہے جسکے ہاتھ پر کرامت ظاہر ہو۔ امامیہ اور اسماعیلیہ امام کا معصوم ہونا لازم سمجھتے ہیں۔ امامت کا ثبوت اہلسنت والجماعت کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نص سے یا اجماع امت سے یا اہل الحل والعقد کی منظوری سے ہوسکتا ہے۔ مگر شیعوں کے نزدیک نص کے سوا اور اور کوئی صورت نہیں جس سے امامت ثابت کی جاسکے (ک) باقی تفصیل کے لئے دیکھو (امام)۔

نماز کی امامت کے لئے ایسے شخص کا مقرر کرنا مکروہ ہے جس سے لوگ نفرت کرتے ہوں۔ یا وہ ایسا نابینا ہو کہ نجاست بخوبی دور نہ کرسکتا ہو۔ مردوں کے آگے عورتوں۔ ہجڑوں اور نابالغ لڑکوں کی امامت ناجائز ہے عورت کو عورتوں کی امامت کرانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ اگر ایسا ہی

Marfat.com

کریں تو امام عورت کو مقتدیوں کی صفایں کھڑے ہونا چاہیئے۔ امی کا قرأت پڑھ سکنے والے کے لئے۔ ننگے کا کپڑے والے کے لئے۔ اشارے سے رکوع وسجود کرنیوالے کا پورے طور سے رکوع وسجود کرنیوالے کے لئے۔ اور نفل پڑھنے والے کا فرض پڑھنے والے کے لئے امامت کرنا درست نہیں جاری نکسیر اور سلسل البول والا بھی تندرست کا امام نہیں بن سکتا۔

امام حسینؑ دیکھو حسین ابن علی علیہ السلام۔

امام مبین امام کا معنے پیشوا۔ راستہ مبین کا معنے واضح روشن۔

امام مبین کا لفظ قرآن مجید کی سورۃ حجر رکوع ۵ میں شارع عام کے معنے میں آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ۝ تو ان سے (بھی) ہمنے (نافرمانی کا) بدلہ لیا اور (قوم لوطؑ کی اور ان کی) دونوں (کی) بستیاں کھلے شارع عام پر (اُجڑی ہوئی ابتک موجود) ہیں۔

اور یہی لفظ سورۃ یٰس رکوع ۱ میں لوح محفوظ کے معنے میں یوں آیا ہے۔ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَٰهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ۝ اور ہم نے تو سب ہی چیزوں کو کتاب واضح (یعنے لوح محفوظ) میں قلمبند کر رکھا ہے۔

امامہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی نواسی کا اسم مبارک ہے۔ انکی والدہ کا نام حضرت زینب اور والد کا نام حضرت ابو العاص بن الربیع ہے۔ جبکہ یہ چھوٹی تھیں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان سے بہت محبت فرماتے تھے۔ مروی ہے کہ اپنے دونوں شانہائے مبارک پر اسکو سوار کرکے آپ نے نماز پڑھی ہے۔

امام مہدی امام مہدی علیہ السلام کا آنا بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ آخر زمانہ میں ایک خلیفہ (امام مہدی) ہوگا جو مال کو تقسیم کریگا اور اسکو نہ گنے گا (مس)

(۲) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا فنا نہ ہوگی جب تک کہ عرب کا مالک ایک شخص نہ ہولیگا جو میرے اہل بیت سے ہوگا اور میرا ہمنام ہوگا (تر)۔

(۳) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ مہدی میری عترت سے یعنے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوگا (ابو)۔

(۴) ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہدی میری اولاد میں سے ہے۔ روشن اور کشادہ پیشانی اور بلند ناک والا۔ زمین کو عدل و انصاف سے اسطرح بھر دیگا جیسی کہ پہلے ظلم وستم سے بھری ہوگی۔ سات برس تک حکمرانی کرے گا (مس)

(۵) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں ایک بادشاہ کے مرنیکے باعث اہل حل وعقد کے مابین نزاع واقع ہوگی۔ تو فتنہ وفساد کے خوف سے مدینہ منورہ میں سے ایک شخص (امام مہدی) مکہ معظمہ کی طرف بھاگ نکلے گا۔ تو مکہ کے باشندے اسکی قدر و منزلت سے واقف ہوکر اسکے پاس آئینگے اور اسکو اسکے گھر سے نکالکر اپنا امام بنائینگے حالانکہ وہ ناراض ہوگا۔ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان وہ اس سے بیعت کرینگے۔ پھر اس سے جنگ کرنیکے لئے شام سے ایک فوج بھیجی جائیگی جو مقام بیدا میں دھنسائی جائیگی جب لوگ اس فوج کے زمین میں دھنس جانیکی خبر سنینگے تو اس شخص کے پاس شام کے ابدال اور اہل عراق کے لوگوں کی جماعتیں درجماعتیں آنی شروع ہونگی جو اس کی بیعت کرینگی۔ پھر قریش میں سے امام اسکی مخالفت پر ایک اور آدمی کھڑا ہوگا جسکے ننہال قبیلہ کلب سے ہونگے۔ وہ

Marfat.com

اُس شخص اور اُسکے پیروؤں پر حملہ کرنیکے لئے ایک مہم بھیجیگا۔ مگر اس شخص اور اسکے پیروؤں کو فتح ہوگی۔ وہ شخص لوگوں میں انکے نبی یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق فیصلے کریگا۔ اسلام اپنی گردن زمین پر ڈالدیگا۔ یعنے اسکے باعث اسلام کو بڑی تقویت ہوگی۔ وہ شخص سات برس تک زندہ رہیگا۔ مسلمان اسکا جنازہ پڑھینگے۔ (مش)۔

(۶) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم سیاہ جھنڈوں کو خراسان کی جانب سے آتے دیکھو تو جلدی انکے ساتھ ملجاؤ۔ کیونکہ ان میں خدا کا خلیفہ مہدی ہوگا۔ (مش)۔

(۷) ابو اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے بیٹے امام حسن علیہ السلام کی طرف دیکھکر کہا کہ میرا یہ بیٹا جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکے بارے میں فرمایا ہے سردار ہے۔ اسکی نسل سے ایک شخص پیدا ہوگا جو تمہارے نبی کا ہمنام ہوگا۔ اسکے اخلاق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے سے ہونگے اور وہ جسم کی وضع وقطع میں مشابہ نہ ہوگا۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیگا۔ (مش)۔

شیعوں کے فرقہ امامیہ کے نزدیک امام مہدی علیہ السلام بارہ اماموں میں سے آخری امام ہونگے (دیکھو) اس بحث سے لطیف، وہ بحث ہے جو مذاہب اسلام کے آخر میں ہے۔

امامیہ شیعوں کا ایک فرقہ ہے جسکا اعتقاد ہے کہ زمانہ نبوت کے ختم ہونیکے بعد امام کا مقرر کرنا خدا پر عقلاً واجب ہے۔ اس فرقہ کے لوگوں کے نزدیک منصب امامت کے لئے ضروری ہے کہ اس میں سلطنت اور حکومت کا شائبہ نہ ہو۔ اسی لئے وہ خلفاء ثلاثہ کو امام نہیں مانتے بلکہ انکی بجائے ذیل کے بارہ اماموں کو امام تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ امام حسن علیہ السلام۔ امام حسین علیہ السلام۔ امام زین العابدین امام محمد باقرؒ۔ امام جعفر صادقؒ۔ امام موسیٰ کاظمؒ۔ امام علی موسیٰ رضاؒ۔ امام محمد تقیؒ۔ امام محمد نقیؒ۔ امام حسن عسکریؒ۔ امام مہدی علیہ السلام۔

انکا خیال ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد امام کا تمام امت سے افضل ہونا اور کبائر سے معلوم ہونا ضروری ہے۔

امان مسلمان فاتح مفتوح قوم کے ساتھ مناسب شرائط طے ہوجانے پر یا اسکے جزیہ قبول کرلینے کے بعد جو اسکے جان ومال کو اپنے سپاہیوں کے غصب وغارت کے خطرے سے آزاد کردیتا ہے۔ اسکو امان کہتے ہیں۔ دیکھو (مستأمن)۔

امانت قرآن مجید میں ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ تا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ؀ (س۔ نساء۔ ع) (مسلمانو!) اللہ تمکو حکم دیتا ہے کہ امانت (رکھنے) والوں کی امانتیں (جب مانگیں) ان کے حوالے کردیا کرو۔ اور جب لوگوں کے باہمی جھگڑے فیصل کرنے لگو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ اللہ جو تمکو نصیحت کرتا ہے (تمہارے حق میں) بہت اچھی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ (سب کی) سنتا اور (سب کچھ) دیکھتا ہے۔

(۱) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بہت کم ایسا خطبہ سنایا جسمیں یہ نہ فرمایا ہو کہ جو امانتدار نہیں اسکا کچھ ایمان نہیں اور جسے پاس عہد نہیں اسکا کچھ دین نہیں۔ (مش)۔

(۲) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں گو روزہ رکھتا نماز پڑھتا اور اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہو (۱) جب بات کہے جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے خلاف کرے۔

Marfat.com

(۴) جب اسکے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے (صح)

امّ ایمن صحابیہ ہیں حبش کے رہنے والی تھیں اسامہ بن زید کی ماں تھیں اور جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کی دایہ تھیں۔ انکو جناب عبداللہ یعنے والد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آزاد کیا تھا اور عبید الحبشی نامی ایک شخص سے نکاح کر دیا تھا۔ انکے لڑکی پیدا ہوئی جسکا نام ایمن رکھا گیا تھا۔ اس سبب سے انہیں ام ایمن کہنے لگے۔ عبید کے مرجانیکے بعد اُنکا دوسرا نکاح زید بن حارث سے ہوگیا۔ اسامہ بن زید اس دوسرے نکاح سے پیدا ہوئے۔ مدینہ طیبہ سے واپسی میں جبکہ حضرت آمنہ کا انتقال ہوگیا تو جناب نبی کریم انہی کی گود میں مکہ مکرمہ میں لائے گئے۔ آنحضرت آپ کی بہت خاطر و مدارات فرمایا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ (ام ایمن امی بعد امی) جناب رسولخدا کی وفات پر آپ بہت روئیں تو لوگوں نے پوچھا کہ اتنا کیوں روتی ہو۔ کہا کہ یہ تو یقین تھا کہ ایک دن پیغمبر کو وفات ہوگی مگر رونا اس پر آتا ہے کہ اب وحی کا آنا بند ہوگیا۔

امّت گروہ انسان۔ انبیاء کے پیرو۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ اَمّ سے مشتق ہے جسکے معنے قصد کے ہیں۔ اس تقدیر پر امت اس گروہ کو کہیں گے جو قصد کرنے میں یکدل ہو۔ (غ) صاحب کشاف اصطلاحات لکھتے ہیں کہ امت ہر جنس کے گروہ کو کہتے ہیں اسیواسطے کہتے ہیں کہ امت اس گروہ کو کہتے ہیں جو ایک دین یا زبان یا مکان وغیرہ میں ہو۔ امت کا اطلاق اس گروہ پر بھی ہوتا ہے جسکی طرف کوئی نبی مبعوث ہوا اور اُسے امت دعوت کہتے ہیں۔ اور کبھی اسکا اطلاق مومنین پر ہوتا ہے اور انہیں امت اجابت کہتے ہیں۔

امّت دو طور کی ہے (۱) امت دعوت (۲) امت اجابت۔ مراد امت اجابت سے وہ لوگ ہیں جو ایمان لے آئے ہیں۔

کبھی امت کا اطلاق فرد واحد پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں کَانَ اُمَّۃً قَانِتًا وارد ہوا ہے۔

امّ حبیبہ سرداران قریش میں سے حضرت (ابوسفیان اموی) کی بیٹی ہیں اور جناب پیغمبر خدا کی ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ پہلے عبیداللہ بن جحش نامی ایک شخص کی بیوی تھیں اور اسی حالت میں شروع اسلام میں مشرف باسلام ہوئیں۔ اور جن مسلمانوں نے حبش کی طرف ہجرت کی تھی ان میں آپ بھی شامل تھیں۔ انکا اصل نام رملہ تھا۔ عبیداللہ کی صلب سے ایک لڑکی ان کے پیدا ہوئی جسکا نام حبیبہ رکھا گیا۔ اس وقت سے ام حبیبہ کے لقب سے مشہور رہیں۔ جبکہ یہ حبشہ میں تھیں تو انکا خاوند عبیداللہ بن جحش مرتد ہوگیا۔ جسکے بعد انکے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتا تھا۔ اور تکلیف دیا کرتا تھا۔ کیونکہ یہ مذہب اسلام کو نہیں چھوڑتی تھیں۔ اسکے مرجانیکے بعد (نجاشی) بادشاہ حبش کے وسیلہ سے حضرت ام حبیبہ کا نکاح جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ اور آپ سلسلہ امہات مومنین میں داخل ہوگئیں۔ ان سے مروی ہے کہ جبکہ میں حبشہ میں تھی تو ایک دن یکایک نجاشی کی باندی ابرہہ نامی میرے پاس آئی اور اس نے یہ پیغام دیا کہ نجاشی نے کہا ہے کہ مجھکو جناب رسولخدا نے انکا تیرے ساتھ نکاح کر دینے کے واسطے وکیل مقرر کیا ہے اگر تو منظور کرتی ہے تو مجھکو اپنا وکیل مقرر کردے۔ یہ سنتے ہی میں بہت خوش ہوئی اور میرے بازو پر جو چاندی کا کڑا تھا اور انگلیوں کے چھلے بطور انعام کے اسکو دئیے۔

امّ رومان حضرت ابوبکر صدیق کی اس بی بی کا نام ہے جنکے بطن سے جناب عائشہ صدیقہ اور جناب عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔ انکی تدفین کا اہتمام جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا تھا۔

امساک بند کرنا۔ ٹھیر جانا۔ چپ رہنا (من) اور نفرانہ بعد

Marfat.com

میں رکھنے کے معنے میں آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔
اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ (س۔ بقرۃ۔ ع ۲۹) طلاق (جسکے بعد رجوع بھی ہو سکتا ہے وہ تو دو ہی طلاقیں ہیں جو) دو دفعہ (کرکے دیجائیں) پھر (دو طلاقوں کے بعد یا تو) دستور کے مطابق (زوجیت میں) رکھنا ہے۔ یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت کر دینا۔

اُمِّ سلمہ رضہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے ہیں۔ آپکا اصلی نام ہند تھا۔ باپ کا نام ابو امیہ اور ماں کا نام عاتکہ بنت عامر تھا۔ آپ پہلے ابو سلمہ کے نکاح میں تھیں۔ مگر جب وہ غزوہ احد میں شہید ہوئے تو ابو بکر رضہ نے پیغام نکاح بھیجا۔ ام سلمہ نے انکار کیا۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پیغام لائے تو ام سلمہ نے کہا مرحبا برسول اللہ۔ لیکن میں بوڑھی ہوں نیز یتیم لڑکے رکھتی ہوں میرے مزاج میں غیرت بھی بہت ہے اور میرے سرپرست بھی موجود نہیں یہ جواب پاکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود انکے پاس تشریف لے گئے۔ اور ارشاد فرمایا کہ میں عمر میں تجھ سے بھی زیادہ ہوں۔ اور خدا اور اسکا رسول یتیموں کا کفیل اور غیرت کو اللہ دفع کر دیگا۔ اور موجودگی بزرگوں کی ضرور نہیں کیونکہ ان میں ایسا کوئی شخص نہیں جو میرے باب میں انکار کرے۔ تب ام سلمہؓ نے اپنے نابالغ بیٹے عمر سے کہا۔ میرا نکاح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کر۔ اس نے نکاح پڑھا دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپکو زینبؓ کے گھر میں لاکر رکھا۔ کیونکہ وہ وفات پاچکی تھی اور وہ مکان خالی تھا۔ یہ واقعہ دو ماہ شوال سال چہارم ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔

آپ کی مرویات کتب حدیث میں تین سو چوہتر ۳۷۴ ہیں۔ ازانجملہ متفق علیہ تیرہ ۱۳ اور فرد بخاری تین ۳ اور فرد مسلم تیرہ حدیثیں اور باقی اور کتابوں میں ہیں۔ آپ کی وفات ۵۹ھ میں ہوئی۔ اور بقول دیگر ۶۲ھ میں۔ نماز جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ جنت البقیع میں دفون ہوئیں۔ آپ کی عمر چوراسی برس کی ہوئی اور آپنے حسب روایت مشہورہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی باقی تمام ازواج مطہرات کے بعد وفات پائی۔ (ت)

اُمُّ القریٰ مکہ معظمہ کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اسطرف کے سب شہروں سے پہلے وہ آباد ہوا ہے اسلئے لفظی معنے شہروں کی ماں ہیں۔

اُمُّ الکتاب سورۂ فاتحہ کا نام ہے۔ کیونکہ قرآن شریف کے تمام مطالب اس میں مذکور ہیں (ع) آیات محکمات اور لوح محفوظ کو بھی کہتے ہیں (ص ف) اصطلاح میں عقل اول کو کہتے ہیں۔ چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے

شعر:-
عقل اول نام او ام الکتاب
فہم کن واللہ اعلم بالصواب

قرآن مجید میں آیات محکمات کی بابت ارشاد ہوتا ہے۔
هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ - یعنے وہی اصل کتاب ہیں (آل عمران ع)

اُمِّ کلثوم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں۔ پہلے انکا عقد عتبہ بن ابی لہب سے ہوا تھا۔ مگر اس نے اپنے باپ ابولہب کے کہنے سے ان سے مفارقت کرلی تھی۔ حضرت رقیہ کی فوتیدگی کے بعد آپ نے انکا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔ اور یہ واقعہ ۳ھ میں ہوا۔ حضرت ام کلثومؓ نے ۹ھ میں وفات پائی۔ اسما بنت عمیس اور صفیہ بنت عبد المطلب اور ام عطیہ نے غسل دیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ انکی وفات کے بعد آپ نے فرمایا کہ۔ عثمان! اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو تجھ سے عقد کر دیتا۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ (نفر)

اُمُّ المؤمنین مومنوں کی ماں۔ جمع امہات المؤمنین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا لقب ہے۔

Marfat.com

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ (س۔ احزاب۔ ع ۱) اور پیغمبر علیہ السلام کی بیبیاں ادب و تعظیم میں انکی مائیں ہیں۔

اُمناء امین کی جمع ہے جسکے معنے ہیں امانت دار (غ) صوفیہ کا ایک فرقہ ہے جسکو ملامتیہ کہتے ہیں یہ لوگ اپنے مذہبی فرائض کو علانیہ ادا نہیں کرتے۔ بلکہ چھپکر بجالاتے ہیں (ک)۔

اُمّ الولد اس لونڈی کو کہتے ہیں جسکے ہاں مولا سے بچہ پیدا ہو۔ ایسی لونڈی کی بیع اور ہبہ جائز نہیں۔ لیکن وطی کرنا۔ خدمت لینا اجارہ دینا اور نکاح کردینا جائز ہے۔ (ہد)

اُمّہات المؤمنین دیکھو (ام المؤمنین)۔

اُمّ ہانی ابوطالب کی صاحبزادی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہمشیرہ کا نام ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ اصل نام انکا آیا (ہند) ہے یا (فاطمہ) ہے یا فاختہ ہے۔ انکا شوہر ہبیرہ بن عمر المخزومی مشرک تھا۔ مکہ کے فتح ہونے کے دن بھاگ گیا۔ اور اس زمانہ میں حضرت ام ہانی نے دین اسلام کا اظہار کیا۔ چھیالیس احادیث ان سے مروی ہیں۔ قصہ معراج کی رات میں آنحضرتؐ ان ہی کے گھر میں تشریف رکھتے تھے۔

امیر (۱) حاکم۔ حکمران۔ سردار۔ شریف۔ اسلامی سلطنت کے کئی بڑے بڑے عہدہ داروں اور منصبداروں کو امیر کا خطاب دیا جاتا ہے۔ امیر مکہ۔ مکہ کا موروثی حاکم امیر افغان۔ شاہ افغانستان۔ امام یا خلیفہ کو امیر الامراء بھی کہتے ہیں جسکے معنے ہیں حاکموں کا حاکم۔

(۲) امیر المؤمنین مسلمانوں کا سردار۔ مومنوں کا حاکم سب سے پہلے عبداللہ بن جحش کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خطاب سے سرفراز کیا تھا۔ جبکہ اسکو چند صحابہ کے ساتھ سریہ نخلہ کی مہم پر بھیجا تھا۔ یہ واقعہ ۲ھ کا ہے عبداللہ بن جحش آنحضرت کا خالہ زاد بھائی اور ام المومنین زینب بن جحش کا سگا بھائی تھا۔ اور حبشہ میں جاکر بدقسمتی سے عیسائی ہوکر ارتداد کی حالت پر مرا۔ (مد)

مگر سلسلہ خلافت میں امیر المؤمنین کا لقب سب سے پہلے حضرت عمرؓ کے لئے وضع ہوا۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے لئے خلیفہ رسول اللہ کا لقب لکھا جاتا تھا حضرت عمر کے لئے خلیفہ رسول اللہ لکھا جانا تجویز ہوا۔ مگر انہوں نے فرمایا یہ لمبی عبارت ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ امیر لکھا جائے فرمایا ہاں تم مومن ہو۔ میں تمہارا امیر ہوں۔ پس آپکا لقب امیر المؤمنین لکھا جائیگا۔ (خص)۔

حضرت عمر کے بعد امیر المؤمنین کا لقب ان خلفائے اسلام کا مخصوص خطاب بنگیا جنکے سپرد حرمین شریفین کی خدمت ہوتی تھی۔ چنانچہ جب بغداد کی خلافت کا چراغ گل ہونیکے بعد یہ خدمت عثمانیہ خاندان کے سپرد ہوئی۔ تو یہ لقب بھی انہیں کا حق قرار پایا۔ دیکھو لفظ "خلیفہ"۔

(۳) امیر الحاج۔ حاجیوں کے سردار۔ اس لقب کا ایک خاص عہدہ دار مکہ شریف میں رہتا ہے۔ جو حاجیوں کی نگرانی اور انکے حوائج کے تہیئہ کا ذمہ دار ہے۔

امیر المؤمنین مومنوں کا سردار۔ خلفا کا لقب ہے جو سب سے پہلے حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے لئے وضع ہوا ہے۔ اس سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین کی بجائے خلیفہ رسول اللہ کہا جاتا تھا۔ دیکھو (عمر بن الخطاب)۔

امین امانت دار۔ راستباز۔ معاملات میں راستی اور حفظ حقوق کا خیال رکھنے والا۔ نبوت سے بیشتر لوگوں میں آنحضرتؐ کا لقب امین مشہور ہوگیا تھا۔ جسکی وجہ یہ کہ آپ بچپن سے اپنی خلقی پاکیزگی کے باعث جو آپکا محل نبوت ہونے کے باعث لوازم ذاتیہ میں سے تھی۔ ہر شخص کے ساتھ اس دیانت وراستی کا سلوک کرتے تھے جو فی الحقیقت فوق العادۃ تھی۔ اور اس مفاسد بھرے

Marfat.com

زمانہ کے لحاظ سے نوان اوہ یاف کا بشر درجہ بشریت سے گزر کر ملائکہ میں شامل سمجھا جا سکتا تھا۔ اسلئے اکثر لوگ عام معاملات میں آپ کو حاکم بناتے اور ہر شخص آپ کے موافق یا مخالف فیصلے پر راضی ہو جاتا۔ امین کے علاوہ اسی طرح صادق بھی آپکا لقب مشہور ہو گیا تھا۔

اُمّی یہ لفظ اُم (یعنی والدہ) سے مشتق ہے جس سے مراد وہ آدمی ہے جو بچپن سے باپ کے سایہ سے محروم ہو کر اپنی ماں یا دایہ کے پاس پرورش پاتا رہا ہو۔ اور اسلئے اسکو علم وفن پڑھنے اور لکھنا سیکھنے کا موقع نہ ملا ہو۔ مجازاً ناخواندہ شخص کو اُمّی کہہ دیتے ہیں۔ (غیا)۔

قرآن مجید میں یہ لفظ عرب کے جاہلوں کے لئے آیا ہے۔ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (س-جمعہ-ع) وہی (خدا) ہے جس نے (عرب کے) جاہلوں میں انہی میں سے (محمدؐ کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا۔

اُمّی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا لقب ہے۔ اس لحاظ سے کہ آپ نے کسی اُستاد سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا اس میں یہ حکمت الٰہیہ تھی کہ اُستاد کی فضیلت آپ پر ثابت نہ ہو۔ نیز بڑی حکمت یہ تھی کہ کلام اللہ شریف کو مخالف لوگ آپ کے حاصل کردہ علوم وفنون کا نتیجہ نہ سمجھ لیں۔

اُمیہ بنو امیہ بھی بنو ہاشم کی طرح قریش سے ہیں۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ نے عصبیّت کو مٹا کر اخوت اسلامیہ کو قائم کیا۔ اور زنگی و عربی میں کوئی فرق نہیں رکھا۔ پس حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے عہد حکومت میں تو لوگ اسی طریقے پر چلتے رہے۔ لیکن جب حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے تو بعض لوگوں نے آپ پر تہمت لگائی کہ حضرت عثمان کو آپ ہی نے قتل کروایا ہے اور حضرت عثمان تھے بنی امیہ سے۔ پس بنی امیہ کو اسپر جوش آیا۔ اور امیر معاویہ اس وقت شام کے حاکم تھے تو وہ کینہ لینے کے لئے تیار ہوئے اور ان میں اور حضرت علی کے درمیان بہت سی لڑائیاں ہوئیں۔ پس جب حضرت علیؓ فوت ہوئے تو امیر معاویہ کے لئے تمام اطراف صاف ہو گئیں خصوصاً جبکہ حضرت امام حسن نے آپ سے صلح کر لی اسبات پر اتفاق ہے کہ حضرت حسن امیر معاویہ کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تو امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لی پس وہ سنہ ۶۰ھ سے سنہ ۶۴ھ تک خلیفہ رہا۔

اسکے بعد معاویہ بن یزید تین ماہ حکمران رہا۔ اسکے بعد مروان ابن حکم سنہ ۶۵ھ تک حکمران رہا۔ اسکے بعد اسکا لڑکا عبدالملک بن مروان سنہ ۶۵ھ سے سنہ ۸۶ھ تک تخت نشین رہا۔ اسکے بعد اسکا لڑکا ولید سنہ ۸۶ھ سے سنہ ۹۶ھ تک تخت نشین رہا۔ اسکے بعد سلیمان بن عبدالملک سنہ ۹۶ھ سے سنہ ۹۹ھ تک خلیفہ رہا۔ اسکے بعد عمر بن عبدالعزیز سنہ ۹۹ھ سے سنہ ۱۰۱ھ تک۔ پھر یزید ثانی بن عبدالملک سنہ ۱۰۱ھ سے سنہ ۱۰۵ھ تک۔ پھر ہاشم بن عبدالملک سنہ ۱۰۵ھ سے سنہ ۱۲۵ھ تک۔ پھر ولید بن یزید بن عبدالملک سنہ ۱۲۵ھ سے سنہ ۱۲۶ھ تک۔ پھر یزید ثالث بن یزید سنہ ۱۲۶ھ میں۔ پھر ابراہیم بن ولید سنہ ۱۲۶ھ سے سنہ ۱۲۷ھ تک۔ پھر مروان بن محمد سنہ ۱۲۷ھ سے سنہ ۱۳۲ھ تک۔ اور یہ خلفائے بنی امیہ سے آخری خلیفہ تھا۔ اور ان سب سے دانا اور اسلوب سیاست سے واقف تھا۔ دولت بنی امیہ ۹۰ سال تک رہی اور ۱۴ خلیفہ ہوئے۔

بنی امیہ کے زمانے میں سلطنت اسقدر وسیع ہوئی تھی کہ کبھی نہیں ہوئی۔ انکا ملک ایشیا، یورپ اور افریقہ میں پھیلا ہوا تھا۔

اناة آہستگی۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝ (س-بنی اسرائیل-ع) اور آدمی جسطرح (اپنے حق میں) بہتری کی دعا مانگتا ہے اسیطرح (دیگر بسا اوقات) کبھی برائی کی بھی دعا مانگنے لگتا ہے۔ اور انسان بڑا جلد باز ہے۔

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ تا وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۝ پس اللہ عالی شان (اور دونوں جہان کا) حقیقی بادشاہ ہے اور (اے پیغمبر تمہاری طرف جو قرآن وحی کیا جاتا ہے

Marfat.com

وحی کے تمام ہونے سے پہلے قرآن (کے پڑھنے) میں جلدی نہ کیا کرو۔ اور دعا کرتے رہو کہ اے میرے پروردگار مجھے اور زیادہ علم نصیب کر۔

حضرت سہل بن سعد الساعدی سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاموں میں آہستگی اختیار کرنا خدا کیطرف سے ہے اور جلدی شیطان کی طرف سے۔ (تر)۔

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اعمش (راوی حدیث) نے کہا میں اس حدیث کو جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہی سے مروی جانتا ہوں۔ مصعب کے باپ نے کہا کہ آہستگی ہر چیز میں بہتر ہے مگر عمل آخرت میں بہتر نہیں (بلکہ جسقدر ممکن ہو جلدی کرے)۔ (تر)

سرجس کے بیٹے عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک چلنی اور آہستگی اور ہر چیز میں میانہ روی نبوت کے چوبیس حصوں میں کا ایک حصہ ہے (یعنے خصائل انبیاء علیہم السلام میں کی ایک خصلت ہے)۔ (تر)۔

انانیت خودی۔ تکبر۔ گھمنڈ۔ انا کے معنے میں۔ انانیت اسکی مصدری صورت ہے (مں وہ) میں اسکے معنے ہیں اظہار خودی۔ جو انکے نزدیک معرفت الٰہی کے مدارج پر فائز ہونے سے مانع ہوتی ہے۔ لہٰذا کہا کرتے ہیں "خودی چھوڑ کر خدا ملتا ہے"۔

امام بخاری رح نام و نسب انکا ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن المغیرہ ہے۔ قد میانہ اور جسم دبلا تھا۔ حالت طفولیت میں دونوں آنکھیں جاتی رہی تھیں اس سبب سے انکی والدہ کو نہایت ملال تھا۔ خواب میں حضرت خلیل اللہ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں اللہ تعالے نے تیرے بیٹے کی آنکھوں میں روشنی عنایت کی اور یہ تیری گریہ و زاری کا بدلہ ہے۔ صبح کو جب بیدار ہوئیں دیکھا کہ لڑکے کی آنکھیں روشن ہیں۔ جب یہ دس برس کے ہوئے تو مکتب میں جہاں حدیث کو سنتے یاد کر لیتے جب مکتب سے فارغ ہوئے تو محدث داخلی کے پاس آنا جانا شروع کیا جو بخارا میں رہتے تھے ایک روز داخلی اپنی کتاب سے احادیث پڑھ رہے تھے کہ یکایک انکی زبان سے نکلا سُفْيَانُ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ۔ اسوقت بخاری نے کہا کہ ابو الزبیر نے ابراہیم سے نہیں سنا۔ داخلی رحمۃ اللہ علیہ نے انکو سبار کہا دوی۔ پھر بخاری نے کہا کہ اصل نسخے میں دیکھنا چاہیئے۔ سو داخلی گھر میں گئے اور اصل نسخہ لائے۔ اور بخاری کو بلا کے کہا۔ بھلا میں نے تو غلط پڑھا تھا۔ اب صحیح کیا ہے۔ بخاری نے کہا صحیح یوں ہے سُفْيَانُ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ داخلی سنکر حیران ہوئے اور اپنے نسخے کو جسمیں پڑھتے تھے صحیح کر لیا۔

جب بخاری سولہ برس کے ہوئے تمام کتابیں محدثین کی آپ کو یاد تھیں۔ حامد بن اسمٰعیل جو بخاری کے ہمعصر تھے کہتے ہیں کہ امام بخاری حدیث کے استادوں کے پاس بلا دوات قلم آتے جاتے تھے تو ہم لوگوں نے کہا کہ تمکو کیا فائدہ ہے کیونکہ جو تم سنتے ہو گے بھول جاتے ہو گے۔ اسی طرح سب لوگوں نے کہنا شروع کیا سولہویں دن بخاری نے کہا کہ تمنے مجھے تنگ کیا۔ اب جو تمنے لکھا ہے اسکو سامنے لاؤ اور میرے حافظہ کا اس سے مقابلہ کرو اس عرصے میں پندرہ ہزار حدیث لوگوں نے لکھی تھیں۔ بخاری نے سب زبانی پڑھنی شروع کیں۔ پھر بخاری نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ میں بے فائدہ محنت کرتا ہوں۔ ہم نے اس روز سے جانا کہ یہ شخص اونچا ہوا ہے۔ اسکی برابری کوئی نہیں کر سکیگا۔

صحیح بخاری انکی تصانیف سے مشہور تر ہے انتقال ان کا خرتنگ گاؤں میں جو سمرقند سے دو فرسخ ہے

Marfat.com

عشاء کے وقت ہوا۔ اور عید کے دن نماز ظہر کے بعد مدفون ہوئے۔ عمر اسوقت انکی ۶۲ سال کی تھی۔ یہ واقعہ ۲۵۶ھ میں ہوا۔

الیسع ایک پیغمبر کا نام ہے۔ نسب شریف انکا افرائیم بن یوسف سے ملتا ہے۔ انکو اللہ نے بنی اسرائیل کا پیغمبر کیا۔ ان پر سب ایمان لائے اور اور احکام توریت بجا لانے لگے۔ اور حضرت الیسع معجزات وخوارق عادات دکھلانے لگے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک بیوہ عورت نے قلت مال اور فاقہ کشی کی شکایت پیش کی اور کہا کہ میرا خاوند نہایت مقروض ہے آنجناب نے پوچھا تیرے گھر میں کچھ ہے۔ اس نے کہا تھوڑا گھی ہے۔ حضرت نے طلب کرکے ایک ظرف سے دوسرے ظرف میں کیا۔ اس عورت نے اپنا گھی اٹھا لیا۔ اور اسیطرح کرنے لگی تو گھی بڑھنے لگا۔ اور محلے کے لوگ خرید کرنے لگے حتی کہ وہ عورت آسودہ حال ہو گئی اور اسکے شوہر کا قرض بھی ادا ہو گیا اسیطرح بہت سے خوارق کتب تواریخ میں لکھے ہیں۔

القصہ۔ بنی اسرائیل حضرت الیسع کی حیات تک تو سرگرم عبادت رہے مگر بعد میں بے دین ہو گئے عمر انکی چار سو دو برس کی ہوئی اور قریہ تسنرین میں مدفون ہوئے۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ جب حضرت الیسع مخالفت بنی اسرائیل سے تنگ ہوئے تو ذوالکفل کو اپنا وصی فرما کے وفات فرمائی۔ اور بعض کے نزدیک بعد حضرت الیسع سات سو برس تک کوئی پیغمبر بنی اسرائیل میں نہیں ہوا۔ علماء توریت البتہ تھے وہ ہرچند وعظ و نصیحت کیا کئے۔ مگر کسی نے انکا کہا نہ مانا۔ آخر منتقم حقیقی نے ان پر قوم عمالقہ کو مسلط کیا۔ انہوں نے اکثر قوم بنی اسرائیل کو قتل کیا اور بعضوں کو دیار و مسکن سے نکال دیا (نفر)

قرآن مجید میں بھی ان کا ذکر آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے
وَاذْكُرْ إِسْمٰعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ہ (س۔ ص۔ ع)۔ اور اسمٰعیل اور الیسع اور ذاالکفل کو (بھی) یاد کرو۔ اور یہ سب بھی نیک بندوں میں ہیں۔ (س۔ انعام۔ ع) میں بھی انکا ذکر آیا ہے۔

اُمّ ماں اور ہر چیز کے اصل کو کہتے ہیں۔ بلکہ لوح محفوظ۔ سردار وغیرہ کے معنے میں بھی آیا ہے۔ جمع اسکی امہات آتی ہے۔ کیونکہ اصل اسکا امہ ہے۔ ہا کو گرا دیا گیا تھا جمع کرتے وقت پھر لے آئے کبھی اسکی جمع امات بھی آتی ہے اکثر استعمال امات کا آدمی کے سوا دوسرے حیوانوں میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔ صاحب صراح لکھتے ہیں
الْأُمَّهَاتُ لِلنَّاسِ وَالْأُمَّاتُ لِلْبَهَائِمِ یعنے امہات کا اطلاق انسانوں میں ہوتا ہے اور امات کا بہائم میں۔ (ک)۔

یہ اسم اکثر دوسرے اسم کیطرف مضاف ہو کر مستعمل ہوتا ہے۔ جیسے ام القرٰی۔ ام المؤمنین۔ وغیرہ۔

الہام دل میں کسی چیز کا ڈالنا۔ وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں ڈالے۔

الہام جسکے معنے القاء کے ہیں۔ اس سے کوئی فرد بشر بھی خالی نہیں۔ ہر ایک کے دل پر اسطرف کا تار برقی لگا ہوا ہے۔ اُدہر سے نیک وبد بات دل میں پڑتی ہے اہلسنت والجماعت کے عقائد کے موافق ہے۔ اور اس میں کسی طرح کا جبر لازم نہیں آتا۔ کیونکہ القاء ہونیکے بعد کرنا نہ کرنا اسکے اختیار و ارادے کے ساتھ ہے اور اسی پر عذاب و ثواب کا دارو مدار ہے۔ اس الہام عام کے بعد ایک اور مرتبہ خاص الہام کا ہے جو حضرات اولیاء کرام و انبیاء علیہم السلام کا حصہ ہے۔ اس میں اور کو شرکت نہیں (تف)۔

الہام اولیاء چونکہ مختص بخواص ہے متکلمین اسباب علم عام سے بحث کرتے ہیں اور نہ اسکے ساتھ کوئی ایسی علامت موجود ہوتی ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ یہ من عنداللہ ہے اور حجت ہونے کے قابل اور مطابق واقع ہے اور نیز الہام میں مزاحمت وخیال اور بر ورات انسانی وشیطانی مانع

Marfat.com

حصول علم یقینی ہے۔ گو اُس شخص کو جسکو الہام ہوا ہے۔ اُسپر پورا اعتماد ہو جائے۔ مگر بغیر قرائن خارجیہ کے نفس الہام ظنیت کے رتبے سے نہیں نکلتا۔ اسلئے کتب کلامیہ میں اسباب علم میں سے نہیں شمار کیا جاتا۔ اسباب علم تین چیزیں ہیں (۱) حواس خمسہ ظاہریہ (۲) عقل (۳) خبر صادق۔ اور خبر صادق ایک خبر متواتر ہے دوسری خبر رسول۔ (تہذیب العقائد)

انبیاء جمع ہے نبی کی۔ اور وہ خدا کے سب سے پیارے اور پاک بندے ہیں جن کو خدا نے ہدایت کے لئے بھیجا۔ اور انکو نبوت کی نشانیاں عطا فرمائیں جن کو معجزہ کہتے ہیں پیغمبر لوگ اللہ کے بندوں کو نیکی پر چلنے اور برائی سے بچنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ وہ ان کو نیک کاموں پر خدا کی خوشنودی اور آخرت میں نجات پانے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ اور بُرے کاموں پر خدا کے غضب اور آخرت کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔ سب سے پہلے پیغمبر آدم علیہ السلام ہوئے اور سب سے آخری اور سب سے عالی رتبہ پیغمبر جناب حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

رسول اور نبی میں فرق یہ ہے کہ رسول وہ ہے جسکو خداوند تعالےٰ نے نئی شریعت دی ہو۔ اور اسپر نئی کتاب نازل کی ہو۔ اور لوگوں کو حکم ہو کہ پہلی شریعتوں اور آسمانی کتابوں کو چھوڑ کر اس کتاب اور اس شریعت پر عمل کریں۔ نبی کے لئے یہ ضرور نہیں کہ اسپر نئی کتاب اور نئی شریعت اُتری ہو۔ بلکہ نبی اس کو بھی کہتے ہیں جو کسی گذشتہ پیغمبر کی کتاب اور شریعت پر عمل رکھتا ہو۔ اور اسی کے مطابق لوگوں کو ہدایت کرنے پر مامور ہو چنانچہ ہر رسول نبی ہے اور یہ ضرور نہیں کہ ہر نبی رسول ہو۔

نبیوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بیان کی گئی ہے اور حقیقت یہ ہے انکی تعداد خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قرآن مجید میں صرف پچیس ۲۵ نبیوں کے نام کا ذکر آیا ہے۔ (۱) حضرت آدمؑ (۲) حضرت ادریسؑ (۳) حضرت نوحؑ (۴) حضرت ہودؑ (۵) حضرت صالحؑ (۶) حضرت ابراہیمؑ (۷) حضرت لوطؑ (۸) حضرت اسماعیلؑ (۹) حضرت اسحاقؑ (۱۰) حضرت یعقوبؑ۔ (۱۱) حضرت یوسفؑ (۱۲) حضرت ایوبؑ (۱۳) حضرت شعیبؑ (۱۴) حضرت موسیٰؑ (۱۵) حضرت ہارونؑ (۱۶) حضرت ذوالکفلؑ (۱۷) حضرت داؤدؑ (۱۸) حضرت سلیمانؑ (۱۹) حضرت الیاسؑ (۲۰) حضرت الیسعؑ (۲۱) حضرت یونسؑ (۲۲) حضرت زکریاؑ۔ (۲۳) حضرت یحییٰؑ (۲۴) حضرت عیسےٰؑ (۲۵) حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

ان نبیوں میں سے ۹ اُولوالعزم پیغمبر ہیں اور ان کے نام یہ ہیں (۱) نوحؑ (۲) ابراہیمؑ (۳) داؤدؑ (۴) موسیٰؑ۔ (۵) یعقوبؑ (۶) یوسفؑ (۷) ایوبؑ (۸) عیسےٰؑ (۹) محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

ان پیغمبروں میں سے سات کو خاص خطاب عطا کیا گیا ہے (۱) آدم صفی اللہ (۲) نوح نبی اللہ (۳) ابراہیم خلیل اللہ (۴) موسیٰ کلیم اللہ (۵) عیسےٰ روح اللہ (۶) داؤد خلیفۃ اللہ (۷) محمد رسول اللہ۔

مجالس الابرار میں لکھا ہے کہ ان پیغمبروں پر کل ۱۰۴ آسمانی کتابیں نازل ہوئی ہیں جن میں سے ۱۰ آدمؑ پر۔ ۵۰ شیثؑ پر۔ ۳۰ ادریسؑ پر۔ ۱۰ ابراہیمؑ پر۔ توریت موسیٰؑ پر۔ زبور داؤدؑ پر۔ انجیل عیسےٰؑ پر۔ قرآن مجید محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر۔

کتب تواریخ میں حضرات ذیل انبیاء کا بھی ذکر ملتا ہے۔ (۱) شیث ابن آدمؑ (۲) انوش بن شیثؑ (۳) قینان بن انوشؑ (۴) مہلائیل بن قینان (۵) یردی بن مہلائیل (۶) متوشلخ بن ادریس (۷) ملک بن متوشلخ (۸) یوشع (۹) حزقیل بن نوری (۱۰) اشموئیلؑ (۱۱) شعیاء (۱۲) عزیر (۱۳) خضر بعض نے سکندر ذوالقرنین اور حکیم لقمان کو نبی قرار دیا ہے اور بعض نے حضر علیہ السلام کے نبی نہ ہونیکا احتمال ظاہر کیا ہے (کتب عقائد) زیادہ تفصیل کے لئے دیکھو (نبوت)۔

Marfat.com

انجیل اُس کتاب کا نام ہے جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ اور یہ لفظ انگلیوں کا معرب ہے۔ چونکہ انجیل۔ تورت اور زبور وغیرہ کا ذکر قرآن مجید میں اکثر جگہ آیا ہے۔ اور انکی مدح اور تصدیق اور کتاب الٰہی ہونا بیان کیا ہے اور بعض مضامین کا حوالہ انکی طرف دیا ہے اسلئے جمہور اسلام کے نزدیک ان پر ایمان لانا ضرور ہے لیکن جس کو عیسائی انجیل کہتے ہیں وہ تو نہ حضرت عیسےٰ پر بذریعہ وحی نازل ہوئی نہ خود انکی تصنیف ہے اور نہ انکے زمانہ میں تصنیف ہوئی۔ بلکہ ایک عرصہ بعد لوگوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے حالات اور انکے معجزات اور پند و نصائح کو جمع کرلیا ہے جنہیں سے دو مصنف تو وہ ہیں کہ جنہوں نے حضرت عیسےٰ کو دیکھا بھی نہیں۔ ایک مرقس دوسرا لوقا بلکہ لوقا کے استاد پولوس نے بھی حضرت عیسےٰ کی صحبت نہیں پائی۔ پس یہ دونوں تو سنی سنائی باتیں لکھتے ہیں کہ جسمیں الہام کو کچھ بھی دخل نہیں۔ چنانچہ خود انکے دیباچے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ اور دو شخص اگرچہ متی اور یوحنا ہیں کہ جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے حواری ہیں مگر وہ اپنے اوپر گزرے واقعات اور کچھ سنی سنائی بات لکھتے ہیں۔ اور اکثر جگہ تورت وصحف انبیاء کے غلط حوالے دیتے ہیں۔ حالانکہ وہاں اسکا کہیں نام و نشان بھی نہیں ہوتا پس ان کتابوں کو حضرت عیسےٰ سے وہ نسبت ہے جو سکندرنامہ کو سکندر سے پس جو اس انجیل کو حضرت عیسےٰ کی کتاب بتاوے وہ سکندرنامہ کو بھی سکندر کی تصنیف بتلاتے رہی یہ بات کہ عیسےٰ پر فی الواقع انجیل نازل ہوئی تھی۔ جو حوادث میں تلف ہوگئی۔ یا انجیل کے معنے تعلیم کے ہیں جو عیسےٰ دیتے تھے۔ جہانتک تجسس کیا گیا ہے یہی بات معلوم ہوئی کہ خود حضرت عیسےٰ کے عہد میں ایک کتاب تھی کہ جسکا قرآن میں ذکر ہے۔ اور جسکا ثبوت کتاب مرقس کے باب ۱۶ ورس ۱۵ میں ہے لیکن اس کے مفقود ہونے کی کئی وجوہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس زمانہ میں لکھنے کا دستور نہایت کم تھا۔ اور کاغذ بھی موجود نہ تھا۔ شاید درختوں کے پتوں یا کسی اور چیز پر لکھتے ہوں گے۔ کیونکہ کاغذ حضرت مسیح کے کئی سو برس بعد ایجاد ہوا۔ جیسا کہ اس ہسٹری میں جو کہ سنہ ۱۸۵۵ء میں لنڈن کے مطبع چارلس ڈالین میں چھپی ہے۔

لکھا ہے کہ پہلے زمانہ میں سلائیوں سے تختوں پر حرف لکھا کرتے تھے۔ پھر سب سے اول مصر والے درخت ببیرس کے پتوں پر لکھنے لگے۔ پھر شہر ثمرقس میں خس کی وصلی ایجاد ہوئی۔ اور آٹھویں صدی میں روئی اور ریشم کا کاغذ طیار ہوا انتہیٰ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ دوسری صدی میں عیسائی غریب اور مفلس تھے اور بہت کم تھے۔ اور جہاں کہیں کوئی حواری جاتا وہیں اسپر مصیبت آجاتی تھی۔ اسیطرح یہ ہوا کہ اسوقت کے بادشاہ انکے سخت دشمن ہوگئے اور قتل عام شروع ہوگیا۔ چنانچہ دس بار عیسائیوں پر قتل شروع ہوا اور برابر تین سو برس تک جاری رہا کہ اسمیں انکے گرجے گرائے گئے۔ اور زمین خون سے رنگین ہوگئی اور تلاش کرکے کتابیں جلائی گئیں۔ (تت)۔

انجیل برناباس عیسائیوں کی ایک انجیل ہے جسکو وہ الہام نہیں جانتے۔ انکو اختیار ہے کہ لوقا اور مرقس کی کتاب کو الہامی مانیں اور اسکو الہامی نہ مانیں۔ ہمیں تو اسکی کوئی دلیل قاطع گمان اور قیاس یا حسن ظن کے سوا معلوم نہیں ہوئی لیکن با ایں ہمہ وہ اسکو معتبر جانتے ہیں۔ اس انجیل میں صاف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کی تصریح ہے۔ اسکے جواب میں عیسائی یہ کہدیا کرتے ہیں کہ یہ کسی مسلمان کی تحریف ہے، یا کسی ملحد نے بات بنائی ہے۔ مگر تعجب ہے کہ مسلمان کو دنیا بھر کے نسخے کہاں سے ملگئے۔ کہ اس نے سب میں تحریف کردی۔ جس انجیل کو دیکھئے اس میں یہی بشارت ہے ورنہ پہلے سے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک کہاں سے معلوم ہوگیا تھا جو انجیل میں داخل کردیا گیا۔ سبب

Marfat.com

جھوٹے چلے معلوم ہوتے ہیں۔

انزعاج ایک جگہ سے ہٹ جانا۔ (ص۔ و) اُس دل کی تڑپ اور حرکت کا نام ہے جو وعظ یا سرود سننے سے پیدا ہوتی ہے۔ (کش)۔

انس لغوی معنے الفت۔ محبت۔ صوفیوں کے نزدیک اس روحانی مرتبہ کا نام ہے جس میں آدمی کو تکلیف کا مطلق احساس نہیں ہوتا۔ اس مرتبہ کی نسبت صوفیوں کا قول ہے کہ یہ مرتبہ انس کا پہلا زینہ ہے۔ کہ اگر آدمی کو دوزخ میں ڈال دیا جائے تو اُسکے اس مرتبہ میں فرق نہ آنے پائے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ "آدمی ایک ایسے مرتبہ پہ پہونچتا ہے کہ اگر اُسے ذبح کیا جائے تو اسے خبر تک نہ ہو۔ تو مجھے شک ہوتا تھا حتیٰ کہ جب مجھے یہ مرتبہ حاصل ہوا تو مجھے یقین ہوگیا۔

انسان (۱) آدمی۔ اور آنکھ کی پتلی کو بھی کہتے ہیں۔ اصل میں یہ انس تھا۔ الف نون زائد کئے گئے۔ اُنس سے مشتق ہے جسکے معنے مانوس ہونے کے ہیں۔ مگر بعض کہتے ہیں کہ یہ نسیان سے مشتق ہے جسکے معنے بھول جانا ہے (غ)۔

(۲) سورۃ دہر کا دوسرا نام ہے۔ جو اسطرح شروع ہوتی ہے۔ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْــٴًـا مَّذْكُوْرًا ۔ بلاشبہ (نوع) انسان پر (اتنے بڑے وسیع) زمانے میں ایک ایسا وقت (بھی) آچکا ہے کہ وہ کوئی قابل تذکرہ چیز نہ تھی۔

انسانی قربانی اسلام نے انسانی قربانی کو جائز نہیں رکھا۔ ایام جاہلیت میں عرب کے مشرک لوگ اس قسم کی قربانی بتوں اور دیگر باطل معبودوں کے نام پر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ حیرہ کے بادشاہ منذر نے اپنے بیٹے کی قربانی ستارہ مشتری کے نام پر دی تھی۔ اسلام نے جاں۔ اور جاہلیت کی ہیشماؤ حنیفانہ مراسم کا قلع قمع کیا وہاں اس بے رحمانہ رسم کو بھی مٹا دیا۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر انسانی قربانی کی نیت کرے تو ایک بکرا ذبح کردے اور یہ انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ سے استنباط کیا ہے۔

انس بن مالک آنحضرتؐ کے ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے۔ مالک ابن انس ایک اور نام ہے جسکے معنے ائمہ اربعہ میں سے ایک امام مجتہد مطلق ہیں۔ ان کے حالات کے لئے دیکھو لفظ (مالک بن انس)۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو حمزہ ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مخلص خادم تھے۔ دس سال کی عمر میں مدینہ گئے اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے عہد میں اہل بصرہ کو دین کی تعلیم دینے کے لئے بصرہ تشریف لیگئے۔ ۹۱ھ میں بصرہ کے تمام صحابیوں سے آخر میں وفات پائی۔ عمر ۱۰۳ سال اور بقول ۹۹ سال تھی۔ (اکما)۔

انسؓ خود ہی روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو میں بیس سال کا تھا (بخ)

حضرت انسؓ نے ایک ہزار دو سو چھیاسی (۱۲۸۶) حدیثیں روایت کی ہیں جنمیں سے ۲۶۸ حدیثوں پر بخاری ومسلم دونوں متفق ہیں۔ اور علاوہ انکے اکیلے بخاری نے ۸۳ اور اکیلے مسلم نے ۷۱ حدیثیں روایت کی ہیں۔ (ص)

انس بن مرثد ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے جو سنہ ۲۰ھ میں حضرت عمرؓ کی خلافت میں فوت ہوئے۔ آپ کے باپ مرثد اور دادے اور بھائی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل تھا۔ آپ سے سہل بن حنظلہ اور حکم بن مسعود نے روایت کی ہے۔ (اکما)

انس بن نضر ایک صحابی کا نام ہے۔ کنیت ابو امامہ تھی۔ انس بن مالکؓ کے چچا تھے جنگ احد میں شہید ہوئے۔ اس دن آپ کے جسم پر اسی سے

Marfat.com

زیادہ زخم تلوار اور نیزوں کے پائے گئے۔ آپ ہی کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ الآیۃ (الخ)

انشاء پیدا کرنا۔ شروع کرنا۔ ایک علم کا بھی نام ہے جس سے عبارت نثر کی تراکیب معلوم ہوتی ہیں۔ (نخ)
خط وغیرہ لکھنا۔ دیکھو (خط)۔

الم نشرح دل کا کشادہ ہونا۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام جو تیسویں پارے میں ہے۔ اسکے شروع میں ہی آیا ہے اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ یعنی کیا ہمنے تمہارا سینہ نہیں کھول دیا۔

یہ سورۃ بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں آٹھ آیات ہیں۔ اسکی مناسبت سورۃ و الضحیٰ سے ایسی ہے کہ بعض نے اسکو پہلی سورۃ کا جزو سمجھ لیا ہے اور کہدیا ہے کہ دونوں ایک ہی سورۃ ہیں۔ چنانچہ شیعہ کا یہی قول ہے لیکن دراصل یہ دونوں دو سورتیں ہیں اسلئے کہ وہاں استفہام غائب کے صیغوں سے ہے جیسا کہ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا اور یہاں متکلم کے صیغہ سے اور دونوں کے اسلوب میں بڑا فرق ہے (لف)۔

انشقاق پھٹ جانا۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔ اس سورۃ کے شروع میں چونکہ یہ لفظ آیا ہے اسلئے وہ اس نام سے نامزد کی گئی۔ اور وہ اسطرح شروع ہوتی ہے۔ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ جب آسمان (خدا کے حکم سے) پھٹ جائے اور اپنے پروردگار کے (اس) حکم کی تعمیل کرے اور (کیوں نہ کرے کہ یہ) اسکا فرض ہے۔

انصاب ان گھڑے پتھروں کو کہتے ہیں جنکو مشرک لوگ پوجتے اور نذر و نیاز کے لئے کھڑا کر لیتے ہیں۔ ایام جاہلیت میں مشرکین عرب کہیں تو تراشے ہوئے اور کھدے ہوئے پتھر کھڑے کر لیتے تھے اور کبھی ویسے ہی ان گھڑت پتھر کھڑے کرکے ان پر اپنی دیویوں اور دیوتاؤں کے نام سے قربانیاں چڑھاتے تھے۔ اور کچھ خون ان پر چھڑک دیتے تھے جیسا کہ ابتک ہندوؤں میں دستور ہے۔ شریعت نے اسے حرام کردیا (لف)۔

چنانچہ ارشاد ہے يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ تا فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (س۔ مائدہ ع ۱۲)
مسلمانو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے (ان میں کا ہر ایک کام) تو بس ناپاک شیطانی کام ہے تو اس سے بچتے رہو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔

نیز ارشاد ہے وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ط ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ط (س۔ مائدہ۔ ع) اور (نیز) جو کسی تھان پر (چڑھا کر) ذبح کیا گیا ہو اور (یہ بھی منع ہے) کہ (سانجھے کے جانور کا گوشت جوئے کے طور پر) تیروں (کے پالوں) سے آپس میں تقسیم کرو (کہ) یہ گناہ (کی بات) ہے۔

انصار ناصر کی جمع ہے جسکے معنے ہیں مددگار۔ معاون۔ صحابہ میں سے ان لوگوں کا لقب ہے جو مدینہ شریف کے باشندے تھے۔ اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کافروں کے ہاتھ سے تنگ آکر مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے تھے تو انہوں نے آپ کے ساتھ حد سے بڑھ کر سلوک کیا اور مہاجرین کو جو بالکل بے کسی اور مفلسی کی حالت میں تھے اپنے بھائی بند بنالیا۔ اپنی جائدادوں میں انکو شریک کیا۔ اور بعض نے یہانتک مروت اور احسانمندی برتی کہ اپنی ایک سے زائد عورتوں کو طلاق دیکر انکے ساتھ انکا نکاح کردیا۔ قرآن حدیث میں جابجا انکی فضیلتیں مذکور ہیں۔

انظار قرضدار کو مہلت یا ڈھیل دینا۔
(۱) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص لوگوں سے لین دین کا معاوضہ کرتا تھا اور اپنے گماشتے سے کہتا کہ جب تم تنگدست کے پاس قرضہ وصول کرنے کے لئے آؤ تو اس سے درگذر کرو۔ شاید اللہ تعالےٰ ہم سے درگذر کرے

Marfat.com

پس جب وہ خدا سے ملا۔ یعنی مرا تو اس سے درگذر کیا گیا۔"
(مش)

(۲) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ خدا اُسے قیامت کی سختیوں سے نجات دے تو اُسے چاہئے کہ مفلس کو قرض میں مہلت دے یا اسکو اپنا حق بخشدے۔ (مش)۔

ابوالیسرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ جو شخص مفلس کو قرض میں مہلت دے یا اسے معاف کردے اسے اللہ تبارک وتعالےٰ اپنے سایہ عنایت میں جگہ دیگا۔ (مش)۔

اِنعام ہمزہ کی زیر سے نعمت دینا۔ عرف میں اس عطیہ کو کہتے ہیں جو بڑے چھوٹوں کو دیتے ہیں۔ اور ہمزہ کی زبر سے قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام بھی ہے۔ جو ساتویں پارے میں ہے۔ صرف یہی وہ سورۃ ہے جو سب کی سب یکبارگی نازل ہوئی۔ یہ سورۃ اسطرح شروع ہوتی ہے
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ط ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جس نے آسمانوں کو پیدا کیا۔ اور (نیز) زمین کو۔ اور اندھیرے بنائے اور (نیز) چاندنا۔

اَنعام ہمزہ کی زبر کے ساتھ۔ مویشی۔ چوپائے۔ قرآن مجید کی چھٹی سورۃ کا نام ہے۔ عرب کے مشرک لوگوں میں جانوروں کے متعلق مختلف توہمات چلے آتے تھے۔ منجملہ ان کے ایک یہ بات تھی کہ اپنی کھیتی اور چوپایوں میں سے بتوں کے نام چڑہاتے تھے۔ اور انکا کھانا پوجاریوں کے سوا اور کیسکے لئے حلال نہ سمجھتے تھے اور (اسکا نام حجر یعنے اچھوتا مقرر کر رکھا تھا۔ ایک خاص قسم کے چڑہاوے کے جانوروں کا نام سائبہ اور بحیرہ مقرر کرکھا تھا۔ ان کے پیٹ سے اگر زندہ بچہ پیدا ہوتا تو اسکو صرف اپنے مردوں کے لئے حلال جانتے تھے۔ اور عورتوں کو اسکا کھانا حرام کر رکھا تھا۔ اور جو مردہ پیدا ہوتا تو اسکے کھانے میں مرد و زن سب شریک ہو جاتے تھے۔ ان لوگوں کے اس قسم کے توہمات کی تردید کے لئے اس سورۃ کے رکوع ۱۶ میں ارشاد ہے وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ تا اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ہ یعنے اور وہ لوگ کہا کرتے ہیں یہ مویشی اور کھیتی اچھوتی ہے۔ ہمارے خیال پر اسکو وہی کھائے جسکو ہم چاہیں۔ اور بہت سے ایسے چوپائے ہیں جن پر چڑھنا اور لادنا حرام کر رکھا ہے۔ اور ایسے بھی چارپائے ہیں جنپر اللہ کا نام نہیں لیتے۔ اللہ پر جھوٹ باندھکر وہ انکو ابھی انکے جھوٹ کی سزا دیگا۔ اور کہتے ہیں جو بچہ ان چارپایوں کے پیٹ میں ہے وہ مخصوص ہے ہمارے مردوں کے لئے۔ اور ہماری عورتوں پر حرام ہے۔ اور اگر مرا ہوا ہو تو پھر اس میں سب شریک ہیں۔ ابھی انکو سزا دیگا ان باتو کی۔ بے شک وہ حکمت والا خبردار ہے۔"

انفاق خرچ کرنا۔ یہ لفظ قرآن مجید میں بھی آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّیْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ع (س۔ بنی اسرائیل۔ ع ۱۱)
(اے پیغمبر اُن لوگوں سے) کہو کہ اگر میرے پروردگار کی رحمت کے خزانے تمہارے اختیار میں ہوتے تو خرچ ہو جانے کے ڈر سے تم (ان کو) بند کر رکھتے۔ اور انسان بڑا ہی تنگدل ہے۔

انفال قرآن مجید کی آٹھویں سورۃ کا نام ہے۔ جسمیں مال غنیمت کی تقسیم وغیرہ کا حکم ہے۔ اسی لئے اس سورۃ کو انفال کہتے ہیں۔ انفال نفل کی جمع ہے۔ اور نفل و نافلہ اس چیز کو کہتے ہیں جو اصل پر زائد ہو۔ غنیمت کے مال کو اسلئے انفال کہتے ہیں کہ وہ برخلاف اور امتوں کے ایک نفع کی بات ثواب جہاد سے زائد (جو اصل ہے) خاص اس اُمت کو حلال ہے۔ انکو حلال نہ تھا جیسا کہ ابتک عہد عتیق کے مختلف مقامات سے ثابت ہے اور نماز نفل کو بھی

Marfat.com

اسلئے نفل کہتے ہیں کہ وہ فرض سے زائد بات ہے۔ اور وہ جو جنگ میں سردار سپاہ اسلام کو انعام کے طور پر دیتا ہے اسکو بھی نفل کہتے ہیں۔ اس جگہ مراد مال غنیمت ہے جو کفار سے مقابلہ کے بعد لیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں مال غنیمت کی تقسیم کی نسبت یوں ارشاد ہوتا ہے۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ تا وَالْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ (س۔ انفال ع۵) اور جان رکھو کہ جو چیز تم لڑائی میں لوٹ کر لاؤ اسکا پانچواں حصہ خدا اور رسول کا اور رسول کے قرابتداروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ہے۔

غنیمت کی تقسیم خواہ وہ کسیقدر ہو (مگر غیر منقول اسباب جائداد و املاک محققین کے نزدیک اس سے مستثنےٰ ہیں۔ وہ امام کے اختیارات میں رہینگے جنکو وہ حسب ضرورت خرچ کرنیکا مجاز ہے) اس آیت کے مطابق کل مال کے پانچ حصے کرکے ان میں سے ایک حصہ جسکو خمس کہتے ہیں اللہ اور رسول اور رسول کے قرابتمندوں اور فقیروں اور یتیموں اور مسافروں کے لئے ہوگا یعنی اس خمس کے پانچ حصے کئے جاوینگے۔ مگر ابو العالیہ کہتے ہیں کہ اسکے چھ حصے کئے جائینگے۔ پانچ تو یہی اور چھٹا اللہ کا حصہ خانہ کعبہ کی تعمیر کے لئے ہوگا۔ کیونکہ للہ بھی مذکور ہے۔ جمہور کے نزدیک لفظ اللہ محض تعظیم کے لئے افتتاح کلام میں آیا ہے۔ کیونکہ تمام چیزیں اللہ ہی کی ہیں اسکو حصہ کی کیا حاجت ہے۔ اور تعمیر کعبہ امام اور اہل اسلام کا فرض ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حصہ آپکے مصارف خانہ داری میں صرف ہوتا تھا۔ اور ذوی القربیٰ کے حصہ کو اپنے اقارب میں صرف کرتے تھے۔ اور اقارب سے بنی ہاشم اور بنی مطلب مراد ہیں نہ بنی عبد شمس اور نہ بنی نوفل۔

فقرا اور مسافرین اور یتامیٰ ہیں جمہور کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت غیر قرابت کی کچھ قید نہیں۔ کوئی ہو۔ مگر امام زین العابدین کے نزدیک انمیں بھی قرابت کی قید ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اس خمس کی تقسیم میں علماء کے دو قول ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حصہ جمہور کے نزدیک جن میں امام ابوحنیفہ اور شافعی رحمہما اللہ بھی ہیں اسلام کے مصارف اور اسکی ضرورتوں میں صرف ہوگا۔

بعض نے کہا ہے کہ وہ ذوی القربیٰ اور یتامیٰ اور مساکین اور ابن السبیل پر تقسیم ہوگا۔ اسی طرح آپ کے اقارب کے حصہ میں بھی اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ اور مالکؒ کہتے ہیں کہ بعد میں بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقارب کو حصہ ملیگا۔ مرد کو دوگنا عورت کو اکہرا۔ امام ابوحنیفہؒ اور دیگر علماء کہتے ہیں کہ اقارب کی خبر گیری بھی انسان کے ذاتی حوائج میں داخل ہے۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ذاتی حوائج بشریہ سے مبرا ہوگئے۔ تو یہ حقوق بھی ساقط ہوگئے۔ پس ان میں سے غربا اور یتامیٰ کی پرورش بیت المال کے ذمہ ہے۔ اس تقدیر پر وہ خمس اس زمانہ میں مساکین و یتامیٰ و ابن السبیل کو بیت المال کے ذریعہ سے وقتاً فوقتاً دیا جائیگا۔ رہے غنیمت کے چار حصے باقی انکی تقسیم آیت میں مذکور نہیں۔ احادیث سے علماء نے انکا مجاہدین میں تقسیم کرنا ثابت کیا ہے۔ ابوحنیفہؒ نے اس طور سے کہ سوار کے دو حصے پیدل کا ایک حصہ۔ دیگر علماء نے تین حصے قائم کئے ہیں۔ ایک گھوڑے کا دو اسکی ذات کے۔

امام مالکؒ اور اکثر مالکیہ کہتے ہیں کہ امام کو اختیار ہے ہر حاجت اور ضرورت میں حسب مصلحت صرف کرے۔ (یعنے خمس کے بعد غنیمت کے چار حصے کرے) اور کہتے ہیں کہ خلفاء اربعہ آپ کے بعد ایسا ہی کیا کرتے تھے کیونکہ ایسا نہ ہو تو امام کے پاس کوئی ذخیرہ کافی جمع نہیں ہو سکتا جسکو بوقت ضرورت امور مہتمہ میں صرف کیا جائے۔ اور نیز ایسی صورت میں سلطنت اسلام کا ضعف متصور ہے

Marfat.com

گو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں صحابہ کو چند مواقع پر ضرورت سمجھکر اسطرح سے تقسیم کیا۔ مگر اب موقع اور مصلحت اسی کی مقتضی ہے۔ (لف)۔

انفطار پھٹ جانا۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جسکے ابتدائی کلمات یہ ہیں۔ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝ جبکہ آسمان پھٹ جائے۔

انکسار دیکھو لفظ (عجز)۔

انوار التنزیل و اسرار التاویل دیکھو (تفسیر بیضاوی)

انوش حضرت ادریس علیہ السلام کا دوسرا نام ہے دیکھو (ادریس)۔

اوتاد خداوند تعالےٰ کے ان چار برگزیدہ بندوں کا نام ہے جو زمین کے چار گوشوں میں رہتے ہیں ہر ایک اپنی طرف کے حصے کا روحانی طور پر انتظام کرتا ہے۔ اسبات میں علمائے کرام کا اختلاف ہے کہ اوتاد اور ابدال الگ الگ ہیں یا اوتاد ابدال ہی میں سے ہیں۔ (ک) دیکھو (ابدال)

اوثان وثن کی جمع ہے بمعنے بت۔ قرآن مجید کی اس آیت میں بتوں کا ذکر آیا ہے۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (س۔حج۔ع۴) اور (اصل دین تو یہ ہے) کہ بتوں (کی پرستش) کی گندگی سے بچتے رہو اور (نیز) جھوٹی بات کے کہنے سے بچتے رہو۔ (ترجمہ ح۔ن) بتوں کے حالات معلوم کرنیکے لئے دیکھو (اصنام)

اوس بن حجر قبیلہ مضر کے ایک مشہور شاعر کا نام ہے جو زمانہ جاہلیت میں شاعری میں یکتا سمجھا جاتا تھا۔ مگر نابغہ اور زھری کے پیدا ہونے سے اسکی شاعری کی پہلی بات نہ رہی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ایک سال پیشتر فوت ہوا (کن)۔

اوقاتِ نماز فرض نمازیں پانچ ہیں (۱) فجر کی نماز۔ (۲) ظہر کی نماز (۳) عصر کی نماز (۴) مغرب کی نماز (۵) عشاء کی نماز۔

ان پانچوں نمازوں کے اوقات یہ ہیں۔ فجر کی نماز کا وقت صبح صادق سے سورج کی ٹکیا نکلنے سے پہلے تک۔ ظہر کی نماز کا وقت دن کے ڈھلنے سے اس وقت تک ہے کہ ہر چیز کا اصلی سایہ نکال ڈالنے کے بعد بقول صاحبین اس چیز کے برابر اور بقول حضرت امام اعظمؒ اس سے دو چند سایہ باقی رہے۔ عصر کی نماز کا وقت ظہر کے بعد سے سورج کی ٹکیا کے ڈوب جانے سے پہلے تک۔ مغرب کی نماز کا وقت سورج کے ڈوبنے سے شفق کے غائب ہونے تک۔ عشاء کی نماز کا وقت شفق کے غائب ہونے کے بعد سے صبح صادق تک۔ فجر کی نماز کے لئے اتنی دیر کرنی مستحب ہے کہ ذرا روشنی پھیل جائے اور سورج نکلنے میں اتنی دیر رہے کہ چالیس آیتوں کی قرأت سے نماز پڑھ سکیں اور اگر وضو ٹوٹ جائے تو وضو کرکے سورج نکلنے سے پہلے پہلے نماز پڑھ سکنے کی گنجائش بھی ہو ظہر کی نماز گرمیوں میں ذرا دیر کرکے پڑھنی مستحب ہے۔ اور سردیوں میں اول وقت میں۔ عصر کی نماز میں آفتاب کی رنگت زرد ہو جانے سے پہلے تک تاخیر کرنا مستحب ہے مغرب کی نماز جلدی پڑھنی مستحب ہے۔ عشاء کی نماز کے لئے تہائی رات تک دیر کرنی مستحب ہے۔ ابر کے دن عصر اور عشاء کی نماز میں جلدی اور مغرب کی نماز میں قدرے دیر کرنی چاہیئے۔ دھوپ کے زرد ہونیکے بعد عصر کی نماز اور آدھی گزر نیکے بعد عشاء کی نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ سورج کے نکلتے اور ڈوبتے وقت اور عین دوپہر کے وقت کوئی نماز پڑھنی درست نہیں۔ مگر سورج ڈوبتے وقت اس روز کی عصر پڑھ سکتے ہیں۔

قرآن مجید کی چند آیات میں اوقات نماز کا اشارہ ہے جن میں سے ایک ذیل کی آیت ہے:۔
فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا

وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ہ (س۔ روم۔ ع) پس جس وقت تم لوگوں کو شام ہو۔ اور جس وقت تمکو صبح ہو۔ اللہ کی تسبیح (و تقدیس) کرو۔ اور آسمان و زمین میں وہی اللہ تعریف کے لائق ہے۔ اور (نیز) تیسرے پہر اور جب تم لوگوں کو دوپہر ہو (اللہ کی تسبیح و تقدیس کرو)۔

تسبیح و تقدیس سے یا تو مطلق ذکر الٰہی مراد ہے۔ یا پانچوں نمازیں۔ کیونکہ نمازیں بھی خدا کی تسبیح و تقدیس کی جاتی ہے۔ اور پانچ وقتوں کی تخصیص بھی اسی معنے کی مؤید ہے کہ تُمْسُوْنَ میں مغرب اور عشا داخل ہیں۔ اور تُصْبِحُوْنَ میں صبح اور عَشِيًّا میں عصر اور تُظْهِرُوْنَ میں ظہر۔

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو وہاں آپ کی امت کے لئے پچاس نمازیں روزآنہ فرض ہوئیں۔ واپسی کے وقت حضرت موسٰےؑ نے آپ سے پوچھا آپکو کیا حکم ہوا۔ آپ نے کہا پچاس نمازوں کا حکم ہوا ہے حضرت موسٰیؑ نے کہا بہت زیادہ نمازیں ہیں آپ کی امت ان پر کاربند نہ ہو سکے گی۔ مجھ کو بنی اسرائیل سے سابقہ پڑکر پورا تجربہ ہو چکا ہے۔ آپ نے درگاہ باری میں تخفیف کی التجا کی تو دس نمازیں کم کر دیگئیں۔ پھر واپسی کے وقت حضرت موسٰیؑ نے وہی سوال کیا۔ اور پھر آپ کے التجا کرنے پر دس نمازوں کی تخفیف ہو گئی غرض اسی طرح گھٹاتے گھٹاتے پانچ نمازیں رہگئیں۔ حضرت موسٰی اب بھی مشورہ دیتے تھے کہ اور کم کرائے۔ مگر آنحضرتؐ نے کہا اب مجھے بار بار التجا کرتے حیا آتی ہے (کتب احادیث)۔

درحقیقت بحکم آیۃ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ یعنی جو ایک نیکی کرے اسکو دس کا اجر ملتا ہے) پانچ نمازیں روزانہ ادا کرنے سے پچاس نمازوں کا ثواب ملتا ہے جو امت مرحومہ پر اللہ تعالےٰ کے خاص احسانات سے ہے۔

اولاد

شرع شریف میں اولاد کی تعلیم و تربیت اور اسکی جسمانی و اخلاقی صحت کے متعلق بہت سی ہدایات آئی ہیں مسلمانوں کے بعض جاہل خاندانوں میں بچوں کی ولادت اور انکے رکھ رکھاؤ کے متعلق ایسی ایسی بدعتیں مروج ہیں جنکا شرع میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ بلکہ انہوں نے اپنی ہمسایہ ہندو قوموں سے سیکھ کر انکو اپنا دستور العمل بنا لیا ہے۔ ذیل میں وہ خالص احکام و اوامر درج کیے جاتے ہیں جو بچوں کی ولادت اور انکی تربیت کے متعلق شرع میں آئے ہیں۔

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ آداب ولادت پانچ ہیں۔ اول یہ کہ لڑکے کی ولادت پر خصوصیت سے خوشی اور لڑکی کی ولادت پر غم نہ کرے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے گھر لڑکی پیدا ہو پس وہ اس کو اچھی تربیت دے۔ اچھی غذا کھلائے۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں سے اسکو کافی حصہ دے۔ وہ اسکے لئے دوزخ سے دائیں اور بائیں طرف کی پناہ بنکر اسکو بہشت میں لے جائے گی۔ اور فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مسلمانوں کے بازاروں میں سے کسی بازار کیطرف جائے اور کچھ خرید کر گھر لائے پس لڑکوں کو چھوڑکر خاص لڑکیوں کو دے۔ اللہ اسپر نظر کریگا۔ اور جسپر اللہ نظر کریگا اسکو وہ عذاب نہ دیگا۔

دوم یہ کہ بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہیں۔ حضرت رافع اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب امام حسنؓ فاطمہؓ کے گھر پیدا ہوئے تو آپ نے ان کے کان میں اذان کہی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے گھر بچہ پیدا ہو اور وہ اسکے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر اقامت کہے تو وہ (بچہ) اُمّ الصبیان سے محفوظ رہیگا۔ اور مناسب ہے کہ جب بچہ بولنے لگے تو پہلے اسکی زبان سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہلائیں تاکہ یہ اسکا پہلا کلام ہو۔ ساتویں روز اسکے ختنہ کردیں۔

Marfat.com

سوم یہ کہ اسکا اچھا نام رکھیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب نام رکھو تو عبد پر رکھو۔ اور فرمایا اللہ کو سب سے زیادہ پیارے نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں۔ اور فرمایا تم قیامت کے روز اپنے ناموں اور اپنے آباء کے ناموں سے پکارے جاؤ گے۔ پس اپنے اچھے نام رکھو اور جس شخص کا نام اچھا نہ ہو اسکو اپنا نام بدل لینا مستحب ہے چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عاص کا نام عبد اللہ سے بدل دیا۔ برّہ کا نام زینب سے بدلا۔ برکت ونافع وغیرہ قسم کے ناموں کی بھی ممانعت آئی ہے کیونکہ مثلاً کوئی پوچھے کہ کیا گھر میں برکت ہے تو برکت خان کی عدم موجودگی میں کہنا پڑیگا نہیں ہے۔ اور یہ بدفالی ہے۔

چہارم۔ عقیقہ الخ۔ دیکھو (عقیقہ)۔

پنجم تحنیک یعنے کھجور یا اور کوئی میٹھی چیز منہ میں چبا کر بچے کے تالو میں لگائیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب عبد اللہ ابن زبیر پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھجور چبا کر ان کے منہ میں ڈالی۔ اور انکے لئے برکت کی دعا کی۔ انتہیٰ۔

زمانہ جاہلیت میں اہل عرب اولاد کے حقوق کی کچھ پروا نہ کرتے تھے۔ لڑکیوں کو رحم و شفقت سے پالنے کی بجائے پیدا ہوتے ہی مار ڈالتے تھے۔ شریعت پاک نے جہاں تمام دینی و دنیوی حقوق کے ضمن میں حقوق اولاد کا سبق اچھی طرح لوگوں کو پڑھا دیا۔ وہاں دختر کشی کی رسم بھی بالکل مٹا دی۔ چنانچہ ارشاد ہے وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝ (س۔ بنی اسرائیل ع ۴) افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ ان کو اور تم کو ہم ہی روزی دیتے ہیں۔ اولاد کا جان سے مارنا بڑا بھاری گناہ ہے"۔

مغیرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ گاڑ کرنا۔ اور بخل کرنا اور سوال کرنا حرام کر دیا ہے۔ اور خدا کو لوگوں کے بارہ میں گفت وشنید کرنا اور کثرت سے سوال کرنا اور مال ضائع و برباد کرنا ناپسند ہے"۔

تعلیم و تربیت اولاد کا بہت بڑا حق ہے چنانچہ سمرہ کے بیٹے جابر کہتے ہیں کہ فرمایا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی کا اپنی اولاد کو ادب دینا ایک صاع خیرات کرنے سے بہتر ہے (تر) اور فرمایا کسی والد نے اپنی اولاد کو نیک ادب سے افضل کوئی عطیہ عطا نہیں کیا۔ (تر)۔ اور فرمایا لوگو! اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جب وہ سات برس کے ہوں۔ اور ترک نماز پر مارو جب وہ دس برس کے ہوں۔ اور اسوقت انکے سونے کی جگہ الگ الگ مقرر کر دو۔ (ابو)۔

شفقت و مہربانی بھی اولاد کا حق ہے۔ ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رض کے بیٹے حسن رض کو پیار کیا چوما اور اس موقع پر اقرع بن حابس تمیمی بھی موجود تھا جس نے کہا میرے دس فرزند ہیں مگر میں نے تو ان میں سے ایک کو بھی کبھی نہیں چوما جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی طرف دیکھا اور فرمایا جو شخص کسی پر مہربانی نہیں کرتا۔ اسپر خدا بھی مہربانی نہیں کرتا۔ (بخ)۔

اولوالعزم

ہمت وصبر والے (مں۔ بش) مراد اس سے نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰ۔ عیسےٰ بن مریم۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (مد)۔

قرآن مجید میں یہ لفظ اسطرح آیا ہے فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ (س۔ احقاف۔ ع ۴) تو (اے پیغمبر!) جسطرح (اور) ہمت والے پیغمبروں نے (کافروں کی ایذاؤں پر) صبر کیا تم بھی صبر کرو۔ اور ان کے لئے عذاب کی جلدی نہ کرو۔

بعضوں نے حضرت نوح کو اولوالعزموں سے خارج کر دیا ہے۔ اور ایک آیت بھی اس پر دلیل نہیں لاتے جسکا یہ مطلب ہے کہ نوح کے لئے یہ عزم نہ تھا۔

Marfat.com

اولیاء (۱) ایسے لوگوں کا نام ہے جو عام مسلمانوں کی طرح فرائض وواجبات کی پابندی کرتے کرتے نفس کشی اور عشق ایسی شاہراہ پکڑ لیتے ہیں جو خاص رسول اللہ کا راستہ ہے اور عام لوگ اسپر چلنے کے لئے شرعاً مجبور نہیں ہیں جس سے انکی باطنی حالت عام لوگوں کی باطنی حالت سے ممتاز ہوجاتی ہے اور انکی روحوں میں مختلف استعدادیں اور طاقتیں پیدا ہوجاتی ہیں۔ اولیاء اللہ چونکہ پیغمبر کے کمال اتباع سے اسکے کمالات کا نور اپنے اندر پیدا کر لیتے ہیں اسواسطے بعض دفعہ انکے ہاتھ پر خلاف عادت باتیں ظاہر ہوجاتی ہیں جنکو کرامات کہا جاتا ہے۔ زمانہ قدیم کے اولیاء میں کوئی خاص طریقہ خدا کی عبادت کا نہ تھا۔ بعد میں جسطرح فقہی مسائل میں خاص طور پر اہتمام کر کے انکو چار مذاہب میں منحصر کیا گیا اسیطرح عبادت وزہد اور وصول الی اللہ کے لئے بھی یہ چار سلسلے مقرر ہوگئے چشتیہ نقشبندیہ۔ قادریہ۔ سہروردیہ۔

اولیاء اللہ میں یہ بڑے پایہ کے اولیاء گذرے ہیں۔

(۱) شیخ عبدالقادر جیلانی رح (۲) خواجہ حسن بصری رح۔
(۳) حضرت علی مخدوم ہجویری معروف داتا گنج بخش رح۔
(۴) خواجہ معین الدین چشتی رح (۵) سید امیر کبیر ہمدانی رح۔
(۶) شہاب الدین سہروردی رح (۷) شیخ نجم الدین کبرے رح۔
(۸) خواجہ نقشبند رح (۹) خواجہ نظام الدین اولیاء رح۔
(۱۰) خواجہ علی احمد صابر رح (۱۱) بابا شیخ فرید شکر گنج رح

(۲) قرآن مجید میں اس لفظ کا ذکر اس آیت میں آیا ہے اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ (س۔ یونس۔ ع) یاد رکھو خاصان خدا (ایسے امن میں ہیں کہ قیامت کے دن) انپر نہ (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح پر) آزردہ خاطر ہوں گے)۔

اوابین کی نماز یہ چھ رکعت نفل کی نماز ہے: جو مغرب کے فرضوں اور سنتوں اور نفلوں سے فارغ ہوکر پڑھنی مستحب ہے۔ بڑا اجر رکھتی ہے۔

اوّل پہلا۔ خداوند تعالےٰ کا نام ہے۔ اور اسکے اول ہونیکا مطلب یہ ہے کہ خدا ازلی ہے۔ یعنی اس کے وجود کی ابتدا اور ہستی کا آغاز نہیں۔ قرآن مجید میں آیا ہے ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (س۔ حدید۔ ع) اللہ تعالےٰ سب سے پہلے ہے اور سب سے آخر ہے اور بلحاظ قدرت آشکارا ہے۔ اور باعتبار ذات پوشیدہ ہے۔ اور وہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے

اہانت جو کچھ کافر و فاسق سے امر خارق عادت اسکی مرضی کے خلاف ظاہر ہو اور جو وہ چاہے اسکے موافق ظاہر نہو اُسے اہانت کہتے ہیں جیساکہ مسیلمہ کذاب سے کسی نے کہا تھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے فلاں شخص کی دکھتی ہوئی آنکھ میں تھوکا تھا تو وہ اچھی ہوگئی تھی۔ اگر تو نبی ہے تو تو بھی ایسا کر۔ اس نے بھی تھوکا اس سے صحیح آنکھ بھی اندھی ہوگئی۔ اور مسیلمہ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ اللہ تعالےٰ سے دعا کر کہ ہمارے پانی اور کھجوروں کے باغ میں برکت ہو۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی قوم کے لئے دعا کی ہے اور انکے کنوؤں کا پانی زیادہ ہوگیا ہے اس نے پوچھا کہ محمدؐ نے کیونکر دعا کی تھی۔ عورت نے کہا کہ انہوں نے ایک ڈول پانی کا منگایا اور اسپر کوئی دعا پڑھی اور اُس پانی سے کلی کی اور پھر اُس ڈول میں ڈالدی اور ڈول کے پانی کو کنوئیں میں ڈلوا دیا۔ اس کنوئیں میں پانی زیادہ ہوگیا مسیلمہ نے بھی یونہی کیا۔ اور جس کنوئیں میں وہ پانی ڈلوایا وہ خشک ہوگیا۔ (تعلیم الایمان)۔

اہلال آواز بلند کرنا (ص۔ ش) اور اصطلاح شرع میں تلبیہ کے معنوں میں آیا ہے یعنی لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ کہنا۔ دیکھو تلبیہ یعنی میں تیرے حضور میں بار بار حاضر ہوں یا اللہ پھر حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں۔ تیری بارگاہ میں پھر حاضر ہوں۔ تمام تعریفیں اور نعمتیں تیری ہی ملکیت ہیں تیری ہی

Marfat.com

بادشاہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

اہل بیت

گھر والے (ص) خصوصاً عرب کے عرف میں اس لفظ کا اطلاق خاص بیوی پر ہوتا ہے گو گھر میں بیٹا۔ بیٹی۔ پوتا۔ نواسہ۔ نواسی بھی ہوتے ہیں اور اسی طرح نوکر چاکر خادم بھی۔ اور اسی طرح قرآن مجید میں ایک جگہ بھی اہل البیت کا لفظ خاص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی پر بھی مستعمل ہوا ہے اور عرب بولتے۔ کَیْفَ اَهْلُكَ یعنی گھر والی اچھی طرح سے ہے۔ ہمارے عرف میں بھی اہل خانہ گھر والی بیوی کو کہتے ہیں۔ اسلئے علماء اسلام کا ایک جم غفیر اسکا قائل ہوا ہے کہ آیت اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۝ (س۔ احزاب۔ ع۴) میں اہل بیت سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں۔ ابن عباس۔ عکرمہ۔ عطا و کلبی وغیرہ اسی کے قائل ہیں۔ لیکن ابوسعید خدری مجاہد۔ قتادہ اور کل اہل التشیع یہ کہتے ہیں کہ اہل بیت سے مراد اسجگہ علیؓ و فاطمہؓ و حسنؓ و حسینؓ ہیں۔ انکی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ عَنْكُمْ و یُطَهِّرَكُمْ مذکر کے صیغے ہیں جو ازواج مطہرات پر اطلاق نہیں کئے جا سکتے۔ مگر اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ لفظ اہل کی رعایت سے تذکیر کے صیغے کلام میں آجایا کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی پر اہل بیت کا اطلاق ہوا ہے وہاں بھی عَلَیْكُمْ مذکر کا صیغہ ہے۔

ہر ایک فریق نے اپنے اثبات مدعا کے لئے بہت سے دلائل دئے ہیں۔ مگر فریق ثانی کی ایک بڑی زبردست حدیث ہے جسکو ام سلمہ و عائشہ و واثلہ بن الاسقع سے بطریق مختلفہ ترمذی و ابن جریر و ابن المنذر و حاکم وغیرہم نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم۔ فاطمہؓ و علیؓ و حسنؓ و حسینؓ کو ایک سیاہ کملی میں لپیٹا کر کہ جسکو آپ اوڑھے ہوئے تھے یہ آیت پڑھی اور پھر کہا اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَیْتِیْ اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِیْرًا ۝ یعنے اے اللہ یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں انکی ناپاکی دور کردے اور انکو پاک کردے۔ یہ حدیث تو ٹھیک ہے۔ مگر اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ خاص یہی اہل بیت ہیں ازواج مطہرات اہل بیت نہیں۔ بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو بھی کملی میں لیکر اہل بیت میں شامل فرمایا۔ اور انکے لئے دعا کی ورنہ کیا اللہ کو معلوم نہ تھا کہ یہ لوگ اہلبیت ہیں؟ پھر ہٰؤلاء اہل بیتی کہنے کی کیا حاجت تھی۔

قول فیصل یہ ہے کہ در اصل اہل بیت تو ازواج مطہرات ہی ہیں اور ان میں حضرت نے اپنے پیارے فرزندوں کو بھی شامل فرمالیا اور کیوں نہیں بال بچے اور بہت قریب کے عزیز و اقارب بھی گھر ہی کے لوگ شمار ہوتے ہیں پس اعتقاد صحیح اور محبت خالص یہی ہے کہ ازواج مطہرات اور ان پاکباز لوگوں کو بھی اہل بیت سمجھکر تہ دل سے ادب کرے جنہیں حضرت عائشہ صدیقہ اور فاطمہ زہرا اور حسنین بھی داخل ہیں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین (لغ)۔

اہل الذمہ

یہود و نصاریٰ سے ان لوگوں کو کہتے ہیں جو دار الاسلام میں معاہدہ سے رہتے ہیں۔ جو شخص ان حقوق پر جو اسلام نے ذمیوں کے لئے مقرر کئے ہیں مطلع ہو تو اسے معلوم ہو جائیگا کہ انکے اور مسلمانوں کے درمیان کیسی مساوات۔ حسن معاملت اور رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے جو اہل اسلام کے ساتھ ہی خاص ہے اور دوسری قوموں میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ ساتویں صدی مسیحی سے لیکر فرانسیسی شورش کے زمانے آٹھویں صدی تک دنیا پر جہالت چھائی ہوئی تھی اور احقاد دینیہ کی ہنڈیا جوش پر تھی حتی کہ دین واحد کی مختلف شاخوں میں کینے برپا تھے۔ پس ایسے وقت میں مسلمانوں کا باوجود اپنے دین کی سخت محبت کے ذمیوں سے ایسا اچھا سلوک اسلامی معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ معاملہ اصول دینیہ سے ہے جو قرآن مجید نے ہمیں اسوقت سے سکھایا ہے جبکہ یورپی فلسفے کا نام و نشان

Marfat.com

بھی نہ تھا۔ اصول عمرانیہ جنپر یورپ نازاں ہے قرآن مجید میں یوں مذکور ہوئے ہیں۔

(اولاً) وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ وَلِذٰلِکَ خَلَقَھُمْ پس اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں لوگوں کا مختلف ہونا خدا کی مراد ہے اور اس میں کمال انسان کے تتمیم کی حکمت ملحوظ ہے۔

(ثانیاً) وَادْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ ۝ پس اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان پر صرف دعوت الی الدین ہی واجب ہے نہ زبردستی۔

(ثالثاً) لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مسلمان کو اس شخص کے ساتھ جو اسکا ہم مذہب نہیں ہے عدل کا حکم ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو لڑائی کے موقع پر بھی عدل کا حکم کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ

پس جب مسلمان معلوم کرلیگا کہ اختلاف الادیان اللہ کی مراد ہے اور اس میں خدا کی حکمت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر مذہب و قسم کے لوگوں سے عدل و انصاف کا حکم کرتا ہے۔ رسول کو مخاطب کرکے فرمایا ہے اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ اور اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ۝ تو اسے ان آیات سے ایسا ادب حاصل ہوگا جس سے کسی فلسفے کا ادب لگا نہیں کھا سکیگا۔ اور وہ اصول عمرانیہ اور سعادت نامتناہیہ کے اعلےٰ اصول کیطرف پہنچ جائیگا۔

اہل الردہ | اُن عربوں کو کہتے ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام سے پھر گئے تھے۔ اور انکے ارتداد کا یہ سبب تھا کہ وہ حقیقی طور سے مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ دولت اسلام کو دیکھکر اسلام لے آئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان سے جنگ کرکے انہیں پھر اسلام کیطرف لوٹایا۔

اہل صفہ | محتاجوں کی ایک جماعت تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسجد نبوی میں رہا کرتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ چارسو (۴۰۰) کے قریب تھے لڑائی کے وقت لڑنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں جب اسلام کا بول بالا ہوا اور دولت بھی زیادہ ہوئی تو حضرت عمرؓ نے انہیں حکم دیا کہ اب وہ خود کما کر روٹی کھایا کریں جسکا جہاں جی چاہے چلا جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایسے تھے جیسے آجکل فقیر تکیوں میں ہوتے ہیں۔ ان کا کام صرف کھانا پینا اور نماز پڑھنا تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک لشکر تھا جب لڑائی آتی تو بخوشی اس میں شریک ہوتے تھے۔

اہل کتاب | کتاب والے لوگ۔ قرآن مجید میں یہ لفظ یہود اور نصاریٰ کے لئے استعمال ہوا ہے کیونکہ یہ دونو فرقے ان دو کتابوں کے تابع ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں جو اللہ تعالےٰ کیطرف سے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسےٰ علیہما السلام پر نازل ہوئی تھیں۔

شیعہ مذہب کے بعض علماء مجوسیوں کو بھی اہل کتاب کہتے ہیں۔

اہل مدین | دیکھو (مدین)۔

اہل الہواء | بندۂ ہوس۔ وہ شخص یا وہ جماعت جو اسلامی احکام کو اپنی ذاتی خواہشات کے تابع بنانیکی کوشش کرے۔ خیالی پلاؤ پکانے والے لوگ۔ سفیہ اور سڑی لوگ اہل ہوس سے حراور وہ اہل قبلہ ہیں جنکا عقیدہ اہلسنت کا سا نہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اہل ہوس ایک فرقہ معین نہیں ہے بلکہ جو مخالف سنت کے ہے تاویل فاسد کے ساتھ

Marfat.com

وہ اہل ہوس ہے۔ مُغرب میں ہے کہ اہل ہوس وہ لوگ ہیں جو طریقۂ اہل سنت وجماعت سے کج روی کریں اور اہل قبلہ ہوں۔ یعنے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوں۔ (مذ)۔

ایاس بن عبداللہ آپ کے صحابی ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے۔ امام بخاری رح کہتے ہیں کہ آپ صحابی نہیں ہیں۔ آپ سے صرف ایک حدیث عورتوں کو مارنے کے بارے میں منقول ہے جو آپ سے عبداللہ بن عمر نے روایت کی ہے (اکما)

ایام بیض سفید دن۔ ہر ماہ کی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو کہتے ہیں۔ ان دنوں میں روزہ رکھنا۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مستحب ہے۔ شیخ عبدالحق دہلویؒ مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایام بیض کے روزوں کی بہت تاکید فرماتے تھے حتیٰ کہ سفر میں بھی روزہ رکھتے تھے۔ (ک)

انکو ایام بیض اسلئے کہا جاتا ہے کہ یہ روشنی کے دن ہوتے ہیں۔ ان دنوں چاند کی خوب روشنی ہوتی ہے۔

ایام تشریق ذی الحج کی گیارہویں۔ بارہویں اور تیرہویں تاریخوں کا نام ہے۔ دیکھو (تشریق)۔

ایام نحر ذی الحج کی دسویں گیارہویں اور بارہویں تاریخوں کو کہتے ہیں۔ کیونکہ انہی ایام میں قربانی جائز ہے۔ اور ان کے بعد جائز نہیں۔ (قد)۔

ایثار چُن لینا۔ یعنے غیر کی مصلحت کو اپنی منفعت پر مقدم رکھنا۔ اور یہ کمال سخاوت کا درجہ ہے۔ (غ)

قرآن شریف میں ارشاد ہے وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ تا فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ہ (س۔ حشر۔ ع) اور ہاں (وہ مال جو بلے لڑے ہاتھ آیا ہے) اُن کا (بھی حق) ہے کہ مہاجرین نے ابھی ہجرت نہیں کی تھی اور وہ) ان سے پہلے مدینے میں رہتے اور اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ جو اُنکی طرف ہجرت کر کے آتا ہے اس محبت کرنے لگتے ہیں۔ اور (مال غنیمت میں سے) مہاجرین کو جو (کچھ بھی دے) دیا جائے اسکی وجہ سے یہ اپنے دل میں (اسکی) کوئی طلب نہیں پاتے اور اپنے اوپر تنگی ہی کیوں نہ ہو مہاجرین بھائیوں کو اپنے سے مقدم رکھتے ہیں۔ اور (بخل تو سب ہی کی طبیعتوں میں ہوتا ہے۔ مگر جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے تو ایسے ہی لوگ فلاح پائیں گے۔

ابراہیم ابن سعد اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جب مہاجرین مدینے میں آئے تو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ربیع میں بھائی چارا کرا دیا تھا سعد بن ربیع نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ تم میرے مال کو نصفا نصفی کر لو۔ اور میری دو بیویاں ہیں تم انہیں دیکھو دونوں میں سے تمہیں جونسی اچھی لگے اسکا نام لے دو میں اُسے طلاق دے دوں۔ اور جب عدت گذر جائے تو تم اسے اپنے نکاح میں لے آنا۔ عبدالرحمٰن نے جواب دیا کہ خدا تمہارے مال اور اہل میں برکت دے مجھے تو کوئی بازار بتا دو کہ میں وہاں جا کر تجارت کروں۔ چنانچہ لوگوں نے انہیں بنی قینقاع کا بازار بتا دیا۔ (نخ)

ایجاب اس لفظ کو کہتے ہیں جو بیع یا نکاح وغیرہ کے وقت متعاقدین میں سے پہلے کہے۔ مثلاً بائع کہے میں نے یہ چیز اتنے داموں پر تمہارے پاس بیچی۔ یا عورت مرد کو کہے میں نے اپنا آپ تجھے نکاح کر دیا۔ دوسری طرف سے جو لفظ رضامندی پر دلالت کرنے والا ہو بولا جائیگا اسے قبول کہتے ہیں۔ جیسے صورت مذکورہ بالا میں مشتری یا مرد کہے میں نے قبول کیا۔ نکاح میں ایجاب وقبول کے علاوہ یہ شرطیں بھی ہیں (۱) مرد عاقل ہو (۲) عورت شرعاً قابل نکاح ہو (۳) فریقین میں سے دونوں ایک دوسرے کے کلام کو سنیں (۴) ایسے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں بطور گواہ موجود ہوں جو آزاد مسلمان۔ عاقل اور بالغ ہوں۔ (۵) دونوں گواہ ایجاب وقبول کے لفظوں کو سنیں (۶) بالغہ عورت اس شخص کے ساتھ

Marfat.com

نکاح کرنے پر راضی ہو۔ (۷) ایجاب اور قبول کے لفظ ایک ہی مجلس میں ادا ہوں۔ (۸) ایجاب اور قبول کے لفظ ایک دوسرے کے مخالف نہ ہوں۔ (۹) مرد اور عورت معین ہوں۔ مثلاً اگر ایک شخص کی دو کنواری لڑکیاں ہوں تو ایجاب و قبول میں صرف یہ کہنا کافی نہیں کہ میں اپنی لڑکی نکاح میں دیتا ہوں۔

ایجاب و قبول کا ماضی کے صیغوں میں ہونا ضروری ہے۔ مثلاً اگر ایک کہے میں تمہارے آگے یہ چیز فروخت کروں گا تو اس صورت میں بیع نہ ہو گی۔ اسیطرح نکاح کو سمجھ لو۔ تفصیل کے لئے دیکھو (بیع۔ نکاح)۔

ایفاء وعد وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ۝ (س۔ مریم ع ۴) اور (اے پیغمبر) قرآن میں اسمٰعیل کا مذکور (بھی لوگوں سے بیان) کرو کہ وہ وعدے کے بڑے سچے تھے اور (ہمارے) بھیجے ہوئے پیغمبر تھے۔

(۱) عبداللہ بن ابی الحسام سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے آپ کی بعثت کے زمانے سے پہلے ایک چیز خریدی تھی اور بیع کی کچھ قیمت میرے ذمے رہ گئی تھی۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ باقی قیمت اسی جگہ لا حاضر کرتا ہوں۔ (میں نے وعدہ تو کر لیا مگر مکان پر آکر بالکل بھول گیا) اور تین روز کے بعد یاد آ گیا تو دیکھتا ہوں کہ آپ اسی جگہ تشریف رکھتے ہیں (مجھے دیکھکر) فرمایا عبداللہ! تونے مجھے سخت تکلیف دی۔ میں تین روز سے اسی جگہ بیٹھا تیرا انتظار کر رہا ہوں۔ (ابو)

(۲) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اپنے بھائی سے جھگڑا مت کر اور نہ اس سے (اس درجہ) مزاح کر (جس سے اسے تکلیف ہو) اور نہ اس سے کوئی ایسا وعدہ کر جسکو پورا نہ کرسکے۔ (تر)

حدیث میں وعدہ خلافی علامات نفاق میں شمار ہوتی ہے۔

ایکہ درختوں کا جھنڈ۔ اصحاب الایکہ (یعنی بن والوں) کا قصہ قرآن مجید میں ۴ دفعہ مذکور ہے جن میں سے ایک یہ جگہ ہے۔ وَإِن كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ لَظَالِمِينَ ۝ فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ۝ (س۔ حجر ع ۶) اور قوم لوط کی طرح بن والے یعنی شعیبؑ کی امت کے لوگ بھی بڑے ہی سرکش تھے۔ تو ان سے بھی ہمنے نافرمانی کا بدلہ لیا اور قوم لوط کی اور ان دونوں کی بستیاں کھلے شارع عام پر اجڑی ہوئی اب تک موجود ہیں۔

ایلاء قسم کھانا۔ (ص یش) ایلاء کہتے ہیں مرد کے قسم کھانے کو کہ میں اپنی عورت کے پاس نہ جاؤں گا۔ تو اگر وہ چار مہینے کے اندر اندر عورت کے پاس چلا گیا تو حانث ہو جائیگا۔ اور کفارۂ یمین لازم آئیگا مگر ایلاء ساقط ہو جائیگا۔ اور اگر عورت کے پاس نہیں گیا اور چار مہینے گذر گئے تو ابوحنیفہ کے نزدیک عورت مرد سے جدا ہو جائیگی۔ کیونکہ چار مہینے کا گذرنا ہی عورت کے حق میں طلاق بائنہ ہے۔ مگر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صرف چار مہینے گذرنے سے طلاق نہیں پڑتی اور عورت مرد سے نہیں چھوٹتی۔ ان کے نزدیک مرد کو یہاں تک قید رکھا جائیگا کہ یا تو عورت کیطرف رجوع کرے اور کفارہ یمین دے یا طلاق دے کر عورت کو چھوڑ دے اس صورت میں اگر طلاق دینے سے انکار کریگا تو قاضی عورت کو طلاق دے دیگا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے اسکا یوں تذکرہ فرمایا ہے لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَائِهِمْ تا فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ (س۔ بقر۔ ع ۲۸) جو لوگ اپنی بیبیوں کے پاس جانے کی قسم کھا بیٹھیں انکو چار مہینے کی مہلت ہے۔ پھر (اس مدت میں) اگر رجوع کرلیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر طلاق کی ٹھان لیں تو بھی اللہ سنتا اور جانتا ہے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں سے ایک مہینے تک کا ایلاء کیا (یعنے قسم کھائی کہ میں مہینے بھر تک انکے پاس نہ جاؤں گا) اور اتنے دنوں کوٹھے پر تشریف فرما رہے۔ انتیسویں رات ہوئی تو آپ اتر آئے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم کیا آپ نے مہینے بھر تک کی قسم نہیں کھائی تھی۔ فرمایا انتیس روز کا بھی مہینہ ہوتا ہے۔ (متفق)

Marfat.com

ایمان

ہمزہ کی زیر سے مطلق تصدیق۔ اور (ص بش) اعتقاد بالقلب اور اقرار باللسان کا نام ہے (ع)

پھر اسکی دو قسمیں ہیں۔ اجمالی اور تفصیلی۔ ایمان مجمل تو یہ ہے کہ ہم دل سے اعتقاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں تمام صفات کمالیہ پائی جاتی ہیں۔ اور اسکی ذات تمام نقصانوں اور عیبوں سے پاک ہے۔ اور اسکے فرشتے۔ کتابیں اور رسول برحق ہیں اور روز قیامت بجا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے تمام چیزوں کی بھلائی برائی ازل میں معلوم کرلی ہے۔ اور ایمان مفصل یہ ہے کہ اللہ موجود ہے۔ قدیم ہے۔ ہمیشہ باقی رہیگا۔ اسکی ذات کو مخلوقات سے کسی قسم کی مشابہت نہیں۔ وہ یکتا ہے۔ اور حیات۔ علم۔ قدرت۔ ارادہ۔ سماعت۔ بصارت اور تکلم اسکو حاصل ہے اسلئے اسے حی۔ علیم۔ قادر۔ مرید۔ سمیع بصیر متکلم کہتے ہیں۔ اور پیغمبروں کا یہ حال ہے کہ بعض کا مذکور قرآن مجید اور توریت اور انجیل اور اور دوسرے پیغمبروں کے صحیفوں میں ہے۔ مگر پیغمبروں کا انحصار ہمیں خدا نے نہیں بتایا۔ ہم سب پر جو معلوم ہیں اور جو معلوم نہیں ایمان لاتے ہیں۔ انہی کتابوں اور فرشتوں پر بھی بالتفصیل ایمان لایا جائے۔

ایمان پانچ طرح پر ہوتا ہے۔ ایمان مطبوع اور وہ فرشتوں کا ایمان ہے۔ ایمانِ معصوم اور وہ انبیاء کا ایمان ہے۔ ایمان مقبول اور وہ مومنین کا ایمان ہے۔ ایمان موقوف وہ مبتدعین کا ایمان ہے۔ ایمان مردود۔ اور وہ منافقین کا ایمان ہے۔ (ع)

ایمان بالانبیاء

جس کا اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ الخ میں ذکر ہے۔

ایمان بالکتب

خدا کی کتابوں پر ایمان لانا۔ دیکھو (ایمان)۔

ایمان باللہ

خدا پر ایمان لانا۔ دیکھو (ایمان)۔

ایمان بالمعاد

قیامت پر ایمان لانا۔ دیکھو (ایمان)

ایمان بالملائکۃ

فرشتوں پر ایمان لانا۔ دیکھو (ایمان)

ایوب

ایک پیغمبر کا نام ہے جنکا صبر اور تحمل ضرب المثل ہے۔ قرآن میں کئی جگہ انکا ذکر آیا ہے۔

(۱) وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ہ (س۔ انبیاء۔ ع)

اور ایوب کی وہ حالت یاد کرو جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھ کو بیماری لگ گئی ہے اور تو سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے تو ہم نے انکی فریاد سن لی اور جو دکھ انکو تھا اسکو دور کر دیا اور انکو انکے اہل و عیال عطا فرمائے۔ بلکہ انکے ساتھ اتنے ہی اور۔ یہ محض ہماری مہربانی تھی۔ اور عبادت کرنیوالوں کے لئے یادگار۔

(۲) وَاذْکُرْ عَبْدَنَآ اَیُّوْبَ تا اَوَّابٌ ہ

اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو کہ انہوں نے ایک وقت پروردگار سے فریاد کی کہ مجھے شیطان نے ایذا اور تکلیف پہنچا رکھی ہے (ہم کو ان کے حال پر رحم آیا اور فرمایا کہ اپنے پاؤں سے ٹھکرا دو۔ (چنانچہ ٹھکرایا تو ایک چشمہ نکلا تو ہم نے فرمایا کہ) تمہارے نہانے اور پینے کے لئے یہ ٹھنڈا پانی موجود ہے۔ اور ہم نے انکو انکے اہل و عیال عنایت فرمائے۔ اپنی طرف سے مہربانی (کی) اور (مقصود یہ بھی تھا) کہ جو عقل رکھتے ہیں انکے لئے یہ واقعہ یادگار رہے۔ (اور ہم نے ایوب سے فرمایا کہ) سینکوں کا مٹھا اپنے ہاتھ میں لو (اپنی بی بی کو) اس سے مار لو اور اپنی قسم نہ توڑو۔ بے شک ہم نے ایوب کو (بڑا ہی) صابر پایا۔ (وہ بھی کیا ہی اچھے بندے تھے۔ کہ وہ (بات بات میں خدا کی طرف) رجوع (کرتے) تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام بڑے خوشحال پیغمبر تھے۔ ان کا صبر آزمانے کو خدا نے ان پر بڑی بڑی مصیبتیں نازل کیں۔ مال و متاع اور سامان سب کچھ جاتا رہا اکیلے رہ گئے۔ تمام بدن پھوٹ نکلا تھا۔ صرف بی بی خدمت کرتی تھی۔ آخر اس سے بھی

Marfat.com

کسی بات پر ناخوش ہو کر قسم کھا بیٹھے تھے کہ اچھا ہولوں تو تمکو سو قمچیاں ماروں گا۔ پھر ایوب علیہ السلام نے خدا کی درگاہ میں زاری کی۔ خدا کی قدرت سے ایک چشمہ نکلا۔ اس میں نہائے دھوئے اور اسکا پانی پیا اور اچھے ہوگئے اور بی بی کو مارنے کی قسم اس طرح پوری کی کہ سو سینکوں کی جھاڑو لیکر ایک بار چھوا دی۔

ایّم بے شوہر عورت کے لئے شرعی اصطلاح ہے۔ خواہ وہ کنواری ہو یا بیوہ۔

ائمۃ الاسماء ناموں کے سردار۔ اللہ تعالے کے ننانویں نام مشہور ہیں۔ ان میں سے سات نام ائمۃ الاسماء کہلاتے ہیں کیونکہ وہ خدا کی ان سات صفتوں سے مشتق ہیں جو جمیع صفات باری کی جامع ہیں۔ وہ ساتوں صفتیں یہ ہیں (۱) حیات (۲) علم (۳) ارادہ (۴) قدرت (۵) سمع (۶) بصر (۷) کلام۔

اور ساتوں نام یہ ہیں (۱) الحیّ زندہ (۲) العلیم بہت جاننے والا (۳) المرید۔ ارادہ کرنیوالا (۴) القادر۔ قدرت والا۔ (۵) السمیع سننے والا۔ (۶) البصیر۔ دیکھنے والا (۷) المتکلم بولنے والا۔

ایمان ہمزہ کی زبر سے۔ یمین بمعنے قسم و حلف کی جمع ہے۔

شرعی اصطلاح میں قسم تین طرح کی ہوتی ہے۔

(۱) غموس (۲) لغو (۳) منعقدہ۔ قسم غموس یہ ہے کہ گذشتہ زمانہ کے متعلق دانستہ جھوٹی قسم کھا کر کہیں کہ ایسا ہوا ہے یہ قسم سخت گناہ کی موجب ہے۔ اور کوئی کفارہ اسکے لئے مقرر نہیں۔ توبہ و استغفار کرنی چاہئے۔

لغو قسم یہ ہے کہ گذشتہ زمانہ کے متعلق غلطی سے قسم کھا بیٹھیں اور جس بات پر قسم کھائی جائے وہ فی الواقع غلط ہو۔ اس پر کوئی گناہ نہیں۔

قسم منعقدہ یہ ہے کہ آئندہ زمانہ میں کوئی کام کرنے کے لئے قسم کھائی جائے۔ خواہ وہ قسم بھولکر کھائی ہو یا زبردستی کھلائی گئی ہو۔ بہرحال اسکے خلاف کام کرنے یا جبراً کرائے جانے سے کفارہ دینا لازم آئیگا۔

خدا کے سوا کسی چیز کی قسم کھانی جائز نہیں اور نہ اسکا اثر ہوتا ہے۔ کسی نیک کام کرنے کی قسم کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ پورا نہ کرنے کی صورت میں گناہ اور کفارہ دونوں لازم آئینگے۔ کسی برے کام کرنے کی قسم کو توڑکر کفارہ دینا ضروری ہے پورا کرنا گناہ ہے۔ کفارہ کے مسائل کے لئے دیکھو (کفارہ)۔

باب الباء

باب السلام سلامتی کا دروازہ۔ مسجد حرام کے ایک دروازے کا نام ہے جو شرقی جانب واقع ہے۔ پہلے یہ دروازہ باب بنی شیبہ کے نام سے مشہور تھا سنہ ۹۰۶ھ میں اسکی موجودہ عمارت بنائی گئی۔ (تاریخ مسجد الحرام)

باب الابواب دروازوں کا دروازہ (ص۔ف) توبہ کے معنے میں آتا ہے۔ کیونکہ توبہ ہی پہلا دروازہ ہے جس سے گذر کر آدمی بارگاہ ایزدی میں پہنچ سکتا ہے۔ (اصطلاحات الصوفیہ مصنفہ ابو الغنائم)

باب النساء عورتوں کا دروازہ۔ یہ لفظ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھروں کے دروازوں پر بولا جاتا ہے۔ یہ گھر مسجد نبوی کے آس پاس تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی شخص کو ان سے گذرنے کی اجازت نہ تھی۔ یہ دروازے اسطرح پر بنائے گئے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان سے نکلکر بآسانی مسجد میں آجاسکتے تھے۔ ہر ایک حرم کا گھر علیحدہ علیحدہ تھا۔

Marfat.com

باپ

شرع شریف نے ماں باپ کی خدمت، اطاعت اور حسن سلوک کی بڑی تاکید کی ہے۔ قرآن مجید میں حکم ہے وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًا (سورہ عنکبوت) یعنی اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنیکا حکم دیا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا (س۔ بنی اسرائیل۔ ع) اور (اے شخص) محبت سے خاکساری کا پہلو ان کے (یعنی ماں باپ کے) آگے جھکائے رکھنا۔ اور ان کے حق میں) دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار جس طرح انہوں نے چھوٹے سے کو پالا ہے (اور میرے حال پر رحم کرتے رہے ہیں) اسی طرح تو بھی ان پر اپنا رحم کیجیو۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِدَهُ اِلَّا اَنْ يَّجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ یعنی فرزند اپنے باپ کا حق اسکے سوا ادا نہیں کرسکتا کہ اسکو (کسی کا) بردہ پائے تو اسکو خرید کر آزاد کردے۔" کیونکہ عتق افضل نعم ہے (ابو)

حضرت ابن مسعودؓ نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا افضل ترین اعمال ہے۔ فرمایا نماز کو اسکے وقتوں پر ادا کرنا۔ پوچھا بعد اسکے کون جواب دیا۔ بعدہٗ والدین کی خدمت کرنی۔ پھر پوچھا اسکے بعد کون۔ فرمایا جہاد فی سبیل اللہ (تر)۔

فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تمام کبیرہ گناہوں سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ ماں پر لعنت کرے (ابو)

فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رِضَی الرَّبِّ فِي رِضَى الْوَالِدَيْنِ وَسَخَطُهٗ فِي سَخَطِهِمَا۔ یعنے پروردگار کی رضامندی والدین کی رضامندی میں ہے اور اسکی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے (ک)۔

ماں باپ کے ساتھ احسان صرف زندگی سے مخصوص نہیں بلکہ بعد وفات بھی انکے ساتھ احسان ہوسکتا ہے ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ میرے والدین انتقال کرچکے ہیں کیا مجھ سے اب ان دونوں کی کوئی خدمت ہوسکتی ہے؟ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں۔ انکے لئے رحمت چاہنا۔ بخشش کے لیے دعا کرنا۔ ان کے بعد ان کے عہد کو پورا کرنا۔ ان قرابتداروں سے سلوک کرنا جنکا رشتہ انکی جہت سے ملتا ہو۔ اور انکے دوست کی تعظیم کرنا (ابو)۔

شریعت نے حقوق کے لحاظ سے والد کی نسبت والدہ کو افضل قرار دیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بِرُّ الْوَالِدَةِ عَلَى الْوَالِدِ ضِعْفَانِ یعنی والدہ کی خدمت والد کی نسبت دوگنی ہونی چاہیئے (حیا)

اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْاُمَّهَاتِ یعنے اللہ تعالےٰ نے تم پر والدہ کی نافرمانی حرام کردی (بخ)۔

مسئلہ وراثت کے لحاظ سے باپ بعض حالتوں میں ذوی الفروض میں داخل ہے۔ ذوی الفروض یا اصحاب الفروض وہ لوگ ہیں جنکے حصے کتاب اللہ میں متعین ہیں اور انہی سے تقسیم حصص کے وقت ابتدا کیجاتی ہے۔ اور بعض حالتوں میں عصبات میں۔ اور یہ وہ رشتے ہوتے ہیں جنکو ذوی الفروض کے بعد ترکہ کا مال ملتا ہے۔ اور بعض حالتوں میں وہ ذوی الفروض اور عصوبت کی دونوں حیثیتیں اس میں جمع ہوتی ہیں۔ پہلی حالت میں اسکو فرض مطلق یعنے متروکہ میت کا چھٹا حصہ ملتا ہے۔ اور یہ اسوقت ہے جبکہ میت کا بیٹا موجود ہو یا بیٹا موجود نہ ہو تو پوتا یا پڑپوتا ہو۔ باپ چھٹا حصہ لیگا۔ اور باقی بیٹا یا پوتا پڑپوتا سمیٹ لینگے۔ دوسری حالت محض عصبہ ہونیکی یہ ہے کہ میت کے بیٹا بیٹی۔ پوتا پوتی کوئی نہ ہو۔ پھر اگر وہ تنہا ہوگا تو سب مال اسی کو ملیگا اور ذوی الفروض ہوں گے تو انکو دے کر جتنا بچے گا سب کا مالک باپ ہوگا۔ تیسری حالت میں فرض مطلق اور عصوبت معاً یعنے بحیثیت ذی الفروض ہونیکے چھٹا حصہ لیگا اور بحیثیت عصبہ ہونیکے باقی مال کا مالک

Marfat.com

قرار پائیگا۔ اور یہ اس وقت ہے کہ میت کے باپ ساتھ میت کی بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی یا پڑپوتی (وان سفلت) موجود ہو۔ ایسی صورت میں باپ کو چھٹا حصہ اور بیٹی یا پوتی کو نصف یا ثلثان اور باقی جو بچیگا وہ بھی باپ ہی کا ہوگا (کذا فی کتب علم الفرائض)

باپ اگر بیٹے کو قتل کر ڈالے تو قصاص لازم نہیں خواہ قتل عمد کی صورت ہو جس میں عام قاتل سے قصاص لینا لازم آتا ہے۔ (قد)۔

باپ کی شہادت بیٹے کے حق میں اور بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں سنی نہیں جاتی۔ (قد) یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک انکی شہادت ایک دوسرے کے متعلق سنی جاتی ہے۔

ماں باپ کی اطاعت انکے حکم کی تعمیل ہر حالت میں لازم ہے لیکن اگر وہ خلاف حکم شریعت کسی گناہ کی طرف سے بلائیں تو تعمیل نہیں ہونی چاہیئے۔ جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ؛ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا۔ یعنی اگر ماں باپ تجھے شرک کیلئے کہیں جو تیرے علم کے رو سے ناجائز ہے تو انکی مت اطاعت کرو۔ اسی بنا پر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے قطع تعلق کرلیا اور کہہ دیا وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (یعنی تم سے اور تمہاری دعوت شرک سے بیزار و برکنار ہوتا ہوں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے لَا طَاعَةَ لِلْمَخْلُوقِ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ (یعنی کسی مخلوق کی اطاعت جو خالق کی معصیت کی طرف بلائے ہو جائز نہیں ہے۔

بادیہ خُساف یہ شہر بصرہ اور کوفہ کے درمیانی میدان میں ہے۔ رعہ سے لیکر مالس تک ہے یہ بھی سرسبز ہے۔ (جعفر)

بادیہ سماوہ ایک بیابان ہے جو دومۃ الجندل سے لیکر عین التمر تک چلا گیا ہے اس وادی میں پیڑ سبز بکثرت ملتے ہیں اور چشمے بھی ہیں اور اسکے قریب میدان قادسیہ ہے (جعفر)۔

باریؔ تو وحدنہ نام ہے۔ اسکے معنے ہیں ہر چیز کا موجد۔ یہ برأ سے مشتق ہے جو ایجاد و پیدا کرنے میں مستعمل ہوتا ہے یہ اسم قرآن مجید میں چنانچہ مذکور ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ؕ (س۔ حشر۔ ع) وہی اللہ خالق موجد ہے صورتیں بنانیوالا ہے۔ اسکے اچھے ہی اچھے نام ہیں۔

بارقہ نور۔ بجلی۔ چمکنے والی (ص۔ ف) میں اس روشنی کو کہتے ہیں جو جناب اقدس سے آتی ہے۔ اور جلدی بجھ جاتی ہے۔ یہ کشف کے اوائل اور مبادی سے ہے (فغ)

بارہ وفات بارہ سے مراد ربیع الاول کی بارھویں تاریخ اور وفات سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہے۔ آنحضرتؐ کی صحیح تاریخ وفات کے متعلق اختلاف ہے۔ عام مشہور بارہویں تاریخ ربیع الاول ہے یہ دن تمام اسلامی ممالک میں قابل عزت شمار ہوتا ہے مدارس اور محکمہ جات میں تعطیل کیجاتی ہے مسجدوں میں اور بعض گھروں میں میلاد شریف کی مجلسیں منعقد کیجاتی ہیں۔ جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات مبارک سنا کر لوگوں کو حب نبی کا سبق پڑھایا جاتا ہے اور پردرد اور موثر نعتوں سے ان محبت میں جوش پیدا کیا جاتا ہے۔ مگر وہابی لوگ اس قسم کی کارروائیوں کو خلاف سنت اور بدعت بتاتے ہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تاریخ بھی ۱۲۔ ربیع الاول ہے۔ گویا مسلمانوں کا تہوار ۱۲ ربیع الاول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وفات دونو واقعات کی یادگار ہے مگر مسلمانان ہند وغیرہ نے وفات کی حیثیت کو غالب رکھکر اسکا نام بارہ وفات رکھ لیا ہے ۱۳۴۷ھ میں ملک شام و عرب میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ اس دن کو "عید المولود النبوی الانور" کے نام سے تمام اسلامی تہواروں سے زیادہ شاندار تہوار بنایا جائے۔

Marfat.com

اس تحریک کی گونج ہندوستان اور دیگر ممالک اسلام میں بھی پہنچی۔ اور مسلمانانِ ہند نے ۱۳۲۸ھ میں مختلف شہروں میں اس روز عید منائی۔ نو تعلیم یافتہ حضرات اور قدامت پسند بزرگوں نے متفقہ جلسے کئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مقدس لائف پر پرزور سپیچیں دی گئیں اور اس تہوار کا نام بارہ وفات کی بجائے عید مولود مشہور کرنے کی کوشش کی گئی۔ بعض اخبارات نے اس عید کی خوشی میں رنگین لباس پہنے اور زبردست مضامین شائع کئے۔

مرزا غلام احمد قادیانی جو مسیح موعود ہونے کے مدعی تھے انکے پیرو اس روز خاص جلسہ کیا کرتے ہیں جس سے انکا مدعا اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ آج کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی ہے مگر نبوت نے وفات نہیں پائی۔ نبی ہمیشہ آتے رہینگے۔ چنانچہ ایک نبی مرزا صاحب بھی آ چکے ہیں۔

مرزا کی نبوت کے متعلق کہیں آیندہ تشریح کیجائیگی۔

بہرحال ہر سال میں ایک دفعہ اپنے پیارے نبی کی یادگار کے جلسے کرنا۔ اور آپکے صحیح واقعات نبوت کو نظم و نثر مختلف عبارات میں بیان کرنا ایک ایسا مستحسن امر ہے جس سے عقل و نقل ہر دو کو انکار نہیں ہے۔ مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ ایک مسلّم مقولہ ہے اور کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں اپنے پیارے نبی سے اپنی جان اپنی اولاد سے بڑھکر محبت نہ ہو۔ اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کی یاد میں ترقی کی جائے۔ جبکہ فی زمانہ ہر ایک قوم اپنے پیشواؤں اپنے سرداروں کی بڑی شان و شوکت اور دھوم دھام سے برسی منایا کرتے ہیں تو مسلمان اپنے سچے رسول کی سال بھر میں اس مبارک دن میں جسدن اس نور نے دنیا میں ظہور فرمایا اور پھر اسی دن اسکا اپنے محبوب اللہ تعالےٰ سے وصال ہو گیا عید میلاد منا کر اس بہترین اور مبارک ترین یادگار کو کیوں تازہ نہ کریں۔

باز ایک شکاری پرندہ کا نام ہے جسکو عربی میں بازی اور صقر کہتے ہیں۔ سدھے ہوئے باز سے شکار کھیلنا جائز ہے اور یہاں تک اسکا سدھا ہوا ہونا ضروری ہے کہ اپنے مالک کی آواز پر کام کرے۔ اس قسم کا باز جب بسم اللہ پڑھکر شکار پر چھوڑا جائے تو وہ جس جانور کو جا پکڑیگا وہ ذبح کئے بدون حلال ہو جائیگا۔ اگر زندہ پکڑ لائے تو ذبح کرلینے سے اسکا کھانا حلال ہوگا۔ باز اگر شکار کرتا کرتا کچھ اسمیں سے کھا جائے تو وہ حرام نہیں ہوتا بخلاف اسکے کتا اگر شکار کرتا کرتا کچھ کھا جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے (فد)۔

باذق یہ لفظ بادہ کا معرب ہے جسکے معنے ہیں انگور کا جوش دیا ہوا نچوڑ۔ (ق) یہ بھی حدیث کی متبرکہ کے مطابق حرام ہے (مج)۔

باسط بندوں کی روزی فراخ کرنے والا۔ اللہ کے ننانویں ناموں میں سے ایک نام ہے۔ یہ اسم قرآن مجید میں بعینہ نہیں آیا۔ بلکہ اسکے مشتقات آئے ہیں۔ چنانچہ سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۝ یعنے اور اللہ تنگدستی بھی کرتا ہے اور کشایش بھی دیتا ہے اور اسی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

قبض و بسط کے یہ معنے بھی ہیں کہ وہ نیک لوگوں کی روحیں قبض کرتا ہے اور انکے پاکیزہ نفوس اسطرح (الحقوق)۔

قابض اور باسط وہ ذات پاک ہے۔ موت کے وقت روحوں کو جسم سے قبض اور زندگی کے وقت بسط کرتا ہے غنی لوگوں سے صدقات قبض کرتا ہے اور فقیر لوگوں کے لئے رزق بسط کرتا ہے۔ غنی لوگوں پر رزق بسط اور محتاج لوگوں پر قبض کرتا ہے۔ وہ دلوں کو قبض کرتا ہے تو تنگ کر دیتا ہے جس سے اسکی بے نیازی اور شان جلال عیاں ہوتی ہے۔ اور بسط کرتا ہے تو اسکی مہربا

Marfat.com

اور احسان اور شان جمالی کا پتہ ملتا ہے (لق)۔
فراخی رزق کے لئے اس نام پاک کا ورد کرنا مجربات
سے ہے۔ اکثر عامل اس نام کو بطور تعویذ لکھکر فراخی
رزق کے لئے دیا کرتے ہیں۔ سچ ہے۔ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا
فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (اُس پاک ذات کو جس نام
سے پکارو اُسکے سب نام اچھے اور بابرکت ہیں)۔

باطن اللہ تعالٰے کے ننانوے ناموں سے ایک نام ہے۔
لغوی معنے ہیں اسکے پوشیدہ۔ اور خدا کے پوشیدہ
ہونے کے یہ معنے ہیں کہ اسکی کنہ ذات حجاب جلال میں محتجب
و پوشیدہ ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ بعینہ آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد
ہوتا ہے هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ
وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (س۔ حدید۔ ع) یعنے وہی شروع
سے ہے وہی آخر تک رہیگا اور وہ ظاہر اور پوشیدہ ہے
اور وہ ہر چیز سے واقف ہے۔

باعث مُردوں کو مرے پیچھے اٹھا کھڑا کرنے والا یا جگانے والا
کے ننانوے ناموں سے ہے جو بعث سے
مشتق ہے۔ اور بعث کہتے ہیں مُردوں کو قبروں سے
اٹھا کھڑا کرنے کو۔ اور کبھی سوئے ہوئے کو جگانے اور کسی کو کسی
کام کے لئے بھیجنے کے معنے میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ یہ نام
قرآن مجید میں بعینہ موجود نہیں۔ ہاں اسکا مشتق موجود
ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي
الْقُبُوْرِ ۝ (س۔ حج۔ ع) یعنے اور اللہ مُردوں کو جلائیگا۔

باغوث شامی لفظ ہے۔ جسکے معنے عرض یا عادت کے
ہیں۔ صاحب قاموس لکھتے ہیں اَلْبَاغُوْثُ
اِسْتِسْقَاءُ النَّصَارٰى یعنے باغوث کے معنے ہیں
نصارٰی کی نماز استسقاء۔

باغی جمع اسکی بغاۃ آتی ہے۔ باغی یا بغاۃ اس شخص یا جماعت
کو کہتے ہیں جو اپنے امام کی اطاعت سے نکل
جائیں۔ ایسے لوگوں سے جنگ کرنا جائز ہے تاکہ وہ اللہ
کے حکم کی طرف رجوع کریں۔ جب وہ رجوع کریں تو پھر لڑائی
جائز نہیں۔ توبہ کے بعد انکا مال انہیں واپس دے دیا
جائیگا۔ (رحمۃ)۔

حکام وقت سے بغاوت کرنا کبائر جرائم سے ہے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے حاکم
وقت کے حکم سے سر نہ پھیرو اگرچہ وہ ایک حبشی غلام ہی
کیوں نہ ہو۔

باقریہ ایک فرقے کا نام ہے جو امام باقر علیہ السلام کی
طرف منسوب ہے۔ یہ لوگ امام باقر اور آپ کے
بیٹے حضرت جعفر صادق اور حضرت امام زین العابدین کی
امامت کے قائل ہیں (رکن)۔

باقی ننانوے نام سے ہے۔ اسکے معنے ہیں باقی رہنے والا
دائم الوجود جو کبھی فنا نہیں ہوتا۔ یہ اسم بعینہ تو قرآن مجید
میں نہیں آیا۔ ہاں اسکا مشتق موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد
ہوتا ہے وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ
(س۔ الرحمن۔ ع) اور صرف تمہارے پروردگار کی ذات ہی
باقی رہجائے گی۔

بال شریعت غرانے سر اور داڑھی کے بالوں کے متعلق
چند احکام و آداب کی تعلیم دی ہے۔ احادیث
میں ہے زیر ناف مونڈنے لبیں لینے اور بغل کے بال
اکھیڑنے کا حکم آیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
مشرکوں کی مخالفت کرو۔ یعنے ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں
کم کرو۔ سر کا کچھ حصہ مونڈنے اور کچھ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔
ڈاڑھی اور سر کے بال پراگندہ رکھنے کو آپ نے شیطان کی
صورت سے تشبیہ دی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ جو عورت اپنے بالوں میں دوسرے بال
ملاتی ہے (کہ بال بڑے معلوم ہوں) اور جو دوسرے
کو اسبات کا حکم کرتی ہے (کہ میرے بالوں میں دوسرے
بال ملا دے) اور جو جسم کا کوئی حصہ خود گودتی اور جو دوسرے
سے گُدواتی ہے ان سب پر خدا لعنت کرے۔
(کذا فی کتب الاحادیث)۔

Marfat.com

بالغ

پہنچنے والا۔ عرفاً وہ شخص جو جوانی کو پہنچگیا ہو۔ احکام شرعیہ پر مکلف ہونے کے لئے بلوغ شرط ہے یعنے نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ احکام کے فرض ہونے کے لئے دیگر شرائط کے علاوہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ شخص بالغ ہو۔ بہت سے مسائل ایسے ہیں جن میں بلوغ و عدم بلوغ کی تفریق سے مختلف احکام پیدا ہو گئے ہیں۔ دیکھو (نابالغ)

بلوغ کی علامات مرد کے لئے یہ ہیں کہ اسے احتلام ہو اس سے عورت کو حمل ہو سکے۔ اور جب کسی عورت سے ہم بستری کرے تو اسکو انزال ہو۔ اگر یہ علامات نہ پائی جائیں تو امام اعظم رح کے نزدیک پورے اٹھارہ سال کی عمر ہو جانے پر بہرحال بالغ سمجھا جائیگا۔ عورت کی علامات بلوغ حیض اور احتلام اور حمل ہیں۔ اگر یہ علامات نہ پائی جائیں۔ تو پورے سترہ سال کی عمر ہو جانے پر بالغ ہو جائیگی۔ صاحبین کہتے ہیں کہ لڑکا لڑکی پورے پندرہ سال کی عمر کے ہو جائیں۔ تو بالغ ہو جاتے ہیں۔ اور اسی قول پر فتوےٰ ہے (قد)

صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ آدمی اس وقت تک بالغ نہیں ہوتا جب تک کہ اس میں چار خصلتیں کامل نہ ہوں۔ یعنی اقوال۔ افعال۔ معارف اور اخلاق حمیدہ۔ کیونکہ کمال بلوغ تو برسوں سے حاصل ہوتا ہے لیکن بلوغ الکمال یعنے کمال پر پہنچنا انہیں چار خصلتوں سے ہوتا ہے۔

باہم محبت و میل جول

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ تا لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ۝ (س۔ آل عمران۔ ع)

مسلمانو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اسلام ہی پر مرنا اور سب (مل کر) مضبوطی سے اللہ (کے دین) کی رسی) کو پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا۔ اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے[1] پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور تم اسکے فضل سے بھائی (بھائی) ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے (یعنے دوزخ) کے کنارے (آ لگے) تھے پھر اس نے تمکو اس سے بچالیا۔ اسی طرح اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھول بیان کرتا ہے تاکہ تم راہِ راست پر آجاؤ۔ وَاِنْ یُّرِیْدُوْا اَنْ یَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰہُ تا اِنَّہٗ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝ (س۔ انفال۔ ع)۔ اور (اے پیغمبر) اگر کافروں کا ارادہ تم سے دغا کرنیکا (بھی) ہوگا تاہم (تم کچھ پرواہ نہ کرو) اللہ تم کو بس کرتا ہے (اے پیغمبر) وہی (قادر مطلق) ہے جس نے اپنی امداد سے اور مسلمانوں سے تمکو قوت دی۔ اور مسلمانوں کے دلوں میں باہم الفت پیدا کردی۔ اگر تم روئے زمین کے تمام خزانے بھی خرچ کر ڈالتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت نہ پیدا کر سکتے۔ (مگر وہ تو) اللہ (ہی تھا) جس نے ان لوگوں میں الفت پیدا کردی بیشک وہ زبردست (اور) صاحب تدبیر ہے۔

ام المومنین بی بی عائشہ رض کہتی ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روحیں (ابدان کے تعلق سے پہلے بڑے بھاری لشکر تھے ایک جگہ مجتمع (پھر خدا نے انہیں متفرق کیا اور ابدان کیطرف بھیجا) تو جو روحیں (اسوقت) باہم شناسا تھیں (بدنوں کے تعلق پیدا کرنیکے بعد) انہوں نے الفت و محبت اختیار کی اور جو ناشناس تھیں ان میں اختلاف و بیگانگی پیدا ہوئی (بخاری)

ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا تعالےٰ قیامت کے روز فرمائیگا جو لوگ باہم محبت رکھتے تھے کہاں ہیں۔ مجھے اپنی بزرگی اور عظمت کی قسم ہے آج میں انہیں اپنے سائے میں جگہ دونگا۔ کہ آج میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں (مس)۔

باہمی محبت سے مراد یہ ہے کہ نیک کاموں میں محبت ہو۔ الحب للّٰہ والبغض للّٰہ۔ مومنوں کا خاصہ ہے۔

---

[1] پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب کے لوگوں میں بڑی خانہ جنگیاں رہا کرتی تھیں۔ چنانچہ مدینے کے دو قبیلوں اوس اور خزرج میں سیکڑوں برس سے لڑائی قائم تھی۔ اسلام نے ایک نیا جتھا کھڑا کیا اور اسلام کی برکت سے لوگ اپنی پہلی عداوتیں بھول گئے ۱۲

Marfat.com

ہر ایک شخص نے قیامت کے دن اپنے دوست کے ساتھ اُٹھنا ہے۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ اسلئے سوچکر کسی سے محبت کا رشتہ گانٹھنا چاہئے۔ ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

بانت سعاد ہجری کے نویں سال میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بہت سے ایسے لوگ کہ جنہوں نے انہیں زبان پہنچایا تھا۔ مکہ میں قتل کیے گئے۔ ایک مشہور شاعر کعب بن زہیر بن ابوسلمیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک قصیدہ لکھا تھا۔ اسکے ایک دوست نے اسکو صلاح دی کہ تم اپنے خیال کو ترک کرکے پیغمبر صاحب کے حضور اظہار ندامت کرو تو وہ تمہیں معاف کر دینگے۔ چنانچہ وہ مدینہ میں پہنچا۔ اور جب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو چکے تو اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اگر کعب اپنے کئے پر پشیمانی ظاہر کرے تو آپ معاف کر دینگے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اسپر کعب نے کہا کہ میں ہی وہ کعب ہوں۔ اور اپنا قصیدہ پڑھنا شروع کیا۔

بتول کنواری۔ تارک۔ قاطع (ص) میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے۔ چونکہ وہ تارک الدنیا تھیں اور انہوں نے دنیوی تعلق کو چھوڑ دیا تھا۔ بدیں سبب اس لقب سے ملقب ہوئیں۔ (غ)۔

بحر دریا۔ سمندر۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر کئی جگہ آیا ہے:- وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (پ۔ بقرہ۔ ع) اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تمہاری وجہ سے دریا کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پھر ہم نے تمکو نجات دی۔ اور فرعون کے لوگوں کو تمہارے دیکھتے دیکھتے ڈبو دیا۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ تا قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار پونچا دیا تو وہ ایسے لوگوں پر سے ہو کر گزرے جو اپنے بتوں پر (پرستش کے واسطے) جمے بیٹھے تھے۔ (انکو دیکھکر بنی اسرائیل موسیٰ سے) لگے کہنے کہ اے موسیٰ جس طرح ان لوگوں کے پاس بت ہیں (ایسا ہی) ایک بت ہمارے لئے بھی بنا دو (موسیٰ نے) جواب دیا کہ تم (بڑے ہی) جاہل لوگ ہو۔

وَمِنْ اٰیٰتِهِ الْجَوَارِ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ تا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ ۝ (س۔ شوریٰ۔ ع) اور اسی کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے (بادبانی) جہاز ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح اونچے اونچے دکھائی دیتے ہیں خدا چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے تو جہاز (بھی) سمندر کی سطح پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔ جتنے (بندے) صبر (و) شکر کرنیوالے ہیں۔ ان کے لئے جہازوں کے ہر طرف دوڑے دوڑے پھرنے میں (بھی قدرت خدا کی بہتیری) نشانیاں ہیں۔ یا (چاہے تو زور کی ہوا چلا دے اور) اہل جہاز کی بدکرداری کے بدلے میں جہازوں کو (طوفان سے) تباہ کر دے۔ (تو بعض غرق ہوں) اور بہتیروں (کے قصور) سے درگزر کرے (کہ وہ باوجود کسی تباہی کے کسی طرح بچ جائیں) اور جو لوگ ہماری (قدرت کی) نشانیوں میں کٹ حجتیاں کیا کرتے ہیں (جہاز کے بہاؤ کے وقت) جان لیں کہ (اب) انکو کہیں بھی جائے گریز نہیں۔

ﻟﮧ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو جب جاتے پچھلی رات موسیٰ لیکر نکلے فرعون کو معلوم ہوا تو اس نے انکا تعاقب کیا صبح ہوتے ایسے موقعہ پر جا لیا کہ ابھی دریا سے عبور نہ کرنے پائے تھے۔ بنی اسرائیل کے حق میں یہ بڑی تنگی کا وقت تھا۔ پیچھے دشمن آگے دریا کشتی وغیرہ پاس نہیں۔ خدا نے ایسے وقت میں بنی اسرائیل کی مدد کی اور حضرت موسیٰ نے دریا پر اپنی لاٹھی ماری دریا پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا بنی اسرائیل دیکھتے نکل گئے فرعون پیچھا دبائے چلا آتا تھا۔ جب دریا کے بیچوں بیچ آیا دریا کے ٹکڑے ملکر ایک ہو گئے فرعون اور اسکا تمام لشکر ڈوب گیا ؏ ﻟﮧ کٹ حجتی کرنے سے یہ مراد ہے کہ لوگ ہر ایک کام کو اپنی تدبیر کیطرف منسوب کیا کرتے ہیں۔ جہاز تباہی میں آئے اور کوئی تدبیر پیش رفت نہ ہو تو سمجھے کہ سب کچھ خدا کے حکم سے ہو رہا ہے اور آدمی عاجز ہے ۱۲

Marfat.com

بری ابدی کی طرح بحری ابدی بھی عجائبات قدرت سے ہے۔ اور یہاں بھی قسم قسم کی خدا کی مخلوق ابدی ہے۔ آدمی گھوڑے اور طرح طرح کے جانور دریاؤں اور سمندروں میں پائے جاتے ہیں۔

بحیرہ بحیرہ بروزن فعیلہ بحر بمعنے شق سے مشتق ہے اسکا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے۔ مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ وَّلَا سَآئِبَۃٍ تا وَاَکْثَرُ ھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿س۔ مائدہ۔ ع﴾ خدا نے نہ تو بحیرہ مقرر کیا ہے اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ نہ حام مگر کافر لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر لوگ تو بیوقوف ہی ہیں۔

عرب میں ملت ابراہیمیہ کا متغیر کرنیوالا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تخمیناً تین سو برس پیشتر ایک شخص عمرو بن لحی خزاعی مکہ کا بادشاہ تھا۔ اس بیوقوف نے سیکڑوں چیزیں از خود حرام اور بہت سی حلال کر دیں مکہ میں بت بھی اس نے قائم کئے تھے منجملہ ورخرافات کے اس نے بحیرہ وغیرہ مقرر کئے تھے۔ اسلیئے خدا تعالٰے فطرت کی سادگی باقی رکھنے کے لئے فرماتا ہے کہ اللہ نے یہ بحیرہ سائبہ مقرر نہیں کئے ہیں بلکہ مشرکوں نے افترا کرلیا ہے اور احمق جہلا انکے مقلد ہوگئے ہیں۔

ابو عبیدہ اور زجاج نے کہا ہے کہ جاہلیت میں جب کوئی اونٹنی پانچ بچے دیتی اور آخر نر ہوتا تو اسکے کان چیر کر آزاد کر دیتے تھے۔ نہ کوئی اسپر سوار ہوتا تھا نہ بوجھ لادتا تھا نہ ذبح کرتا تھا۔ اسکو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ اسکو نہ کوئی پانی سے روکتا تھا نہ کھیت سے (لغت)

بحیرہ بضم با، بروزن فعیلہ۔ چھوٹے دریا کو کہتے ہیں۔

بخت نصر بضم کے ضمہ سے۔ ایک کافر بادشاہ کا نام ہے۔ یہ لفظ بخت اور نصر سے مرکب ہے۔ بخت اصل میں بوخت تھا۔ جسکے معنے ہیں لڑکا اور نصر بت کو کہتے ہیں۔ معنے ہوا بت کا لڑکا۔ چونکہ یہ بادشاہ لڑکپن میں ایک بت کے پاس پایا گیا تھا اور اسکے باپ کا نام کسیکو معلوم نہ تھا اسلیئے اسکا نام بخت نصر رکھا گیا۔ الخ

بخت نصر نے بنی اسرائیل کی سلطنت میں بیت المقدس پر حملہ کر کے اسے فتح کیا اور خون کی ندیاں بہادیں۔ بنی اسرائیل کو قید کرلیا۔ بنی اسرائیل کے قیدخانہ میں حضرت ارمیا تھے جو نبی تھے اور بنی اسرائیل کو کہتے تھے کہ اگر تم مسلمان نہ ہوگے اور راہ راست پر نہ آؤگے تو خدا تعالٰے تم پر ایک ایسا بادشاہ مسلط کریگا جو تمہیں قتل کریگا اور تمہاری اولاد کو قید کریگا۔ بخت نصر نے ان سے انکا حال پوچھا تو انہوں نے کہا کہ خدا نے مجھے بنی اسرائیل کے پاس ان عذاب سے ڈرانیکے لئے جو اب ان پر نازل ہوا ہے نبی بنا کر بھیجا ہے اور انہوں نے میری تکذیب کی اور مجھے قید کرلیا۔ بخت نصر نے کہا کہ بنی اسرائیل بہت برے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رسول کی نافرمانی کی۔ اس نے حضرت ارمیا کو چھوڑ دیا۔ بنی اسرائیل پھر ان کے ساتھ ہوگئے اور اپنے گناہوں سے توبہ کی۔ حضرت ارمیا نے بارگاہ ایزدی سے ان کے لئے دعا کی۔ تو خدا نے کہا یہ پھر بیت المقدس میں اقامت پذیر ہوجائیں۔ انہوں نے کہا چونکہ یہ شہر تباہ ہوچکا ہے لہذا اس میں ہم نہیں ٹھیر سکتے۔ کہتے ہیں بخت نصر نے شاہ مصر کو لکھا کہ بنی اسرائیل میرے غلام ہیں جو یہاں سے بھاگ گئے ہیں۔ تم انکو واپس بھیجدو ورنہ مجھے تجھسے جنگ کرنی پڑے گی۔ شاہ مصر نے اس سے صاف انکار کردیا جسپر بخت نصر نے اسپر چڑھائی کردی۔ اسے قتل کر کے اہل مصر کو قید کرلیا۔ قرآن شریف کی اس آیت میں بخت نصر کی فوجوں کا ذکر آیا ہے۔ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰھُمَا بَعَثْنَا عَلَیْکُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ وَکَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ﴿س۔ بنی اسرائیل۔ ع﴾ تو جب ان (فسادوں) میں سے پہلے (فساد) کا وقت آیا تو ہم نے تمہارے مقابلہ میں ایسے بندے اٹھا کھڑے کئے جو بڑے

سخت گیر تھے اور وہ (تمہارے) شہروں کے اندر پھیل گئے اور (خدا کا) وعدہ (پورا) ہونا ہی تھا۔

بخل وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ تا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ٥ (س۔ عمران رع) اور جن لوگوں کو خدا نے اپنے فضل (و کرم) سے (مقدور) دیا ہے اور وہ (راہ خدا) اس کے خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں وہ اس (بخل) کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں (بہتر نہیں) بلکہ وہ ان کے حق میں بدتر ہے (کیونکہ جس (مال) کا بخل کرتے ہیں عنقریب قیامت کے دن اسکا طوق بنا کر انکے گلے میں پہنایا جائیگا اور آسمان و زمین (آخر کار سب) کا وارث اللہ ہی ہے اور جو کچھ (بھی تم لوگ) کر رہے ہو اللہ کو اسکی (سب) خبر ہے۔

(۱) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سخی خدا سے (یعنے اسکی رحمت اور رضا سے) قریب ہے۔ جنت سے قریب ہے۔ (کہ جلد اس میں داخل ہوجائے) لوگوں سے قریب ہے (کہ وہ اس سے محبت کرتے ہیں) دوزخ سے دور ہے اور بخیل خدا سے دور۔ جنت سے دور۔ لوگوں سے دور دوزخ سے قریب ہے۔ اور سخی جاہل خدا کو بہت پیارا ہے بخیل عابد سے (تر)۔

(۲) ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو خصلتیں کسی ایماندار میں جمع نہیں ہوتیں۔ بخل اور بدخلقی (تر)۔

(۳) ابوبکر صدیق رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دھوکا دینے والا اور بخیل اور دے کر احسان جتانے والا (یہ تینوں شخص) جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ (ابو) سے

بخیل ار بود زاہد بحر و بر ٭ بہشتی نباشد بحکم خبر۔ (سعدی)

بخور اسکے معنے خوشبو کے ہیں۔ صاحب بہار عجم لکھتے ہیں کہ بخور صرف اس خوشبو کو کہتے ہیں جو بعض ادویہ کے جلانے سے حاصل ہو۔ جیسے عود لوبان وغیرہ کے آگ پر رکھنے سے خوشبو آیا کرتی ہے۔ (رخ)۔

بخیل نہ بخشنے والا۔ مجمع السلوک میں لکھتے ہیں کہ بخیل وہ شخص ہے جو حقوق واجبہ جیسے زکوٰۃ اور نفقات وغیرہ بجا نہ لائے۔ اور بعض کہتے ہیں بخیل وہ شخص ہے جو اپنا مال کسیکو نہ دیوے۔ اور عارفوں کے نزدیک بخیل وہ شخص ہے جو اپنی جان اللہ تعالےٰ کو نہ دے۔ (ک)۔

بدعت اس خصلت کو کہتے ہیں جو دین میں نئی پیدا ہو جائے برابر ہے کہ بری ہو یا بھلی لیکن خصوصًا اسکا اطلاق ان بری باتوں پر ہوتا ہے جو عقائد و معاملات وغیرہ میں اسلام میں پیدا ہوگئی ہیں۔

بدعت دو قسم ہے۔ سیئہ اور حسنہ۔ سیئہ وہ نئی بات ہے جو کسی حکم شریعت کے خلاف پیدا کی جاوے۔ اس کو گناہ۔ ضلالۃ۔ گمراہی کہا گیا ہے۔ بدعت حسنہ وہ ہے جس شریعت کے کسی حکم کی مخالفت نہ ہو۔ اور وہ کسی نیک امر پر مبنی ہو۔ اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ مثلاً مدرسے سرائیں۔ لنگر وغیرہ۔ یہ سب نئی رسوم ہیں جو زمانہ نبوت میں نہ تھیں لیکن یہ سب کار خیر سمجھے جاتے ہیں۔

بدوح ایک فرشتے کا نام ہے۔ جو امانتوں کی حفاظت پر موکل ہے۔ اسی وجہ سے اس فرشتے کا نام لفافے پر عنوان خط کے نیچے لکھدیتے ہیں (خواہ لفظوں میں یا ہندسوں میں (۲۴۶۸) جسطرح معروف کرخی اور قطمیر (اصحاب کہف کا کتا) کا نام لفافے پر حفاظت کے واسطے لکھدیتے ہیں (خا)۔

بدوی صحرانشین۔ ملک عرب میں قدیم سے ایسی اقوام چلی آئی ہیں جو پہاڑوں۔ بیابانوں۔ چٹیل میدانوں میں آباد ہیں۔ انکا پیشہ ہے کہ جس قافلہ یا اکیلے آدمی کو دیکھا اسے لوٹ لیا۔ یہ لوگ قزاقی میں شہرہ آفاق ہیں۔ حج کے دنوں میں جو لوگ غیر ممالک سے

Marfat.com

حج بیت اللہ شریف کی غرض سے جاتے ہیں یہ ڈاکو ان کو لوٹ لیتے ہیں۔ سلطان عبد الحمید خان سابق فرمانروائے بلاد عثمانیہ نے جب حجاز ریلوے بنانی شروع کی تو ان لوگوں نے اسکے روکنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ انکا خاصہ ہے کہ غنی لوگوں کو لوٹ لیتے ہیں لیکن فقرا و مساکین مسافروں کو اپنی گرہ سے کھلاتے ہیں اور انکو کوئی ایذا نہیں دیتے۔ یہ بھی کہ کوئی مسافر جب مسجد میں داخل ہو جائے تو مسجد کے احترام کی وجہ سے اسکو جب تک مسجد میں رہے نہیں چھیڑتے۔

بدیع (۱) اسکے معنے ہیں ایسی چیز کو پیدا کرنیوالا اسکی مثل پہلے موجود نہ ہو۔ جیسے خدا تعالے نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے۔ ایسے کلام پر بھی اسکا اطلاق ہوتا ہے جو اعلیٰ درجہ کا فصیح و بلیغ ہو۔ علوم عربیہ میں سے ہر ایک علم پر بھی بولا جاتا ہے۔ معانی۔ بیان۔ بدیع۔

(۲) اسکا ذکر قرآن کی آیت ذیل میں آیا ہے:۔

بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُولُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۱۴)

(اس نادر) آسمان و زمین کا (وہی) موجد ہے اور جب کسی کام کا کرنا ٹھان لیتا ہے تو بس اسکی نسبت فرما دیتا ہے ہو۔ اور وہ ہو جاتا ہے۔

بَرّ (۱) بے کی زبر سے۔ معنے نیکوکار۔ مہربان۔ پرہیزگار

(۲) خدا تعالے کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

(۳) جب اس لفظ کو خدا کی طرف منسوب کیا جاے تو اسکے معنے ہوتے ہیں احسان کرنیوالا۔ نفع پہونچانیوالا۔

بِرّ بے کی زیر سے نیکی کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے،

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ

لوگوں کو تو تم نیکی کی ہدایت کرتے ہو اور اپنے نفسوں کو بھول جاتے ہو۔

براء ابن عازب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابیوں میں سے ایک صحابی کا نام ہے جو کہ انصار میں سے تھے۔ ان کی کنیت ابو عمارہ تھی اور قبیلہ بنی حارث سے تعلق رکھتے تھے۔ کوفے میں آکر رہتے تھے اور ۲۴ھ ہجری میں ملک رَے کو فتح کیا۔ اور حضرت علیؓ ابن ابی طالب کے ہمراہ جنگ جمل۔ جنگ صفین جنگ نہروان میں موجود تھے اور مصعب ابن زبیر کے زمانے میں شہر کوفہ میں وفات پائی۔ جماعت کثیر نے ان سے روایت کی (اکمال)۔

برأة بیزاری۔ بریت۔ بے تعلقی۔ غیر ذمہ واری۔ قرآن مجید کی نوویں سورۃ کا نام ہے جس پر بسم اللہ شریف درج نہیں۔ اس سورۃ کے بیترہ نام ہیں۔ فاضحہ۔ حافرہ۔ مخزیہ وغیرہ۔ مگر دو نام۔ توبہ اور براءۃ زیادہ مشہور ہیں۔ اس سورۃ کی ابتدا میں بسم اللہ نہ ہونے کی چند وجوہ علماء نے بیان کی ہیں۔

(۱) وہ جو ترمذی نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔ کہ ہمنے پوچھا بسم اللہ اسپر کیوں نہیں لکھی۔ جواب دیا کہ حضرت پر جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو کاتبوں سے اسکے موقع پر لکھوا دیتے تھے۔ چونکہ ان دونوں (سورتوں یعنے سورۃ انفال و توبہ) کا مضمون ایک سا تھا۔ اسلئے ہم نے دونوں کو ایک سورۃ سمجھ لیا۔ مگر حضرت نے نہیں فرمایا کہ یہ دونوں ایک سورۃ ہیں۔ اس میں حضرت کا انتقال ہوگیا

(۲) صحابہ کا ان دونوں سورتوں کے ایک ہونے میں اختلاف تھا۔ بعض دونوں کو ایک بعض دو کہتے تھے اسلئے بسم اللہ نہ لکھی گئی۔ مگر فصل کے لئے خالی جگہ چھوڑ دی گئی

(۳) حاکم نے مستدرک میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے اس امر میں پوچھا فرمایا کہ بسم اللہ امان کے لئے ہوتی ہے۔ چونکہ اس سورۃ میں کفار کے لئے امن نہیں ہے بسم اللہ نہیں لکھی گئی تاکہ آثار غضب الٰہی ظاہر ہوں۔

(۴) امام قشیری کہتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ جبرئیل اس سورۃ کے ساتھ بسم اللہ نہ لائے اسیطرح لکھی گئی زیادہ نہ کی گئی

Marfat.com

براق اس چوپایہ کا نام ہے جس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر شب معراج میں آسمان پر تشریف لے گئے تھے۔ مشکوٰۃ شریف میں جو معراج کی طول طویل حدیث آئی ہے اسکے رُو سے براق کا قد خچر اور گدھے کے درمیان ہے۔ اور اس میں یہ بھی آیا ہے کہ اسکا رنگ سفید تھا۔ اور اسکا ایک قدم منتہیٰ نظر پر پڑتا تھا۔ مجمع البحار میں لکھا ہے کہ اسکے دو پر تھے۔

برتن (۱) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں کے چاٹنے اور پیالے کے پونچھنے صاف کرنیکا حکم فرمایا اور ارشاد کیا یہ اسلئے کہ تمہیں معلوم نہیں کہ کونسے لقمے میں برکت ہے (س)۔

(۲) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھیگے ہوئے ٹکڑوں کا ایک پیالہ لایا گیا۔ فرمایا لوگو! پیالے کے اردگرد سے کھاؤ۔ بیچ میں سے نہ کھاؤ۔ کیونکہ برکت پیالے کے بیچ میں سے اترتی ہے (تر)۔

(۳) ابوبکرؓ کی بیٹی اسمار سے روایت ہے کہ جب انکے سامنے کھانا لایا جاتا تو خادمہ کو حکم دیتیں کہ اسے بہانتک ڈھکا رکھنا چاہیئے کہ اسکی بھاپ کا جوش جاتا رہے۔ اور کہتی تھیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ یہ ترکیب بہت بڑی برکت کا موجب ہے۔ (د)۔

(۴) امّ المؤمنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چاندی کے برتن میں پانی پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں آتش دوزخ کو گھونٹ گھونٹ کرکے اتارتا ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص چاندی اور سونیکے برتن میں کھاتا یا پیتا ہے الخ (مش)۔

(۵) ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پانی میں سانس لینے سے منع فرمایا تو ایک شخص کہنے لگا کہ میں پانی کے برتن میں خس و خاشاک دیکھوں تو کیا کروں۔ فرمایا پانی گرادے اس شخص نے عرض کیا کہ میں ایک سانس میں پانی سے سیراب نہیں ہوتا۔ فرمایا پانی کے پیالے کو منہ سے علیحدہ کرکے سانس لیا کر (تر)

(۶) ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے پیالے کی دراڑ میں سے پانی پینے کی ممانعت کی اور نیز پانی میں پھونکنے سے منع فرمایا (ابو)

(۷) حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات کا آغاز ہو یا یوں فرمایا کہ جب تم شام کرو تو اپنے پانی کے برتنوں کو ڈھانک دیا کرو۔ اور (ڈھانکتے وقت) خدا کا نام لیا کرو۔ اگرچہ برتن پر کوئی چیز عرضاً ہی رکھدو۔ (یعنے گو پورا نہ ڈھانک سکو تو دفع کراہت اور رفع ضرر کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ برتن کی چوڑان میں کوئی چیز لکڑی یا تنکا وغیرہ ہی رکھدو (صح)۔

(۸) مسلم کی ایک روایت میں آیا ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! برتنوں کو ڈھانک دیا کرو۔ اور مشکوں کے دہانے باندھ دیا کرو کیونکہ سال بھر میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جس میں وبا اترتی ہے۔ پھر وبا کسی ایسے برتن پر جو ڈھانکا نہ گیا ہو یا ایسی مشک پر جسکا دہانہ باندھا نہ گیا ہو گذر نہیں ہوتا۔ مگر اس برتن یا مشک میں یہ وبا ضرور اترتی ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب شراب کی حرمت کا حکم دیا تو جن برتنوں میں عرب شراب ڈالتے تھے انکے استعمال کی بھی ممانعت کردی تاکہ انکے استعمال سے شراب پینے پر نہ اتر آئیں۔ جن برتنوں میں شراب رکھی جاتی تھی وہ یہ ہیں۔ لاکھی مرتبان۔ کدو کی تونبیاں۔ درختوں کی جڑوں کے کھدے ہوئے پیالے۔ رال سے

Marfat.com

روغن کئے ہوئے برتن - لیکن جب مسلمانوں کی شراب نوشی کی عادت جاتی رہی اور اسکی طرف سے بالکل بے رغبتی ہوگئی تو ہر قسم کے برتنوں کا استعمال جائز کردیا گیا - کافروں کے برتنوں کو دہو کر استعمال کرنا جائز ہے - اگر کتا برتن سے کھاپی جائے تو اسے سات دفعہ دہونا چاہئے - سونے چاندی کے برتن خریدنا اور انکا ذخیرہ کرنا بالاجماع حرام ہے مگر ان میں زکوٰۃ واجب ہے (رحمت) -

برزخ (۱) بے کی زبر سے - اس چیز کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو - اسلامی اصطلاح میں اس جہان کا نام ہے جو عالم دنیا اور عالم عقبیٰ کے درمیان واقع ہے جس میں آدمی کی روح موت کے بعد رہتی ہے - قبر پر بھی اسکا اطلاق آتا ہے جیسے خدا کے اس قول میں بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝ (ص - و) میں مرشد کی صورت پر اسکا اطلاق آتا ہے - کیونکہ اسکی صورت خدا تعالیٰ اور مرید کے درمیان واسطہ ہوتی ہے - مرید خدا کی عبادت کرنیکے وقت اپنے مرشد کی صورت اپنی آنکھوں کے سامنے حاضر کر لیتے ہیں اور اسکی برکت سے انہیں بارگاہ ایزدی میں قرب حاصل ہوجاتا ہے - برزخ کا اطلاق اس خط پر بھی آتا ہے جو بہشت اور دوزخ کے درمیان حد فاصل ہوگا - حکمائے اشراقیین کی اصطلاح میں جسم پر اسکا اطلاق آتا ہے - (ک) -

(۲) قرآن کریم کی آیات ذیل میں اسکا ذکر آیا ہے وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ تا وَحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝ (س - فرقان - ع) اور وہی (قادر مطلق) ہے جس نے دو دریاؤں کو آپس میں ملایا - ایک (کا پانی) میٹھا مزے دار - اور ایک (کا) کھاری کڑوا - اور دونوں میں ایک روک اور آڑ بنادی -

(۲) مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ۙ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ۝ اسی نے (اس طرح کے کھاری اور میٹھے) دو سمندر رواں کئے کہ آپس میں ملتے ہیں (اور پھر بھی) دونوں میں ایک پردہ (رہتا) ہے کہ (اس سے ایک دوسرے کی طرف) بڑھ نہیں سکتے -

بروج (۱) برج کی جمع ہے (ل) معنے محل اور قلعہ کے ہیں - علماء ہیئت کے نزدیک آٹھویں آسمان کے ایک حصہ کا نام ہے جو ان چھ بڑے دائروں میں سے دو دائروں کے دو نصفوں کے مابین محصور ہے جو اسکے قطبوں پر تقاطع کرکے پیدا ہوتے ہیں - اگر آسمان کے اس حصہ کی تقسیم کی جائے تو بارہ برج پیدا ہوتے ہیں جنکے نام یہ ہیں - حمل ۱ - ثور ۲ - جوزا ۳ - سرطان ۴ - اسد ۵ - سنبلہ ۶ - میزان ۷ - عقرب ۸ - قوس ۹ - جدی ۱۰ - دلو ۱۱ - حوت ۱۲ - اس آسمان کو فلک بروج (برجوں کا آسمان) بھی کہتے ہیں - (ک) -

(۲) قرآن مجید کی پچاس ویں سورت کا نام ہے - جسکی پہلی آیت میں یہ لفظ اسطرح آیا ہے - وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۙ آسمان کی قسم جس میں بروج ہیں اور اس دن کی (قسم) جسکا وعدہ ہے (یعنی روز قیامت) -

برہان الدین مرغینان کے رہنے والے ایک عالم کا لقب ہے جنکا نام علی اور کنیت ابوالحسن تھی - فقہ حنفی میں ہدایہ آپ کی تصنیف ہے ۵۳۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۹۳ھ میں فوت ہوئے - (کن) -

بریدہ اسلمی ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے - جو ۶۳ھ میں فوت ہوئے (کن) -

برے لقب سے پکارنا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ تا فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (س - حجرات - ع ۲)

مسلمانو! مرد مردوں پر نہ ہنسیں عجب نہیں کہ (جن پر ہنستے ہیں) وہ (خدا کے نزدیک) ان سے بہتر ہوں - اور نہ عورتیں عورتوں پر (ہنسیں) عجب نہیں کہ (جن پر ہنستی ہیں)

Marfat.com

وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور آپسمیں ایک دوسرے کو طعنے نہ دو اور نہ ایک دوسرے کا نام دھرو۔ ایمان لائے پیچھے بدتہذیبی کا نام ہی برا ہے۔ اور جو (ان حرکات سے) باز نہ آئیں تو وہی خدا کے نزدیک ظالم ہیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ (کسی سفر میں) بی بی صفیہ[1] کا اونٹ بیمار ہوگیا۔ اور بی بی زینب کے پاس ایک فالتو سواری تھی۔ تو جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے زینب سے فرمایا کہ صفیہ کو اپنا اونٹ دیدو۔ زینب بولیں۔ کیا میں اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دوں گی۔ اس پر جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو سخت غصہ آیا۔ اور آپ ذیحجہ اور محرم اور صفر کے کچھ دنوں تک زینب کے پاس نہیں گئے (ابو)۔

بزرگ یہ فارسی لفظ ہے جسکے معنے ہیں بڑا۔ نیک آدمی۔ ذی رتبہ۔ بوڑھا۔ پرہیزگار۔ بڑوں کی عزت کرنی نہایت ضروری ہے۔ حدیث میں آیا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے قیامت میں میری شفاعت کا مستحق نہ ہوگا۔ روایت ہے کہ جسوقت سفید ریش شخص خدا سے کوئی دعا کرتا ہے تو خدا کو اسکی سفید ڈاڑھی سے شرم آجاتی ہے۔ مذہبی حیثیت سے جن لوگوں نے اسلام کی کسی نہ کسی پہلو سے خدمات کی ہیں وہ بزرگان دین کہلاتے ہیں۔ اخلاق کی کتابوں میں بزرگوں کی تعظیم پر نہایت اہمیت سے بحث کی گئی ہے۔

بسم اللہ خدا کے نام سے۔ یہ ایک متبرک کلمہ کے ابتدائی لفظ ہیں۔ پورا کلمہ یوں ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ "شروع اللہ کے نام سے جو مہربان نہایت رحم والا ہے"۔

بسم اللہ حصول برکت کی غرض سے کھانا کھانے سے پہلے۔ پانی پینے سے پہلے۔ کپڑا پہننے سے پہلے غرض ہر کام کے آغاز میں پڑھنی شعار دین ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس کام کو بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہے۔

بسم اللہ سورۃ توبہ کے سوا باقی تمام قرآنی سورتوں کے آغاز میں آتی ہے۔ اور اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ بسم اللہ جزو قرآن ہے یا نہیں۔ عہد جاہلیت میں خطوط اور عہدناموں کے عنوان پر باسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھا جاتا تھا۔ اسلام میں اسکی بجائے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھنا قرار پایا۔ غزوہ حدیبیہ میں جب مسلمانوں اور قریش مکہ کے مابین عہدنامہ لکھا گیا تو قریش کے سفیر نے اسمیں بِسْمِ اللّٰهِ کے کلمہ پر اعتراض کرکے بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھایا تھا۔

جانور کو ذبح کرتے وقت جو خدا کا نام لینا ضروری ہے اُسکے لئے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر تین مرتبہ پڑھتے ہیں جسکے معنے ہیں شروع اللہ کے نام سے اللہ بہت بڑا ہے۔

نماز میں سورۃ فاتحہ کے پہلے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بسم اللہ آہستہ کہنی چاہئیے۔ اور امام شافعی رح کے نزدیک بلند آواز سے۔ امام مالک رح کے نزدیک اسے چھوڑکر الحمد سے قرأت شروع کرنا مستحب ہے۔

بسملہ اس کے معنے ہیں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہنا۔ دیکھو (بسم اللہ)۔

[1] بی بی صفیہ حی بن اخطب یہودی کی بیٹی تھیں اور حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں تھیں۔ غزوہ خیبر میں لشکر اسلام کے ہاتھ لگی تھیں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کرکے اپنے نکاح میں لے لیا تھا۔ اکثر ازواج مطہرات کو ان کے ساتھ سوء مزاجی تھی۔ اور انہی میں ام المؤمنین حضرت عائشہؓ بھی تھیں۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات بی بی صفیہ کی حمایت و رعایت کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ بی بی عائشہ نے بھی انکو یہودیہ اور ٹھنگی کہا تھا۔ انہوں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جواب دو کہ میں پیغمبر زادی ہوں۔ اور تم ابوبکرؓ کی بیٹی ۱۲۔

Marfat.com

بشریٰ خوشخبری۔ قرآن مجید کی اس آیت میں بلفظ آیا ہے۔ وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ط قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ط وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ہ (س۔ یوسف۔ ع۲) اور (اتفاق سے) ایک قافلہ (اس جگہ) آوارد ہوا۔ اور انہوں نے اپنے سقے کو (پانی لانے کے لئے) بھیجا۔ جونہی اس نے اپنا ڈول لٹکایا (یوسف اس میں ہو بیٹھے۔ نکالا تو) پکار اٹھا آہا۔ یہ تو لڑکا ہے۔ اور قافلے والوں نے یوسف کو مال تجارت قرار دیکر چھپا رکھا۔ اور (ان لوگوں نے تو جانا کہ کسیکو خبر نہیں مگر یوسف کے اخفاء حال کی) جو تدبیریں (یہ لوگ) کر رہے تھے اللہ کو خوب معلوم تھیں۔

بشریہ معتزلہ کا ایک فرقہ ہے جو بشر بن معتمر کی طرف منسوب ہے جو علمائے معتزلہ سے بہت بڑا عالم تھا۔

بصرہ یہ پہلا شہر ہے جسے اسلام کے زمانے میں اسلامیوں نے آباد کیا ہے۔ عمر بن خطاب جب ابوبکر صدیق رض کے بعد ۱۳ھ میں متولی خلافت ہوئے تو اس شہر کے آباد کرنے کی کوشش کی۔ اسی وجہ سے انکو اس نئے زمانے کے اعتبار سے پہلا شخص مانتے ہیں جس نے عمارتیں بنوائیں اور شہر کے آباد کرنیکا قصد کیا۔ یہ شہر ۱۴ھ مطابق ۶۳۵ء میں عراق کی سرزمین پر جہاں کہ دجلہ اور فرات ملگئے ہیں نہر العرب کے کنارے بنایا گیا ہے۔ اسکے آباد کرنے کی یہ وجہ تھی کہ ہندوستان اور ان سے باہم اختلاط تھا۔ مقصود یہ ہوا کہ اس صورت اور اختلاط کو قطع کر دیا جائے۔ یہ شہر نہایت فرحت خیز تھا۔ اس میں ایک مشہور بازار تھا۔ جسے مربد بصرہ کہتے تھے۔ شعراء عرب وہاں جمع ہوتے اور اپنے اپنے اشعار پڑھ کر سناتے۔ اسی وجہ سے ادباء و فصحا اور علماء کا بڑا مجمع تھا۔ اکثر وہاں کے علماء علم نحو میں کامل تھے۔ مگر کوفہ والوں اور ان میں اس علم کے متعلق بڑے بڑے اختلاف تھے۔ کوئی کسی مسئلہ میں کچھ رائے دیتا کوئی کچھ۔ مگر کوفیوں کو ان پر ترجیح نہیں ہوئی کیونکہ بصریوں کی مہارت اس علم میں بڑھی چڑھی تھی اگر کسیقدر کوفہ کو ترجیح تھی تو فقط اس وجہ سے کہ بغداد سے پہلے وہی سلطنت اسلامیہ کا پایۂ تخت تھا۔ اور بصرہ کو یہ بات نصیب نہیں ہوئی۔ البتہ اس میں عمال رہا کرتے تھے۔ اکثر اس شہر میں بہت سخت اور ظالم حکام بھیجے جاتے تھے۔ جیسے زیاد بن امیہ۔ حجاج بن یوسف وغیرہ۔

سنہ ۱۲ھ میں بصرہ کی آبادی تقریباً ۲ لاکھ کے ہوگئی تھی۔ مگر اب تو سارا شہر برباد ہوگیا ہے۔ اب تو ساٹھ ہزار سے زیادہ آدمی اس میں آباد نہ ہوں گے (دما)۔ حضرت خواجہ حسن بصری اور بی بی رابعہ بصریہ اس شہر میں دو مشہور ولی ہو گذرے ہیں۔

بصیر (۱) دیکھنے والا۔ (۲) خدا کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

(۳) قرآن مجید میں اسکا کئی جگہ ذکر آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ہ اللہ اپنے بندوں کے حال سے بخوبی واقف ہے۔

بصیرۃ (۱) دل کی ایک نورانی کیفیت کا نام ہے جس سے آدمی کو اشیاء کے حقائق اور ملکوتی اسرار پر آگاہی ہوتی ہے۔ روح کے لئے بصیرۃ ایسی ہے جیسی جسم کے لئے آنکھ (ک)

(ص۔ ف) اس کیفیت کا نام قوت قدسیہ ہے۔ (اصطلاحات الصوفیہ)

(۲) قرآن مجید کی آیات ذیل میں اسکا ذکر آیا ہے قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ ت وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ہ (س۔ یوسف۔ ع۱۲) کہو میرا طریق تو

Marfat.com

یہ ہے کہ (سب کو) خدا کی طرف بلاتا ہوں میں اور جو لوگ میرے پیرو ہیں (وہ ہم سب دین کے ایک) معقول رستے پر ہیں (جسکو ہر شخص سمجھ سکتا ہے) اور اللہ (کی ذات) پاک ہے اور میں شرک کرنیوالوں میں سے نہیں ہوں۔

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ (س پ ۲۹ ع)

بلکہ (خود) انسان اپنے مقابلے میں حجت ہے۔

بضاعت اصل مال۔ پونجی۔ وہ مال جو کسی کے ہاتھ تجارت کے لئے بھیجیں۔ بحر الرائق میں لکھا ہے کہ بضاعت کے معنے یہ ہیں کہ کسی دوسرے شخص کو مال اس غرض کے لئے دیا جائے کہ نفع مال والے کو ملے اور عامل کو کچھ نہ دیا جائے۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ وہ مال جو کسی دوسرے کو اس غرض سے دیا جاتا ہے کہ وہ اس میں تصرف کرے تین قسم ہوتا ہے۔ اول تو یہ کہ سارا نفع رب المال کو ملے عامل کو کچھ نہ ملے۔ اسے تو بضاعت کہتے ہیں۔ اور دوسرا یہ ہے کہ سارا نفع عامل کو ہی ملے۔ اسے قرض کہتے ہیں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ نفع دونوں میں مشترک ہو۔ اسے مضاربۃ کہتے ہیں۔ (ک)۔

بطن محسّر دیکھو "مزدلفہ"۔

بعث (۱) بھیجنا۔ برانگیختہ کرنا (ص ث) ہیں اسکے یہ معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی برگزیدہ بندے کو بنی نوع آدم کی طرف اس غرض سے بھیجے کہ وہ انکو خدا کے احکام بتلائے اور انکی اخلاقی حالت درست کرے۔ اسکی شرط یہ ہے کہ وہ انسان نبوت کا دعوے کرکے معجزے دکھلائے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ غیب کی باتوں کو جانتا ہو۔ فرشتوں کو دیکھتا ہو۔ عورت نبی یا رسول نہیں ہو سکتی۔ (دیکھو نبی و رسول)

(۲) بعث کے لفظ کا قیامت کے روز پر بھی اطلاق آتا ہے۔ (ک)۔ جیسا کہ قرآن میں ھٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ آیا ہے۔

بُعد صوفیوں کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت کو کہتے ہیں۔ پہلے بُعد عن التوفیق ہوتی ہے اور پھر بعد عن التحقیق۔

بعل شوہر۔ خداوند۔ مالک۔ اہل شام کے ایک بڑے دیوتا کا نام ہے۔ جسکو اس ملک کی قدیم اقوام پوجتی تھیں۔ حضرت الیسع کے زمانہ میں ایک بت کا نام تھا۔

بعلبک ایک شہر کا نام ہے۔

بغاۃ باغی کی جمع ہے۔ سرکش۔ دیکھو (باغی) بغایا بغیہ کی جمع۔ بازاری عورتوں۔ کنچنیوں کو کہتے ہیں۔ قرآن میں حضرت مریم کے قصہ میں آیا ہے وَلَمْ اَکُ بَغِیًّا یعنی میں فاحشہ عورت نہیں ہوں۔

بغداد عراق عرب کا مشہور مقام ہے۔ دجلہ کے کنارے پر آباد ہے۔ اسوقت اس میں تخمیناً نوّے ہزار یا لاکھ کے قریب آباد ہے۔ بارونق شہر ہے خلفائے بنی عباس کے عہد میں یہ شہر دنیا کے شہروں پر فوقیت رکھتا تھا۔ چنانچہ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ بغداد میں ساٹھ ہزار حمام علاوہ امراء کے حماموں کے تھے۔ اور کئی لاکھ مسجدیں تھیں جن میں امام اور مؤذن مقرر تھے اور شہر پناہ کے سترہ دروازے تھے۔ ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک کئی میل کا فاصلہ تھا۔

اس شہر کو ہلاکو خان بن چنگیز خان ملعون نے ساتویں صدی ہجری میں برباد کیا۔ اس کا فرمانروا کو جو تاتاری تھا علامہ نصیر الدین طوسی چڑھا کر لایا تھا۔

اس شہر میں بڑے بڑے بزرگان دین کے مزارات ہیں۔ انا بخملہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پاک ہے۔ اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا روضہ بھی یہیں ہے۔ اور شہر کے غربی رخ حضرت امام ہمام موسےٰ کاظم اور انکے پوتے حضرت محمد بن علی

Marfat.com

بن موسیٰ کا مزار پُرانوار ہے۔

ابن خلکان کہتا ہے کہ ابو الحسن موسیٰ کاظم کی ولادت بروز سہ شنبہ طلوع فجر کے پہلے ۱۲۹ھ میں ہوئی۔ اور ۵ ۲ رجب ۱۸۳ھ میں وفات پائی اور مقابر شونیزیہ میں مدفون ہوئے۔ اور قبر آپ کی اس جگہ مشہور ہے اور وہاں سونے چاندی کی قندیلیں اور قسم قسم کے آلات اور فروش ہیں۔ اسی جگہ کو کاظمین کہتے ہیں۔ مدائن جہاں ایوان کسریٰ ہے عجائبات زمانہ میں سے ایک عمارت ہے۔ بغداد کے قریب ہے۔

اس شہر کی زبان عربی ہے مگر فارسی اور ترکی بھی مروج ہے۔ یہود و نصاریٰ بھی یہاں بہت ہیں۔ سامرہ دجلہ کے کنارہ پر بغداد سے تخمیناً ستر میل شمال و مغرب میں ایک پُر رونق شہر ہے۔ اور اسکو "سر من رای" بھی کہتے ہیں۔ اسجگہ حضرت امام علی نقی اور اُن کے پسر بزرگوار حضرت امام حسن عسکری کا مزار پاک اور یہیں ایک غار بتلاتے ہیں جسکی نسبت شیعہ مشہور کرتے ہیں کہ اس میں مہدی آخر الزمان جو بارہویں امام ہیں اور امام حسن عسکری کے پسر بزرگوار ہیں۔ پانچ برس کی عمر میں بقول بعض نو برس کی عمر میں بقول بعض سترہ برس کی عمر میں اس غار میں خوف اعدا سے چھپے ہیں۔ اور قیامت کے قریب نکلیں گے اور یہ واقعہ ۲۷۵ھ کا بتایا جاتا ہے۔ (جغرافیہ)

بغل خچر۔ گھوڑے اور گدھے سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے سختی میں گدھے کیطرح اور رفتار میں گھوڑے کی طرح ہوتا ہے۔ اور یہ بانجھ ہوتا ہے۔ کہتے ہیں اسکی ایجاد قارون نے کی تھی۔

ابوداؤد اور نسائی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بطور ہدیہ ایک خچر آیا آپ اسپر سوار ہوئے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اگر گدھے کو گھوڑی پر ہم بھی چھوڑیں تو ہمارے ہاں بھی ایسے ہی خچر پیدا ہوں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا وہ لوگ کرتے ہیں جو جانتے نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں۔ اسکے یہ معنے ہیں کہ ایسا وہ کرتے ہیں جو اسبارہ میں نہی کو نہیں جانتے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک خچر دلدل بھی تھا۔ جسپر آپ سفر میں سوار ہوتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد بھی زندہ رہا۔ یہانتک کہ بوڑھا ہو گیا اور اسکے دانت گر گئے۔ زمانہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں مرا۔

خچر کا کھانا حرام ہے۔ جابرؓ نے روایت کی ہے کہ حنین کے روز ہم نے خچر و گدھے اور گھوڑے ذبح کئے۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمکو خچر اور گدھے کے کھانے سے منع فرمایا اور گھوڑے سے منع نہیں فرمایا۔ (حیٰوۃ)

بغوی شافعی المذہب تھے۔ فرا کے لقب سے مشہور تھے۔ تفسیر معالم التنزیل کے یہی مؤلف ہیں۔ ۵۱۰ھ میں فوت ہوئے۔

بغوی ابو محمد حسین بغوی۔ کتاب مصابیح السنۃ (فی الحدیث) کے مؤلف ہیں۔ ۵۱۶ھ میں فوت ہوئے۔

بقرہ (۱) گائے۔ یہ ہندوؤں میں بڑی مقدس سمجھی جاتی ہے۔ اسکی قربانی میں سات آدمی شریک ہوتے ہیں۔ دیکھو (قربانی) تیس گایوں سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ تیس ہوں تو ایک تبیعہ دینا پڑتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو (زکوٰۃ)

(۲) قرآن مجید کی دوسری سورۃ کا نام ہے اور اسکا نام یہ اسلئے رکھا گیا ہے کہ اس میں گائے کے ذبح کرنیکا قصہ آیا ہے جو اسطرح ہے کہ یہودیوں میں کا ایک دولتمند شخص عامیل نامی کو اسکے چچا کے بیٹوں نے وراثت کے طمع سے قتل کر کے شہر کے دروازے پر پھینکدیا

Marfat.com

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر اسکی دیت کے
مدعی ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کے
حکم سے اُنہیں گائے ذبح کرنیکا حکم دیا (مد)
چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے اِذْ قَالَ مُوسٰی
لِقَوْمِہٖ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً ؕ
تا لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (سورہ بقرہ ع) اور (وہ وقت
یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا۔ اللہ تم سے
فرماتا ہے کہ ایک گائے حلال کرو۔ وہ لگے کہنے کیا
تم ہم سے ٹھٹھا کرتے ہو (موسیٰ نے کہا خدا مجھکو اپنی
پناہ میں رکھے کہ میں ایسا نادان بنوں۔ وہ بولے اپنے
پروردگار سے ہمارے لئے درخواست کرو کہ ہمکو اچھی
طرح سمجھا دے کہ وہ (گائے) کیسی ہو (موسیٰ نے کہا) خدا
فرماتا ہے وہ گائے نہ بوڑھی ہو اور نہ بچھیا۔ دونوں میں
بیچ بیچ کی رہے۔ پس تمکو جو حکم دیا گیا ہے (اسکی تعمیل)
کرو۔ وہ بولے اپنے پروردگار سے ہمارے لئے
درخواست کرو۔ کہ ہمکو اچھی طرح سمجھا دے کہ اسکا رنگ
کیا ہو۔ (موسیٰ نے) کہا خدا فرماتا ہے وہ گائے ہو
زرد (اور) اسکا رنگ خوب گہرا ہو کہ دیکھنے والوں کو
بھلی لگے۔ وہ بولے کہ اپنے پروردگار سے ہمارے
لئے درخواست کرو کہ ہمکو اچھی طرح سمجھا دے کہ وہ (اور)
کیا (کیا صفتیں) رکھتی ہو۔ ہمکو تو اس رنگ کی بہتیری
گائیں ایک ہی طرح کی دکھائی دیتی ہیں (کونسی لیں اور
کونسی نہ لیں) اور (اب کی بار) خدا نے چاہا تو ہم
ضرور (اسکا) ٹھیک پتہ لگا لیں گے (موسیٰ نے) کہا
خدا فرماتا ہے وہ گائے ہو نہ تو کمیری کہ وہ زمین میں
جوتتی ہو۔ اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہے۔ صحیح سالم
(یک رنگ) اس میں کسی طرح کا داغ (دھبہ) نہ ہو وہ
بولے (ہاں) اب ٹھیک (پتہ) لائے۔ غرض اُنہوں نے
گائے حلال کی۔ اور ان سے توقع نہ تھی کہ کریں گے
اور (اے بنی اسرائیل) جب تمنے ایک شخص کو مار ڈالا
اور لگے اس (کے بارے) میں جھگڑنے (کوئی کسیکو قاتل
بناتا کوئی کسیکو) اور جو تم چھپاتے تھے اللہ کو اسکا (پردہ
فاش (کرنا منظور) تھا۔ پس ہمنے کہا کہ گائے (کے
گوشت) کا کوئی ٹکڑا مردے (کی لاش) کو چھواؤ ویسے ہی
(قیامت میں) اللہ مردوں کو جلائیگا اور (وہ دُنیا
میں) تمکو اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ
تم سمجھو (کہ قیامت کا ہونا برحق ہے)

بقیع الغرقد مدینہ کے باہر ایک جگہ ہے جس میں
مدینہ والوں کی قبریں ہیں۔ غرقد
ایک قسم کا درخت ہے۔ چونکہ اس جگہ یہ درخت بکثرت
تھا اسلئے اسکا نام بقیع الغرقد پڑ گیا۔ (منط)۔
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت
ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رہنے کی انکے
ہاں باری آتی تو آپ پچھلی رات کو مدینہ کے قبرستان
کو نکل جاتے اور (وہاں جاکر) فرماتے۔ اے قوم
مومنین تم پر سلام ہے اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا
جاتا تھا وہ تمہارے پاس آگئی ہے۔ کل (یعنی قیامت
تک) تمہیں ڈھیل دیگئی ہے۔ اور اگر خدا نے چاہا تو
ہم بھی تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ اے اللہ!
بقیع غرقد والوں کو بخش (مس)۔

بکاء رونا۔ مُردے کے لئے گریہ وزاری کرنا میت
پر حد سے زیادہ گریہ وزاری رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ قبروں پر رونے سے بھی منع
فرمایا۔
حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے جنازہ کے ساتھ رونے والی
عورت کو جانے سے منع فرمایا۔ فقط آنکھوں سے آنسو
جاری ہونے کا کوئی گناہ نہیں۔ چنانچہ حضرت انس رض
سے روایت ہے کہ ہم چند صحابہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے سمیت ابی لیث آہنگر کے گھر گئے۔ جو

Marfat.com

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم کی رضاعی ماں کا خاوند تھا۔ آپ نے ابراہیم کو اُٹھا کر اسکا بوسہ لیا پھر ہم گئے تو ابراہیم جان بحق ہو چکا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رو پڑے۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا۔ کیا آپ بھی روتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایسا رونا رحمت ہے (مش)۔

خدا کے خوف سے رونا بہت عمدہ ہے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر تمہیں اس چیز کا علم ہو جسے میں جانتا ہوں تو تم رو بہت اور ہنسو کم (مشکٰوۃ)

بلالؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے آپ پہلے امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ غلامی کی حالت میں مسلمان ہوئے۔ اس حالت میں امیہ آپ کو سخت تکلیفیں پہونچاتا تھا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے آپ کو خرید کر آزاد کر دیا۔ مسجد نبوی میں آپ مؤذن مقرر تھے۔ عاشق رسول تھے۔ حبشہ کے رہنے والے تھے۔ حضرت کی وفات کے بعد وہاں نا اقامت نہ رکھکر کہیں چلے گئے تھے۔ پھر ایک دفعہ جب لوٹ کر آئے تو لوگوں نے اذان کہنے کے لئے اصرار کیا۔ آپ نے ایسے پُر درد آواز سے اذان دی کہ مدینہ کے لوگ جمع ہو کر آہ وزاری کرنے لگے۔

بَلَد بفتحتین بمعنے مکہ معظمہ۔ اور جانوروں کے رہنے کی جگہ۔ خواہ آباد ہو یا غیر آباد ہو۔ اور شہر کو بھی کہتے ہیں۔ یہ لفظ قرآن مجید میں آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ (س۔ بلد)۔ (اے پیغمبر) ہم اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتے ہیں اور (اس شہر کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ) تم اس شہر میں ٹھہرے ہوئے ہو۔

بلدۃ شہر۔ بڑی بستی۔ اور بعض احادیث میں مکہ معظمہ پر بھی اس لفظ کا اطلاق آیا ہے۔

وہ جگہ کہ جس وقت وہاں کے لوگ جمع ہوں تو اس جگہ کی بڑی مسجد میں نہ سما سکیں۔ اسکو مصر بھی کہتے ہیں۔ ایسے شہر میں نماز جمعہ پڑھی جا سکتی ہے۔

بلعم باعور بنی اسرائیل سے ایک عابد و زاہد کا نام ہے۔ باختلاف مفسرین اشارۃً اسی کا ذکر ذیل کی آیت میں آیا ہے۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ (س۔ اعراف۔ ع ۲۲) اور تو ان کو اس شخص کا حال سنا دے کہ جسکو ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں سو وہ اُن سے نکل گیا پھر اُسکے پیچھے شیطان پڑ گیا سو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔

علماء مفسرین کے اس شخص کی بابت جسکا اس آیت میں ذکر ہے چند قول ہیں۔ ابن عباس و ابن مسعود و مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے بلعم بن باعور کیطرف اشارہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل سواب کے میدانوں میں نہر یردن کے اس پار شہر یریحو کے مقابل اُترے تو بلق بن صفور جو موابیوں کا بادشاہ تھا۔ ڈرا۔ اور اس نے بلعم کے پاس قاصد بھیجے کہ آکر اُنپر بددعا کر۔ اول اس نے انکار کیا آخر آنے پر راضی ہوا اور رستے میں اسکی سواری کا گدھا بیٹھ گیا۔ جب اُسکو مارا تو خدا نے اسکو گویائی دی کہ میں از خود نہیں بیٹھا بلکہ فرشتہ مجھے روکتا ہے۔ بلعم بلق کے پاس گیا۔ اور ایک پہاڑ پر چڑھ کر بنی اسرائیل کو دیکھا۔ مگر اُسکے منہ سے بجائے لعنت کے کلمات برکت بنی اسرائیل کے حق میں بے ساختہ نکلے (یہ قصہ توریت کتاب عدد کے ۲۳۔ ۲۴ باب میں مفصل مذکور ہے) اس آمادگی پر بلعم کی تمام کرامات و برکات جو خدا نے اسکو دی تھیں سلب ہو گئیں۔

بنی اسرائیل کو سنایا جاتا ہے کہ جو مقبول الٰہی کا

Marfat.com

مقابلہ کرتا ہے اسکا یہ انجام ہوتا ہے (نف)۔
بنی اسرائیل میں ایک مستجاب الدعوات عالم کا نام تھا۔ اپنی خواہش نفس سے موسیٰ علیہ السلام پر بددعا کی تھی جس سبب سے موسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک بیابان میں سرگردان پھرتے رہے۔ آخر یوشع پیغمبر علیہ السلام کی دعا سے اسکا ایمان مسلوب ہوگیا۔ اور اسکے باپ کا نام باعور تھا (غ)۔

بلقیس شہر سبا کی ملکہ کا نام ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر ان کے ساتھ بیاہی گئی تھی۔ اسکا قصہ قرآن مجید کی سورہ نمل میں مذکور ہے۔ دیکھو (سلیمان)۔

بلقینی فقہ کا زبردست عالم ہوا ہے جو آٹھویں صدی ہجری میں پیدا ہوئے۔ امام ابن جعفر عسقلانی نے آپ سے علم حاصل کیا۔ (کن)۔

بلوغ جوان ہونا۔ جوانی کو پہنچنا۔ حد بلوغ میں علمائے اہلسنت کو اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک حد بلوغ احتلام ہونا اور حاملہ کرنے پر انزال ہونا ہے۔ اور جب یہ علامتیں لڑکے میں نہ پائی جائیں تو اٹھارہ برس پورے ہونے پر بالغ سمجھا جائیگا۔ اور سترہ برس بھی منقول ہے۔ اور لڑکی کا بلوغ حیض آنا اور احتلام ہونا۔ اور حاملہ ہونا ہے۔ ورنہ سترہ برس پورے ہونے پر بالغہ شمار ہوتی ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حد نہیں ہے اصحاب امام مالک لڑکی کے بارہ میں سترہ برس یا اٹھارہ برس بلوغ کی حد بتاتے ہیں۔ اور ایک روایت ابن وہب میں پندرہ برس ہے۔ اور بمذہب امام شافعیؒ و امام احمد حنبلؒ دو روایتوں کے اظہر روایت یہ ہے کہ لڑکی کے حق میں پندرہ برس ہیں یا منی کا نکلنا یا حیض کا آنا۔ یا حاملہ ہونا ہے۔ رہی یہ بات کہ نبات عانہ یعنے موئے زہار کا نکلنا مقتضی حکم بلوغ کو ہے یا نہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نہیں ہے۔ اور امام مالکؒ و احمدؒ فرماتے ہیں کہ ہاں مقتضی حکم بلوغ کا ہے اور راجح مذہب امام شافعی سے یہ ہے کہ اسکی وجہ سے حکم بلوغ کافر کے حق میں کیا جائیگا نہ کہ مسلم کے حق میں (رحمۃ)۔

بلوغ المرام من احادیث الاحکام حدیث میں شیخ شہاب الدین احمد بن علی عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی تصنیف ہے (کش)۔

بنو اسرائیل (۱) اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا نام ہے۔ اور سُریانی زبان میں اسکے معنے خدا کا برگزیدہ اور خدا کا بندہ ہے۔ اس لفظ کا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے یَا بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ (س۔ بقرہ۔ ع ۵) اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو جو مینے تم پر انعام کیا۔ اور یہی عبارت سورۃ بقرہ کے پندرھویں رکوع میں بھی آئی ہے۔

(۲) قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جو اسطرح شروع ہوتی ہے:۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔

بنو امیہ اُمیہ ایک شخص بنی عبد مناف سے تھا۔ جسکی نسل بنو امیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ لوگ حضرت امام حسنؓ کے بعد خلافت کے مالک بنگئے تھے۔ اور پھر ان میں سے متواتر پندرہ شخصوں نے حکومت کی ہے اور انکی سلطنت مصر۔ حجاز۔ ہند۔ چین خراسان افریقہ۔ اندلس وغیرہ بلاد اسلام میں رہی۔ انکا پایۂ تخت دمشق تھا۔ ان کی سلطنت "الدولۃ الاموية" کہلاتی ہے۔

(۱) ان میں سے پہلا خلیفہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان اموی ہے۔ ۴۱ھ میں تخت نشینی کا منصب پایا۔ اور اس سے بیس برس بعد انتقال ہوا۔

Marfat.com

(۲) یزید بن معاویہ سنہ ۶۰ھ/۶۸۰ء میں تخت نشین ہوا۔ اور تین برس بعد انتقال کر گیا۔

(۳) معاویہ بن یزید سنہ ۶۴ھ/۶۸۳ء میں تخت نشین ہوئے اور ۹۰ دن کے بعد خلافت سے اٹھا دئے گئے۔

(۴) عبداللہ بن زبیر ملک حجاز و عراق میں سنہ ۶۴ھ میں خلیفہ مقرر ہوئے۔ اور اس سے نو برس بعد مقتول ہوئے۔

(۵) مروان بن حکم۔ مروانیوں کا پہلا خلیفہ ہے انکی حکومت شام و مصر پر سنہ ۶۴ھ/۶۸۳ء میں تھی فقط آٹھ مہینے بعد اپنے ہی قرابنداروں کے ہاتھ سے دھوکے میں مارے گئے۔

(۶) عبدالملک بن مروان سنہ ۶۵ھ/۶۸۵ء میں تخت نشین ہوئے۔ مگر ان کی خلافت اسوقت تسلیم ہوئی جب ابن زبیر مارے گئے۔ تیرہ برس بعد خلافت کے انتقال کیا۔

(۷) ولید بن عبدالملک سنہ ۸۶ھ/۷۰۵ء میں خلیفہ ہوئے اور ۹ برس بعد وفات پائی۔

(۸) سلیمان بن عبدالملک (ولید مذکور الصدر کا بھائی) سنہ ۹۶ھ/۷۱۴ء میں متولی خلافت ہوئے اور ۲ برس ۸ مہینے بعد فوت ہوئے۔

(۹) عمر بن عبدالعزیز سنہ ۹۹ھ/۷۱۷ء میں متولی خلافت ہوئے ۲ برس ۳ مہینے بعد مارے گئے۔

(۱۰) یزید بن عبدالملک سنہ ۱۰۱ھ/۷۱۹ء میں متولی خلافت ہوئے۔ اپنی خلافت سے ۴ برس بعد انتقال کیا۔

(۱۱) ہشام سنہ ۱۰۵ھ/۷۲۳ء میں خلیفہ ہوئے۔ اور رصافہ میں ۲۰ برس خلافت کرکے انتقال کیا۔

(۱۲) ولید بن یزید بن عبدالملک۔ سنہ ۱۲۵ھ/۷۴۲ء میں خلیفہ ہوئے اور ایک سال بعد مقتول ہوئے۔

(۱۳) ولید مذکور الصدر کا بیٹا یزید سنہ ۱۲۶ھ/۷۴۴ء میں خلیفہ ہوا اور مرض طاعون میں مبتلا ہو کر پانچ مہینے چند دن بعد انتقال کیا۔

(۱۴) یزید کے بعد انکے بھائی ابراہیم سنہ ۱۲۶ھ/۷۴۴ء میں خلیفہ ہوئے۔ اور ۴ مہینے بعد خلافت سے اٹھا دئے گئے

(۱۵) مروان۔ محمد بن مروان آخری خلیفہ بنی امیہ سنہ ۱۲۷ھ/۷۴۴ء میں خلیفہ ہوئے ۵ برس کے بعد قریہ بوصیر میں قتل ہوئے۔ انہیں سفاح نے جو سلطنت بنی عباس کا پہلا خلیفہ ہوا ہے قتل کروایا تھا۔ (رضا)۔

بنو قریظہ یہودیوں کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ جو مدینے سے باہر چند میل کے فاصلے پر ایک گڑھی میں آباد تھے۔ انہوں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے عہد و پیمان کیا تھا کہ ہم آپ کے مخالفوں کو مدد نہ دیں گے۔ بلکہ بشرائط معاہدہ کے موافق مسلمانوں کی مدد کرینگے۔ مگر جب غزوۂ خندق یا احزاب پیش آیا تو انہوں نے اپنے ہم جنس بنی نضیر یہودیوں کی رعایت سے عہد توڑ ڈالا۔ بنو قریظہ اگرچہ بدر کی لڑائی کے موقع پر بھی بدعہدی کر چکے تھے اور دشمنوں کو ہتھیار دینے سے انکی در پردہ مدد کی تھی مگر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف کر دیا اور دوبارہ عہد لے لیا تھا لیکن معرکہ خندق کے موقع پر جو مسلمانوں کے لئے نہایت نازک وقت تھا انکی دغابازی اور عہد شکنی اس قسم کی نہ تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم درگذر کر جاتے الغرض۔ معرکہ خندق میں جونہی ابوسفیان محاصرہ اٹھا کر چلے گئے کو گیا آنحضرتؐ نے بنو قریظہ کی گڑھی کا محاصرہ کر لیا۔ جو پچیس روز تک جاری رہا۔ اس اثنا میں بنو قریظہ نے اپنے سردار کعب بن اسد سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ اس نے کہا تین کاموں میں سے ایک کام اختیار کر لو۔ یا ہم سب ملکر اسلام قبول کریں۔ یا اپنے ہاتھوں سے اپنی عورتوں اور اپنے بچوں کو قتل کرکے محمدؐ سے لڑکر مر جائیں۔ یا آج ہی سبت کا روز ہے اور اسوجہ سے مسلمانوں کو ہم سے حملہ کرنے کی توقع

نہیں ہے ان پر حملہ کر دیں۔ لیکن بنو قریظہ نے ان تینوں باتوں میں سے کسی بات کو پسند نہ کیا اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو صلح کا پیغام بھیجا۔ آنحضرت کیطرف سے بجز اسکے اور کوئی جواب نہ ملا کہ بغیر کسی شرط کے اپنے تئیں سپرد کر دیں۔ پھر آنحضرت جو چاہیں گے انکی نسبت حکم دیں گے۔ اس پر انہوں نے درخواست کی کہ تھوڑی دیر کیلئے ابولبابہ کو ہمارے پاس بھیج دیجئے (ابولبابہ ان لوگوں میں سے تھے جنکا بنو قریظہ سے محالفہ و معاہدہ تھا) پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ابولبابہ گئے۔ تو انہوں نے پوچھا کہ ہم پیغمبر صاحب کے حکم پر اپنے تئیں سپرد کر دینا قبول کر لیں یا نہیں۔ ابولبابہ نے جواب دیا کہ ہاں کر لو۔ مگر ساتھ ہی اپنی گردن پر ہاتھ پھیرا جسکا یہ مطلب تھا کہ سب قتل کئے جاؤ گے۔ اس پر بنی قریظہ بالکل ہتے سے اکھڑ گئے۔ اب بنی اوس جو انصار کا ایک مشہور قبیلہ تھا۔ اور بنو قریظہ کا حلیف بھی تھا درمیان میں پڑا۔ آنحضرت نے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تمہاری قوم میں ایک شخص یعنے سعد بن معاذ بنو قریظہ کے باب میں جو حکم دیدے وہ منظور کیا جائے۔ بنی اوس اور بنی قریظہ دونوں اسپر راضی ہو گئے۔ اور بنی قریظہ نے اپنے تئیں سپرد کر دیا۔ سعد بن معاذ بلائے گئے تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے اور انکی عورتیں اور بچے قید کر لئے جائیں اور انکا مال مجاہدوں کو تقسیم کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (حق)۔

بنون ابن کی جمع ہے۔ بیٹے۔ اولاد و نسل عرب میں طریقہ ہے کہ ہر قبیلہ یا خاندان کو اسکے مورث اعلیٰ کے نام کے ساتھ مضاف کر کے ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً بنو ہاشم۔ یعنے ہاشم کی اولاد۔ بنو در اصل بنون تھا۔ نحوی قاعدہ سے نون حذف ہو گیا اور بنو رہ گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ابن کی اضافت کے ساتھ مشہور ترین خاندان یہ تھے۔

(۱) بنو قریش۔ عرب کا نامور قبیلہ اور بہت سے خاندانوں کا مجموعہ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خاندان بھی اسی سے تھا۔

(۲) بنو ہاشم۔ آنحضرتؐ کا خاندان۔

(۳) بنو نجار۔ مدینہ کا ایک خاندان۔ عبد المطلب کے ننہال۔

(۴) بنو قریظہ۔ مدینہ کے یہودیوں کا ایک خاندان جو غزوۂ خندق میں بجرم عہد شکنی قتل کیا گیا۔

(۵) بنو نضیر۔ مدینہ کے یہودیوں کا ایک خاندان جو بجرم بغاوت جلا وطن کیا گیا۔

(۶) بنو خزاعہ۔ مسلمانوں کا حلیف خاندان جسکے انتقام کے لئے قریش پر چڑھائی کی گئی۔ اور مکہ معظمہ فتح ہوا۔

(۷) بنو بکر۔ قریش کا حلیف خاندان۔ جس نے قریش کی مدد سے بنو خزاعہ پر ظلم کیا اور سزا پائی۔

(۸) بنو عامر۔ نجد کا ایک خاندان۔ جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چالیس عابد و زاہد صحابیوں کو دھوکا سے قتل کیا تھا۔

(۹) بنو اسد (۱۰) بنو فزارہ (۱۱) بنو لحیان (۱۲) بنو تمیم وغیرہ۔

بنی نضیر یہودیوں کے ایک قبیلہ کا نام ہے اس کے لئے دیکھو (نضیر) (ف)۔

بن یامین بن یامین صحیح ہے۔ اور جو لوگ ابن یامین استعمال کرتے ہیں وہ غلط ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے سب سے چھوٹے بیٹے اور یوسف علیہ السلام کے حقیقی بھائی کا نام ہے۔ قرآن مجید میں صاف نام تو نہیں آیا مگر انکا ذکر اس

Marfat.com

مقام پر آیا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام بھائیوں کی
بدسلوکی سے مصر میں پہنچے اور مدتوں کی مصائب
اور قید کی سختیاں جھیلنے کے بعد اپنی خداداد قابلیت
کی بدولت دربار مصر میں نام پیدا کیا اور شاہ مصر
کے حکم سے خزائن ملکی کے افسر اعلیٰ مقرر ہوئے۔
اُسوقت حضرت یوسفؑ کے وطن یعنے کنعان
میں قحط پڑا تھا۔ اور انکے بھائی غلہ خریدنے کے لئے
مصر میں آئے۔ چنانچہ انکا قصہ جو سورۃ یوسف کے
آخری چند رکوعوں میں ہے اسکو مختصر طور پر ذیل
میں درج کیا جاتا ہے۔

چونکہ کنعان میں قحط پڑا تھا اسلئے یوسف علیہ السلام
کے بھائی مصر میں غلہ خریدنے گئے۔ وہاں سے جب
لوٹنے لگے تو یوسف علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ
اب کے اگر آؤ تو اپنے چھوٹے بھائی بن یامین کو بھی
لیتے آنا۔ اُنھوں نے کہا دوبارہ آتے وقت اپنے
والد سے اسکو ساتھ لانے کی اجازت مانگیں گے۔
غرضکہ جب وطن پہونچکر اپنے والد حضرت یعقوب
علیہ السلام سے بن یامین کو اپنے ساتھ مصر لیجانے کی
اجازت چاہی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے
کہا۔ بن یامین کو تمہارے ساتھ اُسوقت تک میں
نہیں کرونگا جبتک کہ تم خدا کی قسم کھا کر مجھکو پکا قول
نہ دوگے کہ تم اُسکو ضرور میرے پاس لا حاضر کروگے۔

الغرض جب باپ کی اجازت سے بن یامین
کو لیکر دوبارہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس
گئے تو یوسفؑ نے اپنے ماں جائے بھائی بن یامین کو
اپنے پاس بٹھالیا اور چپکے سے اُس سے کہا کہ میں
تمہارا بھائی یوسف ہوں۔ پھر جب یوسف علیہ السلام
نے بھائیوں کو انکا سامان غلہ بہم پہنچا دیا تو اپنے
بھائی بن یامین کی بوری میں اپنا پانی پینے کا کٹورہ
رکھوا دیا۔ پھر انکے ایماء سے ایک پکارنے والے نے
پکارا کہ قافلے والو! ہو نہو تمہیں میں سے کوئی چور ہے
ان لوگوں نے پکارنے والے سے کہا کہ کیوں جی
تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے۔ اُنھوں نے کہا بادشاہی
پیالہ ہاتھ نہیں لگتا جو شخص اسکو لا حاضر کریگا اسکو بار شتر
غلہ کا انعام میں ملیگا۔ یہ سنکر یہ لوگ کہنے لگے کہ بخدا
ہم تمہارے ملک میں فساد کرنیکے لئے نہیں آئے ہیں
اور نہ چوری ہمارا شیوہ ہے۔ کٹورے کے ڈھونڈنے
والے بولے کہ تم اگر جھوٹے نکلے تو چور کی کیا سزا۔ اُنھوں
نے کہا کہ چور کی سزا یہ کہ جسکی بوری میں کٹورا نکلے وہ آپ
اپنی سزا ہے۔ یعنے بادشاہ کا غلام بنجائے۔ کیونکہ ہم اپنے
یہاں چوروں اور ظالموں کو یہی سزا دیتے ہیں۔ آخرکار
یوسف نے اپنے بھائی بن یامین کی خرجین سے پہلے
دوسرے بھائیوں کی خرجینوں کی تلاشی لوانی شروع
کی۔ پھر سب کے بعد اپنے بھائی بن یامین کی خرجین سے
کٹورا نکلوایا۔ بھائیوں نے کہا کہ اگر اس نے چوری کی
ہے تو کوئی تعجب نہیں اسلئے کہ اس سے پہلے اس کا
حقیقی بھائی یوسفؑ بھی چوری کر چکا ہے۔ بھائیوں نے
پھر کہا۔ اے عزیز مصر! اس بن یامین کے والد بہت
بوڑھے آدمی ہیں اور انکو اس سے نہایت درجے
کی محبت ہے۔ اسلئے اسکے بدلے ہم میں سے کسیکو
رکھ لیجئے۔ یوسف نے کہا کہ اللہ پناہ دے کہ اسکو چھوڑکر
جس نے چوری کی ہے دوسرے کسیکو پکڑ رکھیں۔ ایسا
کریں تو ہم ظالم ٹھہرے۔ پھر ناامید ہو کر بڑے نے
چھوٹے بھائیوں سے کہا کہ چونکہ ہم قول اقرار کر چکے
ہیں اسلئے میں تو واپس نہیں جاتا۔ تاوقتیکہ خدا کوئی
صورت نہ نکالے۔ پھر باقی بھائیوں نے وطن میں پہنچکر
یعقوب علیہ السلام سے سارا ماجرا کھولکر بیان کردیا
یہ سنکر یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ بن یامین نے تو
چوری نہیں کی بلکہ یہ بات تم اپنے دل سے بنا کر لائے ہو
تو خیر۔ صبر و شکر ہے۔ مجھکو تو امید ہے کہ اللہ میرے

Marfat.com

سب لڑکوں کو میرے پاس لاسو جو کریگا۔ کیونکہ وہ ساری حقیقت سے واقف اور حکمت والا ہے۔

بوصیری ابو عبداللہ محمد بن زید بوصیری۔ لقب شرف الدین مصنف قصیدہ بردہ و قصیدہ ہمزیہ۔ ۶۸۱ھ یا ۶۹۶ھ ہجری میں وفات پائی۔ (کن)۔

بول امام شافعی کے نزدیک بول اور لید مطلقاً ناپاک ہیں۔ مگر امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے انکا پیشاب اور لید پاک ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ان جانوروں کی بھیٹ جو حلال ہیں پاک ہے۔ اور اسکے سوا نجس ہے۔ لیکن نخعی کہتے ہیں کہ تمام چارپایوں کے بول پاک ہیں۔

بہتان تہمت۔ افترا۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيْئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ (س۔ نساء ع ۱۹) اور جو شخص کسی خطا یا گناہ کا مرتکب ہو۔ پھر وہ اپنے قصور کو کسی بیگناہ پر تھوپ دے تو اس نے بہتان اور گناہ صریح (کا بوجھ اپنی گردن پر) لادا۔

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ (س۔ نور۔ ع ۲)۔ اور جب تمنے ایسی (نالائق) بات سنی تھی (سننے کے ساتھ) کیوں نہیں بول اٹھے کہ ہمکو ایسی بات منہ سے نکالنی زیبا نہیں حاشا وکلا یہ تو بڑا (بھاری) بہتان ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ تا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ (س۔ احزاب ع) جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو (کسی طرح کی) ایذا دیتے ہیں انپر دنیا اور آخرت (دونوں) میں خدا کی پھٹکار ہے اور خدا نے انکے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بے اسکے کہ انہوں نے قصور کیا ہو (ناحق کی تہمت لگاکر) ایذا دیتے ہیں تو وہ (جھوٹ) طوفان اور صریح گناہ کا بوجھ (اپنی گردن پر) لیتے ہیں۔

بہشت دیکھو (جنت)۔

بیان کسی چیز کو ظاہر کرنا۔ واضح کرنا۔ فصیح کلام کرنا قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ (س۔ رحمن۔ ع) (جنوں اور آدمیوں پر خدائے) رحمن (کے جہاں اور بیشمار احسانات ہیں ازانجملہ یہ کہ اسی) نے قرآن پڑھایا اسی نے انسان کو پیدا کیا۔ بولنا سکھایا۔

مشکوٰۃ میں ایک باب بنام بَابُ الْبَيَانِ وَالشِّعْرِ ہے جس میں یہ حدیث موجود ہے کہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ مشرق کی جانب سے دو آدمی آئے انہوں نے آپسمیں نہایت عمدہ باتیں کیں۔ انکی فصاحت و بلاغت سے لوگوں کو بڑا تعجب ہوا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض کلام جادو ہوتا ہے۔

فصاحت و بلاغت اعلیٰ درجہ کا وصف ہے اور یہی ایک وصف ہے جسکے لحاظ سے قرآن مجید کا مقابلہ دنیا کی کوئی قوم نہیں کرسکی اور نہ آئندہ کرسکے گی۔ اسی خوشگوار وصف نے کفار کے دانت کھٹے کردئے اور انہوں نے قرآن کے مضامین کے مقابلہ کرنے میں ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا مگر آخر ساری شیخی کرکری ہوگئی۔ اسی ایک وصف کے باعث سحبان بن وائل کے سرنا موری کا سہرہ بندھا ہوا ہے۔ عربی میں علم بیان کے متعلق کئی کتابیں موجود ہیں۔

Marfat.com

بیان لغت میں ظاہر کو کہتے ہیں۔ اور علم اصول فقہ کی اصطلاح میں بیان مقصود کے ظاہر کرنے کا نام ہے اور کبھی اس چیز پر بیان کا اطلاق کرتے ہیں جس سے مقصود ظاہر کیا جائے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اسی قسم میں مستعمل ہے۔ اور بیان دو طور پر ہوتا ہے ایک قول کے ساتھ دوسرا فعل کے ساتھ۔

بیت المقدس خانہ پاکیزگی (ص۔ف) میں اس دل کو کہتے ہیں جس میں خاص نور الٰہی کا جلوہ ہو۔ اور وہ غیر کے شائبہ سے پاک ہو۔

بیت المقدس یہودی و عیسائی وغیرہ پہلی امتوں کے قبلہ کا نام ہے۔ جو شہر یروشلم واقعہ فلسطین میں ہے اسکو مسجد اقصٰی بھی کہتے ہیں۔ دیکھو (مسجد اقصٰے)۔

(ص۔ف) میں وہ دل مراد ہے جو غیر حق کے خیال اور تصور سے پاک ہو۔ (ک)۔

پہلے کچھ زمانہ مسلمانوں کا قبلہ بھی بیت المقدس تھا لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تمنا کے مطابق پھر ہمارا قبلہ کعبہ بنگیا۔ قرآن مجید کے دوسرے پارہ سیقول السفہاء میں اسکا ذکر ہے۔

بیٹی پوتی عہد جاہلیت میں عورتوں کے حقوق کی عموماً اور بیٹیوں کے حقوق کی خصوصاً کچھ پرواہ نہ کیجاتی تھی بلکہ بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالتے تھے جیتی رہنے دیتے تو ان کو ایک نکمے مال کی طرح رکھتے۔

شریعت نے لڑکیوں کے حقوق کی پوری حفاظت کی ہے۔ قرآن مجید میں حکم آیا ہے کہ اولاد کا جان سے مار ڈالنا بڑا بھاری گناہ ہے۔ (سورۃ بنی اسرائیل ع)

قیامت کے دن زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جائیگا کہ کس قصور کے بدلے میں ماری گئی (س۔ تکویر۔ پارہ ۳۰)

مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائیں (س بقرہ ع)

اور یہ منکر (فرشتوں کو) خدا کی بیٹیاں ٹھہراتے ہیں سبحان اللہ (خدا کے لئے بیٹیاں ہوں) اور ان کے لئے جس مانے (بیٹے) اور جب ان میں سے کسیکو بیٹی کے (پیدا ہونے) کی خوشخبری دی جائے تو (مارے رنج کے) اسکا منہ کالا پڑ جائے اور (زہر کے سے گھونٹ) پی کر رہ جائے۔ (س۔ نحل ع)

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص تین لڑکیوں یا تین بہنوں کے خرچ پات اور انکی ضروریات کا متکفل ہوگا اور پھر انہیں ادب دے گا ان پر مہربانی کریگا۔ یہانتک کہ خدا انہیں بے نیاز کردے تو خدا اسکے لئے جنت واجب کردیگا۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اور دو لڑکیوں اور دو بہنوں کے ساتھ ایسا کرنے والا۔ فرمایا اسکا بھی یہی حکم ہے۔ حتٰی کہ اگر لوگ ایک لڑکی یا ایک بہن کا حال دریافت کرتے تو آپ ضرور فرماتے کہ ایک کے ساتھ سلوک کرنیوالے کا بھی یہی حال ہے (شرح السنہ)

اور فرمایا جسکے ہاں بیٹی ہو۔ اور اس نے نہ تو اسے زندہ درگور کیا۔ نہ ذلت کی حالت میں رکھا۔ نہ اولاد ذکور کو اس پر ترجیح دی۔ خدا تعالٰے اسے جنت میں داخل کریگا۔ (ابو)۔

شریعت نے میراث میں بھی لڑکیوں کو خاص حصہ دینے کا حکم فرمایا ہے۔ سورۃ نساء کے رکوع ۲ میں حکم ہے يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ تا وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ط یعنی مسلمانو! تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تمسے کہے رکھتا ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ (دیا کرو) پھر اگر لڑکیاں دو یا دو سے بڑھکر ہوں تو ترکہ میں انکا (حصہ) دو تہائی اور اگر اکیلی ہو تو اسکو آدھا۔

ذوی الفروض عورتوں میں سے (یعنے جنکا مقرر حصہ قرآن مجید میں آیا ہے) دوسرے درجے پر بیٹی کی

Marfat.com

بیٹی ہے اور اسکی تین حالتیں ہیں۔ ایک حالت میں ترکہ کا نصف لے گی۔ اگر صرف ایک ہے۔ دوسری حالت میں دو یا دو سے زیادہ ہیں تو سب دو تہائی کی بالمساوات مالک ہیں۔ تیسری حالت میں عصبہ ہو جاتی ہیں جبکہ میت کی بیٹیاں اسکے بیٹے کے ساتھ جمع ہوں۔ اس صورت میں بیٹا دو بیٹیوں کے برابر حصہ لیکر الگ ہوجائیگا اور باقی بیٹیوں میں تقسیم ہوگا۔ میت کی پوتیاں صلبی بیٹیوں کی مانند ہیں اور انکا علیحدہ ذکر قرآن میں اسلئے نہیں ہوا کہ بیٹیوں میں پوتیاں بھی داخل ہیں۔ تو پوتیوں کی چھ حالتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ایک ہے تو نصف کی مستحق ہوگی۔ دوسری یہ کہ دو یا اس سے زیادہ ہیں تو دو تہائی بشرطیکہ میت کی کوئی صلبی بیٹی موجود نہ ہو۔ تیسری حالت میں میت کی پوتی کو چھٹا حصہ ملتا ہے جبکہ میت کی ایک صلبی بیٹی موجود ہو۔ چوتھے میت کی دو صلبی بیٹیاں موجود ہوں تو پوتیاں ساقط الارث ہوں گی۔ ہاں ان کے درجے میں یا ان سے نیچے کے درجے میں کوئی مرد ہو تو اسکی وجہ سے عصبہ ہو جائینگی۔ اور باقی ترکہ میت میں للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدے سے تقسیم ہوگا۔ یہ پوتیوں کی پانچویں حالت ہوئی۔ چھٹی حالت یہ ہے کہ میت کے بیٹا موجود ہو تو پوتیوں کو کچھ نہیں ملیگا (الحق)۔

بیت الحکمۃ حکمت کا گھر۔ دانائی کا گھر۔ خانہ دانش (ص۔ ف) میں وہ دل جسپر اخلاص غالب ہو۔ (ک)۔

بیت الحمد تعریف کا گھر۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی بچہ مرجاتا ہے تو اللہ تعالے فرشتوں سے کہتا ہے کہ تمنے میرے بندے کے بچے کا روح قبض کرلیا۔ وہ عرض کرتے ہیں۔ ہاں۔ پھر اللہ تعالے فرماتا ہے۔ تمنے میرے بندے کے ثمرہ دل کا روح قبض کرلیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں ہاں۔ پھر اللہ تعالے فرماتا ہے کہ میرا بندہ کیا کہتا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ تیری تعریف کرتا تھا۔ اور انا للہ الخ پڑھتا تھا۔ اللہ تعالے نے فرماتا ہے کہ میرے بندے کیلئے جنت میں ایک گھر بنا کر اسکا نام بیت الحمد رکھو۔ (مش)

بیت اللہ اللہ کا گھر۔ خانہ کعبہ۔ یہ وہ پاک اور متبرک گھر ہے جسکے گرد حج وغیرہ عبادات میں طواف کیا جاتا ہے۔ مکہ شریف کی مسجد الحرام کے عین بیچ میں واقع ہے جو اس شکل میں بنا ہوا ہے۔ مشرقی دیوار میں بائیں کونے کیطرف مائل ایک دروازہ ہے جس میں چند زینے طے کرکے داخل ہو سکتے ہیں۔ کعبے کی چھت تین ستونوں پر قائم ہے۔ خانہ کعبہ کو پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ پھر اسکے بعد کئی بار گرا۔ اور پھر بنایا گیا۔

خانہ کعبہ کی شمالی دیوار سے ذرا ہٹ کر ایک اور دیوار دائرہ کی شکل میں کمر تک اونچی واقع ہے۔ اس دیوار کا نام حطیم ہے۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو تعمیر کیا تھا تو یہ دیوار اس میں شامل تھی۔ پھر جب کسی زمانہ میں اسکی دوبارہ تعمیر ہوئی تو لکڑی پتھر وغیرہ سامان کی کمی کے باعث اس دائرہ نما دیوار کو چھوڑ کر کعبہ کو چورس اور چھوٹا بنایا گیا۔ اور اس دیوار کا نشان باقی رہنے دیا گیا۔

حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ انہوں نے مدینے کی ہجرت کے بعد نذر مانی کہ اگر مکہ شریف آنحضرت کے ہاتھ پر فتح ہوگا تو میں کعبہ میں دو نفل پڑھوں گی۔ پھر جب مکہ فتح ہوگیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکا ہاتھ پکڑ کر ان کو حطیم میں لا کھڑا کیا۔ اور فرمایا پڑھ اسجگہ کیونکہ حطیم خانہ کعبہ میں داخل ہے۔ اور تیری قوم نے جب انکو تعمیر کے لئے کافی سامان نہ ملا اسکو خانہ کعبہ سے جدا کردیا تھا۔ تو اگر جاہلیت کا زمانہ قریب نہ ہوتا میں کعبہ کی بنا کو توڑتا اور اسکو اسطرح تعمیر کرتا جسطرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا۔ حطیم کو خانہ کعبہ میں

Marfat.com

داخل کرتا۔ چوکھٹ کو زمین سے ملا دیتا۔ اور اسکے دو دروازے بنا دیتا۔ ایک شرقی دوسرا غربی۔ اور اگر میں جیتا رہا تو اگلے سال تک ایسا ہی کرونگا (تر۔ ابو مس)۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر نے وفا کی خلفائے راشدین کو اسکی مہلت نہ ملی۔ یہاں تک کہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کا زمانہ آیا۔ اور انہوں نے حضرت عائشہؓ سے یہ حدیث سنی تھی اسلیئے انہوں نے اسکے مطابق اسکی تعمیر کی حطیم کو کعبہ کی عمارت میں ملا دیا مگر جب ظالم حجاج بن یوسف نے ان کو شہید کر کے اس پر قبضہ کر لیا تو اسکو یہ بات ناگوار گذری کہ عبداللہ بن زبیرؓ کی تجویز کردہ تعمیر بحال رہے اسلیئے اس نے پھر کعبہ کو گرا کر پہلی صورت پر بنا دیا۔ اور حطیم کو جدا کر دیا۔ غرض کہ حطیم خانہ کعبہ میں داخل ہے۔

کعبہ کی عمارت پر اوپر سے نیچے تک ایک قیمتی سیاہ غلاف چڑھا رہتا ہے جسکے وسط سے ذرا اوپر ایک زرین خوبصورت پٹی جو پردہ پر کاڑھی ہوئی ہے کعبہ کی چار دیواری کو طے کر کے آن ملی ہے۔ کعبہ کو غلاف پہنانے کا رواج ایام جاہلیت سے چلا آیا ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو جائز رکھا ہے۔ اور آجتک خلفائے اسلام کیطرف سے اسکا اہتمام چلا آتا ہے۔ اب بھی اس غلاف پر حکومت مصر اور حکومت شام کیطرف سے ہزاروں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ دیکھو لفظ (محمل)۔

بیت المدراس میم کے کسرہ سے۔ تعلیم گاہ۔ درسگاہ۔ احادیث میں یہ لفظ یہودیوں کی درسگاہ کے لئے آیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ اس اثنا میں کہ ہم مسجد میں تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا چلو طرف یہود کی۔ پس ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ حتیٰ کہ ہم بیت المدراس کے پاس آئے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا اے گروہ یہود! مسلمان ہو جاؤ۔ تاکہ سلامت رہو۔ الخ (مش)۔

بیت المال مال کا گھر۔ شرعی اصطلاح میں سلطنت کے خزانہ خاص کو کہتے ہیں جسکو امیر المومنین اپنی ذاتی مرضی یا منشا پر خرچ نہیں کر سکتا۔ عام رعایا کی اصلاح و بہبودی میں صرف کر سکتا ہے۔ اسکی آمدنی کے ذرائع حسب ذیل ہوتے ہیں:۔

(۱) مال زکوٰۃ۔ جو سرکاری طور پر مالداروں سے وصول کیا جاتا ہے۔

(۲) خمس غنائم۔ جنگی لوٹ کے مال کا پانچواں حصہ۔

(۳) معادن اور دفائن۔

(۴) لاوارث مال۔

(۵) جزیہ۔ یعنی وہ ٹیکس جو غیر مسلم رعایا پر لگایا جاتا ہے۔

بیت المعمور آباد گھر۔ اس سے مراد خانہ کعبہ اور دیگر معابد ہیں جو عابدین سے آباد ہیں۔ دنیا کے ہوں یا آسمانوں کے ہوں۔ اسی لئے احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ کعبہ کے محاذی ساتویں آسمان پر ملائکہ کا ایک عبادت خانہ ہے۔ جہاں ہزاروں ملائکہ طواف کرتے ہیں۔ اسکو بھی بیت المعمور کہتے ہیں (لغ)

بئر کنواں۔ کنوئیں کا حق شرعی امام صاحب کے نزدیک چالیس گز زمین ہے۔ جو اسکے گرداگرد ہو۔ یعنی چاروں طرف۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ کنواں اونٹ بکریوں وغیرہ کے پانی پینے کے لئے ہو لیکن اگر کنوئیں سے کھیت سینچنے کے لئے اونٹوں یا بیلوں سے پانی نکالا جاتا ہے تو اسکا حق شرعی ساٹھ گز زمین میں ہوگا۔ اگر کوئی شخص اس کنوئیں کی حد میں اور کنواں کھودنے کا ارادہ کرے تو وہ روکا جائیگا۔

اگر کنواں جنگل میں ہے تو اسکا مالک بقدر ضرورت

Marfat.com

پانی کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ اور حاجت سے زائد پانی اور لوگوں کو دیدے۔ اور اگر کنواں کسی دیوار کے اندر ہے یعنی کسی احاطہ میں ہے تو فاضل پانی دینا اسپر لازم نہیں۔ مالک کنوئیں کو لازم ہے کہ فاضل پانی آدمیو اور چوپاؤں کو بلاعوض دیدے۔ لیکن زراعت کرنیوالیکو بلاعوض دینا لازم نہیں۔ (رحمت)۔

بیر زمزم بئر کے معنے کنواں۔ بئر زمزم اس متبرک کنوئیں کا نام ہے جو مسجد الحرام کے اندر واقع ہے۔ دیکھو (زمزم)۔

بیر معونہ بیر کے معنے کنواں۔ اور بیر معونہ ایک مقام ہے جو نجد میں واقع ہے اسلامی تاریخ میں اس مقام کا نام اسوجہ سے یادگار چلا آتا ہے کہ یہاں کفار بنو عامر نے چالیس عابد و زاہد اور حافظ قرآن صحابیوں کی جماعت کو دغابازی سے شہید کیا تھا۔ جسکی تفصیل یہ ہے کہ بنو عامر کے سردار عامر بن طفیل کا چچا عامر ابن مالک جسکا دل غالباً اسلام کیطرف مائل ہو گیا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ آپ اپنے کچھ صحابی میرے ساتھ بھیجیں تاکہ وہ لوگوں کو وعظ سنائیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اہل نجد سے اندیشہ ہے۔ اس نے کہا میں ذمہ دار ہوں۔ آپ نے چالیس چیدہ چیدہ واعظ صحابی اسکے ساتھ کئے۔ جب یہ لوگ بیر معونہ کے پاس پہنچے تو عامر ابن طفیل یہ خبر پاکر ایک بڑی جماعت لیکر انپر حملہ آور ہوا۔ صحابہ نے پیٹھ نہ موڑی۔ تادم اخیر خوب داد شجاعت دی اور سب کے سب شہید ہوئے۔ عامر بن مالک جس نے صحابہ کی سلامتی کا ذمہ اٹھایا تھا اس واقعہ سے اسقدر ملول اور منفعل ہوا کہ چند روز میں گھل گھل کر مر گیا۔ (تاریخ)۔

بے شرع فارسی ترکیب کا لفظ ہے۔ خلاف شریعت قانون شرع سے آزاد۔ معنے ثانی میں یہ لفظ مجذوبوں اور مجنون لوگوں پر بولا جاتا ہے کیونکہ وہ شرعی احکام بجا لانے پر مکلف نہیں ہیں۔

بیضاوی نام ناصر الدین ابوالخیر عبداللہ تھا۔ عمر بن محمد کے بیٹے تھے۔ بیضا میں جو اعمال شیراز سے ایک گاؤں ہے پیدا ہوئے۔ فارس کے قاضی القضاۃ رہے ہیں۔ سبکی وغیرہ لکھتے ہیں کہ آپ نہایت زاہد متشخص تھے اصول فقہ۔ اور تفسیر میں اعلیٰ دسترس رکھتے تھے۔ ائمہ نے انکی تصانیف کی ثنا کی ہے۔ انکی تصانیف بہت ہیں جنمیں غایت فی الفقہ۔ شرح المصابیح۔ مناہج۔ طوالع اور مصباح فی الکلام مشہور ہیں اور سب سے مشہور انکی تفسیر قرآن ہے۔ جسکا نام انوار التنزیل ہے۔ ۶۸۵ھ میں فوت ہوئے۔ قبر انکی شیراز میں ہے۔

بیضہ انڈا۔ اگر کسی شخص نے انڈے خریدے اور جب توڑے تو گندے نکلے۔ اگر بالکل نکمے ہیں تو بائع کو واپس دے کر سب قیمت وصول کرلے۔ اور اگر بالکل نکمے نہیں تو واپس نہ کرے بلکہ انکے گندے ہونے سے جو نقصان ہوا ہے اتنی قیمت بائع سے وصول کرلے۔ امام شافعی رح دونوں صورتوں میں واپس دے کر پوری قیمت وصول کرنیکا حکم دیتے ہیں۔ (ہد)۔

بیع (۱) خرید و فروخت۔ سودا سلف۔ بیع کا لفظ لغات اضداد کی قسم سے ہے۔ لغات اضداد وہ لغت ہوتے ہیں جو دو ضدوں پر بولے جاتے ہیں۔ چنانچہ بیع کا لفظ خرید کے معنے میں بھی آتا ہے اور فروخت کے معنے میں بھی (کشاف اصطلاحات)۔

شرع کی اصطلاح میں بیع سے مراد یہ ہے کہ فریقین اپنی خوشی سے مال کا مبادلہ مال سے کریں (عالمگیری)

(۲) بیع کے رکن دو ہیں۔ ایک تو ایجاب و قبول۔ یعنے فریقین میں سے ایک کا سودے کی درخواست کرنا اور دوسرے کا اسکو منظور کرلینا۔ دوسرے

Marfat.com

تعاطی۔ یعنے ایک کا مال ادا کرنا اور دوسرے کا لے لینا۔

بیع کی چند شرائط ہیں (۱) فریقین ذی عقل اور نفع ونقصان کو سمجھ سکتے ہوں۔ یعنے ان میں سے کوئی مجنون یا بے شعور بچہ نہ ہو۔

(۲) بائع و مشتری کم از کم دو ہوں۔ ایک ہی نہ ہو۔ مگر بعض خاص صورتوں میں۔

(۳) قبول ایجاب کے خلاف نہ ہو اگر خلاف ہوا تو پھر از سر نو ایجاب ہونا چاہیئے۔

(۴) مبادلہ کی دونوں چیزوں میں مالیت ہو۔

(۵) جس چیز کا سودا ہو رہا ہو وہ موجود ہو معدوم نہ ہو۔

(۶) وہ چیز فی نفسہٖ مملوک نہ ہو۔

(۷) بائع کی ملک میں ہو۔

(۸) ایسا مال ہو جو شرعاً قابل قیمت اور سپردگی کے لائق ہو۔

(۹) فریقین ایک دوسرے کی بات سنتے ہوں۔

(۱۰) ایجاب و قبول دونوں ایک مجلس میں ہوں۔

(۱۱) فروختنی چیز اور اسکی قیمت معلوم ہو۔

(۱۲) فائدہ متوقع ہو۔ وغیرہ وغیرہ (عالمگیری)۔

۴۔ بیع کی اقسام مختلف اعتبارات سے بہت سی ہیں بیع یعنے فروختنی چیز کے لحاظ سے بیع کی چار قسمیں ہیں

(۱) مقایضہ۔ یعنے متاع کا مبادلہ متاع سے۔

(۲) بیع مطلق۔ یعنے متاع کا مبادلہ نقد سے۔

(۳) بیع صرف۔ یعنے نقد کا مبادلہ نقد سے۔

(۴) بیع سلم۔ یعنے ایسی چیز کی بیع نقدی سے جو آئندہ دی جائے۔

قیمت کے لحاظ سے بھی بیع کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) مساومہ جس میں پہلی قیمت کا کوئی لحاظ نہ ہو۔

(۲) مرابحہ۔ جس میں پہلی قیمت کچھ منافع کے ساتھ ملحوظ ہو۔

(۳) تولیہ جس میں پہلی قیمت پوری پوری بلااضافہ ملحوظ ہو۔

(۴) وضیعہ۔ جس میں پہلی قیمت بقدر سے تخفیف ملحوظ ہو۔

صحت و عدم صحت کے لحاظ سے بھی بیع کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) بیع صحیح۔ جو اصولاً اور وصفاً مشروع ہو اور خارجی موانع صحت سے بھی محفوظ ہو۔

(۲) بیع باطل۔ جو اصولاً مشروع نہ ہو یعنے مبادلہ کی دونوں چیزوں میں یا ایک میں نقص ہو۔ جیسے مردار یا شراب۔ یا حر کی بیع۔

(۳) بیع فاسد۔ جو اصولاً تو مشروع ہو مگر اپنے وصف کے لحاظ سے مشروع نہ ہو۔ یعنی اسکی شرائط و لوازم میں کوئی نقص ہو۔ مثلاً کسی ایسی شرط پر بیع کرنا جسکا عقد مقتضی نہ ہو۔ مگر فریقین میں سے ایک کا فائدہ ہو۔

(۴) بیع مکروہ۔ جو اصولاً و وصفاً دونوں طرح مشروع ہو مگر کوئی خارجی سبب اسکی کراہت کا پیدا ہو گیا ہو۔ مثلاً جمعہ کی اذان کے بعد بیع کرنا۔ (ک)۔

بیع کی بہت سی اقسام ایسی ہیں جو ایام جاہلیت میں مروج تھیں۔ مگر چونکہ بعض کی بنا صحیح اصول پر مبنی نہ تھی۔ اور بعض سے تنازعات برپا ہونے کا احتمال تھا۔ اسلئے شریعت نے ان میں سے بعض کو حرام اور بعض کو مکروہ قرار دیا۔ ان بیوع میں سے بعض یہ ہیں:۔

(۱) بیع الحصاۃ۔ کنکری کی بیع۔ وہ یوں ہے کہ مثلاً بائع کہے۔ ان کپڑوں میں سے جس پر میری یہ کنکری جا گرے وہ فروخت کرتا ہوں۔

(۲) بیع الملامسہ۔ اندھیرے میں کسی لپٹے ہوئے کپڑے کو ٹٹول کر خرید لینا اس شرط پر کہ پھر واپس نہ ہوگا۔

(۳) بیع منابذہ۔ بائع فروختنی چیز کو مشتری کیطرف پھینکدے اور سمجھا جائے کہ بیع ہوگئی۔

Marfat.com

(۴) بیع القاء الحجر۔ مشتری کسی چیز پر کنکر رکھدے۔ اور اسی سے بیع مکمل سمجھی جائے۔

(۵) بیع مزابنہ۔ ان کھجوروں کو جو ابھی درخت پر ہیں کٹی ہوئی کھجوروں کے عوض دینا۔

(۶) بیع محاقلہ۔ گندم جو ابھی خوشوں میں ہو نکلی ہوئی گندم کے عوض دینا۔

(۷) بیع الوفار (۸) بیع المعاملہ (۹) بیع اللجیہ۔ ان تینوں کی تعریف یہ ہے کہ قرضدار اپنے قرضخواہ کو کہے۔ یہ چیزیں اپنے قرض کے عوض فروخت کرتا ہوں بشرطیکہ جب میں قرض ادا کر دوں تو یہ چیز واپس لے لونگا۔ یہ بیع فاسد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ بیع فی الحقیقت رہن ہے بعض کہتے ہیں یہ بیع جائز ہے۔

(۱۰) بیع العینہ۔ اسکی تعریف میں اختلاف ہے بعض نے اسکی یہ تفسیر کی ہے کہ مثلاً کوئی محتاج کسی مالدار سے دس درم بطور قرض مانگے۔ مالدار کو سود لینے کا شوق ہو اور شرعاً سود کے حرام ہونیکے باعث وہ سود لے نہ سکے اسلئے قرض دینے سے انکار کر دے۔ اور ایک ایسا حیلہ کرے جس سے محتاج کی غرض بھی پوری ہو جائے اور خود زر سود کے برابر منافع بھی اس سے حاصل کرے۔ یعنے اسکو کہے کہ قرض تو میں نہیں دیسکتا ہاں یہ کپڑا میں تمکو ۱۲ درم کے عوض دیسکتا ہوں تم اسکو دس درم کے عوض فروخت کر کے اپنی غرض پوری کرلو۔ وہ شخص ایک تیسرے آدمی کے ہاتھ جسکو پہلے ہی پٹی پڑھا لی گئی ہو دس درم نقد پر وہ کپڑا فروخت کر دے۔ پھر وہ تیسرا آدمی خود مالدار کے ہاتھ دس درم نقد کے عوض وہ کپڑا فروخت کرے۔ بعض نے اور طرح تفسیر کی ہے۔ یہ بیع ناجائز ہے + بیع کے مفصل مسائل کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ قرآن میں ہے اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ یعنے خدا نے بیع (خرید وفروخت) کو جائز اور سود کو حرام کر دیا ہے۔

بیع الوفا ایک قسم کی بیع کا نام ہے۔ دیکھو (بیع) بعض کے نزدیک یہ بیع میں داخل ہے اور بعض رہن قرار دیتے ہیں۔ اور حقیقت میں تقوائے اور احتیاط کے خلاف ہے۔

بیمار کی نماز بیماری میں اگر کھڑا نہ ہوا جا سکے۔ یا کھڑا ہونے میں سخت تکلیف ہو یا بیماری کے بڑھ جانیکا اندیشہ ہو تو بیٹھکر نماز پڑھیں اور رکوع وسجود کریں۔ رکوع کے لئے اتنا جھکیں کہ پیٹھ برابر ہو جائے مگر رکوع وسجود کی بھی طاقت نہ ہو تو دونوں کو اشارے سے ادا کریں۔ مگر سجدے کے لئے رکوع سے زیادہ جھکیں۔ اور تکیہ وغیرہ کوئی اونچی چیز سجدے کے لئے آگے نہ رکھیں اگر سیدھے بیٹھنے کی بھی طاقت نہ ہو تو گاؤ تکیہ یا اور کسی چیز کے سہارے بیٹھ جائیں اور گھٹنے کھڑے رکھیں۔ گھٹنے کھڑے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو پاؤں قبلے کیطرف پھیلائیں اور اشارے سے نماز پڑھیں۔ سجدے کے اشارے کے لئے ذرا زیادہ سر جھکائیں۔ اگر اسطرح بھی نہ پڑھ سکیں تو قبلے کیطرف پاؤں پھیلا کر چت لیٹیں اور سر کے نیچے کوئی اونچی چیز رکھیں تاکہ قبلے کیطرف منہ رہے اور اشارے سے نماز پڑھیں یا قبلے کیطرف رخ رکھکر کروٹ پر لیٹیں۔ مگر چت لیٹنا بہتر ہے۔ اگر اشارے سے بھی نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو اسوقت نماز پڑھیں جب طاقت آئے اگر ایک دن رات یا زیادہ یہی حالت رہے تو چھوٹی نمازیں معاف ہیں اگر ایک دن رات کے اندر اشارے سے نماز پڑھنے کی طاقت آجائے تو ان نمازوں کو قضا کریں اور وقتی نمازیں بھی نہ چھوڑیں۔ ایک دن رات سے زیادہ بیہوشی میں بھی نماز معاف ہو جاتی ہے۔ کذا فی کتب الفقہ۔

بیّنہ شہادت۔ گواہی۔ جو شرعی عدالت مدعی سے طلب کرتی ہے۔ بیّنہ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام بھی ہے جو اسطرح شروع ہوتی ہے۔ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

Marfat.com

مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے (دین حق یعنی اسلام کو) نہیں مانتے۔ الخ۔

بیوہ وہ عورت جسکا خاوند مرجائے۔ عورت کو خاوند کے مرجانے پر چار مہینے دس دن تک سوگ کرنیکا حکم عدت کے بناء کے لئے ہے۔ خاوند کے علاوہ کسیکا سوگ تین دن سے زیادہ نہیں۔ چنانچہ امّ عطیہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت تین روز سے زیادہ میت پر سوگ نہ کرے۔ ہاں خاوند کے مرجانے پر چار مہینے دس دن تک سوگ کرنا چاہیئے۔ کہ رنگین کپڑا نہ پہنے۔ لیکن اگر ایسا کپڑا ہو کہ پہنے جانے سے پہلے اسکا تانا یا بانا رنگین ہے تو اسکے پہننے کا مضائقہ نہیں۔ اور نہ سرمہ لگائے اور نہ خوشبو کو چھوئے۔ اور نہ مہندی لگائے۔

اگر خاوند کی اولاد نہ ہو تو بیوی کو چوتھا حصہ جائداد سے ملتا ہے۔ اور اگر اولاد ہو۔ خواہ اس بی بی سے یا دوسری سے تو آٹھواں حصہ ملتا ہے۔ (حق)۔

بیوہ عورت سے جب تک وہ عدت میں ہے نکاح کی درخواست بالصراحۃ کرنا منع ہے۔ ہاں بطور تعریض کہے تو مضائقہ نہیں (کذا فی کتب الفقہ)۔

باب الپاء

پادری عیسائیوں کا مذہبی عالم اور واعظ۔ عربی میں اسکو قسیس کہتے ہیں۔ اسکا ذکر قرآن مجید کی سورۃ مائدہ کے رکوع ۱۱ میں آیا ہے۔ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَھُمْ مَّوَدَّۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰی ط ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنْھُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُھْبَانًا وَّاَنَّھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ہ (س مائدہ) اور مسلمانوں کے ساتھ دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں میں ان کو قریب تر پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں (مسلمانوں کیطرف نصاریٰ کا) یہ (میلان) اس سبب سے ہے کہ ان میں علماء اور مشائخ ہیں اور نیز یہ کہ یہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔

پاک دامنی پرہیزگاری۔ تقویٰ۔ اسلام نے جسطرح پاکدامنی اور پاکیزگی کے احکام بتلائے ہیں اور کسی مذہب نے نہیں بتلائے۔ اسلام کو اس بات پر ناز ہے کہ اس نے اندرونی اور ظاہری پاکی کے وہ وہ طریقے بتلائے ہیں کہ دیگر مذاہب کے انصاف پسند لوگ انگشت بدنداں ہیں۔ اسلام نے عورتوں کی پاکبازی کا یہاں تک خیال رکھا ہے کہ کھلے طور پر ہار سنگھار پہنکر مردوں میں جانا اور ہاتھ پاؤں اور چہرے کے سوا بدن کے کسی حصے کو نامحرم کے سامنے ننگا کرنا حرام کردیا۔ یہاں تک کہ خلوت میں اجنبی مرد اور عورت کا بات چیت کرنا ممنوع کردیا۔ عورت کا مرد کی طرف اور مرد کا عورت کیطرف خواہ کسی نیت سے ہو دیکھنا ناجائز ہے۔ قرآن وحدیث میں جابجا پاک دامنی کے احکام موجود ہیں۔ پاک دامنی تمام اسلامی برکات کا سرچشمہ ہے۔ چنانچہ [illegible] گیا ہے کہ ایک یوروپین طاقت نے افریقہ کے ایک حصہ کو فتح کیا تھا تو افریقہ کے باشندوں کی متوحشانہ حالت کو دیکھکر فوجی جرنیل نے یہ حکم دیا کہ افریقہ میں مسلمان مولویوں کو بلایا جائے تاکہ وہ ان وحشیوں کو طہارت اور پاکی کے احکام بتلائیں جسکا صاف نتیجہ یہ ہے کہ عیسائی پادریوں کے پاس طہارت کے احکام کا خزانہ ندارد ہے۔

قرآن نے تمام شرافتوں اور خوبیوں کی دارمدار تقوے کو قرار دیا ہے۔ جسکا دوسرا نام پاک دامنی ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقٰکُمْ اس سے

پایا جاتا ہے کہ بارگاہ ایزدی میں نہ حسب و نسب کا خیال ہے نہ حسن و جمال کی وہاں دال گلتی ہے اور نہ جاہ و حشمت اور دولت کی وہاں رسائی ہے۔

پائخانے میں آمد و رفت کرتے وقت کی دعائیں

حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیئے بیت الخلا میں جاتے وقت فرمایا کرتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ (خداوندا میں تیرے ساتھ نر و مادہ جنات اور شیاطین سے پناہ مانگتا ہوں)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلا سے نکلتے وقت فرماتے غُفْرَانَکَ (خداوندا! ہم تجھ سے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں)۔

پردہ

حجاب ستر۔ عورت کا غیر مردوں سے بدن چھپانا۔

قرآن مجید میں حکم ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ تا وَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّہَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ہ (س۔ نور۔ ع) اے پیغمبر مسلمانوں سے کہو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اس میں انکی زیادہ صفائی ہے۔ (لوگ) جو کچھ بھی کیا کرتے ہیں اللہ کو (سب) خبر ہے۔ اور (اے پیغمبر) مسلمان عورتوں سے کہو کہ (وہ بھی) اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت (کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیں۔ مگر جو اس میں سے جار و ناچار کھلا رہتا ہے (تو اسکا ظاہر ہونے دینا مضائقہ کی بات نہیں۔) اور اپنے سینوں پر دوپٹوں کی بکّل مارے رہیں اور اپنی زینت (کے مقامات) کو (کسی پر) ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر یا اپنے خاوند کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہر کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں پر یا اپنی (میل جول کی) عورتوں پر۔ یا اپنے ہاتھ کے مال (یعنے لونڈی غلاموں) پر۔ یا گھر سے لگے ہوئے ایسے خدمتیوں پر کہ مرد (تو) ہیں (مگر عورتوں سے کچھ) غرض (و مطلب) نہیں رکھتے۔ (جیسے خواجہ سرا یا بڈھے پھوس) یا لڑکوں پر جو عورتوں کے پردے (کی بات) سے آگاہ نہیں۔ اور (چلنے میں) اپنے پاؤں ایسے زور سے نہ رکھیں کہ (لوگوں کو) انکے اندرونی زیور کی خبر ہو۔ اور مسلمانو! تم سب اسکی جناب میں توبہ کرو۔ تاکہ تم (آخرکار) فلاح پاؤ۔

نیز ارشاد ہے وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ (س۔ احزاب ع) یعنے اور (اے پیغمبر کی بیبیو!) اپنے گھروں میں جمی (بیٹھی) رہو اور اگلے زمانہ جاہلیت کے (سے) بناؤ سنگار دکھاتی نہ پھرو۔ اور نماز پڑھو۔ اور زکوٰۃ دو۔ اور اللہ اور اُسکے رسول کی فرمانبرداری کرو۔

(۱) ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کا گھر کے اندر نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہت بہتر ہے۔ اور اسکا تہ خانے میں نماز پڑھنا گھر کے اندر نماز پڑھنے سے بہت افضل ہے۔ (ابو)۔

(۲) ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھیں۔ اتنے میں ابن ام مکتوم (جو ایک جلیل القدر نابینا صحابی تھے) آئے اور سیدھے آنحضرتؐ کے پاس

Marfat.com

پہنچے۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (ام المؤمنین ام سلمہ اور ام المؤمنین میمونہ کیطرف کہ یہ بھی وہیں موجود تھیں روئے سخن کرکے) فرمایا کہ تم دونوں پردے میں ہوجاؤ۔ (ام المؤمنین ام سلمہ کہتی ہیں) میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا ابن ام مکتوم نابینا نہیں ہیں کہ ہمیں نہیں دیکھتے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم تو اندھی نہیں ہو۔ کیا تم اسے نہیں دیکھتیں (ترمذی ابوداؤد)

ایام جاہلیت میں پردہ اور حجاب کوئی چیز نہ تھی اور آغاز اسلام میں بھی پردہ کے متعلق چنداں تشدد نہ تھا۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جوں جوں مسلمانوں کے تمدن و معاشرت کی بنیاد پڑتی گئی۔ اسکے متعلق مناسب احکام نازل ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ شریعت پاک نے مسلمانوں کے شرم و حیا اور حفظ ننگ و ناموس کی پورے طور پر حدبندی کردی۔ تاہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات تک عورتوں کو اتنی آزادی تھی کہ بوڑھی عورتیں فجر و عشاء کی نمازوں میں شریک جماعت ہونے کے لئے مسجد میں آجاسکتی تھیں۔ اور مسائل پوچھنے کے لئے علماء کے پاس حاضر ہوسکتی تھیں۔ مگر جوں جوں لوگوں میں فحش اور بدنظری بڑھتی گئی علماء اسلام ضرورت وقتی سے پردہ کے احکام میں زیادہ تشدد اور تنگ گیری سے کام لیتے گئے۔ حتیٰ کہ آجکل پردہ کے جو مسائل واجب العمل مانے ہوئے ہیں وہ قرون اولیٰ کے تعامل کی نسبت کسیقدر سخت ہیں۔ اور اس فتنہ و فساد کے زمانہ میں از حد ضروری ہیں۔ اسکے خلاف مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت بھی پیدا ہوگئی ہے جو یوروپین رسم و رواج سے متاثر ہوکر چاہتی ہے کہ مسلمانوں میں پردہ کی رسم بالکل اُٹھ جائے۔ اور مسلمان عورتیں یوروپین لیڈیوں کی طرح مردوں کے دوش بدوش بازاروں اور باغات کی سیر کرتی پھرا کریں۔ یہ لوگ مسلمانوں کے تنزل کا باعث عظیم پردہ کے رواج کو قرار دیتے ہیں اور اس مسئلہ پر پرزور مضامین لکھتے ہیں۔ اور دھواندھار لیکچر دیتے ہیں۔ لطف یہ کہ ان میں اتنی جرأت بھی نہیں کہ اصلاح کا آغاز اپنے گھر سے کریں اور سب سے پہلے اپنی بہو بیٹیوں کو یوروپین لیڈیوں کی طرح کھلے بندوں شریک مجلس ہونے کی اجازت دیں۔ اس خیال کی زہریلی ہوا نہ صرف ہندوستان میں چل رہی ہے۔ بلکہ مصر۔ شام اور روم وغیرہ تمام بلاد اسلامیہ کو اس نے گھیر رکھا ہے شریعت اسلام میں قرآن و حدیث کے احکام متعلقہ پردہ اوپر درج ہوچکے۔ باقی فقہ حنفی کے مسئلے حسب ذیل ہیں:۔

عورت کو غیر مردوں کے سامنے منہ اور ہاتھ پاؤں کے سوا باقی جسم ڈھکنا فرض ہے۔ اور عورت کے روبرو بھی ناف سے نیچے زانو تک جسم کھولنا جائز نہیں۔ اپنے محرم شرعی کے سامنے ناف سے زانو تک اور کمر اور شکم کھولنا حرام ہے باقی سر۔ چہرہ۔ بازو اور پنڈلی وغیرہ کا کھولنا گناہ نہیں۔ گو بعض اعضا کا بلا ضرورت ظاہر ہونے دینا بھی مناسب نہیں۔ محرم شرعی وہ ہے جس سے عمر بھر کسیطرح نکاح صحیح ہونیکا احتمال نہ ہو۔ نکاح کے مسائل میں اسکا مفصل ذکر درج ہے۔

علماء نے فساد زمانہ کو ملحوظ رکھکر بعض محرموں کو نامحرموں کی مثل قرار دیا ہے۔ جیسے جوان خسر اور جوان عورت کا داماد اور شوہر کا بیٹا جو اسکی دوسری بیوی سے ہو۔ اور دودھ شریک بھائی وغیرہم۔

جو مرد شرعاً نامحرم ہے اُسکے سامنے سر اور پنڈلی اور بازو کھولنا حرام ہے۔ اگر بہت ہی مجبوری ہو۔ مثلاً عورت کو کاروبار کے لئے باہر نکلنا پڑے۔ یا کوئی رشتہ دار کثرت سے گھر میں آتا جاتا ہے اور گھر میں تنگی ہے ایسی حالت میں جائز ہے کہ اپنا چہرہ اور دونو

Marfat.com

ہاتھ کلائی کے جوڑ تک اور دونوں پاؤں ٹخنے کے نیچے تک کھولے رکھے۔ عورتوں کو لازم ہے کہ گھر میں رہیں۔ اگر بضرورت شرعی یا طبعی باہر نکلیں تو برقع یا لمبی چادر پہنیں۔

جس عضو کا ظاہر کرنا جائز نہیں اسکو غیر آدمی کا دیکھنا مطلقاً حرام ہے گو نفسانی خواہش بالکل نہ ہو۔ اور جس عضو کا ظاہر کرنا اور اسپر نظر کرنا جائز ہے انہیں یہ قید ہے کہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر ذرا بھی شک ہو تو اسوقت اسکا دیکھنا بھی حرام ہے۔ جس عضو کا دیکھنا حرام ہے اگر علاج معالجہ کی ضرورت سے دیکھا جائے تو جائز ہے۔

دو غیر محرم مرد و عورت کا ایک مکان میں تنہا اکھٹے ہونا حرام ہے۔ اسیطرح ایک مرد کا دو نامحرم عورتوں کے ساتھ اکھٹے ہونا بھی حرام ہے۔ ہاں اگر ان میں سے ایک عورت بیوی یا شرعی محرم ہو تو انکے ساتھ ایک مکان میں تنہا اکھٹے ہونا جائز ہے۔

نامحرم مرد و عورت کی ہمکلامی ممنوع ہے اور ضرورت میں بھی فضول باتیں کرنی جائز نہیں۔ مرد کے گانے کی آواز سننی عورت کو اور عورت کے گانے کی آواز سننی مرد کو ممنوع ہے۔ فقہانے نامحرم جوان عورت کو سلام کرنے اور سلام لینے سے منع کیا ہے۔

مرد کا جھوٹا کھانا پینا عورت نامحرمہ کو اور عورت کا جھوٹا کھانا پینا نامحرم مرد کو جبکہ احتمال استلذاذ کا ہو مکروہ ہے۔ اسیطرح کا ذکر کرنا یا سننا یا اسکا فوٹو دیکھنا یا اس سے خط و کتابت کرنا جس سے خیالات فاسد پیدا ہوتے ہوں سب حرام ہے۔

ایسا باریک کپڑا پہننا جس سے بدن جھلکتا ہو مثل برہنہ ہونے کے ہے۔ حدیث میں ایسے کپڑے کی مذمت آئی ہے۔ مرد کو نامحرم عورت سے بدن دلوانا جائز نہیں۔ بجتا زیور جسکی آواز نامحرم کے کان میں جائے یا ایسی خوشبو جسکی مہک نامحرم کے دماغ تک پہنچے عورتوں کو استعمال کرنا جائز نہیں۔ یہ بھی بے پردگی میں داخل ہے۔

عورت کے ساتھ جب کوئی مرد محرم نہ ہو تو اسکو سفر کرنا حرام ہے۔ عورت کو مسجدوں اور مقبروں میں جانا مکروہ ہے۔ البتہ بڑھیا ضعیف کو مسجد میں جانا جائز ہے۔

بعضے لوگ جوان لڑکیوں کو اندھے یا بینا مردوں سے پڑھواتے ہیں۔ یہ بالکل خلاف شریعت ہے۔ ایک عورت کو اسکے شوہر نے طلاق دیدی تھی۔ یا کوئی اور وجہ تھی تو حضرت نے فرمایا کہ ابن ام مکتوم کے ہاں عدت کے دن پورے کرلے کہ وہ اندھا ہے کیونکہ اسکو دوسری جگہ عدت کے دن پورے کرنیکا سہارا نہ تھا۔ لیکن آجکل کے اندھے ابن ام مکتوم کا درجہ نہیں رکھتے۔ جسکی شان میں سورۃ عَبَسَ وَتَوَلّٰی اَنْ جَآءَہُ الْاَعْمٰی۔ کا نزول ہوا ہے۔

الغرض اس زمانہ پرفتن میں عورت کے لئے پردہ لازم اور سخت ضروری ہے۔ جن ممالک میں پردہ کی قید نہیں ہے وہاں کی بدکاری کے حالات سنکر بدن کانپ جاتا ہے۔ شریعت کا کوئی حکم خلاف مصلحت نہیں ہے ؎

خلاف شریعت کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

پل صراط اسکے لئے دیکھو لفظ (صراط)۔

پنج بنائے اسلام اس سے یہ پانچ چیزیں مراد ہیں (۱) اول اس امر کی گواہی دل سے اور زبان سے دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور بندے ہیں۔ (۲) پنجگانہ نمازیں پڑھنا (۳) سال بھر میں ایک مرتبہ

Marfat.com

مقررہ زکوٰۃ دینا (۴) رمضان شریف کے روزے رکھنا (۵) مقدور ہو تو عمر میں ایک مرتبہ حج کرنا۔
تفصیل ان باتوں کی اپنے اپنے محل پر کی گئی ہے۔

پنج خزانہ غیب بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیب کے پانچ خزانے ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ تا اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۔ (س۔ لقمان ع ۴) بے شک اللہ ہی ہے جسکو قیامت (کے آنے) کا علم ہے اور وہی (ایک وقت مقرر پر جسکو اسکے سوا کوئی نہیں جانتا) مینہ برساتا ہے اور (نر و مادہ) جو کچھ (ماؤں کے) پیٹ میں ہے (وہی) اسکو (بھی) جانتا ہے۔ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ (وہ خود) کل کیا کریگا۔ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کس زمین میں مریگا۔ بے شک اللہ (سب باتوں کا) جاننے والا (اور) باخبر ہے۔

علم غیب کے پانچ خزانے یہ ہوئے (۱) قیامت کب آئیگی (۲) مینہ کب برسیگا۔ (۳) رحم میں نر ہے یا مادہ (۴) ہم کل کیا کرینگے (۵) ہم کہاں مرینگے۔

پند نامہ عطار فارسی نظم میں شیخ فریدالدین عطار ہمدانی کی تصنیف ہے جو ۶۲۷ھ میں فوت ہوئے۔ یہ مشہور رسالہ عمدہ نصائح پر مشتمل ہے جو لڑکوں کے لئے بہت مفید ہے۔ علامہ شمعی نے ترکی زبان میں اسکی شرح لکھی جسکا نام سعادت نامہ رکھا۔ (کش)۔

اور بھی مختلف زبانوں عربی ترکی وغیرہ میں اس مقبول پند نامہ کے ترجمے ہو چکے ہیں۔

پند نامہ سعدی جسکا دوسرا نام کریما مشہور ہے حضرت مصلح الدین سعدی کی تصانیف سے ایک ایسی ہی مختصر اور مقبول کتاب ہے۔

پوتی اسکے لئے دیکھو (بیٹی۔ پوتی)۔

پوشاک دیکھو (لباس)۔

پہلوٹے کی اولاد شرع شریف میں حقوق کے لحاظ سے پہلوٹھی کی اولاد اور پیچھے کی اولاد میں کوئی امتیاز نہیں۔ سب کو برابر حصہ ملتا ہے۔ موسوی شریعت اسکے خلاف ہے یعنے اس میں پہلوٹھی کی اولاد کو دو چند حصہ ملتا ہے لیکن مسلمانوں میں عام طور پر بڑے بیٹے کو جانشینی کا حقدار سمجھا گیا ہے۔ چھوٹے بیٹے کو اسی صورت میں جانشینی ملتی ہے کہ وہ اسکا اہل ہو۔ اور بڑا بیٹا نا اہل ہو۔

حضرت سلیمانؑ اسی اصول سے حضرت داؤد علیہ السلام کے جانشین قرار پائے تھے۔ اسلام کی خالص تعلیم میں اولاد کو جانشین بنانیکا کوئی خاص حکم نہیں چنانچہ خلفائے راشدین میں سے کسی نے اپنے بیٹے کو جانشین نہیں بنایا۔ بلکہ امت محمدیہ بھر میں جو شخص لائق نظر آیا اسکو منصب خلافت پر مقرر کر لیا گیا۔ ان کے بعد خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنی عباس میں یہ رسم چل پڑی کہ خلیفہ کی وفات کے بعد بڑا بیٹا اور اسکے بعد حسب مدارج دوسرے بیٹے مسند نشین ہوتے تھے۔

پیر فارسی لفظ ہے جسکے معنے ہیں بڈھا۔ شیخ ضعیف آدمی مگر (ص) میں خواجہ۔ مرشد۔ رہنما اور ہادی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ چونکہ مرشد و ہادی عموماً مرتاض و عمر رسیدہ ہوتے ہیں لہذا انکو عمر رسیدگی کے لحاظ سے پیر کہنے لگے۔ پھر کثرت استعمال سے ہر ہادی و مرشد کے لئے پیر کا لفظ مجازاً مستعمل ہونے لگا خواہ وہ عمر کا ادھیڑ بلکہ جوان ہی ہو۔ یہی حال شیخ کے لفظ کا ہے کہ دراصل اسکے معنے ہیں بوڑھا۔ مگر بوڑھے بزرگوں اور مرشدوں اور استادوں اور سرداروں کے لئے استعمال ہوتے ہوتے ہر استاد اور مرشد اور سردار قبیلہ کیلئے

شیخ کالقب مقرر ہوگیا۔ اور تعجب نہیں کہ پیر کا لفظ شیخ ہی کا ترجمہ ہو۔

پیغمبر فارسی کلمہ ہے جو مخفف ہے پیغام بر کا۔ جسکے معنے ہیں پیغام لیجانیوالا۔ یعنے قاصد اور اس سے مراد ہے رسول۔ فرستادۂ خدا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ تفصیل کے لئے دیکھو (رسول)۔

پینے کے آداب دیکھو (اشربہ)۔

باب التاء

تابعی (ص۔ ش) میں اس شخص کو کہتے ہیں جس نے صحابی کو دیکھا ہو۔ اور وہ خود بھی مسلمان ہو۔ اور بعض کے نزدیک تابعی اُسے کہتے ہیں جو صحابی کے ساتھ کچھ عرصہ رہا ہو لیکن مذہب مختار پہلا ہی ہے (ک)۔

تابوت صندوق حضرت عیسٰے سے تخمیناً گیارہ سو برس پہلے بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے ایک نبی بھیجے گئے جنکا نام سموئیل تھا (دیکھو سموئیل) جب بڈھے ہوگئے تو لوگوں نے انکی خدمت میں جمع ہوکر کہا کہ آپ بڈھے ہوگئے ہیں۔ اور آپ کے بیٹے سوابل اور ابیاہ آپکا کہا نہیں مانتے رشوت لیتے ہیں۔ لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اب ہمارے لئے کوئی بادشاہ مقرر کریں جو ہمارے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرے۔ حضرت سموئیل نے انکے لئے ایک بادشاہ مقرر کردیا جسکا نام ساول اور لقب طالوت تھا۔ دیکھو (طالوت) اور جو شہر جبعہ کا رہنے والا تھا۔ بنی بلعال نے اسے اپنا بادشاہ تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ حضرت سموئیل نے کہا جو کچھ ہو بادشاہ یہی ہوگا۔ اسکے بادشاہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ جو تمہارا تبرکا ڈلا

صندوق[1] چھین کرلیگیا ہے وہ خود بخود واپس آجائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسکے بعد جالوت اور بنی اسرائیل کے مابین جنگ ہوئی جسمیں حضرت داؤد علیہ السلام نے (دیکھو داؤد) نے جالوت کو قتل کردیا (تف)۔ قرآن مجید کی آیت ذیل میں تابوت کا ذکر آیا ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ تا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ (س۔ بقرہ ع ۳۲)

اور ان کے پیغمبر نے ان سے کہا کہ طالوت کے (من جانب اللہ) بادشاہ ہونے کی یہ نشانی ہے کہ وہ صندوق جسمیں تمہارے پروردگار کی (بھیجی ہوئی) تسلی (یعنی توریت) ہے اور نیز موسیٰ اور ہارون جو (یادگار) چھوڑ مرے ہیں انہیں کی بچی کھچی چیزیں (بھی اس میں) ہیں (وہ بے لڑے) تمہارے پاس آجائیگا (اور) فرشتے اُسکو اُٹھا لائینگے اگر تم ایمان رکھتے ہو تو یہی ایک بات تمہارے لئے (نشان) (کافی) ہے۔

تاران ایلہ اور قلزم کے درمیان اسی بحر کے کنارے پر ایک بستی ہے۔ یہاں پہاڑوں سے ہوا ٹکر کھا کر دریا میں بڑا طوفان برپا کرتی ہے۔ اس دریا میں اس جگہ سے زیادہ اور کوئی مقام خطرناک نہیں۔ اسی جگہ فرعون مع لشکر غرق ہوا ہے۔ اسکے بعد جنوب کی طرف

[1] حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی ترجمہ قرآن کے حاشیے پر لکھتے ہیں بنی اسرائیل کے پاس ایک صندوق تھا جس میں توراۃ کا ایک نسخہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا مَن کا مرتبان اور حضرت ہارون کا جبہ تھا۔ بنی اسرائیل لڑائی میں اس صندوق کو تبرکاً آگے رکھتے تھے۔ جالوت نے بنی اسرائیل کو دبا دبایا تو صندوق بھی ان سے چھین لیگیا۔ اب جو طالوت کی ماتحتی میں لڑائی ٹھہری تو ادھر جالوت والوں نے اس صندوق کو چھکڑے پر لاد کر ان کے لشکر کیطرف ہانک دیا کہ یہی مادہ فساد ہے۔ بنی اسرائیل نے اس صندوق کا پہونچ جانا بہت غنیمت سمجھا اور یہ انکے حق میں فال نیک ہوئی اور انکی ہمتیں قوی ہوگئیں۔ اور یہ خدا کا احسان تھا کہ فرشتے اُسکو بنی اسرائیل کیطرف گھسیٹ لائے۔ انتہیٰ۔

Marfat.com

ایک اور مقام ہے جسکو جُبیلات کہتے ہیں۔ یہاں بھی بڑا طوفان رہتا ہے۔ پھر اس سے آگے بڑھکر جنوبی طرف میں ایک بستی ہے۔ جسکو اُبلّہ کہتے ہیں۔ یہ بھی بحر قلزم کے کنارے ہے۔ اگلے زمانہ میں یہاں یہود رہتے تھے۔ یہاں کسیقدر شیریں پانی اور کھیتی بھی ہے مگر زیادہ گذران مچھلی کے شکار پر ہے۔ ان لوگوں کو سبت کے روز شکار کھیلنے کی ممانعت ہوئی تھی انہوں نے عدول حکمی کی جسپر قہر نازل ہوا۔ ان کا واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ صورتیں مسخ ہوکر بندر اور سور نظر آنے لگے۔ وَاسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ۔ اسی کے سامنے شرقی طرف مدین کی بستی ہے۔ (جغ)

تبرّک برکت حاصل کرنا۔ عرف میں اس شئے کو کہتے ہیں جسمیں برکت ہونیکا اعتقاد ہو۔ تحفہ کسی پیشوائے دین کی فاتحہ کی چیز۔ بزرگانِ دین کا عطیّہ۔

تبسّم اسطرح ہنسنا جو نہ وہ خود ہی سُنے اور نہ پاس والوں کو سنائی دے۔ اس سے نہ ہی نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ وضو (فق)۔

تبع تابعی وہ شخص ہے جس نے جنّ و انسان میں سے کسی تابعی کو دیکھا ہو۔ اور وہ خود مومن ہو۔ اور اسلام پر ہی وفات پائی ہو (ک)۔

تبنّی کسی لڑکے یا لڑکی کو اپنی فرزندی میں لینا۔ ایسے بناوٹی فرزند کو ہماری زبان میں پالک کہتے ہیں۔ لے پالک پر حقیقی فرزند کے احکام جاری نہیں ہوسکتے نہ حرمت قرابت قائم ہوتی ہے نہ وراثت کا حق دیا جاتا ہے۔ وہ لوگوں میں بیٹا بیٹا مشہور کرنے کے باوجود اپنی اصلی و حقیقی حیثیت پر رہتا ہے۔ ایّام جاہلیت میں متبنّی کو حقیقی فرزندوں کے سے حقوق دئے جاتے تھے۔ مگر اسلام نے اس رسم کا قلع قمع کردیا۔ شرع میں متبنّی کو زیادہ سے زیادہ اسیقدر حق دیا جاسکتا ہے جو موصیٰ لہٗ (جسکے حق میں وصیت کی جائے) کو دئے جاتے ہیں۔ انگریزی قوم کا رواج اس مسئلہ میں بالکل اسلامی اصول کے مطابق ہے۔ مگر اسکے خلاف ہندؤں کا رواج روم والوں کے قاعدہ کے موافق واقع ہوا ہے۔

تبوک مدینہ اور دمشق کے درمیان ایک مقام ہے یہاں ۹ھ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رومیوں سے جنگ کرنیکے لئے تشریف لیگئے تھے تیس ہزار لشکر آپ کے ہمرکاب تھا۔ وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ رومیوں کے وہاں آنے کی افواہ غلط تھی۔ اسپر آپ نے چارسو سوار دیکر خالد بن ولید کو اکیدر بن عبدالملک نصرانی کیطرف جو دومۃ الجندل کے قلعہ میں وہاں سے قریب ہی تھا بھیجا۔ اور انہوں نے اسے شکار کھیلتے ہوئے پکڑ لیا۔ اور اس سے اسبات پر صلح کرلی کہ قلعہ مذکورہ کھولدے اور دو ہزار اونٹ آٹھ سو گھوڑے۔ ۴۰۰ زرہیں اور ۴۰۰ نیزے دے۔ پھر حضرت خالدؓ اسے پکڑ ساتھ لیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے اس سے اعطاء جزیہ پر صلح کرلی۔ آپ تبوک میں قریبًا بیس دن ٹھہرے پھر واپس آئے اور راستے میں بیس مسجدیں تعمیر کرائیں۔

جغرافیۃ العرب میں ہے کہ تبوک حجر اور شام کے بیچ ایک قصبہ ہے جہاں ایک قلعہ بھی ہے اور باغ اور چشمے بھی ہیں۔ کہتے ہیں اصحاب الایکہ کہ جنکی طرف حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے تھے یہیں رہتے۔ تھے حضرت شعیب مدین کے رہنے والے تھے ان کے لئے رسول ہوکر آئے تھے۔ (جغ)۔

تثاؤب اسکے معنے ہیں جمائی لینا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جہانتک ہوسکے جمائی کو روکنا چاہئے چنانچہ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ چھینک کو دوست رکھتا ہے اور جمائی لینے سے ناخوش ہوتا ہے۔ تو جب کوئی تم میں سے چھینک لے اور ساتھ ہی الحمد للہ بھی کہے

Marfat.com

تو جو مسلمان اسکا الحمد للہ کہنا سُنے اُسپر حق ہے کہ جواب میں یرحمک اللہ کہے۔ لیکن جمائی لینا شیطان کی تحریک سے ہے۔ تو جب تم میں کا کوئی شخص جمائی لے تو جہانتک بن پڑے اُسے روک دے۔ کیونکہ تم میں کا کوئی جب جمائی لیتا ہے تو اس سے شیطان ہنستا ہے (بخ)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کا جب کوئی شخص جمائی لے تو اسے چاہیئے کہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھکر جمائی کو روک دے۔ کیونکہ موںھ کشادہ رکھیگا تو شیطان اس میں گھس جائیگا (مس)۔

جمائی کا انجام ہے کسل۔ اسلئے اسکو شیطان کیطرف منسوب کیا اور حکم دیا کہ تا امکان جمائی کو روکو۔ موںھ پر ہاتھ کے رکھ لینے میں مصلحت یہ ہے کہ مکھی بھنگے کی قسم سے کوئی چیز سانس کے ساتھ حلق میں نہ چلی جائے۔ اور چہرے کی بدنمائی بھی ظاہر نہ ہو۔

تثلیث عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ روح القدس یعنی جبرائیل۔ خدا۔ اور اُسکے بیٹے حضرت عیسےٰ یہ تینوں خدا ہیں۔ مگر یہ اسطرح سے ہیں کہ نہ ایک خدا کہہ سکتے ہیں نہ تین۔ اس لغو عقیدے کے ابطال کے لئے علماء نے بہت کچھ عقلی دلائل قائم کئے ہیں۔

مگر اس بیہودہ عقیدے کے باطل کرنیکے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص یہ جان سکتا ہے کہ یہ تینوں چیزیں اپنے وجود اور تشخص اور خدائی میں اگر مستقل ہیں تو تین خدا ہوں گے نہ ایک۔ اگر مستقل نہیں تو ہر ایک کو خدا کہنا ناجائز ہوگا۔ نیز ان غیر مستقل اجزا سے جو مرکب ہے تمہارے نزدیک وہ خدا ہے تو پھر دو مستقل خدا ماننے پڑینگے۔ ایک تینوں کا مجموعہ دوسرا باپ۔

قرآن مجید نے سورت اخلاص آیت وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔ (اور نہ کوئی اسکا ہمسر ہے) میں اس عقیدے کا رد کر دیا۔ کیونکہ جب اسکا کوئی ہمسر نہیں تو پھر حضرت عیسےٰ اور جبرئیل پر خدا کے لفظ کا اطلاق کرنا ناجائز ہوگا۔ (منقد ہم لقت)

اسکے علاوہ ذیل کی آیتوں میں اسکی تردید کیگئی ہے۔

(۱) يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ تا فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا ۝ (س۔ النساء۔ ع ۲۴)

اے اہل کتاب اپنے دین میں حد (اعتدال) سے تجاوز (یعنی افراط و تفریط) نہ کرو۔ اور خدا کی نسبت حق بات کے سوا (ایک لفظ بھی) موںھ سے نہ نکالو (حق بات تو اتنی ہی ہے کہ) مریم کے بیٹے عیسےٰ مسیح بس اللہ کے (ایک) رسول ہیں اور خدا کا حکم جو اس نے مریم کیطرف کہلا بھیجا تھا (کہ بے شوہر حاملہ ہو جاؤ اور وہ ہوگئیں) اور (وہ ایک) روح (تھی جو خاص) خدا کی طرف سے (دنیا میں آئی) تو اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین (خدا) نہ کہو (اس سے) باز آؤ (کہ یہ) تمہارے حق میں بہتر ہے بس اللہ ہی اکیلا معبود ہے۔ وہ اس سے بری ہے کہ اسکی کچھ اولاد ہو۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ (سب کا) کارساز بس ہے مسیح کو خدا کا بندہ ہونے سے ہرگز (کسی قسم کی) عار نہیں اور نہ فرشتوں کو جو (خدا کے) مقرب ہیں اور جو خدا کا بندہ ہونے سے عار رکھے اور بڑائی کی لے تو عنقریب خدا ان سب کو اپنے پاس کھینچ بلائیگا۔

(۲) لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ تا ثُمَّ انْظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝ (س۔ مائدہ۔ ع ۱۰) جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا تو یہی مریم کے بیٹے مسیح ہیں یہ لوگ (اس کہنے سے) بے شک کافر ہوگئے اور مسیح (تو یوں) سمجھایا کرتے تھے کہ اے بنی اسرائیل اللہ (ہی) کی عبادت کرو۔ کہ وہ میرا (بھی) پروردگار ہے اور تمہارا (بھی) پروردگار (ہے اور) اس میں شک نہیں کہ جو اللہ کے ساتھ (کسیکو بھی) شریک گردانے تو اللہ کی

Marfat.com

طرف سے بہشت اسپر حرام ہو چکی۔ اور اسکا ٹھکانا دوزخ ہے اور (ایسے) ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا تو بس تین میں کا (ایک) تیسرا (یہ لوگ بھی اس کہنے سے) بے شک کافر ہو گئے حالانکہ خدائے واحد کے سوا اور کوئی معبود (یعنے خدا) نہیں۔ اور (خدا کے بارے میں) جیسی جیسی باتیں یہ لوگ کہتے ہیں۔ اگر ان سے باز نہیں آئینگے تو جو لوگ ان میں سے کفر کرتے رہیں گے۔ ان پر عذاب دردناک نازل ہو۔ اور ہو تو کیا۔ (اتنے سمجھانے پر بھی) خدا کے آگے توبہ و استغفار نہیں کرتے۔ حالانکہ اللہ (تو بڑا) بخشنے والا مہربان ہے۔ مریم کے بیٹے مسیح تو صرف ایک رسول ہیں (اور بس) ان سے پہلے (بھی بہتیرے) رسول ہو گذرے ہیں اور ان کی والدہ (مریم بھی خدا کی ایک) سچی بندی تھیں (دوسرے آدمیوں کی طرح یہ) دونوں (ماں بیٹے) کھانا کھاتے تھے۔

(اے پیغمبر) دیکھو تو سہی ہم (اپنے) دلائل کس طرح کھول کھول کر ان لوگوں سے بیان کرتے ہیں (اور) پھر دیکھو کہ (شیطان کے بہکانے سے) یہ لوگ کدھر بھٹکے چلے جارہے ہیں۔

(۳) وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ... وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ (س۔ مائدہ ۵۔ ع ۱۶) اور (قیامت کے دن یہ معاملہ بھی پیش آئیگا کہ) اس دن اللہ (عیسٰی سے) پوچھیگا کہ اے مریم کے بیٹے عیسٰی کیا تمنے لوگوں سے یہ بات کہی تھی کہ خدا کے علاوہ مجھ کو اور میری والدہ کو (بھی) دو خدا مانو (عیسٰی) عرض کرینگے کہ (اے پروردگار) تیری ذات پاک ہے مجھ سے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں (تیری شان میں) ایسی بات کہوں جسکے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو میرا کہنا تجھکو ضرور ہی معلوم ہوا ہوگا۔ کیونکہ تو (تو) میرے دل (تک) کی بات جانتا ہے اور میں تیرے دل کی بات نہیں جانتا۔ غیب کی باتیں تو تو ہی خوب جانتا ہے تو نے جو مجھکو حکم دیا تھا۔ بس وہی میں نے ان لوگوں کو کہہ سنایا تھا کہ اللہ جو میرا اور تمہارا (سب کا) پروردگار ہے۔ اسی کی عبادت کرو اور جب تک میں ان لوگوں میں (موجود) رہا۔ میں ان کا نگران (حال) رہا پھر جب تو نے مجھ کو (دنیا سے) اٹھا لیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا اور تو تمام چیزوں کی خبر رکھتا ہے۔

تثویب لوٹنا۔ رجوع کرنا (ص۔ ف) صبح کی اذان اور اقامت کے درمیان دو دفعہ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہنا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نہ تثویب تھی اور نہ اسکی ضرورت تھی کیونکہ صبح کی اذان سنتے ہی آدمی مسجد میں نماز پڑھنے آجاتے تھے۔ پھر چونکہ لوگوں میں کسی قدر احکام دینی میں پہلے کی سی پابندی اور تندھی نہ رہی اسلئے کوفہ کے علماء کو تثویب کے جاری کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے مگر یہ تثویب فجر کی نماز کے ساتھ خاص تھی۔ متاخرین نے اسے تمام نمازوں میں مستحسن خیال کیا ہے۔ کیونکہ ان کے زمانہ میں مذہبی احکام میں اور بھی غفلت اور لاپرواہی برتی جانے لگی تھی۔ امام ابو یوسف رح نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اگر مؤذن امیر کو بلانے کے لئے تمام نمازوں میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْاَمِيْرُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اَلصَّلٰوةُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ۔ کہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (ہد)۔

تجارت تجارت میں اگر شریعت کا لحاظ رکھا جائے تو اس سے بڑھکر دنیا میں کوئی چیز نہیں۔ اسکی شرافت کا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خدا نے اسے اپنی طرف منسوب کیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ (س۔ بنی اسرائیل۔ ع ۱)

Marfat.com

(لوگو!) تمہارا پروردگار وہ (قادر مطلق) ہے جو تمہارے لئے سمندروں میں جہازوں کو چلاتا ہے تاکہ تم (آسانی سے) اسکا فضل (یعنی اپنی معاش) تلاش کرو۔ اس میں شک نہیں کہ خدا تم پر (بڑا) مہربان ہے۔ اس آیت میں جہاں تجارت کو خدا کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اسے وہاں تجارت کرنے کی ترغیب بھی دیگئی ہے۔ تاکہ لوگ اس پر عمل پیرا ہوکر پیشہ تجارت کے ذریعہ دنیا میں خوشحالی پیدا کریں۔

تجارت میں قسم کھانا منع ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قسم[1] سے مال تجارت کی نکاسی تو ہوتی ہے۔ مگر برکت سلب ہو جاتی ہے۔ (صح)

(۲) ابو عزرہ کے بیٹے قیس سے روایت ہے۔ کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہم لوگ (جو سوداگری کا پیشہ کرتے تھے) سمسار کے نام سے پکارے جاتے تھے تو جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارا نام اس سے بہت اچھا یعنی تجار رکھا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے تاجروں کی جماعت خرید و فروخت میں بیہودہ باتیں اور قسمیں شامل ہوتی ہیں تو صدقہ دے کر اسے پاک و خالص کرلو۔ (ن۔ تر۔ ابو)۔

رفاعہ کے بیٹے عبید سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تاجروں کا قیامت کے دن فاجروں کے ساتھ حشر ہوگا۔ مگر جو حرام سے بچا اور جھوٹی قسم نہ کھائی اور قیمت کہنے میں سچ بولا۔ (وہ ان سے مستثنیٰ ہے) (تر)۔

تجارت کا مال خواہ کسی قسم کا ہو اس زکوٰۃ فرض ہے تجارت کا مال سونے یا چاندی میں سے کسی کے نصاب سے قیمتاً برابر ہو تو چالیسویں حصّہ کے برابر قیمت زکوٰۃ میں دیجائے

تجارت کے گھوڑے گھوڑیوں کی تعداد مقرر نہیں بلکہ فی راس ایک دینار دیا جائے۔ یا قیمت کا اندازہ لگاکر روپے کے حساب سے زکوٰۃ دی جائے۔ تجارتی خچروں اور گدہوں کی قیمت کا بھی تخمینہ کر کے روپے کے حساب سے زکوٰۃ دی جائے۔ (کتب فقہ)۔

تجارت وہ بابرکت پیشہ ہے جسمیں پیغمبر علیہ السلام نے خود بھی حصّہ لیا۔ زمانہ خورد سالی میں حضور علیہ السلام اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ تجارت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اور پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ کیطرف سے قافلہ سالار مقرر ہوکر تجارت کو گئے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے بھاری تاجر تھے اور صحابہ بھی اکثر تجارت کیا کرتے تھے سلف کرام میں تجارت کی رسم عام تھی۔ آجکل مسلمانوں نے اس بابرکت پیشہ کو چھوڑ دیا ہے جسکی وجہ سے افلاس و ادبار میں گرفتار ہیں۔

تحریف

الفاظ بدل دینا۔ معنے بگاڑ کر ادا کرنا۔ (ص۔ ش) تحریف اس تغیر و تبدل کو کہتے ہیں جو اہل کتاب نے توریت و انجیل وغیرہ آسمانی کتابوں میں کیا ہے۔ ان کتابوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی پیشگوئیاں اور آپ کے اوصاف و خصوصیات درج تھیں۔ جنکو معلوم کر کے مدتوں سے اہل کتاب نبی آخرالزمان کے منتظر تھے اور مدینہ کے علمائے یہود قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج کے بے علم لوگوں کو وہ اوصاف سنایا کرتے تھے۔ اور آنیوالے نبی کے مبعوث ہونے کی خوشخبری دیتے تھے۔ چنانچہ انہی اوصاف کو دیکھکر اوس و خزرج کے لوگ حج کے موقعہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ اور انکی بدولت مدینہ میں اسلام پھیلنا شروع ہوا۔ بحیرا راہب اور پھر اسکے شاگرد نسطورا نے انہی اوصاف کو دیکھکر ابوطالب کو بتایا تھا کہ تمہارا بھتیجا

[1] قسم سے مراد وہ قسمیں ہیں جو اکثر سوداگر لوگ خریداروں کو ترغیب دینے کے لئے کھایا کرتے ہیں کہ چیز عمدہ ہے اور اتفاق سے سستی ملگئی تھی حدیث میں مطلق قسم کو موجب سلب برکت فرمایا یعنی سچی قسم بھی نہ کھائی جائے ۱۲

Marfat.com

پیغمبر بننے والا ہے۔

حضرت سلمان فارسی جو اسلام سے پیشتر برسوں یہاں بنی اسرائیل کے پاس آسمانی کتابوں اور صحیفوں کا علم پڑھتے رہے وہ انہی اوصاف کو آپ کی ذات مبارک میں مشاہدہ کرکے فی الفور مسلمان ہوگئے۔ عبداللہ ابن سلام ایک متبحر یہودی عالم تھے وہ توریت میں آپکے اوصاف پڑھ چکے تھے اور آپ کو ان اوصاف مظہر پاکر صدق دل سے مسلمان ہوگئے۔ اور بہت سے یہودی عالم آپ کی پیغمبری کا شہرہ سنکر آپ کی خدمت میں فتناً فوقتاً آئے اور مختلف طریقوں سے آپکا امتحان کیا کہ آیا آپ میں وہ اوصاف ہیں یا نہیں جو کتب سماویہ میں نبی آخر الزمان کے متعلق لکھے ہیں۔ اور آخر آپ کو اس امتحان میں پورا دیکھکر مسلمان ہوگئے۔ باوجود ان تمام صحیح و متواتر واقعات کے موجودہ توریت و انجیل میں جو وہ صاف صاف اوصاف یعنے نبی آخر الزمان کا نام انکی جائے ولادت ان کے خصائل و شمائل جن کو پڑھکر ایک جم غفیر نے آبائی دین کو چھوڑکر دین اسلام اختیار کرچکا ہے۔ نہیں ملتے تو اس سے صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کتابوں کی عبارتیں اب اپنی اصلی حالت پر نہیں رہیں۔ بلکہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جبکہ وہ لوگ ابھی موجود تھے جنہوں نے توریت و انجیل کی اصلی عبارتیں پڑھی اور سنی تھیں۔ متعصب یہودیوں نے جو ایک نبی امی کی شان و عظمت کے آگے اپنے تبحر و فضیلت علمی کا چراغ گل ہوتا دیکھکر آتش حسد میں جلے بھنے جاتے تھے۔ ان اوصاف اور پیشنگوئیوں کو اڑاکر آسمانی کتابوں میں بہت کچھ کتر بیونت کردی تھی۔ چنانچہ قرآن مجید کی سورۂ مائدہ کے رکوع ۶ میں ارشاد ہے۔ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ تا وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا۔ (س۔ مائدہ ۵۔ ع ۶)

یعنے بعض یہودی ہیں جھوٹی باتوں کی کنسوئیاں لینے پھرتے ہیں۔ کنسوئیاں لینے پھرتے ہیں دوسرے لوگوں کے واسطے جو تمہارے پاس تک نہیں آئے۔ (احکام توریت کے الفاظ کو انکے ٹھکانے سے بے جگہ کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر (محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) تمکو یہی حکم دیا جائے تو اسکو تسلیم کرلینا۔ اور اگر یہی حکم نہ دیا جائے تو اس سے بچنا۔ غرض خدا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تصریح کردی ہے۔ اور مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ توریت و انجیل میں اہل کتاب نے جی کھولکر تحریف کی ہے۔ اور زبور کے متعلق اسکے صرف ادعیہ پر مشتمل ہونیکے باعث گو کہا جاسکتا ہے کہ اُسکو تحریف کرنے کی ان لوگوں کو کیا ضرورت پڑی ہوگی۔ مگر یقین نہیں کہ وہ بھی انکے دست شفقت سے بچ رہی ہو۔

رسالہ عقائد اسلامیہ مترجمہ مولوی محمد عبداللہ صاحب انصاری میں لکھا ہے کہ "توریت کی تحریف کا ثبوت یہ ہے کہ اول تو اس میں قیامت کے روز اُٹھائے جانے اور جزاء و سزاء اُخروی کا ذکر نہیں۔ حالانکہ قیامت کا ہونا اور فرمانبردار بندوں کا جنت میں جانا اور نافرمانوں کا دوزخ میں جانا ایسا عظیم الشان مسئلہ ہے کہ کوئی آسمانی کتاب اس سے خالی نہیں۔ دوسرے اُسکے آخری باب میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کی وفات ہوجانیکا ذکر ہے۔ پس جبکہ حضرت موسےٰ وفات پاچکے تو یہ آخری حصہ کتاب کا انپر کیونکر نازل ہوا"۔

موجودہ انجیل توریت اور زبور سے بھی زیادہ محرّف ہے۔ اسکے چار نسخے ہیں جنکو چار شخصوں نے تالیف کیا ہے۔ ایک متی۔ دوسرا مرقس۔ تیسرا لوقا۔ چوتھا یوحنا۔ ان میں سے بعض نے حضرت مسیح کو دیکھا تک نہیں۔ اور یہ چاروں انجیلیں باعتبار اکثر مطالب کے آپسمیں نہایت تخالف رکھتی ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ جسکے جو دل میں آیا دھر گھسیٹا چنانچہ

Marfat.com

لوقا کی انجیل کے باب چار آیت سترہ اور اٹھارہ وغیرہ کی تفسیر میں سکاٹ صاحب نے لکھا ہے کہ یہ نقل نہ عبرانی زبان کی کتاب سے موافقت کرتی ہے نہ یونانی سے بمعلوم ہوتا ہے کہ ان انجیلوں کے مصنف یا ما بعد کے نقل کرنیوالے جو کچھ لکھا کرتے تھے واقعات کا خیال بالکل نہیں رکھتے تھے"۔ انتہی کلام سکاٹ صاحب۔

"علاوہ بریں ان چار انجیلوں کے سوا اور بہت سی انجیلیں تھیں لیکن حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے دوسو برس بعد سوائے ان چار انجیلوں کے تمام انجیلوں کو نیست و نابود کر دیا گیا۔ کیونکہ ان کے موجود رہنے سے آپسمیں ایسا بے انتہا اختلاف تھا کہ جس ایک مطلب بھی صاف طور پر معلوم نہ ہوتا تھا۔ ان اناجیل کے تلف کر دینے سے عیسائیوں کو بہت سے اختلافات سے نجات ملگئی۔ مگر ممکن ہے کہ بہت صحیح آیتیں بھی اناجیل تلف شدہ میں ہوں۔ جنکی ہدایت سے حال کے عیسائی بالیقین محروم ہیں"۔

"ماسوا اسکے جو تثلیث کا مسئلہ اس میں داخل کر دیا وہ سراسر الحاق ہے۔ اسلیئے پادری گریساخ اور پادری شولز جو بڑے پایہ کے عیسائی فاضل ہیں اُنہوں نے جو انجیل کی تفسیر لکھی ہے اس میں وہ بھی تثلیث کے مسئلہ کو الحاقی کہتے ہیں۔ اور پادری میتھر نے اردو بائیبل مطبوعہ مرزاپور ۱۸۶۹ء کے حاشیہ پر جس عبارت سے کہ تثلیث ثابت ہوتی ہے اسکو الحاقی لکھا ہے۔ اور اسحٰق نیوٹن بھی اپنے رسالہ میں اسکو الحاقی بتاتا ہے"۔

تحریم حرام کرنا قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جسکی پہلی آیت میں لفظ تحرّم آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ (س۔ تحریم۔ غ) یعنی اے پیغمبر جو چیزیں خدا نے تمہارے لئے حلال کی ہیں تم انہیں حرام کیوں کرتے ہو۔

تحریمہ کسی شے کے حرام بنانے کو کہتے ہیں (ص۔ ش) میں نماز کی تکبیر اولیٰ کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اسکے بعد تمام وہ چیزیں جو نماز سے پہلے مباح تھیں حرام ہو جاتی ہیں۔

تحمّل بردباری۔ دیکھو:۔ (حلم)

تحمید رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ (اے ہمارے پروردگار تیرے ہی لئے کل تعریف ہے) کہنا۔ اس کے لئے دیکھو (تسمیع) سورۃ فاتحہ کو بھی تحمید کہتے ہیں۔

تحیۃ الوضوء اسکے معنے ہیں وضو کا تحفہ۔ یہ دو رکعت نماز کا نام ہے جو ہر وضو کے بعد پڑھنی مستحب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں بہشت کے اندر حضرت بلال رضؓ کی جوتی کی آہٹ سنی۔ فرمایا۔ اے بلال! تو نے کونسا ایسا عمل کیا ہے جسکی بدولت تو جوتی سمیت یہاں بہ رہا ہے۔ عرض کیا۔ جب میں وضو کرتا ہوں تو دو رکعت نماز ضرور پڑھ لیتا ہوں اور اذان و تکبیر کے درمیان بھی نماز پڑھتا ہوں۔

تخارج اسکے معنے لے لینے کے ہیں (ق۔ رم) تخارج کہتے ہیں وارثوں کے اسباب پر مصالحت کر لینے کو کہ کسی وارث کو ترکہ سے شے معین دے کر اسے وراثت سے خارج کیا جائے (تع)۔

تدبیر کسی غلام کی آزادی کو موت سے معلق کرنا (تع) یعنی یوں کہ دینا تو میرے مرنیکے بعد آزاد ہے ایسا غلام آقا کے مرتے ہی آزاد ہو جاتا ہے۔ اور اسکی بیع جائز نہیں جبکہ تدبیر مطلق ہو۔ اور اگر تدبیر کسی شرط کے ساتھ مقید ہو جیسے سفر خاص سے رجوع یا مرض معین سے شفا۔ تو اسکی بیع جائز ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک علی الاطلاق اسکی بیع جائز ہے (رحمۃ)

تذکیہ ذبح کرنے کو کہتے ہیں (ص۔ ش) میں خون نجس کے

Marfat.com

بہانے کو کہتے ہیں (ک)۔

تراویح ترویح کی جمع ہے۔ جسکے معنے راحت دینے کے ہیں۔ وہ بیس رکعت نماز جو ماہ رمضان کی راتوں میں پڑھی جاتی ہے۔ اسے تراویح اسلئے کہتے ہیں کہ اس میں ہر چار رکعت کے بعد آرام لیا جاتا ہے (غ) دیکھو (نماز تراویح)۔

امام ابوحنیفہ۔ شافعی اور احمد کے نزدیک سنت ہیں اور تعداد رکعات بیس ہے۔ اکیلے پڑھنے سے جماعت سے ادا کرنا افضل ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ چھتیس ۳۶ رکعت ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو (نماز تراویح)۔

ترتیل قراء کے نزدیک ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کو کہتے ہیں اصطلاحات جرجانی میں ہے کہ ترتیل کے معنے ہیں مخارج حروف کی رعایت رکھنا۔ اور وقوف و اوصال اور آیات وقف کی محافظت کرنا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ترتیل کے معنے ہیں آواز کو پست کرنا۔ اور عموماً اسکو لہجہ میں خوش آوازی سے پڑھنا۔ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (سورۃ مزمل) یعنے قرآن ٹھہر ٹھہر کر اور خوش آوازی سے پڑھا کرو۔ (ک)۔

ترک ملاقات وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (س۔ آل عمران۔ ع ۱۱) اور (مسلمانو!) سب (ملکر) مضبوطی سے اللہ (کے دین) کی رسی کو پکڑے رہو۔ اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور تم اسکے فضل سے بھائی (بھائی) ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے (یعنے دوزخ) کے کنارے (آ لگے) تھے پھر اس نے تمکو اس سے بچا لیا۔ اسیطرح اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ راست پر آجاؤ۔

(۱) ابوایوب انصاری رض کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین روز سے اوپر کسی شخص کو اپنے بھائی سے ترک ملاقات جائز نہیں کہ دونوں کی مٹ بھیڑ ہو تو ایک ادھر مونھہ موڑ کر چلا جائے اور دوسرا ادھر کو۔ اور دونوں میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام (علیکم) کرے (صح)۔

(۲) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (لوگو!) گمان بد سے بچو کیونکہ گمان بد تمام باتوں میں بہت جھوٹی بات ہے۔ اور لوگوں کے احوال کی ٹوہ اور خبروں کی کرید نہ کرو۔ اور (کسیکو دھوکا دینے کے لئے) ایک چیز کی قیمت نہ بڑھاؤ۔ اور ایک دوسرے کی بدخواہی نہ کرو۔ اور آپسمیں دشمنی نہ رکھو۔ اور باہم ایک دوسرے سے پیٹھ موڑ کر نہ جاؤ۔ اور خدا کے بندو سب آپسمیں بھائی بھائی بنے رہو۔ (صح)۔

ترکہ وہ مال جو میت چھوڑ جائے۔ دیکھو (فرائض)۔

ترمذی کنیت انکی ابوعیسے ہے۔ اور نام محمد بن عیسے بن سورہ بن موسے بن انضحاک سلمی۔ ترمذ ایک شہر کا نام ہے جہاں کے یہ رہنے والے تھے۔ بڑے محدثوں سے ہیں۔ انکی کتاب جامع ترمذی انکے کمال فضل وعلم پر دلالت کرتی ہے۔ اس میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جو اور کسی کتاب میں نہیں ہیں۔ اول تو اسکی ترتیب خوب ہے۔ دوسرے تکرار کم ہے۔ تیسرے ہر مقام پر مذاہب ائمہ اور وجوہ استدلال ہر ایک کی ذکر کی ہیں۔ چوتھے ہر حدیث کے ضعف اور صحت سے بحث کی ہے۔ پانچویں راویوں کے ضعف اور توثیق سے بھی تعرض کیا ہے۔ انہیں خلیفہ بخاری کہتے ہیں۔ تورع۔ زہد اور خوف انکا بیحد تھا۔ خوف الہی سے بہت رویا کئے۔ آخر اندھے ہوگئے۔ ایک عجیب حکایت ان کی لکھی ہے۔ کہ مکے کی راہ میں ایک شخص سے ملاقات کی اور پہلے اس شخص

Marfat.com

دو جز حدیث کے لکھے تھے اور فرصت قرأت کی نہیں پائی تھی۔ ترمذی نے اسوقت ان سے قرأت طلب کی شیخ نے قبول کیا اور کہا کہ وہ جز نکالو۔ ترمذی نے جو انکو تلاش کیا تو وہ نہ ملے اور گم ہو گئے تھے۔ دو جز سفید کاغذ سادہ کے نکالکر حدیث ان سے سننے لگے۔ شیخ کی نگاہ جو اس کاغذ پر جا پڑی غصے ہو کر کہا کیا تم مجھ سے ہنسی کرتے ہو۔ ترمذی نے کہا کہ نہیں میں نے ان جزوں کو گم کیا۔ لیکن احادیث ان جزوں کی مجھے سب یاد ہیں شیخ نے تعجب سے کہا کہ پڑھو۔ ترمذی نے اول سے آخر تک پڑھ دیا۔ اور کہیں نہ بھولے اور سب حدیثیں سنا دیں۔ شیخ نے کہا کہ اسکا مجھے یقین نہیں آتا۔ شاید تم نے یاد کرلی ہوں گی۔ ترمذی نے کہا امتحان فرمائیے۔ شیخ نے چالیس حدیثیں غریب نکالکر انکو ایک بار سنا دیں ترمذی نے ان حدیثوں کو پھر بعینہ سنا دیا۔ اور ایک جگہ بھی نہ بھولے اور ایسے ایسے امتحان انکے حافظے کے اکثر ہوتے رہے وفات انکی ترمذ میں دوشنبے کی رات کو ستائیسویں رجب میں ۲۷۹ھ میں ہوئی۔ (مط)۔

ترویہ سیراب کرنا۔ دیکھو لفظ (ترویہ)۔

تزکیہ اسبات کی تحقیق کرنا کہ یہ گواہ عادل اور گواہی کے قابل ہے یا نہیں۔

تزویج جفت کرنا۔ نزدیک کرنا۔ مرد کو عورت اور عورت کو مرد دینا۔ (غ)۔ (ص) میں نکاح کرنے کو کہتے ہیں۔ دیکھو (نکاح)۔

تسبیح حق سبحانہ کو صفات مذمومہ سے مبرا سمجھنا۔ کہ وہ فانی نہیں۔ حادث نہیں۔ کسی کام میں کسیکا محتاج نہیں۔ الواث بشریہ و کدورات امکانیہ سے پاک ہے۔ نہ وہ سوتا ہے نہ بیمار ہوتا ہے۔ وغیرہ ذالک۔ پس اس قسم کے اوصاف بد سے مبرا سمجھنا تسبیح ہے۔ اور اسکے لئے شرع میں الفاظ مقرر ہیں سبحان اللہ وغیرہ کہنا۔

پھر تسبیح زبان سے بھی ہوتی ہے اور دل سے بھی۔ اور کبھی انسان یا ممکنات کی حالت سے بھی کہ خود بخود اسکی بناوٹ کہہ رہی ہے کہ خالق جمیع عیوب اور نقصانوں سے پاک ہے۔ اور اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ۔ یعنی ہر شے خدا کی تسبیح کہتی ہے۔ لیکن تم ان کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے۔ کیا خوب کہا ہے ؎

بذکرش ہر چہ بینی در خروش است
ولے داند دریں معنے کہ گوش است

پھر تسبیح کے کئی مراتب ہیں۔ ادنیٰ مرتبہ تو زبان سے کہنا ہے اور اعلیٰ زبان اور دل دونوں سے تسبیح کرنا۔ اور جن جن نقصانوں سے اسکی پاکی بیان کی جاتی ہے انکے برخلاف اوصاف کمال کا اسکی ذات میں مشاہدہ کرنا۔ اور اس مشاہدہ سے انوار کا اسکی ذات پر انعکاس پڑنا۔ اور اسکا بھی ان نقائص سے پاکیزہ ہو جانا۔ گو حدوث کے خصائص سے چھٹکارا مشکل ہے۔ مگر تسبیح سے اسپر ایک تجلی پڑتی ہے کہ جس سے روح کو نورانیت حاصل ہوتی ہے اور آخر کار اسکے خصائص بشریہ مٹتے مٹتے یہانتک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ یہ مجردات اور ملائکہ میں ملجاتا ہے۔ اور پھر ان سے بھی بڑھکر بارگاہ قدس میں جگہ پاتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ (س۔ نصر۔ ع) یعنے تو اپنے رب کی تسبیح کر ستائیش کے ساتھ۔ اور اس سے معافی مانگو۔ بے شک وہ توبہ قبول کرنیوالا ہے۔

نیز ارشاد ہے فَاصْبِرْ عَلٰی مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ تا لَعَلَّكَ تَرْضٰى ۝ (س۔ طہ۔ ع) تو (اے پیغمبر) جیسی جیسی باتیں یہ کافر کہتے ہیں اُن پر صبر کرو۔ اور آفتاب نکلنے سے پہلے اور (نیز) اسکے ڈوبنے سے پہلے اپنے پروردگار کی حمد (وثنا) کے ساتھ اسکی تسبیح (و تقدیس) کیا کرو۔ اور (نیز) رات کے وقتوں میں

Marfat.com

اور (دوپہر) دن کے لگ بھگ (یعنے ظہر کے وقت بھی) تسبیح (وتقدیس) کیا کرو تاکہ تم (اس عبادت کا صلہ پاکر) خوش ہوجاؤ۔

اسیطرح بہت سی آیتوں میں خدا کی تسبیح وتقدیس کرنیکا ارشاد ہوا ہے۔

(۱) حضرت سمرہ بن جندب کی حدیث میں آیا ہے کہ سب سے بہتر وہ کلام ہے جس میں خدا کی تسبیح کی گئی ہو (مش)

(۲) حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص ایک دن میں سو دفعہ خدا کی تسبیح کہے اسکے سب گناہ مٹا دئے جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں (مش)۔

(۳) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دن میں سو دفعہ تسبیح کہنے سے ہزار نیکیاں ملتی ہیں اور ہزار گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔ (مش)۔

(۴) حضرت جابرؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تسبیح کہنے والے کے لئے جنت میں کھجور کا درخت لگایا جاتا ہے (مش)۔

رکوع اور سجدہ میں کم سے کم تین بار تسبیح کہنی سنت ہے رکوع میں یوں کہا جاتا ہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم (پاک ہے میرا پروردگار بزرگی والا) اور سجدہ میں یہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی (پاک ہے میرا پروردگار سب سے بزرگ)

ایک حدیث میں تسبیح کی فضیلت یوں بیان کیگئی ہے۔ کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ (یعنے دو کلمے زبان پر ہلکے۔ میزان میں بھاری خدا کے ہاں پیارے ہیں۔ یہ کہنا کہ خدا پاک ہے اور اسکی تعریف ہے۔ اللہ پاک ہے اور عظمت والا ہے۔ اکثر لوگ نماز کے بعد اس تسبیح کا ورد کیا کرتے ہیں۔

تسلیم (۱) نماز کے خاتمہ پر سلام پھیرتے وقت السلام علیکم کہنا۔ سلام بالاتفاق مشروع ہے۔ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک رکن ہے۔ بخلاف امام اعظمؒ۔ امام اعظم اور امام احمد کے نزدیک دو سلام ہیں۔ امام مالکؒ ایک فرماتے ہیں امام شافعیؒ سے دو روایتیں ہیں۔ مگر زیادہ صحیح روایت کے مطابق دو ہیں۔ امام صاحب کے سوا باقی ائمہ کے نزدیک سلام نماز کی جزو ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک سلام اول امام اور منفرد پر فرض ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک امام، منفرد اور مقتدی تینوں پر فرض ہے۔ اور امام صاحب کے نزدیک واجب ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک دونوں سلام واجب ہیں۔ اور امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک دوسرا سنت ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک امام اور منفرد کے لئے سنت نہیں البتہ مقتدی کو مستحب ہے کہ تین سلام کرے۔ ایک سیدھی طرف اور دوسرا بائیں اور تیسرا امام کے منہ کیطرف (رحمۃ)۔

(۲) خدا تعالےٰ کے امر کا تابع ہوجانا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اسکے معنے ہیں قضا کو رضا سے قبول کرلینا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نزول بلا کے وقت ثابت قدم رہنا اور کسی قسم کا تغیر ظاہر و باطن میں نہ لانا تسلیم ہے (لغ)۔

تسمیع رکوع سے سر اٹھاتے وقت سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ (سنی اللہ نے اسکی بات جو اسکی تعریف کرے) کہنا۔ منفرد کے لئے تسمیع کے علاوہ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ (اے ہمارے پروردگار تیری ہی کل تعریف ہے) بھی کہنا چاہیئے۔ اور امام صرف تسمیع اور مقتدی تحمید کہے۔ مگر امام شافعیؒ کے نزدیک امام، مقتدی منفرد ہر ایک کو تسمیع اور تحمید کہنا سنت ہے (رحمۃ)۔

تسمیہ نام رکھنا۔ دیکھو (نام دھرنا) اسلامی لٹریچر میں بسم اللہ پڑھنا خود بسم اللہ پر بھی بولا جاتا ہے۔ قرأت سے پہلے نماز میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔ کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا چاہیئے۔

Marfat.com

حدیث میں آیا ہے کہ اگر کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو یوں کہدے بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ (مش)۔

بسم اللہ سورۂ توبہ بغیر تمام سورتوں کے اول میں آئی ہے مدینہ منورہ۔ بصرہ اور شام کے قرا کے نزدیک بسم اللہ سورۂ فاتحہ کی آیت ہے نہ کسی اور سورۃ کی۔ بلکہ صرف سورتوں کے ایک دوسری سے تمیز کرنے کے لئے ہر ایک سورۃ کی ابتداء میں آتی ہے۔ امام اعظم رح کا یہی مذہب ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک نماز میں بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے۔ مکے اور کوفے کے قرا اسے ہر ایک سورت کی علیحدہ علیحدہ آیت قرار دیتے ہیں۔ امام شافعی رح کا یہی مذہب ہے اور اسی لئے ان کے نزدیک جہری نماز میں اسے بلند آواز سے پڑھنا ضروری ہے۔

سورت توبہ کے ابتدا میں بسم اللہ نہ لکھنے کی چند وجوہ علماء نے بیان کی ہیں۔

(۱) ترمذی نے ابن عباس سے نقل کیا کہ ہمنے پوچھا اسکے پہلے بسم اللہ کیوں نہیں لکھی گئی۔ جواب دیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو آپ کاتبوں سے اسکے موقعہ پر لکھوا دیتے تھے۔ چونکہ سورت انفال اور سورت توبہ مضمون میں ملتی جلتی تھیں اس لئے ہمنے ان کو ایک سورت سمجھ لیا۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ یہ دونوں ایک سورت ہیں اسمیں آپکا انتقال ہو گیا۔

(۲) صحابہ کا ان دونوں سورتوں کے ایک ہونے میں اختلاف تھا بعض دونوں کو ایک اور بعض دو کہتے تھے اسلئے بسم اللہ نہ لکھی گئی۔ مگر فاصلہ کے لئے جگہ خالی چھوڑ دی گئی

(۳) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اسکا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ بسم اللہ امان کے لئے ہوتی ہے اور اس سورت میں کفار کے لئے امان نہیں اسلئے بسم اللہ نہ لکھی گئی۔

(۴) امام قشیری کہتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ حضرت جبرئیل اس سورت کے ساتھ بسم اللہ نہ لائے تھے۔ یہ بات بھی مشہور ہے کہ اس سورت کا ابتدا منسوخ التلاوۃ ہو گیا ہے۔ اسکے ساتھ بسم اللہ بھی ساقط ہو گئی مگر اسکو صاحب تیسیر وغیرہ نے رد کر دیا ہے۔ (لف)۔

تسنیم قبر کو اونٹ کی کوہان کیطرح ایک بالشت بھر اونچا کرنا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تسنیم مسنون ہے۔ اور امام شافعی رح کے نزدیک تسطیح یعنے قبر کو زمین کے برابر رکھنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو باتفاق صحابہ مسنم کیا گیا تھا۔

بہشت کے ایک چشمہ کا نام بھی تسنیم ہے جسکا ذکر قرآن مجید میں اسطرح آیا ہے وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ (ع، تطفیف) اور اس (شراب) میں تسنیم (کے پانی) کی ملونی ہوگی (تسنیم بہشت کا ایک) چشمہ (ہے) جس میں سے (خاص کر) مقرب (لوگ) پئیں گے۔

تشریق دھوپ میں گوشت سکھانا۔ ذی الحج کی گیارہویں۔ بارہویں اور تیرہویں تاریخوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ ان دنوں کو ایام تشریق اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان میں اہل عرب منٰی میں قربانیوں کا گوشت سکھایا کرتے تھے۔

ذی الحج کی نویں تاریخ سے لگا کر بقول امام صاحب ذی الحج کی دسویں کی عصر تک اور بقول صاحبین تیرہویں کی عصر تک جو فرض نماز مردوں کی جماعت کے ساتھ پڑھی جائے۔ اسکے بعد امام و مقتدی تکبیرات تشریق بلند آواز سے پڑھیں جو یہ ہیں۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ یہ تکبیرات مقیم پر اور مقیم کے مقتدی مسافر پر اور اس عورت پر جس نے مرد کی اقتدا کی ہو واجب ہیں۔ امام کو چاہیئے کہ عید اضحی کی نماز کے خطبے میں تکبیرات تشریق کے احکام بیان کرے (ہد)۔

Marfat.com

صرف عورتوں کی جماعت ہو تو اس میں تکبیریں واجب نہیں اسیطرح تنہا نماز پڑھنے والے پر بھی واجب نہیں۔

تشہد کلمہ شہادت پڑھنا۔ وہ دعا جو قعدہ میں پڑھی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ سب بندگیاں زبان کی اللہ کو ہیں اور سب بندگیاں بدن کی اور سب بندگیاں پاک مال کی سلامتی ہو تم پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے بندوں پر جو نیک ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود (عبادت کے لائق) مگر اللہ۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اسکے بندے ہیں اور اسکے رسول ہیں۔

اس تشہد کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے روایت کیا ہے اور امام اعظم رح نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ امام شافعی رح اور امام احمد بن حنبل رح کا مختار وہ تشہد ہے جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔ وہ یہ ہے۔ اَلتَّحِیَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوٰتُ الطَّیِّبَاتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَیْكَ الخ۔ ایک عبداللہ ابن عمرؓ کا تشہد ہے جسکو امام مالک رح نے اختیار کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ الزَّاكِیَاتُ لِلّٰهِ الطَّیِّبَاتُ الصَّلَوٰتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَیْكَ الخ۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں اسطرح تشہد کی تعلیم دیتے تھے جیسے قرآن کی سورت کی تعلیم دیتے تھے اسطرح فرماتے اَلتَّحِیَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الخ۔ (مش)

تشہد کا اطلاق خود قعدہ پر بھی آتا ہے۔ دیکھو (قعدہ)۔

تشہد کے بعد کی دعا حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تشہد کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ (ابو)۔

تصوف لغوی معنے پشم کا لباس پہننا۔ کیونکہ یہ ماخوذ ہے صوف (بضم صاد) سے جسکے معنے اون اور پشم کے ہیں۔

تصوف کی تعریف اصطلاح میں اس سے مراد ہے خواہش نفسانی سے پاک ہونا۔ اور اشیاء عالم کو مظہر حق سمجھنا۔ چونکہ زمانہ سابق میں ان صفات کے لوگ صوف پہنتے تھے اسلئے ان کے اعمال و اشغال کو مجازاً تصوف کہنے لگے۔ یہ بھی ہوسکتا کہ تصوف صوف بفتح صاد سے ماخوذ ہو۔ جسکے معنے کنارہ کشی کرنیکے ہیں۔ چونکہ واصلان حق ماسوی اللہ سے کنارہ کش ہوجاتے ہیں۔ لہذا ان کے کام کو تصوف کہنے لگے (غ)

تصوف کی تعریف ہے اَلتَّخَلُّقُ بِاَخْلَاقِ الْاِلٰهِیَّةِ یعنے خدائی اخلاق اپنے اندر پیدا کرنا۔ خرقہ تصوف وہ ہے جو مرید اپنے شیخ کے ہاتھ سے پہنتا ہے جسکی ارادت کے حلقہ میں وہ داخل ہوتا ہے اور اسکے ہاتھ پر توبہ کرتا ہے اور اس سے مدعا کئی امور ہوتے ہیں۔

(۱) جس طرح اپنے پیر کے ہاتھ سے ظاہری لباس پہنتا ہے اسیطرح اسکا باطن بھی اسکے صفات کے لباس سے متلبس ہوجائے اور تقوے کا لباس ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَیْرٌ۔ یعنے اور تقوے کا لباس اچھا ہے۔

(۲) پیر کے ہاتھ سے برکت حاصل ہو جو یہ خرقہ پہناتا ہے

(۳) لباس پہنانے وقت پیر کے دل پر جو حالت طاری ہے وہ مرید کے دل پر اثر کرے۔

لہ خداوندا میں تجھ سے عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں۔ ۱۲

Marfat.com

(۴) اس لباس کے ذریعہ سے مرشد اور مرید کے مابین مواصلت قلبی اور محبت دائمی قائم رہے۔ اور وہ مرید کو اپنے پیر کے طریقہ سیرت اور اخلاق و احوال کے اتباع کی یاددہانی کرتا رہے حتیٰ کہ مرید بالغ ہوجائے۔ کیونکہ مرشد بھی ایک طرح سے حقیقی باپ ہوتا ہے جیسے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ باپ تین ہیں۔ ایک تو جس نے تجھ کو جنا دوسرا جس نے تجھکو سکھایا۔ تیسرا جس نے تجھ کو پالا۔ ہکذافی اصطلاحات الصوفیہ (ک)۔

تصوف سے مراد یہ ہے کہ ظاہر میں آداب شرعیہ کی ایسی پابندی اختیار کیجائے کہ اسکا حکم باطن سے ظاہر میں بھی پایا جائے جس سے ان دو پابندیوں کو اختیار کرنے والے کو کمال حاصل ہوجائے۔ بعض کہتے ہیں کہ تصوف ایک مذہب ہے جسکی تمام باتیں راست اور مطلب کی ہیں۔ کسی قسم کی ہزل کو اسمیں دخل نہیں۔ بقولے وہ مخلوق کی موافقت سے دل کو صاف کرنا۔ طبعی اخلاق سے تعلق توڑنا۔ صفات بشریہ کو مٹانا۔ خواہشات نفسانی سے الگ رہنا۔ صفات روحانیہ پیدا کرنا۔ علوم حقیقیہ سے تعلق رکھنا۔ ان امور سے کام لینا جو سرمدیت پر اولیٰ ہیں تمام امت سے خیر خواہی رکھنا۔ حقیقت پر اللہ سے وفا کرنا۔ اور شریعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد ترک اختیار ہے۔ بقولے۔ کوشش کرنا اور معبود سے لو لگانا۔ بقولے۔ سانسوں کی رعایت سے حواس کی حفاظت کرنا۔ بقولے اعتراض سے بچنا۔ بقولے خدا کے ساتھ معاملہ صاف رکھنا۔ اور اسکی اصل ہے دنیا سے فارغ ہونا۔ بقولے امر و نہی کے نیچے صبر کرنا۔ بقولے حقیقت کو لینا۔ نکتہ کی بات کرنا۔ مخلوق اور اسکے سامان سے امید منقطع کرنا۔ (تع)

صوفیہ کے لقب کی ابتدا | واضح ہو کہ بقول بعض تصوف ماخوذ ہے صفا سے اور ہر زبان میں وہ محمود ہے۔ اسکی ضد ہے کدورت۔ اور وہ ہر زبان میں مذموم ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفا دنیا سے جاتی رہی اور کدورت باقی رہی۔ پس آج موت ہر مسلمان کے لئے تحفہ ہے۔ پس تصوف کا لقب اسی لفظ سے نکلا ہے اور ایک خاص جماعت کے لئے موضوع ہوا۔ جسکی وجہ یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور آپ کے بعد کے بزرگان دین صحابہ کہلاتے تھے انکے بعد کے لوگ تابعین کہلانے لگے۔ اور انکے بعد تبع تابعین۔ پھر انکے بعد جو لوگ سب سے زیادہ دین پر متوجہ رہتے تھے زاہد و عابد کہلاتے تھے۔ ان کے بعد جب اہل بدعت پیدا ہوئے اور انہوں نے حقیقت کے خلاف عابد و زاہد ہونے کا دعوے شروع کیا۔ تو خاص اہل سنت والجماعت جنکا زہد و عبادت بدعات و خواہشات نفسانیہ سے پاک و خالص تھا اہل بدعت کی جماعت سے الگ ہوگئے اور اپنا نام صوفیہ (یعنے خالص علم و عمل والے) رکھ لیا۔ جو اس جماعت کیلئے اسم علم بنگیا۔ اور دوسری صدی کے اندر یہ لقب مشہور ہوگیا۔ (کذافی قشیریہ)۔

سچے صوفی اور جھوٹے صوفی | توضیح المذاہب میں لکھا ہے کہ تصوف کے لغوی معنے ہیں صوف پہننا اور یہ زہد اور ترک دنیا کا اثر ہے۔ اہل عرفان کی اصطلاح میں اسکے معنے ہیں دل کو ماسوے اللہ کی محبت سے پاک کرنا۔ ظاہر کو من حیث العمل آراستہ کرنا۔ ماموارت کا اعتقاد رکھنا۔ ممنوعات سے دور رہنا۔ اور رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادوں پر عمل کرتے رہنا۔ یہ سچے صوفیوں کی جماعت ہے۔

بعض جھوٹے صوفی بھی ہوتے ہیں جو اپنے آپکو صوفی شمار کرتے ہیں۔ اور حقیقت میں وہ صوفی نہیں ہیں ان کے چند فرقے ہیں جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔

(۱) جبیہ (۲) اولیائیہ (۳) شمراخیہ (۴) اباحیہ۔ (۵) حالیہ (۶) حلولیہ (۷) حوریہ (۸) واقفیہ (۹) متجاہلیہ (۱۰) متکاسلیہ (۱۱) الہامیہ وغیرہ۔ ان لوگوں کا متصوف بنجانا ایسا ہی ہے جیسے بعض غیر قوم کے لوگ سید بنجاتے ہیں

Marfat.com

طبقات مرد کے مراتب علے اختلاف درجات تین قسم کے ہیں۔ پہلی قسم واصلوں اور کاملوں کی ہے، یہ اعلیٰ درجہ کا طبقہ ہے۔ دوسری قسم سالکان طریق کمال کی ہے یہ وسطیٰ طبقہ ہے تیسری قسم زمین اور غاروں میں رہنے والوں کی ہے یہ ادنیٰ طبقہ ہے جنکا مقصود بدن کی پرورش اور شکم و شرمگاہ کی لذتیں اُٹھانا ہے۔ ان لوگوں کی طاعات و عبادات تحریک اعضا کے سوا اور کوئی معنے نہیں رکھتیں

واصلوں کی دو قسمیں ہیں۔ اول مشائخ صوفیہ جو حضرت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمال اتباع کی بدولت اعلیٰ درجہ پر پہنچے ہیں۔ پھر انکو بہ سبیل رجوع مخلوق کو آنحضرت کی اتباع کی ہدایت کرنے کی اجازت دیگئی ہے۔ یہ کاملین و مکملین کی جماعت ہے، جو عین جمع میں غرق ہونے کے بعد ساحل بقا پر پہنچ گئے ہیں۔ دوسری جماعت اُن لوگوں کی ہے جنکو درجہ کمال پر فائز ہونیکے بعد تکمیل اور رجوع خلق کا منصب حاصل نہیں ہوا۔ اور بحر جمع میں غرق ہوکر رہ گئے اور ساحل بقا پر نہ پہنچ سکے۔

سالکوں کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک طالبان رضائے الٰہی دوسرے طالبان بہشت و آخرت۔ طالبان رضائے الٰہی کی دو جماعتیں ہیں۔ ایک متصوفہ محق دوسرے متصوفہ ملامتیہ محق وہ جماعت ہے جو صفات بشری کے نقص سے خلاصی پاکر بعض احوال صوفیہ سے متصف ہو چکے ہیں اور انکی نہایات پر مطلع ہو چکے ہیں لیکن ابھی بقائے نفس کا تعلق نہیں چھوڑا۔ اسلئے اہل قرب کے آخری درجہ تک نہیں پہنچ سکے۔ ملامتیہ وہ جماعت ہے جو اخلاص اور صدق کی رعایت میں حد سے زیادہ کوشش کرتے ہیں۔ اور عبادات کے مخفی رکھنے اور طاعات کو چھپانے کا اہتمام لازم سمجھتے ہیں تاکہ ریا کا شائبہ پیدا نہ ہو جائے۔ اعمال صالحہ سے کوئی بات ترک نہیں کرتے۔ انکا مشرب ہمیشہ حصول معنے اخلاص کا مقتضی ہے بعض کہتے ہیں کہ ملامتیہ وہ لوگ ہیں جو نیکی کا اظہار نہیں کرتے اور بدی کو چھپاتے نہیں۔ یہ جماعت ہرچند کہ قابل عزت ہے لیکن وجود بشری کا حجاب ان کے دلوں کو کامل انکشاف حاصل نہیں کرنے دیتا اسلئے وہ جمال توحید کے مشاہدہ سے محجوب رہتے ہیں کیونکہ انہیں اعمال کے اخفا کیلئے بھی ان کو اپنے دل کی طرف نظر کرنی پڑتی ہے اور کرتے ہیں۔ مگر کمال یہ ہے کہ اپنے آپ کو دیکھ ہی نہ سکے اور نہ جان سکے بلکہ وحدت میں مستغرق ہوے

چہ غیر و کجا غیر و کو نقش غیر
سوی اللہ واللہ ما فی الوجود

ملامتیہ اور صوفیہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ ملامتیہ تو اپنے اعمال کو خالص کرتے ہیں اور صوفیہ خود مخلوق سے خالص ہو جاتے ہیں یعنے عنایت ازلی ان کے وجود کو مٹا کر خلقت و انانیت کا پردہ چشم شہود سے اُٹھا دیتی ہے۔ اور ان کو ایسے درجہ پر پہنچا دیتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور مخلوق نہیں دیکھ سکتے۔ پس ملامتیہ مخلِص بکسر لام ہیں اور صوفیہ مخلَص بفتح لام ہیں۔

طالبان آخرت کی چار جماعتیں (۱) زاہد (۲) فقیر (۳) خادم (۴) عابد۔ زاہد وہ لوگ ہیں جو ایمان و ایقان کے نور سے آخرت کی حقیقت اور عقبےٰ کے جمال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ دنیا کو قبیح سمجھتے ہیں۔ مقتضیات نفس سے بالکل پرہیز رکھتے ہیں اور جمال اخروی کو اپنا مقصود سمجھتے ہیں۔ ان میں اور صوفیہ میں فرق یہ ہے کہ زاہد آخرت کی طلب محض اپنے نفس کے مزے کے لئے کرتا ہے۔ کیونکہ بہشت لذتوں کی جگہ ہے بخلاف اسکے صوفی کی نظر میں خدا کے سوا کوئی چیز نہیں ہوتی۔

فقرا وہ لوگ ہیں جو طلب حق تعالےٰ کی جہت سے دنیا کی کسی چیز کو اپنی ملک میں رکھنا پسند نہیں کرتے۔ اور یہ ترک تین اسباب میں سے ایک سبب پر مبنی ہوتا ہے۔ یا تو فضل کی امید یا حساب کی تخفیف۔ اور یا خوف عذاب۔ کیونکہ حلال کے لئے حساب ہے اور حرام کے لئے عذاب۔ اور امید فضل کیلئے ثواب۔ فقرا اور ملامتیہ میں یہ فرق ہے کہ فقرا طالب بہشت ہیں اور ملامتیہ طالب حق۔

خادم وہ لوگ ہیں جو فقرا اور طالبان حق کی خدمت اختیار کرتے ہیں اور ادائے فرائض کے بعد باقی اوقات انکے امور معاش کے اہتمام و انصرام پر صرف کرتے ہیں اور اسکو نوافل سے مقدم

Marfat.com

رکھتے ہیں۔

عابد وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ فرائض نوافل اور وظائف پر مداومت رکھتے ہیں تاکہ آخرت میں ثواب حاصل ہو۔ یہ صفت صوفی میں بھی موجود ہوتا ہے۔ لیکن وہ ثواب اور اغراض سے بری ہوتا ہے کیونکہ صوفی خدا کی پرستش خاص خدا کے لئے کرتا ہے۔ ہر عابد کا زاہد ہونا لازم نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ کثرت عبادت کے ساتھ دنیا کی رغبت بھی موجود ہو۔ اور عابد کا فقیر ہونا بھی ضرور نہیں۔ ممکن ہے کہ وہ کثرت عبادت کے ساتھ دولتمند بھی ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ واصلین کی دو جماعتیں ہیں۔ اور سالکین کی چھ جماعتیں ان آٹھوں جماعتوں میں سے ہر ایک جماعت کے دو دو متشبہ فریق ہیں۔ ایک فریق محق دوسرا مبطل ہے۔ (۱) متشبہ محق بصوفیان وہ لوگ ہیں جو احوال صوفیہ کی نہایات کے مشتاق ہیں اور متعلقات صفات کے بقایا کے باعث مقصد تک پہنچ نہیں سکے (۲) متشبہ مبطل بصوفیا وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو صوفی ظاہر کرتے ہیں اور ان کے اعمال سے خالی ہوتے ہیں۔ اس جماعت کو باطنیہ اباحیہ اور صاحبیہ کہتے ہیں۔ یہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ احکام شریعت کا مقید ہونا عام لوگوں کا کام ہے جنکی نظر اشیاء کی ظاہر پر ہوتی ہے۔ مگر خواص رسوم ظاہر کے مقید نہیں ہوتے وہ حضوری ظاہر کا اہتمام کرتے ہیں (۳) متشبہ محق بمجذوبان واصل اہل سلوک کی وہ جماعت ہے جنکی توجہ ابھی منازل صفات کے قطع کرنے میں مبذول ہوتی ہے۔ اور جو بہت طلب کی تیزی سے ان کا وجود قلق و اضطراب میں رہتا ہے اور کشف ذات اور حصول مقام فنا سے پہلے کبھی کبھی کشف ذات کی چمک ان پر پڑتی ہے اور انکے دل ہمیشہ اس مقام کے مشتاق رہتے ہیں (۴) متشبہ مبطل بمجذوبان واصل وہ لوگ ہیں جو عین فنا میں مستغرق ہونیکا دعوے رکھتے ہیں اور اپنی حرکات و سکنات کو کبھی اپنی طرف منسوب نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں کہ کوئی حرکت محرک کے بغیر وقوع میں نہیں آتی۔ اس سے۔ عادتاً یہ ہوتا ہے کہ انکو ان کی بد اعمالیوں پر ملامت نہ کیجائے۔ یہ لوگ زندیق کہلاتے ہیں۔

(۵) متشبہ محق بملامتیہ وہ لوگ ہیں جو نظر خلق کی تخریب کی زیادہ پروا نہیں کرتے۔ ان کی اکثر سعی رسوم و عادات کی تخریب اور آداب مخالطات کی قیود سے رستگاری حاصل کرنے پر مبذول ہوتی ہے۔ ان لوگوں کا سرمایہ حال فراغ خاطر اور خوشنودی قلب کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ وہ زاہدوں اور عابدوں کے مسلک پر نہیں چل سکتے نوافل و طاعات بکثرت بجا نہیں لاسکتے صرف ادائے فرائض پر مداومت کرتے ہیں۔ اسباب دنیوی کی طلب و جمع ان سے منسوب ہوتی ہے۔ یہ جماعت عدم ریا کے باعث ملامتیہ کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ ان میں اور ملامتیہ میں فرق یہ ہے کہ مؤخر الذکر تمام نوافل و طاعات خفا کے ساتھ بجالاتے ہیں اور یہ لوگ صرف فرائض سے واسطہ رکھتے ہیں۔ اور اخفائے اعمال سے کوئی سروکار نہیں رکھتے اس زمانہ میں جو جماعت قلندریہ کے نام سے موسوم ہے اور اسلام کے دائرہ سے خارج ہے اور مذکورہ اوصاف سے خالی ان کے حق میں یہ نام استعمال کرنا بے جا ہے۔ انکو حشویہ کہنا لائق ہے۔ (۶) متشبہ مبطل بملامتیہ کی جماعت بھی زنادقہ میں سے ہے جو اسلام و اخلاص کا دعوے کرتی ہے۔ اور فسق و فجور کے اظہار میں مبالغہ سے کام لیتی ہے۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ ہم کو ملامت کیجائے اللہ تعالےٰ طاعت سے بے نیاز ہے اور گناہ سے اسکا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ ان کے نزدیک گناہ صرف لوگوں کی ایذا رسانی ہے اور نیکی صرف لوگوں کے ساتھ احسان کرنا ہے۔

(۷) متشبہ محق بزاہدان وہ لوگ ہیں جنکی رغبت ابھی دنیا سے بالکل نہیں گئی۔ اور چاہتے ہیں کہ یکبارگی رغبت پھیر دیں۔

(۸) متشبہ مبطل بزاہدان۔ وہ لوگ ہیں جو قبولیت خلق حاصل کرنے کے لئے دنیوی زینت کو ترک کر دیتے ہیں جس سے انکی لوگوں میں عزت ہوتی ہے اور اکثر لوگ ان کے دھوکے میں آجاتے ہیں۔ اس جماعت کو مرائیہ کہتے ہیں۔ (۹) متشبہ محق بفقرا وہ لوگ ہیں جنکی ظاہری حالت پر آثار فقری نمایاں

اور باطن حقیقت فقر کا خواہاں ہو لیکن ابھی کچھ نہ کچھ ان میں مالداری کی رغبت موجود ہو۔ اور تکلف کے ساتھ فقر پر صبر کرتے ہوں۔ (۱۰) متشبہ مبطل بفقرا وہ لوگ ہیں جو ظاہر میں فقیر نظر آتے ہوں لیکن انکے دل کو حقیقت فقر سے کوئی مناسبت نہ ہو۔ انکا مدعا اس سے یہ ہوتا ہے کہ لوگوں میں ان کا چرچا ہو اور اس سے ان کو فائدہ حاصل ہو۔ ان لوگوں کو بھی مرائیہ کہتے ہیں (۱۱) متشبہ محق بخدام وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ بندگان خدا کی خدمت پر کمربستہ رہیں۔ اور مدعا یہ ہو کہ ان کی خدمت نجات اخروی کا ذریعہ بن جائے لیکن ابھی وہ اسکی حقیقت کو نہ پہنچا ہو ایسے لوگوں کو متخادم کہتے ہیں۔ (۱۲) متشبہ مبطل بخادم وہ شخص ہوتا ہے جو آخرت کی نیت سے خدمت نہ کرے بلکہ اسکا مدعا محض دنیا طلبی ہو۔ تاکہ اسکی بدولت کھانے اور پینے اور گزر اوقات کا سامان بہم پہنچائے ایسے لوگوں کو مستخدم کہتے ہیں۔ (۱۳) متشبہ محق بعابد وہ شخص ہے جو اپنے اوقات کو عبادت میں مستغرق رکھے لیکن تصفیہ نفس نہ ہونے کے باعث طبع بشری ہمیشہ اسکے اعمال و طاعات میں فتور ڈالتی ہے اسکو متعبد کہتے ہیں۔ (۱۴) متشبہ مبطل و ریاکار شخص ہوتا ہے جو محض لوگوں میں قبولیت حاصل کرنے کے لئے عبادات بجالائے ثبوت آخرت کا ایمان اسکے دل میں نہ ہو۔ اور جبتک کوئی دیکھنے والا موجود نہ ہو وہ عبادت نہیں کرتا۔ (انتہی بانی توضیح المذاہب)۔

شجرہ جماعات صوفیہ محققین

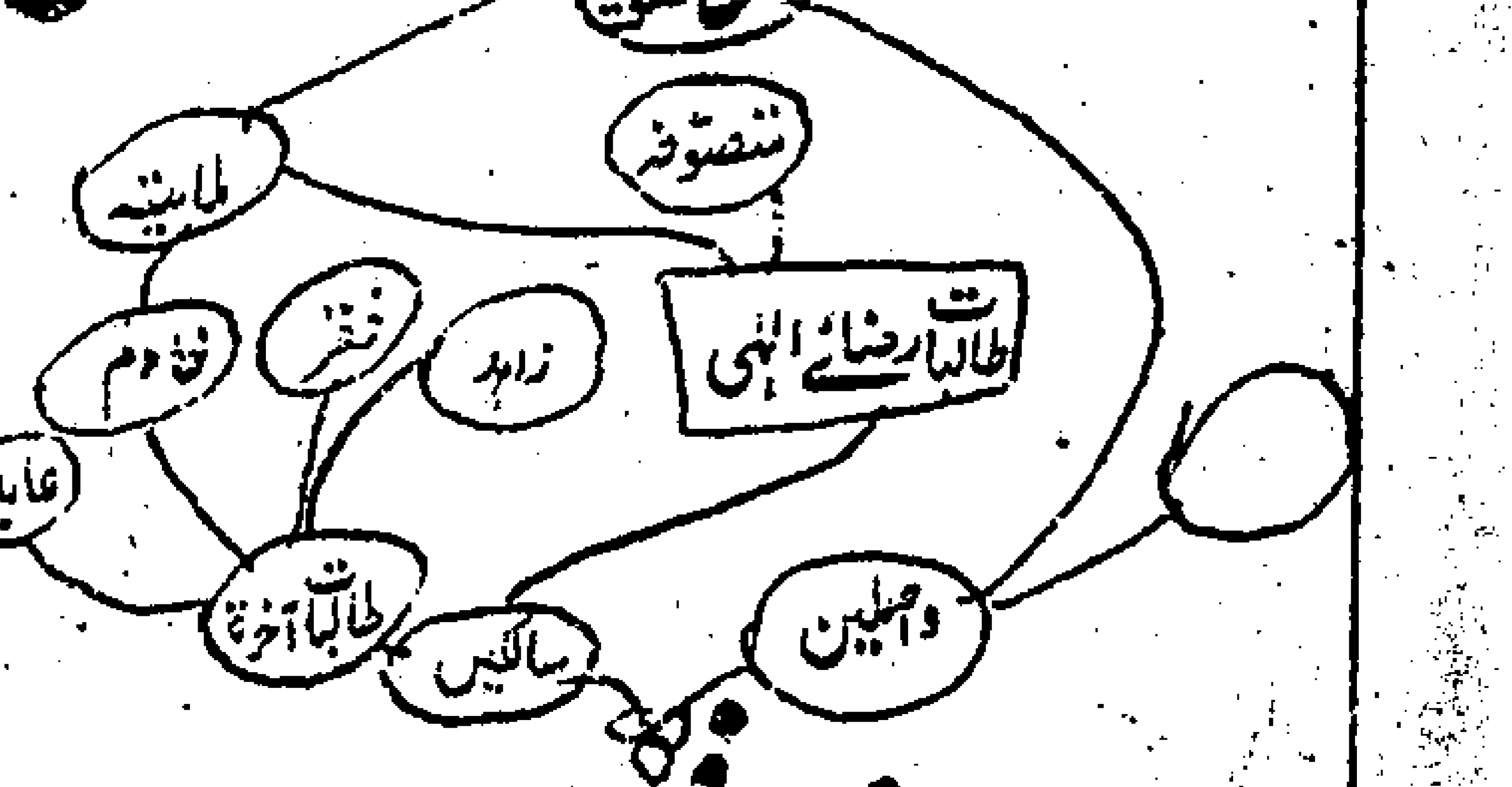

اولیاء اللہ | مرآۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ طبقہ صوفیہ کے سات نوع ہیں (۱) طالب (۲) مرید (۳) سالک (۴) سائر (۵) طائر (۶) واصل (۷) قطب جسکا دل محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دل پر ہوتا ہے اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے علم لدنی کا وارث ہوتا ہے۔ باقی کی تعریف یوں لکھی ہے "واصل کسے را گویند کہ قوای لطیفہ او مزکی گشتہ بر لطیفہ حق۔ وطائر کسے را گویند کہ بلطیفہ روحی رسیدہ۔ وسائر کسے را گویند کہ صاحب قوای مزکی لطیفہ سری باشد۔ وسالک کسے را گویند کہ صاحب قوای مزکی لطیفہ قلبی باشد۔ ومرید کسے را گویند کہ صاحب قوی مزکی لطیفہ نفسی باشد۔ وطالب کسے را گویند کہ صاحب قوی مزکی لطیفہ خفی قالبی باشد"۔ پھر لکھا ہے کہ اس جماعت کی تعداد ایام شمسی کے حساب پر تین سو ساٹھ ہوتی ہے۔

پھر لکھا ہے یہ بھی کہتے ہیں کہ مردان خدا یہ لوگ ہیں۔ اقطاب۔ غوث۔ امامان (قطب کے دو وزیر) اوتاد۔ ابدال۔ اخیار۔ ابرار۔ نقبا۔ نجبا۔ عمدہ۔ مکتومان۔ مفردان یعنی محبوبان نقبا کی تعداد تین سو ہے ! ان سب کا نام علی ہے۔ نجبا کی تعداد میں ستر ہیں ہر ایک کا نام حسن ہے۔ اخیار سات ہیں ہر ایک کا نام حسین ہے۔ عمدہ چار ہیں انکا نام محمد ہے۔ غوث ایک ہے۔ اسکا نام عبداللہ ہے۔ جب غوث وفات پاتا ہے تو عمدہ میں سے ایک شخص اسکی جگہ قائم ہو جاتا ہے اور اسکی جگہ اخیار میں سے ایک شخص متعین ہو جاتا ہے۔ اسکی جگہ نجبا میں سے ایک شخص اور اسکی جگہ نقبا میں سے ایک شخص اور اسکی جگہ مخلوق میں سے ایک شخص منتخب ہو کر مقرر ہو جاتا ہے۔ نقبا کی مسکن زمین مغرب ہے۔ نجبا کا مقام ملک مصر اخیار ہمیشہ سیاحت کرتے رہتے ہیں۔ ان کو سکونت اور قرار نہیں ہے۔ عمدہ زمین کے گوشوں میں رہتے ہیں غوث کا مسکن مکہ شریف ہے۔ مگر یہ درست نہیں کیونکہ حضرت عبدالقادر جیلانی کا مسکن جوکہ غوث اعظم تھے بغداد تھا۔

توضیح المذاہب میں لکھا ہے کہ مکتومان چار ہزار اشخاص ہیں جو چھپے رہتے ہیں اور اہل تصرف انہیں ہیں۔ لیکن جو اشخاص اصل میں عقد ہیں اور ان کو درجہ قرب حاصل ہے

Marfat.com

اوران کے احکام نافذ ہوتے ہیں۔ ان کی تعداد تین سو ہے، خلاصۃ المناقب کی روایت میں وہ سات اشخاص ہیں جنکو ابدال اور سیاح بھی کہتے ہیں۔ اور انکا مقام مصر میں ہے۔ اللہ نے انکو سیاحت کا حکم دیا ہے تاکہ طالبوں اور عابدوں کو ارشاد کریں ستر اشخاص اور ہیں جنکو نجبا کہتے ہیں اور وہ مغرب میں رہتے ہیں۔ چالیس اشخاص اور ہیں جنکو ابدال کہا جاتا ہے انکا مقام ملک شام ہے۔ سات ابرار ہیں جو حجاز میں مقیم ہیں۔ پانچ عمدہ ہیں جو عالم کے ستون ہیں اور دنیا انکے ساتھ قائم ہے۔ وہ دنیا کے اطراف میں رہتے ہیں۔ چار اوتاد ہیں جنکے ساتھ عالم کا مدار مستحکم ہے جسطرح رسی کا مدار میخ پر ہوتا ہے تین نقبا ہیں جو اس امت کے نقیب کہلاتے ہیں اور ایک قطب اور غوث ہے جو تمام عالم کا فریاد رس ہے۔ جب قطب دنیا سے انتقال کر جاتا ہے تو اسکی جگہ اور قائم ہو جاتا ہے۔

کشف اللغات میں لکھا ہے۔ نجبا چالیس اشخاص مردان غیب ہیں جو لوگوں کے کاموں کی اصلاح پر مامور ہیں۔ شرح فصوص میں مرقوم ہے کہ نجبا سات ہیں جنکو رجال الغیب کہتے ہیں۔ اور نقبا تین سو ہیں جنکو ابرار کہتے ہیں۔ اولیاء میں سب سے پست درجہ نقبار کا ہے۔

روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس امت میں سے چالیس ابراہیمؑ کی خلق پر اور سات موسےؑ کی خلق پر اور تین عیسےؑ کی خلق پر اور ایک محمدؐ کی خلق پر ہے پس وہ اپنے اپنے درجوں کے موافق سچائی کے سردار ہیں۔ (کشاف اصطلاحات)۔

تصوف کی تعلیم اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا یعنے اور سکھایا ہمنے ان کو اپنے پاس سے ایک علم اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم تفسیر و حدیث و فقہ وغیرہ ظاہری اور مشہور علوم کے سوا کوئی اور علم بھی۔ وہی علم باطن ہے۔ عارفین کا قول ہے کہ جس شخص کو علم باطن سے کچھ بھی حصہ میسر نہ ہو۔ اسکے خاتمہ کے برا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اور ادنیٰ حصہ یہ ہے کہ اسکی تصدیق اور تسلیم تو کرتا ہو۔ منکر کی یہی سزا کافی ہے وہ اس سے محروم ہے ؎

بامدعی بگوئید اسرار عشق و مستی
بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی

لاکھوں معتبر آدمیوں کی شہادت موجود ہے کہ اہل باطن کی محبت سے ایک نئی حالت باطن میں پیدا ہو جاتی ہے جسکا احساس علوم عقائد و فقہ وغیرہ کے علاوہ ہوتا ہے اس حالت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ طاعت کی رغبت اور معاصی سے نفرت عقائد کی پختگی روزافزوں ہوتی ہے جس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ طریق باطن کوئی خاص چیز ہے۔ جو خاص ذوقی اور وجدانی شئے ہے لفظاً سکو ظاہر نہیں کر سکتے نہ اسکے متعلق کوئی مثال پیش کی جا سکتی ہے (ارشاد الطالبین)

علم باطنی یا علم تصوف یا علم طریقت جو کچھ کہو اسکے لئے بیعت ضروری ہے۔ کیونکہ کوئی کمال استاد کے بغیر حاصل نہیں ہوتا ؎

گر ہوائے ایں سفر داری دلا   دامن رہبر بگیر و پس بر آ
بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق   عمر بگذشت و نہ شد آگاہ عشق

علم باطن کا استاد پیر یا مرشد ہوتا ہے اور اسکے دائرہ شاگردی میں شامل ہونے کو اسکی بیعت کرنا کہتے ہیں۔ مگر چونکہ ایک مرشد کی بیعت کے بعد اسکی زندگی میں دوسرے کی بیعت نہیں ہو سکتی اور نہ اسکی بیعت بے وجہ خاص فسخ ہو سکتی ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ پہلے ہی کامل مرشد کی بیعت کرنی چاہئے۔ اور کامل کی شناخت ازبس مشکل ہے۔ تاہم اس میں یہ صفات ہونی ضروری ہیں کہ علم شریعت سے بقدر ضرورت واقف ہو متقی ہو۔ ارتکاب کبائر اور اصرار صغائر سے بچتا ہو تارک دنیا اور راغب آخرت ہو۔ ظاہری باطنی طاعات و عبادات پر مداومت رکھتا ہو۔ مرید کے اخلاق و اطوار کا پورا محافظ ہو۔ بزرگوں سے فیضان صحبت حاصل کر چکا ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ اس سے کرامات اور خوارق عادات ظاہر ہوں نہ یہ کہ تارک کسب ہو ہاں دنیا کا حریص نہ ہو۔ بس اتنا کافی ہے مقامات سلوک کی بیعت خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے

Marfat.com

ثابت ہے۔ اسکے سنت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء کے زمانہ میں سلف نے بیعت سلوک کو چھوڑ کر صرف صحبت پر اکتفا کیا۔ تو اسکی وجہ یہ تھی۔ کہ بیعت سلوک سے بیعت خلافت کا شک پڑنے کا احتمال ہوتا تھا جس سے ملک بغاوت یا کم از کم عام بدظنی پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ پھر بیعت کی بجائے خرقہ کی رسم جاری ہوئی جب خلفاء کی بیعت کا رواج نہ رہا تو صوفیہ نے اس مردہ سنت کو زندہ کیا (قول جمیل)۔

ریاضت ومجاہدہ | مرشد کی تعلیم کا پہلا زینہ ریاضت اور مجاہدہ ہوتا ہے جس سے مرید کی طبیعت شوائب دنیویہ سے پاک ہوکر نور معرفت حاصل کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔

مجاہدہ اجمالی کے اصول چار ہیں۔ قلت کلام۔ قلت طعام۔ قلت منام۔ قلت اختلاط مع الانام۔ ان امور میں مرتبہ اوسط حسب تعلیم شیخ کامل ملحوظ رہنا چاہیئے (کذا فی جواہر غیبی)۔

سالکان طریق نے حزن وغم کو اعلیٰ درجہ کا مجاہدہ قرار دیا ہے۔ کہ اس سے نفس کو پستی وشکستگی حاصل ہوتی ہے جو کہ آثار عبودیت سے ہے۔ اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آسکتی ہے کہ سالک کو جو قبض پیش آجاتا ہے (دیکھو قبض وبسط) وہ اسکے بُعد وطرد کی علامت نہیں ہوتی کیا عجب کہ اس سے اُسکا تصفیہ ومجاہدہ مقصود ہو۔ صبر وتحمل سے کام لینا چاہیئے (کذا فی تشریہ)۔

باغباں گر پنج روزے صحبت گل بایدش
بر جفائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش
اے دل اندر بند زلفش از پریشانی منال
مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش

مجاہدہ تفصیلی کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم اخلاق حمیدہ حاصل کرنا۔ دوسری قسم اخلاق ذمیمہ سے بچنا۔ پہلی قسم کے اخلاق یہ ہیں:۔

(۱) توبہ۔ یعنے گناہ کو یاد کرکے افسوس کرنا اور نادم ہونا۔ اور اسکے ترک کردینے کا عہد کرنا۔

(۲) صبر۔ دینی خیالات کو تحریک دینے والی طاقت کو ہوائے نفسانی پر غالب کرنا۔

(۳) شکر۔ یعنی نعمت کو منعم حقیقی کی طرف سے سمجھنا۔ پھر منعم سے خوش ہونا اور اسکی اطاعت کرنا۔

(۴) رجا۔ یعنی فضل ومغفرت اور جنت ونعمت کے انتظار میں قلب کو راحت ہونا۔ اور اُنکے حصول کی کوشش کرنا

(۵) خوف یعنی عتاب وعذاب کے خیال سے قلب کا دردمند ہونا۔

(۶) زہد۔ یعنی فانی چیزوں کی خواہشات کو ترک کرکے آخرت کی طرف مائل ہونا۔

(۷) توحید۔ یعنی یہ یقین رکھنا کہ بدوں ارادہ خدا کے کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔

(۸)۔ توکل۔ یعنی صرف وکیل باکار ساز پر قلب کا اعتماد رکھنا۔

(۹) محبت یعنی طبیعت کا ایسی چیز کی طرف مائل ہونا جس سے حقیقی لذت حاصل ہو۔

(۱۰) شوق۔ یعنی محبوب کو کمال دیکھنے اور جاننے کی خواہش ہونا۔

(۱۱) انس۔ یعنی محبوب کی وجود معاینہ پر نظر طبیعہ ہوکر قلب کو سرور وفرح حاصل ہونا۔

(۱۲) رضا۔ یعنی حکم قضا پر اعتراض نہ کرنا۔ نہ زبان سے اور نہ دل سے۔

(۱۳) نیت۔ یعنی دل کا ایسی چیز کی طرف اُبھرنا جسے اپنے نفع کے موافق سمجھتا ہے۔

(۱۴) اخلاص۔ یعنی اپنی طاعت میں صرف اللہ کے تقرب ورضا کا قصد رکھنا۔

(۱۵) صدق۔ یعنی جس مقام کو حاصل کریں اُسکو کمال تک پہنچانا۔

(۱۶) مراقبہ۔ یعنی اس ذات پاک کا دل سے دھیان رکھنا

Marfat.com

جو اسکی نگراں ہے۔

(۱۷) فکر۔ یعنی معلومات سابقہ کو ملا کر غیر معلوم باتوں تک پہنچنا۔

دوسری قسم کے اخلاق جنسے بچنا لازم ہے یہ ہیں:۔

(۱) شہوت۔ یعنی بطن و فرج کی لذات حاصل کرنیکی خواہش۔

(۲) آفات لسان۔ یعنی فضول تکرار۔ گالی گلوچ۔ بدگوئی لعنت۔ خوشامد۔ جھوٹ۔ غیبت چغلی وغیرہ۔

(۳) غضب۔ یعنی انتقام لینے کے لئے دل کا جوش میں آنا۔

(۴) حقد۔ یعنی دل کی وہ گرانی جو مخالف سے انتقام نہ لے سکنے کی صورت میں قائم رہتی ہے۔

(۵) حسد۔ یعنی کسیکی اچھی حالت کو دیکھکر جلنا اور اسکے زوال کے خواہاں ہونا۔

(۶) حب دنیا۔ یعنی ان دنیوی اشیاء کی خواہش جنسے آخرت میں کوئی فائدہ نہ ہو۔

(۷) بخل۔ یعنی ان مصارف میں تنگی کرنا جو شرعًا یا مروۃً لازم ہیں۔

(۸) حرص۔ یعنی مال وغیرہ کے ساتھ قلب کا مشغول ہونا۔

(۹) حب جاہ۔ یعنی لوگوں کے نزدیک قابل تعظیم بننے کی خواہش رکھنا۔

(۱۰) ریا۔ شہرت اور نیکنامی کی غرض سے لوگوں کو دکھا کر طاعت کرنا۔

(۱۱) تکبر۔ یعنی اپنے آپ کو صفات کمال میں دوسروں سے بڑھکر سمجھنا۔

(۱۲) عجب۔ یعنی اپنے کمال کو اپنی طرف منسوب کرنا اور اسکے زوال کا خوف نہ ہونا۔

(۱۳) غرور۔ یعنی کسی نفسانی خیال پر طبیعت کا مائل اور قلب کا مطمئن ہونا (احیاء العلوم وغیرہ)۔

واضح ہو کہ کسی بزرگ نے ان دونوں قسم کے اخلاق کو ذیل کی دو رباعیوں میں منظوم کردیا ہے

خواہی کہ شوی بمنزل قرب عظیم — نہ چیز نفس خود فرما تعلیم
صبر و شکر و قناعت و علم و یقین — تفویض و توکل و رضا و تسلیم

خواہی کہ شود دل تو چون آئینہ — دہ چیز برون کن از درون سینہ
{حرص و امل و غضب و دروغ و غیبت — بخل و حسد و ریا و کبر و کینہ
حرص و طمع و کذب و حرام و غیبت — بخل و حسد و کبر و ریا و کینہ}

مراقبہ واضح ہو کہ مقام مراقبہ کے متعلق دو چیزیں اور ہیں۔ ایک مشارطہ کے مراقبہ سے پہلے ہے۔ دوسری محاسبہ جو مراقبہ کے بعد ہے۔

مشارطہ یہ ہے کہ ہر روز صبح کو اٹھکر تھوڑی دیر تنہائی میں بیٹھکر اپنے نفس کو فہمائش کرے کہ دیکھو فلاں فلاں کام مت کیجو۔ اسکے بعد مراقبہ یعنی اس معاہدہ کی نگہداشت کرنی چاہئے۔ جب دن ختم ہو تو سوتے وقت محاسبہ کرنا چاہئے۔ یعنی اس روز صبح سے شام تک جو عمل کئے ہیں انکو تفصیلاً یاد کرے۔ جو نیک کام کئے ہیں ان پر خدا کا شکر بجالائے اور جو برے کام سرزد ہوئے ہوں انپر نفس کو ملامت کرے اور اگر خالی ملامت کافی نہ ہو تو کوئی مناسب سزا بھی تجویز کرے (احیاء العلوم)۔

ولی وصول کے بعد مردود نہیں ہوتا۔ جو مردود ہو وہ وصول سے پہلے ہوا۔ اولیا کو عبادت میں دوسرے لوگوں سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔ کیونکہ ان میں عبودیت و اخلاص زیادہ ہوتا ہے۔

خرق عادت خرق عادت کئی قسم پر ہے۔ ایک انمیں سے کشف ہے ایک الہام کہ صوفی کے قلب پر اطمینان کے ساتھ کوئی علم القا ہو کبھی ہاتف غیبی کی آواز سن لیتا ہے ایک قسم تصرف و تاثیر ہے۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔ ایک توجہ کہ مرید کے باطن پر اثر ہو۔ دوسرے یہ کہ دیگر اشیاء عالم پر اثر ہو۔ خواہ ہمت سے یا دعا سے۔ اسکے متعلق اولیاء اللہ بیشمار حکایات منقول ہیں۔

خوارق کا ہونا ولایت کے لئے ضروری نہیں بعض صحابہ

Marfat.com

عمر بھر میں ایک خرقِ عادت بھی واقع نہیں ہوا۔ حالانکہ وہ سب اولیاء سے افضل ہیں۔ فضیلت کا مدار قربِ الٰہی و اخلاصِ عبادت پر ہے۔ خوارق اکثر جوگیوں سے بھی واقع ہوتے ہیں۔ یہ ثمرہ ریاضت کا ہے۔ خرقِ عادت کا رتبہ ذکرِ قلبی سے بھی کم ہے۔ بلکہ صاحبِ عوارف نے تو غیر اہلِ خوارق کو اہلِ خوارق سے افضل کہا ہے۔

عارفین کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ شریعت پر مستقیم ہوں۔ اور بڑا کشف یہ ہے کہ طالبانِ حق کی استعداد معلوم کر کے اسکے موافق انکی تربیت کریں۔ شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ بعض اہلِ کرامت نے مرنے کے وقت تمنا کی کہ کاش! ہم سے کرامتیں ظاہر نہ ہوتیں۔ رہا یہ شبہ کہ پھر اولیاء کا اولیاء ہونا کسطرح معلوم ہو۔ سو اول تو ولایت ایک امرِ خفی ہے اسکے معلوم ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اور اگر معلوم ہونے سے یہ مقصود ہے کہ ہم ان سے مستفید ہوں تو انکی صحبت و تعلیم سے شرف حاصل کرنا چاہئے۔ وہ صاحبِ تصرف ہو گا تو خود بخود تمہاری حالت بدل جائیگی۔

کشف کشف دو طرح کا ہوتا ہے۔ کشفِ کونی اور کشفِ الٰہی۔ پہلا کشف یہ ہے کہ بُعدِ مکانی یا زمانی اسکے لئے حجاب نہ رہے اور کسی چیز کا حال بآسانی معلوم ہو جائے۔ کشفِ الٰہی یہ ہے کہ علوم و اسرار و معارف متعلقہ سلوک یا متعلقہ ذات و صفات اسکے قلب پر وارد ہوں۔ یا عالمِ مثال میں چیزیں متمثل ہو کر مکشوف ہوں۔

کشف و الہام سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے۔ اگر وہ موافق قواعدِ شرعیہ کے ہو گا تو قابلِ عمل ہو گا ورنہ واجب الترک ہے۔ اگر قواعدِ شرعیہ کے خلاف نہ ہو لیکن خود کشف کشف کے خلاف ہے۔ تو اگر وہ دونوں کشف ایک شخص کے ہیں تو آخری کشف قابلِ اعتماد ہو گا۔ اگر دو شخصوں کے کشف ہیں تو صاحبِ صحو کا کشف بہ نسبت صاحبِ سکر کے قابلِ عمل ہے۔

تعدد مرشد بلا ضرورت اور محض [illegible] کی برکت جاتی رہتی ہے اور شیخ کا قلب مکدر ہو جاتا ہے۔ اور نسبت قطع ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ہاں اگر ایک شیخ کی صحبت میں خوش اعتقادی کے ساتھ مدت تک رہنے کے بعد کچھ تاثیر نہ پائیں تو دوسری جگہ مقصود تلاش کر سکتے ہیں۔ لیکن شیخِ اول سے بد اعتقاد نہ ہونا چاہئے۔ ممکن ہے کہ وہ کامل و مکمل ہو۔ مگر اس سے فیض پانا اسکے نصیب میں نہ تھا۔ اسیطرح اگر شیخ کا انتقال ہو گیا ہو قبل اسکے کہ مقصود حاصل ہو یا ملاقات کی امید نہ ہو تو بھی دوسری جگہ تلاش کرے۔

استفادۂ قبور اولیاء کی قبور سے بھی استفادہ ہو سکتا ہے مگر اسیقدر کہ صاحبِ نسبت کو احوال کی ترقی ہو جاتی ہے۔ مبتدی جو ابھی محتاجِ تعلیم ہے اسکو کسی بزرگ کی قبر سے فیضِ تعلیم شاذ و نادر ہی ہو سکتا ہے۔

اولیاء اللہ کی قبور پر اونچے اونچے قبے بنوانا۔ ان کے عرس دھوم دھام سے کرنا۔ چراغاں کرنا۔ وغیرہ مراسم کو اکثر بزرگانِ مشائخ نے جائز رکھا ہے مگر بعض متبعانِ سنت ان امور کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ (تعلیم الدین)۔

اسکے علاوہ اور بھی تصوف کی اصطلاحات بیشمار ہیں۔ جن میں بعض کا ذکر اپنے اپنے موقع پر اس کتاب میں بھی آیا ہے زیادہ تفصیل کے لیے اس فن کی خاص کتابیں دیکھنی چاہئیں۔

کتب فن تصوف علمی لحاظ سے فن تصوف بڑا وسیع فن ہے اور جسقدر اس میں ضخیم اور مبسوط کتابیں لکھی گئی ہیں شاید ہی کسی اور فن میں لکھی گئی ہوں۔ مثنوی مولانا روم تصوف کی بڑی متبرک اور قابلِ تعظیم کتاب تسلیم کی گئی جسکے مضامین صوفیانِ باصفا کے لئے غذائے روح کا کام دیتے ہیں۔ اس کتاب کی بیسیوں شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔ ہندوستان میں اسکی شرح بحر العلوم بہت شہرت رکھتی ہے۔ ایک فاضل نے عربی میں بھی ایک بہت بڑی شرح لکھی ہے۔

فن تصوف کی سب سے زبردست اور جامع کتاب فتوحاتِ مکیہ ہے جو شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی تصنیف ہے، طائفہ متصوفین میں جو اعلیٰ پایہ شیخ اکبر کا ہے وہی پایہ کتبِ تصوف میں فتوحات کا ہے۔ دنیا کے کسی مذہب کا

Marfat.com

فلسفہ اخلاق اور کسی جماعت کی روحانی تعلیم اس کتاب کی تعلیم سے لگا نہیں کھا سکتی۔ ہندوؤں کو اپنے ویدانت پر بڑا ناز ہے۔ مگر فتوحات نے انسان کی روحانیت کے متعلق جو خیالات پیش کئے ہیں اپر کمالات کی انتہا ہو گی۔ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رح بھی علم تصوف کی ایک بہترین کتاب ہے جو فارسی میں ہے۔ ان کے علاوہ احیاء العلوم مؤلفہ امام غزالی رح فصوص الحکم شیخ اکبر رح جواہر غیبی۔ انسان کامل وغیرہ تصوف کی مشہور و معروف کتابیں ہیں۔

متصوفین کے سلسلے

ہندوستان میں تصوف کی تعلیم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پہنچی ہے۔ آپ نے یہ تعلیم صحابہ کو دی۔ اور صحابہ کرام سے سلسلہ بہ سلسلہ آجتک اس تعلیم کا فیض جاری ہے۔ یہ تعلیم ایک ہی ہے۔ مگر اس تعلیم کے طریقے کئی ہیں جو بعض کامل و اکمل اور گرامی ترین بزرگان دین نے اختیار کئے ہیں۔ چنانچہ وہ طریقے انہیں کے نام سے مشہور ہو گئے ہیں۔ اور ان طریقوں کے ذریعہ تصوف کی تعلیم پانیوالے لوگ اپنے اپنے طریقہ سے منسوب کئے جاتے ہیں۔

ہندوستان میں یہ چار طریقے مشہور ہیں۔

(۱) قادریہ ۔ منسوب بہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲) نقشبندیہ ۔ منسوب بہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ۔

(۳) چشتیہ ۔ منسوب بہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۴) سہروردیہ ۔ منسوب بہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ۔

ان سلسلوں کی تعلیم پانے والے قادری نقشبندی چشتی اور سہروردی کہلاتے ہیں۔

بعض اہل ظاہر صوفیہ کرام اولیاء عظام کے فضائل سے انکار کرتے ہیں۔ ان کی کرامات کے منکر اور کشف کے قائل نہیں ہوتے۔ لیکن یہ ایسی بات ہے جسکا ثبوت قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔ اور اسکا انکار انکار قرآن و حدیث ہے۔

قرآن کریم میں آصف بن برخیا کا بلقیس کے تخت کو سینکڑوں کوس کے فاصلہ سے چشم زدن میں حاضر کر دینا کرامات اولیاء کا بیّن ثبوت ہے۔ پھر حضرت عمر رض کا اپنے خطبہ میں لشکر اسلام کو جو کہ دور دراز فاصلہ پر ایک مصیبت میں پھنسا ہوا تھا پکار کر آواز دینا یَاسَارِیَۃَ الْجَبَل اور اس آواز کا وہاں سُنا جانا حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ اور ایک حدیث صحیح میں آیا ہے کہ میرا بندہ کثرت عبادت اور نفل گذاری سے اس درجہ کا قرب حاصل کرتا ہے کہ میں ہی کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ (ہر ایک چیز کو) دیکھتا ہے اور کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ (ہزاروں کوس کے فاصلہ سے) سن سکتا ہے۔

اس سے زیادہ بدیہی ثبوت کشف اولیاء اور چھپے بھیدوں پر انکی اطلاع کا کیا ہو سکتا ہے جبکہ علم الٰہی کے سامنے کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی تو پھر بحکم حدیث صحیح خدا سے اس درجہ قرب حاصل ہونے پر ہر ایک چیز کو اولیاء کرام علم الٰہی کے پرتوہ سے دیکھ اور سن سکتے ہیں۔

تصویر

صورت بنانا۔ یہاں مراد جانداروں کی صورتیں ہیں جو پردوں وغیرہ پر بنی ہوئی ہوں۔ (مثلاً) بخاری و مسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا ہو یا اس میں تصویریں ہوں۔

علماء نے لکھا ہے کہ کتے اور صورت سے مراد وہ ہیں جنکا رکھنا حرام ہے۔ اور جو ایسے نہیں جیسے وہ کتا جو شکار یا حفاظت کے لئے پالا گیا ہو۔ اور وہ صورتیں جو خوار و پائمال ہوں جیسے بچھونوں یا فرش وغیرہ میں ہوں وہ ملائکہ کے داخل ہونیکے مانع نہیں یہ حکم تو استعمال صورت کا ہے

Marfat.com

اور صورت جاندار کا بنانا مطلق حرام ہے خواہ بچھونے پر ہو یا درہم پر یا اور چیز پر۔ مگر درخت۔ پہاڑ وغیرہ بے جان چیزوں کی صورت بنانا حرام نہیں۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کسی چیز کو جس میں تصویر ہو نہ چھوڑتے تھے بلکہ اسے توڑ ڈالتے تھے۔

نیز احادیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن صورت بنانیوالوں کو کہا جائیگا کہ جس چیز کو تم نے بنایا ہے اُسے زندہ کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ مصوّروں کو عذاب ہوگا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ وعید انکے حق میں ہے جو بتوں کی صورتیں بناتے ہیں تاکہ لوگ انکی عبادت کریں۔ ایسا شخص کافر ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ جو بقصد مشابہت ساتھ خدا تعالے کے صورت بناوے وہ بھی کافر ہے۔ اور جو بغیر اس قصد کے بناوے وہ فاسق ہے۔ نہ کافر۔ مجاہد نے درخت باردار کی تصویر کو بھی مکروہ رکھا ہے۔

فتاوٰی قاضیخان میں لکھا ہے کہ ایسے حال میں نماز پڑھنا مکروہ ہے جبکہ مصلّی کے آگے یا سر پر یا دائیں یا بائیں یا اسکے کپڑے پر تصویریں ہوں اور بچھونے میں دو روایتیں ہیں صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں۔ جبکہ سجدے کی جگہ پر نہ ہوں اور یہ بات اس صورت میں ہے کہ تصویر بڑی ہو کہ دیکھنے والے بغیر تکلف کے اسے دیکھ سکیں لیکن اگر چھوٹی ہو یا اس کا سر مٹا ہوا ہو تو مضائقہ نہیں۔ (مظ)

تطفیف کم دینا۔ ماپ میں تھوڑا دینا۔ قرآن مجید کی تراسیویں (۸۳) سورت کا نام ہے جو اس طرح شروع ہوتی ہے۔ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ کم دینے والوں کی (بڑی ہی) تباہی ہے کہ لوگوں سے ماپ کر لیں تو پورا لیں (اس سورت میں ۳۶ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

اس سورت کی جائے نزول میں اختلاف ہے ابن مسعودؓ ضحاکؒ اور مقاتلؒ کے نزدیک مکہ میں سب سے آخری سورت یہی نازل ہوئی ہے حسن اور عکرمہؓ اسکا نزول مدینہ میں بتلاتے ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مدینہ میں سب سے پہلے یہی سورت نازل ہوئی ہے۔ مگر پہلی بات قوی ہے (لغت)

تطوّع فرمانبرداری کرنا۔ آجکل کی جدید عربی میں والنٹیر بننا (ص۔ف) میں سنّت و نفل کو کہتے ہیں دیکھو (النوافل)

تطہیر پاک کرنا۔ نجاست دور کرنا۔ نماز پڑھنے کے لئے ضروری ہے کہ بدن۔ کپڑا اور نماز پڑھنے کی جگہ پاک ہو۔ بدن یا کپڑے پر اگر کسی قسم کی نجاست لگ جائے تو اسے پانی سے یا اس چیز سے پاک کر لینا چاہئے جس سے پاک کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہو۔ اگر نجاست ایسی ہو کہ سوکھ جانے کے بعد بھی نظر نہ آتی ہو۔ جیسے پیشاب شراب۔ کتے کا لعاب وغیرہ تو نجس چیز کو تین بار دھونا اور نچوڑنا چاہئے۔ اور تیسری مرتبہ خوب زور سے نچوڑی جائے اگر نجاست خشک ہونیکے بعد نظر آنیوالی ہو۔ جیسے خون پیپ۔ پاخانہ۔ گوبر۔ بیٹ وغیرہ تو نجس چیز کو اتنی مرتبہ دھونا اور نچوڑنا چاہئے کہ اسکے پاک ہونے کا یقین ہو جائے اگر بخوبی دھو چکنے کے بعد نجاست کا داغ رہ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

جو چیز کپڑے کی طرح نچوڑی نہ جا سکے۔ جیسے تخت۔ چٹائی وغیرہ تو اسے دھو کر پانی پونچھ ڈالنا چاہئے۔ یہاں تک کہ قطرے ٹپکنے بند ہو جائیں۔ اسی طرح تین مرتبہ دھونا چاہئے۔

تلوار۔ چھری۔ شیشہ اور ایسی ہی اور چیزیں زمین یا کسی اور چیز پر ملنے سے پاک ہو سکتی ہیں۔ جوتے یا موزے پر گوبر یا پاخانہ کی قسم سے نجاست لگی ہو تو اُسے زمین سے مَل کر پاک کر سکتے ہیں۔ اگر پیشاب وغیرہ کی قسم سے ہو تو اسے دھونا چاہئے۔

زمین اور اینٹوں کا فرش اور ایسی ہی اور چیزیں

Marfat.com

خشک ہو جائیں اور نجاست کا اثر باقی نہ رہے تو اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ یہی حکم ہری گھاس کا ہے جو زمین پر کھڑی ہو۔ مگر کٹی ہوئی گھاس صرف سوکھنے اور نجاست کا اثر نہ رہنے سے پاک نہیں ہوتی۔ بلکہ اسے دھونا ضروری ہے۔

اگر کنوئیں میں نجاست گر جائے تو اُسے پاک کرنیکے لئے یہ حکم ہے کہ سارا پانی نکال ڈالا جائے۔ لیکن اگر کنوئیں کے چشمہ دار ہونیکے باعث سارا پانی نہ نکل سکے تو اس میں سے یکبارگی ۲۰۰ ڈول نکالنے واجب ہیں اور ۳۰۰ ڈول نکالنے مستحب۔ اس سے وہ پاک ہو جائیگا۔

اگر کنوئیں میں کوئی جانور گر جائے تو تین حالتوں میں سے اسکی ایک حالت ہوگی۔ یا تو وہ زندہ نکلیگا۔ یا مردہ ابھی پھولا سڑا ہوا نہ ہوگا۔ یا پھول کر سڑ گیا ہوگا۔ تیسری صورت میں جانور خواہ چھوٹا ہو یا بڑا وہی سارا پانی نکال ڈالنے یا دو سو سے تین سو تک ڈول نکال ڈالنے کا حکم ہے۔

دوسری صورت کے لئے یہ تین حالتیں ہیں۔

(۱) جانور بڑا ہو جیسے کتا۔ بلی۔ بڑی بطخ۔ اور اس سے بڑے جانور خواہ انکا بچہ ہی کیوں نہ ہو تو سارا پانی یا دو سو سے تین سو تک ڈول نکالینگے۔ (۲) درمیانہ درجے کا جانور ہو جیسے کبوتر مرغی وغیرہ۔ تو ۴۰ ڈول نکالنے واجب ہیں۔ اور ۶۰ ڈول نکالنے مستحب۔ لیکن اگر انکی تعداد دو سے زیادہ ہو تو سارا پانی یا دو سو سے تین سو تک ڈول نکالیں (۳) جانور چھوٹا ہو جیسے چوہا۔ چھچھوندر۔ چڑیا وغیرہ تو ۲۰ ڈول نکالنے واجب ہیں اور ۳۰ ڈول نکالنے مستحب۔ دو سے زیادہ چھوٹے جانور ہوں تو ۴۰ سے ۶۰ ڈول نکالیں۔

پہلی صورت میں خواہ جانور کا مُنہ پانی میں جائے یا نہ جائے اگر اسکا جھوٹا ناپاک ہے تو سارا پانی یا دو سو سے تین سو تک ڈول نکالیں۔ اگر اسکا جھوٹا مکروہ یا مشکوک ہے تو دس ڈول نکالنے مستحب ہیں۔ اگر جانور ایسا ہو کہ اسکا جھوٹا تو پاک ہے مگر اسکے بدن پر نجاست ہے تو بھی سارا پانی یا دو سو سے تین سو ڈول تک نکالیں۔ اگر کافر کنوئیں میں گر جائے تو اسکا بھی یہی حکم ہے۔ کیونکہ اسکا بدن حکماً نجس ہوتا ہے۔

اگر نجاست خفیفہ کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو جس حصے میں لگی ہو اگر اسکی چوتھائی کے برابر یا زیادہ ہو تو اسکا پاک کرنا واجب ہے۔ اگر کم ہو تو دھو لینا بہتر ہے۔ اگر پیشاب کی چھینٹیں سوئی کی نوک کے برابر پڑ جائیں تو انکا دھونا واجب نہیں۔ کتے کا سوکھا بدن چھونے سے کوئی چیز نجس نہیں ہوتی تاکہ اسکا پاک کرنا ضروری ہو۔ اسکا لعاب اور پسینہ نجس ہے پس اگر گندھے ہوئے آٹے یا کسی اور چیز میں مُنہ ڈال دے تو جتنی چیز سے مُنہ لگا ہو اتنی نکال ڈالیں۔ اگر خشک آٹے یا کسی ایسی چیز میں مُنہ ڈالا ہو تو جو حصہ اسکے لعاب سے تر ہوا ہو وہی نکالیں۔

خنزیر اور آدمی کے سوا سب جانوروں کے چمڑے دباغت سے پاک ہو جاتے ہیں (کتب فقہ)

(۱) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے برتن میں سے کتا پانی وغیرہ پی جائے تو اسے سات بار دھوئے (مش)۔

(۲) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اسکے پیچھے پڑ گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ڈول ڈال دو۔ تم تو آسانی کرنیوالے بنا کر بھیجے گئے ہو نہ اُلجھن میں ڈالنے والے۔ (بخ)

(۳) ابو بکرؓ کی بیٹی اسماؓ کہتی ہیں کہ ایک عورت نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ اگر ہم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو اُسے کھرچے پھر پانی سے دھوئے پھر اس میں نماز پڑھے (مش)
حضرت عائشہ صدیقہ رضی کہتی ہیں کہ میں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی منی کپڑے سے کھرچتی تھی (مس)۔

Marfat.com

تعزیت ائمہ کا اتفاق ہے کہ تعزیت مستحب ہے لیکن اسکے وقت میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ دفن کرنیکے پہلے تعزیت سنت ہے نہ بعد دفن۔ اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ دفن کے پہلے اور اسکے بعد تین دن تک سنت ہے۔ اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک تعزیت کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے۔

تعزیر اس سزا کو کہتے ہیں جو حد سے کم ہو اور وہ حاکم کی رائے پر موقوف ہے۔ اور وہ تین کوڑوں سے ۳۹ کوڑوں تک ہو سکتی ہے۔ تعزیر ایسے گناہ کے لئے مشروع ہے جس میں حد اور کفارہ نہ ہو۔ اگر کوئی شخص کسی ایسے گناہ کے باعث جس میں تعزیر دیجاتی ہے تعزیر کا مستحق ہو تو امام شافعی رح کے نزدیک اسے تعزیر دینی واجب نہیں بلکہ جائز ہے۔ یعنے حاکم اسکے دینے اور نہ دینے میں مختار ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رح کے نزدیک اگر حاکم تعزیر دینے میں مصلحت سمجھتا ہو تو واجب ہے ورنہ نہیں۔ امام احمد رہ کے نزدیک ہر صورت میں واجب ہے۔ حاکم نے کسیکو تعزیر دی اور وہ مرگیا۔ اس صورت میں امام ابو حنیفہ امام مالک اور امام احمد کے نزدیک حاکم پر اسکا خونبہا دینا واجب نہیں۔ امام شافعی رح کے نزدیک واجب ہے۔ باپ نے اپنے بیٹے کو یا استاد نے اپنے شاگرد کو تعزیر دی اور وہ مرگیا تو امام مالک اور امام احمد کے نزدیک اس پر خونبہا دینا واجب نہیں۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی رح اور امام احمد کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ تعزیر حد کی سزا سے زیادہ نہ دی جائے۔ بقول امام مالک تعزیر حاکم کی رائے پر موقوف ہے۔ اگر وہ حد کی سزا سے زیادہ سزا کی تعزیر دینی مناسب سمجھے تو اسے جائز ہے کہ اسی لئے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ تعزیر کی سزا ۳۹ اور امام شافعی کے نزدیک ۲۰ کوڑے ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر وطی بالشبہ کے باعث تعزیر دیجائے تو ادنیٰ درجہ کی حد سے زیادہ تعزیر دینی درست ہے۔ اور اگر اجنبی عورت کو بوسہ دینے یا گالی دینے یا دس درم سے کم مال کی چوری کرنے پر تعزیر دی جائے تو حد کی سزا سے نہ بڑھانی چاہیئے۔ (رحمۃ)

تعصّب واثلہ بن اسقع رض سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول (جس عصبیت سے آپ منع فرماتے ہیں وہ) عصبیت ہے کیا چیز۔ فرمایا تیرا اپنی قوم کی ناحق بات پر مدد کرنا (ابو)۔

(۲) جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قوم کی (بیجا) حمایت کی طرف لوگوں کو بلائے (یعنے اسباب کی تحریک پیدا کرے کہ لوگ مبتلائے تعصب نہ ہو جائیں) وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جو شخص قوم کی حمایت (بیجا) کے لئے مرے وہ ہم میں سے نہیں اور جو حالت تعصّب میں مرجائے وہ ہم میں سے نہیں (ابو داؤد)

ابو الدرداء رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو الدرداء! تیرا کسی چیز کو دوست رکھنا (اسکی برائی و عیب سے)[1] تجھے اندھا اور بہرا کر دیتا ہے (ابو)۔

عبادہ بن کثیر شامی جو فلسطین کے باشندوں میں (ایک نہایت معتبر اور ثقہ آدمی) ہیں اہل فلسطین میں کی ایک عورت سے جسکا نام فسیلہ تھا روایت کرتے ہیں کہ فسیلہ نے کہا میں نے اپنے باپ کو کہتے سنا کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ یعنے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آدمی کا اپنی قوم کو دوست رکھنا عصبیت ہے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے (جواب میں) فرمایا کہ نہیں ولیکن آدمی کا اپنی قوم کی ناحق بات پر مدد کرنا عصبیت ہے (ابن ماجہ)۔

---

[1] کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ وَعَیْنُ الرِّضَا عَنْ کُلِّ عَیْبٍ کَلِیْلَۃٌ + وَلٰکِنَّ عَیْنَ السُّخْطِ تُبْدِی الْمَسَاوِیَا یعنی رضامندی کی آنکھ کو کوئی عیب سوجھ نہیں پڑا کرتا۔ وہ تو غصّے ہی کی آنکھ ہے جو عیبوں کو دکھایا کرتی ہے"

Marfat.com

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی قوم کی ناحق اور ناروا بات پر مدد کرتا ہے وہ اس اونٹ جیسا ہے جو اونچی جگہ سے (کنوئیں میں) گر کر ہلاک ہو جاتا ہے (اور) پھر دم پکڑ کر کھینچا جاتا ہے (ابو)

تعطیل اصطلاح دینی میں خدا کی صفات کے انکار کرنے کو کہتے ہیں اور اس مذہب کے پیروؤں کو معطلہ کہتے ہیں۔

تعلیم و تعلم مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ تا اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ o

(س۔آل عمران۔ع۸) کسی انسان کو تو (یہ بات) شایاں ہے۔ نہیں کہ خدا اسکو (اپنی) کتاب اور عقل (سلیم) اور پیغمبری عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے لگے کہنے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بنو۔ بلکہ (وہ تو یہی کہیگا کہ) خدا پرست ہو کر رہو اسلئے کہ تم لوگ (دوسروں کو) کتاب (الہی) پڑھاتے رہے ہو۔ اور اسلئے کہ تم (خود بھی) پڑھتے رہے ہو اور وہ تم سے (کبھی بھی) نہیں کہیگا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا مانو۔ بھلا (کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ) تم تو اسلام لا چکے ہو اور وہ اسکے بعد تمہیں کفر کرنے کو کہے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً تا لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ o (س۔توبہ۔ع۱۵) اور (یہ بھی) مناسب نہیں کہ مسلمان سب کے سب (اپنے اپنے گھروں سے) نکل کھڑے ہوں (اور مدینے میں آئیں) ایسا کیوں نہ کیا کہ انکی ہر ایک جماعت میں سے کچھ لوگ (اپنے گھروں سے) نکلے ہوتے کہ (مدینے آکر) دین کی سمجھ پیدا کرتے اور جب (سیکھ سمجھ کر) اپنی قوم میں واپس جاتے تو ان کو (نافرمانی خدا سے) ڈراتے تاکہ وہ لوگ (بھی برے کاموں سے) بچیں۔

(۱) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کانیں ہیں جیسے سونے روپے کی کانیں (یعنی جسطرح کانیں مختلف الاستعداد اور قابلیت ہوتی ہیں کہ کسی میں لعل و یاقوت کسی میں سونے روپے کسی میں چونے مٹی کی استعداد ہوتی ہے۔ اسیطرح آدمی بھی مکارم اخلاق میں متفاوت الاستعداد ہوتے ہیں تو جو) لوگ جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ دین میں سمجھ پیدا کریں (مس)۔

(۲) حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد نہیں مگر دو شخصوں میں (یعنے حسد جائز ہوتا تو ان دو شخصوں میں جائز ہوتا) ایک تو وہ شخص جسے خدا نے مال عطا کیا اور پھر اسے مصرف خیر میں صرف کرنے کی قدرت بھی دی۔ دوسرا وہ شخص جسے خدا نے حکمت یعنی علم و دانش عنایت فرمائی تو خود بھی وہ اسکے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔ اور اور لوگوں کو بھی سکھاتا ہے (صح)۔

(۳) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر طلب علم فرض ہے اور ایسے شخص کو علم سکھانے والا جو اسکا اہل نہیں ہے اوروں کی گردن میں گوہر و مروارید اور سونے کے لٹکانے والے کی مانند ہے (ابن)۔

(۴) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! قرآن اور فرائض یعنی وہ احکام خود بھی سیکھو جو فرض اور لازم العمل ہیں۔ اور اور لوگوں کو بھی سکھاؤ۔ کیونکہ میں دنیا سے اٹھ جانے والا ہوں۔ (تر)

(۵) ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔ احکام و فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔ قرآن سیکھو اور اوروں کو سکھاؤ۔ کیونکہ میں دنیا سے اٹھ جانیوالا ہوں۔ اور علم بھی عنقریب اٹھ جانیوالا اور یہانتک گم ہو جانیوالا ہے کہ دو شخص سنن و نوافل میں بھی نہیں بلکہ فرائض میں اختلاف کرینگے اور کسی ایسے شخص کو نہ پائیں گے جو ان کے اختلاف کو

Marfat.com

بتادے اور صاف فیصلہ کردے۔ (د)

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم و دانش کی بات دانشمند کی گم شدہ چیز ہے تو وہ اسبات کو جہاں پائے اسکے لینے کا وہی زیادہ مستحق ہے (تر)۔

(۷) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے علم (دینی ضروری) کا کوئی مسئلہ پوچھا جائے اور وہ لگے اسے چھپانے تو (قیامت کے روز ایسے شخص کے منہ میں) آگ کی لگام ڈالی جائے گی (تر)۔

(۸) حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ جس شخص کو تھوڑا سا علم بھی حاصل ہوئے سے زیبا نہیں کہ اپنے نفس کو ضائع کردے (یعنی علمی اشغال چھوڑ دے اور مستحق علم کو فائدہ نہ پہنچائے (بخ)۔

(۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (علما اور وعاظ کیطرف روئے سخن کرکے) فرمایا تم لوگوں کو ایسے طریق کے ساتھ حدیث سناؤ جو انکا متعارف طریق ہو۔ کیا تمہیں یہ بات پسند آتی ہے کہ خدا اور اسکا رسول جھٹلائے جائیں (بخاری)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن مسعود نے (اپنے ایک شاگرد کو مخاطب کرکے) فرمایا کہ جب تو کسی قوم کے سامنے ایسے طریق سے حدیث بیان کریگا جس تک انکی عقلیں نہ پہنچ سکیں۔ تو (سمجھ لے کہ حدیث کا) طریق ان میں سے بعض کے لئے (تو ضرور ہی) فتنے (کا موجب) ہوگا (مس)

یہ فضائل جو تعلیم و تعلم کے وارد ہیں سب علوم دینیہ سے مخصوص ہیں یا جو علوم ان علوم کے خادم ہیں۔ اور جو فنون علوم دینیہ میں کچھ دخل نہیں رکھتے یا دخل رکھتے ہوں مگر کبھی انکو خدمت علم دین کا ذریعہ نہ بنایا جائے تمام عمر انہیں خرافات میں پھنسا رہے اسکو ان فضائل سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ ایسے علوم کے بارے میں اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ لَجَهْلًا وارد ہوا ہے یعنی بعض علم بھی جہل ہے

ع "علمے کہ راہ بحق ننماید جہالت است"۔

علم دین کے دو شعبے ہیں۔ ایک فرض عین۔ دوسرا فرض کفایہ۔ فرض عین تو وہ جسکی ضرورت ہر شخص کو ہو۔ مثلاً نماز۔ سب پر فرض ہے تو اسکے احکام کو جاننا بھی سب پر فرض ہے۔ اور فرض کفایہ یہ ہے کہ ہر جگہ ایک دو آدمی ایسے ہوں جو باشندوں کی دینی ضروریات میں مسئلہ بتا سکیں اور مخالفین اسلام کے اعتراضات اور شبہات کا جواب دے سکیں۔

جو علم فرض عین اسکے لئے عربی زبان کی تحصیل ضروری نہیں۔ بلکہ فارسی یا اردو میں مسائل یا عقائد کا سیکھ لینا کافی ہے۔

ہم اپنے یہاں نصاب تعلیم کو دیکھتے ہیں تو شروع ہی سے وہ دنیاداری میں چنداں کارآمد نہ تھا۔ اور کچھ تھا بھی تو زمانے کے انقلاب نے اسکو کسی کام کا نہ رکھا۔ ہمارے یہاں دو قسم کے علوم تھے۔ منقول اور معقول۔ منقول میں صرف۔ نحو۔ لغت۔ معانی۔ بیان۔ عروض۔ رسم الخط۔ تجوید۔ سو یہ سب زبان عربی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر ان علوم سے قرآن کی خدمت لی جائے جسکے لئے حقیقت میں یہ علوم وضع کئے گئے تھے تو انکا پڑھنا پڑھانا ایک قسم کی عبادت ہے۔ مگر عملاً یہ علوم خدمت قرآن سے آزاد ہیں اور اسی لئے ہم انکو کارآمد سمجھے۔ اور پھر مثلاً صرف و نحو سے متعلق زبان عربی سے دین کی خدمت لیجا سکتی ہے۔ اور اس رو سے انکو علوم دین میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

تو علوم انگریزی بدرجہ اولٰے اس مہربانی کے مستحق ہیں اسلئے کہ ان علوم کے موضوع کائنات عالم اور واقعات نفس الامری ہیں۔ اور انہی کائنات اور واقعات کو خدا تعالٰے نے اپنی ذات اور صفات کے ثبوت میں پیش کیا ہے تو انکا پڑھنا اور انکے ذریعہ سے خدا کی ذات و صفات پر ایمان لانا کیوں دین کی خدمت نہ ہو۔ اور کیوں ان علوم کو داخل علوم دین نہ سمجھا جائے۔ معقول کی نسبت

Marfat.com

اتنا کہنا کچھ بیجا نہیں کہ "برعکس نہند نام زنگی کافور" کا مصداق ہے۔ اب ان کے مقابلے میں علوم انگریزی کا یہ حال ہے کہ ؎

عصائے پیر ہیں تیغ جواں ہیں حرز طفلاں ہیں

یعنے جیتے جی کے رفیق آدمی کسی حال میں ہو اسکے مددگار۔ یہ تو دنیاوی علوم کی کیفیت ہے۔ رہے مذہبی علوم۔ تو اصل دین ہے قرآن مجید۔ اسکے ساتھ جو معاملہ مسلمانوں نے کیا اور کر رہے ہیں ظاہر ہے کہ معانی سے کسیکو غرض و مطلب نہیں۔ ہاں۔ الفاظ کا اسقدر اہتمام ہے کہ شاید ہی کسی قوم میں ہو۔ بہتیرے تو حفظ کرتے ہیں، اور اس سے زیادہ ناظرہ پڑھتے ہیں۔

نصاب عربی جو مروج ہے اُس میں قرآن سرے سے داخل ہی نہیں۔ ایک آدھی تفسیر ہے تو کبڈی میں پالا چھونے کی طرح کی ہے۔ علوم دین میں سے حدیث اور فقہ کو بھی قرآن کا ضمیمہ سمجھو۔ تو حدیث جسطرح پڑھی پڑھائی جاتی ہے ہم تو اسکو گھاس کاٹنا ہی سمجھتے ہیں۔ حاصل درس تدریس۔ یہ شیخ سے قراءۃ بسمعہ منی اذ یحضر منی لکھوا لیا جائے ورنہ طی اللسان کی کرامت کے بدون مجلدات صحاح ستہ پر تحقیق کے ساتھ دو دو چار چار برس میں عبور کرنا مقدور بشر تو ہے نہیں۔ رہی فقہ وہ بقدر تعلق معاملات تقویم پارینہ کا حکم رکھتی ہے اسلئے کہ قانون انگریزی کے ہوتے اسپر عمل نہیں ہوسکتا۔ غرض ہم مسلمانوں میں پیٹ بھر کر تعلیم کی مٹی خراب ہے۔ علوم دنیاوی کی تعلیم ہو تو اور علوم دین کی تعلیم ہو تو ؎

علم ہمارا ہے بتر جہل سے

اور بھی کچھ ہوتا ہے ناہل سے

پھر تعلیم دو طرح کی ہے۔ تعلیم کتابی جو کتابوں کے ذریعہ سے کی جاتی ہے۔ اور تعلیم سینہ بسینہ۔ جیسے مثلاً تعلیم صنعت کہ شاگرد استاد کو عمل کرتے ہوئے دیکھکر اسکی نقل اتارنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ تعلیم کا سلسلہ تعلیم سینہ بسینہ سے شروع ہوا۔ اور ابھی تک بھی بہت سی باتوں کی تعلیم سینہ بسینہ شروع ہو رہی ہے۔ مگر انگریزوں نے تعلیم کتابی کو اسقدر وسعت دی ہے کہ شائید ہی کوئی فن محتاج تعلیم سینہ بسینہ رہا ہوگا۔

علم کی تعریف اور علما کی فضیلت پر قرآن اور حدیث یکساں گواہ ہیں۔ قرآن میں لکھا ہے هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ کیا اہل علم اور جاہل برابر ہوسکتے ہیں۔ دوسری آیت میں ہے کہ علمار کے لئے بہت بڑے درجے ہیں۔ حدیث میں لکھا ہے کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِيْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ میری امت کے علمار ربانی بنی اسرائیل کے انبیا کی جا ہوں گے۔

تعلیم کی نسبت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے بُعِثْتُ مُعَلِّمًا یعنی میں خود تعلیم دینے کے لئے ہی بھیجا گیا ہوں۔ ایک حدیث میں ہے کہ یا معلم اور یا متعلم نہ تیسرے نہ ہو۔ پھر یہ بھی حدیث ہے کہ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّيْنِ علم کی تلاش میں تم ملک چین تک بھی جا سکتے ہو۔

ہمارا اسلام ہمکو ہر ایک قسم کے علوم و فنون خواہ دور دراز غیر ممالک میں جا کر حاصل کرنے پڑیں سیکھنے کی ہدایت کرتا ہے۔ پہلے علمانے علم فلسفہ۔ ریاضی منطق ہیئت وغیرہ ہر ایک فن میں عربی کتابیں لکھکر اپنے زمانہ کے مسلمانوں پر فیض کا دروازہ کھولا۔ جو آجتک لکھی ہوئی موجود ہیں آجکل علم انگریزی حاصل کرنا جسکے باعث ہم ممالک انگلستان میں جا کر تبلیغ اسلام کرسکیں نہایت ہی ضروری ہے۔ ہمارے پیغمبر علیہ السلام کے ذمے جو تبلیغ کا فرض تھا جیساکہ ارشاد خداوندی ہے يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وہ فرض آپ اپنے جانشین علمار کے ذمے سپرد کر گئے۔ اور قیامت تک یہ فرض علما دین کے ذمے رہیگا۔ قرآن کریم نے صاف ہدایت کردی ہے

Marfat.com

کہ تم میں سے ہمیشہ ایک مبلغین اسلام کی جماعت تیار رہنی چاہیئے جنکی ڈیوٹی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہونی چاہیئے۔

افسوس کہ آجکل مسلمان ہی علوم و فنون میں باقی قوموں سے ہر طرح پیچھے رہے ہوئے ہیں حالانکہ انکو ہی اس میدان میں سب سے سبقت حاصل کرنی چاہیئے تھی۔

تعمیر تعمیر سے مراد یہاں اسلامی تعمیر ہے۔ دینی حیثیت سے نہیں تو دنیوی حیثیت سے۔ یہ لفظ مسلمانان قدیم کی قومی۔ ملی اور تمدنی خصوصیات سے گہرا تعلق رکھتا ہے اور تواریخ میں مسلمانوں کے ذکر کے ساتھ یہ لفظ کثرت سے پایا جاتا ہے۔ انگریزی مورخ اسکے لئے "سراسینک" saracenic کا لفظ استعمال کرتے ہیں جسکے معنے ہیں "شرقیین" اور تعجب نہیں یہ انگریزی لفظ شرقیین ہی کے لفظ سے بنا لیا گیا ہو۔

ایک انگریز مصنف جو پادری ہونے کے باعث اہل اسلام کی تاریخی ناموریوں کو بنظر ناپسندیدگی دیکھنے پر مجبور ہے اپنی کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ موجودہ اسلامی تعمیر کی طرز کے موجد مسلمان نہیں ہیں۔ وہ لکھتا ہے:-

"گو اسلامی فن تعمیر کو اہل عرب سے منسوب کیا جاتا ہے۔ مگر در اصل یہ خاص اہل عرب کی ایجاد نہیں ہے کیونکہ اسلامی فتوحات کے وقت مسلمانوں کے پاس اپنی تعمیر کا کوئی خاص نمونہ موجود نہ تھا۔ سب سے پہلی تعمیر مسجد نبوی ہے۔ جسکا سادہ پن کتب سیر سے عیاں ہے۔ قرآن و حدیث میں اسلامی تعمیر کا کوئی طریقہ بیان نہیں ہوا مسلمان جس ملک میں گئے وہاں اسی ملک کے رواج کے موافق اُنہوں نے اپنی مساجد تعمیر کرلیں"۔ وغیرہ۔

پادری موصوف کی مراد اہل عرب سے اگر ایام جاہلیت کے اہل عرب ہیں تو ان کے قول سے ہم بھی متفق ہو کر یہ کہتے ہیں کہ موجودہ اسلامی تعمیر کی طرز کے موجد قدیم اہل عرب نہیں ہیں اور نہ یہ طرز مسلمانوں کو ورثہ میں ان سے ملی ہے۔ اور اگر اہل عرب سے انکی مراد مسلمان ہیں۔ اور اسکا مطلب یہ ہے کہ اس طرز تعمیر کے موجد در اصل مسلمان نہیں ہیں بلکہ انہوں نے دوسری اقوام کی تعمیروں کی نقل و تقلید کی ہے تو انکا قول سراسر تعصب و ناانصافی پر مبنی ہے۔ کیا پادری صاحب اسلامی ممالک میں اسلام سے پیشتر کی ایسی عالی عمارات کا پتہ دے سکتے ہیں جنکے نمونہ اور پیمانہ پر اسلامی ممالک کی موجودہ عالیشان اسلامی عمارات کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ کیا اسپین میں قدیم زمانہ میں کسی ایسے شاندار گرجا کے وجود کا وہ ثبوت دے سکتے ہیں جسکی طرز پر قرطبہ کی فلک نما جامع مسجد بنائی گئی تھی۔ کیا مصر میں کسی ایسے شاندار بت خانہ کا موجود ہونا وہ ثابت کر سکتے ہیں جسکے انداز پر جامع عمر کا سنگ بنیاد رکھا گیا تھا۔ کیا ہندوستان میں شاہجہانی عمارات کے متعلق وہ ثابت کر سکتے ہیں کہ وہ کونسے ہندو مندروں کی نقل ہیں۔

یہ مانا کہ اسلامی فتوحات کے وقت مسلمانوں کے پاس اپنی تعمیر کا کوئی نمونہ موجود نہ تھا۔ اگر تھا تو وہ مسجد نبوی اور خانہ کعبہ کی بنیادی ساخت سے بڑھ کر نہ تھا مگر کیا اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ زمانہ مابعد میں جبکہ مسلمانوں نے اسلام کی بدولت بدویت کے وحشتکدہ سے نکلکر ایک شاندار تمدن و معاشرت کی بنیاد قائم کردی تھی وہ فن تعمیر ایجاد نہ کر سکتے تھے۔ قرآن و حدیث میں اگر اسلامی تعمیر کا کوئی طریقہ بیان نہیں ہوا تو گرجاؤں کی مخصوص قطع و وضع بھی تو بائبل کے کسی خاص ارشاد کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی۔ اور کیا فن تعمیر کوئی فرائض و واجبات میں سے ہے کہ قرآن و حدیث میں اسکے متعلق احکام درج ہوں۔

اصل بات یہ ہے کہ جب اسلام کے پاک فیضان نے مسلمانوں میں ہر قسم کی دماغی و ذہنی قابلیتیں پیدا کردیں تو جہاں انہوں نے دنیا کے قدیمی علوم مردہ میں جان ڈالدی

Marfat.com

اور سینکڑوں ہزاروں ایسے جدید فن ایجاد کر لئے جنکا ان سے بیشتر نام ونشان موجود نہ تھا تو فن تعمیر ایجاد کر لینا ان کے لئے ایک معمولی بات تھی۔ چنانچہ اس فن کو انہوں نے اس اعلےٰ درجہ تک پہنچا دیا جہاں تک اس سے پیشتر اسے کسی قوم نے ترقی نہ دی تھی۔

مسجد نبوی بالکل ایک سیدھے سادے کوٹھے کی صورت میں تعمیر ہوئی تھی جسکی چھت کھجور کے پتوں سے پاٹی گئی تھی۔ اور بارش میں پانی ٹپک ٹپک کر اسکے اندر کیچڑ ہو جاتی تھی۔ پھر رفتہ رفتہ مسجدوں کی ساخت نئی شان پیدا ہوتی گئی امام کے کھڑا ہونے کا محراب حضرت عمرؓ کو انکے دشمن نے عین نماز میں زخمی کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت میں اپنے لئے احتیاطاً محراب بنالی جسپر ایک آہنی جالی لگی رہتی تھی تاکہ کوئی دشمن انپر حملہ نہ کر سکے۔ مسجد کے متعلق محراب کے علاوہ اور کئی باتیں حضرت عثمانؓ سے منسوب ہیں۔

بغداد میں خلفائے عباسیہ نے اسپین میں شاہان بنو امیہ نے اور ہندوستان میں اکبر اور شاہجہان نے اسلامی تعمیر میں وہ آن واد ایجاد کر دی جسپر آجتک اسلام کو ناز ہے۔ قرطبہ کی جامع مسجد قسطنطنیہ کی جامع ایا صوفیا مصر کی جامع عمرو ہندوستان میں دہلی کا لال قلعہ اور جامع مسجد آگرہ کا روضہ تاج محل۔ لاہور کی شاہی مسجد۔ وزیر خان۔ اور مقبرہ جہانگیر اسلامی فن تعمیر کی روشن ترین نمونے ہیں۔

بارھویں صدی ہجری میں عرب کے خطہ نجد سے عبدالوہاب نامی ایک شخص نے بایں دعوے علم بغاوت بلند کیا کہ وہ اسلام سے بدعات مٹانا چاہتا ہے۔ اسی اصول پر اس نے بہت سی مساجد مسمار کر دیں کہ انکی ہیئت کذائی بدعت پر مبنی ہے۔ وہ مسجد کے مناروں کو شیطان کے سینگ بتاتا تھا۔ اس نے ان تمام مساجد کو مسجد نبوی کی ابتدائی صورت پر بنانے کا ارادہ کیا۔ مگر شاہی گرفت نے اسکے تمام منصوبے خاک میں ملا دئے۔

تعویذ | مرض یا جادو کے دور کرنیکا نقش۔ گنڈا۔ ٹوٹکا۔

(۱) گو تعویذ کا رواج قدیم سے چلا آیا ہے۔ مگر اسلام نے بھی اسکے فوائد اور اسکے محسوس اثر کو تسلیم کیا ہے۔ جب یہودی دشمنوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا تو اسکے دفعیہ کے لئے سورۃ فلق اور سورۃ ناس نازل ہوئیں جنکو معوذتین کہا جاتا ہے۔ اور ان کے نزول نے تعویذ کا کام دیا۔ جسکے اثر سے جادو کا اثر رفع ہو گیا۔ اسلام کے اکثر فرقے تعویذ کے قائل ہیں مگر صوفیوں میں اسکا رواج بڑی کثرت سے ہے۔ اور وہابیوں میں بہت کم۔

(۲) تعویذ کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ بعض قرآنی آیات سے لکھے جاتے ہیں۔ بعض میں صرف مقطعات قرآنیہ سے کام لیا جاتا ہے۔ انبیاء کے ناموں۔ ولیوں کے ناموں فرشتوں اور موکلوں کے ناموں سے بھی تعویذ تیار کئے جاتے ہیں۔ بعض تعویذوں میں حروف تہجی سے کام لیا جاتا ہے۔ اور اکثر تعویذ صرف اعداد سے تیار کئے جاتے ہیں جو ابجد کے حساب سے بعض متبرک اسماء اور پاک کلمات سے نکالے جاتے ہیں۔ مذکورہ اقسام کے تعویذ عزت کے ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں۔ اور بعض تعویذوں میں یہ شرط ہوتی ہے کہ انکو کمال بے ادبی سے استعمال کیا جائے ایسے تعویذوں میں شیطان یا مشہور کافروں کے نام درج ہوتے ہیں۔

استعمال کے لحاظ سے بھی تعویذ کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض تعویذ کاغذ پر لکھکر یا تانبے چاندی کی تختی پر کندہ کر کے گلے میں لٹکائے جاتے ہیں۔ بعض تعویذ کاغذ پر لکھکر بازو پر باندھے جاتے ہیں۔ پشت۔ چھاتی۔ کمر۔ اور ران پر بھی باندھے جاتے ہیں۔ بعض تعویذ کاغذ پر یا کسی خاص درخت کے پتے پر لکھکر پانی سے دھوئے اور پلائے جاتے ہیں۔ کاغذی تعویذ گھروں اور دوکانوں کی دیواروں پر چسپاں بھی کئے جاتے ہیں۔ بعض کاغذی تعویذوں کی بتیاں جلا کر ناک میں دھواں پہنچایا جاتا ہے

Marfat.com

بعض تعویذ چورا ہے ہیں بعض کسی قبر میں دفن کئے جاتے ہیں۔ تعویذ تیار کرنیکے سامان بھی عجیب وغریب ہوتے ہیں بعض تعویذ شنگرف سے بعض زعفران سے اور بعض کسی جانور کے خون سے لکھے جاتے ہیں۔ اور بعض معمولی سیاہی سے۔

تعویذات کی مستقل کتابیں موجود ہیں۔ مگر جبتک کوئی اُستاد یا پیر کسی خاص تعویذ لکھنے کی خاص شرائط کے ساتھ اجازت نہ دے اسکے اثر کی کم امید کیجاتی ہے تعویذات کی کتابوں میں سے جواہر خمسہ اور نقش سلیمانی بہت مشہور ہیں۔

(۳) شرعًا صرف وہی تعویذ لکھنا اور استعمال کرنا جائز ہے جس میں آیات قرآنیہ یا اور متبرک کلمات یا خدا یا رسول کے نام لکھے جائیں۔ بعض عامل لوگ جو اس شرعی اصول کے خلاف تعویذ نویسی کرتے ہیں وہ محض ٹالنے کی خاطر خلاف شریعت کام کرتے ہیں۔

بعض اہل علم نے ایسے تعویذ اور گنڈے کا باندھنا واسطے ازالہ مرض کے جائز رکھا ہے جو ماخوذ ہے کسی آیت قرآن یا حدیث سے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ تعلیق سے بچے کیونکہ صدر اول میں امراض اور آفات ہر قسم کے موجود تھے۔ وہ کتاب وسنت سے تعویذ لکھکر نہ باندھتے تھے بلکہ آیات و احادیث کو پڑھ لیتے تھے یا پڑھکر دوسرے پر پھونک دیتے تھے۔ یہ دستور نہ تھا کہ گنڈا اور تعویذ بنا کر گلے میں لٹکائیں۔ یا بازو پر باندھیں۔ مانا کہ یہ بات فی الجملہ جائز بھی ہو۔ لیکن پھر اردگرد شرک کے پھرنا اور مشتبہات میں گھسنا کیا ضرور۔

تغابن ایک دوسرے کو زیان میں ڈالنا۔ زیانکاری کے معنے میں بھی آیا ہے۔ مجازًا افسوس کے معنے بھی لے لیتے ہیں۔ (نخ)۔

قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام بھی ہے جسمیں یہ لفظ آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ط (س۔ التغابن۔ ع ۲) اور اسکا نتیجہ

تمکو اسدن معلوم ہوگا) جبکہ حشر کے دن تم (سب) کو جمع کریگا یہی ہار جیت کا دن ہوگا۔

تغریب ملک بدر کرنا۔ جلاوطن کرنا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اگر کوئی شخص زنا کرے تو اسے سو کوڑے لگانیکے علاوہ ایک سال کے لئے جلاوطن کرنا بھی ضروری ہے اور امام صاحب کے نزدیک اسکی شرعی سزا صرف سو کوڑے ہیں۔ ہاں اگر قاضی تعزیر کے طور پر اسے جلاوطن کرنا چاہے تو کرسکتا ہے مگر مدت کی تقیید نہیں ہے۔ (ہد)

ڈاکوؤں اور رہزنوں کے حق میں جو مذکورہ ذیل آیت آئی ہے اس میں جو يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ کا لفظ آیا ہے اس سے امام شافعیؒ جلاوطنی مراد لیتے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہؒ قید۔

[1] اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ تا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (س۔ مائدہ۔ ع ۵) جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے لڑتے اور فساد (پھیلانے) کی غرض سے ملک میں دوڑے دوڑے پھرتے ہیں انکی سزا تو بس یہی ہے کہ (ڈھونڈ ڈھونڈکر) قتل کردئے جائیں یا انکو سولی دیجائے یا انکے ہاتھ پاؤں اُلٹے (سیدھے) کاٹ دئے جائیں یا انکو دیس نکالا دیا جائے۔ یہ تو دُنیا میں انکی رسوائی ہوئی اور (اسکے علاوہ) آخرت میں انکے لئے بڑا عذاب (تیار) ہے مگر (مسلمانو!) جو لوگ اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ توبہ کرلیں تو (انکے حال سے تعرض نہ کرو اور) جانتے رہو کہ اللہ (لوگوں کے قصور) معاف کرنیوالا مہربان ہے۔

---

[1] حضرت ابن عباسؓ۔ مجاہد۔ علی بن ابی طلحہ اور حسن بصریؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ بادشاہ کو اختیار ہے کہ ڈاکوؤں پر قابو پاکر خواہ اُنہیں قتل کرے خواہ سولی دے خواہ اسکے ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دے خواہ جلاوطن کردے۔ مگر جمہور کہتے ہیں کہ یہ سزائیں جرائم پر منقسم ہیں۔ اگر وہ صرف قتل کے مرتکب ہوئے ہیں تو انہیں صرف قتل کرنا چاہئے اور اگر قتل کے ساتھ مال بھی لوٹا ہے تو قتل کرکے عبرت کے لئے سولی پر بھی لٹکا دیا جائے یا اس صورت میں ہاتھ پاؤں کاٹ کر قتل کردیا جائے اور سولی پر بھی تشہیر کے لئے لٹکا دیا جائے۔ اور اگر صرف مال لوٹا ہے تو ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ کر چھوڑ دیا جائے اور اگر صرف لوگوں کو ہی خوف دلانا مقصود ہو تو بمذہب حنفیہ اسے قید کیا جائے اور بقول شافعی جلاوطن کیا جائے اتفـ

Marfat.com

تفسیر لغوی معنے وضاحت کے ساتھ بیان کرنا۔ اصطلاحاً ان کتابوں کو کہتے ہیں جن میں خاص قرآن مجید کے مطالب وضاحت کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں۔ مگر جن کتابوں میں قرآن مجید کے سوا کسی اور کتاب کے مطالب کی توضیح ہو۔ ان کو تفسیر نہیں بلکہ شرح کہتے ہیں۔ جیسے شرح صحیح بخاری۔ شرح وقایہ۔ شرح مطالع۔ شرح گلستان وغیرہ۔ شرح کے معنے ہیں کھولنا۔ اور کسی مضمون کو کھولکر بیان کرنا گویا اسکی شرح کرنا ہے۔ خواہ وہ مضمون کوئی قرآنی آیت ہو یا حدیث یا فقہی مسئلہ ہو یا منطقی نکتہ۔ مگر قرآن مجید کی نسبت اسکے کلام الٰہی ہونیکے لحاظ سے اجازت نہیں دیتی کہ اس کے متعلق شرح کا لفظ استعمال کیا جائے جس میں کسیقدر سوء ادب پایا جاتا ہے اسلئے تفسیر کا لفظ وضع کیا گیا۔

فن تفسیر دو جز سے مرکب ہے۔ ایک جزو منقولات ہے دوسرا معقولات۔ منقولات سے مراد شان نزول وغیرہ وہ امور ہیں جو نقل سے متعلق ہیں۔ متقدمین منقولات کو بسلسلہ روایات صحیحہ لکھا کرتے تھے۔ مگر متأخرین نے صرف حوالہ ہی پر اعتماد کرکے اپنی کتابوں کو بے اعتبار بنالیا ان کے برخلاف ایک اور گروہ ہے جو درایت کی پابندی میں یہ غضب کرتا ہے کہ اوہام وشکوک فلاسفہ بے دین سے کام لیتا ہے۔ اور صحیح احادیث واجماع سلف کی پروا نہیں کرتا جو تفاسیر اس افراط وتفریط سے بری ہیں اور معتدل طرز سے لکھی گئی ہیں وہ معتبر ہیں۔

تفاسیر سیکڑوں ہیں جنکے بیشمار نام کشف الظنون میں مندرج ہیں۔ یہاں چند مشہور تفسیروں کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ تفسیر ابن جریر طبری۔ منقولات میں عمدہ ہے۔

۲۔ مجمع البحرین۔ تالیف علامہ جلال الدین سیوطی رح۔ اتقان اسکا مقدمہ ہے۔

۳۔ تفسیر ابی اللیث۔ متوفی ۳۷۳ھ روایت ودرایت میں عمدہ ہے۔

۴۔ تفسیر ابن کثیر۔ متوفی ۷۷۴ھ۔ دس جلدوں میں ہے۔ اچھی کتاب ہے۔

۵۔ تفسیر اسحٰق بن راہویہ نیشاپوری۔ متوفی ۲۳۸ھ منقولات کو احتیاط سے نقل کیا ہے۔

۶۔ تفسیر الخوارزمی۔ متوفی ۵۳۹ھ۔ بطرز اہل حدیث۔

۷۔ تفسیر الجوینی۔ متوفی ۴۳۸ھ۔ ہر آیت کی دس وجہ پر تفسیر کی ہے۔

۸۔ تفسیر کشاف۔ تالیف علامہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ علوم عربیہ وادبیہ میں بے نظیر ہے۔ منقولات میں پایہ بلند نہیں۔ اور کہیں کہیں معتزلی مذہب کی تائید درج ہے اسلئے اسپر ایک حاشیہ چڑھا ہے جس میں ان مقامات کی گرفت کرکے کتاب درست کی گئی ہے۔

۹۔ تفسیر بیضاوی۔ از قاضی ناصر الدین بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ۔ تفسیر کشاف اور تفسیر کبیر وغیرہ کا ملخص۔ نہایت معتبر اور عمدہ تفسیر ہے اور داخل درس ہے لغو روایات سے پاک۔

۱۰۔ مدارک التنزیل۔ از ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ حنفی مذہب کی عمدہ تفسیر ہے۔

۱۱۔ معالم التنزیل۔ از ابو محمد حسین بن محمود بغوی متوفی ۵۱۶ھ۔ بطرز اہل حدیث۔ کسیقدر غیر معتبر قصے بھی درج ہیں۔

۱۲۔ تفسیر جلالین۔ سورہ اسراء سے آخر تک از جلال الدین محلی متوفی ۸۶۴ھ۔ باقی از جلال الدین سیوطی۔

۱۳۔ تفسیر کبیر۔ از امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ درایت میں اعلیٰ درجہ کی تفسیر ہے۔ روایت میں کم پایہ ہے۔

۱۴۔ تفسیر مظہری۔ از قاضی ثناء اللہ پانی پتی نہایت عمدہ تفسیر ہے۔ منقولات کو تحقیق سے لاتے ہیں۔

Marfat.com

۱۵- دُرِّ منثور - از جلال الدین سیوطی - کثرت سے منقولات ہیں لیکن رطب ویابس۔

۱۶- سواطع الالہام - ابوالفیض فیضی کی بے نقط تفسیر عبارت آرائی ہے۔ مقصد تفسیر سے بے بہرہ۔

۱۷- سراج المنیر - شیخ خطیب شربینی کی تصنیف ہے رازی وغیرہ سے اخذ کرتا ہے۔

۱۸- فتح الرحمن - ترجمہ قرآن مع حواشی فارسی میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ محدث دہلوی کی تصنیف ہے۔

۱۹- فتح العزیز - چند سیپاروں کی تفسیر از شاہ عبدالعزیز دہلوی نہایت عمدہ کتاب فارسی میں ہے۔

۲۰- موضح القرآن - ترجمہ وحاشیہ بزبان اردو - از شاہ عبدالقادر صاحب - نہایت عمدہ ہے۔

۲۱- تفسیر عباسی - کسی نے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایات کو جمع کردیا ہے۔ لیکن تصحیح طلب ہے۔

۲۲- عرائس البیان - از ابو محمد بقلی شیرازی بطریق اہل تصوف

۲۳- فتح البیان - از نواب صدیق حسن خان بہادر - قاضی شوکانی کی تفسیر کا ملخص ہے۔

۲۴- تفسیر خازن - بطرز اہل حدیث مشہور و متداول تفسیر ہے

۲۵- روح المعانی - مذہب حنفی کی ضخیم تفسیر دس جلدوں میں ہے۔

۲۶- تفسیر حسینی - فارسی میں - ملا حسین کاشفی واعظ کی تفسیر بطرز اہل تصوف ہے۔

۲۷- تفسیر محمدی - پنجابی زبان میں - تالیف حافظ محمد ساکن "لکھوکی" بمذہب غیر مقلدین۔

۲۸- تفسیر القرآن اردو میں - چند سیپاروں کی تفسیر از سرسید احمد خان جس میں فلسفیانہ خیالات ظاہر کئے گئے ہیں۔ اور اسلام کے مسلمات قدیمہ کو تحریف کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۲۹- تفسیر احمدی - صرف اُن پانسو آیات کی تفسیر جن میں احکام ونواہی النص نازل ہوئے ہیں۔ از ملا جیون رح

اُستاد ابوالمظفر اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ حنفی مذہب کی تفسیر ہے۔

۳۰- تفسیر حقانی - مولانا مولوی ابو محمد عبدالحق حقانی دہلوی کی آٹھ جلدوں میں تفسیر بزبان اردو ہے جس میں عام مقاصد تفسیر کے علاوہ مخالفین اسلام کے خیالات کی تردید بہ خوبی کی ہے۔ چودھویں صدی کی بہترین کتابوں میں سے ہے۔ (مقدمہ لغت)

اِن تفسیروں کے علاوہ نقشہ ذیل سے بھی قرآن مجید کی تفسیروں کا پتہ لگ سکتا ہے۔

نمبر	نام تفسیر	نام مصنف	سنہ وفات	کیفیت
۱	ابانۃ فی تفسیر الآیۃ	.	.	
۲	الاتقان فی علوم القرآن	شیخ جلال الدین سیوطی رح	.	
۳	احسن الحصص فی احسن القصص	.	.	
۴	احکام القرآن		.	اس نام کی بہت سی تفسیریں ہیں
۵	ارشاد العقل السلیم	ابوالسعود	.	
۶	ارشاد ابن برجان	شیخ ابن برجانؒ	.	
۷	اسولۃ القرآن	.	.	
۸	اعجاز القرآن	.	.	
۹	اغاثۃ اللہف تفسیر الکہف	.	.	
۱۰	اقالیم التعالیم	.	.	
۱۱	اقسام القرآن	.	.	
۱۲	اقناع	.	.	صرف ایک آیہ کی تفسیر ہے
۱۳	انتصاف	علامہ زمخشری	.	
۱۴	انتصاف	.	.	
۱۵	الانصاف فی الجمع بین الثعلبی والکشاف	.	.	
۱۶	انوار التنزیل	قاضی بیضاوی		دیکھو لفظ "انوار التنزیل"

Marfat.com

نمبر شمار	نام تفسیر	نام مصنف	سنہ وفات	کیفیت
۱۷	انوار ابن مقسم	شیخ ابن مقسم	•	
۱۸	ایجاز البیان	•	•	
۱۹	ایجاز	•	•	ناسخ و منسوخ میں ہے
۲۰	ایضاح	•	•	"
۲۱	بحار القرآن	•	•	
۲۲	بحر الحقائق	•	•	
۲۳	بحر الدرر	•	•	
۲۴	بحر العلوم	•	•	
۲۵	بحر المحیط	•	•	
۲۶	برہان فی علوم القرآن	•	•	
۲۷	برہان تفسیر القرآن	•	•	
۲۸	بحر البحور	•	•	
۲۹	برہان فی تناسب السور	•	•	
۳۰	برہان فی اعجاز القرآن	•	•	
۳۱	بسیط واحدی	شیخ واحدی	•	
۳۲	بصائر ذوی التمییز	•	•	
۳۳	بصائر	•	•	فارسی زبان میں ہے
۳۴	بیان فی اعجاز القرآن	•	•	
۳۵	بیان فی تاویلات القرآن	-	-	
۳۶	بیان فی مبہمات القرآن	•	•	
۳۷	بیان فی علوم القرآن	•	•	
۳۸	بیان فی شواہد القرآن	•	•	
۳۹	تاج المعانی			
۴۰	تاج التراجم			

نمبر شمار	نام تفسیر	نام مصنف	سنہ وفات	کیفیت
۴۱	تاویلات القرآن		•	•
۴۲	تاویلات ماتریدی	شیخ ماتریدی	•	•
۴۳	تبصرہ فی التفسیر	•	•	
۴۴	تبصیر الرحمٰن	•	•	
۴۵	تبیان فی اعراب القرآن	•	•	
۴۶	تبیان فی تفسیر القرآن	•	•	
۴۷	تبیان فی مسائل القرآن	•	•	
۴۸	تبیان فی تشابہ القرآن	•	•	
۴۹	تبیین القرآن	•	•	
۵۰	تحفۃ الانام	•	•	
۵۱	تحقیق البیان	•	•	
۵۲	تحبیر فی علوم التفسیر	•	•	
۵۳	ترجمان القرآن	•	•	
۵۴	ترجمان فی التفسیر	•	•	
۵۵	تعداد الآل	•	•	
۵۶	التعظیم والمنۃ	•	•	
۵۷	تعلیق الآل	•	•	
۵۸	تفسیر ابراہیم	ابراہیم بن معقل حنفی	سنہ ۲۹۲	
۵۹	تفسیر ابن ابی حاتم	ابو حاتم عبد الرحمٰن بن محمد رازی	سنہ ۳۲۸	شیخ جلال الدین سیوطی نے اسکا خلاصہ کیا ہے
۶۰	تفسیر ابن ابی جمرہ	حافظ عبد اللہ بن سعد اندلسی	سنہ ۵۲۵	
۶۱	تفسیر ابن ابی شیبہ	حافظ ابوبکر عبد اللہ بن محمد کوفی رح	سنہ ۲۳۵	

Marfat.com

نمبر شمار	نام تفسیر	نام مصنف	سنہ وفات	کیفیت
۶۲	تفسیر ابن ابی مریم	ابو مریم نصر بن علی شیرازی	۵۲۵ھ	
۶۳	تفسیر ابن اثیر	علامہ ابن اثیر	۰	
۶۴	تفسیر ابن برجان	امام ابن برجان	۰	
۶۵	تفسیر ابن جریج	عبدالملک بن عبدالعزیز اموی رح	سنہ ۱۵۰ھ	
۶۶	تفسیر ابن جریر	ابو جعفر محمد طبری رح	سنہ ۳۱۰ھ	دیکھو لفظ (تفسیر ابن جریر)
۶۷	تفسیر ابن جماعہ	قاضی ابراہیم بن محمد کنانی رح	سنہ ۷۹۰ھ	آٹھ جلدوں میں ہے
۶۸	تفسیر ابن جوزی	ابوالمظفر یوسف بن قزاعی حنفی رح	سنہ ۶۵۴ھ	اصل نام زاد المسیر ہے ۲۷ جلدوں میں ختم ہوا
۶۹	تفسیر ابن حبان	حافظ محمد بستی رح	سنہ ۳۵۴ھ	
۷۰	تفسیر ابن حکیم	ابوالمظفر محمد بن اسعد رح	سنہ ۵۶۷ھ	
۷۱	تفسیر ابن دہان	سعید بن مبارک نحوی	سنہ ۵۶۹ھ	چار جلدوں میں ختم ہوئی ہے
۷۲	تفسیر ابن رزین	تقی الدین محمد بن حسین شافعی	سنہ ۶۸۰ھ	
۷۳	نہایۃ التامل	ابن زملکان		
۷۴	تفسیر ابن زہرہ	۰	۰	
۷۵	تفسیر ابن سید الکل	ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن عبداللہ قفطی رح	سنہ ۶۹۷ھ	یہ تفسیر صرف سورۃ مریم تک ہے
۷۶	تفسیر ابن تیمیہ	۰	۰	
۷۷	تفسیر ابن ایضاً	محمد بن احمد حنفی رح	سنہ ۵۸۴ھ	
۷۸	تفسیر ابن ظفر	شمس الدین محمد بن محمد رح	سنہ ۵۵۶ھ	
۷۹	اللباب	ابن عادل رح	۰	

نمبر شمار	نام تفسیر	نام مصنف	سنہ وفات	کیفیت
۸۰	تفسیر ابن عباس	حضرت عبداللہ بن عباس رض	۰	
۸۱	تفسیر ابن عبدالسلام	شیخ الاسلام عبدالعزیز بن عبدالسلام	سنہ ۶۶۰ھ	
۸۲	تفسیر ابن العربی	شیخ محی الدین محمد بن علی الطائی الاندلسی	سنہ ۶۳۷ھ	دیکھو لفظ التفسیر محی الدین بن عربی
۸۳	تفسیر ابن عرفہ	امام ابو عبداللہ محمد بن عرفہ مالکی	سنہ ۸۰۳ھ	
۸۴	تفسیر ابن عطیہ	ابو محمد عبداللہ بن عطیہ	سنہ ۳۸۳	ابوالخیر نے مفتاح العبادۃ میں اسکا ذکر کیا ہے
۸۵	المحرر الوجیز	ابو محمد عبدالحق		ابوحیان نے اسکی بڑی تعریف کی ہے
۸۶	تفسیر ابن عقیل	عبداللہ بن عبدالرحمن مصری	سنہ ۷۶۹ھ	یہ صرف سورۃ آل عمران تک ہے۔
۸۷	تفسیر ابن عیینہ			
۸۸	تفسیر ابن فورک	امام ابوبکر بن حسن شافعی رح	سنہ ۴۰۶ھ	
۸۹	فتح الرحمن	شیخ ابن قرقماس	۰	
۹۰	تفسیر ابن کثیر	حافظ ابوالفداء اسمعیل بن عمر دمشقی	سنہ ۷۷۴ھ	دس جلدوں میں ختم ہوئی ہے۔ اکثر احادیث اور آثار سے کام لیا گیا ہے
۹۱	تفسیر ابن کمال پاشا	علامہ شمس الدین احمد بن سلیمان	سنہ ۹۴۰ھ	سورۃ صافات تک اعلیٰ درجہ کی تفسیر ہے
۹۲	تفسیر ابن ماجہ	حافظ ابو عبداللہ محمد بن یزید قزوینی	سنہ ۴۱۰ھ	
۹۳	تفسیر ابن مردویہ	حافظ ابوبکر احمد بن موسیٰ اصفہانی	سنہ ۴۱۰ھ	

Marfat.com

نمبر شمار	نام تفسیر	نام مصنف	سنہ وفات	کیفیت
۹۴	تفسیر ابن مقاتل	سلیمان بن بشیر ازدی	سنہ ۱۵۰ھ	
۹۵	تفسیر ابن المنذر	امام ابوبکر محمد بن ابراہیم رح	سنہ ۳۱۸ھ	
۹۶	تفسیر ابن منیر	شرف الدین عبدالواحد	سنہ ۷۳۳ھ	دس جلدوں میں ختم ہوئی ہے
۹۷	تفسیر ابن النقاش	شمس الدین محمد بن علی رح	سنہ ۷۶۳ھ	یہ بہت بڑی تفسیر ہے جسمیں یہ التزام ہے کہ کسی نے ایک حرف نقل نہیں
۹۸	التحریر والتحبیر	شیخ ابن النقیب	۰	یہ تفسیر پچاس سے زیادہ جلدوں میں ختم ہوئی ہے
۹۹	تفسیر ابن قرب	عبداللہ بن قرب بنی	۰	
۱۰۰	تفسیر ابوبکر عتیق	عتیق بن محمد ہروی رح	۰	بزبان فارسی الپ ارسلان سلجوقی کے عہد کی تصنیف ہے
۱۰۱	تفسیر ابوبکر محمد بن فورک	ابوبکر محمد بن فورک	۰	
۱۰۲	تفسیر ابوبکر بن عبدوس	ابوبکر بن عبدوس	۰	ثعلبی نے لکھا ہے کہ انکے مصنف نے صرف سورۃ بقرہ کی ۱۴ اجزا میں تفسیر لکھی مگر بعض نے اسکو مختصر کر دیا
۱۰۳	تفسیر ابوالبقاء	عبداللہ بن حسین عکبری	سنہ ۶۱۶ھ	
۱۰۴	تفسیر ابوالحسن	ابوالحسن علی بن اسمٰعیل اشعری	سنہ ۳۲۴ھ	
۱۰۵	″	ابوالحسن علی بن عبداللہ انصاری	سنہ ۴۶۷ھ	
۱۰۶	البحر المحیط النہر	شیخ ابوحیان	۰	
۱۰۷	تفسیر ابوذر	حافظ عبد بن احمد ہروی	سنہ ۴۳۴ھ	
۱۰۸	ارشاد العقل سلیم	شیخ ابوالسعود	۰	

نمبر شمار	نام تفسیر	نام مصنف	سنہ وفات	کیفیت
۱۰۹	تفسیر ابو عبداللہ	حافظ ابوعبداللہ بن محمد اصفہانی	۰	
۱۱۰	تفسیر ابوطالب	ابوطالب کرمانی	۰	
۱۱۱	تفسیر ابوالعالیہ	شیخ ابوالعالیہ ریاحی رح	۰	یہ تفسیر ربیع بن انس نے جب شخصانے روایت کرتے ہیں
۱۱۲	تفسیر ابوعمر	ابوعمر عراقی	۰	ثعلبی نے انکی اجازت سے اسے مرتب کیا ہے
۱۱۳	تفسیر ابواللعباس	ابوالعباس سمعان	۰	یہ دس جلدوں میں ختم ہوئی ہے اسکا مصنف شہر رے کا قاضی تھا
۱۱۴	تفسیر ابواللیث	ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی رح	سنہ ۳۷۵	نہایت مفید تفسیر ہے اسکا شہاب احمد بن محمد نے ترکی میں ترجمہ کیا ہے
۱۱۵	تفسیر ابوالقاسم	شیخ ابوالقاسم بن حبیب	۰	
۱۱۶	″	ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بلخی رح	سنہ ۳۱۹ھ	۱۲ جلدوں میں تمام ہوئی ہے
۱۱۷	تفسیر ابومخلد	شیخ ابومخلد	۰	
۱۱۸	تفسیر ابومعشر	ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری	سنہ ۴۷۰ھ	
۱۱۹	تفسیر ابومنصور	ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر بغدادی	سنہ ۴۱۹ھ	
۱۲۰	طوالع الانوار	۰	۰	
۱۲۱	الاستغناء فی علوم القرآن	محمد بن علی معزی	سنہ ۳۸۸	۱۲۰ جلدیں ہیں۔ ۱۲ سال میں ختم ہوئی
۱۲۲	تفسیر آدم	آدم بن ابی ایاس عسقلانی	سنہ ۲۲۰ھ	
۱۲۳	تفسیر اردبیلی	شیخ اردبیلی رح	۰	
۱۲۴	التقریب	شیخ ازہری		
۱۲۵	تفسیر اسحٰق ابن راہویہ	حافظ ابویعقوب اسحٰق بن ابراہیم حنظلی رح	سنہ ۲۳۸ھ	

Marfat.com

نمبر شمار	نام تفسیر	نام مصنف	سنہ وفات	کیفیت
۱۲۶	تفسیر الاسکندری	حسین بن ابوبکر نخوی	سنہ ۴۷۱ھ	دس جلدوں میں ہے
۱۲۷	تفسیر اسفرائینی	ابوالمظفر شہفور بن طاہر شافعی	سنہ ۴۸۱ھ	
۱۲۸	تفسیر اسمٰعیل	اسمٰعیل بن احمد	سنہ ۴۳۰ھ	
۱۲۹	تفسیر الاشج	ابو سعید عبداللہ بن سعید کندی	سنہ ۲۵۷ھ	
۱۳۰	تفسیر اصفہانی	ابو مسیح محمد بن علی اصفہانی	سنہ ۴۵۹ھ	
۱۳۱	تفسیر اصفہانی	شیخ ابو القاسم اسمٰعیل بن محمد تیمی رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۵۳۵ھ	اسکے مصنف کی کئی اور تفسیریں بھی ہیں مثلاً تفسیر جامع تیس جلدوں میں معتمد دس جلدوں میں ایضاً چار جلدوں میں توضیح تین جلدوں میں
۱۳۲	تفسیر اصفہانی	علامہ شمس الدین شافعی	سنہ ۷۴۹ھ	کئی جلدوں میں ہے ابتدا میں صرف ۲۲ صفحہ میں
۱۳۳	تفسیر الاصم	ابوبکر عبدالرحمٰن بن کیسان	•	
۱۳۴	تفسیر اکمل الدین	شیخ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی	سنہ ۷۸۶ھ	
۱۳۵	تفسیر امام الحرمین	ابو المعالی عبدالملک بن عبداللہ جوینی	سنہ ۴۷۸ھ	
۱۳۶	تفسیر الانماطی	ابو اسحٰق ابراہیم بن اسحٰق نیشاپوری	سنہ ۳۰۳	
۱۳۷	تفسیر آیۃ کرسی	شیخ محمد بن محمود	سنہ ۷۴۱ھ	
۱۳۸	"	شیخ احمد بن البدید	•	

نمبر شمار	نام تفسیر	نام مصنف	سنہ وفات	کیفیت
۱۳۹	تفسیر آیۃ کرسی	بدر الدین بن رضی الدین	سنہ ۹۰۴	
۱۴۰	تفسیر بدر الدین	شیخ محمود بن اسرائیل	سنہ ۸۲۳ھ	دو جلدوں میں تمام ہوئی ہے
۱۴۱	"	بدر الدین محمود آبدینی	سنہ ۸۵۵ھ	
۱۴۲	تفسیر البخاری	ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری	سنہ ۲۵۶ھ	یہ وہ تفسیر ہے جو آپنے صحیح بخاری میں ذکر کی ہے آپکی ایک اور بھی بہت بڑی تفسیر ہے
۱۴۳	تفسیر البستی	شیخ ابن حبان	•	
۱۴۴	تفسیر البیہقی	ابو المحاسن مسعود بن علی بیہقی	سنہ ۵۴۴ھ	
۱۴۵	الکشف و البیان	علامہ ثعلبی	•	
۱۴۶	تفسیر الثمالی	امام ابو حمزہ	•	
۱۴۷	تفسیر الثوری	امام سفیان ثوری	•	
۱۴۸	تفسیر الجامی	شیخ نور الدین عبدالرحمٰن بن احمد جامی		
۱۴۹	تفسیر جبریل	•	•	علامہ ثعلبی کا قول ہے کہ انہوں نے یہ پوری تفسیر اسکے مصنف کے پاس پڑھی ہے۔
۱۵۰	تفسیر الجلالین	شیخ جلال الدین محلی و شیخ جلال الدین سیوطی		دیکھو لفظ (جلالین)
۱۵۱	تفسیر جمال خلیفہ	شیخ جمال الدین اسحٰق قرامانی	سنہ ۹۳۰ھ	صرف سورۃ مجادلہ سے آخر قرآن تک ہے

Marfat.com

نمبر شمار	نام تفسیر	نام مصنف	سنہ وفات	کیفیت
۱۵۲	تفسیر الجوینی	امام ابو محمد عبد اللہ بن یوسف		یہ بہت بڑی تفسیر ہے جسمیں ایک ایک آیت کی دس دس توجیہیں کیگئی ہیں
۱۵۳	تفسیر حجۃ الافاضل	علی بن محمد خوارزمی	سنہ ۵۶۰ھ	
۱۵۴	تفسیر الحسن البصری	شیخ حسن بصری رح	۰	
۱۵۵	تفسیر حکیم شاہ محمد	حکیم شاہ محمد قزوینی	۰	صرف سورۃ فتح سے آخر قرآن تک ہے
۱۵۶	البرہان	ابو الحسن علی بن ابراہیم	سنہ ۴۳۰ھ	
۱۵۷	کشف التنزیل فی تحقیق التاویل	ابو بکر بن علی مصری	سنہ ۸۰۰ھ	دو جلدوں میں ختم ہوئی ہے
۱۵۸	المواہب العلیہ مشہور بہ تفسیر حسینی	حسین بن علی کاشفی	سنہ ۹۰۰ھ	(دیکھو لفظ تفسیر حسینی)
۱۵۹	تفسیر الحلوانی	ابو عبد اللہ سلیمان بن عبد اللہ	سنہ ۴۹۴ھ	
۱۶۰	تفسیر المحزنی	ابو القاسم عمر بن حسین دمشقی	سنہ ۴۳۴ھ	
۱۶۱	تفسیر الخطیب التبریزی	ابو زکریا یحییٰ بن علی	سنہ ۵۰۲ھ	
۱۶۲	تفسیر خلف	شیخ خلف بن احمد	سنہ ۶۹۹ھ	
۱۶۳	تفسیر خواجہ محمد پارسا	شیخ محمد بن محمود	سنہ ۸۲۲ھ	فارسی زبان میں چند سورتوں کی تفسیر ہے
۱۶۴	تفسیر الخوارزمی	ابو الحسن علی بن عراق	سنہ ۵۳۹ھ	
۱۶۵	تفسیر الدرر	۰	۰	
۱۶۶	تفسیر الدمیاطی	ابو محمد بکر بن سہیل	۰	

نمبر شمار	نام تفسیر	نام مصنف	سنہ وفات	کیفیت
۱۶۷	تفسیر الدوانی	۰	۰	
۱۶۸	تفسیر الدیرینی	عبد العزیز بن احمد حنفی رح	سنہ ۶۹۴ھ	
۱۶۹	تفسیر الدینوری	ابو حنیفہ احمد بن داود نحوی	سنہ ۲۹۰ھ	
۱۷۰	مفاتیح الغیب المشہور بہ تفسیر کبیر	علامہ عبد اللہ بن ابو جعفر رازی		
۱۷۱	تفسیر الراغب	علامہ ابو القاسم حسین بن محمد اصفہانی	سنہ ۵۰۰ھ	یہ تفسیر بھی تفسیر بیضاوی کی ماخذ ہے
۱۷۲	تفسیر رشیدی	خواجہ رشید الدین بن ابو الخیر		اسکا مصنف سلطان ابو سعید کا وزیر تھا دو سو سے زیادہ علماء نے اسکی تعریفیں لکھی ہیں
۱۷۳	تفسیر رمانی	ابو الحسن علی بن عیسیٰ نحوی	سنہ ۳۸۴ھ	عبد الملک بن علی ہروی نے اسے ملخص کیا ہے
۱۷۴	تفسیر روح ابن عبادہ	شیخ ابن عبادہ بن قیسی	سنہ ۲۰۰ھ	
۱۷۵	تفسیر الزاہد	۰	۰	
۱۷۶	تفسیر الزجاج	شیخ ابو اسحٰق ابراہیم بن سری نحوی	سنہ ۳۱۰ھ	
۱۷۷	تفسیر الزرکشی	شیخ بدر الدین محمد بن عبد اللہ مصری	سنہ ۷۹۴ھ	
۱۷۸	الکشاف	علامہ زمخشری	۰	
۱۷۹	تفسیر زید بن اسلم	زید اسلم عدوی	سنہ ۱۳۶ھ	
۱۸۰	تفسیر سبط ابن الجوزی	ابو المظفر یوسف بن قزاوغلی	سنہ ۶۵۴ھ	دس جلدوں میں تمام ہوئی ہے
۱۸۱	الدر النظیم	۰	۰	
۱۸۲	تفسیر السبع الطوال	ابو منصور محمد بن احمد ازہری	سنہ ۳۷۰ھ	

Marfat.com

نمبر شمار	نام تفسیر	نام مصنف	سنہ وفات	کیفیت
۱۸۳	تفسیر السخاوی	ابو الحسن علی بن محمد مصری	سنہ ۳۴۳ھ	
۱۸۴	تفسیر السدی	•	•	
۱۸۵	تفسیر سراج الدین	ابو جعفر عمر بن اسحٰق حنفی	سنہ ۷۷۳ھ	
۱۸۶	تفسیر سعید	شیخ سعید بن منصور	•	ثعلبی نے کشف میں اسکا تذکرہ کیا ہے
۱۸۷	الحقائق	امام سلمیؒ	•	
۱۸۸	بحر العلوم	سمرقندی	•	
۱۸۹	تفسیر السمعانی	ابو المظفر منصور بن محمد مروزی	سنہ ۴۸۹ھ	
۱۹۰	تفسیر السمنانی	ابو العباس احمد	سنہ ۷۳۶ھ	
۱۹۱	تفسیر سور ابادی	شیخ ابوبکر عتیق بن محمد		فارسی زبان میں ہے
۱۹۲	تفسیر سورۂ اخلاص	امام محمد بن عمر شافعی	سنہ ۶۰۶ھ	
۱۹۳	"	علی بن محمد حسنی سمنانی	•	•
۱۹۴	الاخلاصیۃ	شیخ زادہ	•	یہ صرف سورۂ اخلاص کی تفسیر ہے
۱۹۵	تفسیر سورۃ الانسان	علامہ منصور بن صدر الدین شیرازی	سنہ ۹۴۹ھ	
۱۹۶	تفسیر سورہ بقرہ و فاتحہ	•	•	متاخرین میں سے کسی عالم کی تصنیف
۱۹۷	تفسیر سورہ تکاثر	مولے صفر شاہ	•	
۱۹۸	تفسیر سورۂ دخان	محی الدین محمد بن ابراہیم	سنہ ۹۰۱ھ	اسکے مصنف نے اسے بطور ہدیہ سلطان بایزید خاں کی خدمت میں پیش کیا تھا
۱۹۹	تفسیر سورہ طٰہٰ	•	•	
۲۰۰	تفسیر سورہ فتح	محمد امین معروف بہ امیر بادشاہ بخاری	•	
۲۰۱	تفسیر سورۂ قدر	عبد الرحمٰن بن مؤید اماسی	سنہ ۹۲۲ھ	
۲۰۲	تفسیر سورۂ کافرون	جلال الدین محمد بن اسعد صدیقی	سنہ ۹۰۷ھ	
۲۰۳	تفسیر سورۂ کوثر			اسکے مصنف نے امام رازی کی کتاب نہایۃ الایجاز اور کشاف سے نہایت مفید مطالب لیکر اس مختصر سی تفسیر میں جمع کئے ہیں۔
۲۰۴	تفسیر سورۃ المعوذتین	ابن سینا	•	
۲۰۵	تفسیر سورۂ ملک	علامہ شمس الدین احمد بن سلیمان	سنہ ۹۴۰ھ	
۲۰۶	ذخیرۃ القصر	•	•	یہ صرف سورۂ کوثر کی تفسیر ہے
۲۰۷	تفسیر سورۂ یوسف	شیخ بہاء الدین بن یوسف	•	یہ پندرہ حصوں میں منقسم کیگئی ہے۔
۲۰۸	"	احمد بن روح انصاری	سنہ ۱۰۰۰ھ	
۲۰۹	"	شیخ سروری	•	یہ نہایت مبسوط تفسیر ہے جو رمضان سنہ ۹۵۴ھ میں تمام ہوئی۔
۲۱۰	تفسیر السہروردی	ابو احمد عمر بن عبد اللہ	•	
۲۱۱	تفسیر السید الشریف		•	
۲۱۲	الدر المنثور	شیخ جلال الدین سیوطی	•	

Marfat.com

نمبر شمار	نام تفسیر	نام مصنف	سن وفات	کیفیت
۲۱۳	تفسیر شبلی	امام شبلی بن عباد مکی رح	•	
۲۱۴	تفسیر شعبہ	شعبہ بن حجاج بصری رح	سنہ ۱۶۰ھ	
۲۱۵	عیون التفاسیر	•	•	
۲۱۶	تفسیر الشیخ شرف الدین	شیخ شرف الدین بونی رح		
۲۱۷	تفسیر الشیرازی	شیخ عبدالوہاب بن محمد فامی		اس تفسیر میں شعر ایک طور پر ایک لاکھ اشعار لائے گئے ہیں
۲۱۸	فتح المنان	علامہ شیرازی		یہ تفسیر "تفسیر العلامی" کے نام سے مشہور ہے
۲۱۹	تفسیر الصالحی	صالح بن محمد ترمذی رح		اس میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایات ہیں اور انکے علاوہ چار ہزار حدیثیں بھی ہیں
۲۲۰	تفسیر الصحابہ	ابوالحسن محمد بن قاسم	•	ثعلبی نے اسکو اسکے مصنف سے پڑھا ہے
۲۲۱	جامع التبیان	سید محمد بن عبد الرحمن ایجی	•	رمضان سنہ ۹۰۵ھ میں تمام ہوئی۔
۲۲۲	تفسیر الصیرفی	شیخ صیرفی بن مزاحم ہلالی رح	•	
۲۲۳	تفسیر الضحاک	ضحاک رح	•	
۲۲۴	مجمع البیان لعلوم القرآن	ابوجعفر محمد بن حسن طوسی	سنہ ۵۴۶ھ	علامہ زمخشری نے اسکو مختصر کیا ہے اور اسکا نام جامع الجامع رکھا ہے
۲۲۵	تفسیر عبداللہ بن جابر	•	•	

نمبر شمار	نام تفسیر	نام مصنف	سن وفات	کیفیت
۲۲۶	تفسیر عبدالحق	شیخ عبدالحق بن ابوبکر	•	
۲۲۷	تفسیر عبدالحمید	عبدالحمید بن حمید کسی		
۲۲۸	مطالع انوار التنزیل	شیخ عبدالرزاق		•
۲۲۹	تفسیر عبدالرزاق	عبدالرزاق بن ہمام صنعانی	سنہ ۲۱۱ھ	اسکا مصنف حدیث میں امام بخاری کا استاد ہے
۲۳۰	تفسیر عبدالصمد	عبدالصمد بن قاضی محمود	•	تین جلدوں میں تمام ہوئی ہے
۲۳۱	تفسیر عبدالقاہر	عبدالقاہر بن عبدالرحمن جرجانی	سنہ ۴۸۴ھ	یہ صرف سورۃ فاتحہ کی تفسیر ہے۔
۲۳۲	تفسیر عبد المعطی	امام عبد المعطی بخاری	•	
۲۳۳	تفسیر عبد بن حمید	شیخ عبد بن حمید کشی	سنہ ۲۴۹ھ	
۲۳۴	تفسیر العتابی	امام ابونصر احمد بن محمد	سنہ ۵۸۶ھ	
۲۳۵	تفسیر العراقی	عبدالکریم بن علی شافعی	سنہ ۶۶۰ھ	
۲۳۶	تفسیر عزالدین	عبدالعزیز بن عبدالسلام	سنہ ۶۶۰ھ	
۲۳۷	تفسیر العسکری	ابوہلال حسن عبداللہ	سنہ ۳۲۰ھ	
۲۳۸	تفسیر عطار	عطار بن ابورباح	•	
۲۳۹	//	عطار بن ابومسلم خراسانی	•	
۲۴۰	//	عطار بن دینار	•	
۲۴۱	تفسیر العکبری	ابوالبقا عکبری	•	

Marfat.com

نمبر شمار	نام تفسیر	نام مصنف	سنہ وفات	کیفیت
۲۴۲	تفسیر عکرمہ	حضرت عکرمہ		اس تفسیر کے مطالب عبداللہ بن عباس سے روایت کیے گئے ہیں۔
۲۴۳	فتح المنان	قطب شیرازی	سنہ ۷۱۰ھ	
۲۴۴	تفسیر علاء الدین	علی بن محمد بغدادی	سنہ ۷۴۱ھ	
۲۴۵	"	علاء الدین ترکمانی	۰	ابراہیم بن موسیٰ کرکی حنفی نے اسکا حاشیہ لکھا ہے
۲۴۶	تفسیر علی القاری	ملا علی قاری	۰	چار جلدوں میں ہے
۲۴۷	تفسیر علائی	علاء الدین محمد بن عبدالرحمن بخاری	سنہ ۸۴۶ھ	
۲۴۸	مطالع المعانی	علامہ ملیاری	۰	
۲۴۹	الکفیل	امام عماد کندی	۰	
۲۵۰	تفسیر العوفی	محمد بن سعد	۰	اس تفسیر کے مطالب حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہیں
۲۵۱	تفسیر العیشی	محمد تیروی	سنہ ۱۰۱۶ھ	
۲۵۲	تفسیر الغرناطی	محمد بن علی اندلسی	۰	
۲۵۳	یاقوت التاویل	الغزالی	۰	
۲۵۴	تفسیر الغزی	شیخ بدرالدین محمد بن رضی الدین	سنہ ۹۶۰ھ	یہ منظوم تفسیر ہے جسکو بہت سے علماء نے پسند کیا ہے
۲۵۵	تفسیر فاتحۃ الکتاب	شیخ عبدالقاہر بن عبدالرحمن جرجانی	سنہ ۴۷۴ھ	
۲۵۶	"	امام فخرالدین رازی	سنہ ۶۰۶ھ	
۲۵۷	اعجاز البیان فی تفسیر ام القرآن	شیخ المعالی محمد بن اسحٰق قونوی		یہ صرف سورہ فاتحہ کی تفسیر صوفیانہ رنگ میں لکھی گئی ہے

نمبر شمار	نام تفسیر	نام مصنف	سنہ وفات	کیفیت
۲۵۸	تفسیر الفاتحہ	محمد بن علی جذامی	سنہ ۷۲۳ھ	
۲۵۹	"	علامہ محمد بن حمزہ فناری	سنہ ۸۳۴ھ	
۲۶۰	"	محمد بن یعقوب فیروزآبادی	سنہ ۸۱۷ھ	
۲۶۱	"	شیخ یعقوب عثمان بن چرخی	۰	یہ تفسیر فارسی زبان میں ہے
۲۶۲	"	محمد بن مصطفیٰ کسری	۰	
۲۶۳	"	شیخ محمد بن کاتب کلیبولی	۰	یہ تفسیر فرقہ وجودیہ کے رو میں لکھی گئی ہے
۲۶۴	"	شیخ بایزید	۰	سلطان بایزید خان ثانی کے زمانہ کے مشائخ میں سے تھے
۲۶۵	"	ابوالحسن علی ابن یعقوب بصری	سنہ ۴۲۴ھ	
۲۶۶	"	علامہ ابن قیم محمد بن ابوبکر	سنہ ۷۵۱ھ	
۲۶۷	"	شیخ اسمٰعیل بن احمد انقروی	سنہ ۱۰۴۱ھ	اصلی نام الفاتحۃ العینیہ ہے ترکی زبان میں ہے
۲۶۸	ازہار الفاتحہ	علامہ جلال الدین سیوطی	سنہ ۹۱۱ھ	
۲۶۹	تفسیر الفاتحہ	ابواسحٰق ابراہیم بن احمد رقی		امام ذہبی نے اپنی کتاب عبر میں لکھا ہے کہ اسکا مصنف صحیح اور غیر صحیح میں بہت کم تمیز کرتا تھا۔
۲۷۰	"	شیخ ابواسحٰق دمشانی	۰	
۲۷۱	"	شیخ ابن نورالدین رومی	۰	
۲۷۲	"	ابن دہان نحوی	۰	
۲۷۳	تفسیر الغریابی	محمد بن یوسف	۰	
۲۷۴	التاویلات	امام قاشانی	۰	

Marfat.com

نمبر شمار	نام تفسیر	نام مصنف	سن وفات	کیفیت
۲۷۵	انوار التنزیل	قاضی بیضاوی	•	دیکھو لفظ (انوار التنزیل)
۲۷۶	تفسیر قبیصہ	ابو عامر بن عقبہ سوائی	•	
۲۷۷	تفسیر قتادہ	قتادہ بن دعامہ مشہور ابن السدوسی	•	
۲۷۸	تفسیر قتیبہ	قتیبہ بن احمد بن شریح بخاری	سنہ ۳۱۶ھ	یہ شیعہ مذہب کی تفسیر ہے
۲۷۹	تفسیر القرامانی	شیخ احمد بن محمود	سنہ ۹۷۱ھ	بارہ جلدوں میں ہے اور نامکمل ہے
۲۸۰	جامع احکام القرآن	علامہ قرطبی	•	
۲۸۱	تفسیر القرطبی	محمد بن کعب قرظی	سنہ ۱۰۸ھ	
۲۸۲	تفسیر القزوینی	شیخ ابو یوسف قزوینی		تین سو جلدوں میں تمام ہوئی ہے
۲۸۳	تفسیر القشیری	عبدالکریم بن ہوازن شافعی	سنہ ۴۶۵ھ	
۲۸۴	تفسیر قطب الدین	قطب الدین محمد بن محمد زنیقی	سنہ ۶۲۱ھ	یہ تفسیر کئی جلدوں میں ہے
۲۸۵	تفسیر القفطی	ابو القاسم ہبۃ اللہ بن عبد اللہ	سنہ ۶۹۷ھ	صرف سورت مریم تک ہے
۲۸۶	تفسیر القلاقل	محمد بن اسعد صدیقی	سنہ ۹۰۰ھ	
۲۸۷	لباب التفاسیر	علامہ کرمانی	•	
۲۸۸	العجائب الغرائب	؍؍	•	
۲۸۹	تفسیر الکلبی	محمد بن سائب	•	
۲۹۰	التبصرۃ	احمد بن یوسف شیبانی	سنہ ۶۸۰ھ	
۲۹۱	تفسیر النخعی	•	•	
۲۹۲	تفسیر الماوردی	امام ابو الحسن علی بن حبیب	سنہ ۴۵۰ھ	

نمبر شمار	نام تفسیر	نام مصنف	سن وفات	کیفیت
۲۹۳	تفسیر مجاہد	ابو الحجاج مجاہد بن جبیر	سنہ ۱۰۴ھ	
۲۹۴	تفسیر المجرد	امام ابو شجاع	•	
۲۹۵	تفسیر محمد	محمد بن ایوب رازی	•	
۲۹۶	؍؍	محمد بن عبد اللہ بخاری	سنہ ۵۴۶ھ	ایک ہزار جز میں ختم ہوئی ہے۔
۲۹۷	تفسیر المرسی	ابو الفضل محمد بن عبد اللہ	سنہ ۶۵۵ھ	بیس جلد ہے جسمیں آیتوں کا عمدہ طور پر ربط بیان کیا گیا ہے
۲۹۸	تفسیر مسلم	مسلم رازی	•	
۲۹۹	تفسیر المسعودی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد دوربی	•	
۳۰۰	تفسیر المسیب	شریک	•	
۳۰۱	تفسیر مصنفک	علی بن محمد شاہرودی بسطامی	سنہ ۸۷۵ھ	یہ تفسیر فارسی زبان میں کئی جلدوں میں ہے اسکا اصلی نام المحمدیہ ہے
۳۰۲	البیان	معافی بن اسمعیل موصلی	•	
۳۰۳	تفسیر مقاتل	مقاتل بن حیان	•	
۳۰۴	تفسیر المقدسی	احمد بن محمد حنبلی	سنہ ۴۲۸	
۳۰۵	تفسیر المنشی	محمد بن بدر الدین صاروخانی	سنہ ۱۰۰۱	یہ تفسیر سلطان مراد خان کے حضور بطور ہدیہ پیش کی گئی تھی جسے اس نے مرتے دم تک ساتھ رکھا
۳۰۶	التفصیل الجامع معلوم التنزیل	احمد بن عمار	سنہ ۴۳۰ھ	
۳۰۷	تفسیر ناصر بن منصور	ناصر بن منصور	•	آٹھ جلدوں میں ہے،
۳۰۸	تفسیر نجم الدین	احمد بن عمر خیوقی	سنہ ۶۱۸ھ	بارہ جلدوں میں ہے،

Marfat.com

نمبر شمار	نام تفسیر	نام مصنف	سنہ وفات	کیفیت
۳۰۹	تفسیر النحاس	احمد بن محمد مصری	۳۳۸ھ	
۳۱۰	التیسیر	•	•	
۳۱۱	تفسیر النعمانی	ابو علی حسن بن خطیر	۵۹۸ھ	فارسی زبان میں ہے
۳۱۲	تفسیر نعمۃ اللہ	•	•	
۳۱۳	شفاء الصدور	•	•	
۳۱۴	تفسیر نور الدین زادہ	شیخ مصلح الدین	۹۸۱ھ	صرف سورہ انعام تک ہے
۳۱۵	تفسیر الہدیٰ	ابو حذیفہ موسیٰ بن مسعود	•	
۳۱۶	غرائب القرآن	•	•	
۳۱۷	البسیط	•	•	
۳۱۸	الوسیط	•	•	
۳۱۹	الوجیز	•	•	
۳۲۰	تفسیر الواقدی	حسین بن واقد یا محمد بن عمر	•	
۳۲۱	تفسیر الواسبی	امام علی بن ابو جعد	•	
۳۲۲	تفسیر ورقاء	ورقاء بن عمر	•	
۳۲۳	تفسیر وکیع	ابو سفیان وکیع بن جراح کوفی	۱۹۷ھ	
۳۲۴	تفسیر ہشیم	ہشیم بن بشیر	•	
۳۲۵	تفسیر الورانی	ابو الحسن علی بن عبد اللہ	۶۱۵ھ	
۳۲۶	تفسیر فیضی	شیخ فیض اللہ متخلص بہ فیضی	۱۰۰۴ھ	یہ بے نقاط تفسیر ہے جسمیں غیر معمولی تکلف سے کام لیا گیا ہے
۳۲۷	تفسیر یزید	یزید بن ہارون	۱۱۷ھ	
۳۲۸	تفسیر یعقوب	یعقوب بن عثمان چرخی	•	
۳۲۹	تقریب المامول		•	
۳۳۰	تقریب التفسیر		•	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سنہ وفات	کیفیت
۳۳۱	تقریب	•	•	تفسیر کا خلاصہ ہے
۳۳۲	تقشیر التفسیر	•	•	
۳۳۳	〃	•	•	
۳۳۴	تلخیص البیان	•	•	
۳۳۵	تلخیص علل القرآن	•	•	
۳۳۶	تنزیہ القرآن	•	•	
۳۳۷	تنویر الضحیٰ	•	•	
۳۳۸	تیسیر التفسیر	•	•	اس نام کی تین تفسیریں ہیں
۳۳۹	جامع الاسرار	•	•	
۳۴۰	جامع الانوار	•	•	
۳۴۱	جامع البیان	•	•	
۳۴۲	جامع التاویل	•	•	
۳۴۳	جامع التفاسیر	•	•	
۳۴۴	جامع الکبیر	•	•	
۳۴۵	جوامع التبیان	•	•	
۳۴۶	تفسیر الروحانیہ	بقراطیس		
۳۴۷	تفسیر الفقہاء		•	
۳۴۸	تکذیب السفہاء	عبد الصمد بن محمود غزنوی	•	

تفسیر ابن جریر

ابو جعفر محمد طبری متوفی سنہ ۳۱۰ھ کی تفسیر ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی نے اتقان میں اسکے بارہ میں لکھا ہے کہ تمام تفاسیر سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ اس میں مختلف احوال کی توجیہ کا خاص طور پر لحاظ رکھا گیا ہے اور بعض کو بعض پر ترجیح دیگئی ہے اعراب اور استنباط کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ امام نووی کہتے ہیں کہ تمام لوگوں کا اسبات پر اجماع ہے کہ اس جیسی اور کوئی تفسیر نہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ علامہ طبری نے اپنے شاگردوں کو کہا کیا تم چاہتے ہو کہ قرآن کی تفسیر لکھی جائے انہوں نے کہا ہاں۔ مگر کتنے حجم کی ہوگی۔ کہا تیس ہزار ورق۔

Marfat.com

کی مقدار کی ہنگی۔ اُنہوں نے کہا اتنی بڑی تفسیر کو کون پڑھیگا۔ تو اس نے تین ہزار ورق میں اسکا اختصار کیا (کذا فی طبقات ابن السبکی) ـک۔

تفسیر ابن العربی حضرت شیخ محی الدین ابن العربی متوفی ۶۳۸ھ کی تصنیف ہے آپ نے تصوف کے رنگ میں بقول بعض ساٹھے جزو میں یہ تفسیر لکھی ہے اور وہ بھی سورۃ کہف تک۔ مفسرین کی روش پر آپ کی ایک مختصر تفسیر بھی ہے (کش)۔

تفسیر بیضاوی علم تفسیر میں قاضی ناصر الدین بیضاوی[1] کی تصنیف ہے جو قرآن مجید کی لغات کی تشریح میں اپنی نظیر آپ ہے۔ قاضی صاحب نے اس میں نحو اور معانی اور بیان کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ تفسیر کشاف سے لیا ہے۔ اور عقلیات اور کلام کے مسائل تفسیر کبیر سے اشتقاق کے مسائل تفسیر راغب سے لئے ہیں۔ غرض یہ تفسیر پورے طور پر معارف قرآنی پر مشتمل ہے اور حسن فصاحت اور خوش اسلوبی کے ساتھ اس میں ان کو بیان کیا گیا ہے کسی اور تفسیر میں ایسے بیان نہیں ہوئے۔ اسکے بہت سے حواشی لکھے گئے ہیں۔ (ف)۔

تفسیر جلالین دیکھو (جلالین)۔

تفسیر حسینی فارسی زبان میں مشہور واعظ حسین بن علی کاشفی متوفی ۹۱۰ھ کی تفسیر ہے اسکا اصلی نام "المواہب العلیۃ" ہے جیساکہ اسکے بیٹے نے اپنی بعض تصنیفات میں لکھا ہے۔ ابو الفضل محمد بن ادریس بدلیسی نے ترکی زبان میں اسکا ترجمہ کیا۔ (ک)۔

تفسیر سراج المنیر چار جلد میں شیخ محمد بن احمد شربینی کی تالیف ہے جس میں غوامض و مشکلات کتاب الٰہی کی تصریح و تفصیل بہت تحقیق و

تنقیح کے ساتھ کی گئی ہے اور اختلاف قرأت و ناسخ و منسوخ آیات کا بیان اور روایت صحیحہ معتبرہ کا تذکرہ اور مسائل فقہیہ کا استخراج اور اخبارات ضعیفہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

تفسیر قادری اردو ترجمہ تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین جنہوں نے اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت نہایت حسن و خوبی سے تالیف کی ہے۔

تفسیر کبیر مصنفہ امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ۔ یہ بہت بڑی تفسیر ہے۔ مگر مصنف سے پوری نہ ہوسکی۔ اور شیخ احمد بن محمد قمولی نے اسکو پورا کیا۔ (کش)۔

تفسیر کشاف ابو القاسم جار اللہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ۵۳۸ھ کی تفسیر ہے ۵۲۶ھ میں تصنیف ہوئی۔ علوم عربیہ کی تحقیق جسطرح اس تفسیر میں کی گئی ہے اور کسی تفسیر میں نہیں کی گئی۔ اسپر کئی ایک علماء نے حاشیے لکھے ہیں جن میں سے میر سید شریف کا حاشیہ نہایت عمدہ سمجھا جاتا ہے (کش)۔

تفسیر معالم التنزیل شیخ علی بن محمد بغدادی متوفی ۵۱۶ھ کی تصنیف ہے۔ ابن حجر نے درر میں اسکا ذکر کیا ہے۔ (ک)

تفکر اسکے لغوی معنے میں سوچنا۔ غور و خوض کرنا۔ یعنی دل کا اشیاء کے معانی میں درک مطلوب کے لئے تصرف کرنا۔ تفکر گویا دل کا دیا ہے جس سے اسکے خیر و شر منافع و نقصان دکھائی دیتے ہیں جس دل میں تفکر نہ ہو وہ ایسا ہے جیسے اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ (نخ)۔

تقدیر یہ لفظ قدر سے نکلا ہے جسکے معنے اندازے کے ہیں پس تقدیر کے معنے اندازہ ٹھیرانے کے ہوئے جو معنے اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ کے ہیں وہی معنے تقدیر کے ہیں۔ یعنی ہم نے ہر ایک چیز کو ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے اسکی مثال یوں سمجھنی چاہئے کہ ہم نے ایک درزی کو کپڑے کا تھان دیا۔ کہ اسمیں سے جتنے بن سکیں

---

[1] قاضی بیضاوی تبریز میں ۶۸۵ھ میں فوت ہوئے۔ اور بقول بعض ۶۹۲ھ میں ۱۲۔

ہمارے کرتے بنادو۔ تو درزی پہلے آگا پیچھا۔ کلیاں۔ چوبغلے آستینیں۔ ہر ایک چیز کا اندازہ کرلیتا ہے۔ تب قطع کرتا ہے لغت کی رُو سے اسی کا نام ہے تقدیر۔ معمار تعمیر سے پہلے مکان کا نقشہ بناتا ہے۔ بڑھئی چوکھٹ کیلئے لکڑی کی تراش کا اندازہ کرتا ہے۔ یہ سب تقدیر ہے۔ اسی طرح خدا نے جو چیز پیدا کی ایک انداز کے ساتھ پیدا کی۔ یہی اس چیز کی تقدیر ہوئی۔ دوسری مخلوقات کے ساتھ ایک تقدیر انسان کی ہے کہ اسکی دو آنکھیں ہیں۔ دو کان۔ دو ہاتھ۔ دو پاؤں۔ ایک ناک۔ وہ خاص ایک خاندان میں خاص ملک میں خاص زمانے میں پیدا ہوتا ہے۔ اور ایک خاص وقت تک۔ خاص حالت میں زندہ رہ کر آخر کو دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔

انسان پر جو حالتیں گذرتی ہیں ان میں سے بہت سی باتیں ہیں جن میں انسان کے ارادے انسان کی رائے انسان کی تدبیر کو کچھ دخل نہیں۔ ایسی ہی باتوں میں اس معنے کر تقدیر کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ جو لوگوں نے سمجھ رکھے ہیں۔ بندگی بیچارگی۔ (الحقوق)۔

اہل اسلام کا تقدیر الٰہی پر یہ اعتقاد ہے کہ بندوں کے جملہ افعال خواہ اختیاریہ ہوں یا اضطراریہ مثل کھڑے ہونے اور بیٹھنے اور بھلائی برائی مثل نماز۔ روزہ۔ خیرات اور شراب خواری۔ زنا کاری۔ یا لوگوں کو تکلیف دہی یہ سب کچھ خدا تعالٰے کے ارادہ اور اسکی قدرت سے وقوع میں آتے ہیں۔ اور جملہ امور کو حق تعالٰے نے ازل میں جان رکھا ہے کہ فلاں شخص سے فلاں وقت فلاں جگہ یہ قول یا یہ فعل صادر ہوگا۔ لیکن بندہ اپنے افعال میں مجبور نہیں افعال اختیاریہ میں تو اسکا اختیار ظاہر امر ہے۔ ہاں البتہ جو افعال اضطراریہ ہیں۔ جیسے رعشہ والے شخص کا ہاتھ کانپتا ہے یا بوڑھے کی گردن بے ساختہ ہلتی ہے۔ ایسی حالتوں میں یہ اشخاص مجبور ہیں۔ لیکن جو افعال انسان اپنے ارادے اور قدرت سے کرتا ہے ان میں اصلاً مجبور نہیں۔ کیونکہ حق تعالٰے نے اسے اختیار اور قدرت عطا فرمائی ہے اور عقل کا ایک ایسا روشن چراغ دیا ہے جس سے وہ ہر ایک بھلائی اور برائی کو سمجھ سکتا ہے۔ پس جب وہ اپنے اختیار خدا تعالٰی کی فرمانبرداری کے کام کریگا ثواب کا مستحق ہوگا اور اگر اس اختیار کو خدا کی نافرمانی میں صرف کریگا تو عذاب میں مبتلا ہوگا۔ یہ مسئلہ ایک مثال سے خوب ظاہر ہو جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر ایک شخص اپنے دنیوی منافع اور منصوبوں کے حاصل کرنے میں کیسی کچھ سعی کرتا ہے۔ با تکلیف اور سفر نہیں دُور کرنے کی باختیار خود کیسی کوشش کرتا ہے اگر مجبور ہے تو یہ منفعتیں حاصل کرنے اور مضرتوں کے دُور کرنے کی کیوں تدبیر کرتا ہے۔ اور انہیں مشاغل میں کیوں شبانہ روز کھپتا ہے۔ کیوں نہیں اپنے آپ کو مجبور سمجھکر بیٹھ رہتا۔ کیوں بھوک کے وقت کھانا کھانے پیاس کی شدت کے وقت پانی پینے کے لئے دوڑتا پھرتا ہے۔ پس چونکہ ہر ایک نیک اور بد کام میں بندہ کا اختیار ظاہر ہے اسی لئے وہ جزا و سزا کا عقلاً مستحق ہے (کتب عقائد)۔

تقرب نزدیکی چاہنا۔ (ص) میں نماز وغیرہ عمل صالح کرنا کہ ثواب ہو۔ اور نزدیکی خدا حاصل ہو۔

تقلید گردن بند گردن میں ڈال لینا۔ بغیر حقیقت سمجھے کسیکی پیروی کرلینا۔ (نخ)

(ل) بغیر دلیل و حجت غیر کے قول کو قبول کرلینا (ص) میں تقلید کہتے ہیں غیر کے قول و فعل کی تابعداری کرنی یہ اعتقاد کرتے ہوئے کہ وہ حق ہے۔ اور اس قول و فعل کی دلیل میں نظر و تامل نہ کرنا۔ (تیع)

جاننا چاہیئے کہ بعض محققین نے مذاہب اربعہ سے کسی مذہب معیّن کی تقلید کو واجب کہا ہے اور بعض نے مستحسن۔ موافقت ان دونوں قولوں میں یوں ہے کہ جو شخص فن حدیث کا عالم ہو۔ اور مذاہب اربعہ کے اصول اور ماخذ سے واقف ہو۔ اور قرآن مجید کی آیات منسوخہ اور غیر منسوخہ اور انکے معانی سے بخوبی آگاہ ہو۔ اور ضعف و صحت حدیث کی

Marfat.com

معرفت میں بہرہ تام رکھتا ہو۔ اور کیفیت رُواۃ سے آگاہ ہو اور بہت سی احادیث اسکو مستحضر ہوں۔ اور بہت سی کتب حدیث اسکے مطالعہ سے گذری ہوں۔ تو ایسے شخص کو مذہب معین کی تقلید کرنا مستحسن ہے۔ اور جس میں شرائط متحقق نہ ہوں اسے تقلید واجب ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ واجب ہے تعیین ایک مذہب کی جمیع فروع میں۔ یہ نہیں چاہئے کہ کچھ مسائل ایک مذہب کے لئے اور کچھ دوسرے کے۔

وجوب تقلید پر بہت سے دلائل ہیں۔ ان سے صرف ایک یہاں بیان کی جاتی ہے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسائل جو میں نے بیان کئے ہیں وہ آیات و حدیث سے ماخوذ ہیں تو یہ قول دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو تم اسکی تصدیق کروگے یا تکذیب۔ بر تقدیر اول تو انکی تابعداری واجب ہوگی۔ اور بر تقدیر ثانی ہم کہینگے کہ اگر امام صاحب پر کذب کا احتمال ہے تو جائز ہے کہ بخاری و مسلم کیطرف بھی احتمال کذب ہو۔ مثلاً جب امام صاحب کہ مصداق خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ہیں۔ یوں فرماویں کہ مسائل بیان کئے ہوئے ہمارے کتاب اور سنت اور قضایا ے صحابہ سے ماخوذ ہیں۔ تو انکا قول لائق اعتماد نہ ہو۔ اور جب بخاری او مسلم وغیرہما کہ ان سے بہت پیچھے ہوئے ہیں جو کہیں کہ یہ حدیث ہمیں فلاں سے پہنچی ہے۔ تو انکا قول معتبر او مقبول ہو اور انکی بات کو صادق جاننا اور امام صاحب کی بات کو باوجود بزرگی اور فضل کے کذب شمار کرنا ترجیح بلا مرجح بلکہ ترجیح مرجوح ہے۔ (لو)۔

تقویٰ پرہیزگاری۔ گناہوں سے بچنا۔ بت پرستی سے بچنا پاکیزہ زندگی بسر کرنا۔ قرآن مجید میں تقویٰ کا ذکر کثرت سے آیا ہے۔ کسی جگہ متقی لوگوں کو ان کے تقویٰ کے عوض جنت کا وعدہ دیا گیا ہے۔ کسی جگہ انکو فراخی رزق کے امیدوار بنایا ہے۔ کہیں رضائے الٰہی کی توقع دلائی ہے سورۂ حدید کی ۲۷ ویں آیت میں عیسائیوں کے بناوٹی تقوے کا یوں خاکہ اُڑایا ہے ثُمَّ قَفَّیْنَا عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ بِرُسُلِنَا تا وَکَثِیْرٌ مِّنْھُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ یعنی پھر (ان کے) پیچھے ان ہی کے قدم بقدم ہم نے اپنے (اور) رسول بھیجے اور (ان کے) پیچھے مریم کے بیٹے عیسےٰ کو بھیجا اور انکو انجیل عنایت فرمائی۔ اور جو لوگ انکے پیرو ہوئے انکے دلوں میں ترس اور رحم ڈال دیا۔ اور لذت دنیا کا چھوڑ بیٹھنا جس کو انہوں نے از خود ایجاد کیا تھا۔ ہم نے وہ (طریق) ان پر فرض نہیں کیا تھا مگر (ہاں انہوں نے اسکو) خدا (ہی) کی خوشنودی حاصل کرنیکے لئے (ایجاد کیا تھا) لیکن جیسا اسکو نباہنا چاہئے تھا نہ نباہ سکے تو جو لوگ اُن میں سے ایمان لائے۔ انکو ہم نے اُنکے اجر عنایت فرمائے۔ اور ان میں سے بہتیرے تو نافرمان ہیں"۔

تقویٰ جو صدیقین و صالحین کی ایک مایہ ناز فضیلت ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ حرام و مکروہ کے ترک کے علاوہ وہ جائز و مباح چیزیں بھی ترک کردی جائیں جن میں کراہت کا ادنیٰ سے ادنیٰ بھی شائبہ ہو۔ گو فقہی فتوے اسکے جواز میں صادر ہوتا ہو مثلاً ایسے شخص کی دعوت قبول کرنا جسکی آمدنی کا غالب حصہ جائز وسائل سے ہو۔ اور کچھ حصہ ناجائز وسائل سے کمایا ہوا ہو۔ یا ناجائز کا محض احتمال ہی احتمال ہو تو فتوے یہ ہے کہ ایسے شخص کی ضیافت کھانا جائز ہے کھانیوالا گنہگار نہیں ہوتا۔ مگر تقویٰ اسکی اجازت نہیں دیتا اسی لئے کہا کرتے ہیں کہ فتوے اَور چیز ہے اور تقوےٰ اَور چیز۔

تَکَاثُر اسکے معنے ہیں زیادہ ہونا۔ زیادتی اور افزونی کے معنے میں بھی مستعمل ہوتا ہے (غ) قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جسکے شروع میں یہ لفظ آتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (تکاثر۔ ع) لوگو کثرت مال اور اولاد کی حرص تم پر ساری عمر پردہ غفلت ڈالے رہتی ہے یہانتک کہ

Marfat.com

جب تم قبر میں آتے ہو۔ تب تمہاری آنکھیں کھلتی ہیں۔

تکبیر بزرگ جاننا (ص) میں اَللّٰہُ اَکْبَر کہنے کو کہتے ہیں۔ تکبیر اولیٰ۔ نماز کی اول تکبیر تحریمہ۔

تکبیرات تشریق وہ تکبیریں جو ذی الحج کی نویں تاریخ سے لگا کر دسویں یا تیرھویں تاریخ کی عصر تک پڑھی جاتی ہیں۔ دیکھو (تشریق)

تکبیر تحریمہ اکثر ائمہ رح کہتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ فرض ہے اور زہری سے مروی ہے کہ نماز صرف نیت سے ہی منعقد ہو جاتی ہے اگرچہ تکبیر نہ بھی کہے۔ امام ابو حنیفہ رض فرماتے ہیں کہ نماز ہر ایک اس لفظ سے جو مفید تعظیم ہو منعقد ہو جاتی ہے۔ جیسے اَللّٰہُ اَعْظَمُ یا اَللّٰہُ اَعْلَمُ اور اگر صرف اللہ کہے تو بھی کافی ہے۔ اور تکبیر کے وقت ہاتھوں کا اٹھانا سنت ہے۔

تکفین تکفین میت بالاتفاق واجب ہے۔ اور ادائے دَین اور ورثہ پر مقدم ہے۔ مرد کے لئے تین کپڑے کفن کے لئے مستحب ہیں۔ تہ بند۔ چادر اور قمیض ضرورت کے وقت ایک کپڑے پر بھی اکتفا جائز ہے۔ جو میت کے تمام جسم کو ڈھانک لے۔ عورت کے لئے پانچ کپڑے مستحب ہیں۔ امام مالک کہتے ہیں کہ کفن کی کوئی حد نہیں ہے۔ بلکہ مقصود ستر میت ہے کفن کا سفید ہونا مستحب ہے۔ اور عورت کو زعفرانی یا ریشمی کپڑے میں کفنانا امام شافعی اور احمد کے نزدیک مکروہ ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک مکروہ نہیں۔

تکویر (ل) جمع۔ اور مراد اس جگہ نور کے چلے جانے سے ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تکویر کے معنے ہیں پھینکنے اور گرانے کے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ فارسی لفظ گو سے ماخوذ ہے۔

قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جسکی پہلی آیت میں لفظ کُوِّرَت جو تکویر سے مشتق ہے مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ ٥ (س۔ تکویر۔ ع ۱) یعنی جس وقت آفتاب (کے نور کی چادر کو) لپیٹ لیا جائے۔ یہ سورت بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ ابن عباس و ابن عمر و ابن زبیر و حضرت عائشہ رض بھی فرماتے ہیں۔ اس سورۃ کی ۲۹ آیات ہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جسکو منظور ہو کہ قیامت کو آنکھ سے دیکھے تو اسکو چاہئے کہ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ اور اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ اور اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ تینوں سورتیں پڑھے (تر) یعنی ان سور ثلاثہ میں قیامت کا پورا پورا نقشہ کھینچ کر دکھایا گیا ہے۔

تلاوت قرآن پڑھنا۔ سجدہ تلاوت کے لئے دیکھو (سجدہ تلاوت)۔

تلبیہ لبیک کہنا اور مسائل حج کی اصطلاح میں اس سے مراد یہ کلمات ہیں جو احرام باندھ چکنے کے بعد ہر نماز کے بعد اور اونچائی پر چڑھتے ہوئے ڈھلوان میں اترتے ہوئے سواروں کو ملتے وقت اور صبح کے وقت باآواز بلند کثرت سے پڑھے جاتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ حاضر ہوں میں اے اللہ حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں۔ ہر قسم کی تعریف اور نعمت تیرے لئے ہے اور بادشاہی بھی تیرا کوئی شریک نہیں۔

تمباکو علماء کا اسکے بارے میں اختلاف ہے۔ کوئی اسے حرام بتاتا ہے کوئی مکروہ تحریمی۔ کوئی مکروہ تنزیہی اور بعض اسکی حلت کے بھی قائل ہیں۔ مگر ہم تو اتنا ہی کہتے ہیں کہ اپنے پیچھے ایک لت لگا لینے کی لغویات ہی اور یہ تمباکو کھایا جائے یا پیا جائے یا سونگھا جائے عادت سے پہلے لایعنی تو ضرور ہے اور مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ کی رو سے تمباکو کا استعمال کسی طرح بھی ہو پرہیز گاری

کی شان سے بعید ہے۔ جتنے کا تمباکو ملک میں خرچ ہوتا ہے صوبے صوبے میں یونیورسٹی بنا دینے کا تو میں ٹھیکہ لیتا ہوں لیکن اگر خدا کسی قوم کی عقلیں گدی میں لگا دے تو وہ کیا فلاح پاسکتی ہے (حق)۔

درمختار میں ہے کہ تمباکو بموجب اُس قاعدے کے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یا توقف یعنی بلا حکم شرع کے نہ اباحت ہے نہ حرمت۔ اور جسکا اثر اس چیز میں ظاہر ہوتا ہے کہ حال اسکا معلوم نہیں اباحت کی صورت میں تو مباح ہے اور توقف کی حالت میں نہ مباح ہے نہ حرام۔ مولف ہدایۃ العماد اور مفتی روم ابو السعود کہتے ہیں کہ تمباکو مکروہ تنزیہی ہے اور مکروہ تنزیہی سے جواز نکلتا ہے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی نے جواب استفتا میں بیان کیا ہے کہ جو لوگ کُلّ دخان حرامٌ سے یعنے ہر دھواں حرام ہے حقہ پینے کو حرام کہتے ہیں سو یہ حدیث نہیں لیکن حقہ پینے کو تین چیزیں لازم ہیں۔ ایک حقہ پینے والے کے منہ سے بدبو آتی ہے۔ دوسری آگ سے ملابست ہوتی ہے۔ تیسری حقہ سے دھواں نکلتا ہے کہ اہل دوزخ کے مشابہ ہے۔

اگرچہ ان میں سے ہر ایک چیز کراہت تنزیہی کا موجب ہے لیکن تینوں کے جمع ہونے سے کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے۔ اور مولوی عبدالحی لکھنوی نے فتوے دیا ہے کہ چرٹ پینا مثل حقہ پینے کے مکروہ تحریمی ہے اور چرٹ میں بسبب مشابہت نصاریٰ کے زیادہ کراہیت ہے۔

(اصول فقہ)

بہر صورت جان بوجھکر غذاء اہل دوزخ (آگ) کو استعمال کرنے کی عادت بنا لینا ہرگز جائز نہیں ہے اگر یہ مکروہ تنزیہی بھی ہو تو اسپر مداومت اسکو حرام کے درجہ پر پہونچا دیتی ہے۔

حقہ پینا صحت جسمانی کے لحاظ سے بھی مضر ہے۔

اسکو ڈاکٹر بھی مان چکے ہیں۔ اور جو تردد اور پریشانی سفر وحضر میں حقہ نوشوں کو لاحق رہتی ہے اسکا حال ان کو ہی معلوم ہے۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

علے الصباح چو مردم بکار و بار روند
بلاکشان تمباکو بسوئے نار روند

الحاصل حقہ نوشی ایک بدترین فعل ہے جس سے احتراز واجب ہے۔

تمتع (ل) فائدہ اُٹھانا۔ حج کی ایک صورت ہے جسکی ترکیب یوں ہے کہ میقات پر پہنچکر عمرے کا احرام باندھے۔ مکے میں آکر عمرے کے ارکان بجالائے اور احرام سے باہر ہو جائے۔ ایام حج تک بے احرام رہے جب ایام حج شروع ہونے لگیں۔ یعنی ذی حج کی آٹھویں تاریخ ہو تو حج کا احرام باندھے اور اعمال حج ادا کرنے میں مصروف ہو۔ اس صورت سے حج کرنے والے کو متمتع کہتے ہیں۔ (ہد)

تمسخر قرآن کریم میں خداوند کریم فرماتا ہے یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے منا میں فرمایا۔ لوگو! تم جانتے ہو کہ یہ دن کونسا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ خدا اور اسکا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا یہ ادب و حرمت کا دن ہے (پھر) فرمایا بھلا تمہیں معلوم ہے یہ کونسا شہر ہے لوگوں نے عرض کیا۔ خدا اور اسکا رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا یہ ادب و حرمت کا شہر ہے۔ پھر ارشاد کیا۔ کیا تمہیں علم ہے کہ (یہ) کونسا مہینہ ہے۔ حاضرین نے جواب دیا کہ خدا اور اسکا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا (یہ) ادب و حرمت کا مہینہ ہے۔ (پھر) فرمایا (سنو) خدائے بزرگ و برتر نے تم پر تمہارے آپس کے خون۔ تمہارے آپسکے مال۔ تمہاری باہمی عزت و آبروئیں تمپر ویسے ہی حرام کر دی ہیں جیسے تمہارے اس دن کو۔ تمہارے اس شہر کو۔ تمہارے اس مہینے کو حرام ٹھیرایا ہے۔ (بخ)

تمیمہ تیمہ کہتے ہیں خرزہ کو جیسے دانہ کسی مالا وغیرہ کا۔

Marfat.com

عقبہ بن عامر کا لفظ یہ ہے جس نے کوئی تمیمہ لٹکایا یعنی اسکا دل طلب خیر یا دفع ضرر میں اس سے متعلق ہے تو اللہ اسکو پورا نہ کرے۔ رواہ احمد۔ دوسرا لفظ احمد کا یہ ہے جس نے تمیمہ لٹکایا اس نے بے شرک کیا۔ یہ حدیث پہلی حدیث سے بھی زیادہ صریح ہے۔ ابن اثیر نے کہا ہے کہ اس کو اسلئے شرک ٹھیرایا کہ اس میں ارادہ دفع تقدیر مکتوب وطلب دفع اذی کا غیر اللہ سے ہے۔ (رعایۃ الایمان)

تناسخ یہ اُن لوگوں کا مذہب ہے جو اسبات کے قائل ہیں کہ روح یعنے نفس ناطقہ ایک بدن سے دوسرے بدن کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اس مذہب کے پیرو اقدمین سے بہت گذرے ہیں اور انکے پیرو زیادہ تر ہند چینی میں ہمیشہ رہے ہیں۔ انکے مذہب کا مقتضٰے یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں اچھے عمل کرتا ہے تو اپنے پروردگار کے ساتھ جا ملتا ہے۔ اور جو شخص برے عمل کرتا ہے وہ موت کے بعد اس بدن میں منتقل ہوتا ہے جو اسکے اعمال کے مناسب ہوتا ہے۔ اسیطرح ہوتے ہوتے وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور اس لائق ہو جاتا ہے کہ اپنے پروردگار سے ملجائے۔ آجکل کے آریہ لوگ بھی تناسخ کے قائل ہیں۔

تنوخی ابوالقاسم علی بن محمد بن ابی الفہم تنوخی۔ اصول معتزلہ اور ہیئات کا بڑا عالم گذرا ہے۔ چند سال بصرہ اور اہواز کی کرسی قضا کو زیب دیتے رہے۔ ۲۷۸ھ میں انطاکیہ میں پیدا ہوئے۔ پھر بغداد آکر فقہ حنفی میں کمال حاصل کیا۔ مگر معتزلی المذہب تھے۔ ۳۴۲ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔ (کن)

تواب خدا کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام ہے جسکے معنے ہیں گنہگاروں کی توبہ قبول کرنیوالا۔ یہ تائب کا مبالغہ ہے۔ اور تائب توبہ سے ماخوذ ہے۔ توبہ کے اصلی معنے رجوع کرنیکے ہیں۔ پھر جب اسکی نسبت بندے کیطرف ہوتی ہے تو گناہ سے رجوع کرنا مراد ہوتا ہے۔ اور خدا کیطرف ہوتی ہے تو رحمت کے ساتھ رجوع کرنا یعنی بندہ توبہ کرے تو خدا اپنی عادت کے مطابق پھر مہربانی کرنے لگتا ہے۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر کثرت سے آیا ہے یہاں پر ایک آیت لکھی جاتی ہے وہ یہ ہے۔ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۱۵) بیشک تو ہی توبہ قبول کرنیوالا اور رحم کرنیوالا ہے۔

تواضع قرآن میں ارشاد ہے۔ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ تا مِمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ (س شعراء ع) اور (اے پیغمبر خاصکر) اپنے قریب کے رشتہ داروں کو (عذاب خدا سے) ڈراؤ اور جو مسلمان تمہارے پیچھے ہو لئے ہیں اُن سے بہ تواضع پیش آؤ۔ پس اگر لوگ تمہارا کہنا نہ مانیں تو (ان سے صاف) کہدو کہ میں تمہارے افعال سے بری (الذمہ) ہوں۔

(۱) امیر المؤمنین حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ منبر پر کھڑے ہوئے کہہ رہے تھے۔ لوگو! فروتنی (اختیار) کرو کیونکہ میں نے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص صرف خدا کے لئے فروتنی (اختیار) کرتا ہے خدا اسکے رتبے کو اونچا کرتا ہے تو وہ اپنے نفس میں (اسوجہ سے کہ اپنے تئیں عاجز دیکھتا ہے) حقیر ہے مگر لوگوں کی آنکھوں میں وقیع ہے۔ اور جو شخص بڑائی (اکڑوں) کی لیتا ہے خدا اسکا رتبہ پست کرتا ہے تو وہ لوگوں کی آنکھوں میں حقیر اور اپنی آنکھوں میں بزرگ ہوتا ہے۔ یہانتک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتّے یا سوٗر سے بھی زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔ (مش)۔

(۲) اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنی جوتی پر اپنے ہاتھ سے پیوند لگاتے اور اپنا کپڑا خود سیتے اور اپنے گھر میں ویسا ہی سارا کام کرتے تھے جیساتم میں کا ہر ایک شخص اپنے گھر میں کام کاج کیا کرتا ہے۔

اُمّ المؤمنین نے یہ بھی کہا۔ وہ آدمیوں میں کے ایک آدمی تھے۔ اپنے کپڑوں کی جوئیں آپ چنتے اور اپنی بکری کا دودھ خود دوہتے اور اپنا کام آپ کرتے تھے۔ (تر)۔

Marfat.com

توبہ (ل) رجوع کرنا۔ لوٹنا۔ (ص۔ش) میں گناہوں سے بچنا کر صدقِ دل سے خدا کیطرف مائل ہونا قرآنِ مجید میں ارشاد ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا تا وَیُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (س۔ تحریم۔ ع ۲) مسلمانو! اللہ کی جناب میں خالص (دل سے) توبہ کرو۔ عجب نہیں کہ تمہارا پروردگار (آخرت میں) تمہارے گناہ تمسے دور کر دے اور تم کو بہشت کے ایسے باغوں میں (لے جا) داخل کرے جنکے تلے نہریں (پڑی) بہہ رہی ہوں گی۔

(۱) اغر بن یسار مزنی رضہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! اللہ کی درگاہ میں توبہ کرو۔ میں دن بھر سو بار خدا کی درگاہ میں توبہ کرتا ہوں (مس)

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ مومن بندے کی توبہ تمہارے اس شخص (کی خوشی) سے بڑھکر خوش ہوتا ہے جو اونٹ پر آنکلے اور پہلے اسکو اُجاڑ زمین میں کھو چکا ہو (نخ ومش)۔

(۳) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا آپ نے اللہ عزوجل بندے کی توبہ قبول کر لیتا ہے جب تک کہ (نزع سے) اسکا غرغرہ نہ ہونے لگے (تر)۔

توبہ کی ایک قسم توبہ نصوح ہے۔ دیکھو (توبہ نصوح) اکثر علماء کے نزدیک توبہ فی الفور واجب ہے۔ (نغ)۔

توبہ اس ندامت اور پشیمانی کا نام ہے جو گناہ پر اسکے گناہ ہونے کے لحاظ سے حاصل ہو۔ اور ساتھ اسبات کا بھی پختہ ارادہ ہو کہ آئندہ وہ کام نہ کیا جائیگا۔ (ک)۔

معتزلہ نے توبہ کے قبول ہونے کو تین شرطوں کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ اول بندوں کے حقوق کو ادا کرنا۔ دوم پھر وہ کام کبھی نہ کرنا سوم ہمیشہ اور ہر وقت پشیمان رہنا

اہل سنت وجماعت کے نزدیک ان میں سے کوئی بات توبہ کے قبول ہونے کے لئے شرط نہیں ہے۔ اسلئے کہ بندوں کے حقوق کا ادا کرنا مستقل واجب ہے۔ اسے دوسرے گناہ سے توبہ کرنے میں کوئی دخل نہیں۔ دوسری اسلئے کہ آدمی کبھی کسی کام کے کرنے پر عرصہ تک نادم رہتا ہے لیکن پھر اسے کر گزرتا ہے تو زیادہ سے زیادہ اسکو دوسری دفعہ توبہ کرنی ضروری ہوگی۔ تیسری اسلئے کہ ہر وقت پشیمان رہنے میں سخت حرج لازم آتا ہے۔ معتزلہ کے نزدیک توبہ کا قبول کرنا خدا پر واجب ہے بخلاف اہلسنت کے۔

اہلسنت وجماعت کے نزدیک توبہ کی یہ تین شرطیں ہیں۔ فی الفور گناہ کو چھوڑ دینا۔ آئندہ نہ کرنیکا پختہ ارادہ کرنا۔ اسکے مرتکب ہونے پر پچھتانا۔ سری سقطیؒ نے کہا ہے توبہ نام ہے ہمیشہ گناہ کو یاد رکھنے کا۔ ثوری نے کہا ہے توبہ کے معنے ہیں خدا کے سوا سب چیزوں سے قطع تعلق کر لینا۔ بعض نے کہا کہ توبہ دو قسم ہے۔ توبہ انابت اور توبہ استجابت۔ توبہ انابت یہ ہے کہ خدا سے اس لئے خوف کیا جائے کہ گناہ کا ارتکاب کرنے وقت اُسے عذاب دینے پر قدرت ہے۔ اور توبہ استجابت یہ ہے کہ خداوند کریم سے اسلئے حیا آئے کہ وہ گناہ کرتے وقت پاس تھا۔ بعض نے توبہ کے یہ تین قسم بیان کئے ہیں۔ توبہ عوام۔ توبہ خواص توبہ خاص الخواص۔

توبہ عوام کے معنے ہیں گناہوں سے رجوع کرنا۔ اور دل میں پچھتانا۔ توبہ خواص کے معنے ہیں اپنی نیکیوں کو حقیر سمجھنا۔ اور یہ خیال کرنا کہ میری کوئی نیکی خدا کی بارگاہ میں پیش ہونے کے لائق نہیں۔ یہ خیال کرکے اپنی نیکیوں سے اسطرح عذر خواہی کرے جیسے گنہگار اپنے گناہوں سے عذر خواہی کرتا ہے۔ توبہ خاص الخواص کے معنے ہیں مخلوقات سے قطع تعلق کرکے خدا کیطرف جھک جانا اور اس سے نفع اور نقصان کی امید نہ رکھنا۔ اپنا اعتماد نہ کرنا۔ بعض نے توبہ کے یہ تین قسم بتائے ہیں۔ توبہ صحیح

Marfat.com

توبہ اصح۔ توبہ فاسد۔ صحیح یہ ہے کہ اگر آدمی سے گناہ ہوجائے تو اسی وقت صدق دل سے توبہ کرے۔ اگرچہ پھر وہی کام کر بیٹھے۔ اصح توبہ نصوح ہے۔ (دیکھو توبہ نصوح) فاسد وہ ہے کہ زبان سے تو توبہ کرے اور دل میں گناہ کی لذت ہو۔

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ عوام کی توبہ گناہوں سے اور خواص کی توبہ غفلت سے ہوتی ہے

ابودقاق فرماتے ہیں۔ توبہ تین قسم ہے۔ توبہ انابت۔ اوبہ۔ اگر عذاب کے خوف کی وجہ سے توبہ کیجائے توبہ توبہ ہے۔ اگر ثواب کی امید سے کیجائے تو انابت ہے، اگر ان دونوں سے قطع نظر کرکے محض خدا کی رضامندی کے لئے کی جائے تو اوبہ ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ توبہ عامہ مؤمنین انابت ہے اولیاء اور مقربین اور اوبہ انبیا علیہم السلام کی صفت۔

قرآن مجید کی نویں سورت کا نام ہے جو اس طرح شروع ہوتی ہے بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی الَّذِیْنَ عَاھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔ جن مشرکوں سے ساتھ تم (مسلمانوں) نے (صلح کا) عہد (وپیمان) کر رکھا تھا (اب) اللہ اور اسکے رسول کیطرف سے ان کو صاف جواب ہے۔

اس سورت میں ۱۲۹ آئتیں اور ۱۶ رکوع ہیں۔ اس سورت میں دوسری سورتوں کی نسبت ایک یہ خصوصیت ہے کہ اسکی ابتدا میں بسم اللہ نہیں ہے دیکھو (براءۃ)

اگر کوئی شخص صدق دل سے کسی گناہ سے ایسی توبہ کرے کہ پھر عمر بھر اسکے نزدیک نہ جائے تو اسکا وہ گناہ بخشا جاتا ہے اَلتَّآئِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّاذَنْبَ لَہٗ۔ یعنی گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

توبۃ النصوح | التوبۃ النصوح۔ خالص توبہ۔

قرآن مجید میں حکم ہے تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا یعنی اللہ کی درگاہ میں خالص (اور صدق دل سے) توبہ کرو۔ یہ توبہ اس توبہ سے جو صرف زبانی ہو خاص امتیاز رکھتی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ توبۃ النصوح یہ ہے کہ دل سے نادم ہو۔ زبان سے استغفار کرے۔ جسم کو گناہ سے قطعًا روکے۔ اور نیت کرے کہ آئندہ پھر اس گناہ کا ارتکاب نہ کرونگا۔ بعض کہتے ہیں کہ توبہ کے معنے ہیں گناہ سے باز رہنا اور یہی معنے توب کے ہیں خدا فرماتا ہے غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ بعض کہتے ہیں کہ توب جمع ہے توبہ کی۔ اور توبہ شرع میں اسکو کہتے ہیں کہ آدمی بُرے افعال کو چھوڑ کر نیک افعال کیطرف رجوع کرے۔ اور یہ عام علماء کے نزدیک فی الفور واجب ہے۔ وجوب تو خدا کے اس حکم سے نکلتا ہے وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا ۔ اور سب کے سب اللہ کیطرف رجوع کرو۔ اور فوریت اسلئے واجب ہے کہ تاخیر میں ایک حرام امر کے اصرار کا احتمال ہے۔ انابت بھی لغۃً وشرعًا توبہ کے قریب قریب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ توبۃ النصوح یہ ہے کہ بندہ کے عمل میں معصیت کا اثر سرّ و جہر کسیطرح باقی نہ رہے۔ (منتخب)

توجہ | کسی چیز کیطرف منہ کرنا (غ) (ص ۔ و) توجہ کہتے ہیں پیر کے اسطرح خیال خیال کرنے کو کہ مرید میں اسکی تاثیر ہوجائے۔ اور اسکی چار قسمیں ہیں۔ اول تاثیر انعکاسی۔ اس میں کامل کا عکس مرید میں جھک جاتا ہے۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عطر ملکر مجلس میں آئے۔ اور اسکی خوشبو سے اہل مجلس مستفید ہوں۔ مگر یہ اثر پائدار نہیں ہوتا۔ اس کے اُٹھ جانے سے اُٹھ جاتا ہے۔ یہ قسم اقسام تاثیر سے ضعف ہے۔

دوسری تاثیر القائی۔ کہ پیر اپنا اثر مریدوں پر ڈالدے۔

Marfat.com

اور جب تک کوئی مانع نہ ہو وہ قائم بھی رہے۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی چراغ جلاکر لاوے اور دوسرا اپنی بتی اس سے روشن کرلے۔ سو یہ جب تک ہوا اور بارش وغیرہ کا صدمہ نہ پہنچے قائم رہیگی۔ اور جسقدر اپنا تیل ہے اسکی مقدار پر روشن رہے گی۔ یہ اول سے قوی ہے۔

تیسری تاثیر اصلاحی کہ مرشد اپنی روحانی طاقت سے مرید کے باطن کی اصلاح کردے اور لطائف جاری ہوجاتے ہیں اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کاریگر کسی حوض کی نالیوں اور پانی کے آنے کی جگہ نو اور فوارہ کو صاف کردے اور پانی ڈالکر فوارہ رواں کردے اسکا اثر بہ نسبت تاثیرات بالا کے قوی ہے۔ لیکن یہ بھی اسی وقت تک جاری ہے کہ جب تک حوض میں پانی ہے اور نیز جسقدر پانی آنے کی نالیوں میں وسعت ہے اور جب تک ان نالیوں میں بہیمیت کا کوڑا کرکٹ نہیں آیا۔

چہارم تاثیر اتحادی جو سب سے قوی تاثیر ہے۔ اور وہ یہ کہ مرشد کامل اپنے روحانی زور سے مرید کو اپنے ضمن میں لیکر اپنی روح کو اسکی روح میں ملاکر ایک کردے اور جو کچھ کمالات اسکی روح میں ہیں وہ اس میں بھی آجاویں۔ یہ سب سے اعلیٰ تاثیر ہے۔ اس میں بار بار استفادہ کی حاجت نہیں رہتی۔ اور یہ کوئی محال بات نہیں۔ روحانی طاقتوں کا تو کیا ذکر ہے بعض پرندوں میں ایسی تاثیر ہے کہ وہ دوسرے چھوٹے جانور کو ایک مدت میں اپنا سا ہی کردیتے ہیں اور انکے توالد و تناسل کا یہی طریقہ ہے۔ حضرت جبرئیل نے یہی توجہ اتحادی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کی تھی۔ اس توجہ میں یہ ضرور نہیں کہ ہمیشہ اتحاد ظاہری و باطنی باقی رہے۔ (لف)۔

توجیہ ایسے شبہ کو رفع کرنا جو کسی آیت میں اسکے مفہوم کے بظاہر مستبعد معلوم ہو یا دو آیتوں کے باہمی متناقض ہونے یا کسی قید کے مخفی ہونے کے سبب سے پڑجائے جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ رض نے یَا اُخْتَ هَارُوْنَ الآیۃ کے بارہ میں پوچھا کہ مریم ہارون کی بہن کیونکر ہوسکتی ہے جبکہ حضرت موسےٰ و ہارونؑ اور حضرت عیسےٰؑ اور آپ کی والدہ مریم کے زمانہ میں سینکڑوں برس کا فرق ہے۔ آپ نے فرمایا ہارون سے موسیٰؑ کے بھائی مراد نہیں یہ اور ہارون ہیں جو مریم کے بھائی تھے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے کسی نے پوچھا کہ ایک جگہ خدا فرماتا ہے لَا یَتَسَآءَلُوْنَ یعنی قیامت کے دن لوگ باہم سوال نہ کرینگے۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ یعنی ایک دوسرے سے سوال کرینگے"۔ آپ نے فرمایا سوال نہ کرنا میدان حشر میں ہوگا۔ اور سوال کرنا جنت میں۔

توحید لغوی معنے کسی چیز کو ایک سمجھنا اصطلاح شرع میں خدا کو صفت ربوبیت کے ساتھ جاننا۔ اسکی وحدانیت کا اقرار کرنا۔ اسے ہر قسم کے شرکاء سے بری سمجھنا۔ (نع)۔

توحید کا مسئلہ بہت بڑا پیچیدہ مسئلہ ہے۔ اور یہی ایک بات ہے جسے اگر اسلام کا مرکز یا سرچشمہ کہا جائے تو بجا ہے۔ توحید ہی ایک ایسی چیز ہے جسکو بیان کرنے کے لئے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام پیغمبر بھیجے گئے ہیں اور یہی تمام پیغمبروں کے ادیان میں ایک مشترک چیز ہے۔ اسکو سمجھنے کے لئے پہلے خدا کی ہستی کو ثابت کرلینا ضروری ہے۔ اسکے لئے "الحقوق والفرائض" کی عبارت ذیل کافی ہے:۔

دنیا کے اس عظیم الشان کارخانے کا ذرہ ذرہ سمندر کا قطرہ قطرہ۔ درختوں کا پتہ پتہ خدا کی ہستی کا گواہ ہے۔ اسلئے کہ کوئی چیز بڑی ہو یا چھوٹی۔ زمین میں ہو یا آسمان میں خشکی میں ہو یا تری میں۔ جاندار ہو یا بے جان اس خوبی اور عمدگی کے ساتھ کہ اس سے بہتر ہونا ممکن نہیں آپ سے آپ

Marfat.com

بنگئی۔ ضرور کسیکے بنانے سے بنی ہے۔ تمنے اس بنانیوالے کی جستجو کی اور زمین سے لیکر آسمان تک چھان مارا تو کسیکو اس لائق نہ پایا۔ جسکو دیکھا عاجز۔ جسکو ٹٹولا درماندہ روئے زمین پر ہم ہی سب میں پیش پیش تھے کہ عقل رکھتے تھے۔ پس "ایاز قدرِ خود بشناس" سنکر اپنا سا منہ لیکر رہ گئے ناچار آسمان پر نظر دوڑانی چاہی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ یاد کرکے خاموش بیٹھ گئے اور سمجھے کہ جسکی جستجو ہے وہ چشمِ سر سے دیکھنے کی چیز نہیں۔ بنی اسرائیل نے شوخ چشمی کی تو فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ کی سزا پائی۔ موسٰے علیہ السلام نے غلبۂ شوق میں آکر حوصلہ کیا تو خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ (موسٰے غش کھاکر گر پڑے) سے شرمندگی اٹھائی۔ بات یہ ہے کہ خدا ہمارے حواس ظاہر کی گرفت سے بالاتر ہے اور یہ ہمارے حواس کا قصور ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ہاں چشمِ دل سے دیکھا جائے تو دنیا آئینہ خانہ ہے اور در و دیوار خدا کے نور سے پڑے جگمگا رہے ہیں

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی۔

قطعہ

دوست نزدیک تر از من بمن است
ویں عجب تر کہ من از وے مہجورم
چہ کنم با کہ تواں گفت کہ او
در کنار من و من مہجورم

ہمارا خیال تو یہ ہے کہ آدمی کو شروع ہی سے خدا کے بارے میں یہ غلطی واقع ہوئی ہے اور اب تک بھی اکثر خدا کے بندے اسی غلطی میں مبتلا ہیں کہ انہوں نے خدا کو اپنے حواس ظاہری کے ذریعے سے معلوم کرنا چاہا۔ اور جب ان کو اس ارادے میں کامیابی نہ ہوئی تو ان مانا خدا فرض کیا

اِتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ۔ اپنی خواہش (نفسانی) کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔ اور اسکو اپنے اوہام باطلہ کا تختہ مشق بنایا۔ یعنی ذلیل سے ذلیل اور رذیل سے رذیل مخلوقات کو بھی پورا یا ادھورا خدا بنانے یا ماننے میں تامل نہیں کیا۔ پورا تو پورا ادھورے کے یہ معنے کہ اپنے زعم میں خدائی کے اختیار خدا سے چھین کر نا اہلوں کے حوالے کیئے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ خدا کو منصب خدائی سے معزول کر دیا۔ جس جس طرح خدا کے بندوں نے خدا کی جناب میں گستاخیاں اور بے ادبیاں کی ہیں اور کر رہے ہیں ناگفتہ بہ ہیں۔ کوئی تو اسکی ذات پر حملے کرتا ہے کہ ایک نہیں دو خدا ہیں۔ ایک پیدا کرتا ہے اور دوسرا مارتا ہے۔ ایک خالق خیر ہے اور دوسرا خالق شر۔ کوئی کہتا ہے کہ تین خدا ہیں اور پھر وہ ایک ہی ہے۔ کوئی مانتا ہے کہ ہر چیز بجائے خود خدا ہے۔ کسیکا خیال ہے کہ خدا سوتا ہے مگر وہ اسباب کا سلسلہ قائم کرکے آپ انتظام دنیا سے دست کش ہو بیٹھا ہے۔ ان کے نزدیک دنیا ایک طرح کی گھڑی ہے اور خدا گھڑی ساز۔ جس نے اسکو بنا کر کوک دیا ہے اور گھڑی پڑی چل رہی ہے۔ ذات تو ذات خدا کی صفات میں اس سے بڑھکر بیہودگی کی جاتی ہے۔ غرض بندوں نے اتنے خدا بنا ڈالے کہ ایک خدا کے حصے میں پورا ایک بندہ بھی نہیں آتا۔ اور یہ نہ سمجھے کہ خدائے واحد کے سوا کوئی اور خدا بھی ہوتا تو دو باسن ایک جگہ رکھے ہوئے کھٹکھٹا اٹھتے ہیں۔ ایسا تو کیا ہے کہ دو یا زیادہ خداؤں میں اختلاف نہ ہو۔ اور اختلاف ہو تو دنیا ایک لمحہ نہیں ٹھیر سکتی۔ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا یعنی اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا (اور معبود) ہوتے تو (زمین و آسمان دونوں کبھی کے) برباد ہو گئے ہوتے۔ دو بادشاہ آپس میں لڑتے ہیں تو ملک کے ملک سیاہ ہوتے ہیں اور خداؤں کی لڑائی تو خدا کی پناہ۔ پس دنیا کا ایک اسلوب پر چلا جانا صاف اسبات کی دلیل ہے کہ

Marfat.com

تمام عالم میں ایک خدا کی حکومت ہے اقوام روزگار میں دوسری قومیں خدا کے بارے میں جیسے کچھ خیالات رکھتی ہوں وہ جانیں اور انکی عقلیں۔ ہم کو تو بڑا خیال مسلمانوں کا ہے کہ انکے ہاں بڑا زور توحید پر ہے مگر عملاً انہوں نے مشرکوں کی کوئی ادا نہ چھوڑی جسکی نقل نہ کی ہو۔

خدا کے بارے میں اسلامی عقیدہ ایسا سیدھا اور صاف ہے کہ اس سے زیادہ سیدھا اور صاف عقیدہ ہو نہیں سکتا۔ اسلام مخلوقات سے خدا کی ذات وصفات کا پتہ چلاتا ہے اور یہی وہ رستہ ہے جسے موصل الی المطلوب کہہ سکتے ہیں۔ مخلوقات سے ہمکو اتنا پتہ چلتا ہے کہ کارخانۂ عالم کا بنانے والا کوئی ہے۔ اور وہ کوئی ان چیزوں میں سے نہیں جن کو ہم معلوم کر سکتے ہیں بس سوائے اسکے ہم خدا کی ذات کے بارے میں اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اور عقل انسانی کی رسائی یہیں تک ہے۔

اب رہیں صفات۔ تو کارخانۂ عالم اور اس کے انتظام سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اسکا بنانے والا اور اسکے انتظام کا چلانے والا ان صفتوں سے متصف ہو یعنی اس میں وہ کمالات ہوں جو اسکے صفاتی ناموں سے ظاہر ہوتے ہیں۔ خدا کے ننانوے نام ہیں جو ۹۹ نام کرکے مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک نام اللہ اسم ذات مان لیا گیا ہے۔ اگرچہ معبود ہونے کی حیثیت سے اللہ کو بھی اسم صفت کہہ سکتے ہیں مگر آخر اتنے سارے صفاتی نام ہوں تو کوئی اسم ذات بھی ہونا چاہیئے۔ اور وہ اللہ ہے۔ باقی رہے اٹھانوے ۹۸ نام۔ وہ کسی نہ کسی صفت پر دلالت کرتے ہیں۔ اسماء صفاتی کے بارے میں بھی ہم اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ صفتیں بھی خدا میں ہونی ضرور ہیں۔ بس اس سے زیادہ ہم اسکے صفات کی توضیح نہیں کر سکتے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ خدا سمیع ہے سب کی سنتا ہے تو اسکے یہ معنے ہیں کہ جو علم ہم بنی آدم کو حاسہ سمع کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے وہ علم علٰی وجہ الکمال خدا کو بھی ہے نہ یہ کہ ہماری طرح کے اسکے کان ہیں ہمارے سننے کا تو یہ حال ہے کہ بولنے والا آواز کے ذریعے ہوا میں تموّج پیدا کرتا ہے اور وہ تموّج کان کے پردے سے ٹکراتا ہے اور ہم کو آواز کا علم ہو جاتا ہے۔ خدا کا اسطرح کا علم رکھتا ہے مگر وہ بے نیاز کان کا اور ہوا کے تموّج کا محتاج نہیں۔ اور اسی پر خدا کی دوسری صفتوں کو قیاس کر لو۔ یہ صفتیں ہمنے اپنے اوپر قیاس کرکے خدا میں مان لی ہیں۔ مگر ہماری صفات ناقص ہیں اور خدا کی کامل واکمل جیسے ذرے کی چمک اور آفتاب کی جگمگاہٹ۔

توحید تین طرح پر ہے۔ ایک پہچاننا اللہ پاک کی ربوبیت واسماء وصفات کا۔ دوسری پہچاننا الوہیت وعبادت کا۔ تیسری پہچاننا اسکے افعال کا۔ دین اسلام کا نام توحید اسلئے رکھا گیا ہے کہ بنیاد اسکی تین شناخت پر ہے۔ ایک یہ کہ اللہ اپنے ملک وافعال میں وحدہٗ لاشریک ہے۔ دوسرے یہ کہ اپنی ذات میں بے ند وضد ہے تیسرے یہ کہ اپنی الوہیت میں یکتا ہے۔ سارے پیغمبروں کی توحید انہیں تین اقسام کیطرف منقسم ہے۔ ہر قسم دوسری قسم کو لازم ہے اس سے جدا نہیں ہو سکتی ہے۔ جس نے ایک قسم کو مانا دوسری کو نہ مانا اس نے پورا حق توحید کا ادا نہ کیا۔

توریت الہامی کتابوں میں سے ایک کتاب کا نام ہے جو عبرانی زبان میں جو حضرت موسٰے علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ مگر یہود نے اس میں بہت کچھ تحریف کر دی۔ دیکھو (تحریف)۔

اس میں یہ پانچ چیزیں ہیں (۱) سفر خلقت۔ اس میں ابتدائے پیدائش آسمان وزمین کے حال سے لیکر حضرت موسٰے تک سلسلہ وار تاریخ کے طور پر بیان ہے (۲) سفر خروج جس میں بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے وغیرہ کا ذکر ہے (۳) کتاب احبار جسمیں قربانی اور قصاص اور جانوروں کی حلت وحرمت وغیرہ کے احکام ہیں۔

Marfat.com

(۴) سفرِ عدد۔ اس میں بنی اسرائیل کے فرقوں کی تعداد اور دوسرا بیان ہے (۵) سفرِ استثنار۔ اس میں ملک فلسطین کی تقسیم وغیرہ امور مذکور ہیں۔

توضیح تلویح اصول فقہ کی نہایت معتبر اور زبردست کتاب ہے جو صدر الشریعۃ اور علامہ تفتازانی کی تصنیفات سے ہے حسن چلپی اور شیخ الاسلام اور ملا خسرو نے اسپر نہایت دلچسپ حاشیے لکھے ہیں۔

توکل بھروسہ رکھنا۔ اعتماد کرنا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَ لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ تا عَمَّا تَعْمَلُوْنَ؟ (س۔ ہود۔ ع ۱۰) اور آسمانوں اور زمین میں جو غیب کی باتیں ہیں انکا علم اللہ ہی کو ہے۔ اور ہر ایک کام (کا دار و مدار) آخر اسی پر جا ٹھیرتا ہے۔ تو (اے پیغمبر) اسکی عبادت کرو۔ اور اسی پر بھروسہ رکھو۔ اور جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو (اے پیغمبر) تمہارا پروردگار اس سے غافل نہیں۔

(۱) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے ستر ہزار آدمی بے حساب جنت میں جائیں گے۔ (اور) یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں نہ تو منتر جنتر کراتے تھے نہ شگون بد لیتے تھے۔ بلکہ ہر حال میں خدا پر بھروسہ کرتے تھے۔ عمر بن خطابؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ لوگو! اگر تم خدا پر بھروسا رکھتے جیسا کہ اسپر بھروسا رکھنے کا حق ہے تو وہ تمکو اسیطرح روزی دیتا جس طرح پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے جاتے اور شام کو شکم سیر ہو کر واپس آتے ہیں۔ (تر۔ ابن)۔

(۲) انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے کہا جب ہم غار (ثور) میں (مخفی) تھے تو میں نے اپنے سر پر مشرکوں کے پاؤں دیکھکر عرض کیا یا رسول اللہ اگر ان میں کا کوئی بھی اپنے پاؤں کی طرف دیکھے گا تو ہمیں دیکھ پائیگا۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوبکر! تیرا ان دو شخصوں کے ساتھ کیا گمان ہے جنکے ساتھ تیسرا خدا ہے (یعنے خدا ان کا حامی و مددگار ہے۔ (صح)

تہامہ عرب کے ایک حصے کا نام ہے۔ جسکو بعض نے ملک یمن کا جزو قرار دیا ہے۔ اسکا طول آٹھ سو اور عرض دو سو میل ہے۔ یہاں میٹھا پانی بکثرت ملتا ہے۔ اسکو یوں خیال کرنا چاہئے کہ عرب کا غربی کنارہ جو بحر قلزم سے ملا ہوا ہے مدین سے لیکر عدن تک طول میں اسکے دو حصے ہیں۔ مکہ تک کا شمالی کنارہ ملک حجاز ہے اور مکہ سے عدن تک جنوبی کنارہ تہامہ ہے۔

اس قطعہ میں وہی سلسلہ پہاڑوں کا چلا آتا ہے جو حجاز میں تھا۔ اور یہ پہاڑ بیشتر بحر قلزم سے متصل ہیں اور کہیں سے پھیل گئے ہیں کہیں سے کئی سلسلے ہو گئے ہیں اور پھر رہتا ہے۔ اور تہامہ کی رات اسلئے مشہور ہے کہ دن میں تو آفتاب کی گرمی سے زمین آگ ہوتی ہے۔ اور جب آفتاب غروب ہوا۔ ہوا ٹھنڈی چلنے لگی۔ پھر نہ پسو ہے نہ کھٹمل ہے دن کے جلے بھنوں کو اس ریت کے نرم بستر پر کس مزے سے نیند آتی ہے۔ زبید تہامہ کا بڑا اور آباد شہر ہے اسکے علاوہ اور بھی شہر ہیں۔ مثلاً معقر۔ کدرہ۔ جور۔ عطنہ۔ شرجہ دوکبہ۔ حمصہ۔ غلافقہ۔ مخنہ۔ کمران۔ حردہ۔ لسعہ۔ شرمہ۔ عشیرہ۔ رنقہ۔ حضوف۔ ساعد۔ مہجم وغیرہ (جغر)

تہجد کی نماز یہ نماز سنت ہے اور بہت بڑی فضیلت رکھتی ہے اور احادیث میں اسکی بڑی تعریف آئی ہے۔ عشاء کے بعد وتروں سے پہلے پڑھی جاتی ہے مگر رات کے آخری حصے میں۔ اسلئے جو لوگ یہ نماز پڑھتے ہیں وہ عشا کی نماز سے صرف فرض سنتیں اور نفل پڑھ کر سو رہتے ہیں۔ پھر رات کے آخری حصے میں اٹھکر تہجد کی نماز اور پھر وتر پڑھتے ہیں۔ تہجد کی نماز وتروں کے سوا آٹھ یا چار رکعت ہوتی ہے۔ دو رکعت بھی پڑھ سکتے ہیں۔ ہذا عند الاحناف۔ غیر مقلدین کے نزدیک نماز تہجد اور نماز تراویح

Marfat.com

ایک ہی چیز ہے جسکا نام صلوٰۃ اللیل ہے۔ اسکا ثبوت قرآن سے بھی ملتا ہے۔ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔

تہلیل اسکے معنے ہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہنا۔ تہلیل کے بہت فضائل ہیں۔ یہاں چند ایک بیان کئے جاتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اور مجھ سے پہلے تمام نبیوں نے جو کچھ کہا ہے اس سے افضل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ہے۔ نیز مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے باخلاص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا (احیا)

تھوکنا مسجد میں قبلے کیطرف تھوکنا منع اور سخت گناہ کی بات ہے۔ اور اگر کوئی بغیر تھوکے نہ رہ سکے تو بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوک لے لیکن بہتر یہ ہے کہ کپڑے پر تھوک کر مل ڈالے۔ اگر مسجد کا فرش پختہ ہو تو مطلق نہ تھوکے۔ کچا اور خام ہو تو تھوک لے۔ اور اسکا کفارہ یہ ہے کہ کھرچ ڈالے یا اوپر سے مٹی ڈالدے۔ سب سے برا کام مسجد میں تھوکنا اور پھر اسے دفن نہ کرنا ہے (احیا)

تیل اسکا حکم بھی گھی کا سا ہے۔ اگر چوہا گر کر ہیں مر جائے اور تیل منجمد ہو تو چوہے اور اسکے ارد گرد کے تھوڑے سے تیل کو پھینک دیا جائے۔ اور باقی کو استعمال کیا جائے۔ اور تیل مائع ہو تو وہ نجس ہو جاتا ہے۔

تیمم قصد کرنا۔ ارادہ کرنا۔ شرع میں پاک مٹی یا اسکی قائم مقام کسی چیز سے خاص طریقہ کے ساتھ حدث کو دور کرنا۔

تیمم کا حکم نازل ہونیکا واقعہ یہ ہے کہ سنہ ۶ھ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی مصطلق سے واپس آکر مدینہ کے قریب مقام صلصل کے قریب پہونچے حضرت عائشہ صدیقہ رض کے گلے کا زیور گم ہوگیا۔ اسکی تلاش کیلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ مقام کرنیکا حکم دیا اس منزل میں پانی لوگوں کے پاس تھا۔ اور نہ کہیں آس پاس سے ملسکتا تھا۔ صبح کی نماز کے وقت لوگ حیران تھے کہ وضو کیونکر کریں۔ اتنے میں تیمم کی یہ آیت نازل ہوئی:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ تا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝ (س۔ نساء۔ ع ۷)۔

مسلمانو! جب نماز کے لئے آمادہ ہو تو اپنے منہ دھولیا کرو اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ اور اپنے سر کا مسح کرلیا کرو۔ اور ٹخنوں تک اپنے ہاتھ پاؤں (دھولیا کرو) اور اگر تم کو نہانے کی حاجت ہو تو (غسل کرکے) اچھی طرح پاک صاف ہو جاؤ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی جائے ضرور سے (ہوکر) آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور تم کو پانی میسر نہ آئے تو (صاف) ستھری مٹی لے کر اس سے تیمم کر لیا کرو یعنی اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرلو بے شک اللہ درگذر نے والا (اور) بخشنے والا ہے۔

تیمم وضو کا بھی کام دے سکتا ہے اور غسل کی بجائے بھی کافی ہو سکتا ہے۔ تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھکر یہ نیت کی جائے کہ میں پاک ہونے کے لئے وضو یا غسل کی بجائے تیمم کرتا ہوں اور پاک مٹی پر یا ایسی چیز پر جس پر تیمم کرنے کی شرع میں اجازت ہے۔ پہلے دونوں ہاتھ مارکر ایک دفعہ سارے منہ پر ملنے چاہئیں۔ پھر دوسری دفعہ ہاتھ مارکر دونوں ہاتھ کہنیوں تک ملے جائیں۔ انگوٹھی۔ ہاتھ کے زیور اور چھلا۔ بلاق وغیرہ کو ہلا لینا چاہئیے۔

وضو اور غسل دونوں کے لئے تیمم کافی ہے مگر دونوں کے لئے جدا جدا نیت فرض ہے۔ وضو کی طرح تیمم میں بھی یہ شرط ہے کہ ہاتھ اور منہ کی کوئی ایسی جگہ نہ رہے جس پر ہاتھ نہ پھرے۔

ان صورتوں میں تیمم کرنے کی اجازت ہے (۱) سفر میں یا شہر سے باہر ہو اور ایک کوس سے ورے پانی نہ ملتا ہو۔ (۲) غسل کی حاجت ہو اور پانی صرف وضو کے لئے ملسکتا ہو۔ (۳) پانی صرف پینے کے لئے اور اسکو وضو میں برتنے سے اندیشہ ہو کہ اسے یا اسکے ساتھی یا ساتھ کے جانور کو پیاس سے

Marfat.com

تکلیف ہوگی (۴) پانی تک جانے میں دشمن یا درندہ کا خوف ہو یا آگ لگ جانے یا مال چوری جانیکا اندیشہ ہو (۵) کنواں موجود ہو مگر پانی نکالنے کے لئے ڈول وغیرہ نہ ہو (۶) ساتھی کے پاس پانی ہو مگر وہ قیمت پر دیتا ہو اور قیمت موجود نہ ہو یا وہ بہت گراں دیتا ہو (۷) بیماری کے باعث پانی استعمال کرنے سے معذور ہو (۸) پانی استعمال کرنے سے بیمار ہونے یا بیماری بڑھ جانیکا اندیشہ ہو (۹) عید کی نماز فوت ہونیکا احتمال ہو۔ یا عید کی نماز میں وضو ٹوٹ جائے اور وضو کرتے کرتے نماز کے جاتے رہنے کا خوف ہو (۱۰) نماز جنازہ کے فوت ہونیکا خوف ہو مگر جنازہ کے ولی یا امام کو تیمم کرنا جائز نہیں۔

ان چیزوں پر تیمم کرنا جائز ہے (۱) پاک مٹی (۲) وہ پاک چیز ... کی جنس سے ہوں جیسے ریت۔ پتھر۔ کنکر۔ چونا ... (۳) وہ چیزیں جن پر گرد پڑی ہوئی ہو مثلاً پاک کپڑا ... مار جیسے دیوار گرائی یا غلہ صاف کیا تو ... ور منہ پر غبار جم گیا۔ اب اگر کسی دوسری ... چیز پر تیمم کر لیا تو درست ہے۔ اینٹ۔ ... صاف پتھر۔ چونہ کچ دیوار پر پانی کی ٹھلیا ... درست ہے خواہ ان پر بالکل گرد نہ ہو۔ ... پر نجاست تھی اس پر تیمم جائز نہیں۔ اگرچہ ... کا اثر جاتا رہا ہو۔ راکھ اور مٹی کے روغنی برتن پر تیمم کرنا بھی ناجائز ہے۔ پانی ملنے کی امید میں نماز کے آخر وقت تک توقف کرنا مستحب ہے۔ لیکن اگر اول وقت میں ہی تیمم کر کے نماز پڑھ لی جائے اور پھر وقت کے اندر اندر پانی میسر ہو تو نماز دہرانی واجب نہیں۔ وضو کے نواقض تیمم کے بھی نواقض ہیں۔ ان کے سوا کافی پانی کا ملنا یا عذر کا رفع ہونا بھی تیمم کو توڑ دیتا ہے۔ (کتب فقہ)۔

تین انجیر۔ اَلتِّین۔ قرآن مجید کی سورۃ ۹۵ کا نام ہے جسکے آغاز میں یہ کلمہ آیا ہے وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ۔ قسم ہے انجیر (میوے) کی قسم ہے زیتون درخت کی۔ قسم ہے طورسینین (پہاڑ) کی۔ مفسروں نے ان چیزوں کی قسم کھانے کے متعلق مختلف وجوہ لکھی ہیں۔

تیہ بنی اسرائیل یہ بیابان قلزم کے شرق سے شروع ہوتا ہے۔ قلزم کی دونوں شاخوں کے بیچ جو بیابان ہے کوہ طور اور سینا، وہیں واقع ہے۔ مدین سے کئی منزل کے فاصلے پر پھر یہ بیابان آگے چلکر شام اور عرب کے رخ دور تک چلا گیا ہے۔ اس میں عمالیق اور دیگر اقوام آباد تھیں۔ آجکل اکثر عرب رہتے ہیں۔ انہیں جنگلوں میں چالیس برس تک بنی اسرائیل ٹکراتے پھرے ہیں۔ یہ بیابان کہیں تو ایسا ہے کہ جہاں نہ پانی نہ سایہ دار درخت ہے۔ سنگلاخ یا ریگستانی زمین اور خاردار پیڑ اور خشک پہاڑیاں ہیں۔ اور کہیں چشمے اور کھجور کے درخت بھی ملتے ہیں۔ (جغرا)۔

بابُ الثّاء

ثبات ثابت قدمی۔ دیکھو (استقامت)۔

ثبیر یہ بلند پہاڑی ہے جو منیٰ اور مزدلفہ سے دکھائی دیتی ہے۔ ایام جاہلیت میں جب تک اس پہاڑی پر دھوپ نہ نکلی دیکھ لیتے تھے چلتے نہ تھے (جغر

ثعبان بڑا سانپ۔ دیکھو (حیّہ)۔

ثقہ (ل) اعتبار کرنا۔ بھروسا کرنا (ص۔ح) میں اس شخص کو کہتے ہیں جسکے قول و فعل پر اعتماد کیا جائے

ثلث ہر چیز کا تیسرا حصہ (ن۔ خ) خصوصاً قرآن شریف کا تیسرا حصہ۔ یا قرآن مجید کے ہر پارے کا تیسرا ربع۔

Marfat.com

ثمود عرب کی ایک قدیمی قوم کا نام ہے جسکا نام ونشان اب صرف روایات میں ملتا ہے۔ یہ قوم پہلے پہل عرب کے زرخیز خطہ میں آباد تھی۔ اسکے بعد وہ اس علاقہ سے نکال دیگئی اور ملک شام کے ایک حصہ میں جا بسی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قوم عاد کی طرح اس قوم کے لوگوں کے قد بھی بہت بڑے بڑے تھے۔ جو ساٹھ فٹ سے ایک سو فٹ تک پہنچتے تھے۔ اور جسمانی طاقت اسقدر تھی کہ خشک زمین پر پاؤں رکھتے تو ٹخنوں تک پاؤں زمین میں اتر جاتا۔

قرآن مجید میں بیان ہوا ہے کہ یہ پہاڑوں کی غاروں میں رہتے تھے۔ اور چٹانوں کو تراش تراش کر گھر بنایا کرلیتے تھے ان مکانوں کے آثار ابتک پائے جاتے ہیں۔

جب یہ قوم فسق وفجور اور شرک وکفر میں غرق ہوگئی تو انکی ہدایت کے لئے حضرت صالح علیہ السلام پیدا ہوئے جنکی ان لوگوں نے تکذیب کی۔ دیکھو لفظ (صالح) آخر عذاب الٰہی میں مبتلا ہوئے اور انکا نام ونشان صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ (کذا فی التفاسیر)

"قوم ثمود" ثمود بن ادوم بن سام بن نوحؑ کے قبیلہ کا نام ہے اور یہ لوگ عاد بن عوص بن آدم کے بنی اعمام تھے طرفہ ثمود واقعہ عاد سے بیشتر گزرا ہے۔ ان کی قیامگاہ ولایت حجر تھی جو حجاز اور شام کے مابین واقع ہے۔ (جامع اللغات)

ثواب عوض۔ بدلہ۔ جزا۔ ستخیر (غ)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے آپ کی امت پر خدا نے یہ مہربانی کی ہے۔ اگر کوئی شخص ایک نیکی کرے تو اُسے کم سے کم دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ اور ایک برائی کرنے سے صرف ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے جیسا کہ ارشاد ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (س۔ انعام۔ ع ۲۰) جو شخص (قیامت کے دن) نیکی لیکر آئیگا تو اسکا دس گنا اسکو (ثواب) ملیگا اور جو بدی لیکر آئیگا تو بس اتنی ہی سزا بھگتیگا اور لوگوں پر کسی طرح کا ظلم نہیں کیا جائیگا۔

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ٥ (س۔ آل عمران ع ۲۰) اور ان کو ایسے باغوں میں (لے جا) داخل کرینگے جنکے نیچے نہریں (پڑی) بہہ رہی ہوں گی۔ اللہ کے ہاں سے (یہ انکے کئے کا بدلہ ہے) اور اچھا بدلہ تو اللہ کے ہاں ہی ہے۔

ثوری ابو یعلی منذر بن یعلی ثوری کوفی جو علم حدیث میں ثقہ سمجھے جاتے تھے۔ (کن)۔

ثیّبہ بکر کی ضد ہے۔ یعنی عورت شوہر دیدہ خواہ اسکا شوہر زندہ ہو یا مردہ (غ) مجازاً بیوہ عورت پر اسکا اطلاق ہوتا ہے۔

باب الجیم

جابر جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری رضؓ جلیل القدر صحابی کا نام ہے جو انیس ۱۹ لڑائیوں میں شریک ہوئے۔ ۷۸ھ میں فوت ہوئے۔ ابو الشعثاء ازدی جابر بن زید علم حدیث میں اعلیٰ درجہ کے ثقہ ہوئے ہیں ۹۳ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)۔

جابر بن عبداللہ ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے آپ کی کنیت ابو عبداللہ انصاری سلمی تھی۔ بہت سی حدیثیں آپ سے مروی ہیں آپ جنگ بدر اور اسکے بعد کے تقریباً اٹھارہ غزوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ شام اور مصر دیکھا۔ آخر عمر میں آپ نابینا ہوگئے تھے۔ مدینہ میں بعمر ۹۴ سال ۷۴ھ میں وفات پائی۔ بقول بعض آپ سب سے

Marfat.com

آخری صحابی ہیں جنہوں نے مدینے میں وفات پائی (اکمال)۔

جاثلیق یونانی لفظ ہے۔ بلادِ اسلام میں عیسائیوں کے رئیس کو کہتے ہیں۔ جو بطریق انطاکیہ کے ماتحت ہوتا ہے۔ اور جاثلیق کے بعد مطران اور اسکے بعد اُسقف اور اسکے بعد قسیس اور اسکے بعد شماس ہوتا ہے۔ (ق)۔

جاثیہ (ل) دوزانو بیٹھنے والی۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جس میں یہ لفظ آیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے وَتَرٰی کُلَّ اُمَّۃٍ جَاثِیَۃً (س جاثیہ ع ۴) تم دیکھو گے کہ ہر ایک امت منتظر فیصلہ مؤدب اور دوزانو بیٹھی ہوگی۔

جاحظیہ ایک فرقے کا نام ہے جو عمرو بن بحر جاحظ کا پیرو ہے۔ انکا اعتقاد یہ ہے کہ جواہر معدوم نہیں ہوتے۔ خیر و شر بندوں کے افعال ہیں۔ قرآن ایک جسم ہے جو کبھی مرد اور کبھی عورت بنجاتا ہے (تخ)۔

جار ہمسایہ۔ پڑوسی۔ ہمسایہ سے اچھا سلوک رکھنا چاہیئے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا تا مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ (س نساء ع ۶) اور (لوگو!) اللہ ہی کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ۔ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور قرابت والے پڑوسیوں اور پاس کے بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو (لونڈی غلام) تمہارے قبضے میں ہیں۔ ان (سب) کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔ اللہ ان لوگوں کو دوست نہیں رکھتا جو اترائیں (اور) بڑائی مارتے پھریں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص خود تو سیر ہو کر کھانا کھائے اور اسکا پڑوسی بھوکا رہے وہ کامل مومن نہیں ہے۔ (شعب الایمان)۔

(۲) ام المؤمنین حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل مجھے ہمیشہ تاکید کرتے رہے کہ میں ہمسایہ کے حق کی رعایت کا حکم دوں یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ ہمسایہ کو وارث بنادینگے۔ (صح)

(۳) حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کے نزدیک بہترین دوست وہ ہے جو اپنے دوستوں کے حق میں بہتر ثابت ہو اور خدا کے نزدیک بہترین ہمسایہ وہ ہے جو اپنے ہمسایہ کے حق میں بہتر ثابت ہو۔ (تر)

(۴) حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ مجھے اپنے اچھے برے عمل کا علم کیونکر ہوسکتا ہے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو اپنے ہمسایوں کو کہتا سنے کہ تو نے اچھائی کی ہے تو معلوم کرلے کہ تو نے اچھا عمل کیا ہے اور جب انہیں کہتا سنے کہ تو نے بدی کی ہے تو سمجھ لے کہ بے شک تو نے برا عمل کیا۔ (ابن)۔

(۵) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ میرے دو پڑوسی ہیں ان میں سے کسکو ہدیہ بھیجوں۔ فرمایا جسکا دروازہ تمہارے گھر سے زیادہ قریب ہو۔ (مش)۔

(۶) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم شوربا پکاؤ تو اس میں پانی بڑھا دو اور اپنے پڑوسی کی خبر لو۔ (مح)۔

(۷) عمرو بن شعیب اپنے باپ (اور وہ) اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ عمر (بن الخطاب) کے بیٹے (عبداللہ) کی بکری ذبح کی گئی تو انہوں نے اپنے لوگوں سے فرمایا کیا تم نے اس (بکری) میں سے ہمارے پڑوسی یہودی کو بھی کچھ بھیجا۔ جواب دیا نہیں۔ فرمایا اس (بکری) میں سے اسے (بھی) کچھ بھیجو کیونکہ میں نے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جبریل مجھے ہمسائے کے ساتھ (سلوک کرنیکا)

Marfat.com

ہمیشہ تاکیدی حکم کرتے رہے یہانتک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ ہمسایہ کو وارث ٹھیرا دینگے۔ (مش)۔

(۸) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے (بلکہ اسکے ساتھ سلوک کرے) اگرچہ بکری کا ایک کھر ہی کیوں نہو (صحیحین)

(۹) حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے پہلے دو مدعی جو باہم خصومت کریں گے اور ایک دوسرے سے اپنا حق طلب کرینگے دو ہمسایے ہوں گے (مسند امام احمد)

(۱۰) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم وہ شخص کامل الایمان نہیں ہے کسی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ کسے فرماتے ہیں۔ فرمایا میں اس شخص کو کہہ رہا ہوں جسکے پڑوسی اسکی ایذا دہی سے محفوظ نہ ہوں۔ (صح)۔

(۱۱) جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کیطرف متوجہ ہوکر فرمایا۔ تم جانتے ہو کہ پڑوسی کا کیا حق ہے عرض کیا۔ خدا اور اسکا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اگر تم سے مدد کی درخواست کرے تو مدد دو۔ قرض مانگے تو قرض دو۔ محتاج ہو تو کچھ سلوک کرو۔ بیمار ہو تو عیادت کرو۔ مرجائے تو جنازے کے ساتھ جاؤ خوشی کے موقع پر تہنیت۔ غمی کی حالت میں تعزیت بجالاؤ۔ اپنے گھر کی دیوار بلند نہ اٹھاؤ۔ کہ اس سے ہوا رکے۔ نئے پھل خرید و تو انہیں بھی بھیجو اور جو نہیں بھیج سکتے تو پوشیدہ رکھو۔ اور اپنے بچوں کو پھل ہاتھ میں لئے ہوئے باہر نہ جانے دو۔ کیونکہ اسکے بچے کڑھینگے۔

(۱۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑوسی اپنے شفع کا زیادہ استحقاق رکھتا ہے۔ اگر وہ غائب ہو تو شفعے کے لئے اسکا انتظار کیا جائے مگر یہ شفعہ اسی وقت ہوگا جبکہ دونوں ہمسایوں کا رستہ ایک ہو (ابو۔ تر۔ ابن)۔

جار ملاحق

دیکھو (شفعہ)

جارودیہ

ایک فرقہ ہے جو ابوالجارود کا پیرو ہے جسکا خیال ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارہ میں خلافت کی نص کی ہے۔ اسی بنا پر یہ لوگ صحابہ کو کافر کہتے ہیں۔ (نع)

جازمیہ

ایک فرقے کا نام ہے جو جازم بن عاصم کی طرف منسوب ہے۔ اس فرقہ کے لوگ فرقہ شعیبیہ کے ساتھ اعتقاد میں متفق ہیں۔ (نع)

دیکھو (شعیبیہ

جامع اموی

دمشق میں ایک مسجد ہے جسے ولید بن عبد الملک نے شام میں بنوایا تھا مشہور ہے کہ یہ جامع مسجد عرب کی تمام عمارتوں سے عظیم الشان ہے اور اسلامی جامع مسجدوں میں کوئی اسکی نظیر نہیں۔ طول اسکا ساڑھے پانچسو قدم ہے اور عرض ڈیڑھ سو قدم ستون اسکے بہت بڑے بڑے سنگ سماق اور سنگ رخام مختلف الوان کے ہیں۔ اسکے قبہ میں بارہ ہزار قندیلیں سونے اور چاندی کی زنجیروں میں لٹکی ہوئی ہیں۔ ماہ رمضان میں بارہ ہزار قندیلیں اس میں جلائی جاتی ہیں۔ چار مصلوں (حنفی۔ مالکی۔ شافعی۔ حنبلی) کے چار محراب علیحدہ علیحدہ بنے ہوئے ہیں۔ اس میں پچھتر (۷۵) موذن مقرر ہیں جو اسکے تین میناروں پر اذان کہتے ہیں۔ ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ ولید نے اس مسجد کے بنوانے میں تین کروڑ اشرفیاں صرف کیں (صنا)

جامع اموی کی بجائے پہلے پہل ایک مندر ہوا کرتا تھا مگر رومن قیصر آرکادیس نے اسکی بجائے ایک کلیسا پانچویں صدی مسیحی کے آغاز میں تعمیر کیا۔ اور ۷۰۵ء مطابق ۸۶ھ میں ملوک امویہ میں سے ولید بن عبد الملک بن مروان نے اس کلیسا کی جگہ پر عالیشان مسجد تعمیر کی۔ اور تعمیر کے وقت علاوہ تمام ممالک اسلامیہ کے کاریگروں کے جو دستیاب

Marfat.com

ہوسکتے تھے۔ بارہ ہزار کاریگر اور معمار و سنگتراش بلاد روم سے طلب کیئے گئے۔ مسجد میں صناعوں نے اندر اور باہر تمام دیواروں پر رنگین شیشہ کے ٹکڑوں سے عجیب و غریب بیلیں بنائی تھیں مگر بار بار کی آتشزدگیوں سے اس کام کا اب نام و نشان بھی نہیں رہا۔ پہلی مرتبہ سنہ ۱۰۶۹ء میں یہ عالیشان مسجد آگ سے برباد ہوگئی۔ اور جب اسے پھر تعمیر کیا گیا تو تیمور لنگ نے فتح دمشق کے وقت اسے جلادیا۔ مگر یہ پھر اسی عظمت و شان سے تعمیر کی گئی۔ آخری مرتبہ سنہ ۱۸۹۳ء میں اسے آتشزدگی سے سخت صدمہ پہونچا۔ اس مرتبہ اس میں وہ قرآن مجید بھی جل گیا کہ جس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون گرا ہوا تھا کہ جسے وہ اپنی شہادت کے وقت پڑھ رہے تھے۔ مگر غیرتمند اہل دمشق نے چندہ کر کے پھر اسکی تعمیر اور مرمت شروع کر دی۔ اور جب میں نے اسے سنہ ۱۹۰۶ء میں دیکھا تھا تو آدھی سے زیادہ تیار ہو چکی تھی۔ معلوم ہوا کہ اسوقت تک پچاس ساٹھ ہزار پونڈ خرچ ہو چکے تھے۔ مگر ایسی خوبصورتی اور تکلف سے تیار ہو رہی تھی کہ جس سے شام کے کاریگروں اور صناعوں کی لیاقت کی داد دینی پڑتی ہے۔ اسکا ایک نو تعمیر محراب مجھے دکھلایا گیا جسمیں سرخ۔ سفید۔ سیاہ اور سبز پتھر کا بے نظیر کام کیا گیا ہے۔ اور پتھر میں صدف اس خوبی سے نصب کیا گیا ہے کہ اسکی تعریف نہیں ہوسکتی۔ مجھ سے پہلے کچھ عرصہ قیصر ولیم شہنشاہ جرمنی نے جب اس مسجد کی زیارت کی تھی۔ اسوقت مسجد کی چھت کی بھی عمدہ نقاشی ہو رہی ہے۔ میں نے ظہر کے وقت اسکے مشرقی مینار پر پندرہ بیس آدمی ایک وقت اذان دیتے ہوئے دیکھے۔ معلوم ہوا کہ یہ روزمرہ کی رسم ہے۔ پچاس ساٹھ سے زیادہ موذن مسجد میں مامور ہیں۔ ان میں سے پندرہ بیس ہر نماز کی اذان کے لئے ماذنہ پر چڑھ کر بلند آواز سے ہم آہنگ ہو کر اذان دینے لگتے ہیں جس سے آواز دور تک پہنچتی ہے۔ اور بڑی ہیبت اور تمکنت معلوم ہوتی ہے۔ اسیطرح ایک روز نصف شب کو دیکھا کہ ایک شخص نے مینارہ شرقی پر چڑھ کر نہایت خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ معلوم ہوا کہ یہاں بارہ مہینے یہی دستور ہے کہ ہر شب جامع امویہ اور بعض دیگر مساجد کے میناروں پر چڑھ کر آدھی رات کو قرآن پڑھا جاتا ہے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی اسی مسجد کے سامنے مدفون ہے (سفرنامہ بلاد اسلامیہ حاجی محبوب عالم)

جامع الترمذی حدیث کی کتاب ہے جو صحاح ستہ میں داخل ہے۔ مصنفہ امام ابو عیسیٰ ترمذی۔ اسکے اخیر میں شمائل ترمذی کے نام پر ایک رسالہ لگا ہوا ہے جس میں صحیح طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے شمائل جمع کیئے گئے ہیں۔ اس کی متعدد شروح ہیں۔

جامع صغیر فقہ میں امام محمد بن حسن شیبانی کی تصنیف ہے جو سنہ ۱۸۹ھ میں فوت ہوئے۔ یہ کتاب پہلے پہل امام ابو یوسف کی کتاب الخراج کے ساتھ سنہ ۱۳۰۶ھ میں میں طبع ہوئی ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں اور جہاں صرف ان دونوں کا ذکر ہوتا ہے وہاں صاحبین کے لفظ سے پکارے جاتے ہیں۔ (انتفار)

جاہلیت اس زمانے کا نام ہے جو بعثت کے پہلے تھا اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ زمانہ ہے جو فتح مکہ سے پہلے تھا (ک)۔

جبّار بڑا دباؤ والا۔ مبالغہ کا صیغہ ہے جبر سے مشتق اور جبر کے اصلی معنے ہیں ٹوٹے ہوئے کو جوڑنا اور کسیکے حال کی اصلاح کرنا۔ اور کسیکو زور اور غلبہ سے کسی کام پر آمادہ کرنا۔ پہلی صورت میں یہ اسم جمالی ہوگا اور دوسری میں جلالی قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ (پ ۲۸ حشر ع ۳) وہ اللہ ایسا ہے کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ بادشاہ ہے۔ پاک ذات ہے عیبوں سے بری ہے۔ امن دینے والا ہے۔ نگہبان ہے زبردست ہے۔ بڑا دباؤ والا ہے۔ بڑی عظمت والا ہے۔

Marfat.com

جبّائی
ابو علی جبائی۔ علم کلام کے امام تھے۔ امام ابو الحسن اشعری نے آپ سے علم کلام پڑھا۔ پھر ان سے علیحدہ ہو کر اہل سنت ہوئے۔ پھر اہل سنت والجماعۃ کے امام ہوئے۔ امام جبائی ۲۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۰۳ھ میں وفات پائی۔ (کن)۔

جُبّائیہ
ابو علی جبائی اور ان کے بیٹے ابو ہاشم جبائی کے فرقے کا نام ہے۔ جو خدا کی رویت کا منکر ہے۔ اور نیکی بدی طاعت معصیت کو مستقل طور پر بندوں کی طرف نسبت کرتا ہے۔ انکے نزدیک ایمان عمدہ خصائل کا نام ہے۔ جس وقت یہ خصائل کسی آدمی کے اندر جمع ہو جائیں تو اُسے مومن کہتے ہیں۔ اور جو کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اُسے فاسق کہتے ہیں جو اگر توبہ کے بغیر مر جائے تو اسکی نسبت انکا خیال ہے کہ ہمیشہ دوزخ میں رہیگا۔ (کن)۔

جِبت
جیم کے کسرہ سے بُت، و کاہن و فال گوئی و جادو و جادوگری کو کہتے ہیں۔ اور وہ فعل جسکے اندر کوئی بھلائی نہ ہو۔ اور ہر وہ چیز سوائے باریتعالے کے جسکی پرستش کیجائے (من)۔ اور قرآن مجید میں جبت بمعنے بُت کے آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ تا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا (س نساء۔ ع ۷)

(اے پیغمبر!) کیا تمنے اُن لوگوں (کے حال) پر نظر نہیں کی جنکو کتاب (آسمانی) سے حصہ دیا گیا۔ وہ لگے بتوں کا اور شیطان کا کلمہ بھرنے اور (نیز) مشرکین کی نسبت کہنے کہ مسلمانوں سے تو یہی لوگ زیادہ رُو براہ ہیں۔

جُبّ الحُزن
غم کا کنواں یا گڑھا۔ دوزخ میں ایک گڑھا ہے جس سے دوزخ بھی پناہ مانگتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جُبّ الحُزن سے اللہ کے ساتھ پناہ پکڑا کرو۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! جُبّ الحزن کیا ہے۔ فرمایا دوزخ میں ایک نالہ ہے کہ اس سے دوزخ بھی دن میں چارسو مرتبہ پناہ مانگتا ہے۔ پھر صحابہ نے عرض کی کہ اس میں کون داخل ہوگا آپ نے فرمایا جو عمل دکھلانیکے لئے قرآن شریف پڑھتے ہیں (مش)

جبر
حضرموت کے ایک عیسائی خاندان کے غلام کا نام ہے۔ جو مسلمان ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتا تھا۔ قریش کہتے تھے کہ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن سکھاتا ہے۔ قرآن مجید نے اس آیت سے ان کی تردید کی۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ تا وَهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ۔ (س نحل ع ۱۴)

اور (اے پیغمبر!) ہم کو تحقیق معلوم ہے کہ کافر (قرآن کی نسبت) یہ اشتباہ کرتے ہیں کہ ہو نہ ہو اس شخص کو (یعنی تمکو) فلاں آدمی سکھاتا ہے۔ سو جس شخص کی طرف (سکھانیکی) نسبت کرتے ہیں اسکی بولی تو عجمی ہے اور یہ (قرآن) صاف عربی زبان (میں) ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ اس آیت میں بشر کے لفظ سے بنی حویطب کے غلام عائش یا یعیش نامی کی طرف اشارہ ہے۔ بعض سلمان فارسی کی طرف اشارہ ہونیکے قائل ہیں (مد)۔

جبروت
مبالغے کا صیغہ ہے جبر سے۔ اسکے معنے ہیں عظمت۔ بزرگی۔

مجمع السلوک میں لکھتے ہیں کہ ملکوت کہتے ہیں فوق العرش سے تحت الثریٰ تک کو اور انکے درمیان جو کچھ ہے وہ بھی اسی میں داخل ہے اور اسکے ماسوا جو ہے اُسے جبروت کہتے ہیں۔ شرح عقائد نسفی میں لکھتے ہیں کہ مشائخ کے نزدیک عالم جبروت عالم کرّوبین یعنی عالم مقربین کو کہتے ہیں۔ اور اسکے نیچے عالم اجساد ہے جسے عالم ملکوت کہتے ہیں۔ اہل کلام کی اصطلاح میں جبروت صفات سے عبارت ہے جیسے کہ لاہوت ذات سے عبارت ہے (ک)۔

Marfat.com

ابو طالب مکی کے نزدیک جبروت عالم اسماء و صفات کا نام ہے۔ اور اکثر محققین کے نزدیک عالم برزخ کا نام ہے جو خدا کے تمام اوامر کو محیط ہے (لغ)

غیاث اللغات میں اسکے معنے عظمت و بلندی کے لکھے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ صوفیوں کی اصطلاح میں مرتبہ وحدت کا نام ہے جو حقیقت محمدی سے عبارت ہے۔ اور جسکا تعلق صفات سے ہے۔

جبرئیل

جبرئیل سریانی لفظ ہے جو "جبر" اور "ایل" سے مرکب ہے۔ جبر کے معنے عبد اور ایل کے معنے اللہ کے ہیں۔ پس اس مرکب کلمے کے معنے عبداللہ ہوئے۔ (ہکذا قال امام العکرمہ) اور بعض علماء کے نزدیک یہ لفظ عبرانی ہے۔ جس میں جبر کے معنے قوت یا قدرت کے ہیں اور ایل یعنے اللہ۔ اس لحاظ سے اسکے معنے قوۃ اللہ یا قدرت اللہ کے ہیں۔ امام فراء ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ لفظ جبرئیل بروزن فَعْلَلِیل ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت حسان نے نعتیہ قصیدہ میں لکھا ہے ؎

وَجِبْرِيلُ رَسُولُ اللهِ فِينَا
وَرُوحُ الْقُدُسِ لَيْسَ لَهُ كِفَاءُ

جبریل ہمارے درمیان خدا کی طرف سے پیغام لانیوالے ہیں اور وہ روح القدس ہیں جسکا ہمسر کوئی نہیں۔

امام حمزہ اور کسائی جبرئیل بروزن سلسبیل کے پڑھتے ہیں۔ اور دیگر قراء جبریل بروزن فعلیل پڑھتے ہیں جیسے کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ الآیۃ۔ بہرحال جبریل ایک فرشتے کا نام ہے جو پیغمبروں پر اللہ تعالے کیطرف سے وحی لانے پر مامور ہیں۔ اور علاوہ اس نام کے انکے اور نام بھی ہیں۔ مثلاً روح الامین روح الاعظم۔ روح الکرم۔ روح القدس۔ ان کا ذکر قرآن کی منجملہ اور آیات کے ذیل کی آیتوں میں موجود ہے۔ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۱۱) اور مریم کے بیٹے عیسےٰ کو (بھی) ہمنے کھلے (کھلے) معجزے عطا فرمائے اور روح القدس (یعنے جبریل) سے انکی تائید کی۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ تا فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ ۝ (س۔ بقرۃ۔ ع ۱۲) (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ جو شخص جبریل (فرشتے) کا دشمن ہو (ہوا کرے) یہ (قرآن) اسی (فرشتے) نے خدا کے حکم سے تمہارے دل میں ڈالا ہے۔ اور قرآن ان (کتابوں) کی بھی تصدیق کرتا ہے جو اس (کے زمانہ نزول) سے پہلے (موجود) ہیں اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہے۔ جو شخص اللہ کا دشمن ہو اور اسکے فرشتوں کا اور اسکے رسولوں کا اور (خاصکر) جبریل (فرشتے) کا اور میکائیل (فرشتے) کا تو اللہ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے۔

یہود کی اور شرارتوں میں سے ایک شرارت یہ بھی تھی کہ انکی کتابوں میں نافرمان لوگوں پر جبریل کے ہاتھوں عذاب نازل ہونا بھی مذکور تھا۔ اور اسی وجہ سے یہود جبریل سے خوش نہ تھے اور پیغمبر صاحب قرآن کی نسبت فرماتے تھے کہ خدا کی طرف سے جبریل میرے پاس لاتے ہیں تو خدا نے یہود کے اس لغو خیال کی تردید فرمائی۔ اور میکائیل اگرچہ رزق عباد پر مسلط ہیں مگر ان میں اور جبریل میں نائب ومنیب کی سی نسبت ہے۔ اور تمام فرشتے خدائی لشکر ہیں جو ایک کا دشمن ہوا وہ دوسرے کا بھی ہوا۔

اِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا تا وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ ۝ (س۔ تحریم۔ ع ۱) (یعنے) سو (پیغمبر کی دونوں بیبیو؟ اس حرکت سے) خدا کی جناب میں توبہ کرو تو (تمہارے حق میں بہتر ہے کیونکہ تم دونوں نے کج رائی اختیار کی ہے۔ اور اگر پیغمبر کے خلاف میں سازشیں کرو گی تو انکا (حامی و) مددگار اللہ ہے اور اور جبریل اور (اچھے) نیک مسلمان اور انکے علاوہ (دوسرے) فرشتے (بھی) پیغمبر کے (حامی و) مددگار ہیں۔

اِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ تا تُكَلِّمُ النَّاسَ

Marfat.com

فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا (س- مائدہ ع ۱۵) اُس دن (یہ معاملہ بھی پیش آئیگا کہ) اللہ فرمائیگا کہ اے مریم کے بیٹے عیسے ہمنے تمپر اور تمہاری والدہ پر جو جو احسان کئے ہیں (اُن کو) یاد کرو۔ جبکہ ہمنے روح القدس (یعنے جبریل) سے تمہاری مدد کی (ایک۔ دوسرے یہ کہ جب تم بڑے بچے تھے اور) جھولے میں (پڑے جھولا کرتے تھے اس عمر میں) اور بڑے ہوکر تم (دونوں حالتوں میں) لوگوں سے (یکساں) کلام کرتے تھے۔ اور (تیسرے) جبکہ ہمنے تمکو لکھنا اور دانائی (کی باتیں) اور توریت اور انجیل (یہ سب چیزیں) سکھائیں

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِينَ (س- نحل ع ۱۴) (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ حق تو یہ ہے کہ اس (قرآن) کو تمہارے پروردگار کیطرف سے روح القدس (یعنے جبریل) لے کر آئے ہیں تاکہ جو لوگ ایمان لاچکے ہیں خدا (اسکے ذریعے سے) انکو (ایمان پر) ثابت قدم رکھے اور (خدا کے) فرمانبردار بندوں کے حق میں ہدایت اور خوشخبری ہو۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ (س معارج ع ۱) فرشتے اور جبریل اسکی طرف چڑھتے ہیں)۔

يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ (س مومن ع ۲) خدا جبرئیل کو جسکے پاس چاہتا ہے بھیجتا ہے۔

علاوہ قرآن مجید کے احادیث کی کتابوں میں بھی جبریل علیہ السلام کا ذکر نہایت تفصیل کے ساتھ موجود ہے جیسا کہ ذیل میں مختصر طور پر لکھا جاتا ہے۔

وہ فرشتہ جسکو ناموس اکبر یا جبریل کہتے ہیں کئی طور پر پیغام الٰہی پہنچاتا ہے۔ اول یہ کہ جبریل کسی شکل میں ظاہر ہوکے مطلع کرجاوے۔ چنانچہ جنگ احزاب کے بعد جبریل آدمی کی شکل میں غبار آلودہ ظاہر ہوئے اور یہ کہہ گئے کہ آپ اے نبی اللہ جنگ سے فارغ ہوگئے لیکن ہم نہیں ہوئے چلئے بنی قریظہ کا محاصرہ کیجئے۔ چنانچہ اس حدیث کو صحاح ستہ میں روایت کیا ہے۔ اور اکثر تو دحیہ کلبی کی صورت میں دکھائی دیتے تھے۔ اور کبھی اجنبی شکل میں اسطرح ظاہر ہوتے تھے کہ جسکو حضار مجلس بھی دیکھ لیتے تھے۔ چنانچہ بخاری و مسلم وغیرہما محدثین نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ حضرت جبریل مسافرانہ صورت میں نہایت سفید لباس میں ظاہر ہوکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زانو سے زانو ملاکر ایمان اور اسلام کے معنے پوچھنے لگے اور آپ کے جواب کے بعد خود ہی تصدیق کرتے جاتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہمکو اسکے اس سوال و تصدیق سے نہایت تعجب ہوا۔ پس جب وہ چلے گئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ یہ جبریل علیہ السلام تھے تمکو ایمان اور اسلام کے معنے سکھانے آئے تھے۔ اور اسیطرح دو روز جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا کہ ایک روز اول وقت اور دوسرے روز اخیر وقت۔ امام مالک وغیرہ محدثین نے روایت کیا ہے اس امامت کو بھی غالباً حضار جماعت نے مشاہدہ کیا ہوگا۔ اور صحیح بخاری میں بھی ہے کہ اَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِيْ فَاَعِيْ مَا يَقُوْلُ کہ کبھی فرشتہ آدمی کی شکل میں آکے مجھسے کلام کرتا ہے تو میں اسکی بات یاد کرلیتا ہوں۔ دوم یہ کہ جبریل ملکوتی صورت میں خاص آپ کو ہی دکھائی دیویں۔ اور کلام الٰہی یا احکام الٰہی کبھی مع الفاظ اور کبھی محض مطلب دلمیں القا کرجاویں اور کسیکو نہ اسکی صورت دکھائی دیوے نہ انکی آواز سنائی دیوے۔ چنانچہ اکثر وحی قرآن میں یہی بات پیش آتی تھی۔ اور کبھی جبریل کے وحی لاتے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک آواز جرس کی مانند سنائی دیتی تھی جیسا کہ صحیح بخاری اور مسند احمد بن حنبل میں ہے۔ تیسرے جبریل علیہ السلام علم الٰہی سے کہ جسکو قلم اور لوح محفوظ کہتے ہیں مطلع ہوکر اور الفاظ بھی وہیں سے تلقین پاکر آنحضرت علیہ السلام کو حسب حاجت پہنچا جاتے تھے (نفث)۔

Marfat.com

ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حرا پہاڑ پر کھڑے تھے کہ ایک شخص ظاہر ہوکر یہ کہنے لگا کہ اَبْشِرْ یَا مُحَمَّدُ اَنَا جِبْرِیْلُ وَاَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ یعنے مژدہ ہو تمکو اے محمد میں جبریل ہوں اور آپ اس امت کے رسول خدا ہیں۔ اور ایک حریری کپڑا اسا جو نہایت خوبصورت تھا آپ کے دست مبارک پر رکھکر فرمایا۔ اسکو پڑھو۔ آپنے فرمایا کہ میں نہیں پڑھ سکتا۔ پھر آپ کو اپنے سینے سے چمٹایا اور کہا اب پڑھو۔ پھر آپ نے یہی عذر کیا۔ پھر چمٹایا۔ الغرض۔ تین بار یہ معاملہ ہوا۔ آپ فرماتے ہیں کہ تیسری بار نہایت زور سے بھینچا اور یہ کہا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ط خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ط اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ط پھر آپ اور جبریل دونوں پہاڑ سے اترے اور ایک پتھر کے پاس آپ بیٹھ گئے اور وہاں جبریل نے پاؤں مارا تو ایک چشمہ پانی کا بہنے لگا۔ جبریل نے وضو کرکے تھوڑا سا پانی آپ کے منہ پر چھڑکا اور کہا اسیطرح آپ بھی وضو کیجئے اور دو رکعت نماز نفل پڑھئے۔ پس آپنے اقتدار کی۔ (تف)

جبل قزح دیکھو "مزدلفہ"۔ (م)

جُبلہ وادی ستارہ میں مَرو اور عسفان کے بیچ ایک قلعہ ہے۔ مکہ جانیوالوں کو بائیں طرف ملتا ہے اس وادی کا طول دو دن کا سفر ہے۔ جہاں کوئی بھی کھجور کا پیڑ نظر نہیں آتا۔ اور اسکی پشت پر ایک وادی ہے جسکو سایہ کہتے ہیں اور ایک اور وادی بھی ہے جسے سائرہ کہتے ہیں۔ اسی جبلہ پر زمانہ سابق میں تمیم اور بکر بن وائل کی خونخوار جنگ ہوئی تھی (جغر)۔

جُبیر جبیر بن نفیر حضرمی حدیث میں اعلےٰ درجہ کے ثقہ سمجھے جاتے تھے سنہ [illegible]ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)

جُبیر بن مطعم ایک صحابی کا نام ہے جنکی کنیت ابو محمد القرشی النوفلی تھی۔ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تھے اور مدینہ میں قیام اختیار کیا۔ اور وہیں سنہ ۵۴ھ میں وفات پائی۔ بہت سے لوگوں نے ان سے روایت کی ہے۔ (اکما)۔

جبیل ایک فرشتے کا نام ہے جو پہاڑوں پر مؤکل ہے (حیات القلوب)

جُثُو دوزانو بیٹھنا۔ اہل اسلام کے ہاں یہ مؤدبانہ بیٹھنے کی طرز ہے۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَتَرٰی کُلَّ اُمَّۃٍ جَاثِیَۃً (س۔ الجاثیہ۔ ع ۴) یعنے اور اے پیغمبر تم دیکھوگے کہ ہر ایک امت (منتظر فیصلہ مؤدب اور) دوزانو بیٹھی ہوگی۔

جُحفہ یہ سمندر سے دو میل کے فاصلہ پر بڑی آبادبستی ہے۔ مکہ اور مدینہ کے رستہ میں اس سے آبادتر کوئی جگہ نہیں جیساکہ مدینے اور عراق کے راستہ میں فید سے زیادہ پررونق اور کوئی جگہ نہیں۔ اور یہ دیار طے میں ہے۔ اور طے کے دونوں پہاڑ اس جگہ سے دو دن کے فاصلے پر ہیں۔ اور یہاں کھجور بکثرت ہیں۔ طے کے قبائل مویشی چرانے کو یہاں آیا کرتے ہیں (جغر)۔

جَدّ اگر دادا باپ اپنی اولاد کی نگرانی کے لئے کسیکو کفیل بنائے بغیر انتقال کرجائے تو دادا باپ کی جگہ سرپرست ہوگا۔ اور نکاح وطلاق کے معاملات میں اسکو کفیل سے بڑھکر اختیار ہوگا۔ اور جائداد کے معاملہ میں کفیل کے اختیارات کو فوقیت ہے۔ اگر باپ مفلس ہو تو دادے کو بچوں کی پرورش کرنی چاہئے۔

میراث میں دادا باپ کی جگہ ہے۔ یعنی جب میت کا باپ نہ ہو تو دادا تمام احکام میراث میں باپ کی مانند ہے مگر چار صورتیں ایسی ہیں جن میں دادا باپ کے حکم سے مستثنیٰ ہے اور انکی تفصیل علم فرائض کی مطول کتابوں میں موجود ہے۔ (حق)

Marfat.com

جِدّ جیم کے کسرہ سے کسی کام میں اجتہاد کرنا۔ اور ہزل کی ضد ہے (قاموس)۔

جَدّہ جیم کی زبر سے دادی۔ باپ کی ماں۔ نفقہ کی انتا الحضانات کا مسئلہ ہے کہ اگر کوئی عورت چھوٹے بچے کو چھوڑ مرے تو بچے کی نانی کا سب سے پہلے حق ہے کہ اس بچے کی پرورش کرے۔ نانی کے بعد سب سے پہلے دادی کا حق ہے کہ اسکی پرورش کرے میت کی ماں اگر زندہ نہ ہو تو دادی ورثہ پاتی ہے۔

ایک شہر کا نام بھی ہے جو مکہ معظمہ کا بندرگاہ ہے تمام ہندوستان کی راہ سے جانے والے حاجی یہیں کشتیوں سے اترتے ہیں۔ یہاں سے مکہ معظمہ (۴۰) میل کا راستہ ہے یہاں ایک قبر ہے کہ جسے حضرت حوا کی قبر بتلایا جاتا ہے۔

جِدّہ جیم کے کسرہ سے۔ مکہ سے غربی جانب دو منزل کے فاصلے پر سمندر کے کنارے آباد ہے۔ جس کے چاروں طرف سنگین شہر پناہ بنی ہوئی ہے اسکے بازار وسیع ہیں۔ ہر قسم کے تاجر موجود ہیں اور مالدار لوگ بھی رہتے ہیں۔ یہ تجارت کا سبب سے آباد رہتا ہے۔ بحر قلزم سے آنے والے لوگ اکثر یہیں اترتے ہیں۔ پھر ایک منزل بیچ اگلی منزل مکہ ہے۔ اس جگہ غیر سلطنتوں کے کونسل بھی رہا کرتے ہیں (جغر)۔ حضرت حوا کی قبر بھی یہاں بتائی جاتی ہے۔

جدیس طسم اور جدیس مکہ کی دو قدیمی اور تباہ شدہ قوموں کے نام ہیں جنکا ذکر اب صرف روایات میں ملتا ہے۔ دیکھو (طسم)۔

جذبہ (ل) کھینچنے کے ہیں (ص۔ ۔) خدا کا بندے کو اپنی درگاہ کی طرف کھینچنا۔ انکا قول ہے کہ اللہ تعالٰے کے جذبات سے ایک جذبہ دونوں جہان کے عمل کے برابر ہے (ک)۔

جذعہ چار برس کی اونٹنی جس نے پانچویں سال میں قدم رکھا ہو۔ ایسی اونٹنی کتنے اونٹوں کی زکوٰۃ میں دی جاتی ہے (قد)۔

جذعہ بکسرہ جیم ساق النخلہ (قاموس) قرآن میں بھی جذع النخلہ وارد ہوا ہے۔

جَرّ کھینچنا (ص۔ ف) میں نحو کی ایک قسم ہے جو کو شمالی کی صورت میں عمل میں لائی جاتی ہے (ہد)۔ جرّ کسرہ زبر کو بھی کہتے ہیں۔

جراد ٹڈی کو کہتے ہیں۔ واحد کو جرادہ بولتے ہیں۔ مذکر و مونث اس میں برابر ہے جیسے نملہ اور حمامہ ہیں۔ کنیت اسکی ام عوف ہے۔ اسکی چند قسمیں ہیں۔ بعض بڑی ہوتی ہیں اور بعض چھوٹی اور بعض سرخ۔ بعض سفید اور بعض زرد۔ ٹڈی جب بیضہ سے نکلتی ہے تو اسکو دبی کہتے ہیں۔ جب اسکے پر نکل آتے ہیں تو اسوقت اسکو غوغا کہتے ہیں۔ اور جب اس میں رنگ ظاہر ہوتے ہیں اسوقت اسے جراد کہتے ہیں۔

ایک ٹڈی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے گری۔ اسکے پروں پر لکھا ہوا تھا۔ ہم خدا تعالےٰ کے لشکر ہیں اور ہمارے ننانوے بیضے ہوتے ہیں۔ اگر پورے سو بیضے ہوتے تو ہم دنیا و ما فیہا کو کھا جاتے۔ پس فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ اے خدا ٹڈی کو ہلاک کر۔ اس کے بڑے چھوٹے کو ہلاک کر۔ اور اسکے بیضے فاسد کر۔ اور اسکے منہ مسلمانوں کے کھیتوں سے بند کر۔ تو دعا کا سننے والا۔ پس جبرائیل آئے اور کہا بعض دعا تمہاری قبول ہوئی۔

تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ٹڈی کا کھانا حلال ہے عبد اللہ بن ابی اوفی نے کہا کہ ہمنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کیا۔ پس ہم جراد کو کھاتے تھے۔ ابن ماجہ نے انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کی ہے کہ ازواج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو طبق جراد تحفہ بھیجی جاتی تھیں۔

چاروں امام اس بات پر متفق ہیں کہ جراد کا کھانا جائز ہے خواہ وہ خود اپنی موت سے مرجائے یا ذبح کیجاوے خواہ اسکو مسلمان شکار کرے یا مجوسی۔ اس میں کوئی فرق

Marfat.com

قطع کیا جاوے یا نہ کیا جاوے۔ امام احمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر جراد کو جاڑا قتل کر دے تو اسکو نہ کھایا جاوے۔ اور خلاصہ امام مالک کے مذہب کا یہ ہے کہ اسکا سر اگر قطع کیا جائے تو حلال ہے ورنہ نہیں (حیوۃ)۔

جرد اس شخص کو کہا جاتا ہے جسکے جسم پر بال نہ ہوں۔ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن آدمی جرد مرد اوٹھائے جائیں گے۔ یعنی کوئی بال ڈاڑھی وغیرہ نہ ہوگی۔ قاموس میں ہے۔ رَجُلٌ اَجْرَدُ لَا شَعْرَ عَلَیْہِ (یعنے مرد اجرد وہ ہے جسکے جسم پر بال نہ ہوں)۔

جرجیس ایک پیغمبر کا نام ہے جنکو انواع و اقسام کے عقوبت سے قتل کیا جاتا تھا۔ اور وہ بحکم خدا پھر زندہ ہو جاتے اور اپنی امت کو دعوت الی الحق کرتے تھے۔ انہیں باقیا بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جاتے تھے۔ (غ)۔

جرف اصل میں اُس مکان کو کہتے ہیں جسکو پانی نے کھود کر گہرا کر دیا ہو۔ مکہ کے نزدیک ایک جگہ ہے۔ مدینہ کے نزدیک بھی ایک جگہ ہے۔ (من)۔

جزیہ اس مال کو کہتے ہیں جو ذمیوں سے لیا جائے۔ اور یہ جزاء سے مشتق ہے۔ جسکے معنے بدلہ کے ہیں۔ چونکہ یہ مال بھی ترکِ اسلام کا بدلہ ہوتا ہے اسلئے اسے جزیہ کہتے ہیں۔ (منظ)۔

جزیہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک تو وہ جو طرفین کی رضامندی سے مقرر ہو۔ اور اس میں مقررہ مال سے کمی زیادتی نہیں ہوتی۔ دوسرا وہ جسکو امام اپنی طرف سے شروع کرے۔ جبکہ انپر غالب ہو۔

اہل کتاب۔ مجوسی اور بُت پرست سے جو عجم کا رہنے والا ہو۔ جزیہ لیا جائیگا۔ لیکن امام شافعی کے نزدیک عجمی بُت پرست سے جزیہ نہ لیا جائیگا۔ مالدار شخص سے سالانہ ۴۸ درہم یعنی ہر ماہ میں ۴ درہم اور متوسط الحال سے ۲۴ درہم سالانہ اور جو فقیر کہ کما سکتا ہو اس سے ۱۲ درہم سالانہ جزیہ مقرر کیا جائے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مرد بالغ اور عورت بالغہ سے ایک دینار وصول کیا جائے۔

عرب کے بت پرست پر جزیہ نہیں اور نہ ہی مرتد پر۔ اور اگر یہ جزیہ دیں تو ان سے قبول بھی نہ کیا جائیگا۔ بلکہ ان کو اسلام کی دعوت کیجائیگی۔ اگر اسلام لے آئے تو فبہا۔ ورنہ ان سے جنگ کیا جائیگا۔ راہب۔ لڑکے۔ عورت اور غلام اور اندھے اور اپاہج سے بھی جزیہ نہیں لیا جائیگا۔

موت آنے اور اسلام لانے سے جزیہ ساقط ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر کافر مسلمان ہو جائے یا مر جائے تو جزیہ اس سے ساقط ہو جائیگا (منہ)۔

جسر پل جو قیامت کے دن دوزخ پر کھڑا کیا جائیگا دیکھو لفظ (صراط)

جسد انسان یا جن یا فرشتے کا جسم (قاموس)۔

جعالہ اس اجرت کو کہتے ہیں جو عبد مفرور کے پکڑ لانیکے عوض میں دیجاتی ہے۔ ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو بھاگے ہوئے غلام کو پکڑ لائے تو وہ اجرت کا مستحق ہے۔ اگر اس نے شرط کر لی ہو۔ اور اگر شرط نہیں کی تو اسکے استحقاق میں اختلاف ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک اگر وہ شخص غلام پکڑ لانے میں مشہور ہے تو پھر وہ اجرت کا مستحق ہے ورنہ نہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ وہ علی الاطلاق اجرت کا مستحق ہوگا۔ یعنی خواہ شرط کی ہو یا نہ کی ہو۔ ایسا ہی اجرت میں بھی اختلاف ہے۔ امام صاحبؒ کے نزدیک اگر تین دن کے راستے سے پکڑ لائیگا تو وہ چالیس درہم کا مستحق ہوگا جو اندازاً دس روپے ہوتے ہیں۔

جعفر بن ابی طالب ابو طالب کے بیٹے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بھائی تھے۔ اکتیس آدمیوں کے بعد آپ مسلمان ہوئے۔ حضرت علی سے دس سال بڑے تھے۔ دوسرے لوگوں کی نسبت خلق اور شکل و شباہت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

زیادہ ملتے جلتے تھے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے گھر نماز پڑھنے لگے تو ابو طالب نے اوپر سے جھانکا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے دیکھکر فرمایا۔ چچا! کیا اچھا ہو اگر آپ اُتر آئیں تو ہم سب (ملکر) نماز پڑھیں۔ ابو طالب نے کہا۔ اے میرے بھائی کے بیٹے میں جانتا ہوں کہ تم حق پر ہو۔ مگر اس بات کو سمجھتا ہوں کہ سجدہ کرتے ہوئے میرے چوتڑ مجھ سے بلند ہوں۔ ہاں جعفر! تم اترو اور اپنے چچا کے بیٹے (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) کے پہلو میں نماز پڑھو چنانچہ جعفر اُترے اور رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے بائیں پہلو میں کھڑے ہوکر نماز پڑھی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے تو جعفر کیطرف دیکھکر فرمایا۔ جیسے تم نے اپنے چچا کے بیٹے کے پہلو سے (پہلو) ملایا ہے خدا تجھے دو پر عطا فرمائیگا جنکے ساتھ تم بہشت میں اڑوگے۔ آپ سے آپکے بیٹے عبداللہ اور بہت سے صحابہ نے روایت کی ہے ۸ھ معرکہ موتہ میں بعمر اکتالیس سال آپ شہید ہوئے۔ آپ کے بدن مبارک کے اگلے حصے میں نیزے اور تلوار کے نوّے زخم پائے گئے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا کے باعث جو آپنے انکے حق میں فرمائی کہ تمہیں دو پر عطا ہوں گے جنسے تم بہشت میں فرشتوں کے ساتھ اُڑا کروگے۔ آپکا لقب ہی جعفر طیار پڑگیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے ؎

وَجَعْفَرُ الَّذِیْ یُصْبِحُ وَیُمْسِیْ
یَطِیْرُ مَعَ الْمَلٰئِکَۃِ اِبْنُ اُمِّیْ

(یعنے جعفر صبح وشام فرشتوں کے ساتھ ملکر اڑنیوالا میرا بھائی ہے)

جعفر صادقؒ محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب کے بیٹے کا نام ہے۔ لقب صادق کنیت ابوعبداللہ تھی۔ اپنے باپ اور دوسرے صحابہ سے روایتیں کیں۔ اور یحیٰی بن سعید۔ ابن جریج۔ مالک بن انس۔ سفیان ثوری۔ ابن عیینہ اور امام ابوحنیفہؒ جیسے اکابر ائمہ نے آپ سے سماع کیا۔ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۴۸ھ میں بعمر ۶۸ سال وفات پائی۔ اور جنت البقیع میں اپنے باپ محمد باقر اور اپنے دادے علی زین العابدین کی قبر کے ہی دفن کئے گئے (اکمال)۔

جَعْل کوئی کام کرنا۔ جَعْل نام رکھنے کو بھی کہتے ہیں جیساکہ قرآن میں ہے وَجَعَلُوا الْمَلٰئِکَۃَ الَّذِیْنَ ھُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا۔ یعنی کفار اُن فرشتوں کا نام جو خدا کے بندے ہیں اناث (عورتیں) رکھتے ہیں۔

جَعْل کا معنے پیدا کرنا بھی ہے جیسے قرآن میں ہے وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ۔ یعنی خدا نے تاریکی اور روشنی کو پیدا کیا۔

تبدیل کرنیکے معنے بھی ہیں جیسے وَجَعَلْنَا عَالِیَھَا سَافِلَھَا یعنے ہم نے اوپر کی طرف کو نیچے سے تبدیل کردیا۔ (قاموس)۔

جعل الجوف دومۃ الجندل تبوک کے پاس ایک مقام ہے جسکا ذکر اپنے موقعہ پر موجود ہے جعل الجوف اسکا دوسرا نام ہے۔

جلال جلال بالفتح بمعنے بزرگی و علوشان و جبروت اور صفات الٰہیہ میں سے ایک صفت ہے۔

یہ لفظ قرآن مجید میں بھی آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے:۔

وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ۚ

(س۔ رحمٰن۔ ع ۲) اور (صرف) تمہارے پروردگار کی ذات باقی رہجائیگی۔ جو (بڑی) عظمت والی اور بزرگ (ذات) ہے اس سے آگے چلکر ارشاد ہے۔ تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ۚ یعنی (اے پیغمبر!) تمہارے پروردگار کا نام بڑا بابرکت (نام) ہے (اور وہ بڑی) عظمت والا اور (لوگوں پر) احسان کرنے والا ہے۔

(مدا)

جلال الدین سیوطیؒ ایک جلیل القدر مصری عالم کا نام ہے جنہوں نے جلال الدین محلی کی نامکمل تفسیر کو پورا کیا۔ اس کے علاوہ حدیث و فقہ وغیرہ میں آپ کی بیشمار قیمتی تصانیف ہیں ۹۱۱ھ میں فوت ہوئے (کن)۔

جلال الدین محلیؒ ایک مشہور مصری مفسر کا نام ہے سورۂ اسراء تک قرآن مجید کی تفسیر لکھکر ۸۶۴ھ میں فوت ہوئے۔ پھر علامہ جلال الدین سیوطی نے آپ کی تفسیر کی تکمیل کی (کن)۔

جلالین تفسیر جلالین۔ قرآن مجید کی ایک مشہور تفسیر کا نام ہے۔ جو اپنی جامعیت اور خوبی اختصار کے باعث داخل درس چلی آتی ہے۔ جلالین تثنیہ کا صیغہ ہے جس سے دو جلال مراد ہیں۔ یعنی جلال الدین محلی اور جلال الدین سیوطی۔ ان دونوں بزرگواروں نے اس تفسیر کو لکھا ہے۔ پہلے جلال الدین محلی نے سورۂ کہف کے شروع سے لیکر سورۂ والناس تک سورۂ فاتحہ سمیت تفسیر لکھی۔ اور وہ اسکو ختم نہ کرنے پائے تھے کہ انتقال کر گئے پھر علامہ جلال الدین سیوطی نے سورۂ بقر کے شروع سے لیکر سورۂ اسراء کے اختتام تک تفسیر لکھکر اسکو مکمل کیا اور سورۂ الفاتحہ کی تفسیر چونکہ محلی نے لکھی تھی اسلئے اسکو آخر کتاب میں رکھا کہ انکے تحریر کردہ حصے میں شامل رہے سیوطی نے اپنے حصے کی تفسیر چالیس روز میں لکھی اور ۱۰ شوال ۸۷۰ھ کو ختم کی۔

جلسے کی دُعا جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے بیچیں بیٹھکر یہ دعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ۔ یعنی خداوندا مجھے بخشدے اور مجھپر رحم فرما اور میرا نقصان دور کر اور مجھے ٹھیک رستہ دکھا اور میری روزی کا سامان مہیا کر۔

جلیل (ل) بزرگ قدر۔ جلال اور جلالت کہتے ہیں بزرگ قدر ہونے اور نیز بزرگی کو۔ پھر اصطلاح قوم میں صفات قہریہ کے ظہور آثار کو جلال کہتے ہیں۔ اور صفات لطیفہ کے ظہور آثار کو جمال اور بولنے میں آتا ہے کہ فلاں اسماء جلالی ہیں اور فلاں جمالی۔ یہ اسم بھی اسماء حسنیٰ سے ہے۔

جمادی الاخریٰ قمری سال کا چھٹا مہینہ ہے عوام میں جو جمادی الثانی مشہور ہے بہتر نہیں۔ کیونکہ ثانی کا اطلاق اس جگہ ہوا کرتا ہے کہ اسکے بعد کوئی ثالث بھی ہو۔ اور جمادی الآخرۃ بھی استعمال میں نہیں آیا (غ)۔

جمادی الاُولیٰ قمری سال کا پانچواں مہینہ ہے۔ عوام میں جو اسکا نام جمادی الاول مشہور ہے غلط ہے۔ کیونکہ جمادی کے آخر میں الف مقصورہ ہے جو علامت تانیث ہے۔ اسلئے اسکی صفت بھی مؤنث آنی چاہئے۔ تاکہ صفت و موصوف تذکیر و تانیث میں مطابق ہو جائیں۔ (غ)۔

جماعت (ل) گروہ مجتمع لوگ۔ (ص۔ف)۔ میں امام کے اپنے غیر کے ساتھ نماز پڑھنے کو کہتے ہیں۔ اگرچہ امام کے سوا ایک لڑکا عاقل ہی ہو۔ (کشاف اصطلاحات)۔

قرآن مجید میں بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرَّاکِعِیْنَ (س۔بقرہ۔ع ۵) اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو۔ اور جو لوگ بوقت ادائے نماز جھکتے ہیں انکے ساتھ تم بھی جھکا کرو۔

حدیث میں آیا ہے کہ نماز جماعت نماز منفرد سے ثواب میں ستائیس درجے بڑھی ہوئی ہے۔ (صح)۔

جماعت سے نماز پڑھنا اگرچہ سنت موکدہ ہے مگر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں اس درجہ تاکید منظور تھی کہ جو شخص بلا عذر شرعی جماعت میں حاضر نہ ہوتا وہ منافق سمجھا جاتا۔ اور اس قابل خیال کیا جاتا کہ

Marfat.com

اسکا گھر بار جلا دیا جائے۔ عہد پیغمبر علیہ السلام میں لوگوں کو جماعت کا یہاں تک اہتمام تھا کہ مریض اور معذور اور اپاہج تک دو آدمیوں کے کندھے پر ہاتھ رکھکر چلتا اور صف میں کھڑا کیا جاتا۔ عبداللہ بن مکتوم جو نابینا صحابی تھے اور کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہ رکھتے تھے وہ بھی نماز جماعت میں حاضر ہونے سے معذور نہیں سمجھے گئے۔ (حق)۔

جمرہ جمرہ اولی۔ جمرہ وسطی اور جمرہ عقبہ تین چھوٹے چھوٹے مناروں کے نام ہیں جو مکہ شریف سے چند میل کے فاصلہ پر منے کے میدان میں کھڑے ہیں ان تینوں مناروں کو جمرات یا جمار کہتے ہیں۔

حج کے موقع پر حاجیوں کو حکم ہے کہ ان مناروں پر سات سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر پڑھیں اسکی اصلیت یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ کو بارگاہ خداوندی سے حکم ہوا تھا کہ ہماری رضا کے لئے تم سب سے زیادہ عزیز چیز کی قربانی دو۔ اور انہوں نے اس حکم کی تعمیل کے لئے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو جو انکے فرزند تھے قربانی کے طور پر ذبح کرنیکا ارادہ کیا۔ تو یہاں ان کو تین بار تین جگہ شیطان دکھائی دیا۔ اور اس نے آپکو اس ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسکی بات پر کچھ توجہ نہ کی بلکہ اسکی طرف ناراضگی سے کنکریاں پھینکیں۔ جہاں جہاں آپکو شیطان دکھائی دیا تھا ان تینوں مقاموں پر نشان کے لئے چھوٹے چھوٹے منارے بنا دیے گئے۔ یہی جمرات ہیں۔ حاجی لوگ جو ان پر کنکریاں پھینکتے ہیں یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کا اتباع ہے جس سے شیطان کی ذلت ہوتی ہے۔

جمع الجمع لفظی معنے تو جمع کی جمع ہیں۔ صوفیائے کرام کے نزدیک اللہ تعالےٰ میں کلیتہً فنا اور ہلاک ہوجانیکا نام ہے (نفا)۔

جمع الوسائل امام ترمذی کی شمائل النبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شرح ہے۔ مصنف ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ۔ (کش)۔

جمعہ شریعت پاک نے جمعہ کا دن متبرک قرار دیا ہے۔ پہلے یہودیوں اور عیسائیوں کے نزدیک بھی یہی دن سب سے زیادہ متبرک تھا۔ مگر پھر یہود کے نزدیک شنبہ کا دن متبرک قرار پایا۔ آدم علیہ السلام جمعہ کے روز بہشت میں داخل ہوئے اور اسی دن بہشت سے نکلے اور جمعہ ہی کے دن توبہ کی اور اسی روز وفات پائی۔ قیامت بھی جمعہ کے دن آئیگی اور اسی دن دیدار الٰہی میسر ہوگا۔ (از بعض رسائل)

جمعہ کا دن ایک عظیم الشان دن ہے جسکو اللہ تعالےٰ نے خاص مسلمانوں کے لئے خوشی کا دن بنایا ہے اور حکم دیا ہے اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ یعنی جب نماز جمعہ کی اذان ہوجائے تو اللہ کے ذکر کیطرف قدم بڑھاؤ اور خرید و فروخت ترک کردو۔ پس اللہ نے اس دن کے تقدس کے لئے نماز کے وقت دنیوی کاموں کو حرام قرار دیا ہے۔

انسؓ کہتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے۔ انکے پاس ایک سفید آئینہ تھا اور کہا یہ جمعہ ہے جسکو آپکا پروردگار آپ کے پیش کرتا ہے تاکہ وہ آپ کے لئے اور آپ کے بعد آپ کی امت کے لئے عید ہو۔ میں نے پوچھا اس میں ہمارے لئے کیا ہے۔ کہا اس میں آپکے لئے ایک اچھی ساعت ہے جس میں اگر کوئی شخص کسی نیک مراد کے لئے دعا کرے اور وہ اسکی قسمت میں ہو تو اللہ اسکو عطا فرماتا ہے۔ یا اسکی قسمت میں نہ ہو تو اس سے بھی بڑی چیز اللہ اسکے لئے ذخیرہ کرتا ہے۔ یا وہ شخص کسی شر سے پناہ مانگے جو اسکے حق میں لکھی گئی ہو تو اس سے بھی بڑی شر سے اسکو

Marfat.com

پناہ دیتا ہے۔ وہ ہمارے نزدیک سید الایام ہے اور آخرت میں ہم اسکو یوم المزید کہینگے۔ الخ۔

اور فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دنوں میں سے جن میں سورج نے طلوع کیا ہے بہتر دن جمعہ ہے کعب الاحبار فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے نے شہروں میں مکہ کو۔ مہینوں میں رمضان کو۔ دنوں میں جمعہ کو۔ اور راتوں میں لیلۃ القدر کو فضیلت دی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص جمعہ کے دن وفات پائے۔ اللہ اسکے لئے شہید کا اجر لکھ دیتا ہے اور وہ قبر کی مشکلات سے بچ جاتا ہے۔ (حیا)۔

جمعہ کی نماز ہر مسلمان پر فرض ہے مگر ان لوگوں پر نہیں (۱) مسافر (۲) بیمار (۳) غلام (۴) عورت۔ (۵) لڑکا (۶) دیوانہ (۷) نابینا (۸) لنگڑا۔ لیکن اگر یہ لوگ جمعہ کی نماز ادا کرنی چاہیں تو درست ہے۔

جمعہ کی نماز کے لئے یہ شرطیں ہیں (۱) نماز جمعہ شہر یا شہر کے متعلق کسی جگہ مثلاً پریڈ یا گھوڑ دوڑ کے میدان میں پڑھی جائے۔ (۲) بادشاہ یا کوئی اسکا مقرر کردہ امام پڑھائے۔ (۳) ظہر کے وقت پڑھی جائے (۴) نماز سے پہلے خطبہ پڑھا جائے (۵) نماز جماعت سے پڑھی جائے (۶) ہر شخص کو اس میں شامل ہونے کی اجازت ہو۔

جب جمعہ کی اذان ہو تو دنیوی کاروبار چھوڑ کر نماز جمعہ کے لئے چلنا چاہئے۔ جس وقت امام خطبہ پڑھنے کے لئے آگے بڑھے تو جب تک وہ خطبہ ختم نہ کر چکے مقتدیوں کو نماز پڑھنی اور بات کرنی حرام ہے۔ دیکھو (خطب)۔ خطبہ کے بعد اقامت کہی جائے۔ اور امام لوگوں کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے۔ خطبہ اور اقامت میں فاصلہ کرنا مکروہ ہے۔ شہر والوں کو نماز جمعہ نہ ملے تو نماز ظہر بلا اذان و جماعت پڑھیں۔ اور جن لوگوں پر نماز جمعہ فرض نہیں۔ وہ ظہر کے لئے اتنی تاخیر کریں کہ جمعہ کی نماز سے لوگ فارغ ہو جائیں۔ جو شخص نماز جمعہ میں شامل ہو خواہ سجدہ سہو میں آکر ملے۔ وہ نماز جمعہ کی نیت کرکے دوگانہ پڑھے۔ (کذا فی کتب الفقہ الحنفی)

جمعہ کی نماز

جمعہ کی نماز ہر مسلمان پر فرض ہے مگر ان لوگوں پر فرض نہیں۔ (۱) مسافر (۲) بیمار (۳) غلام (۴) عورت (۵) لڑکا (۶) دیوانہ (۷) اندھا (۸) لنگڑا۔ لیکن اگر یہ لوگ جمعہ کی نماز ادا کرنی چاہیں تو درست ہے ان کا ظہر کا فرض ساقط ہو جائیگا۔ جمعہ کی نماز کے وہی مسئلے ہیں جو دوسری فرض نمازوں کے ہیں۔ مگر اسکے لئے یہ چند شرطیں اور ہیں۔

(۱) یہ نماز شہر یا شہر کے متعلق کسی جگہ مثلاً پریڈ یا گھوڑ دوڑ کے میدان میں پڑھنی چاہئے (۲) بادشاہ یا کوئی اسکا مقرر کردہ امام پڑھائے (۳) ظہر کے وقت پڑھی جائے (۴) نماز سے پہلے خطبہ پڑھا جائے۔ (۵) نماز جماعت سے پڑھی جائے (۶) ہر شخص کو اس میں شامل ہونے کی اجازت ہو۔ شہر سے مراد وہ بستی ہے جہاں کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے لوگ اکٹھے ہوں تو سما نہ سکیں۔ جماعت کی حد یہ ہے کہ امام کے سوا کم از کم تین مرد نمازی ہوں۔ جب جمعہ کی پہلی اذان ہو تو دنیوی کاروبار چھوڑ کر نماز جمعہ کے لئے چلنا چاہئے۔ جس وقت امام خطبہ پڑھنے کے لئے آگے بڑھے تو جب تک وہ خطبہ ختم نہ کر چکے مقتدیوں کو نماز پڑھنی یا بات کرنی حرام ہے امام کو خطبہ کے درمیان کلام کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ مگر کوئی نیک ہدایت کرنا مکروہ نہیں۔

خطبہ میں خدا کا ذکر کرنا کم سے کم الحمد للہ کے برابر فرض ہے اور سنت طریقہ یہ ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھے تو مؤذن سامنے کھڑا ہو کر دوسری اذان کہے اور لوگ نماز پڑھنی اور کلام کرنا چھوڑ دیں اور چپ چاپ خطبہ سننے کو تیار ہو جائیں پھر امام کھڑا ہو کر خطبہ سنانے لگے۔ پہلے خطبہ میں اللہ کا ذکر کلمات شہادت اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود اور لوگوں کو وعظ و نصیحت۔ اور کم سے کم ایک یا اس سے زیادہ قرآنی آیات ہوں۔ پھر تین تسبیح کی مقدار بیٹھ جائے اسکے بعد کھڑا ہو کر دوسرا خطبہ پڑھے جسمیں مسلمانوں کے حق میں

Marfat.com

دعا کرے۔ خطبہ کے بعد اقامت کہی جائے اور امام لوگوں کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے۔ خطبہ اور اقامت میں فاصلہ کرنا مکروہ ہے۔ شہر والوں کو نماز جمعہ نہ ملے تو نماز ظہر بلا اذان وجماعت پڑھیں۔ اور جن لوگوں پر نماز جمعہ فرض نہیں وہ نماز ظہر کے لئے اتنی تاخیر کریں کہ جمعہ کی نماز سے لوگ فارغ ہو جائیں۔ جو شخص نماز جمعہ میں شامل ہو خواہ سجدہ سہو میں ملے وہ نماز جمعہ کی نیت کرکے دوگانہ پڑھے (کتب الفقہ الحنفی)

حنفی مذہب میں جمعہ کی جو شرائط مسلمہ ہیں ہندوستان میں انکے متعلق یہ اختلاف ہے کہ آیا یہ شرائط یہاں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ اس شبہہ کے سبب سے خود حنفی جماعت کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ جمعہ کی نماز کے ساتھ احتیاطاً ظہر کی نماز بھی پڑھ لیتا ہے تاکہ اگر شرائط کامل نہ ہونیکے باعث جمعہ نہیں ہوا تو ظہر کی نماز ادا ہو جائے اسلئے اس نماز کا نام احتیاط الظہر مشہور ہے۔ اور اس گروہ میں عموماً صوفی لوگ اور بعض دیگر غیر صوفی شامل ہیں۔ دوسرا گروہ جسکے نزدیک ہندوستان میں شرائط جمعہ صحیح طور پر پائی جاتی ہیں احتیاط الظہر کو فضول سمجھا ہے۔ اس میں علماء دیوبند اور انکے ہمخیال لوگ شامل ہیں

اہل حدیث (غیر مقلدین) جمعہ کے لئے کوئی شرط نہیں مانتے۔ انکے نزدیک چھوٹے سے چھوٹے گاؤں میں بھی نماز جمعہ درست ہے۔ انکے نزدیک جب نمازی مسجد میں آئے خواہ اذان یا خطبہ ہو رہا ہو تو اسکو دو رکعت نماز پڑھکر بیٹھنا چاہئے۔

شیعوں کے نزدیک امام یا اسکے نائب کی موجودگی اور جماعت اور وقت اور خطبہ مشروط ہے اور ایک شرط یہ بھی ہے کہ اگر جمعہ کی نماز ایک وقت میں ایک سے زیادہ مقامات پر پڑھی جائے تو ان میں کم از کم ایک فرسنگ فاصلہ ہونا لازم ہے۔ ورنہ نماز باطل ہو جائیگی (رسالہ علامہ مجلسی)

جنّ (ل) معنے جنّ کے پوشیدگی ہیں۔ اور جس لفظ میں یہ مادہ جیم و نون جمع ہوگا۔ اسمیں پوشیدگی و انتشار ملحوظ ہوگا۔ چنانچہ جنت کو اسلئے جنت کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔ اور جنوں کو اسلئے جنون کہتے ہیں کہ وہ عقل کو پوشیدہ کر لیتا ہے۔ اور جنین چونکہ ماں کے پیٹ میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ اسلئے یہ لفظ رحم کے بچے پر بولا گیا۔ اور جنان کا اطلاق اسلئے دل پر ہوتا ہے کہ وہ پوشیدہ اور اسکے خیالات مستتر ہوتے ہیں اور ڈھال کو اسلئے مجنّہ کہتے ہیں کہ وہ اپنی آڑ میں پوشیدہ کرتی ہے۔ اسی طرح لفظ جنّ اس مخلوق الٰہی پر بولا جاتا ہے جو کہ (بسبب لطافت مادہ کے) حس بصر سے پوشیدہ رہتی ہے قرآن مجید میں اس قسم کی مخلوق پر کئی جگہ یہ لفظ بولا گیا ہے قال تعالے وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ط کہ ہمنے جن کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا۔ اور اسی طرح اور کئی جگہ یہ لفظ آیا ہے۔ پس جنّ وہ مخلوق الٰہی ہے جسکا مادہ آگ یا ہوا ہو۔ اور چونکہ آگ ہوا سے بھی زیادہ لطیف ہے اسلئے وہ نظر نہیں آتی۔ اور جو چیزیں اس سے مرکب ہوتی ہیں وہ بھی محسوس نہیں ہوتیں۔ پھر نار کی لطافت اور کثافت کے لحاظ سے (جو بسبب کسی دوسرے جزو کی آمیزش کے ہوتی ہے)۔

جنوں کے چند اقسام ہیں جو خالص نار اور اُسکے صاف شعلہ سے مرکب ہیں۔ ان میں اور ملائکہ ارضیہ میں نہایت مناسبت ہے۔ بلکہ بعض کہتے ہیں کہ یہ بھی ایک قسم کے ملائکہ ہیں۔ اور قرآن میں جو شیطان کو ملائکہ میں شامل کرکے سجدہ کا حکم دیا اور پھر اسکو کَانَ مِنَ الْجِنِّ کہدیا اسلئے کہ وہ جنّ بھی تھا اور فرشتہ بھی تھا۔ کیونکہ ملائکہ ارضیہ اور جنّ قسم اعلیٰ ایک ہی چیز ہیں۔ پس اس لحاظ سے کبھی اسکو جنّ اور کبھی فرشتہ کہا۔ اور جنّ میں کہ مادہ بخاریہ یا دخانیہ غالب ہے وہ شر کیطرف اکثر مائل ہیں۔ اور انکے مادے اور صورت نوعیہ اور صورت نوعیہ کے موجب انسے آثار و افعال سرزد ہوتے ہیں۔ اسی نظر سے بعض محققین نے جنّ اور ملائکہ میں عموم اور خصوص من وجہ قرار دیا ہے۔ پس جنّ وہ چیز ہے

Marfat.com

جو اپنے مادہ متوسطہ (بین اللطافۃ الصرفۃ والکثافۃ المحضۃ) کی وجہ سے خیر و شر دونوں چیزوں کے سرزد ہونے کی لیاقت رکھے اور ملک یعنے فرشتہ وہ ہے کہ جو خیر کی ہی صلاحیت رکھے اور بدی اس سے سرزد نہ ہو۔ اور شیطان وہ ہے جو بسبب ظلمانیت مادہ کے شر ہی کی استعداد رکھے مگر ناریت سب میں غالب ہے۔ اسی لئے ابلیس نے کہا تھا خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ ۔ یعنے تونے مجھکو آگ سے اور آدم کو خاک سے بنایا۔

عرب میں جنات پر باعتبار اوصاف کے چند الفاظ بولے جاتے تھے۔ جو جن کہ آدمیوں کے ساتھ رہتے ہیں انکو عامر کہتے تھے جنکو ہماری زبان میں ہمزاد کہتے ہیں۔ اور جو لڑکے بالوں کو ستاتے ہیں انکو ارواح کہتے تھے کہ جس کو اہل ہند بھوت یا آسیب کہتے ہیں۔ اور جو خبیث اور سخت تکلیف دینے والے ہوتے ہیں انکو شیطان کہتے تھے۔ اور جو ان سے بھی زیادہ سرکش ہوتے تھے انکو مارد کہتے تھے اور جو اس سے بڑے قوی ہوتے ہیں انکو عفریت کہتے تھے۔ اور جو جنگل میں آواز دیتے اور کھینچتے ہیں انکو ہاتف کہتے ہیں۔ اور بعض جو مسافروں کو راہ بھولی بھلا دیتے ہیں انکو رجال الغیب کہتے ہیں۔ اور جو بیابانوں میں کبھی ایک لشکر اور مشعل وغیرہ سے چیزیں دکھائی دیتی ہیں تو انکو شہابہ کہتے ہیں۔ اور جو رات میں یا بعض اوقات دن میں اجاڑ جنگلوں میں کبھی چھوٹے چھوٹے لڑکوں کی صورت میں دکھلائی دیتے ہیں اور پھر دفعۃً کسی اور شکل میں ظاہر ہو جاتے ہیں انکو چھلاوا کہتے ہیں۔

الغرض ایسی مخلوقات الٰہی کی ہزارہا اقسام ہیں کہ جنسے مطلع ہونا اسی علیم خبیر کا کام ہے۔ لیکن اہل عقل جن کی حقیقت میں اکثر اسبات پر متفق ہیں جِسْمٌ نَارِیٌّ یَتَشَکَّلُ بِاَشْکَالٍ مُخْتَلِفَۃٍ اسی وجہ سے جنوں کا آدمیوں کے ساتھ باتیں کرنا اور کبھی عجائب و غرائب حرکات سے پیش آنا مشاہدہ میں آچکا ہے۔ زمانہ جاہلیت کے لوگ کہ جنکی زبان میں قرآن اترا ہے ایسی چیزوں کے قائل تھے۔ اور کبھی انکو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ اور کبھی انکی پرستش کرتے تھے۔ قرآن مجید میں بھی بہت جگہ انسانوں کے مقابلہ میں جنوں کا ذکر ہے سورہ جن تو ان کے ذکر سے بھری پڑی ہے۔ اور علاوہ اسکے اور بہت جگہ ذکر ہے۔

قوم جن کا ثبوت قرآن مجید کی آیات سے اس صفت کے ساتھ ہے۔ کہ وہ آگ سے پیدا ہوئے ہیں۔ آسمان میں اڑکر پہنچتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰھَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِیْدًا یعنی جن کہتے ہیں کہ ہمنے آسمان جا چھوا تو اسکو بڑے بڑے سخت پاسبانوں سے بھرا ہوا پایا یعنی ملائکہ سے اور کفار ان کے عجائب حرکات سے انکی عبادت کرتے تھے۔ کما قال تعالٰی۔ یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اور مشرکین جنات کی عبادت کیا کرتے تھے اور جن آسمانوں کے قریب جاکر فرشتوں کی باتیں سن آیا کرتے تھے۔ قال تعالٰی۔ وَاَنَّا کُنَّا نَقْعُدُ مِنْھَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ یَّسْتَمِعِ الْاٰنَ یَجِدْ لَہٗ شِھَابًا رَّصَدًا ۔ یعنی جن کہتے ہیں کہ ہم پہلے آسمانوں کے پاس خبر سننے کے مواضع میں جا بیٹھا کرتے تھے اور اب جو کوئی وہاں جاتا ہے تو اسکے لئے شعلہ آگ کا گھات لگائے ہوئے ہے۔ پس اب جو کوئی محض لغوی معنے جن پر خیال کرکے جن کی نوع کا انکار کرے اور کسی پہاڑی قوم جنگل باش کو جو لوگوں سے پوشیدہ رہتی ہوگی۔ نوع جن کا مصداق بناوے تو وہ ان آیات کا صریح منکر ہے۔ کیونکہ اگر ہم کوئی ایسی قوم بھی فرض کرلیویں جو لوگوں سے پوشیدہ رہتی تھی تو عرب کا اسکی عبادت کرنا۔ اور پھر اس قوم کا اڑکر آسمانوں تک جانا اور انکا برخلاف انسان کے مادہ آتشی سے پیدا ہونا اور قرآن میں اس قوم سے ہر جگہ انسانوں کے مقابلہ میں خطاب کرنا۔ اور انکے لئے کوئلہ اور ہڈی کا غذا ہو

Marfat.com

جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ انسان کی کسی قوم پر صادق
نہیں آسکتا۔ کما یشہد بہ العقل والنقل (مقدمہ۔ نف)

اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا جن دوزخ میں جائینگے
یا بہشت میں۔ اسپر توسب کا اتفاق ہے کہ جو کافر ہونگے
وہ دوزخ میں جائیں گے۔ اور جو ان سے مومن ہیں
انکے بارے میں امام صاحبؒ تو فرماتے ہیں کہ نہ تو دوزخ
میں جائیں گے اور نہ بہشت میں آئینگے بلکہ نیست ہو جائینگے
جیسے کہ دوسرے حیوانات مٹی ہو جائیں گے۔ اور بعض کہتے
ہیں کہ مومن جن بہشت میں جائیں گے۔ (ک)۔

قرآن سے ثابت ہے کہ جنوں کا ایک گروہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے قرآن عربی سنکر ایمان لایا تھا۔ اب
بھی بعض جن مسلمان اور بعض کافر ہیں۔ قرآن سے یہ بھی
ثابت ہے کہ جن بھی انسانوں کی طرح مکلف ہیں وما خلقت
الجن والانس الا لیعبدون ہ ہم نے جن وانس کو
عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔

جناب لفظی معنے اسکے ہیں درگاہ۔ گھر کا گرد اگرد۔
جیم کی پیش سے پڑھنا غلط ہے۔ کیونکہ اسکے
معنے ہیں در و پہلو (غ) آجکل کلمہ عزت ہو گیا ہے۔ چنانچہ کہا کرتے
ہیں جناب عالی۔

جنب (پہلو) جُنُب وہ شخص جس پر غسل واجب ہو۔
جار جُنُب۔ اس پڑوسی کو کہتے ہیں جو اجنبی
شخص پڑوس میں رہتا ہو۔ یعنی اپنی قوم سے نہ ہو۔ قرآن
میں والجار الجنب اسی معنے سے آیا ہے۔ (قاموس)۔

جنازہ جیم کی زبر اور زیر دونوں کے ساتھ جائز ہے۔
لغوی معنے صندوق مردہ (غ)

صاحب قاموس لکھتے ہیں کہ جنازہ جیم کی زیر کے ساتھ
میت کو کہتے ہیں اور جیم کی زبر سے اس چارپائی یا تختے
کو کہتے ہیں جس پر میت کو رکھ کے لیجاتے ہیں یا اسکے
برعکس یعنی جیم کی زبر سے۔ تو چارپائی وغیرہ۔ اور جیم
کی زبر سے میت (ق)۔ نماز جنازہ کیلئے دیکھو (جنازہ کی نماز)

حدیث میں آیا ہے کہ جب جنازہ تیار ہو کر رکھدیا جاوے
تو لوگ اسے اپنے مونڈھوں پر اٹھالیں (بخاری) ایک اور
حدیث میں ہے کہ جنازے کو قبر کی طرف لیجانے میں جلدی کرو
کیونکہ اگر وہ نیکو کار ہے تو قبر اسکے لئے ایک آرامگاہ ہے
جسمیں تم اسے جلد پہنچادیتے ہو۔ اور اگر ایسا نہیں ہے
تو وہ خود ایک مصیبت ہے جسکو تم اپنے سروں سے اتار
کر ٹالدیتے ہو۔ (صح)۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص جنازے کے
پیچھے چلا اور اسے تین دفعہ کندھا دے لیا تو اس نے حق میت
جو اس پر تھا ادا کر دیا۔ (تر)۔

جنازے کے ساتھ چلنے کا وقت درحقیقت بڑی عبرت
کا محل ہے اس محل پر سوار ہو کر چلنا خلاف عبرت ہے۔ اور اگر
کوئی شخص بمجبوری سوار ہی ہو کر چلے تو کم سے کم اتنا تو ضرور
چاہیئے کہ جنازے کے پیچھے پیچھے چلے۔ چنانچہ ایک حدیث
میں آیا ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ایک جنازے کی
مشائعت میں نکلے۔ آپؐ نے کچھ لوگوں کو سوار دیکھکر فرمایا
کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ خدا کے فرشتے تو پاپیادہ چلے جاتے
ہیں اور تم چارپایوں کی پیٹھ پر چڑھے جارہے ہو۔ (تر)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ سوار جنازے کے پیچھے چلیں اور پاپیادہ آگے
پیچھے اور داہنے بائیں جنازے کے پاس پاس۔ (ترجمہ)۔

فتاوے عالمگیری میں لکھتے ہیں مسنون امر یہ ہے
کہ جنازے کو چار شخص اٹھائیں ہاں اگر کسی وجہ سے چار
نہ اٹھا سکیں جیسے راستہ تنگ ہو یا اور کوئی وجہ ہو تو دو ہی
اٹھالیں۔ نیز مسنون ہے کہ جنازے کے ہر پائے کو اٹھا
دس دس قدم چلے لیکن اکمل سنت جسے ایک شخص ہی
بجالاسکتا ہے یہ ہے کہ پہلے جنازے کے اگلے داہنے پائے
کو داہنے مونڈھے پر رکھے اور دس قدم چلے پھر پچھلے داہنے
پائے کو داہنے کندھے پر رکھکر دس دس قدم چلے۔ دو وہ بیچے
بچے پاس سے ورلے بڑے کی میت کو ہاتھوں پر اٹھا یا جائے

Marfat.com

جنازہ لیجاتے وقت میت کے سر کو اگلی طرف کرنا چاہیئے جنازہ میں یا میت کے گھر میں رونا پیٹنا چیخنا اور گریبان پھاڑنا درست نہیں۔ ہاں بغیر آواز کے رونے کا ڈر نہیں۔ مگر صبر افضل ہے۔

جنازے کے ساتھ عورتوں کو نکلنا منع ہے۔ اگر جنازے کے ساتھ کوئی رونے والی ہو تو اُسے روکا جائے۔

جنازے کے ساتھ چلنے کے آداب

(۱) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جنازے کے پیچھے چلا اور اُسے تین دفعہ کندھا دے لیا اس نے جنازے کا حق جو اسپر تھا ادا کر دیا (ترمذی)۔

ثوبانؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے (کی مشایعت) میں نکلے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو سوار دیکھ کر فرمایا کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ خدا کے فرشتے تو پا پیادہ چلے جاتے ہیں اور تم چار پایوں کی پیٹھ پر چڑھے چلے جا رہے ہو (ترمذی)

(۲) جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بے زین کا گھوڑا لایا گیا تو آپ اس پر سوار ہوئے جبکہ ابن وحداح کے جنازے سے واپس تشریف لائے اور ہم (صحابی) آپ کے اردگرد چل رہے تھے (مس)۔

جنازہ کی نماز

جنازہ کی نماز فرض کفایہ ہے۔ یہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔

امام میت کے سینے کے برابر کھڑا ہوتا ہے مقتدی طاق صفوں میں اسکے پیچھے ہوتے ہیں۔ امامت کے واسطے سب سے بہتر بادشاہ پھر قاضی پھر محلے کا امام پھر ولی ہوتا ہے۔ ولی کی اجازت سے کسی دوسرے شخص کی امامت بھی درست ہے۔ نماز جنازہ چار تکبیروں سے پڑھی جاتی ہے پہلی تکبیر کہکر ثنا پڑھیں۔ دوسری تکبیر کے بعد درود شریف تیسری تکبیر کے بعد دعا اور چوتھی کے بعد دونوں طرف سلام پھیریں۔

مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے۔ جو بچہ پیدا ہوتے وقت زندہ معلوم ہوا اور پھر مر جائے اسپر غسل کے بعد نماز جنازہ پڑھیں۔ جو شخص خودکشی کرے اسکا جنازہ جائز نہیں غائب مردے کی نماز جنازہ امام شافعی کے نزدیک جائز ہے حنفی مذہب میں جائز نہیں۔ بڑی میت کے لئے یہ دعا پڑھی جاتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ۔

لڑکے کی میت کے لیے دعا۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا۔

لڑکی کی میت کے لئے دعا۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْھَا لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْھَا لَنَا شَافِعَۃً وَّمُشَفَّعَۃً۔ ترجمہ آخری دونوں دعاؤں کا برابر ہی ہے۔ یعنے الٰہی اس بچہ کو بنا ہمارے لئے منزل میں آگے پہنچکر اسباب تیار کرنیوالا۔ اور بنا اسکو ہمارے لئے اجر اور آخرت کا توشہ اور کر اسے ہمارے لئے سفارش کرنیوالا اور سفارش قبول کیا گیا۔ (کذا فی کتب الفقہ الحنفی)

اہل سنت والجماعت کے نزدیک نماز جنازہ بمشتمل میت پڑھی جاتی ہے جسکے ایمان و اسلام کے لوگ شاہد ہوں۔ اور اسکے لئے نماز جنازہ میں بہر صورت مغفرت کی دعا کیجاتی ہے۔ مگر شیعوں کے نزدیک منافق اور خارجی پر بھی نماز جنازہ پڑھنی چاہئے۔ اور اس کے حق میں یہ دعا عربی زبان میں کیجائے۔ الٰہی اس شخص سے شر کے سوا اور کچھ ہم کو معلوم نہیں۔ یہ تیرے دشمنوں کا

ؔ؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانیوالے کو جنازے کے ساتھ نہیں بلکہ واپس آنیوالوں کو سوار ہو کر آنا درست ہے۔ ۱۲

Marfat.com

خیر خواہ اور تیرے دشمنوں کا بد خواہ تھا۔ تیرے نبی کے اہلبیت سے بغض رکھتا تھا۔ پس اسکی قبر کو آگ سے پر کردے اور سانپوں اور بچھوں سے بھر دے۔ وغیرہ وغیرہ (دیکھو رسالہ فقہ علامہ مجلسی مطبوعہ نولکشور)۔

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک جیسے ہر نیک و بد مسلمان اہل قبلہ کے پیچھے نماز پڑھ لینا جائز ہے۔ اسیطرح ہر نیک و بد کلمہ گو مسلمان میت پر بھی نماز جنازہ پڑھا جانا چاہئے۔ حدیث میں ہے۔ صَلُّوا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ وَّعَلٰى كُلِّ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ۔ یعنی ہر ایک نیک و بد مسلمان کے پیچھے اور ہر نیک و بد مسلمان پر نماز پڑھ لو)

جنت (ل) باغ۔ اہل اسلام کا اعتقاد ہے کہ جنت ایک نعمت والا گھر ہے جس میں ہر قسم کی جی چاہتی چیزیں جن سے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے موجود ہیں اور اس میں وہ نعمتیں موجود ہیں جن کو نہ کسی بشر کی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسیکے کان نے سنا اور نہ کسیکے دل پر انکا خیال گذرا۔ اور تمام جنت کی نعمتوں سے بڑی نعمت دیدار الٰہی ہے۔

صاحب تفریح لکھتے ہیں کہ خالق کریم نے بہشت کو ساتویں آسمان پر پیدا کیا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ اسکے سات درجے ہیں۔ دار الجلال۔ دار السلام۔ دار الخلد۔ جنت عدن۔ جنت الماوے۔ جنت النعیم۔ جنت الفردوس (کذا ذکرہ السیوطی فی بدور السافرہ)۔

لیکن بعض اہل تحقیق نے بہشت کے آٹھ طبقات اسطرح لکھے ہیں۔ عدن۔ جنت الماوے۔ فردوس۔ نعیم۔ دار القرار۔ دار الخلد۔ دار السلام۔ دار الجلال۔ اور یہ بھی محققین فرماتے ہیں کہ سات آدمیوں کی قیامگاہ کے لئے ہیں اور آٹھواں دیدار حق کے لئے۔ لیکن اسکے نام میں اختلاف ہے حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اسکا نام علیین ہے اور بعض کے نزدیک مقعد صدق صاحب کشاف نے اس ترتیب سے جنت کے نام بیان کئے ہیں۔ اول دار الخلد۔ دوم دار المقام۔ سوم دار السلام۔ چہارم جنت عدن۔ پنجم دار القرار۔ ششم جنت نعیم۔ ہفتم جنت الماوٰی۔ ہشتم جنت فردوس۔

سورۃ ذاریات کی تفسیر میں صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ عدن کو زمرد سبز سے بنایا ہے۔ اس میں سخی و عادل و غازی و زاہد اور آئمہ مساجد رہیں گے۔ اور جنت الماوٰی کو نور سے طیار کیا ہے۔ شہید حقیقی اور خیرات کرنیوالے اور غصہ کھانیوالے اور تقصیروں کے معاف کرنیوالے اس میں رہینگے۔ اور فردوس کو جلال کبریائی کے نور سے بنایا ہے اس میں انبیاء علیہم السلام رہیں گے۔ اور اسکے درمیان ایک غرفہ نور رضا کا بنایا ہے۔ اسے مقام محمود کہتے ہیں سرور انبیاء علیہم السلام اس میں تشریف رکھیں گے اور نعیم کو زبرجد سبز سے بنایا ہے اس میں شہید حکمی اور مؤذن رہیں گے۔ اور دار القرار کو مروارید روشن سے بنایا ہے اس میں عام مومنین رہینگے۔ اور اسلام کو یاقوت سرخ سے بنایا ہے۔ اس میں فقیر صابر اس امت کے رہینگے۔ اور دار الجلال زر سرخ کا ہے اسکو دار المقام بھی کہتے ہیں۔ اس میں اس امت کے اغنیاء شاکر رہینگے۔ اور کیفیت طبقات بہشت کی یہ ہے کہ ایک دوسرے کے درمیان حائل نہیں ہیں۔ بلکہ جملہ طبقات گویا ایک ہی باغ ہے۔ اور عرش مجید انکی چھت ہے۔ اور احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت الماوٰی سب کے نیچے ہے اور جنت عدن وسط میں ہے۔ اور جنت فردوس میانہ و بالا اور اعلیٰ وہ ہے جسکا نام وسیلہ ہے۔ اور اس میں رہنے والا وزیر کا حکم رکھتا ہے یعنی فیض شاہی بغیر اسکی طفیل کے کسیکو نہیں پہنچتا۔ اور یہ مقام ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مخصوص ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت کے سو درجے ہیں اور ہر درجے کی مسافت بقدر مسافت ارض و سما ہے۔ اور اعلیٰ درجہ فردوس ہے۔

Marfat.com

اور اسی پرورش ہے۔ اور وہ بہشت میں دربان کی جگہ ہے اور اسی سے چار نہریں جاری ہیں سو جب تم اللہ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔ اسلئے کہ یہ اعلٰے درجہ بہشت کا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ بنائے جنت سیم و زر سے ہے اور روشنی اس میں یاقوت و زمرد کی ہے۔ اور چشمے اسکے نہایت مصفٰے اور اس میں بجائے سنگریزوں کے جواہرات بھرے ہیں۔ اور اس باغ میں درخت بے خار و بے خزاں با پوست و برگ طلائی و نقرئی قائم ہیں اور چار نہریں نہایت صاف جاری ہیں کہ ایک میں پانی سرد و شیریں۔ دوسری میں دودھ تیسری میں شہد خالص۔ چوتھی میں شراب خوش رنگ خوشبو دار بہہ رہا ہے۔ ان انہار اربعہ مذکورہ کے سوا اور بھی چار چشمے ہیں۔ چنانچہ ان سے ایک کافوری چشمہ ہے کہ تاثیر اسکی سرد ہے۔ اور ایک چشمہ زنجبیل ہے جسکو سلسبیل بھی بولتے ہیں۔ خاصیت اسکی گرم ہے۔ اور چشمہ تسنیم کہ بکمال لطافت ہوا میں جاری ہے تسنیم لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جو شربت میں خوشبو کے لئے ڈالی جاتی ہے جسطرح گلاب و کیوڑہ و بید مشک وغیرہ۔ سو یہ چشمہ ہے کہ مقربین و سابقین کو اس سے پلائینگے۔ آیات قرآنیہ سے واضح ہے کہ بہشت میں اونچے اونچے تخت بچھے ہیں اور آبخورے رکھے اور تکیے برابر برابر بچھے اور مخمل کے تکیے ادھر ادھر پھیلائے ہوئے ہیں جیسا کہ سورہ واقعہ میں آیا ہے۔ غرضکہ اوصاف بہشت سے تمام کلام اللہ گویا بھرا ہوا ہے۔ اور احادیث میں بھی جابجا مذکور ہے (ثنا)۔

جنگ احزاب احزاب کے لفظی معنے ہیں گروہ چونکہ اس لڑائی میں مدینے کے آس پاس کے مشرک اور یہودی اور دیہاتی سب ملکر مدینے پر چڑھ آئے تھے اسی سے یہ لڑائی جنگ احزاب کہلائی۔ اس لڑائی میں مسلمانوں نے اپنی حفاظت کے لئے مدینے کے گرد اگرد خندق کھودلی تھی۔ اسی وجہ سے اسکو جنگ خندق بھی کہتے ہیں۔

ہجرت کے بعد خاص مدینے میں مسلمانوں کی عملداری ہوگئی تھی۔ لیکن قبیلہ بنی نضیر کے یہودی بھی مدینے میں بستے تھے اور وہ مسلمانوں کو چین سے نہیں رہنے دیتے تھے۔ آخر بتقاضائے مصلحت انتظامی پیغمبر صاحب نے ان یہودیوں کو مدینے سے نکلوا دیا۔ انہوں نے اطراف مدینہ میں فساد کی آگ لگادی۔ اور بارہ ہزار آدمیوں نے مدینے کو آگھیرا۔ اور یہاں اس وقت مسلمان صرف تین ہزار تھے ان میں بھی اکثر بے سامان اور بعض دودلے یعنے منافق۔ ایک مہینے کے قریب دشمن مدینے کو گھیرے پڑے رہے اور دور دور سے کچھ لڑائی بھی ہوتی رہی۔ آخر خدا کی قدرت سے ایک آندھی چلی۔ اور جو لوگ مدینے کا محاصرہ کئے پڑے تھے۔ ان میں کھلبلی سی مچگئی ڈیروں کی طنابیں اکھڑ گئیں۔ گھوڑوں کی اگاڑیاں پچھاڑیاں ٹوٹ گئیں۔ آخر یہ لوگ محاصرہ اٹھا اپنا سا منہ لیکر چلدیئے۔ یہ واقعہ ہجرت کے چوتھے برس کا ہے۔ مدینے کے باہر یہودیوں کا ایک اور قبیلہ بستا تھا۔ بنی قریظہ۔ اور باوجودیکہ ان سے صلح تھی مگر وہ لوگ بھی اس گنوار دل میں آملے۔ محاصرے کا اٹھنا تھا کہ مسلمانوں نے بنی قریظہ کو جا گھیرا۔ کوئی تین ہفتہ تک گھیرے رہے آخر گھبرا کر پیغام دیا کہ سعد بن معاذ ہمارے حق میں جو تجویز کریں ہم کو منظور ہے۔ چنانچہ سعد بن معاذ نے یہ فیصلہ کیا کہ لڑنے والے قتل کردئے جائیں اور باقی قید۔ اسکے دو برس بعد علاقہ خیبر پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ وہاں ایک لڑائی ہوئی۔ مگر یہود تاب مقابلہ نہ لاکر خواہان امن ہوئے اور صلح ہوگئی۔ زمین مسلمانوں کی ملکیت قرار پائی۔ مگر یہود بدستور گھروں میں آباد اور زمین کی کاشتکاری کرتے رہے۔ لیکن یہ لوگ نہ کبھی آپ چین سے بیٹھے اور نہ دوسروں کو چین سے بیٹھنے دیا۔ آخر حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں بنی قریظہ کو نکال باہر کیا۔ اور وہ لوگ ملک شام میں آباد ہوگئے (کتب تواریخ)۔

Marfat.com

جنگ خندق دیکھو (جنگ احزاب)۔

جندب جندب بن عبداللہ بجلی صحابی ہوئے ہیں جنھوں نے سنہ ۶۰ھ میں وفات پائی (کن)

جندب بن جنادہ ابوذر جندب بن جنادہ جلیل القدر صحابی ہوئے ہیں جنہوں نے سنہ ۳۲ھ میں وفات پائی (کن)۔

جُنْد لشکر کو کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے اِنَّ لِلّٰهِ جُنُوْدًا مِنْهَا الْعَسَلُ یعنی خدا کے کئی لشکر ہیں جن میں سے شہد کی مکھیوں کا بھی ایک لشکر ہے۔ نیز حدیث میں ہے کہ ٹڈی کے پروں پر ثبت ہے نَحْنُ جُنْدٌ مِّنْ جُنُوْدِ اللّٰهِ۔ ہم بھی خدا کے لشکروں سے ایک لشکر ہیں۔

جنون بیوقوفی۔ دیکھو (مجنون)۔

جُنید ابوالقاسم بن جُنید۔ آپ کے آباؤ اجداد نہاوند کے رہنے والے تھے آپ عراق میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانہ کے شیخ تھے۔ ابوثور سے فقہ پڑھی۔ بقول بعض آپ سفیان ثوری رح کے مذہب پر تھے۔ سنہ ۲۹۷ھ میں فوت ہوئے (کن)۔

جوامع الکلم چند احادیث ہیں کہ ان سے ہر ایک باوجود اختصار الفاظ و عبارت مطالب کثیرہ پر مشتمل ہے۔ (نخ)

صاحب منتہی الارب لکھتے ہیں کہ جوامع الکلم قرآن مجید کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے اُوْتِیْتُ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ یعنی میں جوامع الکلم (یعنی قرآن) دیا گیا ہوں۔ آنحضرت صلعم کی صفت میں بھی جوامع الکلم آیا ہے کہ کَانَ یَتَکَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ یعنی آپ ایسے کلام کرتے تھے جو کثیر المعانی اور قلیل الالفاظ ہوتی تھی۔

جواہر جواہرات چونکہ مثلی چیز نہیں ہیں اس لئے غیر معین جواہر پر خرید و فروخت صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ انکی قیمت مختلف ہوتی ہے۔ قاضی جواہرات کو تقسیم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ قیمت کے لحاظ سے ان میں مساوات قائم نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر سب حصہ دار راضی ہو جائیں تو تقسیم ہو سکتی ہے۔

جوتی پہننے کے آداب (۱) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ایسے چمڑے کی جوتیاں پہنا کرتے تھے جس کے بال اُڑا دیئے جاتے تھے۔ (نخ)۔

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک جہاد میں جاتے وقت فرماتے سنا کہ (لوگو!) بہت سی جوتیاں جمع کر کے ساتھ لے لو۔ کیونکہ آدمی جبتک جوتیاں پہنے رہتا سوار کے حکم میں ہوتا ہے (کہ جلد چلتا اور پاؤں آفات سے سلامتی میں رہتے ہیں) (مس)

(۳) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں کا کوئی (آدمی) جوتی پہننے لگے تو پہلے دائیں پاؤں میں پہنے[۱] اور اُتارنے لگے تو پہلے بائیں پاؤں سے اُتارے۔ تاکہ جوتی پہنتے وقت داہنا پاؤں دونوں میں اول اور اُتارتے وقت بایاں پاؤں دونوں میں آخر رہے (صح)

(۴) ابوہریرہ رض کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کا کوئی آدمی ایک جوتی پہنکر نہ چلے۔ چاہیئے کہ دونوں جوتیاں اُتار ڈالے اور ننگے پاؤں چلے۔ یا دونوں جوتیاں پہنکر چلے (صح)۔

---

[۱] اس معاملہ میں کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز میں کسیطرح کی شان فضیلت ہو اُسے دائیں سے شروع کرنا مستحب ہے اور جو چیز ایسی نہ ہو اُسے بائیں سے شروع کرنا چونکہ جوتی کا پہننا دخول مسجد اور دیگر اعمال خیر کی تمہید ہے بخلاف اتارنے کے اس لئے پہنتے وقت ابتداء بہ یمین اور اتارتے وقت ابتداء بہ شمال مستحب ٹھہری ۱۲۔

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے کھڑے[1] جوتی پہننے سے منع فرمایا۔ (تر۔ابو۔ابن)۔

(۵) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آدمی کہیں بیٹھنا چاہے تو جوتیوں کو اُتار کر اپنے پہلو میں رکھ لینا مسنون طریقہ ہے۔ (ابوداؤد)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کھانا آگے رکھا جائے (اور تم کھانا چاہو) تو جوتیاں اُتار ڈالو کیونکہ اس سے پاؤں کو بہت راحت پہنچتی ہے۔ اور علاوہ بریں کھانے کا ادب بھی ہے۔ (مش)۔

جود (۱) بخشش۔ سخاوت۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کل کے لئے کوئی چیز نہیں رکھتے تھے (تر)۔

(۲) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز مانگی گئی ہو۔ اور آپ نے (سیدتے سائنے) فرمایا ہو (میں) نہیں (دیتا)۔ (صح)

(۳) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ حسین زیادہ سخی اور زیادہ بہادر تھے (نخ)۔

(۴) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے استدعا کی بکریاں مانگیں کہ دو پہاڑوں کے بیچ میں جو جنگل ہے اسے اُنہوں نے بھر دیا۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ سب بکریاں اُسے دے ڈالیں۔ یہ شخص اپنی قوم میں آکر لگا کہنے کہ اے قوم اسلام لے آؤ۔ خدا کی قسم محمدؐ وہ بخشش بخشتا ہے کہ فقر سے خوف نہیں کرتا (نخ)۔

جودی ایک پہاڑ کا نام ہے جس پر نوح علیہ السلام کی کشتی ٹھیری تھی۔ صاحب مجمع البحار لکھتے ہیں کہ دجلہ اور فرات دو دریاؤں کے بیچ میں ایک جزیرہ ہے جس میں یہ جودی پہاڑ واقع ہے (مجمع البحار)۔

توریت میں مذکور ہے کہ کشتی ارارات کے پہاڑ جودی پر اٹک گئی تھی۔ اور پادری مسٹر ہیتھر اپنی کتاب لغات بائبل میں لکھتے ہیں کہ "ارارات ملک آرمینیہ کا ایک صوبہ ہے لیکن ملک کے کونسے پہاڑ پر نوح کی کشتی ٹھیری۔ یہ معلوم نہیں سکندر کے زمانہ میں بروسس نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جبال جودی جو کردستان کے پہاڑوں میں اور آرمینیہ کے دکھن کی طرف ہے۔ وہی پہاڑ ہے اور اس وقت لوگ سمجھتے تھے کہ کشتی کے ٹکڑے چوٹی پر اب تک موجود ہیں ایک خانقاہ بھی اس جگہ تعمیر ہوئی جو کشتی کی خانقاہ کے نام سے نامزد تھی۔ یہ خانقاہ ۷۷۶ء میں بجلی سے نیست و نابود ہوئی"۔

قرآن مجید میں اسکا یوں ذکر ہے۔ وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ تا وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ اور حکم دیا گیا کہ اے زمین اپنا پانی جذب کر لے۔ اور اے آسمان تھم جا۔ اور پانی کا چڑھاؤ اُتر گیا اور قوم کا کام تمام کر دیا گیا۔ اور کشتی جودی پہاڑ پر جا کر ٹھیری اور (چاردانگ عالم میں) پکار دیا گیا کہ ظالم لوگ خدا کے ہاں سے دھتکارے گئے۔

جوز اخروٹ۔ جوز عاقل (دھتورہ) جوزا آسمان میں ایک برج کا نام ہے۔

جوینی اس نام کے دو شخص گذرے ہیں۔ ایک امام الحرمین ابوالمعالی جو امام غزالی کے اُستاذ تھے۔ شافعی اور اشعری تھے۔ ۴۷۸ھ میں فوت ہوئے۔

---

[1] یہ اس صورت میں ہے کہ جوتی بہت تنگ ہو اور کھڑے کھڑے پہننے میں مشقت و تکلیف ہوتی ہو۔ یا جوتی ہی اس قسم کی ہو کہ پہننے اور تسمے باندھنے کے لئے ہاتھ کی اعانت کی احتیاج پڑتی ہو۔ ورنہ جوتی کھڑے ہو کر پہننا مطلق منع نہیں ہے ۱۲۔

Marfat.com

دوسرے ابو یوسف بن اسمٰعیل بغدادی جو ابن الکتبی کے لقب سے مشہور تھے۔ علم طب میں کتاب "ما لا یسع الطبیب جہلہ" ان کی زبردست تصنیف ہے۔ (کن)۔

جہاد جہاد کے لغوی معنے ہیں مشقت۔ شرع میں جہاد سے مراد ہے کفار کے ساتھ جنگ کرنے میں جسمانی طاقت کو خرچ کرنا یا مالی امداد دینا۔ یا جمعیت فراہم کرنا۔ یا کسی قسم کی اور امداد دینا۔

کافروں کے ساتھ جہاد کرنا فرض کفایہ ہے بشرطیکہ نفیر عام نہ ہو۔ اور اگر نفیر عام ہو۔ یعنے کفار ایک اسلامی شہر پر حملہ آور ہوں تو اس حالت میں جہاد کرنا فرض عین ہو جاتا ہے۔ خواہ نفیر کرنیوالا عادل ہو یا فاسق ہو۔ پس اس شہر والوں میں سے سب پر نفیر واجب ہے۔ اگر اس شہر کے لوگ ناکافی ہوں یا سستی کریں اور گنہگار ہوں تو قرب و جوار کے لوگوں پر بھی نفیر واجب ہو جاتا ہے۔ اور جہاد دریا کا افضل ہے جنگل کے جہاد سے (منظ)۔

جہاد کا حکم اس وقت نازل ہوا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لیگئے تھے کیونکہ اس وقت کفار قریش نے جنگی یورشوں کے ساتھ مسلمانوں کو ستانا شروع کیا تھا۔ نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کے مقابلہ اور انکی شر کے دفعیہ کے لئے کافی جمعیت اور سامان عطا فرمایا تھا۔ اس لئے جہاد کی تمام آیات مدنی یعنے مدینہ میں نازل شدہ ہیں (کذا فی کتب التواریخ) شعائر اسلام کو قائم و دائم رکھنے کے لئے شریعت نے جہاد کا حکم دیا ہے۔ یعنے جس طرح ہر گورنمنٹ اپنے قوانین و احکام کو اپنی سطوت و جبروت سے نافذ کرتی ہے۔ خواہ جبر ماننے یا نہ مانے مگر حکومت اسکو بزور زبردستی سے تنفیذ کرتی ہے۔ اور کیوں نہ کرے۔ اگر حکومت ایسا نہ کرے تو ظلم ہوگا۔ پس اس تنفیذ کو جاہل اور کم اندیش کے سوا کوئی شخص گورنمنٹ کا ظلم نہیں کہہ سکتا۔ اسی طرح خدا کو منظور ہوا کہ سب سے پہلے رسول کو بھیجے۔ اور علاوہ ضمنا معجزات و آیات بینات اور براہین و عظ کے اسکو دنیا میں اپنا نائب بنائے۔ اور اپنے احکام کی جنسے خود بندوں کی بہبودی مقصود ہے اس رسول کی معرفت تعمیل کرائے اور بہتر اسکا یہ ہے کہ نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود تمام عالم کے لئے خدا کی رحمت ہے۔ پس مقتضائے رحمت یہ ہوا کہ اہل عالم سے جسمانی و روحانی مضرت دفع کی جائے۔ اور چونکہ آخری زمانہ میں قوت بہیمیہ اور شیطان کا غلبہ زیادہ ہوگیا ہے۔ اسلئے یہ مضرت تیغ و سنان کے استعمال کے بغیر دفع نہ ہوسکتی تھی۔ پس جس طرح ماں باپ کا بچے کو گوشمالی سے ادب سکھانا اور طبیب کا بیمار کو تلخ دوا پلانا اور کبھی نشتر سے زخمی کرنا عین شفقت ہے۔ اسی طرح اہل عالم سے اس مضرت دفع کرنیکے لئے تیغ و سنان کا استعمال عین رحمت ہوا۔ تاکہ خدائی احکام کو جاری کرکے لوگوں کو گناہ سے بچایا جائے لوگوں کو خدا کے ساتھ شرک کی سی گستاخیاں کرنے سے باز رکھا جائے۔ ظالم کے ظلم کو روکا جائے فحش کا انسداد کیا جائے۔ اسکا نام جہاد ہے۔ خداوند تعالےٰ نے جو زبور میں جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا کردیا۔ کہ جزیرہ عرب میں ایک شخص یتیم و بیکس کو کہ جسکے پاس نہ فوج نہ ملک نہ مال و زر تھا پیدا کیا۔ اور روم و ایران وغیرہ اسوقت کی بڑی بڑی سلطنتوں کو اسکے پیروؤں کے ہاتھ میں دیدیا اور اس نے اور پھر اسکے جانشینوں نے اس حکم کی نہایت عمدہ طور سے تعمیل کی۔ یہ بھی جہاد کی عملی مثال۔ قرآن میں کئی جگہ اسکا ذکر اور اسکے احکام درج ہیں۔ کہیں حکم ہے وَجَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ اور کہیں ارشاد ہے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ مگر باوجود اسکے اسلام کے قبول کرنے پر کسیکو مجبور نہیں کیا۔ اور فرمایا لَا اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ یعنی دین میں زبردستی نہیں اب راستی اور بے راہی (الگ الگ) ظاہر ہوگئی۔ نیز فرمایا فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ یعنے انکو نصیحت کرو تم تو صرف نصیحت کرنے والے ہو لنگے

Marfat.com

ذمہ وار محافظ نہیں ہو۔ اور یہ جہاد بھی حضرت موسیٰ اور انبیا بنی اسرائیل میں جاری تھا۔ چنانچہ کتاب یشوع وغیرہ میں بھی انبیاء کا جہاد مذکور ہے اور بزور احکام پر چلنے کی بھی توریت میں صراحت ہے۔ چنانچہ سفر خروج ۲۲ باب میں یہ حکم ہے" تو جادوگرنی کو جینے مت دے۔ جو کوئی چارپایہ سے مباشرت کرے مار ڈالا جائے۔ جو فقط خداوند کے سوا کسی معبود کے لیے قربانی کرے وہ عذاب سے مار ڈالا جائے"۔

بعض نا انصاف پادریوں نے جہاد کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا ہے۔ ان کو چاہئے کہ پہلے توریت اور موسےٰ پر طعن کریں (دیباچہ لف)۔

قرآن مجید کے جن مقامات میں جہاد کا حکم آیا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں۔ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ تا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (س۔ توبہ۔ع ۱) پھر جب (امن و) ادب کے مہینے نکل جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ اور ان کو گرفتار کرو اور انکا محاصرہ کرو۔ اور ہر گھات کی جگہ انکی تاک میں بیٹھو پھر اگر وہ لوگ توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ (یعنے انسے کسی طرح تعرض نہ کرو) کیونکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ تا وَهُمْ صٰغِرُوْنَ (س۔ توبہ۔ع ۴) اہل کتاب جو نہ خدا کو مانتے ہیں (جیسا کہ ماننے کا حق ہے) اور نہ روز آخرت کو اور نہ اللہ اور اسکے رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں اور نہ دین حق کو تسلیم کرتے ہیں (مشرکوں کے علاوہ) ان (لوگوں) سے (بھی) لڑو یہانتک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تا اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا (س۔ نسا۔ع ۹) جو ایمان رکھتے ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ اور جو (دین اسلام سے) منکر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو مسلمانو! تم شیطان کے طرفداروں سے لڑو (اور انکی کثرت کی کچھ پروا نہ کرو کیونکہ) شیطان کی (جتنی) تدبیریں (ہیں سب) بودی ہیں۔

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ تا وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا (س۔ نسا۔ع ۱۱) (اے پیغمبر!) تم اللہ کی راہ میں (دشمنوں سے) لڑو تم پر اپنی ذات خاص کے سوا کسی کی ذمہ داری نہیں۔ اور (وہاں) مسلمانوں کو (بھی لڑائی کے لئے) ابھارو۔ عجب نہیں کہ اللہ کافروں کے زور کو روک دے اور اللہ کا زور (سب سے زیادہ قوی اور اسکی سزا (سب سے) زیادہ سخت ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ تا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (س۔ بقرۃ۔ع ۲۶-۲۷) (مسلمانو! تم پر جہاد فرض کیا گیا اور وہ تمکو ناگوار بھی گذریگا اور عجب نہیں کہ ایک چیز تمکو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور عجب نہیں کہ ایک چیز تمکو بھلی لگے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے (اے پیغمبر مسلمان تمسے) ادب والے مہینوں کی نسبت یعنے ان میں لڑائی کرنے کی نسبت دریافت کرتے ہیں (کہ کیا حکم ہے) تو (ان کو سمجھا دو کہ ادب والے مہینوں میں لڑنا بڑا گناہ، مگر اللہ کی راہ سے روکنا اور خدا کو (جیسا اسکے ماننے کا حق ہے) نہ ماننا اور ادب والی مسجد یعنے خانہ کعبہ) میں نہ جانے دینا اور (ان لوگوں کو جو) اس (مسجد میں رہنے اور اس میں عبادت کرنیکے اہل ہیں (یعنے مسلمانوں) کو اس میں سے نکال دینا (کہ خانہ خدا میں خدا کی عبادت نہ کرسکیں) اللہ کے نزدیک (اس سے بھی) بڑھکر ہے اور فساد کا برپا رہنا (کشت و) خون سے (بھی) بڑھکر اور (یہ کفار) سدا تم (مسلمانوں) سے لڑتے ہی رہینگے یہاں تک کہ انکا بس چلے تو تمکو تمہارے دین (اسلام) سے برگشتہ کردیں اور جو تم میں اپنے دین سے برگشتہ ہوگا اور کفر ہی کی حالت میں مرجائیگا۔ تو ایسے لوگوں کا کیا کرایا (کیا) دنیا اور (کیا)

Marfat.com

آخرت (دونوں) میں اکارت ہو گئے اور یہی دوزخی ہیں (اور) وہ ہمیشہ
(ہمیشہ ہی) دوزخ میں رہیں گے۔ جو لوگ ایمان لائے اور
انہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور جہاد بھی کئے۔
یہی ہیں جو خدا کی رحمت کی آس لگائے (بیٹھے) ہیں اور اللہ
بخشنے والا مہربان ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تا اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ

(س۔ بقرہ۔ ع ۲۴) اور (مسلمانو!) جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی
اللہ کے رستے (یعنی دین کی حمایت) میں ان سے لڑو اور
زیادتی نہ کرنا اللہ اسی طرح زیادتی کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا
اور (جو لوگ تم سے لڑتے ہیں) انکو جہاں پاؤ قتل کر دو اور جہاں
سے انہوں نے تمکو نکالا ہے (یعنی مکے سے) تم بھی ان کو
(وہاں سے) نکال باہر کرو۔ اور فساد (کا برپا رہنا) خونریزی
سے بھی بڑھکر ہے۔ اور جبتک کافر ادب (اور حرمت والی
مسجد (یعنی خانہ کعبہ) کے پاس تم سے نہ لڑیں تم بھی اس جگہ
ان سے نہ لڑو۔ لیکن اگر وہ لوگ تم سے لڑیں تو تم بھی انکو (بے تامل)
قتل کر دو۔ ایسے کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر باز آئیں تو
بلاشبہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور وہاں تک ان سے
لڑو کہ (ملک میں) فساد باقی نہ رہے اور (ایک) خدا کا حکم
چلے پھر اگر (فساد سے) باز آجائیں تو (ان پر) کسی طرح کی
زیادتی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ) زیادتی (تو) ظالموں کے
سوا کسی پر (جائز ہی) نہیں۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ تا فَاِنَّ اللّٰهَ
بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (پ۔ انفال۔ ع ۵) اور (مسلمانو!)
کافروں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فساد (نام و نشان کو باقی)
نہ رہے اور دین سارا خدا ہی کا ہو جائے اور اگر (یہ لوگ فساد سے)
باز آجائیں تو جو کچھ یہ لوگ کرتے ہیں اللہ اسکو دیکھ رہا ہے
(تو انکے مطابق انکو جزا دیگا)

احادیث جہاد کی فضیلت میں بکثرت آئی ہیں۔
سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ رباط یوم فی
سبیل اللہ خیر من الدنیا وما علیہا یعنی اللہ کی راہ
(جہاد) میں ایک دن بھر چوکیداری کرنا دنیا اور ما علیہا سے
افضل ہے۔

زید بن خالد سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے غازی کے لئے اللہ
کی راہ میں جہاد کرنیکا سامان بنا دیا وہ گویا خود شریک جہاد
ہوا۔ اور جس نے غازی کے پیچھے اسکے اہل وعیال کی
خبر گیری رکھی وہ بھی گویا شریک جہاد ہوا۔ اور فرمایا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ خدا کی راہ میں مارا جانا قرض کے
سوا باقی سب گناہوں کو بہا دیتا ہے (مش)

احادیث میں تاکید آئی ہے کہ مسلمانوں کو سامان
جہاد مہیا رکھنا چاہئے۔ چنانچہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے کہ عنقریب تمکو روم پر فتح دیجائے گی اور اللہ
تمکو روم کے شر سے بچائیگا پس تم میں سے کوئی نشانہ
بازی کی مشق میں سستی نہ کرے۔ اور فرمایا کہ برکت گھوڑوں
کی پیشانیوں میں ہے۔ (مش)

جہاد سے پہلے واجب ہے کہ کفار کو خط یا قاصد
بھیجکر اسلام کی دعوت دیجائے۔ اگر اسلام منظور نہ کریں
تو جزیہ طلب کیا جائے۔ اگر جزیہ سے بھی منکر ہوں تو پھر
جہاد کا موقع ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی
اسی طرح قیصر روم کسرے ایران۔ نجاشی حاکم حبشہ اور
مقوقس حاکم مصر کے نام نامے بھیجے تھے۔ جن میں ان کو
اسلام لانے کی ترغیب دی تھی۔ ان میں سے صرف نجاشی
مسلمان ہوا تھا۔ قیصر نے عذر کیا کہ مسلمان ہونے
سے میری حکومت چھن جائے گی۔ کسرے ایران خط کو
دیکھکر غضبناک ہو گیا۔ اور اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے خط کو پارہ پارہ کرکے پھینک دیا۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہ واقعہ سنکر فرمایا۔ خدا اسکی حکومت کو بھی
اسیطرح پارہ پارہ کریگا۔ چنانچہ تھوڑی ہی مدت میں
یہ پیشینگوئی پوری ہو گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

Marfat.com

عہد میں اسکی حکومت پارہ پارہ ہو (کذا فی کتاب السیر)
کافروں کے ساتھ جہاد کرنا واجب ہے اگرچہ وہ پیشدستی
نہ کریں۔ نابالغ پر جہاد واجب نہیں نہ عورت پر نہ غلام پر
نہ اندھے پر اور نہ اپاہج پر۔ اگر دشمن حملہ آور ہو تو سب لوگوں
پر اسکا مقابلہ واجب ہے حتیٰ کہ عورت بھی اپنے شوہر
کی اجازت کے بغیر جنگ میں شریک ہو اور غلام اپنے آقا
کے حکم کے بغیر جنگ میں پہنچے۔ جب مسلمان دار الحرب
میں داخل ہوں اور کسی شہر یا قلعہ کا محاصرہ کریں تو پہلے وہاں
کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ اگر اسکو تسلیم کر لیں تو
پھر ان سے جنگ نہ کریں۔ اگر وہ انکار کریں تو پھر جزیہ طلب
کریں۔ اگر وہ جزیہ دینا منظور کریں تو انکو وہی حقوق دیئے
جائیں جو مسلمانوں کو دیئے جاتے ہیں۔ اور ان لوگوں
سے جنگ کرنا جائز نہیں جنکو اسلام کی دعوت نہ پہنچی
ہو مگر اسکی دعوت کے بعد اگر اس سے بھی وہ انکار کریں
تو پھر مسلمان اللہ کی مدد کے بھروسہ پر ان سے جنگ کریں
اگر ان میں مسلمان یا قیدی یا تاجر ہوں تو بھی ان پر تیر و
تفنگ چلانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر مسلمانوں کا
لشکر بہت بڑا ہو تو عورتوں اور قرآن مجید کے نسخوں کو
ساتھ لے جانے میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں۔ چھوٹی فوج
کے ساتھ جسکے مغلوب ہو جانے کا اندیشہ ہو انکا لیجانا مکروہ ہے
عورت کو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اور غلام کو آقا کے
اذن کے بغیر جنگ کرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر دشمن حملہ آور ہو
تو جائز ہے مسلمانوں کو لازم ہے کہ بدعہدی نہ کریں اور
نہ فریب سے کام لیں اور نہ مثلہ کریں۔ (دیکھو مثلہ)
عورت۔ بچے اور ضعیف بڈھے اور اپاہج اور اندھے
کو قتل نہ کرنا چاہئے۔ مگر اس صورت میں کہ ان میں سے
کوئی جنگ کے متعلق دشمن کو تدبیریں بتاتا ہو۔ یا جنگ
کرنے یا کوئی اور جنگی امداد دینے کی طاقت رکھتا ہو۔ مجنون
کو بھی قتل نہ کرنا چاہئے۔ اگر امام دیکھے کہ اہل جنگ یا انکے
کسی فریق کے ساتھ صلح کر لینے میں مسلمانوں کا فائدہ ہے

تو کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر مدت بھر صلح رہنے کے بعد جب دیکھے
کہ ان سے جنگ کرنا مسلمانوں کے لئے مفید ہے تو صلح کو
موقوف کر کے جنگ کرے۔ دار الحرب میں کھانے پینے اور
استعمال کرنے کی جو چیزیں ملیں اسکو کام میں لا سکتے ہیں۔
فروخت کرنا اور اس سے ثروت بڑھانا جائز نہیں۔ جو شخص
دار الحرب میں اسلام لائے۔ اسلام کے باعث اسکی جان مال
اور چھوٹی اولاد کی حفاظت کی جائے گی۔ اگر وہ دار الحرب
میں مسلمانوں کے خلاف آمادہ جنگ ہو چکا ہو تو اسکی اراضی
پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائیگا۔ اہل حرب کے ہاتھ اسلحہ فروخت
کرنے نہ چاہئیں۔ اور نہ مسلمان قیدیوں کے عوض فدیہ
میں اسلحہ دیئے جائیں۔ یہ مسئلہ امام اعظم کے نزدیک ہے
صاحبین کے نزدیک یہ جائز ہے۔ جب امام کسی شہر کو بزور
فتح کرے تو اسکو اختیار ہے کہ خواہ اہل شہر کو انکا شہر دیدے
اور ان پر جزیہ لگا دے اور انکی اراضی پر خراج لگائے۔ اور
قیدیوں کے متعلق بھی اسکو اختیار ہے کہ خواہ ان کو قتل
کرے یا غلام بنا لے یا ذمی بنا کر چھوڑ دے انکو دار الحرب
کی طرف واپس بھیجنا جائز نہیں۔ مال غنیمت کو دار الحرب
میں تقسیم کرنا جائز نہیں تاوقتیکہ دار الاسلام میں نہ پہنچایا
جائے۔ لشکر کے بازاریوں کو مال غنیمت میں سے کوئی حصہ
نہیں ملسکتا۔ ہاں اس صورت میں کہ انہوں نے جنگ
کی ہو۔ اگر مسلمانوں میں سے کسی آزاد مرد یا عورت کسی
کافر آدمی یا جماعت یا اہل قلعہ کو امن دیدے تو انکو امن
دینا صحیح ہے۔ پھر کسی مسلمان کے لئے انکا قتل کرنا جائز
نہیں۔ ہاں اس صورت میں کہ فساد کا احتمال ہو امن نہیں
دیا جائیگا۔ مال غنیمت کو تقسیم سے پیشتر فروخت کرنا
جائز نہیں (ق)۔

جہاز — جیم کی زیر سے۔ اس اسباب کو کہتے ہیں جو دلہن کو دیا جاتا ہے۔ میت اور مسافر کے اسباب کو بھی کہتے ہیں (غ)۔

جہل — جہالت۔ لاعلمی۔ جہل دو قسم ہے جہل بسیط

اور جہل مرکب۔ جہل بسیط یہ کہ آدمی کو ایک چیز کا علم نہ ہو۔ اور جہل مرکب یہ کہ اسکو اپنی جہالت کا بھی علم نہ ہو۔ ؎

آنکس کہ نداند و نداند کہ نداند
در جہل مرکب ابدالدہر بماند

جہنم دوزخ۔ دیکھو دوزخ۔

جہنی معاذ بن انس جہنی ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے جو مصر میں اقامت پذیر ہوئے۔ اور عبدالملک بن مروان کے زمانہ تک زندہ رہے (ک)۔

جھوٹ شریعت میں جھوٹ کی بڑی مذمت آئی ہے اور وہ کبیرہ گناہوں میں داخل ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ (س۔ توبہ ع) مسلمانو خدا (کے غضب) سے ڈرو۔ اور سچ بولنے والوں کے ساتھ رہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بولنا چھوڑ دے اور واقع میں وہ بات حجت ہو خدا اسکے لئے حوالی بہشت میں گھر بنائیگا۔ الحدیث۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس بدبو کی وجہ سے جو جھوٹ بولنے کی وجہ سے اس میں پیدا ہوتی ہے (محافظ) فرشتہ میل بھر دور چلا جاتا ہے (مش)۔

فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ رزق کو گھٹاتا ہے۔ فرمایا ہلاکی ہے اس شخص کے لئے جو جھوٹی بات سنائے تاکہ لوگ ہنسیں۔ ہلاکی ہے اسکے لئے جو جھوٹ بولتا ہے اور فرمایا ہر خصلت مومن کی طبیعت میں ہو سکتی ہے۔ مگر خیانت اور جھوٹ (حیا)۔

حدیث شریف میں ہے اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُھْلِکُ۔ سچ بچا لیتا اور جھوٹ ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔

جید خوب۔ خالص۔ اچھا (ص۔ ف) ہیں روپے پیسے اور ہر قسم کی نقدی کے لئے بطور صفت استعمال ہوتا ہے جس سے مراد ہے کھرا سکہ۔

جیران جار کی جمع ہے۔ جسکے معنے ہمسایہ کے ہیں اگر کوئی شخص ہمسایوں کی دعوت کرے تو اس میں وہ شخص شامل ہوں گے جو اسکے گھر کی ہر طرف ۱۰۰ ہاتھ کے فاصلے پر ہوں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ہر طرف چالیس گھر تک کے لوگ شریک ہوں گے۔ کیونکہ حد ہمسائگی میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ چالیس گھر تک چاروں طرف سے حد ہمسائگی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جہانتک اقامت کی آواز پہنچے اور بعض کچھ اور کہتے ہیں۔

جیفر عمان کے بادشاہ کا نام ہے جسکے نام اور اسکے بھائی عبد کے نام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط بھیجا تھا۔ آپ کے خط کا مضمون یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا کے رسول محمد بن عبداللہ کی جانب سے جیفر اور عبد پسران جلندر کے نام۔ اس شخص کو سلامتی ہو جو راہ راست پر چلے۔ اما بعد۔ میں تمکو اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ اسلام لاؤ۔ تاکہ سلامت رہو میں تمام لوگوں کے لئے خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں تاکہ ان لوگوں کو نصیحت کروں جو باطنی زندگی سے زندہ ہیں۔ میں نے کافروں پر حجت پوری کر دی ہے۔ اگر تم اسلام لائے تو میں تمہیں تمہارے ملک پر بحال رکھونگا۔ اگر اسلام سے اعراض کروگے تو تم سے تمہارا ملک چھین لیا جائیگا۔ میرے گھوڑے تمہارے ملک میں گشت لگائیں گے۔ میری نبوت تمہارے ملک پر غالب ہو جائیگی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس خط کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔

Marfat.com

باب چ

چاشت کی نماز

یہ نماز مستحب ہے۔ دو یا چار یا بارہ رکعت نماز سورج کے بہت بلند ہونے پر پڑھی جاتی ہے۔ اس سے سارے گناہ بخشے جاتے ہیں خواہ دریا کی جھاگ کے برابر ہوں۔ انسان کے تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور ہر جوڑ پر صدقہ و شکر واجب ہے۔ سب جوڑوں کے صدقے میں یہ نماز کافی ہے (مش)۔

چاند دیکھنے کے وقت ذیل کی دعا مسنون ہے

طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم چاند دیکھکر یہ دعا پڑھتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ۔ خداوندا اس (چاند) کو ہم پر یمن و برکت و سلامتی اور اسلام کے ساتھ نکال۔ میرا پروردگار اور تیرا پروردگار خدا ہے۔

قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا چاند دیکھتے تو اول تین دفعہ فرماتے۔ ھِلَالُ خَیْرٍ وَّرُشْدٍ۔ "یہ خیر و بھلائی کا چاند ہے۔" پھر تین دفعہ فرماتے اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَکَ "میں اس خدا پر ایمان لایا جس نے تجھے پیدا کیا۔" بعد ازاں یوں کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ذَھَبَ بِشَھْرِ کَذَا وَجَاءَ بِشَھْرِ کَذَا۔ "سب تعریف خدا کو ہے جو فلاں مہینا لے گیا۔ اور فلاں مہینا لایا۔"

چوری

چوری اور چور کے متعلقہ مسائل کیلئے دیکھو لفظ (سرقہ)۔

چھینک لینے کے وقت کی دعا

عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں چھینک لی تو کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا حَتّٰی یَرْضٰی رَبُّنَا وَبَعْدَ مَا یَرْضٰی مِنْ اَمْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔[1] پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ یہ کلمات کس نے کہے ہیں۔ وہ شخص خاموش ہو گیا حضرت نے پھر فرمایا کہ یہ کلمے کس نے کہے ہیں۔ اب بھی اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ فرمایا کہ یہ کلمے جس نے کہے ہیں اسے فوراً بول اٹھنا چاہئے کیونکہ اس نے کوئی بری بات نہیں کہی ہے۔ وہ شخص بول اٹھا کہ حضرت میں نے کہے ہیں اور میں نے بجز بھلائی کے ان سے اور کچھ ارادہ نہیں کیا۔ فرمایا یہ کلمات سیدھے عرش تک پہنچ گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی کو چھینک آئے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ[2] کہے۔ اور سننے والا یَرْحَمُکَ اللّٰہُ[3]۔ اور جب سننے والا یرحمک اللہ کہے تو یہ اسکے جواب میں کہے یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ[4]۔

چھینکنے کے آداب

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے تعالے چھینک لینے کو دوست رکھتا ہے اور جمائی لینے سے ناخوش ہوتا ہے تو جب کوئی تم میں سے چھینک لے اور ساتھ ہی الحمد للہ کہے

۱؎ سب تعریف خدا کے لئے ہے۔ بہت تعریف پاک تعریف۔ مبارک تعریف۔ یہاں تک کہ ہمارا پروردگار راضی ہو جائے اور بعد اسکے ہمارے دنیاوی اور اخروی امور سے راضی ہے ۱۲۔

۲؎ ہر حال میں خدا کی تعریف ہے ۱۲۔

۳؎ خدا تجھ پر رحم کرے ۱۲۔

۴؎ خدا تمہیں ہدایت دے اور تمہارے حال سنوارے ۱۲۔

Marfat.com

تو جو مسلمان اسکا الحمد للہ کہنا سُنے اس پر حق ہے کہ جواب میں یرحمک اللہ کہے۔ لیکن جمائی لینا شیطان (کی تحریک) سے ہے۔ تو جب تم میں کا کوئی شخص جمائی لے تو جہانتک بن پڑے اسے روک دے۔ کیونکہ تم میں کا کوئی جب جمائی لیتا ہے تو اس سے شیطان ہنستا ہے۔

یہاں تک تو بخاری کے لفظ ہیں۔ اور مسلم کی ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ تم میں کا جب کوئی ہا (یا آہ آہ) کہتا ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے (مش)۔

(۲) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کا جب کوئی شخص چھینک لے تو الحمد للہ کہے اور اسکا بھائی (مسلمان) یا اسکا دوست اسکے جواب میں یرحمک اللہ کہے اور جب یہ اسکے جواب میں یرحمک اللہ کہے تو اسکو کہنا چاہیئے یھدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ یعنی خدا تمہیں راہ راست دکھائے اور تمہارے دل یا تمہارے حالات نیک کرے (مسلم)

(۳) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم چھینک لیتے تو اپنا رخ مبارک ہاتھ سے یا کپڑے سے ڈھانک لیتے اور آواز کو نہایت پست کر لیتے (مش)۔

(۴) سعید مصری (تابعی) کہتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی نے کہا کہ (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اپنے بھائی کو تین مرتبہ چھینک کا جواب دے۔ اور اگر وہ تین سے زیادہ چھینک لے تو (جواب دینا ضرور نہیں کیونکہ) وہ مبتلائے زکام ہے (مش)۔

ابخرے دماغ کیطرف صعود کرتے ہیں تو دماغ متاذی ہوکر اضطراراً انکو دفع کرتا ہے۔ اسی کا نام ہے چھینک۔ چھینک سے ایک طرح کی راحت پہنچتی ہے۔ اسی پر چھینک لینے والے کو الحمد للہ کہنے کا حکم ہے کہ وہ شکر کا کلمہ ہے۔

سامعین کو جو جواب دینے کا اور چھینکنے والے کو جواب الجواب دینے کا حکم ہے تو یہ انمیں محبت پیدا کرنیکی تدبیر ہے۔

باب الحاء

حسین بن علی علیہ السلام امام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیٹے کا نام ہے۔ کنیت آپکی ابوعبداللہ اور لقب شہید اور سیّد تھا۔ آپ سینہ سے پاؤں تک رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے جب آپ پیدا ہوئے تو جناب سیدہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئیں اور آپ نے آپکا نام حسین رکھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن اور حسین اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔

جب یزید بن معاویہ خلیفہ ہوا تو آپ اور عبداللہ بن زبیر مکہ چلے آئے اور یزید کی بیعت نہ کی۔ یزید نے عبداللہ بن زبیر سے لڑائی کرنے کے لئے فوج بھیجی۔ جس کو عبداللہ بن زبیر نے شکست دیکر مکہ میں اپنی خلافت کا اعلان کردیا۔ ادہر امام حسین علیہ السلام کو اہل کوفہ نے خطوط لکھنے شروع کئے کہ اگر آپ یہاں آجائیں تو ہم آپ سے بیعت کرلیں گے۔ آپ نے اپنے چچا کے بیٹے مسلم بن عقیل کو بیعت لے لینے کے لئے بھیجدیا۔ جنکے ہاتھ پر تین ہزار آدمیوں نے بیعت کرلی۔ یزید نے عبداللہ بن زیاد کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا جس نے مسلم بن عقیل کو گرفتار کرلیا اور ان کے قتل کا حکم دیا۔ امام حسین علیہ السلام عراق کو روانہ ہوچکے تھے۔ الغرض آپ میں اور عبیداللہ بن زیاد گورنر کوفہ کے مابین لڑائی ہوئی۔ جس میں آپ شہید ہوگئے۔ آپکا سر یزید کے پاس لایا گیا جس سے وہ بہت خوش ہوا۔ اور کہا کہ مجھے آپکا قتل ہونا ہرگز پسند نہ تھا۔

Marfat.com

آپ کی عمر پچپن سال تھی۔ آپکا سر مبارک مدینہ منورہ اور بقول بعض عسقلان میں دفن کیا گیا۔ روایت ہے کہ اسکے بعد ایک فاطمی خلیفہ کے وزیر ابو طلائع بن رزیک نے آپکا سر مبارک قاہرہ لاکر اس پر ایک مسجد بنائی جو مسجد حسینی کے نام سے مشہور ہے (کن)۔

حابطیہ معتزلہ کا ایک فرقہ ہے جو احمد بن حابط کا متبع ہے جو اصحاب نظام سے تھا۔ ان کا مذہب ہے کہ خدا دو ہیں۔ ایک تو قدیم ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اور ایک محدث ہے اور وہ مسیح ہے۔ آخرۃ میں لوگوں سے وہی حساب لیگا۔ آمدی کہتے ہیں کہ یہ کفار اور مشرکوں سے ہیں (ک)۔

حاتم اصم ایک بزرگوار کا نام ہے جو اعلیٰ درجہ کے صوفیوں میں سے سمجھے جاتے تھے۔ اپنے بھائی کے شاگرد تھے۔ تیسری صدی ہجری کے نصف اول میں فوت ہوئے (کن)۔

حاتم طائی ایک شخص کا نام ہے جو تمام عرب میں سخاوت میں مشہور تھا۔ اپنی کریم النفسی کے باعث سخاوت میں ضرب المثل تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے سے پہلے ساٹھ سال پیشتر وفات پائی (کن)۔

حاجت کی نماز جب بندے کو کوئی مشکل کام آپڑے تو حاجت کی نماز پڑھنی جائز ہے جس سے مشکل حل ہو جانے کی توقع ہوتی ہے اسکی ترکیب یہ ہے کہ پہلے دو رکعت نماز پڑھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی حمد کریں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں۔ اسکے بعد یہ حاجت کی دعا پڑھیں۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ۔ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً ھِیَ لَکَ رِضًی اِلَّا قَضَیْتَھَا بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

حاجی حج کرنیوالا۔ یہ لفظ دراصل حاج بتشدید جیم ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں حاج الحرمین۔ فارسی اور اردو میں یا کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے حاجی کا لفظ اصل میں حج کی عبادت بجالانے کے اعتبار سے بولا جاتا ہے۔ جیسے کسیکو نماز پڑھنے کے لحاظ سے نمازی کہا جائے یا روزہ رکھنے کے لحاظ سے روزہ دار کہیں۔ مگر حج چونکہ نماز و روزہ کی طرح ایک ایسی عام عبادت نہیں جو ہر شخص بجالا سکے بلکہ وہ اپنی شرائط کی سختی کے باعث فیصدی ایک دو انسانوں کو بھی بمشکل میسر آتی ہے۔ اس لئے حاجی کا لفظ امتیاز خاص کا فائدہ دیتا ہے۔ اور ناموں کے ساتھ بطور خطاب کے استعمال ہوتا ہے۔

حادث نو پیدا۔ ضد قدیم۔ ایک جگہ کا نام بھی ہے (منتہی الارب)

اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ خدا کے سوا سب اشیا حادث و نو پیدا ہیں۔

حارث لغوی معنے شیر۔ زراعت کرنیوالا۔ تقریباً التہذیب میں اس نام کے ۶۵ شخصوں کے حالات درج ہیں جن میں سے مشہور یہ ہیں۔ حارث بن نوفل۔ ابن الحارث ابن عبد المطلب۔ حارث بن سوید۔ حارث بن مسلم۔ حارث بن اعور۔ حارث بن شہاب۔ حارث بن وجیہ (اکمال)

حارثیہ اباضیہ سے ایک فرقہ ہے جو ابو حارث اباضی کے تابع ہیں۔ اور اباضیہ خارجیوں کا ایک فرقہ ہے جو عبد اللہ بن اباض کے پیرو ہیں۔ انکا مذہب ہے کہ کبیرہ کا مرتکب موحد ہوتا ہے مومن نہیں ہوتا۔ کیونکہ اعمال ایمان میں داخل ہیں اور یہی انکا مذہب ہے

Marfat.com

کہ کبیرہ کا مرتکب کافر نعمت ہے کافر ملت نہیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اکثر صحابہ کو (نعوذ باللہ) کافر سمجھتے ہیں۔

پھر انکے چار فرقے ہیں۔ حفصیہ۔ یزیدیہ۔ حارثیہ۔ عبادیہ۔ فرقہ حارثیہ قدریہ میں انکے مخالف ہے۔ یعنے افعال عباد کے مخلوق ہونے ہیں۔ (ک)

حازمیہ خارجیوں کا ایک فرقہ ہے جو حازم بن عاصم کا متبع ہے۔ مذہب انکا اہل تشیع کے موافق ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہ توقف کرتے ہیں اور انکی بری نہیں جانتے اور نہ انکے سوا کسی اور کو بری سمجھتے ہیں۔ (کذا فی شرح مواقف) (ک)

حاضر ضامنی کسی شخص کے حاضر ہونے کی ضمانت دینی۔ اسی طرح مال کی ضمانت کو مال ضامنی کہتے ہیں۔

حاطب ابن عمرو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک جان نثار صحابی کا نام ہے۔ جو سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں شامل ہیں۔ انہوں نے مکہ شریف کے معرکہ میں بڑا نام پایا۔

حافظ (ل) حفاظت کرنیوالا ہیں (۲) اللہ تعالے کا ایک نام بھی ہے (۳) مسجد حرام کے محافظ کو بھی کہتے ہیں۔ (۴) جس شخص نے تمام قرآن حفظ کیا ہو اُسے بھی حافظ کہتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں بہتر وہ شخص ہے جو قرآن مجید کو پڑھے اور پڑھائے۔ (مش)۔

معمول ہے کہ اکثر نابینے قرآن مجید حفظ کر کے حافظ کے لقب سے ممتاز ہوتے ہیں۔

اللہ تعالے نے اپنی کتاب قرآن کو اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اس میں کسیکو ایک نقطہ تک بڑھانے گھٹانے یا زیر و زبر تک تبدیل و تغیر کرنے کی طاقت نہیں۔ قرآن میں ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ یعنی ہمنے ہی قرآن اُتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ وار ہیں۔

قدرت نے اس پاک کلام کی حفاظت کی یہ سبیل بنادی کہ لاکھوں آدمی اس پاک کلام کے حافظ موجود ہیں۔ جنکے سینوں میں اسکا حرف حرف نقش ہورہا ہے سال بسال بڑے اہتمام سے عام جماعت مسلمین میں سنا کر اسکی صحت کا تمغہ حاصل کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی طاقت ایسی اُٹھے کہ دنیا کی تمام کتابیں جلادے یا دریا برد کردے تو قرآن ہی وہ کتاب ہے جسکو اس انسانی دستبرد کا کوئی خطرہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ صرف کاغذوں ہی میں نہیں بلکہ لاکھوں بندگان خدا کے سینوں میں بھی لکھی ہوئی ہے۔

حافظہ قوی کرنیکی دعا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں قوت حافظہ کے لئے ذیل کی دعا نماز میں پڑھنے کی تعلیم فرماتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَةَ عَلَى الرُّشْدِ وَاَسْاَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ اَسْاَلُكَ لِسَانًا صَادِقًا وَّقَلْبًا سَلِیْمًا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْاَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا تَعْلَمُ ۔ خدا وندا میں امور خیر میں ثابت قدمی اور صلاح و خیر پر استقامت کا تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اور شکر نعمت اور حسن عبادت کی توفیق چاہتا ہوں میں تجھ سے سچی زبان اور سلامتی والا دل مانگتا ہوں اور اس چیز کی برائی سے جسے تو ہی جانتا ہے۔ پناہ مانگتا ہوں اور اس چیز کی بھلائی کا جسے تو ہی جانتا ہے سوال کرتا ہوں اور اُن گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں جنہیں تو خوب جانتا ہے۔

Marfat.com

حاقہ (ل) شدنی یعنی ہونیوالی۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔ جسکے شروع میں یہ حکم اسطرح آیا ہے۔ اَلْحَاقَّةُ لا مَا الْحَاقَّةُ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحَاقَّةُ ۚ شدنی (اور) شدنی ہے کیا چیز اور (اے پیغمبر) تم کیا سمجھے کہ شدنی ہے کیا چیز۔

حاکم افسر۔ حکومت کرنیوالا۔ ماتحت کو اپنے حاکم کا حکم ماننا ضروری ہے بشرطیکہ اسکا حکم شرع کے خلاف نہ ہو۔ حاکم کو اپنی رعیت کی خبرگیری کرنی نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ معقل بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس بندے کو خدا اپنے بندوں کا حافظ ونگہبان ٹھہرائے اور وہ رعیت کی خیرخواہی اور خیراندیشی کے ساتھ حفاظت ونگرانی نہ کرے تو وہ بہشت کی خوشبو تک بھی نہ سونگھ پائیگا۔ (صح)۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سنو۔ تم سب اپنی رعیت کے محافظ ہو اور تم سب سے رعیت کی بابت پوچھا جائیگا تو حاکم جو لوگوں کے اصلاح حال کے لئے قائم کیا گیا ہے رعیت کا نگہبان ہے اور وہ اپنی رعیت کے احوال سے پوچھا جائیگا۔ مرد اپنے اہل خانہ کا نگہبان ہے اور وہ اپنی رعیت یعنی اہل خانہ کی بابت پوچھا جائیگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اسکے بچوں کی محافظ ہے اور اس سے انکی بابت سوال ہوگا۔ آدمی کا غلام اپنے مالک کے مال کا نگران ہے۔ اور اس سے اس کی بابت دریافت کیا جائیگا۔ سنو۔ تم سب کے سب راعی ہو اور سب اپنی رعیت کی بابت سوال کئے جاؤ گے۔ (صح)۔

(۲) حاکم کو اپنی رعیت کے ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤ کرنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز بلحاظ قدر ومنزلت تمام بندگان خدا میں بزرگترین بندہ منصف نرم دل امام (امام سے مراد حاکم ہے) اور قیامت کے دن بلحاظ قدر ومنزلت تمام لوگوں میں بدترین شخص ظالم اور احمق امام ہے (بیہقی)۔

(۳) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بادشاہ زمین میں سایہ خدا ہے۔ بندگان خدا میں سے ہر مظلوم اسکی طرف پناہ لیتا ہے۔ تو جب وہ انصاف کرتا ہے اُسے انصاف کرنیکا ثواب ملتا ہے اور رعیت پر اسکی شکرگذاری واجب ہوتی ہے۔ اور جب ظلم ونا انصافی کرتا ہے تو نا انصافی کے گناہ کا بوجھ اسپر ہوتا اور رعیت کو صبر کرنا پڑتا ہے (تر)۔

جب حاکم ٹھیک فیصلہ نہ کرے تو اسکا حکم مردود ہے۔ چنانچہ سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو قبیلہ بنی خذیمہ کی طرف روانہ کیا انہوں نے جاکر انہیں اسلام کی طرف بلایا۔ چونکہ ان لوگوں سے اَسلمنا کہتے نہ بن پڑا (جسکے معنے ہیں کہ ہم اسلام لے آئے اسلئے) اصبانا (جس کے معنے ہیں کہ ہم پھر گئے انکا مطلب تھا کہ دین آبائی سے پھر گئے) لگے کہنے اور خالد لگے انکو قتل وقید کرنے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر خالد نے ہر شخص کو اسکا قیدی دے دیا۔ حتیٰ کہ جب یہ دن گذر کر دوسری صبح ہوئی تو خالد نے حکم دیا کہ ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کر ڈالے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ واللہ میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کرونگا۔ اور نہ میرے یاروں میں سے بھی کوئی اپنے قیدی کو قتل نہیں کرسکتا۔ راوی کہتا ہے کہ پھر ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ابن عمر نے خالد کی اس کارروائی کا ذکر کیا۔ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپ نے دست مبارک آسمان کی طرف اٹھائے کہ خداوندا میں خالد کی کرتوت سے بری ہوں۔ اور حدیث بنت میں آیا ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ فرمایا کہ خداوندا میں خالد کی کرتوت سے بیزار ہوں۔ (ن)۔

Marfat.com

حاکم کو اپنی رعیت کی خیر خواہی کا خیال رکھنا چاہئے چنانچہ یسار کے بیٹے معقل کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص مسلمان رعیت کا حاکم (اور فرمانروا) ہو اور پھر وہ اس حالت میں کہ رعیت کا بدخواہ تھا تو خدائے تعالےٰ اس پر جنت کو حرام کر دیتا ہے۔ (صح)۔

عمرو کے بیٹے عائذ کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ یعنی بدترین امراء وہ ہیں جو رعیت پر ظلم کریں اور رحم و مہربانی سے پیش نہ آئیں۔ (مس)۔

حال حال دل کی ایسی کیفیت کا نام ہے جو اہل اللہ پر کسی دردانگیز غزل یا نعت کے سننے سے طاری ہوتی ہے اور انہیں بیہوش کر دیتی ہے۔ مگر اس میں یہ شرط ہے کہ دیر پا نہ ہو۔ اگر دیر پا ہو تو اسے فرقہ صوفیہ کی اصطلاح میں مقام کہا جاتا ہے۔

اسی لفظ کی مناسبت سے صوفیوں کا ایک فرقہ حلولیہ ہے جسکا یہ مذہب ہے کہ بے ریش لڑکوں اور عورتوں کو دیکھنا مباح ہے۔ اس فرقہ کے لوگ خوبصورت لڑکوں اور عورتوں میں سرود و رقص کی محفل منعقد کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خدا کی صفتوں میں سے ایک صفت نے ہم میں حلول کیا ہے اور ہمیں ایسا کرنا جائز اور مباح ہے۔ انکی یہ ساری کارروائی صریح کفر ہے۔ ان میں سے بعض لوگ مجلسیں منعقد کرتے ہیں اور لوگوں کے دکھانے کے لئے فقیرانہ و درویشانہ لباس پہنکر طرح طرح کے نعرے لگاتے اور اپنے گریبانوں کو پھاڑتے ہیں۔ ان کی یہ سب کارروائی بدعت ہے۔ (ل)۔

فلاسفہ کی اصطلاح میں حال اس چیز کا نام ہے جو دوسری شئے کے ساتھ اسطرح قائم ہو کہ اس سے علیحدہ پایا جانا ممکن نہ ہو جیسے صورت جسمیہ ہیولی کے ساتھ اور عرض اپنے محل کے ساتھ قائم ہے۔

حالیہ متصوفہ مبطلہ سے ایک فرقہ ہے جو رقص و سماع اور زمین پر ہاتھ مارنے اور سرود سننے کو حلال سمجھتے ہیں اور ان افعال سے اپنے آپ میں ایسی حالت پیدا کرتے ہیں کہ بیہوش ہو جاتے ہیں تو انکے مرید کہتے ہیں کہ شیخ نے تصرف کیا ہے۔ ان کا مذہب عین ضلالت بدعت اور مخالف سنت ہے (کذا فی توضیح المذاہب) ک۔

حائطیہ ایک فرقے کا نام ہے۔ جسکے عقیدہ میں (معاذ اللہ) خدا دو ہیں۔ ایک خدا قدیم ہے دوسرا خدا الجدید ہے پیدا ہوا ہے وہ مسیح ہے۔ قیامت کے روز دوسرا خدا فیصلے کریگا۔ اس فرقہ کا بانی سہائی احمد بن حائط ہے

حب دنیا زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ تا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ (س آل عمران ع) لوگوں (کی بناوٹ اسطرح واقع ہوئی ہے کہ ان کو (دنیا کی) مرغوب چیزوں (یعنی مثلاً) بیبیوں اور بیٹوں اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیروں اور عمدہ عمدہ گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتی کے ساتھ دلبستگی بھلی معلوم ہوتی ہے (حالانکہ) یہ (تو) دنیا کی زندگی کے (چند روزہ) فائدے ہیں اور (ہمیشہ کا) اچھا ٹھکانا تو اسی اللہ کے ہاں ہے۔

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک مردہ بچے بکری کے اوپر گزر ہوا جسکے کان بکس کر جاتے رہے تھے (آپنے صحابہ کی طرف روئے سخن کرکے) فرمایا بھلا کوئی تم میں سے اس مردار جانور کو ایک درہم میں خریدنا پسند کرتا ہے (صحابہ نے) عرض کیا کہ ہم تو ایسے کسی چیز کے عوض میں بھی خریدنا پسند نہیں کرتے۔ فرمایا قسم خدا کی جتنا یہ مردہ بچہ تمہارے نزدیک حقیر ہے دنیا خدا کے نزدیک اس سے بہت زیادہ حقیر ہے (مس)

(۲) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مسلمان کے لئے قید خانے کی جگہ ہے

Marfat.com

دکھ طرح طرح کی محنتیں سہنا ہے) اور کافر کے واسطے جنت کے منزلے میں ہے (کہ لذات وشہوات میں مشغول رہنا ہے) (مش)۔

یہ تو دنیا کا مذموم پہلو ہے اور اسکا دوسرا پہلو دیکھنا ہو تو دیکھو (مال و دولت)۔

حُبس ح کے ضمہ سے۔ شرعی اصطلاح میں وقف کے معنے میں آیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے اِنَّ خَالِدًا جَعَلَ اَدْرَاعَهُ حُبُسًا یعنی خالدؓ نے اپنی زرہیں وقف کردیں۔ (مج)

اور ہر ایسی چیز کو حُبس کہا جاتا ہے جو خدا کے نام سے مخصوص کردی جائے۔ ایام جاہلیت میں مشرک لوگ جو جانور بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے انکو بھی حبس کہتے تھے۔ غرض حبس کے معنے ہیں مَا یُحْبَسُ لِلّٰهِ یعنے جو چیز خدا کے لئے ٹھیرادی جائے۔

حَبس ح کی زبر سے۔ قید کرلینا۔ جیل میں بھیجنا۔ حوالات میں دینا۔

شرع شریف مختلف حالات میں مجرموں کو قید کرنے کی اجازت دیتی ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ تا اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ۝ (س۔ نساء۔ ع ۳)

یعنے اور جو تمہاری عورتوں میں سے بدکاری کریں تو انپر اپنے لوگوں میں سے چار گواہ لاؤ۔ پھر اگر وہ گواہی دیدیں تو ان کو گھر میں بند رکھو یہاں تک کہ وہ مرجائیں۔ یا اللہ انکے لئے کوئی راہ نکالے۔

یہ حکم آغاز اسلام میں تھا کہ جب کسی عورت پر زنا کی شہادت گذر جاتی تھی تو اسکو گھر میں مقید رکھتے تھے اسباب کے انتظار میں کہ انجام جو حکم اسکے حق میں نازل ہو اسپر عمل کیا جائے۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد سورۂ نور میں مشرح ومفصل حکم نازل ہوا۔ (لقا)

اگر کسی مفلس کے پاس مال نہ ہو اور قرض خواہ اسکو قید کئے جانیکا مطالبہ کریں اور وہ کہے کہ میرے پاس مال نہیں ہے تو اسکو ایسے قرضوں کے عوض قید کیا جائیگا جو کسی مال کے بدلے یا کسی عقد کے ساتھ اسپر عائد ہوئے ہوں۔ جیسے کسی خرید کردہ چیز کی قیمت اور نقدی قرضہ۔ مہر۔ کفالہ۔ حوالہ وغیرہ۔ دو تین ماہ کی قید کے بعد اگر اسکے پاس مال نہ نکلے تو پھر اسکو چھوڑ دیا جائیگا۔

جو شخص کسیکی چیز غصب کرلے تو اسکا واپس دیدینا اسپر واجب ہے۔ اور اگر وہ اسکے تلف ہو جانیکا دعوےٰ کرے تو حاکم اسکو قید کریگا۔ اور اسوقت تک قید رکھا جائیگا کہ یقین ہو جائے کہ اگر وہ چیز تلف نہ ہوگئی ہوتی تو ضرور دیدیتا۔

اگر کسی شخص پر قصاص کا دعوےٰ کیا جائے تو اسکو قسم دلائی جائیگی۔ اگر قتل نفس کی صورت میں وہ قسم کھانے سے انکار کرے تو اسکو قید کیا جائیگا یہاں تک کہ قسم کھائے یا اقرار کرے۔ جھوٹی گواہی دینے والے کو تادیباً قید کرنا چاہیے۔ جو شخص اپنی عورت کے خرچ نان ونفقہ کا انتظام نہ کرے اسکو قید کیا جائیگا۔ ہاں ماں باپ اپنے فرزند کے قرض کے باعث قید نہیں کئے جاتے۔ مگر جبکہ وہ اسکے خرچ کا انتظام نہ کریں۔ اگر کسیکو ظلماً قید کرکے مجبور کیا جائے کہ کفر کا کلمہ کہے یا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو یہ ایسی مجبوری نہیں ہے کہ وہ اس میں ظالم کی اطاعت کرے۔ ہاں اگر اسکی جان تلف ہونیکا قوی احتمال ہو۔ یا کسی عضو کے کٹ جانیکا خوف ہو تو ایسی حالت میں اسکو اجازت ہے کہ اپنی جان چھڑانیکے لئے جو کچھ وہ کہلائیں کہہ ڈالے۔ اور دل میں اسکے خلاف نیت رکھے پس وہ گنہگار نہ ہوگا اگر صبر کرے حتیٰ کہ قتل ہو جائے۔ تو اسکو اجر ملیگا۔

اگر کوئی مسلمان مرد مرتد ہو جائے تو اسکو پھر اسلام قبول کرنے کی فہمائش کی جائے اور اسکے شبہ کو دلائل سے

رفع کیا جائے۔ اور اسکو تین دن تک قید کیا جائے۔ تو اگر وہ مسلمان ہو جائے تو بہتر ورنہ قتل کر دیا جائے اور مرتدہ عورت قتل نہیں کیجائیگی اسکو قید کیا جائیگا یہانتک کہ مسلمان ہو جائے یا اپنی موت مرجائے۔ (قد)۔

جَبوَہ ایک طرح کی نشست ہے یعنی زانوؤں کے گرد ہاتھوں کا حلقہ بناکر یا کپڑا باندھ کر بیٹھنا سامع خطبہ کو اسطرح بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن امام کے خطبہ پڑھتے وقت جبوہ یعنے زانوؤں کے گرد ہاتھوں کا حلقہ بناکر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے (مش)۔

حبیب نجّار قرآن مجید میں ان کا قصہ مذکور ہے چنانچہ ارشاد ہے وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا تا اَلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۔ (س یس ع۲) اور اے پیغمبر ان لوگوں سے مثال کے طور پر ایک گاؤں والوں کا حال بیان کرو۔ کہ جب ان کے پاس پیغمبر آئے بایں طور کہ پہلے تو ہمنے انکی طرف دو پیغمبر بھیجے تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا۔ اس پر ہمنے تیسرے پیغمبر سے انکی اور مدد کی تو ان تینوں نے ملکر ان سے کہا کہ ہم تمہارے پاس خدا کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ وہ لگے کہنے کہ تم تو بس ہماری ہی طرح کے آدمی ہو۔ اور خدائے رحمٰن نے تو کوئی چیز از قسم کتاب وغیرہ کبھی اُتاری نہیں تم بالکل جھوٹ بولتے ہو۔ پیغمبروں نے کہا۔ ہمارا پروردگار علیم ہے کہ ہم بے شک اُسکے بھیجے ہوئے تمہارے پاس آئے ہیں اور ہمارا کام تو تمکو خدا کا صاف صاف پہنچا دینا ہے اور بس۔ وہ لگے کہنے کہ ہمنے تمکو بڑا ہی منحوس پایا۔ کہ تمہارے آتے ہی مبتلائے قحط وغیرہ ہو گئے۔ اگر تم اپنے وعظ نصیحت سے باز نہ آؤگے تو ہم تمکو ضرور سنگسار کر دینگے اور ضرور تمکو ہم سے بڑی سخت تکلیف پہنچے گی پیغمبروں نے کہا کہ یہ تو تمہاری ہی شامت اعمال ہے کہیں بھی رہو تمہارے ساتھ ہے کیا اس سے کہ تمکو سمجھایا گیا تم لگے اُلٹا ہم کو ناحق الاہنا دینے۔ نہیں بلکہ تم خود اس قسم کے لوگ ہو جو حد عبودیت سے بڑھ گئے ہو۔ اور شہر کے پرلے سرے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور آکر لگا کہنے کہ بھائیو! ان پیغمبروں کے کہے پر چلو۔ ضرور ایسے لوگوں کے کہے پر چلو جو تم سے کچھ معاوضہ بھی طلب نہیں کرتے اور خود راہ راست پر بھی ہیں۔ اور مجھے کیا جنون ہے کہ جس نے مجھکو پیدا کیا ہے اُسی کی عبادت نہ کروں۔ حالانکہ تم سب مرنیکے بعد اسکی طرف لوٹائے جاؤگے۔ کیا اسکے سوا دوسروں کو معبود مان لوں۔ اگر خدائے رحمٰن مجھکو کوئی تکلیف پہنچانی چاہے تو انکی سفارش میرے کچھ کام بھی نہ آئے اور نہ یہ مجھکو اس مصیبت سے چھڑا سکیں۔ اگر ایسا کروں تو میں بس صریح گمراہی میں جا پڑا۔ میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لایا ہوں۔ سو میری نصیحت سنو اور پلے باندھو تاہم لوگوں پر کچھ اثر نہ ہوا۔ بلکہ اسکو شہید کر ڈالا تو خدا کی طرف سے اسکو ارشاد ہوا۔ کہ جنت میں جا داخل ہو اور وہ اب بھی قوم کی خیر خواہی کی فکر میں تھا کہ لگا عرض کرنے کہ یہ جو میرے پروردگار نے مجھے بخشدیا اور اپنے نوازے ہوؤں میں مجھکو لا شامل کیا۔ اے کاش میری قوم کے لوگوں کو یہ حال معلوم ہو اور میری طرح وہ بھی ایمان لائیں اور خدا سے ڈریں۔ سو ہمنے اسکے مرے پیچھے اسکی قوم کے لوگوں پر آسمان سے فرشتوں کا کوئی لشکر نہ اُتارا کہ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کریں۔ اور ہمکو لشکر کے اُتارنے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ تو وہ تب ایک آواز سخت تھی کہ چیخی اور وہ اسی دم آگ کی طرح بجھ کر رہ گئے۔ بندوں کے حال پر بھی بڑا ہی افسوس ہے کبھی ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جسکی انہوں نے ہنسی نہ اُڑائی ہو۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ گاؤں انطاکیہ تھا

اور تین رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تھے اور وہ شخص جو شہر کے پرلے سرے سے دوڑتا ہوا آیا تھا حبیب نام تھا۔ ذات کا بڑھئی اور وہ کوڑھی بھی تھا حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے اسکو کرامت سے اچھا کردیا۔ وہ حواریوں کی تائید اور تصدیق کرنے لگا۔ تو انطاکیہ کے لوگوں نے اسے مار ڈالا۔ انطاکیہ والوں پر پہلے قحط پڑا۔ پھر بجلی گری۔ گانوں مسمار ہوگیا۔

حبیب نجار کا مقبرہ ابھی تک انطاکیہ میں موجود ہے۔ اکثر مسلمان اسے دیکھنے جاتے ہیں۔

حلیہ متصوفہ مبطلہ کا ایک فرقہ ہے جنکا اعتقاد ہے کہ جب بندہ درجہ محبت میں پہنچتا ہے تو تکلیفات شرعیہ اس سے ساقط ہوجاتی ہیں اور محرمات اس پر مباح ہوجاتے ہیں اور ترک صلوٰۃ وصیام اور حج وزکوٰۃ اور تمام اسلامی شعائر اور گناہوں کا مرتکب ہونا جائز و مباح ہوجاتا ہے۔ (کذا فی توضیح المذاہب)

حج حج اس عبادت کا نام ہے جو اسلام کے پانچ رکنوں میں سے ایک رکن ہے اور وہ یہ ہے کہ عاقل و بالغ مسلمان مکہ شریف کا سفر کرے۔ اور وہاں خاص طریقوں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالائے حج کی فرضیت قرآن مجید کی اس آیت میں آئی ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۝ (س۔ آل عمران۔ ع ۱۰) "اور اللہ تعالےٰ کا فرض لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا ہے جو وہاں تک جا سکیں" اس کے علاوہ سورہ بقرہ۔ ع ۱۹۔ ع ۲۴۔ ع ۲۵۔ اور سورہ مائدہ۔ ع ۱۳۔ اور سورہ حج ع ۴۔ ۵۔ ۹۔ اور سورہ فتح رکوع ۳ میں بھی حج کے احکام نازل ہوئے ہیں۔ (تبویب القرآن)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اللہ (کی خوشنودی) کے لئے حج کرے پس اس میں نہ شہوت کی بات کرے نہ گناہ کرے۔ وہ (گناہوں سے) اس دن کی طرح (پاک صاف) ہوجاتا ہے جبکہ اسکی ماں نے جنا تھا (مش)

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت چاہی۔ فرمایا تم عورتوں کا جہاد حج ہے (مش)۔

حج کے مسائل کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ان مقامات اور اصطلاحات کو ذہن نشین کرلیا جائے جنکا تعلق اس عبادت سے ہے اور وہ اس کتاب میں اپنی اپنی جگہ درج ہیں۔ مثلاً مکہ مکرمہ حرم مکہ۔ مسجد الحرام۔ بیت اللہ یا خانہ کعبہ۔ حجر اسود۔ حطیم۔ زمزم۔ صفا و مروہ۔ میلین اخضرین۔ منیٰ۔ جمرہ اولیٰ۔ جمرہ وسطیٰ۔ جمرہ عقبہ۔ مزدلفہ۔ عرفات۔

ہر آزاد۔ عاقل۔ بالغ اور تندرست مسلمان پر فرض ہے کہ عمر بھر میں موقع ملتے ہی فوراً ایک بار حج کرلے۔ بشرطیکہ راستے میں امن ہو۔ اور اسکے پاس آنے جانیکا کافی خرچ اسکے پاس ہو۔ اور اپنے گھر والوں کو بھی اتنا خرچ دے سکتا ہو جو اسکے حج سے واپس آنے تک کافی ہو سکے۔ اگر مکے کا تین دن کا راستہ یا اس سے زیادہ ہو تو عورت کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اسکے ساتھ اسکا شوہر یا کوئی محرم ہو۔

سال میں ایک بار حج کا موقعہ آتا ہے اور تین مہینے شوال۔ ذوالقعدہ اور ذوالحجہ اسکے لئے خاص ہیں۔ مکہ شریف میں جاکر حج کے سوا ایک اور عبادت بھی بجالائی جاتی ہے جو فرض نہیں بلکہ سنت ہے اسکو عمرہ کہتے ہیں۔ وہ کسی خاص مہینے سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ سال بھر میں جب چاہیں ادا کرسکتے ہیں۔

اگر صرف حج کرنے کے لئے سفر کریں تو اسکو افراد کہتے ہیں۔ اگر یہ ارادہ ہو کہ حج کے ساتھ عمرہ بھی ادا کریں۔ تو اسکی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک تو قران

کہتے ہیں اور دوسری کو تمتع۔ قران اور تمتع کا بیان اپنے موقع پر درج ہوگا۔ افراد کا بیان یہاں درج کیا جاتا ہے۔

جب کوئی شخص حج کے ارادہ سے مکہ معظمہ کیطرف روانہ ہو تو راستے میں ایک خاص مقام آتا ہے جس کو میقات کہتے ہیں۔ وہاں ٹھیر کر وضو کرے۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ غسل کرے۔ اور صرف دو کپڑے یعنے تہ بند اور چادر پہن لے جو نئے یا دھلے ہوئے صاف ستھرے ہوں اگر خوشبو موجود ہو وہ بھی لگائے۔ اور دو رکعت نماز پڑھ کر کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ یعنی الٰہی میں حج کرنا چاہتا ہوں مجھے اسکی توفیق دے اور اسے مجھ سے قبول کر۔ اسکا نام احرام ہے جس سے حج شروع ہوتا ہے۔ احرام باندھ لینے کے بعد ہر نماز کے بعد حج کی نیت کر کے کہے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ ان کلمات کو تلبیہ کہتے ہیں۔ احرام کے ساتھ تلبیہ کہنے کے بعد ان باتوں سے بچنا لازم ہے۔

(۱) جماع (۲) عورتوں سے فحش کلام کرنا (۳) فسق و فجور (۴) دنگا فساد (۵) خشکی کا شکار (۶) شکار کا پتہ دینا (۷) شکار کیطرف اشارہ کرنا (۸) سلا ہوا کپڑا پہننا (۹) کرتہ۔ پائجامہ۔ دستار۔ ٹوپی چغہ اور موزے پہننا (۱۰) سر ڈھکنا۔ مگر عورت کو سر ڈھکنا جائز ہے۔ (۱۱) منہ ڈھکنا (۱۲) خوشبو لگانا (۱۳) سر یا بدن کے بال مونڈنا (۱۴) ڈاڑھی کے بال کٹوانا (۱۵) خوشبودار رنگ میں رنگا ہوا کپڑا پہننا۔ اگر دھلا ہوا ہو تو جائز ہے

احرام کی حالت میں ان باتوں کی اجازت ہے

(۱) غسل (۲) حمام میں جانا (۳) دیوار یا خیمہ وغیرہ کا سایہ لینا (۴) کمر میں ہمیانی باندھنا۔ جب مکہ معظمہ میں پہنچے تو پہلے مسجد الحرام میں جائے اور خانہ کعبہ کو دیکھتے ہی تکبیر اور کلمہ پڑھے۔ پھر سب سے پہلے حجر اسود کیطرف جائے۔ اور اسکے سامنے ہو کر تکبیر و کلمہ کہے اور نماز کی طرح دونوں ہاتھ اٹھا کر اسکو چومے۔ اگر ہجوم کے سبب سے اسکو چوم نہ سکے تو اسکو ہاتھ سے چھو کر ہاتھ ہی کو چوم لے۔ یہ بھی میسر نہ ہو تو ہاتھ کی لکڑی کو اس سے چھوا کر چوم لے۔ یہ بھی ممکن نہ ہو تو اسکے سامنے کھڑے ہو کر تکبیر و کلمہ اور حمد اور درود شریف پڑھنا ہی کافی ہے۔ پھر دائیں طرف دروازے کی جانب سے ہو کر کعبہ کے گرد سات چکر لگائے مگر پہلے اپنی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اسکے دونوں سرے بائیں کندھے پر ڈال لے۔ اور چکر حطیم کے اوپر سے لگائے۔ پہلے تین چکروں میں کندھے ہلا کر اکڑتا ہوا جلدی جلدی چلے۔ باقی میں معمولی ہیئت سے چلے اگر ہو سکے تو حجر اسود کے سامنے گذرتا ہوا ہر بار اسی طرح اس پر اور رکن یمانی پر بوسہ دے اور طواف کو اوسے پر ختم کرے۔ پھر مقام ابراہیم کے پاس یا جہاں جگہ ملے دو رکعت نماز پڑھے (مقام ابراہیم ایک لمبے چوڑے پتھر کا نام ہے جو مسجد الحرام کے صحن میں کعبہ کے سامنے رکھا ہے) پھر حجر اسود کیطرف واپس آئے اور اسی طرح اوسے بوسہ دے۔

کعبے کے گرد چکر لگانے کو طواف کہتے ہیں۔ اور اس طواف کا نام طواف تحیہ یا طواف قدوم ہے۔ یہ طواف سنت ہے اور اہل مکہ کے ذمے یہ طواف نہیں ہے۔

اسکے بعد کوہ صفا پر جائے اور کعبہ کیطرف منہ کرکے تکبیر اور کلمہ کہے اور درود شریف پڑھے۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے پھر مروہ کی طرف چلے اور میلین اخضرین کے درمیان دوڑتا ہوا جائے۔ مروہ پر چڑھ کر وہی کام بجا لائے جو صفا پر کئے تھے۔ یہ پہلا پھیرا ہے۔ پھر دوسرا پھیرا مروہ سے صفا تک کرے اور اسیطرح سات

Marfat.com

پھیرے پورے کرے۔ ساتواں پھیرا مروہ پر ختم ہوگا۔
اسکے بعد وہ مکہ میں ٹھیرا رہے اور احرام باندھے رکھے
اور جب چاہے نفلی عبادت کے طور پر کعبہ کا طواف
کرلیا کرے۔

ذوالحجہ کی ساتویں تاریخ کو امام لوگوں کے سامنے
ایک خطبہ پڑھیگا جس میں انکو حج کے احکام بتائیگا
آٹھویں تاریخ کو یوم الترویہ کہتے ہیں۔ اس روز طلوع کے بعد منی
کیطرف روانہ ہو۔ اور عرفے کے دن یعنے نویں تاریخ کی
فجر تک وہاں ٹھیرا رہے۔ فجر کی نماز پڑھکر عرفات کو روانہ
ہو۔ اور وہاں بطن عرنہ کے سوا جہاں چاہے قیام کرے۔
دن ڈھلنے کے بعد امام جمعہ کی طرح دو خطبے پڑھیگا جن میں
لوگوں کو حج کے باقی مسائل سنائیگا اور اسی میدان میں ظہر
ہی کے وقت میں ظہر اور عصر کی نمازیں ایک اذان اور دو
تکبیروں کے ساتھ پڑھائیگا۔ مگر جو شخص ظہر کی نماز اکیلا
پڑھ چکے اسکو ظہر اور عصر کی نمازیں اپنے اپنے وقتوں
میں پڑھنی چاہئیں۔ پھر موقف کیطرف جائے۔ اس وقت
غسل کرلینا سنت ہے۔ بطن عرنہ کے سوا عرفات کا سارا
میدان موقف ہے۔ مگر جبل رحمت کے پاس کھڑا ہونا مستحب
ہے۔ اس مقام پر امام اونٹ پر کھڑا ہو۔ اور قبلے کیطرف
منہ کرکے نہایت عجز وزاری سے دعا مانگے اور لوگوں کو
حج کے احکام بتائے۔ لوگ امام کے پیچھے ہوں اور انکا
منہ بھی قبلے کیطرف ہو۔ اور امام سے اتنے قریب ہوں
کہ اسکا کلام سن سکیں۔ پھر سورج کے ڈوبتے ہی مزدلفہ کو
روانہ ہو۔ اور وہاں بطن محسر کے سوا جہاں چاہے ٹھیرے
جبل قزح کے پاس ٹھیرنا مستحب ہے۔ امام عشا کے
وقت لوگوں کو مغرب اور عشا کی نمازیں ایک اذان اور
ایک اقامت کے ساتھ پڑھائے۔ جو شخص عرفات میں
یا راستے میں مغرب کی نماز پڑھ لے اسکو فجر سے پہلے
پہلے پھر دہرانی لازم ہے۔ کیونکہ آج اس جگہ مغرب کی
نماز عشا کے وقت سے پہلے جائز نہیں۔ صبح کی نماز
تاریکی میں پڑھے۔ پھر عرفات کی طرح یہاں بھی موقف
میں کھڑا ہو۔ اور دعا مانگے۔

بطن محسر کے سوا مزدلفہ کا سارا میدان موقف
ہے۔ جب خوب روشنی ہوجائے تو منی میں آئے۔ اور
بطن وادی سے سات کنکریاں جمرہ عقبہ کیطرف انگلیوں سے
پھینکے۔ ہر کنکری پر تکبیر پڑھے اور اسوقت سے تلبیہ
چھوڑ دے۔ اسکے بعد اگر چاہے تو قربانی کرے ورنہ
واجب نہیں پھر سر منڈائے یا بال کترائے۔ مگر منڈانا
افضل ہے۔ اس وقت عورت کے سوا باقی سب چیزیں
اسکے لئے حلال ہوگئیں۔ پھر اسی دن یا دوسرے یا تیسرے
دن مکے میں آئے اور سات چکر کا طواف کرے۔ اسکو
طواف زیارت کہتے ہیں۔ اسکا وقت یوم نحر یعنے دسویں
تاریخ کی صبح سے شروع ہوتا ہے اور اسی دن یہ طواف کرنا
افضل ہے۔ اسکے بعد عورت بھی حلال ہوجاتی ہے اس
طواف کو ایام نحر یعنے دسویں گیارھویں بارھویں تاریخ
سے موخر کرنا مکروہ ہے۔ اور اس سے ایک قربانی واجب
ہوجاتی ہے۔ پھر دوبارہ منی میں آئے۔ اور نحر سے دوسرے
دن یعنے گیارہویں تاریخ کو زوال کے بعد پہلے جمرہ اولی پر
سات کنکریاں مارے۔ پھر سات ہی جمرہ وسطی پر اور پھر اتنی
ہی جمرہ عقبہ پر۔ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے۔ پہلی بار
کنکریاں پھینکنے کے بعد اور پھر دوسری بار پھینکنے کے
بعد وقوف کرے۔ تیسری بار پھینکنے کے بعد نہ کرے۔
پھر دعا مانگے۔ تیسرے دن بھی اسی طرح زوال کے بعد کنکریاں
پھینکے۔ پھر اگر اسکو جلد کوچ کرجانا چاہے تو اسکو اختیار
ہے مگر ٹھیرنا افضل ہے۔ اگر پھر ٹھیرے تو چوتھے روز بھی
کنکریاں پھینکے لیکن اس روز زوال سے پہلے پہلے کنکریاں
پھینکنا بھی جائز ہے۔ اپنا اسباب پہلے مکہ بھیجنا اور
خود منی کے لئے ٹھیرنا مکروہ ہے۔ جب مکہ کو روانہ ہو تو محصب
میں اترے (یہ ایک مقام کا نام ہے) پھر طواف کرے۔
جس میں اکڑنا اور دوڑنا نہیں۔ اسکو طواف صدر کہتے ہیں۔

Marfat.com

اہل مکہ پر یہ واجب نہیں۔

اسکے بعد بہتر ہے کہ زمزم کا پانی پئے۔ اور کعبے کی چوکھٹ کو بوسہ دے۔ اور اپنا سینہ اور منہ ملتزم پر رکھے جو حجر اسود اور دروازے کے درمیان ہے۔ پھر کعبے کا پردہ پکڑ کر نہایت عجز اور زاری سے گڑگڑا کر دعا مانگے۔ جاتے وقت الٹے پاؤں مسجد الحرام سے نکلے اور سوز و حسرت سے گھر کی راہ لے۔ (کذا فی کتب الفقہ الحنفیہ)۔

دوسری عبادتوں کی طرح حج میں بھی بیشمار اسرار و فوائد مرکوز ہیں۔ انسان کو اپنے وطن میں مقید رہکر کارخانہ قدرت پر نظر کرنیکا موقع نہیں ملتا حج سے یہ غفلت دور ہوتی ہے۔ آدمی جب اپنے دیس کے جھونپڑے سے نکلکر خدا کی خدائی پر نظر کرتا ہے اور عجائبات عالم پر غور کرتا ہے تو اسکے خیالات اس سچے خالق کیطرف لگ جاتے ہیں جسکی قدرت کے یہ کرشمے ہیں۔ اور اسکے دل میں اسکا رعب و جلال سما جاتا ہے۔ ایک حکمت یہ بھی ہے کہ لوگ جب اس پاک مقام کو دیکھتے ہیں جو سب سے زیادہ تعظیم کے لائق ہے اور جب اس متبرک سرزمین کو دیکھتے ہیں جو ہمارے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا وطن تھی۔ اور جب اس شہر کو دیکھتے ہیں جو آپ کی خاص پیدائش کا وقتی اور جہاں آپ مدت تک لوگوں کو اسلام کیطرف ہدایت کرتے رہے تو اس سے لوگوں کے دلوں میں اسلام اور شارع اسلام کی محبت تازہ ہو جاتی ہے۔

ایک اور عجیب و غریب حکمت یہ بھی ہے کہ جو لوگ وضعداری کے ہاتھوں پست جاتے ہیں اور فیشن کی تراش و خراش میں لگے رہتے ہیں حج کے احکام ان لوگوں کی بیہودہ پابندیوں کی ایک زبردست اصلاح کرواتے ہیں۔ ننگے سر رہنا۔ صرف تہبند اور چادر پہننا۔ کہیں دوڑنا کہیں آہستہ چلنا کہیں کنکریاں پھینکنا۔ سر منڈانا وغیرہ اسد لیسے ہیں جو ایک سادہ مزاج آدمی سے لیکر اعلٰے درجہ کے شوقین تک سب کو برابر بنا دیتے

پڑتے ہیں۔ جن سے ایک تو لغو آن بان کے نشے میں مست رہنے والوں کا نشۂ غرور کافور ہو جاتا ہے۔ دوسرے انکے بیہودہ بناؤ چناؤ کی بیہودگی ان پر عیاں ہو جاتی ہے (ملخص از اسلام کی چوتھی)۔

حاضرین عرفات کا تخمینہ بطریق اوسط یہ ہے۔

ہندوستان کی طرف سے جانیوالے	۱۲۰۰
ملک سماٹرا اور جاوا کی طرف سے "	۱۲۰۰
ٹرکی اور بلاد افریقہ "	۲۵۰۰
یمن۔ عراق۔ بسنفط وغیرہ "	۱۰۰۰۰
مکہ مکرمہ۔ جدہ۔ طائف وغیرہ کے باشندے "	۹۰۰۰۰
کل	۲۵۴۰۰۰

حجاز میں گرم ملک ہونے کے باعث قوافل عموماً رات کو سفر کرتے ہیں۔ اسوجہ سے ہر ایک حاجی اکثر اوقات رات کے دو یا تین بجے کے قریب داخل مکہ مکرمہ ہوتا ہے جیسا کہ لازمۂ ادب ہے۔ مطوف اسیوقت حاجیوں کو ادعیہ مسنونہ پڑھاتے ہوئے حرم محترم میں لے جاتے ہیں حاجی پچھلی رات کو سنسان وقت میں ایک وسیع احاطہ یعنے حرم محترم کے اندر خانہ کعبہ کو اسی طرح پر دیکھتا ہے کہ اسکی چاروں طرف اور تمام حرم میں روشنی کی غرض سے ہزارہا قندیلیں جلتی ہوتی ہیں اور کعبہ کی چاروں طرف مطاف میں بجز انسانی کی ایک سچی تصویر کھنچتی ہوتی ہے۔ خانہ کعبہ پر سیاہ رنگ کا غلاف چڑھا ہوتا ہے اور اسکے درمیان زریں پیٹی اور در کعبہ پر سنہری پردہ آویزاں ہوتا ہے پس کوئی مسلمان جسکے دل میں ذرہ بھر بھی نور اسلام یا قومی فیلنگ ہے ناممکن ہے کہ اسپر عجیب رعب کا اثر نہ ہو ایسی عمارت کے روبرو اپنے آپ کو دیکھکر جو جسکی عظمت اور شان کو کروڑوں ہی پدموں اور مہا سنکھوں انسانوں اور صرف معمولی انسانوں نے نہیں لکھو کھا بادشاہوں۔ عالموں اور فاسقوں نے تسلیم کیا ہے۔ الا یہ کہ خدا ہی نے اسکے دل کو بے حس اور تاریک محض کر دیا ہو۔

Marfat.com

ملک حجاز ایک عجیب لطیف ملک ہے۔ اہل مکہ کی آزاد زندگی شگفتہ مزاجی خوش خوراکی اور خوش پوشاکی غرض انکی زندگی سیلف ہیلپ اور سیلف رسپکٹ کے اصول پر بسر ہونے کو کوئی شخص اسوقت تک نہیں دیکھ سکتا تاوقتیکہ وہاں پر کم سے کم ایک سال نہ رہے۔

منیٰ ایک قصبہ ہے مکہ مکرمہ سے کوئی دو میل کے فاصلے پر عرفات کی جانب۔ یہ قصبہ تمام دنیا میں عجیب و بے نظیر ہے کیونکہ سال بھر ویران پڑا رہتا ہے۔ اور صرف ہفتہ عشرہ کے لئے ایسا آباد اور تجارت کی منڈی بنجاتا ہے کہ بڑے بڑے شہر اسکا مقابلہ بمشکل کرسکتے ہیں۔ اسی اعتبار سے مگر اسکی مخالف حیثیت سے مکہ مکرمہ بھی دنیا کے عجیب شہروں میں سے ہے۔ مکہ مکرمہ کے باشندوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہے۔ جن میں سے قریب قریب کل مرد اور نیز عورتوں کا بھی ایک بڑا حصہ حج کے واسطے عرفات کو چلا جاتا ہے۔ اسواسطے ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو مکہ میں سوائے شیخ الحارہ یعنے چوکیدار یا سرکاری فوج کے تھوڑے سے آدمیوں کے کوئی موجود نہیں ہوتا۔ غرض کہ شہر مکہ ایک تعجب خیز شہر خموشاں ہوجاتا ہے۔ دسویں تاریخ کی صبح سے کچھ کچھ لوگ آنے لگتے ہیں۔ اور ایک گونہ آبادی ہوجاتی ہے (فلاح دارین)۔

حجاب (ل) پردہ۔ یہ لفظ قرآن مجید میں یوں آیا ہے وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ (س۔ احزاب۔ ع ۷)

یعنی اے ایمان والو جب نبیؐ کی بیویوں سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردہ کے باہر سے مانگو۔

ابن سعد نے انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ پانچویں سال ہجری میں پردہ کا حکم ہوا۔ اور میں اسوقت پندرہ برس کا تھا۔ بخاری نے بھی نقل کیا ہے کہ عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کئی بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کے پاس نیک و بد سب طرح کے آدمی آتے ہیں۔ اگر امہات المومنین کو پردہ کا حکم ہوجاوے تو بہتر ہے پس یہ آیت حجاب نازل ہوئی۔ اور یہی حکم سب مسلمانوں کی عورتوں کے لئے بھی ہوگیا۔ اسوقت سے مسلمانوں میں پردہ کا رواج ہوا۔ حقیقت میں یہ ایک ایسی عمدہ بات ہے کہ جسکو غیرتمند لوگ ہی جانتے ہیں۔ ہاں جن قوموں میں یہ رسم نہیں انکی آزاد طبیعتیں جو چاہیں اسپر طعن کریں۔

اہل اسلام میں ان لوگوں سے پردہ نہیں۔ باپ۔ بیٹا۔ بھائی۔ بھتیجا۔ بھانجا۔ عورت۔ لونڈی۔ نابالغ غلام (لف) تفصیل کے لئے دیکھو لفظ (پردہ)۔

(ص۔ د) میں حجاب اس چیز کو کہتے ہیں جو خدا کی معرفت کے نور کو روح انسانی پر منکشف نہ ہونے دے

حجاج بن یوسف عبدالملک بن مروان کے ایک اُلوالعزم گورنر کا نام ہے جس نے عبداللہ بن زبیر خلیفہ مکہ سے لڑائی کی تھی اور مکہ میں داخل ہوکر خطبہ میں عبدالملک کا نام پڑھا۔ عبدالملک اسکی بڑی عزت کیا کرتا تھا۔ اور اپنے بیٹوں کو بھی اسکی عزت کرنیکا امر کرتا تھا۔ جہاں اسکے ظلم وستم کے افسانے مشہور ہیں وہاں اس سے ایک یہ کام اچھا ہوا ہے کہ اس نے نصر بن عاصم کو حکم دیا کہ عربی زبان کے متشابہ حروف کے باہمی امتیاز کے لئے نقطے مقرر کرے۔ مثلاً پہلے ب اور ت اور ث لکھنے میں ایک جیسی لکھی جاتی تھیں نصر بن عاصم نے اسکے حکم سے ان تینوں حرفوں میں یوں امتیاز پیدا کردیا کہ ب کے نیچے ایک نقطہ ڈالا اور ت کے اوپر دو اور ث کے اوپر تین نقطے ڈالے۔ (کن)۔

حجاز ملک عرب کے ایک حصے کا نام ہے۔ لغت میں حجاز اس چیز کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کو جدا کرے۔ چونکہ یہ حصہ بھی نجد اور تہامہ کے درمیان حائل اور حاجز ہے اسلئے اسے حجاز کہتے ہیں۔ اس قطعہ زمین کا طول ۲۵۰ میل اور عرض ۱۵۰ میل ہے مسلمانوں کے

Marfat.com

ہاں اسے پاک زمین خیال کیا جاتا ہے کیونکہ مکّہ اور مدینہ کے متبرک مقام اسی میں واقع ہیں۔ چونکہ اسکا اکثر حصّہ بنجر اور پہاڑی ہے۔ اسلئے اشیاء خوردنی اکثر اور ملکوں سے آتی ہیں۔ اسکے زرخیز قطعات سے ایک تو وادی فاطمہ ہے جو ایک اچھی شاداب جگہ ہے۔ اور جہاں اناج اور ترکاریاں اچھی پیدا ہوتی ہیں۔

اور دوسری طائف جو ایک چھوٹا سا شہر مکہ سے شرقی رخ ۷۲ میل کے فاصلے پر جبل غزوان پر آباد ہے۔ تمام حجاز میں اس سے زیادہ شاداب اور بہار افزا کوئی مقام نہیں۔ یہاں میوے بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔

مکہ سے غربی جانب دو منزل کے فاصلے پر جدّہ کی بندرگاہ ہے۔ اور بحر قلزم کے کنارے مدینہ سے چار منزل پر ینبع کی بندرگاہ ہے۔ حجاز کے مشرق کیطرف پہاڑوں کا ایک سلسلہ ہے جسے جبل القرٰی کہتے ہیں۔

مکہ کے گردونواح میں ہزاروں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں جو تقریبًا ایک ہی بلندی کی ہیں۔ ان میں سے مشہور تر یہ ہیں۔ صفا۔ عرفا۔ مَروَہ۔ (حجز)۔

حجامت حجامت کرانی مسنون ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسانی طبیعت کے پانچ تقاضے ہیں (۱) ختنہ کرانا (۲) استرہ لینا (۳) ناخن تراشنا (۴) لبیں لینا (۵) بغل کے بال اکھیڑنا (صح)۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) مشرکوں کی مخالفت کرو۔ یعنی ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کم کرو۔ (صح)۔

آدھا سر منڈانا اور آدھا چھوڑنا منع ہے چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو دیکھا جسکا کچھ سر منڈا ہوا تھا اور کچھ (اسکے حال پر) چھوڑ دیا گیا تھا تو آپ نے اس سے منع کیا اور فرمایا سارا سر منڈو یا سب کو (اسکے حال پر) چھوڑ دو۔ (مس)۔

حجب جو وارث شرع کی رو سے میت کے ترکہ میں حصہ پانے کے مستحق ہوتے ہیں انمیں سے بعض وارث بعض صورتوں میں مطلقًا ترکہ سے محجوب ہو جاتے ہیں۔ اور بعض صورتوں میں مطلقًا محجوب نہیں بھی ہوتے تو انکے حصوں میں کچھ کمی آجاتی ہے۔ اسکو علم فرائض کی اصطلاح میں حجب کہتے ہیں۔ اصل میں حجب کی دو قسمیں ہیں۔ حجب نقصان اور حجب حرمان۔ حجب نقصان کہتے ہیں وارث کے محجوب ہونے کو زیادہ حصے سے کم حصے کی طرف۔ اور حجب حرمان کے معنے ہیں وارث کے تمام و کمال میراث سے محروم ہونیکے (حق)

حجت الحق علی الخلق صوفی لوگ انسان کامل پر اسکا اطلاق کرتے ہیں۔

حجۃ الوداع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری سال یعنی ۱۰ھ میں حج کرنے کا ارادہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ مجھ سے حج کے احکام سیکھ لو۔ شاید کہ میں اگلے سال حج نہ کر سکوں اور تم میں نہ ہوں"۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے خداداد علم سے معلوم تھا کہ اب آخرت کا سفر قریب ہے۔ حج کے احکام بیان کرکے شریعت کی تکمیل کر دینی چاہیئے اسلئے اس حج کا نام حجۃ الوداع قرار پایا۔

ذوالقعدہ کے آخری ایام میں ایک لاکھ چوبیس ہزار ہمراہیوں کے ساتھ آپ حج کرنے کی غرض سے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ذوالحجہ کی چوتھی تاریخ کو صبح کے وقت مکہ مکرمہ آپ کے قدوم مبارک سے مشرف ہوا۔ اور نویں تاریخ کو جمعہ کے روز عرفات کا میدان اسلام کی شان و عظمت کا بہترین نمونہ بنگیا۔

عرفات میں یہ آیت نازل ہوئی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الآیۃ یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔ یہ تکمیل دین کی بشارت سے بڑھ کر

Marfat.com

کوئی خوشی ہوسکتی ہے۔ اسلئے اس آیت کے نزول سے سب خوش ہوئے۔ مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ جو حی کے سب سے زیادہ رمز شناس تھے یہ آیت سنکر رو دئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مدعا ہی تکمیل دین تھی۔ اور جب دین مکمل ہوگیا تو آپ کی رحلت کا وقت آگیا۔

دوپہر کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لمبا اور پر تاثیر خطبہ سنایا جس میں لوگوں کو جامع طور پر دینی اور دنیوی امور کے متعلق شرعی احکام سنائے خطبہ کے بعد فرمایا۔ لوگو! قیامت کے دن تم سے پوچھا جائیگا کہ میں نے تم سے کیا معاملہ کیا اور تم میں کیونکر زندگی بسر کی تم اسکا کیا جواب دوگے۔ اسپر چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں کہ یارسول اللہ آپ نے خدا کے سب احکام ہم کو پہنچا دئے اور رسالت کا پورا حق ادا کر دیا۔ یہ سنکر آپ نے انگشت شہادت آسمان کیطرف اٹھائی اور تین بار کہا اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ! اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ!! اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ!!! الٰہی تو گواہ ہے! الٰہی تو گواہ ہے!! الٰہی تو گواہ ہے!!! میں نے حق رسالت ادا کر دیا۔

حِجر ح کی زیر ہے۔ چھوٹا سا گاؤں وادی القریٰ کے قریب ایک دن کے فاصلے پر کوہستان میں واقع ہے۔ یہاں قوم ثمود کے مکانات ہیں جن کی نسبت قرآن مجید میں آیا ہے وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۞ (س۔ فجر) ہمنے انکے کھدے ہوئے مکانوں کو دیکھا ہے۔ جو ہمارے مکانوں کی طرح پہاڑ تراش کر بنائے گئے تھے۔ ان پہاڑوں کو اثالب کہتے ہیں۔ یہ چند پہاڑ متصل ہیں اور ان میں سے ہر ایک ایک دوسرے سے جدا ہے ان کے اردگرد ریت ہے جسکے سبب اوپر چڑھنا نہایت دشوار ہے۔ اور یہیں وہ کنواں ہے جو صالح علیہ السلام کے ناقہ کے لئے معین ہوا تھا جیسا کہ فرمایا تھا۔ لَھَا شِرْبٌ وَّلَکُمْ شِرْبُ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۞ (حجر)

حَجر ح کے فتح سے (ل) منع کرنا۔ روکنا (ص یش) اس میں کسیکو تصرفات سے روکنے کو کہتے ہیں اسباب موجبہ حجر بالاتفاق تین ہیں۔ صغرسنی۔ غلامی جنون۔ یعنی ان تینوں صفات سے جس میں ایک پائی جائیگی اُسے مال میں تصرف کرنے سے روکا جائیگا حتیٰ کہ وہ صفت اُس سے زائل ہوجائے۔ اگر لڑکا بالغ ہوجائے مگر صاحب تمیز نہ ہوتو اسے مال سپرد نہ کیا جائیگا۔ صاحب مال جب تمیزدار ہوجائے تو بالاتفاق اسے اسکا مال سپرد کیا جائیگا۔

تمیز کی تعریف میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رح اور مالک رح اور احمد رح تو تمیز کی تعریف اسطرح فرماتے ہیں کہ تمیز اس ہوشیاری اور دانائی کا نام ہے جس کے باعث لڑکا اپنے مال کی اصلاح کرلے اور اپنے مال کو بڑھائے اور بے اندازہ خرچ نہ کرے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ تمیز وہ ہے جس سے صلاح مال اور دین ہو۔ (رحمۃ)

حجر قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام بھی ہے۔ جو چودھویں پارے میں ہے۔ اور جو اسطرح شروع ہوتی ہے الٓرٰ قف تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ ۞ الٓر۔ یہ کتاب (الٰہی) یعنی قرآن کی (چند) آیتیں ہیں جسکے مطالب ظاہر ہیں (اور ہر شخص کی سمجھ میں آسکتے ہیں)۔

حُجُرات حجرہ کی جمع ہے۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جو چھبیسویں پارے میں ہے اس میں لفظ حجرات آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۞ (س۔ حجرات۔ ع ۱) یعنی اے پیغمبر جو لوگ تمکو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر تو ایسے ہیں جنہیں مطلق عقل نہیں۔

حَجَرِ اَسْوَد اسکے معنے ہیں سیاہ پتھر۔ اور ایک سیاہ پتھر کا نام ہے جو کعبہ کی اس دیوار کے گوشے میں

Marfat.com

باہر کیطرف نصب ہے جو دروازے سے متصل ہے
اسکی نسبت لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم خانہ کعبہ
کو بناتے بناتے اس جگہ پر پہنچے جہاں اب حجر اسود ہے
تو انہوں نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے کہا کہ ایک
ایسا پتھر لاؤ کہ شروع طواف کی نشانی کے لیئے اس جگہ
رکھ دوں۔ وہ اسکی جستجو کے لیئے گئے۔ اتنے میں جبرئیل
علیہ السلام حجر اسود جسکو اللہ تعالےٰ نے طوفان نوح
علیہ السلام کے وقت جبل ابو قبیس میں امانت رکھا تھا
لیئے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور اسکو
اس جگہ میں رکھا جہاں آج اسکا ٹھکانا ہے۔ پھر ابراہیم علیہ
السلام نے اسپر دیوار پوری کی۔ یہ پتھر اسوقت اس درجہ
روشن اور درخشاں تھا کہ خانہ کعبہ کے ہر طرف کی حدود اسکی
چمک سے روشن تھیں لیکن کفر کی کثافتوں نے اسکو سیاہ
کر دیا۔ اب بھی اوپر کا حصہ جو دکھائی دیتا ہے وہ سیاہ ہے
اور جسقدر دیوار کے اندر رہا ہے وہ بہت سفید ہے ازرقی کتاب
اخبار مکہ سے پایا جاتا ہے کہ حجر اسود دو دفعہ آتش زدگی میں
جلنے کے سبب سے اسقدر سیاہ ہو گیا ہے۔ ایک دفعہ زمانہ
جاہلیت میں قریش کے عہد میں ایک عورت کے ہاتھ سے
کعبہ کے پردہ میں خوشبو جلاتے وقت آگ لگ گئی تھی جسکے
سبب سے کعبہ اور حجر اسود دونوں جل گئے۔ اور حجر اسود
کالا ہو گیا۔

ایک مرتبہ زمانہ اسلام میں عبد اللہ بن زبیر کے وقت
میں کعبہ میں آگ لگی۔ اور حجر اسود ٹوٹ کر تین ٹکڑے ہو گیا
تھا اور ابن زبیر نے اسکے ٹکڑوں کو چاندی کے ایک حلقے
میں جڑوا دیا تھا اسوقت بھی چاندی کا حلقہ چڑھا ہوا ہے
اور شکستہ ٹکڑے لاکھ سے جوڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں
لیکن موجودہ حالت حضرت عبد اللہ ابن زبیر کے وقت
کی ہونے میں تامل ہے۔ قرامطہ (جو لٹیروں کا فرقہ تھا)
جب حجر اسود کو اٹھا لیگئے تھے تو اسوقت شکستہ دیکھا جانا
ثابت نہیں۔ اسکے ٹوٹنے کی ایک روایت بارھویں یا
بارھویں صدی کی بھی ہے۔ غرض کہ یہ پتھر کعبہ کے کونہ
میں اس غرض سے لگایا گیا تھا کہ کعبہ کا طواف شروع
ہونے اور ختم ہونے کی نشانی ہو۔ اس سے مقصود اس
پتھر کی پرستش نہیں جیسے کہ بعض متعصب مخالفین
اسلام طعن کیا کرتے ہیں۔

حجرہ (ل) کوٹھڑی۔ وہ مکان جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے وفات پائی تھی اور وہیں مدفون ہوئے۔
یہ حجرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ اسکا رقبہ ۵۵ مربع
فیٹ ہے۔ اور مسجد نبوی سے پیچھے واقع ہے۔ مسجد نبوی اور
اسکے درمیان تقریباً ۲۰ فیٹ کا فاصلہ ہے۔ اسکے اندر
تین قبریں ہیں۔ ایک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی۔
دوسری حضرت ابوبکر کی تیسری حضرت عمر کی اور چوتھی
قبر کے لیئے جگہ خالی ہے حضرت عیسے علیہ السلام اسمیں
مدفون ہوں گے۔

حج مبرور اسکے معنے مقبول حج کے ہیں۔ احادیث
نبویہ میں یہ لفظ اسی معنے میں آیا ہے۔

حد (ل) اسکے معنی رکاوٹ کے ہیں۔ اسی لیئے دربان کو
حداد کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ اندر جانے سے روکتا ہے
کسی چیز کے انجام اور اخیر کو بھی حد کہا کرتے ہیں اہل منطق
کی اصطلاح میں نہایت مقدار کو حد کہتے ہیں۔ اہل فقہ کی
اصطلاح میں حد اس عقوبت مقررہ کو کہتے ہیں جو بطور اللہ تعالےٰ
کے حق کے واجب ہو۔ پس قصاص کو حد نہ کہیں گے کیونکہ
وہ حق العبد ہے۔ اور تعزیر کو بھی حد نہ کہینگے کیونکہ وہ مقرر
نہیں ہوتی۔

اصولیوں کے نزدیک معرف کو ہی حد کہتے ہیں یعنی
جس سے ایک شے اپنے غیر سے ممیز ہو جائے (ک) مندرجہ
ذیل باتوں پر شرعی حد لگائی جاتی ہے۔ زنا پر۔ شرابنوشی
پر۔ جھوٹی تہمت پر۔ چوری پر اور ارتداد وغیرہ پر (فد)۔

حداد ح کے کسرہ سے۔ ماتمی لباس جو سوگ کے وقت پہنا
جاتا ہے۔ عورت کا خاوند مر جائے تو اسے سوا چار

Marfat.com

مہینے سوگ کے طور پر عدت بیٹھنا چاہیئے۔ جیسے خدا کا ارشاد ہے وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا تا وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (س۔ بقرہ۔ ع ۳۰) اور تم میں سے جو لوگ مرجائیں اور بیبیاں چھوڑ مریں۔ تو (عورتوں کو چاہیئے کہ) چار مہینے دس دن اپنے تئیں روکے رہیں۔ پھر جب اپنی (عدت کی) مدت پوری کرلیں تو جائز طور پر جو کچھ اپنے حق میں کریں اسکا تم (وارثان میت) پر کچھ الزام نہیں اور تم لوگ جو کچھ (بھی) کرتے ہو اللہ کو اسکی خبر ہے۔

ام عطیہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت تین روز سے زیادہ میت پر سوگ نہ کرے۔ ہاں خاوند کے مرجانے پر چار مہینے دس دن تک سوگ کرنا چاہیئے کہ رنگین کپڑا نہ پہنے لیکن اگر ایسا کپڑا ہو کہ بننے جانے سے پہلے اسکا تانا یا بانا رنگین ہے تو اسکے پہننے کا مضائقہ نہیں۔ اور نہ سرمہ لگائے نہ خوشبو کو چھوئے۔ مگر حیض سے پاک ہوجائے تو تھوڑا سا قسط یا اظفار استعمال میں لانا درست ہے۔ (صح)

مگر سوا چار ماہ کی عدت میں یہ شرط ہے کہ عورت حاملہ نہ ہو۔ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ جیسے کہ مذکورہ ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

محزمہ کے بیٹے مسور سے روایت ہے کہ سبیعہ اسلمیہ نے اپنے خاوند کے انتقال کے چند ہی راتوں بعد بچہ جنا۔ پھر جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور نکاح ثانی کی اجازت مانگی۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔ اور انہوں نے نکاح کرلیا (بخ)

فقہ حنفی کی تمام کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے۔

حدث (ص۔ ف) میں حدث نجاست حکمیہ کو کہتے ہیں جو وضو یا غسل یا تیمم سے جاتی رہتی ہے (ک)۔

حدیبیہ مکہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے اور اصل میں ایک کنوئیں یا درخت کا نام ہے جو اس جگہ ہے۔ بعد ازاں اس جگہ کا نام بھی وہی مشہور ہوگیا اس مقام پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور قریش میں صلح ہوئی تھی جسکو صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔ اور قصہ اسکا یوں ہے کہ ۶ھ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کے ارادے سے سفر مکہ کی تیاری کی۔ اور تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ آپ کے ساتھ ہوئے۔ چونکہ جنگ وجدل کا ارادہ نہ تھا اسلیئے ایک ایک تلوار کے سوا کسی نے اور کوئی ہتھیار نہ اٹھایا۔

حاجیوں کا یہ قافلہ ابھی مکہ سے بہت فاصلے پر تھا کہ قریش مکہ نے مسلمانوں کی آمد کا حال سنکر پختہ ارادہ کرلیا۔ کہ ان لوگوں کو مکے میں آنے ہی نہ دیا جائے۔ اور آس پاس کے قبائل کو اپنے ساتھ متفق کرکے مسلمانوں کے مقابلے کے لیئے بڑی بھاری جمعیت تیار کرلی۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ حال معلوم ہوا تو آپ نے معمولی راہ چھوڑکر ایک دشوار گذار راستے سے مکہ کی راہ لی۔ مگر مکہ سے تھوڑے ہی فاصلے پر حدیبیہ ایک مقام ہے وہاں سے کچھ آگے بڑھے تھے کہ آپ کی تیز رفتار اور طاقتور اونٹنی یکایک بیٹھ گئی۔ اور باوجود اٹھانے کے نہ اٹھی۔ آپ نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ ہمارا جنگی ارادہ سے آگے جانا حرم کعبہ کی بیحرمتی کا موجب ہے جو خدا کو منظور نہیں۔ اسلیئے آپ نے اس حالت میں آگے بڑھنے کا ارادہ موقوف رکھا اور وہیں قیام فرمایا۔

اس اثنا میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے مابین نامہ وپیام ہوتا رہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ہم جنگ کی نیت سے نہیں آئے۔ صرف حج اور زیارت کعبہ ہمارا مقصود ہے مگر مشرکین مکہ ایک نہ مانتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ہم کسی صورت میں مسلمانوں کو مکے میں گھسنے نہ دینگے۔ ان کے قاصد نے بہتیرا سمجھایا۔ مگر انہوں نے ایک نہ سنی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ کے تصفیہ کے لیئے خراش بن امیہ رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر

Marfat.com

بناکر مکے بھیجا۔ قریش نے انکو گرفتار کرلیا۔ مگر وہ کسی تدبیر سے رہا ہوکر واپس چلے آئے۔ اسکے بعد آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ چونکہ وہ قریش کے ایک بااثر خاندان میں سے تھے اور مکے میں انکے بہت سے عزیز و رشتہ دار موجود تھے۔ اسلئے قریش نے انکی بڑی خاطر و مدارات کی۔ مگر جب اُنہوں نے کہا کہ مسلمانوں کی غرض کعبہ کا طواف کرنے اور احکامِ حج بجالانے کا موقع دیا جائے۔ تو اسکے جواب میں اُنہوں نے یہ جواب دیا کہ تم اگر چاہو تو بخوشی کعبہ کا طواف کرسکتے ہو۔ دوسرے مسلمانوں کو ہم مکہ میں گھسنے نہیں دینگے۔ اُنہوں نے کہا جب تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لاتے میں اکیلا کس منہ سے طواف کرسکتا ہوں۔ یہ لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں اُن کا یہ حسنِ عقیدت دیکھکر برافروختہ ہوئے اور انکو قید کرلیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واپس آنے میں جب دیر ہوئی تو مسلمانوں میں یہ افواہ مشہور ہوگئی کہ کفار نے انکو شہید کردیا۔ یہ سُنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بڑا رنج ہوا۔ آپ ایک درخت سے تکیہ لگاکر بیٹھ گئے اور اپنے تمام ہمراہیوں کو فرمایا کہ سارے مسلمان اس امر پر میرے ساتھ بیعت کریں کہ اگر عثمان رضؓ کا انتقام لینے کے لئے کفار کے ساتھ جنگ کرنے کی ضرورت پڑی تو سب لوگ میرا ساتھ دینگے سب نے بسروچشم یہ اقرار کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اسکا نام بیعت الرضوان ہے جسکا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (س۔ حم۔ ع ۳)۔ یعنی اللہ مومنوں سے راضی ہوا جب اُنہوں نے درخت کے نیچے تجھ سے بیعت لی۔

قریش مکہ نے جب بیعت الرضوان کا حال سنا۔ تو بہت گھبرائے۔ کیونکہ انہیں اپنی کمزوری معلوم تھی۔ اسلئے اُنہوں نے قاصد کے ذریعے کہلا بھیجا کہ ہمارے قیدیوں کو رہا کردیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم عثمان رضی اللہ عنہ کو چھوڑدو۔ اسپر دونوں طرفوں کے قیدی رہا ہوگئے۔ اور صلح کی یہ شرطیں قرار پائیں:

(۱) اس سال آپ حج کا ارادہ ملتوی رکھیں اور یہیں سے واپس چلے جائیں (۲) اگر چاہیں تو اگلے سال عمرہ کی قضا دینے کے لئے مکہ میں آئیں۔ مگر تین دن سے زیادہ نہ ٹھیریں۔ اور مسلمانوں کے پاس ایک ایک تلوار سے زیادہ اور کوئی ہتھیار نہ ہو۔ (۳) دس سال تک فریقین میں امن رہے اور دونوں طرف سے کوئی فریق دوسرے فریق کے معاہدہ والوں سے بھی جنگ نہ کرے (۴) اگر کوئی ہمارا آدمی ہماری اجازت بغیر آپ کے پاس آئے تو آپ اسے ہمارے حوالہ کردیں لیکن اگر تمہارا کوئی آدمی ہمارے پاس آئیگا تو ہم اسکو واپس نہ دینگے (مد)۔

حدیث (ل) نئی چیز اور بات کو کہتے ہیں۔ قدیم کی ضد ہے اور (ص۔م) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور آپ کے فعل اور تقریر کی حکایت کو کہتے ہیں۔ اور کبھی صحابی اور تابعی کے قول کو بھی حدیث کہہ لیتے ہیں۔

حدیث کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اِلٰہی کہ جسے قدسی بھی کہتے ہیں۔ اور دوسری نبوی۔ الٰہی یا قدسی تو وہ حدیث ہے جسے پیغمبر علیہ السلام اپنے پروردگار سے روایت کریں (ک)، جیسے کہ حدیث مندرجہ ذیل:۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم زمانہ کو گالیاں دے کر مجھے تکلیف اور رنج پہنچاتا ہے کیونکہ میں ہی زمانہ ہوں اور میرے قبضہ میں ہی سب کام ہیں اور میں ہی دن رات کو بدلتا ہوں۔ (مش)۔

اور حدیث نبوی وہ ہے جو ایسی نہ ہو جیسے یہ حدیث ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ہر بالغ پر نہانا

Marfat.com

واجب ہے۔ (مش)۔

حدیث کے اقسام اپنے موقعہ پر بیان ہوئے ہیں۔ حدیث کی چند کتابوں کے نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

صحیح بخاری۔ عینی شرح صحیح بخاری۔ قسطلانی۔ فتح الباری۔ کرمانی۔ حاشیہ سندھی علے البخاری۔ دروس البخاری۔ کتاب الجمع بین الصحیحین۔ الزبیدی۔ اتحاف السنیۃ بالاحادیث القدسیہ۔ صحیح مسلم۔ شرح مسلم للنووی۔ الاجہوری۔ ترمذی۔ نسائیؒ۔ السنن الکبریٰ للنسائیؒ۔ موطا امام مالک۔ شرح موطا لملّا علی قاری۔ شرح موطا للزرقانی۔ تنویر الحوالک شرح موطا مالک۔ السنن للبیہقی۔ ابن ماجہ۔ اتفاق البخاری ومسلم فی الاحادیث۔ مسند امام اعظمؒ۔ مسند امام شافعیؒ۔ آثار امام محمدؒ۔ سنن ابوداؤد۔ سیرۃ ابن سید الناس۔ سیرۃ شامیہ۔ سیرۃ ابن ہشام۔ سیرۃ حلبیہ۔ فتوحات سجستانیہ۔ طحاوی۔ تلخیص معانی الآثار۔ المقبول فی المنقول۔ بدیعۃ الامام الاندلسی احاسن المحاسن۔ کشف الغمہ عن الائمہ۔ احلی الخبر من کلام سید البشر۔ اتحاف اہل الاسلام۔ المقتفیٰ فی سیرۃ المصطفیٰ۔ تاریخ الخمیس۔ الریاض النضرہ فی فضائل العشرہ۔ تاریخ مکہ للازرقی۔ فتوحات الروض۔ شفاء لقاضی عیاض۔ شرح شفا للدلجی۔ شرح شفا للخفاجی۔ حاشیہ علے الشفاءُ مواہب لدنیہ۔ شرح مواہب للزرقانی۔ حاشیہ شبر املسی علے المواہب۔ البدور المنورہ۔ جامع کبیر۔ جامع صغیر ذیل علے الجامع الصغیر۔ المناوی الکبیر علے الجامع الصغیر۔ المناوی الصغیر علے الجامع الصغیر۔ ابیاری علی الجامع الصغیر عزیزی علے جامع الصغیر۔ مشکوٰۃ المصابیح۔ مقبول علے الجامع الصغیر۔ شبراوی علے الجامع الصغیر۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ شرح مشکوٰۃ لزین العرب۔ مشارق الانوار۔ شرح المشارق۔ شمائل۔ جمع الوسائل فی شرح الشمائل۔ شرح شمائل لابن حجر۔ شرح شمائل للجمال۔ بہجۃ المحافل۔ لب اللباب۔ المولد الشریف۔ شرح التبئینی علی المولد۔ شرح بانت سعاد۔ کتاب المعجزات۔ دلائل الخیرات۔ تشویق اللبیب۔ شرح الفاشی علے الدلائل۔ خصائص النبی۔ حصن حصین۔ شرح حصن ملا علی قاری۔ حزب الاعظم۔ شرح حزب الاعظم۔ لوادر الاسرار۔ وردۃ الجیوب۔ السدرۃ الضوئیہ۔ المنہل العذب۔ الصلوٰۃ والعوائد۔ القول البدیع۔ کتاب الاذکار۔ الہمزیۃ۔ توضیح۔ اربعین نوویّہ۔ شرح اربعین لابن حجر۔ شرح اربعین شبرخیتی۔ شرح اربعین فشنی۔ شرح اربعین ملا علی قاری۔ شرح اربعین سعد۔ العقود البکریۃ۔ کتاب الابتہاج۔ حاشیہ عموری علے الدردیر۔ الرمز الکامل۔ مسالک الحنفاء۔ عمدۃ الاحکام۔ جلاء الافہام۔ القول البدیع۔ نتائج الافکار۔ نفحات العبید۔ التقریب والتیسیر۔ طبقات الحفاظ۔ تمییز الطیب فی الحدیث۔ تقریب التہذیب۔ تیسیر الوصول۔ معانی الآثار للعینی۔ موضوعات ملا علی قاری۔ موضوعات صاغانی۔ جامع الاصول۔ مطالع الانوار۔ نہایہ۔ التذکرہ والتبصرہ۔ کتاب التذکار۔ بغیتہ الساعی۔ البیقونیہ۔ (کشف الظنون)۔

ان میں سے حسب ذیل چھ کتابیں حدیث کی صحاح ستّہ کہلاتی ہیں۔ صحیح بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ نسائیؒ۔ موطا امام مالک۔

حدیث آحاد اس حدیث کو کہتے ہیں جسکی روایت میں اسقدر کثرت نہ ہو جیسی کہ متواتر میں (لوز)۔

حدیث حسن آحاد مقبول کی ایک قسم ہے یعنی وہ حدیث جو صحیح کی طرح بر ہو۔ لیکن راویوں کا درجہ حفظ و یاد وغیرہ میں صحیح کے راویوں سے کم ہو۔ مگر عمل کرنے میں دونوں برابر ہیں اور دونوں حجت ہیں۔ البتہ یہ صحیح سے رتبہ میں کم ہے۔ (رحمۃ)۔

حدیث شاذ وہ حدیث ہے کہ جو معتبر لوگوں کی روایت کے مخالف ہو (رحمۃ)۔

Marfat.com

حدیث صحیح آحاد مقبول کی ایک قسم ہے یعنی وہ حدیث کہ جس کو پرہیزگار دیندار خوب یاد رکھنے والوں نے ہر زمانے میں برابر روایت کیا ہے۔ اور اس میں کوئی عیب پوشیدہ نہ ہو اور معتبر لوگوں کی مخالفت بھی نہ ہو۔ (رحمۃ)

حدیث ضعیف وہ حدیث جو صحیح اور حسن کے مخالف ہو یا اسکے راوی میں کوئی وجہ ضعف کی مثلاً نقصان حفظ یا فسق یا جہالت یا بدعت وغیرہ پائی جاتی ہو یا اسکا کوئی راوی درمیان سے ساقط ہو گیا ہو۔ یا اسکے راوی پر لوگ طعن کرتے ہوں۔ (رحمۃ)

حدیث عزیز آحاد کی قسم ہے۔ یعنی وہ حدیث جس کو ہر زمانے میں دو راویوں نے روایت کیا ہو (نور)

حدیث غریب آحاد کی ایک قسم ہے۔ یعنی وہ حدیث جس کی روایت کسی زمانے میں ایک ہی راوی سے ہو۔ (نور)

حدیث قدسی دیکھو لفظ (حدیث)

حدیث متابع اس حدیث کو کہتے ہیں کہ ایک راوی نے دوسرے راوی کے مطابق روایت کی ہو کہ جس کو شاہد بھی کہتے ہیں (رحمۃ)

حدیث متروک وہ حدیث موضوع ہے جسکے راوی پر جھوٹ کی تہمت لگی ہو۔ (رحمۃ)

حدیث متواتر وہ حدیث کہلاتی ہے۔ جسکو ہر زمانے میں اتنے لوگوں نے روایت کیا ہو کہ انکی طرف عقل کے نزدیک کذب کا احتمال محال ہو (نور)

حدیث مدرج اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جسمیں راوی نے کچھ اپنا کلام بھی شامل کر دیا ہو۔ (رحمۃ)

حدیث مدلس وہ حدیث ہے جسکی روایت میں راوی نے اپنے شیخ کو کسی مصلحت سے حذف کر دیا ہو اور اسکا نام نہ لیا ہو۔ (رحمۃ)

حدیث مردود وہ حدیث جسکے راوی کا صدق و ثقاہت معلوم نہ ہو۔ (رحمۃ)

حدیث مرسل وہ حدیث ضعیف ہے جسکا راوی انتہا سے ساقط ہو۔ چنانچہ صحابی کا نام مذکور نہ ہو اور تابعی اسکو بیان کرے۔ (رحمۃ)۔

حدیث مرفوع وہ حدیث ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام یا فعل ہو۔ کیونکہ رفع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل کے ذکر کرنے کو کہتے ہیں۔ (رحمۃ)۔

بالفاظ دیگر حدیث مرفوع وہ حدیث ہے جسکا سلسلہ سند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک پہونچ چکا ہے اور آپ سے وہ روایت کی گئی ہو۔

حدیث مشہور آحاد کی ایک قسم ہے یعنی وہ حدیث جسکو ہر زمانے میں تین یا زیادہ راویوں نے روایت کیا ہو۔ (نور)

حدیث مضطرب وہ حدیث ہے جس میں راویوں نے سند یا متن میں اختلاف کیا ہو (رحمۃ)

حدیث معضل حدیث ضعیف کو کہتے ہیں جسکے دو راوی برابر ساقط ہوں (رحمۃ)

حدیث معلق وہ حدیث ضعیف ہے جسکا راوی اول سے ساقط ہو۔ (رحمۃ)

حدیث معلول اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جس میں کسی طرح کی علت جو صحت حدیث کو قدح کرتی ہو پائی جاتی ہو۔ (رحمۃ)

حدیث مقبول وہ حدیث جسکے راوی کا صدق و ثقاہت معلوم ہو (رحمۃ)

حدیث منقطع وہ حدیث ضعیف ہے کہ جسکے دو راوی برابر ساقط نہ ہوں بلکہ درمیان میں سے دو مختلف جگہ سے راوی ساقط ہوں۔ اور کبھی منقطع کو مرسل اور معضل کو منقطع بھی کہتے ہیں۔ (رحمۃ)۔

Marfat.com

حدیث منکر وہ حدیث ضعیف ہے جسکا راوی بہت غلطی کرتا ہو۔ یا غافل ہو یا اسکو وہم بہت ہو۔ یا اسکی روایت سچے لوگوں کی روایت کے مخالف ہو۔ یا وہ فاسق ہو یا بدعتی۔ (رحمۃ)

حدیث موضوع وہ حدیث ضعیف ہے جسکا راوی جھوٹا ہو۔ (رحمۃ)

حدیث موقوف اس حدیث کو کہتے ہیں جو صحابی کا قول یا فعل ہو کس لئے کہ وقف صحابی کے قول وفعل کے ذکر کرنے کو کہتے ہیں۔ (رحمۃ)

حدید (دل) وہ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام بھی ہے جس میں یہ لفظ اسطرح سے مذکور ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ تا اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ۔ تحقیق ہمنے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے معجزے دیکر بھیجا اور انکی معرفت کتابیں اُتاریں اور (نیز ہمنے) ترازو کا رواج دیا تاکہ لوگ (دینی و دنیاوی دونوں طرح کے معاملات میں) انصاف پر قائم رہیں۔ اور لوہا پیدا کیا کہ (ہتھیاروں کے کام میں لایا جاتا ہے) اس میں بڑا خطر ہے اور اس میں لوگوں کے بہتیرے فائدے بھی ہیں اور (اس خطرناک لوہے کے پیدا کرنے سے) ایک غرض یہ بھی ہے کہ اللہ تم میں سے اُن لوگوں کو معلوم کرلے جنہوں نے اللہ کو دیکھا نہیں اور پھر بھی اللہ اور اسکے رسولوں کی مدد کو کھڑے ہوجاتے ہیں۔ بے شک اللہ زورآور اور زبردست ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے پانچ لوہے کی چیزیں ہمراہ لائے تھے۔ اہرن۔ سنہور (پنجابی سنھی) سندان۔ ہتھوڑا۔ سوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ کدال (پنجابی کہی) اور کسی بھی تھی (مد)۔

حذر بچنا۔ احتیاط۔ پرہیز۔ خطرے سے چوکنے رہنا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَرَّتَیْنِ یعنے مومن آدمی ایک ہی بل سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا یعنے آزمودہ را آزمودن مومن کا کام نہیں۔

حذیفہ بن یمان ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے جنکی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراز تھے۔ آپ سے حضرت عمر بن خطاب۔ حضرت علی اور ابوالدرداء وغیرہ بہت سے صحابہ اور تابعین نے روایت کی۔ ۳۵ھ اور بقولے ۳۶ھ میں حضرت عثمان رض کی شہادت سے چالیس روز بعد مدائن میں آپ کی وفات ہوئی۔ (اکما)۔

حرام حلال کی ضد ہے۔ حرام چیزوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جو اصل ہی سے حرام ہوں۔ دوسری وہ جو اصل سے تو حرام نہ ہوں مگر انکے ساتھ کسی خاص صفت کے شامل ہوجانے سے وہ حرام ہوگئی ہوں۔

پہلی قسم میں یہ چیزیں داخل ہیں (۱) تمام زہر خواہ جمادات کی جنس سے ہوں جیسے سنکھیا۔ پارہ وغیرہ۔ یا نباتات کی جنس سے ہوں جیسے کچلے۔ میٹھا تیلیہ۔ افیون وغیرہ۔ مگر انکی تھوڑی مقدار اگر قاتل نہ ہو تو حرام نہیں اور طبیب کی تجویز سے انکو دواؤں میں ملاکر کھانا بھی حرام نہیں (۲) ایسی چیزیں جنکے کھانے سے صحت کو نقصان ہو جیسے مٹی۔ گیرو۔ سرمہ اور بے موقعہ دوا۔ لیکن اگر ضرر کا احتمال نہ ہو تو حرام نہیں (۳) ایسی چیزیں جو نشہ لاتی ہوں۔ جیسے بھنگ۔ شراب۔ افیون وغیرہ۔ (۴) یہ جانور حرام ہیں۔ دانت سے شکار کرنے والے درندے۔ پنجے سے شکار کرنیوالے پرندے۔ حشرات الارض میں وہ جانور جو زمین میں رہتے ہیں۔ جیسے چوہا۔ گھونس۔ چھچھوندر۔ سیہ۔ سانپ۔ وغیرہ۔ بستی کے گدھے۔ خچر۔ گھوڑا۔ بجو۔ گوہ۔ بھڑ۔ بڑا سیاہ کوا۔ گدھ۔ ابلق کوا جو مردار کھاتا ہے۔ ہاتھی۔ جنگلی چوہا۔ نیولا۔ مچھلی کے سوا باقی سب دریائی جانور۔

دوسری قسم میں تمام ایسی چیزیں داخل ہیں جو اگرچہ اصل سے حلال ہوں مگر ذیل کے سببوں میں سے کوئی سبب انکے ساتھ ملجائے (۱) کوئی ایسی چیز جو کسی کی ملک ہو مالک کی اجازت بغیر

Marfat.com

لے لینا۔ یا اسکی اجازت کے بغیر اپنے کام میں لانا جیسے چوری۔ خیانت (۲) کوئی چیز جو دوسرے کی ملک ہو ڈرا دھمکا کر یا زبردستی چھین لینا جسکے چھین لینے کا کوئی حق نہ ہو۔ جیسے ظلم سے جرمانہ وصول کرنا۔ اور ڈکیتی (۳) کوئی زبردستی سودا کر لینا جبکہ دوسرا راضی نہ ہو۔ یا دونوں راضی ہوں مگر وہ لینا دینا شرع کے خلاف ہو۔ جیسے بیع فاسد۔ ربا وغیرہ۔ (۴) دھوکا دیکر کوئی چیز مفت یا تھوڑے مول پر لے لیا۔ جیسے ٹھگی۔ جعل سازی وغیرہ (۵) ایسی نذر یا انعام یا ہبہ لینا جس سے کسی دوسرے کی حق تلفی ہوتی ہو۔ جیسے رشوت۔ سارے مال کی وصیت وغیرہ (۶) قمار بازی سے مال حاصل کرنا (۷) ایسا مال لینا جو دینے والے نے کسی ناجائز ذریعے سے کمایا ہو۔ مثلاً چوری یا زنا یا قمار بازی وغیرہ سے خواہ وہ مال خرید فروخت سے یا سنت یا کسی اور جائز طریقے سے ہاتھ آتا ہو (کذا فی کتب الفقہ)۔

حرا ایک پہاڑ کا نام ہے جو کعبہ سے تقریباً ڈھائی میل کے فاصلے پر ہے جب ایام وحی نہایت قریب پہونچگئے تھے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس پہاڑ کی ایک غار میں کہ جسکا طول چار گز اور عرض سوا گز اور کہیں سے کم تھا۔ تنہا ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ پہلے پہل وہیں وحی نازل ہوئی تھی۔ (لف) مفصل کیفیت کے لئے دیکھو لفظ (وحی)۔

حرب بُعاث حرب کے معنے لڑائی۔ بُعاث بضم با، قبیلہ بنی اوس کے قلعہ کا نام ہے

حرب بعاث اس مشہور و معروف لڑائی کا نام ہے جو بیس سال سے بنی اوس اور بنی خزرج کے مابین ہوتی چلی آئی تھی اور اور آخر اسلام نے ان دونوں قبیلوں کی دیرینہ کاوش نکال کر انکو گلے ملا دیا۔ اس لڑائی سے چھ سال بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت کی (مج)۔

اس جنگ کے تفصیلی واقعات کتب تاریخ میں موجود ہیں۔

حرز (ل) محفوظ جگہ (ص۔ ش) میں اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں عادۃً مال محفوظ رکھا جاتا ہے یا اپنی جان کی حفاظت کیجاتی ہے۔ جیسے مکان۔ دوکان۔ خیمہ وغیرہ (ک)

حرز کا لغوی معنے حفاظت اور نگہبانی کا ہے جیسا کہ شعر ذیل میں ہے ؎

بنام آنکہ نامش حرز جانہاست
ثنائش جوہر تیغ زبانہاست

حرص (ل) لالچ۔ اسکے مشتقات قرآن مجید میں کئی مقام پر آئے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ (س بقرہ ع ۱۱)

اور (اے پیغمبر) البتہ تم پاؤ گے کہ یہ لوگ زندگی پر (سب) لوگوں سے زیادہ ریجھے ہوئے ہیں۔

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ط (س۔ نسا۔ ع ۱۹) اور تم (اپنی طرف سے) ہنیرا چاہو لیکن یہ تو تم سے ہو نہیں سکیگا کہ (کئی کئی) بیبیوں میں (پوری پوری) برابری کر سکو تو بالکل (ایک ہی کیطرف) مت جھک پڑو کر دوسری کو (اسطرح) چھوڑ بیٹھو گویا (ادھر میں) لٹک رہی ہے۔

وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ (س یوسف ع ۱۱) بایں ہمہ اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ تم کتنا ہی چاہو وہ تو ایمان لانیوالے ہی نہیں۔

حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (س۔ توبہ ع ۱۶) (اور) ان کو تمہارے بہبود کا حرص ہے اور مسلمانوں پر نہایت درجے شفیق (اور) مہربان ہیں۔

حرف عرف میں حرف اسے کہتے ہیں جس سے الفاظ مرکب ہوتے ہوں۔ جیسے ا۔ ب۔ ت۔ اور انہیں حروف تہجی کہتے ہیں۔ اور لغت میں حرف کے معنے طرف کے ہیں اور صرف نحو کا ایک حصہ ہے جس میں حروف سے بحث کیجاتی ہے۔ حروف کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نورانی اور دوسرے ظلمانی۔

Marfat.com

نورانی تو وہ حروف ہیں جو سُورَ کے کی شروع میں آتے ہیں۔ اور انکا مجموعہ ہے صراط علی حق نمسکہ۔ اور باقی ظلمانی ہیں۔ (ک)۔

حرمت رضاع رضاع کے معنے دودھ پلانا۔ کوئی بچہ جب ماں کے سوا کسی اَور عورت کا دودھ پیتا ہے تو اس سے وہ عورت اسکی ماں بنجاتی ہے اس عورت کے ساتھ اور اسکی بیٹیوں۔ بہنوں وغیرہ کے ساتھ نکاح کرنا اس لڑکے کے لئے حرام ہوجاتا ہے۔ اس کو حرمت رضاع کہتے ہیں۔ دیکھو (رضاع)۔

حریر ریشم۔ ریشم کے کپڑے پہننا ناجائز ہیں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ریشمی کپڑے کے پہننے سے منع فرمایا۔ ہاں اتنی مقدار ہو (تو مضائقہ نہیں) اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں انگلیوں بیچنے بیچ کی اور شہادت کی انگلیاں اُٹھاکر دونوں کو ملا لیا (خلاصہ یہ کہ ریشمی کپڑے کی دو انگل کی گوٹ مرد کو جائز ہے) (صح)۔ اَور مسلم کی ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جابیہ (شام کا ایک مشہور شہر ہے) میں خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ریشمی کپڑا پہننے سے منع فرمایا۔ مگر دو انگشت یا تین انگشت یا چار انگشت (کی اجازت ہے)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے زبیر اور عبد الرحمٰن بن عوف کو اس (خارش جسم) کی وجہ سے جو انہیں لاحق تھی ریشمی کپڑے کے پہننے کی اجازت دی۔ صحیحین اور مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ زبیر اور عبد الرحمٰن نے جوؤں کی شکایت کی تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں ریشمی کرتوں کے پہننے کی اجازت دی۔

حریم احاطہ۔ گھر کی چار دیواری رتر کی مصر۔ اور شام میں مسلمان کے گھر کو کہتے ہیں۔ جیسے فارس۔

افغانستان اور ہندوستان میں حرمگاہ۔ محلسرا اور زنانہ سے موسوم کرتے ہیں۔ چونکہ قرآن مجید میں پردے کا حکم ہے اسلئے اہل اسلام میں قاعدہ ہے کہ مستورات گھر سے باہر نہیں نکلتیں۔ اور نہ ہی اپنے خاوند کے سوا کسی اَور سے بات چیت کرتی ہیں۔

حزقیال ایک پیغمبر کا نام ہے جو بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے گذرے ہیں (کن)۔

حزن غم۔ قرآن میں یہ کلمہ یوں آیا ہے قَالَ اِنَّمَا اَشْکُوْ بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ٥ (س۔ یوسف۔ ع ۱۰) (یعقوب نے کہا (میں تمسے تو کچھ نہیں کہتا) جو پریشانی اور رنج مجھکو ہے اسکی فریاد خدا ہی سے کرتا ہوں اور خدا ہی کیطرف سے مجھکو وہ باتیں معلوم ہیں جو تمکو معلوم نہیں۔

حس قوت مدرکہ نفسانیہ کو کہتے ہیں۔ اور اس درد کو بھی کہتے ہیں جو عورتوں کو ولادت کے بعد ہوا کرتی ہے۔ پھر حواس کی دو قسمیں ہیں۔ ظاہری اور باطنی۔ حواس ظاہری) پانچ ہیں۔ بصر۔ سمع۔ ذوق۔ شم۔ لمس۔ اسی طرح حواس باطنی بھی پانچ ہیں۔ حس مشترک۔ خیال۔ وہم۔ حافظہ۔ متصرفہ۔ حواس باطنہ بعض فلاسفہ کے مخترعات سے ہیں۔ اہل اسلام انکے منکر ہیں۔ (ک)۔

حسب کسی شخص کی ذاتی خوبی اور وصف کو کہتے ہیں۔ حسبك الدرهم یعنی تجھے ایک درہم کافی ہے۔ حسبی اللہ۔ اللہ تعالےٰ کی ذات میرے لئے کافی ہے۔

حسّان (ل) بہت خوب۔ اور ایک شاعر کا نام ہے۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مداح تھے اور انکو حسّان بن ثابت انصاری کہتے ہیں۔ قبیلہ خزرج سے تھے۔ کنیت انکی ابو الولید تھی۔ بڑے پائے کے شاعر گذرے ہیں۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ اہل عرب کا اسبات پر اتفاق ہے کہ ان سے بڑھکر کوئی شاعر نہیں ہوا۔ آنحضرت صلعم نے

Marfat.com

انکے حق میں فرمایا ہے اُھْجُ الْمُشْرِکِیْنَ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ مَعَکَ۔ یعنی مشرکوں کی ہجو کرو کیونکہ جبرئیل علیہ السلام تمہاری مدد کرتے ہیں اور تمہارے ساتھ ہیں (مش)۔ ۱۲۰ برس زندہ رہے۔ ۶۰ سال تو بت پرستی میں گذرے اور ۶۰ اسلام میں۔ ۵۴ھ میں وفات پائی۔

حسان بن عطیہ مستند علماء حدیث سے ہوئے ہیں۔ فقیہ اور مدبر تھے ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔ (کن)۔

حسد قرآن مجید میں اس بری خصلت کا ذکر کئی جگہ آیا ہے۔ سورۃ بقر کے تیرھویں رکوع میں اور سورۃ نساء کے آٹھویں رکوع میں اہل کتاب کے حسد کا ذکر ہے۔ سورۃ فلق میں حاسد کے حسد سے پناہ مانگنے کی ترغیب دیگئی ہے۔

احادیث میں بھی اسکی بڑی مذمت آئی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لوگو! پہلی امتوں کا مرض آہستہ آہستہ تمہاری طرف سرکتا آتا ہے (اور) وہ (ایک) حسد ہے اور (دوسرے) دشمنی ہے۔ ان میں سے ہر ایک حالقہ (یعنے مونڈنے والی) ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتی ہے۔ بلکہ دین کو مونڈ کر صاف کر دیتی ہے (ت)

فرمایا اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔ اپنے تئیں حسد سے دور رکھو کیونکہ حسد نیکیوں کو اسطرح کھا جاتا ہے جسطرح آگ ایندھن کو کھا جاتی ہے (ابو)۔

حسن رض حضرت حسنؓ بڑے بیٹے حضرت علی ابن ابیطالب اور جناب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہیں۔ آپ کی ولادت ۳ھ بمقام مدینہ واقع ہوئی۔ تاریخ ولادت میں بہت اختلاف ہے۔ بعض ۱۵ رمضان بعض شعبان بیان کرتے ہیں۔ آپ قد وقامت میں حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی مشابہ تھے۔ خصوصاً ناف سے سر تک۔

جب آپ پیدا ہوئے تو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے آپکا نام حسن رکھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ پہلے عرب میں کسیکا نام حسن نہیں تھا۔ آپ کے تولد کے ساتویں روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عقیقہ کیا اور فرمایا کہ آپکے بال مونڈ اکر انکے وزن کے برابر چاندی صدقہ دیجائے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے ہوئے وعظ فرما رہے تھے۔ کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم امام حسنؓ کیطرف متوجہ ہوتے اور کبھی لوگوں کیطرف دیکھتے۔ اور فرماتے یہ میرا بیٹا ہے اور سردار ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ اللہ تعالے اسکے سبب مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائیگا۔

مروی ہے کہ ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حسنؓ کو اپنے کندھے پر سوار کئے لیجا رہے تھے۔ راستے میں ایک شخص نے دیکھکر کہا "نِعْمَ الْمَرْکَبُ رَکِبْتَ یَا غُلَامُ"۔ یعنے اے لڑکے تو کیا اچھی سواری پر سوار ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَھُوَ نِعْمَ الرَّاکِبُ وہ سوار بھی اچھا ہے۔

امام حسنؓ کی طبیعت اسقدر سادگی پسند اور فضول شان وشوکت سے متنفر تھی کہ آپ نے ۲۵ حج پیادہ پا کئے حالانکہ آپ کے ساتھ کوتل گھوڑے بھی موجود رہا کرتے تھے۔

آپ کا حلم اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ مروان جب امیر تھا تو اسکی عادت تھی کہ ہر جمعہ کو بر سر منبر حضرت علیؓ کی شان میں ناشائستہ کلمات کہا کرتا تھا۔ حضرت حسنؓ سنکر خاموش رہتے۔ مگر مروان اسپر بس نہ کرتا۔ بلکہ آپ کو اشتعال دلانے کی غرض سے کسی شخص کی زبانی آپ کو کہلا بھیجتا کہ وہ جو برا کہتا ہے وہ کسی اور کو نہیں کہتا۔ آپ کو اور آپ کے والد کو کہتا ہے۔ آپ اس کو کہلا بھیجتے کہ میں خوب سمجھتا ہوں اور تیری بدگوئی کو بھولا

Marfat.com

نہیں ہوں۔ شاید تیرا یہ منشا ہے کہ میں بھی تیری نسبت کوئی بُرا لفظ کہوں۔ مگر ایسا کہنا میری شان۔ میرے تحمل کے خلاف ہے۔ مگر خوب یاد رکھ کہ اسکا بدلہ اللہ تعالےٰ خوب دے سکتا ہے۔

حضرت حسنؓ کمال درجہ کے سخی تھے۔ آپ نے دو دفعہ اپنا کل مال و اسباب فی سبیل اللہ لٹا دیا اور تین مرتبہ آدھا آدھا مال اللہ کے نام پر محتاجوں کو دے دیا۔ یہانتک کہ آپ ایک موزہ رکھ لیتے اور دوسرا اللہ کے نام پر دے دیتے۔

امام حسنؓ عورتوں کو کثرت سے طلاق دیا کرتے تھے۔ اور یہ عورتوں کی نا اتفاقی یا نافرمانی کیوجہ سے نہیں بلکہ عورتیں آپ کی نہایت فرمانبردار رہا کرتی تھیں اور آپ کو بہت محبوب جانتی تھیں۔ جعفر بن محمد فرماتے تھے کہ آپ کے زیادہ طلاق دینے سے مجھکو اس بات کا اندیشہ تھا کہ شاید آپ کے اس فعل سے قبیلوں میں نا اتفاقی پھیل جاوے گی۔ مگر تجربہ سے ثابت ہوا کہ میرا خیال غلط تھا۔

حضرت علیؓ نے ایک دن فرمایا۔ اے اہل کوفہ اپنی لڑکیوں کا نکاح حسنؓ سے نہ کرو۔ کیونکہ وہ بہت طلاق دینے والے شخص ہیں۔ ہمدان کے ایک شخص نے عرض کیا۔ یا امیرالمؤمنین کچھ بھی ہو۔ ہم تو انہیں سے لڑکیوں کا نکاح کرینگے۔ جب تک چاہیں اُس کو رکھیں اور جب چاہیں طلاق دیں۔

آپ کی وفات کے بعد مروان جو آپ سے سخت عداوت رکھتا تھا آپ کے جنازے پر بہت رونے لگا۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا۔ تو تو میرے بھائی حسنؓ کو بہت کچھ بُرا کہتا تھا اور انکو اپنا دشمن سمجھتا تھا پھر کیوں روتا ہے۔ مروان نے کہا میں جو کچھ کرتا تھا ایسے شخص کے ساتھ کرتا تھا جو اس سے (ایک پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے) بھی زیادہ حلیم تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اہل کوفہ نے حضرت حسنؓ سے بیعت کی پس آپ نے چھ ماہ کچھ دن اوپر خلافت کی۔ بعدہٗ امیر معاویہؓ آپ کے پاس آئے حضرت حسنؓ نے ان شروط پر ان سے صلح کرلی۔

اولاً۔ یہ کہ اہل مدینہ و حجاز و عراق سے کوئی شئے جو علیؓ کے عہد خلافت میں انکو واجب الادا تھی طلب کیجائے۔

ثانیاً یہ کہ میرے دیون ادا کرنے کی تم ذمہ داری کرلو۔

ثالثاً۔ یہ کہ تمہارے بعد خلافت میرے لیئے ہو۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی ان شرائط پر راضی ہوکر صلح اختیار کی آپ کے اس صلح اختیار کرنے سے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کا ظہور ہوا۔ جو آپ نے امام حسنؓ کی نسبت فرمایا تھا کہ حسنؓ کے سبب سے اللہ تعالےٰ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائیگا۔

وفات آپ کی مدینہ میں ہوئی۔ یزید بن معاویہؓ نے آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث کو خفیہ پیغام بھیجکر زہر دلوا دیا تھا۔ اور وعدہ کیا تھا کہ انکے بعد میں تیرے ساتھ نکاح کرلونگا لیکن جب اس نے ایفاء وعدہ چاہا تو یزید نے جواب دیا کہ جب تو نے فرزند رسول سے بیوفائی کی تو میرے ساتھ کیا بھلائی کرے گی۔

آپ کی وفات کے سنہ میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں ۴۹ھ میں ہوئی۔ اور بعض ربیع الاول ۵۰ھ میں اور بعض ۵۱ھ میں کہتے ہیں۔ عمر اسوقت آپ کی ۴۵ یا ۴۷ سال کی تھی۔ قبر آپ کی جنت البقیع میں ہے (خل)

حسن بصری

علمائے تابعین میں سے تھے۔ عالم باعمل تھے۔ ابو عمر بن علاء کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری اور حجاج بن یوسف ثقفی سے زیادہ فصیح کوئی نہیں دیکھا۔ اور جب آپ سے ان دونوں سے زیادہ فصیح کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے کہا کہ حسن بصری حجاج سے فصیح ہیں۔ آپکا اکثر کلام نصائح پر مشتمل ہوتا تھا

Marfat.com

سنہ ۱۱۶ھ میں بصرہ میں فوت ہوئے (کن)۔

حسن بن صباح بغداد کے مشاہیر علمائے حدیث سے ہوئے ہیں۔ کنیت ابو علی تھی۔ آپ کی پیدائش شہر واسط میں واقع ہوئی۔ بڑے عابد زاہد تھے۔ سنہ ۲۴۹ھ میں فوت ہوئے (کن)

حسین بن علی رح آرمینیہ کے اولوالعزم صوفیوں سے تھے۔ آپ ایک خاص طریق تصوف کی تعلیم دیتے تھے۔ صوفیوں کے بعض اقوال پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ عالم اور عابد تھے۔ (کن)۔

حسن الخلق خوش مزاجی۔ خوش خلقی خوش خلقی تمام خوبیوں کی جڑ ہے۔ قرآن شریف میں خداوند کریم پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (س قلم ع ۱) اور بے شک تمہارے اخلاق البتہ بڑے (اعلےٰ درجہ) کے ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں کا زیادہ محبوب مجھے وہ ہے جسکے اخلاق بہت اچھے ہوں (بخاری) قبیلہ مزینہ کا ایک آدمی کہتا ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جو چیزیں انسان کو دیگئی ہیں ان سے عمدہ چیز کیا ہے۔ فرمایا خوش خلقی (شرح السنہ)۔

(۲) ابو الدرداؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ایماندار کی ترازو میں (جس سے اعمال تولے جائینگے اعمال صالحہ کے پلڑے میں) جو چیز سب سے بھاری رکھی جائیگی نیک خوئی ہوگی۔ اور بیشک اللہ بیہودہ (اور) حد ادب سے تجاوز کرنے والے کو دشمن رکھتا ہے (تر)۔

اچھے اخلاق جو انسان میں ہونے ضروری ہیں وہ یہ ہیں۔ تفکر۔ تذکر۔ رائے صائب۔ فراست صادقہ۔ جودت۔ عصمت۔ ایمان باللہ۔ ایمان الانبیاء۔ ایمان بالمعاد۔ ایمان بالملائک۔ ایمان بالکتب۔ الفیاء۔ اوامر و نواہی۔ شجاعت۔ ثبات و استقلال و استقامت۔ علو ہمت۔ آہستگی۔ غصے کو پی جانا۔ صبر۔ حلم و تحمل۔ صدق و راستی۔ عفو و درگذر۔ رفق و نرمی۔ تواضع و ملنساری۔ عجز و انکسار۔ حفظ اللسان۔ کم گوئی۔ حیا۔ جود و سخا۔ باہم محبت و میل جول۔ توکل۔ ایثار و کرم۔ امانت۔ صبر و قناعت۔ رحم۔ ایفاء عہد وغیرہ۔

حسیب (ل) روز قیامت کا حساب کرنیوالا۔ خدا کے ناموں میں سے ایک نام۔ یہ لفظ قرآن مجید میں چند جگہوں میں آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا (س۔ نساء۔ ع ۱) پھر جب انکے مال انکے حوالے کرنے لگو تو (لوگوں کو ان کے مال کے لینے) کا گواہ کر لو ورنہ حساب لینے کو (تحقیقت میں) اللہ بس ہے۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا (س۔ احزاب۔ ع ۵) اور حساب (اعمال) کے لئے اللہ بس ہے وہ سب سے سمجھ لیگا۔

حشر (ل) جلا وطن ہونا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جانا۔ لوگوں کو جمع کرنا۔ مجازاً قیامت کے دن کو کہتے ہیں۔

اور حشر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک جسمانی دوسرا روحانی۔ جسمانی تو یہ ہے کہ اللہ تعالے مُردوں کے بدنوں کو قبروں سے اٹھائیگا۔ اور روحانی کے معنے یہ ہیں کہ روحوں کو انکے بدنوں کی طرف لوٹائیگا۔

پھر اسبات میں اختلاف ہے کہ آیا حشر بعد الفنا ایجاد ہے۔ یا بطور یکہ اللہ تعالے بدن کے اجزاء اصلیہ کو فنا کر دیگا اور پھر پیدا کریگا۔ یا جمع بعد التفریق ہے اسطرح کہ اجزا جدا جدا ہوکر مخلوط ہو جائینگے اور پھر انکو جمع کر دیگا۔

حشر میں پانچ مذہب ہیں۔ اکثر متکلمین تو صرف حشر جسمانی کو مانتے ہیں۔ اور فلاسفہ صرف حشر روحانی کے

Marfat.com

قائل ہیں۔ اکثر محققین جیسے غزالی وغیرہ۔ اور صوفیوں کا یہ مذہب ہے کہ حشر جسمانی اور روحانی دونوں ہونگے۔ فلاسفہ طبیعیین سے قدماء کا یہ مذہب ہے کہ نہ حشر جسمانی ہوگا اور نہ روحانی۔ اور جالینوس اس میں توقف کرتا ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ دو معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ ایک تو جلاوطنی کے معنوں میں اور دوسرے جمع ہونے کے معنے میں۔ چنانچہ فرمایا ہے وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝ (س۔ نمل ع ۲) اور سلیمان کے جتنے لشکر جنات اور آدمیوں اور پرندوں کے تھے انکے ملاحظہ کے لئے جمع کئے گئے تو وہ مثل بمثل انکے روبرو کھڑے کئے جاتے تھے اور ایک اور جگہ فرمایا ہے هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ (س۔ حشر ع ۱) وہ خدا ہی تو تھا جس نے کفار اہل کتاب کو ان کے گھروں سے نکال باہر کھڑا کیا۔

حصری ابوالحسن علی بن ابراہیم حصری کو کہتے ہیں جو تصوف میں اپنے وقت کے شیخ تھے ۳۷۱ھ میں بغداد میں فوت ہوئے۔ (کن)

حصکفی محمد علاء الدین کو کہتے ہیں جو فقہ حنفی کی کتاب تنویر الابصار کے شارح ہیں۔ اس شرح کا نام درمختار ہے ۱۰۸۸ھ میں وفات پائی۔ (کن)

حضانت پرورش کرنا۔ بچے کی حفاظت اور پرورش کے لئے سب سے زیادہ حقدار اصلی والدہ ہے لیکن جب وہ دوسرے شوہر سے نکاح کر لے تو اس سے حضانت ساقط ہوجاتی ہے۔ اور اگر زوج اور زوجہ میں فراق ہوجائے اور انکا بچہ بھی ہو تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب تک لڑکا کھانے پینے اور وضو وغیرہ کرنے نہ لگ جائے تب تک اسکی پرورش ماں کے ذمے ہے اور اسکے بعد باپ حقدار ہے اور ماں لڑکی کیلئے زیادہ حقدار ہے حتی کہ وہ جوان ہوجائے۔

اگر والدہ نے لڑکے کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور پھر باپ نے سفر میں لڑکے کو لیجانے کا ارادہ کیا اس نیت سے کہ وطن دوسرے شہر میں بنالے تو امام صاحب کے نزدیک باپ کو لڑکے کے لیجانے کا اختیار نہیں۔ مگر امام شافعی۔ مالک اور احمد کے نزدیک باپ کو اختیار ہے کہ لڑکے کو سفر میں لیجانے کا ارادہ کرے تو امام صاحب کے نزدیک اسے اختیار ہوگا۔ مگر دو شرطیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اپنے شہر میں جاتی ہو۔ دوسری یہ کہ اسی شہر میں اسکا عقد ہوا ہو۔ اگر ان دونوں شرطوں سے کوئی بھی نہ پائی جائے تو بچہ کو لیجانا جائز نہیں۔ ہاں ایسی جگہ لیجا سکتی ہے کہ وہاں جاکر شام سے پہلے واپس آجائے۔ (رحمۃ)۔

اہل تشیع کے نزدیک حضانت کی مدت لڑکے کیلئے ۲ سال اور لڑکی کے لئے ۷ سال ہے۔

حضرات الخمس اہل تصوف کی ایک اصطلاح ہے جسے وہ معنے ذیل میں استعمال کرتے ہیں (۱) حضرت غائب مطلق۔ یعنی وہ ہستی جو آنکھوں سے غائب ہے (۲) حضرت شہادت مطلقہ۔ وہ اجرام و اجسام جو حواس خمسہ کے ذریعے سے معلوم ہوتے ہیں (۳) حضرات عالم الارواح۔ وہ ہستی جس میں فرشتے اور ارواح شامل ہیں (۴) حضرت عالم المثال۔ وہ دنیا جو آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔ اور اس جہان کی ہر چیز کی مثال وہاں موجود ہے (۵) حضرت الجامعہ۔ مذکورہ بالا چار چیزوں کی جامع ہستی۔

حضرت (ل) نزدیکی۔ درگاہ۔ حضور۔ اور حاضر ہونے کے معنوں میں بھی آیا ہے اور عرف میں کلمہ تعظیم ہوگیا ہے کہ ہر شخص پر اسکا اطلاق آسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء کے ساتھ بھی اسکا استعمال کرتے ہیں (غ)۔

حضرموت یہ ملک عدن اور عمان کے درمیان ہے۔ اور اسکے درمیانی حصے کو نجد الیمن کہتے ہیں۔

Marfat.com

اس ملک کو بلاد حیوان بھی کہتے ہیں۔ اسلئے بلاد حیوان بھی۔ اسی میں واقع ہے۔ یہ سرسبز اور آباد ملک ہے اور زمین قابل کاشت ہے۔ اسکے مشہور شہر یہ ہیں۔ نجران۔ یہ ایک بارونق شہر ہے۔ اسلام سے پہلے یہاں عیسائی رہا کرتے تھے۔ اور وہی مدینہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس مباہلہ کے لئے آئے تھے۔

صنعاء یمن کا دارالسلطنت ہے۔ اس سے زیادہ یمن میں کوئی شہر آباد اور بارونق اور مالدار نہیں ہے۔ اسکی آب وہوا معتدل ہے۔ زمانہ گذشتہ میں شاہان یمن کا یہی شہر دارالامارۃ تھا۔ جہاں ابتک بڑے بڑے نشانات عمارات سابقہ کے پائے جاتے ہیں۔ اسی جگہ قصر غمدان تھا جو اب ویران پڑا ہے۔ اور اسکے قریب مارب کا بند ہے جو کسی زمانہ میں شام تک ملک کو شاداب کیا کرتا تھا اور یہ بھی دنیا کے عجائبات سے تھا۔ اور وہ دو پہاڑوں میں دو میل تک ایک دیوار ہے تین سو گز بلند۔ مربع اور تراشے ہوئے پتھروں سے چنی ہوئی اور ایک پتھر کو دوسرے سے میخوں اور سیسے سے جوڑا گیا ہے۔ اس سے اُن پہاڑوں اور نالوں کا پانی جمع ہو جاتا تھا۔ اور ایک بڑی جھیل شیریں پانی کی دیکھنے میں آتی تھی۔ اور پھر اس میں آب پاشی کے لئے بڑی حکمت اور پیمانہ سے روزن رکھے ہوئے تھے جن سے نالوں اور چھوٹی چھوٹی ندیوں کے طور سے ملک کی آبپاشی ہوتی تھی اور اس ملک میں باغ اور میوے بکثرت تھے۔ منزلوں درختوں کے سائے میں مسافر چلا جاتا تھا۔ لوگوں کی ناشکری سے یہ دیوار جسکو عرم کہتے تھے ٹوٹ گئی اور ابتک اسی طرح خراب پڑی ہے۔ باغ ارم اسی کے سبب تروتازہ تھا اور صنعاء سے شمال ومشرق کیطرف تخمیناً اسّی میل کے فاصلے پر شہر سباء کے کھنڈر پڑے ہوئے ہیں۔ کسی زمانہ میں سباء بھی دنیا کے عمدہ شہروں میں سے تھا۔ بلقیس شہزادی اسی شہر کی رہنے والی اور یمن کی حاکم تھی۔ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئی تھی۔

اور سباء کو مارب بھی کہتے ہیں۔ (جغر)

حُطَمَہ حطمہ دوزخ کی آگ کا نام ہے جس میں دوزخیوں کو جلایا جائیگا چنانچہ اسکا ذکر قرآن مجید میں حسب ذیل آیا ہے۔ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ تا فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ (س۔ ہمزہ۔) البتہ وہ تو حطمہ میں پھینکا جاویگا۔ اور تو کیا جانے کیا ہے۔ وہ حطمہ۔ وہ اللہ کی دہکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں تک جا پہنچتی ہے وہ اُس میں بند کئے جائینگے بڑے بڑے ستونوں سے باندھ کر۔

حُطمہ حطم سے نکلا ہے اسکے معنے توڑ نکلے ہیں اور حطمہ کے معنے بہت توڑنے والی۔ یہ جہنم کی آگ کی صفت ہے یعنے یہ آگ دوزخیوں کو جلاکر ہڈیوں تک کو توڑ دے گی۔ اُسکی شناخت حکماء وعقلاء کے فہم سے بالاتر ہے کس لئے کہ اُنکے نزدیک تو یہی چند اقسام آتش کے ہیں۔ ایک تو یہی معمولی آگ عنصری یا کوکبی جیسا کہ آفتاب اور بعض ستاروں کی حرارت یا بجلی کی حرارت یا اجسام کی باہم مصادمت اور حرکت کی حرارت یا مزاجی حرارت جیسا کہ حیوانات میں زیادہ محسوس ہے۔ اور خصوصاً انسان میں بخار کے وقت زیادہ محسوس ہوتی ہے لیکن یہ آتش ان سب قسموں سے ایک جداگانہ حرارت ہے۔ پھر وہ کسی کی سمجھ میں کیونکر آسکتی ہے؟ (نف)۔

حفصہؓ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں ان کا پہلا نکاح خنیس بن حذافہ سے تھا جو ایک صحابی تھے۔ مکہ سے ہجرت کر کے حفصہ کے ساتھ مدینہ آئے۔ جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ آخر جنگ اُحد کے بعد وفات پائی۔ جب حفصہ بیوہ ہوگئیں اور اُدھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حرم رقیہؓ کا انتقال ہو گیا تھا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دختر تھیں تو حضرت عمرؓ نے عثمانؓ کے سامنے یہ بات پیش کی کہ وہ حفصہ کو اپنے نکاح کے لئے قبول کریں۔ حضرت عثمانؓ کو حفصہ کی تندمزاجی کے باعث اس درخواست کو

Marfat.com

قبول کرنے میں تامل ہوا جس سے حضرت عمرؓ کو رنج پہنچا انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اسکی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا رنجیدہ مت ہو اللہ تعالے حفصہ کو عثمان سے اچھا شوہر دیگا اور عثمان کو حفصہ سے اچھی بیوی عطا کرے گا۔ چنانچہ اسی ارشاد کے مطابق آپ نے ۳ھ میں حضرت عثمانؓ کا نکاح اپنی صاحبزادی ام کلثوم سے کردیا اور حفصہ کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ حفصہؓ کی ولادت آنحضرتؐ کی بعثت سے پانچ سال بیشتر ہوئی اور وفات ۴۵ھ میں بعہد خلافت امیر معاویہؓ ہوئی۔ ساٹھ سال کی عمر پائی۔ ساٹھ حدیثیں ان سے مروی ہیں (مدّ)۔

حفصیّہ ایک فرقے کا نام ہے جو ابوحفص بن ابی المقدام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ ایمان اور شرک میں واسطہ کے قائل ہیں اور اسے معرفۃ اللہ سے موسوم کرتے ہیں (تع)۔

حفظ العہد اپنے عہد و عدے کی حفاظت کرنی (ص۔ و) میں اس حالت میں رہنے کو کہتے ہیں جسمیں اللہ تعالے نے پیدا کیا ہو۔

حفظ لسان وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ۝ (س۔ لقمان۔ ع ۲) اور (لقمان نے اپنے بیٹے کو یہ بھی نصیحت کی کہ) اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر اور (کسی سے بات کرے تو) آہستہ سے بول (کیونکہ) آوازوں میں بری سے بری (آواز) گدہوں کی آواز ہے (تو آدمی ہو کر گدہوں کی طرح چیخنا چلانا کیا مناسب ہے)۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ تو فحش گو ہی تھے نہ لعنت کرنے والے ہی اور نہ دشنام دینے والے ہی تھے۔ غصے اور عتاب کے وقت آپ صرف اتنا فرمادیا کرتے تھے "اسے کیا ہوا اسکی پیشانی خاک آلودہ ہو۔" (بخ)

(۲) معاویہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا کام بتا دیجئے جو مجھے جنت میں (لے جائے) داخل کرے۔ اور دوزخ سے دور کردے۔ فرمایا۔ معاذ! تو نے تو بہت بڑی بات کا سوال کیا ہے اور بے شک وہ اس شخص پر آسان بھی ہے جسپر خدا اسے آسان کردے تو خدا کی بندگی کر اور اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہرا اور نماز پڑھ۔ زکوٰۃ دے۔ رمضان کے روزے رکھ اور خانہ کعبہ کا حج کر۔ پھر فرمایا۔ معاذ! کیا میں تجھے نیکی کے دروازوں کیطرف راہ نہ دکھاؤں۔ (سن) روزہ ڈھال ہے (کہ گناہ کے تیر سے روزہ دار کو بچاتا ہے) اور صدقہ اسطرح گناہ کو بجھا دیتا ہے جسطرح پانی آگ کو۔ اور آدمی کی نماز وسط شب میں (یہ بھی آتش گناہ کو بجھا دیتی ہے) پھر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ یعنی (رات کے وقت) انکے پہلو بستروں سے آشنا نہیں ہوتے (اور عذاب کے) خوف اور (رحمت کی) امید سے اپنے پروردگار سے دعائیں مانگتے اور جو کچھ (بھی) ہمنے انکو دے رکھا ہے اس میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں۔ تو کوئی شخص بھی نہیں جانتا کہ لوگوں کے (نیک) عملوں کے صلے میں کیسی کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک انکے لئے پردہ غیب میں موجود ہے۔ اسکے بعد پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ معاذ! کیا میں تجھے امر دین کی جڑ اور اسکے ستون اور اسکے کوہان کی بلندی کی طرف رہنمائی نہ کردوں۔ میں نے عرض کیا ہاں۔ اے رسول خدا۔ فرمایا امر دین کی جڑ اسلام اور اسکا ستون نماز اور اسکے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ پھر فرمایا معاذ کیا میں تجھے اس چیز کی خبر نہ دوں جس پر ان (تمام مذکورہ باتوں) کا دارومدار ہے۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں۔ اے نبی خدا۔ آپ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا۔ اسکو

Marfat.com

نگاہ رکھ۔ میں نے عرض کیا اے خدا کے نبی! اور کیا ہم ان
باتوں کی وجہ سے پکڑے جائیں گے جو زبان سے نکالتے ہیں
فرمایا معاذ! تیری ماں تجھے روئے۔ آدمیوں کو انکی زبانیں
ہی تو منہ یا ناک کے بل دوزخ میں اوندھا ڈالیں گی (ت)

(۳) سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس چیز کی نگہداشت
کریگا جو اسکے دونوں جبڑوں میں ہے (یعنی زبان) اور جو
اسکی دونوں ٹانگوں میں ہے (یعنی شرمگاہ) میں اسکے
لئے بہشت کا ذمہ دار ہوں (بخ)۔

حفیظ لغوی معنے نگہبان۔ خدا تعالےٰ کا نام ہے
یہ حفظ سے مشتق ہے۔ جسکے معنے ہیں نگاہ
رکھنے کے۔ اور خدا تعالےٰ چونکہ تمام مخلوق کو آفت وبلا سے
محفوظ رکھتا ہے اسلئے اسے حفیظ کہتے ہیں۔ قرآن مجید
میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ اِنَّ رَبِّي عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ
(س۔ ہود۔ ع ۵) یعنی بے شک میرا رب ہر چیز کا نگہبان ہے۔

حفظ مراتب ہر ایک کا رتبہ پہچاننا۔ اسکے رتبہ
کے موافق سلوک کرنا۔ ماں۔ باپ۔
امام۔ استاد۔ عالم۔ حاکم۔ مرشد۔ اور سفید ریش اشخاص کے حفظ مراتب
کا خیال رکھنا چاہیے انکا ادب ملحوظ رکھنا چاہیے ؎

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

حضرت کی حدیث ہے لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا
وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا یعنے وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں
پر رحم اور بڑوں کا ادب نہ کرتا ہو۔

حق (ل) ثابت۔ لائق۔ درست۔ وہ کام جو ضرور واقع
ہوگا۔ ضد کذب ہے۔ خدا کے ننانوے ناموں
سے ایک نام ہے۔

(ص۔و) وجود مطلق سے مراد ہے یعنی جو کسی قید سے
مقید نہ ہو۔ پس انکے نزدیک اللہ کی ذات کو حق کہینگے۔
عرف میں واقع کے اعتقاد کے ساتھ مطابق ہونے کو کہتے
ہیں خطا اور صواب تو مجتہدات میں مستعمل ہوتے ہیں۔

اور حق و باطل متضادات ہیں۔

(ص۔ل) حق کی دو قسمیں ہیں حق اللہ اور حق العبد
حق العبد تو وہ ہے جو اسکے اسقاط سے ساقط ہو جائے۔
جیسے قصاص۔ اور حق اللہ وہ ہے جو اسقاط عبد سے
ساقط نہ ہو۔ جیسے صلوٰۃ۔ صوم وغیرہ۔ (ک)۔

قرآن میں یہ لفظ یوں آیا ہے وَهُوَ الَّذِي
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ط (س۔ انعام ع ۸)
اور وہی (قادر مطلق) ہے جس نے (کسی مصلحت
خاص) سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔

حق العبد بندے کا حق (ص۔ش) میں اس
حق کو کہتے ہیں جو بندے کے اسقاط
سے ساقط ہو جائے۔ جیسے قصاص وغیرہ۔ (ک)

حق اللہ اللہ کا حق (ص۔ش) میں ان حقوق کو
کہتے ہیں جو بندے کے اسقاط سے ساقط
نہ ہوں۔ جیسے صلوٰۃ۔ صوم۔ جہاد۔ حج۔ ماہ حرام میں لڑائی وغیرہ

حق الناس لوگوں کا حق۔ دیکھو (حق العبد)۔

حقّہ اس اونٹنی کے بچہ کو کہتے ہیں۔ جو تین برس کا ہو گیا ہو۔
اور چوتھے برس میں قدم رکھا ہو۔ ایسا اونٹ چھیالیس
سے ساٹھ اونٹوں تک کی زکوٰۃ میں دیا جاتا ہے۔ (قد)

حقیقت وہ چیز جسکی حمایت لوگوں پر واجب ہو۔
سچائی۔ استعارہ کی ایک قسم ہے جو مجاز کے
مقابل ہے (من)۔

اہل شرع اور بیانیوں کی اصطلاح میں اسکی دو قسمیں
ہیں حقیقت فی المفرد۔ جسے حقیقت لغوی کہتے ہیں۔
اور حقیقت فی الجملہ۔ جسے حقیقت عقلی کہتے ہیں۔

(ص۔و) میں حقیقت سے صفات اللہ مراد ہوتی
ہیں اور حق سے اللہ کی ذات۔ اور بعض کے نزدیک حقیقت
سے مراد توحید ہوا کرتی ہے (ک)۔

حقیقی مجازی کے مقابل ہے۔ کسی چیز کی صفت ثابتہ کو

Marfat.com

بھی کہتے ہیں۔ تضیۂ شرطیہ منفصلہ کی ایک قسم بھی ہے (ک)۔

حق الیقین بندے کا ذاتِ حق میں فنا ہو جانا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ علم الیقین شریعت ظاہری سے مراد ہے۔ اور عین الیقین اس میں اخلاص کرنے کو کہتے ہیں۔ اور حق الیقین اس میں مشاہدے کو کہتے ہیں۔ دیکھو (یقین) (ک)۔

حقوق اُستاد دیکھو (استاد)

حقوق اولاد دیکھو (اولاد)۔

حقوق حاکم دیکھو (حاکم)

حقوق الزوجین د (زوج۔ زوجہ)

حقوق علماء علماء کی فضیلت۔ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ تا اِنَّ اللّٰهَ عَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (س۔ فاطر ع ۴)

اور آدمیوں اور جانوروں اور چارپایوں کی رنگتیں بھی کئی کئی طرح کی ہیں۔ خدا سے تو اسکے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (خدا کے آثار قدرت کا) علم رکھتے ہیں۔ بے شک اللہ زبردست اور بخشنے والا ہے۔

یاایھا الذین امنوا اذا قیل لکم تفسحوا تا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝ (س۔ مجادلہ ع ۲)

مسلمانو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کھل کھل کر بیٹھو تو کھل بیٹھا کرو کہ خدا (بہشت میں) تمکو با فراغت جگہ دیگا۔ اور جب (تم سے) کہا جائے کہ (اپنی جگہ سے) اُٹھ کھڑے ہو (اور دوسری جگہ جا بیٹھو) تو اُٹھ کھڑے ہوا کرو کہ تم لوگوں سے جو (پورا پورا) ایمان لائے ہیں اور جن کو علم (مجلس) دیا گیا ہے (اور وہ آداب مجلس ملحوظ بھی رکھتے ہیں) اللہ ان کے درجے بلند کریگا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اسکی (سب) خبر ہے۔

(۱) کثیر بن قیس کہتے ہیں کہ میں دمشق کی جامع مسجد میں ابوالدرداء کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آکر کہنے لگا اے ابوالدرداء میں تمہارے پاس جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے (شہر) مدینے سے آیا ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث نقل کرتے ہو اسکے سوا اور کسی حاجت کے لئے نہیں آیا۔ ابوالدرداء نے کہا میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص علم طلب کرنے کے واسطے رستہ چلتا ہے خدا تعالےٰ اُسے جنت کی راہوں میں سے ایک راہ میں لے جاتا ہے۔ اور فرشتے طالب العلم کی رضامندی کے لئے تواضعاً اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ اور عالم کے لئے آسمانوں کے فرشتے اور زمین کے باشندے اور پانی میں مچھلیاں سب مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور عالم کی بزرگی عابد پر بالکل ویسی ہی ہے جیسے چودھویں رات کی چاند کی بزرگی باقی تمام تاروں پر اور علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء نے دینار و درہم کا تو کسیکو وارث نہیں ٹھیرایا بلکہ علم کا وارث ٹھیرایا ہے۔ تو جس نے علم حاصل کیا اس نے (میراث انبیا یعنی) علم کا ایک بڑا حصہ حاصل کیا۔ (تر۔ ابو)۔

(۲) ابوامامہ باہلی کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر ہوا۔ ایک عابد کا دوسرا عالم کا۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر ویسی ہی ہے جیسی میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اور اسکے فرشتے اور آسمانوں اور زمین کے باشندے یہانتک کہ چیونٹی اپنے بل میں اور یہانتک کہ مچھلی لوگوں کو بھلائی سکھانیوالے کے لئے رحمت بھیجتے اور دعا کرتے رہتے ہیں (ت)۔

حسن کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکو اس حالت میں موت آئے کہ وہ اسلام کے زندہ کرنے کے لئے علم طلب کر رہا ہو تو اسکے اور انبیاء کے درمیان صرف

Marfat.com

ایک درجے کا فرق ہوگا۔ (د)۔

اقتدا | اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ (س۔ انعام۔ ع ۱۰) یہ (اگلے پیغمبر) وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے راہِ راست دکھایا (تو اے پیغمبر) انہی کے طریقے کی (تم بھی) پیروی کرو۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ تا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (س انبیاء ع) ہم نے تم سے پہلے آدمی ہی (پیغمبر بناکر) بھیجے (کہ ہمکو جو کچھ فرمانا منظور ہوتا تھا) ان کی طرف وحی کر دیا کرتے تھے۔ تو (لوگو!) اگر تمکو (یہ بات معلوم نہیں تو) اہل کتاب سے پوچھ دیکھو۔

(۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے پہلے خدا نے جس نبی کو بھی اسکی امت میں بھیجا تو اسکی امت میں سے چند حواری اور انصار و اعوان اٹھا کھڑے کئے جو اسکے طریقے پر عمل کرتے اور اسکے حکم کی پیروی کرتے تھے۔ پھر ان (حواریو اور انصار و اعوان کے) گزر جانے کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جو اوروں کو تو ایک چیز کے کرنیکا حکم کرتے ہیں اور آپ نہیں کرتے۔ اور جس بات کا حکم نہیں کئے گئے اُسے عمل میں لاتے ہیں تو جو شخص انکے ساتھ ہاتھ سے جہاد کرے مومن ہے اور اسکے علاوہ ایمان رائی کے دانے کے برابر بھی تو نہیں۔ (خ)۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کو نیک راہ کیطرف بلائے تو اسکو ان لوگوں کے اجر کے برابر ثواب ملیگا جو اسکی ہدایت کی پیروی کرینگے (اور) اسکے متبعین کے ثواب میں کچھ بھی نہیں ہوتی (مس)۔

(۳) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سواد اعظم (یعنے جس طرف علمائے حقانی زیادہ ہوں اس جماعت) کی پیروی کرو (اور جماعت سے علیحدہ نہو) کیونکہ جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوگیا وہ دوزخ میں الگ جا پڑا (ابن)۔

(۴) حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ جو شخص راہ راست چلنا چاہے وہ ان لوگوں یعنے صحابیوں کی اقتدا کرے جو فوت ہوگئے ہیں۔ کیونکہ زندے پر فتنے سے بےخوفی نہیں ہے وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں جو اس امت کے افضل و بزرگ تھے اور دلوں کے اعتبار سے نیک ترین امت کثیر المعلومات تصنع اور تکلف سے دور۔ خدا نے انہیں اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کے برپا کرنے کے لئے پسند فرمایا تھا تو انکی بزرگی کا اعتراف کرو اور انکے قدم بقدم چلو اور جہانتک ہوسکے انکی عادات انکے خصائل کی پیروی کرو کیونکہ وہ سیدھی راہ پر تھے (رزین)

(۵) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے (اصحابیوں کی طرف روئے سخن کرکے) فرمایا کہ لوگ تمہارے تابع ہیں اور بہت سے آدمی دین میں سمجھ پیدا کرنے کے لئے اطراف زمین سے تمہارے پاس آئینگے تو جب وہ تمہارے پاس آئیں انکے ساتھ نیکی کرنے میں میرا حکم مانو (ت)۔

ممانعت توہین | معاویہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میری امت میں سے ہمیشہ ایک جماعت قائم بامر اللہ رہیگی لوگوں کی تذلیل سے انہیں کچھ بھی نقصان نہ پہونچے گا اور نہ اُن سے جو ان کی مخالفت کرینگے حتیٰ کہ قیامت آجائے گی اور وہ اپنے اسی کام میں لگے ہوں گے۔ (صح)۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو بُرا کہنا فسق اور اُسے قتل کر ڈالنا کفر ہے (صح)۔

مالی خدمت | ابن عباس نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ لوگو! جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو۔ سب میں زیادہ اجرت کا استحقاق کتاب اللہ رکھتی ہے (خ)

(۲) حکم (تابعی) کا قول ہے کہ میں نے کسیکو نہیں سنا

کہ وہ معلم کی اجرت کو مکروہ کہتا ہو حسن بصریؒ کو تعلیم کی اجرت دس درہم دیئے گئے تھے (اگر ناجائز ہوتے تو کیوں لیتے) الخ

اس حدیث سے مکاتب قرآن کے معلموں کی اجرت کا حلال طیب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس موقع پر ہمکو ایک بات اور بھی کہنی ہے کہ ہمارے وقتوں کے مولویوں کی معاش پر بعض لوگ اعتراض کر بیٹھتے ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ مولویوں کے کام دو طرح کے ہیں۔ درس اور وعظ۔ مولوی لوگ درس کا پیشہ کرتے ہوں یا وعظ کا۔ اجرت کا قرار داد تو کہیں بھی نہیں ہوتا۔ مولوی مدرس ہیں۔ تو طالب علم نہیں بلکہ دوسرے لوگ جو کار نیک میں مولویوں کی مشغولی دیکھتے ہیں اپنے طور پر تبرک کچھ انکی خدمت کردیتے ہیں۔ واعظ ہیں تو مستمعین یا جس نے وعظ کہلایا ہے ہم تو ان دونوں صورتوں میں ناجوازی کی کوئی وجہ نہیں پاتے۔ اول تو یہ معاوضہ اجرت کی قسم کا نہیں اور ہو بھی تو دنیا کے ادنیٰ ادنیٰ کاموں کا معاوضہ دینا پڑتا ہے دینی کام کیا ایسا گیا گذرا ہو گیا کہ اسکو معاوضے کا استحقاق بھی نہ ہو۔

بات یہ ہے کہ معترض مولویوں کو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر قیاس کرکے کہتے ہیں کہ احکام الٰہی کی تبلیغ ان کا فرض خدمت ہے تو معاوضہ کیا! ہم کہتے ہیں کہ اول تو قیاس قیاس مع الفارق ہے دوسرے مانا کہ تبلیغ احکام الٰہی مولویوں کا فرض ہو تو فرض کفایہ ہوگا۔ علاوہ بریں مدرس یا واعظ درس اور وعظ کے معاوضے کا مستحق نہیں تو وقت جو وہ درس یا وعظ میں خرچ کرتا ہے اسکے معاوضے کا مستحق ہے با اینہمہ جسکو خدا توفیق دے اور وہ درس یا وعظ کی خدمت احتساباً بجالائے فَاَجْرُهٗ عَلَی اللہِ۔

حقوق قرابت
دیکھو (قرابت)

حقوق والدین
دیکھو (ماں باپ)۔

حقوق یتامیٰ
دیکھو (یتیم)

حَکَم
حا اور کاف کی فتح سے۔ پنچ۔ منصف۔ حق و باطل میں تمیز کرکے حکم لگانیوالا۔ حکم اس شخص کو کہتے ہیں جس کو قاضی کسی جھگڑے کے تصفیہ کے لئے مقرر کرے۔

حکیم
عقلمند۔ فلاسفر۔ ڈاکٹر۔ طبیب۔ خدا کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ تا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (اور) اے ہمارے پروردگار ان (مکے والوں) میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیج کہ انکو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور انکو کتاب (آسمانی) اور عقل (کی باتیں) سکھائے اور ان (کے نفوس) کی اصلاح کرے۔ بے شک تو ہی با اختیار (اور) صاحب تدبیر ہے۔

حلال
حرام کی ضد ہے۔ روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص چالیس دن تک حلال کھاتا ہے اللہ اسکے دل کو نورانی کردیتا ہے اور اسکے دل میں سے دانائی کے چشمے اسکی زبان پر جاری کردیتا ہے۔ اور فرمایا جو شخص (مثلاً) ایک قمیص دس درہم کو خریدے اور اسکی قیمت میں ایک درہم حرام ہو تو جب تک وہ اسے پہنے ہوئے ہے اسکی نماز قبول نہیں ہوتی اور فرمایا جو شخص اسبات کی پرواہ نہیں کرتا کہ کس ذریعے سے مال کمارہا ہے تو خدا بھی اس بات کی پرواہ نہیں کریگا کہ اسکو دوزخ میں کہاں ڈالدیا۔

شریعت نے بعض چیزوں کو حلال کیا ہے اور بعض کو حرام۔ اسکی تفصیل کے لئے دیکھو (حرام)۔

حلال اور حرام جانور
شرع شریف نے بعض جانوروں کا گوشت کھانا حلال کیا ہے اور بعض کا حرام۔ حلال جانور کا گوشت صرف ذبح یا شکار کے ذریعہ سے کھایا جاسکتا ہے۔ باقی صورتوں میں وہ بھی

Marfat.com

حرام ہو جاتا ہے۔ حرام جانوروں میں سے سور اور آدمی کے سوا تمام جانوروں کا چمڑا اور گوشت ذبح یا شکار کے ذریعہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ انکو ان شرائط کے ساتھ ذبح یا شکار کیا جائے جو شرع میں آئے ہیں۔ حلال و حرام جانوروں کی تفصیل کے لئے دیکھو (حرام)

حلالہ طلاق کی اقسام میں سے ایک طلاق مغلظہ ہے جو تین طلاقوں سے واقع ہوتی ہے۔ اس طلاق کے بعد عورت کے ساتھ شوہر کو نکاح کرنا جبھی درست ہو سکتا ہے کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد کے ساتھ نکاح اور ہمبستری کر چکنے کے بعد رانڈ یا مطلقہ ہو جائے اسلئے بعض ناعاقبت اندیش لوگ جب غصے کی حالت میں یا کسی اور وجہ سے تین طلاقیں دیکر آخر پشیمان ہوتے ہیں۔ اور اس عورت کو دوبارہ اپنے نکاح میں لانے کی تدبیر کرنی چاہتے ہیں تو اکثر ایسا کیا کرتے ہیں کہ کسی دوسرے مرد سے ایک دو روز کے لئے نکاح اس شرط پر کرا دیا کہ وہ اتنے گھنٹے یا اتنے دنوں کے بعد اسکو طلاق دے دیگا جس سے پہلے شوہر کے لئے اس عورت کے ساتھ نکاح کرنا درست ہو جاتا ہے۔ اسکو حلالہ کہتے ہیں۔

حلالہ کا نکاح تو ہو جاتا ہے مگر یہ شرط جو کیجاتی ہے کہ اتنی مدت کے بعد اسکو طلاق دینی ہوگی اسکا کوئی اعتبار نہیں۔ نئے شوہر کو اختیار ہے کہ طلاق دے یا نہ دے اور جب جی چاہے دے۔ طلاق کا اقرار کرا کے نکاح کر دینا سخت گناہ کا باعث ہے اور اللہ تعالیٰ کیطرف سے لعنت پڑنے کا موجب ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے لعن اللّٰہ المحلّل والمحلل لہٗ

حلف قسم کھانا۔ اقرار کرنا۔ حلیف قسم کھانے والا۔ دیکھو (یمین)

حلم (۱) بردباری۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عبد القیس کے سردار اشج سے فرمایا کہ تجھ میں دو خصلتیں ہیں جنہیں خدا اور رسول خدا دوست رکھتے ہیں۔ ایک بردباری دوسرے آہستگی۔ (مس)۔

(۲) ابو سعید کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پورا اور کامل بردبار وہ ہے جس نے اپنے کاموں میں خود لغزشیں کھائی ہوں۔ اور کامل دانشمند وہ ہے جسے پورا تجربہ حاصل ہوا ہو (تر)۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا جا رہا تھا اور آپ موٹے کنارے کی بحرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ رستے میں ایک بادیہ نشین آپ سے ملا اور آپ کو نہایت شدت اور سختی سے آپ کی چادر پکڑ کے کھینچا۔ کہ آپ بدوی کے سینے کے آگے کھچ آئے۔ میں نے جو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک کو دیکھا۔ تو بدوی کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے اس پر چادر کے کناروں کے نشان پڑے تھے۔ پھر بدوی بولا کہ محمدؐ! خدا کا مال جو تمہارے پاس ہے اس میں سے مجھے بھی دینے کا حکم کرو۔ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم اسکیطرف دیکھکر ہنس دئے اور اُسے دینے کا حکم صادر کیا (صحیح)

(۴) جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ حنین سے لوٹتے وقت میں آپ کے ساتھ تھا۔ ایک موقعہ کا ذکر ہے کہ چند بدوی (حنین کا مال غنیمت) مانگتے مانگتے آپ سے لپٹ پڑے یہانتک کہ آپ کو دھکیلتے دھکیلتے ببول کے ایک درخت تک لیگئے اور اسکے کانٹوں میں چادر مبارک اُلجھ گئی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس جگہ ٹھیر گئے۔ اور فرمانے لگے بھائیو! میری چادر تو مجھے دیدو۔ اگر ان درختوں کی گنتی کے برابر بھی میرے پاس اونٹ ہوتے تو وہ سب میں تم ہی تقسیم کر دیتا پھر تم مجھے بخیل ہی پاتے (کہ ہوتے ساتے تم سے دریغ رکھتا) اور نہ جھوٹا ہی (کہ وعدہ کر کے ایفا نہ کرتا) اور نہ بد دل ہی (کہ فقر و افلاس سے

Marfat.com

ذکر سیئت سیئت کر کھتا (بخ)۔

(۵) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی پوری دس سال خدمت کی۔ مگر اتنے وسیع زمانے میں کبھی آپ نے مجھے ہوں تک نہیں کی۔ اور نہ کبھی فرمایا کہ تو نے فلاں کام کیوں کیا اور نہ یہ کہ فلاں کام کیوں نہیں کیا (صح)۔

(۶) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کبھی کسیکو نہیں مارا نہ عورت کو نہ خادم کو۔ مگر ہاں۔ راہ خدا میں جہاد کرتے تھے۔ اور نہ کبھی ایسا اتفاق ہوا کہ کسیطرح کی کوئی تکلیف وایذا (قول وفعل سے) آپ کو پہنچائی گئی ہو۔ اور آپ نے اس سے بدلہ لیا ہو۔ مگر جب محارم الٰہی کی ہتک حرمت ہوتی تھی تو آپ (اپنے نفس کے لئے نہیں بلکہ) صرف خدا کے لئے بدلہ لیتے تھے۔ (بخ)۔

حلوان قاہرہ کے قریب ایک شہر ہے جسے عبدالملک بن مروان کے بھائی عبدالعزیز نے اپنے زمانہ خلافت یعنی پہلی صدی ہجری کے نصف ثانی میں بنایا۔ اسی شہر میں اس کے لائق فرزند عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ شہر ویران ہوگیا۔ اور اسکے قریب موجودہ حلوان کی بنیاد ڈالی گئی۔ (کن)۔

حلول (ل) نازل ہونا ہیں۔ اور اصطلاح حکمت میں ایک چیز کے دوسری کے ساتھ اسطرح خاص ہوجانے کو کہتے ہیں کہ ایک کیطرف اشارہ کرنے سے دوسری کیطرف اشارہ ہوجائے۔

متکلمین کے نزدیک حلول کسی چیز کے علی سبیل التبعیۃ حاصل ہونے کو کہتے ہیں۔

جمہور متکلمین کا تو یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا کیونکہ حلول کے معنے حصول علی سبیل التبعیۃ ہیں۔ اور یہ وجوب ذاتی کے منافی ہے۔

لیکن اس قاعدے کے تین گروہ مخالف ہیں۔ ایک تو نصاریٰ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عیسےٰ میں حلول کئے ہوئے تھا کیونکہ اللہ تعالےٰ کا بعض کاملین میں آ حلول کرنا ممتنع نہیں ہے۔ اور دوسرا فرقہ نصیریہ اور اسحاقیہ کا ہے۔ جو کہ غالی شیعوں سے ہیں۔ اور تیسرا گروہ بعض صوفیاء کا ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عارفوں میں حلول کرتا ہے (ک)۔

حلولیہ متصوفہ مبطلہ کا ایک فرقہ ہے جو عورتوں اور بے ریش لڑکوں کو دیکھنا مباح سمجھتے ہیں اور اس حال میں سماع ورقص کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کی ایک صفت ہے جو ہم پر نازل ہوتی ہے اسی لئے مباح اور حلال ہے۔ لیکن انکا یہ اعتقاد کفر محض ہے۔ اور ان سے بعض مجلسیں کرتے ہیں اور بظاہر درویشانہ لباس پہنکر آہ وواہ اور نالہ وفریاد کرتے اور گریبان و آستین پھاڑتے اور ہاتھ زمین پر مارتے ہیں۔ لیکن یہ سب بدعت وضلالت ہے (کذا فی توضیح المذاہب) (ک)۔

حلیم بردبار۔ رحمدل۔ خدا کے ننانوے ناموں سے ایک نام ہے۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۔ تمہاری قسموں میں جو لغو (قسمیں) ہیں انپر خدا تمسے کچھ مواخذہ کرتا نہیں۔ لیکن ان قسموں پر جنسے (ضرور) مواخذہ کریگا جو تمہارے دلی ارادہ سے ہوں۔ اور اللہ بخشنے والا بردبار ہے۔

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ ۔ بیشک ابراہیم بڑے بردبار نرم دل (ہر بات میں) خدا کی طرف رجوع کرنیوالے تھے۔

حٰم (۱) قرآن مجید کے چھبیسویں پارہ کا نام ہے۔

(۲) قرآن کریم کی ذیل کی سات سورتوں کے ابتدا میں یہ لفظ آتا ہے۔ سورت جاثیہ۔ سورت دخان۔ سورت زخرف۔ سورت شوریٰ۔ سورت حٰم سجدہ۔ سورت مومن

Marfat.com

سورت احقاف۔

(۳) حم اور الم وغیرہ حروف کو جو سورتوں کے ابتدا میں آتے ہیں حروف مقطعات کہا جاتا ہے۔

حماد بن ابی سلیمان امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے استاذ تھے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں امام صاحب نے ان سے پڑھا۔ پہلی صدی ہجری کے زبردست عالم تھے۔ (کن)

حماد بن زید حماد بن زید ازدی جہضمی بصری زبردست محدث تھے۔ ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے (کن)

حمالہ اسکے معنے وہ دیت یا تاوان جسکو آدمی دوسرے شخص کیطرف سے اپنے ذمہ لے۔ جیسے فریقین میں لڑائی ہو رہی ہو اور ایک آدمی بیچ میں پڑ کر مقتولوں کی دیتوں کو اپنے ذمہ لے لے اور صلح کرا دے (مج)۔

حمائل کوئی چیز جو گلے میں ڈالی جائے "تلوار کا پرتلا۔ چھوٹی تقطیع کا قرآن مجید جو تعویذ کے طور پر چمڑے وغیرہ میں منڈھ کر گلے میں ڈالا جا سکے۔ تعویذ۔ دیکھو (تعویذ)۔

حمد ستائش۔ تعریف۔ قرآن مجید کی پہلی سورۃ کا نام بھی ہے۔ اور یہ اسلئے کہ اسکے آغاز میں لفظ حمد آیا ہے اور وہ یہ ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو (سزاوار) ہے۔

اس سورۃ کے اور بھی بہت نام ہیں۔ مثلاً (۱) شفا (۲) فاتحہ (۳) سبع مثانی (۴) ام الکتاب وغیرہ۔

خدا کی تعریف تین طرح سے ہو سکتی ہے۔ زبان سے اسے حمد قولی کہتے ہیں۔ اعضاء سے جیسے نماز، روزہ، حج۔ اسے حمد فعلی کہتے ہیں۔ دل سے اسے حمد حالی کہتے ہیں۔

حمراء (ل) خالص سرخ (ص-م) میں اس کپڑے کو کہتے ہیں جسمیں سرخ دھاریاں ہوں ایسے ہی خضراء و صفراء اس کپڑے کو کہتے ہیں جسمیں سبز یا زرد دھاریاں ہوں۔ (تیسیر القاری)۔

اس اصطلاح کا سبب یہ ہے کہ اکثر محدثین کے نزدیک خالص سرخ کپڑے کا پہننا ممنوع ہے۔ اور دلیل انکی یہ ہے کہ حدیث میں آگیا ہے۔ سرخ کپڑے سے بچو کیونکہ یہ شیطانی لباس ہے۔ اور یہ جو منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ لباس پہنا ہے۔ تو یہ اسکی تاویل کرتے ہیں کہ وہ کپڑا اصل میں مخطط مخطوط سرخ تھا۔ اور چونکہ اسکی دھاریاں قریب قریب تھیں۔ اسلئے دور سے تمام سرخ دکھائی دیتا تھا۔ اسلئے راوی نے دھوکے سے اسے سرخ سمجھا۔

لیکن یہ تاویل خلاف ظاہر اور بعید از قیاس ہے۔ اور فقہائے مکہ سرخ کپڑے کے پہننے کے قائل ہیں صرف زعفرانی رنگ کو استثناء کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حدیث اِیَّاکُمْ وَالْحُمْرَۃَ رنگ زعفرانی میں وارد ہوئی ہے، اور اسکا الف لام عہدی ہے۔ اور قصہ اسکا یوں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ ایسی جگہ سے گذرے کہ اس جگہ کے لوگ زعفرانی رنگ سے کپڑے رنگ رہے تھے تو آپ نے فرمایا اِیَّاکُمْ وَالْحُمْرَۃَ الحدیث۔ اور الف لام عہدی لینے کی یہ وجہ ہے کہ اصل لام میں عہد ہے۔ ہاں۔ جس وقت کوئی چیز معہود نہ ہو تو ضرورۃً استغراق پر محمول ہوگا۔ اگر ممکن ہو گا ورنہ جنس پر۔ ہکذا فی کتب الفقہ (ک)۔

حمراء الاسد مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے جہاں پر ۳ھ ہجری میں مسلمانوں اور کفار مکہ کے درمیان جنگ ہوئی تھی قصہ اسکا یوں ہے کہ قریش کا لشکر جب جنگ احد کا خاتمہ کر کے مکے کو روانہ ہو گیا تو راستے میں ابوسفیان کو خیال آیا کہ اس جنگ میں مسلمان بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ ایسے وقت میں اگر ان پر حملہ کیا جائے تو انکی رہی سہی طاقت بھی خاک میں ملجائیگی۔ ادھر تو ابوسفیان اپنے ہمراہیوں سے یہ مشورہ کر رہا تھا۔ ادھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کفار مکہ ہماری کمزوری سے دلیر ہو کر

Marfat.com

دوبارہ پھر چڑھائی کرنے کی جراءت کریں۔ اسلئے جنگ احد سے دوسرے دن ہی آپ نے حکم فرمایا کہ جو مسلمان کل جنگ میں شریک تھے آج پھر وہی لوگ میدان میں جانیکے لئے تیار ہو جائیں۔ اس وقت ان جان نثاروں میں سے اکثر کی یہ حالت تھی کہ بدن زخموں سے چھلنی تھے اور مرہم پٹی سے علاج ہو رہا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس ارشاد کے ہوتے ہی سب مستعد ہو گئے۔ جب مسلمانوں کا یہ گروہ حمراءالاسد میں پہنچا تو مشرکین انکی یہ بیشقدمی اور تازہ گی ہمت دیکھکر دنگ رہ گئے اور سمجھ گئے کہ اسوقت مسلمانوں سے لڑنا زخمی شیر کے منہ آنا ہے۔

غرضیکہ مکے کی فوج نے لڑائی کے ارادے سے ترک کر کے گھر کی راہ لی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے جان نثاروں سمیت مدینے واپس چلے آئے۔ اس غزوے میں قریش کے دو آدمی مسلمانوں نے گرفتار کئے۔ ایک تو عبدالعزیٰ نامی شاعر جس نے مسلمانوں سے وعدہ خلافی کر کے قبائل عرب کو انکے مقابلے میں جنگ کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ دوسرا معاویہ بن مغیرہ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رشتہ دار تھا۔ اور مسلمانوں کو اس سے بڑی ایذائیں پہنچی تھیں۔ عبدالعزیٰ کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَیْنِ یعنے: مؤمن ایک ہی سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔ اسکے بعد اسے قتل کیا گیا اور معاویہ کو اس شرط پر رہا کیا کہ تین دن کے عرصے میں مدینے سے نکل جائے مگر اسکی اجل آپہنچی تھی کہ مدینے سے نکلکر پھر کسی وجہ سے وہیں آنکلا اور مسلمانوں نے اپنے عہد کے موافق اسے قتل کر ڈالا۔ (طب)۔

حمزہ رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا کا نام ہے جنکی کنیت ابو عمارہ تھی۔ انکے اسلام کا سبب یہ ہوا کہ ایک دن انکی غیر حاضری میں ابوجہل نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں۔ اور تکلیف دینے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکا کچھ جواب نہ دیا بلکہ خاموش ہو رہے۔ حضرت حمزہؓ کی لونڈی یہ سب حال دیکھ رہی تھی۔ اس نے حضرت حمزہؓ کو سارے معاملے سے مطلع کیا۔ جب انہوں نے یہ بات سنی تو بہت خفا ہوئے اور ابوجہل کے سر کو گوشۂ کمان سے ٹھوکر لگا کر کہا کہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے حالانکہ میں انکے دین پر ہوں اور پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اور یہ بات بیان کی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس سے بہت خوش ہوئے۔ (شیخ عبدالحق)

جنگ احد میں وحشی بن حرب نے انہیں شہید کیا۔ اور ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے انکی لاش کے ساتھ بڑی بےرحمی کا سلوک کیا۔ انکی ناک اور کان کاٹ لئے۔ جگر نکالکر چبا ڈالا۔ انکے شہید ہونے پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حمزہ شیر خدا اور شیر رسول تھے۔ (مد)

ان کے جنگی کارناموں کا حال ایک فارسی نظم کی کتاب میں بیان کیا گیا ہے جسے داستان امیر حمزہ کہتے ہیں۔ مگر یہ کتاب محض غلط اور سراسر بےبنیاد ہے جسکی روایات کی صلیت کا کہیں نام و نشان نہیں۔

حمزیہ حمزہ بن ادرک کا پیرو فرقہ ہے جو تمام بدعات میں فرقہ میمونیہ کے ساتھ متفق ہے صرف اتنا فرق ہے کہ حمزیہ کفار کے لڑکوں کو دوزخی قرار دیتے ہیں (تنع)۔

حٰمٓ السجدہ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔ اسکے شروع ہی میں یہ کلمہ آیا ہے۔ اور ایک آیت سجدہ کی بھی اس میں ہے۔ اسلئے اسے حٰمٓ السجدہ کہتے ہیں صرف سجدہ بھی اسے کہہ لیتے ہیں اور فُصّلت بھی اس کا نام ہے۔ یہ سورۃ مکیہ ہے اور اسطرح شروع ہوتی ہے۔ حٰمٓ۔ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ حٰمٓ (بر فرمان خدائے) رحمٰن (و) رحیم (کے حضور) سے صادر ہوتا ہے۔

Marfat.com

حَمَلَۃُ العَرش (ل) عرش کو اٹھانیوالے۔ اس سے وہ فرشتے مراد ہیں جو خدا کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ انکا ذکر قرآن کریم میں یوں آیا ہے۔ اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَہٗ تا وَقِھِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ؕ جو (فرشتے) عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور عرش کے گرداگرد (تعینات) ہیں۔ ہر وقت اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ (اسکی) تسبیح و (تقدیس) کرتے رہتے اور اسپر ایمان رکھتے اور ایمان والوں کے لئے مغفرت (کی دعائیں) مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تیری رحمت اور تیرا علم سب چیزوں پر حاوی ہے تو جو لوگ (تیری جناب میں) توبہ کرتے اور تیرے (دین کے) رستے پر چلتے ہیں انکو بخشدے اور (نیز) انکو دوزخ کے عذاب سے بچا۔

بیضاوی کے نزدیک یہ آٹھ فرشتے ہیں جو سب فرشتوں سے افضل ہیں۔

حَمِید وہ چیز جسکی تعریف کی جائے۔ خدا کے ناموں سے ایک نام ہے۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکٰتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ ؕ اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ؕ (س ہود ع ۷) فرشتے بول اٹھے کیا تمکو خدا کی قدرت سے (یہ امر کچھ) عجیب معلوم ہوتا ہے۔ اے اہل بیت (نبوت) تم پر خدا کی رحمت اور اسکی برکتیں (نازل ہوں) بے شک خدا سزاوار حمد (وثنا) اور اپنے بندوں پر بڑا (ہی کرم کرنیوالا) ہے۔

حُمَیدی ابو عبداللہ محمد بن ابی نصر ازدی حمیدی اندلسی۔ آپ کے آباؤ اجداد جزیرہ میورقہ کے رہنے والے تھے۔ آپ مشاہیر حفاظ حدیث سے ہوئے ہیں۔ ابو محمد بن حزم سے روایت کی اور دیر تک انکی صحبت میں رہے۔ حج کیا۔ اور مکہ معظمہ میں حدیث کا سماع کیا۔ افریقہ۔ اندلس۔ مصر۔ شام اور عراق میں بھی حدیث کا سماع کرتے رہے۔ بغداد میں اقامت پذیر ہوئے اعلیٰ درجہ کے پرہیزگار اور عبادت گذار تھے۔ کتاب الجمع بین الصحیحین آپ کی تصنیف ہے۔ ۴۸۸ ہجری میں وفات پائی۔ (کن)۔

حِنَّا مہندی کو کہتے ہیں۔ حدیث میں خضاب کی اجازت ہے بلکہ ایک طرح کا حکم ہے۔ چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ خضاب نہیں کرتے تو تم انکی مخالفت کرو (یعنی خضاب کیا کرو) (صح)

(۲) ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر چیز جس سے بڑھاپا بدل دیا جائے مہندی اور وسمہ ہے (تر۔ ابو)۔

(۳) ہمام کی بیٹی کریمہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مہندی کے خضاب کے بارے میں دریافت کیا۔ ام المؤمنین نے کہا اس خضاب میں کچھ حرج نہیں لیکن میں اپنے لئے اسکو اسلئے ناپسند رکھتی ہوں کہ میرے حبیب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو اسکی بو ناپسند تھی۔ (ابو)۔

(۴) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عتبہ کی بیٹی۔ ابوسفیان کی بیوی۔ معاویہ کی ماں ہندہ نے عرض کیا۔ یا نبی اللہ مجھ سے بیعت لیجئے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تا وقتیکہ تو اپنے دونوں ہاتھ متغیر نہ کرلے گی (یعنی مہندی نہ لگائیگی) میں تجھسے بیعت نہیں لونگا۔ تیری دونوں ہتھیلیاں گویا درندے کی ہتھیلیاں ہیں۔ (کہ بے رنگ اور سفید ہوتی ہیں) (ابو)۔

اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو ہاتھ میں مہندی لگانا مستحب اور نہ لگانا مکروہ ہے۔ اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ جسطرح مردوں کو تشبہ بالنساء مکروہ ہے اسیطرح عورتوں کو تشبہ بالرجال مکروہ ہے۔

مسئلہ خضاب کے متعلق شعراء نے بھی طبع آزمائی

Marfat.com

کی ہے۔ ایک شاعر کا قول ہے:-

تقول النفس غیّر لون ھذا
عساك تطيب فی عمر قصير
فقلت له المشيب نذير عمري
ولست مسوّدًا وجه النذير

ترجمہ:- "نفس کہتا ہے تو سفید بالوں کا رنگ بدل دے تاکہ تجھے چھوٹی عمر ہونے پر خوشی ہو۔ میں نے کہا کہ سفید بال میرے لئے ایک واعظ ہے۔ اور میں واعظ کا منہ کالا نہیں کرنا چاہتا۔"

ایک شاعر نے یوں کہا ہے ؎

دشمن زندگیست موئے سفید ؎ روئے دشمن سیاہ باید کرد

بہرحال خضاب کی ممانعت کہیں سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ غازیوں کے لئے تو خضاب کرنا بہت ضروری قرار دیا گیا ہے۔

حنبلی | مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے۔ جو امام حنبل رح کے پیرو ہیں دیکھو (ابن حنبل)۔

حنفی و حنیفی | مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے پیرو ہیں۔ دیکھو (ابوحنیفہ)۔

حنیف | (ل) دین میں پکا۔ جو شخص باطل سے حق کی طرف مائل ہو۔ وہ شخص جو ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہو۔ یہ لفظ قرآن مجید میں چند مقامات پر حسب ذیل آیا ہے قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۱۶) (اے پیغمبر تم ان لوگوں سے کہو (نہیں) نہیں بلکہ ہم ابراہیم کے طریقے پر ہیں جو ایک (خدا) کے ہو رہے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔

مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ (س۔ آل عمران۔ ع ۷) ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی۔ بلکہ ہماری سرکار کے ایک بندۂ فرماں بردار تھے اور مشرکوں میں سے (بھی) نہ تھے۔

قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ (س۔ انعام۔ ع ۲۰) (اے پیغمبر اُن لوگوں سے) کہو کہ مجھکو تو میرے پروردگار نے سیدھا رستہ دکھا دیا ہے کہ وہی ٹھیک دین ہے (یعنی) ابراہیم کا طریقہ کہ وہ ایک ہی (خدا) کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے (بھی) نہ تھے۔

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا ۖ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ (س۔ انعام۔ ع ۹) میں نے تو ایک ہی کا ہو کر اپنا رُخ اُسی (ذات پاک) کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمان و زمین کو بنایا اور میں تو مشرکوں میں سے نہیں ہوں (ترجمہ۔ ح۔ ان)۔

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ (س۔ نحل۔ ع ۱۶) بے شک ابراہیم (لوگوں کے) پیشوا ہو گذرے ہیں خدا کے فرمانبردار (بندے) جو ایک (خدا) کے ہو رہے تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے۔

حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ۝ (س۔ حج۔ ع ۴) (بس) ایک اللہ کے ہو رہو اور اُس کے ساتھ (کسیکو) شریک نہ کرو۔ اور جو (کسیکو) خدا کا شریک بناتا ہے تو (اسکا حال ایسا ہے کہ) جیسے وہ آسمان پر سے گر پڑا پھر (یا تو) (اسکو راہ میں سے) شکاری پرندے اُچک لے جائیں گے یا اسکو ہوا کسی دور جگہ لیجا کر ڈال دے گی۔

وَأَنْ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ (س۔ یونس۔ ع ۱۱) اور (نیز خدا نے مجھے) یہ (بھی فرمایا ہے) کہ (اسی) دین کی طرف اپنا منہ کئے سیدھا چلا جا اور مشرکوں (کے زمرے) میں ہرگز (شامل) نہ ہو (ترجمہ۔ ح۔ ان)۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ (س۔ ۳۰۔ ع ۴)۔

Marfat.com

(یعنی) تو (اے پیغمبر) تم تو ایک (خدا) کے ہوکر (اسکے) دین کیطرف اپنا رخ کئے رہو۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝ (س۔ بینہ۔ ع۱) حالانکہ (جو لوگ مخالف رہے) انکو (اس رسول کے ذریعے سے) یہی حکم دیا گیا کہ خالص اللہ ہی کی بندگی کی نیت سے یکسُو ہوکر اسکی عبادت کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور یہی وہ ٹھیک دین ہے (جو پیغمبر نے انکو تعلیم کیا مگر ناحق کی ضد کا کیا علاج)۔

حُنین مکہ اور طائف کے مابین ایک مقام کا نام ہے جہاں ۸ھ میں بنو ہوازن اور بنو ثقیف نے بعض اور قبائل عرب کو اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی اور شکست فاش کھائی۔ دیکھو (ہوازن)۔

حواری حضرت عیسٰے کے حواری وہ لوگ تھے کہ جنہوں نے انکی مدد کا وعدہ کیا تھا۔ انکا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ (س۔ نساء) جب عیسٰے علیہ السلام نے ان (یہودیوں) سے انکار محسوس کیا۔ تو کہا کون لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں میری مدد کرینگے۔ حواریوں نے کہا ہم اللہ کی راہ میں مدد دینے والے ہیں۔

حواری حور سے مشتق ہے اور اسکے معنے خالص سفیدی کے ہیں۔ اس وجہ سے خالص اور صاف دل دوستوں کو بھی حواری کہتے ہیں۔ جو لوگ اسوقت حضرت عیسٰے علیہ السلام کی مدد کو کھڑے ہوگئے وہ بھی صاف دل تھے۔ اسوجہ سے انکو حواری کہا۔

ابن جریر نے روایت کی ہے کہ وہ کپڑا دھوکر صاف اور سفید کیا کرتے تھے یعنی (ذات کے دھوبی تھے)۔

کلبی اور عکرمہ سے روایت ہے کہ وہ بارہ آدمی تھے مجاہد اور سدی نے کہا کہ وہ ماہی گیر تھے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ملاح تھے۔ (ک)

حضرت عیسٰے علیہ السلام کے بارہ حواری حسب ذیل تھے تُنسی۔ لوقا۔ یوحنا۔ مرقس۔ پولوس۔ پطرس۔ شمعون۔ تھوما۔ فیلبوس۔ اندریاس۔ یعقوب۔ یہودا اسقریوطی۔ موخر الذکر وہ شخص تھا جس نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کو تھوڑی سی لالچ پر یہودیوں کے ہاتھ پکڑوا دیا تھا۔

حوالہ فقہ کی اصطلاح میں حوالہ اسکو کہتے ہیں کہ ایک شخص اپنا قرض بذریعہ ضمانت یا تحریر کے دوسرے کی طرف منتقل کردے۔ ائمہ اہل سنت والجماعۃ کا اسپر اتفاق ہے کہ کسیکا قرض دوسرے پر ہو۔ اور دوسرا اپنے قرض کا حوالہ ایک تیسرے شخص پر کرنا چاہے جسپر دوسرے کا حق آتا ہے تو یہ درست ہے مگر محال لہ کو (یعنی جسکے لیے حوالہ کیا جائے) اختیار ہے کہ حوالہ قبول نہ کرے اور محال علیہ (جسپر حوالہ کیا جاتا ہے) کو لازم نہیں ہے کہ قبول حوالہ سے انکار کرے۔ محال علیہ کی رضامندی امام ابو حنیفہ اور شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک معتبر نہیں مگر امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر محال لہ محال علیہ کا دشمن ہو تو محال علیہ کو اسکے حوالہ کا قبول کرنا ضرور نہیں۔

حوامیم جمع ہے حٰمٓ کی۔ حوامیم سے مراد قرآن مجید کی وہ سات سورتیں ہیں جن میں سے ہر ایک کے آغاز میں حٰمٓ کا کلمہ آیا ہے۔ دیکھو (حٰمٓ)۔

مشکوٰۃ شریف میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت درج ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی نے آکر عرض کیا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے پڑھائیے۔ آپ نے فرمایا پڑھ تین سورتیں جنکے آغاز میں الٓرٰ آیا ہے۔ اس نے کہا میری عمر بڑی ہوگئی ہے اور دل ٹھوس ہوگیا ہے۔ زبان موٹی ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا تو پھر پڑھ تین سورتیں جنکے آگے حٰمٓ آیا ہے۔ الحدیث۔

Marfat.com

حوّاء حضرت آدم علیہ السلام کی بیوی کا نام ہے ۔ دیکھو (آدم)۔

حور حوراء کی جمع ہے ۔ اُس عورت کو کہتے ہیں جسکی جلد بدن اور آنکھ نہایت سفید ہوں اور آنکھ اور بال کی سیاہی نہایت درجہ سیاہ ہو۔ اور حور اُن معشوقوں کا نام ہے جو مومنوں کو بہشت میں نصیب ہونگے (غ)

یہ لفظ قرآن مجید میں کئی مقامات پر آیا ہے ۔ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ۝ (س ۔ رحمٰن ۔ ع ۳) (وہ گوری) حوریں (ہوں گی) جو (اپنے رہنے کے) خیموں میں بند (بیٹھی) ہیں (کہ انکو باہر کی ہوا بھی نہیں لگنے پاتی) وَحُوْرٌ عِیْنٌ کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَکْنُوْنِ ۝ (س ۔ واقعہ ۔ ع ۱)

(یعنی) اور ان نعمتوں کے علاوہ احتیاط سے کئی) تہوں میں رکھے ہوئے موتیوں کیطرح کی (خوشرنگ اور) بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔

حوض کوثر اس حوض کا نام ہے جسکا تعلق عالم عقبےٰ سے ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حوض کہلاتا ہے۔ قیامت کے روز مومن لوگ جنت میں جانے سے پیشتر اور پلصراط سے گزرنیکے بعد اس حوض سے پانی پئیں گے۔ جو شخص اسکا ایک گھونٹ پیئے گا پھر کبھی اسکو پیاس نہ لگیگی۔ اسکا عرض ایک ماہ کی مسافت ہے ۔ پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اسکے کناروں پر بیشمار کوزے پڑے ہیں۔ نہر کوثر کی دو دھاریں گرتی ہیں۔ (جا)۔

قرآن مجید کی سورۂ کوثر میں یہ کلمہ آیا ہے جسکی پہلی آیت ہے اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۔ یعنے اے پیغمبر ہمنے تمکو کوثر دیا ہے۔

کوثر کے لغوی معنے بہت زیادہ کے ہیں۔ مگر یہاں کوثر سے کیا مراد ہے۔ اسکے متعلق کم و بیش پندرہ قول ہیں بعض کہتے ہیں حوض کوثر مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں جنت کی نہر کوثر مراد ہے۔ جو آپ کو شب معراج دکھائی گئی تھی وغیرہ وغیرہ۔ دیکھو (کوثر)۔ (نفت)

حولان الحول حولان کے معنے سال کا گزرنا حول کے معنے سال ۔ فقہ کی اصطلاح میں نصاب کامل پر ایک پورے سال کا گزر جانا جو موجب زکوٰۃ ہوتا۔ (کما فی کتب الفقہ)۔

حُویرث مکہ کے ایک مشرک کا نام ہے جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں بہت کچھ شعر کہے ہیں۔ فتح مکہ کے روز اپنے گھر میں دروازہ بند کرکے بیٹھ گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اسکا حال معلوم کرنیکے لئے اسکے گھر گئے۔ دروازے کو بند پایا۔ لوگوں نے بھی کہدیا کہ وہ جنگل کو بھاگ گیا ہے۔ اسلئے حضرت علی واپس آگئے۔ حُویرث اپنے گھر سے نکلکر کسی دوسرے گھر پناہ لینے کے لئے گیا۔ راستہ میں حضرت علی ملے اور اُنہوں نے اُسے مار ڈالا۔ (مد)۔

حیّ (ل) زندہ۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ قرآن مجید میں یہ کلمہ یوں آیا ہے اَلٓمّٓ ۝ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝ الٓمّٓ اللہ (وہ ذات پاک ہے کہ) کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں ۔ کارخانہ عالم کا سنبھالنے والا۔

حیاء نفس کا کسی چیز سے منقبض ہوکر ترک کر دینا اس خوف سے کہ اس میں ملامت ہوگی۔ اور اسکی دو قسمیں ہیں۔ نفسانی ۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے تمام نفوس میں پیدا کیا ہے ۔ جیسے برہنہ ہونے سے حیا کرنا۔ یا لوگوں میں جماع کرنے سے حیا کرنا۔ اور دوسرا حیاء ایمانی ہے ۔ اور وہ یہ ہے کہ مومن اللہ کے ڈر سے گناہ کرنے سے بچا رہے۔ (تعریفات)۔

حیاء کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ۔ اَلْحَیَآءُ مِنَ الْاِیْمَانِ ۔ یعنی حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے ۔ اور ایک روایت میں ہے اَلْحَیَآءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ ۔ یعنے حیاء بھلائی ہی بھلائی ہے ۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے لِکُلِّ دِیْنٍ خُلُقًا وَّخُلُقُ

Marfat.com

اِلْاِسْلَامُ اَلْحَیَاءُ۔ یعنی ہر ایک دین کی ایک صفت ہوتی ہے اور اسلام کی صفت حیا ہے۔

(۱) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک انصاری شخص پر ہوا۔ جو اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا (کہ زیادہ حیا نہ کیا کر) پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے (اسکی طرف روئے سخن کرکے) فرمایا کہ اسے چھوڑ دے کیونکہ حیا ایمان کی شاخ ہے۔ (جسقدر زیادہ ہو بہتر ہے) (م)

(۲) عمران بن حصین کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا سے بھلائی ہی بھلائی پیدا ہوتی ہے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ہر قسم کی حیا نیک ہے۔ (صح)۔

(۳) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء سابقین کی باتوں میں سے جو بات بے تغیر و تبدل لوگوں نے پائی ہے وہ یہ ہے کہ جب تو شرم نہیں رکھتا تو جو چاہے کر (خ)

(۴) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم اس کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرم والے تھے جو پردے میں بیٹھی رہتی ہے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی ایسی چیز کو دیکھتے جو آپکو ناگوار ہوتی تو (اگرچہ آپ شرم کی وجہ سے ناگواری کا اظہار نہ کرتے مگر) ہم لوگ اسے آپ کے چہرہ مبارک میں معلوم کرلیتے۔ (صح)

(۵) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا ایمان کی ایک شاخ ہے اور ایمان (یعنی اہل ایمان) بہشت میں ہیں اور بیحیائی اکھڑپن ہے۔ اور اکھڑوں کا ٹھکانا دوزخ ہے (ز)

حق کے اظہار میں حیا نہیں کرنا چاہئے جیسا کہ خدا کا قول ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیِیْ مِنَ الْحَقِّ۔ اللہ تعالے حق کہنے سے حیا نہیں کرتا۔

حَیَّۃٌ سانپ۔ مذکر و مؤنث دونوں پر اسکا اطلاق یکساں ہوتا ہے۔

سہیلی مسعودی سے نقل کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے جب سانپ کو جنت سے زمین پر بھیجا تو اسکو سجستان میں اُتارا۔ اسی لئے اس زمین میں سانپ کثرت سے ہیں۔

سانپ کا کھانا حرام ہے۔ کیونکہ اسکے کھانے سے ضرر کا خوف ہے۔ علیٰ ہذا جو تریاق سانپ کے گوشت سے بنایا جاتا ہے اسکا کھانا بھی حرام ہے۔ لیکن جو مچھلی کہ دریا میں بصورت سانپ ہوتی ہے۔ یعنی (مار ماہی) اسکا کھانا جائز ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے فَاَلْقٰھَا فَاِذَا ھِیَ حَیَّۃٌ تَسْعٰی۔ (س طٰہٰ ع ۱) چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی ڈال دی۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ سانپ ہے اور دوڑ رہا ہے۔

مچھلی کی طرح سانپ کے بھی ہزارہا قسم ہوتے ہیں اور بعض جن بھی سانپ کی شکل میں رہتے ہیں۔

حَیَوَانٌ جاندار۔ ذی روح۔ مثلاً آدمی۔ گدھا گھوڑا کبوتر چڑیا۔ کوا۔ وغیرہ۔

حیوانات کی مختلف قسمیں ہیں بعض دریاؤں اور سمندروں میں رہتے ہیں۔ بعض پہاڑوں۔ بیابانوں اور جنگلوں میں گذارہ کرتے ہیں۔ بعضے دو پاؤں پر چلتے اور بعضے چار پاؤں پر اور بعضے پیٹ کے بل چلتے ہیں جیسے سانپ۔ قرآن مجید میں اس کلمہ کا یوں ذکر آیا ہے۔ وَاللّٰہُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّۃٍ مِّنْ مَّآءٍ تا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (س۔ انعام۔ ع ۶) اور اللہ ہی نے تمام چلنے پھرنے والے (جانداروں) کو پانی سے پیدا کیا ہے پھر ان میں (بعض) وہ ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور (بعض) ان میں سے وہ ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں اور (بعض) ان میں سے وہ ہیں جو چار (پاؤں) پر

Marfat.com

چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے بناتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

انسانوں کی مانند دیگر حیوانات بھی قیامت کے روز دوبارہ پیدا کئے جائینگے۔ اور دنیا میں جو ظلم ان پر بندوں کی طرف سے کئے گئے ہیں انکا بدلہ ان سے دلایا جائے گا۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ تا ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝ اور جتنے حیوانات زمین میں (چلتے پھرتے) ہیں۔ اور جتنے پرندے اپنے دو پروں پر اڑتے پھرتے ہیں یہ سب بھی تمہاری طرح کی مخلوقات ہیں۔ لوح محفوظ میں (سب لکھی ہوئی موجود ہیں) ہم نے (لکھنے سے) کوئی چیز فروگذاشت نہیں کی۔ پھر (قیامت کے دن سب کے سب) اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر کئے جائینگے۔ (س انعام۔ ع ۴)۔

قرآن مجید میں حیوان کا لفظ زندگی کے معنے میں آیا ہے

وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ (س۔ عنکبوت ع) یعنے اور آخرت کا گھر ہی زندگی کی جگہ ہے۔

حیوٰۃ حیوٰۃ کے معنے زندگی کے ہیں۔ یہ لفظ قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (س۔ بقرہ۔ ع ۲۲) اور تمہارے لیے قصاص میں ہی زندگی ہے اے عقلمندو۔ تاکہ تم بچو۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (س۔ آل عمران۔ ع ۴) (لوگو!) کیونکر تم خدا کا انکار کرسکتے ہو اور (تمہارا حال یہ ہے کہ) تم بے جان تھے تو تم میں اس نے جان ڈالی پھر (وہی) تمکو مارتا ہے پھر (وہی) تمکو (قیامت میں دوبارہ) جلائیگا (بھی) پھر اسی کیطرف لوٹائے جاؤ گے۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (س۔ ملک۔ ع ۱) جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم لوگوں کو آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔

باب الخاء

خاتم النبیین ت کی زبر سے۔ (ل) پیغمبروں کے آخر۔ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا لقب ہے۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (س۔ احزاب۔ ع ۷) (لوگو!) محمد تمہارے مردوں میں سے کسیکے باپ نہیں ہیں۔ وہ تو اللہ کے رسول ہیں اور (خطوں کی مہر کیطرح سب) پیغمبروں کے آخر ہیں اور اللہ تمام چیزوں (کے حال) سے واقف ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاتم النبیین ہونے کی خود بھی شہادت دی ہے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمام پیغمبروں کا پیشوا ہوں اور یہ کو امیرے لیے فخر نہیں۔ اور میں تمام پیغمبروں کا آخر ہوں اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔ اور سب سے پہلے شفاعت کرنیوالا ہوں۔ اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کیجائے گی۔ (مش)۔

مشکوٰۃ میں حضرت ابوہریرہ اور عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہما سے اس مضمون کی حدیثیں آئی ہیں۔

قیامت کے قریب حضرت عیسٰے علیہ السلام کے

Marfat.com

آسمان سے اُترنے اور لوگوں کو خدا کے احکام بتانے
سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیّن ہونے
پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اُسوقت
جدید نبی ہونے کی حیثیت میں نہ ہوں گے بلکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے نائب ہو کر اپنی شریعت کی اشاعت
کرینگے۔

اس بات پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے کہ
نبوت و رسالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی
ہے۔ چنانچہ نص قرآن جو اوپر گذر چکی ہے اس پر بیّن ثبوت
ہے۔ اور نیز رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بالتصریح فرمادیا ہے
کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ پس جو شخص حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے
بعد نبوت کا دعوےٰ کرے وہ کافر ہے حضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے بعد مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ
کیا تھا۔ تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ جھوٹا العنتی اور تمام بُرے القاب
کا مستحق ہوگا۔ آخر کار یہ ان تمام دعاوی اور پیشگوں کو جھوٹھا
کرکے لاہور شہر میں ہیضہ میں مبتلا ہو کر مرگیا اور اسکی لاش
کو اس سواری (ریل) پر سوار کرکے قادیان میں پہونچایا
گیا جسکو یہ خرِ دجّال کہا کرتا تھا۔ حالانکہ اسکے مخالف مولوی
ثناءاللہ صاحب امرتسری اور ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب ابھی
زندہ صحیح و سلامت ہیں۔ اسکی یہ بھی پیشگوئی تھی کہ میں نہیں
مرونگا جب تک کہ محمدی بیگم اسکے نکاح میں اُسکے خاوند کے
مرنے کے بعد نہ آجاوے جسکی نسبت آسمان پر اسکا نکاح
پڑھا جا چکا ہے اور خدا نے الہام کر دیا ہے کہ سنردھا
الیک لاتبدیل لکلمات اللہ (اربعین مرزائیہ) ہم
ضرور یہ عورت تجھکو واپس دلائیں گے کیونکہ خدا کے
کلمات میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔

مرزا نے اپنی تصانیف میں صاف لکھدیا ہوا تھا کہ
زمین و آسمان ٹل جائیں مگر اسکی یہ پیشگوئی نہ ٹل سکے گی۔
(اونہیں) منکر چونکہ یہ سب دعاوی جھوٹھے اور افتراء علے اللہ
تھے اسلئے کوئی بھی پورا نہ ہوسکا اور مرزا صرف ۶۹ سال کی
عمر میں اس بیماری ہیضہ سے جسکو مثل طاعون یہ موت الکلاب
سے تعبیر کیا کرتا تھا بحالت غربت و بیکسی مرگیا۔ اسکے زمانہ
کے واقعات عجیب و غریب ہیں۔ عیسائیوں اور آریوں
سے بھی اسکے مباحثے اور عدالت میں مقدمات بھی ہوتے
اور آخیر میں مولوی محمد کرم الدین صاحب ساکن بھیں
تحصیل چکوال ضلع جہلم سے مقدمات کئے جنکی ابتداء
اسکی طرف سے تھی۔ اس میں مرزا مع اپنے چند حواریوں
کے دو سال تک سرگرداں رہا۔ اسکو اس میں بڑی دقت
و پریشانی کا سامنا رہا۔ اکثر اوقات روزانہ حاضری چھ چھ
بلکہ آٹھ آٹھ گھنٹے کے لئے رہا کرتی تھی اور اسکو یونہی پاؤں
پر کھڑا رہنا ہوتا تھا۔ ایک روز اسپر مولوی صاحب موصوف
جرح کر رہے تھے جسکی وجہ سے اسکو گھبراہٹ ہوئی اور
سخت پیاس سے لبیں خشک ہوگئیں تو عدالت سے
اسکے وکیل خواجہ کمال الدین نے پانی کی درخواست کی۔
لیکن پانی پینے کی اجازت نہ ملی۔ بالآخر عدالت لالہ آتمارام
صاحب مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور سے اسکو پانچسو
روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ قید کا حکم ہوا۔ اور اسکے مرید حکیم
مولوی نورالدین بھیروی کو دوسو روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ قید کا حکم
سنایا گیا۔ جرمانہ داخل کرکے قید سے خلاصی پائی۔ پھر
اسکا اپیل عدالت سشن جج امرتسر میں دائر کیا گیا اور سزاء
معاف ہوئی۔ اپیل سے تو کئی خونی قاتل اور چور ڈاکو بھی
چھوٹ جایا کرتے ہیں لیکن جو بدنما دھبہ اسکے دامن
شہرت پر لگ چکا تھا وہ قیامت تک یادگار رہیگا۔ کیونکہ
یہ خود تریاق القلوب میں اس سے پہلے لکھ چکا ہے کہ
بریّت اسکو کہتے ہیں جو فرد جرم عائد ہونے سے پہلے ہو
فرد جرم کے بعد جرم تو ثابت ہو لیتا ہے اور اسکے بعد اگر
صفائی سے چھوڑ دیا جائے تو عدالت کا رحم سمجھنا چاہیئے
اور یہاں تو صرف فرد جرم ہی نہیں بلکہ سزا بھی ہو چکی تھی
اس مقدمہ کے حالات پیسہ اخبار لاہور و سراج الاخبار جہلم
میں چھپتے رہے تھے اور پھر ایک کتاب موسومہ بہ :-

Marfat.com

کاشف اسرار نہانی روئداد مقدمات قادیانی "مطبع سراج الاخبار جہلم میں چھپکر شائع ہوچکی ہے۔ مرزا کے اکثر الہامات کفر اور شرک جلی تک پہونچے ہوئے ہیں جو اسکی تصانیف میں موجود ہیں۔ چنانچہ لاہوری نبی کے الہامات ذیل قابل غور ہیں:۔

(۱) اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْكَ۔ یعنی۔ تو (مرزا) مجھ (خدا) سے ہے اور میں (خدا) تجھ (مرزا) سے ہوں۔

(۲) اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ وَلَدِیْ۔ تو مجھ سے میرے بیٹے کی بجا ہے۔

(۳) اَنْتَ مِنْ مَائِیْ وَھُمْ مِنْ فَشَلٍ تو میرے پانی سے ہے اور وہ فشل سے ہیں۔

(۴) یُتِمُّ اِسْمُكَ وَلَا یُتِمُّ اِسْمِیْ۔ تیرا (مرزا کا) نام کامل ہوگا اور میرا (خدا کا) نام ناقص ہوگا۔

(۵) اَلْاَرْضُ وَالسَّمَاءُ مَعَكَ كَمَا هُوَ مَعِیْ۔ زمین آسمان تیرے (مرزا) کے ایسے ہی تابع ہیں جیسے میرے تابع۔

مرزا نے پیسہ ٹکا حاصل کرنے کے لئے عجیب عجیب طریقے جاری کئے ہوئے تھے۔ مریدوں پر ٹیکس لگائے گئے تھے کہ جو شخص یہ ٹیکس نہیں دیگا وہ مریدی سے خارج سمجھا جائیگا۔ اسکے علاوہ مختلف چندے کھول رکھے تھے۔ منارة المسیح کے لئے چندہ۔ تلاش قبر مسیح کے لئے چندہ۔ تالیف وتصنیف کے لئے چندہ۔ چنانچہ ہر طرف سے چھنا چھن روپے آتے رہتے تھے۔ زمین اپنی اولاد کے لئے آمدنی کی یہ حکمت تجویز کی۔ کہ ایک خانقاہ مقبرۃ المسیح کو بہشتی مقبرہ قرار دیا اور اعلان کردیا کہ جو شخص اس میں اپنی قبر بنائیگا وہ بہشتی ہوگا۔ اور قبر حاصل کرنیکے لئے یہ شرط لگائی کہ جو شخص مرزا کی اولاد کے لئے اپنی غیر منقولہ جائداد سے نصف یا تہائی وغیرہ کچھ حصہ وصیت کردیگا اُسکو قبر کی جگہ مل سکیگی۔ مریدوں پر کچھ ایسا اثر ڈالا ہوا تھا کہ خواہ کیسی ہی دور از عقل اور خلاف شریعت بات کہدے مان لیتے تھے۔ مرزا کی وفات کے بعد مولوی نورالدین صاحب بھیروی خلیفہ بنائے گئے جنہوں نے چند سال خلافت کا کام چلایا۔ گو انکو الہام وغیرہ نہ ہوتے تھے لیکن ایک اچھے عالم تھے اور انکی ہی بدولت مرزا کے مشن کو فروغ ہوا تھا۔ آخرکار خلیفہ صاحب بھی اندنوں فوت ہوگئے۔ تو خلافت پر جھگڑا اڑ گیا۔ مرزا جی کے فرزند ارجمند میاں بشیرالدین محمود احمد نے بمشورہ چند مریدان اپنی خلافت کا اعلان کردیا۔ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اور چند دیگر معزز صاحبان نے اسکی مخالفت کی۔ اور انہوں نے اشتہار شائع کئے کہ صاحبزادہ خلافت کے لائق نہیں ہے۔ یہ کام انجمن کے سپرد رہنا چاہئے۔ بہت سے احمدی اصحاب لاہور میں مشورہ کرنیکے لئے جمع ہوئے کہ ہر دو فریق میں مصالحت کی کوئی صورت نکالی جائے۔ مگر تا حال جھگڑا قائم ہے۔ مولوی محمد علی اور ان کے ہم خیال اصحاب نے قادیان سے ہجرت کرکے لاہور کو دارالاقامت بنالیا ہے اور یہاں ایک انجمن اشاعت اسلام بنالی ہے۔ صاحبزادہ جی اپنے باپ کی طرح الہام اور کشف سنا رہے ہیں اور خوابوں کے طومار باندھ رہے ہیں۔ دیکھئے یہ کھچنڈ کہاں تک چل سکتا ہے۔ آثار تو ایسے ہیں کہ اب اس باطل سلسلہ کا عنقریب خاتمہ ہوا چاہتا ہے۔ صاحبزادہ اور اُسکے مرید تو ابھی اس اعتقاد پر قائم ہیں کہ مرزا جی کامل و مکمل نبی و رسول تھے اور انکی نبوت ایسی ہی تھی جیسے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی۔ اور کہ مرزا کو نہ ماننے والے تمام مسلمان خواہ وہ مرزا کو کافر کہتے ہیں یا نہ بلا تفصیل کافر ہیں لیکن مولوی محمد علی اور اُسکے ہم خیال اپنے عقائد میں کچھ ڈھیلے سے ہو رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مرزا جی معمولی سے ظلی اور بروزی نبی تھے۔ اور کہ انکے منکرین جو انکو کافر نہ کہتے ہوں وہ کافر نہیں مسلمان ہیں۔ مرزا صاحب کی تصانیف میں اسبارہ میں متناقض اقوال موجود ہیں۔ اور ہر ایک فریق انکی ہی تصانیف سے استدلال کر رہا ہے۔ کہیں تو لکھا ہے کہ ؎

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب + ہاں ملہم استم و زخداوند آمدم (ازالہ اوہام)

سلام میں ایسی بنا دنی نبوت کا کئی لوگ اجتناب دعوی کرچکے ہیں۔

اور لکھا ہے کہ دعالی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام۔ (حمامۃ البشریٰ)۔ یعنے میرے لئے یہ کب جائز ہے کہ دعوی نبوت کر کے دائرہ اسلام سے خارج ہوں۔

اور کہیں لکھا ہے کہ خدا نے مجھے کہا ہے کہ تجھے میں نے تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور کہ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ کی آیۃ میں احمد رسول کا مصداق میں ہی ہوں۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ؎

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد

ایسا ہی کہیں لکھا ہے کہ جس مسلمان میں ننانوے وجوہ کفر کی اور ایک اسلام کی بھی ہو اسکو کافر نہ کہو۔ اور کہیں لکھتا ہے کہ میرے نہ ماننے والے خواہ مجھے برا کہیں یا نہ کافر ہیں۔ نہ انکے ساتھ مل کر نماز پڑھو۔ نہ انکو سلام دو نہ ملو۔

مرزا کا ایک چچیرا بھائی مرزا امام الدین بھی جو ہو چکا ہے چوہڑوں کا پیر بنا ہوا تھا۔ اور ایک مرزا کمال الدین نے اپنا آلہ تناسل کٹا رکھا ہے۔ غرض یہ خاندان ہی کسی نے خوب کہا ہے ؎

یک قاطع نسل و یک مسیحا زماں ؍ یک مہتر لال بیگیاں دوراں
افسوس چہ گذر بقادیانت گاہے ؍ ایں خانہ تمام آفتاب است بجاں

خاتَم لفظی معنے انگوٹھی۔ مراد اس سے مہر ہے۔ اسکے بارے میں قول فیصل یہ ہے کہ اگر زیب و زینت کے لئے ہو تو اسراف اور تشبّہ بالنساء اور عار مردی ہے اور اسی لئے ممنوع ہے اور ضرورت کے لئے ہو تو بقدر ضرورت جائز ہے وہ بھی چاندی کی سونے کی مطلقاً منع ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سونے کی انگوٹھی اپنے دائیں ہاتھ میں پہنی پھر آپ نے اسے پھینک دیا اور چاندی کی انگوٹھی بنوا کر اس میں "محمد رسول اللہ" کندہ کرایا گیا۔ اور فرمایا کہ میری اس انگوٹھی جیسا نقش کوئی شخص اپنی انگوٹھی میں کندہ نہ کرائے۔ آپ جب وہ انگوٹھی پہنتے تو اسکا نگینہ ہتھیلی کے اندر کی طرف رکھتے۔

لوہے یا پیتل کی انگوٹھی پہننی ناجائز ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے جو پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا فرمایا کیا بات ہے کہ میں تجھ میں بتوں کی بدبو پاتا ہوں۔ یہ سنکر اس شخص نے انگوٹھی پھینک دی۔ پھر وہی شخص ایک اور دفعہ آیا۔ اور اسکے ہاتھ میں لوہے کی انگوٹھی تھی۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے کہ میں تجھے دوزخیوں کا زیور پہنے دیکھتا ہوں۔ اس شخص نے یہ انگوٹھی بھی پھینک دی اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں کس چیز کی انگوٹھی بنواؤں۔ فرمایا کہ چاندی کی اور اسکا وزن پورے مثقال تک نہ پہنچا (مثقال تقریباً چار ماشے کا ہوتا ہے)۔

انگوٹھی بائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں پہننی مسنون ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی اس میں تھی۔ اور بائیں ہاتھ کی چھنگلیا کی طرف اشارہ کیا۔ (حق)۔

خاتَمِ نبوّت نبوت کی مُہر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان بیضہ کبوتر کی مقدار جگہ اوپر کو ابھری ہوئی تھی۔ جو رنگ صفائی اور نورانیت میں آپ کے بدن سے مشابہ تھی۔ اسی کو خاتم نبوت کہتے تھے۔ شیخ حجر کی شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ اس خاتم میں لکھا ہوا تھا۔ اَللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ تَوَجَّهْ حَیْثُ كُنْتَ فَاِنَّكَ مَنْصُوْرٌ۔ بعض روایات میں ہے کہ خاتم ایک نور تھا جو چمکتا تھا۔

خارقِ عادت ایسا کام جو عادت کے خلاف ہو اور انسانی طاقت سے خارج ہو ایسے کام انبیاء اور اولیاء کے ہاتھ سے سرزد ہوتے ہیں۔

Marfat.com

انبیاء کے ہاتھ جو کام ظہور ہو انہیں معجزہ کہا جاتا ہے (دیکھو معجزہ) اور اولیاء سے جو ایسے کام صادر ہوں انہیں کرامت کہا جاتا ہے۔ (دیکھو کرامت)۔

خازن علی بن محمد بغدادی بڑے پایہ کے عالم ہوئے ہیں۔ تفسیر خازن آپ ہی کی تصنیف ہے۔ ۷۲۵ھ میں اسکو تصنیف کیا۔ (کن)

خاص وہ لفظ ہے جو صرف اکیلے ایسے معنے کے لئے وضع کیا گیا ہو جو اس لفظ ہی سے سمجھا جائے یعنے اسکے سمجھنے میں کسی قرینہ وغیرہ کی ضرورت نہ پڑے۔ اسکے تین قسم ہیں۔ خاص العین۔ خاص النوع۔ خاص الجنس۔

خاص العین ایک معین چیز پر دلالت کرتا ہے جیسے زید۔ خاص النوع عام مفہوم پر دلالت کرتا ہے جسکے افراد ایک صفت کے ہوں جیسے رجل۔ خاص الجنس بھی عام مفہوم پر دلالت کرتا ہے مگر اسکے افراد پر مختلف اغراض مرتب ہوتی ہیں جیسے انسان۔

خاص اپنے مدلول کو قطعی طور پر شامل ہوتا ہے۔ یعنے اسکے مفہوم میں بیان یا تاویل وغیرہ کی گنجائش نہیں ہوتی (لو)

خاطر اسکے معنے ہیں وہ خطاب جو آدمی کے دل پر وارد ہو۔ اور اس میں آدمی کے کسب کو دخل نہ ہو۔ ایسے خطاب چار قسم پر ہوتے ہیں۔

(۱) ربانی۔ یہ سب سے بڑا ہے۔ اس میں کبھی غلطی نہیں ہوتی (۲) ملکی۔ یہ مستحبات اور فرائض پر مطلع ہونے کا باعث ہوتا ہے۔ اسکا نام الہام ہے (۳) نفسانی۔ یہ وہ ہے کہ جس میں آدمی کے نفس کو بھی دخل ہوتا ہے اسکا نام ہاجس ہے۔ (۴) شیطانی۔ یہ وہ ہے جو حق کی مخالفت کا مقتضی ہو۔ (تع)

خافض (ل) نافرمانوں کو پست کرنے والا خدا تعالےٰ کا نام ہے اور یہ خفض سے مشتق ہے۔ جو ضد ہے رفع کی کیونکہ خفض کہتے ہیں پست کرنے کو اور رفع بلند کرنے کو۔ اور خدا کے خافض ہونے کے یہ معنے ہیں کہ وہ اپنے نافرمانوں کو اپنی بارگاہ سے دور کرکے پستی میں ڈال دیتا ہے۔

خالد ابن حارث بن علیہ الہجیمی بصری ایک زبردست عالم ہوئے ہیں۔ ۱۸۶ھ میں انتقال فرمایا۔ (کن)

خالد بن نزار غسانی ایلی۔ علمائے حدیث میں سے تھے ۲۲۲ھ میں فوت ہوئے (کن)

خالد بن ابی عمران خالد بن ابی عمران انصاری اوسی جلیل القدر صحابی ہوئے ہیں۔ جنگ میں شریک ہوئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کو بصرہ کا عامل مقرر کیا تھا۔ ان کے زمانہ خلافت ہی میں فوت ہوئے۔ (کن)

خالد بن خداش کنیت ابو الہیثم تھی۔ بصرہ رہنے والے قبیلہ مہلب میں سے تھے۔ فن حدیث میں اعلیٰ دستگاہ رکھتے تھے ۲۲۴ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)

خالد بن ولید یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک معزز صحابی اور ایک مشہور و معروف اسلامی جرنل ہیں جنکے فاتحانہ کارنامے اسلام کی تواریخ کا ایک زرین حصہ ہیں۔ ہجرت کے ساتویں سال اسلام لائے۔ جنگ احد میں جو مسلمانوں نے کفار مکہ پر نمایاں فتح پانے کے بعد دشمن کے ایک دستہ فوج کی یکایک یورش سے سخت پریشانی اٹھائی تھی اس دستہ فوج کے افسر یہی خالد بن ولید تھے۔ اور انہی کی سپاہیانہ لیاقت نے کفار کو تھوڑے دنوں کے لئے فتح کے شادیانے بجانے کا موقع دیدیا تھا۔

۸ھ میں جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دو ہزار صحابہ سمیت عمرۃ القضا بجالانے کے لئے مکہ شریف تشریف لے گئے۔ اور وہاں خالد بن ولید کی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

اپنے نکاح کا شرف بخشا۔ اور پھر وہاں سے عہدنامہ کے موافق صرف تین دن ٹھیر کر چپ چاپ مکہ سے روانہ ہوگئے اور اپنے ساتھ کافی جنگی طاقت ہونے کے باوجود مخالفوں سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا اور نہ تین دن سے زیادہ ایک گھنٹہ بھر شہر میں قیام کیا۔ بلکہ ام المومنین میمونہؓ کے ولیمہ کا سامان بھی شہر سے نکلکر کیا۔ ان امور نے خالد کے دل کو اسلام اور پیغمبر اسلام کی سچائی کا قائل بنا دیا۔ اور وہ عثمان بن طلحہ اور عمرو بن العاص سمیت مسلمان ہوکر مدینہ شریف کو روانہ ہوگئے۔

خالد کے اسلام لانے سے دو ماہ بعد حاکم شام کی تعدی کو روکنے کے لئے تین ہزار صحابہ کی فوج روانہ کی گئی جس میں خالد بھی شامل تھے۔ مخالفین کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی۔ خونریز معرکہ ہوا مسلمانوں کا سخت نقصان ہوا۔ مگر دوسرے دن جب فوج کی کمان خالد نے اپنے ہاتھ میں لی تو اس اعلیٰ جنگی اصول پر فوجی ترتیب قائم کی کہ مسلمانوں کی تھوڑی سی جمعیت نے دشمنوں کے ٹڈی دل لشکر کو منتشر کردیا۔ اور پوری فتح پائی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب بعض قبائل عرب مرتد ہوگئے اور حضرت ابوبکرؓ نے خدا کے حکم سے ان باغیوں اور مرتدوں کی بروقت سرکوبی کی تو ان مجاہدانہ کارناموں میں خالد نے بہت سا حصہ لیا منجملہ ان کے بنو تمیم کا واقعہ تھا۔ جنکے سردار کا نام مالک بن نویرہ تھا۔ خالد نے اسکے مرتد ہوجانے کا کافی ثبوت پاکر شرعی حکم کے مطابق قتل کرادیا اور اسکی بیوی سے نکاح کرلیا جسطرح غزوۂ خیبر میں آنحضرت نے یہودیوں کے مقتول سردار کی بیوی ام المومنین صفیہ سے نکاح کرلیا تھا۔

بعض لوگ لکھتے ہیں کہ مالک بن نویرہ کو ناجائز طور پر قتل کیا گیا تھا۔ اور خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکرؓ اس سے ناراض ہوئے تھے۔ مگر اہل تحقیق کے نزدیک یہ بات سراسر بناوٹی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خالد کے بڑے اور شاندار معرکوں میں سے یمامہ کا معرکہ تھا۔ جس میں انہوں نے صرف تیرہ ہزار فوج کے ساتھ مسیلمہ کذاب کی فوج کو جسکی تعداد لاکھوں تک پہنچتی تھی۔ شکست فاش دی۔ مسیلمہ کذاب وہ شخص تھا جس نے نبوت کا جھوٹا دعوےٰ کرکے بہت سی اقوام کو اپنا پیرو بنالیا تھا۔

مرتدین عرب کی سرکوبی کے بعد خالد کو سب سے زبردست اور دولتمند سلاطین کی تربیت دادہ افواج کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑا۔ یہ فوجیں شاہ ایران اور قیصر روم کی تھیں۔ پہلے شاہ ایران کی فوجوں سے کئی معرکے ہوئے اور ان کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ایرانی سطوت پامال ہوگئی۔ ایران کے علاقہ میں سے ملک عراق اسلامی قلمرو میں شامل ہوگیا۔ پھر قیصر روم کے ساتھ نبرد آزمائی شروع ہوئی۔ اور شام کا ملک مسلمانو کے قبضہ میں آگیا۔ فتح شام میں اجنادین اور حمص کے خونریز معرکے بہت شہرت رکھتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے خالد بن ولید کو سپہ سالاری کے عہدہ سے معزول کردیا لکھا ہے کہ خالدؓ کے پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک موئے مبارک بطور تبرک محفوظ تھا جسکو وہ اپنی ٹوپی کے نیچے رکھتے اور اسکی برکت کو اپنی تمام فتوحات کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ سنہ ۲۱ھ میں وفات پائی حمص میں انکی قبر ابتک زیارتگاہ عام ہے۔ خالد دشمن کے مقابلہ میں اپنی فوج کی نسبت کہا کرتے تھے۔ قَوْمٌ يُحِبُّوْنَ الْمَوْتَ كَمَا تُحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ یہ لوگ موت کو اسطرح دوست رکھتے ہیں جسطرح تم زندگی کو دوست رکھتے ہو۔ (کذا فی کتب التواریخ)

خالدون خالد کی جمع یعنے ہمیشہ رہنے والے لوگ۔ قرآن مجید میں یہ کلمہ ان لوگوں کے لئے آیا ہے۔ جو بہشت میں یا دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ ۵۰ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

خالق (ا) پیدا کرنیوالا۔ یہ خلق سے مشتق ہے۔ اور

Marfat.com

وہ مستعمل ہوتا ہے کسی چیز کے وجود میں لانے سے پیشتر اسکا اندازہ کرتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کا نام ہے۔ قرآن مجید کی (س حشر۔ ع ۳) میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ ھُوَاللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی وہی اللہ (ہر چیز کا) خالق (ہر چیز کا) موجد ہے (مخلوقات کی طرح طرح کی) صورتیں بنانیوالا ہے۔ اسکی اچھی اچھی صفتیں ہیں اور (اسی سبب سے) اسکے اچھے ہی اچھے نام ہیں۔

خان بادشاہان ترکستان کا لقب ہے۔ رئیس اور امیر کے معنے میں بھی مستعمل ہوتا ہے گھر اور سرائے کے معنے میں بھی آیا ہے۔ اصل میں ترکی لفظ ہے (غ)

خاوند دیکھو (زوج)۔

خباب ابن الارت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تھے۔ کنیت ابوعبداللہ۔ بنی تمیم کے قبیلے سے تھے۔ ایام جاہلیت میں وہ قید ہو گئے۔ بنی خزاعہ میں سے ایک عورت نے ان کو خرید لیا۔ اور آزاد کر دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارقم کے گھر میں داخل ہونے سے پیشتر اسلام لائے یہ اُن لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے اسلام لانے کی سزا میں کافروں کے ہاتھوں سے سخت اذیتیں برداشت کیں۔ عمر کا آخری حصہ کوفہ میں کاٹا۔ اور آخر ۳۷ھ میں بعمر ۷۳ سال وہیں وفات پائی۔ آپ بہت سی احادیث کے راوی ہیں۔ (اکما)۔

خبال دوزخ والوں کی پیپ (صنا)

خبث نجاست خفیفیہ کو کہتے ہیں۔ جیسے کہ حدث نجاست حکمیہ کو کہتے ہیں (ک)

خبرۃ امور کی حقیقت و بواطن کو جاننا۔ (تع)۔

خبر المتواتر وہ حدیث جسکو ایک جماعت نے جماعت سے نقل کیا ہو۔ خبر واحد اور خبر متواتر میں فرق یہ ہے کہ موخر الذکر کا منکر بالاتفاق کافر ہو جاتا ہے۔ اور خبر واحد کا منکر کافر نہیں ہوتا (تع)

خبر متواتر وہ حدیث ہے جسکو اسقدر اشخاص نے روایت کیا ہو جن کو شمار نہ کیا جا سکے اور انکے کذب پر متفق ہونے کا توہم نہ ہو سکے۔ اسلئے کہ انکی تعداد بہت ہو۔ اور وہ مختلف مقامات میں بستے ہوں اور سب عادل ہوں اور اس میں تعین عدد مشروط نہیں جیسے کہ بعض نے کہا ہے کہ وہ سات ہوں اور بقولے چالیس ہوں۔ اور بقولے ستر ہوں۔ بلکہ جس تعداد سے علم ضروری حاصل ہو جائے۔ وہ تواتر کی علامت ہے۔ مثلاً نقل قرآن اور نماز پنجگانہ تواتر سے ثابت ہیں۔ حدیث متواتر کے وجود میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ حدیث متواتر کوئی نہیں بعض کہتے ہیں صرف ایک حدیث یعنے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ہے بعض نے کہا ہے صرف یہ حدیث متواتر ہے:۔ اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ۔ حدیث متواتر علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ وہ علم طمانیت کا فائدہ دیتی ہے۔ (لو)

خبر واحد خبر حدیث کو کہتے ہیں۔ اور خبر واحد سے مراد وہ حدیث ہے جسکو ایک یا ایک سے زیادہ صرف اسقدر راوی روایت کرے کہ حدیث شہرت اور تواتر کے درجہ کو نہ پہونچے۔ (تع)

خبر واحد میں راویوں کی قلت و کثرت صرف قرون ثلثہ میں معتبر ہے۔ اسکے بعد راوی خواہ کتنی ہی کثرت کو پہنچ جائیں ان سے وہ خبر واحد ہی رہیگی۔ (لو)

خبیب بن عدی بڑے پایہ کے صحابی تھے۔ بدر میں حاضر تھے اور غزوہ رجیع میں ۳ھ میں قید کئے گئے اور مشرک انہیں مکے میں لے گئے۔ وہاں انہیں حارث بن عامر کے

Marfat.com

بیٹوں نے خریدا۔ اور انکے خریدنے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے حارث کافر کو جنگ بدر میں قتل کیا تھا۔ پس پہلے انکو قید کیا گیا۔ پھر تنعیم میں سولی دیا گیا۔ اسلام میں یہ پہلے شخص ہیں جنہیں سولی دیگئی۔ قتل کے وقت دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ انہوں نے ہی جاری کیا۔ (البدر)۔

صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ حالت قید میں ایک دن خبیب نے حارث کی بیٹیوں سے ایک سے موئے زہار مونڈنے کے لیئے استرہ لیا۔ اس لڑکی کی غفلت میں اسکا بیٹا خبیب کے پاس چلا گیا۔ آپ نے اسے اپنے زانو پر بٹھا لیا۔ اسوقت انکے ہاتھ میں استرہ تھا۔ اس لڑکے کی ماں یہ دیکھکر ڈری۔ خبیب نے بھی اسکے چہرے سے معلوم کر لیا کہ ڈرتی ہے۔ فرمانے لگے کیا تو خیال کرتی ہے کہ میں اسے قتل کر دوں گا۔ بخدا میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ وہ لڑکی بیان کرتی ہے۔ کہ واللہ خبیب سے بہتر میں نے کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ ایک دن میں نے حالت قید میں انکے پاس خوشۂ انگور دیکھا۔ حالانکہ ان دنوں مکہ میں انگور نہیں تھا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ وقت قتل کہتے تھے کہ خداوندا میں کسی کو نہیں پاتا جو میرا سلام پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دے۔ پس جبریل علیہ السلام نے آپ کو انکا سلام پہنچایا۔ (البدر)۔

خبیر (ا ل) آگاہ۔ دانا۔ عالم۔ عارف۔ اللہ تعالے کا نام ہے۔ یہ خبر سے مشتق ہے۔ اور خبر کے معنے ہیں آگاہی کے۔ خبیر کے معنے آگاہ۔ دانا۔ یعنی ملک و ملکوت میں کوئی چیز متحرک و ساکن نہیں ہوتی۔ اور زمین و آسمان میں کوئی ذرہ مضطرب و مطمئن نہیں ہوتا۔ اور کون و مکان میں کوئی سانس نہیں لیتا مگر خدا تعالے اس سے خبردار ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ سورہ انعام ع ۱۲ میں آیا ہے اسکے لیئے دیکھو (الطیمن)۔

ختم اخیر۔ انجام۔ انتہا۔ تمام۔ تکمیل۔ قرآن شریف کے تمام ہونے کی رسم۔ قرآن شریف کو تمام کرنا۔ فاتحہ۔ قل۔ نذر۔ نیاز (فرہنگ آصفیہ)۔

فتاوئی عالمگیری میں لکھا ہے کہ قرآن مجید کو ایک دن میں ختم کرنا مکروہ ہے۔ اگر جلدی ختم کرنا ہو تو تین دن سے کم عرصہ میں ختم نہ کیا جائے۔ حافظ کو مستحب ہے کہ ہر چالیس دن میں قرآن ختم کرے۔ گرمی میں پہلے پہر اور سردی میں رات کے پہلے حصہ میں قرآن کا ختم کرنا مستحب ہے۔ قرآن مجید کو ختم کرنے کے بعد تین دفعہ سورہ اخلاص پڑھنے کو بعض مشائخ نے اچھا نہیں سمجھا۔ مگر بعض نے اسے مستحسن خیال کیا ہے۔ تاکہ اگر ختم میں کوئی قصور یا بھول چوک ہوگئی ہو تو اسکی تلافی ہو جائے۔ ہاں اگر فرض نماز میں قرآن کا ختم واقع ہو تو ایک دفعہ سے زیادہ سورۂ اخلاص پڑھنی ناجائز ہے۔ قرآن کے ختم کے بعد اگر آدمی جمع ہو کر بلند آواز سے سورۂ اخلاص پڑھیں تو مضائقہ نہیں۔ مگر بہتر یہ ہے کہ ایک پڑھے اور باقی سنیں۔ حافظ کو ختم کے وقت اپنے اہل و عیال کو اکٹھا کر کے انکے حق میں دعا مانگنا مستحب ہے۔ کسی چیز پر مہر لگانے کو بھی ختم کہتے ہیں۔ خداوند کریم کافروں کے حق میں فرماتا ہے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ (سورۃ بقرہ ع ۱) ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے۔

حضرت معاویہ بن سفیانؓ سے پہلے خطوں پر مہر لگانے کا دستور نہ تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمر بن زبیر کو زیاد کی طرف خط لکھدیا کہ اسے لاکھ درہم یا دینار دیدو۔ عمر نے یہ چالاکی دکھلائی کہ جھٹ خط کو کھول کر ایک لاکھ کے دو لاکھ بنا دیئے۔ اور کوفہ میں جا کر زیاد سے دو لاکھ اسی خط پر وصول کر لیئے۔ زیاد نے جب سال تمام کا حساب پیش کیا تو معاویہ نے سمجھا کہ یہ عمر کی چالاکی ہے۔ اسوقت سے خطوں کو بند کر کے مہر لگانے کا قانون جاری ہوگیا۔ (خا)

ختنہ ختنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے جو اسلام میں بحال رکھی گئی ہے۔ اسکا وقت سات سال سے بارہ سال تک ہے اور بعض علمائنے

Marfat.com

کہا ہے کہ ولادت کے دن سے سات دن کے بعد بھی ختنہ جائز ہے۔ عورتوں کے ختنہ میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے اسے بھی سنت قرار دیا ہے۔ اگر بوڑھا آدمی مسلمان ہو اور ختنہ کی تکلیف کو برداشت نہ کر سکتا ہو تو اسے اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہئے۔ باپ اپنے چھوٹے لڑکے کا ختنہ کر سکتا ہے (عالمگیری)۔

ذیل کے پیغمبر مختون پیدا ہوئے ہیں۔ حضرت آدمؑ۔ شیثؑ۔ ذکریاؑ۔ ادریسؑ۔ یوسفؑ۔ عیسٰےؑ۔ موسٰیؑ۔ نوحؑ۔ شعیبؑ۔ سامؑ۔ لوطؑ۔ صالحؑ۔ سلیمانؑ۔ یحییٰؑ۔ ہودؑ۔ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (صحیح البخاری میں ختنہ پر ایک مستقل باب ہے)۔

خدا فارسی لفظ ہے جسکے معنے ہیں صاحب و مالک۔ جب لفظ خدا مطلق ہو تو باریتعالٰی کی ذات کے سوا کسی پر اسکا اطلاق نہیں ہوتا۔ مگر جب کسی چیز کی طرف مضاف ہو تو پھر غیر پر بھی اسکا اطلاق ہوتا ہے جیسے کہ خدا کہتے ہیں کہ لفظ خدا مرکب ہے کلمہ خود اور کلمہ آ سے جو صیغہ امر کا ہے آمدن سے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب امر اسم سے ملتا ہے تو اسم فاعل کے معنے پیدا کرتا ہے چونکہ اللہ تعالٰے اپنے ظہور میں دوسرے کا محتاج نہیں ہے۔ لہذا اس صفت سے موصوف ہوا۔ (غ)۔

خداوند فارسی لفظ ہے جسکے معنے ہیں صاحب و مالک کے ہیں لیکن اسکے نزدیکی معنے مانند صاحب کے ہیں۔ کیونکہ کلمہ وند اس جگہ مانند کے معنے میں ہے۔ پس خدا پر اس لفظ کا اطلاق سوء ادب سے خالی نہیں لیکن صاحب بہار عجم لکھتے ہیں کہ بعض وقت لفظ وند کلمہ خداوند میں زائد ہوتا ہے۔ (غ)۔

خدمات مذہبی دنیا کے سب کاموں میں مذہبی خدمات سے بڑھکر کوئی کام نہیں اور یہ ایسا کام ہے جس سے نہ فقط خدا کی خوشنودی اور رضامندی حاصل ہوتی ہے بلکہ دنیاوی برکات بھی بہت کچھ حاصل ہوتی ہیں۔ جو آدمی اپنا سارا وقت یا وقت کا کچھ حصہ کسی مذہبی کام پر وقف کر دے وہ لوگوں کی نظروں میں نمایاں وقعت رکھتا ہے۔ خدا کے بندوں میں سے ایسے بہت سے بندے ہوئے ہیں جنہوں نے اپنا تن من دھن مذہبی بہبودی میں لگا دیا ہے۔ سچ پوچھو تو انبیاء علیہم السلام صرف اسی غرض کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے علماء کی نسبت جو یہ ارشاد فرمایا اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ علماء انبیاء کے وارث ہیں اسکا یہی مطلب ہے کہ علماء کا یہ منصب کہ دنیاوی جھمیلوں کو چھوڑ کر اس غرض کو سرانجام دینے لگیں جس کے لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی رہی ہے۔ اور جہانتک ان سے بن پڑی مذہب کی ترقی میں کوشاں رہے ہیں۔ زمانہ سابق کے علماء نے امید سے بڑھکر اسکی تعمیل کی۔ اور انکی مذہبی خدمات قیامت تک انکا نام زندہ رکھیں گی۔ کیا امام اعظمؒ اور باقی ائمہ ثلاثہ کی مذہبی خدمات کچھ کم ہیں اور کیا امام صاحب کے شاگردوں اور بعد کے فقہاء نے امت مرحومہ پر کچھ کم احسان کیا ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ آجکل کے بعض علماء نے اس پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے اور ہاتھ دھو کر دنیا کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ ان کی ہر ایک بات میں خود غرضی۔ شہرت طلبی۔ حب دنیا۔ خود ستائی۔ اور حب جاہ کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ مذہبی خدمات تو درکنار رہے انہوں نے مذہب میں طرح طرح کے فساد کھڑے کر دئے ہیں اور اس فساد کی نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے جڑ دئے ہیں۔ مذہبی خدمات میں چونکہ للہیت مد نظر ہوتی ہے اسلئے شرعاً مذہبی خدمات پر اجرت لینی ناجائز ہے متقدمین نے تو اسی اصول کے لحاظ سے ہر ایک قسم کی مذہبی خدمت مثلاً امامت اذان تعلیم قرآن۔ تعلیم حدیث اور تعلیم فقہ پر اجرت لینی حرام قرار دی ہے۔ مگر اس زمانہ میں علماء کی معاش کے لئے بیت المال موجود تھا جسکے سبب سے انہیں مذہبی خدمات

اجرت لینے کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ لیکن بعد میں جب بیت المال والا معاملہ جاتا رہا تو علماء متاخرین نے بعض ضرور مذہبی خدمات مثلاً امامت۔ تعلیم قرآن۔ تعلیم حدیث وفقہ کی اجرت جائز کر دی۔ کیونکہ انہوں نے یہ سمجھا کہ اگر کسی قسم کی اجرت جائز نہ ہو تو شعائر دین کے ایوان کا خاتمہ ہو جائیگا۔ مگر انہوں نے بھی اجرت کے جواز کی رسی ڈھیلی نہیں چھوڑی۔ متاخرین کے فتوے کے رو سے صرف قرآن و حدیث وفقہ کی تعلیم اور امامت اور اذان کا معاوضہ لینا جائز ہے۔ مگر شائد یہ بات کسی سے مخفی نہ ہوگی کہ آجکل یہ رسم جاری ہے کہ لوگ اپنے گھروں میں پیش اماموں کو لے جاتے ہیں اور ان سے قرآن مجید کا ختم کراتے ہیں اور اس کے عوض ان کو نقدی یا کھانا کھلانا ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ فعل اسی پہلے اصول کی تحت میں ہے۔ علامہ شامی نے اس بدعت پر مفصل بحث کر کے ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کے ختم کی اجرت لینی حرام ہے۔ اس نے تو اسکی تمام صورتوں کو وہاں سے حرام قرار دیا ہے۔ مگر شاہ عبد العزیز صاحب فتاوی عزیزیہ میں لکھتے ہیں کہ اگر ختم کرانے اور ختم کرنیوالوں کی غرض معاوضہ کی نہ ہو تو ختم کرانیوالے کو دینا اور کرنیوالے کو لینا جائز ہے۔

خدیجۃ الکبریٰ

ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی بیوی ہیں۔ والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ عامریہ ہے۔ کنیت ام ہند۔ ایام جاہلیت میں انکا لقب طاہرہ مشہور تھا۔ پیشتر بقول عتیق بن عابد مخزومی کے نکاح میں تھیں۔ اس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے اور بعض کے نزدیک پہلا زوج نباش تھا۔ (کذا فی مواہب لدنیہ)

بیوگی کی حالت میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل از نبوت کچھ مال دیکر اپنے غلام کے ساتھ تجارت کے لئے بھیجا۔ غلام کو اثنائے سفر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں نبوت کے اعلیٰ اوصاف مشاہدہ کرنیکا موقع ملا۔ تو اس نے واپس آکر اپنی مالکہ سے اسکا ذکر کیا۔ نیز تجارت میں خدا کے فضل سے بڑا فائدہ ہوا۔ حضرت خدیجہ نے ان امور سے متاثر ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی التجا کی جو آپ نے منظور کی۔ اسوقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس ۲۵ سال کی تھی اور خدیجہ کی عمر چالیس ۴۰ سال کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کے سوا باقی آپ کی تمام اولاد خدیجہ سے پیدا ہوئی۔ ابراہیم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کنیزہ ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے۔

ام المومنین خدیجہ ان ایام میں جبکہ دعوت اسلام کے آغاز میں کفار مسلمانوں کو سخت ستاتے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بڑی دلداری کرتیں۔ نبوت کے آغاز میں جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس منصب عظیم کے بوجھ سے کچھ ہراساں ہوئے تو انہوں نے آپ کو بڑی تسلی دی اور آپ کی ڈھارس بندھائی۔ اور عورتوں میں سب سے پہلے آپ پر ایمان لائیں۔ انکی وفات بماہ رمضان بعثت کے دسویں سال میں ہجرت سے پہلے واقع ہوئی۔ یہ حادثہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بڑا اندوہناک تھا۔

اسکے علاوہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے شفیق چچا ابو طالب نے بھی اسی سال قضا کی اسلئے اس سال کا نام عام الحزن یعنے غم کا سال قرار پایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے جسد کو خود لحد میں اتارا اور دعا فرمائی۔ کیونکہ ابھی جنازہ کی نماز فرض نہ ہوئی تھی۔ مزار شریف مقبرہ حجون میں واقع ہے۔ عمر پینسٹھ ۶۵ سال پائی۔ انکے بڑے بڑے فضائل یہ ہیں (۱) انکی زندگی بھر رسول اللہ نے دوسری شادی نہیں کی (۲) رسول اللہ نے

ان کو افضل نساء العالمین فرمایا ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ کے حق میں بھی فرمایا ہے اسلئے یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ خدیجہؓ افضل ہیں یا عائشہؓ۔ بعض قول اول کو مانتے ہیں اور بعض قول ثانی کو (۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد ابراہیم کے سوا انکے بطن سے پیدا ہوئی۔ (لہ) سب سے پہلے آپ پر اسلام لائیں۔

خذلان (ل) چھوڑ دینا۔ اشاعرہ کے نزدیک بندے میں معصیت کی قدرت پیدا کر دینے کو کہتے ہیں۔ اور معتزلہ کے نزدیک اسکے معنے لطف کو روک لینے کے ہیں۔ (ک)۔

خرابات (ل) شراب خانہ (ص-و) صفات بشریہ کے خراب ہوجانے اور وجود جسمانی اور روحانی کے فنا ہوجانے کو کہتے ہیں۔ اور بعض پیر و مرشد کے عزلت خانہ کو کہتے ہیں کیونکہ مرید جب واں پہونچتا ہے تو مرشد اسکو مست ولایعقل کر دیتا ہے (ک)۔

خرقہ کپڑے کا ٹکڑا۔ وہ کپڑا جو چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جوڑ کر بنایا گیا ہو۔ صوفیوں کے نزدیک وہ کپڑا جسے صوفی پہنتے ہیں۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جو مشائخ مرید کی تربیت کے بعد اسے پہناتے ہیں اسکو خرقہ ارادت و تصوف کہتے ہیں۔ اور دوسرا وہ کہ شروع میں ہی مرید کو پہناتے ہیں تاکہ اسکی برکت سے گناہوں سے باز رہے۔ اور اسے خرقہ تبرک اور خرقہ تشبہ کہتے ہیں۔ مرید خرقہ تشبہ میں مرید رسمی ہوتا ہے اور خرقہ تصوف میں مرید حقیقی (ک)۔

خزرج بنو خزرج ایک قبیلہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ میں رہتا تھا۔ اور جسکے اور اسکے ہمسایہ قبیلہ بنی اوس کے مابین ہمیشہ کشت و خون کا بازار گرم رہتا تھا۔ آخر اسلام نے ان دونوں قبیلوں کو گلے ملا دیا اور یہ سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انصار بنگئے۔ (کن)۔

خزیمہ بن ثابت ایک صحابی تھے جنکی کنیت ابو عمارہ تھی، قبیلہ انصار سے تھے۔ انکو ذو الشہادتین بھی کہتے تھے۔ جنگ بدر وغیرہ میں شریک ہوئے ہیں۔ جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے۔ جب عمار بن یاسر قتل ہوئے تو یہ تلوار سونت کر لڑائی میں گھس گئے۔ اور شہید ہوئے۔ (اکما)۔

خصر اسکے معنے ہیں کوکھ پر ہاتھ رکھنا۔ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا منع ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا (مش)۔

خشیت خوف۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ تا وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ۝ (س انبیاء ع ۴) اور ہمنے موسیٰ اور ہارون کو (حق و باطل میں) فرق کرنیوالی (کتاب یعنی توریت) دی اور (راہ راست دکھانے کے لئے) روشنی اور (سمجھانے کے لئے ایک) نصیحت (نامہ یعنی الٰہی) پرہیزگاروں کے لئے جو بے دیکھے اپنے پروردگار کا خوف مانتے اور وہ (روز) قیامت سے بھی ڈرتے ہیں۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ تا وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ۝ (س احزاب ع ۵) اور (اے پیغمبر اس بات کو یاد کرو کہ) جب تم اس شخص کو سمجھاتے تھے (یعنے زید بن حارثہ کو) جس پر اللہ نے (اپنا) احسان کیا (کہ اسکو اسلام کی توفیق دی) اور تم بھی اس پر احسان کرتے رہے کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر۔ (اور اس کو چھوڑ نہیں) اور تم اس (بات) کو اپنے دل میں چھپاتے تھے جس کو (آخر کار) اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تم (اس معاملے میں) لوگوں سے ڈرتے تھے اور خدا اسکا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ (س مومنون ع ۴) جو لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے

Marfat.com

ترساں (وہراساں) رہتے ہیں۔

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِیْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۚ (س۔ مائدہ۔ ع ۷) (اے اسوقت کے یہودیو) لوگوں سے نہ ڈرو اور ہمارا ہی ڈر مانو۔ اور ہماری آیتوں کے معاوضے ہیں (دنیا کے) ناچیز فائدے نہ لو۔

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ تا وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۝ (س۔ رعد ع ۳) وہ لوگ (ہیں) کہ خدا نے جنکو (باہمی تعلقات) کے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے انکو جوڑے رکھتے اور اپنے پروردگار سے ڈرتے۔ اور (قیامت) کے دن بری طرح (یعنے کاوش کے ساتھ) حساب لئے جانیکا اندیشہ رکھتے ہیں۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے نو باتوں کا امر فرمایا جن میں سے ایک بات یہ ہے کہ پوشیدہ اور علانیہ خدا سے ڈرتے رہنا۔ (مش)

(۲) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کوئی مومن بندہ نہیں جسکی آنکھوں سے خدا کے خوف سے آنسو اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہوں نکلکر اسکے رخسارے پر گریں۔ اور خدا اس پر دوزخ کی آگ حرام نہ کردے۔ (ابن)

خشیۃ اللہ حاصل کرنے کے لئے علم دین حاصل کرنا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا یعنی خدا سے اسکے اہل علم بندے ہی ڈرتے ہیں۔

واقعی علما حقانی کے خدا کے ہاں بہت بڑے درجے ہیں۔ لیکن آجکل علم دین کیطرف سے بالکل لاپرواہی ہوگئی ہے۔ اور علم دین کے مخزن (قرآن) کو مسلمانوں نے بالکل نسیا منسیا کردیا ہے۔ سچ پوچھو تو قیامت کے دن رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اس شکایت کے مصداق کہ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝ (یا اللہ میری قوم نے میرے اس قرآن کو پس پشت ڈالدیا) زیادہ تر چودھویں صدی کے ہی مسلمان ہوں گے۔ واللہ ہو الہادی۔

خصی

خا کی زبر۔ صاد کی زیر اور یا کی تشدید سے خصی اسکو کہتے ہیں جسکے خصیے نکال ڈالے گئے ہوں۔ اور آلت قائم ہو۔ ایسے مرد کے تمام احکام عنین کے برابر ہیں۔ دیکھو (عنین)۔

خضر

(ل) شاخ سبز (غ) قسطلانی شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ خضر خا کے فتح اور ضاد کے کسرہ سے اور خا کے کسرہ اور ضاد کے سکون سے دونوں طرح جائز ہے۔ ایک پیغمبر کا لقب ہے۔ اس لقب کی وجہ محققین نے یوں بیان فرمائی ہے کہ آنجناب جس جگہ جلوس فرماتے تھے وہاں سبزہ اُگ آتا تھا۔ چنانچہ حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت خضر جہاں نماز میں مشغول ہوتے تو جائے سجدہ اور اطراف حصیر میں سبزہ جم جاتا تھا۔

اور حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وجہ ملقب بہ خضر ہونے کی یہ ہے کہ حضرت خضر ایک سفید پتھر پر بیٹھے تھے اور اسیوقت انکے نیچے سبزہ اُگا۔

اسم مبارک آپکا بلیا بن ملکان بن قالع بن عامر بن سالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح ہے۔ اور بعض انکا نام الیسع اور بعض الیاس اور بعض عامر اور بعض ارمیا کہتے ہیں۔ کنیت آپ کی ابوالعباس ہے۔

آپ کی پیغمبری میں اختلاف ہے۔ بعض آپ کو نبی کہتے ہیں بعض ولی اور بعض فرشتہ اور بعض آپ کو رجال اللہ امت محمدیہ میں شمار کرتے ہیں۔

آپ کی حیات میں بھی اختلاف ہے حافظ ابن حجر و سخاوی و قسطلانی و جمہور علما و حضرات صوفیہ صافیہ بالاتفاق قائل ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام ابتک بقید حیات ہیں۔ اور یہ امر مثل آفتاب روشن ہے۔ مگر اکثر محدثین

Marfat.com

مثل بخاری و ابن مبارک و ابن جوزی آپ کی حیات کا انکار کرتے ہیں۔ اور دلیل انکی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہر ایک جاندار جو روئے زمین پر ہے بعد سو برس کے زندہ نہ رہیگا لیکن اس حدیث میں اہل تحقیق فرماتے ہیں کہ اس وقت حضرت خضر علیہ السلام دریا میں فرض کئے گئے تھے نہ زمین پر۔ اور ارشاد جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم مردم روئے زمین کے واسطے تھا نہ اوروں کے واسطے۔

اور تفسیر معالم التنزیل میں آیت وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ دلیل نفی حیات خضر علیہ السلام لکھی ہے لیکن اس آیت میں احتمال تاویل ظاہر تر ہے۔ کیونکہ لفظ بشر کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو بلا تامل نظر آتے ہوں اور ہر ایک سے ملاقات کرتے ہوں اور ہر ایک ان سے ملاقات کر سکتا ہو۔ اور بیقوت و خانہ دری زمین پر کرتے ہوں۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کے احوال ان سب امور کے خلاف ہیں قطع نظر اس سے ملاقات حضرت خضرؑ کی اولیائیں سے مرتبہ شہرت کو پہنچی ہے۔ بلکہ بحد تواتر اور قصص و حکایات اس ملاقات کے حیطہ شمار سے افزوں ہیں۔ چنانچہ حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی اور حضرت نظام الدین زری زربفت کے پاس تشریف لانا و علی ہذا اکثر سالکین طریقت و واقفین حقیقت سے ملاقات کرنا اور اعمال خیر کی ترغیب دینا اور وصول الی اللہ کے حصول پر تحریص کرنا نہایت مشہور ہے۔ اور کتب حضرات صوفیہ صافیہ علیہم الرحمۃ میں مذکور ہے۔ اور شیخ علاء الدولہ سمنانی کہ قدوۂ ارباب کشف و کمال سے ہیں فرماتے ہیں کہ جو شخص وجود حضرت خضر علیہ السلام کا انکار کرتا ہے وہ جاہل ہے۔ چنانچہ فصل الخطاب میں مذکور ہے۔

اور جو محقق فیروز آبادی سفر السعادت میں فرماتے ہیں کہ در باب عمر خضر و الیاس حدیثے صحیح ثابت نشدہ سو غالباً اس محقق کے طریق پر ثابت نہ ہوگی۔ ورنہ محقق جزری حصن حصین میں مستدرک حاکم سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو ایک مرد جیہم صبیح الوجہ سفید ریش مجمع اصحاب میں آیا اور رویا۔ پھر تعزیت کر کے چلا گیا۔ بعد ازاں حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق ابن ابی قحافہ اور ولایت مآب حضرت علی مرتضیٰ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ یہ مرد سفید ریش حضرت خضر تھے۔ اسیطرح سیوطیؒ نے جمع الجوامع میں ملاقات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حضرت خضر علیہ السلام سے مفصل بیان کی ہے۔ اور ملاقات حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حضرت خضر علیہ السلام سے یقینی اور قطعی ہے۔ اور اکثر احادیث حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہیں۔ چنانچہ شیخ احمد بن ابی بکر بن محمد محدث نے مع سند اپنی انہیں حدیثوں کو ایک کتاب میں جمع فرمایا ہے۔ صحیح مذہب یہی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی معمر و محجوب قیامت تک ہیں۔ بعد رفع قرآن شریف وفات پا ئینگے (لف)

قرآن مجید میں انکا نام تو مذکور نہیں لیکن ذکر موجود ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا۔ (س۔ کہف۔ ع ۹) تو انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے (یعنی خضر) کو پایا جس کو ہم نے اپنی خاص مہربانی سے ایک حصہ دیا اور اپنی طرف سے اسکو ایک خاص علم سکھایا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ انکا معاملہ ہوا ہے۔ اسکے لئے دیکھو (موسیٰ)۔

خضری

ابو عبد اللہ محمد بن احمد خضری مروزی شافعی المذہب تھے اور فقہ میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ ابو بکر قفال شاشی کے شاگرد تھے۔ آپ کا غیر معمولی حافظہ تھا۔ حدیث میں ثقہ تھے۔ سنہ ۳۸۰ھ میں فوت ہوئے (ن)

Marfat.com

خط (ل) نوشتہ۔ لکھت۔ تحریر۔ نوشت (ص) خط اس مقدار کو کہتے ہیں جسکا طول ہی طول ہو۔ اور عرض عمق بالکل نہ ہو۔ (تخ)۔

صاحب شافیہ خط کی تعریف میں لکھتے ہیں الخطّ تصویر اللفظ بحروف ھجائہ یعنی خط کہتے ہیں کسی لفظ کے اسکے حروف ہجا سے لکھنے کو۔

کہتے ہیں کہ عرب قدیم زمانے میں اپنی تحریرات میں حروف ہجا جو لوہے کی کیلوں سے مشابہ ہوتے تھے استعمال کرتے تھے پھر یہ حروف حمیریہ حروف کی صورت میں بدل گئے جو علٰحدہ علٰحدہ لکھے جاتے تھے پھر حمیر سے انبار میں منتقل ہوا۔ پھر انبار سے حیرہ میں اور حیرہ سے اہل طائف اور قریش نے لیا۔

اکثر مورخین کی یہ رائے ہے کہ پہلے پہل جس نے عربی لغت میں لکھنا شروع کیا حضرت اسمٰعیلؑ تھے۔ مگر بعض مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ عرب حضرت ایوبؑ کے وقت سے لوگ کتابت جانتے تھے اور اسکی تائید میں بعض انگریزوں اور متاخرین کی رائے پیش کرتے ہیں۔ مگر محققین کی رائے یہ ہے کہ ایک شخص مرامر بن مرہ نے جسے مروہ بھی کہتے تھے انبار میں پہلے پہل فن کتابت داخل کیا اور وہیں سے عرب میں پھیل گیا۔

زید بن ثابت کہتے ہیں کہ جب مجھے حضرت ابوبکرؓ نے حکم دیا کہ قرآن جمع کرو۔ تو اس وقت عرب میں کوئی چیز ایسی نہ تھی جس سے قرآن کو لکھا جائے۔ میں چاروں طرف مارا مارا پھرتا تھا۔ کبھی خرما کی چھال کو دیکھتا کہ شاید اسپر لکھنا ممکن ہو۔ کبھی سفید پتھروں کو دیکھتا۔ آخر کوئی چیز ایسی نہ ملی جس پر لکھا جائے۔ روزنی لکھتے ہیں کہ انجام کار کپڑے کو لیکر اسپر مٹی لگاتے اور مہرہ کرکے اسپر قرآن لکھتے تھے۔ کاغذ کا استعمال حجاج کے وقت سے شروع ہوا۔

پہلے پہل تو مسلمانوں نے حمیری خط کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد کچھ تصرف کرکے خط کوفی کی شان درست کی اور زیر۔ زبر۔ پیش۔ جزم وغیرہ حرکات ایجاد کئے۔ اور نقطے لگانے شروع کئے۔ پھر جب مسلمانوں نے اندلس اور افریقہ کو فتح کیا۔ اور ابوجعفر منصور عباسی نے بغداد پر قبضہ کرکے دارالاسلام اور علوم عربیہ کا مرکز بنایا۔ اس وقت خط بغدادی شروع ہوا۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص مسمی شیخ علی بن ہلال سمنانی نے حروف ہجا کو ایک دوسرے سے وصل کرکے لکھنا شروع کیا جیساکہ آجکل رائج ہے ورنہ پہلے الگ الگ حروف لکھے جاتے تھے۔ مگر بعض مورخین لکھتے ہیں کہ خط کوفی سے پہلے پہل جس نے اس صورت حال میں خط کو بدلا وہ شیخ علی بن ہلال شاگرد ابوعلی محمد بن علی بن الحسین معروف بہ ابن مقلہ تھا۔

پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ جب کسی کو خط لکھتے تو خط کے آغاز میں اپنا نام لکھتے پھر مکتوب الیہ کا نام پھر سلام علیک اور اسکے بعد اظہار مطلب۔ مکتوب الیہ مسلمان ہوتا تو خصوصیت کے ساتھ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تحریر فرماتے ورنہ اسکی جگہ سلام علی من اتبع الھدیٰ جیساکہ آپ کے ان مکتوبات سے ظاہر ہوتا ہے جو آپ نے شاہ روم ہرقل اور شاہ فارس کسریٰ اور شاہ حبشہ نجاشی کیطرف لکھے ہیں۔ مگر افسوس کہ اس زمانہ میں ہم اس نیچرل طریقہ سے کوسوں دور پڑے ہوئے ہیں اور خط وکتابت کی اصلی شان میں سب سے بڑا حصہ انگریزوں نے لیا ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بادشاہ روم کیطرف خط لکھا وہ یہ ہے:۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰی هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ۔ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ اَمَّا بَعْدُ۔ فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ وَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْاَرِيْسِيِّيْنَ
یعنے شروع اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا مہربان ہے

Marfat.com

خدا کے بندے اور اُسکے پیغمبر محمدؐ کا یہ خط ہے بادشاہ روم ہرقل کیطرف۔ جو شخص ہدایت کی پیروی کرے اسے سلامتی ہو۔ اسکے بعد میں کہتا ہوں کہ میں تمہیں اسلام کیطرف بلاتا ہوں۔ تم مسلمان ہو جاؤ۔ دنیاؤ عقبےٰ کی رسوائی سے سلامت رہوگے۔ اسلام لاؤ۔ خدا تمکو تمہارا اجر دوہرا دیگا اگر تم قبول اسلام سے اعراض کروگے تو تم پر تمہاری رعایا کا بھی وبال سرکشی پڑیگا۔

خطابی ابوسلیمان احمد بن محمد خطابی بستی۔ بڑے فقیہ اور محدث تھے۔ حدیث میں ایک کتاب بنام غریب الحدیث لکھی۔ سنن ابو داؤد کی شرح بھی لکھی۔ اور اسکا نام معالم السنن رکھا۔ بخاری کی شرح اعلام السنن بھی آپ ہی کی تصنیف ہے۔ ۳۸۸ھ میں شہر بست میں فوت ہوئے۔ (کن)

خطابیہ ابو الخطاب اسدی کے متبع فرقے کا نام ہے جو ائمہ کو انبیاء مانتے ہیں۔ اپنے پیشوا ابو الخطاب کو بھی نبی جانتے ہیں۔ یہ لوگ ان لوگوں کی جھوٹی گواہی کو جائز خیال کرتے ہیں جو ان کے ہمخیال ہوں اور مخالفین کے خلاف گواہی دیں۔ جنت و دوزخ دنیا کی آسائش و تکلیف کو کہتے ہیں (تع)

خطبہ اس کلام کو کہتے ہیں جو تسمیہ و تحمید اور ثنا علی اللہ اور درود پر مشتمل ہو۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ اول کلام میں ہو۔ پھر اسکی دو قسمیں ہیں۔ خطبۃ المنابر اور خطبۃ الدفاتر۔

خطبۃ المنابر تو وہ جو مذکورہ بالا اشیاء کے علاوہ وصیت۔ تقوےٰ۔ وعظ اور تذکیر پر مشتمل ہو لیکن خطبہ دفاتر میں یہ اشیا نہیں ہوتیں۔ (ک)۔

مظاہر حق میں لکھتے ہیں کہ اصل میں خطبہ اس کلام کو کہتے ہیں جسکے ساتھ خطاب کیا جاتا ہے۔ اور شرع میں خطبہ اس کلام کو کہتے ہیں جو ذکر اور شہادتین اور درود و نصیحت پر مشتمل ہو۔

جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز دو خطبے کھڑے ہو کر پڑھتے۔ بیٹھکر پڑھنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہوا۔ آپ دونوں خطبوں کے بیچ میں قدرے بیٹھ جاتے۔ جیسا کہ اس زمانہ میں خطیبوں کا دستور ہے امام کو مقتدیوں کیطرف منہ کرکے منبر پر بیٹھنا چاہئے اور مقتدی امام کے سامنے بغرض استماع خطبہ اسکے قریب بیٹھنے کی کوشش کریں۔ بڑے بڑے شہروں میں جو خطبہ پڑھا جاتا ہے اور وہاں خطیب کی آواز مستمعین کو نہیں پہنچتی۔ تو اگرچہ خطبے کی اصلی غرض مستمعین کو حاصل نہیں ہوتی۔ مگر پھر بھی اسلام کی شان و شوکت کا اظہار خالی از منفعت نہیں اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ امام منبر پر بیٹھ جائے تو اسکے سامنے صحن مسجد میں باواز بلند اذان دی جائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صرف یہی ایک اذان دی جاتی تھی۔ اسیطرح خلیفہ اول اور خلیفہ دوم کے زمانے میں لیکن جب حضرت عثمان کی خلافت کا دور دورہ ہوا۔ اور لوگوں کی کثرت ہوئی تو آپ نے خطبے سے پہلے ایک اور اذان کا حکم دیا۔ اور صحابہ کی موجودگی میں حکم دیا۔ اس پر نہ تو کسی نے انکار کیا نہ اعتراض۔ اسلئے یہ اذان خلفائے راشدین کی سنت میں داخل ہے خطبے کی اذان کے بعد مسلمانوں پر خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے۔ حاضرین نہایت سکوت کے ساتھ خطبہ سنیں اور جہاں جگہ پائیں بیٹھ جائیں۔ خطبے کے وقت بولنے والے کو جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے گدھا فرمایا ہے۔ نماز جمعہ بغیر خطبے کے جائز نہیں کیونکہ خطبہ نماز جمعہ میں فرض اور شرط ہے (مظاہر)۔ امام ہاتھ میں عصا لیکر نماز جمعہ کا خطبہ پڑھے تو بہتر اور مسنون ہے۔ اور یہ ہیأت وقار و متانت پر دلالت کرتی ہے۔ جو خطیب کی شان کے لائق ہے۔

پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وسلم کے خطبے جو حدیث کی کتابوں میں نقل کئے گئے ہیں وہ یہی ہوتے تھے کہ

Marfat.com

آپ نے خدا کی حمد و ثنا کے بعد احکام شرعی اور وعظ و نصیحت اور وعظ و نصیحت بھی وہ جسکی اس موقع پر ضرورت ہوتی بیان کرتے۔ مثلاً عیدین کے خطبے میں قربانی اور صدقہ فطر کے احکام اور انکے متعلق وعظ و نصیحت فرماتے۔ استسقا کے خطبے میں لوگوں کو توبہ استغفار کرنے کی تحریض دلاتے۔ جمعہ کے خطبہ میں احکام جمعہ اور فضائل جمعہ بیان کرتے۔ غرضکہ جیسا موقع ہوتا ویسا ہی خطبہ پڑھتے۔ اور آپ کا اس سے مقصود صرف یہ ہوتا کہ لوگ ان باتوں کو اپنی اپنی جگہ سمجھ جائیں۔ پس اس زمانہ میں چونکہ اکثر لوگ عربی زبان سے ناشناس ہیں اسلئے خطیبوں کو چاہئیے کہ وہ خطبے اس زبان میں بھی پڑھیں جسے سامعین اچھی طرح سمجھ سکتے ہوں یا یوں کریں کہ خدا کی حمد و ثنا تو عربی زبان میں پڑھیں تیمناً و تبرّکاً۔ اور وعظ و نصیحت اور احکام شرع سامعین کی زبان عام میں انکی حالت کے مناسب بیان کریں (الحقوق)۔

خطبے کی مقدار میں اختلاف ہے۔ امام صاحب تو فرماتے ہیں کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی مقدار تو فرض ہے اور طویل سنت ہے۔ لیکن صاحبین کہتے ہیں کہ طویل ہونا چاہئیے۔ کیونکہ عرف میں ذکر طویل کو خطبہ کہتے ہیں۔ تسبیح و تحمید کو خطبہ نہیں کہتے۔ شافعی کہتے ہیں کہ جب تک دو خطبے نہ پڑھے تب تک جائز نہیں (مظ)۔

نماز جمعہ سے پہلے اور عیدین سے بعد خطبہ پڑھا جاتا ہے امام جب خطبہ پڑھ رہا ہو تو مقتدی کو با ادب بیٹھکر سننا چاہئیے۔ اُسوقت کوئی نماز بھی نہ پڑھی جاوے۔

خطبۃ الوقفہ | وہ خطبہ جو کوہ عرفات پر حج کی نویں تاریخ کو ظہر کے وقت پڑھا جاتا ہے۔

خطوط | خط کی جمع ہے۔ دیکھو (خط)

خطیب | خطبہ سنانے والا۔ دیکھو (خطبہ)۔

خُفّ | (ل) موزہ کو کہتے ہیں۔ (ص۔ بش) اس چیز کو کہتے ہیں جو ٹخنے کو ڈھانپ لے اور اس سے سفر ممکن ہو۔ یا اس سے ایک فرسخ یا زیادہ چل سکیں۔ اور جُرموق اُسکو کہتے ہیں جو موزے پر پہنتے ہیں تاکہ وہ مٹی وغیرہ سے محفوظ رہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جُرموق چھوٹے موزے کو کہتے ہیں (ک) دیکھو (مسح)۔

خفیّ | یائے مشدّد کے ساتھ۔ بروزن فعیل۔ پوشیدہ امر۔ چھپی ہوئی بات۔ عیاں اور ظاہر کی ضد ہے۔

خُلع | خُلع اسے کہتے ہیں کہ عورت اپنے خاوند کو کچھ دے کر اپنے آپ کو سلکِ نکاح سے نکال لیوے (ماہر)۔

ائمہ کا اسپر اتفاق ہے کہ جب عورت اپنے خاوند سے بوجہ بدصورتی یا حسن معاشرت نہ ہونے کے سبب سے کراہت کرے تو جائز ہے کہ اپنے خاوند سے کسی عوض پر خُلع کرلے۔ اگرچہ خاوند کی طرف سے کوئی بات نہ ہوا اگر دونوں رضامند ہوجاویں بدون کسی سبب کے تو جائز مکروہ نہیں۔ لیکن بعض کے نزدیک اس حالت میں صحیح نہ ہوگا۔

قرآن مجید میں خلع کی بابت یوں ارشاد ہوتا ہے فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ ط (س۔ بقرہ۔ ع ۲۹) اگر تم لوگوں کو اسبات کا خوف ہو کہ میاں بی بی اللہ کی حدوں پر قائم نہیں رہ سکیں گے اور عورت اپنا پیچھا چھڑانے کی غرض سے کچھ دے نکلے تو اس میں دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔

خلعت | وہ سلا ہوا کپڑا جو بادشاہ اور بڑے آدمی بطور انعام چھوٹوں کو دیتے ہیں۔ وہ کم سے کم تین کپڑے ہوتے ہیں۔ اصل میں اس لفظ کے معنی ہیں وہ کپڑا جو اپنے بدن سے اُتار کر کسیکو دیا جائے۔ کلمہ کا مادہ اسکا خلع ہے جسکے معنے ہیں کپڑے وغیرہ کا اُتارنا۔

Marfat.com

اور درخت وغیرہ کا اکھاڑنا۔ (غ)۔

خلفائے راشدین (ل) راہ یافتہ اور اہل رشد خلفا پہلے چار خلیفوں کو کہتے ہیں یعنے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ۔ حدیث میں آیا ہے کہ تمکو میرے اور میرے راہ یافتہ اور اہل رشد خلفائے طریقے کو لازم پکڑ لینا چاہئے۔ اسکے ساتھ تمسک کرنا اور اسے کچلیوں سے مضبوط پکڑ لینا ضرور ہے اور نیز نئے نئے کاموں سے اپنے تئیں دور رکھنا۔ کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی (مش)۔

خلف بن خلیفہ خلف بن خلیفہ بن صاعد اشجعی۔ علمائے حدیث میں سے تھے۔ ۱۸۱ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)۔

خلفیہ شیعہ مذہب کے ایک فرقہ کا نام ہے جو خلف نام ایک شخص کے ساتھ منسوب ہے اس شخص نے خراسان، قم اور کاشان و طبرستان میں اپنے خیالات کو شائع کرنا شروع کیا۔ یہ شخص قیامت اور بہشت و دوزخ کا منکر تھا۔ کہا کرتا تھا کہ مسلمان ناحق تشریعات کی تنگی میں پھنس رہے ہیں۔ مذہب اسلام ایسی تکالیف پر مجبور نہیں کرتا۔ اسکا خیال تھا کہ قرآن مجید میں جو نماز روزہ۔ زکوٰۃ اور حج کا حکم ہے وہ اپنے معانی لغوی پر محمول نہیں۔ ان سے کچھ اور معنے مراد ہیں۔ اس شخص نے تشیع میں تفلسف و الحاد شامل کر دیا۔ (مذ)۔

خلق خ کے فتح سے۔ پیدا کرنا۔ مخلوق۔ پیدا کی ہوئی چیزیں۔ قرآن میں ارشاد ہے۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا تا وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (س۔ بقرہ۔ ع ۳) یعنے وہی (قادر مطلق) ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی کل کائنات پیدا کی۔ پھر آسمان کیطرف متوجہ ہوا۔ تو سات آسمان ہموار بنا دئے اور وہ ہر چیز کی کنہ سے واقف ہے۔

نیز فرمایا ہے۔ قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَندَادًا ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ (س۔ حٰم سجدہ۔ ع ۱) یعنی اے پیغمبر تم ان لوگوں سے کہو کہ کیا تم اس (قادر مطلق کی خدائی) سے انکار کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین کو پیدا کیا۔ اور تم (دوسروں کو) اسکے ہمسر بناتے ہو۔ یہی (خدا تو) سارے جہان کا پروردگار ہے۔

بعض کتب احادیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین شنبہ کے روز پیدا کی اور پہاڑ اتوار کے روز۔ درخت پیر کے دن۔ اور تمام ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے روز پیدا کیا۔ روشنی کو بدھ کے روز۔ جانوروں کو جمعرات کے روز۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو بروز جمعہ بوقت نماز عصر۔

خُلق خ کے ضمہ سے۔ ایک نفسانی ملکہ ہے جسکے سبب انسان عمدہ کام بآسانی کر سکتا ہے۔ اچھے کام کرنا اور بات ہے۔ پس وہ حالت جسکی وجہ سے بسہولت نیک کاموں کو کر سکے اسکو خُلق کہتے ہیں۔ جسکی جمع اخلاق آتی ہے۔ صاحب صراح لکھتے ہیں خُلق بالضم و خُلُق بالضمتین۔ خوے۔

خُلق۔ بخل اور لالچ اور غضب اور معاملات میں تشدد سے بچنا۔ لوگوں سے معاملات میں نرمی۔ درگزر۔ مروت۔ سیر چشمی سے پیش آنا۔ انتقام سے درگذر کرنا۔ اقارب و احباب کے ساتھ سلوک کرنا۔ بلکہ بدی کے مقابلہ میں نیکی کرنا۔ کینہ اور حسد سے دور رہنا بھی خلق میں داخل ہے۔ حیا و شرم کرنا۔ سخت کلامی۔ فحش گوئی اور طعنہ بازی سے بچنا بھی اسکا ایک جزء ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں یہ سب باتیں فطری طور پر خمیر کر دی گئی تھیں۔ ان باتوں کو بتکلف عمل میں لانے کی حاجت نہ تھی بلکہ بے تکلف خودبخود آپ سے سرزد ہوتی تھیں خلق محمدی دنیا میں مشہور ہے۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روح پاک میں معارف الٰہیہ حقہ کے قبول کرنے کی اعلےٰ استعداد رکھی تھی۔ اور بری باتوں اور غلط عقائد کے قبول کرنے کی

Marfat.com

مطلقاً استعداد نہ تھی۔ اسلئے یہ ملکہ آپ میں بدرجہ کمال تھا۔

ابی الدرداءؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے خلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دریافت کیا فرمایا کہ آپکا خلق قرآن تھا جس سے وہ راضی اس سے آپ راضی جس سے وہ ناخوش اس سے آپ ناخوش تھے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ دس برس تک میں حضرتؐ کی خدمت میں رہا۔ آپ نے کبھی مجھے کسی کام کے کرنے پر یہ نہ فرمایا کہ کیوں کیا اور نہ کرنے پر یہ نہ فرمایا کہ کیوں نہ کیا۔ افسوس ہے کہ آجکل بھکڑ بازی اور فحش گوئی اور بیجا دل لگی اور ہنسی کا نام خلق رکھا ہے۔ (لف)

خلوۃ تنہا۔ علیحدگی۔ صوفیہ کے نزدیک خلوۃ کہتے ہیں اللہ کے ذکر کے سوا جمیع اذکار سے علیحدگی اختیار کرلیں۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ خلوۃ کہتے ہیں ذکر کے ساتھ انس پکڑنے اور فکر کے ساتھ مشغول ہونے کو فلاحتہ السلوک میں لکھتے ہیں کہ خلوۃ کے معنے ہیں لوگوں سے اختلاط ترک کردینا۔ اگرچہ ان کے درمیان ہی رہے۔ (ک)۔

خلوت صحیحہ کسی شخص کا اپنی منکوحہ کے ساتھ ایسے مکان میں اکٹھے ہونا۔ جہاں کوئی چیز جماع سے مانع نہ ہو (نع)۔

خلود اسکے معنے ہیں ہمیشہ رہنا۔ دیکھو (دائمی عذاب)۔

خلیطین ایک شراب کا نام ہے جو کشمش اور چھوہاروں کے پانی کو ملا کر تھوڑا سا جوش دینے سے تیار کرتے ہیں۔ اسے خلیطین کہتے ہیں اسکا استعمال جائز ہے (ہد)۔

خلیفہ (ل) کسی کے قایم مقام ہونے والا۔ بادشاہ۔ ولیعہد۔ یہ لفظ اصل میں خلیف تھا فعیل کے وزن پر جسکے معنے ہیں پیچھے آنے والا۔ پھر اسکے پیچھے تا زیادہ کی جو معنے وصفی سے معنے اسمی کیطرف نقل کرنیکے وقت لگاتے ہیں۔ اور معنے اسکے قایم مقام کے ہوئے (غا)

قرآن مجید میں یہ لفظ حضرت آدم علیہ السلام کے لیئے مستعمل ہوا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (س۔ بقرہ۔ ع ۴)۔ یعنی اے پیغمبر اس وقت کا تذکرہ کرو جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں۔

خلیفہ کے لیے ضروری ہے کہ ظاہر ہو۔ دشمنوں کے خوف سے لوگوں سے پوشیدہ نہ رہے۔ اور خلیفہ کا قریش سے ہونا شرط ہے۔

خلیفہ بن خیاط خلیفہ بن خیاط بن ابی ہبیرہ مشہور مورخ اور بڑے فاضل ہوئے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ تھے۔

خلیل لغوی معنے دوست۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب ہے۔ دیکھو (ابراہیم)

خلیل اللہ اللہ کا دوست۔ خلیل کے معنے ہیں دوست صادق۔ ابراہیم علیہ السلام کا لقب ہے (غ)۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا (س۔ النساء۔ ع ۱۸) اور ابراہیم کو اللہ نے اپنا بندہ مخلص بھی قرار دیا تھا۔

خمر شراب کو کہتے ہیں۔ اسکی ماہیت میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ جو چیز نشہ پیدا کرے وہ خمر ہے۔ مسکر اور خمر دونوں لفظ ایک ہی معنے پر دلالت کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زبان عرب میں خمر اس شراب کو کہتے ہیں جو انگور سے بنتی تھی۔ یعنی انگور کا شیرہ جب گاڑھا ہوجاوے اور اس میں جھاگ اٹھنے لگے۔ دلائل دونوں کے انکی کتابوں میں مندرج ہیں۔ اس اختلاف کا یہ ثمرہ ہوگا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک ہر ایک مسکر کو حرام قطعی کہا جاویگا اور اسکے

Marfat.com

تھوڑے اور بہت کا استعمال کرنا ممنوع ہوگا۔ امام اعظمؒ کے نزدیک وہ خاص شراب تو قطعی حرام ہوگی۔ اور اسکا ایک قطرہ بھی۔ مگر اور مسکرات کو جو حرام کہا جاویگا تو بہر قیاس کرکے اور ان مسکرات کا اس حد میں استعمال منع ہوگا۔ کہ جسقدر سے نشہ پیدا ہو۔ (تف)۔

چار آیتیں اسکی تحریم میں نازل ہوئی ہیں۔ اول میں ذرا سا ممانعت کی طرف اشارہ ہوا۔ پھر دوسری میں کچھ اور تیسری میں کچھ اور۔ چوتھی میں صاف ممانعت کر دی۔ اول آیت۔ وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ الآیۃ۔ دوسری۔ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ الآیۃ چوتھی۔ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ الآیۃ (تف)۔

شراب نجس ہے۔ کیونکہ اسکو خدا نے نجس اور عمل شیطان فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا۔ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ اسکا حکم نجاست میں پیشاب پاخانے جیسا ہے تو جس طرح بول و براز کی نجاست کا ازالہ پانی سے کیا جاتا ہے شراب کا ازالہ بھی اگر کسی کپڑے یا برتن وغیرہ میں لگ جائے پانی سے ہوتا ہے۔ اور یہی حکم ہے ہر نشیلی چیز کا اگر رقیق ہو۔ شراب کی ساخت پر نظر کیجاتی ہے تو اسپر نجاست کا اطلاق کرنے میں تامل ہوتا ہے۔ غایۃ ما فی الباب یہ کہ وہ جو یا انگور یا کیکر کی چھال یا اسی قسم کی دوسری چیزیں سڑا کر بنائی جاتی ہے۔ اور ویسی شرابوں میں اکثر بوئے بد بھی ہوتی ہے لیکن مطلق سڑنا اور بوئے بد کا ہونا نجاست کے لئے کافی نہیں۔ سرکہ بھی سڑانے سے بنتا ہے۔ اور اس میں بھی ایک طرح کی بوئے تیز ہوتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ شارع اسلام کو شراب نوشی کا کلی انسداد کرنا منظور تھا۔ اور اسکے حق میں اتنا تشدد کرنا پڑا کہ شراب کو نجس العین قرار دیا۔ با ایں ہمہ شراب کا رواج جیسا چاہئے مسلمانوں میں کم تو ہوا۔ مگر کلیۃً موقوف نہیں ہوا۔ امرا تو اکثر علی الاعلان شراب پیتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ اور انگریزوں کی دیکھا دیکھی انگریزی خوانوں میں شراب نوشی کا رواج بڑھتا جاتا ہے۔ اور تعجب یہ ہے کہ خود انگریز اس سے محترز ہوتے جاتے ہیں۔

گوروں کی فوج میں سوسائٹیاں مقرر ہیں۔ اور جو کوئی اس سوسائٹی کا ممبر ہونا چاہتا ہے۔ اس سے حلف نامہ لیا جاتا ہے کہ مدت العمر شراب کے پاس نہیں جائیگا۔ ہر ایک سوسائٹی میں ایک رجسٹر رہتا ہے اس میں ان لوگوں کے نام داخل کرلئے جاتے ہیں جو ترک شراب کا عہد کرتے ہیں۔ ان وقتوں میں جنرل رابرٹس سپہ سالار افواج انگلستان بڑے مشہور جنرل ہیں جنہوں نے بڑے بڑے کارنمایاں کئے ہیں۔ انہوں نے ایک لکچر میں بیان کیا تھا کہ اگر ایسی فوج میرے ماتحت ہو۔ جو شراب نہ پیتی ہو۔ تو میں تمام روئے زمین میں ایسا ملک نہیں پاتا جسکو فتح نہ کرسکوں۔

اسلام کی صداقت کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ دانایان فرنگ اسلامی احکام کو مفید سمجھکر اختیار کرتے جاتے ہیں۔ افسوس مسلمانوں پر جو اپنے مذہبی احکام کی مصلحت سمجھکر ان کی خلاف ورزی پر جرأت کریں۔ اگرچہ شراب کی حرمت اور نجاست کی وجہ نشہ ہے۔ اور شراب کے علاوہ اور بھی بہت چیزیں نشہ آور ہیں مگر ہم ان کو نجس العین نہیں کہہ سکتے۔ ہاں نشہ کی وجہ سے بے تامل انکی حرمت کا حکم دیتے ہیں۔ (حق)۔

امام صاحبؒ کے نزدیک صاحب نشہ وہ شخص ہے جو زمین اور آسمان کو نہ پہچانے اور نہ مرد و عورت میں تمیز کرے۔ اور صاحبین کے نزدیک جو ہذیان اور واہی تباہی باتیں کہنے لگے۔ وہ صاحب نشہ ہے اور اسی پر فتوے ہے۔ (رحمۃ بمظ)۔

جو شخص شراب پیئے اگرچہ ایک قطرہ ہو اور پھر وہ پکڑا جائے اور اسکے پاس سے شراب کی بو آئے۔ یا لوگ اسے ایسے حال میں لائیں کہ وہ نشے میں ہو۔ اور دو شخص اسکے پینے کی گواہی دیں۔ یا وہ خود ایکبار اقرار کرے (امام ابو یوسف کے نزدیک دوبار اقرار شرط ہے) اور یہ بھی معلوم ہو کہ اس نے بخوشی پیا ہے تو نشہ اترنے کے بعد اسکو

Marfat.com

حد ماری جاوے۔ اسّی کوڑے آزاد کو اور چالیس غلام کو۔ اور یہ اُسکے بدن پر متفرق مارے جاویں۔ جیساکہ حدِ زنا میں مارے جاتے ہیں (منظ)۔

اگر کسی شخص نے شراب پینے کا اقرار کیا اور اس سے شراب کی بُو نہیں آتی تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اسے حد نہیں ماری جائیگی۔ مگر امام مالک شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ حد ماری جائے گی۔ اور اگر کسی شخص سے شراب کی بُو آتی ہے مگر اس نے اقرار نہیں کیا تو بمذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ۔ شافعیؒ اور احمدؒ حد نہ ماری جائے گی۔ لیکن امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ حد ماری جاوے گی۔ اگر حلق میں لقمہ اٹک گیا۔ اور شراب کے سوا وہاں کوئی چیز موجود نہیں۔ تو بمذہب امام ابو حنیفہ و شافعی و احمد رحمہم اللہ شراب سے لقمہ اُتار لیوے مگر امام مالک کے نزدیک نہ اُتارے۔

ضرورت کے وقت شراب کے استعمال کرنے میں اختلاف ہے۔ امام مالک و احمد تو ناجائز فرماتے ہیں۔ مگر امام صاحبؒ کے نزدیک پیاس کے واسطے جائز ہے۔ اور دوا کے واسطے جائز نہیں۔ (رحمۃ)۔

شراب۔ زمانہ جاہلیت کے عربوں کا قاعدہ تھا کہ جو کوئی شراب بیچا کرتا اپنے مکان پر ایک جھنڈا کھڑا کر دیتا۔ جس سے شرابیوں کو معلوم ہو جاتا کہ یہاں شراب بکتی ہے۔ اس زمانہ کے عربوں کو اسقدر شراب نوشی کا شوق تھا کہ مقام فخر میں اپنی کثرت شراب نوشی پر ناز کیا کرتے تھے ان کا خیال تھا کہ کثرت سے شراب پینی جود و بخشش کی علامت ہے۔ انکے شوق کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ ابو غبشان نے ایک مشک شراب پر خانہ کعبہ کی کنجیاں بیچ ڈالی تھیں۔

شراب کے بارے میں عرب کے ادیبوں کی بہت سی کتابیں موجود ہیں۔ مثلاً ایک کتاب امام نواجی کی تصنیف حلبۃ الکمیت ہے۔ اسکی بابت بیان کیا گیا ہے کہ جو کوئی ایک مرتبہ اس کتاب کو پڑھ لے کیا ممکن کہ اپنے نفس کو

شراب پینے سے روک سکے۔ امام موصوف نے اپنی کتاب میں شراب کے یہ نام درج کئے ہیں۔

خَمر۔ رَاح۔ رَاحَۃ۔ مُدَام۔ قَرقَف۔ فِقَاز۔ خَندرِیس۔ صَہبَا۔ قَہوَۃ۔ شَرَاب۔ طِلَا۔ رَحِیق شَمُول۔ حُمَیَّا۔ کُمَیت۔ مَروقَۃ۔ مُعتَقَۃ۔ مُشَعشَعَۃ صَافِیَہ۔ شَمُولہ۔ صِرف۔ عَاتِق۔ بِکر۔ عَذرَا۔ عَرُوس۔ اُمّ الدَّھر۔ اُختُ المَسَرَّۃ۔ اِبنَۃُ العِنَب سَلسَال۔ سَلسَبِیل۔ سُکر۔ بِنِین۔ فَضُوح۔ عَجُوز۔ شَمطَاء۔ کَلِیسا۔ دَمُ جِریَال۔ اُسفُنط۔ عَفُور۔ مِزَہ۔ مِعرِقَہ۔ مَعرِق۔ دَرّیَاق۔ زَنجبِیل نَامُور۔ مَارِبہ۔ سَبَا۔ سَبِیَّہ۔ خُطبہ۔ مِضطَار۔ مُصطَلِق۔ مُصفِق۔ مُصفِقَہ۔ خُرطُوم۔ قُطب۔ سَخَامَہ۔ عَانِیَہ۔ حَانِیَہ۔ مُخِیلَہ۔ مُطَیَّبَہ۔ مَازِی مُجِیبَہ۔ نشاۃ۔ مُنَشِّیَہ۔ ھَنِیَہ۔ بَابِلِیَّہ۔ بَلسَانِیَہ مُزَنَبَہ۔ زَنبَبَہ۔ ثَملِیَّہ۔ حَفِیَّہ۔ سَامِرِیَّہ۔ سَاھِرِیَہ مَرِیَّہ۔ مُخَذِی۔ مُسِیلَہ۔ سَادِیَہ۔ مُعِینَہ اَسَرَہ۔ قَاھِرَہ۔ خُلَّہ۔ نَمَّامَہ۔ ذُبَابَہ۔ نَمُوِیَّہ مُصَرِّعَہ۔ طَارِدَہ۔ مِیسَمَہ۔ مُقَدِّمَہ۔ مُؤَخِّرَہ قَھج۔ صَرخَد۔ قِندِیل۔ کَسِیس۔ ذرجُون۔ شَمُوس۔ مُغرِی۔ عَزب۔ رَسَاطُون۔ فَارِض۔ مَاقِع۔ نَاقِع۔ مُبَھِج۔ نَسِیبَہ۔ سُونَیف۔ صُومَع مَفَاح۔ حُجَّہ۔ عَسجَد۔ فُؤَادُ الدُّن۔ اُمُّ عَنَا۔ اُمُّ زَنبَق۔ اُمُّ لَیلیٰ۔ اُمُّ الخَبَائِث۔ حَرَام۔ اِثم مُثَلَّثَہ۔ مَختُوم۔ تَبع۔ مُجعَہ۔ مِزّ۔ سُکرُکَہ

ایک شخص نے لکھا ہے کہ شراب کے ہزار نام ہیں (منا)

خمس پانچواں حصّہ جو بیت المال میں دیا جاتا ہے۔ دیکھو (فَےْ)۔

خنّاس دیو سرکش کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ آیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے قُل اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ سے مِنَ الجِنَّۃ

وَالنَّاسِ تک (س۔ ناس) اے پیغمبر اپنی حفاظت کیلئے یوں دعا مانگا کرو۔ کہ شیطان جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ اور خود نظر نہیں آتا۔ جنات اور آدمی دونوں ہی اس قسم کے وسوسہ انداز ہوتے ہیں۔ انکی شر سے میں لوگوں کے پروردگار لوگوں کے حقیقی بادشاہ لوگوں کے معبود کی پناہ مانگتا ہوں۔

خنثیٰ وہ شخص جسکا ذکر اور فرج دونوں ہوں۔ یا دونوں نہ ہوں (جا)۔

خنثیٰ اگر ذکر سے پیشاب کرے تو مرد ہے ورنہ عورت ہے۔ اگر دونوں رستوں سے پیشاب کرے تو جس راستہ سے پہلے پیشاب آتا ہو اسکا اعتبار کیا جائیگا۔ اگر اس میں بھی دونوں برابر ہوں تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسے مرد یا عورت کہنے سے لاعلمی ظاہر کرتے ہیں۔ اور امام ابویوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ جس راستہ سے بہت پیشاب آتا ہو اسکے مطابق مرد یا عورت کا حکم لگایا جائیگا۔ اگر خنثیٰ کو بالغ ہونے کے بعد ڈاڑھی نکل آئے تو وہ مرد ہے۔ اگر عورتوں کی مانند چھاتیاں نمودار ہوں یا اسے پستانوں میں دودھ آجائے۔ یا اسے حمل ہو جائے تو عورت ہے۔ اگر ان علامتوں میں سے کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو وہ خنثیٰ مشکل ہے۔ خنثیٰ کو نماز میں امام کے پیچھے مردوں اور عورتوں کے مابین کھڑا ہونا چاہئے۔ امام ابوحنیفہ رہ کے نزدیک اسے عورت کا سا حصہ ملتا ہے اور صاحبین کے نزدیک مرد اور عورت دونوں کے حصوں کا نصف ملتا ہے۔ (فد)۔

اسکے زیادہ احکام معلوم کرنیکے لئے دیکھو فتاویٰ عالمگیری وغیرہ۔

خندق یہ لفظ معرب ہے کندہ کا۔ جس سے مراد وہ مستطیل گڑھا ہے جو شہر کی حفاظت کے لئے اسکے گرد کھودا جاتا ہے۔ قلعہ یا شہر کی حفاظت کے لئے یہ دستور قدیم سے ایران کی سلطنت میں مروج تھا پھر ۵ھ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عرب میں آیا جسکی تفصیل یہ ہے کہ یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر نے جسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے جلاوطن کر دیا تھا۔ مشرکان مکہ کو اپنے ساتھ ملا کر مدینہ پر چڑھائی کی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ تو حضرت سلمان فارسی رضؓ نے جو ایرانی نژاد تھے اور محض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے شوق میں کالے کوسوں سے آکر مشرف باسلام ہوئے تھے عرض کیا کہ ہمارے ملک میں دستور ہے کہ شہر کی حفاظت کیلئے اردگرد خندق کھودی جاتی ہے جسکو دشمن عبور نہیں کرسکتا آپ نے اس مشورہ کو پسند فرمایا اور شہر کی شرقی جانب جدھر استحکام کی زیادہ ضرورت تھی خندق کھودی گئی۔ اسکی کھدائی میں جلیل القدر صحابہ کے ساتھ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی مدد دی۔ جب خندق تیار ہو گئی تو کفار کا لشکر نمودار ہوا اور اس نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا۔ کئی روز تک مقابلہ ہوتا رہا۔ کفار نے کئی بار مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہا۔ مگر خندق نے انکو ناکام رکھا۔ آخر خدا کی قدرت سے سخت آندھی کا طوفان آیا اور اسکے بعد شدت کی بارش ہوئی۔ جس میں قریش اور انکے ساتھیوں کا سخت نقصان ہوا۔ اور بہت سا سامان پانی میں بہ گیا۔ کسی نے یہ اڑا دی کہ مسلمانوں نے پیغمبر اپنے جادو کے ذریعہ سے آندھی اور بارش کی مصیبتیں برپا کی ہیں تاکہ جس سے غنیم میں سے اکثر توہم پرست لوگ حواس باختہ ہو کر بھاگ گئے علاوہ ازیں اس وقت تک ان لوگوں میں پھوٹ پڑ گئی تھی کیونکہ جو لوگ محض مال غنیمت حاصل کرنے کی حرص سے یہودیوں اور مشرکوں کے کہنے میں آکر انکے ساتھ ہو لئے تھے وہ نقصان کی تکالیف کے باعث ان سے رنجیدہ ہو کر ان کو مدد دینے سے منکر ہو گئے۔ آخر کافروں کو بڑی ناکامی اور بے سروسامانی کی حالت میں محاصرہ اٹھانا پڑا۔ خندق کی یادگار سے اس غزوہ کا نام غزوۂ خندق مشہور ہے۔ قرآن مجید کی (س ۳۳ع ۲) میں اس غزوہ کا ذکر درج ہے۔

Marfat.com

خنزب اس شیطان کا لقب ہے جو نماز میں فتنہ ڈالتا ہے جنانچہ عثمان بن ابی العاص سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ شیطان میرے اور میری نماز کے درمیان حائل ہوجاتا ہے اور میرے پڑھنے میں شبہ ڈالتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اُس شیطان کو خنزب کہتے ہیں۔ جب تو اسے معلوم کرے تو اعوذ پڑھ اور تین دفعہ بائیں طرف تف کر۔" وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ نے اُسے مجھ سے دور کر دیا۔ (منظ)۔

خنزیر سور کو کہتے ہیں۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔ ایک نوع درندہ ہوتا ہے جسکی کچلیاں ہوتی ہیں اور مردار کھاتا ہے۔ اور ایک بہائم میں سے ہے۔ جو گھاس کھاتا ہے۔

بیع اسکی جائز نہیں کیونکہ ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا شراب کو اور اسکی قیمت کو اور حرام کیا مردار کو اور اسکی قیمت کو اور حرام کیا خنزیر اور اسکی قیمت کو۔ خنزیر نجس العین ہے جو شے اسکے کسی جزء سے مس کرجائے اسکو پاک کیا جاوے اور سات مرتبہ دھوئی جاوے۔ اور منجملہ سات مرتبہ کے ایک مرتبہ مٹی سے دھویا جاوے۔ کھانا اسکا حرام ہے اور حرمت اسکی قرآن مجید سے ثابت ہے (حیوۃ)۔

چنانچہ ارشاد ہے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ (س۔ بقرہ۔ ع ۲۱) اس نے تو تم پر بس مرا ہوا جانور اور خون اور سور کا گوشت حرام کیا ہے۔ اور نیز وہ جانور جسکو خدا کے سوا کسی اور کی عبادت کے لئے حلال اور نامزد کیا جائے۔

خواجہ اسکے معنے صاحب کے آتے ہیں اور توران میں سادات کا لقب ہے۔ غلام خصی کو بھی کہتے ہیں اگرچہ ان معنوں میں خواجہ سرا مشہور ہے۔ مگر ہندوستان میں لفظ خواجہ سے تمیز دینے کے لئے۔ جو اکثر عزیزوں کا لقب ہوتا ہے۔ الف کو حذف کرکے خوجہ لکھتے ہیں۔ مگر مؤلف کے نزدیک لفظ خواجہ ترکی ہے۔ جسکے معنے مالک کے ہیں چنانچہ لغات ترکی میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ ترکی ہے۔ بعض فرہنگوں میں اسکے معنے وزیر کے بھی لکھے ہیں (غ)۔

خوارج مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے انکو نواصب بھی کہتے ہیں سب سے پہلے جو علی کرم اللہ وجہہ پر خروج کرکے ان سے جدا ہوگئے اور تبرا کیا یہی فرقہ ہے اور اشعث بن قیس۔ مسعود بن فدک تمیمی۔ زید بن حصین طائی وغیرہ انکے سردار تھے۔ یہ گناہ پر تکفیر کرتے تھے۔ امام پر خروج وقتال روا رکھتے تھے۔ عبد اللہ بن عباسؓ نے ان سے مناظرہ کیا مگر وہ راجع طرف حق نہ ہوئے۔ امیر المؤمنین حضرت علی نے ان سے مقاتلہ کیا اور ایک جماعت کو قتل کرڈالا یہ سب کے سب حضرت ابوبکر و عمر اور بغض حضرت علی میں غالی ہیں یہانتک کہ بعض خوارج نے ابن ملجم قاتل جناب امیر کی مدح میں قصائد اور ابیات لکھے ہیں اور اہل سنت وجماعت نے انکا دندان شکن جواب دیا ہے۔ ان کو شراۃ بھی کہتے ہیں خوارج کہتے ہیں کہ ہمنے اپنی جانوں کو دین خدا کے لئے خرید لیا ہے۔ اسلئے ہم نے ائمہ ظالم کی رفاقت سے کنارہ کشی کی اسوجہ سے ہم شراۃ ہیں۔ ان کو حروریہ بھی کہتے ہیں۔ حرورا ایک گاؤں کا نام ہے جو کوفہ کے پاس واقع ہے۔ جب جنگ صفین کے بعد سیدنا علیؓ اور امیر معاویہؓ میں یہ عہدنامہ منعقد ہوا کہ ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص یہ دو پنچ جو کچھ فیصلہ کریں وہی منظور ہے تو حضرت علیؓ کی فوج میں سے چھ ہزار آدمی حکم مقرر کرنے سے خوش ہوئے اور لشکر میں سے نکلکر موضع حرورا میں جاکر ٹھہر گئے اور حضرت علی کی تکفیر کرنے لگے اور یہ کہتے تھے کہ لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ یعنی ہم قرآن کے سوا کوئی چیز قبول نہیں کرتے۔ حضرت علیؓ انکے پاس گئے اور کمان ٹیک کر نہایت فصاحت وبلاغت کے ساتھ ایک خطبہ کہا۔ انکو سمجھایا اور فرمایا کہ ہمارے لشکر میں لوٹ چلو۔ انہوں نے تعمیل کی۔ مگر جبکہ انکو یہ خبر ملی کہ ابو موسیٰ

اشعری۔ عمرو بن عاص سے بازی کھا گئے تو وہ لوگ پھر لشکر علی سے نکل گئے اور کوفہ سے چلے گئے۔ ابن عباس رضؓ ان کے پاس گئے اور بہت کچھ سمجھایا تو دو ہزار مان گئے اور حضرت علیؓ کے لشکر میں لوٹ آئے مگر چار ہزار نہ لوٹے اور نہروان کو چلے گئے۔ حضرت علی نے انکا تعاقب کیا اور ۳۸ھ میں اور دو ہزار چھ سو کو تہ تیغ کر ڈالا اور باقی بچکر نکل گئے۔ اور حضرت علی کیطرف سے کل ستر آدمی کام آئے۔

فتح القدیر میں لکھا ہے کہ جمہور فقہا اور محدثین کے نزدیک خوارج بغاۃ میں داخل ہیں اور بعضے محدثین انکے کفر کے قائل ہیں لیکن مجتہدین سے عدم تکفیر منقول ہے۔ (مذ)

خودکشی قرآن مجید میں خودکشی کا ذکر کہیں نہیں۔ ہاں حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ایک شخص کی بابت جو اس جنگ میں آپ کے ساتھ تھا اور اسلام کا دعوے کرتا تھا۔ فرمایا کہ یہ دوزخی ہے چنانچہ جب لڑائی کا وقت آیا تو وہ شخص بڑی جانبازی سے سخت لڑائی لڑا۔ اور بہت سے زخم کھائے۔ ایک اور شخص آکر عرض کرنے لگا۔ یا رسول اللہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ جس شخص کی بابت آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے۔ وہ تو راہ خدا میں بڑی سختی کے ساتھ معرکہ آرا ہوا۔ اور اسکے جسم پر بہت سے زخم لگے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخی ہے پیغمبر صاحب کے اس ارشاد کے بعد قریب تھا کہ کچھ لوگ شک میں پڑ جائیں لیکن ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ادھر اس شخص نے زخموں کی تکلیف پا کر اپنے ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ایک تیر نکال کر اس سے اپنا گلا کاٹ ڈالا۔ یہ کیفیت دیکھ کر مسلمانوں میں سے چند آدمی جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوڑے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ خدا نے آپ کی بات کو سچ کر دیا۔ اس شخص نے خود اپنا گلا کاٹ ڈالا اور مر گیا۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ اکبر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں خدا کا بندہ اور اسکا رسول ہوں۔ اے بلال کھڑے ہو کر پکار دو کہ جنت میں ایماندار کے سوا کوئی اور جانے نہ پائیگا۔ اور خدا اس دین کی بدکار آدمی سے مدد کریگا (بخ)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ خودکشی اتنا بڑا گناہ ہے کہ افضل العبادات جہاد سے بھی اسکا کفارہ نہ ہو سکا۔

اب اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ خودکشی بجائے خود ایک سنگین جرم ہے۔ آخر خودکشی کرنیوالا بھی دوسرے آدمیوں کی طرح کا آدمی ہے۔ قتل نفس جیسا دوسرے کا ویسا اپنا۔ اور یہ بھی نہیں کہ خودکشی کے جرم کا وقوع نہ ہوتا ہو۔ بایں ہمہ اس سے قرآن کیوں ساکت ہے۔ ہاں تو ساکت ہے اس وجہ سے کہ آدمی تو آدمی ہر ایک جاندار بتقاضائے طبیعت اپنی جان کی حفاظت پر مجبور ہے۔ پس جس نے جان دی ہے گویا اس نے اس کی حفاظت کا بھی عہد لے لیا ہے یعنی امور اضطراری میں حکم دینے کی ضرورت نہیں۔ آدمی اپنی جان کی حفاظت کرتا ہے نہ یہ سمجھکر کہ جان کو معرض ہلاکت میں ڈالنا گناہ ہے بلکہ یہ سمجھکر کہ جان بچانا میرا فرض زندگی ہے، قرآن جرم خودکشی ہو تو صحیح حدیث جو نقل کی گئی ہے قرآن شریف کا حکم رکھتی ہے (حق)۔

علاوہ ازیں قرآن میں لکھا ہے وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔ یعنی اپنی جانوں کو معرض ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اس سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی حفاظت جان یہاں منظور ہے کہ انکو ہلاکت کے موجبات کے نزدیک جانے سے بھی منع فرماتا ہے جس سے اپنی جان کو اپنے ہاتھوں سے ضائع کر دینے (خودکشی) سے بطریق اولی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

خوف ڈر (ص۔ ش) میں صرف خدا کے ڈر کے لئے آتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ

Marfat.com

هِيَ الْمَاْوٰى (س۔ نازعات۔ ع ۲) اور جو اپنے پروردگار کے حضور میں (جواب دہی کے لئے) کھڑے ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکتا رہا تو (اسکا) ٹھکانا بس بہشت ہے۔

وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (س۔ اعراف۔ ع ۷)۔ اور (انتظام ملک کے) درست ہوئے پیچھے اس میں فساد نہ پھیلاؤ اور (عذاب کے) ڈر سے اور (فضل کی) امید پر خدا سے دعائیں مانگتے رہو۔ (کیونکہ) خدا کی رحمت خلوص رکھنے والوں سے (بہت ہی) قریب ہے۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ (س۔ رحمن۔ ع ۳) اور جو شخص (اعمال کی جواب دہی کے لئے) اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا اس کو (بہشت کے) دو باغ (ملیں گے)۔

خوف کی نماز جب کسی ایسے موقع پر فرض نماز کا وقت آجائے کہ اس میں مشغول ہونے سے دشمن یا درندے کے حملے کا خوف ہو تو مناسب یہ ہے کہ امام اپنے لوگوں کو دو جماعتوں میں تقسیم کرکے ایک جماعت کو مقابلے پر بھیجے اور دوسری جماعت کے ساتھ ایک رکعت دوسرے سجدے تک پڑھے۔ پھر امام بیٹھا رہے اور مقتدیوں کی جماعت سلام پھیرے بغیر مقابلہ پر چلی جائے۔ اور دوسری جماعت آکر امام کے ساتھ دوسری رکعت پڑھے۔ پھر امام سلام پھیرے مگر مقتدیوں کی جماعت سلام پھیرے بغیر مقابلہ پر چلی جائے اور دوسری جماعت کے لوگ آکر اکیلے اکیلے اپنی نماز پوری کریں پھر یہ لوگ مقابلہ پر جائیں اور دوسری جماعت کے لوگ بھی اسی طرح اپنی نماز پوری کریں چار رکعت نماز ہو تو امام دونوں جماعتوں کو دو دو رکعت پڑھائے۔ تین رکعت نماز ہو تو پہلی جماعت کے ساتھ دو رکعت اور دوسری کے ساتھ ایک رکعت پڑھے۔

اگر اس قدر خوف ہو کہ جماعت سے نماز نہ پڑھ سکیں۔ یا قبلہ رو نہ ہو سکیں یا گھوڑوں سے نہ اتر سکیں تو جس طرح ہو سکے اکیلے اور سواری پر اور دوسری سمت منہ کرکے ہی پڑھیں غرض کسی صورت میں نماز نہ چھوڑیں (ہذا عند الاحناف)۔

شیعوں کے نزدیک نماز خوف بھی قصر ہو جاتی ہے خواہ اپنے ہی شہر میں پڑھی ہو (کذا فی مختصر النافع و رسالہ علامہ مجلسی)

خولہ ایک مشہور صحابی عورت کا نام ہے جو حکیم کی بیٹی تھیں۔ آپ کئی ایک احادیث کی راوی ہیں (کن)۔

خیار اختیار (ص۔ ف) میں اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ بیع میں خریدار یا بائع اس بات کا اختیار اپنے لئے محفوظ رکھے کہ وہ اگر چاہے تو قیمت یا خرید شدہ چیز کو میعاد مقررہ کے اندر واپس کرکے بیع فسخ کر سکیگا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ خیار پانچ قسم کا ہوتا ہے۔

(۱) خیار الشرط یعنی اس بات کی شرط لگانا کہ اگر میری خوشی ہوئی تو اس بیع کو قائم رکھوں گا ورنہ واپس کرونگا اسکی میعاد تین دن ہے۔

(۲) خیار العیب یعنی عیب کے باعث چیز واپس کرنے کا وعدہ لینا۔

(۳) خیار الرؤیتہ۔ دیکھکر پسند نہ کرنے کی صورت میں واپس کر سکنے کا عہد۔

(۴) خیار التعیین۔ چند چیزیں خرید کر بعض خاص کو چن لینے کا اختیار حاصل کرنا۔

(۵) خیار المجلس۔ فیصلہ بیع و شرا کی مجلس کے برخاست ہونے سے پہلے بیع واپس کر دینے کا اختیار۔

شرح طحطاوی میں لکھا ہے کہ خیار سترہ قسم کا ہوتا ہے اور اس کتاب میں اسکی تفصیل درج ہے۔

امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک بائع اور مشتری دونوں کے لئے تین دن کا خیار شرط جائز ہے اس سے زیادہ نہیں

Marfat.com

اگر کوئی شخص کسی چیز کو بنا دیکھے خریدے تو دیکھنے کے بعد اسکو اس بیع کے قائم رکھنے یا فسخ کرا دینے کا اختیار ہے اگر کوئی بن دیکھے کوئی چیز فروخت کرے تو اسکو اسکے واپس لینے کا اختیار نہیں۔ اگر کسی کو خرید شدہ چیز میں خریداری کے بعد عیب معلوم ہو تو اسکو اختیار ہے کہ یا تو اسی قیمت پر اسے منظور کرے یا واپس کر دے۔ یہ اختیار نہیں کہ قیمت کا کچھ حصہ بائع سے واپس لے لے (فد)

خیار بلوغ اسے کہتے ہیں کہ اگر نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اُسکے باپ دادا کے سوا کوئی دوسرا ولی کر دے تو اُنکو بالغ ہونے کے وقت اختیار ہوگا کہ اُسکو جائز رکھیں یا فسخ کر دیں۔ لڑکی جس وقت علامات بلوغت دیکھے اُسیوقت اُسکو نکاح کی نامنظوری کا اعلان کر دینا چاہیئے اگر کچھ مدت وہ خاموش رہی اور ہم بستری وغیرہ ہو گئی تو پھر خیار بلوغ سے وہ فائدہ نہیں اُٹھا سکے گی۔

خیاطیہ ابوالحسن بن ابی عمر خیاط کا پیرو فرقہ ہے جو اشیاء معدومہ پر اشیاء کے لفظ کا اطلاق کرتے ہیں یعنے معدوم کو شئے کہتے ہیں۔ (تع)۔

خیالی احمد بن موسےٰ کو کہتے ہیں۔ آپ نے شرح عقائد نسفی کا حاشیہ لکھا جو حاشیہ خیالی کے نام سے مشہور ہے۔ (کن)۔

خیانت خیانت بہت بری صفت ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْآ اَمٰنٰتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (س۔ انفال۔ ع ۳) مسلمانو! اللہ اور رسول کی (امانت میں) خیانت نہ کرو۔ اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔ اور تم تو (خیانت کے وبال سے) واقف ہو۔

(۱) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اے شخص) تو اسکی امانت کو ادا کر دے جس نے تیرے پاس امانت رکھوائی ہے اور جو شخص تیری خیانت کرے تو اسکی خیانت نہ کر (ابو نعیم)

(۲) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بہت کم ایسا خطبہ فرمایا جس میں یہ نہ فرمایا ہو کہ جو امانت دار نہیں اسکا کچھ ایمان نہیں اور جسے پاس عہد نہیں اسکا کچھ دین نہیں (مش)۔

(۳) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امانت ضائع کر دی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرنا چاہیئے (کہ وہ بہت ہی پاس آگئی ہے) کسی نے عرض کیا۔ اور امانت کے ضائع کرنے کی کیا صورت ہے؟ فرمایا حکومت کو نا اہل شخص کے سپرد کر دینا۔ (بخ)

(۴) ابو موسےٰؓ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان امانتدار خزانچی کو جس چیز کے دینے کا حکم کیا جائے (اور دہ) اور وہ پوری خوشدلی کے ساتھ دے دے تو اور خیرات کرنیوالوں میں ایک وہ بھی خیرات کرنیوالا ہے۔ (بخ)

خیبر مدینہ شریف سے سمت شمال آٹھ منزل کے فاصلہ پر ایک سرسبز وادی ہے جس میں کسی زمانہ میں آٹھ مضبوط قلعے بنے ہوئے تھے۔ یہ قلعے ملک شام کے ان یہودی قبائل کے تعمیر کیئے ہوئے تھے جنہوں نے کسی زمانہ میں شاہان روم کی سخت گیری سے تنگ آکر اپنا وطن چھوڑ دیا تھا اور عرب میں آبسے تھے۔

خیبر کا مقام مسلمانوں اور یہودیوں کے ایک مشہور معرکے کی بدولت تاریخ اسلام میں ایک نمایاں وقعت رکھتا ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ خیبر کے یہودی ظاہر و باطن میں ہر طرح سے مسلمانوں کو ستانے اور کمزور کر دینے کے منصوبے گانٹھتے رہتے تھے۔ غزوہ خندق کے اصلی باعث یہی لوگ تھے جس میں انہوں نے مشرکان مکہ کو اپنے ساتھ گانٹھ کر مدینہ شریف کا محاصرہ کر لیا تھا۔ ۵ھ میں ان لوگوں نے پھر قبائل بنی غطفان و بنی اسد کو اپنے ساتھ گانٹھ کر مسلمانوں پر چڑھائی کرنے کی سازش شروع کی۔

Marfat.com

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے ارادہ سے مطلع ہوکر پہلے ہی ان پر چڑھائی کر دینے کے لئے چودہ سو اصحاب کے ساتھ کوچ کر دیا۔ اور چند روز تک محاصرہ جاری رہنے کے بعد ایک قلعہ کے سوا جسکا نام قلعہ قموس تھا باقی تمام قلعے فتح ہوگئے۔

قلعہ قموس سب سے زیادہ مضبوط اور محکم قلعہ تھا۔ اور یہودیوں نے اسکے استحکام کے لئے بڑی سے بڑی تدبیر سے کام لیا۔ کئی روز تک سرگرمی سے محاصرہ جاری رہا۔ اور اس اثنا میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور کئی بہادر صحابیوں نے باری باری فوج لیکر پرزور حملے کئے مگر قلعہ کے فتح ہونے کی کوئی صورت نہ نکلی۔

ایک رات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دونگا جو خدا اور اسکے رسول کا پیارا ہے اور اسکے ہاتھ پر خدا خیبر کو فتح کریگا۔ صحابہؓ منتظر تھے کہ یہ فضیلت کس خوش نصیب کی حصے میں آتی ہے۔ حضرت علیؓ کی آنکھوں میں ان دنوں سخت درد تھا۔ انکی شکایت صحت کے لحاظ سے کسیکو یہ گمان بھی نہ ہوسکتا تھا کہ یہ فضیلت ان کو ملیگی۔

صبح ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی کہاں ہیں۔ عرض کیا گیا۔ انکی آنکھوں میں درد شدید ہے۔ فرمایا ان کو میرے سامنے لاؤ۔ جب سامنے آئے تو آپ نے انکی آنکھوں میں اپنا آب دہن لگا دیا۔ اور انکی صحت کے لئے دعا کی جسکے بعد پھر کبھی انکی آنکھوں کو کسی قسم کا عارضہ پیش نہیں آیا۔ یہ آپکا معجزہ تھا اسکے بعد آپ نے اپنی زرہ انکو پہنا دی۔ اور اپنی تلوار جسکا نام ذوالفقار تھا انکی کمر سے باندھ دی۔ اور فرمایا جاؤ جبتک خدا کے فضل سے تمہارے ہاتھ پر قلعہ فتح نہ ہوجائے واپس نہ آنا۔

حضرت علیؓ نے ایک دستہ فوج اپنے ساتھ لیکر قلعہ پر دھاوا بول دیا۔ اور یہودیوں کی فوج کو کاٹتے گراتے فصیل تک پہونچگئے۔ اور اس اثنا میں حضرت علیؓ میں اس غیبی طاقت کا ظہور ہوا جسکی بدولت فتح خیبر کا سہرا ان کے سر باندھا گیا۔ یعنے وہ ایک تند شیر کی طرح خندق کو جو نہایت چوڑی اور گہری تھی پھلانگ کر قلعہ کے دروازہ پر پہونچے اور چاہا کہ دروازہ سے گزر کر قلعہ میں داخل ہوں مگر جب اسکو بند پایا تو زنجیر پکڑ کر اس زور سے جھٹکا دیا کہ دروازہ کا آہنی کواڑ اکھڑ کر ان کے ہاتھ میں آگیا۔ آپ نے اسکو تو خندق پر پھینک دیا اور خود قلعہ میں داخل ہوکر تھوڑی ہی دیر میں اسکو فتح کرلیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ یہ دروازہ بڑا وزنی تھا۔ یہانتک کہ سات بلکہ اس سے بھی زیادہ جوانمردوں نے ملکر اسے اٹھانا چاہا تو نہ اٹھا سکے بلکہ ایک روایت سے یوں بھی معلوم ہوتا ہے کہ پھر خود حضرت علیؓ سے بھی نہ اٹھایا گیا۔ اہل خیبر نے عاجز آکر ہتھیار رکھدئے۔ اور آخر چند شرائط پر ان کی جان بخشی کی گئی۔ یہودیوں کے سردار کنانہ ابن لحیق نے ان شرائط کی خلاف ورزی کی جسکی پاداش میں وہ قتل ہوا۔ اور اسکے عیال کو قید کرلیا گیا۔ قیدیوں میں اسکی بیوی صفیہ بھی تھیں جنکے دل کو خدا نے نور اسلام سے منور کیا۔ اور اپنی رضا و رغبت سے مسلمان ہوگئیں چونکہ وہ ایک شریف اور معزز طبقہ کی خاتون تھیں۔ اور حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو آزاد کرکے اپنے نکاح کا شرف بخشا۔

فتح خیبر کے ایام میں ایک اور خطرناک واقعہ پیش آیا یعنے ایک یہود نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے وطن و قوم کا انتقام لینے کے لئے یہ ڈھنگ نکالا کہ آپ کی ضیافت کی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک حسن ظن اور نیک نیتی کا نمونہ تھی۔ آپ نے بلا کسی قسم کی بدگمانی کے اسکی دعوت منظور فرمائی۔ جب کھانا کھانے لگے تو آپ کو بدمزہ معلوم ہوا۔ اور وحی کے ذریعہ سے آپ کو

Marfat.com

اطلاع مل گئی کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ حکم ہو تو اس نابکار یہودن کو قتل کر ڈالیں۔ فرمایا جانے دو۔

قیامِ خیبر کے ایام میں مہاجرین مکہ کی وہ جماعت جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ہجرت کر کے حبشہ میں جا بسی تھی نجاشی شاہ حبشہ سے عزت کے ساتھ رخصت ہو کر سیدھی خیبر میں آ پہنچی۔ اسی اثنا میں کئی چیزوں کی حلت و حرمت کے متعلق تازہ احکام نازل ہوئے۔ (مد وغیرہ)

خیرات دینا

اپنے مال میں سے فقرا و مساکین کو کچھ دینا۔ اللہ کے نام پر کچھ دینا۔ صدقہ دینا۔ تصدق کرنا۔ صدقہ و خیرات دینا۔ ہر حالت و ہر موقع پر مشروع ہے۔ غریبوں مسکینوں اور محتاجوں کی دستگیری اور امداد کی شریعت میں بڑی تاکید ہے۔ مگر دو خیراتیں خصوصیت کے ساتھ ضروری قرار دیگئی ہیں جن میں سے ایک فرض ہے جسکو زکوٰۃ کہتے ہیں۔ دیکھو (زکوٰۃ) اور دوسری واجب ہے جسکا نام صدقہ فطر ہے۔ دیکھو (صدقہ فطر)

صدقہ و خیرات کا ذکر قرآن مجید میں کثرت سے آیا ہے۔ قرآن کریم میں حکم ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ تا وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ (س۔ بقرہ۔ ع ۳۷) مسلمانو! (خدا کی راہ میں) عمدہ چیزوں میں سے خرچ کرو تم۔ آپ کمائی ہوں تو۔ اور ہمنے تمہارے لئے زمین میں پیدا کی ہوں تو۔ اور ناکارہ چیز کے دینے کا ارادہ بھی نہ کرنا کہ لگے اس میں سے خرچ کرنے۔ حالانکہ (وہی چیز کوئی تمکو دینی چاہے۔ تو) تم اسکو (کبھی خوشدلی سے) نہ لو۔ مگر (اسکے لینے میں) آنکھ پوشی کر جاؤ۔ اور جانے ہو کہ اللہ بے نیاز اور سزاوار حمد ہے۔

(۲) اسی رکوع میں خیرات کو چھپا کر یا دکھا کر دینے کے متعلق یوں ارشاد ہے اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ج تا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ہ اگر خیرات ظاہر میں دو تو وہ بھی اچھا اور اگر اسکو چھپاؤ۔ اور حاجتمندوں کو دو تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ اور تمہارے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔ اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔

(۳) مستحق خیرات کو پہچاننے کے متعلق اسی رکوع میں فرمایا ہے لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تا لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا (خیرات تو) ان حاجتمندوں کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں گھر سے بیٹھے ہیں ملک میں کسی طرف کو جا نہیں سکتے۔ بے خبر آدمی انکی خودداری سے انکو غنی سمجھتا ہے۔ تو انکی صورت سے انکو پہچان جائے (کہ ہاں محتاج ہیں مگر) ناک لپیٹ کر لوگوں سے نہیں مانگتے۔

احادیث نبویہ علی صاحبہا التحیہ والسلام میں بھی صدقہ و خیرات کے متعلق بہت سے احکام وارد ہوئے ہیں (۱) فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہت اچھا ہے اوپر کا ہاتھ خیرات دینے والا ہے اور نیچے کا ہاتھ سوال کرنے والا۔ (مش)۔

(۲) فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بخیل سے بچو کیونکہ بخل ہی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا (مش)

(۳) جو شخص مرتے وقت صدقہ دیتا یا غلام آزاد کرتا ہے اسکی مثال وہی ہے کہ کوئی شخص پیٹ بھر کر باقی کھانا کسی کو ہدیہ دے دے۔ (مش)۔

(۴) فرمایا کسی (مرض یا) مصیبت نازل ہونے سے پیشتر صدقہ دینے میں پیشدستی کرو کیونکہ بلا صدقہ سے آگے بڑھنے نہیں پاتی۔ (مش)۔

(۵) فرمایا کُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ یعنی ہر قسم کی نیکی صدقہ ہے (مش)۔

خیر الدین الرملی

فقہ حنفی کا مشہور فتاوٰی خیریہ آپ کی تصنیف ہے۔ ۱۰۸۱ھ میں فوت ہوئے (لن)۔

Marfat.com

خیر القرون قرون قرن کی جمع ہے۔ قرن کے معنے زمانہ۔ صدی۔ عہد خیر القرون سب سے مبارک زمانہ نیک عہد۔ اس سے مراد رسول اللہ کے زمانہ کی نسل اور اسکے بعد کی دو متصلہ نسلیں ہیں۔ حدیث میں آیا ہے خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ یعنے سب سے اچھی نسل میرے زمانہ کی ہے پھر وہ جو ان کے بعد ہے۔ پھر وہ جو ان کے بعد آنیوالی ہے۔

بابُ الدال

دابۃ الارض اسکے معنے ہیں زمین کا جانور۔ دابۃ الارض سے مراد وہ عجیب الخلقت جانور ہے جو خدا کی قدرت سے قیامت کے قریب مکہ شریف کے کوہ صفا سے پیدا ہوگا۔ اور اس کے پاس سلیمان علیہ السلام کی مُہر اور موسےٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا۔ وہ لوگوں سے کلام کریگا۔ اور کسی نشان خاص سے بتایگا کہ فلاں شخص کافر ہے اور فلاں مومن ہے۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُکَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ ٥ (س۔ نحل۔ ع ۶) یعنے جب (خدا کا) وعدہ (قیامت) ان لوگوں پر پورا (ہونے کو) ہوگا تو ہم زمین سے ان کے لئے ایک جانور نکال کھڑا کرینگے کہ وہ ان سے بول دیگا کہ فلاں فلاں آدمی ہماری باتوں کا یقین نہیں رکھتے تھے۔

دابۃ الارض کا ظاہر ہونا قیامت کی ایک خاص نشانی ہے۔ عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ (قیامت کی) پہلی نشانی جو ظاہر ہوگی وہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ اور دابہ کا دن میں لوگوں پر ظاہر ہونا۔ اور ان میں سے خواہ کوئی (نشانی) اپنے ساتھ والی (نشانی) سے پہلے وقوع میں آئے۔ دوسری (نشانی) قریب ہی اسکے بعد ظاہر ہوگی (مش)۔

مشکوٰۃ کی ایک حدیث میں فاطمہ بنت قیس کی حدیث میں دابۃ الارض کا نام جساسہ (تجسس کرنیوالا) آیا ہے۔

دابہ کا اصل معنے ما یدب علی الارض یعنی وہ جانور جو زمین پر چلتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ کوئی جانور زمین میں چلنے والا ایسا نہیں ہے جسکے لئے رب العزۃ نے رزق دینے کا انتظام نہ کر رکھا ہو۔

دادا دیکھو (جدّ)۔

دادی دیکھو (جدہ)۔

دار گھر۔ مکان۔ رہنے کی جگہ۔ ملک۔ علاقہ ظرف کے معنے میں مختلف اشیاء کے ساتھ مضاف بن کر آتا ہے۔ مثلاً دار الادب۔ ادب کی جگہ مراد مکتب دار العلوم۔ علوم کی جگہ مراد تعلیم گاہ۔ دار البقاء باقی رہنے کی جگہ۔ مراد آخرت۔ دار الفنا۔ فنا ہونے کی جگہ مراد دنیا۔ دار الغرور دھوکے کی جگہ مراد دنیا۔ دار الحزن غم کی جگہ مراد دنیا۔ دار الابتلاء ابتلا ہونے کی جگہ مراد دنیا۔ دار الخلافہ خلافت کا مقام۔ مراد امام المسلمین یا خلیفہ یا امیر المومنین کی قیام گاہ۔ دار الکتب کتابوں کی جگہ یا کتب خانہ۔ دار الخلد ہمیشگی کی جگہ مراد جنت۔ دار النعیم نعمتوں کی جگہ مراد بہشت۔ دار القضاء فیصلوں کی جگہ مراد قاضی کی کچہری۔ دار الشفاء شفاء کا گھر مراد ہسپتال۔ دار السرور خوشی کا گھر مراد بہشت۔ دار الضرب مراد ٹکسال۔ دار الضیافہ ضیافت کی جگہ۔ دارین کے معنے دو گھر۔ مراد دنیا و آخرت۔

Marfat.com

دارالاسلام

دارالاسلام سے مراد وہ ملک ہے جس میں امام المسلمین کا حکم چلتا ہو۔ اور دارالحرب وہ ہے جس میں رئیس الکفار کا حکم نافذ ہو۔ (کما فی الکافی)

اور زاہدی میں لکھا ہے کہ دارالاسلام وہ ہے جس میں مسلمانوں کا غلبہ ہو اور وہ امن سے رہتے سہتے ہوں۔ اور دارالحرب وہ ہے جس میں کافروں کا خوف ہو۔ اس میں کسیکو اختلاف نہیں کہ دارالحرب بعض احکام اسلام کے جاری ہونے سے دارالاسلام بنجاتا ہے اور دارالاسلام کا (معاذاللہ) دارالحرب بن جانا امام اعظم کے نزدیک کئی شروط پر موقوف ہے۔

اوّل یہ کہ کفر کے احکام جاری ہوجائیں اور اعلان کیاجائے کہ ہر حاکم انہی احکام کے مطابق حکم کرے۔ اور لوگ اسلامی قاضیوں کی طرف رجوع نہ کریں اور نہ اسلامی احکام کے مطابق فیصلہ کیاجائے۔

دوم یہ کہ دارالاسلام دارالحرب کے ساتھ ملجائے اس طرح کہ اس میں اور دارالحرب میں کوئی اسلامی علاقہ حائل نہ ہو۔ جس سے امداد ملسکتی ہو۔

سوم یہ کہ امن نہ رہے یعنے مسلمانوں اور ذمیوں کو کفار ہی کے زیر سایہ ملسکتا ہو۔ اور وہ امن باقی نہ رہے جو کافروں کے غلبہ سے پیشتر مسلمانوں کو اپنے اسلام کی بدولت اور ذمیوں کو عقد ذمہ کی بنا پر حاصل تھا۔ صاحبین کے نزدیک صرف پہلی شرط سے دارالاسلام دارالحرب بن جاتا ہے۔ شیخ الاسلام و امام اسبیجابی کہتے ہیں کہ صرف ایک اسلامی حکم قائم رہنے سے بھی وہ دارالاسلام ہی رہیگا پس احتیاط یہ ہے کہ اس ملک کو دارالاسلام ہی سمجھا جائے گو وہ ملاعنین کی ملک ہے (کذا فی جامع الرموز)۔

رسالہ روض الربیٰ فی حقیقۃ الربا مولفہ مولوی ابوالفیض محمد حسن فیضی صاحب مرحوم میں لکھا ہے کہ دارالاسلام وہ ملک ہے جہاں مسلمان بادشاہ کا حکم نافذ ہو۔ اور ملکی انتظام قوانین شرعیہ پر ہونا ضروری ٹھہرایا گیا ہو۔ وہاں کے باشندے مسلمان یا معاہد (غیر مسلم جس نے مسلمان بادشاہ کی رعیت ہونا قبول کرکے جزیہ دینا قبول کرلیا ہو) ہوں۔ یہ شرط نہیں ہے کہ وہ مسلمان بادشاہ کسی غیر مسلم بادشاہ کے ماتحت نہ ہو بلکہ ایسی صورت میں بھی وہ ملک دارالاسلام ہو سکتا ہے کہ قوانین ملکی تو مسلمان بادشاہ اپنے اختیار و تصرف سے حسب ارشاد شریعت مطہرہ مقرر کرے۔ لیکن اس ملک کا مالیہ کسی دوسری غیر مسلم سلطنت کے آگے ادا کرتا ہو جیسے کہ پانچویں صدی ہجری میں معتمد بن عباد کے عہد میں قرطبہ اور اشبیلیہ کا حال تھا کہ معتمد "اذ فونش قرہ کند" بادشاہ اندلس کو مالیہ دیتا تھا۔ مگر اسکے شہروں میں اسلامی قوانین رائج تھے۔ اسکے برخلاف ہو تو دارالحرب ہے۔ پھر دارالحرب کی دو قسمیں ہیں۔ دارالامن اور دارالفزار۔ دارالامن وہ کہ اس میں مسلمان بادشاہ اور اسلامی قانون نہیں ہے لیکن مسلمان وہاں عبادات میں آزاد ہیں جیسے آجکل ہندوستان یا صلح حدیبیہ کے بعد مکہ معظمہ۔ دارالفزار وہ جس جگہ مسلمانوں کو مذہبی آزادی نہ ہو جیسے سکھوں کے وقت میں پنجاب۔ یا صلح حدیبیہ سے پہلے مکہ مکرمہ الخ

یہ ایک مسلمہ شرعی مسئلہ ہے کہ دارالحرب میں سود لینا جائز ہے۔ ہندوستان میں آجکل سود کے جواز و عدم جواز کی بحث خوب گرم ہے۔ جمہور علمائے ہند کا قیاس ہے کہ آجکل ہندوستان دارالحرب نہیں ہے اسلئے یہاں سود کا لین دین جائز نہیں۔ اور بعض علماء کا خیال ہے کہ ہندوستان دارالحرب ہے اسلئے یہاں سود کا لینا دینا جائز ہے۔ دارالحرب اور دارالاسلام کی تعریف میں اوپر جو دو کتابوں کی عبارتیں نقل کی گئی ہیں ان میں کسقدر تباین ہونے کی وجہ یہی ہے کہ پہلی کتاب فریق اوّل کے مشرب پر ہے اور دوسرا رسالہ دوسرے

Marfat.com

فریق کے خیال کی تائید میں مرتب کیا گیا ہے۔

دارانی ابو سلیمان دارانی اُلو العزم صوفیوں سے ہوئے ہیں۔ ۲۱۵ھ میں فوت ہوئے (کن)

دار البوار ہلاکت کا گھر۔ مراد دوزخ۔ قرآن مجید میں آیا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝ (س۔ ابراہیم ع ۵) یعنے کیا تم نے ان لوگوں (کے حال) پر نظر نہیں کی جنہوں نے اللہ کی نعمت سے بدلے ہیں ناشکری کی اور (آخر کار) اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر (یعنے) جہنم میں لے جا اتارا کہ (وہ سب) اس میں داخل ہوں گے اور وہ (بہت ہی) برا ٹھکانا ہے۔

دار الثواب ثواب کا مقام۔ جزائے خیر ملنے کی جگہ مراد آخرت۔ تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اس سے مراد جنت العدن ہے

دار الحرب تعریف کے لئے دیکھو (دار الاسلام) اور دار الحرب کے احکام (جہاد) کے تحت میں درج ہیں۔

دار السلام سلامتی کا گھر۔ امن چین کا گھر۔ قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ (س۔ انعام ع ۱۵) انکے پروردگار کے ہاں ان کے لئے امن چین کا گھر (یعنے بہشت تیار) ہے۔

دار السلطنت سلطنت کا گھر۔ اس سے وہ شہر مراد ہے جو والی ملک کی تختگاہ ہو۔ جیسے شاہان مغلیہ کا دار السلطنت دہلی تھا۔ اور آجکل برٹش گورنمنٹ کا دار السلطنت لنڈن ہے۔ دار السلطنت پر دار الخلافہ کا اطلاق کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ دار الخلافہ کے معنے ہیں خلافت کا گھر۔ اور یہ خاص خلیفۃ المسلمین کی تختگاہ کو کہا جا سکتا ہے جو مسلمان ہو۔ اور ساتھ ہی خلافت کے منصب پر ہو جیسے کہ خلفائے بنی امیہ کا دار الخلافہ دمشق اور خلفائے بنی عباس کا دار الخلافہ بغداد اور آجکل خلفائے آل عثمان کا دار الخلافہ قسطنطنیہ ہے۔ دار السلطنت جس والی ملک کا تختگاہ ہوتا ہے اسکے لئے یہ حیثیتیں لازم نہیں۔ ممکن ہے کہ وہ والی ملک مسلمان ہی نہ ہو یا مسلمان ہو تو منصب خلافت پر سرفراز نہ ہو۔ مگر مجازاً دار السلطنت کا اطلاق دار الخلافہ پر بھی جائز ہے۔ جیسا کہ خلفائے اربعہ کے بعد کے سلاطین عباسیہ بغداد کو خلیفہ کہتے ہیں۔ حالانکہ حقیقی خلیفہ نہیں مجازی خلیفہ ہیں۔

دار القرار ہمیشہ رہنے کی جگہ۔ دوامی ٹھکانا۔ آخرت مراد ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ (س۔ مومن ع ۴) بھائیو! یہ دنیا کی زندگی (تو) بس (چند روزہ) فائدے ہیں۔ اور آخرت (جو ہے تو) وہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔

دارقطنی ابو الحسن علی بن عمر کو کہتے ہیں جو شافعی تھے علم حدیث میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ اور بہت سے علوم میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ سنن دارقطنی آپ ہی کی تصنیف ہے۔ ۳۸۵ھ میں بغداد میں فوت ہوئے (کن)۔

دارکی ابو القاسم عبد العزیز بن عبد اللہ کو کہتے ہیں اُلو العزم شافعی فقہاء میں سے تھے۔ ابو حامد اسفرائینی نے آپ سے علم حاصل کیا۔ آپ کہتے تھے کہ دارکی سے بڑھ کر میں نے کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ ۳۷۵ھ میں فوت ہوئے (کن)۔

دارمی ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن سمرقندی کو کہتے ہیں۔ سنن دارمی آپ ہی کی تصنیف ہے۔ ۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵۵ھ میں وفات پائی (کن)۔

دراوردی عبد العزیز بن محمد کو کہتے ہیں جو

Marfat.com

علمائے حدیث میں سے ہوئے ہیں۔ ۲۶۱ھ ہجری میں وفات پائی (دکن)۔

دانیالؑ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ ایک پیغمبر کا نام ہے جو خواب کی تعبیر کرنے میں مشہور تھے۔ قرآن مجید اور حدیث شریف میں ان کا کوئی ذکر نہیں آیا۔

کتاب قصص الانبیاء کے صفحہ ۲۳۱ میں لکھا ہے کہ وہ بخت نصر کے عہد میں قید کر لئے گئے۔ اسی اثنا میں بخت نصر کو خواب نظر آیا کہ ایک بڑا بت ہے جس کا سر سونے کا ہے اور ناف سے اوپر کا حصہ چاندی کا۔ نیچے کا حصہ تانبے کا۔ ٹانگیں لوہے کی اور پاؤں مٹی کے۔ اتنے میں آسمان سے ایک پتھر گرا جس نے بت کو پاش پاش کر دیا۔ اور بت کے تمام اجزا اپنے اپنے عناصر سے مل گئے اور پتھر اتنا بڑا ہو گیا کہ تمام زمین اس سے پر ہو گئی۔

بخت نصر اس خواب سے حیران تھا کہ کسی نے مشورہ دیا کہ دانیال اسکی تعبیر بتا سکنگے۔ فوراً انکو قید خانہ سے بلا یا گیا۔ وہ آئے تو نقیب نے آواز دی کہ بادشاہ کے سامنے سجدہ بجا لاؤ۔ دانیال نے سجدہ کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسیکو سجدہ کرنا جائز نہیں۔ دانیال کی یہ عدول حکمی انکے قتل کے لئے کافی تھی۔ مگر بخت نصر کو ان سے تعبیر پوچھنی تھی اسلئے اس نے درگزر کی۔ دانیال علیہ السلام نے خواب کو سنکر تعبیر یوں بتائی کہ بت مختلف قوموں کو ظاہر کرتا ہے۔ سونے سے مراد بخت نصر کی سلطنت ہے۔ چاندی سے مراد وارث سلطنت تانبے سے مراد اہل روم۔ لوہے سے مراد اہل ایران۔ مٹی سے مراد زوال ہے پتھر سے مراد سبب ہے جو بخت نصر کی سلطنت کو خاک میں ملا کر تمام روئے زمین پر پھیل جائیگا۔

داؤد ایک نبی کا نام ہے۔ جو عیسےٰ علیہ السلام سے کئی صدیاں پیشتر گزرے ہیں۔ ان پر آسمانی کتاب زبور نازل ہوئی جس میں صرف ادعیہ درج ہیں۔ کیونکہ داؤد علیہ السلام تشریعی نبی نہیں تھے بلکہ وہ موسوی شریعت کے تابع تھے انکا لقب خلیفۃ اللہ مشہور ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ کا لقب کلیم اللہ اور حضرت عیسےٰ کا لقب روح اللہ ہے چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے یادٗاؤد انا جعلناك خليفة في الارض (س۔ ص۔ ع ۲) اے داؤد ہمنے تمکو زمین میں خلیفہ بنایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد چند روز بنی اسرائیل کی حالت اچھی رہی کہ وہ کنعان میں فتوحات کرتے چلے جاتے تھے۔ مگر ایک وضع پر قائم نہ رہتے تھے۔ قدیمی شرارتیں پھر شروع کیں۔ خدا نے دشمنوں کو ان پر غلبہ دیا اور ان کے مخالف جالوت بادشاہ نے انکو بہت تنگ کیا۔ اس وقت سموئیل پیغمبر تھے۔ بنی اسرائیل نے انکی طرف رجوع کیا۔ باقی قصہ قرآن میں مذکور ہے۔

یہ قصہ سورہ بقرکے رکوع ۳۲ و ۳۳ میں مذکور ہے جسکا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الآية خلاصہ مطلب یہ کہ بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر سے التجا کی کہ ہمارے لئے کوئی بادشاہ انتخاب کر دیجئے تاکہ ہم خدا کی راہ میں جہاد کریں۔ سموئیل علیہ السلام نے خدا کے حکم سے طالوت کو انکا بادشاہ بنا دیا۔

بنی اسرائیل نے طالوت کے زیر حکم اہل فلسطین کے ساتھ جنکا افسر جالوت تھا کئی معرکے کئے۔ مگر اس عرصہ میں طالوت نے کئی باتوں میں پیغمبر کی نافرمانی کی۔ اس لئے انہوں نے خدا کے حکم سے اور یشی بیٹے داؤد کو پسند کر کے فوج میں داخل کیا۔ ادھر فلسطینوں نے جنگ کے ارادہ سے اپنی فوجیں جمع کیں۔ بنی اسرائیل کا حوصلہ متواتر فتوحات سے بڑھ گیا تھا۔ جب ان بہادروں کا فلسطینوں سے

Marfat.com

آمنا سامنا ہوا۔ تو جالوت جو بڑا قد آور تھا اور پیتل کی زرہ پہنے ہوئے اور سر پر پیتل کا بھاری خود رکھے ہوئے تھا۔ سب سے پہلے صفوں میں سے نکل کر اپنا مقابل مانگنے لگا۔ بنی اسرائیل میں سے کسیکو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی داؤد علیہ السلام اسکے مقابلہ کو چلے اور اپنا لٹھ ہاتھ میں لیا اور پانچ پتھر چکنے چکنے اپنے واسطے چن لئے اور جھولے میں ڈالے اور فلاخن لے کر اسکی طرف بڑھے۔ جالوت نے داؤد علیہ السلام کو حقیر جان کر کہا۔ کیا میں کتا ہوں جو تو لٹھ لے کر مجھ پر آیا ہے۔ داؤد علیہ السلام نے کہا۔ تو تلوار۔ ڈھال۔ برچھا لیکر میرے پاس آیا ہے میں رب الافواج کے نام سے تیری طرف آیا ہوں۔ جالوت نے حملہ کیا۔ داؤد نے پھرتی کر کے ایک پتھر فلاخن میں دھر کر جالوت کے ماتھے پر ایسا مارا کہ وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا اور اسی کی تلوار سے اسکا سر کاٹ لیا۔ یہ حال دیکھکر فلسطی بھاگ گئے اور ہزاروں مارے گئے۔ داؤد علیہ السلام کی دھوم مچگئی۔ طالوت نے اپنی بیٹی میکل کا ان سے بیاہ کر دیا۔ آخر طالوت اور اسکے بیٹے ایک عرصہ کے بعد فلسطیوں کی لڑائی میں مارے گئے اور بنی اسرائیل کی تمام سلطنت داؤد علیہ السلام کو ملی۔ (الف)۔

سورہ انبیاء کے رکوع ۶ میں ارشاد ہے وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ۝ یعنی اور داؤد و سلیمان (کا واقعہ بھی لوگوں کو یاد دلاؤ) جبکہ دونوں کھیتی کے بارہ میں جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں (رات کے وقت) جا پڑی تھیں فیصلہ کرنے لگے اور ہم ان کے فیصلہ کو دیکھ رہے تھے۔

قصہ یہ تھا کہ بکریوں کا ریوڑ رات کے وقت کسیکے کھیت میں جا پڑا۔ کچھ کھایا۔ کچھ روندا۔ کھیت والے نے ان لوگوں پر جنکی بکریاں تھیں داؤد علیہ السلام کی عدالت میں دعوٰے کیا۔ انہوں نے تحقیق کیا تو جتنے کی بکریاں تھیں اتنے ہی کا کھیت کا نقصان ہوا تھا چنانچہ انہوں نے بکریاں کھیت والے کو دلوادیں۔ اہل مقدمہ عدالت سے جانے لگے تو رستے میں ملگئے حضرت سلیمان۔ ان کو معلوم ہوا تو سمجھے کہ والد صاحب سے غلطی ہوئی۔ یہ حکم دینا چاہئے تھا کہ جب تک کھیتی درست نہ ہو اور اپنی اصلی حالت میں نہ آئے۔ اس مدت تک بکریوں کا مالک کھیت والے کی خدمت کرے۔ یعنی اسکی کھیتی کے کام میں لگا رہے اور اس وقت تک بکریوں کا دودھ اور بکریوں کی اون کھیت والا لیتا رہے۔ اسکے بعد بکری والے کو بکریاں واپس۔ یہ واقعہ اس حیثیت سے یادگار ہے کہ بیٹے نے باپ کی غلطی پکڑی۔ اور باپ نے بتقاضائے انصاف اپنی غلطی کو تسلیم کر لیا۔

داؤد

داؤد بن ابی عاصم بن عروہ ثقفی۔ ثقہ محدثین میں سے ہوئے ہیں۔ (کن)۔

دائمی عذاب

اہل سنت وجماعت کے نزدیک دائمی عذاب صرف کافروں کے لئے ہے اور مسلمان خواہ کتنے ہی گنہگار ہوں اپنی اپنی سزا بھگت کر آخر بہشت میں جائیں گے۔ اور معتزلہ کے نزدیک ایسے لوگ بھی ہمیشہ دوزخ میں رہینگے جو کبائر کے مرتکب ہوئے ہیں اور توبہ کئے بغیر مر گئے ہوں۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۴) اور جو لوگ نافرمانی کرینگے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے وہی دوزخی ہوں گے۔ (اور) وہ ہمیشہ (ہمیشہ) دوزخ ہی میں رہینگے۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ تا فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝ (س۔ ہود۔ ع ۹) تو جو بدبخت ہیں وہ دوزخ میں ہوں گے (اور وہاں) انکو چلانا اور دھاڑنا (لگا) ہوگا (اور) جب تک آسمان وزمین (قائم) ہیں ہمیشہ (ہمیشہ) اسی میں رہیں گے۔ مگر (اے پیغمبر) جسکو تمہارا پروردگار (نجات دینا)

Marfat.com

چاہے۔ بے شک تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔
اس آیت کی تفسیر میں صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں کہ اس سے بعض علمائے اسلام نے یہ بات سمجھی ہے کہ کفار ایک مدت تک سزا پاکر دوزخ سے نکالے جائینگے کیونکہ جرم متناہی کی غیر متناہی سزا انصاف سے بعید ہے مگر جمہور ہمیشگی کے قائل ہیں۔ اور اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ وہاں کے آسمان و زمین بھی ہمیشہ رہینگے اور جرم کفر متناہی نہیں۔ اور نیز اگر کافر غیر متناہی عمر بھی پاتے تو کفر نہ چھوڑتے۔

دباغت چمڑے کی اصلاح۔ چمڑے کو رنگنا۔ شرع کے حکم سے چمڑا دباغت دینے سے پاک ہوجاتا ہے۔ عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِذَا دُبِغَ الْاِھَابُ فَقَدْ طَھُرَ یعنے جب چمڑا دباغت دیا جائے تو پاک ہوجاتا ہے (مش) خنزیر کے سوا تمام جانور خواہ حلال ہوں یا حرام ہوں یا ذبح کیے بغیر مرے ہوں انکا چمڑا دباغت سے پاک ہوجاتا ہے حتیٰ کہ کتے کی کھال بھی پاک ہوسکتی ہے۔ اور صاحب ہدایہ نے اسکی دلیل یہ لکھی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کھال دباغت کیجائے سو پاک ہوجائے گی اور اس میں کتا بھی شامل ہے۔ اور سؤر کی کھال اسواسطے پاک نہیں ہوتی کہ وہ نجس عین ہے بخلاف کتے کے۔ کیونکہ اس سے شکار کیا جاتا ہے اور نگہبانی کرائی جاتی ہے۔ مگر امام شافعیؒ کے نزدیک کتے کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی۔ (نور)

دجّال حق و باطل کو ملانے والا۔ ہر مذہب میں فتنہ ڈالنے والا (ص۔ ش) ہیں اس سے مراد وہ مکار و کذاب شخص ہے جو نبوت یا الوہیت کا دعویٰ کرے اور لوگوں کو اپنے پیرو بناکر گمراہ کرنے کی کوشش کرے۔
حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت آنے سے پہلے پہلے کئی دجال پیدا ہوں گے یعنے وہ لوگ جو نبوت کا دعوے کرینگے۔ چنانچہ ایسے کئی دجال وقتاً فوقتاً پیدا ہوچکے ہیں اللہ نے ان کو تباہ کر دیا اور آئندہ جو پیدا ہوں گے انکو بھی خدا تباہ کریگا۔ سب سے بڑا دجال جسکا نام مسیح الدجال ہے اس زمرہ سے خارج ہے۔ وہ نبوت کا نہیں بلکہ خدائی کا دعوے کرے گا۔ اور اسکا پیدا ہونا قیامت کی آخری اور سب سے بڑی نشانیوں میں سے ہے۔ دیکھو (مسیح الدجال)
حدیث شریف میں آیا ہے کہ آخری زمانہ میں دجال وکذاب لوگ پیدا ہوں گے۔ جو تمکو ایسی احادیث سنائینگے جو تمنے پہلے نہ سنی ہوں گی۔ تمکو دین کی طرف بلائیں گے اور یہ انکی جھوٹی باتیں ہوں گی اور جھوٹی سوٹی باتیں بنائینگے اور باطل احکام اور فاسد اعتقادات بنا گھڑے کرینگے۔ پس ان سے بچو (مح)
ایک حدیث میں ایسے جھوٹے دجالوں کی تعداد تیس تک بتائی گئی ہے۔

دخان لغوی معنے دھواں۔ قرآن مجید کی ایک سوۃ کا نام ہے جو اس طرح شروع ہوتی ہے۔ حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ حٰم (یہ کتاب جو (احکام الٰہی صاف اور واضح طور پر) بتا رہی ہے (یعنی قرآن مجید) اسی کی قسم ہے کہ ہمنے (شب قدر کی) مبارک رات میں اس کو (پہلے پہل) اُتارا۔
دخان قرب قیامت کی علامات میں سے ایک علامت بھی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝ جب کہ آسمان سے ایک بڑا بھاری دخان کا طوفان اُٹھیگا۔

دختر کشی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پیشتر عرب میں جہاں اور ہزاروں مکروہ و مذموم رسمیں جاری تھیں۔ ایک یہ بیرحمانہ رسم بھی عام تھی کہ بیٹی کو عار کی وجہ سے یا اسکی پرورش کے بارے بچنے کے لئے پیدا ہوتے ہی زمین میں دفن کر دیتے تھے۔

Marfat.com

اسلام نے دوسری ناپاک رسموں کے ساتھ اس ظالمانہ دستور کا بھی قلع قمع کیا۔ چنانچہ اس ممانعت کے لئے سورۃ انعام کے رکوع ۱۹ میں دو آیات نازل ہوئی ہیں۔ اور ایک آیت سورۃ بنی اسرائیل کے رکوع ۴ میں آئی ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا۔ یعنی اور (لوگو) افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ انکو اور تمکو ہم ہی روزی دیتے ہیں اولاد کا جان سے مارنا بڑا بھاری گناہ ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ خدا کے نزدیک کونسا گناہ سب سے بڑا ہے۔ فرمایا تیرا خدا کے لئے کسیکو شریک ٹھیرانا۔ حالانکہ اسی نے تجھکو پیدا کیا۔ عرض کیا پھر کونسا گناہ۔ فرمایا تیرا اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر ڈالنا کہ بڑے ہوکر تیرے ساتھ کھائیں گے (صح)۔

درّاج عبدالرحمٰن سہمی کو کہتے ہیں جو فن حدیث میں بہت مہارت رکھتے تھے ۱۲۶ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)

درگاہ فارسی لفظ ہے۔ مراد شاہی کچہری۔ دربار شاہی ہندوستان میں یہ لفظ تعظیماً اولیاء و شہداء کے مقبروں پر بولا جاتا ہے۔

درّمختار فقہ حنفی میں معتبر فتاوے ہے جو تنویر الابصار کی شرح ہے۔ مصنفہ محمد علاء الدین حصکفی حنفی امام جامع مسجد بنی امیہ و مفتی دمشق۔ یہ فتاوی ۱۰۷۱ھ میں تصنیف ہوا۔ اسکی شرح حواشی میں رد المحتار المعروف بہ شامی نہایت معتبر اور مستند شرح ہے۔ اور ہندوستان میں بزبان اردو بھی غایۃ الاوطار کے نام سے نہایت عمدہ اسکا ترجمہ مع اضافہ تیار ہوا ہے۔ اور وہ عام طور پر رائج ہے۔ فقہ حنفی کے مسائل کا کافی ذخیرہ اس کتاب میں موجود ہے۔ اور مسائل بھی مستند ہیں۔ علامہ شامی نے

اسکے حاشیہ میں جو ایک ضخیم کتاب رد المختار لکھی ہے اس میں تمام جزئیات پر پورے طور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

درمیانی حالت روح کی اس حالت کا نام ہے جو قیامت اور موت کے مابین ہوتی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو (برزخ)۔

درود شریف درود فارسی لفظ ہے اور اسکے لئے عربی کا لفظ صلوٰۃ ہے جسکے معنے رحمت ہیں۔ درود شریف سے مراد وہ رحمت کی دعا ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی جاتی ہے جو دعا کسی دینی یا دنیوی حاجت کے لئے کی جاتی ہے۔ اسکے اول آخر درود پڑھنا ضروری ہے ورنہ وہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ عمر بھر میں کم از کم ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے۔ اور اس سے زیادہ پڑھنا بڑے ثواب کا موجب ہے۔ نماز کے آخری تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے درود شریف کے عام الفاظ یہ ہیں:۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلِّمْ الٰہی ہمارے سردار حضرت محمدؐ پر اور ان کی آل پر درود و سلام بھیج۔

اسکے علاوہ سینکڑوں مختلف اسلوبوں میں درود پڑھے جاتے ہیں۔ جن میں سے کسی میں درود کی کثرت تعداد کی طرف اور کسی میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مبارکہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ مگر مطلب مشترک سب کا یہی آنحضرتؐ کی ذات مبارک کے لئے طلب رحمت ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں حکم ہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰۗىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَي النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ یعنی اللہ اور فرشتے اسکے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے مومنو! تم (بھی) ان پر درود و سلام بھیجو۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مجھ پر ایک درود بھیجے اللہ اس پر

Marfat.com

دس درود بھیجتا ہے۔

انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مجھ پر ایک درود بھیجے اللہ اس پر دس درود بھیجتا ہے اور اُسکے دس گناہ معاف کئے جاتے ہیں اور اُسکے دس درجے بڑھائے جاتے ہیں (مش)۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے روز سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجے (مش)۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہلاک و ذلیل ہو وہ شخص جسکے پاس میرا نام لیا جائے پس وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ اور ہلاک و ذلیل ہوا وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ کو دونوں میں سے ایک کو بڑھاپے میں اپنے پاس پایا پس وہ جنت میں اسکو داخل نہ کرسکے (مش)۔

فرقہ شیعہ کا درود صرف اتنا ہے اللھم صل علی محمد وآل محمد۔ ان کے نزدیک آل پر علی داخل کرنا اور یوں کہنا وعلی آل محمد حرام ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں اور آپ کی آل میں علے کے ساتھ فاصلہ ڈالنا حدیث میں ممنوع ہے اہل سنت کے نزدیک ایسی حدیثیں موضوع اور خود ساختہ ہیں۔

علماء نے لکھا ہے کہ صلوۃ کی نسبت جب اللہ تعالے کی طرف ہو تو اس سے مراد رحمت ہوتی ہے فرشتوں کی طرف ہو تو استغفار اور مومنوں کی طرف ہو تو اس سے مراد دعا ہوتی ہے۔

دروز ایک فرقہ کا نام ہے جسکے پیرو لبنان کے اضلاع اور دمشق کی نواح میں پائے جاتے ہیں اس فرقہ کا بانی الحاکم نام مصر کے فاطمی خاندان کا ایک متعصب خلیفہ تھا جو پہلے مسلمان تھا گیارھویں صدی کے آغاز میں اس نے اس فرقہ کی بنیاد رکھی جو عقائد و اعمال کے لحاظ سے اسلام سے کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ دو ایرانی حمزہ اور درازی نام اسکے مشیر خاص تھے۔ آخرالذکر کے نام پر اس فرقہ کا نام مشہور ہوا۔

اس فرقہ کے عقائد یہ ہیں کہ خدا ایک ہے۔ اسکی ذات وصفات کے متعلق بحث کرنا انسان کا منصب نہیں ہے۔ خدا کبھی کبھی انسان کی شکل میں آتا ہے۔ اسی طرح کئی مرتبہ آیا ہے۔ اور سب سے آخری مرتبہ پانچویں صدی کے آغاز میں حکم امراللہ کی صورت میں نمودار ہوا۔ اور ۴۱۱ھ میں غائب ہوگیا۔ اُسکے غائب ہونے کی غرض یہ ہے کہ بندوں کے ایمان کی آزمائش کرے اور ریاکاروں کو مرتد ہونے کا موقع دے۔ اور اسی طرح خدا پھر انسان کی صورت میں نمودار ہوگا اور تمام روئے زمین کو فتح کریگا۔ یہ اسماعیلی ہیں اور نیم مسلمان و نیم نصرانی ہیں۔

درویش فارسی لفظ ہے جسکے معنے ہیں مذہبی فقیر یہ لفظ در بمعنے دروازہ سے بنا ہے۔ اور اسکے معنے ہیں در بدر پھرنے والا۔ مفصل بیان کیلئے دیکھو (فقیر)۔ صوفیوں کی اصطلاح میں درویش صوفی کامل کو کہتے ہیں۔

دِرّہ دال کا کسرہ صحیح ہے۔ دال کے ضمہ سے غلط مشہور ہے۔ ایک قسم کا کوڑا ہوتا ہے جو چمڑے سے گوندھ کر یا سیدھے تسمے سے بنایا جاتا ہے۔ دِرّہ اسلامی حکومت کے ابتدائی زمانے میں لوگوں کی اخلاقی و دینی غفلت دور کرنے کے لئے سزا کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی تو ہر وقت اسکو ہاتھ میں رکھتے تھے اور غافلوں۔ بے نمازوں بے دینوں کی درستی کرتے رہتے تھے۔

دِرّہ اسلام میں نماز کو ترک کرنے والے یا کسی ایسے گناہ کا ارتکاب کرنیوالے کی سزا میں استعمال کیا جاتا تھا

Marfat.com

جس کو شرعاً حد لگانی لازم ہو۔ مثلاً زنا، شراب خواری یا کسیکو زنا کی جھوٹی تہمت لگانا۔ قرآن مجید میں اسکے لئے جَلْدَۃ کا لفظ سورۂ نور میں یوں آیا ہے۔ اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْہُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ ۔ یعنی عورت اور مرد زنا کریں تو ان میں سے ہر ایک کے سو درّے مارو۔ ل

فقہ کی کتابوں میں درّہ کے لئے سوط کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن درّہ کا لفظ عام ہے جو مسلمانوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

درّۂ بیضاء (ل) چمکدار موتی سفید مروارید (ص۔و) میں عقل اول کو کہتے ہیں۔ (اصطلاحات فتوحات مکیہ)

درہم لفظی سکہ کا نام ہے جسکو عربی میں درہم کہتے ہیں پہلے اسکی شکل کھجور کی گٹھلی کی سی ہوتی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسکو گول شکل میں بنایا گیا۔ عبد اللہ ابن زبیر کے زمانہ میں اسپر اللہ کا نام اور برکت کا لفظ منقش کیا گیا۔ حجاج ابن یوسف نے اسپر سورۂ اخلاص منقش کرائی۔ اکثر کا قول ہے کہ حجاج نے اسپر اپنا نام بھی ثبت کرایا۔

درہم کے وزن کے بارہ میں کئی روایتیں آئی ہیں بعض کا قول ہے کہ درہم ۱۰ یا ۹ یا ۶ یا ۵ مثقال کے برابر ہوتے تھے۔ بعض ۲۰۔۱۲۔۱۰ قیراط کے بتاتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام دراہم کو جمع کرکے ۱۴ قیراط کا درہم رائج کیا۔ قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ وَشَرَوْہُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاھِمَ مَعْدُوْدَۃٍ ۔ (س۔ یوسف ع ۱) یعنے قافلہ والوں نے کم داموں یعنے چند درہم کے عوض میں اسکو خرید لیا۔" قرآن مجید میں بس اسی ایک جگہ اسکا ذکر آیا ہے۔

دستار بندی ہندوستان اور وسط ایشیا میں علماء کے طبقوں میں رواج ہے۔ کہ جب کوئی طالب علم علوم دینیہ سے فارغ التحصیل ہوتا ہے تو اسکو علماء و معززین کی ایک خاص مجلس میں فضیلت کی دستار پہنائی جاتی ہے۔ جسکے ذریعہ سے وہ باقاعدہ طور پر طبقہ علماء میں داخل ہوجاتا ہے۔ اور علم کو ترقی دینے۔ فتوے لکھنے اور مسائل شرعیہ کے مطابق احکام سنانے کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ یہ رسم ایک طرح کی بدعت حسنہ ہے۔ قرآن و حدیث اور صحابہ میں اسکا کوئی ثبوت نہیں اور نہ صدر اسلام میں کوئی اسکی نظیر پائی جاتی ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ اس طرز عمل میں بہت سی شرعی و علمی مصلحتیں مرکوز ہیں جنکو ملحوظ رکھکر علمائے متاخرین نے یہ رسم نکالی ہے۔

دعاء (ل) بلانا (ص۔ش) میں وہ کلمات جنکے ذریعہ سے بندہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں عرض معروض کرتا ہے۔ شریعت پاک نے دعا کی خاص طور پر تعلیم دی ہے۔ اور اسکے ذریعہ سے دینی و دنیوی مطالب حاصل ہونے کی امید دلائی ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے سورۂ بقر کے رکوع ۲۳ میں حکم ہے وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ تا لَعَلَّہُمْ یَرْشُدُوْنَ یعنی اور (اے پیغمبر) جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارہ میں دریافت کریں تو (انکو سمجھا دو کہ) ہم (ان کے) پاس ہیں۔ جب کوئی ہم سے دعا کرے تو ہم (ہر ایک) دعا کرنے والے کی دعا کو (سنتے اور مناسب ہوتا ہے تو) قبول (بھی) کرلیتے ہیں تو انکو چاہئے کہ ہمارا حکم (بھی) مانیں اور ہم پر ایمان لائیں تاکہ وہ سیدھے رستے لگ لیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ یعنے دعا عبادت کا مغز ہے۔"

جس دعا کی قبولیت کی امید ہوسکتی ہے اسکی شرط یہ ہے کہ آدمی گناہوں سے پاک ہو۔ اسلئے دعا سے پہلے کافی طور پر توبہ و استغفار لازم ہے تاکہ گناہوں کی کثافت جو مانع قبولیت ہوتی ہے دور ہوجائے۔ دعا سے

Marfat.com

پہلے اور اسکے بعد درود شریف پڑھنا لازم ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں اسکی تاکید آئی ہے جس دعا کے آگے پیچھے درود شریف نہ ہو وہ بارگاہ الٰہی تک درجۂ سماعت نہیں پاتی۔ بلکہ زمین و آسمان کے درمیان ہی ٹپکتی رہتی ہے۔ کسی خاص دینی یا دنیوی مہم کے موقع پر آدمی جس زبان میں چاہے دعا مانگ سکتا ہے۔ مگر عربی زبان میں دعا مانگنا خاص برکت کا باعث ہے۔ اور وہ دعائیں جو جزو عبادت ہیں لازمی طور پر عربی میں ہونی چاہئیں۔ مثلاً دعائے تشہد۔ دعائے قنوت دعائے استخارہ۔ دعائے اذان وغیرہ۔

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ دینی و دنیوی حالات کی نماز کے بعد جو دعائیں مانگی جائیں وہ ہمیشہ نئے اور تازہ الفاظ میں ہونی چاہئیں۔ اگر ایک ہی قسم کے الفاظ ہمیشہ کے لئے مقرر کر لئے تو حفظ ہونے کے بالکل بلا ارادہ و نیت زبان پر جاری ہو جایا کرینگے جس سے دعائیں دل کی حضوری میسر نہ ہوگی۔ اور یہ امر مانع اجابت ہے"۔

بعض نو تعلیم یافتہ مسلمان نوجوان جنکے دماغ فلسفۂ جدید سے پریشان ہو چکے ہیں۔ وہ دعا کے فائدہ سے منکر ہیں۔ ان کے نزدیک دعا کچھ اثر نہیں کر سکتی دعا کا ثبوت ذیل کی حدیثوں سے ملتا ہے۔

(۱) معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی سا مسلمان بھی خدا کو یاد کرتے کرتے بحالت طہارت سو جائے۔ تو پھر رات کو جاگ اُٹھے اور خدا سے دنیاوی و اخروی بھلائی مانگے تو خدا اُسے وہ بھلائی ضرور عطا فرماتا ہے (ابو)

(۲) ابو امامہ کہتے ہیں کہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ کونسی دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ فرمایا جو آخر شب میں (صبح کے قریب) اور فرض نماز دل سے فارغ ہونیکے بعد کیجاتی ہے۔ (تر)۔

(۳) انس رض کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذان اور تکبیر کے بیچ میں جو دعا کیجاتی ہے وہ رد نہیں کیجاتی کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اس وقت کیا کہیں۔ فرمایا دنیاوی و اخروی عافیت مانگو (تر۔ ابو)۔

(۴) ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ سب سے زیادہ قریب اپنے پروردگار سے سجدے کی حالت میں ہوتا ہے تو (اس حالت میں) بہت دعا کیا کرو (مس)

(۵) ابن عباس رض کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہتھیلیوں کو منہ کے سامنے رکھکر خدا سے (دعا) مانگو۔ ہتھیلیوں کی پشت منہ کے سامنے رکھکر نہ مانگو پھر جب (دعا سے) فارغ ہو جاؤ تو ہاتھوں کو مونھوں پر ملو۔ (ابو)۔

(۶) انس رض کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا میں یہاں تک ہاتھ اُٹھائے کہ میں نے آپ کی دونوں بغلوں کی سفیدی اچھی طرح دیکھ لی (بخ)

(۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا سے دعا مانگو حالانکہ تم کو (دعا کی) قبولیت کا یقین ہو اور جانے رہو کہ خدا تعالے اس دعا کو قبول نہیں کرتا جو غافل اور بے پرواہ دل سے نکلتی ہے۔ (تر)۔

(۸) عبید کے بیٹے فضیلہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں دعا مانگتے ہوئے سنا جس نے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں پڑھا تھا۔ فرمایا اس شخص نے بہت جلدی کی پھر آپ نے اسکو بلا کر فرمایا کہ تم میں کا جب کوئی (آدمی) نماز پڑھے (اور دعا کا ارادہ کرے) تو پہلے خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر اسکے بعد جو چاہے دعا مانگے

Marfat.com

(۹) حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا آسمان وزمین کے درمیان ٹھیرا دیجاتی ہے (اور) جب تک مجھ پر درود نہ پڑھا جاتے اوپر نہیں چڑھتی (یعنی قبول نہیں ہوتی) تم مجھے سوار کے پیالے کی طرح بیکار نہ چھوڑ دو۔ دعا سے پہلے اور دعا کے بیچ میں اور دعا کے آخر میں مجھ پر درود پڑھ لیا کرو۔ (ترمذی)۔

ابی ابن کعب کہتے ہیں کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی کے لئے دعا کرتے تو اپنے نفس سے شروع کرتے تھے۔ (یعنے پہلے اپنے لئے دعا کرتے تھے پھر اسکے لئے) (تر)۔

(۱۰) ابو زہیر نمیری کہتے ہیں کہ ہم (چند صحابی) ایک رات جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلے اور ہمارا گذر ایک ایسے شخص پر ہوا جو دعا میں سخت اصرار کر رہا تھا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اسکی دعا سنتے ہی کھڑے ہوگئے اور لگے فرمانے کہ یہ شخص اپنا کام کر چکا اگر (دعا پر) مہر لگادی۔ کسی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (دعا پر) کس چیز کی مہر لگائی جاتی ہے۔ فرمایا آمین کی (یہ کہکر) پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم (وہاں سے) پھرے۔ اور کسی نے اس شخص سے کہا کہ اے شخص تو (اپنی دعا کو) آمین پر ختم کر اور خوش ہو (کہ تیری دعا قبول ہوئی)۔ (ابو)۔

(۱۱) ابو موسےٰ کہتے ہیں کہ ہم (صحابی) ایک سفر میں تھے۔ لوگوں نے پکار پکار کر اللہ اکبر کہنا شروع کیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) نرمی و آہستگی اختیار کرو۔ تم کسی بہرے اور آنکھوں سے اوجھل کو تو پکارتے نہیں۔ تم تو اس سننے دیکھنے کو پکارتے ہو جو (ہر وقت اور ہر جگہ) تمہارے ساتھ ہے اور (نیز) اسکو پکارتے ہو جو تم سے تمہاری اونٹنی کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے۔ (اخرجہ الخمسہ)۔

(۱۲) ام المومنین حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم دعاؤں میں سے جامع دعاؤں کو پسند کر کے اختیار فرماتے اور انکے علاوہ کو ترک کر دیتے تھے۔ (ابو)

(۱۳) ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند تھی کہ (جب دعا کرے تو) تین دفعہ دعا کرتے اور تین ہی دفعہ استغفار پڑھتے (ابو)۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جو خاص موقعوں کے متعلق دعائیں منقول ہوئی ہیں ان کو ان کی جگہوں میں بیان کیا گیا ہے۔

دعائے قنوت

وتر میں پڑھنے کی دعا کا نام ہے۔ اور وہ یہ ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَیْكَ وَنُثْنِیْ عَلَیْكَ الْخَیْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ یَّفْجُرُكَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْكَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰی عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ۔ الٰہی ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ سے بخشش چاہتے ہیں اور بھروسا کرتے ہیں تجھ پر اور تیری بھلی تعریف کرتے ہیں اور تیرا شکر کرتے ہیں اور تیرا انکار نہیں کرتے اور رد کرتے اور چھوڑتے ہیں اسکو جو نافرمانی کرے تیری۔ الٰہی تیری ہی ہم بندگی کرتے ہیں اور تیری ہی نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف ہم چلتے اور خدمت کو حاضر ہوتے ہیں اور امیدوار ہیں تیری رحمت کے اور ڈرتے ہیں تیرے عذاب سے بے شک تیرا عذاب منکروں کو ملنے والا ہے۔

---

۵ اللہ اللہ۔ کیا شان عبودیت ہے کہ ہمہ وقت خدا کے فضل کی لو لگائے رہتے تھے۔ کسیکے مطلب کی تقریب ہاتھ آئی اور اپنی حاجت لے دوڑے۔ "اول خویش بعدہٗ درویش"۔

Marfat.com

حنفیوں کے نزدیک صرف وتر میں ہی دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے اور شافعیوں کے نزدیک صبح کے فرضوں میں بھی اسکا پڑھنا ضروری ہے۔

دعائے ماثورہ

لفظی معنے تحریر شدہ دعا۔ روایت میں آئی ہوئی دعا۔ اس سے مراد وہ دعا ہے جو قرآن مجید میں آئی ہو۔ یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو۔ جو دعا اپنے الفاظ میں ادا کی جائے اسکے مقابلہ میں دعائے ماثورہ کی برکت اور امید قبولیت زیادہ ہوتی ہے۔

دفن میت

(۱) عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرجائے تو اسے روک نہ رکھو بلکہ جلدی قبر کیطرف لیجاؤ۔ اور (دفن کرنے کے بعد) اسکے سر کی جانب سورہ بقرہ کی پہلی آیتیں اور پاؤں کی جانب اسکی آخر کی آیتیں پڑھنی چاہئیں (مش)

(۲) عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب میت کو قبر میں رکھتے تو یہ کہتے بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ خدا کے نام سے اور اسکی مدد سے اور رسول اللہ کے دین پر اسے (قبر میں رکھتا ہوں) (مش)۔ میت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے۔

جب میت کو قبر میں دفن کیا جائے تو دوسرے میت کے لئے اس قبر کو کھودنا بالاتفاق ناجائز ہے مگر اسقدر زمانہ گذر جائے کہ جس میں گل کر خاک ہوجائے تو اسوقت کھودنا جائز ہے۔

اور عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے کہ میت کے دفن کرنے کے ایک برس بعد گاؤں والے کھیتی کریں تو جائز ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک میت کا سر قبر کے پاؤں کی طرف رکھکر کھینچتے ہوئے قبر میں رکھیں۔ مگر مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں جنازہ کو قبر کے کنارہ پر جو قبلہ رخ ہے رکھا جائے اور پھر میت کو قبر میں برابر اُتارا جائے (رحمۃ)۔

میت کے دفن کرنے کی ترکیب پہلے پہل کوے نے قابیل کو سکھائی تھی جب وہ اپنے بھائی ہابیل کو قتل کرکے اسکی لاش اٹھائے پھرتا تھا۔ اسکا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے۔ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ تا فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ؕ پھر اللہ نے کوا بھیجا جو زمین کریدنے لگا تاکہ اسے دکھادے کہ اپنے بھائی کی لاش کیونکر چھپانی چاہئے۔ وہ بولا کہ ہائے شامت کیا میں اس کوے کے برابر بھی نہ ہوسکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپاتا۔ پھر تو وہ پچھتانے لگا۔

حدیث میں ہے کہ جب میت کو دفن کرکے چلتے ہیں تو وہ انکی جوتیوں کی آہٹ کو سنتا ہے۔ سب سے پہلے میت مدفون کے سامنے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک ظاہر کی جاتی ہے۔ اور اس سے سوال ہوتا ہے کہ اس شخص کے حق میں تو کیا کہا کرتا تھا۔ اگر میت شقی ہے تو کہتا ہے ھَاھَا لَا اَدْرِیْ۔ افسوس! میں تو اسے نہیں جانتا ہوں۔ پھر وہ عذاب میں گرفتار ہوجاتا ہے۔ اور اگر مومن ہے تو آپ کی رسالت کی تصدیق کرتا ہے پھر وہ نعیم جنت کو دیکھتا ہے۔

دکھاوا اور شہرت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی تا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۳۶) مسلمانو! اپنی خیرات کو احسان جتانے اور (سائل کو) ایذا دینے سے اس شخص کی طرح اکارت مت کرو جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کیلئے خرچ کرتا اور اللہ اور روز آخرت کا یقین نہیں رکھتا۔ تو اس کی (خیرات کی) مثال چٹان کی سی ہے کہ اس پر (کچھ تھوڑی سی) مٹی (پڑی) ہے پھر اس پر بڑے زور کا مینہ برسا۔ اور اسکو سپاٹ کر کے بہا لے گیا۔ (اسیطرح قیامت میں) ریاکاروں کو اس (خیرات) میں سے جو انہوں نے

Marfat.com

کی بھی کچھ بھی ہاتھ نہیں لگیگا اور اللہ ان لوگوں کو جو (نعمت کی) ناشکری کرتے ہیں ہدایت نہیں دیا کرتا۔

(۱) ابو فضالہ کے بیٹے ابو سعد جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جب خدائے تعالے قیامت کے روز جسکے برپا ہونے میں کسی طرح کا بھی شک و شبہ نہیں لوگوں کو جمع کریگا تو ایک پکارنیوالا چاروں طرف پکارے گا کہ جو شخص (دنیا میں) اپنے اس عمل میں جو خدا کے لئے کیا تھا کسی اور کو شریک کرتا (یعنی ریا کرتا تھا) اُسے چاہیئے کہ اپنے اس فعل کا ثواب بھی خدا کے علاوہ کسی اور سے مانگے۔ کیونکہ خدا (بہ لحاظ شرکت) تمام شرکا سے غنی تر اور بے نیاز ہے (مش)۔

(۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پچھلے زمانے میں بہت لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو دنیا کو دینی عملوں سے طلب کرینگے۔ اور اس نے لوگوں کو دہوکے میں ڈالیں گے۔ اظہار نرمی اور تواضع کے لئے بکریوں کی کھالیں پہنیں گے۔ ان کی باتیں شکر سے شیریں ہوں گی اور دل بھیڑیوں جیسے (انہی لوگوں کے بارے میں) خدا فرماتا ہے۔ کیا یہ لوگ میری مہلت دینے سے مغرور ہو گئے ہیں (نہیں) بلکہ مجھ پر جرأت کرتے ہیں تو مجھے اپنی قسم ہے کہ میں ان لوگوں کے لئے انہی میں سے ایک فتنہ ایسا کھڑا کردونگا جو بُردبار سے بُردبار کو بھی حیران و مبہوت بنا دیگا (تر)

دلال اصل میں اسکے معنے ناز و کرشمہ کے ہیں (ص ۔ما) میں اس قلق و اضطراب کو کہتے ہیں جو جلوہ محبوب میں غایت عشق و ذوق باطنی سے سالک کو ہوتا ہے۔ (ک)۔

دُلدُل ایک سفید رنگ کے خچر کا نام ہے جو شاہ مقوقس والی مصر نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ اور پھر آنحضرت نے حضرت علیؓ کو عطا فرمایا تھا (دیکھو ذوالجناح)

دلیل وہ بات جو کسی دعوے کے ثبوت میں پیش کی جائے۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔ دلیل عقلی اور دلیل نقلی۔ پہلی دلیل سے مراد وہ بات ہے جو مسلمات عقلیہ کی بنا پر پیش کی جائے۔ مثلاً دعوے ہے کہ اللہ ایک ہے۔ اور اسکی دلیل یہ ہے کہ ایک سے زیادہ بادشاہ ایک ملک میں بادشاہی نہیں کرسکتے۔ پس ایک سے زیادہ خدا بھی ملک وجود میں خدائی نہیں کرسکتے۔

دوسری دلیل سے مراد وہ بات ہے جو اپنے دعوے کے ثبوت میں کسی ایسی کتاب کی عبارت یا کسی بزرگ کے قول یا فعل سے نقل کیا جائے جو مخاطب کے نزدیک مسلم و مقبول ہو۔ مثلاً دعوے ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنی چاہیئے اور اسکی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۔ یعنے جب قرآن پڑھا جائے تو اسکو سنو اور خاموش رہو شاید کہ تم پر رحم کیا جائے۔

دِمشق نہایت قدیم شہر ہے جیسا کہ بائبل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں بھی یہ شہر موجود تھا۔ بنی اسرائیل کے زمانہ میں مصر کے بعض ملوک خاندان بطلی بھی اسپر قابض رہے۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمانؑ کے عہد میں اسپر کچھ عرصہ یہود کی حکومت بھی رہی ہے۔ ۱۴ھ مطابق ۶۳۵ء میں مسلمانوں نے خلافت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانے میں خالد بن ولید کی ماتحتی میں اسے فتح کیا۔ اور معاویہ بن ابو سفیان کے زمانہ میں بھی یہی پایہ تخت قرار پایا۔ اور آخر عہد بنی امیہ اور ابتدائے دولت عباسیہ تک اسی مقام میں رہا۔ ۱۴۰۱ء میں تیمور نے اسے غارت کیا اور یہاں کے مشہور صناعان قالین کو ماوراءالنہر میں لیجا کر آباد کر دیا۔ جسکے باعث یہاں سے یہ صنعت معدوم ہوگئی۔ ۱۵۱۶ء میں سلطان سلیم اول نے دمشق کو تسخیر کرلیا

Marfat.com

اور سوائے تھوڑی ہی مدت کے جبکہ ابراہیم پاشا بن محمد علی پاشائے مصر نے اس علاقہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ دمشق پر برابر ترکی حکومت چلی آئی ہے۔

کہتے ہیں کہ اسکا نام دمشق اسوجہ سے پڑ گیا کہ اس کا آباد کرنے والا دمشاق یا دامشقیوس بن کنعان تھا۔

دمشق میں عمدہ پانی جس کثرت سے موجود ہے۔ اور جس سہولیت سے دستیاب ہوتا ہے یقیناً دنیا کے کسی شہر میں دستیاب نہیں ہوتا۔ آجکل واٹر ورکس کے طفیل بعض شہر اپنے پانی کی عمدگی اور اسکی دستیابی کی سہولیت پر ناز کر سکتے ہیں لیکن اس واٹر ورکس کے طریقے کے ایجاد ہونے سے بہت مدت پہلے شہر دمشق میں ایک ایسا واٹر ورکس جاری ہے کہ جسکے پانی کی تقسیم کے لئے کسی انجن یا بائلر کی ضرورت نہیں۔ اور نہ ایک پیسہ اسپر خرچ کرنا پڑتا ہے۔ سات نہریں مختلف اطراف سے پہاڑوں سے نکلکر دمشق میں آتی ہیں۔ ان کا پانی مٹی کی نالیوں کے ذریعے تمام شہر کے ہر ایک گھر میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر گھر کے وسط صحن میں ایک حوض ہے اس میں بمقدار متفاوت اتنا پانی ہر وقت آتا رہتا ہے کہ نصف انچ کی دس بیس یا تیس نالیوں سے آنا مشکل ہے۔ اسکے علاوہ بڑے گھروں میں باورچی خانہ یا دو تین دوسری جگہوں میں بھی پانی آتا رہتا ہے۔ اور نیچے گر کر ایک بڑی نالی ہر وقت پاخانہ سے گذرتی رہتی ہے۔ اسلئے بھنگی کی اس شہر میں پاخانے صاف کرنے کے لئے ضرورت نہیں۔ شہر بھر کے پاخانوں کا پانی۔ یا یوں کہو کہ مستعمل پانی بڑے بڑے حوضوں میں جمع ہوتا ہے کہ جن سے شہر کے گرد کے تمام باغات سیراب ہوتے رہتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ اسکے پانی میں ایک عجیب خاصیت یہ ہے کہ جذام کو دفع کرتا ہے۔ وہاں کے رہنے والوں کو کبھی جذام نہیں ہوا۔ اور جو لوگ اس مرض میں مبتلا ہو کر وہاں گئے اور وہاں کا پانی استعمال کیا تو جسقدر مرض تھا اس سے زیادہ نہیں ہوا۔ بلکہ اسی قدر پر ٹھہر گیا جسقدر یہاں آنے سے پہلے ہو چکا تھا۔

اکثر علماء اور اہل ادب اس شہر میں پیدا ہوئے ہیں۔ چنانچہ شیخ محمد بن مالک اندلسی مصنف الفیہ۔ شیخ محمد حریری جنکا حاشیہ رسالہ قطر کی شرح فاکہی پر ہے شیخ حسن بوریتی دیوان ابن فارض کے شارح اور شیخ عبد الغنی نابلسی یہیں کے رہنے والے تھے۔ علاوہ ازیں بڑے بڑے مقتدائے امت کے مزار یہاں موجود ہیں۔ چنانچہ قبرستان باب صغیر میں بلال حبشیؓ مؤذن اول اسلام عبد اللہ بن مکتوم۔ ابو درداء خزرجی۔ عبد اللہ بن جعفر طیار۔ اسماء بنت سیدنا ابوبکر صدیقؓ۔ عبد اللہ بن جعفر صادق ام کلثوم بنت سیدنا علیؓ۔ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے تین حرم وغیرہ اور بہت سی قبریں ہیں۔ امام محی الدین ابن عربی امام الصوفیہ کی قبر بھی اس جگہ ہے۔ اور علامہ ابن خلکان۔ ابن تیمیہ۔ اور ابن قیم جیسے محقق بھی یہیں مدفون ہیں۔

اس شہر میں تقریباً دو سو مساجد ہیں جن سے جامع اموی بلحاظ عظمت و قدامت سب پر فائق ہے (کتب تاریخ)۔

قرب قیامت میں عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے منارہ پر نزول فرماویں گے۔

دمشاقی علی بن سلیمان بجمعوی کو کہتے ہیں۔ آپنے صحاح ستہ کی شرحیں لکھیں۔ چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں وفات پائی۔ (دکن)۔

دوا عربی لفظ ہے جسکے معنے دارو کے ہیں۔ اور یہ کی دو قسمیں ہیں۔ طبیعیہ اور روحانیہ۔ طبیعیہ یہی دوائیں ہیں جو ہمارے یہاں کے طبیب استعمال میں لاتے ہیں۔ اور روحانیہ دوائیں قرآن اور دعائیں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں طرح کی دواؤں سے علاج کیا ہے جیسا کہ حدیث کی کتابوں میں

Marfat.com

مفصلاً مذکور ہے۔
قرآن مجید میں ادویہ طبیعیہ سے صرف ایک ہی دوا کا مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ (س نحل ع) یعنی مکھیوں کے پیٹ سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے۔ (یعنی شہد) جسکی رنگتیں کئی طرح کی ہوتی ہیں۔ اور اس میں لوگوں کی بہت سی بیماریوں کی شفا ہے۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالےٰ نے کوئی مرض بھی ایسا نہیں بھیجا جسکے لئے شفا نہ بھیجی ہو۔ (بخ)۔

جابرؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مرض کی دوا مقرر ہے۔ تو جب دوا مرض کو کارگر ہو جاتی ہے (تو بیمار) بحکم خدا تندرست ہو جاتا ہے (مس)

ابوالدرداؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے مرض اور دوا دونوں کو بھیجا ہے اور ہر مرض کی دوا پیدا کی ہے۔ تو (لوگو!) تم بے دغدغہ دوا کرو۔ مگر حرام چیز کے ساتھ دوا نہ کرو (ابو)

ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ (لوگو!) خدا نے ان چیزوں میں تمہارے لئے شفا نہیں ٹھہرائی جو اس نے تم پر حرام کر دی ہیں۔ (بخ)

اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین ہمہ وقت استفادۃً جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کو گھیرے رہتے تھے جس طرح شاگرد استاد کو مرید پیر کو۔ اولاد مہربان باپ کو۔ مریض طبیب کو۔ مستمعین واعظ کو۔ اراکین سلطنت بادشاہ کو۔ سپاہی جرنیل کو۔ سائلین سخی داتا کو۔ پیاسے چشمہ آب حیات کو۔ پروانے شمع کو۔ اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ان تمام خدمات کو علےٰ وجہ الکمال بجا لاتے تھے اور اسی لئے وہ مبعوث ہوئے تھے۔ عقیدت اور ارادت جو صحابہ کو آنجناب کے ساتھ تھی اسکا اظہار ان لفظوں کے سوائے اور کسی طرح پر نہیں ہو سکتا کہ ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سرفرادامت کی پرداخت میں سعی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتے تھے۔ اور لوگ بھی ذرہ ذرہ سی بات میں ان سے صلاح لیتے اور انکے ارشاد پر کاربند ہوتے تھے۔ چنانچہ پانی کی قلت کی وجہ سے جاڑے کے دنوں میں پیالے اور لوٹے لاتے اور تبرکاً پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے ٹھنڈے پانی میں ہاتھ ڈلواتے بچوں کے پیدا ہونیکے بعد ہمارے یہاں پہلے گھٹی دیجاتی ہے اور بعض شہد چٹاتے ہیں کہ گھٹی اور شہد دونوں ہلکے سے مسہل ہیں تاکہ جنین ہونے کی حالت میں جو کثافت جمع ہو گئی تھی پیٹ اس سے صاف ہو جائے۔ ایسے بچے لوگ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے اور وہ چھوہارا چبا کر بچے کے منہ میں اُگل دیتے۔ اسیطرح ذرا کسیکا سر دُکھتا اور وہ دوا پوچھنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دوڑا آتا اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم بقدر معلومات اسکو تدبیر بتادیتے اس طرح پر معالجات نبوی کی ایک کتاب بنگئی۔ جو طب نبویؐ کے نام سے مشہور ہے۔ تو ان باتوں کو رسالت سے کچھ تعلق نہیں۔ اور معالجات جالینوس کے آگے کوئی مسلمان ان پر عمل کرتا بھی نہیں۔ ورنہ طب یونانی کا کبھی کا بیج مارا گیا ہوتا۔

دوا کے متعلق دوسری بات انگریزی یا ڈاکٹری دواؤں کی ہے۔ کہتے ہیں کہ انکی کوئی دوا شراب کی لاگت کے بدوں نہیں بن سکتی اور شراب حرام ہے ہم کو تو شراب کی لاگ کا ذاتی علم ہے نہیں۔ اور لوگوں کی بدگمانی کی بھی انتہا نہیں۔ ع

بدگمانی و وہم کی دارو نہیں لقمان کے پاس

ابھی کئے دن ہوئے کہ لوگ انگریزوں کے ساتھ کھانے پینے سے پرہیز کرتے تھے اور ابھی تک کرتے ہیں۔ اور ہمارا مسلک ہے اَلْاَصْلُ فِی الْاَشْيَآءِ الْحِلَّةُ ہم محض بدگمانی پر اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ انگریزی دواؤں پر

Marfat.com

حرمت کا حکم لگا نہیں سکتے۔ نہیں کسطرح یقین ہو سکتا ہے کہ انگریزی دواؤں میں شراب کی لاگ ہے۔ اور جسطرح دواؤں میں شراب کی لاگ ہونے کا یقین نہیں اسیطرح اسکا بھی یقین نہیں کہ بالفرض دواؤں میں شراب کی لاگ ہے تو اس میں شک بھی ہے (حق)۔

صرف شک اور وہم کرنے سے کسی چیز کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ علم اصول کا مسئلہ ہے کہ اَلْاَصْلُ فِی الْاَشْیَاءِ الْاِبَاحَۃُ۔ یعنی اصل ہر چیز میں اباحت ہے۔ اور اَلْیَقِیْنُ لَا یَزُوْلُ بِالشَّکِّ یعنی یقین صرف شک سے زائل نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ یہ کہ جب تک یقینی وسائل مشاہدہ یا تواتر سے کسی چیز پلید کی آمیزش کا علم نہ ہو۔ ہم ہر ایک دوا کو استعمال کر سکتے ہیں۔

دوزخ

اللہ تعالے نے دوزخ کو طبقات زمین کے نیچے پیدا کیا ہے اور اسکے سات دروازے بنائے ہیں۔ اول جہنم جو اس امت مرحومہ کے عذاب و عتاب کا مکان ہے۔ دوم سعیر جو نصاریٰ کا مقام ہے۔ سوم حطمہ جو یہودیوں کا مقام ہے۔ چہارم لظی جو دیووں اور ابلیسوں کے رہنے کی جگہ ہے۔ پنجم سقر جو جباروں اور متکبروں کی عقوبت کی جگہ ہے۔ ششم جحیم جو مشرکوں اور بت پرستوں کی جگہ ہے۔ ہفتم ہاویہ جو فرعونیوں اور منافقوں کا مرجع ہے۔ یہ ساتوں نام قرآن مجید میں مذکور ہیں۔

مشکوٰۃ میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ میں ہزار برس آگ پھونکی گئی یہانتک کہ وہ سرخ ہو گیا۔ پھر ہزار برس زیادہ تیز کی گئی پھر وہ سفید ہو گیا پھر ہزار برس زیادہ تیز کی گئی حتی کہ سیاہ ہو گیا سو دوزخ کی آگ سیاہ تاریک ہے۔ اس میں روشنی ہرگز نہیں ہے (تعز)۔

دوسرے گھروں میں آنے جانے کے آداب

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ تا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ۝

(س۔ نور ع ۴) مسلمانو! اپنے گھروں کے سوا (دوسرے) گھروں میں گھر والوں سے پوچھے اور ان سے سلام کئے بدوں نہ جایا کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے (یہ حکم تم کو اس غرض سے دیا گیا ہے) کہ (جب ایسا موقعہ ہو تو) تم اس بات کا خیال رکھو۔ پھر اگر تم کو معلوم ہو کہ گھر میں کوئی آدمی موجود نہیں تو جب تک تمہیں (خاص) اجازت نہ ہو ان میں نہ جاؤ۔ اور (اگھر میں کوئی ہو اور تم سے کہا جائے کہ (اسوقت موقع نہیں) لوٹ جاؤ تو بے تامل لوٹ آؤ۔ یہ (لوٹ آنا) تمہارے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے۔ اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو۔ اللہ اسکو جانتا ہے۔

لَیْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ تا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (س۔ نور ع ۹) نہ (تو) اندھے (آدمی) کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے (آدمی) کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ بیمار کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ (عموماً) تم مسلمانوں کے لئے (اس میں کچھ مضائقہ ہے) کہ اپنے گھروں سے (کھانا کھاؤ)۔ یا اپنے بھائیوں کے گھروں یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جنکی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے (پھر اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب ملکر کھاؤ یا الگ الگ۔ تو جب گھروں میں جانے لگو تو اپنے (لوگوں) کو سلام کر لیا کرو۔ (سلام ایک) دعائے خیر (ہے جو تم مسلمانوں کو) خدا کی طرف سے (تعلیم کی گئی ہے) برکت والی عمدہ۔ یوں اللہ

Marfat.com

(اپنے) احکام سے تمکو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

عبداللہ بن بسر سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم کے دروازے پر تشریف لاتے تو دروازے کے منہ کے سامنے نہیں بلکہ چوکھٹ کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے اور فرماتے السلام علیکم۔ اور یہ اسلئے کہ اس زمانے میں دروازوں پر پردوں کے پڑے رہنے کا دستور نہ تھا۔ (ابو)

دومۃ الجندل ملک شام میں ایک مقام کا نام ہے جو کسی زمانہ میں ایک مضبوط فصیل کے ساتھ مستحکم تھا۔ اور ایک عیسائی سردار اکیدر نام کے زیر حکومت تھا۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرقل اعظم کی جارحانہ پیشقدمی کو روکنے کے لئے بنفس نفیس تبوک پر چڑھائی کی تھی تو غنیم نے مسلمانوں کا عزم وہمت دیکھکر حوصلہ ہار دیا۔ اور آس پاس کے تمام عیسائی رئیسوں نے آنحضرت کی اطاعت منظور کرکے سرکشی سے باز رہنے کا اقرار کیا۔ مگر دومۃ الجندل کا رئیس اکیدر حاضر نہ ہوا۔ آپ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چارسو بیس آدمی دیکر حکم دیا کہ جاؤ اسکو گرفتار کرلاؤ۔ خالدؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اس تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ آپ مجھے ان کتوں کے ملک میں بھیجتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ تم اسے ایک پہاڑی گائے کا شکار کھیلتا پاؤگے اور بآسانی گرفتار کرلوگے۔ خالد گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق اسکو گرفتار کرکے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اکیدر نے آپ کی اطاعت منظور کی۔ اور آپنے اس کو اسکی ریاست پر بحال کرکے مدینہ کو مراجعت کی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی کہ تم اکیدر کو شکار کھیلتا پاؤگے اور گرفتار کرلوگے۔ جس خوبصورتی کے ساتھ پوری ہوئی اسکا ذکر مدارج النبوۃ میں یوں لکھا ہے کہ خالدؓ رات کے وقت دومۃ الجندل کے قلعہ کے پاس آئے اسوقت چاندنی چھٹکی ہوئی تھی اور اکیدر اپنے زنانخانہ میں بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ اتنے میں ایک پہاڑی گائے آئی اور اس نے قلعہ کے دروازہ سے سر ٹکرایا۔ اکیدر کی بیوی نے منڈیر پر سے جھک کر نیچے دیکھا اور اکیدر سے کہا کہ ایک پہاڑی گائے یہاں آنکلی ہے۔ اکیدر اس جانور کے شکار کا عاشق تھا فوراً محل سے نیچے اترا اور گھوڑے پر سوار ہوا۔ اسکا بھائی حسان بھی چند خادموں کو ساتھ لیکر ہمرکاب ہوا۔ گائے بھاگی بھاگی اس مقام پر آپہنچی جہاں خالدؓ اور انکے ہمراہی کھڑے اکیدر کو گرفتار کرنے کی تدبیریں سوچ رہے تھے۔ اکیدر کے ہاتھ سے گائے کا شکار تو نکل گیا اور وہ خود خالد کا شکار بنگیا۔ اسکے بھائی حسان نے مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ خادم بھاگ گئے اور اکیدر گرفتار کرلیا گیا۔

دہر دہر کے معنے ہیں زمانہ۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جسکی پہلی آیت میں یہ لفظ آیا ہے۔ شعرا دہر کو برا بھلا کہنے کے عادی ہیں۔ کیونکہ انکے خیال میں دہر کی گردش ہی ان انقلابات کا باعث ہوتی ہے جسکی پردرد تصویر شاعر لوگ اپنے کلام میں کھینچا کرتے ہیں۔ مگر حدیث شریف میں دھر کو برا بھلا کہنے کی ممانعت آئی ہے کیونکہ اگر دہر سے مراد متصرف فی الامور ہے تو متصرف فی الامور خدا ہی ہے اور وہ طعن وتشنیع جو دہر کے حق میں کیا گیا ہے (معاذ اللہ) خدا کی طرف راجع ہوگا۔

دہریہ دہر کے معنے زمانہ۔ اور دہریہ غیر مسلم لوگوں کا ایک فرقہ ہے جو زمانہ کو قدیم اور موجودات کے تغیرات اور تمام کون وفساد کو رفتار زمانہ کے تابع قرار دیتا ہے۔ یہ فرقہ عبادات کو فضول سمجھتا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کا قائل ہی نہیں جسکی حمد وثنا کی ضرورت ہو۔ ان لوگوں کے خیال باطل میں ان تغیرات کا فاعل کوئی قادر ذی ارادہ نہیں ہے بلکہ ہر چیز کی سرشت (نیچر) ہی ان تغیرات کے عارض ہونے کی خود بخود مقتضی ہے۔ رحم کی طبیعت کا

Marfat.com

اقتضا ہے کہ بیج دے۔ زمین کی فطرت کا اقتضا ہے کہ دانے سے کونپلیں نکالے۔ بادل کی طبیعت مقتضی ہے کہ برسے۔ اور ہوا کا نیچر چاہتا ہے کہ تازگی بخشے۔ وہ کہتے ہیں کہ نیچر یا فطرت بھی کوئی فاعل مختار نہیں ہے۔ جسکے فعل پر کسیکی مدح و ثنا اور شکر و دعا کا اثر ہو سکے۔ دہریہ مذہب والوں کو ملحد بھی کہتے ہیں۔

دہم فارسی زبان کا لفظ ہے۔ دہ کے معنے دس۔ ہا علامت جمع ہے۔ یہ لفظ محرم الحرام کے ابتدائی دس دنوں پر بولا جاتا ہے جن میں شیعہ لوگ امام حسین علیہ السلام کے مصائب کو یاد کر کے گریہ و بکا کرتے ہیں۔

دِیَت بکسر دال و یائے تحتانی مفتوح۔ بمعنے خون بہا (عوض خون) کذا فی غیاث اللغات۔

جب کوئی شخص کسیکو قتل کر ڈالے تو اسکے بدلہ میں بعض صورتوں میں قاتل سے قصاص لیا جاتا ہے یعنی قتل کے عوض میں اسکو قتل کیا جاتا ہے۔ اور بعض صورتوں میں دیت لی جاتی ہے جو مال کی صورت میں ہوتی ہے اگر کوئی کسیکو شبہ عمد سے قتل کر ڈالے تو اس کے رشتہ داروں کو دیت مغلظہ دینی پڑتی ہے اور اسکو خود کفارہ دینا پڑتا ہے۔ شبہ عمد کی دیت امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک ایک سو اونٹنیاں ہیں۔ دیت مغلظہ اونٹنیوں کے سوا اور کسی چیز میں ثابت نہیں ہوتی۔ قتل خطا کی دیت اسّی اونٹنیاں۔ اور دس اونٹ ہیں۔ یا ہزار دینار یا دس ہزار درم ہیں۔ عام دیت امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک صرف ان تین چیزوں سے ثابت ہوتی ہے۔ مگر صاحبین کے نزدیک دو سو گایوں یا ایک ہزار بکریوں سے بھی ثابت ہوتی ہے اور کپڑوں کے دو سو جوڑوں سے بھی دیجا سکتی ہے۔ ہر جوڑے میں ایک تہبند اور ایک چادر ہو۔ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہوتی ہے۔ مسلمان اور ذمی کی دیت برابر ہوتی ہے۔ جان کی دیت ہوتی ہے ناک کی۔ زبان کی۔ ذکر کی۔ حشفہ کی دیت ہوتی ہے عقل کی بھی دیت ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی کسیکے سر میں چوٹ لگائے جس سے اسکی عقل جاتی رہے۔ داڑھی میں بھی دیت ہوتی ہے جبکہ کوئی اسکو مونڈ دے اور پھر وہ پیدا نہ ہو۔ آنکھ۔ ابرو۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ کان۔ ہونٹ۔ خصیتیں اور مونچھ میں بھی دیت ہے۔ ان میں سے ہر چیز پر نصف دیت واجب ہوتی ہے۔ ہاتھ پاؤں کی ایک ایک انگلی کی دیت دسواں حصہ ہے اور انگلی کے ہر پورے کی دیت انگلی کی دیت کا ثلث ہے۔ ایک دانت کی دیت پانچ اونٹ ہیں (فذ)۔

دیرینی عبد العزیز بن احمد دیرینی۔ تیسیر فی علم التفسیر آپ کی تصنیف ہے ۶۹۴ھ میں فوت ہوئے (کن)

دَین بفتح دال۔ اسکے معنے ہیں قرض۔ مگر دین اور قرض میں اتنا فرق ہے کہ دین وہ ہے جسکی ادائگی کسی معین وقت پر ضروری ہو۔ اور قرض وہ ہے جسکی ادائگی کسی وقت خاص پر موقوف نہ ہو۔ بلکہ قرضخواہ جب طلب کرے۔ اسی وقت اسکی ادائگی لازم ہو۔ اور اسی لحاظ سے دَین کا اطلاق عموماً اس حق پر کیا جاتا ہے جو بیوع و اجارات میں مشتری اور مستاجر کے ذمہ ہوتا ہے اور قرض کا اطلاق خاص اس حق پر کیا جاتا ہے جو بطور قرض کے کچھ مال لینے والے کے ذمہ ہوتا ہے۔

دِین دین سے مراد ہے مذہب۔ جو باتیں انسان کے فہم و ادراک سے بالا ہیں۔ مثلاً مرنے کے بعد کیا ہو گا۔ دنیا کب سے ہے اور کب تک چلی جائے گی۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسے امور کے متعلق کسی خاص خیال کے پیرو ہونے کا نام مذہب ہے۔ اور اس لحاظ سے دین کا لفظ تمام حق و باطل مذاہب پر بولا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالے قرآن مجید میں فرماتا ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ یعنی بے شک دین حق اللہ کے نزدیک

Marfat.com

اسلام ہی ہے۔ مطلب یہ کہ دین تو بہت سے ہیں۔ مگر دین حق ایک ہی ہے جس کا نام اسلام ہے۔

یوم الدین کے معنے آخرت کے ہیں۔

دین اور مذہب میں فرق یہ ہے کہ دین کی نسبت مجتہدین کی طرف نہیں ہو سکتی مذہب کی ہو سکتی ہے۔ دین کی نسبت خاص انبیا کی طرف ہوتی ہے۔

دینار اسلامی عہد حکومت میں ایک طلائی سکہ ہوتا تھا۔ جو قدیم زمانہ سے مروج تھا۔ اسکی قیمت ہندوستان کے رائج الوقت سکہ کے حساب سے تین روپے آٹھ آنے کے برابر تھی۔ ایک انگریزی ڈکشنری میں لکھا ہے کہ دینار مثقال کے وزن کا ہوتا ہے جس میں ۹۶ جو کے برابر سونا ہوتا ہے۔ اور قیمت ۱۰ شلنگ یا ساڑھے سات روپے کے برابر ہوتی ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت میں دینار کا ذکر آیا ہے۔

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۔ آل عمران ع

یعنی اور اہل کتاب میں سے بعضے ایسے ہیں کہ انکے پاس زر نقد کا ڈھیر امانت رکھو تو جب مانگو تمہارے حوالے کریں۔ اور ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ ایک اشرفی انکے پاس امانت رکھو تو وہ تمکو بدوں اسکے واپس نہ دیں کہ ہمہ وقت تقاضے کے لئے انکے سر پر کھڑے رہو۔"

دینوری ابوالحسن بن صائغ کو کہتے ہیں جو اکابر صوفیوں میں سے ہوئے ہیں۔ ابو عثمان مغربی کہتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن صائغ سے بڑھ کر کوئی ایسا صوفی نہیں دیکھا جس پر غیر معمولی جلالیت کی جھلک پڑتی ہو۔ (کن)۔

دیوان عربی میں اسکے کئی معنے آتے ہیں۔ (۱) یادداشت کی کتاب یا رجسٹر۔ (۲) قاضی کے کاغذات کا بستہ (۳) عدالت۔ کچہری (۴) وزیر مال جو اسلامی عملداری میں ایک خاص عہدہ ہوتا ہے (۵) غزلیات کی کتاب۔ دیوان متنبی و دیوان حماسہ علم ادب میں مشہور کتابیں ہیں۔

باب الڈال

ڈبو دینا دیکھو (غرق کر دینا)۔

باب الذال

ذات ذو کی مونث ہے۔ معنے کسی شے کی حقیقت خدا کے نام دو طرح کے ہیں۔ اسم ذات اور اسم صفت۔ دیکھو (اسم ذات۔ اسم صفت)۔ (ف)

ذاریات قرآن مجید کی ایک سورت کا نام ہے۔ جو ان کلمات سے شروع ہوتی ہے۔ وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝ (ہوا ہی) جو (بادلوں کو) اڑائے اڑائے لئے پھرتی۔ پھر (مینہ کا) بوجھ اٹھاتی ہیں (ہمکو ان (ہی ہواؤں) کی قسم ہے۔

ذاکر (ل) یاد کرنے والا۔ (ص۔ د) میں اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ کا ذکر کرے۔ (غ)

جیسا کہ قرآن میں ہے وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ۔ بکثرت خدا کی یاد کرنیوالے مرد اور عورتیں جو بندہ خدا کو یاد کرتا ہے اللہ تعالےٰ بھی اُسے یاد فرماتا ہے فَاذْكُرُوْنِيْۤ اَذْكُرْكُمْ تم مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ (یعنی میری رحمت تمہارے شامل حال ہوگی۔

Marfat.com

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالے کی ایک فرشتوں کی جماعت زمین پر گشت لگاتے پھرتے ہیں جو ذکر کی مجالس کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جب انہیں کوئی ایسی مجلس ملجائے تو اُن لوگوں پر اپنے پروں کا سایہ کرکے وہاں ٹھیرے رہتے ہیں اور وہاں ہی جمے رہتے ہیں جب تک وہ مجلس برخاست نہ ہو۔ پھر جب خدا کے حضور میں جاتے ہیں تو حق سبحانہٗ وتعالےٰ اُن سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کیسے دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ یا اللہ تیری یاد میں لگے ہوئے ہیں۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ کیا مانگتے تھے۔ جواب دیتے ہیں جنت۔ پھر پوچھا جاتا ہے کیا اُنہوں نے اُس کو دیکھا ہے۔ کہتے ہیں نہیں۔ تا آخر حدیث۔ آخر میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ تم گواہ رہنا۔ میں نے انکو بخشدیا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ وہاں کچھ ایسے آدمی بھی تھے جو ذکر کے لئے نہیں صرف تماشا دیکھنے کھڑے تھے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ھم قوم لایشقی جلیسھم وہ ایسی قوم ہے کہ انکے جلیس بھی (خواہ کسی نیت سے گئے) میری رحمت سے محروم نہیں کیئے جاسکتے۔

ذبح شرعی طریقے سے جانور کا گلا کاٹنے کو ذبح کرنا کہتے ہیں اور جس جانور کو ذبح کیا جائے اسکو ذبیحہ کہا جاتا ہے۔ جو جانور بلا ذبح کئے مرجائے وہ مردار ہے۔

حلال جانور کا گوشت اسکو ذبح کرنے یا شکار کرنیکے بعد کھانا حلال ہے۔ حرام جانور کا گوشت ذبح کرنیکے بعد بھی کھانا حلال نہیں۔ مگر ذبح کرنے سے اسکا گوشت اور چمڑا پاک ہوجاتا ہے۔ ذبح کرتے وقت جانور کو لٹائیں اور اللہ کا نام لیکر تیز چھری سے ذبح کریں۔ ذبح کرنے میں ٹینٹوے کے نیچے چھری پھیریں اور یہ چار رگیں کاٹ ڈالیں (۱) نرخرا جس سے سانس آتا ہے (۲) مری جس سے کھانا و پانی پیٹ میں جاتا ہے۔ (۳ و ۴) دونوں شہ رگیں جن میں خون پھرتا ہے۔ اور جو نرخرا اور مری کے دائیں بائیں ہوتی ہیں۔

کسی جانور کے سامنے جانور کو ذبح کرنا۔ اور ذبیحہ کو لٹانے کے بعد چھری تیز کرنے میں مصروف ہونا۔ جانور کو پاؤں سے پکڑکر ذبح کرنے کی جگہ تک گھسیٹ کر لیجانا۔ گردن کے پیچھے سے ذبح کرنا۔ ایسی سختی سے ذبح کرنا کہ چھری حرام مغز تک پہنچ جائے۔ اور ٹھنڈا ہونے سے پیشتر کھال اُتارنے لگنا مکروہ ہے۔ مگر ایسے ذبیحہ کے کھانے میں کوئی کراہت نہیں۔

ذبح کرتے وقت عمداً اللہ کا نام نہ لینے سے جانور مردار ہوجاتا ہے۔ ہاں بھولکر نام ترک ہوجائے تو اسکا کھانا جائز ہے۔ اگر چاروں رگوں میں سے صرف تین کٹیں تو بھی ذبیحہ حلال ہوجاتا ہے۔ مگر ٹینٹوے کے نیچے چھری پھرے تو اسکے جائز ہونے میں اختلاف ہے۔ دھاردار شئے سے جو ان چاروں رگوں کو کاٹ کر خون بہادے ذبح کرنا درست ہے۔ مگر دانتوں اور ناخنوں سے جو بدن میں لگے ہوں درست نہیں۔

مشرک۔ مرتد اور احرام والے کا مذبوح جانور حرام ہے۔ مسلمان یا اہل کتاب۔ لڑکے۔ عورت۔ گونگے اور غیر مجنون کا ذبح کیا ہوا حلال ہے۔ اللہ کے سوا کسی دوسری چیز کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے۔

گائے۔ بکری اور بھیڑ اور دوسرے چھوٹے جانوروں کو ذبح کرنا سنت ہے۔ مگر اونٹ کو نحر کرنا سنت ہے نحر گردن کے نیچے برچھا مارنے کو کہتے ہیں۔ (کتب الفقہ)

ذبیحہ ذبح کیا ہوا جانور۔ جمع اسکی ذبائح آتی ہے جیسے کریتہ کی جمع کرائم (دیکھو۔ ذبح ک۔

ذخائر اللہ اولیاء اللہ کا ایک گروہ ہے جسکے سبب سے مخلوق سے بلا دفع ہوتی ہے۔ جیساکہ ذخیرہ سے بلائے فاقہ دفع ہوتی ہے۔ (ک)۔

ذرّہ جزو لایتجزی۔ تھوڑی سی چیز۔ قرآن مجید میں

یہ لفظ ان آیتوں میں آیا ہے فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝ (س۔ زلزال۔ ع ۱) تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی (ہوگی) وہ اس نیکی کو (بچشم خود) دیکھ لیگا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی (ہوگی) وہ اس برائی کو (بچشم خود) دیکھ لیگا۔

ذِکر ذال کے کسرہ سے۔ لغت میں دو معنوں کے لئے آتا ہے۔ ایک یاد رکھنا چنانچہ ارشاد ہے۔ وَمَآ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْکُرَهٗ (س۔ کہف ع ۹) اور شیطان ہی نے مجھے بھلا دیا کہ میں اسے یاد رکھتا۔ دوسرا قول اور وہ دو قسم ہے۔ ایک وہ جس میں شئے مذکور کو عیب نہ لگایا جائے۔ دوسرے وہ جس میں عیب لگایا جائے۔ جیسے اس آیت میں سَمِعْنَا فَتًى یَّذْکُرُهُمْ یُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِیْمُ (س۔ انبیاء۔ ع ۵) بولے کہ وہ نوجوان (آدمی) جس کو ابراہیم کے نام سے پکارا جاتا ہے اسکو ہم نے (برائی کے ساتھ) ان (بتوں) کا تذکرہ کرتے سنا ہے۔

اصطلاح میں ذکر مذکورہ ذیل معنوں میں مستعمل ہوتا ہے (۱) بولنا (۲) کسی چیز کو ہر وقت ذہن میں حاضر رکھنا (۳) اور اذکار جنکے پڑھنے کی شریعت میں ترغیب دی گئی ہے۔ (۴) کسی کام کو ہمیشہ کرنا خواہ واجب ہو یا مستحب (۵) زبان سے ذکر کرنا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ فَاذْکُرُوا اللّٰهَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۲۴) تو جس طرح تم اپنے باپ دادوں کے ذکر میں لگ جاتے تھے (اس کو چھوڑ کر) اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر خدا کی یاد میں مشغول ہو جاؤ۔ (۶) دل کا ذکر (۷) کسی چیز کو یاد رکھنا (۸) طاعت و جزا چنانچہ ارشاد ہے فَاذْکُرُوْنِیْۤ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۱۸) تو (لوگو!) تم ہماری یاد میں لگے رہو کہ ہمارے ہاں بھی تمہارا ذکر (خیر) ہوتا رہے اور ہمارا شکر کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو۔ (۹) نماز پنجگانہ چنانچہ ارشاد ہے فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰهَ کَمَا عَلَّمَکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۳۱) پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو جس طرح اللہ نے تم کو (پیغمبروں کی معرفت نماز کا طریقہ) سکھایا ہے کہ تم اس کو پہلے نہیں جانتے تھے اسی طریقے سے اللہ کی یاد کرو (۱۰) تذکرہ کرنا چنانچہ قرآن میں ہے۔ وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ (س۔ یوسف۔ ع ۵) اور جس شخص کی نسبت یوسف نے سمجھا تھا کہ ان دونوں میں سے اسکی مخلصی ہو جائیگی اس سے کہا کہ اپنے آقا کے پاس میرا بھی تذکرہ کرنا۔ (۱۱) قرآن جیسے قرآن میں ہے وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ جس نے میرے ذکر (یعنی قرآن) سے اعراض کیا (۱۲) احکام شرع کا علم چنانچہ قرآن کی اس آیت میں ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ فَسْئَلُوْۤا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (س۔ انبیاء ع ۱) اور (اے پیغمبر) ہم نے تم سے پہلے بھی آدمی ہی (پیغمبر بنا کر) بھیجے (کہ ہم کو جو کچھ فرمانا منظور ہوتا تھا) ان کی طرف وحی کر دیا کرتے تھے۔ سو (لوگو!) اگر تم کو (یہ بات) معلوم نہیں۔ تو اہل کتاب سے پوچھ دیکھو (ترجمہ ح۔ ن) (۱۳) شرف۔ (۱۴) برائی سے یاد کرنا۔ عیب لگانا۔ (۱۵) شکر (۱۶) نماز جمعہ چنانچہ ارشاد ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ (س۔ جمعہ۔ ع ۲) مسلمانو! جب جمعہ کے دن نماز (جمعہ) کے لئے اذان دی جائے تو یاد الٰہی (یعنی نماز) کی طرف لپکو اور (اسوقت) بیچنا وغیرہ چھوڑ دو۔ (ک)۔

ذِمہ ذال کے کسرہ سے۔ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس لفظ کے کوئی مستقل معنے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ صرف بعض فقہاء کی ایجاد ہے جس سے وہ یہ معنے مراد لیتے ہیں۔ آدمی کا اپنے آپ پر کوئی چیز لازم کر لینا۔ مگر انکا یہ کہنا ٹھیک نہیں کیونکہ مغرب میں لکھا ہے کہ ذمہ کے لغوی معنے ہیں عہد و پیمان۔ امان اور ضمانت کے

Marfat.com

معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ فقہا اس قول ثبت فی ذمتی کذا
میں ذمہ سے مراد قائل کا نفس ہوتا ہے۔ یعنی مجھ پر یہ چیز لازم
ہے۔ تو پھر فقہار کی اصطلاح میں ذمہ کے معنے خود قائل
ہیں۔

قاضی امام ابوزید نے لکھا ہے کہ شرع میں ذمہ ایسے
وصف کا نام ہے جسکے باعث انسان ان اشیاء کا اہل بنجاتا
ہے جو اسکے حق میں مفید یا مضر ہوں۔ کیونکہ جب خدا نے
انسان کو اپنی محبت اور اطاعت کی امانت کا محل بنایا
تو اسے عقل و ذمہ دو نوعطا کئے تاکہ وہ ان حقوق و احکام
کا اہل بنجائے جو اسکے لئے مفید یا مضر ہوں۔ اور اسے
عصمت۔ حریت اور مالکیت کے حقوق حاصل ہو جائیں
جیسے جب ہم نے کفار سے عہد و پیمان کر کے انہیں اپنے
ذمہ میں لے لیا تو دنیاوی معاملات میں انکے حقوق
مسلمانوں کے سے ہو جاتے ہیں۔ یعنی جو احکام
مسلمانوں کے لئے فائدہ مند یا ضررساں ہے وہی
ان پر بھی عائد ہوتے ہیں۔ یہی وہ عہد تھا جو میثاق
کے روز خدا اور اسکے بندوں میں ہوا تھا۔ یہ وصف جو
ذمہ سے موسوم ہوا ہے عقل سے جدا ہے۔ کیونکہ عقل
صرف خدا کے کلام کو سمجھنے کے لئے ہے جسکا ثبوت اس سے
ملتا ہے کہ خدا نے میثاق کے روز ارواح کو عقل دی۔
اگر ایسا نہ کرتا تو اسکے اور اسکے بندوں کے مابین سوال و
جواب نہ ہوسکتا۔ تو اگر عقل ہی احکام کے وجوب کے لئے
کافی ہوتی تو خدا کو بندوں سے الوہیت کے اقرار کرانے
کی ضرورت نہ پڑتی۔ پس معلوم ہوا کہ احکام کا وجوب
سوال و جواب اور عہد و پیمان کے ذریعہ سے ہوا۔
اور یہی ذمہ ہے۔ (ک)

ذنب گناہ۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔ صغیرہ اور کبیرہ۔
تفصیل کے لئے دیکھو (اثم)۔

ذوالجلال والاکرام بزرگی والا۔ خدا کا نام ہے۔ یہ اسم
بعینہٖ قرآن مجید میں موجود ہے

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝
(س۔ الرحمٰن۔ ع ۳) اے پیغمبر تمہارے پروردگار کا نام
بڑا بابرکت نام ہے اور بڑی عظمت والا اور لوگوں پر
احسان کرنے والا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذوالجلال
والاکرام وہ ذات پاک ہے جسکے لئے ہر قسم کا جلال و
کمال ثابت ہے اور ہر طرح کی کرامت و مکرمت اس
سے صادر ہے۔ جلال تو اسکی ذات میں ہی منحصر ہے
اور کرامت اس سے اسکی خلقت پر فائض ہے (مق)۔

ذوالجناح (ل) پروں والا۔ شیعوں کا دستور
ہے کہ وہ محرم کی آٹھویں حضرت
عباسؓ کے نام کا اور دسویں کو امام حسین علیہ السلام
کے نام کا ایک گھوڑا جو اسی کام کے واسطے سدھایا جاتا،
اور اس پر کوئی سواری نہیں کرتا بڑے بڑے شہروں
میں نہایت بھیڑ بھاڑ کے ساتھ ماتم کرتے ہوئے نکالتے
ہیں۔ اس کو ذوالجناح اور دلدل کہتے ہیں۔ اس گھوڑے
کے اوپر ایک پگڑی۔ تیر اور تلوار رکھی ہوتی ہے۔ اور ایک
سفید کپڑا جس پر شہاب کی چھینٹیں خون کی علامت ظاہر
کرنے کے واسطے دیدیتے ہیں پڑا ہوتا ہے جس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ اسکا سوار شہید ہوا۔ اور یہ گھوڑا رنج و غم
کے ساتھ الٹا اپنے گھر آیا۔

ذوالحجہ قمری سال کے بارہویں مہینے کا نام ہے۔
حجہ کے معنے ہیں ایک بار حج کرنا۔ چونکہ
اس مہینے میں ایک دفعہ حج کیا جاتا ہے اسلئے اسے
ذی الحجہ کہتے ہیں۔ یا اسلئے کہ حج کے معنے سال کے
بھی آئے ہیں۔ چونکہ یہ مہینہ منتہائے سال ہوتا ہے
اور سال اس پر کامل ہو جاتا ہے۔ تو گویا یہ ماہ صاحب
سال ہوا۔ اسلئے اسکو ذی الحجہ کہنے لگے۔ (غ)

ذوالرحم ذو رحم کہتے ہیں صاحب قرابۃ کو اور مراد وہ
قرابت والا ہے جو ذی فرض نہ ہو اور

Marfat.com

عصبہ بھی نہ ہو۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے:۔
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا ... اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (س۔ انفال۔ ع ۱۰) اور جو لوگ بعد کو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور تم مسلمانوں کے ساتھ ہو کر جہاد بھی کئے تو وہ تم میں ہی داخل ہیں۔ اور رشتے دار اللہ کے حکم کے مطابق (غیر آدمیوں کی نسبت) ایک دوسرے (کی میراث) کے زیادہ حقدار ہیں۔ بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ (از انجملہ میراث کی مصلحتوں سے بھی)

حدیث میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوم کا بھانجا قوم ہی میں سے ہے۔ (یعنے انکا وارث ہوتا ہے۔ (حق)۔

ذوی الفروض وہ ہیں جنکے حصے کتاب اللہ میں متعین ہو چکے ہیں۔ اور انہی سے تقسیم حصص کے وقت ابتدا کی جاتی ہے۔ اور یہ بارہ ہیں۔ مردوں میں چار۔ باپ۔ دادا۔ اخیافی بھائی۔ شوہر۔ اور عورتوں میں آٹھ۔ زوجہ۔ بیٹی۔ پوتی اور پوتی میں پڑپوتی اور اسکی نسل بھی داخل ہے۔ حقیقی بہن۔ علاتی بہن۔ اخیافی بہن۔ ماں۔ جدہ صحیحہ۔ (سراجی)۔

ذوالفقار عاص بن منبہ کی تلوار تھی۔ جب وہ مارا گیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لیکر حضرت علی رض کو مرحمت فرمائی۔ شعرا اسلامی اکثر اپنے شعروں میں معشوقوں کی تیز نگاہوں کی تشبیہ ذوالفقار سے دیتے ہیں۔ (صنا)

فقار اصل میں پیٹھ کے مہروں کو کہتے ہیں۔ چونکہ اس تلوار کی پشت پر بھی مہروں کی قطار بنی ہوئی تھی۔ اسلئے اُسے ذوالفقار کہتے تھے۔ (غ)۔

ذوالقرنین مشہور بین الجمہور نام انکا سکندر ہے اور بقول اکثر اہل تفسیر وسیر اسکندر رومی کے غیر ہیں۔ مگر بعض کہتے ہیں کہ سکندر رومی کے سوا کوئی سکندر نہیں ہوا۔ انکی پیغمبری میں اختلاف ہے۔ معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ سکندر ذوالقرنین بادشاہ تھا عادل و صالح۔ مگر مدارک میں ہے کہ اگر ذوالقرنین نبی تھا تو اللہ نے اسکی طرف وحی بھیجی۔ کما قال۔ وَقُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ۔ اور جو نبی نہ تھا تو اللہ نے اُسوقت کے نبی کو وحی بھیجی اور اس نے ذوالقرنین کو حکم دیا جیسا انکی پیغمبری میں اختلاف ہے ویسے ہی انکی وجہ تسمیہ میں بھی اختلاف ہے۔

وہب ابن منبہ بیان کرتے ہیں کہ زمین کے دونوں قرن یعنی شرق و غرب کا بادشاہ ہوا تھا۔ اسی وجہ سے نام ذوالقرنین ہوا۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ نور و ظلمت میں پہنچا۔ اس سبب سے یہ لقب ہوا۔

مفصل حال انکا یوں ہے کہ اللہ تعالے نے اس بادشاہ کو جسکا لقب ذوالقرنین تھا سکندر ہو یا کوئی اور۔ پہلے زمین کا مالک کیا اور بخوبی دسترس عطا فرمائی اور ہر ایک چیز سے اُسکو مستغنی کیا۔ اور علم سیاست مدن ایسا دیا کہ دوسرے کو اُسکے وقت میں ہرگز نہ تھا اور نور و ظلمت میں چلنا پھرنا اسکو برابر تھا۔ ایک دن روم سے سوار ہو کر مصر میں گیا۔ اور مصر کو فتح کرتا زنگیوں کو ہزیمت دیتا مغرب کیطرف گیا اس قصد پر کہ دیکھے دنیا کی بستی کہاں تک بستی ہے۔ چلتے چلتے ایسی جگہ جا پہنچا جہاں آفتاب کے غروب ہونے کا مقام تھا تو اسکو آفتاب ایسا دکھائی دیا جیسے وہ کالی کالی کیچڑ کے کنڈ میں ڈوبتا ہے۔ اور دیکھا کہ اس کنڈ کے قریب ایک قوم بھی آباد ہے۔ خدا نے فرمایا کہ اے ذوالقرنین تم بادشاہ ہو۔ اور دونوں اختیار رکھتے ہو چاہو ان لوگوں کو عذاب دو یا انکے بارے میں حسن سلوک کا شیوہ اختیار کرو۔ تو ذوالقرنین نے کہا کہ جو ان میں سے سرکشی کرے گا اسکو تو ہم سزا دینگے اور جو ایمان لائیگا اور نیک عمل کرے گا تو ہم اسکے لئے آسانی کر دیں گے۔

اسکے بعد سکندر نے سفر مشرق کی طیاری کی۔ اور

Marfat.com

چلتے چلتے آفتاب کے نکلنے کی جگہ پہنچا تو اسکو ایسا معلوم ہوا۔ کہ آفتاب کچھ لوگوں پر طلوع کرتا ہے۔ جنکے لئے آفتاب کے ادھر کوئی آڑ نہیں۔ یعنی وہ لوگ وحشی تھے گھر بنانے کا سلیقہ نہیں رکھتے تھے۔ اور دھوپ سے بچنے کے لئے انکے پاس کوئی پناہ نہ تھی۔ بعدازاں اس نے ایک اور سفر کا ارادہ کیا اور چلتے چلتے ایک پہاڑ کی گھاٹی کے دوکناروں کے بیچ میں پہنچا تو دیکھا کہ کناروں کے ادھر ایک قوم آباد ہے اور وہ ایسے وحشی ہیں کہ بات کے سمجھنے کے پاس تک نہیں پھٹکتے۔ ان لوگوں نے اپنی بولی میں عرض کیا کہ اے ذوالقرنین اس گھاٹی کے اُدھر یاجوج ماجوج کی قوم ہے۔ اور وہ لوگ ہمارے ملک میں آکر فساد کرتے ہیں۔ آپ کی مرضی ہو تو ہم آپ کے لئے چندہ جمع کردیں بشرطیکہ آپ ہمارے اور انکے درمیان کوئی روک بنادیں۔ ذوالقرنین نے کہا کہ وہ مال جسمیں میرے پروردگار نے مجھے پورا اختیار دے رکھا ہے کافی ووافی ہے۔ چندے کی تو ضرورت نہیں۔ مگر ہاں تمکو ایسی ہی مدد کرنی ہے تو ہاتھ پاؤں کے زور سے میری مدد کرو۔ میں تم لوگوں میں اور ان لوگوں میں ایک دیوار کھینچ دونگا اچھا تو کہیں سے لوہے کی سلیں ہم کو لادو۔ چنانچہ وہ سلیں لائے اور ضروری کارروائی ہوتی رہی۔ جب دونوں کناروں کے بیچ کی کشادگی برابر ہوگئی تو حکم دیا کہ اب اسکو دھونکو۔ یہاں تک کہ جب دیوار کو لال انگارا کردیا تو کہا کہ اب ہم کو تانبا لادو کہ اسکو پگھلا کر اس دیوار پر انڈیل دیں۔ غرض اس تدبیر سے ایسی اونچی اور مضبوط دیوار طیار ہوگئی کہ یاجوج وماجوج نہ تو اسپر چڑھ سکتے تھے اور نہ اس میں سوراخ کرسکتے تھے۔

قیامت کے قریب یاجوج وماجوج اس سد کو توڑ کر ادھر کے رہنے والوں پر ٹوٹ پڑینگے اور سب گڈمڈ ہوجائینگے (تفسیر وغیرہ)۔

سکندر جب دیوار سے فارغ ہوا تو جانب مشرق آیا اور چند عالموں کو طلب کرکے مستفسر ہوا کہ تم نے کسی کتاب میں درازی عمر کی بھی دوا دیکھی ہے۔ ان میں سے ایک حکیم نے التماس کیا کہ میں نے وصیت نامہ حضرت آدم علیہ السلام میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ایک چشمہ کوہ قاف کے نیچے پیدا کیا ہے اور اس مقام میں نہایت اندھیرا ہے اور اس چشمہ کا پانی دودھ سے سفید اور برف سے زیادہ سرد اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ جو کوئی اسکا پانی نوش کرے حیات ابدی سے سرفراز ہو۔ اور موت اسکو نہ آوے جب تک خود وہ موت کی خواہش نہ کرے۔ ذوالقرنین نے کہا تم لوگ میرے ہمراہ چلو بولے ہم زمین کے قطب ہیں۔ اگر یہاں سے حرکت کرینگے تو آفت برپا ہوگی۔ ذوالقرنین نے کہا تب بھی کچھ لوگ میرے ہمرہ چلو۔ چنانچہ چند عالم اور حکیم ساتھ ہوئے۔ اور خضر علیہ السلام کہ پیغمبر تھے مقدمۂ لشکر قرار دئے گئے اور جواہر شب افروز جنکے باعث اندھیرے میں راہ ملے حضرت خضر علیہ السلام کے تفویض کئے گئے۔ اور ذوالقرنین نے تاج و تخت ایک مرد صاحب صلاح وتقوےٰ کے سپرد کیا۔ اور وصایا فرمائے اور بارہ برس کی میعاد واسطے آمد ورفت کے مقرر کی اور روانہ ہوا۔ جب جبل قاف سے گذرا تو راہ بھول گیا۔ اور ایک برس تک پھرتا رہا۔ اور مقدمہ لشکر کہ خضر علیہ السلام تھے۔ ظلمات میں جا پڑے۔ چونکہ جواہر مضیئہ انکے ہاتھ میں تھے۔ سو انہوں نے اسی کی روشنی میں اس راہ کو طے کیا۔ اور چشمہ حیات پایا۔ اس میں نہائے اور پانی پی کر شکر کیا۔ اور آگے کو بڑھے تو لشکر ذوالقرنین پریشان وسرگردان نظر آیا۔ بعض لوگوں نے حضرت خضر کو پہچانا اور حال اپنا بیان کیا۔ آنجناب نے بھی جو کچھ گذرا تھا کہہ دیا۔ پھر ذوالقرنین سے ملاقات ہوئی۔ اسکو سمجھایا کہ تیری قسمت میں آب حیات نہیں ہے ناحق تو سرگردان ہے۔

بالجملہ بعد ان سب معاملات کے ذوالقرنین بعبادت حق مشغول ہوا یہاں تک کہ وفات پائی۔ اسکی مدت سلطنت میں اختلاف ہے۔ بعض ۱۲ برس

Marfat.com

بتلاتے ہیں اور بعض چھ سو (۶۰۰) برس۔ اور عمر کا حال تحقیق معلوم نہیں ہوتا۔

ذوالکفل لغوی معنے تو اسکے ضامن کے ہیں۔ ایک پیغمبر کا نام ہے جو یسع یا بسر ابن ایوب کے چچازاد بھائی ہیں۔ انکی وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ بنی اسرائیل جو کثرت سے اپنے پیغمبروں کو قتل کرتے رہتے تھے انہوں نے سو پیغمبروں کی جان بچائی۔ یا ہر روز سو نمازیوں کی قدر نماز پڑھتے تھے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ نام انکا بشر بن ایوب اور لقب ذوالکفل تھا۔ حضرت ایوب کے بعد روم میں نبی ہوئے۔ چنانچہ اخبار الدول میں بھی انکا ذکر حضرت ایوب کے بعد ہے۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت ذوالکفل رسول روم ہوئے تو قوم کے لوگ اول ایمان لائے۔ اللہ تعالے نے انکو حکم دیا کہ جہاد کرو۔ قوم نے انکار کیا اور کہنے لگے اے بشر ہم لوگ حیات کو دوست رکھتے ہیں اور ممات کو مکروہ جانتے ہیں۔ تاہم مخالفت خدا و رسول بھی ہمارے نزدیک مکروہ ہے۔ پس اگر تم اللہ سے درخواست کرو کہ ہم لوگ نہ مریں جب تک موت نہ مانگیں تو ہم اللہ کی عبادت کریں اور اسکے دشمنوں سے جہاد۔ حضرت نے فرمایا کہ تمنے بہت سخت سوال کیا۔ مگر نماز پر کھڑے ہوئے اور دعا مانگی اللہ نے قبول فرمائی۔ اور ارشاد کیا کہ تو قوم کا کفیل ہو جا۔ چنانچہ حضرت بشر ابن ایوب نے قوم سے مقبولیت سوال کا حال بیان کیا۔ اور کفیل امر مذکور ہوئے۔ اسواسطے ذوالکفل نام ہوا۔ اور قوم کے لوگوں میں کثرت اولاد و احفاد اس حد کو پہنچی کہ بلاد روم میں گنجائش نہ رہی۔ تب قوم نے موت مانگی۔ اور اپنی اپنی اجل میں مرنے لگے۔ یہی وجہ ہے کثرت روم کی اور حضرت بشر ابن ایوب نے شام میں وفات پائی۔ انکی عمر پچھتر (۷۵) برس کی ہوئی۔ مزار شریف قریہ کفل متعلقات نابلس میں ہے۔ مگر صحیح عند المحققین یہ ہے کہ ذوالکفل علیہ السلام وصی الیسع ابن اخطوب کے تھے۔ اور حزقیل و بشر بن ایوب بھی ملقب بذی الکفل تھے۔ اور ان سے پیشتر گذرے ہیں معالم التنزیل میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ لَمْ یَکُنْ ذُوالْکِفْلِ نَبِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَ عَبْدًا صَالِحًا۔ یعنی ذوالکفل نبی نہیں تھے بلکہ ایک صالح بندے تھے۔ (سورہ انبیاء و سورہ صاد میں انکا مذکور ہے۔ (تفر)۔

ذوالنون لفظی معنے تو اسکے ہیں مچھلی والا حضرت یونس علیہ السلام کا لقب ہے۔ بڑے اولوالعزم پیغمبر گذرے ہیں۔ انکے باپ کا نام متی ہے۔ لیکن عبدالرزاق نے کہا ہے کہ متی نام انکی والدہ کا تھا۔ اہل تحقیق لکھتے ہیں کہ حضرت شعیا کے زمانے میں بنی اسرائیل کا بادشاہ حذقیا تھا۔ اتفاقاً موصل و نینوا کے لوگ اپنے بادشاہ کی اعانت سے بنی اسرائیل پر چڑھ آئے اور اسباب لوٹ لے گئے اور ساڑھے نوسو آدمی قید کر کے لے گئے۔ حذقیا نے یہ ماجرا حضرت شعیا سے کہا۔ اور عرض کی کہ جبتک قیدی رہا نہیں ہوتے تدارک انکا نہیں ہوسکتا کیونکہ جب اس طرف سے فوج جائیگی تو وہ قیدیوں کو مار ڈالیں گے۔ حضرت شعیا نے فرمایا کہ تیری مملکت میں پانچ پیغمبر ہیں ایک پیغمبر کو بنا بر ہدایت و افہام کے روانہ کر کہ ان کو سمجھاوے اور قیدیوں کو چھڑا لاویں۔ حذقیا نے کہا آپ ہی کسیکو تجویز فرمادیں۔ فرمایا کہ یونس بڑے متقی و امین ہیں اور اللہ کے نزدیک عزیز اور کثرت عبادت میں سب پیغمبروں سے ممتاز ہیں انکو روانہ کرو۔ اگر وہ لوگ نہ مانیں گے تو یونس معجزات و خوارق سے راہ راست پر لاوینگے۔ اسیوقت حذقیا نے یونس علیہ السلام کو طلب کیا اور سب ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت یونس نے فرمایا اگر حضرت شعیا بحکم الٰہی تجویز کرتے ہیں تو مضائقہ نہیں جاتا ہوں۔ ورنہ میرے اوقات میں خلل واقع ہوگا حذقیا نے کہا آپکا تعین بحکم خدا نہیں ہے۔ مگر حضرت شعیا علیہ السلام نے فرمایا ہے اور وہ صاحب الامر ہیں۔ انکی

Marfat.com

اطاعت کرنا واجب ہے۔ حضرت یونس گرانیٔ خاطر سے روانہ ہوئے اور اپنے اہل بیت بھی ہمراہ لئے۔ نینوی میں کہ مقابل موصل کے واقع ہے اور درمیان میں دجلہ ہے جلوہ فرما ہوئے۔ یعنی ابن الارشاد بادشاہ سے ملاقات کرکے ارشاد کیا کہ اللہ نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے کہ بنی اسرائیل کو قید سے رہا کر۔ اس نے کہا اگر تم سچے ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہم کو تمہارے ملک پر مسلط نہ کرتا۔ اور ہم تمہارے عیال و اطفال گرفتار نہ کراتے۔ کیا اس وقت اللہ کو حمایت کی قدرت نہ تھی۔ جو اب خدا نے تمکو بھیجا ہے۔ بالجملہ تین روز تک حضرت یونس علیہ السلام نے انکو فہمائش کی مگر اس نے انکا کہنا نہ مانا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ لوگ مشرک بت پرست تھے۔ سو حضرت یونس نے بت پرستی سے منع کیا۔ کسی نے نہ مانا۔ بقول بعضے نو برس تک سمجھایا اور بقولے تینتیس برس۔ مگر سوائے دو شخصوں کے کوئی ایمان نہ لایا۔ آخرکار حضرت یونس غصہ ہوکر جناب الٰہی میں مستغیث ہوئے۔ کہ بار خدایا یہ لوگ میرا کہنا نہیں مانتے۔ ارشاد ہوا کہ انکو میرے عذاب سے ڈراؤ۔ اگر تجھکو نہ مانیں گے تو انپر عذاب بھیجوں گا۔ چنانچہ یہ بات بھی حضرت یونس کوچہ و بازار میں کہتے پھرے کہ اپنے بادشاہ سے کہدو۔ اگر میرا کہنا نہ مانیگا تو عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ ان لوگوں نے کہا عذاب کی میعاد مقرر کرو۔ حضرت یونس نے فرمایا کہ چالیس دن کا میرا تمہارا اقرار ہے۔ اگر اس عرصہ میں تمنے مان لیا تو فبہا۔ ورنہ ہلاک ہوگے۔ رفتہ رفتہ یہ خبر بادشاہ کو پہنچی۔ بادشاہ اور ارکان دولت مسخراپن کرنے لگے اور کہتے کہ فقیر مجنون ہے۔ قوت خیالیہ اسکی خراب ہوگئی ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جناب الٰہی میں عرض کی کہ یا الٰہی میں نے ان لوگوں سے چالیس دن کا وعدہ کیا ہے۔ اس وعدہ کو سچا کر دکھلا نہیں تو میں خفیف ہونگا۔ اور مارا جاؤں گا کیونکہ ان لوگوں کی عادت یہ ہے کہ جو شخص ایسا جھوٹا وعدہ کرے اسکو قتل کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تو نے چالیس دن کا وعدہ کسواسطے کیا۔ صبر کرنا چاہئے تھا۔ کہ آخر انکا ایمان مقدر کیا گیا تھا۔ یہ لوگ دین کی راہ اختیار کرینگے۔ حضرت یونس علیہ السلام اس جواب سے سخت تنگدل ہوئے۔ اور وعدہ سے ایک مہینہ گذر گیا۔ تب مع قبائل دس بارہ کوس پر اس قوم سے علیحدہ ہوکر ٹھہرے۔ کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ ہمیشہ یہی دعا کرتے کہ الٰہی میرا وعدہ سچا کر ورنہ میں خفیف ہوں گا۔ جب پینتیسواں دن ہوا تو صبح کے وقت آثار عذاب نمودار ہوئے یعنی باد سموم بصورت ابر سیاہ با دود غلیظ و شرارۂ آتش ظاہر ہوئی۔ اور اثر اسکا انکے بالاخانوں کے متصل پہنچا۔ تب بادشاہ مع ارکین مضطرب ہوکر نکلا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اس فقیر گدڑی پوش کو تلاش کرکے جلد لاؤ کہ ہم اسکے ہاتھ پر توبہ کریں اور قیدیوں کو اسکے سپرد کریں۔ ہر چند تلاش کیا کہیں سراغ نہ چلا۔ ناچار سب لوگ عورت اور مرد مع بادشاہ جملہ لاکھ آدمی ہو نکلے۔ برہنہ سر اور برہنہ پا گریبان چاک جنگل میں نکلے اور بہ نیت خالص سجدہ میں گرکے فریاد و فغاں کرنے لگے اور کہتے آمنا بما جاء بہ یونس۔ یعنی ہم ایمان لائے ہیں اس چیز پر جسکو یونس علیہ السلام لائے ہیں۔ غرض چالیسویں دن وقت عصر دسویں محرم روز پنجشنبہ حق تعالیٰ نے اپنی عنایت اور کرم سے وہ عذاب ان سے دفع کر دیا اور ہوا صاف ہوگئی۔ سب لوگ مع بادشاہ داخل شہر ہوئے۔ اور جاسوس و ہرکارے اطراف و جوانب میں دوڑائے کہ حضرت یونس کو تلاش کرکے لائیں۔ بلکہ بادشاہ نے کہا کہ اگر کوئی شخص حضرت یونس کی خبر لادے تو میں اسکو ایک روز تخت سلطنت پر بٹھلاؤں۔ کہ اس میں جو کچھ دولت و مال اسکو درکار ہو لے۔ چنانچہ اس طمع سے اکثر لوگ دوڑے۔

حضرت یونس علیہ السلام چالیسویں دن کے بعد جانب نینوا متوجہ ہوئے تو گاؤں کے لوگوں سے سنا کہ عذاب موقوف ہوگیا اور وہ لوگ تمہاری تلاش

Marfat.com

میں ہیں۔ اُنہوں نے جانا کہ میں قوم کے نزدیک جھوٹا ہوا۔
اگر اب انکے پاس جاتا ہوں تو ذلیل و خوار کرینگے۔ اور اگر حضرت
شعیا کے پاس جاتا ہوں تو بنی اسرائیل میں بڑی شرمندگی
ہوگی۔ ان خیالات سے رنجیدہ خاطر ہو کر دونوں طرفیں چھوڑیں
اور جانب روم متوجہ ہوئے۔ چونکہ اس دعا میں حضرت
یونس نے بہت جلدی فرمائی تھی۔ اسلئے عتاب شروع ہوا۔
اور حضرت یونس یہ سمجھکر قوم سے نکلے تھے کہ بیرون قوم
کچھ عذاب و رنج نہیں ہوگا۔ مگر جانب حق سے انکے ساتھ
اور ہی معاملہ شروع ہوا۔ اول تو سب رفیق و نوکر چلے گئے
سوائے ایک عورت اور دو لڑکوں کے کوئی ساتھی نہ رہا۔
تب ایک بیٹے کو اپنے کندھے پر دھرا۔ اور دوسرے کو
عورت نے کندھے پر اُٹھایا۔ اور منزل بمنزل طے کرتے
ہوئے روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں ایک درخت کے
نیچے سایہ کے واسطے ٹھہر گئے۔ اور واسطے قضائے حاجت
بشری کے جنگل میں گئے۔ اسوقت بادشاہزادے کی سواری
برسم شکار اس درخت کے متصل پہنچی۔ اس نے دیکھا کہ
ایک عورت خوبصورت جوان کمال حسن و جمال سے آراستہ
دو لڑکے لئے ہوئے بیٹھی ہے۔ اس نے اپنے نوکروں کو
حکم دیا کہ اس عورت کو میرے پاس لاؤ۔ ہر چند عورت نے
داد بے داد کیا کہ میں ایک مرد صالح کی منکوحہ ہوں۔ اور
وہ شخص پیغمبر ہیں۔ لیکن مستی شراب اور جوش جوانی میں اس نے
نہ مانا اور زبردستی اپنے ہمراہ لے گیا۔ اب حضرت یونس علیہ
السلام بعد قضائے حاجت تشریف لائے تو عورت نہ تھی
لڑکوں سے مستفسر ہوئے۔ اُنہوں نے حال گذشتہ عرض
کیا۔ حضرت یونس نے جانا کہ معاملہ عتاب شروع ہوا ہے
لڑکوں کو ساتھ لے کر چلے تو راستے میں ایک ندی آئی۔
حضرت یونس نے ایک لڑکا کنارے پر چھوڑا اور دوسرے
کو کندھے پر اُٹھا کر ندی کے پار اُترنے لگے۔ جب درمیان
میں پہنچے اور مڑ کر دوسرے لڑکے کی طرف دیکھا تو اسکی طرف
بھیڑیا آرہا تھا۔ گھبراہٹ سے پھر واپس چلے تو کندھے والا

لڑکا پانی میں گر پڑا۔ اور کنارے والے لڑکے کو بھیڑیا اُٹھا کر
لیگیا۔ مایوس ہو کر تن تنہا دریائے روم کے کنارے پہنچے
اس میں ایک جہاز چلنے والا تھا۔ حضرت یونس نے کہا کہ
میں درویش ہوں۔ اگر بے کرایہ مجھکو بٹھلا لو تو میں بھی جہاز
میں چلوں۔ ناخدا اور تاجروں نے کہا کہ آپ ہمارے
سر اور آنکھوں پر بیٹھیں۔ آپ کی برکت سے ہمارا بیڑا پار ہوگا
الغرض سوار ہوئے اور جہاز چلا۔ جب دریا کے بیچ میں پہنچے۔
یکایک ہوائے تند چلنے لگی اور جہاز چلنے سے تھم گیا۔
ہر چند اسکے چلانے کی کوشش کی۔ مگر کوئی تدبیر کارگر
نہ ہوئی۔ تب سب لوگ مشورہ کرنے لگے کہ اسکا سبب نہیں کھلتا
ناخدا نے کہا کہ میرا تجربہ ہے کہ جب کوئی غلام اپنے خداوند
سے بھاگا ہو۔ اور کشتی میں بیٹھ جائے تو ایسا معاملہ ہوتا ہے
سو تم کشتی میں پکار دو کہ جو شخص اپنے مالک سے بھاگا ہو صاف
بیان کر دے۔ جب منادی نے پکارا تو حضرت یونس علیہ
السلام بولے کہ وہ غلام گریختہ میں ہوں۔ مجھے دریا میں
ڈال دو تاکہ اہل کشتی نجات پائیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ
آپ سے تو ایسا فاسد گمان ہرگز نہیں ہو سکتا۔ آخر قرعہ
ڈالا گیا تو حضرت یونس کا ہی نام نکلا۔ دوسری دفعہ پھر
قرعہ ڈالا تو پھر انکا نام ہی نکلا۔ ناچار راضی بقضائے الٰہی
ہو کر حضرت یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈالا کشتی روانہ
ہوئی۔ اتفاقاً دریا میں ایک مچھلی منتظر لقمہ بیٹھی تھی۔ بمجرد
گرنے حضرت یونس کے اس مچھلی نے نگل لیا۔ اسیوقت
حکم الٰہی پہنچا کہ خبردار یہ تیری غذا نہیں ہے بلکہ تیرے
پیٹ میں اسکو قید کرتا ہوں۔ سر مو اسکو آسیب نہ پہنچے
بالجملہ مچھلی حضرت یونس کو لیکر دریائے روم سے بطائح
میں پہنچی اور وہاں سے دجلہ میں گئی مچھلی کے پیٹ میں
آپ ہر وقت یاد خدا میں مشغول رہتے۔ اسی طرح چالیس
دن گذر گئے۔ مچھلی کو حکم ہوا۔ کہ اس زندانی کو کنارہ شامی
پر ڈال دے۔ اس نے فی الفور اُگل دیا۔ بدن انکا ایسا
نرم ہو گیا تھا۔ کہ مکھی اور پشے کے بیٹھنے سے تکلیف ہوتی تھی

Marfat.com

اور طاقت نہ تھی کہ ہاتھ سے اُٹھا دیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسوقت درختِ کدو پیدا کیا۔ اس نے اپنی بیل سے اپر سایہ کیا کہ مکھیوں وغیرہ سے محفوظ رہیں جیسا کہ سورۃ صافات میں مذکور ہے۔

معالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت یونس مچھلی کے پیٹ سے نکلے تو ہرنی کو ارشاد خداوندی ہوا کہ ان کو دودھ پلایا کرے تاکہ طاقت آوے۔ چالیس دن کے بعد ہرنی کا آنا موقوف ہوگیا۔ جب وقت معمولی دودھ پینے کا آیا اور ہرنی نہ آئی تو حضرت یونس نے عرض کیا۔ یا الٰہی آج کے دن میں بھوکا رہا۔ ارشاد ہوا کہ تو اسقدر تغیرِ عادت پسند نہیں کرتا۔ اور مجھ سے درخواست کرتا تھا کہ میں اپنی عادت عمدہ ترک کر کے ایک لاکھ اپنے بندے مار ڈالوں۔ یہ سنکر حضرت یونس نے توبہ کی۔ اور عرض کی کہ اے خالق میں گنہگار ہوں شرمندہ ہوں۔ اب جو تیرا حکم ہو بجا لاؤں۔ حکم ہوا اپنی قوم میں جاکر اقامت کر۔ جب قوم کی طرف تشریف لے چلے تو راستے میں کئی قسم کے معاملے گذرے جنسے حضرت یونس کو اپنی خطا پر آگاہی ہوئی۔ جب بہت شرمندہ ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے بالکل قصور معاف فرمایا۔ اور عہدہ نبوت عطا فرمایا۔ اور علاقہ رسالت جو انکو حضرت شعیا علیہ السلام کیطرف سے تھا اُٹھا لیا۔ اور رسول مستقل کر دیا۔ اور ہر طرف سے لطف و کرم کے دروازے کھولدئیے۔

جب اُس ندی کے کنارے پہنچے جہاں دونوں لڑکے ہاتھ سے گئے تھے۔ تو دیکھتے ہیں کہ گاؤں کے آدمی دو لڑکے لئے ہوئے کھڑے ہیں۔ حضرت یونس نے پوچھا کہ یہ دونوں لڑکے کسکے ہیں۔ اُنھوں نے کہا ایک مرد بزرگ کے بیٹے ہیں۔ ایک کو ہمنے بھیڑئیے سے چھین لیا تھا اور دوسرا ندی میں بہتا ہوا دھوبیوں نے پکڑ کر ہمیں دیا۔ سو ہم انکی پرورش کرتے ہیں اور انتظار میں ہیں کہ وہ مرد بزرگ ملیں تو انکے سپرد کر دیں۔ اتنے میں ان لڑکوں نے حضرت یونس کو پہچان لیا۔ اور کہا کہ یہی ہمارا باپ ہے۔ ان لوگوں نے دونوں صاحبزادے سپرد کر دئے۔ جب حضرت یونس لڑکوں کو لیکر آگے بڑھے۔ اور اس درخت کے پاس پاس پہنچے جہاں سے انکی بیوی کو شہزادہ لے گیا تھا۔ تو وہاں دیکھا کہ کچھ لوگ انتظار میں ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام نے پوچھا کیوں بیٹھے ہو۔ بولے ہمارا شہزادہ ایک دن شکار کو یہاں آیا تھا اور کسی درویش کی عورت زبردستی لے گیا تھا۔ اس دن سے پیٹ کے درد میں مبتلا ہے۔ لہذا ہمارے بادشاہ نے ہم کو مقرر کیا ہے کہ دیکھو جب وہ بزرگ آویں تو انکو یہاں لاؤ کہ میں تقصیر معاف کراؤں اور عورت کو سپرد کروں۔ اور اس عورت کے اب تک کسی نے ہاتھ نہیں لگایا۔ یہ حال سنکر حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ فقیر غریب میں ہوں۔ تب بادشاہ کے سپاہیوں نے بکمال عزت بادشاہ کے پاس پہنچایا۔ آنجناب کے پہنچتے ہی صحت ہوگئی اور بادشاہ نے عورت حوالے کی۔ اور نقد و جنس بہت کچھ نذر کیا۔ جب آپ سرحد موصل اور نینوٰی پر پہنچے تو ایک شخص کو روانہ فرمایا کہ لوگوں کو خبر کر دے۔ جب یہ خبر بادشاہ کو پہنچی تو وہ مع ارکان دولت حاضر ہوا۔ اور بکمال تعظیم و تکریم شہر میں لے گیا۔ وہ مدت دراز تک سرگرم متابعت رہا۔ جب بادشاہ مرگیا تو آپ نے ایک شخص کو خلیفہ کیا اور خود مع ستر آدمیوں کے جو نہایت عابد تھے جبل صیہون پر تشریف لائے اور عبادت میں مصروف ہوئے یہاں تک کہ وفات پائی۔ اسی جگہ مدفون ہیں۔ عمر انکی ساٹھ برس کی ہوئی۔ سورۃ نٓ و صٓفٰت میں انکا ذکر ہے۔ (تفر)۔

ذوی الارحام (ل) قریبی رشتہ دار (ص۔ ش) میں ان قریبیوں کو کہتے ہیں جو نہ اصحاب فروض سے ہوں اور نہ ہی عصبات سے۔ (نغ)۔

ذہب سونا۔ بیس مثقال یعنی ۷½ تولے سونے پر جبکہ اس پر پورا سال گذر جائے تو دو ماشے سونا یا اسکی قیمت جو کچھ اسوقت کے نرخ کے حساب سے بیٹھے دینا فرض ہے۔ آدمیوں اور عورتوں کو سونے چاندی

Marfat.com

برتنوں میں کھانا پینا منع ہے۔ (ہد)۔

ذہبی شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد کو کہتے ہیں بڑے زبردست محدث ہوئے ہیں "میزان الاعتدال فی نقد الرجال" اور "کتاب المشتبہ" آپ ہی کی تصانیف ہیں۔ (کن)۔

ذی القعدہ قعدہ کے معنے ہیں بیٹھنا۔ چونکہ یہ مہینہ منجملہ شہر حرام کے ہے کہ جن میں لڑائی حرام تھی۔ اسلئے عرب اس ماہ میں مقاتلہ و محاربے سے بیٹھ رہتے تھے اسلئے اس ماہ کو ذی القعدہ کہنے لگے (غ)

باب الراء

رالضم وہ فرشتے ہیں جو حضرت ابو البشر کے ساتھ زمین پر بھیجے گئے تھے اور اسی طرح اور انبیاء کے ساتھ رہے کسی زمانے میں بھی ان سے زمین خالی نہیں رہ سکتی۔ (صنا)۔

رات کو اٹھنے کے بعد کی دعاء حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد کیلئے اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے:۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ وَاَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُکَ الْحَقُّ وَلِقَاءُکَ حَقٌّ وَقَوْلُکَ حَقٌّ وَالْجَنَّۃُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِیُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَۃُ حَقٌّ اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ وَاِلَیْکَ حَاکَمْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ (اخرجہ الستہ)

"خداوندا اے ہمارے پروردگار تیرے ہی لئے تعریف ہے۔ تو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے سب کا برپا رکھنے والا ہے اور تیرے ہی لئے تعریف۔ تو آسمانوں اور زمین کا اور جتنی چیزیں ان میں ہیں سب کا روشن کرنیوالا ہے اور تیرے ہی لئے تعریف ہے تو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے سب کا مالک ہے اور تیرے ہی لئے تعریف ہے۔ تو سچا ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تجھ سے ملنا برحق ہے اور تیری بات سچی ہے۔ اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے سارے نبی سچے ہیں اور محمدؐ برحق نبی ہیں اور قیامت حق ہے خداوندا میں نے تیرے آگے گردن جھکا دی ہے۔ اور تجھ پر ایمان لایا ہوں۔ اور تجھی پر بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی طرف رجوع ہوا ہوں اور میں تیری ہی مدد سے دشمنوں سے جھگڑا کرتا ہوں اور تیری ہی طرف فیصلہ لاتا ہوں تو میرے وہ گناہ بخشدے جنکو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تو اپنے نیک بندوں کو آگے بڑھانے اور بدوں کو پیچھے ہٹانیوالا ہے۔"

راحیل حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیوی تھیں جو آپ کے ماموں کی بیٹی تھیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام انہیں کے بطن سے تھے۔ (لغز)۔

رازی فخر الدین رازی۔ متبحر عالم ہوئے ہیں تفسیر کبیر آپ ہی کی تصنیف ہے۔ ۶۰۶ھ میں ہرات میں وفات پائی۔ آپ کے والد ماجد ضیاء الدین عمر رَے کے اکابر علماء میں سے تھے۔ (کن)

راس سر۔ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر عاجزی سے ایسا کیا جائے تو جائز ہے (رد المحتار)

اہل اسلام کے ہاں ننگے سر کسی کا استقبال کرنا مودبانہ طریقہ شمار نہیں ہوتا۔ معزز آدمی کے آنے پر ٹوپی یا پگڑی بہر

Marfat.com

رکھ لیتے ہیں۔
سر کا کچھ حصہ مونڈ دینا اور کچھ چھوڑ دینا منع ہے۔
(مسلم) اگر سر پر بال رکھے ہوں تو کنگھی وغیرہ کرتے رہنا چاہئے۔

راعنا امر کا صیغہ ہے مراعات سے۔ اسکے معنے ہیں ہماری باتوں کی مراعات کیجئے اور سنئے (جل)
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم وعظ فرماتے یا دینی تذکرہ کرتے ہوتے تو حاضرین میں مسلمان۔ یہودی۔ عیسائی۔ مشرک سب قسم کے لوگ ہوتے۔ اور کبھی ایسا ہوتا کہ کسیکو کوئی بات اچھی طرح نہ سن پڑی تو اسکو کہنا پڑتا کہ مکرر فرمائیے
یہود جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے۔ وہ راعنا کا ذومعنیین لفظ بولتے تھے۔ اسکے ایک معنے تو یہ ہیں کہ ہم نہیں سمجھے ہماری خاطر سے پھر فرمائیے۔ اور دوسرے معنے ہوتے تھے۔ اے احمق (نعوذ باللہ) نیچی بات۔ اور اگر عین کو ذرا کھینچکر کہہ دیا تو معنے ہو گئے اے ہمارے گڈریا چرواہے۔
مسلمان جنکے دل میں کسیطرح کا کھوٹ نہ تھا انکے ذہن اسطرف منتقل نہ ہوئے۔ یہود کی دیکھا دیکھی وہ بھی راعنا کہنے لگے۔ یہود کو اشارہ کنایہ کرنیکا موقع ملا۔ اللہ تعالے نے مسلمانوں کو سمجھا دیا کہ تم اسطرح کا لفظ کیوں بولو جس سے ایک محمل بے ادبی ہو۔ راعنا نہیں۔ اُنْظُرْنَا کہا کرو۔ کہ اسکے بھی وہی معنے ہیں کہ ہماری خاطر سے ذرا پھر فرمائیے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ٥
(س۔ بقرہ۔ ع ۱۲) یعنی مسلمانو! پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے راعنا کہکر خطاب نہ کیا کرو۔ بلکہ انظرنا کہا کرو اور دھیان لگا کر سنتے رہا کرو۔ اور منکروں کے لئے عذاب دردناک ہے

راغب اصفہانی اکابر علمائے اسلام میں سے تھے کتاب الذریعہ الے مکارم الشریعہ

آپ کی تصنیف ہے۔ تصوف میں آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ ۵۰۲ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)

رافضی رافضہ کی طرف منسوب ہے۔ اور رافضہ لشکر کے اس گروہ کو کہتے ہیں جو اپنے سردار کو چھوڑ دیں شیعوں کا ایک فرقہ ہے۔ جنہوں نے زید بن علی بن حسین کی بیعت کی تھی۔ بعد ازاں کہنے لگے کہ ہم آپ کے ساتھ تب رہ سکتے ہیں جب آپ شیخین پر تبرا بھیجیں۔ آپ نے انکار کیا اور کہا کہ میں انپر کیسے تبرا کروں جو میرے جد کے معاون تھے۔ اس پر ان لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔ حتیٰ کہ حجاج نے انہیں شہید کیا۔ رفض کے اصلی معنے کسی کو چھوڑ دینے کے ہیں۔ (غ)۔ تفصیل کے لئے دیکھو شیعہ

رافع خدا کا نام ہے۔ لفظی معنے فرمانبرداروں کو بلند کرنے والا۔ یہ رفع سے مشتق ہے جسکے معنے ہیں بلند کرنے کے۔ اور خدا کے رافع ہونے کے یہ معنے ہیں کہ وہ اپنے فرمانبرداروں کو قرب کی دولت عطا فرما کر انہیں بلند کرتا ہے۔
یہ اسم ان اسماء سے ہے جو بعینہ تو قرآن میں موجود نہیں مگر انکے مشتقات مذکور ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ٥ (س۔ المجادلہ۔ ع ۲) یعنے اللہ انکے درجے بلند کریگا۔ ان کے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں۔ اور جن کو علم دیا گیا ہے۔

رافع بن خدیج آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی تھے۔ کنیت انکی ابوعبداللہ تھی۔ بہت سے جنگوں میں آنحضرت کے ہمراہ رہے ہیں۔ جنگ احد میں انہیں تیر لگا تھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ قیامت کے دن میں تیرا گواہ ہوں گا۔ عبدالملک بن مروان کے زمانے میں آپکا وہ زخم کھل گیا اور سنہ ۷۳ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے۔ عمر انکی اسوقت چھیاسی ۸۶ سال کی تھی۔ بہت سے لوگوں نے

Marfat.com

آپ سے روایت کی ہے۔

راگ گانے بجانے کا فن۔ دیکھو (غنا)۔

ران (ص۔و) میں اس پردے کو کہتے ہیں جو دل اور عالم قدس کے درمیان ہیئات نفسانیہ کے استیلاء اور ظلمات جسمانیہ کے رسوخ کے سبب حائل ہوتا ہے اور اس وجہ سے انوار ربوبیت بالکلیہ محتجب ہو جاتے ہیں۔ (ک)۔

راہب دین مسیحی کا عالم۔ تارک الدنیا۔ وہ شخص جو ریاضت شاقہ کرتا ہو۔ اور ماکولات لذیذہ اور ملبوسات لینہ کو ترک کر کے خدا کی طرف متوجہ ہو۔ اسلام میں رہبانیت ممنوع ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا رَھْبَانِیَّۃَ فِی الْاِسْلَامِ یعنی اسلام میں رہبانیت جائز نہیں (ک)۔

رب (ل) پالنے والا۔ آقا۔ مالک۔ خدا تعالےٰ کو کہتے ہیں۔ اسکا اطلاق انسانوں پر بھی ہوتا ہے مگر جب کہ مقید ہو۔ جیسے رب الدار۔ رب البیت۔ رب المال وغیرہ۔ لیکن حالت تجرید میں اسکا اطلاق خدا کے سوا اور کسی پر نہیں ہوتا۔ (مد)

رباط اسکے معنے ہیں دشمن کے ملک کی سرحد پر فوجی استحکام کے لئے گھوڑے باندھنا۔ پانچ پانچ گھوڑوں کو بھی کہتے ہیں جو سرحد پر باندھے جائیں۔ مہمان سرائے کو بھی کہتے ہیں (من)

قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ہ (س۔ آل عمران ع ۲۰) مسلمانو! (ان تکلیفوں کو جو خدا کی راہ میں تمہیں پیش آئیں) برداشت کرو۔ اور ایک دوسرے کو صبر کی تعلیم دو۔ اور دشمن کے مقابلہ کے لئے تیار رہو۔ اور اللہ سے ڈرو تاکہ (آخر کار) تم (اپنی) مراد کو پہنچو۔

نیز ارشاد ہے وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تا اَللّٰہُ یَعْلَمُھُمْ (س۔ انفال۔ ع ۸) اور (مسلمانو! سپاہیانہ) قوت سے اور گھوڑوں کے باندھے رکھنے سے جہاں تک تم سے ہو سکے کافروں کے (مقابلے کے) لئے سازوسامان مہیا کئے رہو کہ ایسا کرنے سے اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر اپنی دھاک بٹھائے رکھو۔ اور (نیز انکے سوا دوسروں پر بھی جن کو تم نہیں جانتے۔ (اور) اللہ ان (کے حال) سے (خوب) واقف ہے۔

صاحب تفسیر حقانی اس آیت کی ذیل میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں علاوہ رباط الخیل یعنی جنگ کے لئے گھوڑے باندھنے کے تیر اندازی عمدہ قوت تھی۔ مگر اس زمانہ میں بجائے اسکے عام مسلمانوں کو قواعد سکھلانا۔ عمدہ اور نو ایجاد توپیں اور بندوقیں اور دخانی جہازات اور دیگر سامان حرب بہم پہنچانا اور عمدہ موقعوں پر قلعے تعمیر کرنا اور ریل اور تار برقی لگانا فرض کفایہ ہے۔ اس قوت کا فائدہ دشمنوں کو خوف دلانا ہے۔ کیونکہ دشمن نہ کسی علم سے ڈرتے ہیں نہ کسی معاہدہ سے نہ کسی صنعت و حرفت سے نہ نئی روشنی کے لباس و عادات سے۔ وہ تو جنگی طاقت سے ڈرتے ہیں۔ جس میں یہ ہے اسی کی عزت ہے۔ اور اسی کے لئے عہد و پیمان ہیں۔

رُبع چوتھا حصہ۔ دیکھو (ذوالعن)

رَبع رے کی زبر سے پڑھنا والیس ہونا ہر چیز کی ابتداء۔ اور رے کے کسرہ سے زمین بلند اور کھلے راستہ کو کہتے ہیں۔ (منتخب اللغات)۔

رب النوع وہ فرشتہ جسے اللہ تعالےٰ نے نباتات حیوانات اور جمادات کی ہر نوع کی پرورش اور حفاظت کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ چنانچہ ہر نوع کی پرورش کے لئے علیحدہ فرشتہ ہے (غ)۔

Marfat.com

ربیع الآخر موسم بہار کا آخری مہینہ۔ جو اسلامی سال کا چوتھا مہینہ ہے۔

ربیع الاول موسم بہار کا پہلا مہینہ۔ جو اسلامی سال کا تیسرا مہینہ ہے۔

ربیعۃ الرای ابو عثمان بن ابی عبدالرحمن کو کہتے ہیں جو مدینہ منورہ کے مشہور فقیہ تھے۔ آپ کو چند صحابہ کے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ امام مالک کے استاد تھے سوار بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ربیعۃ الرای سے بڑھ کوئی عالم نہیں دیکھا اور نہ کوئی ان سے بڑھ کر سخی دیکھا (کن)۔

رجا (ل) امید (ص۔ش) ہیں کی اس امید کا نام ہے جو خدا سے اپنے گناہوں کی معافی کے بارہ میں رکھتا ہو۔ ابن خفیق کہتے ہیں کہ امید تین قسم ہے۔ ایسے آدمی کی امید جو اچھے کام کرتا ہو اور خدا سے انکی قبولیت کی امید رکھتا ہو۔ دوسری ایسے آدمی کی امید جو برے کام کرکے توبہ کرے اور خدا کی بخشش کا امیدوار ہو۔ تیسرے ایسے شخص کی جو رات دن گناہوں میں سرمست رہے اور کہے کہ مجھے خدا کی مغفرت کی امید ہے۔ (کن)

رجعت (ل) واپسی۔ اگر عورت کو ایک یا دو رجعی طلاقیں دی ہوں۔ تو عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر کو اختیار ہے کہ بلا نکاح جدید بیوی کو روک رکھے خواہ وہ راضی ہو یا نہ ہو۔ رجعت کے لئے اتنا کافی ہے کہ صاف کہدے کہ میں تجھکو پھر رکھے لیتا ہوں یا کہدے میں طلاق سے رجوع کرتا ہوں یا کسی دوسرے شخص سے کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو پھر رکھ لیا اور طلاق سے باز آیا۔ یا بیوی کو زبان سے کچھ نہ کہے۔ مگر اسکے ساتھ پھر شوہروں کا سلوک جاری کردے۔ رجعت کے لئے مناسب ہے کہ دو چار لوگوں کو گواہ بنالیا جائے۔ عدت گذرنے کے بعد رجعت نہیں ہوسکتی کیونکہ اسوقت طلاق بائن ہوجاتی ہے۔ اب اگر عورت راضی ہو تو جدید نکاح کرنا پڑیگا۔

حائضہ کی عدت تین حیض ہیں۔ اسکے بعد مرد کو اسکے روک رکھنے کا اختیار نہیں ہے۔ غیر مدخولہ عورت جس کے ساتھ خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو اسکو ایک طلاق دینے کے بعد بھی روک رکھنے کا اختیار نہیں رہتا۔ کیونکہ اس کو جو طلاق دی جائے بائن ہی پڑتی ہے۔

جس عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو اسکو چاہئے کہ بناؤ سنگار سے رہے تاکہ شاید شوہر اپنے ارادے سے باز آئے اور رجعت کرے۔ شوہر اگر رجعت کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو اسکو گھر میں دستک دے کر داخل ہونا چاہئے تاکہ بیوی ستر بدن کا خیال رکھے۔ رجعت سے پہلے عورت کو سفر میں ساتھ لیجانا درست نہیں (کذافی کتب الفقہ)

رجل (ل) مرد۔ (ص۔ف) ہیں اسکا اطلاق مذکر پر ہوتا ہے۔ جسکے مقابل جن و انسانوں سے کوئی مؤنث ہو۔ قرآن مجید میں آیا ہے وَاَنَّہٗ کَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ (س الجن ع ۱) یعنے آدمیوں میں سے کچھ لوگ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑا کرتے تھے۔ مادر لڑکا اور خصی آیت مواریث میں داخل ہیں (فتاوے بزازیہ)۔

رجم سنگسار کرنا۔ پتھر مارنا۔ یہ زنا کی حد ہے جو اسوقت لگائی جاتی ہے جب زانی مسلمان آزاد عاقل اور بالغ ہو۔ اور اس نے ایسی عورت سے صحیح نکاح کرکے ہمبستری کی ہو جس میں مذکورہ بالا صفتیں پائی جاتی ہو۔ ایسے شخص کو اس وقت تک رجم کرنی چاہئے جبتک وہ مرجائے۔ رجم کسی میدان میں کرنی چاہئے۔ پہلے گواہ پھر قاضی پھر دوسرے لوگ رجم کریں۔ اگر گواہ رجم سے دست کش ہوجائیں تو حد ساقط ہوجائے گی۔ اگر اس نے خود زنا کا اقرار کیا ہو تو پہلے قاضی پھر دوسرے لوگ رجم کریں۔ رجم کرنے کے بعد اس شخص کا بدستور کفن دفن کرنا چاہئے۔ جنازہ بھی پڑھا جائے۔ رجم کرنے کے وقت عورت کے پردہ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اسلئے اگر اسے گڑھے میں

Marfat.com

داخل کرکے رجم کیا جائے تو جائز ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ غامد کی ایک عورت اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شراحہ ہمدانیہ کے لئے رجم کرتے وقت گڑھا کھدوایا ہے۔ اگر ویسے کسی میدان میں اسے رجم کیا جائے تو بھی جائز ہے مگر گڑھا کھود کر رجم کرنا اولیٰ ہے مرد کے لئے گڑھا کھودنا ناجائز ہے۔ (ہد)۔

امام اعظم اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک رجم کے لئے مرد اور عورت دونوں کا محصن ہونا ضروری ہے امام شافعی اور امام مالک رحمہ کے نزدیک ضروری نہیں محصن کو رجم کیا جائیگی اور غیر محصن کو درے لگائے جائینگے اگر یہودی جس میں احصان کی شرطیں پائی جائیں زنا کرے تو امام ابوحنیفہ وامام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک اسے رجم کرنا ناجائز ہے کیونکہ رجم کی شرط اسلام اسمیں نہیں ہے مگر امام ابوحنیفہ کے نزدیک اسے ضرور درے لگائے جانے چاہئیں۔ امام مالک رح کہتے ہیں کہ اسکی سزا قاضی کی رائے پر موقوف ہے۔ امام شافعی اور امام احمد رح کے نزدیک اسے رجم کرنا ضروری ہے۔

غلام کو بالاتفاق رجم نہیں کی جائے گی اگرچہ وہ محصن ہو۔

محصن کی حد صرف رجم ہے نہ رجم اور درے مگر امام احمد رح سے ایک روایت ہے کہ محصن کو پہلے درے لگائے جائیں پھر رجم کی جائے۔ (رحمۃ)۔

حضرت ابوہریرہ رض اور زید بن خالد رض سے روایت ہے کہ دو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی جھگڑے کے فیصلے کے لئے آئے۔ ان میں سے ایک نے عرض کیا کہ آپ خدا کے حکم کے مطابق ہمارا فیصلہ کریں۔ اور مجھے بولنے کی اجازت دیں۔ آپ نے فرمایا بولو۔ اس نے کہا کہ میرا بیٹا اسکے ہاں مزدور تھا۔ اس نے اسکی عورت سے زنا کیا۔ لوگوں نے مجھے کہا کہ تیرے بیٹے پر رجم لازم ہو گئی ہے (یہ سنکر) میں نے اسکے عوض میں سو بکریاں اور ایک لونڈی اسے دی پھر علماء سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور سال بھر کے لئے اسے جلاوطن کیا جائیگا۔ آپ نے فرمایا مجھے اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں خدا کے حکم کے مطابق تمہارا فیصلہ کروں گا۔ بکریاں اور لونڈی واپس کر لو۔ اور تمہارے بیٹے پر سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے انیس! تم اسکی عورت کے پاس جاؤ اگر وہ زنا کا اقرار کرے تو اسے رجم کرو۔ اس نے اقرار کر لیا اور رجم کی گئی۔ (مش)۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ چند یہودی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ ہماری ایک مرد و عورت نے زنا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا تورات میں رجم کے متعلق کیا حکم پاتے ہو۔ انہوں نے کہا (رجم کا حکم تو نہیں ہاں یہ حکم ہے کہ) زانی کو ذلیل کرو۔ اور اسے کوڑے لگاؤ۔ عبداللہ بن سلام نے کہا تم جھوٹے ہو۔ تورات میں رجم کا حکم موجود ہے۔ وہ تورات لائے اور اسے کھولا تو ان میں سے ایک رجم کی آیت پر انگلی رکھکر اسکا ماقبل مابعد پڑھنے لگا۔ عبداللہ بن سلام نے کہا کہ اپنا ہاتھ اٹھاؤ۔ جب ہاتھ اٹھایا تو آیت رجم نظر آ گئی۔ انہوں نے کہا اے محمد (صلعم) آپ نے سچ کہا ہے۔ تورات میں رجم کی آیت موجود ہے۔ پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو رجم کرنیکا حکم دیا۔ اور وہ رجم کئے گئے۔ (مش)۔

رجیم جو سنگسار کیا جائے۔ (دیکھو رجم) اسلامی لٹریچر میں یہ لفظ شیطان کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔

بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آسمانوں پر کوئی حکم ہوتا ہے تو خوف کے مارے فرشتے تھرا جاتے ہیں۔ پھر ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہیں۔ پھر اوپر کے طبقے سے لیکر نیچے کے طبقے والے فرشتوں تک درجہ بدرجہ وہ بات

Marfat.com

پہونچتی ہے۔ نیچے کے طبقے والوں سے شیاطین کوئی بات اڑا لیجاتے ہیں۔ اور اسکو جادوگروں یا بھتنیوں والوں کو پہونچاتے ہیں۔ وہ ایک میں سو جھوٹی باتیں ملا کر مشہور کرتے ہیں۔ کبھی ستارہ ان کے پیچھے دوڑتا ہے اور انہیں جلا دیتا ہے اور کبھی وہ (بچکر نکل جاتا ہے، اور وہ کلمہ) جادوگروں کو پہونچا دیتا ہے۔

قرآن مجید میں کئی ایک جگہ اسکا ذکر آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا تا فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ (س۔ صافات ع ۱) ہم نے ہی ورلے آسمان کو (ایک) زینت یعنے ستاروں سے آراستہ کیا۔ اور ہر شیطان سرکش سے محفوظ کر رکھا ہے کہ وہ اوپر کے لوگوں (یعنے فرشتوں کی باتو) کی طرف کان بھی لگانے نہیں پاتے۔ بھگانے کے لئے ہر طرف سے (ان پر شہاب) پھینکے جاتے ہیں۔ اور (یہ) آسمان ان کے لئے لازمی عذاب ہے۔ (غرض شیاطین فرشتوں کی باتیں سننے نہیں پاتے) مگر (ہاں شاذ و نادر) کوئی (کسی بات کو چھپا کے سے) اُچک لیجاتا ہے۔ تو شہاب کا دھکتا ہوا انگارا اس کے پیچھے لگا ہوتا ہے۔ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا تا فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِیْنٌ ۝ (س۔ حجر۔ ع ۲) اور ہم ہی نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے اسکو (ستاروں سے) آراستہ کیا۔ اور ہر شیطان مردود سے اسکی حفاظت کی (کہ وہاں شیاطین میں سے کوئی جانے نہیں پاتا) مگر چوری چھپے کوئی بات سن بھاگے تو شہاب[1] کا دہکتا ہوا انگار (اسکے بھگانے کو) اسکے پیچھے ہو لیتا ہے۔

منیٰ میں ایک جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا قصد کیا تھا اور شیطان نے مجسم دکھلائی دے کر ان کو تین جگہ بہکانا چاہا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسکو کنکریاں ماریں۔ اب ان تینوں مقامات پر نشان کے لئے چھوٹے چھوٹے منارے بنا دئے گئے ہیں۔ ان کو جمرات کہتے ہیں۔ ایک کو جمرہ اُولیٰ دوسرے کو جمرہ وسطےٰ۔ تیسرے کو جمرہ عقبےٰ۔

قسطلانی اور زرقانی نے لکھا ہے کہ مسجد خیف کے باب کبیر سے جمرہ اولیٰ تک ۱۲۵۴ گز سے کچھ اوپر فاصلہ ہے۔ اور جملہ اولیٰ سے جمرہ وسطےٰ تک ۲۷۵ گز اور جمرہ وسطےٰ سے جمرہ عقبےٰ تک ۲۰۸ گز کا فاصلہ ہے (تاریخ بیت الحرام)

رحل لفظی معنے مسکن و منزل۔ رخت و اسباب۔ پالان شتر۔ مجازاً وہ لکڑی کی گھوڑی جس پر قرآن مجید رکھکر تلاوت کرتے ہیں۔ عوام الناس اسے رال کے سر سے پڑھتے ہیں جسطرح قرآن کی تعظیم کی جاتی ہے اسی طرح رحل کی تعظیم بھی ضروری ہے۔ کیونکہ وہ قرآن کے رکھنے کی جگہ ہے۔

راحیل حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا نام ہے

رحم قرآن مجید میں ارشاد ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (س۔ فتح۔ ۴) محمد خدا کے بھیجے ہوے (پیغمبر) ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں کے حق میں (تو انکی ایذا سے بچنے کے لئے) بڑے سخت (ہیں مگر) آپس میں رحم دل۔

---

[1] شہاب اس ستارے کو کہتے ہیں جو رات کے وقت ٹوٹتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ انتظام الٰہی اسطرح پر واقع ہوا ہے کہ فرشتوں کو انتظام دنیا کے لئے خدا کے ہاں سے حکم ملتا ہے اور فرشتوں میں اسکا چرچا ہونے لگتا ہے۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے شیاطین آسمان پر جا کر فرشتوں کی گفتگو سن آیا کرتے تھے۔ اور دنیا میں جو لوگ کاہن ہوتے تھے یعنے پیشنگوئی کا پیشہ کرتے تھے۔ شیاطین سے سنکر اور اپنی طرف سے ڈھکوسلے ص بنا کر لوگوں کو بہکایا کرتے تھے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت سے شیاطین کا آسمان تک جانا بند ہوا۔ تاہم ایک درجے تک انکی رسائی ہے لیکن جب کوئی شیطان فرشتوں کی گفتگو سننے لگتا ہے شہاب ثاقب پھینک کر اسکو ہٹا دیتے ہیں۔ یہ معاملات ہم لوگوں کے فہم سے باہر ہیں اور ہم کو ان میں زیادہ کاوش کرنے کی ضرورت نہیں جو بات قرآن کے الفاظ سے سمجھ میں آتی ہے اسکو کان دبا کر سن لینا اور ان سے یقین کر لینا مسلمان کا کام ہے۔ ۱۲

(۱) عبداللہ کے بیٹے جریر کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگوں کے ساتھ مہربانی سے پیش نہیں آتا خدا اس پر مہربانی نہیں کیا کرتا (صح)

(۲) نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مخاطب تو مسلمانوں کو دیکھتا ہے کہ باہم ایک دوسرے پر مہربانی کرنے اور ایک دوسرے کو دوست رکھنے اور باہم شفقت رکھنے میں تن واحد کی مانند ہیں کہ جب ایک بیمار ہوتا ہے تو جسم کے باقی اعضا بیداری اور تپ میں اسکی مدافعت کرتے ہیں۔ (صح)۔

(۳) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے سامنے اسکے مسلمان بھائی کی غیبت کی جارہی ہو۔ اور وہ اس مسلمان بھائی کی (غائبانہ) حمایت کرنے پر قادر ہو اور حمایت کرے تو خدا اسکی دنیا و عقبے دونوں میں حمایت کریگا۔ (مش)

(۴) عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ باہم مہربانی سے پیش آتے ہیں (خدائے) رحمٰن ان پر مہربانی کرتا ہے۔ (لوگو!) تم زمین والوں پر رحم کرو۔ آسمان والا تم پر رحم کریگا۔ (ابو)۔

ایک حدیث میں ہے لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا۔ جو چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی عزت نہ کرتا ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

رحمٰن نہایت رحم والا۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ یہ رحیم سے ابلغ ہے۔ کیونکہ دنیا اور آخرت دونوں کی رحمت کو شامل اور صرف خدا کی مقدس ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔ قرآن مجید میں یہ اسم بعینہٖ مذکور ہے وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۲۰) اور تمہارا معبود تو خدائے واحد ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ بڑا رحم کرنیوالا مہربان ہے۔

رحمت (ل) رقت قلب) اور یہ ان کیفیات سے ہے جو مزاج کے تابع ہوتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ چونکہ مزاج سے پاک ہے اسلئے اللہ پر اسکا اطلاق مجازاً آتا ہے۔

بعض محققین نے لکھا ہے کہ رحمت صفات ذات سے ہے اور اسکے معنے ہیں بھلائی کرنے اور شر دفع کرنیکا ارادہ کرنا۔ پس اس لحاظ سے اللہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ کیونکہ اسکا ارادہ ازلیہ ہے۔

رحمٰن کا اطلاق صرف خدا پر ہی ہوتا ہے اور رحیم عام ہے۔ اور رحمٰن میں بہ نسبت رحیم کے مبالغہ ہے اور رحمت کا لفظ قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے۔

رحیم (ل) بہت مہربان۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ رحمت سے۔ اسکا اطلاق کبھی غیر خدا پر بھی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں بعینہٖ یہ اسم مذکور ہے وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۲۰) اور تمہارا معبود تو خدائے واحد ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ بڑا رحم کرنیوالا مہربان ہے۔

قرآن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی رؤف رحیم وارد ہے۔ کیونکہ آپ حد درجہ کے رحیم و کریم تھے۔

ردّ (ل) رد کرنا۔ واپس کرنا۔ پھیرنا۔ لوٹانا (ص) میں رد کے معنے ہیں ذوی الفروض کے حصص دینے سے جو مال بچ رہے اسے انہیں کے حصص کے موافق ان کو دے دینا۔ لیکن یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ ذوی الفروض کے سوا اور کوئی مستحق عصبات وغیرہ سے نہ ہو۔ (تع)۔

رداء (ل) چادر۔ (ص۔ و) میں خدا کی صفات کے بندہ پر ظاہر ہونے کو کہتے ہیں۔ (تع)۔

ردّ السلام سلام کا جواب دینا۔ جو سنت موکدہ ہے۔ اور بعض نے واجب لکھا ہے جب بہت

Marfat.com

آدمی اکٹھے بیٹھے ہوئے ہوں۔ اور کوئی آکر سلام کہے۔ اور ایک شخص جواب دے دے تو باقی سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی بھی نہ دے تو گنہگار رہوں گے۔ (کتب فقہ)۔

ردء (ل) تو مددگار (ص۔ ش) ہیں ان لوگوں کو کہتے ہیں جو جہاد میں مقاتلین کی خدمت کرتے ہیں۔ اور بعض ان لوگوں کو کہتے ہیں جو ایک مکان پر ٹھہرے رہتے ہیں۔ اور جب مقاتلین لڑائی چھوڑ دیتے ہیں تو پھر وہ لوگ لڑتے ہیں (کذا فی جامع الرموز والبرجندی) (ک)

رزّاق مخلوقات کو روزی پہنچانے والا۔ اسمائے حسنیٰ سے ہے۔ یہ رازق کا مبالغہ ہے۔ یعنے خدائے تعالےٰ تمام مخلوق کو مناسب حال اور موافق حکمت رزق پہنچاتا ہے۔

رزق کی دو قسمیں ہیں محسوس اور معقول۔ محسوس ابدان کے لئے۔ اور معقول ارواح کے لئے۔

رزامیہ شیعوں کا ایک فرقہ ہے جسکا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد خلافت کے مستحق محمد بن حنفیہ اور انکے بعد ان کے بیٹے عبد اللہ ہیں۔ اس فرقہ کے لوگ محرمات کو حلال سمجھتے ہیں۔ (غ)

رسّ اسکے معنے میں بہت اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کنواں تھا۔ کوئی کہتا ہے گاؤں۔ کوئی کہتا ہے بن۔ اور جب اسکے معنوں میں اختلاف ہے تو لامحالہ اصحاب رس میں بھی اختلاف ہوگا کہ وہ کون لوگ تھے کس نبی کی امت تھے کیونکر ہلاک ہوئے۔

بعض مفسروں نے اسکے معنے خندق کے بھی لکھے ہیں۔ اور یہی مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ عربی میں خندق کو اخدود بھی کہتے ہیں۔ اور اصحاب الاخدود کا بیان اخیر پارے کی سورہ بروج میں ہے۔ وہ لوگ بت پرست تھے۔ اور ایک خندق کھود کر اس میں آگ دہکا رکھی تھی۔ جبراً لوگوں سے بت پرستی کرانے جو انکار کرتا اسکو آگ کی خندق میں جھونک دیتے۔ مولوی رومؒ نے اپنی مثنوی میں اسکی پُر درد حکایت لکھی ہے اور اسکا ماخذ حدیث ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ یوں مذکور ہے وَعَادًا وَّ ثَمُوْدَا۟ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًا بَیْنَ ذٰلِكَ كَثِیْرًا ۝ (س۔ الفرقان۔ ع ۹) اور اسی طرح عاد اور ثمود اور خندق والوں اور انکے بیچ بیچ میں اور بہت سی امتوں کو ہمنے ہلاک کر مارا۔

رسوخ رے کے ضمہ سے کسی کام میں مضبوط رہنا۔ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ۔ جو علم میں محکم اور مضبوط ہیں۔

رسول (ل) پیغامبر۔ ایلچی (ص۔ ش) ہیں رسول اُسے کہتے ہیں جسے نئی کتاب اور جدید شریعت دی گئی ہو۔ پس ہر رسول کو نبی کہہ سکتے ہیں اور ہر نبی کو رسول نہیں کہہ سکتے۔ معتزلوں کے نزدیک نبی اور رسول میں کچھ فرق نہیں ہے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی نبی کے لفظ سے خطاب کیا ہے اور کبھی رسول سے (تع)

بڑے اولو العزم رسول مذکور ذیل ہیں۔ حضرت آدمؑ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت عیسےٰؑ۔ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

رشوت وہ چیز جو کسی شخص کو اس سے اپنا مطلب نکالنے کے لئے دی جائے۔ (غ)۔

قرآن مجید اور حدیث شریف میں اسکی نہی وارد ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ الیٰ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (س۔ البقرہ ع ۲۳)

اور (مسلمانو!) آپسمیں ناحق (ناروا) ایک دوسرے کے مال خورد برد نہ کرو۔ اور نہ مال کو حاکموں کے پاس رسائی پیدا کرنے کا ذریعہ گردانو۔ کہ لوگوں کے مال میں سے تھوڑا بہت جو کچھ ہاتھ لگے اسکو جان بوجھ کر ناحق ہضم کر جاؤ۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے

Marfat.com

رشوت دینے اور رشوت لینے والے دونوں کو لعنت کی ہے۔

رشید (ل) صاحب رشد۔ خدا تعالےٰ کا نام ہے۔ رشد ضد ہے غیّ کی۔ اور غیّ کے معنے ہیں گمراہی تو رشید کے معنے ہوئے صاحب رشد۔ اور خدا کو رشید اس معنے میں کہا گیا کہ طریق اسلام اسے پسند ہے اور وہی صراط مستقیم ہے۔ یا اس اعتبار سے کہ جو صفات کمالیہ خدا میں ہونی چاہئیں وہ اس میں ہیں۔

یہ ان اسمار سے ہے جنکے مشتقات بھی قرآن میں نہیں ملتے۔ ہاں مادے پائے جاتے ہیں۔

رضا راضی بقضائے الٰہی ہونا۔ (غ) قرآن مجید میں آیا ہے رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ یعنی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور حدیث شریف میں آیا ہے۔ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهُ (ت) یعنی رسول اللہ صلےاللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی کی سعادت سے ہے راضی ہونا اسپر جو اسکے لئے اللہ نے مقرر کر دیا ہے۔

بعض اوقات رضا کا یہانتک غلبہ ہوتا ہے کہ تکلیف بھی محسوس نہیں ہوتی اور یہ اعلیٰ درجہ ہے۔

شرح طوالع میں لکھتے ہیں کہ بندہ کی سے رضا کے معنے اشاعرہ کے نزدیک ہیں اعتراض کا ترک کرنا۔ اور اللہ سے رضا کے معنے ہیں ثواب کا ارادہ کرنا۔ انتہیٰ۔

اہل سلوک کے نزدیک رضا کے معنے مصائب سے تلذذ پانا۔ (ک)۔

رضاع رضاع کے معنے ہیں بچہ کا مقررہ مدّت کے اندر کسی عورت کی چھاتی سے دودھ پینا۔ اور اسکی مدت دو برس ہے۔ دو برس کے اندر بچہ جس عورت کا تھوڑا یا زیادہ دودھ پی لے وہ اسکی رضاعی ماں بنجاتی ہے۔ اور اس عورت کا شوہر اسکا رضاعی باپ۔ اور جو جو رشتہ نسب سے حرام ہے رضاع سے بھی حرام ہے۔ مگر دو رشتے ایسے ہیں جو نسب میں ہوں تو حرام ہوتے ہیں رضاع میں حرام نہیں۔ ایک تو بھائی کی ماں جبکہ بھائی صرف رضاعی یا صرف بھائی کی ماں رضاعی ہو۔ یا دونوں رضاعی ہوں۔ چنانچہ زید کے رضاعی بھائی کی حقیقی یا سوتیلی ماں جسکا زید نے دودھ نہیں پیا حرام نہیں۔ نہ سگے یا سوتیلے بھائی کی رضاعی ماں حرام ہے۔ دوم بیٹے کی بہن جبکہ صرف بیٹا رضاعی ہو یا صرف اسکی بہن رضاعی ہو۔ یا دونوں رضاعی ہوں۔ چنانچہ رضاعی بیٹے کی سگی اور سوتیلی اور اخیافی بہن حرام نہیں نہ نسبی بیٹے کی رضاعی بہن حرام ہے اور نہ رضاعی بیٹے کی رضاعی بہن۔

دودھ پینے والے بچے پر دودھ پلانے والی عورت اور اسکا شوہر اور دونوں کے نسبی رشتہ دار حرام ہوجاتے ہیں۔ شوہر اور اسکے رشتہ دار اسلئے حرام ہوجاتے ہیں کہ عورت کا دودھ اسکے شوہر سے ہوتا ہے۔ پس اسکا شوہر دودھ پینے والے بچے کا باپ ہو باپ ہوگا تو اسکا بیٹا اسکا بھائی اور اسکی بیٹی۔ اسکی بہن۔ اسکا بھائی چچا یا تایا اور اسکی بہن پھوپھی ہوجائے گی۔ اور یہ سب رشتے محرمات میں داخل ہیں۔ دوسری طرف رضاعی باپ پر لڑکے کی بیوی اور رضاعی ماں پر لڑکی کا شوہر اور ان دونوں پر دونوں کی اولاد حرام ہے۔ اس قاعدہ کو یاد رکھنے کے لئے ذیل کا شعر یاد کر لینا کافی ہے ؎

از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند
وز جانب شیرخوار زوجان وفروع

رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح کر لینا جائز ہے جیسے کہ سوتیلے بھائی کی اس بہن سے جائز ہے جو اسکی ماں کی بیٹی اور اسکے پہلے شوہر سے ہو۔

دو بچے بکری گائے وغیرہ مویشی کا دودھ پینے سے رضاعی بھائی نہیں بن سکتے۔ اگر دودھ میں پانی یا دوا یا بکری وغیرہ کا دودھ ملا ہوا ہو تو اس کو پی جانے سے عورت کے دودھ کے غالب ہونے کی صورت میں رضاع ثابت ہوگا ورنہ نہیں۔ مدت رضاع کے بعد دودھ پینے

یا اس مدت کے اندر دودھ سے حقنہ کرنے یا اسکے کان میں ٹپکانے سے حرمت رضاع ثابت نہیں ہوتی۔ ناک میں ٹپکانے سے ہوجاتی ہے۔

رضاع کے ثبوت کے لئے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی رضاع کا دعوے کرے اور دوسری طرف سے اسکی مخالفت کی جائے تو مدعی کو گواہی لانا لازم ہے۔ گواہی پیش ہونے پر مخالف کی مخالفت بے اثر ہوگی۔ اگر خود ولی یا اس شخص کو جس کو رضاع کے ثابت ہونے سے نقصان پہنچتا ہے رضاع کا علم ہے تو اسکو گواہ لانے کی ضرورت نہیں۔ رضاع کا اظہار کرکے اسپر عمل کرے۔ اگر ایسا نہ کریگا تو سخت گنہگار ہوگا۔ (کذا فی کتب الفقہ الحنفی)

رضوان خوشنودی۔ رضامندی۔ بہشت کے نگہبان فرشتے کا نام ہے (غ)۔

رطل رائے مہملہ کی زیر وزبر دونوں کے ساتھ آدھ سیر کا ایک پیمانہ ہوتا ہے۔ اس پیالہ کو بھی کہتے ہیں جس میں آدھ سیر شراب سما جائے۔ (غ)۔

رعد (ل) گرج۔ قرآن مجید کی تیرھویں سورۃ کا نام ہے اس میں یہ کلمہ اسطرح مذکور ہے وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ج (س۔ رعد۔ ع ۲) گرج اسکی تعریف کے ساتھ اسکی پاکیزگی بیان کرتی ہے۔ اور فرشتے اسکے ڈر کے مارے اسکی حمد وثنا میں لگے رہتے ہیں۔

رفق نرمی۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا لطف ونرمی کرنے والا ہے اور نرمی کرنا دوست رکھتا ہے۔ اور بندوں کو نرمی کرنے پر وہ چیز دیتا ہے جو سختی کرنے پر نہیں دیتا۔ اور نہ صرف سختی کرنے پر بلکہ نرمی کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں (کسی پر وہ چیز نہیں دیتا جو نرمی کرنے پر دیتا ہے)۔ اسکے راوی مسلم ہیں۔

اور مسلم کی ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضؓ سے فرمایا کہ تم نرمی کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ اور سختی اور دشنام سے بچی رہو۔ کیونکہ نرمی جس چیز میں ہوتی ہے اسے خوشنما کردیتی ہے۔ اور جس چیز میں سے سلب کرلیجاتی ہے اسے بھونڈی بنادیتی ہے۔ (مش)۔

(۲) جریرؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جو شخص نرمی سے محروم کیا گیا وہ ہر نیکی سے محروم کیا گیا (مس)

(۳) عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ شخص نہ بتادوں جو دوزخ کی آگ پر حرام ہے اور جس پر دوزخ کی آگ حرام ہے (ہاں۔ تو دوزخ کی آگ حرام ہے) ہر آہستہ رو نرم دل پر اور اس پر جو لطف ومہربانی کے ساتھ آدمیوں کے نزدیک ہوتا اور نرم خوئی کے ساتھ ہمنشینی کرتا ہے (تر)۔

(۴) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں کہ یہود کے ایک گروہ نے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت چاہی (اجازت ہوئی) تو کہا اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ (سام کے اصلی معنے موت کے ہیں۔ یعنے تم سب اہل بیت کو موت آئے) حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں۔ میں نے کہا بلکہ تمہیں کو موت آئے۔ اور خدا کی لعنت ہو۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عائشہ! اللہ نرمی کرنیوالا ہے۔ اور تمام کاموں میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کیا آپ نے نہیں سنا کہ انہوں نے کیا کہا۔ فرمایا تو میں نے بھی وَعَلَيْكُمْ کہا تھا۔ (بخ)۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ باشندگان مدینہ کی لونڈیوں میں کی کوئی لونڈی جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتی اور جہاں چاہتی آپ کو لیجا کر عرض حال کرتی (بخ)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ کسی نے عرض کیا یارسول اللہ

Marfat.com

آپ مشرکوں کے لئے بد دعا کیجئے۔ فرمایا میں اسلئے نہیں بھیجا گیا ہوں کہ لوگوں کو رحمت خدا سے دور کردوں۔ بلکہ رحمت کا کا سبب بنا کر بھیجا گیا ہوں (مس)۔

(۵) انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ جب کسی سے مصافحہ کرتے۔ تو جب تک وہی شخص اپنا ہاتھ نہ چھڑاتا پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے (اسی طرح) تاوقتیکہ وہ شخص اپنا منہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نہ پھیرتا آپ اپنا روئے مبارک اسکے منہ کی طرف سے نہ پھیرتے۔ اور کبھی کسی نے نہیں دیکھا کہ آپ نے اپنے ہمنشین کے آگے پاؤں پھیلائے ہوں۔ (تر)۔

رفیق ہمراہی۔ اور ساتھی کو جو سفر میں ہم سفر ہو کہتے ہیں۔

رِقّ غلام ہونا (ل) ضعف۔ نرمی۔ رقۃ القلب اسی سے لیا گیا ہے (ص۔ ف) میں عجز حکمی کو کہتے ہیں جو اصل میں کفر کا بدلہ شمار کیا گیا ہے۔ عجز تو اسلئے ہے کہ غلام ان اشیاء پر قدرت نہیں پاسکتا جنپر آزاد پاسکتا ہے۔ جیسے شہادۃ قضا وغیرہما۔ اور حکمی اسلئے کہ بعض اوقات حساً غلام اعمال میں حر سے اقوی ہوتا ہے (تع)

رَقّ رے کی زبر سے پتلے پوست آہو۔ اور نامہ (خط) کو بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ وارد ہے۔

رُقبیٰ (ل) انتظار کرنا۔ (ص۔ ش) میں اپنی چیز کسیکو اس شرط پر دینا کہ اگر میں پہلے مروں تو یہ چیز تمہاری اگر تم پہلے مرو تو اسے پھر میں لے لونگا۔ شریعت میں ایسا کرنا ناجائز ہے (ح)۔

رقبہ (ل) گردن۔ (ص) میں غلام کو کہتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ط (س۔ النساء۔ ع ۱۳)

اور جو مسلمان کو غلطی سے مار ڈالے تو ایک مسلمان بردہ آزاد کرے۔ اور وارثان مقتول کو خونبہا دے۔ مگر یہ کہ (وہ وارث خونبہا) معاف کردیں۔

رقص ناچنا۔ شریعت پاک نے جہاں تمام لواحث فسق وفجور کا قلع قمع کیا ہے وہاں اسی مصلحت سے رنڈیوں اور لڑکوں کے رقص کو بھی ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ اس سے انسان کے نفسانی جذبات زور پکڑ کر اسکو برے اطوار پر مائل کر دیتے ہیں۔

صوفیائے کرام جب حقانی غزلیات سنکر وجد وشوق کے عالم میں بیخود ہوجاتے ہیں تو وہ عموماً ہاتھ پاؤں مارنے اور ناچنے لگ جاتے ہیں۔ اسکو بھی رقص کہتے ہیں۔ مگر وہ پہلے رقص سے جداگانہ حقیقت رکھتا ہے اور اسکو مشائخ کبار نے ان لوگوں کے لئے جن پر حالت طاری ہوجاتی ہے جائز بلکہ مستحسن قرار دیا ہے۔

رقم اصل میں تو کتابت۔ نقش اور مہر کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں خصوصاً اس نقش کو کہتے ہیں جو تاجر لوگ کپڑوں وغیرہ اشیاء پر اسبات کی علامت کیلئے لکھ دیتے ہیں کہ اسکی قیمت اتنی ہے۔ بیع بالرقم اسے کہتے ہیں کہ بائع کہے کہ میں نے اس کپڑے یا چیز کو اسکی رقم کے عوض فروخت کیا۔ اور مشتری بغیر اسکے کہ اسے اسکی مقدار معلوم ہو کہے کہ میں نے لے لیا۔ تو یہ بیع فاسد ہوگی۔ پھر اگر بعد ازاں مشتری کو ہی مجلس میں اس رقم کی مقدار معلوم ہوجائے اور اسے قبول کرلے تو بیع جائز ہوجاتی ہے۔ (کفایہ)۔

رقہ فرات کے کنارے پر ایک قدیم قصبہ آباد ہے اسکے سامنے شمالی طرف میں پینسٹھ میل کے فاصلے پر قصبہ حران واقع ہے۔ اور رقہ سے غربی سمت تقریباً چوالیس میل کے فاصلے پر بالس ہے اور بالس کے قریب صفین ہے جہاں حضرت علی علیہ السلام اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہما میں لڑائی ہوئی تھی۔ (جغرافیۃ العرب)۔

Marfat.com

رقی ابراہیم بن داؤد کو کہتے ہیں جو شام کے اکابر صوفیوں میں سے تھے۔ حضرت جنید کے ہم عصر تھے (کن)۔

رقیب (ل) نگہبان۔ خدا کا نام ہے۔ موکل۔ نگران (م) قرآن مجید میں یہ لفظ بعینہ مذکور ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا (س۔ النساء ع ۱) بے شک اللہ تمہارا نگراں حال ہے۔

رقیقہ ایک روحانی لطیفہ ہے۔ اور کبھی اسکا اطلاق اس لطیف واسطہ پر کیا جاتا ہے جو دو چیزوں کے درمیان ہوتا ہے۔ جیسے فیضان جو خدا کی طرف سے آدمی کو پہنچتا ہے۔ اسے رقیقۃ النزول کہتے ہیں۔ اور جیسے علوم و اعمال اور اخلاق حسنہ جنکے ذریعہ آدمی کو خدا کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ ان کو رقیقۃ الرجوع اور رقیقۃ الارتقار کہا جاتا ہے۔ (تح)

رقیم (ل) کتبہ۔ اصحاب کہف کے نام لوگوں نے یادداشت کے لئے یا تو دیوار پر کندہ کرا دیئے تھے یا ایک پتھر کندہ کرا کے غار کے منہ پر رکھ دیا تھا۔ اس اعتبار سے انہیں اصحاب الرقیم کہتے ہیں۔

صاحب مدارک فرماتے ہیں کہ رقیم یا الوان کے کتے کا نام ہے یا انکے گاؤں کا۔ یا اس کتبہ کا نام ہے جس میں انکے نام و حالات لکھے گئے ہیں یا اس پہاڑ کا نام ہے جس میں وہ غار ہے قرآن مجید میں یہ لفظ اس طرح مذکور ہے اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَہْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا (س۔ کہف۔ ع ۱) (اے پیغمبر) کیا تم ایسا خیال کرتے ہو کہ غار اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے۔

رقیہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں۔ ولادت انکی زینب سے تین برس بعد ہوئی۔ عقد ان کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ابولہب سے کیا تھا۔ جب بعد نبوت سورۃ ابولہب نازل ہوئی تو اس نے بیٹے سے کہکر مفارقت کرا دی۔ بعد ازاں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رقیہ کا حضرت عثمان بن عفانؓ سے مکہ میں عقد کر دیا۔ وفات ان کی مدینہ میں سنہ ۲ھ میں ہوئی۔ اس وقت حضرت غزوہ بدر میں مصروف تھے۔ جب تشریف لائے تو قبر پر تشریف لے گئے اور غمگین ہوئے۔ اور حضرت فاطمہ پہلوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں بر سر قبر بیٹھکر رونے لگیں اور حضرت نے انکے آنسو ردائے مبارک سے پونچھے (انفر)

رُقیہ سحر۔ افسون۔ جنتر منتر۔ (غ)۔ امراض و تکالیف کے دفع کرنے کے لئے تمام منتر و افسون جائز ہیں۔ بشرطیکہ آیات قرآنی و اذکار الٰہی ہوں۔ مگر جو منتر اور تعویذ اجنبی لغت میں ہوں۔ یا جو نامعلوم المعانی ہوں وہ ناجائز ہیں۔ کیونکہ احتمال ہے کہ اس میں کلمات کفر بھی ہوں۔

ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ منتروں کے جواز پر جمہور علمار کا اجماع ہے جبکہ ان میں تین باتیں جمع ہوں۔ ایک یہ کہ جن لفظوں کے ساتھ منتر پڑھا جائے کلام اللہ کے الفاظ ہوں۔ یا اسمار الٰہی ہوں۔ یا صفات ہوں۔ دوسرے عربی زبان میں ہوں۔ یا ایسی زبان میں جو اس زمانے میں مشہور ہو۔ اور انکے معانی آسانی سے سمجھے جا سکتے ہوں۔ تیسرے منتر کرنے اور کرانیوالے کو اسبات کا اعتقاد ہو کہ منتر بذاتہ موثر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بوسیلہ تقدیر الٰہی اثر کرتا ہے۔ رہا تعویذ کا گردن میں لٹکانا یا بازو پر باندھنا۔ اس میں اگرچہ بعض علمار نے کلام کیا ہے مگر اکثر علمار کے نزدیک جائز ہے۔ باوجود شرائط مذکورہ ایک روایت میں آیا ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمر کو دفع بے خوابی کے لئے ایک دعا تعلیم کی تھی۔ حضرت عبداللہ نے اپنی بڑی اولاد کو تو وہ دعا زبانی سکھا دی اور چھوٹے بچوں کی گردنوں میں لکھکر ڈال دی۔

عبداللہ بن مسعودؓ نے جو اپنی بیوی زینب کے گلے کا

Marfat.com

گنڈا توڑ ڈالا تو اسکی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک عہد جاہلیت کے منتر اور گنڈے تعویذوں کا سلسلہ ٹوٹا نہ تھا۔ اور اسی زمانے کا گنڈا زینب کے گلے میں پڑا ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے تمام منتروں جنتروں اور تعویذوں اور مہروں کو شرک کے ساتھ تعبیر کر کے آخر حدیث میں کہہ دیا اِنَّمَا یَکْفِیْكَ الخ یعنی اس قسم کا کوئی گنڈا یا تعویذ ہوتا تو مضائقہ نہ تھا۔

مالک اشجعی کے بیٹے عوف کہتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں افسون پڑھا کرتے تھے (اسلام میں داخل ہونے کے بعد) ہمنے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ کی اسبارے میں کیا رائے ہے (آیا افسون پڑھیں یا نہیں) پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے افسون مجھ پر پیش کرو۔ افسون پڑھنے کا کچھ مضائقہ نہیں جبکہ ان میں وہ الفاظ نہ ہوں جن سے شرک لازم آتا ہے۔ (مس)۔

داغ دینا اور منتر جنتر پڑھنا پڑھوانا اگرچہ ضرورت کے لئے جائز و مباح ہے جیساکہ اوپر کی حدیث سے معلوم ہوا۔ لیکن مقام توکل اس سے بالاتر ہے۔ جیساکہ متوکلو کی صفت میں ایک حدیث بایں مضمون آئی ہے کہ متوکل وہ ہیں جو منتر نہیں پڑھتے پڑھواتے۔ زخم لگے تو اسے داغ نہیں دیتے اور اپنے تمام کاروبار کو حوالہ بخدا کرتے ہیں۔

رکاز اس مال کو کہتے ہیں جو معادن سے برآمد ہو۔ خصوصًا وہ مال جو پہلے لوگوں نے دفن کیا ہوا ہو۔ (من)۔

ایسے مال میں حنفیہ کے نزدیک خمس واجب ہے مگر شافعیہ کے نزدیک کچھ بھی واجب نہیں (ہد)۔

رکعت (ل) جھک جانا۔ (ص۔ ف) میں نماز کے قیام رکوع اور سجدے کے مجموعے کا نام ہے فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر امام کے ساتھ پچھلی رکعت میں ملجائے تو جماعت کا ثواب حاصل ہوجاتا ہے۔

فجر کی نماز چار رکعتیں ہے جن میں سے دو سنتیں اور دو فرض ہیں۔ ظہر کی نماز بارہ رکعتیں۔ چار سنتیں چار فرض دو سنتیں دو نفل۔ عصر کی نماز آٹھ رکعتیں۔ چار سنتیں چار فرض۔ مغرب کی نماز کی سات رکعتیں۔ تین فرض دو سنتیں دو نفل۔ عشاء کی نماز سترہ رکعتیں۔ چار سنتیں چار فرض دو سنتیں دو نفل تین وتر دو نفل۔

رکن (ل) جزو۔ اصطلاح اطباء میں اربع عناصر سے کسی ایک عنصر کو کہتے ہیں (ص۔ل)۔ میں کبھی تو اس سے مراد شئے کے جمیع اجزاء ہوتے ہیں۔ اور کبھی بعض اجزاء۔ اور ان کے نزدیک رکن کی دو قسمیں ہیں۔ اصلی اور زائد۔ رکن اصلی تو وہ ہے جس کے انتفاء سے شئے اور اسکے حکم دونوں منتفی ہو جائیں۔ اور زائد وہ ہے جسکے انتفاء سے وہ شئے منتفی ہو جائے مگر اسکا حکم منتفی نہ ہو۔ جیسے تصدیق ایمان میں رکن اصلی ہے اور اقرار رکن زائد ہے (ک)۔

رکن یمانی خانہ کعبہ کے ایک کونے کا نام ہے جسکے مقابل کے دوسرے کونے کو رکن عراقی کہتے ہیں۔ (جغ)۔

رکوع و سجود کی دعائیں حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سجدے میں اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ کُلَّہٗ دِقَّہٗ وَجِلَّہٗ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ سِرَّہٗ وَعَلَانِیَتَہٗ۔ اے اللہ میرے سارے گناہ چھوٹے اور بڑے اول اور آخر پوشیدہ اور ظاہر سب بخشدے۔

کبھی سجدے میں یہ دعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ۔ خداوندا میں تیری رضامندی کے وسیلے سے تیری نارضامندی سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور تیرے عافیت دینے کے ذریعہ سے تیرے

Marfat.com

اور تیرے ساتھ تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری تعریف کو شمار میں نہیں لا سکتا تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے اپنے نفس پر ثنا کی۔

حالت رکوع میں اکثر تو یہ دعا پڑھتے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ۔ پاک ہے تو اے اللہ رب ہمارے اور ساتھ تعریف اپنی کے اے اللہ بخشدے مجھے۔

اور کبھی یوں فرماتے "اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ اَنْتَ رَبِّيْ خَشَعَ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَلَحْمِيْ وَدَمِيْ وَعِظَامِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ خداوندا میں نے تیرے لئے رکوع کیا۔ اور تجھ پر ایمان لایا۔ اور تیرے آگے گردن تسلیم خم کر دی اور تجھی پر بھروسہ کیا۔ تو ہی میرا پروردگار ہے۔ میرے کان۔ میری آنکھیں۔ میرا گوشت پوست۔ میرا خون۔ میری ہڈیاں سب پروردگار عالم کے آگے جھکے ہوئے ہیں"۔

حنفیوں کے نزدیک یہ دعائیں نوافل میں پڑھ سکتے ہیں۔ فرضوں میں صرف تسبیحیں پڑھنی چاہئیں۔

رمضان رمض سے مشتق ہے جس کے معنے ہیں جلانا۔ چونکہ یہ مہینہ گناہوں کو جلا دیتا ہے اسلئے اس اسم سے موسوم ہوا۔

بعض کہتے ہیں کہ رمضان کے معنے ہیں گرم پتھر۔ چونکہ مہینوں کے نام رکھتے وقت یہ مہینہ سخت گرمیوں میں واقع ہوا تھا اسلئے یہ نام رکھا گیا۔ (غ)

اس ماہ کے روزے فرض ہیں۔ حدیث شریف میں رمضان المبارک کے بہت فضائل آئے ہیں۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے بند ہو جاتے ہیں متمرد اور سرکش شیطانوں کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی جاتی ہیں اور جنات قید کر دئے جاتے ہیں۔ ایک رمضان کے ختم ہونے اور دوسرے رمضان کے آنے تک پورے گیارہ مہینے جنتوں کی تیاریاں خدا کے حکم سے ہوتی رہتی ہیں۔ رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو جنت کی خوشگوار ہوا عرش کے نیچے سے ہو کر حوران بہشت کے سروں پر چلتی ہے۔ اسوقت انہیں ایک جوش و ولولہ پیدا ہوتا ہے اور جناب الٰہی میں دعا کرتی ہیں کہ خداوندا ہمیں ہمارے شوہر عطا فرما کہ ان سے ہماری آنکھیں اور ہم سے انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

لیلۃ القدر بھی اسی ماہ میں آتی ہے اور اعتکاف بھی اسی ماہ میں بیٹھنا سنت ہے ان کے مسائل اپنی اپنی جگہ مذکور ہیں۔ اسی مہینہ میں رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم پر قرآن کا نزول ہوا۔

رموز اوقاف ۰ مطلق آیت کی علامت ہے۔ اگر اسپر وقف کی کوئی علامت مثلاً ط۔ یا ج وغیرہ لکھی ہو تو اسکے مطابق وقف کرنا چاہیئے۔ اگر لآ۔ لکھا ہو تو اکثر محدثین اور قرا کے نزدیک وقف کرنا ضروری ہے۔ بعض کے نزدیک ناجائز ہے۔ م۔ وقف لازم کی علامت ہے۔ جہاں یہ علامت ہو وہاں وقف ضروری ہے۔ ورنہ بعض جگہوں میں کفر کا خوف ہے ط مطلق وقف کی علامت ہے اس پر ضرور ٹھہرنا چاہیئے۔ ج۔ جواز کی علامت ہے یعنی ٹھہرنا بہتر ہے اور نہ ٹھہرنا جائز۔ ز۔ وقف مجوز کی علامت ہے۔ جہاں یہ علامت ہو وہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔ ص۔ وقف مرخص کی علامت ہے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ ملا کر پڑھنا مناسب ہے۔ لیکن اگر تھک کر ٹھہر جائے تو رخصت ہے۔ صلے۔ اس بات کی علامت ہے کہ یہاں وصل یعنی ملانا بہتر ہے۔ ق سے یہ مراد ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک یہاں وقف ہے مگر بہتر وقف نہ کرنا ہے۔ صل۔ "قد یوصل" کی علامت ہے، یعنے یہاں وقف بہتر ہے۔ قف اس وقف کی علامت ہے جہاں قاری کو وصل کا گمان ہو۔ ك۔ کذالک کی علامت ہے

Marfat.com

یہاں ٹھہرنا چاہئے۔ مگر سانس کا نہ توڑنا ضروری ہے۔
وقفہ۔ لمبے سکتہ کی علامت ہے۔ لا۔ آیت کے بغیر اسبات
کی علامت ہے کہ یہاں ہرگز وقف نہ کیا جائے۔

رمی الجمار

منا میں تین منارے ہیں۔ جمرہ اولیٰ جمرہ وسطی۔ جمرہ عقبہ۔ انکو جمرات یا جمار کہتے ہیں۔ حج میں ان میناروں پر کنکریاں پھینکی جاتی ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو (حج)

رنج وغم اور بے قراری کے وقت کی دعائیں

سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ذی النون کی دعا پڑھیگا۔ جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں پڑھی تھی تو اسکی ہر مشکل آسان اور ہر دعا مقبول ہوگی۔ وہ دعا یہ ہے۔
لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ
(تیرے سوا کوئی معبود نہیں بے شک میں ہی خطا کار ہوں)

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کرب وبے قراری کے وقت فرمایا کرتے تھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبُّ الْاَرْضِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ
(صحیحین)۔ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو نہایت بزرگ و بردبار ہے۔ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرش عظیم کا پروردگار ہے۔ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے۔ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرش بزرگ کا پروردگار ہے۔

ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ ایک دن کا ذکر ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے وہاں ایک انصاری بیٹھا تھا۔ جسکا نام تھا ابوامامہ۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوامامہ! تو بے وقت مسجد میں کیوں بیٹھا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم طرح طرح کے رنج وغم اور لوگوں کے قرض وغم میرے پیچھے چمٹے ہوئے ہیں۔ فرمایا میں تجھے ایسے چند کلمے بتائے دیتا ہوں کہ ان کے پڑھنے سے خدا تیرا رنج دور اور قرض ادا کر دیگا تو صبح وشام یوں کہا کر اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحَزَنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔
خداوندا میں ہر طرح کے رنج وغم سے پناہ مانگتا ہوں اور عجز اور کسل اور بخل اور نامردی سے پناہ مانگتا ہوں اور قرض کے غلبے اور آدمیوں کے قہر سے پناہ مانگتا ہو۔
ابوامامہ کا بیان ہے کہ میں چند ہی روز ان کلمات کو پڑھنے پایا تھا کہ خدا نے میرا غم واندوہ بھی دور کر دیا۔ اور قرض بھی ادا کر دیا۔

رنگریز

کپڑا رنگنے سے پہلے اُجرت کا مستحق نہیں ہوتا رنگریز کے پاس کپڑا امانت ہوتا ہے۔ اگر اس سے تلف ہوجائے اور اسکے تلف کرنے میں اسکا کوئی دخل نہ ہو تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ ضامن نہیں ہے۔ صاحبین کے نزدیک ضامن ہے۔ اور اگر جان بوجھ کر اسے تلف کرے تو بالاتفاق ضامن ہے رنگریز کا حق ہے کہ کپڑا رنگنے کے بعد اجرت لے۔ اور کپڑے کے مالک کو کہے کہ کپڑا تب دونگا جب تم اُجرت دوگے۔

اگر مالک رنگریز کو کہے کہ میں نے تجھے کہا تھا کہ اس کپڑے پر سرخ رنگ کرنا۔ اور رنگریز کہے نہیں بلکہ تمنے زرد رنگ کہا تھا تو مالک کو قسم دے کر اسکے قول کا اعتبار کیا جائیگا۔ اگر قسم کھالے تو رنگریز نقصان کا ضامن ہوگا۔ اگر مالک کہے کہ تمنے مفت رنگ کیا، اور رنگریز کہے میں نے اُجرت پر رنگا ہے۔ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہاں بھی مالک کے قول کا اعتبار کیا جائیگا۔ مگر قسم کے ساتھ۔ (ہد)۔

Marfat.com

روا فارسی لفظ ہے۔ جسکے معنے جائز اور مباح کے ہیں۔

رواتب راتبۃ کی جمع ہے۔ ان سنتوں کو کہتے ہیں جو فرائض کے تابع ہوں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ سنتیں ہیں جو موقت بوقت مخصوص ہوں۔ پس عیدین اور تراویح تعریف ثانی کے موجب راتبہ ہیں نہ پہلی کے موجب۔

روایۃ (ل) نقل۔ (ص۔ ف) میں اس فرعی مسئلے کا نام ہے جو کسی فقیہ سے خواہ وہ سلف سے ہو یا خلف سے منقول ہو۔ اور اگر وہ مسئلہ خلف سے منقول شدہ مسئلے کے بالمقابل بیان کیا جائے۔ اس میں سلف سے نقل ہونا ضروری ہوتا ہے (جامع الرموز)

مجمع السلوک میں لکھا ہے کہ روایت کا لفظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل وقول پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ اور خبر صرف آپ کے قول کے ساتھ مختص ہے۔ اور آثار کا لفظ صحابہ کے افعال پر بولا جاتا ہے۔ محدثین نے روایت کو کئی قسموں پر منقسم کیا ہے۔ چنانچہ اگر راوی اور مروی عنہ (جس سے روایت کی جائے) عمر میں برابر ہوں تو اسے روایۃ الاقران کہتے ہیں۔ اور اگر ان میں سے ہر ایک دوسرے سے راوی ہو تو اس کو مدبج کہتے ہیں اگر ایک شخص ایسے شخص سے روایت کرے جو اس سے عمر میں یا علمی وجاہت یا قوت حافظہ میں کم ہو تو اسکا نام روایۃ الاکابر عن الاصاغر ہے۔ (شرح نخبۃ الفکر)

رُوح رے کی پیش سے۔ اطباء کے نزدیک ایک بخار لطیف ہے جو دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اور حیات اور حس وحرکت کا باعث ہوتا ہے اور فقہاء کے نزدیک امر الٰہی ہے (غ)۔

حضرات صوفیہ علیہم الرحمۃ کے نزدیک روح ایک جوہر ہے مجرد قائم بالذات۔ نہ عرض ہے اعراض سے نہ جسم ہے اجسام سے نہ مکان میں متمکن ہے اور نہ قید جہت وزمان میں مقید ہے۔ نہ بدن سے متصل ہے نہ منفصل نہ داخل بدن ہے نہ خارج۔ بلکہ ایک ذات ہے موصوف باوصاف ربوبیت واقرب اشیاء بمقام الوہیت سے اسی وجہ سے اللہ جل جلالہٗ نے اپنے رسول مقبولؐ کو کشف ذات اور اظہار صفات روح سے مردم نااہل پر امر نہیں فرمایا۔ اور یہ لطیفہ روحانی موصوف باوصاف مختلفہ اور معروض بعوارض متعددہ ہوتا ہے اور باعتبار ہر وصف کے ایک نام اسپر اطلاق کرتے ہیں۔ اگر یہ انہماک صفات مذمومہ اور شہوات مردودہ میں کرتا ہے تو اسکو نفس امارہ کہتے ہیں۔ اور اگر شناعت اعمال اور رذالت افعال پر عامل کو ملامت کرتا ہے اور طریق توبہ دکھلاتا ہے تو اسے نفس لوامہ کہتے ہیں۔ اور اگر امتثال اوامر ونواہی رب الارباب میں بحضور تمام وجمعیت مالا کلام حاضر رہتا ہے تو نفس مطمئنہ کہلاتا ہے۔ اور اس طائفہ حقہ کے نزدیک سوائے اس روح کے ایک روح اور بھی ہے جسے روح حیوانی کہتے ہیں جسکا محل قلب صنوبری ہے جو پہلوئے چپ میں ہے۔ اور شعاع اس روح کی تمام بدن میں ساری ہے۔ اور حس وحرکت اسی کے سبب سے ہے۔ اور بہ سبب قطع عضو کے منقطع نہیں ہوتی۔ اور روح انسانی کو اس روح حیوانی سے رابطہ محبت وعشق ہے۔ اور اُسے جسم سے تابقائے اعتدال وصحت مزاج رابطہ ہے۔ اور بعد فساد مزاج ورفع کمال اعتدال جسم سے بھاگتی ہے تو جسم صورت جماد پیدا کرتا ہے۔ اسی کو موت کہتے ہیں۔ اور تحقیق یہ ہے کہ روح حیوانی کی شکل رنگ اور قامت جسم کے مشابہ ہوتی ہے۔ اسی طرح پر اگر مثلاً جسم زید کی جگہ اسکا روح حیوانی نکلکر بیٹھے اور جسم زید کا معدوم ہو جائے تو دیکھنے والا معلوم نہیں کر سکتا کہ زید کا جسم نہیں ہے۔ علیٰ ہذا روح حیوانی عمرو اور بکر اور سب اور سائر حیوانات اور علیٰ ہذا روح نباتیہ جمادیہ۔ اسلئے کہ اشراقیین اور صوفیہ کے نزدیک نباتات

Marfat.com

اور جمادات کے بھی ارواح ہیں۔ جو اپنے نفس اور خالق اور مخلوقات اپنی کا علم رکھتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ۔ یعنی ہر چیز خدا کی تسبیح کہتی ہے۔ مگر تم انکی تسبیح سمجھتے نہیں۔

ایک اور بات قابل تحریر ہے کہ جمیع علماء اگرچہ اثبات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ بعد فنائے ابدان ارواح باقی رہتے ہیں۔ معدوم نہیں ہوتے۔ لیکن ازلیۃ روح میں اختلاف ہے۔ حکماء اشراق اور ایک جماعت صوفیہ اثبات کے قائل ہیں کہ نفس ازلی و ابدی ہے۔ مگر اعتقاد اور بنہ فقہاء کے نزدیک کفر ہے۔

کشف المحجوب میں ہے کہ قول ملاحدہ بقدم روح باطل ہے۔ بلکہ روح مخلوق اور حکم الٰہی ہے۔

احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ جو چیز دقیق اور افہام اسکے ادراک سے عاجز ہوں وہ خواص پر منکشف ہوتی ہے لیکن خواص کو واجب ہے کہ غیر مستحق سے بیان نہ کریں۔ لہٰذا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔ نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ اُمِرْنَا اَنْ نُّکَلِّمَ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ یعنی ہم انبیاء کا گروہ امر کئے گئے ہیں کہ لوگوں کے عقول (فہم) کے اندازہ پر ان سے کلام کریں۔

اسی باعث سے آنجناب نے حقیقت روح کی بیان نہ فرمائی۔ عین القضاۃ ہمدانی فرماتے ہیں کہ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ نہایت مشرح ہے۔ اگر شرع مانع نہ ہوتی تو روح کی حقیقت بیان کر دیتا۔ مگر غیرت الوہیت مانع ہے۔ (نفر)۔

روح ابن الفرج | روح بن الفرج قطان مصری ثقات محدثین میں سے ہوئے ہیں ۲۸۳ھ میں فوت ہوئے (کن)

روح الاعظم | روح انسانی کا ایک قسم ہے جو بہت

کے لحاظ سے ذات خداوندی کا مظہر ہے۔ اسی لئے اسکی حقیقت کو خدا کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ یہی عقل اول اور نفس واحدہ اور حقیقت محمدیہ اور حقیقت اسمائیہ ہے۔ سب سے پہلے اسی کو خدا نے پیدا کیا۔ یہی خلیفہ اکبر اور نورانی جوہر ہے جسکی جوہریت ذات الٰہی اور اسکی نورانیت اور اسکے علم کی مظہر ہے۔ یہ روح جوہریت کے لحاظ سے نفس واحدہ اور نورانیت کے اعتبار سے عقل کہلاتی ہے۔ اور جس طرح عالم کبیر میں اسکے مظاہر اور نام ہیں۔ مثلاً عقل اول۔ قلم اعلےٰ۔ نور۔ نفس کلی۔ لوح محفوظ۔ اسی عالم صغیر میں بھی اسکے مظاہر اور نام ہیں۔ مثلاً سر۔ خفاء۔ روح۔ قلب۔ کلمہ۔ روع۔ فواد۔ صدر۔ عقل۔ نفس۔ (تع)۔

روح الامین | اس مرکب لفظ میں روح کے معنے جبرئیل ہیں اور امین انکا لقب ہے اور یہ اسلئے کہ جبرئیل کو خدا کی طرف سے جو وحی دیجاتی تھی وہ بلاکم و کاست پیغمبروں کو پہنچا دیتے تھے۔ روح القدس بھی حضرت جبرئیل کا نام ہے۔ دیکھو (روح القدس) (غ)

روح انسانی | ایک ایسے لطیف جوہر کا نام ہے جو خدا نے انسان میں ودیعت رکھا ہے وہی ہر چیز کا ادراک کرتا ہے۔ اس روح کا روح حیوانی پر پورا تسلط ہے۔ یہ ایک خدائی راز ہے جسکی حقیقت کے ادراک سے انسانی عقلیں عاجز ہیں۔ یہ روح کبھی بدن سے الگ ہوتی ہے اور کبھی اسکے ساتھ رہکر اس میں تصرف کرتی ہے (تع)

یہ روح انسانوں کے ساتھ خاص ہے۔ اور انسانوں میں بھی بڑوں کے ساتھ۔ ورنہ چھوٹے لڑکوں میں اور حیوانوں میں نہیں ہوتی۔ (ک)۔

روح حیوانی | ایک لطیف جسم ہے جسکا منبع دل ہے اور رگوں کے ذریعہ بدن کی تمام

Marfat.com

اجزا میں سرایت کیے ہوئے ہے (غ)

روح القدس جبریل علیہ السلام کو کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کی آیات ذیل میں ارشاد ہے:

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَّبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ○ (س۔ نحل ع ۱۴) (اے پیغمبر تم ان لوگوں سے کہو کہ حق تو یہ ہے کہ اس (قرآن) کو تمہارے پروردگار کی طرف سے روح القدس (یعنے جبریل) لے کر آتے ہیں تاکہ جو لوگ ایمان لا چکے ہیں خدا (اسکے ذریعہ سے) انکو (ایمان پر) ثابت قدم رکھے اور (خدا کے) فرمانبردار بندوں کے حق میں ہدایت اور خوشخبری ہو۔

وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ (س۔ بقرہ۔ ع ۱۱) اور مریم کے بیٹے عیسے کو بھی، ہمنے کھلے (کھلے) معجزے عطا فرمائے۔ اور روح القدس (یعنے جبریل) سے انکی تائید کی۔

وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ (س۔ بقرہ۔ ع ۳۳) اور مریم کے بیٹے عیسے کو ہمنے کھلے کھلے معجزے دیئے اور روح القدس (یعنی جبریل) سے انکی تائید کی۔ دیکھو لفظ (روح)

روح اللہ (ل) خدا کی روح۔ اس سے حضرت عیسے علیہ السلام مراد ہیں۔ ان پر اس لفظ کے اطلاق کی یا تو یہ وجہ ہے کہ اہل عرب کی عادت تھی کہ جب وہ کسی چیز کی پاکیزگی اور طہارت بیان کرتے تھے تو اسکو روح کہتے تھے۔ اور چونکہ حضرت عیسے علیہ السلام بغیر باپ کے محض حضرت جبریل کے نفخ سے پیدا ہوئے تھے اسلئے انہیں روح اللہ کہتے تھے۔ اور یا یہ وجہ ہے کہ روح اور ریح عربی زبان میں قریب المعنی ہیں۔ اور ریح کے معنے پھونک کے ہیں۔ چونکہ جبریل کے پھونکنے سے آپ پیدا ہوئے اسلئے آپ کو روح اللہ کہا گیا۔ قرآن مجید میں اس لفظ کا ذکر یوں آیا ہے يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ تا وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ○ (س نساء ع ۲۳) اے اہل کتاب اپنے دین میں حد (اعتدال) سے تجاوز (یعنی افراط و تفریط) نہ کرو۔ اور خدا کی نسبت حق بات کے سوا (ایک لفظ بھی) منہ سے نہ نکالو (حق بات تو اتنی ہی ہے کہ) مریم کے بیٹے عیسے مسیح بس اللہ کے (ایک) رسول ہیں۔ اور خدا کا حکم جو اس نے مریم کیطرف کہلا بھیجا تھا (کہ بے شوہر حاملہ ہو جاؤ اور وہ ہو گئیں) اور (وہ ایک) روح تھی جو خاص خدا کی طرف سے (دنیا میں آئی) تو اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین (خدا) نہ کہو (اس سے) باز آؤ (کہ یہ) تمہارے حق میں بہتر ہے بس اللہ ہی اکیلا معبود ہے وہ اس سے بری ہے کہ اسکے کچھ اولاد ہو۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ سب کا کارساز بس ہے نیز ارشاد ہے۔ وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ ○ (س۔ انبیاء ع ۶) اور ان بیبی (مریم) کو (یاد کرو) جنہوں نے اپنے ناموس کی حفاظت کی تو ہمنے ان میں اپنی روح پھونک دی (اور ان کو بے شوہر حمل رہ گیا) اور ہمنے انکو اور انکے بیٹے (عیسے) کو دنیا جہان کے لوگوں کے لئے (اپنی قدرت کاملہ کی) نشانی قرار دیا

روزبہاری ابو عبداللہ احمد بن عطا رکو کہتے ہیں جو اپنے وقت کے شیخ تھے ۳۶۹ھ میں صور میں فوت ہوئے (کن)

روضہ (ل) باغ۔ باغیچہ۔ سبزہ زار۔ مرغزار۔ بزرگوں کا مقبرہ۔ تربت۔ بزرگوں کی قبروں کے پاس اکثر باغیچہ ہوتا ہے۔ اسلئے انہیں روضہ کہدیتے ہیں۔ فقہ حنفی کی تمام کتابوں میں لکھا ہے کہ قبروں پر عمارت بنانا منع ہے۔ حدیث سے بھی یہی بات مفہوم ہوتی ہے۔

Marfat.com

روضۂ نبوی کی تعریف اس ضرورت سے ہوئی کہ آپکی قبر محفوظ کرنے کی ضرورت تھی تاکہ کوئی منافق یا کافر بے ادبی نہ کرسکے۔ اور بھی بہت سے اولیاء صلحاء کی مزاروں پر روضے بنائے گئے ہیں جوکہ انکی ایک یادگار قائم رکھنے کی نیت سے ہوتی ہے۔ وَالْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔

روم قرآن مجید کی تیسویں سورت کا نام ہے۔ جسکے ابتدائی کلمات یہ ہیں۔ الٓمّٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۙ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ۚ الٓمّ۔ قریب کا ملک (یعنی فارس) میں رومی (جو نصاریٰ اہل فارس سے جو آتش پرست ہیں) مغلوب ہوگئے ہیں۔ لیکن یہ لوگ اپنے مغلوب ہوئے پیچھے عنقریب چند سال میں (پھر اہل فارس پر) غالب آجائیں گے۔"

اس جگہ الٓمّ کے الف سے اسلام کیطرف۔ ل سے اہل کتاب کیطرف۔ م سے مغلوب ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی گو اہل کتاب (ایرانیوں پر غالب ہوں گے۔ مگر آخیر میں اہل اسلام کے ہاتھ سے مغلوب ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ رومی ایرانیوں پر فتح بدر کے روز غالب آئے۔ پھر چند برس کے بعد خلافت ابوبکرؓ و عمرؓ میں مغلوب ہوگئے۔

شاہ ایران اور شاہ روم کے مابین لڑائی ہوئی اور شاہ روم کو شکست ملی۔ اس وقت مشرکین مکہ کو بڑی خوشی ہوئی اسلئے کہ شاہ ایران بت پرست تھا۔ اور مسلمانوں کو بہت رنج ہوا کیونکہ اگرچہ شاہ روم مسلمان نہ تھا مگر بت پرست بھی نہ تھا۔ اس موقعہ پر مشرکین نے مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ لو تمہارے بھائی جو اہل کتاب ہیں اور انکا تمہارا خدا ایک ہے مغلوب ہوگئے۔ تمہارے خدا سے کچھ بھی نہ ہوسکا۔ تب مسلمانوں کی تسلی کے لئے یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ یعنی اگرچہ اب رومی ایرانیوں سے مغلوب ہوگئے ہیں۔ مگر چند سال کے بعد انہیں ایرانیوں پر غلبہ حاصل ہو جائیگا۔

ان آیتوں کے نازل ہونے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ابی بن خلف میں بحث ہوکر ایک شرط ٹھہری۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نو برس کے اندر اگر روم غالب آگیا تو میں تجھ سے سو اونٹ لے لونگا۔ ورنہ تجھکو سو اونٹ دوں گا۔

جب یہ پیشینگوئی پوری ہوئی تو ابی بن خلف مرچکا تھا۔ ابوبکرؓ نے اُبی کے وارثوں سے سو اونٹ لے لئے۔ اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو لائے۔ آپ نے فرمایا ان کو للّٰہ دے دو۔ انہوں نے دیدئیے (تف)۔

رومال وضو کے بعد ہاتھ وغیرہ پونچھنے یا ناک صاف کرنے کے لئے رومال کا استعمال جائز ہے۔ بعض اسے مکروہ سمجھتے ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اگر بغیر ضرورت کے صرف تکبر اور فخر کے لئے ہی رومال پاس رکھا جائے۔ تو مکروہ ہے ورنہ جائز ہے (عا)۔

رویاء خواب۔ ابوقتادہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا خواب (دیکھنا) خدا کی طرف سے ہے (یعنے اس کے لطف و رحمت کی علامت ہے) اور برے خواب (دیکھنا) شیطان کی طرف سے (کہ وہ مسلمانوں کو اندوہگین کرنے کے لئے پریشان خوابوں کے دکھانے کا باعث ہوتا ہے) پس (لوگو!) جب تم میں کا کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جو اسے بھلا معلوم ہو تو جسے دوست رکھتا ہے اسکے سوا کسی اور سے اپنا خواب بیان نہ کرے۔ اور جب ایسا خواب دیکھے کہ اسے برا لگے تو خواب کی شر اور شیطان کی شر سے خدا کی پناہ مانگے اور تین دفعہ تھتکار دے اور کسی سے بیان نہ کرے کیونکہ (کیونکہ بیان نہ کرنے سے یہ خواب بد) اسے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ (صح)

Marfat.com

حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) جب تم میں کا کوئی آدمی مکروہ و ناپسند خواب دیکھے تو اپنی بائیں جانب تھتکار دے اور تین دفعہ شیطان کی برائی سے خدا کی پناہ مانگے اور جس کروٹ پر سوتا تھا اسے چھوڑ کر دوسری کروٹ بدل لے (مس)۔

(۳) ابورزین عقیلی کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایماندار کا خواب نبوت کے ۴۶ حصوں میں کا ایک حصہ ہے۔ اور خواب تاوقتیکہ کسی سے بیان نہ کیا جائے اسے قرار و ثبات نہیں ہوتا (یعنی واقع نہیں ہوتا) ہاں جب بیان کردیا جاتا ہے تو واقع ہوجاتا ہے (راوی کا بیان ہے کہ) اور میرا گمان ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مخاطب!) تو اپنا خواب کسی کے آگے نہ بیان کر مگر دوست اور ذوالرائے سے۔ (بیان کرنے کا مضائقہ نہیں۔ (مز)

قرآن مجید میں اس لفظ کا یوں ذکر آیا ہے قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (س۔ یوسف۔ ع۱) (یعقوب نے) کہا بیٹا! کہیں اپنے خواب کو اپنے بھائیوں سے نہ کہہ بیٹھنا کہ (وہ سن پائینگے تو) تجھکو (کسی نہ کسی آفت میں) پھنسانے کی تدبیر کرنے لگیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۙ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ؀ (س صافات ع۳) اور ہمنے ابراہیم سے پکار کر کہا کہ ابراہیم! تم نے (اپنے) خواب کو خوب سچ کر دکھایا (اب ہم تمکو بڑے بڑے مراتب دینگے اور) نیک بندوں کو ہم ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔ (مز)

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (س بنی اسرائیل۔ ع۶) اور خواب جو ہمنے تمکو دکھایا تو بس اسکو لوگوں (کے ایمان) کی آزمائش (کا ذریعہ) ٹھہرایا۔

خواب کی تعبیر کا ایک علیحدہ علم ہے جسے علم التعبیر کہتے ہیں۔

رویم ابو محمد رویم بن احمد۔ بغداد کے اکابر صوفیوں میں سے تھے۔ اور علم فقہ میں اعلیٰ درجہ کی دستگاہ رکھتے تھے ۳۰۳ھ میں فوت ہوئے (کن)

رہن (ل) روکنا۔ (ص۔ ش) میں کسی چیز کو ایسے حق میں روک رکھنے کو کہتے ہیں کہ جس کا حاصل کرنا اس چیز سے ممکن ہو۔ (ریق)

تمام فقہا کے نزدیک سفر اور حضر میں رہن جائز ہے اور قبضہ کرنا صحت رہن کی شرط ہے۔ پس جبتک قبضہ نہ ہوگا عقد رہن متحقق نہ ہوگا۔ اور رہن مشاع یعنی اشیاء مشترکہ کا امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک جائز نہیں مگر اور اماموں کے نزدیک جائز ہے۔ استدامت رہن مرتہن کے پاس شرط ہے۔ مگر امام شافعی کے نزدیک شرط نہیں۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ مرتہن کو مرہون سے نفع اٹھانا جائز نہیں۔ اور مرہون کا نفقہ راہن پر لازم ہے۔ مرہون چیز کا کرایہ لینا یا مرہون جانور پر سوار ہونا یا مرہون چیز کے بچے وغیرہ لینے یہ سب کچھ راہن کا حق ہے۔ اگر مرتہن کے پاس ہلاک ہوجائیں تو نقصان راہن کا ہوگا نہ مرتہن کا (کتب فقہ)

حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع جو کے بدلے گرو رکھی تھی۔ (مش)

آجکل مسلمانوں میں جو رواج رہن اراضی کا اس طرح سے جاری ہوگیا ہے کہ مرتہن ہی زمین کی کل پیداوار تیار کرتے ہیں۔ بروئے شریعت ناجائز اور داخل سود ہے۔

Marfat.com

رؤف لفظی معنے بہت شفقت کرنے والا۔ رأفت کہتے ہیں شدت رحمت کو۔ اور یہ مبالغے کا صیغہ ہے۔ جیسے ضروبؔ اور شکورؔ۔ خدا کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ یہ اسم بعینہٖ قرآن مجید میں بھی آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (س۔ بقرہ۔ ع ۱۷) یعنی بے شک اللہ لوگوں پر بہت شفقت کرنے والا اور مہربان ہے۔

جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی قرآن میں بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ فرمایا گیا ہے کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر بیحد شفیق اور مہربان تھے۔

ریا دکھاوا۔ شہرت۔ ظاہر داری۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ تا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (س۔ بقرہ ع ۳۶) مسلمانو! اپنی خیرات کو احسان جتانے اور (سائل کو) ایذا دینے سے اس شخص کی طرح اکارت مت کرو جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتا اور اللہ اور روز آخرت کا یقین نہیں رکھتا تو اسکی (خیرات) کی مثال چٹان کی سی ہے کہ اس پر (کچھ تھوڑی سی) مٹی (پڑی) ہے پھر اس پر زور سے بارش آگئی اور اسکو سپاٹ کر (کے بہا) گیا (اسیطرح قیامت میں) ریاکاروں کو اس (خیرات) میں سے جو انہوں نے کی تھی کچھ بھی ہاتھ نہیں لگیگا اور اللہ ان لوگوں کو جو (نعمت کی) ناشکری کرتے ہیں ہدایت نہیں دیا کرتا۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ تا فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا (س۔ نساء ع ۲۱) منافق (مسلمانوں کو دھوکا دیکر گویا) خدا کو دھوکا دیتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں، خدا انہی کو دھوکا دے رہا ہے۔ اور (یہ لوگ) جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو الکسائے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں (ظاہر داری کرکے) لوگوں کو دکھاتے ہیں اور (دل سے) اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر کچھ یونہی سا کفر اور ایمان کے بیچمیں پڑے جھول رہے ہیں نہ ان (مسلمانوں) کی طرف اور نہ اُن (کافروں) کی طرف۔ اور جن کو اللہ بھٹکائے تو (اے پیغمبر!) تو ممکن نہیں کہ تم اسکے لئے کوئی رستہ ڈھونڈ نکالو۔

(۱) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے (مس)۔

(۲) ابو فضالہ کے بیٹے ابو سعدؓ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ جب خدا تعالٰے قیامت کے روز جسکے برپا ہونے میں کسیطرح کا بھی شک وشبہ نہیں لوگوں کو جمع کریگا تو ایک پکارنیوالا چاروں طرف پکاریگا کہ جو شخص (دنیا میں) اپنے اس عمل میں جو خدا کے لئے کیا تھا کسی اور کو شریک کرتا (یعنی ریا کرتا تھا) اسے چاہئے اپنے اس عمل کا ثواب بھی خدا کے علاوہ کسی اور سے مانگے۔ کیونکہ خدا (بہ لحاظ شرکت) تمام شرکاء سے غنی تر اور بے نیاز تر ہے (مش)۔

(۳) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پچھلے زمانے میں بہت لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو دنیا کو دینی عملوں سے طلب کرینگے اور اسی سے لوگوں کو دھوکے میں ڈالیں گے۔ اظہار نرمی و تواضع کے لئے بکریوں کی کھالیں پہنیں گے۔ انکی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہوں گی اور دل بھیڑیوں جیسے (ان ہی لوگوں کے بارے میں) خدا فرماتا ہے کیا یہ لوگ میری مہلت دینے سے مغرور ہو گئے ہیں۔ (نہیں) بلکہ مجھ پر جرأت کرتے ہیں تو مجھے اپنی قسم ہے کہ میں ان لوگوں پر ان ہی میں سے ایک فتنہ ایسا اٹھا کھڑا کرونگا جو بردبار سے بردبار کو بھی حیران و مبہوت بنا دے گا۔ (ت)

Marfat.com

(۴) جندب کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے تئیں مشہور کرنا چاہتا (اور اپنے فضائل لوگوں میں پھیلانے کا ارادہ رکھتا ہے) قیامت کے دن خدا تعالےٰ اسے ریاکاروں جیسی سزا دیگا۔ یعنے فرمائیگا کہ اپنے عمل کی جزا اس سے مانگ جسکی خاطر عمل کیا تھا (صح)۔

(۵) عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص اپنے عمل لوگوں میں مشہور کرتا ہے خدا تعالےٰ اسے اپنی مخلوق کے کانوں پر مشہور کر دیتا اور دنیا و عقبےٰ میں اسے حقیر اور بے قدر کرتا ہے (مش)۔

(۶) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں ایک موقع پر اپنے گھر میں مصلیٰ پر بیٹھا ہوا تھا دفعۃً ایک شخص میرے پاس آیا اور اس حال میں اسکا مجھے دیکھنا مجھے اپنے تئیں بہت ہی بھلا معلوم ہوا۔ (تو کیا یہ ریا ہے) جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوہریرہ! خدا تجھ پر رحم کرے۔ تیرے لئے دو اجر ہیں۔ پوشیدہ نماز پڑھنے کا اجر اور ظاہر کرنیکا اجر۔ (تر)

قرآن میں ریاکار نمازیوں کے لئے بھی وعید ہے جیساکہ آیۃ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ (یعنے ایسے نمازی ہلاکت میں پڑینگے جو اپنی نمازوں میں سست ہیں اور جو ریاکار ہیں۔

اور نیز منافقین کی اوصاف میں ہے وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ يُرَاءُونَ النَّاسَ۔ یعنی جب منافق نماز کی طرف اُٹھتے ہیں وہ سست کھڑے ہوتے ہیں اور لوگوں کے دکھاوے کے لئے نماز پڑھتے ہیں۔

ریاح ریح کی جمع ہے جسکے معنے ہوا کے ہیں۔ قرآن مجید میں چار قسم کی ہوائیں مذکور ہیں صرصر یعنی بادِ تند

عقیم۔ لواقح۔ مبشرات۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق کے روز فرمایا تھا کہ میں باد مشرقی سے مدد دیا گیا ہوں۔ اور عاد باد مغربی سے ہلاک ہوئے تھے۔

ریاضت اہل لغت لکھتے ہیں کہ ریاضت کے معنے ہیں حال مذمومہ کو حال محمودہ سے بدل دینا۔ اور بعض حکماء سے مروی ہے کہ ریاضت کہتے ہیں اغراض شہوانیہ سے اعراض کرنے کو۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ریاضت کے معنے ہیں صلوٰۃ و صوم کی پابندی کرنا۔ اور رات دن کے اوقات میں اپنے آپ کو موجبات اثم اور لوم سے محفوظ رکھنا۔ اور باب نوم کو بند کرنا۔ اور لوگوں کی صحبت سے بچنا۔ (ک)۔

ریّان (ل) سیراب۔ تر و تازہ۔ (غ) بہشت کے ایک دروازے کا نام ہے۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہشت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک کا نام ریّان ہے۔ اس میں سے صرف روزہ دار ہی داخل ہو سکیں گے۔ (صح)

ریان بن الولید حضرت یوسف علیہ السلام کے وقت مصر کا بادشاہ تھا۔ جو حضرت یوسف پر ایمان لایا اور انکی زندگی میں فوت ہوا۔ (مد)۔

ریحانہ ایک یہودی عورت کا نام ہے جسکا خاوند غزوہ بنی قریظہ میں قتل ہو گیا تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو اپنے ساتھ نکاح کرنے کو کہا مگر اس نے انکار کر دیا اور لونڈیوں میں رہنا اختیار کیا۔

ریحان روزی و رزق کے معنے سے بھی قرآن شریف میں آیا ہے۔ جیساکہ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ۔ اور کھیتی کے پتے کو بھی کہتے ہیں۔ جیساکہ آیۃ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ۔ کتب لغت

Marfat.com

اور تفاسیر میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ نیز ریحان ایک خوشبودار گھاس کا نام ہے جسکو فارسی میں شاہ سپرغم اور نازبو کہتے ہیں۔ اسکی جمع ریاحین ہے۔

باب الزاء

زاغ کوے کو کہتے ہیں۔ اسکو غراب الزاغ یعنی کھیتی کا کوا بھی کہتے ہیں۔ عجائب المخلوقات میں لکھا ہے کہ یہ کوا سیاہ اور بڑا ہوتا ہے اور ہزار برس تک زندہ رہتا ہے۔ کھیتی کے کوے کا کھانا حلال ہے۔ اور دوسرے کوے کا کھانا مکروہ ہے۔ (حیٰوۃ)

زاغونی ابوالحسن علی بن عبیداللہ زاغونی۔ ابن جوزی کے اُستاد تھے۔ چھٹی صدی ہجری کے زبردست عالم تھے۔ (کن)۔

زاہد (ل) وہ شخص جو کسی چیز کی خواہش ترک کردے (ص) میں اس شخص کو کہتے ہیں جو دنیا کو برا سمجھے۔ اور اس سے کلی طور پر اعراض کرلے۔ بقول بعض اس شخص کو کہتے ہیں جو آخرت کا آرام طلب کرنے کے لئے دنیا کی راحت چھوڑدے۔ (تح)

زائر زیارت کرنے والا (ص) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی زیارت کرنیوالے کو کہتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت دین و دنیا کی سعادت کی موجب ہے۔ چنانچہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے حج کرکے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (بیہقی)

اولاد خطاب کے ایک شخص سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی اور غرض سے نہیں بلکہ صرف میرے (قصد سے میری) قبر کی زیارت کریگا وہ قیامت کے دن میری ہمسائگی میں ہوگا۔ اور جو مدینے میں سکونت رکھیگا اور اس میں جو جو شدت و محنت اسے پہنچے اسپر صبر کریگا تو میں قیامت کے دن اسکی (اطاعت کا) گواہ اور (معاصی کا) سفارشی ہوں گا۔ اور جو حرم مکہ یا حرم مدینہ دونوں میں سے کسی ایک حرم میں مرے گا خدا اس کو ان لوگو کے زمرے میں اُٹھائیگا جو قیامت کے روز عذاب سے بے خوف ہوں گے (ر)

جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے خانہ کعبہ کا حج کیا اور میری قبر کی زیارت نہ کی۔ اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ (تر)۔

زبانیہ یہ لفظ زبن سے مشتق ہے جسکے معنے مدافعت کرنے کے ہیں۔ اس سے مراد عذاب کے فرشتے ہیں (مد)۔

قرآن مجید کی سورت علق رکوع ا میں یہ لفظ اصطلاح آیا ہے فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ تو اسکو چاہیے کہ اپنے ہمنشینوں کو (جنکے برتے پر کودا کرتا ہے اپنی مدد کے لئے) بلالے۔ ساتھ کے ساتھ ہم (بھی اپنے) جلاد فرشتوں کو (اسکی سزا ہی کے لئے) بلالینگے"۔

زبور خدا تعالیٰ کی کتابوں میں سے ایک کتاب ہے جسے حق تعالے نے حضرت داود علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ اور اس میں دعائیں اور اذکار اور نصیحتیں اور دانائی کی باتیں مذکور تھیں اور نئی شریعت کے احکام اس میں نہیں تھے۔ کیونکہ حضرت داود علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے تابع تھے۔ اس کتاب کی تعظیم و تکریم بھی ایسی ہی ضروری ہے جیسی خدا کی دوسری کتابوں کی۔ مگر کسی یقینی دلیل کے بغیر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اہل کتاب کے پاس اسکا

Marfat.com

کوئی صحیح نسخہ موجود ہے۔
کشاف کے اصطلاحات الفنون میں لکھا ہے کہ زبور بفتح فا سریانی لفظ ہے جسکے معنے ہیں کتاب۔ اہل عرب اسکو اپنی زبان میں اسی معنے میں استعمال کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ اور یہ جو کچھ بھی کر چکے ہیں (ان کے) اعمال ناموں میں (لکھا ہوا موجود) ہے۔

خدا نے زبور کو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل فرمایا۔ جو چند مفصّل آیات تھیں۔ مگر جبتک زبور پوری نازل ہو نہ چکی تب تک داؤد علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے اسے ظاہر نہ کیا۔ اسکا اکثر حصّہ وعظ اور نصیحت سے بھرا ہوا ہے۔ اور باقی حصّہ میں خدا کی تعریف ہے۔ اس میں چند آیتوں کے سوا باقی شرعی احکام ہیں۔ اور جن چند آیتوں میں احکام ہیں وہ بھی مواعظ اور ثنا پر مشتمل ہیں۔

صوفیوں کی اصطلاح میں زبور خدا کے افعال کی تجلیات کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام پہاڑو کو چلاتے۔ لوہے کو نرم کرتے اور خدا کی مختلف قسم کی مخلوقات پر حکمرانی کرتے تھے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے وارث ہوئے۔ انتہیٰ۔

جو زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اسکے کلام الٰہی ہونے میں کسی مسلمان کو شک نہیں مگر اہل کتاب کا زبور میں اختلاف ہے۔ ارجن اور اگسٹائن وغیرہ کے نزدیک تمام زبور حضرت داؤدؑ کی تصنیف ہے۔ مگر جیروم اور یوسی بئیس وغیرہ اسکی تردید کرتے ہیں اور تیس زبور کے زیادہ حصہ کے مصنف کچھ نامعلوم الاسم قرار دیتے ہیں۔ باقی نوّے سے ننانوں تک کو حضرت موسیٰ کی۔ اکہتر زبور کو حضرت داؤدؑ کی بارہ ۱۲ کو اساف کی۔ گیارہ ۱۱ زبور کو قورح کے تین بیٹوں کی اٹھاسیویں زبور ہیمان کی۔ نواسیویں ایتھان کی اور تین جدوتھن کی تصنیف کہتے ہیں۔ اور ایک سو ستائیویں زبور سلیمان علیہ السلام کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔
از مقدمہ تفسیر حقانیؒ۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا (س۔ نساء۔ ع ۲۳) اور جس طرح ہمنے داؤد کو زبور دی تھی۔ زبور میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کی خبر موجود ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے
ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصلحون (س انبیاء ع)
اور ہم زبور میں (پندو) نصیحت کے بعد یہ بات لکھ چکے ہیں کہ ہمارے نیک بندے زمین (کی سلطنت) کے وارث ہوں گے۔

تفسیر مدارک میں لکھا ہے کہ عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت مراد ہے۔ اس تفسیر میں ذکر کا معنے توریت لیا ہے۔ اور ارض سے زمین شام مراد لی ہے۔ یعنی ہم زبور میں توریت کے بعد یہ بات لکھ چکے ہیں کہ ہمارے نیک بندے شام (کی سلطنت) کے وارث ہوں گے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ زبور بمعنی مکتوب کے تمام الہامی کتابیں ہوں اور ذکر سے مراد لوح محفوظ ہو۔

تفسیر جلالین میں زبور سے الہامی کتابیں ذکر سے لوح محفوظ۔ ارض سے جنّت اور عبادی الصّلحون سے مطلق نیک بندے مراد لئے گئے ہیں۔ قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں زبور سے توراۃ ہی مراد لی ہے۔

یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جو قرآن میں ہے اور قرآنی صداقت کا یہ ایک زبردست ثبوت ہے۔ کہ باوجودیکہ کفار ہمیشہ ناخون تک زور لگاتے رہے ہیں کہ اس پیشگوئی کو غلط کرکے اس ارض مقدسہ سرزمین شام پر قبضہ حاصل کرلیں۔ لیکن انکی ساری کوششیں

Marfat.com

آخر میں بے سود ہتی ہیں۔ اور اسکی پیشگوئی کے مطابق یہ زمین باقی مقدس مقامات حرمین شریفین وغیرہ اسیطرح خدا کے نیک بندوں مسلمانوں ہی کے قبضہ میں ہیں۔ اور ابد الآباد تک رہینگی۔ ممکن ہے کہ کوئی غیر صالح کافر مشرک کسی وقت عارضی تسلط چند روزہ جمالے لیکن خدائی طاقت اسکو بہت ہی جلد ہی اسکے عارضی قبضہ کو اٹھا کر پھر ان ہی اپنے نیک بندوں کو جنکو یہ بطور وراثت مل چکی ہے تسلط بخش دیتی ہے۔ کوئی ہے جو قرآنی آیات پر غور کرے۔

زُبیر اس پہاڑ کا نام ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔ جس کو طور سینا بھی کہتے ہیں۔ (من)۔

زبیر بن بکار ابو العزم علماء میں سے ہوئے ہیں۔ بہت سی مفید کتابیں تصنیف کیں۔ ابن ماجہ اور ابن ابی الدنیا کے استاد تھے۔ مکہ کے قاضی رہے اور ۲۵۶ھ میں مکہ ہی میں وفات پائی۔

زبیر بن العوام نام انکا زبیر اور کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ سولہ برس کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے۔ اسپر انکے چچا نے ترک اسلام کے لئے طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔ مگر یہ ایمان پر ثابت قدم رہے۔ آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب لڑائیوں میں شریک رہے۔ عشرہ مبشرہ سے تھے رنگ کے گورے بدن کے دُبلے اور قد کے لمبے تھے انہیں عمرو بن جرموز نے سفوان میں قتل کیا تھا۔ اور یہ واقعہ ۳۶ھ میں ہوا۔ اسوقت ان کی عمر ۶۴ سال کی تھی۔ پہلے تو وادی سباع میں دفن کئے گئے۔ مگر پھر وہاں سے لاکر بصرہ میں دفن کئے گئے۔ وہاں آپ کی قبر مشہور رہے۔ (اکما)

زحف مٹھ بھیڑ ہو جانا۔ وہ لشکر جو دشمن پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا جائے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِذَا لَقِیتُمُ الَّذِینَ کَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ ۝ (س انفال ع ۲) مسلمانو! جب کافروں سے تمہارے لشکر کی مٹھ بھیڑ ہو جائے تو انکو پیٹھ نہ دینا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ وہ کیا ہیں۔ فرمایا شرک جادو۔ بیگناہ قتل کرنا۔ سود کھانا۔ یتیم کا مال کھانا۔ لڑائی کے روز دشمن کو پیٹھ دکھانا۔ پاک دامن اور مومن عورتوں کو زنا کی تہمت لگانا۔ (مش)

زخرف لفظی معنے تو اسکے ہیں سونا۔ ملمع شدہ چیز آرائش۔ (غ)

قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جسمیں یہ کلمہ اسطرح وارد ہوا ہے وَلَوْلَا أَنْ یَکُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَجَعَلْنَا لِمَنْ یَکْفُرُ بِالرَّحْمَٰنِ لِبُیُوتِهِمْ سُقُفًا مِنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُونَ ۝ وَسُرُرًا عَلَیْهَا یَتَّکِئُونَ ۝ وَزُخْرُفًا ۝ (س۔ زخرف۔ ع ۳) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو (ساز و سامان دنیا ہمارے ہاں اسقدر حقیر ہے کہ) جو لوگ منکر خدائے رحمٰن ہیں انکے لئے انکے گھروں کی چھتیں ہم چاندی کی کرا دیتے اور (چھتوں کے علاوہ چاندی) کے زینے کہ انپر چڑھتے اور (چاندی ہی کے) گھروں کے دروازے کر دیتے اور چاندی ہی کے تخت کہ انپر تکیہ لگا کر بیٹھتے اور چاندی ہی نہیں بلکہ سونے کے۔

زراریہ شیعہ کا ایک فرقہ ہے جو زرار بن اعین کے پیرو ہیں۔ انکا مذہب ہے کہ اللہ کی صفات حادث ہیں۔ اور ان صفات کے پہلے خدا زندہ نہیں تھا اور نہ عالم۔ قادر۔ سمیع اور بصیر تھا۔ (ک)۔

زرامیہ غالی شیعوں کا ایک فرقہ ہے جسکے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد امامت کے

Marfat.com

مستحق حضرت محمد بن حنفیہ ہیں۔ پھر ان کے بیٹے عبداللہ پھر عبداللہ بن عباس کے بیٹے علی۔ پھر انکی اولاد منصور تک۔ منصور کے بعد خدا تعالےٰ نے ابی مسلم میں حلول کیا ہے اور وہ مقتول نہیں ہوئے۔ اس فرقہ کے لوگوں نے محرمات کو حلال کر دیا۔ فرائض کو خیر باد کہدیا۔ ان میں سے بعض نے الوہیت کا بھی دعویٰ کیا ہے (ز-ک)

زرقانی محمد زرقانی۔ آپ نے امام قسطلانی کی کتاب مواہب لدنیہ کی شرح لکھی۔ ۱۱۲۲ھ میں فوت ہوئے۔ (ا-ک-ن)

زعفرانیہ ایک فرقہ ہے جسکا دعوےٰ ہے کہ قرآن مجید خدا کی مخلوق ہے۔ کیونکہ یہ اسکا غیر ہے اور جو چیز اسکی غیر ہو وہ اسکی مخلوق ہے لہذا قرآن خدا کی مخلوق ہے۔ ان کے نزدیک جو قرآن کو خدا کی مخلوق نہ کہے وہ کافر ہے۔ (ل-غ)

زفیر چلانا۔ قرآن مجید میں اسکا استعمال دوزخ کے عذاب سے رونے اور چلانے میں آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّشَهِیْقٌ ۙ (س-ہود-ع ۹) ترجمہ بدبخت ہیں وہ دوزخ میں ہوں گے (اور) وہاں انکو چلانا اور دھاڑنا (لگا) ہوگا۔

زقوم قاف کی شد سے۔ تھوہر کا درخت۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر اس آیت میں آیا ہے اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ۝ (س-فرقان-ع-) کچھ شک نہیں کہ (آخرت میں) تھوہر کا درخت (بڑے) مجرموں (یعنی کافروں) کا کھانا ہوگا۔

نیز ارشاد ہے ثُمَّ اِنَّكُمْ اَیُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ (س-واقعہ-ع ۲) پھر اے گمراہو (اور قیامت کے) جھٹلانے والو۔ تم کو (دوزخ میں) تھوہر کا درخت کھانا ہوگا۔

زکوٰۃ (ل) زیادتی (ص-ش) میں اُس مال کو کہتے ہیں جو مال مخصوص سے واجب الادا ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اسکا جا بجا ذکر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ۝ (س-بقرہ-ع ۵) اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو۔ اور جو لوگ ہمارے حضور میں بوقت ادائے نماز جھکتے ہیں انکے ساتھ تم بھی جھکا کرو۔

نقدین کی زکوٰۃ جسکے پاس دوسو درہم یعنے باون روپے کلدار ہوں اور پورا برس گذر جائے تو اسکو چالیسواں حصہ یعنی ایک روپیہ پانچ آنے دینے آئیں گے۔ اور یہی نصاب ہے چاندی کا۔ یعنی جس شخص کے پاس اڑسٹھ تولے ۳ ماشے کے قریب چاندی ہو۔ اور چاندی کا نرخ فی تولہ بارہ ۱۲ آنہ ہو جیسا کہ اکثر اس زمانہ میں یہی نرخ رہتا ہے تو بھی ایک روپیہ پانچ آنے اس پر فرض ہوں گے۔ اس سے کم میں زکوٰۃ فرض نہیں۔ اگر نصاب تو پورا ہو لیکن سال کے اندر اندر اس میں کمی واقع ہو جائے تو بھی اس میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی ہاں جسقدر نصاب بڑھتا جائیگا زکوٰۃ کی رقم بھی بڑھتی جائیگی مثلاً چار سو درہم یعنی ایک سو چار روپے ہو جائیں گے تو دو روپے دس آنے دینے ہوں گے۔ کیونکہ چار سو درہم کا چالیسواں حصہ حسابی قاعدہ کی رو سے دو روپے دس آنے ہوتے ہیں۔ مگر آسانی کے لئے یہ قاعدہ ٹھہرا لیا گیا ہے کہ فیصدی ڈھائی روپے نکال لئے جائیں۔ سال کے اندر کچھ اور روپیہ جمع ہو جائے اور اسپر پورا سال نہ گذرے تو زائد روپے پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔ جب تک اس زائد روپے پر تاریخ جمع سے لیکر پورا سال نہ گذر جائے اور یہ روپیہ نصاب کو نہ پہنچ جائے۔ مثلاً ایک شخص باون روپے کا مالک تھا۔ اس نے ایک روپیہ پانچ آنے زکوٰۃ کے نکال دئے اب سال آئندہ میں اسکے پاس دس یا بیس روپے اور جمع ہو گئے تو باون روپے سے جسقدر رقم زائد ہے اسپر زکوٰۃ فرض نہیں۔ مگر ہاں جب یہ زائد رقم حدِ نصاب یعنے پورے باون روپے تک پہنچ جائے اور پورا سال بھی گذر لے تو

Marfat.com

اسے دو روپے دس آنے دینے ہوں گے۔ ایک روپیہ پانچ آنے پہلے نصاب کے اور ایک روپیہ پانچ آنے اس دوسرے نصاب کے۔ الغرض زکوٰۃ کے ادا کرنے کی شرط ہے۔ نصاب کا پورا ہونا۔ اور برس روز کا گزر جانا اور جب یہ ہے تو نصاب کی کسر اور اسیطرح برس کی کسر پر زکوٰۃ نہیں۔ اور اس میں شارع کی طرف سے بہت بڑی آسانی ہے۔

چاندی اور سونے کا نصاب الگ الگ ہے۔

جسکے پاس ساڑھے سات تولے سونا ہو اور اُسپر پورا سال گذر جائے تو دو ماشے سونا یا اسکی قیمت جو کچھ اسوقت کے نرخ کے حساب سے پھیلے دینا فرض ہے۔ اس سے کم میں زکوٰۃ فرض نہیں۔

زیور کی زکوٰۃ کے بارے میں مختلف حدیثیں آئی ہیں مگر قوی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ زیور کی زکوٰۃ بھی چاندی سونے کی طرح دینی چاہیئے۔ البتہ پہننے کے کپڑوں میں۔ رہنے کے مکان میں زکوٰۃ نہیں۔ اگر اسکا کسی پر قرضہ آتا ہو۔ اور امید وصول کی ہو تو اسپر زکوٰۃ واجب ہے۔ اور جو وصول ہونے کی امید نہ ہو تو نہیں۔ لیکن زکوٰۃ اسی وقت ادا کی جائے جب قرضہ وصول ہو۔

جانوروں کی زکوٰۃ جسکے پاس چالیس بکریاں ہوں اور اُنپر پورا سال گذر جائے تو ایک بکری یا اس کی قیمت زکوٰۃ میں دے دے۔ ایک سو بیس[۱۲۰] تک یہی ایک بکری دینی ہوگی۔ ایک سو بیس[۱۲۰] سے آگے دو سو تک میں دو بکریاں اور دو سو سے تین سو تک میں تین۔ پھر اسی قیاس پر ہر سیکڑے میں ایک ایک بکری زیادہ کرتے جائیں اور بیچ میں جسقدر بچے بڑھتے یا مرتے جائیں تو زکوٰۃ میں اسی طرح کمی بیشی ہوتی جائے گی جسطرح نقدین میں ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ بکریوں کا نصاب چالیس راسیں ہیں جب انپر پورا سال گذریگا زکوٰۃ فرض ہو جائیگی لیکن شرط یہ ہے کہ جنگل میں چرتی ہوں۔ گھر میں کھڑی کھا کر کھائیں تو زکوٰۃ نہیں۔ بھینس۔ گائے۔ بیل پر تاوقتیکہ پورے تیس نہ ہوں زکوٰۃ فرض نہیں۔ پورے تیس ہو جائیں اور برس بھی گذر لے تو سال بھر کا ایک بچھڑا زکوٰۃ میں دینا فرض ہے اور چالیس ہوں تو دو برس کا۔ اونٹوں میں پانچ سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔ پانچ یا پانچ سے زیادہ ہوں تو چوبیس تک۔ ہر پانچ میں ایک بکری دینی ہوگی۔ پچیس[۲۵] سے پینتیس[۳۵] تک میں ایک اونٹنی جو دوسرے سال میں لگ گئی ہو۔ پھر چھتیس[۳٦] سے پینتالیس[۴۵] تک میں وہ ایک اونٹنی جو دو سال پورے کرکے تیسرے میں شروع ہو۔ چھیالیس[۴٦] سے ساٹھ[٦۰] تک وہ اونٹنی جو چوتھے برس میں لگی ہو۔ اکسٹھ[٦۱] سے لگا کر پچھتر[۷۵] تک ایک اونٹنی جو پانچویں سال میں لگی ہو۔ چھہتر[۷٦] سے نوّے[۹۰] تک وہ دو اونٹنیاں جو دو سال پورے کرکے تیسرے میں لگی ہوں۔ اکیانوے[۹۱] سے ایک سو بیس[۱۲۰] تک میں دو اونٹنیاں جو چوتھے سال میں لگی ہوں۔ اور جب ایک سو بیس[۱۲۰] اونٹوں سے زیادہ ہوں تو ہر چالیس میں ایک اونٹنی جو دو سال بھر کر تیسرے سال میں لگی ہو۔ اور ہر پچاس پر سہ سالہ اونٹنی جو چوتھے سال میں لگی ہو۔ جانوروں میں زکوٰۃ اسی وقت فرض ہوتی ہے جب وہ گھر میں نہ پلتے ہوں۔

کھیتی میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے جسے عشر کہتے ہیں بشرطیکہ اسکی پیداواری برسات یا تالاب یا نہر کے پانی یا زمین کی تری سے ہو۔ اس صورت میں فرض کرو کہ کسیکے کھیت میں بیس[۲۰] من غلہ پیدا ہو تو اس میں سے دسواں حصہ یعنی دو من غلہ زکوٰۃ میں دینا چاہیئے۔ مگر جو کھیتی کنوئیں کے پانی سے سیراب ہوتی ہو اس میں صرف بیسواں حصہ زکوٰۃ کا دینا ہوگا۔ مثلاً بیس من غلہ پیدا ہو تو من بھر زکوٰۃ میں دیں۔ کھجور۔ منقیٰ۔ گیہوں۔ جَو کا نصاب انگریزی وزن سے اکیس[۲۱] من ہے۔ اس سے کم میں زکوٰۃ فرض نہیں۔ ہاں جب یہ چیزیں پورے اکیس[۲۱] من ہوں

Marfat.com

نواں میں دسواں حصہ دینا ہوگا۔ شہد میں دسواں حصّہ
زکوٰۃ ہے۔

سواری کے گھوڑوں۔ خدمت کے غلاموں اور
کام کاج کے گدھوں خچروں اور رہنے کے مکانوں اور کرایہ
کے جانوروں اور سبزی ترکاریوں۔ اور جواہرات اور موتیوں
پر زکوٰۃ نہیں۔ اسی طرح یتیم اور دیوانے اور جو مال نصاب
سے کم ہو۔ یا اس پر برس تمام نہ ہوا ہو۔ اور کارآمد کتابوں
اور برتنوں اور گھر کے فرش فروش اور سامان آراستگی
پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں۔ ہاں یہ چیزیں تجارتی ہوں گی
تو ان پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

مصارف زکوٰۃ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک
میں زکوٰۃ کا مال فقرار مساکین۔ زکوٰۃ وصول کرنیوالے
نو مسلموں حاجتمندوں کو دیا جاتا تھا۔ مسلمانوں کے
جرمانے ادا کرنے۔ اور دینی کاموں مثلاً مساجد و مدارس
میں اور مسافروں کی امداد میں بھی صرف کرنا مناسب سمجھا
جاتا تھا۔ مصارف زکوٰۃ کے بارے میں ایک جامع آیۃ
قرآن مجید میں یوں ہے۔ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاۗءِ
وَالْمَسٰكِيْنِ تا فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ
یعنی خیرات کا مال تو بس فقیروں کا حق ہے اور محتاجوں کا
اور ان کارکنوں کا جو مال خیرات کے وصول کرنے پر
تعینات ہیں۔ اور ان لوگوں کا جنکے دلوں کو پرچانا منظور
ہے۔ (ان مصارف میں مال خیرات یعنی زکوٰۃ کو خرچ
کیا جائے) اور (نیز قید غلامی سے غلاموں کی گردنوں
(کے چھڑانے) میں اور قرضداروں (کے قرضے) میں اور
(نیز) خدا کی راہ (یعنے مجاہدین کے ساز و سامان) میں اور
مسافروں (کے زاد راہ) میں (یہ حقوق) اللہ کے ٹھہرائے
ہوئے (ہیں) اور اللہ جاننے والا (اور) صاحب تدبیر
ہے۔ بہتر تو یہی ہے کہ اس قسم کے سب لوگوں کو جمع کر کے
مال زکوٰۃ تقسیم کریں۔ لیکن اگر ان میں سے ایک قسم کے
ایک آدمی اور ایک مصرف کو بھی دینگے تو زکوٰۃ ادا
ہو جائے گی۔

زکوٰۃ کے وصول کرنے والے اور مسافر گو اپنے
گھروں میں مالدار ہوتے ہیں تو بھی انہیں مال زکوٰۃ لینا
جائز ہوتا تھا۔ عورت اپنے مال کی زکوٰۃ محتاج خاوند اور
مفلس بچوں کو دے تو بھی درست ہے۔ مگر خاوند اپنی
بی بی اور نابالغ بچوں کو مال زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔
کیونکہ انکا نان ونفقہ اسکے ذمے واجب ہے۔

دولتمند اور قوی اور روزگار پیشہ کو زکوٰۃ کا مال نہ دینا چاہیے
اگر پیشہ ور آدمی تندرست ہے مگر ہے مفلس لاچار تو اسے
زکوٰۃ دینا جائز ہے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ جس بستی کے تونگروں سے زکوٰۃ لی جائے وہیں
کے فقرا پر تقسیم کر دی جائے۔ صاحب نصاب تونگر ہے اور
فقیر وہ جو نصاب کا مالک نہ ہو۔ اور جسکے پاس کچھ نہ ہو وہ
مسکین ہے۔

علمار کہتے ہیں کہ سیدوں اور ان کی لونڈی کو زکوٰۃ
لینا حرام ہے۔ اور سیدوں سے مراد ہیں بنی ہاشم یعنی
آل عباس اور آل عقیل اور آل علی اور آل جعفر۔ اگر کسی
محتاج کو صدقہ دیا جائے۔ اور وہ اپنی طرف سے کسی بھوکے
سید کو ہدیۃً پیش کر دے تو سید کو اسکا لینا اور کھانا درست
ہے۔ مال زکوٰۃ تو غریب مسلمانوں کو دینا چاہیے۔ کافروں کو دینا
درست نہیں۔ ہاں فاسق مسلمانوں کو دینا جائز ہے۔ جو
شخص مستحق زکوٰۃ نہ ہو۔ اسے جانے بوجھے زکوٰۃ دیجائیگی۔
تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ چاہیے کہ والدین کو زکوٰۃ مال میں سے
کچھ نہ دیں۔ بلکہ اور طرح انکی خدمت کریں اور جہاں تک
بن پڑے سلوک سے پیش آئیں۔

یہ تمام مصارف زکوٰۃ پہلے وقتوں میں جاری تھے
اب ان میں سے چار مصرف متروک ہیں۔ ایک وَالْعٰمِلِيْنَ
عَلَيْهَا یعنی وہ کارکن جو مال زکوٰۃ کے وصول کرنے پر تعینات
تھے۔ کیونکہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اور انکے بعد خلیفہ دوم
حضرت عمر فاروق کے عہد تک مال زکوٰۃ بیت المال میں

Marfat.com

جمع کیا جاتا تھا۔ اور اس وجہ سے عاملین اور محصلین مال زکوٰۃ کے جمع کرنے اور وصول کرنے پر تعینات تھے اور انکی تنخواہیں اسی مد سے نکالی جاتی تھیں لیکن جب خلیفہ سوم حضرت عثمان کا زمانہ آیا تو انہوں نے مال زکوٰۃ بیت المال میں جمع کرنا موقوف کر دیا۔ اور حکم دیا کہ لوگ بطور خود زکوٰۃ ادا کر دیا کریں چنانچہ اسوقت تک یہی دستور جاری ہے یعنی لوگ بطور خود زکوٰۃ دیتے ہیں نہ کوئی بیت المال قائم ہے۔ نہ اس پر عاملین تعینات ہیں۔ اور جب یہ نہیں تو عاملین مصرف زکوٰۃ بھی نہیں۔

دوسرے اَلْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُھُمْ یعنی وہ نومسلم جنکے دل پرچانے منظور تھے۔ یہ لوگ ابتدائے اسلام میں مصرف زکوٰۃ سمجھے جاتے تھے کیونکہ ان دنوں اسلام ضعیف تھا اور لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کی سخت ضرورت تھی۔ چونکہ لوگ نئے نئے مسلمان ہوتے تھے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم انکی تالیف قلوب میں مال زکوٰۃ خرچ کرتے تھے لیکن جب اسلام قوی ہو گیا تو نومسلموں کی تالیف قلوب میں مال صرف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی اور خدا نے صاف طور پر فرما دیا فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ یعنی خدا لوگوں کے ایمان و کفر سے بالکل بے پرواہ ہے جسکا جی چاہے ایمان لائے جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔

تیسرے وَفِی الرِّقَابِ یعنی وہ لونڈی غلام جو قید غلامی میں گرفتار ہوں یہ لوگ بھی ہمارے ملک میں مصرف زکوٰۃ نہیں رہا۔

چوتھے وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اسکا ظاہر اور متبادر محل ہے مجاہدین۔ اور اس زمانے میں جہاد ہوتا نہیں تو مجاہدین مصرف زکوٰۃ سے خارج۔

غرضکہ ان چار گروہوں کے خارج ہو جانیکے بعد چار گروہ باقی رہے۔ فقرا ایک۔ مساکین دو۔ غارمین تین۔ ابن السبیل چار۔ اور اب یہی لوگ مصارف زکوٰۃ ہیں اور ان میں

فقرا اور مساکین کے معنوں میں امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ کا اختلاف ہے۔ لیکن قول فیصل یہ ہے کہ شدید الحاجۃ مفلس کو فقیر اور قلیل الحاجۃ کو مسکین کہتے ہیں۔

زُلال ایک کیڑا ہے جو برف میں پرورش پاتا ہے اور اسپر زرد نقطے ہوتے ہیں آدمی اسکو پکڑتے ہیں تاکہ جو اسکے شکم میں ہے اسکو پئیں کیونکہ وہ نہایت سرد ہوتا ہے۔ اسیواسطے لوگ سرد پانی کو زلال سے تشبیہ دیتے ہیں۔

ابو الفرج عجلی کہتے ہیں کہ جو پانی برف کے کیڑے میں ہوتا ہے وہ پاک ہے۔ (حیوۃ)۔

زلزال یہ لفظ زلزلہ کا ہم معنے ہے۔ زلزال قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جسکی پہلی آیۃ میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَھَا یعنے جب زمین بڑے زور سے ہلا دیجائے گی۔

زکریا ایک جلیل القدر پیغمبر کا نام ہے۔ مدارک التنزیل میں ہے کہ زکریا کے معنے عبرانی زبان میں ذکریا ہمیشہ ذکر کرنے اور تسبیح کہنے والے کے ہیں۔

اخبار الاول میں ہے کہ زکریا کے بیٹے یہود ای اولاد میں سے تھے۔ مگر محققین کے نزدیک آپ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور آپ کے والد کا نام اذان بن مسلم تھا۔ آپکا نسب چودہ واسطوں سے حضرت داؤد علیہ السلام سے ملتا ہے۔ آپ نجاری کا پیشہ کرتے تھے۔ اور بقول بعض کا سپہ گری کرتے تھے محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ جب بنی اسرائیل بخت نصر کے پنجہ ظلم سے رہا ہو کر یہاں سے بیت المقدس میں آئے تو طرح طرح کے گناہوں اور خرابیوں میں مبتلا ہو گئے۔ اسلئے انکی ہدایت کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو بھیجا۔ آپ نے لوگوں کو وعظ و نصیحت کرکے عذاب الٰہی سے ڈرایا۔ آپکی اجازت کے بغیر کوئی آدمی قربانگاہ میں نہیں

Marfat.com

جا سکتا تھا۔ اسی طرح مسجد کا دروازہ انکے بغیر کوئی کھول نہ سکتا تھا۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریمؑ کی ہمشیرہ سے شادی کی تھی۔ اور معالم التنزیل۔ مدارک اور تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ آپ نے حضرت مریم کی ماسی ایشاع نامی سے نکاح کیا تھا۔ مگر امام رازی کا قول صحیح ہے۔ کچھ ہو۔ بہر حال مدت تک حضرت زکریاؑ کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ ادہر حضرت مریم کی والدہ حنہ سے بھی کوئی لڑکا لڑکی پیدا نہ ہوتا تھا۔ حنہ نے خلوص دل سے بارگاہ الٰہی میں اولاد کے بارہ میں دعا کی۔ حنہ اگرچہ اس وقت بوڑھی تھیں اور انکے خاوند عمران بھی بہت کچھ عمر گذار چکے تھے مگر خدا کے قادر و توانا کے آگے پیرانہ سالی میں اولاد دینی کوئی بڑی بات نہیں۔ حنہ کی دعا قبول ہوئی اور انکے پیٹ میں حمل کے آثار نمودار ہوئے تو حنہ نے خداوند کریم کے آگے نذر مانی کہ جو کچھ میرے پیٹ میں ہے اُسے دنیا کے کاموں سے آزاد کرکے خدا کی نذر کردوں گی۔ حنہ کی تو یہ خواہش تھی کہ لڑکا پیدا ہوگا اور اُسے خدا کی نذر کر دونگی مگر لڑکی (حضرت مریم) ہوئی۔ تو حنہ نے کہا۔ الٰہی! لڑکی پیدا ہوئی ہے اور یہ اس قابل نہیں کہ مسجد کی خدمت کر سکے۔ مگر خدا نے اسکو قبول فرمایا (نفر)۔

چنانچہ ارشاد ہے اِذْ قَالَتِ امْرَاَةُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ تا وَاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا (س۔ آل عمران ع ۳) ایک وقت تھا کہ عمران کی بی بی نے (خدا کی جناب میں) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے پیٹ میں جو (بچہ) ہے اسکو میں (دنیا کے کام کاج سے) آزاد کرکے تیری نذر کرتی ہوں تو اپنی طرف سے (یہ نذر) قبول فرما کہ تو (سب کی) سنتا (اور سب کی نیتوں کو) جانتا ہے۔ پھر جب اُنہوں نے بیٹی جنی۔ اور اللہ کو تو خوب معلوم تھا کہ اُنہوں نے کس رتبہ کی (بیٹی) جنی ہے (اور وہ اسکی حقیقت سے واقف نہ تھیں)۔ تو لگیں کہنے کہ اے میرے پروردگار (اب کیا کروں) میں نے تو یہ لڑکی جنی ہے اور لڑکا لڑکی کی طرح (گیا گذرا) نہیں ہوتا۔ اور میں نے اسکا نام مریم رکھا ہے اور میں اسکو اور اسکی نسل کو شیطان مردود (کے اغوا) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ تو انکے پروردگار نے (انکی نذر یعنی) مریم کو خوشی سے قبول فرما لیا۔ اور اسکو خوب اچھا اُٹھایا۔

غرض حنہ حضرت مریم کو مسجد بیت المقدس میں لے گئیں اور وہاں کے مجاوروں سے کہا۔ یہ بیٹی اللہ کی نذر ہے اسکو لے لو۔ اور اسکی پرورش کرو۔ جس سے اسبات کا جھگڑا ہو پڑا کہ اسکے پالنے والا کون ہے۔ ہر ایک یہی کہتا کہ میں پالونگا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی اپنی قرابت کا استحقاق جتلا کر کہا کہ میں اسکی پرورش کروں گا۔ مگر دوسروں نے کہا اگر اسکی پرورش میں قرابت کا لحاظ ہوتا تو اسکی ماں زیادہ مستحق تھی۔ آخر بات قرعہ اندازی پر ٹھہری قرعہ ڈالے گئے پر حضرت زکریا کے نام پر قرعہ نکلا جس سے حضرت زکریا نے حضرت مریم کی پرورش اپنے ذمے لی۔

کشتہ ہم قال و حال عشق ورزیدن تو الت شد

خوشم کہ بین تو چہ دولت بنا ہم سر بر دل آمد

حضرت زکریا نے مسجد میں سب سے الگ ایک حجرہ بنایا جس میں مریم دن بھر عبادت کرتی تھیں اور رات کو حضرت زکریا ان کو اپنے ساتھ گھر لے آتے تھے۔ جب حضرت زکریا کہیں جاتے تو اس حجرہ کو تالا لگا جاتے۔ جب مریم نو برس کی ہوئیں تو رات بھر عبادت حق میں مشغول رہنے اور تمام دن روزہ رکھنے لگیں۔ توریت بھی پڑھنے لگیں۔ چنانچہ چند دنوں میں توریت پڑھ لی۔ بس اُنہی دنوں سے انکے ہاتھ پر کرامات کا ظہور شروع ہوا۔ چنانچہ جب حضرت زکریا علیہ السلام مریم کے پاس آتے تو ان کے پاس کھانا پاتے۔ حالانکہ شروع ہی سے یہ قاعدہ تھا کہ حضرت زکریاؑ کے سوا انکے پاس کسی اور کو جانے کی اجازت نہ تھی

اور اس میں طرفہ یہ تھا کہ جاڑوں کے پھل گرمیوں میں اور گرمیوں کے پھل جاڑوں میں حضرت مریم کے پاس آتے تھے حضرت زکریا کو بڑا تعجب ہوا۔ آخر حضرت مریم کو کہا کہ یہ کھانا کہاں سے آتا ہے۔ مریم نے کہا خدا سے (تفر) چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ تا اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ٥ (س۔ آل عمران ع۴)
اور زکریا کو انکا خبر گیراں بنایا۔ جب زکریا مریم (کے دیکھنے کو ان) کے پاس (انکے رہنے کے حجرے میں جاتے مریم کے پاس (میوہ جات کی قسم میں سے کچھ) کچھ کھانے کی چیز موجود پاتے (بارے ایک دن مریم سے) پوچھا کہ اے مریم (یہ کھانے کی چیز) تمہارے پاس کہاں سے (آتی) مریم نے) کہا یہ خدا کے ہاں سے (آتی ہے) اللہ جسکو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

حضرت زکریا نے جب مریم کی یہ کرامت دیکھی تو خداوند کریم کی بارگاہ میں اولاد کے لئے دعا مانگی رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ تا رَبِّ رَضِيًّا ٥ (س۔ مریم ع۱)
اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور پڑ گئی ہیں اور سر (ہے کہ) بڑھاپے (کی آگ) سے بھڑک اٹھا ہے۔ اور اے میرے پروردگار تیری جناب میں دعا کر کے میں کبھی محروم نہیں رہا۔ اور اپنے (مرے) پیچھے مجھکو (اپنے) بھائی بندوں سے خوف ہے (کہ کہیں میرے بعد دین میں کچھ خرابی نہ ڈالیں) اور میری بیوی بانجھ ہے پس اپنی طرف سے مجھکو ایک جانشین (یعنی فرزند) عطا فرما۔ جو میرا (بھی) وارث ہو اور نسل یعقوب کا (بھی) وارث ہو (یعنی دین کو سنبھالے) اور اے میرے پروردگار اسکو مقبول (خاص وعام بھی) کر
اس دعا کے وقت حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر (مدارک التنزیل کے قول کے مطابق) ننانوے ۹۹ اور آپکی بیوی کی اٹھانوے برس تھی۔ اور معالم التنزیل۔ بحر المواج اور تفسیر جلالین میں ۱۲۰ برس لکھے ہیں۔ کچھ ہو۔ خدا نے آپ کی دعا قبول کی اور فرمایا يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۣاسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ٥ زکریا! ہم تمکو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جسکا نام ہوگا یحیی۔ (اور اس سے) پہلے ہم نے اس نام کا کوئی (آدمی پیدا) نہیں کیا (ترجمہ ح۔ ن) حضرت زکریا نے (بہ تقاضائے بشریت) عرض کیا رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ تا عِتِيًّا ٥ اے میرے پروردگار میرے ہاں لڑکا کیسے ہو سکتا ہے اور حال یہ ہے کہ میری بی بی تو بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی حد غایت کو پہنچ گیا ہوں۔ خدا نے فرمایا كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ تا وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ٥ ایسا ہی (ہوگا) تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ تمکو اس عمر میں بیٹا دینا ہمارے لئے آسان ہے اور (اس سے) پہلے تمکو ہم نے پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے۔ عرض کی رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً تا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ٥ اے میرے پروردگار! (اس بات کی کہ میرے بیٹا ہوگا) مجھے کوئی نشانی بتا۔ فرمایا کہ تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم برابر تین رات (دن) لوگوں سے بات نہیں کرو گے۔ پھر (زکریا معمول کے مطابق وعظ ونصیحت کے لئے) حجرے سے نکلکر اپنے لوگوں کے پاس آئے تو اشارے سے انکو سمجھادیا کہ صبح وشام (خدا کی) عبادت میں مصروف رہو۔

زلّۃ (ل) لغزش۔ ناپسندیدہ کام۔ اس لفظ کا استعمال طریق ادب سے کرتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں زلّت انبیاء (غ)

(ص۔ ش) میں مکلف کے امر مشروع کے ضمن میں امر غیر مشروع میں واقع ہونے کو کہتے ہیں۔ توضیح میں لکھتے ہیں کہ زلت صغائر سے ایک فعل ہے جسکو انسان بغیر قصد کے کرتا ہے۔ چونکہ اس میں ایک قسم کی تقصیر پائی جاتی ہے جس سے مکلف تخلص اقرار کر سکتا ہے۔ اس لئے اس پر مواخذہ ہونے کا احتمال ہوتا ہے (ک)

Marfat.com

زلیخا

عزیز مصر قطفیر نامی کی عورت تھی جو حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہو گئی تھی۔ قرآن مجید کی سورت قصص میں اسکا قصہ یوں آیا ہے :-

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ تا اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ اور (زلیخا) جسکے گھر میں یوسفؑ تھے اس نے ان سے اپنا (ناجائز) مطلب حاصل کرنا چاہا اور دروازے بند کر دئے اور کہا کہ لو آؤ (یوسف نے) کہا معاذ اللہ وہ! (تمہارا شوہر) میرا آقا ہے۔ اس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے (میں اسکی امانت میں خیانت نہیں کر سکتا) کیونکہ (ایسے) ظالموں کو کبھی فلاح نہیں ہو سکتی۔ اور وہ (عورت) تو یوسف کے ساتھ ارادہ (بد) کر چکی تھی۔ اور یوسف کو اپنے پروردگار کی (طرف کی) دلیل (کہ وہ میرا آقا ہے الخ اسوقت) نہ سوجھ گئی ہوتی تو وہ بھی اس (عورت) کے ساتھ ارادہ (بد) کر بیٹھے ہوتے اسی طرح (ہمنے یوسف کو ثابت قدم رکھا) تاکہ ہم بدکاری اور بے حیائی (کے کام) اُن سے دور رکھیں بےشک وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔ اور دونوں بھاگا بھاگ دروازہ پر پہنچے۔ اور عورت نے (بھاگنے کو پکڑنا چاہا تو) پیچھے سے یوسفؑ کا کرتہ پھاڑ دیا۔ اور دونوں نے عورت کے خاوند کو دروازے کے پاس (کھڑا) پایا (وہ شوہر سے پیش بندی کے طور پر) بولی کہ جو شخص تیری بی بی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے بس اسکی سزا یہی ہے کہ (یا تو اسکو) قید کر دیا جائے یا (کوئی اور) دردناک سزا دیجائے۔ (یوسفؑ نے) کہا کہ یہ (عورت خود) مجھ سے میری طالب ہوئی تھی اور اس (عورت) کے کنبے والوں میں سے گواہ (کے طور پر ایک شخص) نے یہ بات بتائی کہ یوسف کا کرتہ (دیکھا جائے) اگر آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی اور یوسف جھوٹا۔ اور اگر اسکا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی اور یوسف سچا۔ تو جب (عورت کے شوہر نے) یوسفؑ کے کرتے کو پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو اس نے (اپنی بیوی سے) کہا کہ یہ (بھی) تم عورتوں کے چرتر ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ تم عورتوں کے چرتر بڑے (غضب کے ہوتے) ہیں (اور یوسف کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ) یوسف! اس (بات) کو جانے دو۔ اور (اے عورت!) تو اپنے قصور کی معافی مانگ۔ کیونکہ یہ سراسر تیری ہی خطا تھی۔ اور شہر میں عورتوں نے چرچا کیا کہ عزیز (مصر) کی عورت اپنے غلام سے مطلب (ناجائز) حاصل کرنے کے درپے ہے۔ غلام کا عشق اسکے دل میں جگہ پکڑ گیا ہے۔ ہمارے نزدیک تو وہ صریح غلطی میں ہے۔ تو جب (عزیز مصر کی عورت نے ان (عورتوں) کے طعنے سُنے تو اُنکو (اپنے ہاں) بلوا بھیجا اور اُن کے لئے ایک محفل تیار کی اور (پھل تراش تراش کر کھانے کے لئے) ایک ایک چھری ان میں سے ہر ایک کے حوالے کی (اور عین وقت پر یوسف سے) کہا کہ ان کے سامنے باہر آؤ۔ (اور اپنی شکل دکھاؤ) پھر جب عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو انپر یوسف (کے حسن وجمال) کی ایسی دھاک بیٹھی کہ انہوں نے (بیخود ہوکر پھلوں کو کاٹنے کا ٹتے) اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور لگیں کہنے حاش للہ۔ یہ بشر تو نہیں۔ ہو نہ ہو یہ ایک معزز فرشتہ ہے۔ (عزیز مصر کی عورت!) بولی کہ بس یہی تو ہے جسکے بارہ میں تم مجھکو ملامت کیا کرتی تھیں اور بے شک میں نے اس سے مطلب (ناجائز) حاصل کرنا چاہا مگر یہ بچا رہا اور جس (کام کے کرنے) کو میں اسے کہہ رہی ہوں اگر اسے نہیں کریگا تو ضرور قید کیا جائیگا اور ضرور ذلیل (بھی) ہوگا۔ (یہ سنکر) یوسف نے (اسیوقت) دعا کی کہ اے میرے پروردگار! جس (حرکت ناشائستہ) کیطرف (یہ عورتیں) مجھکو بلا رہی ہیں۔ قید (میں) رہنا مجھکو اس سے کہیں زیادہ پسند ہے۔ اور اگر ان کے چرتروں کو تو نے مجھ سے دفع نہ کیا تو میں انکی طرف مائل اور ناداؤں میں (کا ایک نادان) ہو جاؤں گا۔ تو یوسف کے پروردگار نے اسکی سُن لی اور ان سے عورتوں کے چرتروں کو دفع کر دیا۔

Marfat.com

کچھ شک نہیں کہ خدا ہی (سب کی) سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔

زمخشری جاراللہ ابوالقاسم محمود بن عمر کو کہتے ہیں۔ شہر زمخشر میں پیدا ہوئے۔ زبردست عالم تھے۔ تفسیر کشاف آپ ہی کی تصنیف ہے ۴۶۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۳۸ھ میں وفات پائی۔

زُمر زمرہ کی جمع ہے جسکے معنے ہیں ٹولی۔ گروہ۔ قرآن مجید کی انتالیسویں سورت کا نام ہے جو اسطرح شروع ہوتی ہے تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ (یہ) فرمان تحریری بیشگاہ خداوندی سے صادر ہوتا ہے۔ جو زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

اسی سورۃ کے ساتویں رکوع میں یہ لفظ یوں آیا ہے وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۝ اور جو لوگ کفر کرتے رہے ہیں جہنم کی طرف ٹولیاں بنا بنا کر ہانکے جائیں گے۔

زمزم حجر اسود کے سامنے مطاف کے کنارے پر ایک کنواں ہے جسکے منہ کا عرض چار گز اور عمق انہتر (۶۹) گز ہے۔ یہ کنواں دیوار کعبہ سے تینتیس (۳۳) گز کے فاصلہ پر ہے۔ اسکی منڈیر یعنی جس پر کھڑے ہو کر پانی بھرتے ہیں قد آدم کے قریب بلند ہے۔ اسکے اوپر چاروں طرف کو ٹنیاں پانی بھرنے کے واسطے لگی ہوئی ہیں زمزم کا پانی روزانہ کئی سو مشک خرچ ہوتا ہے۔ یہ کل پانی بکتا ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عہدہ حضرت عباسؓ اپنے چچا کو عطا فرمایا تھا اسوجہ سے اسکی قیمت کے مالک حضرت عباسؓ کی اولاد ہے۔ جو اسوقت مکہ معظمہ میں رئیس کے لقب سے مشہور ہیں انکے غلام پانی نکالتے اور لوگوں کو قیمت پلاتے اور پہنچاتے ہیں۔ مگر ظاہر دیکھنے والوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ یہ پانی بکتا ہے۔ کیونکہ ہر فرد و بشر حاجی جا ہتا ہے اپنے ہاتھ سے پانی بھرتا ہے اور پیتا ہے۔ اس کنوئیں کے چاروں طرف بہت مضبوط پتھر کی دیوار قائم کر کے کوٹھڑی بنا دیگئی ہے اسکے شرقی جانب ایک بہت بڑا دروازہ ہے یہ دروازہ دن بھر کھلا رہتا ہے اور رات کو بند ہو جاتا ہے یہ کنواں خس و خاشاک سے بہت محفوظ ہے۔ پانی بھرنے کے وقت جسقدر پانی کنوئیں کے باہر چاروں طرف اس کوٹھڑی میں گرتا ہے اسکے باہر نکلنے کے لئے کئی نالیاں بنی ہوئی ہیں۔

زمزم کب سے جاری ہوا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بی بی ہاجرہ اور بیٹے اسمٰعیل کو حکم الٰہی سے مکہ میں لائے تھے تو اس شہر میں ان دنوں درخت خاردار اور جھاڑیاں تھیں اور خانہ کعبہ کی جگہ ایک سرخ ٹیلا تھا۔ آپنے حطیم کی جگہ بی بی ہاجرہ کو اتارا۔ اور کہا کہ یہاں ایک جھونپڑی بنا کر رہیں۔ انہوں نے کہا کہ آیا یہ خدا تعالےٰ کا حکم ہے آپنے فرمایا ہاں۔ اسپر وہ اس جگہ ٹھہر گئیں جسکا نام اب حطیم ہے۔ انکے ساتھ پانی کی ایک مشک تھی۔ جب اسکا پانی ہو چکا تو انکو اور حضرت اسمٰعیلؑ کو پیاس لگی۔ ہر چند پانی کی تلاش کی مگر پانی نہ ملا۔ اس اثنا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور زمزم کی جگہ پر اپنا بازو مارا۔ وہاں سے پانی نکلا۔ حضرت ہاجرہ نے جلدی کر کے اس پانی کو بہنے سے روک دیا تاکہ تلف نہ ہو جائے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ اگر ہاجرہ اس پانی کو بند نہ کر دیتیں تو وہ چشمہ جاری رہتا۔

زمزم کی تاریخ مورخین لکھتے ہیں کہ جب سے کعبہ کا نام ہے اسی کے ساتھ اس چشمہ کا نام بھی چلا آتا ہے۔ بلکہ یہ چشمہ مکہ کی آبادی کا سبب ہے اور عقلاً اس جگہ کعبہ بننے کا سبب بھی یہی کہا جا سکتا ہے۔

اصلیت اس چشمہ کی صرف اسقدر معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ہاجرہ جب ہر طرف پانی کی تلاش میں پھر رہی تھیں کہ انکو اس جگہ جہاں انکے بیٹے اسمٰعیلؑ پیاس سے ایڑیاں رگڑ رہے تھے کنکروں کے نیچے سے پانی بہنے کا نشان معلوم

پانی کو پاکر اُنہوں نے اس تائید غیبی پر خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر وہ اور انکے بیٹے اس پانی کو پیکر سیراب ہوئے اُسوقت اسکا پانی زمین پر ظاہر تھا۔ رفتہ رفتہ زیادہ گہرائی میں جاتا رہا۔

جس طرح کہ عرب کے اور چشمے چند مدت تک جاری رہتے تھے۔ اور پھر کسی سبب سے خشک ہو جاتے تھے۔ اسیطرح یہ چشمہ بھی ایک مدت کے بعد بعض شخص کے چھپا دینے سے خشک اور لامعلوم ہو گیا۔ اور کسی کو اسکی طرف خیال بھی نہیں رہا اور سیکڑوں برس اسپر گذر گئے۔ مگر عام الفیل کے بعد عبد المطلب جد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک خواب کے سبب سے خیال ہوا کہ جہاں وہ چشمہ تھا وہاں کنواں کھودکر پانی نکالا جاوے چنانچہ اُنہوں نے کھودنا شروع کیا۔ اسپر بعض لوگ مانع ہوئے اور فساد پر آمادہ ہوے مگر کسی نہ کسی طرح وہ فساد رفع ہوا اور عبد المطلب اپنے مقصد پر کامیاب ہوئے۔ کنواں بھی نکل آیا۔ اور بعض قیمتی چیزیں جو سابق میں اس جگہ چھپا دیگئی تھیں وہ بھی انکو ملیں۔ یہ کنواں پہاڑ میں کھودا گیا تھا۔ جہاں سوتے مشکل سے نکلتے ہیں چنانچہ اسمیں صرف تین سوتے نکلے۔

سنہ ۲۲۳ھ میں اسکا پانی خشک ہو گیا تھا۔ اسلئے دو گز اور کھودا گیا تھا۔ سنہ ۲۲۵ میں کثرت سے بارش ہونے کی وجہ سے کنوئیں میں پھر بہت سا پانی ہو گیا۔ خلافت ہارون الرشید میں بھی یہ کنواں بسبب کمی پانی کے قریباً دو گز گہرا کیا گیا تھا۔ اور مہدی اور محمد بن رشید کی خلافت میں بھی گہرا ہوا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسا تمام کنوؤں کا حال ہے ویسا ہی اسکا بھی حال ہے۔ توریت مقدس میں بھی اس چاہ کا اشارہ پایا جاتا ہے۔ اسوجہ سے کہ ہمارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت کا ہے۔ جس میں سے آپ نے بھی پانی پیا تھا۔ اور جسطرح آپکو خاص شہر مکہ سے بہت محبت تھی اس کنوئیں کے پانی کو بھی دوست رکھتے تھے۔ اور جو شخص یہ تحفہ میں حاضر کرتا تھا تو آپ مسرت ظاہر فرمایا [illegible] قابل ادب و عزت ہے۔ مزہ میں میٹھا نہیں [illegible] نمکین ہے۔ (تاریخ مسجد الحرام)

ز

زنا عربی لفظ ہے جسکے معنے ہیں کسی ایسی عورت سے بدکاری کرنا جسکے ساتھ اسکو یہ فعل کرنیکا حق یقیناً یا شبہاً حاصل نہو۔ شریعت میں اس گناہ پر سخت وعید آئی ہے۔ اور زانی و زانیہ کے لئے سخت سزا کا حکم ہے۔ قرآن مجید میں نازل ہوا ہے وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۗ وَسَآءَ سَبِيْلًا (بنی اسرائیل - ع ۴) اور زنا کے پاس (ہوکر بھی) نہ پھٹکنا۔ کیونکہ وہ بے حیائی ہے۔ اور (بہت ہی) برا چلن ہے۔

دوسری جگہ حکم ہے اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۔۔۔ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (س۔ نور ع ۱) یعنے عورت اور مرد زنا کریں تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو درے مارو۔ اور اگر اللہ اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہو تو اللہ کے حکم کی تعمیل میں تمکو ان (کے حال) پر (کسی طرح کا) ترس دامنگیر نہ ہو۔ اور نیز انکے سزا دیتے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت (انکی فضیحت کے لئے) موجود رہے۔ بدکار مرد (تو اپنی رغبت سے جب نکاح کریگا غالباً) بدکار عورت یا مشرکہ عورت ہی سے نکاح کریگا۔ اور بدکار عورت (بھی غالباً اپنا ہی جیسا ڈھونڈے گی اور اس) کو بدکار یا مشرک کے سوا اور کوئی نکاح میں نہیں لائیگا۔ اور (دین دار) مسلمانوں پر تو ایسے تعلقات حرام ہیں۔

عبادہ ابن صامت سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ سے لو۔ مجھ سے لو۔ خدا نے ان عورتوں کے لئے راہ نکال دی ہے جو مرتکب بدکاری کی ہوتی ہیں۔ کوارا مرد کواری عورت سے زنا کرے تو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی۔ بیاہا ہوا مرد بیاہی ہوئی

Marfat.com

عورت سے زنا کرے تو سنگساری (س)

زنا کا ثبوت شہادت سے ہوتا ہے یا اقرار سے۔ شہادت چار آدمیوں کی لازم ہے جو حاکم کے سامنے بیان کریں کہ ہمنے ان دونوں کا فعل کالمیل فی المکحلۃ دیکھا ہے۔ اقرار یہ ہے کہ عاقل، بالغ آدمی خود بیان کرے کہ میں نے زنا کیا ہے۔ اور اسکا اقرار چار مرتبہ کرے۔ زانی اگر بیاہا ہوا ہو تو اسکو اینٹ پتھروں سے مارا جائے حتیٰ کہ وہ ہلاک ہو جائے۔ اسکو سنگسار کہتے ہیں۔ پہلے گواہ پتھر ماریں پھر قاضی مارے۔ اسکے بعد عام لوگ۔ اگر گواہ کسی عذر کے بغیر مارنے سے انکار کر دیں تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔ اگر وہ بیاہا ہوا نہ ہو تو آزاد کے سو کوڑے اور غلام کے پچاس کوڑے مارنے چاہئیں۔ کوڑا متوسط چوٹ سے اور متفرق اعضا پر مارنا چاہئے۔ مگر سر اور چہرہ پر نہ ماریں اسوقت زانی کے کپڑے اتار دیں۔

حاکم کے لئے مستحب ہے کہ زنا کا اقرار کرنیوالے کو اقرار واپس لینے کی ترغیب دے۔ مثلاً کہے "ارے کہیں یہ خواب کی بات تو نہیں سنا رہا۔" "نہیں نہیں۔ تم نے شاید صرف بوس و کنار کیا ہے"۔ سنگساری کے کوڑوں میں مرد و عورت کے احکام مساوی ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ عورت کے کپڑے نہیں اُتارے جاتے۔ اور مرد کو کھڑا کر کے حد لگائی جاتی ہے۔ عورت کو بٹھا کر۔ اگر حد لگانے سے پہلے اور حاکم کے حکم لگانے سے پیچھے ایک گواہ گواہی سے پھر جائے تو ملزم بری ہو جائیگا۔ اور چاروں گواہوں کو حد قذف لگائی جائیگی جسکی مقدار اسی اسی کوڑے ہے اگر کسی پر زنا کا الزام لگایا جائے اور گواہ چار سے کم ہوں تو گواہوں پر حد قذف لگائی جائیگی۔ حاملہ عورت زنا کرے تو اسکی حد وضع حمل تک ملتوی کیجائیگی۔ پھر درّے لگانے ہوں تو نفاس سے پاک ہونے تک توقف کیا جائیگا۔ سنگسار کرنا ہو تو فی الفور کر دیا جائیگا۔

زنّار ریشم کا انگلی کے برابر موٹا دھاگا ہوتا ہے۔ جسے کمر پر باندھتے ہیں۔ (لغ)۔

ہندو لوگ جو جنجو باندھتے ہیں اُسے بھی زنّار کہتے ہیں۔

زنانہ فارسی لفظ ہے جو زن سے مشتق ہے۔ اسکے معنے ہیں وہ جگہ جہاں مستورات رہتی ہوں۔ ترکوں کے گھروں کے دو حصے ہوتے ہیں ایک مردانہ اور ایک زنانہ۔ مردانہ کو سلاملک اور زنانہ کو حرملک کہتے ہیں۔

زنبور بھڑ کو کہتے ہیں۔ اسکا کھانا حرام ہے بوجہ اسکی خباثت کے۔ اور اسکا مارنا مستحب ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے بھڑ کو مارا اس نے تین نیکیاں حاصل کیں۔ یہ اسلئے ہے کہ وہ موذی ہے اور موذی کو مارنا داخل ثواب ہے۔ لیکن انکے چھتے کا آگ سے جلانا مکروہ ہے۔

امام احمدؒ سے سوال کیا گیا کہ زنبور کے گھر میں دھواں کرنا جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا جبکہ اسکی اذیت کا خوف ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اور وہ جلانے سے بہتر ہے۔ زنبور کی بیع جائز نہیں کیونکہ وہ حشرات الارض سے ہے۔ (حیوۃ)

زنجبیل سونٹھ۔ اس نام کا جنت میں ایک چشمہ ہے قرآن مجید کی سورۃ دہر رکوع ۱ میں اس لفظ کا ذکر یوں آیا ہے وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ۝ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا ۝ اور (اسکے علاوہ) وہاں ان کو (ایسی شراب کے) جام (بھی) پلائے جائینگے جس میں سونٹھ (کے پانی) کی آمیزش ہوگی (اور) بہشت میں (سونٹھ کے پانی کا) ایک چشمہ ہوگا جسکا نام ہوگا سلسبیل۔

ان دو آیتوں میں تفسیر جلالین اور تفسیر مدارک کے قول کے مطابق عیناً کا لفظ زنجبیلاً سے بدل واقع ہوا ہے۔

Marfat.com

زندیق زے کے کسرہ سے اور نون کے سکون سے۔ وہ شخص جو دو خداؤں کا قائل ہو۔ ایک خالق خیر اور ایک خالق شر۔ خالق خیر کا نام نور اور یزدان اور خالق شر کا نام ظلمت اور اہرمن رکھتا ہو جو قدر اور آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ جو ظاہر میں مومن اور باطن میں کافر ہو۔ بعض کا خیال ہے کہ زندیق زن دین سے معرب ہے۔ یعنی شخص جو عورتوں کا دین رکھتا ہو۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ زندی سے معرب ہے یعنی وہ جو زردشت کی کتاب زند پر اعتقاد رکھتا ہو۔ اور یزداں اور اہرمن کا قائل ہو۔ شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ زندیق وہ کافر ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا معترف ہو مگر اسکے عقائد میں کفر کا شائبہ ہو۔ (کی)

زوج خاوند۔ جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہوتے ہیں عورتوں کے حقوق مردوں پر بھی ہوتے ہیں۔ جو یہ ہیں۔

مہر دیکھو لفظ (مہر)

نفقہ دیکھو لفظ (نفقہ)

سکنیٰ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ (س۔ طلاق۔ ع۱) طلاق عورتوں کو (عدت کے لئے) اپنے مقدور مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہو۔ اور ان پر سختی کرنے کے لئے ان کو ایذا نہ دو۔

(۲) لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۝ (س۔ طلاق۔ ع۱) (مسلمانو! عدت میں) عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ (خود بھی) نہ نکلیں مگر یہ کہ کھلم کھلا (کوئی بےحیائی کا کام) کر بیٹھیں تو ان کو نکال دینے کا مضائقہ نہیں۔

کئی عورتوں میں عدل و انصاف کرنا وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ تا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓئًا مَّرِيْٓئًا ۝ (س۔ نساء۔ ع۱) اور (لوگو!) اگر تمکو اسبات کا اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں (کے بارے) میں انصاف قائم نہ رکھ سکو گے تو اپنی مرضی کے مطابق دو دو اور تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کر لو۔ لیکن اگر تم کو اسبات کا اندیشہ ہو کہ (کئی بیبیوں میں) برابری (کے ساتھ برتاؤ) نہ کر سکو گے تو (اس صورت میں) ایک ہی (بی بی کرنا) یا جو لونڈی تمہارے قبضہ میں ہو اسی پر قناعت کرنا نامنصفانہ برتاؤ سے بچنے کے لئے یہ تدبیر زیادہ قرین مصلحت ہے۔ اور عورتوں کو ان کے مہر خوشدلی سے دیدے پھر اگر وہ خوشدلی کے ساتھ اس میں سے کچھ تمکو چھوڑ دیں تو اسکو اچھا پچتا (سمجھ کر مزے سے) کھاؤ (پیو)۔

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ۝ (س۔ نساء۔ ع۱۹) اور (لوگو!) تم (اپنی طرف سے) بہتیرا چاہو۔ لیکن یہ تو تم سے نہیں ہو سکیگا کہ (کئی کئی) بیبیوں میں (پوری پوری) برابری کر سکو تو بالکل (ایک ہی طرف) ایسے جھک پڑو کہ دوسری طرف کو (اسطرح) چھوڑ بیٹھو کہ گویا (ادھر میں) لٹک رہی ہے۔ اور اگر (آپس میں) موافقت کر لو اور (ایک دوسرے پر زیادتی کرنے سے) بچے رہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر (میاں بی بی میں اصلاح کی کوئی صورت نہ بن پڑے اور ایک دوسرے سے) جدا ہو جائیں تو اللہ اپنے خزانہ (غیب) سے دونوں کو بےنیاز کر دیگا۔ اور اللہ کے ہاں (بڑی) گنجائش ہے اور اسکی تدبیر (بڑی محکم) تدبیر ہے۔

(۱) ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں میں باری کی رعایت کرتے اور نوبت میں انصاف فرماتے اور کہا کرتے۔ خداوندا یہ میری تقسیم ہے اس میں جسکا میں اختیار رکھتا ہوں (یعنے ظاہری رعایت و شب باشی وغیرہ) تو مجھے اس چیز کے بارے میں ملامت وغیرہ نہ کیجیو۔ جسکا تو اختیار رکھتا ہے اور میں اختیار نہیں رکھتا (یعنی اندرونی میلان اور باطنی محبت)۔ (تر۔ ابو۔ ن)۔

(۲) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی شخص کے پاس دو عورتیں ہوں اور وہ ان میں برابری اور انصاف کا برتاؤ نہیں کرتا تو قیامت کے دن اسکا نصف بدن خمیدہ اور مائل ہوگا (یعنی اسکے آدھے دھڑ کو فالج یا لقوہ ماریگا) (تر۔ ابو۔ ن)

متعہ یعنی طلاق کے بعد مطلقہ کو کچھ فائدہ پہنچانا لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ تا حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ٥ (س بقرہ ع ۳۱) (لوگو!) اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ نہ لگایا ہو اور نہ انکا مہر ٹھہرایا ہو اور اس پہلے ان کو طلاق دیدو۔ تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ ہاں ایسی عورتوں کے ساتھ کچھ سلوک کردو۔ مقدور والے پر اپنی حیثیت کے قدر سلوک کرنا لازم ہے اور بے مقدور پر اپنی حیثیت کے قدر (اور) سلوک (جو کچھ بھی ہو) دستور کے مطابق جنکا شیوہ احسان کرنا ہے ان پر (ایسی عورتوں کا یہ بھی ایک طرح کا حق ہے)۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ٥ (س۔ بقرہ ع ۳۱) اور جن عورتوں کو طلاق دی جائے انکے ساتھ (مہر کے علاوہ بھی) دستور کے مطابق (جوڑے وغیرہ سے کچھ) سلوک کرنا مناسب ہے کہ پرہیزگاروں پر انکا یہ حق بھی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ تا وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ٥ (س۔ احزاب ع ۶) مسلمانو! جب تم مسلمان عورتوں کو اپنے نکاح میں لاؤ پھر (انکو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدو تو عدت (میں بٹھانے) کا تم کو انپر کوئی حق نہیں کہ اگر عدت کی (ان سے) گنتی پوری کرالے۔ تو ایسی صورت میں انکو کچھ دے دلا کر خوش اسلوبی کے ساتھ رخصت کردو۔

حسن معاملت وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ تا فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ٥ (س۔ نساء ع ۳) اور مسلمانو! بیبیوں کے حسن سلوک سے رہو سہو۔ اور تم کو کسی وجہ سے بی بی ناپسند ہو۔ تو عجب نہیں کہ تم کو ایک چیز ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت سی خیر (و برکت) دے۔

(۱) ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں خدا اور مخلوق کے نزدیک وہ بہت بہتر ہے جو اپنے اہل کے حق میں بہتر ثابت ہو۔ اور میں اپنے اہل کے لئے بہت بہتر ہوں اور جب تمہارا کوئی دوست مرجائے تو اس کے عیب ظاہر مت کرو۔ (تر)۔

(۲) لقیط بن صبرہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میری عورت بدزبان بیہودہ گو ہے۔ فرمایا تو اسے طلاق دیدے۔ میں نے عرض کیا کہ اسکے میرے ہاں چند فرزند ہیں اور ایک عرصہ دراز سے میری صحبت میں بھی ہے۔ فرمایا۔ تو اسے وعظ و نصیحت کر اگر اس میں کچھ بھی بھلائی ہے تو بہت جلد تیری نصیحت مان لے گی اور تو اپنی آزاد بی بی کو لونڈی کا سا مارنا مار۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلحاظ ایمان سب ایمانداروں میں کامل تر ایمان دار وہ شخص ہے جو خلق میں بہت اچھا ہو۔ اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ نہایت نرم ہو۔ (ترمذی)۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایماندار مرد ایماندار عورت کو دشمن نہ رکھے۔ اگر وہ اسکی ایک عادت سے ناخوش ہوگا تو دوسری عادت سے راضی اور خوش ہوگا۔ (مس)

شاق اور ناگوار ضرب کی ممانعت ایاس بن عبداللہ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) خدا کی لونڈیوں (یعنی اپنی بیبیوں) کو مارا نہ کرو۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ آکر کہنے لگے کہ حضور! عورتیں اپنے شوہروں پر دلیر ہوگئی ہیں تو آپ نے انہیں مارنے کی اجازت دی۔ پھر تو بہت عورتوں نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر میں اپنے خاوندوں کی شکایت کے لئے آمد و رفت کی۔ اسپر جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محمد کے

Marfat.com

گھروں میں بہت عورتوں نے اپنے شوہروں کی شکایت کرتے ہوئے آمدورفت کی۔ یہ جو اپنی عورتوں کو مارتے ہیں بھلے آدمی نہیں ہیں۔ (ابو۔ ابن)۔

(۲) عبداللہ بن زمعہ رضہ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی اپنی عورت کو تازیانہ نہ مارے جس طرح غلام کو تازیانہ مارتا ہے۔ پھر اسی دن کے اخیر میں اس سے ہمبستری کرے۔ اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی عورت کو غلام جیسے کوڑے مارنے کا قصد نہ کرے شاید کہ اسی دن کے اخیر میں اس سے ہمبستری کا اسکو اتفاق ہو (صح)

معاشرت (۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار مرد ایماندار عورت کو دشمن نہ رکھے (کیونکہ) اگر اسکی ایک عادت سے ناخوش ہوگا تو اسکی دوسری عادت سے ضرور خوش ہو جائیگا۔ (مش)

(۲) ام المومنین حضرت عائشہ رضہ کہتی ہیں کہ میں جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری کئی ہمجولیاں بھی تھیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔ جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو میری سہیلیاں آپ سے پردہ میں ہو جاتیں مگر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم انہیں میرے پاس بھیجتے اور وہ آکر میرے ساتھ کھیلنے لگتیں۔ (صح)

(۳) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضہ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم میں نے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے حجرے کے دروازے پر کھڑا دیکھا۔ اور حبشی تھے کہ مسجد میں نیزوں سے (بانک پٹے کی طرح کا کھیل) کھیل رہے تھے۔ اور جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر میں چھپائے ہوئے تھے کہ میں حبشیوں کے کھیل کو دیکھوں چنانچہ میں آپ کے کان اور کندھے مبارک کے بیچ میں سے انکا کھیل دیکھنے لگی۔ اور جبتک کہ میں خود نہیں پھری پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم میرے لئے کھڑے رہے تو اب تم اندازہ کرلو کہ نوعمر اور کھیل کود کی حریص لڑکی کسقدر کھیل کی آرزومند ہوتی ہے۔ (صح)

(۴) حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ وہ ایک سفر میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشریف لیگئی تھیں فرماتی ہیں کہ میں پیغمبر خدا کے ساتھ اس قصد سے دوڑی کہ دیکھوں کون آگے نکل جاتا ہے چنانچہ دوڑ میں میں آپ سے آگے نکل گئی۔ لیکن جب میں موٹی اور تندار ہوئی تو پھر بدی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوڑی اور آپ مجھ سے آگے نکل گئے۔ اور فرمانے لگے یہ سبقت اس سبقت کے بدلے ہے۔ (ابو)۔

(۵) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضہ کہتی ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک یا شاید غزوۂ حنین سے تشریف لائے اور گھر کے ایک بڑے طاق میں پردہ پڑا ہوا تھا۔ اتفاق سے ہوا چلی اور اس عائشہ کی (یعنی میری) گڑیوں کے پردے کی ایک طرف کھول دی۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے طاق کی گڑیوں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ عائشہ! یہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ یہ میری گڑیاں ہیں۔ اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے گڑیوں کے بیچ میں ایک گھوڑا بھی دیکھا جسکے دو پر تھے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھا وہ کیا ہے جو میں گڑیوں کے بیچ میں رکھا دیکھتا ہوں۔ جواب دیا کہ گھوڑا ہے۔ فرمایا گھوڑے پر یہ کیا ہے۔ عرض کیا اسکے دو پر ہیں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے بطریق تعجب فرمایا۔ گھوڑا ہے۔ اور اسکے دو پر ہیں۔ حضرت عائشہ رضہ نے کہا۔ کیا آپ نے سنا نہیں کہ سلیمانؑ کے گھوڑوں کے پر تھے۔ عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ یہ سنکر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کھلکھلا کر ہنس پڑے یہانتک کہ آپ کی کچلیاں ظاہر ہو گئیں۔ (ابو)

طلاق و عدت میں انصاف کا برتاؤ | وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ

Marfat.com

بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ تا وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (س۔ بقرہ۔ ع ۲۸) اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو۔ وہ اپنے آپ کو تین دفعہ کپڑوں کے آنے تک روکے رکھیں اور اگر اللہ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہیں تو کچھ بھی (بچے کی قسم سے) خدا نے انکے پیٹ میں پیدا کر رکھا ہو۔ اسکا چھپانا انکو جائز نہیں۔ اور انکے شوہر (ان کو) اچھی طرح رکھنا چاہیں تو وہ اس اثنا میں انکو (اپنی زوجیت) میں واپس لینے کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور جیسے (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے۔ ویسے ہی دستور کے مطابق عورتوں کا حق (مردوں پر) ہاں مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہے اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ تا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۳۰) اور تم میں جو لوگ مر جائیں اور بیبیاں چھوڑ دیں تو (عورتوں کو چاہیے کہ) چار مہینے دس دن اپنے تئیں روکے رہیں۔ پھر جب اپنی (عدت کی) مدت پوری کر لیں تو جائز طور پر جو کچھ اپنے حق میں کریں اسکا تم (وارثان میت) پر کچھ الزام نہیں اور تم لوگ جو (بھی) کرتے ہو اللہ کو اسکی خبر ہے۔

زوجہ منکوحہ عورت۔ زوج کے مقابل ہے۔ جیسے عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں ویسے مردوں کے حقوق عورتوں پر بھی ہیں جنکی تفصیل یہ ہے

عورت کا اپنے مرد کو اپنا سر پرست سمجھے اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ تا اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا ۝ (س۔ نساء۔ ع ۶) مرد عورتوں کے سر دھرے ہیں (اسکے دو سبب ہیں) ایک یہ کہ (آدمیوں میں) اللہ نے بعض (یعنی مردوں) کو بعض (یعنی عورتوں) پر (دل کی مضبوطی اور جسمانی توانائی میں) برتری دی ہے اور (دوسرا سبب یہ کہ) مردوں نے (عورتوں پر) اپنا مال خرچ کیا ہے۔ تو جو نیک (بیبیاں) ہیں (مردوں کا) کہا مانتی ہیں (اور) خدا کی عنایت سے (انکی) پیٹھ پیچھے (ہر ایک چیز کی) حفاظت رکھتی ہیں۔ اور تم کو جن بیبیوں کے سر چڑھنے کا اندیشہ ہو تو (پہلی دفعہ) ان کو سمجھا دو۔ پھر ان کے ساتھ ہمبستری موقوف کرو۔ اور (اسپر بھی نہ مانیں تو) انکے ساتھ مار پیٹ سے پیش آؤ۔ پھر اگر تمہاری بات ماننے لگیں تو تم بھی ان پر (ناحق کے جھگڑے رکھنے کے) پہلو نہ ڈھونڈتے پھرو اللہ (سب پر) غالب اور بڑا (زبردست) ہے (تو اس سے ڈرتے رہو)۔

خطبہ اور مخطوبہ کو دیکھنا وَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ تا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۳۰) اور (مسلمانو!) اگر تم کسی بات کی آڑ میں (معتدہ) عورتوں کو نکاح کا پیام دو یا اپنے دلوں میں چھپائے رکھو تو اس میں (بھی) تمپر کچھ گناہ نہیں۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم کو ان (عورتوں سے نکاح کرنے) کا خیال آئیگا (سو مضائقہ کی بات نہیں) مگر ان سے (نکاح کا) ٹھہراؤ تو چپکے سے بھی نہ کرنا۔ ہاں جائز طور پر یہ کہہ گزرو (تو کچھ حرج کی بات نہیں)۔

(۱) حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی عورت کی خواستگاری کرے تو اگر ہو سکے تو اس چیز کو دیکھ لے جو نکاح کا باعث ہوتی ہے۔ (ابو)۔

(۲) مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیام دیا۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تو نے عورت کو دیکھ بھی لیا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ نہیں۔ فرمایا تو اسے دیکھ لے۔ کیونکہ اس وقت کا دیکھ لینا سزاوار تر ہے کہ تم دونوں میں الفت و اتفاق پیدا کر دے (ترمذی۔ ابن)۔

عصمت و اطاعت فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ تا عَلِیًّا کَبِیْرًا ۝ (س۔ نساء۔ ع ۶) تو جو نیک (بیبیاں) ہیں (مردوں کا) کہا مانتی ہیں (اور) خدا کی عنایت سے انکی پیٹھ پیچھے (ہر ایک چیز کی) حفاظت رکھتی ہیں اور تمکو

Marfat.com

جن بیبیوں کے سر چڑھنے کا اندیشہ ہو تو (پہلی دفعہ) انکو سمجھا دو۔ پھر ان سے ہمبستری موقوف کرو۔ اور (اس پر بھی نہ مانیں تو) انکے ساتھ مار پیٹ سے پیش آؤ۔ پھر اگر تمہاری بات ماننے لگیں تو تم بھی انپر (ناحق کے چھڈے رکھنے کے) پہلو نہ ڈھونڈھتے پھرو اللہ (سب پر) غالب (اور) بڑا زبردست ہے (تو اس سے ڈرتے رہو)۔

(۱) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت نے جب پنجوقتہ نماز ادا کی جو اسپر فرض ہے۔ اور مہینے بھر کے روزے رکھے اور پاکدامنی اختیار کی۔ اور شوہر کی فرمانبرداری بجالائی۔ تو جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے گی داخل ہوگی۔ (حلیہ)۔

(۲) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب مرد اپنی عورت کو بستر خواب کیطرف (صحبت کے لیئے) بلائے اور وہ انکار کردے اور مرد غیظ و غصے میں رات بسر کرے تو فرشتے صبح تک عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ (صح)

(۳) قیس بن سعدؓ سے روایت ہے کہ میں شہر حیرہ میں گیا تو لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے حاکم کو سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم زیادہ استحقاق رکھتے ہیں کہ انکو سجدہ کیا جائے چنانچہ جب میں رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ تو میں نے عرض کیا کہ میں نے حیرہ میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے حاکم کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ فرمایا بھلا بتا تو سہی اگر تو میری قبر پر گذرے تو کیا اُسے بھی سجدہ کرے۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا مجھے سجدہ نہ کرو۔ اگر میں کسیکو کسیکے لیئے سجدے کا حکم کرتا تو عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ کیونکہ خدا نے مردوں کا حق عورتوں پر بہت کچھ ٹھہرایا ہے۔ (ابو)۔

(۴) ام المؤمنین بی بی ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو عورت اس حال میں مرے کہ اسکا شوہر اس سے خوش تھا وہ ضرور جنت میں جائیگی۔ (ابن)

(۵) معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی عورت اپنے شوہر کو دنیا میں تکلیف دیتی ہو تو اسکی بی بی حور عین کہتی ہے کہ خدا تجھے غارت کرے اسے تکلیف مت دے۔ یہ تو تیرے پاس مسافرانہ زندگی بسر کرتا ہے قریب ہے کہ تجھ سے مفارقت کرکے ہم سے آملے (ابن۔ تر)

(۶) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا کہ عورتوں میں بہتر عورت کونسی ہے۔ فرمایا وہ کہ جب اُسکو دیکھے تو اس کو خوش اور شاداں کردے۔ مرد حکم کرے تو اسکا حکم بجالائے اور اپنی جان و مال میں اسکی کسی ایسی بات میں مخالفت نہ کرے جو اسے ناگوار گذرے۔ (ن)

(۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چار چیزیں دیا گیا وہ دنیا و دین دونوں کی فلاح و خیر دیا گیا۔ (۱) قلب شاکر (۲) زبان ذاکر (۳) جسم صابر یعنی بلاؤں پر۔ (۴) عورت جو نہ تو اپنی ذات ہی میں شوہر کی خیانت کرنی چاہے اور نہ خاوند کے مال ہی میں۔ (بے)

(۸) ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ ایک عورت جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور ہم پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ عورت نے عرض کیا کہ میرا شوہر صفوان ابن المعطل مجھے مارتا ہے جب میں نماز پڑھتی ہوں۔ اور افطار کرا دیتا ہے جب میں روزہ رکھتی ہوں۔ اور خود یہ ہے کہ سورج نکلنے تک نماز نہیں پڑھتا۔ راوی کا بیان ہے کہ صفوان اسوقت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے

Marfat.com

پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا (تو) عرض کیا۔
یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسکا یہ کہنا کہ مجھے مارتا
ہے جب میں نماز پڑھتی ہوں۔ تو اصل یہ ہے کہ یہ عورت
نماز میں دو دو سورتیں پڑھے چلی جاتی ہے (یعنی قراءت
دراز کرتی ہے) اور میں اسے (طول قراءت سے) منع کر چکا
ہوں۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر نماز میں ایک
سورۃ بھی پڑھی جائیگی تو وہ لوگوں کو کافی ہو جائے گی
پھر صفوان نے کہا۔ اور اس عورت کا یہ کہنا کہ وہ (یعنی میں)
افطار کرا دیتا ہے جب میں روزہ رکھتی ہوں۔ تو بات
یہ ہے کہ جب یہ روزہ رکھتی ہے تو برابر رکھے ہی چلی جاتی
ہے اور میں جوان آدمی ہوں زیادہ دنوں مجھ سے صبر
نہیں ہو سکتا۔ اسپر جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر
روزہ (نفل) نہ رکھے۔ اسکے بعد صفوان نے کہا اور
اس عورت کا یہ کہنا کہ میں صبح کی نماز سورج کے نکلنے تک
نہیں پڑھتا۔ تو اسکا سبب یہ ہے کہ ہم لوگوں کی عادت
ہی اسطرح کی واقع ہوئی ہے کہ راتوں کو کھیتی اور باغ
میں پانی دینے کی وجہ سے سوتے نہیں (اور) جب تک
سورج نکل آئے جاگ سکتے نہیں۔
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صفوان!
تو جس وقت جاگے فوراً نماز پڑھ لے۔ (ابو۔ ابن)

پ ۱۸ | قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ تا
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۱) ۵ (س نور ع ۴) (اے پیغمبر) مسلمانو
سے کہدو اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں
کی حفاظت کریں۔ اس میں انکی زیادہ صفائی ہے (لوگ)
جو کچھ بھی کیا کرتے ہیں اللہ کو (سب) خبر ہے اور (اے پیغمبر)
مسلمان عورتوں سے کہدو (وہ بھی) اپنی نظریں نیچی
رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی
زینت (کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیں۔ مگر جو (ایسے
(جارو ناچار) کھلا رہتا ہے (تو) اسکا ظاہر ہونے دینا
مضائقہ کی بات نہیں) اور اپنے سینوں پر دوپٹوں کی
بکل مارے رہیں اور اپنی زینت (کے مقامات) کو کسی کے
ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر
یا اپنے خاوند کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہر
کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجوں پر یا اپنے
بھانجوں پر یا اپنی (یعنی اپنے میل جول کی) عورتوں پر یا
اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈی غلاموں) پر یا یا (گھر کے لگے ہوئے
ایسے) خدمتیوں پر کہ مرد (تو) ہیں (مگر عورتوں سے کچھ) غرض
(ومطلب) نہیں رکھتے (جیسے خواجہ سرا یا بڈھے پھوس)
یا لڑکوں پر جو عورتوں کے پردے (کی بات) سے آگاہ نہیں
اور (چلنے میں) اپنے پاؤں ایسے زور سے نہ رکھیں کہ (لوگوں
کو) ان کے اندرونی زیور کی خبر ہو۔ اور مسلمانو! تم سب
اللہ کی جناب میں توبہ کرو۔ تاکہ تم (آخر کار) فلاح پاؤ۔

(۱) حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر
خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عورت کا گھر کے اندر نماز
پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اس کا
تہ خانہ میں نماز پڑھنا گھر کے اندر نماز پڑھنے سے بہت
افضل ہے (ابو)۔

(۲) ابوموسیٰؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا (جو) آنکھ (نظر بد یا شہوت سے کسی
اجنبی مرد یا عورت کو دیکھتی ہے وہ) زانیہ ہے اور عورت
خوشبو لگا کر جب کسی مجلس پر گزرتی ہے تو وہ بھی ایسی ویسی
(یعنی زانیہ) ہے۔ (تر۔ ابو۔ ن)

(۳) ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت
ہے کہ وہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی
ہوئی تھیں۔ اتنے میں ابن ام مکتوم (جو ایک جلیل القدر
نابینا صحابی تھے) آئے اور سیدھے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم
کے پاس پہنچے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت
ام المؤمنین ام سلمہ اور ام المؤمنین میمونہؓ کی طرف
کہ یہ بھی وہیں موجود تھیں روئے سخن کرکے فرمایا کہ تم

Marfat.com

دونوں پردے میں ہو جاؤ۔

ام المومنین ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ابن ام مکتوم نابینا نہیں ہیں کہ ہمیں نہیں دیکھتے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم تو اندھی نہیں ہو۔ کیا تم اسے نہیں دیکھتیں (ترمذی، ابوداود)

(۴) عمرہ۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ جو باتیں اب عورتوں نے ایجاد کی ہیں (اور جو حالت انکی اسوقت ہے) اگر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ پاتے تو انہیں مسجدوں (میں نماز جماعت کے لئے حاضر ہونے) سے منع کر دیتے جیسطرح بنی اسرائیل کی عورتیں منع کر دیگئی تھیں (یحیی بن سعید جو نیچے کا راوی ہے کہتا ہے) میں نے عمرہ سے کہا کیا وہ عورتیں واقعی منع کر دیگئی تھیں۔ عمرہ نے کہا ہاں۔ منع کر دی گئی تھیں۔ (بخ)۔

زُہد

(ل) کسی چیز کی میل و محبت کو ترک کر دینا۔ (م۔ و) میں زہد کے معنے ہیں دنیا سے بغض رکھنا اور اس سے اعراض کر لینا بعض کہتے ہیں کہ اسکے معنے ہیں دنیا سے بغض رکھنا اور اس سے اعراض کر لینا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنے ہیں راحت دنیا کو راحت آخرت کے طلب کرنے کے لئے ترک کر دینا۔ (نخ)

زہری

محمد بن مسلم بن شہاب زہری۔ اکابر فقہا اور تابعین محدثین میں سے تھے۔ امام مالک اور سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری کے استاد تھے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنی سلطنت کے تمام علاقوں میں لکھا تھا کہ تمام لوگوں کو ابن شہاب سے مسائل پوچھنے چاہئیں کیونکہ یہ سنت نبوی کے درست عالم ہیں ۱۲۴ھ میں فوت ہوئے (کن)

زیاد بکائی

بڑے زبردست محدث ہوئے ہیں۔ بخاری و مسلم نے آپ سے روایت کی۔ ۱۸۳ھ میں فوت ہوئے (کن)

زید بن حارثہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنے تھے۔ تھے تو یہ شریف زاد مگر بچپن میں انکو لوگ پکڑ کر لے گئے تھے۔ اور اسوقت دستور تھا اور ابتک بھی ہے۔ کہ بچوں کو زبردستی پکڑ لے جاتے اور غلام بنا لیتے۔ ابھی جوان نہ ہوئے تھے کہ زید غلامی کی حالت میں مکے آکر فروخت ہوئے۔ پیغمبر صاحب نے انکو خرید لیا۔ اور آزاد کر کے اپنے پاس رکھا۔ انس بڑھتے بڑھتے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو اپنا متبنے کر لیا۔ اسوقت تک متبنے کے بارے میں کوئی حکم خدا کی طرف سے صادر نہیں ہوا تھا۔ اور متبنے بیٹوں کے ساتھ ہر طرح پر صلبی بیٹوں کی سی مدارات کی جاتی تھی۔ اور ابتک بھی ہندوستان کے مسلمانوں کا قریب قریب یہی حال ہے۔ زید پیغمبر صاحب کو بھی بہانتک عزیز تھے کہ آپ نے زینب کے ساتھ انکا نکاح کر دیا۔ اور زینب اسوقت بھی اس نکاح سے ناخوش ہی تھیں۔ کیونکہ زید اگرچہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے متبنے کہلاتے تھے۔ مگر تھے تو غلام آزاد اور اسکے علاوہ شاید صورت کے اعتبار سے بھی زینب کے جوڑ نہ تھے۔ بہر کیف میاں بی بی میں موافقت نہ آئی یہانتک کہ زید زینب کے چھوڑنے پر آمادہ ہوئے۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں بہتیرا سمجھایا لیکن جب طبیعتوں میں ناموافقت ہوتی ہے تو میاں بی بی کے تعلق میں لطف باقی نہیں رہتا۔ آخر زید نے زینب کو طلاق دے ہی دی۔ اب پیغمبر صاحب کو کئی مشکلیں پیش آئیں۔ سب سے پہلے زینب کی دلجوئی کہ انکو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے زید سے بیاہ دیا تھا۔ اور وہ نکاح انکو ناگوار تھا۔ اب اسپر طلاق کا دیا جانا۔ یہ دوسری ناگواری اور اسکے مقابل خدا کو منظور ہوا کہ متبنے کی رسم بد بھی موقوف کیجائے۔ نہ یہ کہ لوگ لے پالک نہ بنائیں بلکہ لے پالک کو صلبی بیٹے کی طرح نہ سمجھیں۔

Marfat.com

اور نہ صلبی بیٹے کے سے انکے حقوق تسلیم کئے جائیں۔ اور جب ایک شخص دنیا میں اصلاح کرنی چاہتا ہے۔ تو سب سے عمدہ تدبیر اس اصلاح کے جاری کرنے کی یہ ہے کہ خود اسپر عمل کرکے اپنا نمونہ دوسروں کو دکھائے۔ اب یہ موقع تھا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم زینب سے خود نکاح کرلیں۔ مگر معلوم تھا کہ متبنے کی بی بی سے نکاح کرنا صلبی بیٹے کی بی بی سے نکاح کرنا سمجھا جاتا ہے۔ اگر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم زینب سے نکاح نہ کرتے تو زینب کی دلجوئی نہیں ہوسکتی تھی۔ اور متبنے کی رسم کی اصلاح ہوسکتی تھی۔ لوگ یہ حجت کرتے کہ خود پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا موقع ملا۔ اور جو دوسروں سے کرانا چاہتے تھے آپ نہ کیا۔ اور نکاح کرنے میں قباحت تھی۔ کہ رسم مروجہ کے مطابق نہایت مکروہ الزام پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے ذمے عاید ہوتا تھا۔

بے شک پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم بہ تقاضائے بشری اسوقت بہت ہی متردد ہوئے ہوں گے مگر آخرکار اصلاح کا پہلو غالب رہا اور آپ نے خود زینب سے نکاح کرلیا۔ اور کرنا چاہئے تھا۔ اور اصلاح کے واسطے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا نمونہ دکھایا تاکہ جو اسلام کا دعوے کرتا ہے متبنے کے بارے میں ذرا نہ ہچکچائے اور متبنے کو صلبی بیٹا نہ سمجھے۔

قرآن مجید میں یہ قصہ یوں مذکور ہوا ہے وَاِذْ تَقُولُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ تا وَکَفٰی بِاللّٰهِ حَسِیْبًا۔ (س۔ احزاب۔ ع ۵) اور (اے پیغمبر اسبات کو یاد کرو کہ جب تم اس شخص کو سمجھاتے تھے (یعنی زید بن حارثہ کو) جس پر اللہ نے (اپنا) احسان کیا (کہ اسکو اسلام کی توفیق دی) اور تم بھی اسپر احسان کرتے رہے کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دی اور اللہ سے ڈر (اور اسکو چھوڑ نہیں) اور تم اس (بات) کو اپنے دل میں چھپاتے تھے جسکو (آخرکار) اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تم (اسمعاملے میں) لوگوں سے ڈرتے تھے اور خدا اسکا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ پھر جب زید اس (عورت) سے بے تعلقی کرچکا (یعنی طلاق دیدی اور عدت کی مدت پوری ہوگئی) تو ہمنے تمہارے ساتھ اس (عورت) کا نکاح کردیا تاکہ (عام) مسلمانوں کے لئے پالک جب اپنی بیبیوں سے بے تعلق ہوجائیں تو مسلمانوں کے لیئے ان عورتوں سے نکاح کرلینے) میں (کسی طرح کی) تنگی نہ رہے۔ اور خدا کا حکم تو ہوکر ہی رہتا ہے۔ اللہ نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے جو بات ٹھہرا دی ہو اُس (کے کرنے) میں پیغمبر کے لئے کچھ مضائقے (کی بات) نہیں جو (پیغمبر) پہلے ہو چکے ہیں ان میں (بھی یہی) عادت الٰہی (رہی) ہے (کہ انپر خدا نے نکاح کے بارے میں تنگی نہیں کی) اور خدا کے (جتنے) کام (ہیں ایک امر تقدیری (ہیں جو روز ازل سے) ٹھہرے ہوئے ہیں وہ اگلے پیغمبر (اس صفت کے تھے کہ) خدا کے پیغام (لوگوں کو) پہنچاتے اور خوف خدا رکھتے تھے۔ اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے (تو اے پیغمبر تم کیوں ڈرو) اور حساب (اعمال) کے لئے اللہ بس ہے (وہ سب سے سمجھ لیگا)۔

زیاد بن لبید زیاد بن لبید بن ثعلبہ خزرجی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت کے گورنر تھے۔ (کن)۔

زیدیہ شیعوں کا ایک فرقہ ہے۔ جو زید بن علی زین العابدین بن حسین بن حضرت علی بن ابیطالب کے تابع ہیں۔ یہ لوگ زید کو امام اعتقاد کرتے ہیں۔

۱۲۱ھ اور لقولے ۱۲۲ھ میں جب زید بن علی نے ہشام بن عبدالملک مروانی پر خروج کیا اور لوگوں کو دعوت بیعت کی تو بہت سے لوگ ان کے شریک ہوگئے

اور انکی امامت کے قائل ہوئے۔ اور ان سے بیعت کی۔ اور بارہ ہزار آدمی یا نبیس ہزار شیعہ تبرائیہ میں سے کہ اکثر ان میں کے کیسانیہ ومختاریہ اور تھوڑے سے وہ لوگ بھی جو زین العابدین کی امامت کے قائل تھے۔ انکے ہمراہ ہوئے۔ ان دنوں کوفہ اور عراقین کا گورنر ہشام کیطرف سے یوسف بن عمر ثقفی تھا۔ یہ سب جماعت اس سے لڑنے کو بڑھے جب زید کو معلوم ہوا کہ غلاۃ شیعہ تبرا اور ہجو صحابہ کی کرتے ہیں۔ تو انہیں منع کیا۔ یوسف اپنا لشکر آراستہ کرکے مقابلہ کو آیا تو غلاۃ گھبرائے کیونکہ جان جانے اور محبت کے امتحان کا وقت قریب آگیا تھا اور یہ لوگ بہانے کرکے گھروں کو چلدئے کہ زید ہمکو کیوں صحابہ کے تبرا سے منع کرتے تھے۔ مگر خالص مخلص ہمراہ رہ گئے۔ جنگ میں اتفاقاً ایک تیر زید کی پیشانی پر لگا جسکے صدمہ سے طائر روح قفس بدن سے اڑگیا۔ جو لوگ زید شہید کے ساتھ تھے وہ اپنے آپ کو شیعہ خالص کہنے لگے۔ اور کہا کہ امام برحق یہی تھے۔ کہ اپنے اسلاف کی طرح ظالم دشمنوں سے لڑکر مارے گئے۔ اور اپنی جان امامت کی راہ میں دیدی۔ اور امام کو یہی چاہئیے کہ راہ خدا میں کسی سے نہ ڈرے اور تلوار کے ساتھ نکلے اور کسیکی پشتی ورفاقت یا ترک مدد کی پروا نہ کرے اور جو لوگ ان سے جدا ہوکر کوفے کو چلے گئے تھے انہیں روافض کہنے لگے۔ بلکہ جب ان جھوٹے شیعوں نے ترک رفاقت کی تھی تو خود زید شہید نے کہا تھا رَفَضُونَا فَهُمُ الرَّوَافِضُ مگر حدیث مرفوع میں ہے یَكُونُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ یُسَمَّوْنَ الرَّافِضَةَ یَرْفُضُوْنَ الْاِسْلَامَ فَاقْتُلُوْهُمْ فَاِنَّهُمْ مُشْرِكُوْنَ۔ یعنی آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جنکو رافضی کہا جائیگا۔ وہ اسلام کو چھوڑ دینگے۔ پس تم انہیں قتل کرنا۔ کیونکہ وہ مشرک ہوں گے۔

اور دارقطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے۔ روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریب ہے کہ آوے گی بعد میرے ایک قوم کہ کہا جائیگا انکو رافضی۔ پس اگر پاؤ تو انکو قتل کرنا انکو اسلئے کہ وہ مشرک ہیں۔

حضرت علی کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ انکی کیا علامت ہے۔ فرمایا بڑھائینگے تجھکو ساتھ اس چیز کے کہ نہیں تجھ میں اور طعن کرینگے صحابہ پر۔

فرقہ زیدیہ کا مذہب ہے کہ اصحاب کبار پر تبرا نہیں کرتے۔ اور زید سے بہت سے نصوص اس مدعا پر نقل کرتے ہیں اور سب کو نیکی کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں اگرچہ امامت جناب امیر کا حق تھا مگر انہوں نے خود خلفائے ثلثہ کو دیدی۔ اور کہتے تھے کہ بیعت خلفاء کی خطا نہ تھی۔ اسلئے کہ جناب امیر اس سے راضی تھے اور معصوم خطا اور باطل بات سے راضی نہیں ہوتا۔ انکا سارا مذہب امامت کے باب میں اہلسنت وجماعت کے مذہب کے موافق تھا۔ مگر فرق اسقدر ہے کہ انکے نزدیک امام کا فاطمی ہونا شرط ہے۔ اور جب وہ فاطمی کسی غیر فاطمی کو امامت سپرد کرے تو اسکی امامت منعقد ہوجاتی ہے۔ لیکن یہ حال ان لوگوں کا تھا جو خاص زید شہید کے متبع تھے۔ پھر بعضے علماء زیدیہ نے بعض باتیں اسماعیلیہ اور امامیہ کے مذہب میں سے لیکر مذہب زیدیہ میں داخل کرکے آپ داعی اس مذہب کے بنے اور ہر ایک کے متبعین سے ایک فرقہ مقرر ہوگیا (مذ)۔

زیغ کجی۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِیْلِهٖ (س۔ آل عمران۔ ع ۱) تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو قرآن کی انہی مبہم آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ فساد پیدا کریں اور تاکہ انکے اصل مطلب کی ٹوہ لگائیں۔

Marfat.com

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝

(س۔ آل عمران۔ ع) (اور علم والے یہ دعا مانگتے رہتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار ہمکو راہِ راست پر لائے پیچھے ہمارے دلوں کو ڈانواڈول نہ کر اور اپنی سرکار سے ہمکو رحمت (کا خلعت) عطا فرما۔ کچھ شک نہیں کہ تو بڑا دینے والا ہے۔

زیلعی جمال الدین عبداللہ بن یوسف کو کہتے ہیں۔ آپ نے ہدایہ کی احادیث کی تخریج میں ایک کتاب لکھی جسکا نام "نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ" ہے۔ سنہ ۷۶۲ھ میں وفات پائی۔ (کن)

زینب ابوالقاسم عبدالرحمٰن کی بیٹی شعری کی بیٹی کا نام ہے۔ جو اپنے زمانہ کی بڑی عالمہ اور فاضلہ تھیں۔ بڑے بڑے اکابر علماء سے علم حاصل کیا تھا۔ سنہ ۶۱۵ھ میں نیشاپور میں فوت ہوئیں (کن)

زینبؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ سے تھیں۔ پہلے انکا نکاح طفیل بن حارث بن عبدالمطلب کے ساتھ تھا۔ جب اس نے طلاق دیدی تو عبیدہ بن حارث اسکے بھائی نے نکاح کیا۔ جب وہ غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ تب بعد انقضائے عدت حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا۔

اور صاحب مواہب الدنیہ نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن جحش اسدی کے نکاح میں تھیں۔ جب وہ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ تب حضرت نے نکاح کیا۔ وہو الصحیح۔

کنیت ان کی بسبب کثرت اطعام مساکین ام المساکین تھی۔ بعد نکاح دو مہینے یا تین یا چھ یا آٹھ علے اختلاف الاقوال زندہ رہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ ماہ ربیع الثانی سال چہارم ہجری میں وفات پائی۔ اور ماہ رمضان سال ۳ھ ہجرت میں نکاح ہوا تھا۔ اور بقیع میں مدفون ہیں۔ (نفر)۔

زینب حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیٹی کا نام ہے جو اعلیٰ درجہ کی پرہیزگار اور عبادتگذار تھیں۔ آپ نے مصر کو ہجرت کی اور وہیں وفات پائی۔ (کن)۔

زینب بنت جحش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔ آپکا نام پہلے برّہ[1] تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس نام کی بجائے زینب رکھا۔ دیکھو (زید بن حارثہ)۔

زینب بنت محمدؐ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے سب سے بڑی تھیں۔ ابن اسحٰق کے نزدیک تولد انکا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تولد کے تیسویں سال ہوا۔ جب جوان ہوئیں تو لقیط ابوالعاص ابن الربیع سے نکاح ہوا۔ بعد ازاں زینبؓ نے جانب مدینہ ہجرت فرمائی۔ اور بہ سبب کفر ابوالعاص کے جدائی واقع ہوگئی پھر کئی برس بعد ابوالعاص بھی مدینے میں حاضر ہوکر مسلمان ہوا۔ تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بنکاح اول یا بنکاح جدید زینب کو سپرد ابوالعاص فرمادیا۔ پھر ان سے علی نام ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اور ایک بیٹی مسماۃ امامہ۔ علی بن زینب نے تو قبل بلوغ وفات پائی اور امامہ زندہ رہیں۔ اور بعد وفات حضرت فاطمہ مطابق انکی وصیت کے حضرت علیؓ نے ان سے نکاح کیا۔ ان سے ایک بیٹا محمد اوسط

[1] برّہ کے معنے ہیں بڑی پارسا عورت۔ چونکہ اس میں تکبر کا رنگ پایا جاتا ہے۔ نیز اسکے استعمال کی بعض صورتوں میں خراب معنے پیدا ہوجاتے ہیں۔ مثلاً اگر کہا جائے کہ برّہ گھر میں نہیں ہے۔ تو یہ معنے پیدا ہوسکتے ہیں کہ کوئی پارسا عورت گھر میں نہیں ہے۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو بدل دیا۔ یہ نام اور اسی قسم کے دوسرے نام مثلاً برکت۔ رحمت وغیرہ رکھنے نامناسب ہیں ۱۲۔

Marfat.com

پیدا ہوا۔ مگر زندہ نہ رہا۔

زینب کی وفات ۸ھ میں ہوئی۔ سودہ بنت زمعہ۔ ام سلمہ۔ ام ایمن اور ام عطیہ انصاریہ نے غسل دیا۔ احادیث سے واضح ہے کہ حضرت نے عورتوں سے فرمایا۔ دھوؤ اسکو تین بار یا پانچ بار۔ ام عطیہ جو راوی حدیث ہیں کہتے ہیں کہ ہم نے بعد غسل دینے کے اطلاع دی تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی لنگی عنایت کی اور فرمایا اسکو کفن میں تبرکاً رکھدو پھر تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ کے بعد دفن کیا اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بنفس نفیس قبر میں رکھا۔ عمر زینب کی بیس یا قریب اکیس برس کی ہوئی۔ (نفر)۔

زین الدین

زین الدین بن نجیم حنفی۔ فقہ کی مشہور و معروف کتاب الاشباہ والنظائر آپکی تصنیف ہے۔ ۹۷۰ھ میں مصر میں وفات پائی (کن)

زین العابدین

آپ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے بیٹے تھے۔ پیدائش آپکی ۳۸ھ میں ۹ شعبان کو ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں حدیث بن جابر جعفی کو خراسان کے بعض شہروں کا حاکم مقرر کیا تھا۔ حدیث کو یزدجرد کی تین لڑکیاں۔ مہر بانو۔ ماہ بانو و شہر بانو۔ غنیمت میں ملیں۔ اس نے حضرت علی کی خدمت میں روانہ کیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بادشاہ کی لڑکیاں ہیں۔ معزز شخصوں کی خدمت میں انہیں دینا چاہئے۔ چنانچہ مہر بانو کو محمد بن ابی بکر کی زوجیت میں دیا۔ اور ماہ بانو کو عبداللہ بن عمر کی زوجیت میں دیا۔ اور شہر بانو کو امام حسین کی زوجیت میں دیا۔ انہی سے حضرت امام زین العابدین پیدا ہوئے۔ اور مہر بانو سے قاسم بن محمد بن ابی بکر خیر التابعین ہوئے۔ امام زین العابدین کی پیشانی میں کثرت سجدہ سے گھٹا پڑگیا تھا۔ آپ بھی تابعین میں ہیں۔ آپ جب دمشق سے مدینہ میں آئے محمد بن علی کرم اللہ وجہہ جنکو محمد حنفیہ بھی کہتے ہیں وہ بیٹھے امامت کے بارے میں ان سے تکرار ہوئی۔ دونوں صاحب مکہ میں آئے اور حجر اسود کو حکم بنایا۔ محمد حنفیہ نے حجر اسود کے سامنے اپنا ہاتھ اٹھاکر اپنا مدعا کہا۔ کچھ جواب نہ ملا۔ جب امام زین العابدین نے ایسا کیا تو حجر اسود سے آواز آئی کہ امامت بعد امام حسین کے علی بن حسین کو پہنچی۔ محمد حنفیہ اس واقعہ کو دیکھکر آپ کی امامت کے قائل ہوئے۔ زین العابدین آپکا لقب کثرت عبادت کی وجہ سے پڑگیا تھا۔ آپ کے مقامات لا تعد ولا تحصیٰ ہیں۔ آپ کی وفات کی تاریخ روز شنبہ عشرہ محرم ہے۔ آپ کے صاحبزادوں کے یہ نام ہیں۔ محمد۔ زید۔ عمر۔ اشرف۔ عبدالرحمن۔ سلیمان۔ عبداللہ۔ علی۔ و حسن اصغر۔ (تذکرۃ الکرام)

زیورات

عورتوں کے لئے زیور پہننا۔ حلال اور مردوں کے لئے حرام ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ رض سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونا اور ریشمی کپڑا میری امت کی عورتوں کے لئے حلال اور مردوں پر حرام کردیا گیا ہے (ن)

مردوں کے لئے صرف چاندی کی انگوٹھی اور وہ بھی ضرورت کے لئے جائز ہے۔ اسکے سوا سونے پیتل اور لوہے وغیرہ کی انگوٹھی حرام ہے (تز۔ ابو)۔

سونے اور چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ فرض ہے خلافاً للشافعی رح (قد)۔

قدیم الایام سے مردان عرب کی عادت تھی کہ وہ اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیوں میں انگوٹھی پہنتے تھے مگر ان کی انگوٹھیوں پر مہر نہیں کندہ ہوتی تھی۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ بادشاہان اندلس سونے کی انگوٹھیاں بنواتے اور یاقوت و فیروزے کے نگینے جڑواتے تھے اور یہ بات خاص انکی علامات میں سے تھی۔

پہلے خلفاء کے زمانے میں انگوٹھی داہنے ہاتھ میں پہنی جاتی تھی۔ مگر حضرت معاویہ بن سفیان نے بائیں ہاتھ

Marfat.com

میں پہننی شروع کی۔ اسکے بعد تمام بادشاہان بنی امیہ میں یہی رسم رہی۔ مگر جب عباسیوں کا دور دورہ ہوا تو سفاح نے داہنے ہاتھ میں پہنی۔ پھر یہ رسم ہارون رشید کے زمانے تک رہی۔ مگر ہارون رشید نے بنی امیہ کے طریقہ پر بائیں ہاتھ میں پہن لی۔

بعض اہل تاریخ کہتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانے میں بادشاہان عرب تاج پہنتے تھے۔ جس نے پہلے پہل تاج سر پر رکھا ہے وہ حمیر بن سبا تھا۔ اور حمیر کے بعد جتنے بادشاہ ہوئے انہوں نے یہ طریقہ رکھا کہ اپنے تاج میں کوڑی لگاتے تھے۔ اور ہر سال ایک ایک کوڑی بڑاتے جاتے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اتنے سال انکی تخت نشینی کو ہو گئے ہیں۔ ان خرمہروں کو خرزات الملک کہتے تھے۔

خلفائے بنی امیہ اور بنی عباس تو خاص دربار کے موقعوں پر تاج کے تپہ میں بیٹھتے تھے۔ اور کندھے پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی چادر اور سر پر عمامہ اور ہاتھ میں چھڑی ہوتی تھی۔ اور عمامہ بجائے تاج کے سمجھا جاتا تھا۔

پیشتر تو عرب کے بادشاہوں میں سواری کے وقت بہت ہی ہلکے ساز و سامان چاندی کے ہوتے تھے۔ کربند اور تلوار کا قبضہ اور لگام اور زین چاندی کی ہوتے تھے مگر معتز عباسی نے سونے کے ساز رکھے۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ گھوڑوں کے نعل تک چاندی سونے کے ہونے لگے۔ اور اس سے پہلے کپڑوں پر اپنے نام اور اپنے مارک اور علامات لکھواتے تھے۔ بلکہ اسی طرح پر کپڑا بنایا جاتا تھا جس میں یہ سب چیزیں آسکیں۔ وہ الفاظ سونے کے تار سے بنے جاتے تھے۔ (صنا)

باب السّین

سات سلام

وہ سات آیات جن میں سلام کا لفظ آیا ہے وہ یہ ہیں:-

(۱) سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ۝ (س۔ یٰس۔ ع۴) پروردگار مہربان اپنی طرف سے سلام کہہ بھیجیگا۔

(۲) سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ۝ (س۔ صفت ع۳) سارے جہان میں (ہر طرف سے یہی آواز ہے کہ) نوح پر سلام۔

(۳) سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى فِي الْعٰلَمِيْنَ ۝ (س۔ صفت ع۴) (سارے جہان میں یہی آواز آرہی ہے کہ) موسیٰ اور ہارون پر سلام۔

(۴) سَلٰمٌ عَلٰى اِلْ يَاسِيْنَ ۝ (س۔ صفت ع۴) سارے جہان میں یہی آواز آرہی ہے کہ ال یاسین (یعنی الیاس) پر سلام۔

(۵) سَلٰمٌ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ ۝ (س۔ صفت ع۲) (سارے جہان میں یہی آواز ہو رہی ہے کہ) ابراہیم پر سلام۔

(۶) وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (س۔ صفت ع۵) اور پیغمبروں پر (درود) سلام۔

(۷) سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ (س۔ قدر۔ ع۱) وہ (رات امن اور) سلامتی (کی رات) ہے (اور) وہ (یعنی اسکی خیر و برکت) طلوع فجر تک (رہتی) ہے۔

ان آیات کو کسی مشکل کام مثلاً مرض اور مصیبت وغیرہ میں پڑھا جاتا ہے جنکی برکت سے خداوند کریم اس مصیبت سے نجات دیتا ہے۔ بعض لوگ ان کو کاغذوں یا ٹھیکریوں پر لکھکر پلاتے ہیں۔

سارق کتب

کتابیں چرانے والا۔ اس شخص کا ہاتھ

Marfat.com

امام صاحب اور امام احمدؒ کے نزدیک نہیں کاٹا جائیگا۔ امام مالک اور شافعی فرماتے ہیں کہ قرآن شریف چرانیوالے کا ہاتھ کاٹنا ضروری ہے۔ (ترجمہ)

سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کا نام ہے جو آپ کے چچا کی بیٹی تھیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بابل سے ہجرت کی تھی تو اُسوقت سارہ آپ کے نکاح میں نہ تھیں۔ مگر آپ کے ساتھ ہی اُنہوں نے بھی ہجرت کی اور قصبہ حران میں پہنچکر حضرت ابراہیمؑ نے اُن سے نکاح کرلیا۔ بعض کا قول ہے کہ سارہ شاہ حران کی بیٹی تھیں۔ بہرحال حران میں سارہ حضرت ابراہیمؑ کی زوجیت میں آئیں۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے مصر کیطرف کوچ کیا۔ اسوقت کے مصر کے حاکم سنان بن علوان[1] نے سارہ کے حسن وجمال کی خبر سن پائی۔ سارہ کو بلایا۔ اور آپ کی عصمت دری کرنے لگا۔ مگر آپ کی بددعا سے اندھا ہوگیا۔ اور دونوں ہاتھ شل ہوگئے۔ تین دفعہ اس نے بلا ارادہ کیا اور اندھا ہوا۔ اور ہر دفعہ حضرت سارہ کی دعا سے اچھا ہوتا رہا۔ آخر اپنے گناہ سے تائب ہوکر حضرت سارہ کو ایک لونڈی[2] دی جسکا نام ہاجرہ تھا حضرت ابراہیم کو اولاد کی خواہش ہوئی مگر سارہ بانجھ تھیں۔ اسلئے ہاجرہ سے حضرت اسمٰعیل پیدا ہوئے جس سے سارہ کو بڑا رشک آیا۔ آخر اُنہوں نے خدا کی بارگاہ میں دعا کی جو قبول ہوئی۔ اور فرشتوں کے ذریعہ خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحٰق کے پیدا ہونے کی خبر دی۔ (کماج التواریخ) چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ تا اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ (س ہود ع ۷) اور (اس گفتگو کے وقت ابراہیمؑ کی بی بی (سارہ) بھی کھڑی ہوئی تھیں وہ (فرشتوں کے اطمینان کردینے سے) خوش ہوگئیں تو ہنسنے (ان ہی فرشتوں کے ذریعہ سے پہلے) اسحٰق (بیٹے) اور اسحٰق کے بعد یعقوب (پوتے کے پیدا ہونے کی) خوشخبری دی۔ وہ لگیں کہنے۔ ہائے میری کم بختی کیا (اس عمر میں) میرے اولاد ہوگی اور میں تو بڑھیا ہوں اور جو میرے شوہر ہیں (یہ بھی) بوڑھے (ہیں) ایسے میں ہمارے ہاں اولاد کا ہونا بےشک (بڑی) عجیب بات ہے۔ فرشتے بولے کیا تمکو خدا کی قدرت سے (یہ امر کچھ) عجب معلوم ہوتا ہے۔ اے اہل بیت (نبوت) تم پر خدا کی رحمت اور اسکی برکتیں (نازل ہوں) بےشک خدا سزاوار حمد (وثنا اور اپنے بندوں پر) بڑا (ہی کرم کرنے والا ہے

ساعۃ یہ لفظ قرآن شریف میں قیامت کے معنے میں آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝ (س۔ حج۔ ع ۱) قیامت کا زلزلہ ایک بڑی (سخت) مصیبت ہوگی۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً (س۔ انعام۔ ع ۴) جن لوگوں نے (قیامت کے دن) اللہ کے حضور میں حاضر ہونے کو جھوٹ جانا۔ بلاشبہ وہ لوگ (بڑے) گھاٹے میں رہے (انکا انکار) وہیں تک (ہے کہ قیامت نہیں آئی) جب ایکدم قیامت ان (کے سر) پر آموجود ہوگی تو چلا اُٹھیں گے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ (س۔ اعراف۔ ع ۲۳) (اے پیغمبر! لوگ) تمسے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ کہیں اسکا تھل بیڑا بھی ہے؟۔

---

[1] معارج النبوۃ میں اس کا نام صارون بن ہارون لکھا ہے۔ واللہ اعلم ۱۲۔ منہ۔

[2] جامع التواریخ اور تاریخ طبری میں ہاجرہ کو حاکم مصر کی لونڈی ظاہر کیا گیا ہے۔ مگر نفریح الاذکیا میں ہاجرہ کو حاکم مصر کی بیٹی لکھکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ الزام اُٹھادیا ہے کہ آپ لونڈی زادہ تھے۔ کتاب مذکور میں حاکم مصر کا نام بجائے سنان بن علوان کے مرقیون لکھا ہے ۱۲ منہ

Marfat.com

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (س ۔ نحل ۔ ع ۱۱) اور آسمان اور زمین کی مخفی باتیں اللہ ہی کو معلوم ہیں اور قیامت کا واقع ہونا تو بس ایسا ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا۔ بلکہ وہ (اس سے بھی) جلد تر ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ۝ (س ۔ حجر ۔ ع ۶) اور قیامت ضرور ضرور آنیوالی ہے۔ تو (اے پیغمبر کافروں کی شرارتوں سے) وضعداری کے ساتھ درگذر کرو۔

سالک (ل) راہ رو۔ (ص ۔ و) لیکن سائر الی اللہ کو کہتے ہیں جو مرید اور منتہی کے درمیان ہوتا ہے۔

سام حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا نام ہے جو جلیل القدر پیغمبر ہوئے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان میں اعلےٰ درجہ کی عقلمندی اور عالی حوصلگی دیکھکر انکو اپنا جانشین بنالیا۔ اسرار رسالت سے انکو آگاہ کیا۔ اور تمام اپنی اولاد کو انکی تابعداری کی وصیت کی۔ ربع مسکون کے درمیان کا حصہ انکے حوالہ کیا۔

آپ کے نو فرزند تھے جنکے نام یہ ہیں (۱) ارفخشد پیغمبروں کا سلسلہ اسی سے شروع ہوا۔ (۲) کیومرث تمام بادشاہ اسی کی اولاد سے ہوئے ہیں (۳) آدم ان کو اسود بھی کہتے ہیں (۴) یفن (۵) یورج (۶) لاو۔ (۷) عیلم (۸) نور (۹) شام۔ ان میں سے ہر ایک کو ملک کا ایک ایک حصہ دیدیا گیا۔ آپ کی اولاد کی زبانیں مختلف ہوگئیں چنانچہ ایک دوسرے کی زبان سمجھ نہ سکتے تھے۔ بابل۔ یمن۔ عمان۔ عراقین اور فارس میں آپ کی اولاد بکثرت تھی بعض مشرق اور بعض مغرب میں یافث اور حام کی اولاد سے مل گئی۔ آپ نے پانسو سال کی عمر میں وفات پائی (جا)

سام ابرص گرگٹ۔ چھپکلی۔ اسکا کھانا حرام ہے بسبب اسکی گندگی کے اور اسوجہ سے اسکے مار ڈالنے کا حکم ہے۔ اور اسکی بیع جائز نہیں۔ جیسے تمام ان جانوروں کی کہ جن میں منفعت نہیں ہے بیع جائز نہیں ہے۔ (حیوۃ)

سامریؒ قوم بنی اسرائیل یا قبیلہ سامرہ یا کرمان سے ایک شخص تھا۔ نام اسکا موسیٰ بن ظفر تھا۔ صنعت زرگری میں بڑا استاد تھا۔ اور قالب تراشی میں مانی و بہزاد۔ جس دن فرعون غرق ہوا ہے۔ حضرت جبرئیل ایک اسپ مادہ پر سوار ہوکر سمندر کے کنارے پھر رہے تھے۔ اور جس جگہ نقش سم پڑتا تھا وہ جگہ سبز ہو جاتی تھی۔ یہ شخص حضرت جبرئیل کو پہچانتا تھا اس نے قدرے خاک زیر سم لیکر تبرکاً اپنے پاس رکھ لی۔ اور یہ خیال تھا کہ بنی اسرائیل کو صورت پرستی مرغوب ہے کسی وقت یہ کام آوے گی۔ چنانچہ بعد حضرت موسیٰ کے کوہ طور پر تشریف لے جانے کے قوم بنی اسرائیل نے حضرت ہارون سے کہا کہ ہم لوگ قبطیوں سے زیور بعاریت لائے تھے۔ اب انہیں کیا کریں۔ حضرت ہارونؑ نے فرمایا کہ انکو جلا کر خاک میں دفن کرو سب لوگ مستعد ہوئے۔ سامری نے کہا اگر زیور مجھے ملے تو میں ایک طلسم عصائے موسیٰ سے اعلیٰ بناؤں جس سے تم لوگ موسیٰ کی برابری کرنے لگو۔ بنی اسرائیل اپنی بلا سے دم میں آگئے۔ سامری نے زیور کا ایک بچھڑا بنایا اور وہ خاک اسکے جوف میں بھر دی۔ اس میں حرکت پیدا ہوئی اور بولنے لگا۔ بعضوں کے نزدیک گوشت و پوست بھی پیدا ہوگیا۔ سامری اور اسکے تابع بولے کہ موسیٰ تلاش حق میں پھرتا ہے اور وہ یہاں موجود ہے شاید وہ بھول گیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا

Marfat.com

هٰذَا اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ (س۔ طٰہٰ ع)
یعنی یہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے۔ سو موسیٰ شاید بھول گیا ہے کہ دوسری جگہ تلاش کو گیا ہے۔ بنی اسرائیل ضعیف العقیدہ کہنے لگے سچ تو ہے۔ تیس دن وعدے کے گذر گئے اور موسیٰ نہیں پھرے۔ غالباً خدا نہیں ملا۔ اس بات سے آٹھ ہزار یا بارہ ہزار بنی اسرائیل گوسالہ پرست ہو گئے۔

معالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ سامری حضرت جبرئیل کو اسلئے پہچانتا تھا کہ جب سامری پیدا ہوا تو اسکی ماں نے فرعون کے خوف سے دریائے نیل کے کنارے ایک گڑھے میں ڈالدیا۔ تب حضرت جبرئیل علیہ السلام اسکی پرورش پر مقرر ہوئے۔ ہر روز اس کے پاس تشریف لاتے اور وہ دیکھتا تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے انکو بہتیرا سمجھایا مگر وہ باز نہ آئے۔ آخر جب حضرت موسیٰ واپس تشریف لائے تو سامری سے پوچھا کہ بتا اب تیرا کیا حال ہے۔ اس نے ساری حقیقت کہہ سنائی۔ آپ نے فرمایا چل دور ہو۔ زندگی میں تیری یہ سزا ہے کہ لوگوں سے کہتا پھریگا۔ مجھ سے نہ چھونا۔ کہتے ہیں کہ اگر اس سے کوئی چھو جاتا تو دونوں کو تپ چڑھ جاتی تھی۔ اسلئے لوگوں سے دور دور رہا کرتا تھا کہتے ہیں ابتک قبیلہ سامرہ میں یہ بات ہے کہ جب کسی غیر کا بدن کسی سے لگ جاتا ہے تو ساری قوم سامرہ کو تپ لاحق ہو جاتی ہے۔ (تفر)۔

قرآن مجید کی سورۃ طٰہٰ رکوع ۴ میں اس کا ذکر مذکور ہے۔

سائبہ سانڈ اونٹنی جسے زمانہ جاہلیت کے کافر منت کے طور پر چھوڑ دیتے تھے قرآن مجید میں اسکی ممانعت کر دیگئی چنانچہ ارشاد ہے مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ تا وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ (س۔ مائدہ۔ ع ۱۴)

(نہ تو) بحیرہ[1] اور نہ سائبہ[2] اور نہ وصیلہ اور نہ حام (ایمل سے) کوئی چیز خدا نے نہیں ٹھہرائی بلکہ کافر اللہ پر جھوٹ (جھوٹا) بہتان باندھتے ہیں اور ان (میں) کے اکثر عقل نہیں کرتے۔

سائل دریوزہ گر۔ بھیک مانگنے والا۔ مظاہر حق میں لکھا ہے کہ جس شخص کے پاس ایک دن کا کھانا اور ستر ڈھکنے کے لئے کپڑا ہو اُسے سوال کرنا ناجائز ہے۔ اور اگر ایک دن کا کھانا اور ستر ڈھکنے کے لئے کپڑا اسکے پاس نہ ہو تو اتنا مانگے کہ اسکی حاجت پوری ہو جائے اگر مسکین کے پاس ایک دن کی قوت نہ ہو۔ اور اُسے کمانے پر بھی قدرت نہ ہو تو اسے سوال کرنا جائز ہے۔

نووی شرح مسلم میں لکھا ہے کہ علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ بغیر ضرورت کے سوال کرنا منع ہے۔ اور جو کمانے پر قادر ہو۔ اور اسکے پاس کچھ نہ ہو اسکے سوال کرنے میں اختلاف ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ حرام ہے۔ اور بعض مکروہ کہتے ہیں۔ مگر تین شرطوں کے ساتھ ایک یہ کہ اپنے نفس کو ذلیل نہ کرے۔ دوم سوال میں اصرار نہ کرے۔ سوم جس سے مانگے اُسے ایذا نہ دے۔ اگر ان شرطوں میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو ایسے شخص کا سوال کرنا بالاتفاق ناجائز ہے۔

---

[1] بحیرہ کن پھٹی اونٹنی وہ ایک طرح کی سانڈ ہوتی تھی جو بتوں کے نام پر کان پھاڑ کر چھوڑ دی جاتی تھی اور پھر اُسکو کوئی دوہ نہیں سکتا تھا۔ [2] سائبہ یہی معمولی سانڈ جس سے کوئی کام نہ لیا جائے۔ وصیلہ وہ اونٹنی جس سے پہلونٹی کے اوپر تلے کے دو بچے مادہ ہوں۔ اسکو متبرک سمجھکر چھوڑ دیا کرتے تھے۔ حام شتر نر جسکی نسل سے کئی بچے ہو گئے آخر عمر میں اس کو خدمت سے معاف کر دیا۔ یہ اور اسی طرح کی اور چند وہمی رسمیں تھیں جن کو اہل عرب نے جزو مذہب قرار دے رکھا تھا۔ ہمارے ملک میں بھی ہندو لوگ گائے بیل کو سانڈ بنا دیتے ہیں۔ اور جاہل مسلمانوں میں بھی اس قسم کی رسمیں ہوں تو معلوم نہیں۔ غرض خدا نے ایسی لغو اور نامعقول باتوں کی مناہی کر دی ہے۔

Marfat.com

(۱) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص لوگوں سے ان کے مال بہتات کے لئے مانگے وہ آگ کی چنگاری مانگتا ہے۔ اب اسے اختیار ہے تھوڑا مانگے یا بہت (مس)

(۲) عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی ہمیشہ لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے۔ یہانتک کہ قیامت کے دن اس حالت میں آئیگا کہ اس کے منہ کے اوپر گوشت کی بوٹی نہ ہوگی۔ (صح)۔

(۳) زبیر بن عوام سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تم میں کا ایک رسی لے اور اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لا کر بیچے جس سے خدا اسکی آبرو رکھے۔ تو یہ اسکے لئے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگے اور وہ اسے دیں یا نہ دیں (بخ)

سائل کو دیکر احسان نہ رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى تا وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۳۶) مسلمانو! اپنی خیرات کو احسان جتانے اور (سائل کو) ایذا دینے سے اس شخص کی طرح اکارت مت کرو۔ جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روز آخرت کا یقین نہیں رکھتا تو اسکی (خیرات کی) مثال چٹان کی سی ہے کہ اسپر کچھ (تھوڑی سی) مٹی (پڑی) ہے پھر اسپر زور سے مینہ برسا اور اسکو سپاٹ کر (کے بہا) گیا (اسیطرح قیامت میں) ریاکاروں کو اس (خیرات) میں سے جو انہوں نے کی تھی کچھ بھی ہاتھ نہیں لگیگا اور اللہ ایسے لوگوں کو جو (نعمت کی) ناشکری کرتے ہیں۔ ہدایت نہیں دیا کرتا۔

اگر سائل اصرار کرے تو اسے نرمی سے جواب دینا چاہیئے۔

چنانچہ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ انصار کے چند آدمی جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مانگنے آئے۔ آپ نے انکو دیدیا۔ پھر مانگا پھر دیدیا۔ یہانتک کہ جتنا کچھ بھی آپ کے پاس تھا سب خرچ ہوگیا تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جتنا مال بھی میرے پاس ہو میں ہرگز تمسے دریغ کرنیوالا نہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ جو شخص مانگنے سے بچا رہیگا خدا اُسے محتاجی سے بچائے رکھیگا اور جو طبیعت کو مجبور کرکے صبر کریگا خدا اسے صبر کی توفیق دیگا۔ اور کوئی شخص صبر سے بہتر اور فراخ تر چیز نہیں دیا گیا۔ یعنے صبر سب عطیوں اور بخششوں سے بہتر اور افضل ہے (صح)

سائل کو خالی نہ جانے دینا چاہیئے چنانچہ ام بجیہ (صحابیہ انصاریہ) کہتی ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مانگنے والے کو خالی ہاتھ نہ پھیرو۔ گو ایک سوختہ کھر ہی کیوں نہ ہو۔ (ابو۔ ن)

(۲) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تمہاری پناہ میں آنا چاہے اسے پناہ دو۔ اور جو خدا کا واسطہ دے کر مانگے اسے دو اور جو تمہاری دعوت کرے اسکی دعوت قبول کرو۔ (ابو)

سائل کو جھڑکنا منع ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ (س۔ ضحے ع ۱) تو یتیم پر کسی طرح کا ظلم نہ کرنا اور نہ سائل کو جھڑکنا۔

سائل کے حقوق

دیکھو (سائل)

سباء

سبا یمن کے بادشاہ یشجب کا دوسرا نام ہے اکثر مورخین کا خیال ہے کہ سبا یشجب کا

Marfat.com

بیٹا تھا۔ اسی کے نام سے اسکی اولاد نامزد ہوگی اور پھر یہ تمام خاندان سبا کے نام سے مشہور ہوگیا۔ لوگ مختلف مقامات میں بستے تھے۔ ان کی بستیوں کو اب مآرب کہتے ہیں۔ یہ بستیاں شہر صنعاء سے تین دن کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے کسی نے پوچھا کہ سبا، ملک ہے یا کسی عورت کا نام ہے۔ آپ نے فرمایا نہ ملک ہے نہ عورت۔ وہ ایک مرد کا نام ہے۔ جسکے دس بیٹے تھے۔ چھ ملک یمن میں رہے اور چار شام میں یمن میں رہنے والوں کے نام یہ ہیں۔ ازد۔ اشعر۔ حمیر۔ کندہ۔ مذحج۔ انمار۔ اور شام میں رہنے والوں کے نام یہ ہیں۔ لخم۔ جذام۔ غسان۔ عاملہ۔ ہر ایک کی اولاد اسی کے نام سے مشہور ہے۔ اور انکے قبیلوں کے نام بھی یہی پڑ گئے ہیں۔ حمیر کے خاندان میں ملک یمن کی سلطنت رہی۔ الماطاط کا بیٹا شداد یہی اس ملک کا بادشاہ ہوا۔ اسکے بعد اسکا بھائی لقمان بن عاد بادشاہ ہوا۔ پھر اسکا دوسرا بھائی ذوسدد نامی تخت نشین ہوا۔ پھر اسکا بیٹا حارث جو تبع اول کے نام سے مشہور تھا۔ اسکے بعد اسکا بیٹا صعب (اسکو ذوالقرنین بھی کہتے ہیں)۔ پھر اسکا بیٹا ذوالمنار ابرہہ پھر اس کا بیٹا افریقش پھر اسکا بھائی ذوالاغار پھر اسکا بھائی شرحبیل پھر اسکا بیٹا الہداد بادشاہ ہوا۔ اسکے بعد اسکی بیٹی بلقیس بادشاہ ہوئی۔ دیکھو (سلیمان)۔

سبا کی اولاد میں سے جو یہ چھ بادشاہ گذرے ہیں۔ ان میں بعض خدا پرست اور نیک بھی تھے۔ مثلاً تبع اور ذوالقرنین۔ بعض بت پرست تھے۔ بعض کی سلطنت عرب سے تجاوز کرکے مصر، شام، ایران اور سندھ تک پھیل گئی تھی۔ ان بادشاہوں کی یادگاریں عمدان کی عمارتیں ابتک موجود ہیں۔ ان میں سے وہ بند بھی ان کی یادگار ہے جسے بقول بعض بلقیس نے برسات کا پانی روکنے کے لئے تیار کرایا تھا۔

تمام نالوں کا پانی اس بند میں جمع ہو جاتا تھا۔ اس میں سے چھوٹی چھوٹی نالیاں نکالیں جن سے کھیتوں اور باغوں کو پانی دیا جاتا تھا۔ رستوں کی دونوں طرفوں میں باغ تھے اور آس پاس بہت سی بستیاں آباد تھیں۔ یہ آبادی اور شادابی دور دور تک تھی۔ جسکی وجہ سے مسافر بڑے آرام سے کئی کئی کوس طے کر جاتے تھے۔ اس نعمت کو لوگوں نے معمولی بات سمجھنا شروع کیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا تعالےٰ کے حکم سے بند کا پانی ٹوٹ کر تمام بستیوں اور آبادیوں کو بہا کر لے گیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ تا وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ۞ (س۔ سبا۔ ع ۲) سبا (کے لوگوں) کے لئے ان کے (اپنے ہی) گھروں میں (قدرت خدا کی) البتہ ایک (بڑی) نشانی (موجود) تھی۔ (سرزمین کیا تھی کہ بیچوں بیچ گذر جانے والے کے لئے) داہنے ہاتھ اور بائیں ہاتھ دو باغ تھے۔ ہمنے ان لوگوں کو حکم دیا کہ) اپنے پروردگار کی (دی ہوئی) روزی کھاؤ اور اسکا شکر کرو۔ (دنیا میں رہنے کو ایسا) عمدہ شہر اور (آخرت میں گناہ) بخشنے والا پروردگار۔ اسپر (بھی) انہوں نے (ہمارے حکم کی) کچھ پرواہ نہ کی تو ہم نے (بھی بند توڑ کر) انپر بڑے زور کا سیلاب بھیجدیا۔ (اور اس نے تمام علاقے کا ناس ماردیا اور سیلاب کے آگے پیچھے) ہمنے انکے دو باغوں کے بدلے میں دو باغ (تو) دیئے (مگر) ایسے کہ ان کے پھل بدمزہ تھے اور ان میں (کچھ) جھاؤ تھا اور قدر قلیل بیری۔ یہ ہمنے انکو انکی ناشکری کا بدلہ دیا۔ اور ہم ناشکروں ہی کو (ایسے) برے بدلے دیا کرتے ہیں۔ اور ہمنے اہل سبا (کی بستیوں) اور (ملک شام کے) ان دیہات کے درمیان جن (کی پیداوار) میں ہمنے برکت دے رکھی تھی (اور بہت سے) گاؤں (آباد) کر رکھے تھے جو (پاس پاس) دکھائی دیتے تھے۔ اور ان (گاؤں) میں (مسافروں کے) چلنے کی ایک حد باندھ دی تھی۔

Marfat.com

کر بے کھٹکے ان میں راتوں اور دنوں چلو۔ (پھر) تو وہ لگے کہنے۔ اے ہمارے پروردگار (ایسے پاس پاس کے دیہات میں چلنے سے سفر کا مزہ نہیں آتا تو) ہماری منزلوں کو دور دور کر دے۔ غرض ان لوگوں نے (نعمت کی ناقدری کرکے) اپنے اوپر آپ ظلم کیا پھر (تو) ہم نے (بھی ان کو ایسا ملیا میٹ کیا) کہ ان کے افسانے بنا دیئے اور ہم نے ان کی (دھجیاں بکھیر دیں) جتنے (بندے) صبر (و شکر کرنیوالے ہیں ان کے لئے (سبا کے) اسی (واقعہ) میں (بڑی بڑی عبرتیں ہیں) اور شیطان نے (جو) ان (لوگوں) کے بارے میں اپنی رائے (لگائی تھی کہ یہ میرا ساتھ دینگے) حقیقت میں (اس نے وہ اپنی رائے) سچ کر دکھائی کہ یہ لوگ اسی کے پیچھے ہو لئے مگر ایمان والوں کا ایک گروہ (کہ وہ اسکے بہکانے میں نہ آیا) اور شیطان کا ان پر کچھ زور تو تھا ہی نہیں مگر (ہم نے اسکا ایک حیلہ بنا دیا تھا اور) مقصود اصلی یہ تھا کہ جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں ہم ان کو ان لوگوں سے (الگ) معلوم کر لیں جو اسکی طرف سے شک میں ہیں۔ اور (اے پیغمبر!) تمہارا پروردگار ہر ایک چیز کا نگران (حال) ہے۔

سبا قرآن مجید کی چونتیسویں سورت کا نام ہے جو اس طرح شروع ہوتی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ تمام تعریف اسی اللہ ہی کو (سزاوار) ہے کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (سب) اسی کا ہے۔ یہ سورۃ مکی ہے جس میں ۶ رکوع اور ۵۴ آیتیں ہیں۔

سبت ہفتہ کا دن۔ جس طرح مسلمانوں میں جمعہ کا اور عیسائیوں میں اتوار کا دن متبرک اور عبادت کے لئے خاص ہے یہود کے لئے ہفتے کا دن مقرر تھا۔ اور منجملہ دوسری باتوں کے یہ بھی حکم تھا کہ ہفتے کے دن شکار نہ کرنا۔ یہ لوگ تو ہمیشہ کے لئے شہر پر تھے۔ کیا چالاکی کرتے کہ دریا کے کنارے گڑھے کھود رکھتے تھے۔ جمعہ کے دن دریا کا پانی گڑھوں میں بھر لیتے اور پانی کے ساتھ مچھلیاں بھی آجاتیں۔ اگلے دن گڑھوں میں سے مچھلیاں نکال لیتے اور تاویل کرتے کہ یہ جمعہ کا کیا ہوا شکار ہے۔ انکو خدا نے سزا دی کہ صورتیں مسخ کرکے بندر بنا دئیے اور ان پر پھٹکار برسنے لگی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِی السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِیْنَ ۝ (س بقر ع۸) اور البتہ اُن لوگوں (کے انجام) تو تم جان ہی چکے ہو۔ جنہوں نے تم میں سے ہفتے کے دن (کا ادب اٹھا دینے) میں زیادتی کی تو ہم نے ان سے کہا بندر، بنجاؤ (کہ جہاں جاؤ) دھتکارے جاؤ۔

نیز ارشاد ہے وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ یَعْدُوْنَ فِی السَّبْتِ تا نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ۝

(س۔ اعراف ع ۲۱) اور (اے پیغمبر!) بنی اسرائیل (کو یاد دلانے کے لئے ان) سے (ذرا) اس گاؤں کا حال تو دریافت کرو جو دریا کنارے واقع تھا جب (ان کے بڑے) لگے سبت میں زیادتیاں کرنے کہ جب ان کے سبت کا دن ہوتا تو مچھلیاں سینہ سپر ان کے سامنے آ جمع ہوتیں اور جب ان کے سبت کا دن نہ ہوتا تو مچھلیاں ان کے پاس بھی آکر نہ پھٹکتیں۔ چونکہ یہ لوگ نافرمان تھے ہم بھی اسی طرح ان کو مبتلائے آزمائش رکھتے۔

ان آیتوں کے علاوہ سبت کا ذکر قرآن مجید میں اور جگہ بھی آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

۱؎ انہوں نے جو گڑھے کھود رکھے ہوتے تھے ان میں ہفتے کو مچھلیاں اسلئے جمع ہو جاتیں کہ ان کو معلوم تھا کہ ہفتے کو ہمیں شکار نہیں کرینگے۔ (مدارک)۔

Marfat.com

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا ... تا كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا (س نساء ع)

اے اہل کتاب (قرآن) جو ہم نے نازل فرمایا ہے اور وہ اس (کتاب) کی جو تمہارے پاس ہے تصدیق بھی کرتا ہے اسپر ایمان لے آؤ (مگر) اس سے پہلے کہ (لوگوں کے) منھ بگاڑ کر ہم اسے اُن کی گدّیوں میں لگا دیں۔ یا جسطرح ہمنے اصحاب سبت کو پھٹکار دیا تھا اسی طرح انکو بھی پھٹکار دیں اور جو خدا کو منظور ہے وہ تو ہو کر رہیگا۔

سبحان اللہ سبحان اللہ مصدر ہے اور معنے اسکے ہیں خدا کو برائیوں سے پاک سمجھنا۔ اور سبحان اللہ کے معنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو پاکی کے ساتھ یاد کرنا۔ اکثر استعمال اس کلمہ کا مقام استعجاب میں ہوتا ہے۔ (غ)

سبحہ فارسی میں تسبیح کو کہتے ہیں حالانکہ وہ آلۂ تسبیح ہے۔ تسبیحیں مختلف ہوتی ہیں۔ بعض سَو دانوں والی۔ بعض پانچسو اور بعض کے ہزار ایک والے ہوتے ہیں۔ تسبیحوں کی وضع وظائف کے شمار کیلئے قرار پائی ہے جو شرعاً جائز ہے۔

شیخ عبدالحق شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ قرون اولیٰ میں مسلمان لوگ کنکروں اور انگلیوں پر وظائف پڑھتے تھے۔ اسلئے وہابی لوگ اسکو بدعت کہتے ہیں۔

سبعۂ احرف (ل) سات حرف۔ کہتے ہیں کہ قرآن مجید سات حرفوں پر نازل ہوا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ كُلُّهَا شَافٍ كَافٍ۔ یعنی قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ ہر ایک کافی شافی ہے اس حدیث کی صحت میں کسیکو اختلاف نہیں مگر حرف کے معنے میں علماء کا بہت کچھ اختلاف ہے کسی نے کچھ کہا ہے اور کسی نے کچھ۔ چنانچہ تفسیر اتقان میں چالیس قول نقل کئے ہیں۔ مگر جہانتک علماء محققین کے اقوال اور احادیث صحیحہ میں نظر کیجاتی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سات حروف سے قبائل عرب یا خاص قبائل قریش کے وہ مختلف محاورات مراد ہیں کہ جن سے مطلب میں کچھ تغیر نہ آئے۔ اور ہر ایک کو ادا کرنے میں آسانی ہوجائے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی استدعا کے موافق اس امر کی خدا نے اجازت دی تھی۔ مگر آنحضرت لوگوں کو قرآن اُسی طرز پر یاد کراتے اور کاتبوں سے اُس طریق پر لکھواتے تھے جو خاص آپ کی زبان تھی۔ وہ سات زبانیں ان قبیلوں کی تھیں۔ قریش۔ طی۔ ہوازن۔ یمن۔ ثقیف ہذیل۔ تمیم۔

جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے اور قرآن جمع کیا گیا تو خاص اسی طرز پر جمع کیا۔ اور باقی وجوہ کہ جنکی ایک عارضی طور سے اجازت تھی رفع اختلاف کے لئے کتابت میں نہ آئیں۔ (تق)۔

سبع مثانی سورۂ فاتحہ کا نام ہے۔ اسلئے کہ اسکی سات آیتیں ہیں۔ یا اسلئے کہ وہ نماز میں دوبارہ پڑھی جاتی ہے۔ یا اسلئے کہ وہ دو دفعہ نازل ہوئی ہے۔ ایک دفعہ مکہ میں اور ایک دفعہ مدینہ میں (ک)

سبع معلقات عرب کی قوم فصاحت کی بھی پرستش کیا کرتے تھے۔ چنانچہ سبع معلقات کو (سات مشہور قصیدے ہیں جو عرب کے قصیدوں میں نہایت فصیح وبلیغ قصیدے شمار ہوتے ہیں اور وہ اٹھل ورس ہیں) سجدہ کیا کرتے تھے۔ اور ان قصائد کو سموط اور سبع طول کہتے تھے۔ ان قصائد کو حماد راویہ نے جمع کیا تھا۔ اور علماء اسلام نے انکی کمال فصاحت وبلاغت اور محاسن شعریہ کی وجہ سے بہت سی شرحیں لکھی ہیں۔ اور ان قصیدوں کو شاعری کا پہلا طبقہ سمجھتے تھے۔

تذکرۃ الحکم فی طبقات الامم میں لکھا ہے کہ عرب ان قصائد معلقات کو اسلام سے قبل ڈیڑھ سو برس تک

Marfat.com

سجدہ کرتے رہے۔ مگر جب اسلام کا ظہور ہوا۔ اور قرآن اُترا تو اسکی فصاحت و بلاغت نے ان معلقات کی قدر علماء کی نظروں میں بالکل گھٹا دی۔

انکو معلقات اسلئے کہا گیا ہے کہ زمانہ جاہلیت سے پہلے یہ سات قصیدے کعبہ کی چھت سے لٹکائے گئے تھے کہ کوئی شخص انکی مثل بنا کر دکھلائے۔ جس وقت نبوت کا آفتاب جلوہ گر ہوا۔ اللہ قرآن کا نزول ہوا تو سبعہ معلقہ (ساتوں قصیدوں) کی سیخی کرکری ہوگئی اور نیچے اُتار دیئے گئے۔

ان قصائد میں بالعموم شاعروں نے واقعات جنگ کا بیان کیا ہے۔ اور ایک قصیدہ امرالقیس کا ہے جسکو (ملک ضلیل) پھکڑ بادشاہ کہتے ہیں۔ اس میں عشقیہ مضمون کو بڑے فحش پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ صرف زبان دانی کے لئے یہ کتاب داخل درس ہو گئی ہے۔ اسلئے اسکے مضامین سے اغماض کیا جا کر داخل درس ہو گئی ہے۔ اورینٹل کالج لاہور میں مولوی عالم کلاس میں یہ کتاب پڑھائی جاتی ہے۔

سبعیہ شیعوں کا ایک فرقہ ہے جسکا خیال ہے کہ شریعت کے احکام بتلانے والے صرف سات ہی اشخاص ہیں۔ حضرت آدمؑ حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت عیسٰیؑ۔ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ محمد مہدیؑ۔ کے انکا یہ بھی عقیدہ ہے۔ ان ساتوں میں ہر دو کے درمیان سات امام ہوتے چلے آئے ہیں۔ جنکا اتباع لوگوں پر واجب ہوتا ہے۔

سبیعی عمر بن عبداللہ ہمدانی کو کہتے ہیں جو علمائے حدیث میں سے تھے بڑے ثقہ اور عبادت گذار تھے۔ ۱۲۹ھ میں فوت ہوئے (کن)

سبیل اللہ (ل) خدا کی راہ (ص۔ ش) میں خیرات کے لئے عموماً اور جہاد کے لئے خصوصاً مستعمل ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں دونوں معنوں کے لئے آیا ہے۔ جہاد کے لئے اس آیت میں ہے وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ؕ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۱۹) اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انکو مرا ہوا نہ کہنا (وہ مرے نہیں) بلکہ زندہ ہیں مگر (انکی زندگی کی حقیقت) تم نہیں سمجھتے۔

خیرات کے لئے مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تا وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۳۶) جو لوگ اپنے مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ان کی (خیرات کی) مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں پیدا ہوئیں۔ ہر بال میں سو دانے۔ اور اللہ برکت دیتا ہے جسکو چاہتا ہے اور اللہ (بڑی گنجائش والا اور ہر ایک چیز کے حال سے) واقف ہے۔

نیز ارشاد ہے الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تا وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (س۔ بقرہ۔ ع ۳۶) جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کئے پیچھے (کسی طرح کا) احسان نہیں جتاتے اور نہ (لینے والے کو کسی طرح کی) ایذا دیتے ہیں۔ انکو ان (کے دئیے) کا ثواب انکے پروردگار کے ہاں ملیگا اور (آخرت میں) نہ تو ان پر (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح پر) آزردہ خاطر ہوں گے۔

سبئیہ ایک فرقہ ہے جو عبداللہ بن سبا کیطرف منسوب ہے جس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خدا کہا تھا۔ اور حضرت علی نے اسے مدائن کیطرف جلاوطن کر دیا تھا۔ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت علی نہ فوت ہوئے ہیں نہ شہید ہوئے ہیں۔ بلکہ ابن ملجم نے شیطان کو قتل کیا جو حضرت علی کی شکل میں تھا۔ اسکا یہ بھی خیال تھا کہ حضرت علی بادل میں ہیں اور اسکی گرج آپ کی آواز اور چمک آپ کا کوڑا ہے اور آپ دوبارہ زمین پر اتریں گے اس فرقہ کے لوگ جب بادل کی کڑک کی آواز سنتے ہیں

Marfat.com

تو کہتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْن ۔ (تع)

سبئیہ مذہب کی بنا حضرت علی رضہ کے بارہ میں غلو اور اصحاب ثلاثہ کی بدگوئی اُسی نے قائم کی ہے جس پر بعد میں اور بھی حاشیئے چڑھاتے گئے۔

ستر (ل) پوشیدہ کرنا چھپانا۔ (ص ش) میں اس سے مراد شرمگاہ کا چھپنا ہوتا ہے۔

ستر عورت کی احادیث میں سخت تاکید آئی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ بے لنگی باندھے حمام میں نہ جائے۔ کتب فقہ میں بدن چھپانے کے جو مسائل لکھے ہیں انکا خلاصہ یہ ہے۔

مرد کو ناف سے زانو تک بدن ڈھانکنا فرض ہے باقی بدن مردوں سے اور اپنی بیوی کے سوا دوسری عورتوں سے ڈھانکنا ضرور نہیں گو بلا ضرورت بدن دکھانا خلاف اولی ہے۔ عورت کو عورت کے روبرو بھی ناف سے نیچے زانو تک بدن کھولنا جائز نہیں۔ عورت کو اپنے محرم شرعی کے سامنے ناف سے زانو تک اور کمر اور شکم کھولنا حرام ہے۔ باقی سر چہرہ بازو اور پنڈلی کا کھولنا گناہ نہیں۔ گو بعض اعضا کا بلا ضرورت ظاہر ہونے دینا مناسب بھی نہیں۔ اور محرم شرعی وہ ہے جس سے عمر بھر کسیطرح نکاح صحیح ہونے کا احتمال نہ ہو۔ اور جس سے عمر میں کبھی نہ کبھی نکاح صحیح ہونے کا احتمال ہو وہ شرعاً محرم نہیں بلکہ نامحرم ہے۔ اور جو حکم شریعت میں محض اجنبی اور غیر آدمی کا ہے وہی انکا ہے گو کسی قسم کا رشتہ و قرابت رکھتا ہو۔ جیسے چچا یا پھوپھی کا بیٹا۔ یا ماموں یا خالہ کا بیٹا۔ دیور یا بہنوئی۔ یا نندوئی وغیرہم۔ یہ سب نامحرم ہیں۔ ان سے وہی پرہیز لازم ہے جو نامحرم سے ہوتا ہے۔

سترہ سترہ سے مراد وہ چیز ہے جو نمازی کے آگے کھڑی کیجائے۔ جیسے دیوار ستون یا لکڑی وغیرہ۔ تاکہ سجدہ کی جگہ بسبب اسکے متمیز ہو۔ اور اسکے آگے سے گذرنیوالا گنہگار نہ ہو۔

طول سترہ کا ایک ہاتھ سے کم اور موٹائی ایک انگلی سے کم نہ ہونی چاہئے۔ امام کا سترہ مقتدیوں کو بھی کفایت کرتا ہے۔ یعنی اگر امام کے آگے سترہ ہو تو مقتدیوں کے آگے سے گذرنا جائز ہے اگرچہ انکے آگے کوئی چیز حائل نہ ہو۔

سترہ کے ورے سے گذرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر پہلی صف میں جگہ خالی ہو تو جائز ہے کہ دوسری صف کے آگے سے گذر کر آگے چلا جائے۔ کیونکہ یہ دوسری صف والوں کا قصور ہے کہ آگے نہ بڑھے ہے (مطا)

ستوقہ وہ درہم جس میں کھوٹ غالب ہو (تع)

سجاح ایک عورت کا نام ہے جس نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نبوت کا دعوے کیا تھا۔ اور اسکے بہت سے پیرو ہو گئے تھے۔ اور جب اس سے لڑائی کی گئی تو یہ اور اسکے تمام پیرو مسلمان ہو گئے تھے۔ (کن)

اس عورت نے اپنی نبوت ثابت کرنے کے لئے یہ عجیب تاویل گھڑی تھی کہ حضرت نے جو فرمایا ہے۔ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اس نبی مرد کی نفی ثابت ہوتی ہے۔ لیکن آپ نے نبیہ عورت کی نسبت کوئی حکم نہیں دیا اسلئے چونکہ میں پیغمبر نہیں پیغمبرنی ہوں لہذا میرے لئے دعوے نبوت جائز ہے۔

اسکا اور مسیلمہ کذاب کا ایک ہی زمانہ تھا اور دونوں میں ایک مباحثہ قرار پایا تھا۔ جب یہ دونوں مل بیٹھے تو انہوں نے باہم سلوک کر لیا اور مسیلمہ نے سجاح سے نکاح کر لیا۔ واہ کیا خوب ہے

قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو
خوب گذریگی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

Marfat.com

سجّادہ سین کی زبر سے۔ مصلّٰی جس پر کہ نماز پڑھی جاتی ہے۔ بعض نے سین کی پیش سے بھی لکھا ہے (رغ)

آجکل کی اصطلاح میں صاحب سجادہ اُن لوگوں پر بولا جاتا ہے جو کسی بزرگ ولی کے جانشین ہوں۔ چونکہ وہ بھی ہر وقت مصلّے پر خدا کی یاد و عبادت میں مشغول رہتے ہیں اسلیئے اُنکو سجادہ نشین یا صاحب سجادہ کہا جاتا ہے۔

سجاوندی سراج الدین محمد سجاوندی۔ فرائض کی مشہور و معروف کتاب سراجی آپ ہی کی تصنیف ہے۔ آپ ساتویں صدی کے علما میں سے تھے۔ (کن)

سجدہ (ل) جُھکنا۔ (ص ش) میں ماتھے اور ناک کا زمین پر رکھنا (ک)

سجدہ نماز کے فرائض داخلیہ میں سے ہے۔ سجدہ میں کم سے کم تین تسبیحیں پڑھنا۔ سجدہ میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے۔ پھر دونوں ہاتھ دونوں کانوں کے مقابل زمین پر اسطرح رکھنا کہ مُنہ ان دونوں کے درمیان رہے۔ اور سجدہ میں ناک اور پیشانی بھی زمین پر ٹکی رہے اور دونوں ہاتھ پہلوؤں سے اور دونوں بازو پیٹ سے اور پیٹ رانوں سے علیحدہ رہے اور پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلے کیطرف رہے۔ یہ سب باتیں مسنون ہیں (کتب فقہ)

تمام اسلامی کتابوں میں لکھا ہے کہ خدا کے سوا کسی ولی۔ پیر۔ صوفی یا عالم کے آگے سجدہ کرنا حرام ہے بلکہ فقہا نے یہاں تک لکھدیا ہے کہ اگر خدا کے سوا کسی اور کے آگے عبادت کی نیت سے سجدہ کیا جائے تو سجدہ کرنیوالا کافر ہو جاتا ہے۔ اور اگر تعظیم کی غرض سے سجدہ کیا جائے تو کافر تو نہیں مگر فاسق ہوتا ہے۔

دیکھئے ابو داؤد میں حدیث آئی ہے کہ سعد کے بیٹے قیس سے روایت ہے کہ میں حیرہ میں (جو کوفے کے نزدیک ایک شہر ہے) گیا۔ وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ کئے جانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ چنانچہ میں رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو عرض کیا کہ میں حیرہ میں گیا تو وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں۔ تو آپ اسبات کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھلا تو اگر میری قبر پر گزرے تو کیا اسے بھی سجدہ کرے۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا تو ایسا مت کرو۔ اگر میں کسیکو کسیکے لیئے سجدہ کرنیکا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں کیونکہ خدا نے خاوندوں کا انپر حق رکھا گیا ہے۔

قرآن مجید کی اکتالیسویں سورت کا نام بھی سجدہ ہے جو اسطرح شروع ہوتی ہے۔ حٰمٓ ۚ تَنزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ۔ حم۔ (یہ فرمان خدائے) رحمٰن (و) رحیم (کے حضور) سے صادر ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ فرشتوں نے جو سجدہ آدم کے لیئے کیا تھا۔ وہ آدم کے لیئے نہیں بلکہ خدا کے حکم کی تعمیل تھی جو خدا نے اپنی قدرت کے ظہور ایک نئی پیدائش خلیفہ (آدم) کے پیدا ہونے پر انکو حکم دیا تھا۔

ایسا ہی براوران یوسف نے جو سجدہ کیا تھا وہ نہ یوسف کے آگے بلکہ خدا کے آگے اس امر کے شکریہ میں کیا تھا کہ یوسفؑ نے انکی بھاری خطا کو معاف کر دیا تھا غرض کسی قسم کا سجدہ کسی شخص غیر اللہ کے آگے کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں کسی عالم یا ولی اللہ کے ہاتھ یا پاؤں چومنا یا ماں باپ کی قبر کو بوسہ دینا شرعاً جائز ہے جو احادیث سے ثابت ہے۔

سجدۂ تلاوت تلاوت کا سجدہ۔ قرآن مجید میں چودہ آیتیں ایسی ہیں کہ جنکے پڑھنے یا

سننے سے ایک سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ خواہ ارادہ سے ہو یا بلا ارادہ۔ اس سجدہ کو سجدۂ تلاوت کہتے ہیں۔ یہ اسطرح ہے کہ اَللّٰہُ اَکْبَر کہکر سجدے میں چلے جائیں اور کم سے کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہکر تکبیر کے ساتھ سر اٹھائیں تشہد۔ درود اور دعا کی ضرورت نہیں۔ باقی شرائط اور مسائل وہی ہیں جو نماز کے ہیں۔

آیات سجدہ، ان سورتوں میں آئی ہیں: (۱) سورۂ اعراف (۲) سورۂ رعد (۳) سورۂ نحل (۴) سورۂ بنی اسرائیل (۵) سورۂ مریم (۶) سورۂ حج (۷) سورۂ فرقان (۸) سورۂ نمل (۹) سورۂ الم سجدہ (۱۰) سورۂ ص (۱۱) سورۂ حم سجدہ۔ (۱۲) سورۂ والنجم (۱۳) سورۂ انشقت (۱۴) سورۂ اقراء۔

بہتر یہ ہے کہ یہ سجدہ فوراً ادا کیا جائے۔ اگر طہارت سے نہ ہوں۔ تو خیر پھر سہی۔ اگر ایسے بہت سجدے ذمے ہوں تو کبھی نہ کبھی سب کو ادا کرنا چاہیئے۔

نماز کی قرات میں سجدہ کی آیت پڑھی جائے تو اسی وقت سجدہ کر کے پھر قیام میں آکر باقی قرارت پوری کرنی چاہیئے۔ نماز میں سجدہ نہ کیا تو پھر اسکے ادا ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ توبہ استغفار لازم ہے۔ نماز میں کسی دوسرے سے آیت سنے تو نماز سے فارغ ہو کر سجدہ کرلے سجدہ کی کئی آیتیں یا ایک ایک آیت کئی جگہوں میں یا کچھ دیر کے فاصلے سے کئی بار پڑھی گئیں تو اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے ورنہ ایک سجدہ۔ (کتب فقہ)

سجدۂ سہو

بھول کا سجدہ۔ اگر واجب میں سے ایک یا کئی واجب رہ جائیں یا کوئی واجب آگے پیچھے ہو جائے۔ یا کوئی فرض زیادہ ہو جائے یا نماز میں سوچتے سوچتے اتنی دیر لگ جائے کہ تین بار تسبیح پڑھ سکیں اور اسوجہ سے کسی رکن میں تاخیر ہو جائے یا چار رکعت نماز میں پہلا تشہد دو دفعہ پڑھ لیں۔ یا درود شریف اسکے ساتھ ملانے لگیں۔ اور اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ یا اس سے زیادہ پڑھ لیں یا امام جہری نماز میں آہستہ پڑھے یا آہستہ والی میں جہر کرے تو سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔ ورنہ نماز کامل نہیں ہوتی۔

اگر فرض نماز میں پہلا قعدہ یاد نہ رہے اور تیسری رکعت کے لئے اٹھتے اٹھتے یاد آجائے تو اگر نیچے کا آدھا دھڑ ابھی سیدھا نہیں ہوا۔ تو فوراً قعدے کے لئے بیٹھ جانا چاہیے۔ سجدہ سہو واجب نہ ہو گا۔ اگر نیچے کا دھڑ سیدھا ہو گیا تو قیام میں چلے جانا چاہیئے۔ اور سجدہ سہو کے ساتھ نماز ختم کرنی چاہیئے۔ قیام چھوڑ کر قعدے میں آنا گناہ ہے۔ مگر سجدہ سہو پھر بھی لازم ہو گا۔ نفل نماز میں قعدے میں آجانا اور سجدہ سہو کرنا چاہیئے۔

اگر آخری قعدہ یاد نہ رہے اور قیام میں چلے جائیں۔ تو سجدے سے پہلے پہلے جب یاد آئے فوراً بیٹھکر سجدہ سہو سے نماز پوری کرنی چاہیئے۔ اگر پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کرلیا۔ تو فرض نماز پھر پڑھنی چاہیئے۔ اسکی چار رکعتیں نفل ہو گئیں اور ایک رکعت رائگاں گئی۔ ہاں چھٹی رکعت اور ساتھ ملالی جائے تو چھ کی چھ نفل ہو جائیں گی۔

سجدہ سہو کا طریق یہ ہے کہ آخری قعدہ میں صرف التشہد پڑھ کر دائیں طرف سلام پھیریں اور دو سجدے کر کے قعدہ کریں۔ اور تشہد۔ درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام کریں۔

مقتدی کی غلطی سے کسی پر سجدہ لازم نہیں آتا۔ مگر امام کے سہو سے سب پر سجدہ لازم ہے۔ اگرچہ کوئی مقتدی سہو ہونے کے بعد ہی شریک ہوا ہو۔ اگر کئی سہو ہو جائیں انکے لئے ایک بار ہی دو سجدے کافی ہیں۔

جب سجدہ سہو واجب ہو تو پہلا سلام پھیرنے سے نمازی نماز سے نہیں نکلتا خواہ دونوں طرف سلام پھیرے اسلئے مقتدی سجدہ سہو میں بھی شامل جماعت ہو سکتا ہے (کتب فقہ)

سجدۂ شکر

شکر کا سجدہ۔ خوشی اور نعمت پہنچنے کے وقت سجدہ شکر بجالانا ملتوی ہے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب کوئی خوشی کی بات سنتے تو خدا کے لئے سجدے میں گر پڑتے۔ آپ نے ایک دفعہ حضرت علی رہ کو

Marfat.com

یمن کی طرف بھیجا۔ جب انہوں نے اہل یمن کے مسلمان ہونیکا
حال آپ کو لکھا تو آپ بہت خوش ہوئے اور سجدۂ شکر
ادا کیا۔

ابوجعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے
اللہ علیہ وسلم ایک ضعیف الحرکۃ ناقص الخلقت آدمی کو
دیکھکر سجدے میں گر پڑے۔

اس پر وہ سجدے قیاس کرنے چاہئیں جو فرشتوں
نے خلقت آدم پر یا برادران یوسفؑ نے خطا معاف
ہونے پر کیئے تھے۔

سجستانی ابوداؤد سلیمان بن اشعث ازدی کو کہتے ہیں جو ۲۰۲ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے
آپ اعلیٰ طبقہ کے حفاظ حدیث میں سے شمار ہوتے تھے۔
تقویٰ اور عبادت میں مشہور تھے سنن ابوداؤد آپ ہی
کی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں ۴۸۰۰ حدیثیں ہیں۔
جنکو آپ نے پانچ لاکھ حدیثوں سے انتخاب کیا (کن)۔

سجستانی ابوبکر محمد بن عزیز کو کہتے ہیں۔ کتاب نزہۃ القلوب فی تفسیر غریب القرآن
آپ کی تصنیف ہے (کن)

سجل وہ خط جسپر قاضی کی مہر اور دستخط ہوں قبالہ شرعی حکمنامہ قاضی (غ)۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ عربی ہے اور بعض کہتے
ہیں کہ چک کا معرب ہے۔ اور چک اصل میں اقرارنامہ
وغیرہ کو کہتے ہیں تشبیہاً حکمنامے کو کہدیا ہے۔ کفایۃ
الشروط میں لکھتے ہیں کہ جب ایک شخص دوسرے پر دعویٰ
کرے تو اسوقت انکی بابت جو کچھ لکھا جائے اسے مکتوب
محضر کہتے ہیں اور جب ان سے ایک گواہ قائم کردے
اور جواب دیوے تو پھر انکی بابت جو کچھ لکھا جائے اسے
توقیع کہتے ہیں۔ اور جب فیصلہ ہو کر اسپر حکم لگ جائے
تو اسے سجل کہتے ہیں۔ (ک)۔

قرآن مجید میں بھی یہ لفظ آیا ہے یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ
كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ط (س۔ الانبیاء۔ ۷) یعنی جبکہ ہم
آسمان کو اسطرح لپیٹیں گے جیسے خطوں کا مکتوب
لپیٹ لیا جاتا ہے۔

سجود (ل) خضوع (ص۔ ش) میں پیشانی یا ناک کا زمین وغیرہ پر رکھنا (ک) (تفصیل
کے لئے دیکھو (سجدہ)۔

سجّین سخت قید خانہ۔ وہ رجسٹر جس میں شیاطین و مجرمین کے اعمال مسطور ہوتے ہیں جہنم میں
ایک وادی ہے (غ)

سجّین سجن سے مشتق ہے جسکے معنے ہیں قیدخانہ
اس قیدخانہ کے جہاں مرنیکے بعد ارواح جاتے ہیں احادیث
واقوال صحابہ وتابعین میں یوں تشریح آئی ہے کہ وہ جہنم
کا طبقہ ہے اور ساتویں زمین کے تلے ہے۔ اور تنگ تاریک
اور پرحزن جگہ ہے جہاں درد و غم کے سوا اور کچھ نہیں۔
اور جہاں طرح طرح کی تکالیف اور آگ کی لپٹیں اور
سانپ اور بچھو ہیں (تف)

قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔ كَلَّا اِنَّ
كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ o وَمَآ اَدْرٰكَ مَا سِجِّيْنٌ o
كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ o (س۔ تطفیف ع ۱) سنو جی! بدکار لوگوں
کے نامہ اعمال قیدیوں کے رجسٹر میں درج ہوتے رہتے ہیں
اور تم کیا سمجھے کہ سجین ہے کیا چیز۔ کتاب ہے کہ وقتاً فوقتاً
اسکی خانہ پری ہوتی رہتی ہے۔

سحبان وائل بنی باہلہ کے خاندان کا ایک فصیح وبلیغ عربی شاعر تھا جو کئی گھنٹے
اسطرح لیکچر دیتا تھا کہ اسکے مونھ سے کوئی زائد لفظ نہ
نکلنے پاتا تھا اور دریا کی طرح لہریں مارتا ہوا چلا جاتا تھا۔
اور لیکچر کے اثنا میں رکے رہنے کا نام تک نہ جانتا تھا۔
دولت اسلام سے بہرہ اندوز ہوا۔ اور حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہا۔ (کن)

سحر جادو۔ فریفتہ کرنے کے معنے میں بھی آیا ہے (غ)

Marfat.com

شرع میں سحر حرام ہے۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ اگر اپنے آپ سے دفع سحر کرنیکے لئے سیکھا جائے تو حرام نہیں جس ساحر کے سحر میں کفر نہ ہو تو اسے توبہ کرنے کے لئے کہا جائے اور اگر اسکے سحر میں کفر ہو تو اسے قتل کیا جائے۔ اور اسکی توبہ قبول ہونے میں اختلاف ہے۔ جیسا کہ زندیق کی توبہ کے قبول ہونے میں اختلاف ہے (مد)

سحر کے اثر میں اختلاف ہے۔ اکثر علماء فرماتے ہیں کہ سحر میں اثر ہے جیسا کہ نظر میں ہے۔ اور صدہا بار لوگوں نے اسکا مشاہدہ کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سحر کا فی نفسہ تو کوئی اثر نہیں نہ عقل سلیم اسکو تسلیم کر سکتی ہے۔ البتہ قوت وہمیہ میں ایک اثر ضرور پیدا ہوتا ہے۔ جب جادوگر پھونک پھونک کر تاگوں میں گرہیں لگاتے ہیں تو قوت متوہمہ اس سے منفعل ہوتی ہے اور یہ وہم قوی ہوتا جاتا ہے کہ جادوگر کا اثر مجھ پر ہوا۔ پھر آئیندہ جو کچھ افعال طبیعیہ یا صحت میں تغیر پیدا ہوتا ہے وہ اس وہم کے سبب سے ہوتا ہے۔ اور وہم کی مضرت کی صدہا مثالیں اور بہت سی سچی حکایتیں ہیں۔

نقل ہے کہ ایک عورت نے اپنے سوتیلے بیٹے کے بیمار کرنے کے لئے یہ کہہ دیا کہ تمنے جو سو لینے کے بعد اٹھکر آبخورے سے پانی پیا تھا اس میں سانپ کا چھوٹا سا بچہ تھا میں نے دیکھا تھا۔ مگر کام میں مصروف ہو جانیکے باعث اُسے مار نہ سکی۔ افسوس تم پی گئے۔ اب وہ پیٹ میں بڑا ہو کر کیا کریگا۔ الغرض ایسا خیال پکڑا یا کہ اب جو پیٹ میں ریاح سے قراقر ہوتا ہے تو وہ یہی سمجھتا ہے کہ سانپ کا بچہ پھرتا ہے۔ نوبت یہانتک پہنچی کہ نحیف و ضعیف ہوتا گیا ہرچند علاج کرتے مگر کچھ اثر نہ ہوتا۔ اس راز سے ایک اور عورت بھی واقف تھی۔ اس نے لڑکے کے والد سے کہا اسکا علاج میرے ہاتھ میں ہے کہ اس سے یہ فوراً تندرست ہو جائیگا اس نے بیمار سے کہا کہ میں اپنے منتر کے زور سے اسکو تیرے پیٹ سے نکال دوں گی۔ ہر روز آکر کچھ بڑبڑاتی اور اسپر دم کر جاتی۔ ایک روز ایک سانپ کا بچہ بھی مخفی طور پر ساتھ لے آئی۔ مریض سو رہا تھا۔ سانپ کے بچے کو اسکے پاجامے میں آہستہ سے چھوڑ دیا۔ اسکے کاٹنے کا اندیشہ تو تھا ہی نہیں کیونکہ اسکے دانت توڑ دیئے ہوئے تھے اور زہر کی کچلی نکال ڈالی تھی۔ اسکے بعد لڑکے کو فوراً بیدار کیا کہ دیکھ کیا ہے۔ اس نے جو پاجامہ میں کوئی چیز پھرتی دیکھی فوراً پاجامہ اُتار پھینکا۔ کیا دیکھتا ہے کہ اس میں سانپ ہے اس عورت نے کہا کہ یہی تیرے پیٹ میں تھا جو نکل گیا بیمار کو یقین آگیا اور وہ خیال جاتا رہا۔ اور یوماً فیوماً تندرست ہوتا گیا۔ (لغت)

سحر کا اکثر وقوع اہل فسق و فساد سے ہوتا ہے اگر حالت جنب میں ہو تو زیادہ تاثیر ہوتی ہے۔ بلکہ اگر زنا سے جنبی ہو تو بہت ہی زیادہ موثر ہوتا ہے۔ (مد)

سَحُور وہ طعام جو رمضان میں رات کے آخری وقت میں کھاتے ہیں۔ (غ) دیکھو (صوم)۔

سخاوی شمس الدین محمد بن علی سخاوی ابن حجر عسقلانی کے شاگرد تھے۔ نویں صدی کے اخیر میں پیدا ہوئے اور اسی صدی میں فوت ہو گئے۔ (کن)۔

سخت دلی اور تند مزاجی قرآن مجید میں ارشاد ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ تا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ (س۔ عمران ع ۱۷) تو (اے پیغمبر! یہ بھی) اللہ کا بڑا فضل ہوا کہ تم انکو نرم دل (سردار) ملے ہو۔ اور اگر (خدانخواستہ) تم مزاج کے اکھڑ (اور) سنگدل ہوتے تو یہ لوگ (کبھی کے) تمہارے پاس سے تتر بتر ہو گئے ہوتے۔ (تم تو اپنی جبلی عادت کیوں چھوڑو اس جنگ اُحد کے معاملے میں بھی) انکے قصور معاف کرو۔ اور (خدا سے بھی) انکے گناہوں کی مغفرت چاہو اور معاملات (صلح و جنگ) میں (بدستور سابق) انکو شریک مشورہ کر لیا کرو۔ پھر (مشورے کے بعد) تمہارے دل میں ایک بات ٹھن جائے تو (بے تامل اسکو کر گذرو مگر) بھروسا

Marfat.com

خدا ہی پر رکھنا۔ جو لوگ (خدا پر) بھروسا رکھتے ہیں خدا انکو دوست رکھتا ہے۔

(۱) حارثہ بن وہب سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اٹھلا اور اکڑ کر چلنے والا جنت میں نہ جائیگا۔ (راوی نے) کہا کہ سنگدل اور درشت مزاج کو جواظ کہتے ہیں (ابو)

(۲) حارثہ بن وہب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کیطرف روئے سخن کرکے) فرمایا۔ میں تمہیں بتاؤں کہ جنتی کون ہے۔ وہ ہر ضعیف (جیسے لوگ ضعیف و حقیر سمجھتے ہیں (مگر خدا کے نزدیک اسکا وہ رتبہ ہے کہ) اگر خدا کی قسم کھالے تو خدا اسکی قسم کو سچا کردے (پھر فرمایا) میں تمہیں بتادوں کہ دوزخی کون ہے۔ وہ ہر اکھڑ سنگدل متکبر ہے (صح)

سختیانی

ابو ایوب سختیانی علمائے حدیث میں سے ہوئے ہیں۔ ثقہ اور مستند شخص تھے۔ سنہ ۱۳۱ھ میں وفات پائی (کمن)

سخن چینی و چغلخوری

قرآن مجید میں ارشاد ہے وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ تا بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ؕ (س۔ قلم۔ ع ۱) اور (اے پیغمبر!) تم کسی ایسے (نابکار) کے کہے میں (بھی) نہ آجانا جو بہت قسمیں کھاتا ہے اور آبرو ریختہ ہے (لوگوں پر) آوازے کسا کرتا ہے۔ (اُدہر کی اِدہر۔ اِدہر کی اُدہر) چغلیاں لگاتا پھرتا ہے اچھے کاموں سے لوگوں کو روکتا رہتا ہے۔ حد (بندگی) سے بڑھ گیا ہے۔ بد ہے اکھڑ ہے اور ان (عیوب) کے علاوہ بد اصل بھی ہے۔

(۱) حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب پیغمبر خدا کو فرماتے سنا کہ سخن چین جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (نخ)

(۲) عبدالرحمن بن غنم اور اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کے بندوں میں بہترین بندے وہ ہیں کہ جب ان (کے چہروں کے سوز و صلاح و تقوی) کو دیکھا جائے تو خدا یاد آجائے۔ اور خدا کے بندوں میں بدترین بندے وہ ہیں جو اِدہر کی اُدہر اور اُدہر کی اِدہر چغلیاں لگاتے پھرتے دوستوں میں جدائی ڈلواتے پاک اور بے لوث لوگوں کو تہمت لگاتے ہیں (مش)

سدرۃ المنتہیٰ

سدرہ عربی میں بیری کے درخت کو کہتے ہیں۔ اور سدرۃ المنتہیٰ وہ بیری کا درخت ہے جو ساتویں آسمان میں ہے۔ اور جبریل جیسے مقرب فرشتوں کی وہیں تک رسائی ہوتی ہے۔ زمین سے جو چیزیں آسمان کو جاتی ہیں وہ بھی اور آسمان سے جو چیزیں زمین کو آتی ہیں وہ بھی سدرۃ المنتہیٰ پر ٹھہر جاتی ہیں اور پھر وہاں سے انہیں فرشتے اوپر لیجاتے یا نیچے لے آتے ہیں (مش)۔

قرآن میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ تا اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ (س۔ نجم۔ ع ۱) کیا تم لوگ ان سے اس بات میں جھگڑتے ہو حالانکہ (جھگڑے کی کوئی بات نہیں کیونکہ) انہوں نے تو (معراج کے وقت) سدرۃ المنتہی کے پاس جہاں (نیک بندوں کے) رہنے کی جگہ بہشت ہے۔ جبریل (ایک دفعہ) اور بھی (اصلی صورت پر اپنے پاس آیا ہوا) دیکھا تھا جبکہ (اس) سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا (یعنی نور)۔

سدرۃ النبی

ایک درخت ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے شق ہوا تھا۔ اور قصہ اسکا یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ اونٹ پر سوار تاریک رات میں سفر کر رہے تھے اور آپ کو نیند آرہی تھی۔ اسی طرح سوتے جارہے تھے کہ سامنے ایک بیری کا درخت آگیا۔ وہ درخت پھٹ کر آدھا ایک طرف ہوگیا اور آدھا دوسری طرف۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی قسم کے ضرر کے اسکے درمیان سے گذر گئے۔ اور اسی طرح سوئے رہے۔ اور وہ درخت ویسے ہی آدھا اس طرف

Marfat.com

اور آدھا اسطرف باقی رہا۔ اور سدرۃ النبی کے نام سے مشہور ہوا (ہد)۔

سدوم

حضرت لوط علیہ السلام کے شہر کا نام ہے۔ جسکو فرشتوں نے اُلٹ دیا تھا۔ قرآن مجید کی اس آیت میں اسکی طرف اشارہ ہے۔ اَلَمْ یَاْتِھِمْ نَبَاُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ تا وَالْمُؤْتَفِکٰتِ ؀ (س۔ توبہ۔ ع ۹) کیا ان (منافقوں) کو ان لوگوں کی خبر نہیں ملی جو ان سے پہلے ہو گذرے ہیں (یعنی (نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین کے لوگ اور الٹی ہوئی بستیوں (یعنی وہاں قوم لوط) کے رہنے والے۔

پہلے پہل تو سدوم کے سوا دوسری چھ بستیوں کو جہاں حضرت لوط کی قوم رہتی تھی فرشتوں نے اُلٹ دیا تھا۔ کیونکہ سدوم کے باشندوں نے ان چھ بستیوں کے لوگوں کی بداطواریاں دیکھکر ان سے قطع تعلق کر دیا تھا۔ مگر پھر یہ بھی ناجائز کاموں میں گرفتار ہو گئے۔ اسلئے سدوم کا بھی وہی حشر ہوا۔

سراندیپ

ہندوستان کے جنوب کیطرف ایک جزیرہ ہے جسکی نسبت بعض علماء کا خیال ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب بہشت سے نکالے گئے تھے تو اسکے ایک پہاڑ پر آگرے تھے (طب)

سر اور ڈاڑھی کے بالوں کے آداب

ڈاڑھی کے آداب کے لئے دیکھو (لحیہ) اور سر کے بالوں کے آداب مذکورہ ذیل احادیث سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

(۱) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی سے روایت ہے کہ میں جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں کنگھی کیا کرتی تھی حالانکہ مجھے حیض آتا ہوتا تھا (صح)۔

(۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان باتوں میں اہل کتاب کی موافقت کو دوست رکھتے تھے جنکے بارے میں آپ پر کوئی حکم خدا نہ اترا تھا۔ اہل کتاب اپنے سروں کے بال چھوڑے رکھتے تھے۔ اور بُت پرست مانگ نکالا کرتے تھے۔ تو جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنی پیشانی پر بال چھوڑ دیا کرتے تھے۔ پھر اسکے بعد مانگ نکالا کرنے لگے۔ (صح)۔

(۳) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو دیکھا جسکا کچھ سر منڈا ہوا تھا۔ اور کچھ (اسکے حال پر) چھوڑ دیا گیا تھا۔ تو آپ نے اس سے منع کیا۔ اور فرمایا کہ سارا سر مونڈ دو یا سب کو (اسکے حال پر) چھوڑ دو۔ (مس)۔

(۴) ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے بڑے بڑے پٹے ہیں۔ کیا میں ان میں کنگھی کرتا رہوں؟ آپنے فرمایا۔ ہاں کنگھی کرتا رہو۔ اور بالوں کو عزیز رکھو (مو)۔

(۵) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر میں کثرت سے تیل ڈالا کرتے تھے۔ اور ڈاڑھی میں بہت کنگھی کیا کرتے تھے۔ (مش)۔

سر ڈھکنا

سر چونکہ ان حصص جسم سے خارج ہے جنکا نماز پڑھتے وقت چھپانا مردوں کے لئے فرض ہے اسلئے اسکا ڈھکنا فرض یا واجب نہیں ہے۔ ہاں ادب و تہذیب میں داخل ہے اور بلا ضرورت نماز میں سر ننگا رکھنا مکروہ ہے۔ اور اگر تفریح اور عجز کی نیت ہو تو مکروہ بھی نہیں۔

عورتوں کے لئے سر ڈھکنا فرض ہے اور اگر نماز میں کم از کم سر کا چوتھا حصہ ننگا ہو جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ حج میں مردوں کو بحالت احرام سر ننگا رکھنے کا حکم ہے۔ مگر عورتوں کو وہاں بھی سر ڈھکنے کا حکم ہے۔

سرطان

کیکڑا۔ عقرب الماء یعنی پانی کا بچھو بھی اسے کہتے ہیں۔ اسکا کھانا حرام ہے۔ بسبب خباثت کے۔ (حیوٰۃ)

Marfat.com

سرقہ

(ل) چوری۔ چور کو سارق اور جو مال چرایا جائے اُسے مسروقہ کہتے ہیں۔

(ص، ش) میں چوری اُسے کہتے ہیں کہ عاقل بالغ شخص کسیکا وہ مال جو دس درم یا اس سے زیادہ قیمت کا ہو۔ اور محفوظ جگہ میں رکھا ہوا ہو۔ پوشیدہ لے لیوے۔

نصاب چوری میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تو دس۱۰ درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا۔ اور امام شافعی کے نزدیک ربع دینار میں اور امام مالکؒ کے نزدیک تین درہم میں کاٹا جائیگا۔ اور اس سے کم میں نہیں۔

اگر سارق خود ایک بار اقرار کر لے یا مردوں کی گواہی سے سرقہ ثابت ہو جائے تو اسکا ہاتھ کاٹنا ضروری ہے۔ اگر ایک جماعت چوری کرے تو سب کے ہاتھ کاٹے جائینگے۔ اگر جماعت سے ایک شخص نے چوری کی اور باقی ہمراہیوں نے اس مال کو باہم تقسیم کیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر ہر ایک کے حصہ میں نصاب کی مقدار یعنی دس درہم مال آیا ہے تو سب کے ہاتھ کاٹے جائینگے۔ لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک صرف چور کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ اگر کوئی شخص ایک مال کی چوری کے بدلے سزا یافتہ ہو۔ اور وہ مال مالک کے ہاتھ میں دیا جائے اور پھر وہ اسکو چرا لے تو دوبارہ اسکو سزا نہ دیجائے گی۔

لکڑی۔ گھاس۔ سرکنڈا۔ شکاری جانور۔ ہڑتال۔ گلاب کے پھول۔ نر میوہ (پھل) اگر درخت پر ہو۔ دودھ۔ گوشت۔ اور کھیتی جو کاٹی نہ گئی ہو۔ طنبورہ۔ قرآن مجید۔ کے چور کو ہاتھ کاٹنے کی سزا دینی ضروری نہیں۔ مگر امام شافعی کی روایت میں اور امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت میں اگر اسکی قیمت دس۱۰ درہم ہو تو ہاتھ کاٹنا واجب ہوگا سونے یا چاندی کی صلیب اور شطرنج کے قیمتی مہرے چرانے سے بھی قطع لازم نہیں آتا۔ اسیطرح اگر کوئی کسیکا بچہ چرا لے جائے اور وہ زیور پہنے ہوئے ہو تو قطع لازم نہیں آتا مگر امام ابو یوسف کا مذہب ہے کہ اگر اسکا زیور نصاب کے برابر ہو تو کاٹا جائے ورنہ نہیں۔

اگر چہ صغیر غیر تمیز دار نے چوری کی بمذہب امام ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ اسکا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا۔

اگر کسی نے چوری کی اور اسکا داہنا ہاتھ کاٹا گیا۔ اور بعد ازاں اس نے دوبارہ پھر چوری کی تو بالاتفاق اسکا بایاں پاؤں کاٹا جاویگا۔ اور پھر اگر وہ تیسری دفعہ چوری کرے تو بمذہب امام ابو حنیفہ اسے قید کیا جائیگا اور امام مالک و شافعی فرماتے ہیں کہ تیسری مرتبہ بایاں ہاتھ کاٹا جائے۔ اور اگر چوتھی بار چوری کرے تو داہناں پاؤں کاٹا جائیگا۔ (نور)

سر منڈانا

سر منڈانے کی بابت شارع علیہ السلام کا یوں ارشاد ہے کہ یا تو سارا سر مونڈاؤ یا سارا چھوڑ دو۔ چنانچہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو دیکھا جسکا کچھ سر منڈا ہوا تھا اور کچھ چھوڑ دیا گیا تھا۔ آپ نے اس سے منع کیا اور فرمایا سارا سر مونڈ دیا سب کو چھوڑ دو۔ (س)

اگر کسی نے سر پر بال رکھے ہوں تو انکی خدمت بھی کرتے رہنا چاہیئے کیونکہ تحسین ہیاۃ اچھی چیز ہے بشرطیکہ عورتوں کی طرح بناؤ، کنگھی چوٹی۔ سنگار کی عادت نہ کرے کہ عاسعروی ہے۔ چنانچہ یسار کے بیٹے عطا کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ کہ ایک اس حال میں آیا کہ اُسکے سر اور ڈاڑھی کے بال پریشان تھے۔ جناب نے اپنے دست مبارک سے اسکی طرف اشارہ کیا۔ گویا کہ آپ اسکے بالوں کی درستی کا اشارہ فرماتے تھے۔ چنانچہ وہ شخص آپکا اشارہ سمجھ گیا اور سر و ڈاڑھی کی اصلاح کر کے واپس آیا تو آپ نے فرمایا کیا یہ حالت اس حالت سے بہتر نہیں ہے کہ تم میں کا ایک شخص آتا ہے حالانکہ اُسکے بال ایسے پریشان ہوتے ہیں گویا کہ وہ (بدروئی) میں شیطان ہے۔

سعد بن ابی وقاص

جلیل القدر صحابی تھے نام انکا مالک بن وہب کہری

اور کنیت ابو اسحٰق تھی۔ ابتدا ہی میں اسلام لائے
تھے۔ جبکہ انکی عمر ۱۷ سال اور بقول بعض ۱۹ سال کی
تھی۔ کہا کرتے تھے کہ اسلام لانے میں میرا تیسرا نمبر ہے اول
راہ خدا میں میں نے ہی تیر پھینکا ہے۔ عشرہ مبشرہ سے تھے۔
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب جہادوں میں شریک
ہوئے بڑے مستجاب الدعوات تھے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے انکے حق میں فرمایا تھا اَللّٰھُمَّ سَدِّدْ سَھْمَہٗ
وَاَجِبْ دَعْوَتَہٗ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
انکے اور زبیرؓ کے لئے اپنے والدین کو دعا میں جمع کیا ہے
چنانچہ ان دونوں سے ہر ایک کو آپ نے فرمایا "تیر پھینک
میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں"۔ آپ پستہ قد۔ فربہ۔ گندم
گوں تھے۔ وفات ان کی مدینہ سے دس میل کے فاصلے پر
عقیق نامی مقام میں ہوئی۔ مگر لاش مدینہ میں لاکر جنت
البقیع میں دفن کی گئی۔ ۵۵ھ میں وفات پائی۔ عمر انکی
اسوقت کچھ اوپر ستر برس کی تھی۔ عشرہ مبشرہ سے آپ نے
سب کے بعد وفات پائی۔ حضرت عمرؓ اور عثمانؓ نے
انہیں کوفہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ (اکما)۔

سعد بن عبادہ ایک اولوالعزم صحابی کا نام ہے
کنیت ابو ثابت۔ قبیلہ خزرج
میں سے تھے۔ انصار کے رئیس اور ان پر انکا خاص
اثر تھا۔ آپ سے صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کی
حضرت عمرؓ کی خلافت سے اڑھائی سال بعد یعنی ۱۵ھ میں
بمقام حوران وفات پائی۔ بعض لوگ انکی وفات حضرت
ابوبکرؓ کی خلافت کے وقت ۱۱ھ میں بتلاتے ہیں۔ مگر
اس میں سب کا اتفاق ہے کہ آپ غسلخانہ میں مردہ
پائے گئے تھے۔ (اکما)۔

سعد بن معاذ ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے
جو بنی اوس سے تھے۔ مدینہ میں
اسلام لائے۔ آپ کے مسلمان ہونے سے بنو عبدالاشہل
مسلمان ہوگئے تھے۔ یہ انصار کا پہلا خاندان ہے۔ جو
یکبارگی مسلمان ہوا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
آپکا لقب سید الانصار (انصار کا سردار) رکھا۔ اپنی قوم
کے پیشوا اور اکابر صحابہ میں سے تھے۔ جنگ بدر میں شریک
ہوئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استقلال
کے ساتھ کھڑے رہے۔ جنگ خندق میں آپ کی آنکھ
میں تیر لگا۔ ایک مہینہ تک آنکھ سے خون جاری رہنے
کے بعد ذیقعدہ ۵ھ میں بعمر ۳۷ سال وفات پائی۔
جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ آپ سے صحابہ کی ایک
جماعت نے روایت کی۔ (اکما)۔

سعی دوڑنا۔ مسائل حج کی اصطلاح میں کوہ صفا اور
کوہ مروہ کے مابین وادی میں پہنچکر دوڑنے کو
کہتے ہیں۔ جسکی اصلیت یہ ہے کہ جب بی بی ہاجرہ اور انکے بیٹے
اسماعیل علیہ السلام تنہا اس مقام پر ٹھہرے جہاں اب حطیم
بنا ہوا ہے تو انکا پانی ختم ہو گیا۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام
پیاس سے تنگ آگئے۔ بی بی ہاجرہ نے پہاڑی کیطرف دیکھا
تو کوئی آدمی وہاں نہ ملا۔ پانی کی تلاش میں وہ کوہ صفا پر
چڑھیں۔ اس پر کسی کو نہ پایا نہ پانی نظر آیا۔ پھر صفا سے اتریں
اور انکی نظر اپنے بچے پر تھی کہ کوئی درندہ اسکو نقصان نہ پہنچائے
یہانتک کہ جب صفا اور مروہ کے نشیب میں پہنچیں۔ اور
اسماعیل ان کی نظر سے چھپ گئے۔ تو وہ اس جگہ تیز دوڑنے
لگیں تاکہ دوسری جانب اونچائی پر چڑھکر اسماعیل کو
جلدی سے سلامت دیکھ لیں اور پانی کی تلاش میں آگے
چلکر مروہ پر چڑھیں۔ وہاں بھی کوئی نہ ملا۔ اسی طرح سات بار
آمد و رفت کی۔ پس حاجیوں کا صفا سے مروہ تک اور مروہ
سے صفا تک جانا وادی میں دونوں میلوں کے مابین دوڑنا۔
اور اونچائی پر چڑھ کر کعبہ کیطرف نظر کرنا۔ یہ ساری باتیں
بی بی ہاجرہ کے افعال ہیں جو بعد میں حج کے واجبات میں
شامل ہوگئے (تاریخ مسجد الحرام)

سعید بن زید بڑے جلیل القدر صحابی تھے کنیت
انکی ابو اعور اور قبیلہ قریش سے

Marfat.com

تھے عشرہ بشرہ سے تھے۔ بدر کے سوا اور تمام جنگوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ حضرت عمرؓ کی ہمشیرہ فاطمہ آپ کے نکاح میں تھیں جنکے سبب حضرت عمرؓ اسلام لائے تھے۔ آپ دراز قد۔ گندم گون رنگ تھے موضع عقیق میں ۵۱ھ میں وفات پائی۔ اور وہاں سے لاکر بقیع میں دفن کیئے گئے۔ عمر آپ کی اسوقت ستر برس سے زیادہ تھی۔ بہت لوگوں نے آپ سے روایت کی ہے۔ (اکمال)

سعیر | شعلہ زن آگ۔ (ص۔ ش) میں دوزخ کے چوتھے طبقے کا نام ہے (غ)

قرآن مجید میں سولہ جگہ اسکا ذکر آیا ہے جن میں سے ایک جگہ یہ ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ہ (س۔ نساء۔ ع ۱) جو لوگ ناحق (ناروا) یتیموں کے مال خورد برد کرتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بس انگارے بھرتے ہیں اور عنقریب (مرے پیچھے) دوزخ میں پڑینگے۔

سُفتجہ | جمع اسکی سفاتج آئی ہے سفتہ کا معرب ہے۔ اسکے معنے ہیں شئے محکم۔ قرض کی ایک قسم ہے اور صورت اسکی یوں ہے کہ کوئی شخص کسی تاجر کو مال بطور قرض دے اور کہے کہ اپنے شہر کے فلاں شخص کو دیدینا۔ اور بطور قرض اسلئے دیتا ہے تاکہ وہ مال اگر راستے میں تلف بھی ہوجائے تو اسے دینا پڑے۔ اگر بطور امانت دیتا تو پھر تلف ہونے پر دینا لازم نہیں آتا۔ اور یہ حیلہ اسلئے کیا کہ راستے کا خوف جاتا رہے۔ ایسا قرض مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ ایک قسم کا نفع ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے قرض سے جس نفع اٹھایا جائے منع فرمایا ہے۔ (ہ)۔

سفر کے وقت کی دعائیں | امام مالکؓ فرماتے ہیں کہ مجھے صحیح سند کے ساتھ حدیث پہنچی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب سفر میں جانا چاہتے تو رکاب میں پاؤں مبارک رکھتے وقت یوں فرماتے بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ اَللّٰھُمَّ ازْوِلَنَا الْاَرْضَ وَھَوِّنْ عَلَیْنَا السَّفَرَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَۃِ الْمُنْقَلَبِ وَمِنْ سُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ۔ (ترجمہ) اللہ کے نام سے شروع ہے۔ خداوندا تو سفر میں میرا رفیق اور اہل وعیال میں جانشین ہے۔ خداوندا تو زمین ہمارے واسطے طے کردے اور ہم پر سفر کو آسان کردے۔ خداوندا میں سفر کی سختی اور رنج واپسی اور اہل ومال کی بدحالی دیکھنے سے پناہ مانگتا ہوں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لاتے تو ہر اونچی زمین پر تین مرتبہ اللہ اکبر کہکر یہ دعا پڑھتے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اٰیِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ (ترجمہ) خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اسکا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا ملک ہے اور اسی کو تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ خدا کیطرف رجوع کرنیوالے توبہ کرنیوالے عبادت کرنیوالے۔ اپنے پروردگار کو سجدہ کرنیوالے۔ اسکی تعریف کرنیوالے ہیں۔ خدا نے اپنا وعدہ سچا کردیا۔ اور اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا تمام لشکروں کو بھگادیا۔

عبداللہ الخطمی سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب کسکو رخصت کرتے تو فرماتے:۔ اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکُمْ وَاَمَانَتَکُمْ وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِکُمْ (ترجمہ) میں خدا کو تمہارا دین اور تمہاری امانتیں اور تمہارے عملوں کے نتیجے سونپتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب نبی کریم

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی حادثہ پیش آتا یا کوئی کام
رنج میں ڈالتا تو آپ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ
اَسْتَغِیْثُ کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ یعنی اے
زندہ اے قائم و دائم میں نے تیری رحمت کے ساتھ
استغاثہ کیا ہے۔ اور فرمایا کرتے کہ لوگو! یَا ذَا الْجَلَالِ
وَالْاِکْرَامِ اکثر کہا کرو یعنے اے بزرگی و عزت والے۔

سکندر اعظم اس نام کے دو مشہور بادشاہ گذرے ہیں
ایک ذوالقرنین کے لقب سے مشہور ہے
اور ایک وہ ہے جو یونان کے خطے مقدونیہ میں پیدا ہوا۔
اور جسکے باپ کا نام فیلقوس تھا بعض مورخین غلطی سے
دونوں کے حالات گڈمڈ کر دیتے ہیں۔ سکندر ذوالقرنین کے
حالات معلوم کرنے کے لئے دیکھو (ذوالقرنین) دوسرے
سکندر نے یورپ سے گذر کر ہندوستان پر چڑھائی کی اور
ملتان تک پہونچکر واپس ہوگیا۔
ارسطو جس پر فلسفہ یونان کو ناز ہے اسکا وزیر اعظم تھا
اسکا باپ ایران کے بادشاہ دارا کے آگے سال بسال خراج
ادا کرتا تھا۔ جب سکندر تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوا۔ تو
خراج کی میعاد ختم ہونے پر دارا نے اس سے خراج مانگا۔
اس نے انکار کر دیا۔ آخر ان دونوں کے درمیان ایک
عظیم الشان لڑائی ہوئی جس میں دارا مارا گیا۔ اس لڑائی
میں دارا کی شکست اور سکندر کی فتح کا سبب یہ بیان
کیا جاتا ہے کہ دارا اور اسکے وزیر اعظم میں کسی قسم کی اَن
بَن ہو گئی تھی۔ وزیر نے سکندر سے بہت سے انعام کا
وعدہ لے کر اپنے آقا کو تیغ کے گھاٹ اُتروا دیا۔ (ف)
اسکے مفصل حالات ایک کتاب سکندر نامہ فارسی
میں لکھے ہیں جو داخل درس ہے۔

سکینہ (ل) آرام۔ آسائش۔ آہستگی (رنج) بنی
اسرائیل کے پاس ایک صندوق تھا جس کا
ذکر قرآن مجید میں بھی ہے وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ
آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَّأْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ
تا وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ (س بقرہ ع ۳۲)
(ترجمہ) اور انکے پیغمبر نے اُن سے کہا کہ طالوت کے (من جانب اللہ)
ہونے کی یہ نشانی ہے کہ وہ صندوق جس میں تمہارے
پروردگار کی (بھیجی ہوئی) تسلی (یعنی توراۃ) ہے اور
(نیز) موسیٰ اور ہارون جو (یادگار) چھوڑ مرے ہیں ان میں
کی بچی کھچی چیزیں (بھی اس میں) ہیں (وہ بے لڑے)
تمہارے پاس آجائیگا (اور) فرشتے اسکو اٹھا لائیں گے۔
حقیقت تابوت سکینہ جواہر التفسیر میں یہ لکھی ہے
کہ تابوت سکینہ ایک صندوق چوب شمشاد یا صندل
کا تین گز کا طویل اور دو گز کا عریض تھا۔ اسکو اللہ جلشانہ
نے حضرت آدم علیہ السلام پر بھیجا تھا۔ اس میں اُن
پیغمبروں کی تصویریں تھیں جو کہ اولاد آدمؑ سے پیدا ہونیوالے
تھے۔ اور ہر پیغمبر کے واسطے اس میں ایک گھر تھا اور سبکے
پیچھے دولت خانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یاقوت سرخ
کا اس میں تصویر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تھی کہ
دیکھنے والے حیران تھے۔ ؎

تجھے بھرے اس کمالات کے اوصاف بھی
ایسی تصویر کسی نے کبھی دیکھی نہ سنی

یہ تابوت حضرت آدم علیہ السلام پر اسوقت نازل
ہوا تھا جب حضرت شیث علیہ السلام سے محافظت
نورِ احمدی صلے اللہ علیہ وسلم کا عہد و میثاق لیا گیا۔
اور وہ عہد نامہ بحضور روح القدس و جماعت ملائکہ
قلم یاقوت و مدادِ نور سے حریر بہشت کی وصلی پر لکھا گیا
اور اسپر فرشتوں کی گواہیاں ہوئیں۔ اور تابوت سکینہ
میں رکھکر حضرت شیث علیہ السلام کے سپرد ہوا۔ اور
یہ دستور باندھا گیا کہ جو کوئی شخص اولاد سے مظہر نور کا ہو
وہی شخص بطناً بعد بطنٍ حامل اس عہد کا رہے اور ہر قرن
میں اپنے وارثوں کو باخذ عہد و پیمان سپرد کیا کرے
چنانچہ حضرت شیث علیہ السلام کے عہد سے تا زمان حضرت
اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام یہی طریق رہا کہ جو شخص

Marfat.com

مظہر نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ہونا۔ تابوت سکینہ اسی کے پاس رہتا حتیٰ کہ حضرت الیسع علیہ السلام کو پہونچا۔ جب عمالقہ غالب ہوئے تابوت بھی چھین لے گئے اسیر بنی اسرائیل رویا کرتے تھے۔ عمالقہ نے وہ صندوق اپنے بتخانے میں لا ڈالا۔ تمام بت اسکے آگے گر پڑے۔ صرف ایک بت سونے کا جو مرصع بجواہر تھا باقی رہا صبح کے وقت اس قوم کے سردار جب پوجا پاٹ کو بتخانے میں داخل ہوئے تو یہ حال نظر پڑا۔ اس سے عمالقہ متحیر ہوئے۔ اور تابوت سکینہ پر اس بت کو بٹھلا کر چلے گئے۔ جب پھر صبح کو بتخانے میں گئے تو بت نیچے تھا اور تابوت اوپر۔ اور بھی متعجب ہوئے۔ تب لوہے کی میخوں سے اس بت کو تابوت پر جڑ گئے۔ جب دوسرے دن آئے تو ہاتھ پیر اس بت کے کٹے ہوئے پائے۔ اور تابوت کو اس بت پر رکھا ہوا دیکھا۔ کمال مضطرب و متحیر ہو کر ایک اسیر بنی اسرائیل سے پوچھا۔ اس نے جواب میں کہا کہ یہ تابوت بنی اسرائیل کے خدا نے بھیجا ہے۔ بتکدہ اسکی جگہ نہیں۔ اگر چند روز بتخانے میں رہا تو نام و نشان اسکا مٹ جائیگا۔ تب عمالقہ نے اس تابوت کو لیکر ایک گاؤں کی حد میں دفن کیا۔ اس گاؤں کے سب لوگ مر گئے۔ پھر وہاں سے اُٹھا کر دوسری جگہ رکھا۔ وہاں کے لوگوں پر بھی بلا پڑی۔ غرض کہ اسیطرح سے پانچ شہر ویران ہوئے۔ آخر لاچار ہو کر بیلوں پر لاد کر ہانک دیا۔ اللہ تعالے نے فرشتے بھیجے کہ وہ بیلوں کو حضرت شموئیل کے پاس ہانک لائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سکینہ کا چہرہ مثل چہرہ آدمی کے تھا اور اُسکے دو بازو تھے لڑائی کے وقت اس میں سے ایسی ہوا نکلتی تھی کہ سب دشمن بھاگ جاتے تھے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ سکینہ ایک طشت تھا کہ انبیا علیہم السلام کے دل اسمیں دھوئے گئے تھے۔ زاد المسیر میں لکھا ہے کہ سکینہ ایک روح ناطقہ تھا خدا کی جانب سے جب بنی اسرائیل کسی بات میں خلاف کرتے تو اس تابوت کے پاس آکر بیان کرتے اور وہ روح ناطقہ جواب دیتی کہ انکا شبہ رفع ہو جاتا۔ تفاسیر معتبرہ میں لکھا ہے کہ اب وہ تابوت مع عصائے موسیٰ علیہ السلام بحیرہ طبریہ میں ہے اور قبل از قیام قیامت ظاہر ہوگا۔ (نفز)

سَقَر دوزخ۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ (س۔ قمر۔ ع ۳) جسدن انکو انکے منہ کے بل (دوزخ کی) آگ میں گھسیٹا جائیگا (اور اُن سے کہا جائیگا کہ (اب تن بدن ہیں) دوزخ (کی آگ) کے لگنے کا مزہ چکھو۔

سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ۝ ... عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝

(س۔ مدثر۔ ع ۱) (سو) ہم عنقریب اسکو (لیجا) دوزخ میں جھونک دینگے اور (اے پیغمبر) تم کیا سمجھے کہ دوزخ ہے کیا چیز وہ (نسمہ لگا رکھے اور بھسم کئے بدوں) نہ چھوڑے۔ (اور آدمی کے تن) بدن کو (مارکے) جھلس دے (اسپر انیس ۱۹ (پاسبان تعینات) ہیں۔

سلاح ہتھیار۔ باغیوں کے پاس ہتھیار فروخت کرنے شرعاً ممنوع ہیں۔ ہاں۔ اگر ایسی چیزیں اُنکے پاس فروخت کیجائیں جنسے ہتھیار بنتے ہیں۔ مثلاً لوہا۔ تانبا۔ پیتل وغیرہ۔ تو یہ جائز ہے (عا)۔

سلام (دل) تمام نقصانات سے پاک و محفوظ۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ اصل میں یہ مصدر ہے بمعنے سلامت مگر یہاں سالم کے معنے میں ہے۔ یعنی وہ جسکی ذات ہرطرح کے عیب اور نقصان سے سالم و محفوظ ہے۔ قرآن مجید میں یہ اسم بعینہ مذکور ہے۔ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ (س۔ حشر۔ ع ۳) یعنی وہ اللہ ایسا ہے کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ تمام جہان کا بادشاہ ہے پاک ذات ہے۔ تمام عیبوں سے بری ہے۔ امن دینے والا ہے۔ نگہبان ہے زبردست ہے۔ بڑا دباؤ والا ہے

بڑی عظمت رکھتا ہے۔

سلام کے معنے سلام علیک کرنیکے بھی آتے ہیں۔ (م)

سلام پھیرنیکے بعد کی دعا

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد تین دفعہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہتے یعنی میں خدا سے بخشش مانگتا ہوں۔ اور پھر یہ دعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ وَتَعَالَیْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ (ترجمہ) یعنے خداوندا تو ہی سلامتی عطا کرنیوالا ہے اور تجھی سے سلامتی ہے اے بزرگی و انعام کے مالک تو بزرگ ہے اور تیری شان بہت اونچی ہے۔

کعب بن عجرہ کی روایت میں آیا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سلام پھیر کر ۳۳ دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ (خدا پاک ہے) اور اسیقدر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ (سب تعریف خدا کو ہے) اور ۳۴ دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ (اللہ بہت بڑا ہے) کہتے اور فرماتے کہ یہ کلمے معقبات ہیں جو شخص انہیں ہر نماز کے پیچھے کہیگا وہ کبھی ان کو نہیں پہنچیگا۔

عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ مجھے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے پیچھے معوذتین یعنی قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھنے کا حکم فرمایا۔

السلام علیکم

لفظی معنے تم پر سلامتی ہو۔ ایک دعا ہے جو مسلمان ایک دوسرے کو ملتے وقت کہا کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی اسکا حکم آیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَا اَوْ رُدُّوْھَا (س۔ النساء ع ۱۲ ور ۵ سالاؤ) جب تمکو کسی طرح پر سلام کیا جائے تو تم اسکے جواب میں اس سے بہتر طور پر سلام کر دیا کرو۔ یا کم سے کم ویسا ہی جواب دو۔

بہت سی احادیث میں بھی سلام کا حکم ہے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ کے بیٹے عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آداب اسلام میں سے سب سے بہتر ادب کونسا ہے۔ فرمایا کھانا کھلانا۔ اور آشنا اور بیگانہ کو سلام علیک کرنا۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ "آپسمیں سلام کو رواج دو"۔ اور سلام کو رواج دینے کا یہ مطلب ہے کہ آشنا اور بیگانہ سب کو سلام کرو۔ جسطرح لکڑی کو سرش سے۔ اینٹوں کو گارے یا چونے سے پیوند دیا جاتا ہے۔ اسیطرح آدمیوں میں آپسکی صاحب سلامت سے وصلت پیدا کیجاتی ہے صاحب سلامت انس و محبت کی تمہید ہے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ سوار کو چاہیئے کہ پیادے کو سلام کرے اور رستہ چلتا ہوا بیٹھے کو۔ اور چھوٹا بڑے کو۔ اور تھوڑے آدمی بہت آدمیوں کو۔

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے حاضر ہوکر کہا۔ "السلام علیکم"۔ آپ نے اسکو ویسا ہی جواب دیا (یعنی وعلیک السلام فرمایا) پھر فرمایا کہ اسکے دس نیکیاں لکھی گئیں۔ اتنے میں ایک اور شخص آیا اور کہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپنے اسکو ویسا ہی جواب دیا (یعنی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ فرمایا) اور فرمایا کہ اسکے لئے بیس نیکیاں لکھی گئیں۔ پھر تیسرے شخص نے آکر کہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپنے جواب میں فرمایا۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اور پھر فرمایا کہ اسکے لئے تیس نیکیاں لکھی گئیں۔ پھر ایک اور شخص نے آکر کہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ۔ تو آپنے جواب میں یہی الفاظ فرماکر ارشاد کیا کہ اسکے لئے چالیس نیکیاں لکھی گئیں ہیں۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ خدا کی بارگاہ میں سب سے زیادہ قریب اور مخصوص وہ شخص ہے جو کہ سلام علیک کرنے میں سبقت کرے۔ ایک اور حدیث

میں وارد ہے کہ یہود و نصاریٰ کی مشابہت اختیار نہ کرو۔ کیونکہ یہودی انگلیوں کے اشارے سے سلام کرتے ہیں۔ اور نصاریٰ ہتھیلیوں کے اشارے سے۔

سلسبیل بہشت کے ایک چشمہ کا نام ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔
عَیْنًا فِیْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِیْلًا ۝ (س۔ دہر۔ ع ۱) (اور) بہشت میں (سونٹھ کے پانی کا) ایک چشمہ ہوگا جسکا نام ہوگا سلسبیل۔

سلعۃ اسباب کو کہتے ہیں جو دراہم و دنانیر اور فلوس کے علاوہ ہو۔ بعوض اور عین بھی اسے کہہ لیتے ہیں۔ کذا فی جامع الرموز (ک)۔

سلف گذشتگان۔ آباؤ اجداد۔ بیع سلم کو بھی کہتے ہیں۔ دیکھو (سلم)

سلم سین اور لام کی فتح سے۔ فقہا کے عرف میں کہتے ہیں کسی چیز کے عوض قرض بیچنے کو۔ اور یہی معنے سلف کے ہیں۔ اسطرح کی بیع بالاتفاق جائز ہے۔ اور بیع سلم کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک سو روپے ایک شخص کو دیے اور اس سے ٹھہرالیا کہ فلاں مہینے میں گیہوں فی روپیہ من اس قسم کے تجھ سے لینگے۔ جب اس بیع کی صحیح شرطیں پائی جائیں تب یہ بیع صحیح ہوتی ہے۔ اور اسکی تمام شرطیں سولہ ہیں۔ چھ راس المال میں اور دس مسلم فیہ میں۔ راس المال کی چھ شرطیں یہ ہیں جنس کا بیان کرنا کہ یہ درہم ہیں یا دینار یا روپے یا اشرفیاں۔ نوع کا بیان کرنا کہ یہ تجارتی روپے ہیں یا کلدار یا حالی وغیرہ۔ صفت کا بیان کرنا کہ کھرے ہیں یا کھوٹے۔ راس المال کا قدر معلوم کروا دینا۔ مثلاً سو یا دو سو وغیرہ۔ روپیہ وغیرہ نقد دینا وعدہ پر نہ رکھنا۔ مجلس عقد میں ہی اسپر قبضہ کر لینا۔

مسلم فیہ کی دس شرطیں یہ ہیں۔ مسلم فیہ کی جنس کا بیان کرنا۔ مثلاً گیہوں ہیں یا جو ہیں یا چنے وغیرہ۔ نوع کا بیان کرنا کہ کھاور کے ہیں یا بارانی کے۔ صفت کا بیان کرنا کہ اچھے ہیں یا برے۔ مسلم فیہ کی قدر کا بیان کرنا۔ مثلاً دس سیر ہیں یا دس من

مسلم فیہ اس قسم سے ہو جو تعین کرنے سے متعین ہو جاتی ہو۔ پس روپیے اور اشرفی میں سلم درست نہیں۔ مدت کا بیان کرنا کہ اتنی مدت میں لینگے دو یا چار مہینہ میں۔ اور مدت کا ادنیٰ درجہ ایک مہینہ ہے۔ جس وقت سے عقد کیا ہے اسوقت سے لیکر لینے کے وقت تک وہ چیز موجود ہو۔ اگر اس عرصہ میں معدوم ہو تو اس میں سلم درست نہیں۔ اور بیع سلم کا عقد بدون خیار کے ہو۔ مکان کا بیان کرنا کہ اس جگہ مسلم فیہ دونگا۔ مسلم فیہ ایسی چیز ہو کہ جسکی جنس اور صفت بیان کرنے سے وہ چیز معلوم ہو جائے۔ (منظ)

ایسے مکیلات اور موزونات اور مزروعات کہ جنکا وصف ضبط ہو سکے انکی سلم بالاتفاق جائز ہے۔ اور ایسے معدودات جن میں بہت سا تفاوت نہ ہو جیسے اخروٹ اور انڈے ان میں بھی سلم بالاتفاق جائز ہے۔

امام مالک کے نزدیک کھیتی کاٹنے کے وقت تک یا نوروز تک یا عید نصاریٰ تک میعاد ٹھہرانا جائز۔ مگر امام ابوحنیفہ اور شافعی کے نزدیک جائز نہیں۔ (رحمہ)

سلوک (ل) چلنا۔ راستہ طے کرنا۔ (ص۔ و) میں خدا کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرنا (غ) دیکھو (شریعت اور طریقت)۔

سلیمان ایک اُولو العزم پیغمبر کا نام ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے تھے قرآن مجید میں ارشاد ہے (۱) وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ تا مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ۔ (س۔ سبا۔ ع ۱) اور (اسی طرح) ہوا کو سلیمان کے تابع کر دیا۔ کہ اسکی صبح کی منزل ایک مہینے بھر کی (راہ) ہوتی۔ اور (اسی طرح) اسکی شام کی منزل مہینے بھر کی (راہ ہوتی) اور ہمنے انکے لئے تانبے (کو پگھلا کر اس) کا (ایک) چشمہ بہا دیا تھا۔ اور جنات (کو سلیمان کے بس میں کر دیا تھا اور ان) میں سے ایسے بھی تھے جو ان کے پروردگار کے حکم سے انکے ہاتھ تلے (طرح طرح کے) کام کرتے تھے۔ اور (ہمنے یہ بھی فرما دیا تھا کہ

Marfat.com

ان میں سے جو کوئی ہمارے حکم سے انحراف کریگا ہم اس کو (آخرت میں) عذاب دوزخ (کا مزہ) چکھائیں گے۔ (تو) سلیمان کو جو کچھ (بنوانا) منظور ہوتا (یہ جنات) انکے لئے بناتے (جیسے مسجد بیت المقدس کی بڑی) اونچی شاندار عمارتیں اور (ڈھلی ہوئی) مورتیں اور (ایسے بڑے بڑے) لگن جیسے حوض۔ اور (بڑی بھاری بھاری) دیگیں جو ایک ہی جگہ جمی رہیں۔ اور ہمنے (داؤد کی نسل کو حکم دیا) اے نسل داؤد (ان نعمتوں کے بدلے میں) ہمارا شکر کرتے رہو۔ (اور ہمارے بندوں میں (بہت ہی) تھوڑے (بندے) شکر گذار (ہوتے) ہیں۔ پھر جب ہمنے سلیمان پر موت کا حکم جاری کیا تو جنات کو (کسی چیز نے) انکے مرنے کا پتہ بتا دیا۔ مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمان کے عصا کو کھاتا تھا۔ یعنی جب (عصا جسکے سہارے سے سلیمان مرے پیچھے کھڑے تھے کھوکھلا ہو گیا اور سلیمان) گر پڑے تب جنات نے جانا کہ اگر (ہم) غیب جانتے ہوتے تو (اس) ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے۔

(۲) وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ۔ تا قَالَتْ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (س۔ نمل ع۲-۳)

اور سلیمان داؤد کے جانشین ہوئے اور کہا لوگو! ہم کو (خدا کی طرف سے) پرندوں (تک) کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہم کو ہر طرح کے ساز و سامان عنایت ہوئے ہیں بے شک یہ (خدا کا) صریح فضل ہے۔ اور سلیمان کے (جتنے) لشکر جنات اور آدمیوں اور پرندوں کے (تھے) ان کے (ملاحظہ) کے لئے جمع کئے گئے۔ تو وہ مثل بمثل انکے روبرو کھڑے کئے جاتے تھے۔ (غرض اس ترتیب سے لشکر ایک طرف کو ہوا) یہانتک کہ جب چیونٹیوں کے (ایک) میدان میں پہونچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو! اپنے (اپنے) بلوں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور سلیمان کے لشکر تمکو کچل ڈالیں اور ان کو (اسکی) خبر بھی نہ ہو۔ چیونٹی کی اس بات

سلیمان ہنسے اور مسکرائے اور لگے کہنے کہ اے میرے پروردگار! مجھ کو توفیق دے کہ جیسے جیسے احسانات تو نے مجھپر اور میرے والدین پر کئے ہیں تیرے ان احسانات کا شکر ادا کروں اور (زندگی بھر) ایسے نیک عمل کرتا ہوں جنکو پسند فرمائے (اور آخرکار میرے پیچھے) تو مجھکو اپنے کرم سے اپنے نیک بندوں میں (لیجا) داخل کر۔ اور سلیمان نے پرندوں کی موجودات لی تو کہا کیا بات ہے کہ ہم ہدہد کو نہیں دیکھتے۔ (کیا پرندوں کی کثرت کی وجہ سے ہم کو نہیں دکھائی دیتا) یا (واقع میں) غیر حاضر ہے (اگر غیر حاضر ہے تو) ہم اسکو ضرور سخت سزا دینگے یا اسے حلال ہی کر ڈالیں گے۔ یا وہ ہمارے حضور میں (اپنی غیر حاضری کی) کوئی وجہ پیش کرے۔ (جس سے) ظاہر (ہو کہ وہ بیقصور ہے) پھر تھوڑی دیر کے بعد ہدہد آ حاضر ہوا۔ اور لگا کہنے کہ مجھکو ایک ایسا حال معلوم ہوا ہے جو (اب تک) حضور کو معلوم نہیں ہوا۔ اور میں حضور میں (شہر) سبا کی ایک تحقیقی خبر لے کر حاضر ہوا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ وہاں کے لوگوں کی ملکہ ہے (اور ان پر حکمرانی کر رہی ہے) اور ہر طرح کے ساز و سامان (سلطنت) اسکو میسر ہیں اور اسکے یہاں (ایک بہت) بڑا تخت (بھی) ہے۔ میں نے ملکہ اور اسکے لوگوں کو دیکھا کہ خدا کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور شیطان نے انکے اعمال کو انہیں عمدہ کر دکھایا ہے اور انکو (راہ) راست سے روک دیا ہے تو انکو (اتنی بات بھی) نہیں سوجھ پڑتی کہ خدا ہی کے آگے (کیوں) نہ سجدہ کریں جو آسمان و زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے۔ اور جو کام تم لوگ چھپا کر کرو اور جو علانیہ کرو سب سے واقف ہے اللہ (وہ ذات پاک ہے) اسکے سوا کوئی معبود نہیں (اور) وہی عرش بریں (کے تخت) کا مالک ہے۔ (سلیمان نے) کہا (اچھا) ہم بھی دیکھے لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹا ہے۔ یہ ہماری تحریر لیجا کر اور اسکو ان کیطرف ڈال دے پھر ان سے الگ ہٹ جا

Marfat.com

پھر دیکھنا رہ کہ وہ لوگ کیا جواب دیتے ہیں۔ (غرض ہدہد نے سلیمان کا فرمان ملکہ کو پہونچا دیا وہ اسے لیکر) بولی کہ اے اہل دربار (یہ) ایک فرمان واجب الاحترام ہماری طرف ڈالا گیا ہے۔ یہ سلیمان کیطرف سے ہے اور یہ (یعنی اس کتاب کی عبارت اسطرح پر ہے کہ سب سے پہلے آئیں) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے (اور بسم اللہ کے بعد) یہ کہ ہمسے سرکشی نہ کرو۔ اور فرمانبردار بنکر ہمارے حضور آحاضر ہو (سبا کی ملکہ سلیمان کا فرمان سنانے کے بعد) بولی کہ اے اہل دربار ہمارے (اس) معاملے میں ہمسے اپنی رائے بیان کرو (ہمارا ہمیشہ سے دستور رہا ہے کہ) تا وقتیکہ تم ہمارے حضور میں موجود نہ ہو ہم کسی امر میں قطعی حکم نہیں دیا کرتے (درباری بول اٹھے) عرض کیا کہ ہم (بڑے طاقتور اور بڑے لڑنے والے ہیں اور (آئندہ) سرکار کو اختیار ہے جیسا حضور حکم دیں اس (کے نیک وبد) کو (اچھی طرح) دیکھ لیں (وہ) بولی بادشاہ جب کسی شہر (کو بزور فتح کرتے اس) میں داخل ہوا کرتے ہیں تو (انکا دستور ہے کہ) اسکو خراب اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں اور (واقعی یہ) ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ اور ہم (اپنے ایلچیوں کے ہاتھ) انکی طرف تحفے (تحائف) بھیجکر دیکھتے ہیں کہ ایلچی کیا (جواب) لیکر آتے ہیں۔ پھر جب (ایلچیوں کا سرگروہ) سلیمان کے حضور میں (تحفے تحائف لیکر) حاضر ہوا تو (سلیمان نے) کہا کہ کیا تم لوگ مال سے ہماری امداد کرنی چاہتے ہو۔ سو جو کچھ ہم کو خدا نے دے رکھا ہے وہ اس سے جو تمکو دے رکھا ہے (کہیں) بہتر ہے۔ سو کچھ تم ہی اپنے تحفے سے خوش ہوتے ہوگے (تو اے سرگروہ ایلچیان! جنہوں نے تجھکو بھیجا ہے) ان (ہی) کے پاس (پھر) لوٹ جا اور (اب ہم) ایسے لشکر لے کر انپر چڑھائی کرینگے جنکا ان سے مقابلہ نہ ہو سکے گا۔ اور ہم انکو وہاں سے ذلیل وخوار (کرکے) نکال باہر کریں تو سہی (اتنے میں سلیمان نے) کہا کہ اے اہل دربار! کوئی تم میں سے ایسا بھی ہے کہ قبل اسکے کہ یہ لوگ مطیع ہوکر ہمارے حضور میں حاضر ہوں ملکہ کے تخت کو ہمارے پاس لا حاضر کرے (اسپر) جنات (کی قسم) میں سے ایک دیو بول اٹھا کہ آپ کے دربار برخاست کرنے سے (پہلے) میں تخت کو حضور میں لا حاضر کرونگا اور میں (اسکے سر کرنے) کی طاقت (بھی) رکھتا (ہوں اور) امانتدار (بھی) ہوں۔ (ایک شخص) جسکو کتابی علم تھا بولا کہ آپکی آنکھ جھپکنے سے پہلے (پہلے) میں تخت کو حضور میں لا حاضر کرتا ہوں۔ تو جب (سلیمان نے) تخت کو اپنے پاس موجود پایا تو بول اٹھے کہ یہ بھی میرے پروردگار کا احسان ہے تاکہ مجھکو آزمائے کہ آیا میں (اسکا) شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں اور کوئی (خدا کا) شکر کرتا ہے تو وہ اپنے بھلے کے لیے شکر کرتا ہے اور کوئی ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار (اسکے شکر سے) بے نیاز (اور بڑا سخی ہے) کہ (ناشکروں کو بھی دیتا ہے سلیمان نے) حکم دیا کہ ملکہ (کی عقل آزمائی) کے لئے اسکے تخت کی صورت بدل دو۔ تاکہ ہم دیکھیں کہ (آخر کار ایمان کے سیدھے رستے پر) آتی ہے یا ان ہی لوگوں میں رہتی ہے جو (کسی طرح) راہ پر نہیں آتے۔ پھر جب (بلقیس سلیمان کے حضور) میں آحاضر ہوئی تو (اس سے) پوچھا گیا کہ کیا آپکا تخت بھی ایسا ہی ہے۔ وہ بولی یہ تو گویا (عین بعین) وہی ہے اور (پھر سلیمان سے مخاطب ہوکر بولی کہ) ہم کو تو اس (واقعہ) سے پہلے (آپکا برگزیدہ خدا ہونا) معلوم ہو گیا تھا اور ہم (تب ہی آپ کو) مان گئے تھے۔ اور (واقع میں) وہ جو خدا کے سوا (آفتاب) کو پوجتی تھی اس نے (ابتک) اسکو (سلیمان کے پاس آنے سے) روکے بھی رکھا کیونکہ وہ کافر لوگوں میں سے تھی (پھر) اس سے کہا گیا کہ آپ محل میں تشریف لے چلئے تو جب اس نے محل (میں شیشے کے فرش) کو دیکھا تو اسکو پانی سمجھی اور (وہاں سے گذرنے کے لئے اسطرح پائنچے اٹھائے کہ) اپنی دونوں پنڈلیاں

کھول دیں (سلیمان نے) کہا یہ تو (شیش) محل ہے جس (کے فرش) میں (بھی شیشے (ہی) جڑے ہوئے ہیں) تب اسکو اپنی غلطی اور بے سامانی پر تنبہ ہوا۔ اور (لگی (خدا کی بارگاہ میں) عرض کرنے کہ اے میرے پروردگار (میں جو اتنے دنوں آفتاب پرستی کرتی رہی اس سے) میں نے اپنا ہی نقصان کیا اور اب میں سلیمان کے ساتھ ہوکر اللہ رب العلمین پر ایمان لائی۔

معالم التنزیل میں مقاتل ابن حبان سے روایت ہے، کہ شیاطین نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے دو فرسخ لمبا ریشمی فرش بنایا تھا اسکے درمیان سونے کا منبر رکھا جاتا تھا۔ اس پر حضرت سلیمان بیٹھتے تھے۔ اسکے ارد گرد تین ہزار طلائی و نقرئی کرسیاں بچھائی جاتی تھیں جن پر علماء و فضلاء بیٹھتے تھے۔ انکے پیچھے جن اور شیاطین اور دوسرے لوگ بیٹھتے تھے۔ پرندے اپنے پروں سے اس مجلس پر سایہ کرتے تھے۔ پھر ہوا ان کرسیوں کو اٹھا کر ایک مہینے کا رستہ ایک دن میں طے کر کے لیجاتی تھی۔

نیز معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام صبح کے وقت دمشق سے سوار ہو کر اصطخر میں جو دمشق سے ایک ماہ کی مسافت پر واقع ہے قیلولہ کرتے پھر بابل میں جاتے اور وہاں سے سوار ہوکر سمرقند میں رات گذارتے تھے۔ ایک دفعہ آپ عراق سے سوار ہوکر شہر مرو میں دوپہر کو پہونچے اور عصر کی نماز بلخ میں پڑھکر چین میں تشریف لائے اور رات وہیں رہے۔ صبح کو سمندر کے ساحل کے راستے قندھار میں پہونچے۔ وہاں سے کرمان گئے۔ کرمان سے ایران پہونچے۔

مواہب علیہ میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اکثر شہر تدمر میں بود و باش رکھتے تھے۔ یہ شہر دیو نے آپ کے لئے بنایا تھا۔ آپ اکثر تدمر سے صبح نکلتے اور شام کے وقت آپ کو ہوا وہیں پہونچا دیتی۔

وہب ابن منبہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالے سے درخواست کی کہ یا اللہ میں چاہتا ہوں کہ تمام مخلوقات کی دعوت کروں۔ خدا نے فرمایا اپنی مخلوقات کی روزی کا میں ہی متکفل ہوں۔ تم انکی ضیافت نہیں کرسکتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا۔ تو نے مجھے بہت سی نعمتیں دے رکھی ہیں تیری نعمتوں میں سے ایک یہ نعمت بھی ہو جائے گی کہ میں تیری مخلوقات کی دعوت کروں۔ چنانچہ خدا نے انکی عرض منظور فرمائی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اتنا بڑا میدان صاف کرایا جس میں آٹھ ماہ برابر آدمی چل سکے۔ اس میدان میں فرش بچھائے گئے اور جنوں نے ستر ستر گز لمبی سات لاکھ دیگوں میں کھانا پکایا۔ جب کھانا پک چکا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے سب جانوروں کو کھانا کھانے کے لئے بلایا۔ اتنے میں ایک مچھلی نے عرض کیا کہ میں بھوکی ہوں۔ مجھے پہلے کھانا کھلایا جائے۔ آپ نے فرمایا ذرا صبر کرو۔ جب سب مخلوقات جمع ہو جائے گی تو تم بھی کھا لینا۔ اس نے کہا مجھے بھوک نے بہت ستایا ہے مجھ میں صبر کی طاقت نہیں رہی۔ اگر ارشاد ہو تو میں پہلے اپنا پیٹ بھر لوں۔ آپ نے اسے کھانے کی اجازت دے دی۔ جو کچھ پکا ہوا تھا وہ سب چٹ کر گئی اور کہنے لگی میں ابھی بھوکی ہوں۔ پہلے تو خدا مجھے سیر کرتا تھا آج آپ نے دعوت کی ہے اسلئے آپ مجھے سیر کریں۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے جو سارا کھانا ساری مخلوقات کے لئے پکوایا تھا اسکو کھا کر بھی تو سیر نہیں ہوئی۔ مچھلی نے کہا اگر صرف مجھے آپ سیر نہیں کرسکتے تو خدا کی ساری مخلوقات کو کیونکر سیر کرینگے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سجدہ میں گر پڑے اور خدا کی بارگاہ میں اپنی عاجزی اور ناتوانی کا اقرار کیا۔ (الخ)۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان لاولد تھے

اسلئے انکے لشکر کے آدمی بیجا ناز کیا کرتے تھے۔ ایک بار انکا ناز بیجا دیکھکر آپ نے کہا کہ میری ستر بیبیاں ہیں سب کے پاس جاؤں گا تو ستر بیٹے پیدا ہوں گے۔ مگر انشاء اللہ کہنا بھول گئے۔ پیغمبر کی اتنی غفلت بھی شان پیغمبری کے خلاف ہے چنانچہ ستر کی جگہ ایک بی بی سے بیٹا ہوا وہ بھی کچا ادھورا۔ لوگوں نے لاکر تخت پر انکے سامنے رکھدیا کہ لیجئے یہ آپکا وارث تخت و تاج ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۝ تا اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (س۔ ص۔ ع ۳) اور ہمنے سلیمان کو (ایک اور طرح بھی) آزمایا اور انکے تخت پر ایک دھڑ لا ڈالا۔ پھر (سلیمان نے خدا کی جناب میں) رجوع کیا (اور) دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار! میرا قصور معاف فرما اور مجھکو ایسی سلطنت عنایت کر کہ میرے پیچھے کسیکو سزاوار نہ ہو بیشک تو بڑا فیاض ہے۔

سلیمانیہ مسلمانوں کے ایک فرقہ کا نام ہے۔ جو سلیمان بن جریر کیطرف منسوب ہے انکا خیال ہے کہ امامت مجلس شوریٰ پر موقوف ہے جو دو نیکوکار مسلمانوں سے بھی منعقد ہو سکتی ہے۔ اور اگرچہ لوگوں نے ابوبکرؓ و عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں غلطی کی ہے۔ مگر یہ خلیفے برحق تھے۔ اور یہ غلطی درجہ فسق و فجور تک نہیں پہنچی۔ انکے اس قول کی بنا اسبات پر ہے کہ انکے نزدیک افضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت جائز ہے۔ یہ لوگ حضرت عثمان۔ طلحہ۔ زبیر۔ عائشہؓ کو (نعوذ باللہ) کافر کہتے ہیں۔ (ن غ)

سماحت جوانمردی۔ دریا دلی۔ عالی حوصلگی۔ عمر بن عبسہ سے روایت ہے کہ میں نے رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسلام میں آپکے ساتھ اور کون ہے فرمایا ایک آزاد شخص اور ایک غلام ہے (آزاد سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور غلام سے زید بن حارث کیطرف اشارہ ہے) عمر بن عبسہ کہتا ہے پھر میں نے عرض کیا کہ کس شخص کا اسلام سب سے بہتر ہے۔ فرمایا جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہے ہوں۔ پھر میں نے کہا ایمان کیا چیز ہے۔ فرمایا مصیبتوں پر صبر کرنا اور جوانمردی الی آخر الحدیث (احمد)۔

اسکی زیادہ تشریح کے لئے دیکھو (علو ہمت)۔

سماع گانا سننا۔ راگ سننا۔ اسکے لئے دیکھو (غنا)۔

سمسار لغوی معنے دلال۔ تاجر۔ عربی لفظ ہے (غ) سمسار اصل میں عجمی لفظ ہے۔ چونکہ عجمی لوگ کثرت سے خرید و فروخت کیا کرتے تھے اسلئے انہوں نے اپنا لقب سمسار رکھ لیا تھا۔ عجمیوں کی دیکھا دیکھی عربوں نے بھی اپنے لئے اس لفظ کا بولنا تجویز کیا۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے اس لحاظ سے کہ جس سرزمین میں پیدا ہوئے اسی زبان کا رواج وہاں بہتر ہے عربی سوداگروں کا نام تاجر رکھا۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ ابوغرزہ کے بیٹے قیس سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہم لوگ (جو سوداگری کا پیشہ کرتے تھے) سمسار کے نام سے پکارے جاتے تھے تو جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارا نام اس سے بہت اچھا یعنے تجار رکھا۔ چنانچہ فرمایا کہ اے تاجروں کی جماعت خرید و فروخت میں بیہودہ باتیں اور قسمیں شامل ہوتی ہیں تو صدقہ دے کر اسے پاک و خالص کر لو۔

سمیع (ل) بہت سننے والا۔ اللہ تعالے کا نام ہے قرآن مجید میں یہ اسم بہت جگہ آیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ (س۔ انعام۔ ع ۲) اور اسی کا ہے جو کچھ رات اور دن میں بستا ہے اور سنتا اور جانتا ہے۔

Marfat.com

سُنّت (ل) طور۔ طریق۔ محدثین اس سے مراد لیتے ہیں طور و طریق جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ اصحاب کا۔ تابعین کا۔ سنت کی اس تعریف میں اصحاب اور تابعین اور طور و طریق تین لفظ تشریح طلب ہیں۔ سو اصحاب جمع ہے صحابی کی۔ اور صحابی وہ ہے جو اسلام لایا اور اسکو شرف صحبت پیغمبر بھی حاصل ہوا۔ اور عقیدہ اسلام پر ہی اس نے وفات پائی۔ صحبت کے لئے مدت کی قید نہیں۔ تھوڑی ہو یا بہت۔ جو نسبت صحابی کو ہے رسولخدا سے وہی نسبت تابعی کو ہے صحابی سے۔ یعنے تابعی وہ ہے جسکو کسی صحابی کے ساتھ صحبت رہی ہو۔ اسلام کی شرط بدستور۔ پھر طور و طریق سے مراد ہے قول اور فعل اور تقریر۔ تقریر سے گفتگو مراد نہیں۔ بلکہ تقریر یہ ہے کہ کسیکو کچھ کرتے دیکھا یا کہتے سنا اور خاموش ہو گئے۔ جس سے سمجھا گیا کہ قول یا فعل کو جائز کہا۔ پس سنت نو قسم کی ہوئی۔ (۱) پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا قول (۲) آپکا فعل (۳) یا آپکا کسیکے قول یا فعل کو جائز رکھنا۔ اسی طرح کی تین قسمیں صحابی کے تعلق سے۔ پھر اسی طرح کی تین قسمیں تابعی کے تعلق سے۔ یہ سب نو ہوئیں۔ خود پیغمبر صاحب کی سنت کی پیروی کے لئے تو قرآن مجید ناطق ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (س۔ آل عمران۔ ع ۴) (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہدو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ (بھی) تمکو دوست رکھے۔ اور تمکو تمہارے گناہ معاف کردے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
صحابہ کے حق میں رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ۔ میرے صحابی ستاروں جیسے ہیں تم ان میں سے جسکی اقتدا کروگے راہ پاؤگے۔ رہے تابعی ہم انکی پیروی اس حدیث کے استنباط سے کرتے ہیں۔ خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ۔ یعنی زمانوں میں سب سے بہتر زمانہ میرا۔ پھر ان لوگوں کا زمانہ بہتر ہے جو اس عہد کے لوگوں سے نزدیک ہوں گے اور پھر انکا جو ان کے نزدیک ہونگے بہرحال ہم کو قرآن کے علاوہ خدا کے حکم سے پیغمبر صاحب کی اور پیغمبر صاحب کے حکم سے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی پیروی کرنی ہے۔ اور پیروی بھی کرنی ہے تو ان کے فعل کی۔ قول کی۔ تقریر کی۔ جسکے معنے ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔
کشاف نے اصطلاحات میں لکھا ہے کہ اصطلاح شرع میں سنت کا اطلاق ذیل کے معنوں پر کیا جاتا ہے (۱) شریعت (۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول اور فعل اور تقریر (۳) وہ حکم جو صرف حدیث سے ثابت ہو۔ (۴) وہ کام جسکا کرنا نہ کرنے سے اچھا ہو۔ یعنے فرض۔ واجب۔ سنت۔ نفل۔ مستحب سب کو شامل ہیں (۵) نفل یعنے وہ کام جسکے کرنے پر ثواب ہو اور نہ کرنے پر عذاب نہ ہو۔ (۶) امر مشروع (۷) وہ کام جسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا صحابہ نے ہمیشہ کیا ہو۔ اور ایک یا دو دفعہ کے سوا نہ چھوڑا ہو۔ اگر اسکے نہ کرنے میں گناہ ہو تو اسے سنت الہدیٰ یا سنت موکدہ کہتے ہیں جیسے اذان۔ جماعت۔ فجر کی دو سنتیں۔ ظہر کی چھ سنتیں۔ مغرب اور عشا کے بعد فرضوں کی دو سنتیں۔ اور اگر اسکے نہ کرنے پر گناہ نہ ہو تو اسے سنت زائدہ یا غیر موکدہ کہتے ہیں۔
وضو میں جو کام مسنون ہیں ان کے لئے دیکھو (وضو) اور نماز کی سنتوں کے لئے دیکھو (نماز)

سَنَہ برس۔ جمع اسکی سنون اور سنوات آتی ہے۔ عربی میں عام اور حول بھی برس کو کہتے ہیں۔ ایام جاہلیت میں بھی سال کی تقسیم اسی طرح قمری حساب

Marfat.com

بارہ مہینوں پر کرتے تھے جس طرح کہ اسلام میں مقرر ہے مگر تقریباً دو سو برس اسلام سے پیشتر کبس شہور (لون) کا طریقہ بھی جاری ہوا تھا۔ اور ہر تیسرے برس ایک مہینہ بڑھا لیتے تھے جیسے کہ ہندی (لون) کا مہینہ ہوتا ہے۔ تاکہ قمری سال شمسی دورہ کے برابر ہو جائے۔ اس وجہ سے حج انکا ہر سال ایک ہی زمانے میں پڑتا تھا۔ اور انکی معمولہ عادت میں فرق نہیں آنے پاتا تھا۔ اس حساب کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ چند دن مہینوں پر بحساب کسور بڑھا دیتے ہیں جس سے تین برس میں ایک مہینہ پورا نکل آتا ہے۔ یہ طریقہ مصری عربوں میں ابتک رائج ہے۔ مگر اسلام نے اسے لغو ٹھہرایا ہے۔ اور فقط قمری حساب رویت ہلال کے مطابق جاری رکھا ہے۔ اسلام کے تمام فرقے عام احکام شرعیہ میں رویت ہلال کا لحاظ کرتے ہیں۔

اسلامی سال محرم کے مہینے سے شروع ہوتا ہے۔ اور کل بارہ مہینے ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن و حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا تا وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ط (س۔ توبہ۔ ع ۵)۔ جس دن خدا نے آسمان و زمین پیدا کئے ہیں تب ہی سے خدا کے یہاں مہینوں کی گنتی کتاب اللہ (یعنی لوح محفوظ) میں بارہ مہینے لکھی چلی آتی ہے جن میں سے چار مہینے ادب کے ہیں۔ دین کا سیدھا رستہ تو یہ ہے۔ تو مسلمانو! ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرنا اور تم سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب تم سے لڑتے ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے روز خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ زمانہ یعنی برس اپنی اصلی وضع پر آگیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے زمین و آسمان پیدا کرنے کے دن تھا یعنی سال بارہ مہینے کا ہو گیا ہے۔ ان میں سے چار مہینے با حرمت ہیں تین پے در پے ذیقعدہ اور ذی الحجہ اور محرم اور رجب مضر کا جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔ (منظ)

سند (ل) وہ چیز جس پر اعتماد اور بھروسہ کیا جائے۔ جس پر تکیہ لگایا جائے۔ (ص۔م) میں راویان حدیث کا نام ہے۔ جنکے ذریعہ اصل حدیث تک رسائی ہوتی ہے۔ اسناد کا لفظ بھی محدثین کا اصطلاحی لفظ ہے جو روات حدیث کے بیان کا نام ہے پس سند اور اسناد میں حکایت اور محکی عنہ کا فرق ہے۔

سخاوی نے شرح الفیہ میں اس فرق کو حق بتلایا ہے اسناد کے مقابل لفظ ارسال ہے جسکے معنے یہ ہیں کہ حدیث کی سند بیان نہ کیجائے۔ بعض دفعہ اسناد کو سند کے معنے میں بھی استعمال کر لیا جاتا ہے۔

احادیث کی سندوں کی پابندی اور انکا اہتمام امت مرحومہ کی خصوصیات سے ہے۔ چنانچہ ابن مبارک نے لکھا ہے کہ اگر اسناد کا اہتمام نہ ہوتا تو لوگ جو چاہتے کہہ سکتے تھے۔ (ک)

سنن ابن ماجہ حدیث کی مشہور و معروف کتاب ہے جو صحاح ستہ میں داخل ہے مصنف شیخ محمد الدین یزید بن عبد اللہ علوی بن ابن ماجہ قزوینی اس کتاب میں سولہ باب ہیں۔ اور ہر باب میں مختلف حدیثیں ہیں۔ یہ کتاب صحاح ستہ میں خاص قبولیت رکھتی ہے اور اسکے رواۃ معتبر اور ثقہ ہیں۔ اسکا زمانہ صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین سے قریب تھا۔ اسکے مصنف کی پیدائش ۲۰۹ھ میں اور وفات رمضان ۲۷۳ھ یا ۲۷۵ھ میں واقع ہوئی۔

سنن ابو داؤد صحاح ستہ میں یہ کتاب داخل ہے۔ مصنف امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ہیں۔ جنکی پیدائش ۲۰۲ھ میں واقع ہوئی۔ اور شوال ۲۷۵ھ میں بصرہ میں انتقال فرمایا۔ کافہ انام و طبقات فقہائے عظام نے اسکو پسند فرمایا ہے۔

Marfat.com

اور اہل عراق و مصر و بلاد مغرب کے علماء نے اسپر اعتماد کیا
سنن۔ احکام۔ اخبار قصص و مواعظ اور ادب کے لحاظ
سے ان کتب حدیث کی جامع ہے جو اس سے قبل
تصنیف ہوئی ہیں۔ علماء عصر نے اس کتاب کی تعریف میں
بہت کچھ تحریر کیا ہے۔ بلکہ ابو العلاء ابو اروی نے تو یہانتک
کہدیا ہے کہ میں نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم
کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے تھے جو شخص علم حدیث حاصل
کرنیکا ارادہ کرے اسکو چاہیئے کہ سنن ابو داؤد پڑھے۔
یہ کتاب چار جلدوں میں تمام ہوئی ہے۔ جلد اول میں
مقدمہ۔ بعدازاں فہرست مطالب کتاب و ابواب
کی ترتیب سے مرتب ہے۔ پھر کتاب الطہارۃ سے شروع
ہوکر کتاب النکاح پر ختم ہے۔ جلد دوم میں صرف کتاب
الجہاد ہے۔ جلد ثالث میں بقیہ کتاب الجہاد سے آغاز ہے
اور کتاب الحدود پر اختتام ہے۔ جلد چہارم کتاب الآیات
سے شروع ہے اور کتاب الادب پر ختم ہے۔

سنّور بلی۔ اسکا کھانا حرام ہے۔ کیونکہ یہ درندہ ہے۔
صحیح مسلم اور ابو داؤد میں ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے بلی کے فروخت کرنے سے منع فرمایا
ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ممانعت جنگلی بلی کی فروخت کیلئے
ہے جس میں کوئی نفع نہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نہی
تنزیہی ہے تاکہ لوگ بلی کے ہبہ اور عاریت کی عادت
نہ کرلیں۔ ورنہ اگر اس میں نفع ہو تو اسکی بیع صحیح ہوگی۔
(حیوۃ)۔

سنہ قمریہ قمری سال۔ جو تین سو چون اور ثلث یوم کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے
شمسی سال قمری سال پر گیارہ دن اور دن کی اکیسویں
جز کے ایک حصہ کا قدر زائد ہے (تج)۔ اس سنہ کی ابتدا
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے کیگئی ہے۔

سواد اعظم بڑی جماعت۔ یعنی وہ جماعت جس میں علماء
حقانی زیادہ ہوں۔

ابن عمر سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ سواد اعظم (یعنی جس طرف علماء حقانی زیادہ
ہوں اس جماعت) کی پیروی کرو۔ (اور جماعت سے علیحدہ
نہ ہو) کیونکہ جو شخص جماعت سے علیحدہ ہو گیا وہ دوزخ
میں الگ جا پڑا۔ (ابن)۔
سواد اعظم کا اطلاق اسلامی لٹریچر میں اہل سنت
و جماعت پر آتا ہے (ص۔و) میں فقر کو کہتے ہیں کیونکہ
الفقر سواد الوجہ فی الدارین (ک)۔

سواع ایک بت کا نام ہے جسے حضرت نوح علیہ السلام
کی قوم پوجتی تھی۔ اسکے اصلی معنے قائم کرنے
اور ٹھہرنے کے ہیں شرع میں اسے صفت قیومیت کہتے
ہیں۔ یہی صفت بقائے عالم کا باعث ہے۔ قوم نوح
نے اس صفت کو عورت کی شکل میں ڈھالا تھا۔ اسلئے کہ خانہ داری
اور خانگی انتظام عورت کی ذات سے وابستہ ہے۔ ہندو
اس صفت کو لکشمی کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اور انہوں نے
بھی اسکی ایک صورت بنا رکھی ہے (تفسیر حقانی)۔
قرآن مجید میں اسکا ذکر آیا ہے۔ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ
وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ط
(س۔ نوح۔ ع ۲) اور ایک دوسرے کو کہا کہ اپنے معبودوں
کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ وَدّ کو چھوڑنا اور نہ سواع کو۔
اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو۔
عمرو بن العاص نے فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے حکم سے اس بت کو توڑا تھا (تاریخ مسجد الحرام)۔

سوائم باہر چرنے والے مواشی۔ ان میں زکوٰۃ
واجب ہے۔ دیکھو (زکوٰۃ)۔

سودہ رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات
سے تھیں۔ پہلے انکا نکاح ان کے چچیرے بھائی
سکران کے ساتھ تھا۔ ایک دن انہوں نے خواب دیکھا کہ
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم میری طرف آئے اور اپنے پیر میری
گردن پر رکھدیئے۔ جب بیدار ہوئیں تو اپنے شوہر سے

Marfat.com

خواب بیان کیا۔ اس نے تعبیر کی کہ اگر تیرا خواب سچا ہے تو میں مرونگا اور محمد تیرے ساتھ نکاح کرینگے۔ دوسری بار پھر خواب دیکھا کہ میں تکیہ لگائے بیٹھی ہوں اور ماہتاب آسمان سے آکر مجھ پر گرا۔ بیدار ہوئیں تو یہ خواب بھی اپنے شوہر سے بیان کیا۔ اس نے کہا اگر سچ ہے تو میں مرجاؤنگا اور تو اور شوہر کریگی۔

غرض کہ جب سکران مرگیا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو نکاح کا پیغام بھیجا۔ سودہ نے اپنے باپ سے اذن لے کر قبول کیا۔ اور سال دہم نبوت میں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چار سو درہم مہر معین کرکے نکاح کیا۔ عمر انکی زیادہ تھی اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلاق دینے کا ارادہ کیا تھا۔ حضرت سودہ رات کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سرراہ جا بیٹھیں۔ جس وقت آنحضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لیجانے لگے تو کہنے لگیں۔ یارسول اللہ! مجکو طلاق نہ دیجئے۔ میں مرد کی خواہش نہیں رکھتی۔ مگر یہ چاہتی ہوں کہ روز قیامت آپ کی ازواج میں اٹھائی جاؤں۔ اور میں اپنی نوبت آپ کی محبوبہ حضرت عائشہ کو بخشتی ہوں۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی درخواست منظور فرمائی۔ وفات انکی آخر خلافت حضرت عمرؓ میں واقع ہوئی جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ ایک حدیث ان سے بخاری میں مروی ہے اور چار سنن اربعہ میں۔ (تفر)۔

سورۃ | لفظی معنے شرف و منزلت۔ قرآن مجید کے ایک معین حصہ کو کہتے ہیں۔ تمام قرآن مجید میں ۱۱۴ سورتیں ہیں جنکے نام یہ ہیں:۔

(۱) فاتحہ (۲) بقرہ (۳) آل عمران (۴) نساء۔
(۵) مائدہ (۶) انعام (۷) اعراف (۸) انفال (۹) توبہ۔
(۱۰) یونس (۱۱) ہود (۱۲) یوسف (۱۳) رعد (۱۴) ابراہیم
(۱۵) حجر (۱۶) نحل (۱۷) بنی اسرائیل (۱۸) کہف (۱۹) مریم
(۲۰) طٰہٰ (۲۱) انبیاء (۲۲) حج (۲۳) مومنون (۲۴) نور
(۲۵) فرقان (۲۶) شعرا (۲۷) نمل (۲۸) قصص (۲۹) عنکبوت
(۳۰) روم (۳۱) لقمان (۳۲) سجدہ (۳۳) احزاب (۳۴) سبا۔
(۳۵) فاطر (۳۶) یٰس (۳۷) الصّٰفّٰت (۳۸) ص (۳۹) زمر
(۴۰) مومن (۴۱) حٰم سجدہ (۴۲) شوریٰ (۴۳) زخرف
(۴۴) دخان (۴۵) جاثیہ (۴۶) احقاف (۴۷) محمد (۴۸) فتح (۴۹) حجرات
(۵۰) قٓ (۵۱) ذاریات (۵۲) طور (۵۳) نجم (۵۴) قمر (۵۵) رحمٰن
(۵۶) واقعہ (۵۷) حدید (۵۸) مجادلہ (۵۹) حشر (۶۰) ممتحنہ (۶۱) صف
(۶۲) جمعہ (۶۳) منافقون (۶۴) تغابن (۶۵) طلاق (۶۶) تحریم
(۶۷) ملک (۶۸) قلم (۶۹) حاقہ (۷۰) معارج (۷۱) نوح (۷۲) جن
(۷۳) مزمل (۷۴) مدثر (۷۵) قیامہ (۷۶) دھر (۷۷) مرسلات
(۷۸) نبا (۷۹) نازعات (۸۰) عبس (۸۱) تکویر (۸۲) انفطار (۸۳) تطفیف
(۸۴) انشقاق (۸۵) بروج (۸۶) طارق (۸۷) اعلیٰ (۸۸) غاشیہ
(۸۹) فجر (۹۰) بلد (۹۱) شمس (۹۲) لیل (۹۳) ضحیٰ (۹۴) انشراح
(۹۵) تین (۹۶) علق (۹۷) قدر (۹۸) بینہ (۹۹) زلزال
(۱۰۰) عادیات (۱۰۱) قارعہ (۱۰۲) تکاثر (۱۰۳) عصر (۱۰۴) ہمزہ
(۱۰۵) فیل (۱۰۶) قریش (۱۰۷) ماعون (۱۰۸) کوثر (۱۰۹) کافرون
(۱۱۰) نصر (۱۱۱) لہب (۱۱۲) اخلاص (۱۱۳) فلق (۱۱۴) ناس

ان میں سے جو سورتیں مکہ میں نازل ہوئی ہیں انہیں مکی۔ اور جو مدینہ میں نازل ہوئی ہیں انہیں مدنی کہا جاتا ہے۔

سوگند | قسم۔ تفصیل کے لئے دیکھو (قسم)

سونا | سونے کی مقدار نصاب ساڑھے سات تولہ ہے۔ یعنے اگر کم از کم ساڑھے سات تولہ سونا کسی کے پاس ہو تو اس پر ایک سال گذرنے پر زکوۃ واجب ہوتی ہے۔ اس سے کم پر نہیں۔ زکوۃ اسکی چالیسواں حصہ یعنے ماشے ۲ رتی ہوتی ہے۔ حنفی مذہب میں ہر قسم کے سونے پر زکوۃ واجب ہے خواہ وہ مسکوک سکوں یعنے اشرفی دینار وغیرہ کی صورت میں ہو یا زیور و برتن کی شکل میں ہو اور خواہ صرف ڈلیاں ہوں۔ مگر امام شافعی کے نزدیک زیور وغیرہ ضرورت کی چیزوں میں زکوۃ نہیں جو سونے سے بنی ہوں۔ سونے

Marfat.com

چاندی کے برتن میں کھانا پینا بالاتفاق عورت مرد سب کے لئے حرام ہے۔ زیور مرد کے لئے حرام ہے عورت کے لئے مباح ہے۔ شیعوں کے نزدیک غیر مسکوک سونے پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

سہم اُس تیر کو کہتے ہیں جو کمان سے چھوڑا جائے۔ حصہ کے معنے میں بھی آیا ہے۔ جمع اسکی سہام آتی ہے۔ (غ) شرع میں حصہ وراثت کے لئے آتا ہے دیکھو (فرائض)۔

سیپارہ فارسی لفظ ہے جسکے معنے ہیں تیس ٹکڑے یا تیسواں ٹکڑا (ص) ہیں قرآن مجید کے ہر تیسویں حصہ کو کہتے ہیں پھر ہر حصے کے چار حصے ہوتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کو ربع یا پاؤ کہا جاتا ہے۔ عربی میں سیپارہ کے مقابلہ میں جزء کا لفظ بولا جاتا ہے مثلاً الجزء الاول۔ الجزء الثانی وغیرہ۔ قرآن مجید کے کل تیس پارے ہیں جنکے نام یہ ہیں:۔

۱۔ الٓمٓ	۲۔ سَيَقُوْلُ
۳۔ تِلْكَ الرُّسُلُ	۴۔ لَنْ تَنَالُوْا
۵۔ وَالْمُحْصَنٰتُ	۶۔ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ
۷۔ وَاِذَا سَمِعُوْا	۸۔ وَلَوْ اَنَّنَا
۹۔ قَالَ الْمَلَاُ	۱۰۔ وَاعْلَمُوْا
۱۱۔ يَعْتَذِرُوْنَ	۱۲۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ
۱۳۔ وَمَا اُبَرِّئُ	۱۴۔ رُبَمَا
۱۵۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ	۱۶۔ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ
۱۷۔ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ	۱۸۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ
۱۹۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ	۲۰۔ اَمَّنْ خَلَقَ
۲۱۔ اُتْلُ مَا اُوْحِيَ	۲۲۔ وَمَنْ يَّقْنُتْ
۲۳۔ وَمَالِيَ	۲۴۔ فَمَنْ اَظْلَمُ
۲۵۔ اِلَيْهِ يُرَدُّ	۲۶۔ حٰمٓ
۲۷۔ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ	۲۸۔ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ
۲۹۔ تَبٰرَكَ الَّذِیْ	۳۰۔ عَمَّ

ان کے یہ نام ان لفظوں پر رکھے گئے ہیں جو انکے شروع میں آئے ہیں۔

سیارہ نجوم سیارہ سے وہ ستارے مراد ہیں جو گردش کرتے رہتے ہیں۔ بخلاف نجوم ثوابت کے جو اپنی جگہ پر قائم ہیں اور حرکت نہیں کرتے۔ شریعت کو من حیث الشریعت ستاروں اور دیگر فلکیات کی تحقیق سے کوئی تعلق نہیں۔ مگر متاخرین حکمائے اسلام نے دیگر علوم کیطرح علم نجوم و ہیئت کو بھی بہت ترقی دی ہے۔ اسلئے ان مسائل سے تعلق رکھنے والی آرار مختلفہ میں حکمائے اسلام کی رائے کو بھی خاص وقعت دی گئی ہے۔ ان کے نزدیک گردش کرنیوالے ستارے سات ہیں جن کو سبع سیارہ کہتے ہیں (۱) قمر (۲) شمس (۳) زحل (۴) مشتری (۵) مریخ (۶) عطارد (۷) زہرہ۔ حکمائے اسلام زمین کو مرکز مانتے ہیں۔ اور یہ انکے نظام بطلیموس کے مطابق ہے۔ جسکو حکیم بطلیموس نے ثابت کیا ہے۔

سیّد (ل) رئیس۔ سردار۔ آقا۔ یہ لفظ لقب کے طور پر بنی فاطمہ کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر جہانتک غور کیگئی ہے قرآن و حدیث میں ان کے اس لقب کا پتہ نہیں لگتا۔

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ تا وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (س۔ آل عمران ع ۴) ابھی زکریا حجرے میں کھڑے دعا ہی مانگ رہے تھے کہ ان فرشتوں نے آواز دی کہ خدا تمکو (ایک فرزند) یحییٰ (کے پیدا ہونے) کی خوشخبری دیتا ہے اور ان میں اتنی فضیلتیں ہونگی کہ عیسیٰ جو حرف) خدا کے (کن) فرما دینے سے بن باپ کے پیدا ہوں گے یحییٰ ان) کی پیغمبری کی تصدیق کرینگے اور (لوگوں کے) پیشوا ہوں گے اور (عورتوں کی صحبت سے) رکے رہیں گے اور نبی ہوں گے۔ (غرض اللہ کے) نیک

Marfat.com

بندوں میں سے ہوں گے۔

نیز ارشاد ہے وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ (س۔ یوسف ع ۳) اور وہ دونوں بھاگے بھاگے دروازے پر پہونچے اور عورت نے (بھاگتے کو پکڑنا چاہا تو) پیچھے سے یوسف کا کرتہ پھاڑ دیا۔ اور دونوں نے عورت کے خاوند کو دروازے کے پاس (کھڑا) پایا۔

سِیَر سیرۃ کی جمع ہے (ل) روش طریقہ۔ (ص۔ ش) میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات۔ آپ کے غزوات کو کہتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر میں کل تینتیس ۳۳ غزوے کئے۔ جنکی اجمالی کیفیت نقشہ ذیل سے معلوم ہو سکتی ہے۔

نمبر شمار	نام غزوہ	سنہ و ماہ	کیفیت
۱	ربواء	صفر سنہ ۲ھ	یہ غزوہ قریش اور بنی حمزہ کے ساتھ ہوا
۲	بواط	ربیع الاول سنہ ۲ھ	آپ سائب بن مظعون کو مدینے کا حاکم مقرر کرکے اس غزوہ میں تشریف لے گئے۔
۳	عشیرہ	جمادی الاولیٰ سنہ ۲ھ	یہ غزوہ قریش کے ساتھ ہوا۔
۴	بدر اولیٰ	جمادی الآخری سنہ ۲ھ	مدینہ میں زید بن ثابت کو چھوڑ کر آپ اس غزوہ میں تشریف لے گئے۔
۵	نخلہ	شعبان المعظم سنہ ۲ھ	اس غزوہ میں آپ نے عبداللہ بن جحش کو سات آٹھ مہاجرین کے ساتھ بھیجا۔
۶	بدر کبریٰ	رمضان المبارک سنہ ۲ھ	اس غزوہ میں ایک تخت آپ کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ اور آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے تیر پھینکا۔ اس لڑائی میں فرشتے امداد کے لئے آئے۔
۷	بنی سلیم	ماہ شوال سنہ ۲ھ	یہ غزوہ بدر کبریٰ سے سات روز بعد واقع ہوا۔
۸	سویق	ذی الحجہ سنہ ۲ھ	یہ لڑائی ابوسفیان سے ہوئی
۹	ذی امر	" سنہ ۳ھ	اس غزوہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عثمانؓ کو مدینہ کا حاکم مقرر کرکے تشریف لے گئے۔
۱۰	فرع	ربیع الاول سنہ ۳ھ	یہ غزوہ قریش مکہ کے ساتھ ہوا۔ آپنے دو مہینے فرع میں قیام فرمایا۔
۱۱	زید بن حارثہ	جمادی الآخری سنہ ۳ھ	یہ غزوہ دریا کے کنارے پر ہوا۔ اسمیں خویصہ بن مسعود ایمان لائے۔
۱۲	احد	شوال سنہ ۳ھ	اس میں حضرت حمزہ وحشی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ دیکھو لفظ (احد)
۱۳	ذات الرقاع	جمادی الاولیٰ سنہ ۴ھ	اس غزوہ میں ابوذر غفاری کو مدینہ کا حاکم مقرر کرکے آپ نخلہ کو تشریف لے گئے۔
۱۴	بدر الموعد	شعبان سنہ ۴ھ	یہ غزوہ قریش کے ساتھ ہوا۔
۱۵	دومۃ الجندل	ربیع الاول سنہ ۵ھ	اس غزوہ میں سباع غفاری کو حاکم مدینہ مقرر کرکے آپ تشریف لیگئے
۱۶	خندق یا جنگ احزاب	شوال سنہ ۵ھ	یہ غزوہ قوم غطفان کے ساتھ ہوا۔ اور خندق کھودی گئی۔
۱۷	بنی قریظہ	سنہ ۵ھ	اس غزوہ میں حضرت جبرئیل نے آکر دشمن کو ہلاک کیا تھا۔
۱۸	بنی لحیان	جمادی الاولیٰ سنہ ۶ھ	غزوہ بنی قریظہ سے چھ ماہ بعد یہ غزوہ ہوا۔
۱۹	ذی قرد	" "	غزوہ بنی لحیان سے چھ روز بعد یہ غزوہ ہوا۔
۲۰	بنی المصطلق	شعبان المعظم سنہ ۶ھ	اس غزوہ میں مخالفین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تھی۔ اور ان کے لئے آیت تطہیر نازل ہوئی۔

Marfat.com

۲۱	خیبر	محرم الحرام سنہ ۷ھ	اس غزوہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جھنڈا دیا گیا۔ اس میں حضرت صفیہ سے آنحضرت کا نکاح ہوا۔
۲۲	موتہ	جمادی الاولیٰ سنہ ۸ھ	اس غزوہ میں پہلے زید بن حارثہ کو سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ پھر آپ تشریف لے گئے۔
۲۳	فتح مکہ	رمضان المبارک سنہ ۸ھ	اس معرکہ میں حضرت ابوسفیان ایمان لائے۔ اور فتح کے دن حضرت بلال نے کعبہ میں اذان کہی۔
۲۴	حنین	سنہ ۸ھ	یہ غزوہ فتح مکہ سے چند یوم بعد وقوع پذیر ہوا۔ اس میں فرشتے حاضر ہوئے تھے۔
۲۵	تبوک	رجب المرجب سنہ ۹ھ	اس غزوہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا سے پانی برسا اور مسجد ضرار کو گرانیکا حکم دیا گیا۔
۲۶	عبداللہ بن رواحہ	•	اس غزوہ میں آپ نے عبداللہ بن رواحہ کو چند آدمیوں سمیت بشر کے قتل کرنیکے لئے روانہ کیا تھا۔
۲۷	ذات السلاسل	•	اس غزوہ میں عمرو بن عاص کی خواہش کے مطابق حضرت ابوبکر و حضرت عمر وغیرہ بھیجے گئے۔
۲۸	عبداللہ بن انیس	•	اس غزوہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن انیس کو خالد بن ابوسفیان کو قتل کرنے کے لئے روانہ کیا۔
۲۹	عبداللہ بن غالب	•	اس غزوہ میں آپ نے عبداللہ بن غالب کو بنی ملوح پر چھاپہ مارنے کے لئے بھیجا۔
۳۰	ابن ابی خذرو	•	اس غزوہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن بن عوف کو جھنڈا دیکر لڑائی کے لئے بھیجا
۳۲	سالم	•	اس غزوہ میں آپ نے ابو عبیدہ کو کھجوروں کا توشہ دان دیکر لڑائی میں بھیجا۔
۳۳	عمرو بن امیہ	•	اس غزوہ میں آپ نے عمرو بن امیہ کو سردار لشکر بنا کر روانہ کیا۔

بعض مورخین کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انیس[۱۹] لڑائیاں کیں۔ بعض چھبیس[۲۶] بتلاتے ہیں بعض ستائیس اور بعض چھتیس[۳۶]۔ سب سے پچھلی جنگ تبوک ہے نو لڑائیوں کے سوا کسی لڑائی میں کشت وخون تک نوبت نہیں پہونچی۔ اور وہ یہ ہیں۔ بدر[۱]۔ احد[۲]۔ خندق[۳]۔ بنی قریظہ[۴]۔ بنی مصطلق[۵]۔ خیبر[۶]۔ فتح مکہ[۷]۔ حنین[۸]۔ طائف[۹]۔

فقہ کی کتابوں میں سیر اس باب کا نام ہے جس میں جہاد کے مسائل بیان کئے جاتے ہیں (دیکھو کتب فقہ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات میں سب سے پہلے محمد بن اسحٰق نے کتاب تصنیف کی (ک) اسکے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں ہیں۔ مثلاً مدارج النبوۃ۔ اور خصائص النبوۃ وغیرہ۔

سیف اللہ (ل) اللہ کی تلوار۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا لقب ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے انہیں عطا ہوا تھا۔ دیکھو (خالد بن ولید)۔

سینا سین کی فتح سے۔ کوہ طور کا نام ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصب نبوت ملا تھا دیکھو طور

قرآن مجید میں اس لفظ کا ذکر یوں آیا ہے وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْآكِلِينَ ۝ (س۔ مومنون۔ ع) اور (ہم نے زیتون کا) درخت (پیدا کیا) جو طور سینا (پہاڑ) میں کثرت سے پیدا ہوتا ہے (اور) کھانے والوں کے لئے (گویا) روغن اور سالن لئے ہوئے اگتا ہے۔

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۝ وَطُورِ سِينِينَ ۝ (س تین ع۱) انجیر (میوے) اور زیتون (درخت) اور طور سینین (پہاڑ) کی قسم۔

باب الشین

شافعی رح کنیت انکی ابو عبداللہ۔ لقب شافعی اور اسم شریف محمد بن ادریس تھا۔ قبیلہ قریش سے تھے۔ باپ کی جانب سے آپکا نسب عبد المطلب بن ہاشم سے ملتا ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جد امجد تھے۔ اور ماں کیطرف سے حسن بن علی بن ابیطالب سے اس اعتبار سے آپ قریشی ہاشمی علوی فاطمی ہوئے آپ ائمہ اربعہ سے تیسرے درجہ کے امام ہیں۔ مدینہ منورہ میں آپ پیدا ہوئے اور امام مالک رح سے علم دین حاصل کیا۔ پھر عراق میں تشریف لائے اور امام محمد سے کہ جو امام ابوحنیفہ رح کے شاگرد تھے فرزند ربیب ہوئے۔ اور انکی صحبت میں رہکر علم حاصل کیا۔ آپ سات سال کی عمر میں حافظ قرآن ہوگئے تھے۔ اور پندرہ برس کی عمر میں علم دینی سے فارغ ہوکر فتوے دیا کرتے تھے۔ آپ نہایت ذہین اور فہیم تھے۔ ولادت آپ کی ۱۵۰ھ میں جس سال امام اعظم فوت ہوئے ہوئی۔ اور وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی عمر شریف آپ کی ۵۴ برس تھی۔ قبر آپ کی قرافہ مصر میں ہے۔ (رحمۃ)

شام ایک ملک ہے جو خانہ کعبہ کی بائیں جانب واقع ہے۔ ابوالفدا لکھتے ہیں کہ شام کو اسوجہ سے شام کہتے ہیں کہ بنی کنعان کی ایک قوم نے اسکی طرف تشاءم کیا تھا یعنے چونکہ ملک شام خانہ کعبہ سے بائیں جانب ہے۔ اور وہیں بنی کنعان آباد ہوئے تو انہوں نے تشاءم کیا۔ یعنی خانہ کعبہ کی بائیں جانب آباد ہونا اختیار کیا۔ بعض کا قول ہے کہ سام بن نوح کے نام سے شام کا نام رکھا گیا ہے کیونکہ عبرانی اور سریانی زبانوں میں سام کو شام کہتے ہیں۔ ایک شخص کا قول ہے کہ اسکو شام اسوجہ سے کہنے لگے کہ یہاں کی زمینوں کے رنگ مختلف ہیں بعض سرخ بعض سفید بعض سیاہ۔ لہذا اسکو شامات (ملون) سے تشبیہ دی اور شام کہنے لگے۔ واحد اسکا شامۃ ہے۔ اور خود یہ لفظ جمع ہے۔ جیسے لفظ ابۃ واحد ہے۔ اور اسکی جمع اب ہے۔ اس حصہ ملک کو اس وقت سے شام کہنے لگے۔ مسلمانوں نے اسے ۶۲۲ء میں فتح کیا۔ اس سے پہلے اس قطعہ کا نام سوریہ تھا۔ مگر جبسے کہ سلطنت عثمانیہ نے اس ملک کے بہت سے حقوق کو ایک صوبے کے ماتحت کردیا ہے اسوقت سے اس کا پہلا نام اسکو واپس کردیا گیا۔ (صنا)

شامل فقہ شافعی میں ابو نصر عبد السید بن محمد متوفی ۴۷۷ھ کی تصنیف ہے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ یہ کتاب کتب شافعیہ کی زبردست کتابوں سے ہے (کش)

شاہ فارسی لفظ ہے بمعنی اصل۔ جڑ۔ صاحب آفاق۔ بادشاہ۔ فقیروں کا لقب بھی ہے۔ نسبی تقدس کے لحاظ سے سیدوں کے لئے بھی قرار پایا ہے۔ جیسے شاہ ولی اللہ۔ شاہ عبدالعزیز۔ پنجاب میں سیدوں کے لئے جزو نام ہے۔ جیسے سید اکبر شاہ۔ سید ولی شاہ اصغر شاہ صاحب یا شاہ جی اعلی درجہ کے وردیشوں کا لقب ہے۔

Marfat.com

شب برات

شب اور برات سے مرکب ہے جسکے معنے ہیں حصہ کی رات۔
شعبان کی پندرھویں رات کو کہتے ہیں جسمیں ملائکہ بحکم الہی رزق کی تقسیم اور عمر کا حساب لگاتے ہیں۔ عربی میں اسے لیلۃ النصف من شعبان کہتے ہیں۔

حدیث میں آیا ہے۔ کہ جو شخص شعبان کی پندرہویں رات میں سو رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ پڑھے یا دس رکعتیں پڑھے اور سورۃ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص سو مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالےٰ اسکیطرف ستر بار نظر رحمت فرماتا ہے اور ہر نظر میں اسکی ۰۰ حاجتیں پوری کرتا ہے۔ جن میں سے اولیٰ درجہ کی حاجت مغفرت ہے۔ (حیا)۔

شب قدر اور عرفے کے دن کی دعائیں

عمر بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین دعا عرفے کے روز کی دعا ہے۔ اور جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کہا ہے سب میں افضل یہ کلمات ہیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یعنی خدا کے سوا کوئی معبود نہیں درحالیکہ وہ تنہا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کو تعریف ہے۔ اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں شب قدر کو پا جاؤں تو کیا دعا مانگوں۔ فرمایا اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ خدایا تو بڑا درگذر کرنے والا ہے (اور) درگذر کو دوست رکھتا ہے تو مجھ سے درگذر کر۔

شب قدر لیلۃ القدر کو بھی کہتے ہیں جسکی نسبت قرآن میں لکھا ہے کہ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ یعنے یہ شب قدر ہزار مہینے سے بھی بہتر ہے۔
جسکا یہ معنے ہے کہ اس مقدس رات میں جو شخص عبادت کرتا ہے گویا اس نے ہزار ماہ کی عبادت کی۔
اس میں اختلاف ہے کہ لیلۃ القدر کونسی رات ہے مگر اسم اعظم کی طرح یہ رات بھی پوشیدہ رکھی گئی ہے تاکہ مسلمان اسکی تلاش میں لگے رہیں اور ہر رات کو عبادت کرنے کی عادت ڈالیں۔ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رات رمضان کے اخیر عشرہ میں ہے۔ جیساکہ ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ ہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ درمیان کے عشرہ میں اعتکاف کیا۔ تو آپ نے فرمایا میں نے لیلۃ القدر کو دیکھا ہے۔ لیکن وہ تاریخ یاد نہیں رہی۔ اسکو اخیر عشرہ میں تلاش کرو (ابن ماجہ) اور اکثر صحابہ کا قول ہے کہ وہ ستائیسویں رات رمضان کی ہے۔

ششم گالی دینا

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کو گالی دینا فاسق (بدکار) کا کام ہے اور اسکو جان سے مارنا کافر کا (صح)۔

(۲) حضرت انس و ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دو شخص باہم ایک دوسرے کو گالی دیتے ہیں تو دونوں کی گالیوں کا (وبال) گناہ اسپر پڑتا ہے جس نے پہلے گالی دی جبتک کہ مظلوم (جسے پہلے گالی دی گئی ہے) حد سے تجاوز نہ کرے (مس)۔

(۳) ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز خدا کے نزدیک بلحاظ قدر و منزلت سب لوگوں سے بدتر وہ شخص ہوگا جس سے لوگ اسکے شر سے بچنے کے لئے کنارہ کشی کریں۔
اور صحیحین کی ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ جس

Marfat.com

لوگ اسکی بد زبانی سے محفوظ رہنے کے لئے کنارہ کشی کریں (صح)

(۴) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بات میں فُحش (بدزبانی) کو دخل ہوتا ہے وہ بھونڈی ہو جاتی ہے۔ اور جس میں حیا کو دخل ہوتا ہے وہ خوشنما ہو جاتی ہے۔ (تر)۔

(۵) سعید بن زید جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ (سود سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے تک) کسی مسلمان کی ناحق آبروریزی میں زباندرازی کرنا سود کی سب قسموں سے بڑھ کر برا سود ہے (مش)

(۶) ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ایماندار کی ترازو میں (جس سے اعمال تولے جائینگے اعمال صالحہ کے پلڑے میں) جو چیز سب سے زیادہ بھاری رکھی جائیگی نیک خوئی ہوگی۔ اور بے شک اللہ بیہودہ گو (اور) حد ادب سے تجاوز کرنے والے کو دشمن رکھتا ہے (ت)۔

شجاج شجہ کی جمع ہے۔ اور شجہ اس زخم کو کہتے ہیں جو چہرے اور سر میں ہو۔ اور ان کے سوا جو اور کسی جگہ ہو۔ تو اُسے جراحت کہتے ہیں (درمختار)

شجاج کی دس قسمیں ہیں (۱) حارصہ وہ زخم جس سے بدن پر خراش آجائے لیکن خون نہ نکلے (۲) دامعہ۔ وہ زخم جس سے خون تو نکل آئے لیکن رواں نہ ہو۔ جیسے کہ آنسو آنکھ میں ڈبڈبانے لگتے ہیں (۳) دامیہ۔ وہ زخم جس سے خون نکل آئے (۴) باضعہ۔ وہ زخم جس سے چمڑا اپھٹ جائے (۵) متلاحمہ وہ زخم جو گوشت میں پہونچ جائے (۶) سمحاق۔ وہ زخم جو سمحاق تک پہونچ جائے۔ اور سمحاق اس باریک جھلی کو کہتے ہیں جو سر کی ہڈی اور گوشت کے درمیان ہوتی ہے (۷) موضحہ وہ زخم جس سے ہڈی ظاہر ہو جائے (۸) ہاشمہ وہ زخم جس سے ہڈی ٹوٹ جائے (۹) وہ زخم جو ہڈی کو توڑنے کے بعد اسکی جگہ سے ہٹا دیوے (۱۰) آمہ۔ وہ زخم جو دماغ تک پہونچ جائے۔

زخم موضحہ اگر قصداً ہو تو اس میں قصاص ہے۔ اور بقیہ زخموں میں قصاص نہیں ہے۔ اور اگر زخم موضحہ سہواً ہو تو دیت کا دسواں حصہ دینا ہوگا (یعنی دس اونٹ) اور ہاشمہ میں بھی دسواں حصہ دیت کا۔ اور منقلہ میں دیت کا دسواں اور بیسواں حصہ یعنے ۱۵ اونٹ۔ اور جائفہ میں ثلث دیت۔ اور اگر دوسری طرف پہونچ جائے تو دو تہائی دیت۔ اور آمہ میں بھی تہائی دیت (ہد)۔

شجاعت بہادری۔ قرآن مجید میں ہے وَكَاَيِّنْ مِّن نَّبِیٍّ تا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ۔ (س۔ آل عمران۔ ع ۱۵) اور بہت سے پیغمبر ہو گذرے ہیں۔ جنکے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والے لوگ (دشمنوں سے) لڑے تو جو مصیبت اُنکو اللہ کے رستے میں پہونچی اسکی وجہ سے نہ تو اُنہوں نے ہمت ہاری اور نہ بودا پن کیا اور نہ (دشمنوں کے آگے) عاجزی (کا اظہار کیا) اور اللہ (مصیبت میں) ثابت قدم رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

وَلَا تَهِنُوْا فِی ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ تا وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۞ (س۔ نساء۔ ع ۱۵) اور (مسلمانو!) لوگوں (یعنے دشمنوں) کے پیچھے کرنے میں ہمت نہ ہارو اگر (لڑائی میں) تمکو تکلیف پہونچتی ہے تو جیسی تمکو تکلیف پہونچتی ہے انکو بھی تکلیف پہونچتی ہے۔ اور (تمہاری جیت یہ ہے کہ) تمکو خدا سے وہ وہ امیدیں ہیں جو انکو نہیں اور اللہ (سب کا حال) جانتا اور (تدبیر جنگ کو) خوب سمجھتا ہے۔

(۱) ابن مسیب کہتے ہیں کہ میں نے سعد بن ابی وقاص کو کہتے سنا کہ اُحد کے روز پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے اپنا تیردان خالی کر دیے (یعنی ترکش سے تیر الٹ کر) فرمایا کہ (دشمنوں پر تیر) پھینک میرے ماں باپ تجھپر قربان ہوں۔ (صح)

(۲) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم (صورت و سیرت میں سب) لوگوں سے

زیادہ اچھے (سب) لوگوں سے بڑھ کر سخی اور (سب) لوگوں سے زیادہ شجاع و دلیر تھے۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ مدینے کے باشندے گھبرا اُٹھے (جیسے کوئی دشمن چڑھ آتا یا ڈاکہ پڑتا ہے) تو کچھ لوگ اس آواز کیطرف دوڑے (تھوڑی دور چلے ہوں گے کہ) جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُدھر سے آتے ہوئے ملے۔ کیونکہ آپ تنہا سب سے پیشتر اس آواز کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ اور آپ (تسلی کے لہجے میں) فرمارہے تھے کہ ڈرو مت! گھبراؤ مت!! اور آپ ابوطلحہ کے برہنہ پشت گھوڑے پر سوار تھے (یعنی اسکی پیٹھ پر زین نہ تھا) اور آپ کی گردن مبارک میں تلوار لٹکی ہوئی تھی۔ آپ فرمارہے تھے کہ میں نے اس گھوڑے کو فراخ روی میں دریا جیسا پایا (صحیح)

شجّہ

زخم تفصیل کے لئے دیکھو (شجاج)

شدّاد

عرب کی کئی قوموں میں سے جنکا نام آج صرف روایات میں ملتا ہے ایک زبردست گروہ قوم عاد کے نام سے یمن میں آباد تھا جسکا سردار عاد نامی ایک طاقتور آدمی تھا۔ عاد کے بعد اسکا بیٹا شدّاد جانشین ہوا جس نے خدائی کا دعوے کیا۔ اور خدا کی قدرت کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے بڑے بڑے کام کر دکھانے کا ارادہ کیا صحرائے عدن میں ایک بے نظیر اور خوبصورت شہر آباد کیا جسکی بنیاد اس کے باپ نے رکھدی تھی۔ شداد کا مدعا تھا کہ اس شہر کو فردوس بریں کا جواب بنائے اس شہر میں عظیم الشان محلات تعمیر کئے۔ خوبصورت باغات لگائے۔ محلات میں سونے کی چھتیں اور جڑاؤ فرش بنائے گئے۔ باغات میں عجیب وغریب مصنوعی درخت اور پودے لگائے گئے۔ جنکے تنے اور ٹہنیاں سونے چاندی کی۔ اور پھل پھول یاقوت و زمرد کے تھے درختوں پر مصنوعی خوبصورت اور مرصع پرندے چہچہاتے اور اڑتے پھرتے تھے جن میں اڑنے کی صفت مقناطیسی کشش کے ذریعہ پیدا کی گئی تھی۔ اس باغ کا نام باغ ارم مشہور ہے۔ اور لفظ ارم قرآن مجید کی سورۃ ۹۸ میں آیا ہے۔ جب یہ بہشت تیار ہوا تو شداد نے اسکی سیر کیلئے داخل ہونا چاہا لیکن خدا نے عین موقع پر اسکے غرور کی گردن توڑی اور ابھی دروازہ شہر میں داخل ہوکر باغ کے پُرفضا چمن پر نظر کرنے بھی نہ پایا تھا کہ ملک الموت نے اسکو آدبوچا۔ یہ شہر ابتک موجود ہے مگر کسیکو معلوم نہیں ہوسکتا کہ کہاں ہے۔

طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ امیر معاویہ کے عہد میں دمشق کے ایک شخص نے اس شہر کو بچشم خود دیکھا ہے جو اپنے اونٹ کی تلاش میں کہیں سے کہیں نکل گیا تھا۔

روایت ہے کہ کسی نے عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ آپکو کبھی جان لیتے وقت کسی پر رحم بھی آیا ہے انہوں نے کہا دو مرتبہ مجھے اپنا فرض منصبی ادا کرتے وقت رحم آیا ہے۔ ایک تو اسوقت جبکہ ایک جہاز ڈوب رہا تھا اور ایک شیر خوار بچہ کو جسے ابھی دنیا میں زندہ رہنا تھا اسکی ماں کی جان لیکر یتیم بنانا پڑا۔ دوسرے اسوقت جبکہ شداد کو جس نے بڑی محنت اور شوق سے اپنا بےنظیر باغ لگایا تھا۔ پہلی مرتبہ سیر کی غرض سے داخل ہوتے وقت دروازہ ہی میں اپنی مراد سے محروم رکھنا پڑا۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ شداد اور اُس کے باغ ارم کا قصہ محض افسانہ گو لوگوں کی ایجاد ہے۔ اور قرآن مجید میں جو ارم کا لفظ آیا ہے اس سے مراد باغ ارم لینا مفسرین کی ایک فاحش غلطی ہے۔ یہ افسانہ نہ اصول تاریخ سے صحیح قرار پاسکتا ہے نہ اصول تفسیر سے۔

شدّاد بن اوس

بن ثابت انصاری۔ جلیل القدر صحابی تھے۔ حضرت حسان بن ثابت کے بھتیجے تھے۔ شدّاد سے بہت سی باتیں نبوت ہوئے ابن

شدید القویٰ زبردست طاقتوں والا۔ قرآن مجید میں حضرت جبرئیل کے لئے یہ لفظ یوں استعمال ہوا ہے عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ہ (س۔ النجم۔ ع ۱) ا سکو جبرئیل فرشتہ تعلیم کرتا ہے۔ جسکی روحانی طاقتیں بڑی زبردست ہیں۔

شراب ہر رقیق شے جو پی جاتی ہے شراب کہلاتی ہے۔ مگر اکثر یہ لفظ خمر کے معنے میں مستعمل ہے (غ)
تفصیل کے لئے دیکھو (خمر)۔

شرب پینا۔ شراب پینا۔ دیکھو (خمر)

شرح (ل) کھولنا۔ بیان کرنا۔ ظاہر کرنا (غ) (ص) میں کسی کتاب کے مضامین کو واضح طور سے بیان کرنا اور اسکی مشکلات کو آسان کر دینا تفسیر بھی اسکا مرادف ہے۔ لیکن تفسیر صرف قرآن کی شرح کو کہتے ہیں۔ اور لفظ شرح عام ہے۔ کتاب کے کناروں پر جو مختلف شروح سے اخذ کرکے نوٹ کر دیتے ہیں انہیں حاشیہ کہتے ہیں۔ حاشیہ کے اصلی معنے خدمتگار کے ہیں جیسا کہ نوکر سے آدمی کو مدد ملتی ہے ایسی ہی ان نوٹوں سے کتاب کے معانی وغیرہ سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ جس شرح کے ساتھ اصل کتاب بھی ہو اسے شرح حامل المتن کہتے ہیں۔ اور حاشیہ والی کتاب کو محشی کہتے ہیں۔

شرجی شہاب الدین احمد شرجی زبیدی۔ اکابر محدثین میں سے تھے۔ حدیث میں التجرید الصریح لاحادیث الجامع الصحیح نامی ایک کتاب تصنیف کی۔ ۸۹۳ھ میں فوت ہوئے (کن)

شرح اسماء حسنیٰ مصنفہ صدر الدین محمد بن اسحٰق قونوی۔ متوفی ۶۷۲ھ۔ اسکے علاوہ اسماء حسنےٰ کی بتیس ۳۲ شروح ہیں (کش)

شرح صدر سینہ کھولدینا۔ یہ ہدایت کا آخری مرتبہ ہے۔ اس مرتبہ میں تمام حقائق ملک و ملکوت۔ لاہوت و جبروت منکشف ہوجاتے ہیں۔ زبان اسرار غیب کی کنجی اور دل خزانہ ہوجاتا ہے۔ پھر وہ جو کچھ فرماتا ہے عالم غیب میں مشاہدہ کرکے فرماتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی مرتبہ کے عطا ہونے کی التجا کی تھی۔ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ۔ یعنی اے رب میرا سینہ کھولدے۔ یہ مرتبہ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوا کرتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کبریٰ کے لئے یہ مرتبہ اور کمال ضروری تھا۔ اسی لئے ارشاد ہوتا ہے۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (س۔ الم نشرح۔ ع ۱) کیا ہم نے اے نبی تیرا سینہ نہیں کھولدیا۔ یعنی کھولدیا ہے۔

احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ دو بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ فرشتوں نے چاک کرکے قلب مبارک کو نورانی طشت میں آب قدس سے دھویا۔ ایک بار لڑکپن میں جبکہ آپ حلیمہ سعدیہ کے ہاں پرورش پایا کرتے تھے۔ اور دوبارہ جبکہ آپ معراج کو تشریف لے گئے تو جمیع الواث بشریہ وکدورات انسانیہ دھو دیئے گئے تھے۔ یہ اسی شرح صدر کی تاثیر تھی کہ دنیا و ما فیہا آپکے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتے تھے اور غم اور خوشی دونوں حالتیں آپ پر کوئی تغیر پیدا نہ کرتی تھیں (لف)۔

شرع (ل) بیان و اظہار۔ (ص) میں طریقے اور مذہب کو کہتے ہیں۔ چنانچہ بولا کرتے ہیں شَرَعَ اللّٰہُ كَذَا۔ اَیْ جَعَلَهٗ طَرِیْقًا وَّمَذْهَبًا (غ)۔

علماء نے شرع کے پانچ حصے کئے ہیں (۱) اعتقادات (۲) آداب (۳) عبادات (۴) معاملات (۵) عقوبات۔

اعتقادات میں چھ چیزیں شامل ہیں (۱) خدا پر ایمان لانا (۲) اسکے فرشتوں پر (۳) اسکی کتابوں پر (۴) اسکے رسولوں پر (۵) قیامت کے دن پر (۶) اور تقدیر پر۔ جس علم میں ان چیزوں کا بیان ہوتا ہے اسے

Marfat.com

علم العقائد کہتے ہیں۔ اس علم کی مندرجہ ذیل کتابیں مشہور ہیں۔ شرح مواقف۔ شرح عقائد۔

آداب میں وہ تمام اخلاق داخل ہیں جو قرآن و حدیث سے ثابت ہوئے۔ جیسے اخلاص۔ توکل۔ تفویض۔ زہد فی الدنیا۔ نصیحت۔ حب۔ صبر۔ قناعت۔ سخاوت (مح)

عبادات میں نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کا مذکور ہوتا ہے۔

معاملات میں ان فرائض کا ذکر ہوتا ہے جو ایک شخص کو دوسرے شخص سے پیش آتے ہیں۔ جیسے مخاصمات۔ امانات۔ بیوع۔ رہن وغیرہ۔

عقوبات میں سزاؤں کا ذکر ہوتا ہے۔ جیسے قصاص حد السرقہ۔ حد الزنا۔ حد القذف۔ حد الردہ۔ حد الشرب وغیرہ۔

شرک شریک ہونا۔ خدا کے ساتھ کسیکو شریک ٹھہرانا۔ ممانعت شرک میں بہت سی آیتیں ہیں۔

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ط وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥ (س۔ انعام۔ ع ۱۰) یہ ہے اللہ کی رہنمائی اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اسطرح کی ہدایت دے اور اگر یہ پیغمبر شرک کئے ہوتے تو انکا سارا کیا دھرا ان سے ضائع ہو جاتا۔

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (س۔ الزمر۔ ع ۷) اے پیغمبر تمہاری طرف اور ان پیغمبروں کیطرف جو تم سے پہلے گذرے ہیں۔ (ایک ایک کی طرف) وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تمنے شرک کیا تو ضرور تمہارے سارے عمل ضبط ہو جائینگے۔ اور ضرور تم گھاٹے میں آجاؤ گے۔

شرک ایسی بد بلا ہے کہ اس سے محفوظ رہنا بہت دشوار ہے۔ اسلئے شرک کی دو قسمیں ہیں۔ شرک جلی اور شرک خفی۔ بتوں کو پوجنا۔ فرشتوں اور پیغمبروں اور بزرگان دین یا سوائے خدا کے کسی چیز میں خدا کی صفتوں میں سے کسی صفت کا ہونا تسلیم کرنا شرک جلی ہے۔ اور شرک خفی کے بہت سے اقسام ہیں۔ از انجملہ لوگوں کے نام ایسے رکھنا جن سے شرک کی بو آتی ہو۔

اصل میں شرک کی تین قسمیں ہیں۔ شرک فی الذات شرک فی الصفات۔ شرک فی الاسماء۔

شرک فی الذات تو یہ ہے کہ کئی خدا مانے جائیں۔ اور منکر خدا بھی مشرک فی الذات کے ذیل میں ہے۔

شرک فی الصفات یہ ہے کہ سوائے خدا کے کسی دوسرے کو ان صفات سے متصف مانا جائے جو خدا کے ساتھ خاص ہیں۔ اور شرک فی الاسماء کو ہمنے شرک کی ثالث قسم قرار دیا ہے۔ مگر از بسکہ اسماء صفاتی ہیں شرک فی الاسماء حقیقت میں شرک فی الصفات ہے

شرک فی الاسماء حقیقت میں شرک فی الصفات ہے۔

شرک فی الاسماء کو قسم مستقل قرار دینا ایک آیت کی وجہ سے ہوا ہے۔ جو ذیل میں درج کیجاتی ہے۔ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥ یعنی۔ اور اللہ کے (سب ہی) نام اچھے ہیں۔ تو اسکے نام لیکر اس کو (جس نام سے چاہو) پکارو۔ اور جو لوگ اسکے ناموں میں کفر کرتے ہیں انکو انہی کے حال پر چھوڑ دو۔ کوئی دن جاتا ہے کہ وہ اپنے کئے کا بدلہ پائیں گے (حق)

علماء کا اسبات میں اختلاف ہے کہ لفظ مشرک میں کفار اہل کتاب بھی داخل ہیں یا نہیں۔ بعض نے تو اس سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ مشرک کا اطلاق صرف عبدۃ الاوثان پر ہی ہوتا ہے۔ اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ

Marfat.com

اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ دین حق سے انکار کرتے رہے وہ آخر کار دوزخ کی آگ میں ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے یہی لوگ بدترین خلائق ہیں۔ (ح۔ن)۔

اور اس آیت میں مشرکین کا عطف اہل کتاب پر ہے۔ اور عطف معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرۃ کو چاہتا ہے۔ مگر اسکا جواب یہ ہے کہ یہ عطف العام علے الخاص کے قبیل سے ہے۔ اور معنے اسکے یہ ہیں کہ کفار اہل کتاب اور جمیع مشرکین خواہ وہ اہل کتاب سے ہوں یا عبدۃ الاوثان سے۔ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ (ک)۔

قرآن میں لکھا ہے کہ اللہ تعالٰے شرک کو نہیں بخشتا اور گناہوں کو جسے چاہے بخشدیتا ہے۔

شرکت دو یا زیادہ شخصوں کا کسی چیز میں شریک ہونا۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔ شرکت ملک۔ شرکت عقد۔

شرکت ملک کے یہ معنے ہیں کہ دو شخص وراثت کی وجہ سے یا خریداری کے سبب ایک شئے کے مالک ہو جائیں ایسی شرکت باندازۂ ملک ہوگی۔ دونوں میں سے کسیکو ایسا استحقاق حاصل نہیں ہوگا کہ دوسرے کے حصہ میں بغیر اسکی اجازت کے تصرف کرے۔

شرکت عقد کے یہ معنے ہیں کہ دو شخص ایک چیز میں ایجاب و قبول کے ساتھ شریک ہوں۔ مثلاً ایک کہے کہ میں نے فلاں شئے میں تیرے ساتھ شرکت کی۔ اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا۔ مگر ایسی شرکت کی اجازت تب ہے کہ اس میں شرائط صحت پائی جائیں اور کوئی امر امور فاسدہ سے نہ ہو۔ کہ جو شرکت کو قطع کرے۔ اس شرکت کی پانچ قسمیں ہیں۔

شرکت مال۔ یہ اسطرح ہوتی ہے کہ دو شخص راس المال ملاکر یہ شرط کرلیں کہ ہم دونوں اسکی خرید و فروخت جدا جدا یا ملکر کرینگے اور جو کچھ اس میں فائدہ ہوگا اسکو آپسمیں تقسیم کرلیں گے۔

شرکت مفاوضہ۔ اسے کہتے ہیں کہ دو آدمی باہم شرکت کریں۔ اور وہ دونوں اپنے مال۔ تصرف اور دین یعنی مذہب میں برابر ہوں۔ اور ہر ایک شخص دوسرے کی طرف سے وکیل ہو۔ اور نیز دوسرے کیطرف سے ہر عہدہ میں جو اسکی خریدی چیز میں لازم آیا ہے کفیل ہے۔

شرکت عنان۔ اسے کہتے ہیں کہ ایک نوع تجارت مثل غلہ یا عموم تجارت میں دو شخص بلا تذکرہ کفالت شرکت کریں۔

شرکت وجوہ۔ وہ ہے کہ دو آدمی اپنی معتبری پر کوئی چیز اُدھار خریدیں اور پھر فروخت کریں اور یہ مقرر کرلیں کہ جو نفع ہوگا اسکو اس شرط سے لینگے۔

شرکت اعمال۔ اسے شرکت صنائع بھی کہتے ہیں اور یہ اسطرح سے ہوتی ہے کہ دو پیشہ ور کام کی شرکت کریں کہ دونوں ملکر لوگوں کا کام کریں گے اور اُجرت نصفا نصف یا کم و بیش تقسیم کرلیں گے۔

شرکت فعال بالاتفاق جائز ہے۔ اور شرکت مفاوضہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک جائز ہے۔ مگر امام ابوحنیفہ شرکت مفاوضہ کی تعریف یوں فرماتے ہیں کہ شرکت مفاوضہ وہ ہے کہ آدمی ایسی چیز میں شرکت کریں جسکے وہ دونوں مالک ہوں۔ سونے سے خواہ روپوں سے۔ اور ہر ایک کا مال دوسرے کے مال سے برابر ہو۔ اور جب ایک شریک کا مال دوسرے سے زیادہ ہوگا۔ تو شرکت مفاوضہ درست نہ ہوگی۔ لیکن امام مالک کے نزدیک درست ہے۔ (رحمۃ)

شرنبلانی حسن بن عمار شرنبلانی۔ فقہ حنفی کی کتاب نور الایضاح آپ کی تصنیف ہے۔ پھر آپ نے اسکی شرح لکھی اور اسکا نام مراقی الفلاح فی شرح نور الایضاح رکھا۔ سنہ ۶۹ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)۔

Marfat.com

شریح قاضی ابو میہ بن حارث کو کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا۔ ۷۵ سال قاضی رہے۔ اس عرصہ میں صرف تین سال تک معطل رہے۔ بڑے زیرک اور عقلمند تھے۔ شاعر بھی تھے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے بھی آپ کو عہدۂ قضا پر بحال رکھا۔ ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی عمر پاکر ۸۲ھ میں فوت ہوئے بعض ان کی عمر سو اور بعض ایک سو آٹھ سال بتاتے ہیں۔ (کن)

شریعت و طریقت شریعت کے لغوی معنے بڑی نہر اور پانی کا گھاٹ (غیاث) اصطلاح میں التزام عبودیت کا حکم ماننا اور بقول بعض طریق فی الدین (تع)

طریقہ یا طریقت کے لغوی معنے راستہ کے ہیں۔ اصطلاح تصوف میں الی اللہ کی سیرۃ مختصہ ہے۔ جو قطع منازل اور ترقی مقامات پر مشتمل ہے (تع)

جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم کا خلاصہ ہے خدا شناسی اور توحید اور استقامت۔

اس تعلیم کے دو پہلو ہیں ایک ظاہری دوسرا باطنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پاک تعلیم کے دونوں پہلوؤں سے اپنی امت کو فیض بخشا ہے۔ ظاہری تعلیم کا نام شریعت ہے اور اسکا رتبہ مقدم ہے۔ یہ اُن احکام کا مجموعہ ہے جو مشروع کام کرنے اور غیر مشروع سے بچنے کے متعلق ہیں۔ یہ مجموعہ قانون الٰہی ہے۔ اور اسکی پابندی ہر طبقے اور ہر ملک اور ہر حیثیت کے مسلمان پر لازم ہے اور سب عالم اور بے علم عاقل اور کم عقل امیر اور غریب لوگ اسکی پابندی میں برابر ہیں۔ عقائد۔ عبادات۔ معاملات۔ سیاسیات وغیرہ اس قانون کے ابواب ہیں۔

دوسری تعلیم جو باطنی اور سری ہے اسکو طریقت کہتے ہیں۔ یہ رتبتہً مؤخر ہے۔ کیونکہ یہ اسی تعلیم ظاہری کی تکمیل کا رتبہ ہے۔ مگر اسکا افاضہ عام اور تمام افراد اسلام پر حاوی نہیں ہے۔ اہل طلب اور اہل شوق ہی اس سے فیض اُٹھاتے ہیں اور پھر ان میں سے بھی صرف وہ لوگ جن میں استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے وہ باتیں جو شریعت کے باب عقائد میں صرف زبانی یاد کی جاتی ہیں اور جن کو محض تقلیداً مان لیا جاتا ہے۔ طریقت میں آکر انکی نسبت ایک ایسا روحانی احساس پیدا ہو جاتا ہے جو آنکھوں سے دیکھی بات سے بھی بڑھ کر یقین دلا دیتا ہے۔ اسی لئے طریقت کمال ایمان کا ذریعہ ہے اور اس تعلیم سے بہرہ ور ہونے والا پورا موحد اور عبد و معبود کی نسبت کو سمجھنے والا ہے کثرت ذکر۔ ریاضت۔ مجاہدہ۔ تہذیب اخلاق اس تعلیم کے ارکان ہیں۔

یہ تعلیم کسی پیر کامل کی بیعت کے ذریعہ سے حاصل کیجا سکتی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم صحابہ کرام کو دی۔ اور صحابہ کرام سے سلسلہ بسلسلہ آجتک اس تعلیم کا فیض جاری ہے۔ ہندوستان میں اہل طریقت کے یہ چار سلسلے مشہور ہیں۔

(۱) قادریہ (۲) نقشبندیہ (۳) چشتیہ (۴) سہروردیہ زیادہ تفصیل کے لئے دیکھو (تصوف)۔

کوئی شخص بھی ولی ہو یا بزرگ شریعت کی پابندی سے آزاد نہیں ہوسکتا۔ ولی کی شناخت کا معیار یہی ہے کہ اگر وہ پابند شریعت ہے تو اولیا میں سے ہوسکتا ہے ورنہ اسکو مکار سمجھو ۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

شش ارکان ایمان ایمان کے چھ رکن۔ اور وہ یہ ہیں۔ اللہ پر ایمان لانا۔ اسکے فرشتوں پر۔ اسکی کتابوں پر۔ اسکے رسولوں پر۔ قیامت کے روز پر۔ تقدیر پر۔ اللہ پر ایمان لانیکے یہ معنے ہیں کہ ہم

Marfat.com

دل سے اعتقاد رکھیں کہ اللہ کی ذات میں تمام صفات کمالیہ پائی جاتی ہیں۔ اور اسکی ذات تمام عیبوں اور نقصانوں سے پاک ہے۔

اسکی کتابوں پر ایمان لانے کے یہ معنے ہیں کہ یہ اعتقاد رکھا جائے۔ کہ خدا تعالے نے اپنے بعض انبیا پر کتابیں نازل فرمائی ہیں۔ اور بعض کو صحیفے عطا کئے ہیں۔ ان میں بندوں کی ہدایت کے لئے اوامر و نواہی مندرج ہیں۔ اور مبسوط کتابوں میں فرمانبرداروں کے لئے انعامات کے وعدے کئے گئے ہیں۔ اور نافرمانوں کو سزاؤں سے دہمکایا گیا ہے۔ یہ سب کتابیں خدا کے کلام ہیں۔ انہیں فرشتوں اور انبیاء نے کوئی تغیر نہیں کیا۔

اسکے رسولوں پر ایمان لانے کے یہ معنے ہیں کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ انکو خدا نے خلقت کی ہدایت کیلئے بھیجا۔ ان کے ہاتھ پر معجزوں کا ظہور ہوا۔ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے پچھلے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ تفصیل کے لئے دیکھو لفظ (ایمان)

شطرنج ایک کھیل کا نام ہے۔ اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شطرنج چترنگ کا معرب ہے۔ جو ہندی لفظ ہے جسکے معنے اعضائے چہارگانہ۔ شطرنج کی بنا بھی چونکہ فیل۔ اسپ۔ شتر اور پیادہ پر ہے۔ اسلئے اسکو اس نام سے موسوم کیا گیا۔ بہار عجم کے مصنف نے اسے سترنگ کا معرب بنایا ہے جسکے معنے ہیں پنجہ۔ جو آدمی کی صورت پر ہو اور چونکہ شطرنج کے اکثر مہرے انسان کے نام پر ہیں جیسے بادشاہ۔ وزیر۔ پیادہ۔ اسلئے اسکا نام بھی شطرنج رکھا گیا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ شطرنج شط اور رنج سے مرکب ہے شط کے معنے ہیں دوری۔ معنے ہوئے دوری رنج چونکہ شطرنج کھیلنے کے وقت رنج و غم دور ہو جاتا ہے اسلئے اسے شطرنج کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

شیخ شہاب الدین قلیوبی اپنی نوادر میں لکھتے ہیں کہ جب شاہان فارس نے نرد کی ایجاد پر جسے بادشاہ ساسانی اردشیر بن بابکان نے ایجاد کیا تھا بہت کچھ فخر کیا تو حکیم صصہ بن داہر نے شطرنج کو ایجاد کیا جسکی نسبت تمام حکماء اور علماء نے یک زبان ہو کر کہدیا کہ یہ نرد سے افضل ہے۔

کہتے ہیں کہ جب موجد شطرنج نے رائے ہند بادشاہ ہندوستان کے سامنے اسکو پیش کیا تو وہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور موجد کو کہا مانگ جو کچھ چاہتا ہے اس نے جواب دیا کہ ایک دانہ گندم پہلے خانہ پر رکھا جائے دوسرے خانہ پر اسکا دونا۔ تیسرے خانہ پر اسکا دونا۔ اسیطرح چونسٹھ خانوں میں یہی عمل کیا جائے۔ اور یہی انعام میں چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا اس قلیل انعام کو تو نے کیوں اختیار کیا ہے۔ وزیروں نے کہا اے بادشاہ یہ وہ انعام ہے جس پر تیرے اور تمام بادشاہوں کے خزانے صرف ہو جائیں۔

اسکے جواز یا عدم جواز میں علماء کا اختلاف ہے۔ جو علماء اسکو ناجائز قرار دیتے ہیں انکی ایک دلیل تو قرآن مجید کی یہ آیت ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ یعنی اے ایمان والو۔ شراب۔ جوا۔ بت۔ اور پانسے شیطان کے کاموں سے برے کام ہیں پس ان سے باز رہو تا کہ تم خلاصی پا جاؤ۔

یعنی اس آیت سے میسر کی حرمت ثابت ہے۔ اور چونکہ شطرنج بھی کھیل ہونے کے اعتبار سے میسر کا شریک ہے لہذا وہ بھی حرام ہوگا۔ فریق مخالف کہتا ہے کہ اول تو قیاس ظنی چیز ہے اور خدا تعالی فرماتا ہے اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا۔ یعنی حق کے مقابلہ میں ظن کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

دوسرے یہ کہ میسر میں قمار (بازی) ہوتا ہے اور شطرنج

Marfat.com

وہ جائز ہے جو قمار سے خالی ہو۔ ہاں اگر شطرنج میں قمار ہو تو حرام ہے۔

انکی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت واثلہؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ ہر روز تین سو ساٹھ نظریں کرتا ہے جنہیں سے کسی کے ساتھ شطرنج کھیلنے والے کیطرف نہیں دیکھتا حدیث تو بے شک ہے مگر اسکے اسناد میں محمد بن حجاج ہے جو مجروح ہے۔ چنانچہ امام ابن جوزی نے اپنی کتاب العلل المتناہیہ میں اس حدیث کے بارہ میں کہا ھٰذَا الْحَدِیْثُ لَا اَصْلَ لَهٗ۔ یہ حدیث بے اصل ہے۔

انکی تیسری دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت ابوہریرہؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے پاس سے گذرے جو شطرنج کھیل رہی تھی تو آپ نے فرمایا یہ کیا نرد ہے اسکے کھیلنے والوں پر خدا لعنت کرے۔

مگر ابن جوزی نے اس کو بھی موضوع قرار دیا ہے اور عقل بھی یہی چاہتا ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شطرنج عرب میں نہیں پہونچا تھا چنانچہ قاضی شوکانی اپنی کتاب نیل الاوطار میں فرماتے ہیں قَالَ ابْنُ کَثِیْرٍ وَالْاَحَادِیْثُ الْمَرْوِیَّۃُ فِیْہِ لَا یَصِحُّ مِنْہَا شَیْءٌ وَیُؤَیِّدُ ھٰذَا مَا تَقَدَّمَ مِنْ اَنَّ ظُھُوْرَہٗ کَانَ فِیْ اَیَّامِ الصَّحَابَۃِ۔ یعنی علامہ ابن کثیر نے کہا کہ جسقدر شطرنج کے بارہ میں احادیث وارد ہیں اُن میں سے کوئی صحیح نہیں جسکی تائید اس سے ہوتی ہے کہ شطرنج کا ظہور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے زمانہ میں ہوا۔

اور انکی چوتھی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں آئی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نرد کھیلا گویا اس نے اپنے ہاتھ کو سور کے گوشت اور خون میں ڈبویا۔ مگر اس حدیث سے نردشیر کی حرمت ثابت ہوتی ہے نہ شطرنج کی۔ کیونکہ نردشیر اضطراری کھیل ہے اور یہ اختیاری۔

اس حدیث کی شرح میں امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ شطرنج ہمارے نزدیک مکروہ ہے نہ حرام۔ تابعین کی ایک جماعت سے بھی یہی مروی ہے۔ اور ہمارے اصحاب شطرنج کو نرد پر قیاس نہیں کرتے۔

اسی نوع سے ناجائز کہنے والوں کی اور بھی بہت سی دلائل ہیں۔ جو ایسی قطعی نہیں جنسے شطرنج کی حرمت قطعی طور پر ثابت ہو۔ اور جو علماء اسکے جواز کے قائل ہیں انکی دلیل یہ ہے کہ "الترغیب والترہیب" میں ہے کہ شطرنجبازی میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض اسکو مباح قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اس سے جنگ کے امور اور اُسکے مکائد میں مدد ملتی ہے۔ بشرطیکہ شطرنج کھیلنے سے نماز میں تاخیر نہ ہو۔ اور جوا نہ ہو۔ اور کھیلنے کے وقت بیہودہ اور فحش گوئی نہ کی جائے۔ جن لوگوں نے اسے ان شروط سے مباح قرار دیا ہے ان میں سے سعید بن جبیرؓ اور شعبیؒ بھی ہیں۔

میزان شعرانی میں لکھا ہے کہ اسے مباح اسلئے قرار دیا گیا ہے کہ اس سے اُن دہوکا بازیوں اور چالوں کا پتہ لگ جاتا ہے جن سے جنگ میں کام لینا پڑتا ہے۔ سو مناسب یہ ہے کہ یہ حرام نہ ہو۔ کیونکہ یہ صرف کھیل ہی نہیں بلکہ اس سے اور بھی بہت کچھ نفع ملتا ہے۔

اسیطرح فتح المعین حاشیہ کنز الدقائق۔ عینی شرح کنز الدقائق۔ مجمع الانہار۔ شرح وقایہ۔ بحر الرائق شرح کنز الدقائق اور طحطاوی شرح درمختار وغیرہ کی عبارتوں سے پایا جاتا ہے کہ اگر مذکورہ بالا شرائط پائی جائیں۔ تو شطرنج حرام نہیں۔ زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے۔
(رسالہ شطرنج وغیرہ)

شعبان قمری سال کا آٹھواں مہینہ۔ چونکہ اس ماہ میں خیر کثیر منقسم ہوتی ہے اور جہان کے تمام امورات مقدرہ علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں اسلئے یہ ماہ اس نام سے موسوم ہوا (غ)۔

Marfat.com

مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شعبان میں کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ خیال ہوتا تھا کہ شاید یہ ماہ رمضان ہے۔ (کہ آپ ہر روز روزہ رکھتے ہیں) ایک اور حدیث میں ہے کہ نصف شعبان کے بعد روزے نہیں رکھنے چاہئے۔ حتیٰ کہ رمضان آجائے۔ اسی لئے مستحب ہے کہ رمضان کے چند ایک روز پہلے روزہ رکھنا ترک کرو ے (حیات)

شب قدر رمضان کے مہینے میں ہی آتی ہے۔

شعبہ شعبہ بن حجاج عتکی بصری۔ اکابر حفاظ حدیث میں سے تھے۔ سفیان ثوری آپ کو حدیث میں امیر المومنین کہا کرتے تھے۔ سنہ ۱۶۰ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)

شعبی ابو عمرو عامر بن شراحیل کوفی کو کہتے ہیں آپ جلیل القدر تابعی اور بڑے عالم تھے

روایت ہے کہ آپ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا حال بیان کر رہے تھے اتنے میں عبد اللہ بن عمر آئے اور کہا میں ان غزوات میں موجود تھا مگر آپ ان کے حالات سے مجھ سے زیادہ واقفیت رکھتے ہیں آپ نے پانچسو صحابہ سے ملاقات کی۔ سنہ ۱۰۳ ہجری یا ۱۰۵ یا ۱۰۷ ہجری میں فوت ہوئے (کن)

شعرا شاعر کی جمع ہے۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جسمیں یہ لفظ وارد ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ (س شعراء ع ۱۱) اور شاعر انکی پیروی گمراہ ہی کرتے ہیں۔

شعر گوئی فی نفسہٖ بری چیز نہیں ہے بلکہ فحش اشعار مذموم ہوسکتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے حسان بن ثابت نے آپ کی تعریف میں شعر کہے۔ آپ نے اظہار پسندیدگی فرمایا۔ قرآن مجید میں جن شاعروں کی مذمت لکھی ہے اس سے مراد وہ شعراء ہیں جو لغو گو یا فحش کہنے والے ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شاعر تھے اور ہر زمانہ میں شاعر ہوتے رہے ہیں جنکی یادگار قصائد و دیوان اور کتابیں ابتک موجود ہیں۔ حدیث میں ہے ان من الشعر لحکمۃ یعنی بعض شعر سراسر حکمت ہوتے ہیں۔

شعری ایک ستارہ ہے جو گرمی کے موسم میں جوزا کے بعد نکلتا ہے یہ دو ہیں ایک نہایت روشن ہے۔ اسکو عبور کہتے ہیں۔ دوسرا اس سے کم اسکو غمیصا کہتے ہیں۔ بہت لوگ انکو پوجتے تھے۔ منجملہ انکے اہل عرب ہیں۔ جس نے پہلے انکی پرستش کی وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ننہال میں سے ایک شخص ابن ابی کبشہ نامی تھا۔ اس نے یہ نیا ڈھنگ اس لئے نکالا تھا کہ اور ستارے عرض میں آسمان کو طے کرتے ہیں اور یہ طول میں۔ ابوسفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن ابی کبشہ (ابو کبشہ کا بیٹا) کہا کرتا تھا (نف)۔

قرآن کی سورۃ نجم رکوع ۳ میں اسکا ذکر یوں آیا ہے، وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى اور یہ کہ وہی شعری (ستارے) کا مالک ہے۔ اس آیت میں جاہلان عرب کے خیال کی تردید کیطرف اشارہ ہے۔ یعنے شعرے ستارہ معبود اور مختار نہیں ہے بلکہ اللہ کی مخلوق اور مملوک ہے۔

شعیاء ایک پیغمبر کا نام ہے جن کو ارمیا کہتے ہیں۔ انکا نام صراحۃً قرآن مجید میں مذکور نہیں مگر تفسیر بیضاوی اور مدارک میں سورۃ بنی اسرائیل کی چوتھی آیت کی تفسیر میں انکا نام لکھا ہے۔ وہ آیت یہ ہے وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ اور ہمنے بنی اسرائیل سے کتاب میں صاف کہدیا تھا کہ تم ضرور دو دفعہ فساد کرو گے اور دونوں دفعہ لوگوں پر بڑی زیادتیاں بھی کرو گے۔

دو دفعہ فساد کرنے سے مراد ہے حضرت زکریا کا قتل کرنا

اورحضرت ارمیا یعنی شعیا علیہ السلام کا قید کرنا اور پھر حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا قتل ور عیسےٰ علیہ السلام کے قتل کا قصد کرنا (مد)

شعیبؑ

بڑے فصیح اللسان پیغمبر ہوئے ہیں خطیب الانبیاء انکا لقب ہے۔ علماء کا اختلاف ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں یا حضرت صالحؑ کی اولاد سے۔ خدا تعالےٰ نے انہیں دو قوموں پر مامور فرمایا تھا۔ ایک اہل مدین دوم اصحاب ایکہ۔ بعضے کہتے ہیں کہ اہل مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی گروہ کو کہتے ہیں۔ یہ لوگ باوجود عبادت اصنام ناپ و تول میں بھی کمی کرتے تھے۔ اور کھوٹے سکے صرف میں لاتے تھے۔ اور احکام شرعی سے دل چراتے تھے۔ چنانچہ سورۃ انفال میں ارشاد ہوتا ہے وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا سے اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ہ تک۔ یعنی اہل مدین کیطرف ہمنے انکے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے سمجھایا کہ بھائیو! اللہ کی عبادت کرو۔ اسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تمہارے پروردگار کیطرف سے تمہارے پاس دلیل واضح تو آہی چکی ہے۔ تو ناپ اور تول پورے کیا کرو۔ اور لوگوں کو انکی چیزیں کم نہ دیا کرو۔ اور ملک میں اصلاح ہوئے بعد فساد نہ کرو۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو یہ طریقہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

الغرض جب آپکا آوازہ گوش زد عالم ہوا تو لوگ اطراف و امصار سے آپ کے پاس آنے لگے۔ جب منکرین نے رجوع خلائق دیکھا تو حضرت کے پیروؤں سے لگے چھیڑ چھاڑ کرنے۔ حضرت شعیبؑ نے اس فرقہ باغیہ سے فرمایا کہ اے لوگو! تم تو نصیحت و موعظت سے متاثر نہیں ہوتے لیکن دوسروں کو کیوں روکتے ہو۔ قرون ماضیہ اور امم سابقہ سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ خدا سے ڈرو اور احکام الٰہی سنکر عمل کرو۔ ورنہ تم بھی عذاب الٰہی میں گرفتار ہو گے۔ اور پھر کچھ تدارک و تلافی نہ ہو سکیگی

اُنہوں نے جواب دیا کہ شیوۂ بت پرستی جو قدیم سے چلا آتا ہے کیسے ترک کریں۔ جو لوگ تیری پیروی کرتے ہیں وہ یقیناً دیوانے ہیں۔ جب ان لوگوں کی سرکشی حد سے گذر گئی تو آپ نے دعا کی رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ ہ یعنی اے اللہ ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ حکم کر تو بہتر حکم کرنیوالا ہے۔

یہ دعا فرماکر آپ مع مومنین حضرت جبرئیلؑ کے اشارہ سے ان لوگوں سے قریباً ایک فرسنگ دور چلے گئے پس حضرت جبرئیلؑ نے ایک مہیب آواز کی جس سے زلزلہ عظیم پیدا ہوا۔ اور اسکے صدمے سے وہ ہلاک ہو گئے۔

اہل مدین کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیب اہل ایکہ کی نصیحت و موعظت پر مامور ہوئے یہ لوگ جنگل میں رہا کرتے تھے اور افعال ناشائستہ و دغابازی کرتے تھے حضرت شعیب نے انہیں بہتیرا سمجھایا مگر ان سے کوئی ایمان نہ لایا۔ آخر جب انکا انکار و استکبار حد سے تجاوز کر گیا تو حقتعالےٰ نے سات شبانہ روز حرارت اسپر غالب کی کہ انکے چشموں اور کنوؤں کا پانی جوش مارنے لگا۔ اور لوگ شدت گرمی سے گھبرا کر اپنے گھروں میں گھس گئے۔ وہاں پر اور بھی زیادہ حرارت معلوم ہوئی۔ وہاں سے پھر آکر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ جب یہ لوگ مارے گرمی کے تڑپنے لگے۔ تو اچانک ایک ابر سیاہ نمودار ہوا۔ اور ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ وہ ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ آؤ سائبان ابر کے نیچے آسائش کریں۔ جب وہ سب سایہ ابر میں جمع ہوئے تو اس ابر سے برق چمکی اور ایک آگ پیدا ہوئی اور سب کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

حضرت شعیب اپنی قوم کی ہلاکت سے اتنا روبا کرتے تھے کہ نابینا ہو گئے تا آنکہ حضرت موسیٰ انکے پاس آئے اور انکے داماد ہوئے۔ حضرت موسیٰ کی مفارقت کے بعد آپ مکہ معظمہ میں تشریف لائے اور ساٹھ برس تک

Marfat.com

وہاں مقیم رہے۔ پھر اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرما گئے۔ (قص)۔

شعیب بن حرب مدائنی۔ مکہ میں اقامت گزیں ہوئے ثقات محدثین میں سے تھے اور بڑے عبادت گذار تھے۔ ۱۹۶ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)

شعیبیہ شعیب بن محمد کا متبع فرقہ ہے۔ (نع)

شغار نکاح کی ایک قسم ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیٹی یا بہن کا دوسرے سے اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح اس سے کردے اور اسی بدل کو مہر قرار دیں۔ ایسا نکاح اسلام میں ناجائز ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے لَا شِغَارَ فِی الْاِسْلَامِ یعنے نکاح شغار اسلام میں نہیں ہے۔ اسطرح کا نکاح امام اعظمؒ کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ اور مہر مثل دینا لازم آتا ہے۔ لیکن کرنا نہیں چاہئے۔ اور امام شافعی کے نزدیک یہ نکاح ہوتا ہی نہیں۔ دلیلیں طرفین کی مطولات فقہ میں مذکور ہیں۔ (مظ)

شفاعت صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ قیامت کے روز جب دن کی درازی اور شدت کی گرمی وغیرہ وغیرہ مختلف تکالیف و مصائب سے گھبرائیں گے اور باہم مشورہ کرینگے کہ کسیکو خدا کی بارگاہ میں شفیع بنانا چاہئے جو اسکے حضور میں ہماری نجات کے لئے سفارش کرے۔ چنانچہ حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر حضرت عیسےٰ روح اللہ تک سب کے پاس جائیں گے اور شفاعت کے لئے عرض کرینگے۔ وہ سب کہیں گے میرا یہ رتبہ نہیں۔ آخر بایمائے روح اللہ حضرت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آئینگے اور شفاعت کی درخواست کرینگے۔ آپ فرمائیں گے اِنِّیْ لَھَا یعنے میں اس کام کے لئے ہوں۔ اور آپ اسوقت خدا کے حضور میں سجدہ کرینگے اور خدا کی حمد و ثنا کرینگے۔ اللہ حکم ہوگا یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ یعنی اے محمد سر اٹھاؤ جو مانگوگے ملیگا اور جسکی شفاعت کروگے قبول ہوگی۔ آنجناب سر اٹھائینگے اور کہینگے اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ۔ اس شفاعت کا نام شفاعت کبریٰ ہے۔ (لغر)۔

واضح ہو کہ بروز قیامت شفاعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بارہ طرح پر ہوگی۔ اول شفاعت کبرے جسکا ذکر اوپر گذر چکا۔ دوسری شفاعت ادخال فی الجنۃ بلاحساب یہ بھی خاصہ آنحضرت ہے۔ تیسری شفاعت منع دخول دوزخ سے بعد حساب باوجود استحقاق۔ چوتھی شفاعت اہل جنت رفع درجات میں۔ پانچویں شفاعت بعض کفار تخفیف عذاب میں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حامی و محب آنحضرت کے تھے جیسے ابو طالب وغیرہ۔ چھٹی ثقل موازین میں کہ وزن اعمال کے وقت شفاعت امت فرمائیں گے ساتویں مسامحت حساب میں ایک گروہ کے لئے آٹھویں تقصیرات و نقصان طاعات کے متعلق چشم پوشی کئے جاتے ہیں۔ نویں شفاعت اہل اعراف۔ دسویں شفاعت اطفال مشرکین۔ گیارہویں شفاعت اہل بیت۔ بارہویں شفاعت اہل مکہ و مدینہ و طائف۔

اور ابن حجر نے شفاعت زائرین قبر شریف اور شفاعت مجیبین اذان اور سائلین وسیلہ و فضیلت و مقام محمود کو نوع پنجم میں داخل کیا ہے۔ جدا نہیں ہیں۔

اور اس قسم کی شفاعتوں میں بعضوں نے دیگر انبیاء اور اولیاء اور علماء و صلحاء کو بھی شامل کیا ہے کہ یہ بھی طفیل حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بہرہ اندوز ہوں گے۔ حضرت استاذ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ تفسیر ہدیٰ للمتقین میں تحریر فرماتے ہیں کہ تیسرا فرقہ بعد میں کا ہے کہ بقدر رسوخ گناہوں کے انپر عذاب ہوگا۔ یہانتک انبیاء اور اولیاء اور علماء و شہداء اور ملائکہ کی شفاعت سے نجات پائینگے حدیث شریف میں آیا ہے کہ سورۃ بقرہ و آل عمران بروز ق

Marfat.com

دو بادل یا دو سیاہ سائبانوں کی صورت میں آئیں گے ان میں ایک نور درخشاں ہو گا۔ یا مانند دو غول پرندہ جانوروں کے صف باندھ کر آئینگے۔ اور اپنے قاریوں کی شفاعت میں اصرار کرینگے۔ یہانتک کہ ان کو بہشت میں پہنچا کر چھوڑینگی۔ ابن مردویہ اور اصفہانی اور دیلمی سے بروایت حضرت جابر بن عبد اللہؓ منقول ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ملائکہ خانہ کعبہ کو دلہن کیطرح سجا کر میدان حشر میں لائیں گے۔ اثنائے راہ میں میری قبر پر گزرینگے تو بیت اللہ بزبان فصیح کہیگا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُحَمَّدُ۔ میں کہونگا وَعَلَیْكَ السَّلَامُ یَا بَیْتَ اللّٰہِ۔ یہ تو بتاؤ کہ میری امت نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اور تم خدا کے حضور میں اسکے ساتھ کسطرح پیش آؤگے۔ بیت اللہ جواب دیگا۔ یا محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو کوئی تمہاری امت میں سے میری زیارت کو آیا ہے میں اسکا شفیع کافی ہوں۔ آپ اسکی طرف سے مطمئن رہیں اور خاطر جمع رکھیں۔ اور جو کوئی میرے پاس نہیں آیا اسکی شفاعت آپ کریں۔ (الخ)۔

قرآن مجید میں کئی مقامات پر شفاعت کا ذکر آیا ہے۔ بعض آیات جن میں شفاعت کا ذکر ہے۔ درج ذیل ہیں۔

(۱) لَا یَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ (س۔ مریم۔ ع۶) (وہاں لوگ کسیکی) سفارش (کرنے) کا اختیار نہ رکھیں گے ہاں جس نے (خدائے) رحمٰن سے وعدہ لیا ہے (وہ وعدہ اسکا شفیع ہوگا)

(۲) یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا ۝ (س۔ طٰہٰ ع۶) اُس دن (کسیکی) سفارش کام نہ آئیگی مگر جس کو (خدائے) رحمٰن اجازت دے اور اسکا بولنا پسند فرمائے۔

(۳) وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ حَتّٰی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ۝ (س۔ سبا ع۳) اور خدا کے ہاں (ان میں سے کسیکی) سفارش (بھی کسیکی کچھ) کام نہیں آتی۔ مگر (ہاں) اُسکے کام آئیگی جسکی نسبت (خدا سفارش کی) اجازت دے (ان فرشتوں کا تو یہ حال ہے کہ جب کوئی حکم خدا کے ہاں سے نازل ہوتا ہے تو مارے ہیبت کے گھبرا اُٹھتے ہیں) یہاں تک کہ جب گھبراہٹ اُن کے دلوں سے دور ہو جاتی ہے۔ (تو ایک دوسرے سے) پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم دیا (اس پر جو زیادہ مقرب ہیں) کہتے ہیں کہ جو (حکم دینا) چاہئے تھا (وہی دیا)۔

(۴) قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (زمر ع۵) (اور ان لوگوں سے) کہو کہ سفارش تو ساری خدا کے اختیار میں ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اُسی کی حکومت ہے پھر تم (لوگ) اُسی کیطرف کو لوٹا کر لائے جاؤ گے۔

(۵) یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا یَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ (س۔ النبا ع۲) جب کہ جبریل اور (اور) فرشتے (اسکے حضور میں) صف بستہ کھڑے ہوں گے کسی کے منہ سے بات تو نکلنے ہی کی نہیں مگر جسکو (خدائے) رحمٰن اجازت دے اور وہ بات بھی معقول کہے۔

مشرکین عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اور قیامت کے دن انکی شفاعت کرینگے یہاں انکی تردید مقصود ہے کہ وہ بے اذن خدا کسیکی شفاعت کے لئے لب تک تو کھولنے ہی کے نہیں اور اجازت ہوئے پیچھے بھی معقول بات کہینگے۔ یعنے اُسی کی سفارش کریں گے جو معتقد توحید اور مستحق شفاعت ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا

Marfat.com

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن میری شفاعت پر سب سے زیادہ کامیاب وہ شخص ہے جس نے خالص دل سے کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (البخاری)

اور عمران بن حصین سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک جماعت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی بدولت دوزخ سے نکالکر بہشت میں داخل کیجائے گی اور انکا نام جہنمی رکھا جائیگا۔ (رواہ البخاری)

اور ابو سعید سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت میں سے کوئی ایسا ہوگا۔ جو ایک بڑی جماعت کی شفاعت کریگا اور ان میں سے کوئی ایسا ہوگا جو ایک ہی آدمی کی شفاعت کرے گا۔ حتی کہ وہ جنت میں داخل ہوجائیں گے (رواہ الترمذی)

عثمان بن عفان سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن تین قسم کے لوگ شفاعت کرینگے (پہلے) انبیاء پھر علماء پھر شہداء (مش)۔

پیغمبروں اور نیک لوگوں کا اہل کبائر کے حق میں شفاعت کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ مگر معتزلہ اسکے خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ شفاعت کا کچھ اثر نہیں ہوسکتا۔ یہ اختلاف مبنی ہے اس اختلاف پر کہ ہمارے نزدیک عفو ومغفرت شفاعت کے بغیر بھی جائز ہے۔ تو شفاعت کے ساتھ عفو ومغفرت بطریق اولیٰ ہوسکتی ہے۔ معتزلہ کے نزدیک کبائر معاف ہو ہی نہیں سکتے۔ اسلئے شفاعت کا کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے اِسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلِلْمُؤْمِنَاتِ یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنی تقصیر کے لئے اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے بخشش طلب کرو جس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مسلمانوں کے لئے بخشش مانگنا مفید ہے جبھی یہ ارشاد ہوا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ یعنی ان لوگوں کو شافعین کی شفاعت کوئی فائدہ نہ دے گی۔ کیونکہ اسلوب کلام شفاعت فی الجملہ کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے یہاں کافروں کی بدحالی اور بدبختی کا اظہار منظور ہے۔ . . .

. . . . . مطلب یہ ہے کہ شفاعت سے بہت سے لوگ مستفید ہوں گے۔ مگر یہ لوگ اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکیں گے۔ ورنہ اگر مطلقاً کسی کے لئے شفاعت مفید نہ ہوتی تو اس مقام پر کافروں سے اسکی نفی کرنیکا کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ مدعا تو یہ ہے کہ انکی مخصوص ناکامی کا اظہار ہو۔ نہ اس ناکامی کا جس میں سب شریک ہوں۔ نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عَمَّ شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ یعنی میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے عام ہوگی۔ چونکہ اصل عفو وشفاعت کتاب وسنت سے صاف ثابت ہے اور ان سے انکار کی گنجائش نہیں۔ اس لئے معتزلہ انکی اصلیت کے قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ عفو صرف صغیرہ گناہوں اور ان کبیرہ گناہوں کے لئے ممکن ہے جنپر توبہ کی جائے۔ اور شفاعت سے صرف اضافہ ثواب کا فائدہ ہوسکتا ہے عفو گناہ نہیں ہوسکتا۔ (عق)۔

صوفیہ کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اور اولیا وصلحاء کو خدا کی طرف سے یہ حق حاصل ہے کہ جب چاہیں خدا کی درگاہ میں کسی جماعت یا فرد واحد کے لئے شفاعت کرسکتے ہیں مگر وہابیہ اہلحدیث کہتے ہیں کہ قیامت سے پہلے شفاعت ہو ہی نہیں سکتی۔ اور قیامت کو بھی خدا کے اذن کے بغیر نہ ہوگی۔

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ وَاَوَّلُ مَنْ تنشق الارض عنه عنه يوم القيمة ولا فخر۔ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ بِيَدِيْ۔ یعنی میں بنی آدم کا سردار ہوں اور یہ فخر نہیں ہے قیامت کے روز سب سے پہلے میں ہی زمین (قبر) میں سے

اُٹھوں گا اور یہ فخر نہیں ہے۔ میں ہی پہلا شفیع اور پہلا مقبول الشفاعۃ ہونگا اور یہ فخر نہیں ہے۔ میرے ہاتھ میں لواءُ الحمد ہوگا۔

یہ بھی حدیث میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے نصف امت کے بخشوانے یا شفاعت کرنے میں اختیار دیا گیا ہے۔ میں نے شفاعۃ کو قبول کیا۔ قرآن میں جس مقام محمود کے وعدہ ہونیکا ذکر ہے اس سے مراد باتفاق مفسرین مقام شفاعۃ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارے رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے شفیع ہوں گے اور جسکے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہے اسکو بخشوا لینگے۔

شَفَع جوڑا۔ جفت۔ (ص) میں اُن نمازوں کو کہتے ہیں جنکی رکعتیں جفت ہوں۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (س۔ فجر۔ ع۱) یعنی اور جفت اور طاق کی قسم ہے۔

شُفعہ (ل) ہمسائگی۔ (ص۔ ش) میں کسی حق کے سبب دوسرے شخص کو خریدی ہوئی زمین وغیرہ نہ لینے دینا اور جبراً مشتری کو وہ قیمت جو اس نے دی ہے بحکم حاکم دیکر اس زمین پر قبضہ کرلینا۔

شفیع اس شخص کو کہتے ہیں جو حق شفعہ کے سبب زمین لینی چاہتا ہے۔

مشفوعہ وہ زمین مبیعہ جس پر حق شفعہ کا دعوے کیا گیا ہو۔

خلیط فی نفس المبیع۔ وہ شریک جو شامل ملکیت مبیعہ ہو۔

خلیط فی حق المبیع۔ وہ شخص جو شریک حق المرور وغیرہ ہو۔

جار ملاصق۔ وہ پڑوسی کہ جسکا مکان مبیعہ مشفوعہ سے ملا ہوا ہے۔

(مثال) زید نے اپنا موروثی مکان بکر کو بعوض سو روپے کے دیدیا۔ اب زید کا بھائی جو اسکا پڑوسی بھی ہے خود سو روپے دیکر بکر سے مکان لینا چاہتا ہے۔ بکر کو نہیں لینے دیتا۔ اس مثال میں زید بائع اور بکر مشتری اور عمر خلیط و جار ملاصق ہے اور زید کا مکان مبیعہ مشفوعہ ہے۔

باتفاق ائمہ شفعہ شریک فی الملک کے واسطے ثابت ہے۔ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک پڑوسی کے لئے بھی شفعہ ہے۔ مگر امام مالک۔ شافعی اور احمد کے نزدیک پڑوسی کے لئے شفعہ نہیں۔

شفعہ اس چیز میں ہوتا ہے جسکا نقل کرنا ممکن نہ ہو۔ جیسے زمین۔ مکان۔ باغ وغیرہ۔ اور جس چیز کا نقل کرنا ممکن نہ ہو جیسے اسباب اور جانور وغیرہ۔ اس میں شفعہ نہیں ہوسکتا۔ اور یہی سب علماء کا مذہب ہے۔ اور شفعہ مسلمان کے ساتھ ہی خاص نہیں۔ بلکہ مسلمان اور ذمی میں بھی ہے۔ امام شافعی کے نزدیک کنوئیں میں حق شفعہ نہیں ہے۔ مگر امام صاحب کے نزدیک ثابت ہے اگرچہ تقسیم کا احتمال نہ رکھے جیسے کنواں۔ حمام۔ چکی کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلشُّفْعَۃُ فِی کُلِّ شَیْءٍ یعنی ہر غیر منقول شے میں شفعہ ہے (رحمۃ مط)

شقائق النعمان فی مناقب النعمان رض امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں علامہ زمخشری کی تصنیف ہے۔ علامہ موصوف نے ۵۳۸ھ میں وفات پائی۔ (کش)۔

شق الصدر (ل) سینے کو پھاڑنا۔ چاک کرنا ہے (ص۔ ش) میں اس واقعہ سے مراد ہے جبکہ فرشتوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کرکے قلب مبارک کو دھوکر جمیع الواث بشریہ و کدورات انسانیہ سے صاف کردیا تھا۔ تفصیل کے لئے دیکھو (شرح صدر)۔

شقیق بلخی خراسان کے ایک معتمد صوفی کا نام ہے جنہوں نے حضرت ابراہیم بن ادہم سے طریقت حاصل کی تھی۔ آپ حاتم اصم کے استاد تھے۔ اور

Marfat.com

سنہ ۱۵۳ھ میں وفات پائی۔ (کن)۔

شقیق بن سلمہ شقیق بن سلمہ اسدی کوفی اکابر علمائے اسلام میں سے تھے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ خلافت میں فوت ہوئے (کن)

شکور (ل) بڑا قدر شناس۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ یہ اسم بعینہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ (س۔فاطر۔ع ۴) کیونکہ خدا انکو انکے اجر پورے پورے بھر دیگا اور اپنے فضل سے انکو زیادہ بھی دیگا۔ کیونکہ وہ بڑا بخشنے والا قدردان ہے۔

شکور کا معنے شکر گذار بھی ہے جو شاکر کی جمع ہے جیساکہ آیۃ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ (میرے بندوں میں سے شکر گذار بہت تھوڑے ہوتے ہیں) میں شکور اس معنے سے آیا ہے۔

شمائل النبی ﷺ مصنفہ امام ترمذی رح متوفی سنہ ۲۷۹ھ۔ ابن حجر مکی رح متوفی سنہ ۹۷۳ھ نے اسکی شرح لکھی۔ ملا علی قاری نے بھی اسکی نہایت عمدہ شرح لکھی ہے جسکا نام جمع الوسائل ہے۔

شمس آفتاب۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جسکے شروع میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا (س شمس۔ ع ۱) آفتاب کی اور اسکی دھوپ کی قسم ہے

شمع (ص۔و) بیں نور الٰہی کو کہتے ہیں۔ اور شمع الٰہی قرآن مجید کو کہتے ہیں اور آفتاب و مہتاب کو بھی۔ (ک)۔

شمعون حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ایک حواری کا نام ہے جسکو پطرس بھی کہتے ہیں۔ یہ لفظ ایک تاریخی واقعہ سے تعلق رکھتا ہے جو اسطرح ہے کہ شہر انطاکیہ جسے سکندر رومی کے بعد اینٹوکس نے آباد کیا تھا۔ اور جو آجکل گورنمنٹ عثمانیہ کی عملداری میں ہے اسکے باشندے جو نیر دیوی کی پرستش کیا کرتے تھے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بعد ان کے حواری دین پھیلانے کو اطراف و جوانب میں پہنچے۔ ان میں سے دو حواری اس شہر میں بھی آئے۔ جب شہر کے قریب پہونچے تو ایک بوڑھا بکریاں چراتا ہوا انہیں دکھائی دیا۔ جسکا نام حبیب نجار تھا۔ اس نے انکا حال دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم حضرت عیسےٰ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اور تمہیں بت پرستی سے ہٹانے خداپرستی سکھانے کے لئے آئے ہیں۔ حبیب نجار نے کہا کیا آپکے پاس اپنے دعوے کی سچائی کی کوئی دلیل ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ ہم بیمار کو تندرست اور جذامی اور برص کی بیماری والے کو اچھا کر سکتے ہیں۔ حبیب نجار کا ایک بیٹا دو سال سے بیمار تھا۔ انہوں نے اسپر ہاتھ پھیرا اور وہ اچھا ہوگیا۔ حبیب نجار مسلمان ہوگیا۔ اور یہ خبر عام لوگوں تک پہنچ گئی لوگ جوق جوق آتے اور انکے ہاتھ پھیرنے سے تندرست ہو جاتے۔ اس زمانہ کے بادشاہ نے انہیں بلاکر قید کر دیا۔ اسکے بعد شمعون گئے اور اپنے دونوں دوستوں کو چھڑا لیا ان کے وعظ و تبلیغ کی وجہ سے بادشاہ اور بہت سے آدمی مسلمان ہوگئے۔ جو نہ ایمان لائے وہ حضرت جبرئیل کی چیخ سے ہلاک ہوگئے۔ قرآن مجید میں یہ قصہ اسطرح مذکور ہے وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ تا وَهُم مُّهْتَدُونَ ۞ (س۔ یٰس۔ ع ۲) اور (اے پیغمبر) ان (لوگوں) سے مثال کے طور پر ایک گاؤں والوں کا حال بیان کرو کہ جب انکے پاس رسول آئے بایں طور کہ (پہلے تو) ہمنے ان کیطرف دو (رسول) بھیجے تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا۔ اسپر ہمنے تیسرے (رسول) سے (ان کی اور) مدد کی تو ان تینوں نے (مل کر ان سے) کہا کہ ہم تمہارے پاس خدا کے بھیجے ہوئے (آئے) ہیں وہ لگے کہنے کہ تم تو بس ہماری طرح کے آدمی ہو اور (خدائے) رحمٰن نے تو کوئی چیز (ازقسم کتاب وغیرہ کبھی) اتاری ہی نہیں تم تو نرا جھوٹ بولتے ہو (پیغمبروں نے) کہا۔ ہمارا پروردگار علیم ہے کہ

Marfat.com

شناخت (اُسی کے) بھیجے ہوئے تمہارے پاس آئے ہیں اور ہمارا کام تو (حکم خدا کا صاف) صاف پہونچا دینا ہے اور بس۔ وہ لگے کہنے کہ ہمنے تو تمکو (بڑا ہی) منحوس پایا۔ (کہ تمہارے آتے ہی مبتلائے قحط وغیرہ ہوگئے) اگر تم (اپنے وعظ و نصیحت سے) باز نہ آؤ گے تو ہم تمکو ضرور سنگسار کرینگے۔ اور ضرور تمکو ہم سے (بڑی) سخت تکلیف پہونچے گی (پیغمبروں نے) کہا کہ (یہ تو تمہاری (ہی) شامت (اعمال ہے کہیں بھی ہو) تمہارے ساتھ ہے کیا تم کو سمجھایا گیا (تم لگے) اُلٹا ہم کو ناحق (طعن دینے) نہیں بلکہ تم (خود اس قسم کے) لوگ ہو جو (حدِ عبودیت) سے بڑھ گئے ہو۔ اور شہر کے پرلے سرے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا (اور آکر) لگا کہنے کہ بھائیو! (ان) رسولوں کے کہے پر چلو جو تمسے (کچھ) معاوضہ (بھی) طلب نہیں کرتے اور خود راہ راست پر بھی ہیں۔

شوال قمری سال کے دسویں مہینے کا نام ہے۔ جو نہایت متبرک مہینہ ہے۔ اسکو شہر الفطر بھی کہتے ہیں۔ عید الفطر کا دن بھی اس میں واقع ہے۔ جب مسلمان عید کے واسطے جمع ہوتے ہیں تو خداوند تعالیٰ اپنے فرشتوں کو خطاب کرکے فرماتا ہے کہ اے گروہ ملائکہ میرے بندوں نے میرا فرض ادا کیا اور آج وہ سب جمع ہوکر دعا کے لئے آواز بلند کر رہے ہیں۔ مجھے اپنی عزت و جلال اور کرم و بلندی مرتبہ کی قسم ہے کہ میں انکی دعا قبول کرونگا۔ پھر اپنے بندوں کو خطاب کرکے فرماتا ہے کہ جاؤ میں نے تمہاری مغفرت کی۔ اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا۔

جو شخص عید الفطر کے بعد متصل خواہ متفرق شوال کے مہینے میں چھ روزے رکھے ایک سال کے روزوں کا ثواب پاوے۔ عید الفطر کے احکام کے لئے دیکھو (عید الفطر، عید)

شواہد الحق موجودات کے حقائق کا نام ہے کیونکہ یہ اپنے پیدا کرنے والے کے وجود پر شاہد ہیں۔ (تخ)۔

شوریٰ مشورہ۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جس میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (س۔ شوریٰ ع ۴) اور جو اپنے پروردگار کا حکم مانتے اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور انکے جتنے کام ہیں آپسکے مشورے سے ہوتے ہیں۔ اور ہمنے جو انکو دے رکھا ہے اسمیں سے راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔

شہادت گواہی۔ قرآن مجید میں حکم ہے کہ "دو مرد دو گواہ کر لیا کرو۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں" (س۔ بقرہ ع ۳۹) قرآن مجید میں سچی گواہی کو چھپانے سے ممانعت کی گئی ہے۔ چنانچہ حکم ہے۔ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ (س۔ بقرہ ع ۳۹) اور گواہی نہ چھپاؤ۔ اور جو اسکو چھپائیگا تو وہ دل کا کھوٹا ہے۔

سورہ نساء کے بیسویں رکوع میں حکم ہے "خدا لگتی گواہی دو۔ اگرچہ (یہ گواہی) تمہارے اپنے یا ماں باپ اور رشتہ داروں کے خلاف ہی (کیوں نہ ہو) ہو"۔

سورہ فرقان میں جھوٹی گواہی دینے سے ممانعت کی گئی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا میں تمکو بہترین گواہ کی خبر نہ دوں (یہ) وہ شخص ہے جو گواہی کی بابت دریافت کئے جانے سے پہلے اپنی گواہی ادا کردے"۔

شہادت فرض ہے اسکا ادا کرنا شاہدوں کے لئے لازم ہے۔ مگر قصاص اور حدود کی شہادت میں شاہد کو اختیار ہے کہ چھپائے یا ظاہر کرے۔ ہاں چوری کی شہادت واجب ہے۔ اور اس میں یوں کہے کہ اس نے مال لیا تھا۔ یوں نہ کہے کہ اس نے مال چرایا تھا۔ زنا کی شہادت

Marfat.com

ہیں چار شاہد ضروری ہوتے ہیں۔ عورت کی شہادت زنا کے متعلق قبول نہیں ہوتی۔ باقی حقوق میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول کیجاتی ہے خواہ حق مالی ہو یا غیر مالی ہو۔ جیسے نکاح۔ طلاق۔ وصیت۔ وکالت۔ عتاق۔ اور ولادت۔ اور بکارت اور عورتوں کے اُن عیوب کے متعلق جن پر مردوں کو اطلاع نہیں دیجاتی۔ صرف ایک عورت کی شہادت کافی ہے۔ اِن لوگوں کی شہادت قبول نہیں ہوتی (۱) نابینا (۲) مملوک (۳) وہ شخص جو اس سے پہلے زنا کی جھوٹی شہادت دینے پر سزا یافتہ ہو۔ اگرچہ وہ تائب ہی ہو چکا ہو (۴) باپ کی شہادت بیٹے اور پوتے کے حق میں اور بیٹے کی شہادت ماں باپ اور دادا نانا وغیرہ کے حق میں۔ اور زوجین میں سے ایک کی شہادت دوسرے کے حق میں قبول نہیں ہوتی۔ بھائی کے حق میں اور چچا کے حق میں قبول کی جاتی ہے (۵) شریک کی شہادت شریک کے حق میں درست نہیں (۶) مخنث اور (۷) نوحہ کرنے والی عورت۔ اور (۸) گانے والی عورت اور (۹) ہمیشہ شراب پینے والے۔ اور (۱۰) کبوتر باز۔ مرغ باز و بٹیر باز۔ اور (۱۱) ایسا گناہ کبیرہ کرنے والے جس پر حد لازم ہو۔ اور (۱۲) حمام میں ننگا جانے والے۔ اور (۱۳) سود خوار۔ اور (۱۴) پاسا اور شطرنج وغیرہ کھیلنے والے اور (۱۵) وہ شخص جو کوئی اور مکروہ و ناپسند کام کرتا ہو مثلاً راہ چلتا کچھ کھائے یا سر عام پیشاب کے لئے بیٹھ جائے اور (۱۶) بزرگان سلف کو برملا گالیاں دینے والے کی شہادت منظور نہیں کیجاتی۔ غیر مختون خصی خنثیٰ اور ولد الزنا کی شہادت قبول کی جاتی ہے۔

اگر قاضی کے فیصلے سے پیشتر شاہد اپنی شہادت واپس لے لیں تو انکی شہادت ساقط ہو جائے گی۔ اگر قاضی کے فیصلے کے بعد وہ اپنی شہادت سے پھر جائیں تو فیصلہ منسوخ نہ ہوگا۔ اگر کسی مال کے متعلق فیصلہ ہو چکنے کے بعد شاہد پھر جائیں تو اس شخص کے لئے مال کے ذمہ دار ہوں گے جسکے خلاف شہادت دی گئی تھی۔ (قد)

شہادت کا لفظ شہید ہو جانے کے معنے میں بھی آتا ہے۔ دیکھو (شہید)۔

شہر | مہینہ۔ جمع اسکی شہور اور اشہر آتی ہے اہل اسلام کے ہاں مہینے بارہ ہیں جن میں سے چار مہینے اشہر حرم یعنی ادب و امن عام کے مہینے کہلاتے ہیں جن میں جنگ منع ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے :۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ط (س۔ توبہ۔ ع ۵) جس دن خدا نے آسمان و زمین پیدا کئے ہیں (تب ہی سے) خدا کے یہاں مہینوں کی گنتی کتاب اللہ (یعنے لوح محفوظ) میں بارہ (۱۲) مہینے لکھی چلی آتی ہے۔ جن میں سے چار مہینے ادب و امن عام کے ہیں۔ ادب اور امن عام کے چار مہینوں سے مراد ہیں۔ ذیقعدہ۔ ذی الحجہ۔ محرم۔ رجب کے چار مہینے۔

عرب عاربہ نے اپنے قمری مہینوں کے نام۔ تاتق۔ نفیل۔ طلیق۔ اسخ۔ انخ۔ حلک۔ کسخ۔ زاہر۔ نوط۔ حرف۔ نغبش رکھے تھے۔ تاتق سے مراد محرم ہے اور نفیل سے مراد صفر اور علیٰ ہذا القیاس۔ اسکے بعد عرب نے اپنے مہینوں کے وہ نام مقرر کئے جو اب مشہور ہیں یعنی محرم۔ صفر۔ ربیع الاول۔ ربیع الآخر۔ جمادی الاولیٰ۔ جمادی الاخرےٰ۔ رجب۔ شعبان۔ رمضان۔ شوال۔ ذیقعدہ۔ ذی الحجہ۔ (صنا)

محرم کے لفظی معنے ہیں حرام کیا گیا۔ چونکہ ایام جاہلیت میں اس ماہ میں جنگ حرام تھا۔ اس لئے اسکا یہ نام رکھا گیا۔

صفر۔ یہ صفر سے ماخوذ ہے جسکے معنے خالی کے ہیں۔ چونکہ یہ مہینہ محرم کے بعد واقع ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے پہلے محرم میں جنگ

Marfat.com

حرام تھی۔ اور عرب کے لوگ اس مہینے میں لڑائی کے لئے جاتے اور گھروں کو خالی چھوڑ جاتے تھے۔ اسلئے اس مہینہ کا نام صفر مقرر ہوا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ اس ماہ کا نام وضع کرتے وقت موسم خزاں تھا جس میں کہ درختوں کے پتے زرد ہو جاتے ہیں۔ اسلئے اسکا نام صفر رکھا گیا۔ اور اس صورت میں یہ صفر سے ماخوذ ہوگا۔ جسکے معنے زردی کے ہیں (غ)

صاحب صناجۃ الطرب لکھتے ہیں کہ صفر میں اپنے اپنے مکانوں کو زرد رنگ سے رنگین کرتے تھے۔ کیونکہ اس مہینے سے لڑائی پر چلنے کا ارادہ کرتے تھے۔

ربیع الاول۔ چونکہ اس ماہ کا نام رکھتے وقت فصل ربیع کا ابتدا تھا۔ اسلئے اس اسم سے مسمیٰ ہوا۔

ربیع الآخر۔ خائے معجمہ کی زبر سے۔ ربیع الثانی۔ جیسا کہ عوام استعمال کرتے ہیں صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اکثر استعمال عرب کا ربیع الآخر ہیں ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ لفظ ثانی کا اطلاق اس جگہ ہوتا ہے جہاں آگے ثالث بھی ہو۔ اس مہینے کا نام رکھتے وقت چونکہ موسم بہار کا آخر تھا اسلئے ربیع الآخر نام ہوا۔

جمادی الاولیٰ۔ اسکا نام جو جمادی الاول زبانزد خلائق ہے غلط ہے۔ کیونکہ جمادی مؤنث ہے۔ اسلئے کہ الف مقصورہ اسکے آخر ہے پس اسکی وصف بھی لفظ اولیٰ کے ساتھ جو مؤنث ہے اول کی چاہیے تاکہ صفت و موصوف میں تذکیر و تانیث میں مطابقت رہے۔ چونکہ تسمیہ شہور کے وقت یہ مہینہ ایسے موسم کی ابتدا میں واقع ہوا جس میں پانی جم جاتے ہیں اسلئے اسکا نام جمادی الاولیٰ مقرر ہوا۔

جمادی الاخریٰ۔ اہل عرب جمادی الاخریٰ یا جمادی الآخرہ استعمال کرتے ہیں۔ اور جمادی الثانی جیسا کہ مشہور ہے بہتر نہیں۔ چونکہ تسمیہ شہور کے وقت یہ مہینہ اس موسم کے آخر میں واقع ہوا جس میں انجماد ہوتا تھا اسلئے

اس نام سے موسوم ہوا۔

رجب بالتحتین۔ یہ ترجیب سے ماخوذ ہے جسکے معنے تعظیم کے ہیں۔ چونکہ اس ماہ کو عرب شہر اللہ کہتے تھے اور تعظیم کرتے تھے۔ اسلئے اس نام سے موسوم ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ رجب بہشت میں ایک نہر ہے۔ شہد سے میٹھی اور برف سے سفید۔ جو شخص اس ماہ میں روزہ رکھیگا۔ قیامت کے دن اسے اس نہر سے پانی پلایا جائیگا۔

شعبان۔ چونکہ اس ماہ میں خیر کثیر منشعب ہوتی (یعنی پھیلتی) ہے اور عالم کے تمام امورات مقدرہ علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ اسلئے اس نام سے موسوم ہوا۔

رمضان۔ بفتحات ثلاثہ رمض سے مشتق ہے جسکے معنے جلانے کے ہیں۔ چونکہ یہ مہینہ بھی گناہوں کو جلا دیتا ہے اسلئے اس اسم سے موسوم ہوا (غ)

رمضان رمضاء سے مشتق ہے۔ جلتی ہوئی ریت کو کہتے ہیں۔ اس مہینے میں گرمی شدت سے پڑتی تھی اسلئے یہ نام ہوا۔ ایک اسلامی عالم نے لکھا ہے۔ کہ ماہ رمضان کو فقط رمضان کہنا جائز نہیں۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ ماہ رمضان کو فقط رمضان نہ کہو کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا نام ہے بلکہ کہو "شہر رمضان" یعنے خدا کا مہینا۔ (صنا)

شوال۔ شول سے مشتق ہے جسکے معنے ہیں پراگندہ ہونا۔ چونکہ عرب اس ماہ میں سیر و شکار کرتے تھے۔ اور گھروں سے باہر چلے جاتے تھے اسلئے اس نام سے موسوم ہوا۔ (غ)

شوال شول سے مشتق ہے جسکے معنے اونٹ کے دم اٹھا لینے کے ہیں۔ اس مہینے میں اونٹوں کی شہوت زیادہ ہو جاتی تھی (صنا)

ذلقعدہ۔ چونکہ یہ مہینہ منجملہ شہور حرام کے ہے اسلئے عرب اس ماہ میں محاربہ و مقاتلہ سے قعود کرتے تھے

Marfat.com

بیٹھ رہتے تھے۔ اسلئے اس نام سے موسوم ہوا۔ ذیحجہ چونکہ اس ماہ میں حج ہوتا ہے اسلئے ذیحجہ نام ہوا۔ (غ)

شہنشاہ بادشاہ عظیم الشان۔ یہ شاہان شاہ کا مخفف ہے۔ (غ)

اس نام سے کسیکو پکارنے کی نہی وارد ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب ناموں سے اقبح و اخش قیامت کے دن اللہ کے نزدیک ملک الاملاک یعنی شہنشاہ کا نام ہے (بخ)

یہ اسلئے ہے کہ دراصل اسکا مصداق سوائے خدا تعالےٰ کے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ وہی مالک الملک اور احکم الحاکمین ہے۔ لَهُ الْمُلْكُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اُسی کی بادشاہی تمام زمینوں اور آسمانوں میں ہے۔

شہید (ل) حاضر۔ اللہ تعالےٰ کا نام ہے شہود سے مشتق ہے یا شہادت سے۔ اگر شہود سے ہے تو اسکے معنے ہیں حاضر و مطلع۔ کیونکہ شہود کے لغوی معنے حاضر ہونے کے ہیں۔ اور شہادت سے ہے۔ تو معنے ہیں گواہی دینے والے کے۔ کیونکہ شہادت کہتے ہیں گواہی دینے کو خدا کو شہید پہلے معنے کر اسلئے کہتے ہیں کہ وہ ظاہر و باطن اور غیب و شہادت پر مطلع ہے اور دوسرے معنے کر اسلئے کہ قیامت کے روز بندوں کے اعمال و احوال کی گواہی دیگا۔ قرآن مجید میں یہ اسم بہت موجود ہے چنانچہ ارشاد ہے وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ (س۔ المائدہ ع ۱۶) اور تو تمام چیزوں کی خبر رکھتا ہے۔

جہاد میں جو آدمی مارا جائے اُسے بھی شہید کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں شہیدوں کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (س۔ بقرہ ع ۱۹)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انکو مرا ہوا نہ کہنا (وہ مرے نہیں) بلکہ زندہ ہیں۔ مگر (انکی زندگی کی حقیقت) تم نہیں سمجھ سکتے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کے بارے میں حکم فرمایا کہ ان کے جسموں سے لوہا (یعنی ہتھیار) اور چمڑے (کے ساز و سامان) اُتار لیے جائیں اور انکو انہی کے خونوں اور کپڑوں میں دفن کر دیا جائے (ابو داؤد ابن)۔

عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا (اتفاقاً چلتے چلتے) اونٹنی پر سے گرا اور گردن ٹوٹ کر مر گیا۔ اور یہ شخص (حج یا عمرے کا) احرام باندھے ہوئے تھا۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اس پانی سے نہلاؤ جس میں بیری کے پتے ڈالے گئے ہوں اور اسکے دو کپڑوں میں اسے دفنا دو۔ اور اسے خوشبو نہ ملو نہ اسکے سر کو ڈھانکو کیونکہ یہ قیامت کے روز لبیک کہتا ہوا اُٹھایا جائیگا۔ (صح)۔

یہ ان شہیدوں کا ذکر ہے جو جہاد میں شہید ہوئے ہوں۔ مگر ان کے علاوہ اور تمام شہیدوں کو جو ڈوب کر مر گئے ہوں یا جلکر یا دب کر یا دستوں کی بیماری میں یا کسی اور طریق سے اُنہیں غسل دینا۔ نئے کپڑوں میں کفنانا نماز پڑھنا سب کچھ چاہیئے۔

شیبانی ابو عمر اسحٰق بن مرار کو کہتے ہیں۔ جو نحو اور لغت میں غیر معمولی دستگاہ رکھتے تھے بڑے پایہ کے محدث تھے۔ امام احمد بن حنبل اور یعقوب بن سکیت کے اُستاد تھے۔ ۲۱۳ھ میں بغداد میں فوت ہوئے۔ (دکن)۔

شیبانیہ ایک اسلامی فرقے کا نام ہے جو شیبان بن سلمہ کیطرف منسوب ہے۔ ان کا

Marfat.com

اعتقاد ہے کہ آدمی اپنے کاموں میں مجبور ہے (نج)

شیثؑ یہ نام سریانی ہے۔ اسکے معنے ہیں ہبۃ اللہ اور بعض کہتے ہیں کہ عجمی ہے۔ کتب بنی اسرائیل میں بدلہ کے معنے میں آیا ہے۔ یعنی بدل ہابیل انکی ولادت قتل ہابیل کے پانچ برس بعد واقع ہوئی جبکہ عمر حضرت آدم علیہ السلام کی دوسو تیس برس کی تھی۔

ابن قتیبہ معارف میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیث اولاً آدم علیہ السلام میں سے اجمل واحسن تھے اور حضرت آدم علیہ السلام سے زیادہ مشابہ تھے۔ اور بر خلاف اور اولاد کے تنہا پیدا ہوئے تھے۔ تاریخ طبری میں لکھتے ہیں کہ انساب بنی آدم بعد طوفان انہیں پر منتہی ہوتے ہیں پچاس صحیفے انپر نازل ہوئے۔ پہلے پہل عبرانی زبان میں اُنہوں نے ہی کلام کیا۔ انپر جو صحیفے نازل ہوئے تھے ان میں علوم حکمت اور ہندسہ اور حساب اور موسیقی اور ریاضی اور علم الٰہی وغیرہ تھے۔ اسلئے حکمائے یونان انکو اوریا اول کہتے ہیں۔

زبدۃ القصص میں لکھا ہے کہ حضرت شیثؑ کو اللہ نے مال بہت دیا تھا۔ اور وہ اس سے تجارت کیا کرتے تھے۔ اور اکثر مال اپنے اقارب پر بعدہ اسکے یتیموں مسکینوں اور مسافروں پر صرف کرتے تھے۔ بعض اہل تحقیق نے شرح فصوص الحکم میں لکھا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام مریض بمرض موت ہوئے۔ تو انکو میوہ جنت کی آرزو ہوئی۔ حضرت جبرئیل جنت سے میوے ایک طبق میں رکھکر لائے۔ اور وہ طبق ایک حور کے سر پر تھا۔ حضرت آدمؑ نے میوے کھاکے دعا کی کہ یا الٰہی یہ حور شیث کے نکاح میں رہے۔ اللہ نے انکی دعا قبول کی اور وہ حور اُنکے نکاح میں آئی۔ عمر انکی ۹۱۲ برس کی ہوئی ہے (کذا فی اخبار الاول)

اور بقول حضرت مولانا رفیع الدین دہلویؒ وقت وفات ۱۴۲ برس ہبوط آدمؑ سے گذرے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ اپنے والد کی قبر میں مدفون ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ قریہ سرعین اعمال بعلبک میں مدفون ہیں وہاں لوگ انکی قبر کی زیارت کے لئے جاتے ہیں (نفر)۔

شیخ ذل بانجلا۔ جمع اسکی شیوخ اور اشیاخ آتی ہے بعض کہتے ہیں کہ شیخ پچاس برس سے اوپر کی عمر والے کو کہتے ہیں اور بعض اکیاسٹھ برس سے زیادہ عمر والے کو کہتے ہیں۔ شیخ فانی اُسے کہتے ہیں جو ہر روز ضعیف ہوتا چلا جائے۔ (ص۔ ف) میں شیخین امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کو کہتے ہیں اہل حدیث شیخ اسے کہتے ہیں جس سے حدیث روایت کیجائے۔ اور شیخین انکی اصطلاح میں بخاری و مسلم کو کہتے ہیں۔ اہل تصوف کے نزدیک شیخ اُس شخص کو کہتے ہیں جو نظر باطن کی قوت سے دنیا وغیرہ کا زنگار مرید کے دل سے دور کردے (کیا) استاد۔ امام فن۔ سردار قوم اور رئیس مسلم کو بھی شیخ کہتے ہیں۔

اصطلاحاً شیخ درویش کامل و مکمل کو بھی بولا جاتا ہے۔ بعض نے اسکی تعریف یوں کی ہے ھو من یحیی العظام الرمیمہ۔ شیخ وہ کہلا سکتا ہے جو خدا کے حکم سے مردہ ہڈیوں کو جلا سکے۔

شیخ الاسلام ترکی۔ قاہرہ۔ دمشق وغیرہ اسلامی شہروں کے بڑے قاضی یا مولوی کا لقب ہوتا ہے جو شعائر دین کا محافظ اور مذہبی احکام نافذ کرنیوالا ہوتا ہے۔ دینی حیثیت سے اسکا حکم خلیفہ وقت سے بھی بڑھکر ہوتا ہے۔

شیعہ لغوی معنا وہ جماعت اور گروہ جو کسی امر پر علیحدہ جمع ہو۔ ہکذا فی المؤید۔ اور منتخب میں معنے اتباع و انصار لکھا ہے (غ) اہل اسلام کے بڑے بڑے فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکا دعوے ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نص جلی یا خفی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد خلیفہ بلافصل ہیں۔ انکا اعتقاد ہے کہ خاص آپؑ کے اور انکی اولاد کے لئے امامت کا حق ہے جو زائل نہیں ہو سکتا۔ اگر امامت انکے قبضہ سے نکل گئی ہے تو ظلم و شقاوت سے نکلی ہے۔ یا خود حضرت علیؓ نے یا انکی اولاد نے اسکے متعلق تقیہ کے طور پر خاموشی اختیار کی ہے۔

مختلف فرقے ان کے بائیس (۲۲) فرقے ہیں جو ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔ بڑے فرقے تین ہیں۔ (۱) غلاۃ (۲) زیدیہ (۳) امامیہ۔ غلاۃ کی اٹھارہ (۱۸) شاخیں ہیں۔ سبائیہ۔ کاملیہ۔ بنانیہ۔ مغیریہ۔ جناحیہ۔ منصوریہ۔ خطابیہ۔ غرابیہ۔ ذمیہ۔ ہشامیہ۔ زراریہ۔ یونسیہ۔ شیطانیہ۔ رزامیہ۔ مفوضیہ۔ بدائیہ۔ نصیریہ۔ اسماعیلیہ۔

زیدیہ کی تین شاخیں ہیں۔ جارودیہ۔ سلیمانیہ۔ تبریہ۔ (کذا فی شرح مواقف)(ک)

فرقۂ شیعہ کا آغاز فرقۂ شیعہ کی بنیاد اسطرح پڑی کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو منصب خلافت کا مسئلہ پیش ہوا۔ انصار نے یہ بات تجویز کی کہ دو امام انتخاب کئے جائیں۔ ایک ہم میں سے دوسرا مہاجرین میں سے۔ اور اپنی طرف سے سعد بن عبادہ کو خلیفہ مقرر کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ اور عمر رضی اللہ عنہما نے انکے مجمع میں پہونچکر کہا کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ یعنی امام قریش میں سے مقرر ہوں گے۔ انصار نے یہ بات قبول کی اور کہا کہ تو پھر کسکو خلیفہ مقرر کرنا چاہیئے حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم سب سے افضل ابو بکرؓ کو جانتے ہیں غرض اول بشیر بن سعد انصاری۔ پھر حضرت عمرؓ نے۔ پھر ابو عبیدہ بن جراح نے اور پھر سعد بن عبادہ نے ان کی بیعت کرلی۔ اور ان کے بعد اور صحابہ نے بیعت کی۔ اور سب لوگوں کا انکی بیعت و خلافت پر اتفاق ہو گیا۔ یہ معاملہ بیعت بنو ساعدہ کے سقیفہ یعنی چبوترہ پر ہوا تھا۔ پھر جب مسجد میں آئے تو لوگ ہر طرف سے دوڑ کر آئے اور بیعت کرنے لگے۔ لیکن بنو ہاشم دیر تک رکے رہے۔ اور حضرت علی۔ عباس۔ طلحہ۔ زبیر۔ مقداد بن عمر۔ عتبہ بن ابی لہب۔ خالد بن سعید بن عاص۔ سلمان فارسی۔ ابوذر۔ عمار بن یاسر۔ براء ابن عازب اور ابی ابن کعب نے بیعت نہ کی۔ حضرت علیؓ بیعت کے وقت سقیفہ میں موجود نہ تھے کیونکہ وہ پیغمبر خدا کی تکفین و تجہیز کا انتظام کر رہے تھے۔ پھر ان سب لوگوں نے بیعت کرلی۔ اور حضرت علیؓ نے چھ ماہ بعد بیعت کی۔ بعض کہتے ہیں تیسرے دن یا اسی دن یا دوسرے دن بیعت کی۔

صحیح یہ ہے کہ دو بار بیعت کی۔ ایک تو تیسرے دن کی اور پھر چھ مہینہ بعد دوسری مرتبہ کی جسکی وجہ یہ تھی کہ جب بی بی فاطمہؓ نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں سے ورثہ ملنے اور باغ فدک کے حق تملیک کا دعوے کیا اور حضرت ابو بکرؓ نے اس دلیل مشہور کی بنا پر انکے دعوے کو رد کردیا کہ نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ یعنی ہم انبیا لوگ ہیں ہمارے مال کا وارث کوئی نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ اور فریقین میں اس بات پر کسیقدر بحث ہوئی۔ تو لوگوں نے غلطی سے سمجھا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ کے مابین شکر رنجی ہے۔ اس غلط فہمی کو رفع کرنیکے لئے حضرت علیؓ نے چھ ماہ بعد بیعت کی تجدید کی۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بعد شاید خلافت کے متعلق بنو ہاشم کا دعوے از سر نو پیش ہوتا لیکن انہوں نے اپنی بیماری ہی کی حالت میں حضرت عمرؓ کی خلافت پر باضابطہ تنصیص کردی۔ اسلئے بنو ہاشم کو موقع نہ ملا۔

حضرت عمرؓ نے اپنی شہادت کے قریب چھ ۶ شخصوں کو چنا جنکی حاکمانہ لیاقتیں انکے نزدیک

Marfat.com

ایسا مساوی درجہ رکھتی تھیں کہ وہ کسی کے حق میں ترجیح کا فیصلہ نہ کر سکتے تھے اور وہ یہ تھے حضرت علی۔ حضرت عثمان۔ زبیر۔ طلحہ۔ سعد۔ عبدالرحمٰن بن عوف۔ گو حضرت عباس نے حضرت علی کو یہ مشورہ دیا کہ وہ اپنی خلافت کو بحث و اتفاق پر موقوف نہ رکھیں بلکہ بلا کسی کی اعانت کے اپنے استحقاق کا فیصلہ کر لیں۔ مگر جناب امیر کی بے غرضی اور فیاض دلی نے اس اختلاف انگیز تحریک کے قبول کرنے کی اجازت نہ دی۔ اور عبدالرحمٰن بن عوف خلیفہ انتخاب کرنے پر مقرر ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ میں تمہاری بیعت کرتا ہوں کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور ابوبکر اور عمر کے طریقہ پر۔ حضرت علی نے کہا کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ اور میرے اجتہاد و رائے پر۔ عبدالرحمٰن نے انکو چھوڑ کر حضرت عثمان کا ہاتھ پکڑا۔ اور وہی فقرہ دُہرایا۔ تو انہوں نے اسکو انہی لفظوں میں قبول کر لیا۔ پھر سب صحابہ نے ان سے بیعت کر لی۔ حضرت علی نے کہا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ اور تن بہ تقدیر راضی ہو گئے۔

بنو ہاشم اور بنو امیہ ایک قبیلہ کی دو شاخیں تھیں جنکا سلسلہ نسب بہت قریب کی پشت میں ملتا ہے۔ ان دونوں کنبوں میں پہلے سے شریکانہ مناقشت چلی آتی تھی۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر تو نہ بنو ہاشم سے نسبی تعلق رکھتے تھے اور نہ بنو امیہ سے۔ اسلیئے انکے عہد خلافت میں ایسے امور پیدا نہ ہو سکے جن سے ان دونوں خاندانوں کی کشمکش بڑھتی۔ مگر حضرت عثمانؓ کے خلیفہ ہونے پر جو خاندان بنو امیہ میں سے تھے۔ خلافت کے تاریخی سلسلہ کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔ کیونکہ بنو ہاشم کی ناکامی کے بعد بنو امیہ میں منصب خلافت کا چلا جانا ان حوادث کا داعی تھا جو آئندہ چلکر وقوع پذیر ہوئے۔ اور اسی طرح یہ ہوا کہ عنقریب عثمانؓ نے بخیال قرابت پروری و صلہ رحمی اپنے خاندان کے لوگوں کو اعلی عہدوں پر مقرر کرنے میں بہت بے طرح رعایت سے کام لینا شروع کیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگ انکے مخالف ہو گئے اور اسکا انجام حضرت عثمانؓ کی شہادت تک پہونچا۔

اس کے بعد حضرت علیؓ کی خلافت کا وقت آیا۔ اور یہ وہ وقت تھا جبکہ فتنہ و فساد کا مادہ جو مدتوں سے جمع ہو رہا تھا پھوٹ نکلا۔ اور مسلمانوں کی طاقت دو حصوں میں منقسم ہو کر باہم ٹکرانے پر آمادہ ہو گئی۔

حضرت عثمانؓ کا قتل ان لوگوں کے ہاتھوں سے وقوع پذیر ہوا جو اپنے زعم کے موافق یہ شکایت رکھتے تھے کہ عثمانؓ نے بنو امیہ کی طرفداری میں ہم کو نقصان پہنچایا ہے اور پہنچا رہے ہیں۔ مگر اس میں کیا شک ہے کہ قاتلوں کا یہ فعل شدید ترین جرم تھا جنکو سزا دینا خلیفہ وقت کا فرض تھا۔ حضرت علی انکو سزا دیتے اور ضرور دیتے اگر چند موانع نہ ہوتے۔ جن میں سے ایک یہ مانع تھا کہ قاتلوں کا صحیح پتہ نہیں ملتا تھا۔ کیونکہ یہ واقعہ قتل ایک بلوہ کی صورت رکھتا تھا۔ ان موانع کے باعث حضرت علی کا قصاص میں توقف کرنا تھا کہ بعض صحابہ نے غلط فہمی سے حضرت علی کو مورد الزام کیا اور کھلم کھلا انکی مخالفت شروع کر دی۔ جن میں زبیرؓ طلحہؓ اور حضرت عائشہؓ بھی شامل ہیں۔ اور بہت سے لوگ صرف نسبی رقابت اور عصبیت سے مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ جن میں اکثر بنو امیہ اور ان کے رفقاء شامل ہیں۔ غرض یہ دو طاقتیں حضرت علی کے مقابلہ میں آمادہ پیکار ہو گئیں۔

پہلا فریق حضرت زبیرؓ حضرت طلحہ اور حضرت عائشہؓ کا تھا۔ جنہوں نے کسی ہوائے نفسانی سے نہیں بلکہ خالص نیت سے حضرت عثمان کے خون کا دعویٰ کیا۔ اور یہ انکی اجتہادی خطا تھی جو پھر بھی خلوص نیت پر مبنی ہونے کے باعث اجر سے خالی نہیں ہوتی۔ ایک بہت بڑی جمعیت انکے ہمراہ ہو گئی اور ان لوگوں نے

مکہ سے نکلکر بصرہ کا رخ کیا۔ حضرت علی نے ضروری سمجھا۔ کہ رعب خلافت کو قائم رکھنے کے لئے اس مخالفانہ اجتماع کو منتشر کیا جائے۔ اسلئے انہوں نے فوجی جمعیت لیکر ان کو جا روکا۔ فریقین میں جنگ ہونے لگی۔ طلحہ اور زبیر قتل ہوئے اور ان کی جماعت کو شکست ملی۔ یہ لڑائی "یوم الجمل" (اونٹ کا دن) کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ اس روز حضرت عائشہ کے اونٹ کو جسکا نام عسکر تھا۔ اور جس پر ام المؤمنین سوار تھیں مخالف فوج نے مار ڈالا تھا۔ مگر خدا کے حکم سے حضرت عائشہ کا ستر قائم رہا۔ اس واقعہ کے بعد جب حضرت عائشہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ عمر بھر متاسف رہیں۔ اور جب کبھی انکو جنگ جمل کا واقعہ یاد آتا تو اسقدر روتیں کہ انکی اوڑھنی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔

ایک مخالف طاقت کو پست کر چکنے کے بعد اب حضرت علی کے سامنے بنی امیہ کی طاقت باقی رہ گئی جو بظاہر حضرت عثمانؓ کے خون کا دعوےٰ کر رہی تھی۔ اور ان کے قاتلوں سے قصاص نہ لئے جانے کے باعث خلیفہ وقت یعنی حضرت علی کی مخالف ہو گئی تھی اس طاقت کے رکن اعظم امیر معاویہؓ حاکم شام تھے جو حضرت عثمان کے بہت قریبی رشتہ دار تھے۔ اور ان کے عہد میں اپنے دائرہ حکومت میں تقریباً خودمختار انہ اقتدار رکھتے تھے۔ ابھی دعوےٰ خون کے پیش ہونے یا اسکے رد و قبول ہونے کا وقت بھی نہیں آیا تھا کہ حضرت علی نے اپنے مجوزہ انتظام جدید کے مطابق امیر معاویہ اور دیگر حکام بنی امیہ کو معزول کر دینا چاہا۔ مگر جلیل القدر اور اہل الرائے صحابہ نے مشورہ دیا کہ یہ تجویز مناسب نہیں۔ ابھی شہادت عثمانؓ کا واقعہ تازہ ہے۔ مبادا بنو امیہ کو دعوےٰ خون کے بہانہ سے فساد عام برپا کر دینے کا موقع ملجائے۔ اور آپ کی نو قائم شدہ خلافت کا پاؤں اکھڑ جائے۔ آپ بالفعل انکو انکی حالت پر رہنے دیں۔

بنو امیہ ایک دنیا طلب قوم ہے انکو انکے منصبوں پر قائم رہنے دیا گیا تو وہ کسی قسم کا دعوےٰ نہیں کرینگے۔ پھر جب آپ کی خلافت مستحکم ہو جائیگی تو جسکو چاہیں معزول کر سکتے ہیں اور جسکو چاہیں رکھ سکتے ہیں۔ دیگر صحابہ کے علاوہ خصوصاً حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علی کو اس ارادہ سے باز رکھنے کے لئے بڑا زور لگایا۔ مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور امیر معاویہ کی طرف معزولی کا حکم بھیج ہی دیا۔

اس حکم کا بھیجنا تھا کہ اہل شام میں حضرت علیؓ کے خلاف غصے کی آگ بھڑک اٹھی اور ہر شخص حضرت عثمان کے خون کے واسطے لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گیا۔ دونوں طرف سے فوجی تیاریاں ہونے لگیں اور آخر مقام صفین پر مقابلہ ہوا۔ حضرت علی کے دلیرانہ حملوں سے سپاہ شام کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ اور قریب تھا کہ اہل شام کو شکست فاش ملے۔ مگر انہوں نے یہ چالاکی کی کہ قرآن مجید کو نیزوں سے باندھکر بلند کیا۔ اور کہا یہ کلام اللہ ہمارے تمہارے درمیان ہے۔ یعنے جنگ موقوف ہونی چاہئے۔ قرآن جو کچھ فیصلہ کرے وہ منظور ہونا چاہیے یہ دیکھتے ہی حضرت علیؓ کی فوج کا ایک بڑا حصہ جنگ سے دستبردار ہو گیا۔ حضرت علی نے ہر چند کہا کہ یہ ان لوگوں کی چالاکی ہے۔ تم اپنے حق پر برابر لڑے جاؤ۔ مگر انہوں نے ایک نہ مانی۔ بلکہ حضرت علی سے کہا۔ اگر تم قرآن پر ایمان رکھتے ہو تو فیصلہ قرآن پر رکھو۔ ورنہ ہم تم کو دشمنوں کے حوالہ کر دینگے۔ حضرت علی نے جب دیکھا کہ معاملہ دگرگوں ہو رہا ہے تو ناچار جنگ کو موقوف رکھا۔ حضرت علی کی فوج میں سے جنگ موقوف رکھنے پر جن لوگوں نے زور دیا تھا انہوں نے امیر معاویہ کے کہنے پر یہ بات حضرت علی سے منوائی کہ اس جھگڑے کو قرآن مجید کے حکم کے مطابق طے کیا جائے جسکی یہ صورت ہے کہ ایک منصف ہماری طرف سے اور دوسرا اہل شام کیطرف سے مقرر ہو

Marfat.com

وہ دونوں باہم غور و بحث کرکے فیصلہ کریں کہ حضرت علی اور امیر معاویہ میں سے کون خلافت کا حقدار ہے۔ اہل شام کی طرف سے عمرو ابن العاصؓ منصف قرار پائے جو بڑے ہوشیار اور داؤ گھات سے واقف تھے۔ حضرت علی اپنی طرف سے منصف عبداللہ ابن عباس کو مقرر کرنا چاہتے تھے جو ہوشیاری میں ابن العاص کا پورا جواب تھے۔ مگر اسی شریر گروہ نے پھر شور مچایا کہ نہیں۔ ہماری طرف سے منصف ابو موسیٰ اشعری ہونے چاہئیں۔ ابو موسیٰ اشعری ایک سیدھے سادے اور راستباز آدمی تھے جو ابن العاص کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ مگر اس شریر گروہ کا کہنا مجبوراً ماننا پڑا۔ ادھر تو اس شریر گروہ نے صورت معاملہ کو یہاں تک پہنچا دیا۔ ادھر تھوڑے دنوں بعد یہ لوگ پھر بگڑ کھڑے ہوئے کہ خدائی معاملات میں آدمیوں کو منصف بنانا بے معنے ہے؟ ان معاملات میں تو منصف اللہ ہو سکتا ہے یا اللہ کا کلام ہو سکتا ہے۔ اس وسوسہ کی بنا پر وہ کم بخت حضرت علی کو (معاذ اللہ) کافر قرار دینے لگے۔ کہ انہوں نے اللہ کے معاملہ میں آدمیوں کی منصفی منظور کر لی۔ اور انہوں نے حضرت علیؓ کی فوج سے خارج ہو کر ایک علیحدہ مقام میں ڈیرے ڈال لئے اسلئے انکا نام خارجی قرار پایا۔

ادھر منصفوں کی بحث کا نتیجہ وہی ہوا جس کا احتمال تھا۔ یعنے انہوں نے اپنی مخفی گفت و شنید میں تو یہ فیصلہ کیا تھا کہ دونوں مدعیان خلافت کو معزول کر دیا جائے۔ اور کسی تیسرے کو خلیفہ بنایا جائے تاکہ کوئی موجب نزاع باقی نہ رہے۔ مگر فیصلہ سنانے میں اور ہی گل کھلا۔ یعنے پہلے ابو موسیٰ نے کھڑے ہو کر کہا۔ مسلمانو! میں نے اپنے فریق یعنے حضرت علی کو خلافت کے منصب سے معزول کیا۔ اب تم جسکو چاہو خلیفہ بنالو۔ پھر عمرو ابن العاص نے کھڑے ہو کر کہا۔ ابو موسیٰ نے اپنے فریق کو معزول کر دیا ہے میں اپنے فریق یعنے معاویہ کو خلیفہ بناتا ہوں۔ یہ سنکر ابو موسیٰ چلائے کہ۔ اے عمرو تمنے مجھ سے فریب کیا ہے اسکے جواب میں عمرو نے بھی درشت گوئی اختیار کی اور دونوں ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے۔

شیعہ سب سے پہلے کن لوگوں کا لقب تھا

حضرت علی کی خلافت کے جھگڑے بڑے لمبے ہیں جنکا خاتمہ آخر ماہ رمضان ۴۰ھ کو ان کی شہادت پر ہوا۔ مگر مذکورہ تمہید ہمارے مقصود کے لئے کافی ہے۔

اب واضح ہو کہ حضرت علی کے زمانہ میں لوگوں کے دو گروہ ہو گئے تھے۔ ایک تو وہ جو ہوائے نفسانی سے یا محض اجتہادی خطا سے جو خلوص نیت سے خالی نہ تھی حضرت علی کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے تھے دوسرا وہ گروہ جو حضرت علی کو اس زمانہ کے تمام لوگوں سے افضل جانتا تھا۔ اور جنگ جمل۔ جنگ صفین اور جنگ اہل خوارج میں انکے زیر علم تھا۔ اور انکی خلافت کو قائم کرنے کے لئے اپنی جان لڑاتا تھا۔ جب خارجی لوگ حضرت کو (معاذ اللہ) کافر کہکر ان کو بدنام کرنے لگے تو یہ گروہ ان احادیث کو لوگوں کے سامنے کثرت سے بیان کرتا تھا جن میں حضرت علی کے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ اس گروہ کا لقب اسوقت شیعہ علی مشہور ہو گیا۔ شیعہ کے معنے جماعت کے ہیں۔ یعنے وہ جماعت جو حضرت علی کی طرفدار ہے اور انکو مستحق خلافت اور اس زمانہ کے تمام لوگوں سے افضل سمجھتی ہے۔ انہی لوگوں کو شیعہ اولی اور شیعہ مخلصین بھی کہتے ہیں۔

شیعہ اولی کا عقیدہ یہ تھا کہ جناب امیر اپنے عہد میں امام برحق ہیں۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد یہ انہی کا منصب ہے۔ تمام مسلمانوں پر انکی اطاعت فرض ہے۔ وہ اپنے وقت کے تمام آدمیوں سے افضل ہیں۔ شیعہ اولی حضرت معاویہ اور ان کے لشکر کو باغی و خطاوار جانتے تھے۔ مگر طلحہ اور زبیر کو یہ نہیں

Marfat.com

سمجھتے تھے۔ اسلئے کہ انہوں نے جناب امیر سے جو تنازع کیا
تھا وہ اسلئے نہیں کیا تھا کہ وہ انکو مستحق خلافت نہیں جانتے
تھے۔ بلکہ قاتلان عثمانؓ کے دھوکا دینے سے وہ مدینہ منورہ
چلے گئے تھے اور قصاص کے مطالبہ میں جلدی کرنے
لگے۔ وہ صرف اس شبہ میں مبتلا تھے کہ حضرت علیؓ
قصاص لینے پر قادر ہیں۔ مگر نہیں لیتے بلکہ منع کرتے
ہیں حالانکہ انکا قصاص لینا حق ہے۔ انہوں نے
غلطی سے اتنا تامل نہیں کیا کہ حضرت علی کی مرضی معلوم
ہو جاتی۔ اسی وجہ سے انکی طرف سے مخالفت ظاہر ہوئی
ورنہ وہ دونوں جناب امیر کو تمام اہل عصر سے افضل جانتے
تھے اور ان کے فضائل بیان کرتے تھے۔ آخر کار انہوں
نے جناب امیر سے مصالحت کرکے انکی اطاعت منظور
کرلی تھی۔ مگر بعض فتنہ پردازوں نے دونوں فوجوں
میں جنگ شروع کرادی جس پر حضرت علی اور حضرت
زبیر اور حضرت طلحہ اور باقی سب حق پرست لوگ حیران
رہ گئے مگر جنگ نہ رکی۔ جسکا انجام یہ ہوا کہ زبیر اور طلحہ
قتل ہو گئے۔ حضرت علی ان دونوں کو اچھا جانتے تھے
اور اس مخالفت کو انکی خطائے اجتہادی پر محمول کرتے
تھے۔ شیعہ اولی حضرت علی کے ان اقوال و الفاظ کو
جو خلفاء و صحابہ کی مدح میں صادر ہوئے ہیں ظاہر پر
محمول کرتے ہیں۔ تقیہ اور ریاکاری پر مبنی نہیں سمجھتے
انکا عقیدہ ہے کہ شرع محمدی کے جو احکام صحابہ کے
ذریعہ سے ان پر ثابت ہوئے انکو قبول کیا اور ان پر
عملدرآمد رکھا۔ ان لوگوں نے ابن سبا خبیث کی باتوں
کو نہیں مانا اور سارے صحابہ کا ادب کرتے رہے۔

دو تین برس کے بعد اس جماعت میں سے بعض
لوگ ایسے پیدا ہوئے کہ تھوڑا سا عقائد اول سے نکلنے لگے
انکا عقیدہ تھا کہ حضرت علی تمام صحابہ سے افضل
ہیں۔ باقی تمام عقائد شیعہ اولی کے مطابق تھے اس
گروہ کا لقب شیعہ تفضیلیہ مشہور ہوا۔ ان لوگوں کا مذہب
تھا کہ جناب امیر اور انکی اولاد حق بالخلافہ ہیں۔ جب تک
یہ حضرات کسی اور کو یہ منصب اپنی خوشی سے نہ دیں وہ
اسکا مستحق نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ان کے نزدیک خلفاء
ثلاثہ خلیفہ برحق ہیں اور انکی خلافت درست ہے اسلئے
کہ جناب امیر نے انکو اپنی خوشی سے خلیفہ کر دیا تھا یہ
لوگ صحابہ کو برا نہیں جانتے نہ انکو غاصب و ظالم کہتے
ہیں۔ اس گروہ میں سے مشہور اشخاص یہ ہیں:۔
ابو الاسود دوئلی واضع علم نحو۔ ابو سعید یحیی بن یعمر عدوانی
تابعی کہ علم قرات و تفسیر و نحو و لغات عرب میں بڑا ماہر
تھا۔ سالم ابن حفصہ جو امام محمد باقر اور امام جعفر صادق
سے روایت کرتا ہے۔ عبد الرزاق محدث۔ ابو یوسف
یعقوب بن اسحاق معروف بہ ابن سکیت صاحب کتاب
اصلاح المنطق۔

حضرت علی کے عہد میں ابن سبا نام ایک شخص پیدا
ہوا جس نے شیعہ کے خیالات کو بگاڑنا شروع کیا۔ جب
اسکی بدعت بہت پھیل گئی تو اسکی تلقین کے اثر سے
دو گروہ پیدا ہو گئے۔ ایک شیعہ تبرائیہ جن کو شیعہ
سبیئہ بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ سارے صحابہ کو ظالم و
غاصب (نعوذ باللہ) بلکہ منافق بتانے لگے۔ اور
ام المومنین عائشہ اور طلحہ اور زبیر کی جنگ و تنازعہ
نے انکے وسوسہ کو اور بھی ترقی دی۔ یہ لوگ ابن سبا
کے متوسط شاگرد تھے۔

دوسرا گروہ جو ابن سبا کے شاگردان رشید پر مشتمل
تھا۔ غلاۃ شیعہ کہلاتا ہے۔ یہ لوگ جناب امیر کی الوہیت
کے قائل ہیں۔ جب انپر اعتراض کیا گیا کہ جناب امیر میں بشریت
کے اوصاف موجود ہیں تو ان میں سے بعض غلاۃ الوہیت
کے قول کو چھوڑ کر اسبات کے قائل ہوئے کہ اللہ تعالے
نے جناب امیر میں حلول کیا ہے۔ جب جناب امیر
کو یہ خبر پہنچی تو انکار فرمایا اور غلاۃ کی ایک جماعت
کو آگ میں جلا دیا۔

Marfat.com

جب تبرائیہ اور غلاۃ اور زیدیہ اور اسماعیلیہ وغیرہ نے اپنا لقب شیعہ اختیار کیا اور حضرت علی کی محبت اور حضرات ابوبکر و عمر و عثمان و ام المؤمنین عائشہ و دیگر صحابہ کے بغض میں بڑا مبالغہ شروع کیا اور اعمال و عقائد میں طرح طرح کے فساد اور بدعتیں جاری کردیں تو شیعہ مخلصین اور شیعہ تفضیلیہ نے اشتراک فی الاسم سے بچنے کے لئے اپنا لقب اہل سنت والجماعۃ رکھ لیا اسی واسطے اگلے وقتوں کی کتابوں میں ان لوگوں کے حق میں یہی شیعہ کا لقب استعمال ہوا ہے۔

شیعہ تبرائیہ کے نزدیک شیعہ مخلصین اور شیعہ تفضیلیہ شیعہ علی نہیں ہیں۔ کیونکہ انکے عقیدہ میں حضرت علی کی محبت صحابہ اور ازواج کو برا کہنے پر موقوف ہے اور ان کے نزدیک اسلام و ایمان میں فرق ہے۔ چنانچہ وہ اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں اور باقی اہل اسلام کو مسلمان بولتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں مومن وہ ہے جو شرائع کو انکے حقائق و تاویل کے ساتھ جانتا ہو۔ اور مسلمان وہ ہو جو شرائع کو بغیر علم تاویل کے جانے۔

رافضی کا لقب شیعہ کو روافض (جمع رافضی) بھی کہتے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے جب بدعوے امامت خروج کیا تو ان کی فوج میں سے ایک گروہ نے کہا آپ ابوبکر اور عمر سے تبرا کریں۔ انہوں نے اس درخواست کو رد کیا اور فرمایا وہ دونوں میرے جد امجد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ہیں تو ان لوگوں نے انکی رائے کو رفض یعنے ترک کر دیا۔ بعض نے کہا ہے کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ شیخین کی بیعت میں رافض (تارک) ہے اصحابہ تھے۔

عقائد شیعہ شیعوں کے نزدیک تمام صحابہ جنکی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے صرف پندرہ سولہ صحابیوں کے سوا باقی سب اہل بیت کے دشمن اور منافق تھے (معاذ اللہ)

خصوصاً حضرت ابوہریرہؓ کے یہ لوگ سخت دشمن ہیں کیونکہ انہوں نے شیخین کی فضیلت کے متعلق روایات کثرت سے بیان کی ہیں اور اہل شام کا ساتھ دیا ہے اسلئے ان صحابہ کی روایات کو یہ لوگ قابل اعتبار نہیں سمجھتے مذکورہ پندرہ سولہ صحابیوں میں سے بعض کے نام یہ ہیں جنکو شیعہ لوگ اچھا سمجھتے ہیں (۱) عباس بن عبد المطلب (۲) عبداللہ بن عباس (۳) محمد بن ابی بکر صدیق (۴) عمار بن یاسر (۵) سلمان فارسی وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

شیعہ لوگ متعہ کو حلال سمجھتے ہیں جو عہد جاہلیت میں مروج تھا اور پھر اہلسنت والجماعت کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ اور شیعہ کے نزدیک اسکی اباحت برقرار رہی۔ اسکی صورت یہ ہے کہ مرد و عورت کے ساتھ کچھ مدت معین مثلاً ایک ماہ کیلئے خاص مہر پہ نکاح کرلیتا ہے۔ اور اس مدت کا انقضا بغیر طلاق کے ہوتا ہے۔

انکا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کے کچھ اجزا اور بھی نازل ہوئے تھے۔ جو بعد میں ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ نے ان اپنے خلاف مطلب پاکر انکو تلف کردیا اسلئے موجودہ قرآن غیر مکمل ہے۔ ان اجزاء میں اہل بیت کی محبت کی فرضیت اور انکی دشمنی کی ممناہی اور ان کے دشمنوں کے نام اور انپر لعنت درج تھی۔ چہ خوش!

ان کا خیال ہے کہ جس شخص کے دل میں حضرت علی اور انکی اولاد کی محبت موجود ہے وہ خواہ کتنا ہی گنہگار ہو اسکو عذاب نہیں ہوگا۔ انکے نزدیک امام یا خلیفہ کا معصوم یعنے گناہ سے پاک ہونا لازم ہے اور جو شخص معصوم نہ ہو اسکو امام بنانا اور اسکی اقتدا کرنا جائز نہیں۔ یہ لوگ نماز میں سجدہ کرنیکے لئے ماتھے کے نیچے خاک کا ٹھیرہ رکھتے ہیں۔ تاکہ سجدہ کرنے میں شیطان کی مخالفت ہو جس نے خاک پر سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔

Marfat.com

شیعوں کا سب سے بڑا اور ہمہ گیر مذہبی اصول تقیہ ہے جسکے معنے ہیں چھپانا۔ شیعہ لوگ اپنی بدنامی یا کسی دوسرے نقصان سے بچنے کے لیئے اپنے مذہبی عقائد و خیالات کو مخفی رکھنا اور اپنے ظاہری قول و فعل کو موقع کے مناسب بنا لینا جائز سمجھتے ہیں۔ یہ ایک ایسا زبردست اور مضبوط حیلہ ہے جسکے آگے لاکھوں اعتراضات بیکار ہو جاتے ہیں۔

شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی سے لیکر تمام ائمہ نے تقیہ کیا ہے حضرت علی کا غیر مستحقین کی خلافت پر چپ رہنا جنگ نہ کرنا ان کے فیصلوں کو منظور کر لینا۔ پھر آٹھ میں سے اکثر کا دعوے خلافت نہ کرنا۔ یہ سب کچھ تقیہ پر مبنی تھا۔ (تحفہ اثنا عشریہ وغیرہ)۔

فقہ شیعہ کے مسائل فقہ میں شیعوں کے بہت سے مسائل اہلسنت کے مسئلوں سے خلاف ہیں۔ چنانچہ بعض مسائل کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

قسم مسائل	حکم مذہب شیعہ	حکم مذہب اہل سنت
طہارات	تمام چہرے کا دہونا فرض نہیں	فرض ہے۔
	غسل جنابت کے ساتھ وضو کرنا حرام ہے	سنت ہے رسول اللہ سے ثابت ہے۔
	غسل نوروز سنت مؤکدہ	یہ بدعت ہے یہ مجوس کی رسم ہے
	تیمم کے لیئے ایک مرتبہ ہاتھ مارنا کافی ہے	دو مرتبہ ہاتھ مارنا ضروری ہے۔
	موزہ یا ٹوپی یا ازار بند نجس ہو تو نماز جائز ہے	جائز نہیں۔ انکا پاک ہونا لازم ہے۔
	نفل نماز اور سجدہ تلاوت میں قبلہ کے سوا کسی اور سمت کو رخ کرنا جائز ہے	قبلہ کو رخ کرنا لازم و فرض ہے۔
	مشکوک نجاست پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے	جائز نہیں جگہ کی پاکی لازم ہے۔
	پیشاب و پاخانہ کے جو بچے ہیں ہاتھ پاؤں ڈبو کر خشک ہونیکے بعد نجاست کو کھرچ ڈالنے سے نماز جائز ہے۔ دہونا ضروری نہیں	دہونا لازم ہے ورنہ نماز جائز نہ ہوگی۔
	نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگر اپنے کپڑے میں خشک نجاست نظر پڑے تو وہ نماز ہو چکی۔	نہیں ہوئی اعادہ ضروری ہے۔
	داڑھی مونچھ پر پیشاب بھی لگی ہو تو نماز جائز ہے۔	جائز نہیں انکا پاک کرنا لازم ہے۔
نماز	سورہ حم تنزیل وغیرہ چند سورتیں ہیں جنکے پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے	قرآن کا ہر حصہ نماز میں پڑھ سکتے ہیں
	بعض کے نزدیک نماز کا کھینا پینا جائز ہے	مفسد نماز ہے۔
	بعض ائمہ کی قبروں کیطرف منہ کرکے نماز پڑھنی جائز ہے بغرض ثواب	شرک ہے۔
روزہ	پانی میں غوطہ لگانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔	فاسد نہیں ہوتا۔
	بعض کے نزدیک پان کے کھانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔	فاسد ہو جاتا ہے۔
	عاشورا کے دن کا روزہ صبح سے عصر تک مستحب ہے۔	ہر ایک روزہ غروب آفتاب تک ہوتا ہے۔
	۱۸ ذی الحجہ کا روزہ سنت مؤکدہ ہے	اسکا کہیں ثبوت نہیں ہے
	اس مسجد کے سوا جہاں نبی یا وصی نے نماز جمعہ کی پڑھائی ہو اور کسی مسجد میں اعتکاف جائز نہیں۔	محلہ کی ہر مسجد میں جہاں نماز باجماعت ہوتی ہو اعتکاف درست ہے۔

Marfat.com

	معتکف کے لئے خوشبو سونگھنا اور عطر ملنا سخت ممنوع ہے	جائز ہے بلکہ مسنون۔
زکوٰۃ	غیر مسکوک سونے چاندی میں زکوٰۃ واجب نہیں۔	واجب ہے۔
	مال تجارت میں زکوٰۃ واجب نہیں تاوقتیکہ نقد نہ بنجائے	واجب ہے۔
	قبض و تصرف کے بعد بھی مستحق سے مال زکوٰۃ واپس لے لینا جائز ہے	جائز نہیں۔
حج	حج اس شخص پر فرض ہوتا ہے جسکے پاس اسقدر مال ہو کہ واپسی کے بعد بھی کم از کم ایک ماہ عیال کو خرچ دے سکے۔	صرف ایام غیبت کا نفقہ دے سکے تو بھی حج فرض ہے۔
	حج میں ستر عورت فرض نہیں عند البعض	فرض ہے۔
	بحالت برہنگی طواف جائز ہے جبکہ شرمگاہ پر مٹی کا لیپ کر لیا جائے۔	حرام اور رسم جاہلیت ہے،
	احرام میں ایکبار شکار کرنے پر کفارہ دینا لازم آتا ہے دوبارہ نہیں	ہر مرتبہ کفارہ لازم آئیگا
جہاد	جہاد پانچ مواقع سے مخصوص ہے (۱) عہد رسول اللہ (۲) عہد خلافت حضرت علی (۳) عہد خلافت امام حسن قبل صلح امیر معاویہ (۴) ہمراہ امام حسین رضی اللہ عنہ۔ (۵) ہمراہ امام مہدی۔ باقی کسی وقت جہاد عبادت	جہاد کسی خاص زمانہ سے مخصوص نہیں جب اسکے بواعث اور شرائط پائے جائیں جائز ہے۔

	نہیں بلکہ جائز بھی نہیں۔	
نکاح	ایجاب و قبول عربی زبان میں ہونا لازم ہے۔	ہر زبان میں ہوسکتا ہے
	باوجود خواہش کے ترک نکاح مستحب ہے۔	خلاف سنت ہے۔
	نو سال سے کم عمر کی منکوحہ کے ساتھ دخول حرام ہے۔	کوئی وجہ حرمت نہیں،
	اپنی منکوحہ کے ساتھ وطی فی الدبر جائز ہے۔	حرام ہے
		(تحفہ اثنا عشریہ)

شیعہ لوگ اکابر صحابہ پر کئی قسم کے طعن کرتے ہیں جنمیں سے اکثر بدیہی البطلان ہیں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں جن پر ناواقف لوگوں کو شک پیدا ہو جاتا ہے کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں ان مطاعن کی تفصیل مع جوابات درج ہے۔ پندرہ طعن حضرت ابوبکر پر کئے گئے ہیں گیارہ طعن حضرت عمر بن الخطاب پر۔ دس طعن حضرت عثمان پر۔ ام المومنین عائشہ پر بھی کئی طعن کئے ہیں اور عام صحابہ پر دس طعن مشہور ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب کے مطاعن میں سے واقعہ قرطاس اور حضرت ابوبکر کے مطاعن میں سے مسئلہ باغ فدک زیادہ شہرت رکھتے ہیں۔

شیعوں کی کئی حکومتیں مختلف زمانوں میں قائم ہو چکی ہیں۔ مصر میں خاندان عبیدیین کی زبردست حکومت تھی جنکا مذہب شیعی تھا۔ ایران میں صدیوں سے شیعی مذہب کی حکومت چلی آتی ہے۔ ہندوستان میں مغلیہ سلطنت سنی المذہب تھی مگر دربار میں شیعی امراء کا دخل رہا۔ اکبر کا اتالیق خانخانان شیعہ تھا۔ عالمگیر کا سکرٹری نعمت خان عالی شیعہ تھا۔ اسلئے اپنی کتاب وقائع میں عالمگیر پر منافقانہ تعریضیں کی ہیں کیونکہ جس جنگ کے متعلق یہ کتاب لکھی گئی ہے اسمیں

عالمگیر کا حریف مقابل یعنے داراشکوہ شیعی المذہب تھا۔
عالمگیر کے بعد وہ سید اہلکاروں کا دربار میں بڑا زور رہا۔
جو شیعہ تھے۔ وہ بادشاہوں کو کبھی معزول کرنے
اور کبھی مسند نشین کرنے میں وہ دستگاہ رکھتے تھے کہ
بادشاہ گر مشہور ہو گئے۔

خلیفہ ہارون رشید کے وزرار برمکی بھی شیعیت
کی لت رکھتے تھے۔ خاندان عباسیہ کا خاتمہ ایک
شیعی وزیر ہی نے کیا تھا جسکا نام ابن علقمی تھا۔ اس نے
ہلاکو خان کو سلطنت بغداد پر چڑھائی کرنے کی ترغیب
دی۔ اور خلافت عباسیہ کا چراغ گل کرا دیا۔

شیعہ علماء پر سُنیوں کیطرف سے یہ ایک مشہور
الزام لگایا جارہا ہے کہ وہ نقل اقوال میں تحریف اور
بد دیانتی سے بہت کام لیتے ہیں۔ بلکہ یہانتک خیال
ہے کہ انھوں نے بے شمار موضوع حدیثیں ایجاد کی
ہیں۔ بہت سے گھڑنتی قصے اور افسانے تواریخ میں
شامل کر لئے ہیں۔ آئمہ اطہار کی تعریف میں بے انتہا
دور از قیاس روایات بنا بنا کر مشہور کر دی ہیں بہت
سے بناوٹی اقوال حضرت علی سے منسوب کر دئے ہیں
بلکہ یہانتک کہا جاتا ہے کہ انھوں نے خود سُنیوں کی بعض
کتابوں پر ہاتھ چلانے سے دریغ نہیں کیا اور بوستان
سعدی۔ دیوان حافظ۔ سکندر نامہ نظامی۔ مثنوی مولانا
روم وغیرہ کتابیں ان کے الحاقات سے نہیں بچیں۔

دیوان حافظ کو اسقدر غت ربود کیا گیا ہے کہ بعض لوگوں
کو حافظ کے شیعہ ہونے کا ظن ہوا ہے۔ سکندر نامہ میں
صحابہ کے ذکر کی ترتیب برعکس درج ہے۔ یہ کسی شیعی
بزرگ کی کارروائی سمجھی جاتی ہے۔ مثنوی مولانا روم
میں ایک جگہ امام فخر الدین رازی پر چوٹ کی گئی
ہے۔

گر باستدلال کار دیں بُدے ۔۔۔ فخر رازی راز دار دیں بُدے
پائے استدلالیاں چوبیں بود ۔۔۔ پائے چوبیں سخت بے تمکین بود

یہ اور اس قسم کے مشتبہ اشعار بھی انہی لوگوں کے الحاقات
سمجھے جاتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

باب الصّاد

ص عربی حروف تہجی کا چودھواں حرف ہے قرآن مجید
کی ایک سورۃ کا نام ہے جسکے شروع میں ہی
ص واقع ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ
ص۔ قرآن کی قسم جسمیں نصیحت ہی نصیحت ہے۔

صابی ایک فرقے کا نام ہے جو فرشتوں کو پوجتے اور
توریت پڑھتے ہیں۔

جامع الرموز میں لکھا ہے کہ صابی نصاریٰ کا ایک
فرقہ ہے جو ستاروں کی اسطرح تعظیم کرتے ہیں جیسے کہ
مسلمان کعبہ کی۔ کتاب غرر میں لکھا ہے کہ اس فرقے
کے لوگ ستارہ پرستی کی وجہ سے بت پرست کہلانے کے
مستحق ہیں۔

امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک بت پرست نہیں بلکہ
جیسے مسلمان کعبہ کو واجب التعظیم سمجھتے ہیں ویسے یہ لوگ
ستاروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ فتح القدیر میں لکھا ہے
کہ امام صاحب کے نزدیک یہ لوگ ایک نبی کو مانتے
ہیں اور کسی آسمانی کتاب کے بھی قائل ہیں اور جسطرح
مسلمان خانہ کعبہ کی تعظیم کرتے ہیں اسیطرح یہ لوگ
ستاروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ (ک)

صابیہ عورت کے ساتھ نکاح کے درست ہونے
میں صاحبین اور امام صاحب کا اختلاف ہے۔ امام صاحب
جواز کے قائل ہیں اور صاحبین عدم جواز کے۔ مگر اس
اختلاف کی بنا اس بات پر ہے کہ امام صاحب کے نزدیک
اس فرقے کے لوگ اہل کتاب میں داخل

Marfat.com

تعظیم کرتے ہیں نہ عبادت۔ اور صاحبین کے نزدیک انکا ستاروں کی پرستش کرنا ثابت ہے۔ ور در اصل ہیں کوئی نزاع نہیں کیونکہ اگر واقعی یہ لوگ ستاروں کی محض تعظیم کرتے ہیں تو صاحبین کے نزدیک بھی صابئی عورت سے نکاح جائز ہے اور اگر اسکے خلاف ثابت ہو جائے تو امام صاحب کے نزدیک بھی یہ نکاح ناجائز ہے (ہد)۔

قرآن کریم میں یہ لفظ یوں مذکور ہوا ہے[1]:۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئُوْنَ تا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (س مائدہ ع) نیز ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئِیْنَ تا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۝ اس میں کچھ شک نہیں کہ جو مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور صابی اور نصاریٰ (ان میں سے) جو کوئی اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل (بھی) کرے تو قیامت کے دن ایسے لوگوں پر نہ (کسی قسم کا خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح پر) آزردہ خاطر ہیں گے

[1] یہود چونکہ پیغمبروں کی اولاد تھے خواہی نخواہی خدا کے ساتھ اپنی خصوصیت جتاتے تھے۔ کبھی کہتے تھے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (ہم خدا کے فرزند اور اسکے چہیتے ہیں) کبھی کہتے لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً (گنتی کے چند روز کے سوا (دوزخ کی) آگ ہمکو چھوئے (گی بھی تو) نہیں) اور کبھی کہتے لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ کَانَ هُوْدًا (یہودیوں کے سوا جنت میں کوئی جانیکا ہی نہیں)۔ اللہ تعالے نے انکے اس دعویٰ غلط کو رد کر دیا۔ کہ کسی فرقے کی تخصیص نہیں خصوصیت اگر ہے تو ایمان کی ہے اور نیک کام کرنے کی جس پر تمام شریعتوں کا اجماع ہے۔ جب تک حضرت موسےٰ کی شریعت جاری رہی یہود خدا کے ہاں مقبول تھے پھر نصاریٰ اب مسلمان اپنے اپنے وقت میں جو خدا اور روز آخرت پر ایمان لایا اس نے ثواب پایا۔ (فائدہ۔ از ترجمہ حاشیہ نذیر احمد دہلوی) ۱۲

جو لوگ ایمان لائے ہیں (یعنی مسلمان) اور جو یہودی ہیں اور صابی اور نصاریٰ اور مجوس (یعنی آتش پرست) اور مشرکین قیامت کے دن ان (سب) کے درمیان اللہ (ان کے اختلافات کا) فیصلہ کر دیگا (اور) اللہ (لوگوں کی) سب باتوں کو دیکھ رہا ہے۔

صاحب الزمان اہل تشیع امام مہدی علیہ السلام کو کہتے ہیں۔

صاحب نصاب نصاب کا مالک یعنی وہ شخص جسکے پاس اسقدر مال ہو جسپر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ نصاب کی تفصیل کے لئے دیکھو (زکوٰۃ)۔

صاع غلہ ماپنے کا ایک پیمانہ ہے جو شرعی ناپ میں محسوب ہوتا ہے۔ لفظ صاع اور صواع کے ایک ہی معنے ہیں لیکن بعض کہتے ہیں صواع پانی پینے کے برتن کو کہتے ہیں (ق) قرآن مجید میں بھی یہی خطاب ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ الآیۃ (س۔ یوسف۔ ع ۹) یعنے انہوں نے کہا شاہی پیمانہ ہم کو نہیں ملتا۔

اس آیۃ سے ذرا اوپر اسی صواع کو سقایہ کہا گیا ہے بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ یوسف علیہ السلام جس کٹورے سے پانی پیتے تھے اسی کو غلہ ماپنے کا پیمانہ بنا لیا تھا۔

غیاث اللغات میں لکھتے ہیں کہ صاع ایک پیمانے کا نام ہے جو چار مد کا ہوتا ہے۔ اور ہر مد ۱⅓ رطل کا ہوتا ہے۔ اور بعض محققین لکھتے ہیں کہ صاع ۲۳۴ تولے کا ہوتا ہے۔

صاعقہ اُس آلے کا نام ہے جسے فرشتہ رعد اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے ہے۔ جو چیز اس کے سامنے آجاتی ہے اسکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے (صنا) قرآن مجید میں ہے اَوْ کَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ

Marfat.com

فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ تا وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ (س - بقرہ - ع ۲) یا (ان منافقوں کا ایسا حال ہے) جیسے آسمانی بارش کہ اس میں (کئی طرح کے) اندھیرے ہیں اور گرج اور بجلی موت کے ڈر سے مارے کڑک کے انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونسے لیتے ہیں اور اللہ منکروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ (کہ اسکی پکڑ سے کہیں نکل نہیں سکتے)۔

صافّات (ل) صف بستہ۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔ جسکے شروع میں ہی یہ لفظ آیا ہے۔ وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا (س۔ ۱۱۱ ع) (غازیوں کے ان) لشکروں کی قسم جو دشمنوں سے لڑنے کے لئے صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔

صالح یہ ایک پیغمبر کا نام ہے جو قوم ثمود کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ (دیکھو لفظ ثمود)

حضرت صالح علیہ السلام کے باپ کے نام میں بڑا اختلاف ہے۔ قوم ثمود نے انکے نصائح پر عمل نہ کیا۔ جسپر ان لوگوں کیطرف عذاب الٰہی کی دھمکی نازل ہوئی۔ اس عذاب کے خوف سے بعض لوگوں نے اپنے بچاؤ کے لئے پہاڑوں کی غاروں میں رہنا اختیار کیا اور بعض بدستور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور حضرت صالح علیہ السلام سے کہنے لگے اگر تم واقعی سچے نبی ہو تو کوئی اپنا معجزہ دکھاؤ۔ اور اس چٹان میں سے ایک اونٹنی بچہ سمیت پیدا کردو۔ جسے ہم دیکھیں۔ ان لوگوں کی اس درخواست پر حضرت صالح علیہ السلام نے دعا کی اور خدا نے اپنی قدرت سے ان لوگوں کے سامنے چٹان میں سے ایک بڑی اونٹنی پیدا کی جسکے ساتھ ایک بچہ بھی تھا۔ منکر لوگ یہ دیکھکر لاجواب ہو گئے۔ مگر ان کے دل نور ایمان سے منور نہ ہوئے۔ خدا کی طرف سے ان لوگوں کو اور مہلت دیگئی اور حکم ہوا کہ اس اونٹنی کے چرنے چگنے اور پانی پینے میں کبھی کوئی مزاحمت نہ کریں کچھ دنوں تک اس حکم پر عمل ہوتا رہا۔ مگر چونکہ وہ اونٹنی اس کثرت سے گھاس چرتی اور پانی پیتی تھی کہ قوم ثمود کے مواشی کے لئے بہت کم سامان خوراک بچتا تھا۔ اسلئے وہ لوگ تنگ آ گئے۔ آخر انہوں نے باہم مشورہ کرکے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ اس مخالفت حکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں پر عذاب الٰہی نازل ہوا اور سب تباہ ہو گئے قرآن کے ان مقامات میں اسکا ذکر آیا ہے۔ سورہ اعراف سورہ ہود رکوع ۶۔ سورہ حجر رکوع ۶۔ سورہ شعرا رکوع ۸ سورہ نمل رکوع ۴۔ سورہ حٰمٓ السجدہ رکوع ۲۔ سورہ ذاریات رکوع ۲۔ سورہ قمر رکوع ۲۔ (کذا فی التفاسیر)

حضرت صالح علیہ السلام کے باپ کا نام جابر ابن ثمود ہے۔ قوم ثمود کو بت پرستی سے باز رکھنے میں انہوں نے بہت کوشش کی۔ مگر چند اشخاص کے سوا کسی نے ان کی بات نہ مانی۔ آخر سردار قوم جندع ابن عمرو نے التماس کی کہ پتھر سے ایک بڑی بھاری اور حاملہ اونٹنی بطور معجزہ پیدا ہو جائے تو ہم ایمان لائیں گے۔ اسکی التماس کے مطابق معجزہ بھی پورا ہوا۔ مگر یہ لوگ ایمان نہ لائے۔ بقول کسائی اونٹنی کے جسم کا طول سو گز اور عرض سو گز اور ایک ایک پاؤں پچاس پچاس گز لمبا تھا۔ قیدار بن سالف نے چھ اور آدمیوں کو ساتھ لیکر اس اونٹنی کو مار ڈالا۔ اور اسکا گوشت لوگوں نے بانٹ لیا۔ اسکا دس سال کا بچہ بھی اسکا ہم شکل تھا۔ وہ بھاگ کر پہاڑ پر جا چڑھا۔ مجرموں نے حضرت صالح کے پاس جاکر معذرت کی۔ انہوں نے فرمایا بچہ کو لاؤ۔ لوگ بچہ کے پیچھے دوڑے۔ خود حضرت صالح بھی گئے۔ بچے نے حضرت صالح کو دیکھکر تین فریادیں کیں۔ اور پھر غائب ہو گیا حضرت صالح نے فرمایا تمکو تین دن کی مہلت ہے پھر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ انہوں نے بطور ہزل کہا عذاب کی علامت کیا ہے۔ فرمایا پہلا دن زرد۔ دوسرا دن سرخ اور تیسرا دن سیاہ ہوگا۔ حضرت صالح اپنے معتقدوں سمیت فلسطین میں چلے گئے

Marfat.com

چوتھے دن چاشت کے وقت ایک ہولناک چیخ اٹھی۔ جس سے ان لوگوں کے دل و جگر پارہ پارہ ہوگئے۔ یہ حادثہ آدم علیہ السلام کے نزول سے ۳۱۲۱ سال بعد واقع ہوا۔ صالح نے اس واقعہ سے ۱۰ سال بعد بعمر ۲۰۸ سال وفات پائی۔ انکی قبر حرم کے پاس دار الندوۃ میں ہے۔ (ح)۔

صالحیہ ایک فرقہ ہے جو صالحی کا پیرو ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک میت کا عالم۔ قادر۔ سمیع۔ بصیر ہونا جائز ہے۔ (تنقیح)۔

صبا صبا اور با کی فتح سے۔ اس ہوا کو کہتے ہیں جو مشرق کی طرف سے آئے۔

تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ صبا وہ ہوا ہے جو عرش کے نیچے سے اٹھتی ہے۔ اور یہ ہوا صبح کے وقت چلتی ہے۔ اور نہایت لطیف۔ ٹھنڈی اور خوشگوار ہوتی ہے۔ پھول اس سے کھلتے ہیں اور عاشق اسی سے راز و نیاز کی باتیں کرتے ہیں۔ دبور اسکے مقابل کی ہوا کو کہتے ہیں۔

مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ یہ ہوا طلوع الشمس اور طلوع بنات النعش کے درمیان چلتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے صبا سے فتح حاصل ہوئی ہے اور عاد دبور سے ہلاک ہوئے اور وقعہ اسکا یوں ہے کہ غزوہ خندق کے دن باد صبا نے کافروں کے خیمے اکھاڑ دئے تھے اور انکے منہ پر خاک و سنگریزے پھینکتی تھی جس سے ہار کر بھاگ گئے تھے (ک)۔

صباغ رنگریز۔ دیکھو (رنگریز)۔

صبح و شام کی دعائیں حضرت انس سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم صبح و شام یہ دعا پڑھا کرتے تھے رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا یعنی ہم خدا سے از روئے پروردگار ہونے کے اور اسلام سے از روئے دین ہونے کے اور محمد سے از روئے پیغمبر ہونے کے راضی ہوئے۔"

اور فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص یہ دعا پڑھیگا خدا اسکو ضرور راضی کر دیگا۔

عبداللہ بن غنام بیاضی کہتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا جو شخص صبح ہوتے یہ دعا پڑھیگا اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِّعْمَۃٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ۔ یعنی "خداوندا جس نعمت نے میرے یا تیری مخلوق میں سے کسی ایک شخص کے ساتھ بھی صبح کی وہ تیری ہی طرف سے ہے درحالیکہ تو اکیلا اور یگانہ ہے تیرا کوئی شریک نہیں تیرے ہی لئے حمد اور تیرے ہی واسطے ثنا ہے"۔ تو اس تمام دن کا شکر ادا کر دیا۔ اور شام کو پڑھیگا تو اس رات کا شکر ادا کر دیگا۔

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم شام کے وقت فرمایا کرتے تھے اَمْسَیْنَا وَاَمْسَی الْمُلْکُ لِلّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ رَبِّ اَسْئَلُکَ خَیْرَ مَا فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَخَیْرَ مَا بَعْدَھَا وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَشَرِّ مَا بَعْدَھَا رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَسُوْءِ الْکِبَرِ رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابٍ فِی النَّارِ وَعَذَابٍ فِی الْقَبْرِ یعنی ہم نے اور سارے ملک نے خدا کیلئے شام کی۔ سب تعریف خدا کے لئے ہے۔ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اپنی ذات و صفات میں اکیلا ایک ہے۔ اسکا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لئے ملک اور اسی کے لئے حمد ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اے میرے پروردگار جو کچھ اس رات میں ہے اور جو اس کے

بعد ہوگا میں تجھ سے اسکی بہتری اور بھلائی مانگتا ہوں اور اس رات کی برائی اور اسکے بعد کی رات کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے میرے پروردگار میں کسل اور بری نخوت وتکبر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے میرے پروردگار میں عذاب دوزخ اور عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں"۔

اور صبح کے وقت بھی یہی دعا فرماتے مگر اَمْسَیْنَا وَاَمْسَی الْمُلْکُ کی جگہ اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ کہتے تھے۔

صبر (ل) روکنا۔ قُتِلَ صَبْرًا۔ ایسے موقع پر بولا جاتا ہے جہاں کسیکو باندھکر جکڑ کر مار دیا جائے۔ استعمال میں صبر کے معنے برداشت کے لئے جاتے ہیں۔ یعنے کسیطرح کی تکلیف کو جھیلنا۔ انگیز کرنا۔

قرآن مجید میں بہت جگہ صبر اور صابروں کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِہٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ تا وَلَا تَكُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ۔ (س۔ النحل۔ ع ۱۶)۔

اور سختی بھی کرو تو ویسی ہی سختی کرو جیسی تمہارے ساتھ کی گئی ہو۔ اور اگر صبر کرو تو بہر حال صبر کرنے والوں کے حق میں صبر بہتر ہے۔ اور اے پیغمبر تم (مخالفوں کی ایذاؤں پر) صبر کرو۔ اور خدا کی توفیق کے بدوں تو تم صبر کبھی نہیں سکتے اور ان (مخالفوں کے حال) پر افسوس نہ کرو اور یہ لوگ جو تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگدل نہ ہو"۔

آدمی کو کوئی امر ناملائم پیش آنا یا کسیطرح کی جسمانی یا روحانی تکلیف پہونچتی ہے تو وہ قوت غضبی کی تحریک سے بالطبع اسکے دور کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ لیکن آدمی بعض تکلیفوں کو دور نہیں کرسکتا تو خدا نے صبر کی خصلت میں تمام تکلیفوں کے زہر کا تریاق رکھا ہے۔ تکلیف خود تو ایذا نہیں دیتی بلکہ اسکا احساس ایذا دیا کرتا ہے۔ انگریزوں نے ایک دوا نکالی ہے یعنی کلوروفارم۔ اسکا خاصہ ہے کہ ایک مقدار خاص تک آدمی کو سنگھا دی جائے تو اسکا احساس عصبی باطل ہو جاتا ہے۔ پھر اسکا کوئی عضو بھی کاٹو تو اسکو خبر نہیں ہوتی۔ اسیطرح صبر بھی ایک طرح کا کلوروفارم ہے۔ اس سے تکلیف تو دور نہ ہوگی مگر اسکا احساس تو یقیناً نہیں رہیگا۔ اور تکلیف کا دور ہونا اور احساس کا نہ ہونا دونوں کا نتیجہ واحد۔ مگر صبر میں نفس پر جبر کرنا پڑتا ہے اور وہ بجائے خود تکلیف ہے۔ مگر اصلی تکلیف سے کم۔ اور مشق و مہارت سے تو جبر معلوم بھی نہیں ہوتا ؎

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

اور یہ کتنی بڑی عمدہ بات ہے کہ آدمی کبھی تکالیف کے دفع کرنے پر قادر نہیں بھی ہوتا۔ مگر صبر ہمہ وقت اسکی اختیاری بات ہے۔ کیسا عملی نسخہ ہے مگر لوگ اسکی تاثیر بہدف سے واقف نہیں۔

صبر وقناعت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ تا رٰجِعُوْنَ۔ (س۔ بقرہ۔ ع ۱۹)

مسلمانو! (تمکو کسیطرح کی مشکل پیش آئے تو اسکے مقابلے کے لئے) صبر اور نماز سے مدد لو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انکو مرا ہوا نہ کہنا (وہ مرے نہیں) بلکہ زندہ ہیں مگر (انکی زندگی کی حقیقت) تم نہیں سمجھتے۔ اور البتہ ہم تمکو تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے اور مال اور جان اور پیداوار (اراضی) کی کمی سے آزمائیں گے اور (اے پیغمبر) صبر کرنیوالوں کو

(خوشنودی خدا اور کشائش کی) خوشخبری سنادو۔
یہ لوگ جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے تو بول اٹھتے ہیں
کہ ہم (تو) اللہ ہی کے ہیں (ہمکو جس حال میں چاہے رکھے)
اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (تو وہ ہم کو
ہمارے صبر کا اجر دیگا)۔

(۱) صہیب سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن کا بھی عجیب حال ہے کہ
اسکی ساری شان اسکے حق میں نیک ہی نیک ہے
اور یہ شان مومن کے سوا اور کسیکو نصیب نہیں
(اسکا حال یہ ہے کہ) اگر خوشحالی پہونچتی ہے تو شکر
کرتا ہے اور یہ شکر اسکے لئے بہتر ہوتا ہے اور اگر بدحالی
پیش آتی ہے تو صبر کرتا ہے اور یہ صبر اسکے حق میں بہتر
ہوتا ہے (مس)۔

(۲) عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے (خدا کی قدر و قضا کو)
تسلیم کیا اور بقدر حاجت روزی دیا گیا۔ اور جو کچھ خدا کی
طرف سے ملا اسپر خدا نے اسے قانع کردیا۔ اس نے
فلاح پائی۔ (مس)۔

(۳) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیاوی مال و متاع کی
کثرت کو تونگری نہیں کہتے بلکہ اصل تونگری یہ ہے کہ نفس
قناعت اور بے نیازی کے ساتھ تونگر ہو (صح)

صبغہ رنگت دیکھو (اصطباغ)۔

صبور (ل) بڑا صبر کرنے والا۔ اللہ تعالے کا
نام ہے۔ اصل میں صبر کے معنے تحمل
اور برداشت کرنے کے ہیں۔ اور چونکہ خدا تعالی
بندوں کی گستاخیوں اور نافرمانیوں کی برداشت
کرتا۔ اور انتقام اور مواخذے میں جلدی نہیں
کرتا اسلئے اسکا نام صبور ہے۔

صبی بیا سے مشدد بروزن فعیل ہے۔ لڑکا۔ نابالغ
اسکے متعلق شرعی احکام کے لئے۔ دیکھو
(نابالغ)۔

صحابی صحابیہ اس مرد یا عورت کو کہتے ہیں جس نے
بحالت ایمان آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کو آنکھ سے دیکھا ہو۔ اور پھر ایمان پر اس نے انتقال
کیا ہو۔ (النور)
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت
ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی موجود تھے۔ تفصیل کے لئے
دیکھو (اصحاب)۔

صحاح ستہ حدیث کی مشہور کتابیں چھ ہیں
جنہیں صحاح ستہ کہتے ہیں۔
نام انکے یہ ہیں۔ صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ جامع ترمذی۔
سنن ابوداؤد۔ نسائی۔ سنن ابن ماجہ۔ بعض کے نزدیک
ابن ماجہ صحاح میں داخل نہیں۔ بلکہ اسکی جگہ موطا امام
مالک صحاح میں داخل ہے۔
صحیح بخاری اور مسلم میں جتنی حدیثیں ہیں صحیح
ہیں یا حسن۔ ضعیف حدیثیں انمیں نہیں پائی جاتی۔
اور باقی چار کتابوں میں سب قسم کی حدیثیں۔ صحیح۔
حسن۔ اور ضعیف ہیں۔ اور صحاح انکا نام اسواسطے ہے
کہ اکثر حدیثیں ان کتابوں کی صحیح ہیں۔ اور ان کتابوں
کے سوا اور بہت سی کتابیں حدیث کی ہیں۔ اور انمیں
بھی صحیح حدیثیں موجود ہیں۔ مثلاً معاجم ثلاثہ۔ طبرانی اور
سنن دارقطنی اور مستدرک حاکم کی۔ اور ان سب کا حال
بالتفصیل بستان المحدثین میں مذکور ہے۔ (النور)۔

صحیح بخاری صحاح ستہ میں اول درجہ کی کتاب
ہے جسے حافظ ابو عبداللہ محمد
بن اسمعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے نہایت جد و جہد
سے تالیف کیا۔ مذہب مختار کے مطابق صحیح بخاری کتب
صحاح میں سے اول نمبر پر ہے۔

Marfat.com

امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کے بعد تمام کتابوں سے صحیح ہو دو کتابیں ہیں یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم۔ امت محمدیہ نے ان دونوں کو قبولیت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ پھر ان دونوں میں سے صحیح بخاری بلحاظ صحت و کثرت فوائد کے بڑھی ہوئی ہے۔

یہ بات پایہ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ امام مسلم امام بخاری سے استفادہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ علم حدیث میں امام بخاری بے نظیر ہیں۔ اسی لئے جمہور محدثین صحیح بخاری کو صحیح مسلم سے مقدم سمجھتے ہیں۔ اور انکا اتفاق ہے کہ اتصال اور عدالت اور ضبط کا جس اہمیت سے بخاری میں لحاظ کیا گیا ہے صحیح مسلم میں اتنا اہتمام نہیں کیا گیا۔

محمد فربری نے امام بخاری سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی صحیح میں ایسی کوئی حدیث درج نہیں کی جسکے بارہ میں خدا سے استخارہ نہ کر لیا ہو۔ اور وہ صحیح ثابت نہ ہو گئی ہو۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ صحیح بخاری میں معلقات اور متابعات کی ۲۶۰۲ احادیث ہیں۔ اسکے فضل و کمال کا ادنی ثبوت یہ ہے کہ اسپر علما نے بہت سی شروح لکھی ہیں جنہیں سے فتح الباری اور عینی اور قسطلانی خاص شہرت رکھتی ہیں (ک)

صحیفہ

(ل) کتاب۔ عرب میں چھوٹی کتاب کو کہتے ہیں بعض کتب حدیث میں منقول ہے کہ ابوذر غفاری نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے کتنی کتب نازل ہوئی ہیں۔ آپ نے فرمایا ۱۰۴ کتابیں۔ حضرت شیث علیہ ۵۰ صحیفے۔ حضرت ادریس پر ۳۰ صحیفے۔ حضرت ابراہیم پر دس صحیفے۔ حضرت آدم پر دس صحیفے۔ اور باقی تورات انجیل۔ زبور اور فرقان۔ اور طیبی نے حاشیہ کشاف میں ۱۰۴ کتب لکھی ہیں۔ اور حضرت موسیٰ پر سوائے توریت کے دس صحیفے اور زیادہ کئے ہیں (ک)

ان کاغذات کو بھی کہتے ہیں جن میں فرشتے آدمیوں کے اچھے برے کام لکھتے رہتے ہیں۔ دیکھو صحیفۃ الاعمال (ل)

صحیفہ اعمال

عملوں کی کتاب۔ عملوں کا روزنامچہ خداوندکریم نے ہر ایک آدمی کے ساتھ دو فرشتے لگا دئے ہیں جن میں سے ایک دائیں اور ایک بائیں جانب رہتا ہے۔ آدمی جو منہ سے نکالتا ہے لکھ لیتے ہیں مگر وہ دنیا کی قلموں اور سیاہی سے کاغذ پر نہیں لکھتے۔ انکے لکھنے کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں صرف اتنی خبر ہے کہ ہمارے اچھے عملوں کو دائیں جانب والا فرشتہ لکھتا ہے اور برے عملوں کو بائیں جانب والا۔ یہ فرشتے بدلتے رہتے ہیں۔ رات کے اعمال لکھنے والے صبح کو اور دن کے فرشتے رات کو چلے جاتے ہیں۔ غرض پہرہ بدلتا رہتا ہے مگر دل کے خطرات نہیں لکھتے۔ کیونکہ صحیحین میں ایک حدیث آئی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس امت کے خطرات معاف کر دئے ہیں جبتک کہ زبان سے نہ نکالیں۔ یا عمل میں نہ لائیں۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ الفاظ اور اعمال وہ لکھے جاتے ہیں جو ثواب و عذاب سے تعلق رکھتے ہوں (ل)

قرآن مجید میں ہے وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ تا عَلَیْكَ حَسِیْبًا (س۔ بنی اسرائیل ع ۲) اور ہم نے ہر ایک آدمی کی برائی بھلائی کو اسکے ساتھ لازم کر کے اسکے گلے کا ہار بنا دیا ہے (یعنی ہر ایک کی تقدیر ہر ایک کے ساتھ ہے) اور قیامت کے دن ہم (اسکا نامہ (اعمال) نکالکر اسکے سامنے پیش کر دیں گے۔ (اور وہ) اس کو اپنے روبرو کھلا ہوا دیکھ لیگا (اور ہم اس کہیں گے کہ یہ) اپنا نامہ (اعمال) پڑھ لے (اور) آج اپنا حساب لینے کے لئے تو آپ ہی بس کرتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے اِذْ یَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ ۝ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ

Marfat.com

اِلَّا لَدَیۡہِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ ۝ (س۔ قٓ۔ ع ۲) دو ضبط کرنے والے (یعنی کراماً کاتبین فرشتے اسکی باتیں) ضبط (یعنے قلمبند) کرتے جاتے ہیں (ایک) داہنی طرف بیٹھا ہے اور (ایک) بائیں طرف کوئی بات مُنہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر ایک چوکیدار اسکے پاس (لکھنے کو) تیار (رہتا) ہے۔

صحیح مسلم صحاح ستہ میں صحیح بخاری سے دوم نمبر پر ہے۔ مصنفہ امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ۔ امام نووی نے اس کی نہایت عمدہ شرح لکھی ہے۔ جسکے شروع میں لکھا ہے کہ ابوالحسین بن علی نیشاپوری کہتے ہیں کہ روئے زمین میں صحیح مسلم سے بڑھکر کوئی کتاب نہیں ہے۔ اسکی متعدد شروح ہیں جن میں امام نووی کی شرح اعلیٰ درجہ کی شرح سمجھی جاتی ہے۔ (ک)۔

صخر (ل) ٹھوس پتھر۔ اس جنّ کا نام ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری چرا لے گیا تھا نہایت بدصورت تھا۔ قصہ اسکا یوں ہے کہ سلیمان علیہ السلام کا دستور تھا کہ جب رفع حاجت کو جاتے تو انگشتری اُتار کر ایک عورت مسماۃ امینہ کو جو آپکی امّ ولد تھی دے جاتے۔ ایک دن آپ انگشتری اُسے دے کر گئے۔ تو یہ صخر جنّ بصورت حضرت سلیمان علیہ السلام اسکے پاس آکر کہنے لگا کہ میری انگشتری لا۔ امینہ نے حوالہ کی۔ وہ انگشتری پہنکر تخت سلیمان پر جا بیٹھا وحوش وطیور جن والنس سب حسب دستور حاضر ہوئے جب حضرت سلیمان جائے ضرور سے آئے اور امینہ سے انگوٹھی طلب کی۔ وہ بولی تو کون ہے۔ فرمایا میں سلیمان ہوں۔ امینہ نے کہا تو جھوٹا ہے سلیمان تو انگشتری لے گیا ہے اور اپنے تخت پر بیٹھا حکمرانی کر رہا ہے تب حضرت سلیمانؑ نے جانا کہ یہ آزمائش ہوتی ہے۔ لاچار باہر چلے گئے اور در بدر پھرنے لگے۔ اور جس دروازہ پر جاتے اور کہتے "انا سلیمان ابن داؤد" صاحب خانہ گالیاں دیتا اور کبھی مارتا اور اکثر لوگ مجنوں جانتے آخر بھوک پیاس سے بے طاقت ہوکر بیٹھ رہتے۔ کسی نے کھانا نہ دیا۔ تب دریا پر گئے۔ وہاں کچھ لوگ مچھلیوں کا شکار کر رہے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا۔ ہمکو مزدوری پر رکھ لو۔ ان لوگوں نے رکھ لیا اور دو مچھلیاں مزدوری قرار پائی۔ آپ ان سے ایک کو بیچکر نان جویں لیتے دوسری بھون کر روٹی کا سالن بناتے چالیس روز اسی کیفیت میں گذرے۔ ان دنوں وہ دیو حاکم رہا۔ اور جملہ توابع سلطنت مطیع ومنقاد رہے لیکن ابن برخیا وزیر اعظم ودیگر علمائے بنی اسرائیل کو اول روز سے تردد تھا۔ اور یہ جانتے تھے کہ یہ شخص سلیمان نہیں ہے۔ اور جنات نے بھی یہ حال دریافت کر لیا تھا مگر سکوت میں تھے جب مدت معینہ امتحان ربانی گذر گئی تو وہ دیو دریا کے کنارے شراب کی مستی میں گیا وہ انگوٹھی اس سے گر پڑی اور مچھلی نے اسے نگل لیا۔ اسی دن وہ مچھلی شکار ہوئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو مزدوری میں ہاتھ آئی۔ جب اسکا پیٹ چاک کیا تو انگوٹھی نکلی۔ حضرت نے پہنی اور سجدے میں گرے۔ ہنوز سر مبارک سجدے سے نہ اٹھایا تھا کہ جنات والنسان وطیور وغیرہ خدمت میں حاضر ہوئے۔ محمد بن اسحٰق نے ابن منبہ سے اسیطرح حکایت کی ہے لیکن یہ روایت منجملہ مفتریات واکاذیب یہود یا ان کے ہے۔

معالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ہرگز شیطان رجیم کو مستورات حضرت سلیمان علیہ السلام پر تسلط نہیں دیا۔ بلکہ سبب فتنہ یہ واقعہ ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیبیاں تھیں۔ ازانجملہ ایک بی بی پر بہت اعتماد تھا۔ آپ جب کبھی استنجے کو جاتے تو انگوٹھی اسکے سپرد کر جاتے۔ ایک دن اس عورت نے کہا یا رسول اللہ! ایک شخص میرے بھائی سے

خصومت رکھتا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ فیصلہ کر دیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے منہ سے نکلا اسکو سزا ہوگی اسپر ابتلا ہوا۔ انگشتری دہوکے میں صخر جن لے گیا۔ الغرض۔ جب انگوٹھی ملی۔ اور آپ تشریف لائے تو اس دیو خبیث کو پکڑ کر ایک آہنی صندوق میں مقفل کیا۔ اور دریا میں پھنکوا دیا۔ اب بھی وہ شیطان زندہ ہے اور قیامت تک اسیطرح رہیگا (نفر)۔

صخرہ پتھر۔ بیت المقدس میں ایک متبرک چٹان ہے جس پر ایک عبادت خانہ بنا ہوا ہے۔ اسکے اوپر قبۃ الصخرہ نام ایک عمارت ہے جسکو جامع عمر بھی کہتے ہیں۔ روایت ہے کہ یہ چٹان بہشت سے لائی گئی ہے۔ اور تمام دنیا کی بنیاد ہے۔ یہ تمام انبیاء کی سجدہ گاہ رہی ہے عظمت و تقدس کے لحاظ سے یہ مقام کعبہ سے دوم درجہ پر ہے۔

صدر یا صدر الصدور چیف جج۔ قاضی القضاۃ اسلامی حکومت میں ایک عہدہ تھا جسکے ذمے واعظوں کا تقرر اور مذہبی حکام کا تعین کرنا ہوتا تھا۔

صدق و راستی قرآن میں ارشاد ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۵ (س۔ توبہ۔ ع ۱۵) مسلمانو! خدا (کے غضب) سے ڈرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ رہو۔

(۱) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) سچ بولنے کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ کیونکہ سچ بولنا (آدمی کو) نیکی کیطرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے۔ آدمی ہمیشہ سچ بولتا اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ یہانتک کہ خدا کے نزدیک صدیق (بڑا سچا) لکھا جاتا ہے۔ اور جھوٹ بولنے سے بچو۔ کیونکہ جھوٹ بولنا فسق و فجور کیطرف رہنمائی کرتا ہے اور فسق و فجور دوزخ کی۔ آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ یہانتک کہ خدا کے نزدیک کذاب (بہت جھوٹا) لکھا جاتا ہے (صح)۔

(۲) ام کلثوم رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص لوگوں میں صلح کراتا اور اچھی اچھی باتیں اِسکیطرف سے اُسکو اور اُسکیطرف سے اِسکو پہنچاتا ہے۔ اور ایسی نیک باتیں کہتا ہے جو صلاح حال اور رفع نزاع کی موجب ہیں۔ اسے جھوٹا نہیں کہہ سکتے (صح)۔

حدیث میں ہے اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُھْلِکُ (یعنی راستی موجب نجات اور جھوٹ ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔

صدقہ (ل) خیرات۔ زکوٰۃ پر بھی اسکا اطلاق آتا ہے۔ اور اسکے سوا دوسری خیراتوں کو بھی صدقہ کہتے ہیں۔

تیسیر القاری ترجمہ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ صدقہ اس مال کا نام ہے جو مال زکوٰۃ کے سوا ہو اور کبھی زکوٰۃ پر بھی اسکا اطلاق کیا جاتا ہے۔ (ک)۔

صدقہ دو قسم ہے۔ فرضی۔ جیسے زکوٰۃ۔ صدقہ فطر۔ نذر۔ اس قسم کا صدقہ مساکین کو ہی جائز ہے۔ اور نفلی ہر ایک کو لینا جائز ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ مساکین کو دیا جائے۔ (فتاوی مولوی عبدالحئی)۔

قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَۃٍ یَّتْبَعُھَآ اَذًی ۭ وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی (س۔ بقرہ۔ ع ۳۶) نرمی سے جواب دیدینا اور (سائل کے اصرار سے) درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جسکے دئے پیچھے (سائل کو کسی طرح کی) ایذا ہو اور اللہ بے نیاز (اور) بردبار ہے۔ مسلمانو! اپنی خیرات کو احسان جتانے اور (سائل کو) ایذا دینے سے اکارت نہ کرو

Marfat.com

نیز ارشاد ہے اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ تا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۔ (س۔ بقرہ ع ۳۷) (لوگو!) اگر خیرات ظاہر میں دو تو وہ بھی اچھا۔ (کہ اس سے خیرات کے علاوہ دوسروں کو بھی ترغیب ہوتی ہے) اور اگر اسکو چھپاؤ۔ اور حاجتمندوں کو دو تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ (کہ اس میں نام نمود کا دخل نہیں ہونے پاتا) اور ایسا دینا تمہارے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔ اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔

صدقہ فطر یہ صدقہ ہر آزاد مسلمان پر واجب ہے جسکے پاس نصاب کے برابر مال حاجت اصلی سے زیادہ ہو۔ خواہ اسپر سال نہ گذرا ہو۔ اور خواہ اسپر زکوٰۃ واجب نہ ہو۔ جیسے وہ گھر جو نہ اپنے رہنے کا ہو۔ نہ تجارت کے لئے ہو۔

صدقہ فطر میں گیہوں دینا مستحب ہے۔ اور منقّہ کھجور۔ جَو۔ جوار۔ باجرا۔ مکی۔ چنے۔ چاول۔ لونگ وغیرہ بھی دیسکتے ہیں۔ گیہوں۔ آٹا۔ ستّو۔ یا کشمش پونے دو سیر۔ اور چھوہارے یا جَو ساڑھے تین سیر دینے چاہئیں۔ صدقہ فطر عید الفطر کی صبح ہونے سے واجب ہوتا ہے۔ اور نماز سے پہلے پہلے ادا کرنا چاہئے۔ اگر وہ شخص جسپر صدقہ واجب ہے نہ دیگا تو اسکے ذمّے رہیگا

صدقہ فطر ان لوگوں کیطرف سے دینا چاہئے (۱) اپنی طرف سے (۲) اپنی چھوٹی اولاد کیطرف سے (۳) اپنی لونڈی غلام کی طرف سے۔ اپنی جورو اور جوان اولاد کی طرف سے دینا لازم نہیں۔

جس شخص پر صدقہ فطر واجب ہے۔ اُسے زکوٰۃ کا لینا حرام ہے (کتب فقہ)۔

صدقۃ الفطر فطر کے روز طلوع فجر سے رات ہونے تک دیا جاسکتا ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ نماز عید سے پیشتر دیا جائے۔ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ (ہدایہ)۔

صِدّیق (ل) بہت راست گو۔ اور کسی کے سخن کو نہایت سچّا جاننے والا۔ حضرت ابوبکرؓ کا لقب ہے۔ کیونکہ آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و معراج پر سب سے پہلے ایمان لایا تھا۔ (غ)۔

صاحب تفریح الاذکیا لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کا یہ لقب خاص ہے۔ اور زبان حضرت سید الابرار اور سائر متأخرین و انصار پر بلکہ ائمہ اطہار کی زبان پر بھی یہی لقب جاری رہا۔ چنانچہ دارقطنی نے امام جعفر صادق سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص امام زین العابدین کے پاس آیا اور عرض کی کہ ابوبکر کا کچھ حال فرمائیے فرمایا کیا ابوبکر صدّیق کا حال پوچھتا ہے۔ اس نے کہا آپ انکو صدیق فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تجھپر تیری ماں روئے۔ تحقیق رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اور جملہ مہاجر و انصار نے نام انکا صدیق رکھا۔ اب جو انکو صدیق نہ کہے تو اسکی بات کو اللہ سچّا نہ کرے نہ دنیا میں نہ عقبےٰ میں

کشف الغمّہ میں ہے کہ لوگوں نے امام محمد باقر سے مسئلہ پوچھا کہ آیا تلوار پر چاندی چڑھانا درست ہے؟ فرمایا۔ ہاں درست ہے۔ اسواسطے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار پر چاندی چڑھائی تھی۔ پس سائل نے کہا کہ آپ ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں۔ یہ سنکر آپ اپنی جگہ سے اچھلے اور فرمانے لگے کہ وہ تو بہترین خلائق ہے۔ جو اسے صدیق نہ کہے خدا اُسے دنیا و آخرت میں سچّا نہ کرے۔ (لغز)۔

صراط (ل) سڑک۔ راستہ۔ قرآن مجید میں یہ لفظ ۴۰ مرتبہ آیا ہے۔ (ص) میں وہ ایک پل ہے جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے جو دوزخ کے اوپر رکھا جائیگا تاکہ تمام لوگ اسکے اوپر سے گذریں۔ مومنوں اور فرمانبرداروں کے قدم اسپر جمیں گے۔ اور یہ لوگ اس پل سے گذر کر جنت میں پہونچیں گے۔

Marfat.com

سو منزل میں سے بعض تو مثل بجلی اور بعض مثل ہوا کے گھوڑے کے اور بعض بہت آہستہ پل پر سے گذر جائیں گے کافر لوگ پل صراط کے قدم اسپر سے ڈگمگا جائیں گے اور جہنم میں گر جائیں گے۔ مسلمانوں کا ایسے پل سے گذر جانا کچھ بعید نہیں کیونکہ جو ذات اپنی قدرت کاملہ سے پرندوں کو ہوا میں اڑاتی ہے وہی ذات اپنے نیک بندوں کو پل صراط سے آسانی سے گذار سکتی ہے۔ پلصراط پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہے جیسے دوسرے امور۔ مثلاً خدا کی وحدانیت قیامت۔ عذاب وغیرہ پر ایمان لانا ضروری ہے (حق)

صراط مستقیم (ل) سیدھی راہ (م ن ش) ایک اس سے مراد اسلام اور راہ ہدایت ہے۔ قرآن کی پہلی سورت فاتحہ میں ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ۔ ہمکو (دین کا) سیدھا رستہ دکھا۔ نیز ارشاد ہے وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ (س۔ آل عمران۔ ع ۱۱) اور جو شخص اللہ (کے دین) کو مضبوطی سے پکڑے رہے تو وہ سیدھے رستے لگ گیا۔

صراط مستقیم وہی راستہ ہو سکتا ہے جس پر مسلمانوں کا سواد اعظم چل رہا ہو۔ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ بڑی جماعت کی اتباع کرو۔ اور مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ جو بڑی جماعت سے الگ رہا وہ آگ میں پڑیگا۔ اور یہ بھی حدیث ہے لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ میری امت کا اجماع گمراہی پر نہیں ہو سکتا۔

ایسے زمانہ پر فتن میں جبکہ ہر ایک فرقہ اپنے مذہب کی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا رہا ہے مسلامتی اس میں ہے کہ مسلمانوں کے اس بڑے فرقے (اہل سنت والجماعت) کا اتباع کیا جائے جو یقیناً صراط مستقیم (راہ راست) پر ہے۔

صرف (ص ب ن) میں ایک خاص بیع کا نام ہے یعنی ثمن کی ثمن کے ساتھ بیع۔ بخواہ دونوں طرف سے ایک جنس ہو۔ جیسے چاندی کو چاندی کے ساتھ بیچا جائے یا نہ۔ جیسے سونے کی چاندی کے ساتھ فروخت کی جائے۔ بیع صرف میں شرط ہے کہ بائع اور مشتری مجلس عقد میں اپنی اپنی چیز پر قبضہ کرلیں۔ سونے کو اسکی مقدار سے زیادہ چاندی کے ساتھ بیچنا جائز ہے مگر سونے کو سونے اور چاندی کو چاندی کے ساتھ کم و بیش بیچنا ناجائز ہے۔ اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری میں مختلف ہوں۔ بیع صرف میں قبضہ کرنیسے پیشتر ثمن میں تصرف کرنا درست نہیں۔ اگر درہموں میں چاندی زیادہ اور کھوٹ کم ہو۔ تو وہ چاندی کے متصور ہونگے۔ اسیطرح اگر دنانیر میں سونا زیادہ ہے تو وہ سونے کے سمجھے جائیں گے۔ (شر)

صرف۔ ایک علم معروف کا نام ہے جسکا سیکھنا نحو کیطرح ضروری ہے۔ مقولہ ہے الصرف اُمُّ العلوم والنحو ابوها۔ یعنی صرف علوم کی ماں ہے اور نحو انکا باپ ہے۔ بلاریب سوائے صرف و نحو کے جاننے کے کوئی شخص عالم نہیں کہلا سکتا۔ اور صحت عبارت اور معانی کا ادراک بدوں انکے مشکل ہے۔

صف (ل) قطار۔ لائن۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جس میں یہ لفظ یوں آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ ۝ (س۔ صف ع ۱) یعنی بے شک خدا اُن لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اللہ کی راہ میں صف باندھکر لڑتے ہیں۔ گویا کہ وہ ایک دیوار ہیں جس میں سیسہ پلا دیا گیا ہو۔

صفا و مروہ مکہ شریف میں دو پہاڑیوں کے نام ہیں جو مسجد الحرام کے قریب ہی واقع ہیں۔ قرآن مجید میں انکا ذکر یوں آیا ہے اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ "بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں"۔ صفا کعبے سے جنوب

Marfat.com

کی طرف ہے اور دوسرا شمال کی طرف تھا۔ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان سات سو چھیاسٹھ گز ایک بالشت کی مسافت ہے۔ اب ان پہاڑوں کے صرف نشان رہ گئے ہیں۔ آس پاس کثرت سے مکان بن گئے ہیں۔

صفاتیہ فرقہ اہل السنت والجماعت کا لقب ہے جو انہیں معتزلہ نے دیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ معتزلہ کا مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم بھی ہے اور قادر بھی اور بصیر بھی مگر صفت علم اور قدرت اور بصارت وغیرہ اسکو حاصل نہیں ہے۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ صفات الٰہی ذات الٰہی سے علیحدہ نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر صفات باری تعالیٰ کو اسکی ذات کا غیر مانا جائے گا تو بہت سے قدما اور معبود ثابت ہو جائینگے اور اہل سنت وجماعت کہتے ہیں کہ صفات الٰہی تعالیٰ کی عین نہیں۔ وہ عالم ہے علم کے ذریعہ۔ قادر ہے قدرت کے ذریعہ۔ مرید ہے ارادے کے ذریعہ سمیع ہے سمع کے ذریعہ۔ بصیر ہے بصر کی وجہ سے۔ حی ہے حیات کے سبب سے اور مکون ہے تکوین کے ذریعہ سے۔ اور انکی اصل یہ ہے کہ اگر مثلاً علم اور قدرت دونوں عین ذات ہوں تو یہ دونوں ایک ہی چیز ہوں گی اور دونوں سے ایک ہی شئے مفہوم ہوگی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا (ن)۔

صفت وہ چیز جو کسی دوسری شئے کے ساتھ قائم ہو۔ مثلاً زید عالم ہے تو علم اسکی صفت ہوئی۔ یہ لفظ (صیش) میں خدا تعالیٰ کی صفات اور اسکے اسمائے صفاتی پر بولا جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ کی اصلی صفتیں یہ سات ہیں۔ حیات۔ علم۔ قدرت۔ ارادہ۔ سماعت۔ بصارت۔ تکلم۔ اس لئے اسکو حی۔ علیم۔ قادر۔ مرید۔ سمیع۔ بصیر۔ متکلم کہتے ہیں مگر اسکا علم۔ اسکی قدرت۔ اسکا ارادہ۔ اسکی حیات۔ اسکا سننا۔ اسکا دیکھنا۔ اور اسکا کلام کرنا۔

ہمارے علم اور ہماری قدرت اور ہمارے ارادے اور ہماری حیات اور ہمارے سننے دیکھنے اور کلام کے مشابہ نہیں۔ ہماری اور اسکی صفات میں حدوث قدم اور تجدد و عدم تجدد کا فرق ہے جیسا خدا قدیم ہے ویسی اسکی صفتیں بھی قدیم ہیں مگر حکماء کے نزدیک انہیں خدا کے ساتھ اتحاد ہے۔ اور متکلمین کے نزدیک اس سے مغایر ہیں۔ (عق)

خدا کے ننانوے (۹۹) نام ہیں جو توقیفی نام کر کے مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک نام اَللّٰہُ اسم ذات مان لیا گیا ہے۔ اگرچہ معبود ہونے کی حیثیت سے اللہ کو بھی اسم صفت کہہ سکتے ہیں۔ مگر آخر اتنے سارے صفاتی نام ہوں تو کوئی اسم ذات بھی ہونا چاہئے۔ اور وہ اللہ ہے۔ باقی اٹھانوے نام وہ کسی نہ کسی صفت پر دلالت کرتے ہیں۔ (حق)

صفوان صفوان بن محرز مازنی۔ بڑے عالم اور عبادت گذار تھے۔ ۷۴ھ میں فوت ہوئے (کن)۔

صفوان بن امیہ ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے جو فتح مکہ کے دن بھاگ گئے تھے۔ اور عمیر بن وہب اور اسکے بیٹے وہب بن عمیر نے آپ کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے امان طلب کی تھی اور آپ نے امان دے دی تھی۔ صفوان بن امیہ کفر کی حالت میں جنگ حنین اور جنگ طائف میں شریک ہوئے۔ جنگ طائف کے دن مسلمان ہوئے۔ کچھ عرصہ تک مکہ میں رہے اور پھر مدینہ کو ہجرت کر گئے۔ مدینہ جا کر حضرت عباس کے گھر اُترے آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ نے فرمایا۔ فتح مکہ کے بعد ہجرت کی ضرورت نہیں رہی۔ آپ زمانہ جاہلیت میں قریش کے رئیس تھے۔ آپ کی بیوی آپ کے اسلام لانے سے ایک مہینہ پیشتر مسلمان

Marfat.com

ہوگئی تھی۔ جب آپ اسلام لائے تو دونوں کا نکاح بحال رکھا گیا۔ سنہ ۴۲ھ میں مکہ میں وفات پائی۔ آپ سے کئی ایک صحابہ نے روایت کی۔ (اکما)۔

صفورا حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکی کا نام ہے۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نکاح میں تھیں (غ) اور مہر انکا یہ مقرر ہوا تھا کہ آٹھ برس بکریاں چرائیں۔ اور اگر دس برس پورے کردیں تو انہیں اختیار ہے۔ (انق)

صفی (ل) عمدہ چیز۔ (ص۔ش) میں اس عمدہ چیز کا نام ہے جسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے لئے انتخاب کرتے تھے۔ مثلاً تلوار، گھوڑا، لونڈی وغیرہ (انہ)

صفی اللہ حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب ہے (ل) اسکے معنے ہیں اللہ کا دوست۔ اللہ کا برگزیدہ (غ)

صفین کوفہ و بصرہ کے درمیان ایک مقام ہے فرات کے قریب۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت علیؓ و معاویہؓ میں کئی مہینوں تک ستر (۷۰) لڑائیاں ہوئی تھیں (جغر)

صفیہؓ آپؐ کی ازواج مطہرات سے تھیں۔ ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں۔ پہلے سلام بن مسلم کے نکاح میں تھیں۔ پھر کنانہ بن الحقیق کے پاس رہیں جب وہ خیبر میں قتل کیا گیا تو صفیہ لوٹ میں آئیں اور دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں۔ ایک آدمی نے حضرت سے کہا کہ صفیہ سردار بنی قریظہ و نضیر ہے اسلئے آپ نے سات لونڈیاں دحیہ کلبی کو دیں اور صفیہ کو لے کر آزاد کیا۔ اور اپنے نکاح میں لائے اور مہر عتقا قرار دیا۔ اور منزل صہبا میں جد استبرا زفاف واقع ہوا۔ اسوقت عمر انکی سترہ برس کی تھی۔ اور سنہ ۳۶ھ یا سنہ ۵۵ھ میں فوت ہوئیں۔ جنت البقیع میں دفن کیگئیں اور بقولے خلافت حضرت فاروقؓ میں وفات پائی

انہیں نے نماز جنازہ پڑھی۔ مرویات آپ کی دس حدیثیں ہیں جن سے ایک متفق علیہ ہے۔ مروی ہے کہ حضرت صفیہ کے رخسارے پر ایک نیلا داغ تھا۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ داغ کیسا ہے؟ عرض کیا کہ جب آپ نے محاصرہ کیا تھا تو میں نے خواب دیکھا کہ چاند میری بغل میں آیا ہے۔ میں نے یہ خواب شوہر سے بیان کیا تو اس نے زور سے طمانچہ مارا کر رخسار نیلا ہوگیا۔ اور کہا تو چاہتی ہے کہ اس بادشاہ کی بغل میں سووے۔ (انق)۔

صلوٰۃ (ل) دعا (ص۔ش) میں اس سے مراد نماز ہوتی ہے۔ مختلف کیفیات کے اعتبار سے جو نمازوں کی چند اقسام ہیں انکے نام یہ ہیں:۔

(۱) صلوٰۃ الخمس دیکھو پنجوقتی نماز (۲) صلوٰۃ الجنازہ۔ دیکھو نماز جنازہ
(۳) صلوٰۃ الجمعہ ،، جمعہ کی نماز (۴) صلوٰۃ الکسوف والخسوف ،، کسوف و خسوف کی نماز
(۵) صلوٰۃ الاستسقاء ،، استسقاء کی نماز (۶) صلوٰۃ الحاجۃ ،، حاجۃ کی نماز
(۷) صلوٰۃ الاستخارہ ،، استخارہ کی نماز (۸) صلوٰۃ الاوابین ،، اوابین کی نماز
(۹) صلوٰۃ التسبیح ،، صلوٰۃ التسبیح (۱۰) صلوٰۃ الضحیٰ ،، چاشت کی نماز
(۱۱) صلوٰۃ الاشراق ،، اشراق کی نماز (۱۲) صلوٰۃ التہجد ،، تہجد کی نماز
(۱۳) صلوٰۃ الوتر ،، نماز وتر (۱۴) صلوٰۃ التراویح ،، نماز تراویح
(۱۵) صلوٰۃ المسافر ،، مسافر کی نماز (۱۶) صلوٰۃ المریض ،، بیمار کی نماز
(۱۷) صلوٰۃ الخوف ،، خوف کی نماز (نماز کے احکام کے لئے دیکھو (نماز)

صلوٰۃ التسبیح یہ چار رکعت نماز بڑا ثواب رکھتی ہے۔ اس سے سب گناہ اگلے پچھلے۔ نئے۔ پرانے۔ چھوٹے بڑے۔ چھپے۔ کھلے غرض سب کے سب معاف ہوجاتے ہیں۔ ہوسکے تو یہ نماز ہر روز پڑھنی چاہیئے۔ ہر روز نہ پڑھ سکیں تو ہر جمعہ۔ یہ بھی مشکل ہو تو مہینے میں ایک بار۔ یہ بھی نہ ہوسکے تو سال میں ایکبار اگر اتنی بھی توفیق نہ ہو تو عمر بھر میں تو ایک بار ضرور پڑھ لینی چاہیئے۔ اسکی ترکیب یہ ہے کہ ہر رکعت میں فاتحہ اور سورۃ کے بعد پندرہ مرتبہ پڑھیں سُبْحَانَ اللّٰہِ

Marfat.com

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اور ہر رکوع سجدہ جلسہ اور قعدہ میں دس دس بار پڑھیں۔

صلوٰۃ وسطیٰ (ل) درمیانی نماز۔ اور یہ کنایہ اسکی فضیلت سے ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا صلوٰۃ وسطیٰ کی تعیین میں اختلاف ہے۔ حضرت عائشہ رض اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما نماز ظہر کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اسکے پہلے دو نمازیں ہیں۔ ایک رات کی اور ایک دن کی یعنی عشاء و فجر۔ اور اسکے پیچھے بھی اسیطرح کی دو نمازیں ہیں یعنی عصر اور مغرب۔ اور بعض احادیث بھی اس قول کی مؤید ہیں۔ لیکن علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس سے مراد نماز صبح ہے۔ کیونکہ وہ دو دن کی اور دو رات کی نمازوں کے درمیان ہے۔ اور نماز صبح کا وقت ان دونوں کے درمیان حدِّ مشترک ہے۔ کیونکہ وہ وقت من وجہٍ دن ہے یعنی اعتبار شرع ہیں۔ کیونکہ شرع میں دن صبح صادق سے شروع ہوتا ہے۔ اور من وجہٍ رات ہے۔ یعنی باعتبار لغت و عرف کے کیونکہ عرف میں دن طلوع شمس سے شروع ہوتا ہے۔ لیکن صحابہ اور تابعین کے اکثر علماء اور امام ابو حنیفہ رح و احمد رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد صلوٰۃ عصر ہے۔ پس قرآن مجید میں بھی انہی معنے پر محمول ہوگی۔ یعنی اللہ تعالےٰ کے قول حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى میں صلوٰۃ وسطیٰ سے نماز عصر ہی مراد ہے۔ اور دلائل انکی بہت سی احادیث ہیں۔ چنانچہ صحیحین میں مذکور ہے کہ غزوۂ خندق میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کفار نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ یعنے صلوٰۃ عصر سے روک رکھا ہے خدا انکی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے۔ پس اس صورت میں مجال اختلاف نہ رہی اور غالباً صحابہ اور تابعین میں جو اختلاف اسکی تعیین میں تھا وہ اس حدیث کے سننے کے پہلے تھا کہ ہر ایک نے اپنے اجتہاد سے تاویل کی ہوگی۔ لیکن اس حدیث کے ثبوت کے بعد متعیّن ہوگیا کہ مراد نماز عصر ہی ہے (شرح مشکوٰۃ للشیخ عبد الحق دہلوی)

صلح یہ لفظ قرآن مجید میں یوں آیا ہے وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا تا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ (پ ۵ - نساء - ع ۱۸) یعنی اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کیطرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو میاں بی بی دونوں میں کسی پر کچھ گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کریں۔ اور صلح بہر حال بہتر ہے۔

صلیب دار یا سولی کو کہتے ہیں۔ جبسے کسی زمانہ میں مجرموں کو سزائے موت دیجاتی تھی۔ اور اس کی شکل یہ تھی صلیب لکڑی سے بنی ہوئی تھی اور زمین میں نصب کردیجاتی تھی۔ سزا کی صورت یہ تھی کہ مجرم کے دونوں ہاتھ پھیلا کر صلیب کی آڑی لکڑی کے دونوں سروں سے باندھ دیئے جاتے تھے۔ اور پاؤں سے لیکر سر تک سارا جسم سیدھی لکڑی کے محاذی رکھا جاتا۔ پھر ہاتھ پیر اور پنڈلیوں کو آہنی میخیں گاڑ کر لکڑی کے ساتھ پیوست کردیا جاتا۔ اور مجرم کو اسی حالت پر چھوڑ دیا جاتا۔ حتیٰ کہ وہ مرجاتا۔

عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو (معاذ اللہ) صلیب پر چڑھا کر مار ڈالا گیا تھا۔ اسلیے ان لوگوں میں صلیب کی شکل مقدس سمجھی جاتی ہے۔ اسلام نے اس غلط خیال کی تردید کی ہے۔ اور اسکے نزدیک صلیب کی تعظیم امر باطل ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہے اس ذات کی کہ جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ عنقریب ابن مریم (عیسےٰ) ایک عادل حکمران کی حیثیت سے تم میں نازل ہوں گے۔ پس صلیب کو توڑینگے اور خنزیر کو قتل کرینگے الخ (مش)۔

Marfat.com

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَتْرُکْ فِی بَیْتِہٖ شَیْئًا فِیْہِ تَصَالِیْبُ۔ یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہ چھوڑی جس پر تصاویر بنی ہوئی تھیں۔

اس حدیث میں تصالیب سے مراد تصاویر ہیں صلیب کی شکلیں مراد نہیں۔ جیسے کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے (حاشیہ مشکوٰۃ)۔

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے کہ اگر گرجا سے صلیب چوری چلی جائے تو چور کو قطع ید کی سزا نہ دی جائے گی۔

عیسائی سلطنتیں صلیب کا نشان سیاسی و ملکی امور میں بھی بطور تبرک استعمال کرتی ہیں۔ جیسے ترکی کی سلطنت ہلال کی شکل کو استعمال کرتی ہے۔ دیکھو (ہلال)۔

صمد (ل) بے نیاز۔ خدا تعالےٰ کا نام ہے۔ صمد کے اصلی معنے ہیں قصد کے چونکہ آدمی اپنے تمام مطالب میں بارگاہ خداوندی کا قصد کرتے ہیں اسلئے اسے صمد کہتے ہیں۔ غرض مراوف ہے مرجع و مآب کا۔ سورہ اخلاص میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ اَللّٰہُ الصَّمَدُ یعنے اللہ بے نیاز ہے۔

صنعاء ملک یمن میں ایک مشہور شہر کا نام ہے ابرہ نام ایک عیسائی اسکا حاکم تھا۔ جس نے مکہ پر چڑھائی کی تھی (دیکھو اصحاب الفیل) اس سے زیادہ یمن میں کوئی شہر آباد اور بارونق نہیں اسکی آب و ہوا معتدل ہے جسکی وجہ سے گرمی اور سردی میں اور جگہ جانے کی حاجت نہیں پڑتی۔ زمانہ گذشتہ میں شاہان یمن کا یہی شہر دارالحکومت تھا۔ جہاں اب تک عمارات سابقہ کے بڑے بڑے نشانات پائے جاتے ہیں۔ اسکے قریب مارب کا بندر ہے جو کسی زمانہ میں شام تک ملک سیراب کیا کرتا تھا۔ اور دنیا کی عجائب چیزوں میں سے تھا۔ (جغ)

صنم بت۔ قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (س۔ ابراہیم۔ ع ۶) اور اے کفار مکہ اسوقت کو یاد کرو جب ابراہیم نے خدا سے دعا کی کہ اے میرے پروردگار اس شہر مکہ کو امن کی جگہ کر اور مجھکو اور میری نسل کو اس گمراہی سے بچا کہ لگیں بتوں کو پوجنے۔

(صرا۔ و) میں اس چیز کو کہتے ہیں جو آدمی کو اللہ تعالےٰ کیطرف رجوع ہونے سے روک دے۔

مجمع السلوک میں لکھا ہے کہ جو چیز تجھے حق سے روکے وہ صنم ہے۔ (ک)

صور ترہی یا بگل جیسی ایک چیز ہوگی جسمیں زور سے حضرت اسرافیل پھونک مارینگے صور کئی بار پھونکا جائیگا۔ پہلی دفعہ تو ساری مخلوقات گھبرا کر بیہوش ہو جائے گی ایسی زور سے کڑک ہوگی کہ آسمانوں کے فرشتے اور زمین کے جاندار حواس باختہ ہو جائینگے بقول حسن جبرائیل۔ میکائیل جنت کی حوریں اور وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں بیہوش نہ ہونگے بعض کہتے ہیں کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام بھی بیہوشی سے محفوظ رہینگے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں حدیث آئی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے میں قیامت کو اٹھوں گا تو موسیٰ کو عرش کا پایہ پکڑے کھڑا دیکھوں گا۔ مجھے علم نہ ہوگا کہ وہ مجھ سے پہلے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ یا بیہوش ہی نہیں ہوئے۔ بعض شہدا کے بارے میں بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں۔

دوسری مرتبہ جب صور پھونکا جائیگا تو دنیا کی سب مخلوقات فنا ہو جائے گی۔ تیسری مرتبہ صور پھونکنے سے تمام لوگ قبروں سے نکل پڑیں گے۔ قرآن مجید میں

Marfat.com

صرف دو ہی دفعہ صور پھونکا جانیکا ذکر آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ط ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ٥ (س۔ زمر۔ ع ۷) اور (اول) بار صور پھونکا جائیگا تو جو (مخلوقات) آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے ان (سب) پر (مرگ کی) بے ہوشی طاری ہو جائیگی مگر جسکو خدا چاہے۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائیگا تو اب سب کے سب ایک دم سے (قبروں سے نکلکر) کھڑے ہو جائیں گے (اور چاروں طرف) دیکھنے لگیں گے۔

قیامت نامہ میں لکھا ہے کہ محرم کی دسویں تاریخ جمعے کے دن صبح کے وقت صور پھونکا جائیگا۔ پہلے اسکی آواز پست اور لمبی ہوگی۔ پھر آہستہ آہستہ بادل کیطرح بڑھنے اور بجلی کیطرح کڑکنے لگے گی۔ اسوقت تھر تھرا ئیگی اور آدمی مرنے لگیں گے۔ عجب کھلبلی کا عالم طاری ہوگا۔ لوگ پہاڑوں کیطرف بھاگیں گے اور پہاڑوں کے درندے آدمیوں کیطرف آئینگے۔ جب صور کی آواز سخت ہو جائیگی تو تمام مخلوقات تباہ ہو جائے گی۔ چنانچہ ارشاد ہے مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ تا إِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ٥ (س۔ یٰسٓ۔ ع ۴) (یٰسٓ) یہ اسکے منتظر ہیں کہ یہ لوگ آپسمیں (ایک دوسرے سے معمولی طور پر) لڑ جھگڑ رہے ہونگے اور ایک زور کی آواز (صور) ان کو (ایک دم سے) آن پکڑے پھر نہ تو وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے بال بچوں میں لوٹ کر جا سکیں گے۔ اور (پھر دوبارہ) صور پھونکا جائیگا تو ایک دم سے (سب کے سب) قبروں سے (نکل نکل) اپنے پروردگار کیطرف چل کھڑے ہوں گے۔ زمین پھٹ جائے گی۔ دریاؤں کا پانی کناروں سے نکل پڑیگا اور ساری زمین پر پھیل جائیگا۔ پہاڑ جلکر راکھ ہو جائینگے اور سخت آندھیوں کے باعث اڑ جائینگے۔ آخر ستارے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑینگے۔ آسمان پھٹ جائیگا۔ یہ صور چھ ماہ تک پھونکا جاتا رہیگا۔ اسکے بعد دوسرا صور پھونکا جائیگا۔ یہ صور بقول ابن عباسؓ پہلے صور سے چالیس سال بعد پھونکا جائیگا۔

دوسری دفعہ اسطرح صور پھونکا جائیگا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ سب ارواح صور میں داخل کر کے اس زور سے پھونکو کہ وہ اپنے اپنے جسموں میں داخل ہو جائیں۔ وہ صور پھونکیں گے تو جیسے چڑیاں اپنے گھونسلوں میں جا بیٹھتی ہیں ویسے ارواح اپنے اپنے جسموں میں داخل ہو جائیں گے۔ یہ صور بیت المقدس میں پھونکا جائیگا۔

صوفی پشمینہ پوش۔ کیونکہ صوف پشم کو کہتے ہیں۔ اور فقرا کی اصطلاح میں صوفی اسکو کہتے ہیں جو اپنے دل کو محفوظ اور اپنے خاطر کو غیر اللہ کے خیال سے پاک رکھے از کشف و لطائف۔ اور ایک معتبر شرح میں لکھا ہے کہ صوفی منسوب ہے صوفہ کیطرف۔ اور یہ اہل تجرد میں سے ایک قوم ایام جاہلیت میں تھی جو کعبہ کی خدمت کیا کرتی تھی۔ اور خلق کی خدمت بھی خاص خدا کے لئے کرتی۔ پس اہل تصوف انہی لوگوں کے ساتھ منسوب ہو گئے۔ اور صوفی مخلص کے معنے میں بھی آیا ہے۔ (غ)

(ص۔ و) میں صوفی وہ ہے جو فانی بالنفس اور باقی باللہ ہو۔ اور طبائع سے رستگار اور حقیقۃ الحقائق سے پیوست ہو جائے۔ متصوّف وہ ہے جو اس درجہ کی تلاش کی کوشش کرے۔ اور مستصوف وہ ہے جو اپنے آپ کو صوفیوں کے مشابہ بنائے۔ اور جو شخص جاہ و دنیا حاصل کرنے کے لئے صوفی بنے وہ سچا صوفی اور متصوف نہیں ہے۔

جنیدؒ فرماتے ہیں۔ صوفیہ وہ ہیں جو اللہ کے ساتھ اس حیثیت سے قائم ہیں جسکو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا

بعض کہتے ہیں کہ تصوف کا پہلا درجہ علم ہے۔ درمیانی درجہ عمل اور آخری درجہ عنایت الٰہی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ جنیدؒ نے فرمایا ہے کہ تصوف سے مراد ترک اختیار ہے۔ شبلیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حواس کی حفاظت اور سانس کا لحاظ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے طلب مقصود میں کوشش کرنا معبود سے مانوس ہونا مفقود سے دل کو ہٹانا۔ بعض کہتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جو نہ کسی چیز کا مالک ہو۔ نہ مملوک ہو یعنے بندہ طمع نہ ہو۔ بعض کہتے ہیں صوفی وہ ہے جو کدورت سے پاک ہو۔ فکر میں غرق رہے۔ بشر سے تعلق توڑ کر خدا سے جوڑے۔ سونا اور پتھر۔ ریشم اور اُون اسکے نزدیک برابر ہوں۔ بعض کہتے ہیں۔ صوفی وہ ہے جو اپنے دل کو صاف کرے۔ اور خدائے عزوجل کے سوا کسیکو موجود نہ سمجھے۔ بعض کہتے ہیں صوفی وہ ہے جو ہمیشہ بلاواسطہ خدا کے ساتھ رہے۔ بعض کہتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جسکے حظوظ نفسانی کو خدا مار ڈالے اور اپنے مشاہدہ کے ساتھ باقی رکھے۔ جنیدؒ فرماتے ہیں اَلصُّوْفِیُّ کَالْاَرْضِ یعنے صوفی تواضع و فروتنی میں زمین کی مثل ہے (ک)۔ تفصیل کے لئے دیکھو (تصوف)۔

صوم (ل) رُکنا۔ باز رہنا۔

(ص۔ ش) میں نیت کے ساتھ صبح سے مغرب تک کھانے۔ پینے اور جماع سے رُک رہنے کا نام صوم یا روزہ ہے (غ)۔

روزہ بھی اللہ تعالےٰ کی ایک عبادت ہے۔ اور نماز کی طرح ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض ہے۔ یہ عبادت سال بھر میں صرف ایک مہینہ میں ادا کیجاتی ہے۔ جسے ماہ رمضان کہتے ہیں۔

جس دن روزہ رکھنا ہو اس سے پہلی رات میں سحری کھانا سنت ہے۔ سحری کا وقت آدھی رات سے صبح صادق کے ظاہر ہونے سے پہلے تک ہے۔ جب سورج چھپ جائے تو فوراً روزہ کھولنا چاہیئے۔ تازہ یا تر خرما سے روزہ کھولنا سنت ہے۔ یہ نہ ملیں تو پانی سے یا جو چیز ملے اُس سے کھول لیں۔

روزے کی تین قسمیں ہیں (۱) فرض۔ جن سے مراد رمضان کے روزے ہیں (۲) واجب۔ جن میں نذر۔ قضا اور کفّارے کے روزے داخل ہیں (۳) نفل جیسے ہر مہینے کے تین روزے اور عید الفطر کے بعد چھ روزے۔ اور ایسے ہی باقی نفلی روزے جو عبادت کے طور پر رکھے جاتے ہیں۔ فرض اور نفل روزے کی نیت رات سے لیکر دن میں زوال تک جب چاہیں کرسکتے ہیں۔ واجب روزے اگر خاص وقت سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے نذر معین کے روزے انکا بھی یہی حکم ہے مگر جو واجب روزے کسی خاص وقت سے تعلق نہیں رکھتے جیسے غیر معین نذر کے روزے اور قضا کے روزے اور کفارے کے روزے۔ انکی نیت رات ہی سے ہونی چاہیئے۔

اِن باتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے (۱) جان بوجھکر کھانا پینا۔ (۲) جان بوجھکر ہم بستر ہونا (۳) کلّی کرتے یا غوطہ لگاتے وقت بلا اختیار حلق میں پانی اُتر جانا (۴) کان یا ناک میں دوائی ڈالنا (۵) سر کے زخم میں لگائی ہوئی دوا کا دماغ تک چلا جانا (۶) پیٹ کے زخم میں لگائی ہوئی دوا کا پیٹ کے اندر پہونچ جانا۔ (۷) اپنی خواہش سے مُنہ بھر قے کرنا (۸) صبح صادق کے بعد غلطی سے سحری کھالینا۔ (۹) روئی کا غذ گھاس کنکر وغیرہ جو چیز کھائی نہیں جاتی نگل جانا۔

اگر کسی شخص کو روزہ یاد نہ ہو اور وہ بھول کر کچھ کھا پی جائے۔ یا ہمبستر ہو۔ یا بلا اختیار حلق میں غبار دھواں۔ مکھی چلی جائے تو اسکا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ تیل لگانے مسواک کرنے۔ سرمہ لگانے بلا اختیار قے کے آنے اور کان میں پانی ٹپکانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا

خواہ روزہ یاد ہی ہو۔

جو شخص رمضان کے روزے نہ رکھے یا وہ واجب ونفل روزے سے ہو۔ پھر اُسے جان بوجھکر یا غلطی سے توڑ ڈالے۔ اس پر ایسے روزوں کی قضا واجب ہے۔

رمضان کے روزے میں جان بوجھکر کھانے پینے یا ہمبستر ہونے سے قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہو جاتا ہے۔ ایک روزے کا کفارہ یہ ہے کہ ایک بردہ آزاد کریں۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو دو مہینے متواتر روزے رکھیں یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائیں اگر رمضان میں کسی کو غش آجائے تو اس روزے کی قضا نہ دے۔ باقی دنوں کی قضا دے۔ اگر روزہ دار فجر کے بعد اس خیال سے کچھ کھا جائے کہ فجر نہیں ہوئی یا غروب سے پہلے یہ سمجھکر افطار کرے کہ غروب ہو گیا تو اس پر قضا واجب ہے کفارہ نہیں۔

سحری کھانے میں تاخیر اور افطار کرنے میں تعجیل مستحب ہے۔ افطار میں اتنی دیر کرنا کہ تارے نکل آئیں مکروہ ہے۔

ضعیف لوگ اگر روزہ نہ رکھ سکیں تو نہ رکھیں اور انکے بدلے فدیہ دیں اور وہ یہ ہے کہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو غلہ دے جسکی مقدار صدقہ فطر کے برابر ہو۔ پھر اگر اسے روزہ رکھنے کی طاقت ہو جائے تو قضا بھی کرنے۔ یہ لوگ عذر کی حالت میں روزہ نہ رکھیں۔ جب عذر رفع ہو تو قضا کریں اسکے عوض صدقہ نہ دیں (۱) حاملہ عورت (۲) حیض و نفاس والی عورت (۳) دودھ پلانے والی عورت جب اسے اپنے یا اپنے بچے کی جان کا خوف ہو (۴) مریض جسے مرض کے بڑھ جانے کا ڈر ہو۔ (۵) مسافر لیکن مسافر کو اگر نقصان نہ ہو تو اسے روزہ رکھنا مستحب ہے۔

ان دنوں میں روزہ رکھنا مکروہ ہے (۱) عید الفطر کے دن (۲) عید اضحیٰ کے دن (۳) عید اضحیٰ سے بعد تین دن یعنی گیارہویں سے تیرھویں تک (۴) سال بھر روزے رکھنا اور کسی دن افطار نہ کرنا۔ یہ روزے مستحب ہیں:۔ ایام بیض یعنی ہر مہینے کی تیرہویں چودہویں اور پندرہویں تاریخ کے تین روزے (۲) محرم کے روزے (۳) عید الفطر کے بعد چھ روزے (۴) ذی الحجہ کے پہلے نو دن کے روزے (کذا فی کتب الفقہ الحنفی)

صوم التطوع نفلی روزے۔ جو رمضان کے روزوں کے علاوہ ہوتے ہیں۔ مثلاً عید کے بعد کے چھ روزے۔ یوم عاشورا کا روزہ۔ پیر اور جمعرات کا روزہ۔ ہر مہینے کی تیرہویں چودہویں پندرہویں کے تین روزے۔ اور انہی کو ایام بیض بھی کہتے ہیں مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں ہفتے اور اتوار اور پیر کے تین روزے۔ اسیطرح آخری تاریخوں میں منگل بدھ و جمعرات کے تین روزے۔

صید جو شکار ایسے جانوروں کے ذریعہ سے کیا جائے جو پنجہ یا کچلیوں کے ذریعہ سے شکار کریں اسکا شکار جائز ہے بشرطیکہ ان جانوروں کو سکھایا اور سدھایا جائے۔ اور اسکو کسی مسلمان یا کتابی نے بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑا ہو اور شکار بھاگ سکتا یا اڑ سکتا ہو۔ اور وحشی ہو مانوس نہ ہو۔ اور شکار مارنے میں سدھے ہوئے کتے کے ساتھ دوسرا کتا جو سدھا ہوا نہیں شامل نہ ہو کتے کے سدھانے میں یہ بات لازم ہے کہ وہ شکار مار کر اس میں سے کچھ نہ کھائے اور زیادہ سے زیادہ تین جہاں میں شکار کو جا پکڑے۔ باز کے سدھانے میں یہ ضروری ہے کہ وہ مالک کی آواز سنکر واپس آجائے۔ اگر باز شکار میں سے کچھ کھا جائے تو وہ شکار حلال ہے بخلاف اسکے اگر کتا شکار میں سے کچھ کھا جائے یا تین جھپٹوں کے خالی جانیکے بعد شکار کو پکڑے تو حرام ہو جاتا ہے۔ تیر کے ساتھ بھی شکار مارنا جائز ہے بشرطیکہ بسم اللہ پڑھکر تیر چلایا جائے۔ اور اگر جانور تیر سمیت غائب ہو کر جائے تو اسکو

Marfat.com

تلاش کئے بغیر نہ بیٹھے۔ اور اگر زندہ ہاتھ آجائے تو اسکو
ذبح کرنا ضروری ہے (نشر)
حرم مکہ اور حرم مدینہ میں شکار کھیلنا جائز نہیں
اور نہ احرام کی حالت میں جائز ہے۔ احرام کی حالت
میں پانی کا شکار یعنے مچھلی وغیرہ کو پکڑنا جائز ہے چنانچہ
قرآن مجید میں ارشاد ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
لَاتَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ (س۔ مائدہ ع ۱۳)
مسلمانو! جب تک تم حج یا عمرہ کا احرام باندھے ہو
تو شکار نہ مارو پھر آگے چلکر حکم ہے اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ
الْبَحْرِ وَطَعَامُہٗ مَتَاعًا لَّکُمْ وَلِلسَّیَّارَۃِ (دریا کا شکار
اور اسکا کھانا تمہارے اور (دوسرے) مسافروں کے
فائدے کے لئے تم کو حلال ہے (گو احرام باندھے
ہوئے ہو)۔

باب الضاد

ضارّ ضرر و شر کا خالق۔ یعنی خدا خالق خیر و شر
اور نفع و ضرر ہے۔ اور درد و رنج و شفا
گرمی و سردی خشکی و تری سب پیدا کی ہوئی اُسی کی
ہیں۔ یہ اسم اُن اسماء سے ہے جنکے مشتقات بھی قرآن مجید
میں بعینہ نہیں ملتے۔ ہاں۔ مادّے پائے جاتے ہیں۔

ضبط (۱) ہوشیاری (ص۔ ش) (۲) کلام کو
کماحقہٗ سنکر اسکا مقصد سمجھنا پھر پوری
کوشش سے اُسے یاد رکھنا (نخ)۔

ضحی چاشت کا وقت۔ قرآن شریف کی ایک سورۃ
کا نام ہے جسکی ابتدا میں یہ لفظ وارد ہوا ہے
چنانچہ فرمایا ہے وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی o
(س۔ ضحیٰ ع ۱) چاشت کے وقت کی قسم ہے اور رات کی
قسم ہے جب سب چیزوں کو ڈھانک لے۔
ضحیٰ کے معنے تو چاشت کے ہیں۔ مگر بعض کہتے
ہیں کہ اس آیت میں مجازاً تمام دن مراد ہے کیونکہ
لیل سے اسکا مقابلہ ہوا ہے۔ پھر اس میں اختلاف
ہے کہ اس ضحیٰ سے عام مراد ہے یا خاص مراد لیا گیا
ہے۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ اس ضحیٰ سے
وہ ضحیٰ مراد ہے جسمیں موسیٰ نے اللہ تعالےٰ سے کلام
کیا تھا۔ اور رات سے لیلۃ المعراج مراد ہے۔ بعض
کہتے ہیں کہ ضحیٰ سے روشنی جنت اور لیل سے تاریکی جہنم
مراد ہے۔ اور بعض کے نزدیک ضحیٰ سے ترقی اسلام کا زمانہ
اور لیل سے اسکا تنزل مراد ہے۔ اور بھی بہت سے
احتمال لوگوں نے بیان کئے ہیں۔ (لف)۔

ضحاک ضحاک بن مزاحم ہلالی۔ اکابر علمائے
حدیث میں سے تھے۔ خراسان کے رہنے
والے تھے۔ پہلی صدی ہجری کے بعد فوت ہوئے (ک)

ضحک ہنسنا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ
مِّنْ قَوْمٍ تا فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ o (س حجرات ع ۲)
مسلمانو! مرد مردوں پر نہ ہنسیں۔ عجب نہیں کہ
(جن پر ہنستے ہیں) وہ (خدا کے نزدیک) ان سے بہتر
ہوں۔ اور نہ عورتیں عورتوں پر (ہنسیں) عجب نہیں
کہ (جن پر ہنستی ہیں) وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور آپسمیں
ایک دوسرے کو طعنے نہ دو اور نہ ایک دوسرے کے
نام دھرو ایمان لائے۔ بدتہذیبی کا نام ہی برا ہے اور جو
(ان حرکات سے) باز نہ آئیں تو وہی (خدا کے نزدیک)
ظالم ہیں۔
(۱) عبد اللہ بن زمعہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! تم میں سے کوئی
اپنی بی بی کو غلام کا سا مار نہ مارے پھر اسی دن اخیر
میں اسے اپنے پاس سلائے۔ اور ایک روایت میں

Marfat.com

یوں آیا ہے کہ تم میں کا ایک شخص قصد کرتا پھر اپنی بی بی کو غلام کا سا مارنا مارتا ہے۔ تو (ایسا کرنا مناسب نہیں) ممکن ہے کہ اسی دن کے اخیر میں اسے اپنے پاس سلانے کی ضرورت ہو۔ پھر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو گوز پر ہنسنے کے بارے میں نصیحت کی کہ تم میں ایک شخص اس چیز پر کیوں ہنسے جسے خود کرتا ہے۔ (صح)

(۲) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پورا خندہ کرتے کبھی نہیں دیکھا حتیٰ کہ میں آپ کے کوّے کو دیکھ پاؤں۔ ہاں۔ آپ مسکراتے اور تبسم کیا کرتے تھے۔ (بخ)

(۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیٹا! بہت ہنسا مت کرو۔ کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو کچل ڈالتا ہے (مش)

(۴) جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جس جگہ صبح کی نماز پڑھتے تھے طلوع شمس تک وہاں سے اُٹھتے نہ تھے ہاں جب سورج نکل آتا تو آپ کھڑے ہو جاتے اور صحابی بیٹھے باتیں کیا کرتے زمانہ جاہلیت کے واقعات شروع کرتے اور ہنستے اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اُنکی باتیں سن سن کر مسکراتے (مس)۔

(۵) حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ کسی نے ابن عمرؓ سے پوچھا۔ کیا جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہنسا کرتے تھے۔ ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ ہاں (احیاناً) ہنسا کرتے تھے۔ حالانکہ دلوں میں ایمان پہاڑ سے بڑا تھا۔ (مش)۔

(۶) ابوذرؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! خدا کی قسم جو میں جانتا ہوں اگر تم جان جاؤ تو ہنسو تھوڑا اور رو و بہت (تر۔ ابن)۔

ہنسنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ نماز میں کھلکھلا کر ہنسنے سے نماز کے علاوہ وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے (فق) اگر ولی کنواری لڑکی سے نکاح کے متعلق اسکی رضامندی دریافت کرے اور وہ ہنس پڑے تو اس سے اسکی رضامندی سمجھی جائیگی۔ (ر)

ضُراح بیت المعمور کا نام ہے جو چوتھے آسمان پر کعبے کے مقابل ہے۔ (من)۔

صاحب مدارک فرماتے ہیں کہ چونکہ وہ ہر وقت زیارت کرنیوالے فرشتوں سے بھرا ہوا رہتا ہے اسلئے اسے بیت المعمور کہتے ہیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ ہر دن ۷۰ ہزار فرشتے اسکی زیارت کے لئے آتے ہیں جو پھر کبھی اس میں نہیں آتے (بلکہ ہر دن اسقدر فرشتے نئے آتے رہتے ہیں)

قرآن مجید میں بیت المعمور کا ذکر آیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ (س۔ الطور۔ ع ۱) اور (نیز فرشتوں کے آسمانی کعبہ) بیت المعمور کی قسم ہے۔

ضَرْب (ل) مارنا۔ شہد خالص کے معنے میں بھی آیا ہے (ص۔و) میں ایک خاص طریقے کے ساتھ خدا کا نام لینا۔ وہ کلمہ پڑھنا جس سے ولپر صدمہ پہونچے۔ جھٹکے کے ساتھ کلمہ پڑھنا۔

ضِفْدَع مینڈک۔ اسکا کھانا حرام ہے۔ بیہقی نے سنن میں سہل بن سعد ساعدی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پانچ چیزوں کے قتل سے منع فرمایا ہے۔ چیونٹی۔ شہد کی مکھی۔ مینڈک۔ صرد۔ ہُدہُد۔

ضَعِيفًا کمزور۔ قوی کی ضد ہے۔ قرآن میں ہے خُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا یعنی انسان ایک کمزور ہستی پیدا کیا گیا ہے۔

ضِعْف ضاد کی زیر سے دوگنے کو کہتے ہیں قرآنمجید میں ہے لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً

Marfat.com

یعنی سوو دو نادوں مت کھاؤ۔

ضلالت اس چیز کا گم ہو جانا جو مطلوب تک پہنچا دے۔ (لغ)

ضیافت شرع شریف نے ضیافت اور مہمانی و میزبانی کے متعلق بہت سے واجبات و آداب کی تعلیم دی ہے۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ یعنے جو شخص اللہ اور روز جزا پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے (خ، صح)

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور مہمان کے ساتھ لطف و احسان اور خاطر و مدارات کرنے کی مدت ایک ذات دن ہے اور مہماندار ی تین دن ہے۔ اسکے بعد جو احسان کیا جائے وہ خیرات ہے (صح)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سنت میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ آدمی اپنے مہمان کے ساتھ (جب وہ رخصت ہونے لگے) اسکی تعظیم و تکریم کے لئے حویلی کے دروازہ تک پہونچانے جائے (ابن)۔

مذکورہ بالا آداب تو میزبان کے ذمہ ہیں۔ مہمان کے ذمہ بھی بہت سے آداب ہیں۔ مہمان کو اپنے میزبان کے گھر میں بے اجازت نہ جانا چاہیئے۔ اور جب جائے تو گھر والوں کو سلام کرے۔ مہمان کے ساتھ کوئی اور شخص جسکو دعوت نہیں دیگئی لگا چلا آئے تو اسکی اطلاع میزبان کو کر دینی چاہیئے دسترخوان بچھ چکے تو کوئی اٹھ کر چلا نہ جلا جائے۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کھانے کیلئے دسترخوان بچھا دیا جائے تو کوئی شخص نہ اُٹھے حتیٰ کہ دسترخوان (کھانے سے فراغت ہونے کے بعد) اُٹھا لیا جائے اور تاوقتیکہ اور لوگ اطمینان سے کھانا نہ کھا چکیں یہ اپنا ہاتھ کھانے سے نہ اُٹھائے۔ اور اگر اوروں کے فارغ ہونے سے پہلے دست کشی کرنا چاہتا ہے تو اپنے عذر کو ظاہر کر دے کیونکہ یہ (بے عذر کئے کھانے سے دست کشی کرنا) اسکے ہم نشین کو شرمندہ کرنا ہے۔ یعنے وہ بھی اپنا ہاتھ سکیڑیگا اور ممکن ہے کہ ہنوز اسے کھانے کی ضرورت ہو (ابن)

امام محمد باقرؒ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کے ساتھ کھانا کھاتے تو سب کے پیچھے کھانے سے فارغ ہوتے (مش)۔

مہمان کو چاہیئے کہ کھانے سے فارغ ہو کر میزبان کے حق میں دعائے خیر کرے۔ انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک خاندان سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے، اور وہیں کھانا تناول فرمایا۔ جب باہر تشریف لانے لگے تو گھر کے ایک گوشہ کیطرف اشارہ کیا اور وہاں آپ کے لئے ایک چٹائی پر (اسے نرم کرنیکے لئے) پانی چھڑکا گیا۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے اسپر نماز پڑھی اور ان کے لئے دعا کی (نخ)۔

ابو شریح کی ایک حدیث کے آخری کلمات ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ضیافت تین دن ہے۔ اسلئے جو مہمان کے ساتھ سلوک کیا جائے وہ صدقہ ہے۔ اور مہمان کو میزبان کے پاس اتنا ٹھہرنا جائز نہیں کہ وہ تنگ ہو جائے اور مشقت میں پڑے۔ (نخ۔ مس)۔

علماء نے کہا ہے کہ اگر مہمان کسی عذر یا مرض وغیرہ کی وجہ سے میزبان کے ہاں ٹھہر جائے تو تین روز کے بعد اُسے اپنے پاس سے کھانا پینا چاہیئے۔ میزبان کو کسیطرح کی تکلیف نہ دے اور اُسے تشویش میں نہ ڈالے

Marfat.com

مطلب یہ کہ مہمان کو چاہیئے کہ کسی طرح پر صاحب خانہ کا بار خاطر نہ ہو۔ اس سے ہم یہ مستنبط کرتے ہیں کہ مہمان فرمائش نہ کرے۔ کھانے کی مقدار کیفیت میں نکتہ چینی نہ کرے صاحب خانہ پر اپنی بے رغبتی کو اگر ہو بھی ظاہر نہ ہونے دے

ضیف (ل) مہمان۔ تفصیل کے لئے دیکھو (ضیافت)

بابُ الطاء

طارق (ل) رات میں آنیوالا۔ قرآن مجید کی چھیاسویں (۸۶) سورت میں جو نکہ یہ لفظ آیا ہے اس سورت کا نام بھی طارق رکھا گیا۔ یہ سورۃ اسطرح شروع ہوتی ہے وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَا اَدْرٰكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝ آسمان کی قسم اور رات میں آنیوالے کی (قسم) اور (اے پیغمبر) تم کیا سمجھے ہو کہ رات کا آنیوالا کیا ہے (وہ) چمکتا ہوا تارہ (ہے) اس سورۃ کی سترہ (۱۷) آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

اس میں جو طارق کا لفظ آیا ہے اسکے مفہوم میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض عام ستارے مراد لیتے ہیں اور بعض زحل۔ کوئی ثریا کا گچھا مراد لیتا ہے بعض شہاب ثاقب کہتے ہیں۔

طاعت فرمانبرداری۔ قرآن مجید میں یہ لفظ صرف ایک دفعہ ہی آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ز فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِىْ تَقُوْلُ ط (س۔ النساء۔ ع ۱۱) یعنی (یہ لوگ) کہہ تو دیتے ہیں کہ جو تم کہتے ہو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن جب تمہارے پاس سے اٹھکر باہر جاتے ہیں تو ان میں کچھ لوگ راتوں کو اپنے کہے کے خلاف مشورے کرتے ہیں۔

حدیث میں ہے لَا طَاعَةَ لِلْمَخْلُوْقِ فِىْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ یعنی خالق کی نافرمانی کی بات میں مخلوق کی فرمانبرداری جائز نہیں ہے۔ اور نیز قرآن میں ہے وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا یعنی اگر تیرے ماں باپ تجھے شرک کرنے پر اصرار کریں جو تیرے علم میں جائز نہیں ہے تو انکی اطاعت مت کیجیو

طاعون ایک وبائی مرض کا نام ہے۔ دیکھو (وبا)

طاغوت اصل میں یہ طَيَغُوْت تھا۔ مَلَكُوْت کے وزن پر یا کو الف سے بدل دیا گیا۔ مراد طاغوت سے سرکش ہیں جنکا مصداق بعض نے شیاطین جن و انس کو قرار دیا ہے۔ یعنے انکے گورو اور سرگروہ جو کفریات کی تعلیم کرتے تھے اور بعض کے نزدیک اس سے مراد بت ہیں (لف)۔

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں مذکور ہوا ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْلِيٰٓـؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ط (س۔ بقرہ۔ ع ۳۴) یعنی جو کافر ہیں اُنکے دوست ہیں شیاطین۔ نکال لے جاتے ہیں۔ انکو روشنی سے اندھیروں میں۔

طالب (ل) دریافت کرنے والا۔ ڈھونڈھنے والا۔ عموماً طالب العلم کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو لوگ علم دین حاصل کرنے کے لئے سفر کرتے ہیں۔ رستہ میں فرشتے ان کے پاؤں کے نیچے اپنے پر بچھاتے ہیں۔

طالوت ایک شخص کا لقب ہے جو حضرت سموئیل علیہ السلام نے آگے بنی اسرائیل کی اپنے لئے کسی آدمی کو بادشاہ بنانے کی درخواست پر ان کا بادشاہ بنایا گیا تھا۔ اسکا نام ساؤل تھا۔ باپ کا نام قیس تھا۔

Marfat.com

بنی اسرائیل میں اس سے بڑھکر کوئی خوبصورت نہ تھا۔ (لغت)۔

قرآن مجید میں اسکا قصہ یوں آیا ہے:۔ اَلَمۡ تَرَ اِلَى الۡمَلَاِ مِنۡۢ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰى تا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ۰ (س۔ بقرہ ع ۳)

(اے پیغمبر!) کیا تم نے بنی اسرائیل کے سرداروں (کی حالت) پر نظر نہیں کی کہ ایک زمانے میں انہوں نے موسیٰؑ کے بعد اپنے (وقت کے) پیغمبر (سموئیل) سے درخواست کی تھی کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کیجئے کہ ہم (اسکے سہارے) سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں (پیغمبر نے) کہا۔ اگر تم پر جہاد فرض کیا جائے تو تم سے کچھ بعید نہیں کہ تم نہ لڑو۔ بولے کہ ہم اپنے گھروں اور اپنے بال بچوں سے تو نکالے جا چکے تو ہمارے لئے اب کونسا عذر ہے کہ خدا کی راہ میں نہ لڑیں۔ پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے معدودے چند کے سوا باقی سب پھر بیٹھے اور اللہ تو بے فرمانوں کو خوب جانتا ہے۔ اور انکے پیغمبر نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے (تمہاری درخواست کے مطابق) طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کیا۔ (اس پر) لگے کہنے کہ اسکو ہم پر کیونکر حکومت ملسکتی ہے۔ حالانکہ اس سے تو حکومت کے ہم ہی زیادہ حقدار ہیں۔ کہ اسکو تو مال (و دولت کے اعتبار) سے بھی کچھ ایسی فارغ البالی نصیب نہیں (پیغمبر نے) کہا کہ اللہ نے تم پر (حکمرانی کے لئے) اسی کو پسند فرمایا ہے اور (مال میں نہیں تو) علم (میں) اور جسم میں اسکو (بڑی) فراخی دی ہے۔ اور اللہ اپنا ملک جسکو چاہے دے۔ اور اللہ (بڑی) گنجائش والا (اور سب کے حال سے) واقف ہے۔ اور اُن کے پیغمبر نے اُن سے کہا کہ طالوت کے (منجانب اللہ) بادشاہ ہونے کی یہ نشانی ہے کہ وہ صندوق جسمیں تمہارے پروردگار کی (بھیجی ہوئی) تسلی (یعنی توراۃ) ہے اور (نیز) موسیٰ اور ہارون جو (یادگار) چھوڑ مرے ہیں ان میں کی بچی کھچی چیزیں (بھی اس میں) ہیں (وہ بے لڑے) تمہارے پاس آجائیگا۔ (اور) فرشتے اسکو اُٹھا لائینگے۔ (دیکھو سکینہ) اگر تم ایمان رکھتے ہو تو یہی ایک بات تمہارے لئے نشانی (کافی) ہے۔ پھر جب طالوت فوجوں سمیت (اپنے مقام سے) روانہ ہوا تو (اس نے اپنے ہمراہیوں سے) کہا کہ (رستے میں ایک نہر پڑے گی) اللہ (اس) نہر سے تمہاری (یعنے تمہارے صبر کی) جانچ کرنیوالا ہے تو (جو سیر ہو کر) اسکا پانی پی لیگا وہ ہمارا نہیں اور جو اسکو نہیں پیئے گا وہ ہمارا ہے۔ مگر (ہاں) اپنے ہاتھ سے کوئی ایک (آدھ) چلّو بھر لے (اور پی لے تو مضائقہ نہیں) پس ان لوگوں میں سے معدودے چند کے سوا سب ہی نے تو اس (نہر) میں سے (سیر ہو کر) پی لیا پھر جب طالوت اور ایمان والے جو اُسکے ساتھ تھے نہر کے پار ہو گئے تو (جن لوگوں نے طالوت کی نافرمانی کی تھی) لگے کہنے کہ ہم میں تو جالوت اور اُسکے لشکر سے مقابلہ کرنیکا آج دم ہے نہیں (اس پر) وہ لوگ جن کو یقین تھا کہ انکو خدا کے حضور میں جانا ہے بول اُٹھے اکثر (ایسا ہوا ہے کہ) اللہ کے حکم سے تھوڑی جماعت بڑی جماعت پر غالب آگئی ہے اور اللہ صبر کرنیوالوں کا ساتھی ہے۔ اور جب جالوت اور اسکی فوجوں کے مقابلے میں آئے تو دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر صبر (کی پکھالیں) انڈیل دے اور (معرکۂ جنگ میں) ہمارے پاؤں جمائے رکھ اور کافروں کی جماعت پر ہمیں فتح دے۔

ل حضرت موسےٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد چند روز بنی اسرائیل کی حالت اچھی رہی کہ وہ ملک کنعان میں فتوحات کرتے چلے جاتے تھے مگر تھے بے چین ایک وضع پر قائم نہیں رہتے تھے۔ قدیمی شرارتیں پھر شروع کیں۔ خدا نے دشمنوں کو ان پر غلبہ دیا۔ اور ان کے مخالف جالوت بادشاہ نے ان کو بہت دق کیا۔ اسوقت سموئیل پیغمبر تھے۔ بنی اسرائیل نے انکیطرف رجوع کیا ۱۲

Marfat.com

پھر ان لوگوں نے اللہ کے حکم سے دشمنوں کو بھگا دیا۔ اور جالوت کو داؤد نے قتل کیا اور انکو خدا نے سلطنت دی اور (انتظامی) عقل (عطا فرمائی) اور جو (علم و ہنر) اسکی مرضی میں آیا انکو سکھا دیا۔ اور اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعے سے بعض کو (کرسی حکومت پر سے) نہ ہٹاتا رہے تو ملک (کا انتظام) درہم برہم ہو جائے۔ لیکن اللہ دنیا جہان کے لوگوں پر (بڑا) مہربان ہے۔

طٰہٰ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جسکے شروع میں ہی یہ لفظ آیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:۔ طٰهٰ ۔ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى ۔ (س طٰہٰ ع ۱) (اے پیغمبر) ہمنے تم پر قرآن اسلئے تو نازل نہیں کیا کہ تم (اسکی وجہ سے) مشقت اٹھاؤ۔

طاہر (ل) پاک صاف۔ (ص) میں اس عورت کو کہتے ہیں جو حیض و نفاس سے پاک ہو۔

طاہر الباطن وہ شخص جسے خدا وند کریم شیطانی وسوسوں سے نگاہ رکھے۔ (تع)

طاہر السّر اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی حالت میں خدا کی یاد سے غافل نہ رہا ہو۔ (تع)

طاہر السّر و العلانیہ اس کو کہتے ہیں جو ہمیشہ خدا اور اسکی مخلوق کے حقوق بجالانے کی کوشش کرتا ہے۔ (تع)

طاہر الظاہر وہ شخص جس کو خدا نے گناہوں سے محفوظ رکھا ہو۔ (تع)

طائف چھوٹا سا شہر جبل غزوان پر آباد ہے۔ مکہ سے تقریباً تین منزل پر مشرقی جانب واقع ہے۔ اس پہاڑ پر بنی سعد اور ہذیل کے تمام قبائل آباد ہیں۔ ثقیف و ہوازن کا بھی یہی مرکز ہے۔ یہ بڑی بلند جگہ ہے اسلئے سرد مقام ہے۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر پانی جم جاتا ہے۔ تمام حجاز میں اس سے زیادہ شاداب سرد اور بہار افزا کوئی مقام نہیں۔ یہاں میوے بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ قسم قسم کا انگور اور طرح طرح کے انار نہایت شیریں اور بڑے بڑے دانوں کے انجیر اور بہت سے میوے اور ترکاریاں ہوتی ہیں۔ مکہ میں جو میوے آتے اور ارزاں بکتے ہیں۔ سب کا خزانہ یہی مقام ہے۔ گرمی میں ترکی حکام اور دولتمند اشخاص اس پہاڑ پر چلے جایا کرتے ہیں مکہ سے وہاں تک تار لگا ہوا ہے۔ مکہ میں جو نہر زبیدہ جاری ہے جسکو زبیدہ خاتون ہارون رشید کی بیگم نے بنوایا تھا اسی سلسلہ پہاڑ کے کسی چشمہ سے نکلتی ہے (جغر)

طائف کو طائف اسوجہ سے کہتے ہیں کہ جب طوفان آیا تھا تو اتنا خطہ زمین کا غرق آب نہ ہوا بلکہ پانی کے اوپر رہا۔ یا اسوجہ سے کہ فرشتہ جلیل جبرئیل نے اسکو خانہ کعبہ کا طواف کرایا تھا کیونکہ دراصل یہ مقام شام میں تھا۔ وہاں سے پروردگار نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے حجاز میں اٹھوا منگایا تھا۔ (صنا)

طاؤس ابو عبدالرحمن طاؤس بن کیسان مشاہیر علماء میں سے تھے۔ فقہ میں پوری دستگاہ رکھتے تھے۔ عمرو بن دینار کہتے تھے کہ میں نے طاؤس جیسا کوئی عالم نہیں دیکھا۔ مکہ میں حج کرتے فوت ہوئے۔ امام حسن بن علی کرم اللہ وجہہ کے فرزند عبداللہ نے آپکا جنازہ اٹھایا۔ (دکن)

طاؤس مور کو بھی کہتے ہیں۔ اور طاؤس آتش پر

---

[1] طالوت کے لشکر میں داؤد علیہ السلام بھی تھے۔ انہوں نے جالوت کو مارا۔ طالوت نے اپنی بیٹی ان سے بیاہ دی۔ اس سلسلے سے طالوت کے بعد داؤد علیہ السلام بادشاہ ہوئے۔ قرآن کے دوسرے مقامات میں یہ بھی مذکور ہے۔ داؤد علیہ السلام کو زرہ بنانی بھی آتی تھی اور جانوروں کی بولیاں بھی سمجھتے تھے۔ عجب نہیں کہ صنعت اور علم میں اسی کیطرف اشارہ ہو۔

Marfat.com

اور طاؤس مشرق خرام آفتاب کو کہتے ہیں۔

طبیب ڈاکٹر۔ حکیم۔ دواؤں کے خواص جاننے والا علم طب سے واقف۔

طبِ روحانی روح کے معالجات کا فن۔ قلوب کے کمالات اور انکی آفات اور امراض اور انکی دواؤں کا علم اور ان حفظ صحت اور اعتدال کو جاننے کا نام طب روحانی ہے۔ (تع)۔

طحاوی ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ کو کہتے ہیں جو حنفی المذہب اور مشہور و معروف فقیہہ تھے۔ آپ کی کئی ایک نہایت عجیب تصانیف ہیں جن میں سے احکام القرآن اور اختلاف العلماء اور معانی الآثار شہرۂ آفاق ہیں۔ ۳۲۱ھ میں مصر میں وفات پائی۔ (کن)۔

طریقت (ص) ہیں عبادت الٰہی کا وہ خاص مسلک جسکو بزرگان دین باطنی اور شرعی طور سے تعلیم کرتے ہیں۔ دیکھو (شریعت اور طریقت)۔

طسم طسم اور جدیس مکہ کی دو قدیمی قوموں کے نام ہیں جنکا ذکر اب صرف روایات میں ملتا ہے اور کوئی نشان انکا باقی نہیں ہے (جح)۔

روایت بیان کیگئی ہے کہ ان دونوں قوموں پر ایک عیاش بادشاہ حکمران تھا۔ غلبہ شہوت میں اس نے ارادہ کیا کہ قوم جدیس کی ہر تازہ دُلہن کے ساتھ پہلے خود عیش منایا کرے۔ اس پر لوگوں میں اسکے خلاف ایک جوش پیدا ہوگیا۔ اور اس کے قتل کے لئے سازش کیگئی لوگوں نے ایک شاہی دعوت کا سامان کیا۔ اور بادشاہ اور اسکے وزراء کو ضیافت میں بُلایا۔ چند مسلح جوان گھات میں بیٹھ گئے۔ جب بادشاہ اور اسکے رفقاء مجلس کے ناچ رنگ میں محو مسرت ہوگئے تو وہ خون کے پیاسے جوان تلواریں سونت کر اس ظالم جماعت پر لوٹ پڑے اور سب کا قیمہ کر ڈالا۔

طعام کھانا۔ خوراک۔ کھانے کی چیز۔ قرآن مجید میں حکم ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ تا فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۲۱) مسلمانو! ہم نے جو تم کو رزق طیب دے رکھا ہے (اسکو بے تامل) کھاؤ اگر تم اللہ ہی کی بندگی کا دم بھرتے ہو تو اسکا شکر (بھی) کرو اس نے تو تم پر بس مرا ہوا (جانور) اور خون اور سور کا گوشت حرام کیا ہے۔ اور (نیز) وہ (جانور) جسکو خدا کے سوا کسی اور (کی عبادت) کے لئے (حلال اور) نامزد کیا جائے۔ تو جو (بھوک سے) بیقرار ہو جائے (اور) عدول حکمی کرنے والا اور حد سے بڑھ جانیوالا نہ ہو۔ تو اس پر (انمیں سے کسی چیز کے کھا لینے کا بھی) گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا خَالِصَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ (س اعراف ع ۴) (اے پیغمبر ان لوگوں سے) پوچھو کہ اللہ نے جو زینت (کے ساز و سامان) اور کھانے (پینے) کی ستھری چیزیں اپنے بندوں کے لئے پیدا کیں انکو کس نے حرام کیا ہے (یہ تو اسکا کیا ہی جواب دینگے تم ہی انکو سمجھا دو) کہ جو لوگ دنیا کی زندگی میں ایمان لائے ہیں قیامت کے دن یہ (نعمتیں) خاصکر انہی کو دیجائیگی۔

حُرِّمَتْ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ تا وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ (س مائدہ ع ۱) مسلمانو! مرا ہوا (جانور) اور لہو اور سور کا گوشت اور جو (جانور) خدا کے سوا کسی اور کے نامزد کیا گیا ہو۔ اور جو گلا گھٹنے سے مرگیا ہو اور جو چوٹ سے مرا ہو اور جو اوپر سے گر کر مرا ہو۔ اور جو (کسی جانور کا) سینگ لگ کر مرا ہو۔ یہ سب چیزیں تم پر حرام کر دیگئیں اور (نیز وہ جانور) جسکو درندوں نے (پھاڑ) کھایا۔ مگر جس (کے مرنے سے پہلے تم اس)

Marfat.com

کو حلال کرلو تو وہ حرام نہیں)۔ اور نیز جو کسی نھان پر (چڑھا کر) ذبح کیا گیا ہو۔ اور یہ بھی منع ہے کہ ساجھے کے جانور کا گوشت (جوئے کے طور پر) تیروں (کے پاسوں) سے آپسمیں تقسیم کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (س۔ مائدہ۔ ع ۱۲)

مسلمانو! شراب اور جوا اور بت اور پاسے تو بس ناپاک شیطانی کام ہیں تو اس سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ (رر)

شریعت میں حلال مال کماکر کھانے کی سخت تاکید ہے۔ اور حرام کھانے پر وعید ہے۔

روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ طلب حلال ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اور فرمایا جو شخص چالیس دن تک حلال کھاتا رہے اللہ اُس کے دل کو نورانی کر دیتا ہے اور اسکے دل میں سے دانائی کے چشمے اسکی زبان پر جاری کر دیتا ہے۔ اور فرمایا جو شخص (مثلاً) ایک قمیص دس درم کو خریدے اور اسکی قیمت میں ایک درم حرام ہو۔ تو جب تک وہ اسکو پہنے ہوئے ہے اسکی نماز قبول نہیں ہوگی۔ اور فرمایا جو شخص اسبات کی پروا نہیں کرتا۔ کہ کس ذریعہ سے مال کما رہا ہے تو خدا بھی اسبات کی پروا نہیں کریگا۔ کہ اسکو دوزخ میں کہاں ڈال دیا۔

جن جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے اور جنکا گوشت حرام ہے۔ شریعت میں سب کی تفصیل موجود ہے۔ یہ جانور حرام ہیں۔

(۱) دانت سے شکار کرنیوالے درندے (۲) پنجے سے شکار کرنیوالے جانور (۳) حشرات الارض یعنے وہ جانور جو زمین میں رہتے ہیں۔ جیسے چوہا۔ گھونس۔ چھچھوندر۔ سیہ۔ سانپ وغیرہ (۴) بستی کے گدھے (۵) خچر (۶) گھوڑا۔ امام اعظم رہ کے نزدیک حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے۔ پہلا قول احتیاط پر اور دوسرا التوسع پر مبنی ہے۔ (۷) بجو (۸) گوہ (۹) بھڑ۔ (۱۰) بڑا سیاہ کوا (۱۱) گدھ (۱۲) ابلق کوا جو مردار کھاتا ہے (۱۳) ہاتھی (۱۴) جنگلی چوہا (۱۵) نیولا (۱۶) تمام دریائی جانور مچھلی کے سوا۔

ان کے سوا باقی جانور جو عام طور پر سب جگہ پائے جاتے ہیں حلال ہیں۔ مچھلی اور ٹڈی کو ذبح کئے بغیر کھانا بھی درست ہے۔ ذبح کے مسائل کے لئے دیکھو (ذبح)

حلال جانور کی شرمگاہ۔ کپورے۔ غدود۔ پھکنا پتا۔ بہتا ہوا لہو کھانا مکروہ ہے۔

نباتات وجمادات سے بھی بعض چیزیں حرام ہیں جنکا ذکر حلال حرام کے لفظوں میں موجود ہے مسلمان اور اہل کتاب یعنے یہودی وعیسائی کا ذبیحہ حلال ہے۔ مجوسی اور بت پرست اور مرتد کا ذبیحہ حلال نہیں۔ (قد)۔

عیسائی کا ذبیحہ اس صورت میں حلال ہے کہ وہ مسیح کو معبود نہ سمجھتا ہو۔ اگر وہ مسیح کو معبود سمجھتا ہے تو اسکا حکم مجوسی کا سا ہے پھر اسکا ذبیحہ حلال نہ ہوگا اور شرط یہ ہے کہ ذبح کرنے والا ملّۃ توحید کا تابع ہو۔ یا تو اعتقاداً جیسے مسلمان۔ یا دعوےً جیسے کتابی۔ نیز وہ اللہ کا نام لے سکتا ہو ورنہ اسکا ذبیحہ حلال نہ ہوگا (جوہرہ نیرہ)۔

گوشت کے سوا باقی ہر قسم کا کھانا ہندو۔ مجوسی وغیرہ سے بھی لیکر کھانا بھی جائز ہے۔ شیعہ لوگ ہندوؤں کا کھانا نجس سمجھتے ہیں۔ یہ اختلاف متفرع ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت سے کہ إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ یعنے مشرک لوگ نجس ہیں۔

شیعہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں مشرکوں کے نجس ہونے کا ارشاد ہوتا ہے پس انکا کھانا بھی نجس

Marfat.com

ہونا چاہئے۔ سُنّی کہتے ہیں کہ آیت کا سیاق و سباق
صاف بتا رہا ہے کہ اس سے نجاست جسمانی مراد نہیں
بلکہ نجاست روحانی مراد ہے جو کفر و شرک اور فتنہ گری
ہے اور اس سے اُن لوگوں کا کھانا نجس نہیں ہوسکتا۔

ہندوستان کے مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ
رہتے رہتے جہاں اور سینکڑوں ہندوانہ مراسم اپنے مشاغل
و عادات میں داخل کر لی ہیں وہاں ایک چھوت چھات
کا مسئلہ ہے۔ ہندوستانی مسلمان ہندوؤں کی دیکھا
دیکھی غیر قوم کے لوگوں کے ساتھ کھانے پینے سے پرہیز
کرتے ہیں۔ انکا جھوٹا نہیں چکھتے۔ اور ان کے ساتھ
چھو جانے سے اپنے جسم اور کپڑے کو بچاتے ہیں۔ یورپین
لوگوں کے ساتھ شامل ہوکر کھانے پینے سے قطعی
نفرت کرتے ہیں اور ایک چوہڑا چمار اگر نہا دھو کر
اجلے کپڑے پہنے ہوئے بھی ہو تو اسکے ساتھ چھو جانا
گناہ سمجھتے ہیں۔ یہ باتیں ہندوؤں کی رسموں میں سے
ہیں۔ اسلام کے ساتھ ان کو کوئی تعلق نہیں۔ ستم ظریفہ یہ کہ
یہ لوگ انگریزوں اور دیگر یورپین لوگوں کے کھانے
تو نفرت کرتے ہیں اور ہندوؤں، سکھوں اور بُت
پرستوں کے کھانے کو برا نہیں سمجھتے ہیں حالانکہ وہ
اہل کتاب ہیں جنکے ساتھ کھانے پینے اور انکی لڑکی
کے ساتھ شادی کرنے کی اسلام نے اجازت دی ہے
اور یہ مشرک لوگ ہیں جو شیعوں کے نزدیک تو نجس
العین ہیں اور انکا ذبیحہ سُنیوں کے نزدیک بھی
حلال نہیں۔

طلاق

(ل) رہا ہونا۔ چھوٹ جانا (ص۔ ش)
میں اس قید کو اُٹھا دینے کا نام ہے جو
نکاح کے شرعی طریقے سے عورت و مرد کے درمیان
قائم ہوئی تھی۔ (کنز الدقائق)۔

قرآن مجید کی آیات ذیل میں طلاق کا ذکر آیا ہے
اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ
(س۔ بقرہ۔ ع ۲۹) طلاق دو بار ہے (دو طلاقوں کے بعد یا تو)
دستور کے مطابق (زوجیت میں) رکھنا ہے یا حسن سلوک
کے ساتھ رخصت کر دینا فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ
مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (س۔ بقرہ۔ ع ۲۹)
اب اگر عورت کو (تیسری بار) طلاق دے دی تو
اسکے بعد جب تک عورت دوسرے شوہر سے نکاح
(کرکے ہمبستری) نہ کرلے اسکے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔
يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ
لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ (س۔ طلاق۔ ع ۱)
اے پیغمبر (مسلمانوں سے کہو کہ) جب تم (اپنی) بیبیوں کو
طلاق دینی چاہو تو انکو انکی عدت کے شروع میں طلاق
دو۔ اور (طلاق کے بعد ہی) عدت گننے لگو۔

اسکے علاوہ سورۃ بقرہ کے رکوع ۳۰۔ ۳۱ اور
سورۃ النساء رکوع ۳ میں بھی طلاق کے متعلق احکام
نازل ہوئے ہیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو عورت بغیر کسی تکلیف
ہونے کے اپنے شوہر سے طلاق کی درخواست کرے
اسپر جنت کی بُو تک حرام ہے (مش)

ابن عمر سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسند
چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے (مش)۔

اہل سنت والجماعۃ کے نزدیک یہ الفاظ کہنے سے
کہ تجھکو طلاق ہے۔ یا ایسے الفاظ سے جو اسکے قریب
قریب ہوں۔ یا ایسے الفاظ و اشارات سے جن سے مراد
طلاق ہو۔ طلاق پڑ جاتی ہے۔ خواہ کسیکے سامنے طلاق
کے الفاظ کہے یا تنہائی میں۔ اور چاہے بیوی سنے یا
نہ سنے۔ پھر عورت مرد کے نکاح سے نکل کر اجنبی اور غیر
ہو جاتی ہے۔ اسکے ذمے مرد کا کوئی حق اور مرد کے ذمے
اسکا کوئی حق قائم نہیں رہتا۔ اور اسکے لئے اس مرد سے

Marfat.com

دور رہنا اور پردہ کرنا اسی طرح لازم ہو جاتا ہے جسطرح اجنبی سے۔ آزاد عورت کا شوہر تین طلاقوں کا مالک ہے۔ اور لونڈی کا خاوند دو طلاقوں کا۔ طلاق کے مالک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صرف اتنی طلاقوں کے اندر عورت کو اس نکاح میں واپس لانے یا جدید نکاح سے تعلق تازہ کرنے کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ اتنی طلاقیں دیجانے کے بعد نہ یہ گنجائش باقی رہتی ہے نہ اس سے زائد طلاق کا کوئی معنے ہو سکتا ہے۔

اثر کے لحاظ سے طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ رجعی۔ بائن اور مغلظہ۔ طلاق رجعی وہ ہے جس کے بعد شوہر اگر چاہے تو عدت سے پہلے پہلے پھر اس عورت کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے۔ دیکھو لفظ (عدت) اور یہ اسطرح ہے کہ آزاد عورت کو صرف ایک یا دو طلاقیں دیجائیں۔ اور ان میں کوئی ایسا لفظ نہ بولا جائے جس سے نکاح بالکل ٹوٹ جاتا ہے (ان لفظوں کی تشریح آگے آتی ہے)۔ طلاق رجعی کے بعد عورت کو اپنی زوجیت میں واپس رکھنے سے وہ بیوی تو بن جاتی ہے مگر جن تین طلاقوں کا وہ پہلے مالک تھا۔ انہیں سے ایک یا دو جتنی رجعی طلاقیں اس نے دی ہیں وہ اسکے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ اور اگر احیاناً پھر اس نے ایک یا دو طلاقیں دیں جنسے تین کی تعداد پوری ہوگئی تو طلاق کی وہ صورت پیدا ہو جائے گی جس کا ذکر ابھی طلاق میں آتا ہے۔

طلاق بائن۔ وہ ہے جس سے عورت مرد سے بالکل جدا ہو جاتی ہے۔ مگر دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ اسکی صورتیں یہ ہیں (۱) ایک طلاق رجعی جس میں بلا رجعت عدت گذر جائے (۲) دو طلاق رجعی۔ جنہیں بلا رجعت عدت گزر جائے۔ (۳) ایک طلاق جو غیر مدخولہ کو دیجائے خواہ عدت نہ گزری ہو (۴) ان خاص الفاظ سے طلاق دینا جو طلاق بائن کا اثر رکھنے ہیں۔ (انکی تفصیل کتب فقہ میں درج ہے۔

طلاق مغلظہ۔ وہ ہے جس سے مرد و عورت میں قطعی فراق واقع ہو جاتا ہے اور اسوقت وہ دوبارہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ جب تک کہ وہ کسی دوسرے شخص کے نکاح میں آکر بیوہ یا مطلقہ نہ ہولے۔ اور اسکی صورت یہ ہے کہ تین رجعی طلاقیں یا تین بائن طلاقیں فی الفور یا کسیقدر وقفے سے دی جائیں۔ خواہ وہ وقفہ مہینوں اور سالوں کا ہو۔

طلاق دینے کا جو طریقہ ہے اسکی اچھی یا بری نوعیت کے لحاظ سے طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ طلاق احسن۔ طلاق حسن۔ طلاق بدعی۔

طلاق احسن۔ یعنے سب سے اچھی طلاق یہ ہے کہ جس طہر میں عورت سے وطی نہ کی ہو اس میں صرف ایک طلاق دیجائے اور اسی حالت میں عدت گزر جائے۔ اس سے طلاق بائن پڑے گی۔

طلاق حسن۔ یعنی اچھی طلاق یہ ہے کہ جس عورت سے ابھی وطی نہیں کی۔ اسکو حیض یا طہر میں ایک طلاق دے۔ اور جس سے وطی کر چکا ہے اسکو تین طہروں میں ایک ایک طلاق دے کر تین طلاقیں پوری کر دے اور اس اثنا میں وطی نہ کی جائے۔ اگر عورت بوڑھی یا کم عمر ہو تو تین مہینوں میں تین طلاقیں دے اسکو طلاق مسنون اور طلاق جائز بھی کہتے ہیں۔

طلاق بدعی یہ ہے کہ دو یا تین طلاقیں ایک ہی بار دیجائیں۔ یا ایک ہی طہر میں متفرق کر کے دیجائیں مگر ان کے درمیان رجعت نہ کی جائے۔ یا اس طہر میں ایک طلاق دے جس میں وطی کی ہو۔ یا اس عورت کو حیض میں طلاق دے جس میں وطی کر چکا ہو۔ طلاق بدعی واقع ہو جاتی ہے مگر ایسی طلاق دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔

ہر عاقل اور بالغ خاوند کی دی ہوئی طلاق

Marfat.com

پڑ جاتی ہے اگرچہ وہ نشے میں مست ہو۔ یا ہنسی اور غصے سے دے۔ گونگے کی طلاق اشارے سے واقع ہوگی۔ نابالغ لڑکے۔ مجنون اور سوتے کی طلاق نہیں پڑتی۔ اہل حدیث (غیر مقلدین) کے نزدیک غصے کی حالت میں دی ہوئی طلاق بھی نہیں پڑتی۔

جن لفظوں یا اشاروں سے طلاق دیجاتی ہے انکے لحاظ سے طلاق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک طلاق صریح دوسری طلاق بالکنایہ۔

طلاق صریح کی مثال۔ "میں نے تجھکو طلاق دی"۔ "تجھکو طلاق ہے" یا "تو طلاق ہے"۔

طلاق بالکنایہ۔ یعنے اشارہ کے ساتھ طلاق کی مثال "عدت میں بیٹھ" یا "تو حرام ہے" یا "اپنے میکے چلی جا" یا "تجھکو رخصت کیا" یا "تو جان تیرا کام جانے" یا "نکل جا" یا "چل کھڑی ہو"۔ وغیرہ۔ طلاق صریح سے طلاق رجعی۔ اور طلاق بالکنایہ سے بائن واقع ہوتی ہے۔ طلاقوں کی تعداد کا لحاظ عدد کے لفظ سے بھی ہوسکتا ہے اور تکرار سے بھی۔ مثلاً تین طلاقیں دینی ہوں تو کہے تجھ کو تین طلاقیں یا کہے۔ تجھکو طلاق۔ طلاق۔ طلاق۔

طلاق کا اختیار شوہر کے ہاتھ میں ہوتا ہے ہاں اگر شوہر اپنی بیوی کو اختیار دیدے تو وہ خود بھی طلاق ڈال سکتی ہے۔ شوہر طلاق دے دے تو بیوی رد نہیں کرسکتی۔ اگر عورت کو نکاح کے بعد شوہر کے ساتھ خلوت صحیحہ کا موقع نہ ہوا ہو اور خاوند نے طلاق دے دی ہو تو طلاق بائن پڑے گی خواہ طلاق صریح دی ہو یا بالکنایہ ایسی عورت کو ایک ہی طلاق کافی ہے دوسری اور تیسری کا اختیار نہیں۔ اور اس عورت کو طلاق کے بعد عدت کی بھی ضرورت نہیں۔ فوراً دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

طلاق مغلظہ کے بعد جبتک عورت اس شوہر کے لئے اسوقت تک کسی صورت میں حلال نہیں ہوسکتی جب تک کسی دوسرے شوہر سے نکاح اور ہمبستری کرکے مطلقہ یا بیوہ نہ ہوجائے۔ اسلئے بعض ناعاقبت اندیش عورت کو طلاق مغلظہ دے چکنے کے بعد جب پچھتاتے ہیں تو اسکو دوبارہ نکاح میں لانے کے لئے ایک حیلہ کیا کرتے ہیں جسکو حلالہ کہتے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو لفظ (حلالہ)۔

نکاح سے پہلے اگر عورت کو کہہ دیا جائے کہ تجھ سے نکاح کروں تو تجھکو طلاق ہے۔ تو نکاح کرتے ہی طلاق بائن پڑجائے گی۔ اب ضرورت ہوئی تو دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا۔ ہاں۔ اگر یونہی کسی اجنبی عورت سے کہے کہ تجھ کو طلاق۔ اور یہ شرط نہ لگائے کہ اگر نکاح کروں تو نکاح ہوجانے پر طلاق نہیں پڑے گی۔

اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ سے کہے کہ اگر تو فلاں کام کرے تو تجھ کو طلاق۔ پھر اگر عورت وہ کام کرے گی تو رجعی طلاق پڑجائے گی۔ اگر مرد نے کہا ہو کہ جتنی مرتبہ تو یہ کام کریگی تو طلاق مغلظہ پڑجائیگی۔

اگر کوئی بیمار شخص بیماری کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ پھر وہ عورت کی عدت کے اندر ہی وفات پاجائے تو عورت اسکے ورثہ میں سے حصہ پائیگی خواہ طلاق رجعی ہو کہ بائن۔ اگر اس نے عدت ختم ہو چکنے کے بعد وفات پائی تو عورت وارث نہ ہوگی۔ بیمار شوہر کی طلاق بائن میں اگر عورت کا قصور ہو تو ایسی صورت میں عدت کے اندر شوہر کے مرنے سے بھی وہ وارث نہ ہوگی۔

خلع۔ ظہار۔ ایلاء کے مسئلے بھی طلاق کے مسائل کے ساتھ خاص تعلق رکھتے ہیں۔ انکا ذکر اپنے اپنے موقع پر دیکھو۔

مذکورہ بالا مسائل سنی مذہب کے مطابق تھے شیعی مذہب کے مسائل ان سے متفاوت ہیں۔

شیعی مذہب میں طلاق کی شرائط یہ ہیں :۔

Marfat.com

(۱) مرد جوان ہو (۲) خود مختار ہو (۳) طلاق اپنے ارادہ سے دے اس مذہب میں شرط ہے کہ طلاق صرف عربی زبان کے لفظ طلاق سے واقع ہوگی۔ اسلئے اسکے نزدیک طلاق بالکنایہ صحیح نہیں۔

تین طلاق یک دفعہ دینے سے شیعہ اور بعض غیر مقلدین کے نزدیک ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے اور تمام اہل السنۃ والجماعۃ اس امر پر متفق ہیں کہ تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں۔ اگرچہ یہ طریق اچھا نہیں ہے اور بدعات سے ہے۔ اس مسئلہ میں کئی مستقل تصانیف موجود ہیں۔ رسالہ عمدۃ الابحاث فی وقوع طلاق الثلاث مولوی فقیر محمد صاحب جہلمی کی تصنیف سے ایک فیصلہ کن کتاب ہے جس میں طلاقیں پڑ جانے کا ثبوت مکمل اور مخالفین کی دلائل پوری تردید ہے۔

طلاق احسن دیکھو (طلاق)۔

طلاق بائن دیکھو (طلاق)۔

طلاق بدعی دیکھو (طلاق)۔

طلاق بالکنایہ دیکھو (طلاق)۔

طلاق حسن دیکھو (طلاق)۔

طلاق رجعی دیکھو (طلاق)۔

طلاق صریح دیکھو (طلاق)۔

طلاق مغلظہ دیکھو (طلاق)۔

طلحہ بن عبید اللہ بڑے پایہ کے صحابی تھے عشرہ بشرہ سے تھے۔ کنیت انکی ابو محمد قرشی تھی۔ بدر کے سوا اور سب جنگوں میں شریک ہوئے۔ جنگ احد میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں انکے ہاتھ کی دو انگلیاں اُڑ گئی تھیں اور چوبیس زخم آئے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ پچھتر (۷۵) زخم آئے تھے۔ رنگ انکا گندم گوں تھا۔ جنگ جمل میں جمعرات کے دن مورخہ ۲۰ جمادی الآخر ۳۶ھ یا ۳۷ھ میں شہید ہوئے اور بصرہ میں دفن کئے گئے۔ عمر انکی اسوقت ۶۴ برس کی تھی (اکما)۔

طلسم وہ خیالات موہوم جو شکل عجیب میں نظر آتے ہیں نیز وہ شکل صورت مہیب جو خزائن اور دفائن پر نصب ہوتی ہے۔ بعض کتب سے دریافت ہوا ہے کہ طلسم اجزائے ارضی و سماوی سے بنائی جاتی ہے یعنی بعض ادویہ کو اوقات اور ساعات مخصوصہ میں طیار کرتے ہیں۔ اور یہ لفظ یونانی ہے۔ عربی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر عربی ہوتا تو طا کے کسرہ اور لام کے فتحہ سے آتا۔ قمطر کے وزن سے (غ)۔

یہ بھی سحر کی ایک قسم ہے۔ دیکھو (سحر)۔

طلیحہ قوم بنی اسد کے ایک شخص کا نام ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت مسلمان ہوا تھا۔ علم جوتش سے واقفیت رکھتا تھا۔ قبل وفات نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدعی نبوت ہوا۔ نماز بلا رکوع و سجود مقرر کی۔ بنی اسد۔ بنی ہوازن۔ غطفان اسکے پیرو ہوگئے عرب کا مشہور بہادر عیینہ بن حسن فزاری۔ اور قرہ بن ہبیرہ قیشری معہ اپنی اپنی قوم طلیحہ سے جا شامل ہوئے۔ اسود عنسی مدعی نبوت۔ اس کے ہمراہی اور دیگر مرتد بھی اس سے آملے۔ اسکی سرکوبی کے لئے امیر خالد رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔ ادہر طلیحہ بھی ایک لاکھ فوج لے کر نکلا۔ اور مسلمان صرف آٹھ ہزار تھے۔ مقام بزاخہ میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ امیر خالد نے اول تو طلیحہ کو اصول جہاد کے مطابق بہت کچھ پند و نصیحت کی مگر طلیحہ اور اسکے

Marfat.com

بھائی کے ہاتھ سے حطشہ اسدی اور ثابت انصاری (جو پہرہ چوکی کے کام پر متعین تھے) مارے جانے پر خالد بن ولید رضی شیر ببر کی طرح اٹھ کھڑے ہوئے اور طلیحہ کی فوج کو ناک چنے چبائے۔ جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ مرتدین کو شکست ہوئی۔ اور طلیحہ اپنی بیوی سمیت بھاگ کر شام میں پناہ گزین ہوا۔ کچھ عرصہ بعد مسلمان ہوکر ایرانی معرکوں میں شامل ہوا۔ اور معرکہ نہاوند میں داد شجاعت دیکر شہید ہوا۔ اس معرکہ میں حضرت خالد بن ولید رضی کے ہاتھ سے دو تلواریں ٹوٹی تھیں۔

طوی ایک متبرک اور مقدس وادی کا نام ہے۔ جہاں حضرت موسےٰ علیہ السلام کو جبکہ وہ اپنی بی بی کو لے کر مدین سے آرہے تھے۔ منصب نبوت عطا ہونے کا ذکر یوں آیا ہے وَهَلْ أَتٰىكَ حَدِيثُ مُوسٰى ۝ إِذْ رَاٰى نَارًا تا وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي ۝ اور (اے پیغمبر) بھلا تمکو موسیٰ کی حکایت بھی پہونچی ہے۔ کہ جب انکو (دور سے) آگ دکھائی دی تو انہوں نے اپنے گھر کے لوگوں سے کہا (کہ ذرا) ٹھیرو۔ مجھکو (ایک) آگ (سی) دکھائی دی ہے (میں وہاں جاؤں) عجب نہیں اس (آگ) سے تمہارے لئے (ایک) چنگاری لے آؤں یا آگ (کے الاؤ) پر راہ کا پتہ معلوم کرلوں۔ پھر جب موسیٰ وہاں آئے تو انکو آواز آئی کہ موسےٰ (یہ تو) ہم ہیں تمہارے پروردگار۔ تو اپنی جوتیاں اُتار ڈالو کیونکہ (سوقت) تم طوی (نام) کے میدان پاک میں ہو۔ اور ہمنے تمکو (پیغمبری کے لئے) منتخب فرمایا ہے تو جو کچھ (تمکو) ارشاد کیا جاتا ہے اسکو کان لگا کر سنو۔ کہ ہم ہیں اللہ۔ ہمارے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو ہماری ہی عبادت کیا کرو۔ اور ہماری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔

طواف (ل) پھرنا۔ چکر لگانا۔ (ص) میں کعبہ کے گرد سات دفعہ چکر لگانا۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝ پھر (لوگوں کو) چاہئے کہ (قربانی کے پیچھے) اپنا میل کچیل (جو احرام کے دنوں میں بدن پر جم گیا ہوگا) اُتاریں اور اپنی منتیں پوری کریں اور (معبد) قدیم (یعنی) خانہ (کعبہ) کا طواف (بھی) کریں۔

زمانہ جاہلیت میں خانہ کعبہ کا طواف اہل عرب ننگے ہوکر کرتے تھے۔ مگر اسلام نے جیسے اور بری رسمیں کو مٹا دیا ویسے اس بیہودہ رسم کا بھی قلع قمع کردیا۔ تفصیل کے لئے دیکھو (حج)۔

طور ایک پہاڑ کا نام ہے جس پر خداوند کریم نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کو اپنی ذات کا جلوہ دیکر منصب نبوت عطا کیا تھا اسے کوہ موسےٰ بھی کہتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسےٰ علیہ السلام پر توریت نازل کی تو بنی اسرائیل نے اسکے قبول کرنے سے انکار کیا۔ اسلئے خدا نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو کہا کہ کوہ طور کو اپنی جگہ سے اکھیڑ کر انکے سر پر کھڑا کردو۔ حضرت جبرئیل نے قد آدم کے برابر اونچا ان کے اوپر کوہ طور کو جا کھڑا کیا انہوں نے ڈر کے مارے توریت کو مان لیا۔ مگر پھر پہلے کی طرح انکاری ہو گئے۔ چنانچہ ارشاد ہے وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ تا لَكُنْتُمْ مِنَ الْخٰسِرِينَ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۱۱) اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم سے (توریت کی تعمیل کا) اقرار لیا اور طور (پہاڑ) کو اٹھا کر تمہارے اوپر لا لٹکایا (اور فرمایا کہ یہ کتاب توریت) جو ہمنے تمکو دی ہے۔ اسکو مضبوطی سے پکڑے رہو اور جو اس میں (لکھا) ہے (اسکو) یاد رکھو تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ پھر اسکے بعد تم پھر گئے۔ تو اگر تم پر خدا کا فضل اور اسکی مہربانی نہ ہوتی تو تم (دیرے) گھاٹے میں آگئے ہوتے۔

اسکے علاوہ قرآن مجید کی ان آیتوں میں طور کا ذکر آیا ہے

Marfat.com

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰىٓ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ۝ (س۔ مریم ۔۔) اور (اے پیغمبر!) قرآن میں موسےٰ کا مذکور (بھی لوگوں سے) بیان کرو کہ وہ (بھی ہمارے) خاص بندے اور پیغمبر صاحب شریعت تھے۔ اور ہم نے ان کو (کوہ) طور کی داہنی طرف سے آواز دی اور (جس طرح) راز کہنے کے لئے (پاس) بلالیا کرتے ہیں اسیطرح ہمنے) انکو اپنے (قریب بلالیا۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۝ (س۔ طٰہٰ ع ۴)

اے بنی اسرائیل ہمنے تمکو تمہارے دشمن (فرعون) سے نجات دی اور تم سے (کوہ) طور کی داہنی طرف کا وعدہ کیا اور ہمنے تم پر من اور سلوے اُتارا۔

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ۝ (س۔ مومنون ع ۱)

اور (ہمنے زیتون کا وہ) درخت (پیدا کیا) جو طور سینا (پہاڑ) میں کثرت سے پیدا ہوتا ہے (اور) کھانیوالوں کے لئے (گویا) روغن اور سالن لئے ہوئے اُگتا ہے

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ (س۔ قصص ۔ ع ۴) پھر جب موسیٰ نے (اپنی) مدت (ملازمت) پوری کی اور اپنی بی بی کو لیکر روانہ ہوئے تو (کوہ) طور کی طرف سے ان کو ایک آگ دکھائی دی۔ (موسےٰ نے) اپنے گھر کے لوگوں سے کہا کہ تم لوگ (اسی جگہ) ٹھیرو مجھکو (ایک) آگ (سی) دکھائی دی ہے۔ (اور میں وہاں جاتا ہوں) شاید وہاں سے تمہارے پاس (رستے کی) کچھ خبر (لے آؤں) یا (آ سکے تو) آگ کی ایک چنگاری لیتا آؤں تاکہ تم لوگ تاپو۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ (س۔ تین ع ۱)

انجیر (میوے) اور زیتون (درخت) اور طور سینین (پہاڑ) کی قسم۔

قرآن مجید کی اکاونویں (۵۱) سورت کا نام بھی طور ہے جو اسطرح شروع ہوتی ہے وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ (اے پیغمبر ہم کو) طور (پہاڑ) کی قسم اور (نیز) کتاب (لوح محفوظ) کی۔

یہ مکی سورت ہے۔ آیات ۴۹۔ رکوع ۲۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ جس پہاڑ میں درخت ہوں اُسے طور کہا جاتا ہے۔ اور جس میں نہ ہوں اُسے جبل کہتے ہیں۔ (تف)۔

طوفان

(دینی روایات میں طوفان سے مراد طوفان نوح ہے جسکی کیفیت یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے مدت مدید تک اپنی امت کو وعظ و نصیحت کی مگر سوائے چند اشخاص کے سوا کوئی آدمی ہدایت پر نہ آیا۔ حتیٰ کہ انکا فرزند بھی کفر و معصیت پر اڑا رہا۔ آخر اُنہوں نے خدا سے دعا کی کہ کافروں پر عذاب نازل ہو۔ انکی دعا قبول ہوئی اور حکم الٰہی سے آسمان سے پانی برسنا شروع ہوا۔ اور زمین سے بھی جا بجا چشموں کیطرح پانی پھوٹنے لگا جس سے روئے زمین پر ایک بہت بڑا طوفان آ گیا۔ طوفان کے آنے سے پہلے ہی حضرت نوح علیہ السلام نے خدا کے حکم سے ایک بہت بڑی کشتی بنائی جسمیں وہ خود اور ان کے تینوں بیٹے اور انکی بیویاں اور اسی (۸۰) یا کم و بیش ایماندار اور ہر جانور کا جوڑا نر و مادہ آ سکتا تھا۔ توریت میں اس کشتی کی لمبائی تین سو ہاتھ اور چوڑائی پچاس ہاتھ اور اونچائی تیس ہاتھ لکھی ہے۔ اسکے تین درجے اور ان میں دروازے اور کھڑکیاں اور کوٹھریاں تھیں۔ اندر باہر رال لگائی گئی تھی اسکو خشکی میں بنتے دیکھکر کافر لوگ ہنستے تھے۔ کہ نوح بیچ دیوانہ ہے۔ جس پر انہوں نے فرمایا تھوڑی دیر میں ہم تم پر اسیطرح ہنسیں گے۔ طوفان بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھا کہ جو بلند سے بلند پہاڑ تھے

ان پر بھی پندرہ ہاتھ پانی بڑھ گیا۔ چالیس دن یا کم و زیادہ مدت تک یہی حال رہا کشتی پانیوں پر پہاڑ جیسی موجوں پر تیرتی پھرتی تھی۔ آخر خدا نے رحم کیا۔ آسمان سے پانی برسنا بند ہوا۔ اور زمین کا پانی جذب ہو گیا حضرت نوح کی کشتی جودی نام ایک پہاڑ پر جا ٹھیری۔ اور وہ اس سے اتر کر ملک آرمینیہ میں ایک جگہ آ رہے۔ جہاں ۱۸۴۰ء سے بیشتر تک ایک گاؤں ارگوری نام تھا اور پھر اس سال پہاڑ کی آتش فشانی سے تباہ ہوا۔ (نف)۔

قرآن مجید میں سورۃ ہود کے رکوع ۳۔۴ میں ان واقعات کا ذکر آیا ہے۔ اسکے علاوہ ان مقامات میں بھی طوفان کا ذکر آیا ہے۔ سورۃ اعراف رکوع ۸۔ سورۃ یونس رکوع ۸۔ سورۃ انبیا رکوع ۶۔ سورۃ مومنون رکوع ۲۔ سورۃ فرقان رکوع ۴۔ سورۃ شعرا رکوع ۶۔ سورۃ عنکبوت رکوع ۲۔ سورۃ صفٰت رکوع ۳۔ سورۃ جن رکوع ۱۔ سورۃ مومن رکوع ۱۔ سورۃ شوریٰ رکوع ۲ سورۃ ذاریات رکوع ۲۔ سورۃ نجم رکوع ۳۔ سورۃ قمر رکوع ۱۔ سورۃ حاقہ رکوع ۱۔ سورۃ نوح رکوع ۱۔۲۔

طہارۃ (ل) پاکیزگی۔ صفائی۔ (ص۔ش) میں یہ لفظ وضو۔ تیمم۔ اور غسل وغیرہ کے لئے آیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا بیان اپنے صفحہ پر دیکھو۔

طھیرہ ہلکاپن۔ سبکی۔ وہ شخص جسکے دل میں بات نہ ٹھیر سکتی ہو۔ حدیث میں ایسے شخص کی مذمت آئی ہے۔

باب الظاء

ظاہر خدا کے ننانوے (۹۹) ناموں میں سے ایک نام ہے جسکے معنے ہیں آشکار بلحاظ قدرت

خدا کے ظاہر ہونے کے یہ معنے ہیں کہ اسکا وجود۔ اسکی ہستی ان آیات و دلائل سے ظاہر ہے جو آسمان و زمین میں ہر صاحب بصیرت کو دکھائی دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (س۔ حدید۔ ع۔۱) وہی شروع سے ہے اور وہی آخر تک رہیگا۔ اور وہ (قدرتوں سے) ظاہر اور (ذات صفات سے) پوشیدہ ہے اور وہ ہر چیز سے واقف ہے۔

اصولیوں کی اصطلاح میں ظاہر اس کلام کو کہا جاتا ہے جسکی مراد صرف لفظوں سے سامع پر ظاہر ہو جائے اور اس میں تاویل اور تخصیص کی بھی گنجائش ہو۔ جیسے اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ اور فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ (تع) ظاہر اور نص میں فرق ہے۔ اسکے لئے دیکھو (نص ظاہر سے جو چیز سمجھی جائے اسپر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ (لو)

ظاہر الروایۃ (ص۔ف) میں ان مسائل کا نام ہے جو مذکورہ ذیل کتابوں میں بیان ہوئے ہیں۔ جامع کبیر۔ جامع صغیر۔ مبسوط۔ سیر کبیر۔ (تع) انکو مسائل اصول بھی کہا جاتا ہے (مقدمہ عمدۃ الرعایۃ)

ظاہر المذہب (ص۔ف) میں ان مسائل کا نام ہے جو مبسوط۔ جامع کبیر جامع صغیر اور سیر کبیر میں بیان ہوئے ہیں (تع) ان کو مسائل اصول بھی کہا جاتا ہے۔ (مقدمہ عمدۃ الرعایہ)

ظاہر الممکنات یہ علم تصوف کی اصطلاح کا لفظ ہے جسکے معنے ہیں خدا تعالے کا ممکنات اور انکی صفات کی صورتوں میں جلوہ گر ہونا۔ کبھی ظاہر المذہب اور ظاہر الروایۃ کے لفظ کا استعمال بھی اس معنے میں ہوتا ہے جن میں سے ہر ایک کے اصلی معنے میں وہ مسائل جو مبسوط۔ جامع کبیر۔ جامع صغیر اور سیر کبیر میں بیان ہوئے ہیں (تع) (دیکھو۔ ظاہر المذہب ظاہر روایۃ)۔

Marfat.com

ظل اول (ل) پہلا سایہ (ص - و) میں عقل اول کو کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ دیگر موجودات سے پہلے اسکے نور سے ظاہر ہوا ہے (لغ)

ظل اللہ (ل) خدا کا سایہ ہے۔ (ص - و) میں اس کامل انسان کو کہتے ہیں جسے خدا کا خاص قرب حاصل ہو۔ اور توحید کی حقیقت اسپر منکشف ہو (لغ)

خلیفۃ المسلمین کو بھی ظل اللہ کہتے ہیں۔ چنانچہ عیدین اور جمعہ کے خطبوں میں خلیفۃ المسلمین کو اسی لفظ سے یاد کرکے اسکے حق میں دعا مانگی جاتی ہے۔

ظل اللہ بادشاہ کو بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ عادل اور نیک بادشاہ گویا زمین میں خدا کی رحمت کا سایہ ہوتا ہے۔

ظلم ظلم کے معنے ہیں وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِہٖ۔ کسی چیز کو اسکی مقررہ اور مناسب جگہ کے سوا کہیں اور رکھدینا۔ اور شریعت میں ظلم کہتے ہیں حق سے باطل کیطرف تجاوز کرنے کو۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اسکے معنے ہیں غیر کی ملک میں تصرف کرنا۔ اور حد سے گذر جانا (تع)۔

قرآن مجید میں ظالموں پر بہت سی جگہ لعنت و پھٹکار کیگئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ (س - آل عمران - ع ۶) اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

ایک اور جگہ فرمایا ہے وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِہٖ وَھُوَ یَعِظُہٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (س - لقمٰن - ع ۲) اور ایک وقت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا۔ بیٹا خدا کا شریک نہ ٹھیرانا۔ اسمیں شک نہیں کہ شرک بڑے ہی ظلم کی بات ہے۔

ظلمت (ل) اندھیرا۔ (ص - ش) میں جہالت اور کفر کی تاریکی کو کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآنمجید میں ارشاد ہے اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ تا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ (س - نور - ع ۵) یا (ان کے اعمال کی مثال) بڑے گہرے دریا کے اندرونی اندھیروں کی سی (ہے) کہ دریا کو لہر نے ڈھانک رکھا ہے اور (لہر بھی ایک نہیں بلکہ) لہر کے اوپر لہر اسکے اوپر بادل (غرض) اندھیرے ہیں ایک کے اوپر ایک کہ (دریا کی تہ میں کوئی آدمی) اپنا ہاتھ نکالے تو توقع نہیں کہ اسکو دیکھ سکے اور جسکو اللہ ہی نور (یعنی ہدایت) نہ دے تو اسکو (کسیطرف سے) بھی نور (کا سہارا) نہیں ہے[1]

ظن اس اعتقاد راجح کا نام ہے جسکے ساتھ دوسری جانب کا بھی احتمال ہو۔ کبھی یقین اور شک کے معنے میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ شک کی صرف ایک طرف کا نام ظن ہے بشرطیکہ راجح ہو۔ (تع)

ظن (بدگمانی) کرنے سے اسلام نے منع کیا ہے۔ قرآن میں ہے۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ یعنی بعض ظن (بدگمانی) داخل گناہ ہے۔ حدیث میں ہے۔ ظُنُّوا الْمُؤْمِنِیْنَ خَیْرًا۔ (یعنے مومنوں کی نسبت نیک گمان رکھنا چاہیئے۔

خلاصہ یہ کہ بلا وجہ کسی مسلمان کی نسبت بدظنی کرنا داخل گناہ ہے۔

ظہار اسلام سے پہلے عرب میں ایک طرح کی طلاق کا رواج تھا جسکو ظہار کہتے ہیں۔ وہ اس قسم کے الفاظ سے واقع ہوتی تھی کہ مرد نے عورت کو کہدیا کہ تیری پیٹھ مجھے اپنی ماں کی پیٹھ کی جگہ ہے۔ جسکا مطلب یہ ہوتا کہ تو میری ماں کی جگہ ہے۔ اتنا کہہ دینے سے عورت

---

[1] جس طرح دنیا کے نوروں میں سے کوئی نور اس درجے کا نہیں ہوسکتا کہ اسکو خدا کے نور سے مشابہت دیجائے اسیطرح دنیا کی تاریکیوں میں سے کوئی تاریکی ایسی نہیں ہوسکتی کہ اسکو کفر کی تاریکی سے مشابہت دی جائے پھر بھی شب تاریک ہے۔ دریا کی تہ میں ایک آدمی ہے۔ اور دریا میں طوفان برپا ہے کہ لہروں پر لہریں چلی آرہی ہیں۔ اوپر سے ابر غلیظ ہے۔ ان سب باتوں کے جمع ہونے سے جو تاریکی قعر دریا میں ہوگی وہ کسقدر کفر کی تاریکی سے مشابہت رکھ سکے گی۔

Marfat.com

مرد سے چھوٹ جاتی تھی۔ اب بھی لوگوں میں اس قسم کی نادانیاں سرزد ہوتی ہیں۔ لیکن اسلام نے اسکو طلاق نہیں مانا۔ بلکہ اسکا ایک کفارہ ٹھیرا دیا ہے۔

ظہار شرع میں اسکو کہتے ہیں کہ مرد اپنی زوجہ کے سارے بدن کو یا اسکے کسی عضو کو کہ جس سے کل بدن زوجہ کا تعبیر کرسکتے ہوں یا اسکے کسی عضو شائع کو اپنی ان رشتہ دار عورتوں کے سارے بدن یا جزو شائع سے تشبیہ دیوے کہ جنکے ساتھ اسکا نکاح ہمیشہ تک حرام ہے (شمس الفقہ)۔

لفظ ظہار ظہر سے مشتق ہے جسکے معنے پشت کے ہیں۔ اور مراد پشت سے پیٹ ہے۔ یا مجازاً مقام مخصوص۔ کیونکہ بوجہ شرم ایسی چیزوں کو دوسرے ناموں سے تعبیر کردینا زبان عرب کا دستور ہے۔ بعض علمار کہتے ہیں ظہر کہ جس سے ظہار لیا گیا ہے اسکے معنے پشت کے نہیں۔ اسلئے کہ اور اعضا میں سے صرف پشت ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ بلکہ یہ ظہر بمعنے علو سے مشتق ہے جس سے مراد چڑھنا ہے۔ یعنی مرد جو اپنی بیوی پر چڑھتا ہے اسکو اپنے پر چڑھنے سے تشبیہ دے رہا ہے۔ یہ ایام جہالت میں سخت طلاق تھی۔ پہلے پہل شرع نے بھی اسے طلاق قرار دے رکھا تھا۔ مگر اسکا حکم نازل ہونے کے بعد عورت اسوقت تک حرام رہتی ہے جب تک کفارہ نہ دے۔

ظہار کے الفاظ میں چار صورتیں پیدا ہوتی ہیں

(۱) یہ کہ ظہر و ام یا انکے ہم معنے الفاظ دونوں مذکور ہوں اس صورت میں ظہار بالاتفاق واقع ہوگا۔

(۲) یہ کہ ظہر تو مذکور ہو اور اُم مذکور نہ ہو۔ پس اگر ماں کے بدلے کوئی غیر محرم عورت مذکور ہے یعنے محرم عورت سے تشبیہ نہیں دی تو اس صورت میں بالاتفاق ظہار نہ ہوگا کیونکہ اپنی عورت کے جماع کو اجنبی عورت سے تشبیہ دینے سے کوئی خرابی نہیں آتی۔ اور اگر ماں کے سوا ان عورتوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جو اسپر ہمیشہ حرام ہیں خواہ قرابت سے جیسے بہن۔ بیٹی۔ خالہ۔ پھوپھی۔ نانی۔ دادی۔ نواسی۔ بھانجی۔ بھتیجی۔ خواہ دودھ کی شراکت سے۔ جیسے دودھ بہن۔ یا دودھ ماں یا رشتہ کے سبب سے۔ جیساکہ بیوی کی ماں۔ ان صورتوں میں امام ابوحنیفہ رہ کے نزدیک ظہار ہوگا۔ اسلئے کہ جو ماں کے ساتھ تشبیہ دینے سے غرض تھی وہی انکے ساتھ تشبیہ دینے میں حاصل ہے امام شافعی رہ کے اس میں دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ ظہار نہ ہوگا۔ آخر قول یہ ہے کہ ظہار ہوگا۔ مگر بعض شافعیہ قول اول کو ترجیح دیتے ہیں (۳) یہ کہ ماں کی پیٹھ سے تشبیہ نہ ہو۔ بلکہ اسکے کسی اور عضو کے ساتھ ہو۔

اسکی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ اسکے کسی ایسے عضو سے تشبیہ ہو جسکا دیکھنا حرام نہیں۔ جیساکہ ہاتھ پاؤں۔ ان صورتوں میں بھی ظہار نہیں۔ مگر امام شافعی تفصیل کرتے ہیں کہ اگر ان میں سے ان اعضا کے ساتھ تشبیہ ہے جہاں تعظیم مقصود ہوتی ہے۔ جیسے منہ آنکھ۔ تو اس میں دو قول ہیں۔ پہلا یہ کہ ظہار نہیں آخر یہ کہ ظہار ہے۔ دوم یہ کہ ان اعضا سے تشبیہ ہو جنکا دیکھنا حرام ہے۔ جیسے پیٹ۔ ران۔ چوتڑ وغیرہ۔ ان صورتوں میں امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک ظہار ہے امام شافعی کے نزدیک دو قول ہیں۔ مگر قوی یہی قول ہے کہ ظہار نہیں۔ (۴) یہ کہ نہ ماں کا ذکر ہو نہ پشت کا بلکہ یوں کہے کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسی میری بہن یا بیٹی کا پیٹ یا ران۔ یا یوں کہے کہ تو میری بہن یا بیٹی جیسی ہے۔ ان صورتوں میں اختلاف ہے۔ مگر امام اعظم رض کے نزدیک ظہار ہے۔

امام صاحب کے نزدیک جو مسلمان طلاق دینے کا مجاز ہے وہ ظہار کا بھی ہے۔ کافر ذمی کا ایسا فعل ظہار

Marfat.com

نہ ہو گا۔ کیونکہ آیت میں منکم کا لفظ ہے جو اہل اسلام کیطرف خطاب ہے۔ مگر امام شافعی رح کہتے ہیں۔ مسلمان ہو یا نہ ہو۔ جو کوئی طلاق دے سکتا ہے ظہار بھی کر سکتا ہے۔ ذمیوں کے ایسے افعال کا وہی حکم ہوگا جو مسلمانونکا ہے۔ (تفسیر حقانی)

ظہار کا بیان قرآن مجید میں (سورۃ احزاب ع پارہ ۲۱) میں ہے۔ اور سورۃ مجادلہ ع پارہ ۲۸ میں آیا ہے۔ کفارہ ظہار کا یہ ہے کہ یا ایک غلام آزاد کرے (بالفعل ہندوستان میں یہ ناممکن ہے) اگر میسر ہو۔ ورنہ دو ماہ کے روزے پے در پے رکھے۔ اگر روزوں کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاوے۔ (رحمۃ)

باب اللعین

عائشہ رض

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے تھیں۔ آنکی والدہ کا نام امان بنت عمر بن عامر تھا۔ اور کنیت حضرت عائشہ رض کی ام عبداللہ تھی۔ اور مراد عبداللہ سے عبداللہ بن زبیر انکا ہمشیرزادہ ہے جسکو انہوں نے متبنی کیا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے انکے نکاح کا قصہ یوں ہے۔

کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو خولہ نے کہا کہ آپ نکاح کیوں نہیں فرماتے۔ اگر کنواری درکار ہو تو عائشہ بنت صدیق اکبر ہے اور جو ثیبہ کی خواہش ہو تو سودہ بنت زمعہ موجود ہے۔ حضرت نے فرمایا دونوں سے پیغام کر سو بروایت صحیحہ خولہ اول تو سودہ کے پاس گئیں انہوں نے قبول کر لیا۔ پھر صدیق اکبر کے پاس آئیں اور پیغام کہا۔ انکو یہ وغدغہ ہوا کہ میں نے تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عقد مواخات باندھا ہے۔ میری بیٹی سے حضرت کسطرح نکاح کرینگے۔ یہ خبر حضرت نے سنی تو فرمایا کہ اخوت نسبی و رضاعی موجب حرمت ہے نہ اخوت اسلامیہ۔ خولہ نے جاکر صدیق اکبر سے کہا۔ آپ نے کہا ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں۔ اور وجہ اسکی یہ ہوئی کہ مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے جبیر کے واسطے عائشہ کو چاہا تھا۔ سو حضرت صدیق اکبر اسکے گھر گئے۔ اس نے از خود کہا کہ اے ابوبکر! اپنی بیٹی دیکر میرے بیٹے کو دین آبائی سے پھیرا چاہتا ہے یہ ہرگز نہ ہوگا۔ پھر صدیق اکبر نے اسکے بیٹے سے کہا۔ اس نے بھی وہی جواب دیا۔ صدیق اکبر نے غنیمت سمجھا اور جلدی سے اپنے گھر آئے۔ اور خولہ سے فرمایا کہ حضرت غریب خانہ پر تشریف فرما ہوں مجھے منظور ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور نکاح کیا پانسو درہم مہر قرار پایا۔ اسوقت عمر حضرت عائشہ کی چھ برس کی تھی۔ اور صحیح یہ ہے کہ مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا صدیق اکبر نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے ادا کیا۔ اور زفاف عائشہ صدیقہ سال اول و بقولے سال دوم ہجرت مدینہ منورہ میں بعمر نو برس کے واقع ہوا۔ اور اٹھارہ برس کی تھیں جب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ عمر انکی پینسٹھ یا چھیاسٹھ برس کی ہوئی۔ اور شب سہ شنبہ سترہویں رمضان المبارک سال ۵۸ھ میں وفات پائی۔ ابوہریرہ رض نے نماز جنازہ پڑھی۔ اور محمد بن قاسم بن ابی بکر و عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابوبکر نے قبر میں رکھا اور جنت البقیع میں رات کے وقت دفن کیا۔ انکے سوا کوئی عورت باکرہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں نہیں آئی۔ انکو اجلہ فقہا میں شمار کرتے ہیں بڑی مفتی و فصیح و بلیغہ تھیں۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ چہارم حصہ

Marfat.com

احکام شرع کے انسے معلوم ہوئے ہیں۔

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے عائشہ سے زیادہ کسیکو حامل معانی قرآن وحافظ احکام حلال وحرام و ماہر شعر وعرب وعلم طب نہیں دیکھا۔ کتب صحاح میں دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ ازانجملہ متفق علیہ ایکسو چوہتر اور فرد بخاری (۵۴) اور فرد مسلم (۶۸) اور باقی اور کتابوں میں۔

روایت صحیح ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ دوست ترین مردم آپ کے نزدیک کون ہے۔ فرمایا عائشہ۔ پھر سوال کیا۔ مردوں سے کون زیادہ دوست ہے۔ فرمایا۔ اسی کا باپ۔

اور انس بن مالک فرماتے ہیں کہ اول دوستی جو دار اسلام میں ظاہر ہوئی دوستی پیغمبر خدا تھی عائشہ صدیقہ سے۔

بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا۔ اے عائشہ یہ جبریل ہیں۔ تجکو سلام کرتے ہیں۔ میں نے کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ۔

بخاری میں ہے کہ اصحاب باصفا حضرت عائشہ کی نوبت میں ہدایا وتحف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے بھیجتے تھے۔ تاکہ حضرت خوش ہوں۔ ایک روز زوجات مطہرات نے ام سلمہ سے کہا کہ تم حضرت سے کہدو کہ آپ یاروں سے کہدیں کہ ہم کسی بی بی کے پاس ہوں اور تمکو تحفہ بھیجنا ہو بھیجدیا کرو۔ عائشہ صدیقہ کی کیا خصوصیت ہے۔ ام سلمہ نے حضرت سے التماس کیا۔ حضرت نے فرمایا مجھکو عائشہ کے مقدمے میں رنج نہ دو سوائے عائشہ کے کسی بی بی کے پاس مجھے وحی نہیں آتی۔ ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ۔ آپ کے رنج دینے سے توبہ کرتی ہوں۔ پھر حضرت کی بیبیوں نے حضرت فاطمہ کو بھیجا۔ اُنہوں نے حضرت سے کہا۔ حضرت نے فرمایا اے بیٹی جسے میں چاہتا ہوں تو اُسے نہ چاہے گی۔

حضرت فاطمہ نے کہا۔ واللہ۔ میں اُسے ضرور چاہوں گی حضرت سے فرمایا کہ تو عائشہ سے محبت رکھ پھر حضرت فاطمہ رخصت ہوئیں۔ اور بیبیوں نے زینب کو جو آنحضرت کی پھوپھی کی بیٹی اور بی بی تھیں انکو حضرت کے پاس بھیجا۔ حضرت زینب نے سخت وسست باتیں کہیں۔ اور کہا یا رسول اللہ آپ کی بیبیاں عائشہ کے مقدمے میں عدل وانصاف چاہتی ہیں۔ اگرچہ حضرت عائشہ نے ابتک کچھ جواب نہیں دیا تھا حضرت کیطرف دیکھتی جاتی تھیں کہ شاید حضرت کچھ جواب دیں جب حضرت عائشہ نے دیکھا کہ آنجناب چپ ہیں تو ناچار زینب کو جواب دینے شروع کئے اور انکو لاجواب کر دیا تب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ ابوبکر کی بیٹی ہے ایسی ویسی نہیں جو دیکر جوابدہی نہ کر سکے یعنی جیسا کہ اسکا باپ خوش تقریر ودانا ہے۔ ویسی ہی وہ بھی دانا اور خوش تقریر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب بیبیوں سے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم صدیقہ کو بہت دوست رکھتے تھے۔ تو جیسے حضرت عائشہ کو بُرا کہا اور اُن سے عداوت رکھی اس نے بیشک حضرت کو رنج دیا۔ فضائل ومحامد ان کے حد بیان سے خارج ہیں (نقر)

عام الفیل (ل) ہاتھیوں کا سال۔ اس لفظ کو ایک عظیم الشان تاریخی واقعہ سے تعلق ہے دیکھو (اصحاب فیل) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسی سال پیدا ہوئے۔ دیکھو "محمد"

عامل تحصیلدار۔ اسلامی عہد میں یہ ایک شرعی عہدہ دار ہوتا تھا۔ جسکا فرض منصبی تھا زکوۃ کا مال جمع کرنا۔ عشر (خراج زمین) کا وصول کرنے والا۔ اس سے جدا ہوتا تھا۔ اس کو عاشر کہتے ہیں (کذا قیل) عامل کے لئے شرط ہے کہ آزاد اور مسلمان ہو۔ اور ہاشمی نہ ہو۔ (عا) اس کتاب کی عبارت سے مفہوم

Marfat.com

ہوتا ہے کہ عامل اور عاشر ایک ہی عہدہ دار ہوتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ عامل وہ ہے جسکو امام نے صدقات اور عشر کے وصول کرنے کے لئے مقرر کیا ہو۔ کذا فی الکفایہ

عامل کی تنخواہ مال زکوٰۃ ہی میں سے دیجاتی ہے اور ہاشمی کو چونکہ زکوٰۃ لینا جائز نہیں اسلئے عامل کے عہدہ کے لئے غیر ہاشمی ہونا شرط ہے۔

عالم علم والا۔ جاننے والا۔ علم سے واقف۔ ذی علم۔ فاضل آدمی۔ یہ لفظ عام طور پر دینی استاذوں اماموں۔ قاضیوں مفتیوں۔ مولویوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ اسکی جمع علما، آتی ہے۔ ٹرکی میں پولیٹیکل فرقوں کو اس نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جن کے لیڈر اہل علم ہوتے ہیں۔

عالَم دنیا۔ جہان۔ حالت۔ رہنے کی حالت۔ ہستی۔

(۱) عالم ارواح۔ روحوں کا نظام۔

(۲) عالم خلق۔ دنیا۔

(۳) عالم باقی۔ ہمیشہ رہنے والی ہستی۔ یعنی آئندہ جہان۔

(۴) عالم الشہادۃ۔ وہ جہان جو نظر آرہا ہے۔

(۵) عالم الغیب۔ وہ جہان جو نظر سے مخفی ہے۔

(۶) عالم المعقول۔ عقلی دنیا۔

علم تصوف میں چار عالم تسلیم کئے گئے ہیں۔

(۱) عالم ناسوت۔ موجودہ دنیا۔

(۲) عالم ملکوت۔ فرشتوں کی ہستی

(۳) عالم جبروت۔ قوت الہیہ کا عالم

(۴) عالم لاہوت۔ ذات الہیہ کا عالم۔

عاقلہ کسی مجرم کے وہ رشتہ دار جو اسکے جرم قتل وغیرہ کا تاوان ادا کرنے میں۔ وہ وہ ددھیالی جدی رشتہ دار ہوتے ہیں۔

عاقب جانشین۔ مددگار۔ معاون۔ نائب جو آخر میں آئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارک میں سے ایک اسم ہے۔ جو اس لحاظ سے وضع ہوا ہے کہ آپ تمام پیغمبروں کے آخر میں آئے ہیں۔

عاشورا (ل) دہم۔ دسویں محرم کی دسویں تاریخ۔ جس میں روزہ رکھنا ثواب ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہود اور نصاریٰ اس دن کی تعظیم کرتے تھے۔ اسلئے ایک موقع پر صحابہ نے آنحضرت صلعم سے سوال بھی کیا کہ ہم یہود و نصاریٰ کی مخالفت کیوں نہ کریں۔ آپ نے فرمایا اگر میں اگلے سال زندہ رہا (دسویں تاریخ کے علاوہ) نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھونگا۔

عاشورا کے دن کی عزت ہمیشہ سے چلی آتی ہے مگر ہجرت سے نصف صدی بعد امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا اندوہناک سانحہ بھی اسی دن واقع ہوا۔ اسلئے شیعہ لوگوں کے لئے جنکے دینی و مذہبی جذبات زیادہ اسی جانگاہ روایت سے وابستہ ہیں۔ سال بھر میں یہ دن ایک بڑی خصوصیت رکھتا ہے۔

عاذر حضرت عیسٰے علیہ السلام نے چار شخصوں کو زندہ کیا تھا۔ ان میں سے ایک عاذر تھا۔ جو حضرت عیسٰے علیہ السلام کا دوست تھا۔ اسکا قصہ یوں ہے کہ جب یہ قریب المرگ ہوا تو اسکی بہن نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کے پاس خبر بھیجی کہ عاذر حالت نزع میں ہے۔ عاذر کا گھر حضرت عیسٰے کے مقام سے تین منزل پر تھا جب حضرت عیسٰے اپنے ساتھیوں سمیت وہاں پہونچے تو معلوم ہوا کہ اسکو مرے ہوئے تین دن گذر گئے ہیں۔ حضرت عیسٰے اسکی قبر پر گئے۔ اور دعا کی عاذر قبر سے نکل کھڑا ہوا اور اسکے بعد ایک مدت تک زندہ رہا اور اسکے اولاد ہوئی۔

دوسرا شخص ایک بوڑھی عورت کا بیٹا تھا اسکا جنازہ دفن کرنے کے لئے لے جارہے تھے تو اتفاقاً حضرت عیسٰے کے سامنے سے وہ جنازہ گذرا حضرت نے دعا مانگی

Marfat.com

وہ فوراً زندہ ہوکر بیٹھ گیا اور مدت تک زندہ رہا۔ اور اسکے اولاد بھی ہوئی۔

تیسری ایک عورت تھی جسکو بنت عاشر کہتے تھے وہ بھی آپ کی دعا سے زندہ ہوئی اور مدت تک جیتی رہی۔

چوتھے سام بن نوحؑ بھی حضرت کی دعا سے زندہ ہوئے مگر پھر فوراً مر گئے (اک۔جل)۔

عاریت مانگ کر چیز لینا۔ دینے والے کو معیر اور لینے والے کو مستعیر کہتے ہیں۔ یہ فعل شرعاً جائز ہے۔ اور یہ ایک ایسا اخلاقی فعل ہے۔ جسپر تمدن کے بہت سے معاملات موقوف ہیں۔ ذیل کے لفظوں سے شرعی طور پر لین دین کا انعقاد ہوتا ہے۔

(۱) میں نے تجھے اپنی یہ زمین غلہ حاصل کرنے کے لئے دی۔ (۲) یہ کپڑا تجھے پہننے کے لئے دیا (۳) یہ گھوڑا تمہیں سواری کے لئے دیا۔ (۴) یہ حویلی تجھے رہنے کے لئے دی۔ مگر ان صورتوں میں شرط ہے کہ ہبہ کی نیت نہ ہو۔

معیر جب چاہے مستعیر سے اپنی چیز لے سکتا ہے مانگی چیز مستعیر کے پاس امانت ہوتی ہے۔ اگر ہلاک ہو جائے تو وہ ضامن نہیں ہوتا۔ مستعیر کو اسبات کا اختیار نہیں کہ مانگی چیز کسیکو کرایہ پر دے۔ اگر اس میں نقصان کا احتمال نہ ہو تو عاریت پر دے سکتا ہے۔ یہ اگر روپے اور اشرفیاں عاریت پر لی جائیں تو یہ فعل شرعاً قرض ہوتا ہے۔ اسکے احکام وہی ہوں گے جو قرض کے ہوتے ہیں۔ مکان بنانے یا باغ لگانے کے لئے زمین کو عاریت پر لینا جائز ہے۔ اور معیر جب چاہے عمارت کو گرانے یا درختوں کو اکھیڑنے پر مستعیر کو مجبور کرسکتا ہے اگر زمین کو اس غرض سے بطور عاریت لینے کے وقت کوئی خاص مدت معین نہیں کی گئی تو عمارت کے گرنے یا درختوں کے اکھیڑنے سے مستعیر کا جو نقصان ہوا ہے۔ معیر اسکا ضامن نہ ہوگا۔ ہاں کوئی مدت مقرر کی گئی ہو تو اگر اس سے پہلے معیر مستعیر سے اپنی زمین واپس لے تو اسکے نقصان کا ذمہ وار ہوگا۔ گھوڑا جب معیر کے اصطبل میں باندھ دیا جائے اور پھر مر جائے یا اُسے کوئی اور نقصان لاحق ہو جائے تو معیر ذمہ وار نہ ہوگا۔ (شر)۔

عاذریہ ایک فرقہ ہے جو لوگوں کو فروعی مسائل کو نہ جاننے میں معذور سمجھتا۔ (تع)۔

عادیات تیز گھوڑے۔ قرآن کی سوویں سورۃ۔ "العادیات" میں یہ کلمہ آیا ہے وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا الخ۔ قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو دوڑتے دوڑتے ہانپ اُٹھتے ہیں۔ پھر پتھروں پر اپنی ٹاپوں کے مارنے سے چنگاریاں نکالتے ہیں۔ الخ۔

عاد جنوبی عرب کی ایک طاقتور قوم کا نام ہے جو مسیح علیہ السلام سے صدیوں پیشتر آباد تھی فسق و فجور اور شرک و کفر میں غرق ہوگئی۔ خدا نے انکی ہدایت کے لئے حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ مگر ان لوگوں نے پیغمبر کی تکذیب کی۔ آخر خدا کی طرف سے مورد عذاب ہوکر تباہ ہوئے۔ سورۃ اعراف کی آیات ۶۵ تا ۷۲ میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔ وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا۔ تا وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ ٥ اور (ہم ہی نے) قوم عاد کیطرف انکے بھائی ہود کو (پیغمبر بناکر) بھیجا۔ انہوں نے (لوگوں کو جاکر) سمجھایا کہ بھائیو! اللہ (ہی) کی عبادت کرو (کیونکہ) اسکے سوا تمہارا کوئی (اور) معبود نہیں۔ تو کیا تم (خدا کے غضب سے) نہیں ڈرتے (اس پر) انکی قوم میں جو لوگ رودار (تھے اور) منکر (خدا) تھے۔ لگے کہنے کہ ہم تو بلاشبہ تمکو حمق میں (مبتلا) پاتے ہیں۔ اور (نیز) بلاشبہ ہم تمکو جھوٹا سمجھتے ہیں (ہود نے) کہا کہ بھائیو مجھ میں حمق (کی تو کوئی) بات ہے؟ نہیں بلکہ میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا ہوں۔ تمکو اپنے پروردگار کے

Marfat.com

احکام پہونچاتا ہوں۔ اور میں تمہارا خیر خواہ (اور تمہارے نزدیک) معتبر (بھی) ہوں۔ کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو۔ کہ تم ہی میں سے ایک شخص کی معرفت تمہارے پروردگار کا ارشاد تمکو پہونچا تاکہ وہ تمکو عذاب سے ڈرائے۔ اور (خدا کا وہ احسان) یاد کرو جب کہ اس نے تمکو قوم نوح کے بعد (ان کا) جانشین بنایا۔ اور تن و توش کا پھیلاؤ (بھی) تمکو (اوروں سے) زیادہ دیا۔ تو اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ ان لوگوں نے ہودؑ سے پوچھا کیا تم ہمارے پاس اس غرض سے (پیغمبر بنکر) آئے ہو کہ ہم اکیلے ایک خدا کی عبادت کرنے لگیں۔ اور جن معبودوں کو ہمارے بڑے پوجتے تھے (ان سب کو) چھوڑ بیٹھیں پس اگر سچے ہو تو جس عذاب کا ہم کو ڈراوا دکھاتے ہو ہم پر لا نازل کرو۔ ہودؑ نے جواب دیا (بس یاد رکھو کہ ذرا دیر میں) تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب نازل ہوا کہ ہوا۔ کیا تم مجھ سے ان فضول ناموں کے لئے جھگڑتے ہو۔ جنکے تمنے اور تمہارے بڑوں نے نام ہی نام گھڑے ہیں اور اللہ نے انکی کوئی سند نہیں اتاری۔ بھلا تو تم عذاب کا انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں آخر کار ہم نے اپنی رحمت سے ہودؑ کو اور ان لوگوں کو جو انکے ساتھ تھے بچا لیا۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے انکی جڑھ کاٹ دی۔ اور وہ ایمان لانے والے نہیں تھے۔

یہ قوم بڑی طاقتور۔ تنومند۔ اور درازقد تھی۔ عادیوں کے قد ۔۔ فٹ تک بیان کئے گئے ہیں جب اس قوم نے حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب کی تو خداوند تعالےٰ نے ان پر ایک تند و تیز آندھی کا عذاب نازل کیا۔ یہ ہولناک آندھی برابر آٹھ دن اور سات راتوں تک جاری رہی جسکے ساتھ ایک سخت بھونچال بھی آیا۔ اس بھونچال سے انکے بت ریزہ ریزہ ہو گئے اور مکان تباہ ہو گئے۔ آندھی اس زور کی تھی کہ بڑے بڑے طاقتور درختوں کو جڑھ سے اکھیڑ ڈالتی تھی۔ اور انسانوں حیوانوں کو خس و خاشاک کیطرح اڑائے لئے جاتی تھی۔ دیکھو قرآن مجید کی سورۃ ۷ آیت ۶۳ و سورۃ ۱۱ آیت ۵۴۔ بعض لوگ جو اس عذاب میں موت سے بچ گئے۔ وہ گدھوں اور بندروں کی صورت میں مسخ ہو گئے اسکے بعد حضرت ہود علیہ السلام حضرموت میں چلے آئے اور وہیں مدفون ہوئے۔ چنانچہ نوح حضرموت میں ایک چھوٹا سا قصبہ قبر ہودؑ کے نام سے مشہور ہے۔

عتاق لونڈی یا غلام کا آزاد ہونا۔ دیکھو (اعتاق)۔

عبیدہ بن حارث بن مطلب صحابی تھے جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ ۲ھ ہجری میں وفات پائی۔ (کن)۔

عبس قرآن مجید کے تیسویں پارہ کی تیسری سورۃ کا نام ہے۔ چونکہ اس کے آغاز میں یہ لفظ آیا لہذا اسکا یہی نام رکھدیا گیا۔ رؤساء قریش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع تھے اور آپ انکو وعظ و تبلیغ کر رہے تھے۔ اتنے میں عبداللہ بن مکتوم صحابی جو نابینا تھے آئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو انکا قطع کلام ناگوار گذرا۔ اس پر اس سورۃ کی یہ آیت نازل ہوئی۔ عَبَسَ وَتَوَلّٰی لا اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ط تا فَاَنْتَ لَهٗ تَلَهّٰی ۝ (محمد، اتنی بات پر چیں بجبیں ہوئے اور منہ موڑ بیٹھے کہ (ایک) نابینا انکے پاس آیا اور (اے پیغمبر) تم کیا جانو شاید (کہ تمہاری تعلیم سے) وہ سنور جاتا۔ یا وہ نصیحت (کی باتیں) سنتا اور اسکو نصیحت سودمند ہوتی۔ تو جو شخص (دین کی طرف سے) بے پرواہی کرتا ہے اسکی طرف تو تم خوب توجہ کرتے ہو۔ حالانکہ (اگر) وہ ٹھیک

Marfat.com

نہ ہو تو تم پر کچھ (الزام) نہیں۔ اور جو (خدا سے) ڈر کر تمہاری طرف دوڑتا ہوا آئے تو تم اس سے بے اعتنائی کرتے ہو۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور قرآن کے خدا کی جانب سے ہونیکا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کے کلام کیطرف توجہ نہ کی تو آپ کو اس صورت میں دھمکی دیگئی۔ اور دھمکی بھی ایسی کہ قیامت تک اسکے الفاظ جوں کے توں قائم رہینگے۔ اگر قرآن مجید آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا ہوتا تو آپ اپنے لئے یہ دھمکی آمیز الفاظ کیوں استعمال کرتے۔

عبدالمطلب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دادے کا نام ہے۔ آپ کے باپ عبداللہ چونکہ آپ کی پیدائش سے پہلے ہی آپ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو چکے تھے۔ لہٰذا عبدالمطلب نے پورے دو سال آپ کی اچھی طرح سے پرورش کی عبدالمطلب کے یہ بیٹے تھے۔ عبداللہ۔ حارث۔ زبیر۔ ابوطالب۔ ابولہب۔ حضرت عباس۔ حضرت حمزہ۔ عبدالمطلب نے ۵۷۸ء میں ۸۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔

عبداللہ ابن المبارک ایک زبردست پرہیزگار عالم تھے جو علم و فضل میں بینظیر تھے۔ آپ نے حضرت سفیان ثوری اور مالک بن انس سے علم حاصل کیا۔ اور ۱۸۱ھ یا ۲۰۳ھ میں وفات پائی (دکن)۔

عبداللہ بن عمرؓ ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے لڑکپن ہی میں اپنے والد ماجد کے ساتھ مسلمان ہو گئے۔ اور اپنے والد کے ساتھ ہی مدینہ کو ہجرت کی ۷۳ھ میں فوت ہوئے (دکن)۔

عبداللہ بن عباس حضرت عباسؓ کے بیٹے کا نام ہے۔ عبداللہ بن عباس بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کثرت احادیث روایت کیں۔ آپ کو قرآن و حدیث سے مسائل استنباط کرنیکا اعلیٰ درجہ کا ملکہ حاصل تھا جسکی وجہ سے آپ بالاتفاق مجتہد مانے جاتے تھے۔ قرآن و احادیث کے نکات و رموز سمجھنے میں بینظیر تھے۔ معانی قرآن کے متعلق آپ کے اقوال کا مجموعہ کتابی صورت میں موجود ہے۔ تفسیر عبداللہ بن عباس کے نام پر مشہور ہے۔ جہاں کہیں فقہی مسائل میں آپکا دیگر صحابہ سے اختلاف ہوا ہے وہاں آپ کی بات نہایت جید اصول پر مبنی دیکھی گئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقعہ پر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ مگر صحابہ کا اسبات میں اختلاف ہے کہ آپ اسوقت بحالت احرام تھے یا نہیں۔

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ آپ بحالت احرام تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے صرف انہی کے قول پر یہ فتوے دیا ہے کہ احرام کی حالت میں نکاح جائز ہے۔ اور جب کسی نے پوچھا تو یہی کہا کہ عبداللہ بن عباس نے آنحضرت کے نکاح کو حالت احرام میں بیان کیا ہے جو تمام صحابہ سے فقہ میں بڑھے ہوئے تھے۔

عبداللہ ابن ام مکتوم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں سے ایک جلیل القدر نابینا صحابی کا نام ہے۔ قرآن مجید کی سورت عبس میں انکا ذکر آیا ہے۔ (دیکھو عبس)

عبداللہ ابن ابیؔ یہ شخص مدینہ کے منافقوں میں سے بڑا منافق تھا۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے مدینہ میں ایک بااثر شخص گنا جاتا تھا۔ اسوقت اسکو اپنی وجاہت و عزت کے بڑھنے کی بہت کچھ توقعات تھیں۔ مگر آنحضرت

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے پر اسکی ساری توقعات پر پانی پھر گیا۔ اسلئے وہ دل میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن ہو گیا۔ مگر کئی مصلحتوں و لحاظ سے بظاہر مسلمان بنگیا۔ اس شخص نے اپنی فتنہ پردازی اور ریشہ دوانی سے آنحضرت کو بہت سی تکلیفیں پہنچائیں۔ تفصیل کیلئے دیکھو (منافق)۔

عبداللہ بن انیس انصاری جہنی۔ جلیل القدر صحابی تھے ۵۴ھ میں وفات پائی (کن)

عبداللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے باپ کا نام ہے آنحضرت کی پیدائش میں ابھی چند روز باقی تھے کہ آپ کو تجارت کے لئے فلسطین کا سفر پیش آیا۔ وہاں سے تجارت کر کے جب لوٹے تو راستہ میں بیمار ہو گئے اور مدینہ میں آپکا جام عمر لبریز ہو گیا۔ وہیں دفن کئے گئے

عبدالکریم عبدالکریم جزری حضرمی۔ معتبر محدثین سے ہوئے ہیں۔ ۱۲۷ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔

عبدالقادر جیلانی آپ فقر و تصوف میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ روحانیت کے وہ وہ مقامات آپکو حاصل تھے جو کسی دوسرے ولی کو نصیب نہ ہوئے حقیقت و طریقت کے وہ وہ دشوار گذار مرحلے طے کئے جن سے آپکی اعلے درجہ کی کمالیت اور مقبولیت کا پتہ چلتا ہے۔ عبادت گذاری کا یہ عالم تھا کہ تمام رات کھڑے ہو کر ایزد جل و علے کی عبادت کرتے کرتے پاؤں سوج جاتے تھے۔ علاوہ فقر اور تصوف میں اعلے درجہ کی مہارت رکھنے کے ظاہری علوم میں وہ وسعت نظری تھی جو درجہ کرامت تک پہونچی ہوئی تھی۔ قرآن و حدیث میں اسقدر تبحر تھا جو خاص تائید الہی کے بغیر کسیکو حاصل نہیں ہو سکتا آپ جب وعظ کے لئے منبر پر کھڑے ہوتے تھے۔ تو سامعین کی تعداد ہزاروں تک پہونچ جاتی۔ خوش بیانی اور تاثیر کا یہ عالم تھا کہ سننے والے لوٹ لوٹ جاتے تھے۔ آپ امام احمد بن حنبل کے مذہب کے پیرو تھے۔ قصیدہ غوثیہ آپ ہی کی تصنیف ہے۔ جس میں آپ نے باطنی جذبات اور روحانیت کا دریا بہا دیا ہے۔ اور جلالیت کی وہ جھلک نظر آتی ہے کہ دل پر اثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ لاکھوں لوگوں کا آپ نے بیڑا پار کر دیا۔ ۵۶۱ھ میں آپ بغداد میں فوت ہوئے۔

آپ تمام اولیاء کے سرتاج اور اقطاب کے صدر ہیں۔ آپ کی کرامات کے ہندو مسلمان قائل ہیں۔ غنیۃ الطالبین آپ کی مشہور تصنیف ہے۔

عبدالرحمن بن عوف یہ ایک اُلوالعزم اور مقتدر صحابی ہونیکے علاوہ سب سے پہلے اسلام لانیوالوں میں سے شمار ہوتے ہیں کافروں سے تنگ آکر صرف اسلام کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑا۔ اور حبش کو ہجرت کی۔ عمر بھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام لڑائیوں میں شریک رہکر اپنی اُلوالعزمی اور محبت اسلامی کا ثبوت دیتے رہے۔ جنگ اُحد میں آپ نے وہ وہ کارنامے دکھائے کہ کفار کے دانت کھٹے کر دئے اسی لڑائی میں آپ کو بیس زخم آئے۔ سب سے بڑھ کر انکی وسیع النظری اور پاک طینتی کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت منصب خلافت کے لئے کسی صحابی کو خلیفہ بنانے کے متعلق یہ حکم دیا تھا کہ صحابہ کمیٹی کی شکل میں ایک جگہ جمع ہوں اور کسی ایک صحابی کو اتفاق رائے سے منتخب کریں جو اس ذی شان منصب کو ہر طرح سے اہل ہو۔ جب صحابہ جمع ہوئے تو حضرت علی حضرت عثمان وغیرہ چند جلیل القدر صحابہ میں سے کسی ایک کا اس منصب کے لئے مقرر ہونا قرار پایا۔ عبدالرحمن بن عوف کا نام نامی بھی ان میں درج تھا۔ انہوں نے محض زہد و اتقا کی

Marfat.com

وجہ سے اپنا نام نکلوادیا۔ اخیر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اتفاق رائے ہوا۔ عبدالرحمن بن عوف سنہ ۳۲ھ میں ۷۲ یا ۷۵ برس عمر پاکر ملک عدم میں جا بسے۔ اور مدینہ منورہ کے مقدس قبرستان جنت البقیع میں سپرد خاک کئے گئے۔

عبدالرحمن عبدالرحمن بن عوف ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے۔ آپ اسلام کے بڑے مددگار تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت جن چھ صحابہ کو خلافت کے لئے منتخب کیا تھا۔ ان میں آپ بھی تھے۔ (کن)

عباسیہ بنی ہاشم میں سے ایک مشہور اور بزرگ خاندان کا نام ہے جو حضرت عباس کی اولاد ہے۔ اور چھ صدیوں اسلامی قلمرو پر نہایت شان وشوکت کے ساتھ حکمران رہا۔ پہلے بنی امیہ تخت خلافت کے مالک تھے جنہوں نے نہایت بے رحمی سے بنی ہاشم کی بہت سی جانیں تلوار کے گھاٹ اتاریں اس عرصہ میں بنی عباس اندر ہی اندر منصب خلافت کے حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ آخر کھلے طور پر بنی امیہ اور بنی عباس کے درمیان پرخاش ہوگئی۔ اور بنی عباس کے دلوں میں جو تخت نشینی کی امنگوں کا بیج تھا آخر وہ اسطرح ایک خوشنما پودے کی شکل میں اُگا کہ سنہ ۷۴۹ء میں خلیفہ ابوالعباس معروف بہ سفاح (خونریز) نے کوفہ پر قبضہ کرلیا۔ اور بنی امیہ کے آخری خلیفہ مروان ثانی کو شکست فاش دے کر قتل کیا۔ ذیل میں خلفائے عباسیہ کے نام درج کئے جاتے ہیں:-

نمبر شمار	نام خلیفہ	تاریخ تخت نشینی
۱	سفاح	سنہ ۱۳۲ھ
۲	منصور	سنہ ۱۳۷ھ
۳	مہدی	سنہ ۱۵۸ھ
۴	ہادی	سنہ ۱۶۹ھ
۵	ہارون رشید	سنہ ۱۷۰ھ
۶	امین	سنہ ۱۹۳ھ
۷	مامون	سنہ ۱۹۸ھ
۸	معتصم	سنہ ۲۱۸ھ
۹	واثق	سنہ ۲۲۷ھ
۱۰	متوکل	سنہ ۲۳۲ھ
۱۱	منتصر	سنہ ۲۴۷ھ
۱۲	مستعین	سنہ ۲۴۸ھ
۱۳	معتز	سنہ ۲۵۲ھ
۱۴	مہتدی	سنہ ۲۵۵ھ
۱۵	معتمد	سنہ ۲۵۶ھ
۱۶	معتضد	سنہ ۲۷۹ھ
۱۷	مکتفی	سنہ ۲۸۹ھ
۱۸	مقتدر	سنہ ۲۹۵ھ
۱۹	قاہر	سنہ ۳۲۰ھ
۲۰	راضی	سنہ ۳۲۲ھ
۲۱	متقی	سنہ ۳۲۹ھ
۲۲	مستکفی	سنہ ۳۳۳ھ
۲۳	مطیع	سنہ ۳۳۴ھ
۲۴	طائع	سنہ ۳۶۳ھ
۲۵	قادر	سنہ ۳۸۱ھ
۲۶	قائم	سنہ ۴۲۲ھ
۲۷	مقتدی	سنہ ۴۶۷ھ
۲۸	مستظہر	سنہ ۴۸۷ھ
۲۹	مسترشد	سنہ ۵۱۲ھ
۳۰	راشد	سنہ ۵۲۹ھ
۳۱	مقتفی	سنہ ۵۳۰ھ
۳۲	مستنجد	سنہ ۵۵۵ھ

Marfat.com

نمبر شمار	نام خلیفہ	تاریخ تخت نشینی
۳۳	مستفیٔ	۵۶۶ھ
۳۴	ناصر	۵۷۵ھ
۳۵	ظاہر	۶۲۲ھ
۳۶	مستنصر	۶۲۳ھ
۳۷	مستعصم	۶۴۰ھ

خلیفہ مستعصم کے عہد میں چنگیز خان کے پوتے ہلاکو نے ایران فتح کیا اور ۶۵۶ھ میں خلیفہ مستعصم کو قتل کر کے بغداد پر قابض ہوگیا۔

عباس عبد المطلب کے بیٹے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا کا نام ہے۔ آپ جلیل القدر صحابیوں میں سے تھے۔ اکثر معرکوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہکر اس محبت و شفقت اور جوش جان نثاری کا ثبوت دے چکے ہیں جو آپ کو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں جان سے پیارے بھتیجے اور واجب التعظیم نبی ہونے کی حیثیت سے تھا خاندان عباسیہ جسکی خلافت بغداد کی عظمت و شوکت کا ڈنکا صدیوں تک بجتا رہا آپ ہی کی اولاد سے تھا آپ کا شمار مہاجرین میں ہے مگر آپ کی ہجرت سب سے آخری ہے۔ جسوقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لئے تشریف لیجا رہے تھے تو آپ اپنے اہل وعیال سمیت مکہ سے آتے ہوئے راستے میں ملے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو دیکھکر فرمایا جسطرح میری نبوت سب سے آخری ہے اسیطرح تمہاری ہجرت بھی سب سے آخری ہے۔ حضرت عباسؓ نے ۳۲ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

عبادلہ تین صحابہ کے مجموعہ کا نام ہے اور وہ یہ ہیں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (دکن)۔

عبادہ بن صامت ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے جو انصار کے سرداروں میں سے تھے آپ عقبہ ثانیہ۔ عقبہ ثالثہ۔ جنگ بدر اور تمام لڑائیوں میں حاضر ہو کر اسلامی شمشیر خون آشام سے کفار کا منہ توڑتے رہے۔ آپ ان صحابہ میں سے تھے جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کو جمع کیا۔ آپ طویل القامت جسیم اور خوبصورت تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو شام کا قاضی بناکر بھیجا۔

آپ پہلے حمص میں۔ پھر فلسطین میں اقامت پذیر ہوئے۔ ۷۲ برس کی عمر پائی۔ رملہ میں وفات پائی۔ بعض کے نزدیک ۳۴ھ میں بیت المقدس میں آپکا انتقال ہوا۔ (البدر)

(۱) قبیصہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عبادہ بن صامت انصاری نقیبے نے جو جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے مصاحب قدیم تھے معاویہ کے ساتھ ہو کر ملک روم پر جہاد کیا۔ وہاں لوگوں کو دیکھا کہ سونے کے ٹکڑوں کی اشرفیوں سے اور چاندی کے ٹکڑوں کی درہمو ساتھ خرید فروخت کرتے ہیں۔ تو فرمایا۔ لوگو! تم سود کھاتے ہو۔ میں نے خود جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ سونے کی سونے کے ساتھ خرید فروخت نہ کرو۔ مگر برابر برابر۔ یعنی نہ تو ان میں کمی بیشی ہی ہو نہ ادھار اور وعدہ ہی۔ اس پر معاویہ نے عبادہ سے کہا کہ اے ابو الولید (یہ حضرت عبادہ کی کنیت ہے) میں تو اسطرح کی بیع میں سود نہیں دیکھتا۔ ہاں ادھار اور وعدہ ہو تو بے شک سود ہے۔ عبادہ نے کہا۔ میں تم سے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم ہو کہ اپنی رائے اور قیاس کو دخل دیتے ہو۔ بخدا اگر حق تعالٰی مجھے (یہاں وسلامت) نکال لیجائیگا تو جس سرزمین میں تمہاری مجہبر حکومت ہوگی ہاں

Marfat.com

میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا۔ چنانچہ جب عبادہ روم سے لوٹے تو (اپنی بود و باش کی جگہ نہیں بلکہ) سیدھے مدینے پہونچے۔ عمر فاروق نے ان سے فرمایا کہ ابوالولید کسطرح آئے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ سے سارا قصہ بیان کر دیا۔ اور معاویہ کی عملداری میں نہ رہنے کی جو گفتگو ہوئی تھی وہ بھی کہہ سنائی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ابوالولید! تم (بلا خوف وخطر) اپنی زمین میں چلے جاؤ خدا اس زمین کا برا کرے جس میں تم اور تم جیسے لوگ نہ ہوں۔ اور معاویہ کو لکھا کہ عبادہ پر تمہاری کسی طرح کی حکومت نہ چلنے پائے۔ اور جو کچھ عبادہ نے بیان کیا ہے چونکہ وہ واقعی اور نفس الامری بات ہے لہذا تم لوگوں کو اسی پر عمل کرنے کی ترغیب دو۔ (ابن)۔

(۲) یسار کے بیٹے مسلم اور رعبیہ کے بیٹے عبداللہ دونوں کہتے ہیں کہ عبادہ بن صامت اور معاویہ دونوں ایک منزل میں جمع ہوئے۔ عبادہ نے کہا کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا ہے کہ سونے کو سونے کے ساتھ اور چاندی کو چاندی کے ساتھ اور گیہوں کو گیہوں کے ساتھ اور جو کو جو کے ساتھ۔ اور کھجور کو کھجور کے ساتھ (دونوں راویوں میں سے ایک نے اتنا اور کہا) اور نمک کو نمک کے ساتھ بیچیں: لیکن دوسرے راوی نے یہ نہیں کہا) مگر برابر برابر (ہو تو کچھ مضائقہ نہیں پھر ان دونوں راویوں میں سے ایک نے یہ بھی کہا) جس شخص نے زیادہ لیا یا زیادہ دیا اس نے سود لیا دیا۔ (دوسرے راوی نے یہ نہیں کہا) اور پیغمبر صاحب نے اسبات کا حکم فرمایا ہے کہ سونے کو چاندی کے ساتھ اور چاندی کو سونے کے ساتھ۔ گیہوں کو جو کے ساتھ اور جو کو گیہوں کے ساتھ دست بدست جسطرح چاہیں بیچیں۔ معاویہ نے یہ حدیث سنی تو کھڑے ہو کر کہا۔ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کی حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ ہم بھی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں۔ مگر ہم نے تو آپ سے یہ حدیث نہیں سنی۔ عبادہ بن صامت کو معلوم ہوا۔ تو انہوں نے کھڑے ہو کر اس حدیث کو مکرر بیان کیا۔ اور کہا ہم نے تو جو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے وہی بیان کرینگے۔ اگرچہ معاویہ کو بری ہی کیوں نہ لگے۔ (ن)

(۳) عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ سونا سونے کے عوض کانٹے میں برابر بیچا جائے۔ معاویہ نے کہا کہ یہ شخص صحیح بات نہیں کہتا۔ اس پر عبادہ بولے۔ مجھے اسبات کی ذرا بھی پرواہ نہیں کہ اس سرزمین میں نہ رہوں جس میں معاویہ رہتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی فرماتے سنا ہے۔ (ن)

عبادہ | عبادہ بن صامت انصاری خزرجی جلیل القدر صحابی تھے۔ سنہ ۳۴ھ میں رملہ میں فوت ہوئے۔ (کن)

عبادت | خدا کی تعظیم اور اسکی بندگی کے اظہار کا مشروع طریقہ۔ شرع میں دو قسم کے احکام ہیں۔ عبادات اور معاملات۔

معاملات اُن احکام کا نام ہے جو انسان کے دنیاوی کاروبار سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً خرید و فروخت وغیرہ وغیرہ۔

عبادات سے وہ احکام مراد ہیں جن سے خدا کی تعظیم اور بندگی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اسلام میں یہ چار عبادتیں فرض ہیں۔ نماز روزہ زکوٰۃ حج۔ سبکی تفصیل و تشریح اپنے اپنے موقعہ پر موجود ہے۔ یہ اس قسم کی عبادتیں ہیں جن میں خدا کی تعظیم اور اپنی عبودیت کے اظہار کے علاوہ بنی آدم کی جسمانی صحت اور اخلاقی درستی بھی مرکوز ہے۔ نماز سے خضوع وخشوع دل میں پیدا ہوتا

Marfat.com

جسکے باعث آدمی بہت سی برائیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ پانچوں وقت وضو کرنے سے بدن میں صفائی اور طبیعت میں فرحت اور تازگی پیدا ہوتی ہے۔ روزے میں بھوک اور پیاس کی جو سختیاں آدمی اپنے نفس پر جھیلتا ہے اس سے صبر و تحمل اور مصائب و تکالیف کو استقلال کے ساتھ برداشت کرنیکا عادی ہو جاتا ہے اور اپنے غریب اور مسکین بھائیوں کی مفلسی اور تنگدستی کا اندازہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ بھی میری طرح سے طرح طرح کے فاقے کاٹتے ہوں گے۔ اسیطرح زکوٰۃ کے فرض کرنے سے غریبوں۔ مسکینوں۔ اپاہجوں۔ یتیموں۔ رانڈ عورتوں اور مسافروں کی ہمدردی اور انکے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا مقصود ہے حج سے انسان سفر کی تکالیف برداشت کرتا ہے۔ جس سے اسکے بدن میں قوت آتی ہے۔ دریاؤں اور سمندروں میں خدا تعالے کی قدرتوں کا مشاہدہ کرنیکا موقعہ ملتا ہے۔ اطراف عالم کی سیر کرنے سے بہت سے دنیوی فوائد اور دینی برکات بھی حاصل ہوتی ہیں۔ اگر تاجر اور پیشہ ور لوگ حج سے فارغ ہو کر مختلف ممالک میں تجارت کر کے بہت کچھ نفع حاصل کر سکتے ہیں۔ غرض مذہب اسلام نے عبادت کے جو طرق مقرر کئے ہیں ان سے دینی برکات بھی حاصل ہوتی ہیں اور دنیوی فوائد بھی۔ بخلاف دوسرے مذاہب کی عبادتوں کے کہ کسی سلیقہ پر انکی بنیاد رکھی گئی ہے اور نہ اسقدر فوائد و برکات حاصل ہوتی ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ٥ میں نے جنوں اور انسانوں کو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔

عُربان | بیع کی ایک قسم ہے جو شرعاً ممنوع ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ عمر بن شعیب سے مروی ہے۔ اور وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں اور اُنہوں نے اپنے دادا سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیع عُربان سے منع فرمایا ہے۔ (مش)۔

اور بیع عُربان کی تعریف ہے کہ ایک شخص کوئی چیز خریدے اور بیچنے والے کو ایک روپیہ یا کم زیادہ اس شرط پر دیوے کہ اگر میں نے یہ چیز مول لے لی تو اس روپے کو قیمت میں مجرا رکھیں گے ورنہ یہ تیرے پاس ہی رہیگا۔ اور اسے بیعانہ کہتے ہیں۔ یعنی سائی (منظ)۔

عراق عرب | زمانہ قدیم میں دجلہ اور فرات کے درمیانی ملک کو یونانی مسوپوٹیمہ کہتے تھے۔ عراق اور جزیرہ دونوں اسی میں آگئے۔ پھر انکی باہمی یوں تقسیم کی گئی ہے کہ اسکا شرقی حصہ عبادان سے لیکر انبار تک عراق عرب ہے۔ اور انبار سے لے کر ملک شام کی جانب جسمیں تیماء اور میدان خساف بھی ہے اس ملک کو جزیرہ کہتے ہیں۔ اور مابلس سے لیکر ایلہ تک حجاز کے رخ تبوک کے سامنے کا حصہ دیار طے تک کو بادیہ شام کہتے ہیں۔ عراق عرب قدماء کلدیہ بھی کہتے تھے (جغرا)

عراق | (ل) کنارہ دریا۔ عراق۔ دو ملکوں کا نام ہے ایک کو عراق عجم کہتے ہیں اور دوسرے کو عراق عرب۔ پہلے میں خراسان و اصفہان وغیرہ شامل ہیں اور دوسرے میں بغداد وغیرہ داخل ہیں۔ اور عراق عجم دریائے جیحون کے کنارے پر ہے۔ اور عراق عرب دجلہ و فرات کے کنارے پر (غ)

حدیث میں بھی عراق کا ذکر آیا ہے۔ عراقین کوفہ و بصرہ کو کہتے ہیں۔

عذر | (ل) بہانہ (ص۔ ش) میں عذر سے مراد وہ علت ہے جسکے باعث صاحب عذر کسی شرعی کام کے بجالانے سے معذور سمجھا جائے جیسے بیمار ہونا یا مسافر ہونا۔ وغیرہ

Marfat.com

عذاب القبر

قبر کا عذاب۔ وہ سزا جو گنہگار لوگوں کو قبر میں ملیگی۔ مسلمانوں میں سے سنی وشیعہ وغیرہ اکثر فرقوں کا عقیدہ ہے کہ قبر میں ہر شخص سے اسکے بھلے یا بُرے اعمال کے متعلق سوال ہوگا۔ خواہ وہ ڈوب مرا ہو۔ یا اسے کسی درندے نے کھالیا ہو یا توپ کے آگے اُڑا دیا گیا۔ بہر حال اسکے ساتھ یہ سلوک ہوگا۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جس وقت بندہ کو اسکی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اسکے رفقاء واپس چلے جاتے ہیں اور وہ انکے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے۔ تو اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ پھر وہ اسکو بٹھالیتے ہیں اس سے پوچھتے ہیں کہ تو اس آدمی یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں کیا کہتا تھا۔ تو مومن آدمی جواب دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ دوزخ میں اپنے ٹھکانے کیطرف دیکھ جسکے بدلے اللہ تعالےٰ نے تیرا ٹھکانا جنت میں بنا دیا ہے۔ پس وہ دونوں ٹھکانوں کو دیکھ لیتا ہے۔ اور منافق اور کافر سے کہا جاتا ہے کہ تو اس آدمی یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں کیا کہتا تھا۔ تو وہ کہتا ہے مجھے کچھ خبر نہیں۔ جو لوگ کہتے تھے وہی میں کہتا تھا۔ پس اس سے کہا جاتا ہے نہ تو نے عقل سے سمجھا نہ قرآن میں پڑھا اور لوہے کی گرزوں سے اسکو سخت مارا جاتا ہے اور وہ سخت چلاتا ہے جسکو جنوں۔ اور انسانوں کے سوا آس پاس کی سب مخلوق سنتی ہے۔ (مش)

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفن کرکے فارغ ہوتے تو اسکے پاس ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اسکی ثابت قدمی کے لئے دعا کرو۔ کیونکہ اب اس سے سوال کیا جاتا ہے (مش)۔

(۲) عذاب قبر کے متعلق بعض شکی طبائع کو یہ اعتراض سوجھا کرتا ہے کہ جب مردے میں جان نہیں تو وہ کیا بیٹھے گا اور جواب دیگا۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ اعتراض بالکل بے حقیقت ہے۔ ہم اس دنیوی کارخانے میں یہی صورت دیکھنے کے عادی ہو رہے ہیں کہ بیٹھنا بولنا سننا وغیرہ تمام افعال جسم کی حرکت اور گفتگو میں آواز ہونے پر موقوف ہے۔ مگر خدا کی قدرت کے لئے کیا یہ ضرور ہے کہ دنیا کے روش بروش کسی دوسرے عالم میں سننے بولنے کی بعینہ یہی صورت ہو۔ ممکن ہے کہ جو شخص اس عالم میں اتر آتا ہو وہ کسی ایسے طریقہ سے بولتا سنتا ہو اس دنیا کے طریقہ سے بالکل نرالا اور جداگانہ ہو۔ اور دنیا والے غیر عالم میں ہونے کی وجہ سے اس کو محسوس نہ کر سکتے ہوں۔

خود عالم دنیا میں ایک ایسی مثال موجود ہے۔ جو اوپر کے بیان پر روشنی ڈال رہی ہے۔ ایک شخص خواب میں جنگل۔ پہاڑ اور دریا کی سیر کر رہا ہے۔ کبھی کسی سرسبز وادی کو دیکھکر دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ کبھی کسی خونخوار درندے کو دیکھکر اسکا دل سہم جاتا ہے۔ کبھی کسی بچھڑے ہوئے رفیق کو گلے لگا کر گھڑیوں روتا رہتا ہے لیکن اگر تم اس شخص کے پاس جاؤ تو اسکو ایک چارپائی پر چپ چاپ لیٹا پاؤ گے۔ نہ کوہ و بیابان کا نقشہ نظر آئیگا اور نہ کسی درندے یا عزیز کا نشان دکھائی دیگا۔ نہ کہیں اسکا درد بھرا رونا سنائی دیگا۔ لیکن ادھر اسکے دل پر خوشی یا خوف یا درد کا جو اثر اسوقت ہو رہا ہے وہ ہر شخص جس نے خواب کی کیفیت دیکھی ہے جانتا ہے۔

رہی یہ بات کہ کوئی شخص ڈوب مرے یا جل جائے یا کوئی درندہ اسکو کھا جائے۔ تو بھی اس سے یہ سوال کیا جائیگا اور اسکو اسکے عملوں کے موافق سزا و جزا ملیگی تو اسکا یہ مطلب یہ ہے کہ انسان کا جسم خواہ سالم رہے یا فنا ہو جائے

Marfat.com

بہرحال روح میں کوئی نقصان نہیں آتا جسم جو پانی۔ مٹی۔ آگ۔ ہوا سے مرکب ہے۔ خواہ اسکو کوئی درندہ یا پرندہ کھا جائے یا وہ آگ یا پانی میں موجود رہینگے۔ اور ان سے اسکی روح کا خاص تعلق رہیگا۔ ان اجزاء ہی کے ذریعہ سے خدا جو چاہے روح کو عذاب دے سکتا ہے۔ دنیا میں بھی بدنی تکلیف بدن کے جدا جدا عضو سے محسوس ہوتی ہے۔ یہی بات میت کے اجزاء بدن کی ہو سکتی ہے۔

عدن (ل) ایک جگہ ہمیشہ اقامت پذیر رہنا (غ) (ص۔ بن) میں اسکا اطلاق بہشت کے باغوں پر آتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا تا اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ۝ (س۔ مریم ع ۴) مگر جو کوئی توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے کام کرے تو ایسے لوگ بہشت میں جائیں گے اور ان پر ظلم نہ ہوگا (وہ بہشت کیا ہے) ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جنکا اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں سے بن دیکھے وعدہ کیا ہے۔ (بندوں نے ان باغوں کو نہیں دیکھا) بے شک اسکا وعدہ آکر رہیگا

عدل عدل کے معنے انصاف۔ ایک مناسب حد قائم کرنا۔ یکساں کرنا۔ معاوضہ قرآن مجید میں یہ کلمہ ۱۲ جگہ آیا ہے۔

(۱) وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ تا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (س۔ نساء) اور تم ہرچند چاہو لیکن یہ تو تم سے ہرگز نہیں سکے گا کہ (کئی کئی) بیبیوں میں برابری کر سکو۔ تو بالکل (ایک ہی طرف) مت جھک پڑو۔ کہ دوسری کو لٹکتا ہوا چھوڑ دو۔ اور اگر آپس میں موافقت کر لو۔ اور ایک دوسرے پر زیادتی کرنے سے بچتے رہو تو اللہ بھی بخشنے والا مہربان ہے۔

(۲) وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ (س۔ بقرہ ع ۴۸) اور اس دن سے ڈرو۔ کہ کوئی شخص کسی شخص کے کچھ بھی کام نہ آئے اور نہ اسکی طرف سے سفارش قبول کیجائیگی۔ اور نہ اس سے کچھ معاوضہ لیا جائیگا۔

(۳) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ الخ۔ مسلمانو! جب تم ایک میعاد مقرر تک کے وعدہ کا لین دین کرو تو اسکو لکھ لیا کرو۔ اور تمہارے درمیان میں کوئی لکھنے والا انصاف سے لکھدے۔ اور لکھنے والے کو چاہیئے کہ لکھنے سے انکار نہ کرے جسطرح خدا نے اسکو سکھایا ہے۔ الخ۔

(۴) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ تا فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ط الخ (س۔ مائدہ) مسلمانو! جب تم میں سے کسیکے سامنے موت آموجود ہو۔ تو وصیت کرنے کے وقت تم میں سے دو معتبر آدمیوں کی گواہی ہے یا اگر تم کہیں کو سفر کرو اور موت کی مصیبت تم پر آپڑے۔ تو تم مسلمانوں کے سوا دو غیر گواہ بنا لو بھی الخ۔

(۵) سورہ انعام۔ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا الخ میں بھی عدل کا کلمہ معاوضہ میں آیا ہے۔

(۶) سورہ نحل کی ۹۰ ویں آیت میں کلمہ انصاف کے معنے میں آیا ہے۔

(۷) سورہ مائدہ کی ۹۵ ویں آیت میں بھی اس معنے میں آیا ہے۔ (۸) سورہ حجرات کی آٹھویں آیت میں برابری کے معنے میں آیا ہے (۱۰) اَلَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ سورہ انشقاق آیت ۸ (وہ پروردگار) جس نے تجھ کو بنایا۔ اور بہت درست بنایا اور تیرے جوڑ بند ٹھیک رکھے۔ وغیرہ۔

اللہ تعالےٰ کے ننانویں ناموں میں سے ایک نام ہے

جسکے معنے ہیں منصف۔ یہ نام خدا کے صفاتی ناموں میں سے ہے۔ مگر قرآن مجید میں بطور صفاتی ناموں کے نہیں آیا بلکہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ (مش)

عدت (ل) شمار کرنا۔ (م۔ش) میں عورت کے زوال نکاح یا مشابہ نکاح کے بعد میعاد معین تک عقد ثانی نہ کرنا۔ اور فائدہ عدۃ کا حفاظت نسب ہے۔ کیونکہ اگر مفارقت ہوتے ہی دوسرے سے نکاح کرلے تو کیا معلوم ہو کہ نطفہ کسکا ہے۔

قرآن مجید میں عدت کی بابت یوں ارشاد ہوا ہے۔ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ تا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (س بقرہ ع ۲۸) اور جن عورتوں کو طلاق دیگئی ہو وہ اپنے آپ کو تین دفعہ کپڑوں سے آنے تک روکے رکھیں۔ اور اگر اللہ اور روز آخرت کا یقین رکھتی ہیں تو کچھ بھی (بچے کی قسم) سے خدا نے انکے پیٹ میں پیدا کر رکھا ہے اسکا چھپانا انکو جائز نہیں۔ اور انکے شوہر (انکو) اچھی طرح رکھنا چاہیں تو وہ اس اثنا میں انکو (اپنی زوجیت) میں واپس لینے کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور جیسے (مردوں کا حق عورتوں پر ہے ویسے ہی دستور کے مطابق عورتوں کا حق (مردوں پر) ہاں مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہے۔ اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ تا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (س۔ بقرہ ع ۳۰) اور تم میں جو لوگ مرجائیں اور بیبیاں چھوڑ مریں تو (عورتوں کو چاہیے کہ) چار مہینے دس دن اپنے تئیں روکے رہیں۔ پھر جب اپنی (عدۃ کی) مدت پوری کرلیں تو جائز طور پر جو کچھ اپنے حق میں کریں اسکا تم (وارثان میت) پر کچھ الزام نہیں اور (تم لوگ جو کچھ بھی) کرتے ہو اللہ کو اسکی خبر ہے۔

اگر کسی عورت کا خاوند مرگیا۔ یا اسکے خاوند نے اسے طلاق دے دی۔ اور وہ عورت حاملہ ہو تو باتفاق ائمہ اسکی عدت وضع حمل ہے۔ اور جس عورت کو حیض آتا ہو۔ اسکی عدت امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک تو تین حیض ہیں اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک تین طہر ہیں۔

جو عورت حاملہ نہ ہو اور اسکا شوہر مرجائے۔ تو اسکی عدت مذہب حنفی میں چار ماہ دس دن ہے۔ اگر وہ آزاد ہو۔ اور اگر لونڈی ہو تو اسکے لئے نصف مدت ہے اور آزاد مطلقہ کے لئے تین حیض کامل اور لونڈی کے لئے دو حیض (رحمۃ)۔

جس عورت کا خاوند مفقود الخبر ہو۔ تو وہ مذہب امام ابوحنیفہ اور بقول جدید راجح امام شافعی اور بمطابق امام احمد کی ایک روایت کے اسوقت تک دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی جب تک کہ اسکے خاوند جیسا شخص غالباً اسقدر عرصے تک زندہ نہ رہ سکے اور اسکی حد امام صاحب کے نزدیک ۱۲۰ برس ہے۔ اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک نوے برس تک۔ اور بمذہب امام مالک اور بروایت دیگر امام احمد اور بقول قدیم امام شافعی کہ جسکو متاخرین اصحاب امام شافعی کی ایک جماعت نے پسند کیا ہے۔ اور یہی قوی ہے۔ بلکہ حضرت عمر رض نے اسپر عمل کیا ہے۔ اور کسی صحابی نے اس سے انکار نہیں کیا۔ یہ ہے کہ عورت چار سال تک منتظر رہے کیونکہ یہ اکثر مدت حمل کی ہے۔ اور بعد اسکے چار مہینے دس دن عدت وفات کی گذار کر دوسرے سے نکاح کرے۔ (رحمۃ)۔

عداوت و بغض (۱) حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) اپنے تئیں بدگمانی سے دور رکھو کیونکہ بدگمانی بہت ہی جھوٹی بات ہے اور لوگوں کے پوشیدہ عیوب نہ ٹٹولو اور خبروں کی جستجو نہ کرو۔

Marfat.com

اور کسیکو دھوکے میں ڈالنے کی غرض سے ایک چیز کی قیمت بڑھا کر اسکی خواستگاری ظاہر نہ کرو۔ اور ایک دوسرے پر حسد نہ کرو۔ اور آپسمیں عداوت و دشمنی نہ رکھو۔ اور خدا کے بندو تم سب بھائی بھائی بنے رہو۔ (صح)

(۲) زبیر بن عوام رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) پہلی امتوں کا مرض آہستہ آہستہ تمہاری طرف بڑھا چلا آرہا ہے۔ اور وہ ایک حسد ہے۔ دوسری دشمنی اور ان میں سے ہرایک حالقہ (صاف کرنے والی۔ مونڈنے والی) ہے۔ سنو میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتی ہے۔ بلکہ دین کو مونڈتی ہے۔ مجھے اس ذات مقدس کی قسم ہے جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم تاوقتیکہ کامل مومن نہ ہوگے جنت میں نہ جاؤ گے۔ اور کامل مومن اسوقت تک ہو نہیں سکتے جب تک باہم ایک دوسرے کو دوست نہ رکھو۔ کیا میں تمہیں وہ چیز بتادوں جس پر عمل کرنے سے ایک دوسرے کو دوست رکھنے لگو۔ ہاں۔ تو باہم سلام (علیک) کو رواج دو۔ (تر)۔

عدار ایک جانور کا نام ہے جو یمن کے بیابانوں میں ملتا ہے۔ جو صورت میں انسان سے بہت مشابہ ہوتا ہے۔ جہاں کہیں انسان کو دیکھ پاتا ہے تو دوڑ کر گھیر لیتا ہے۔ اور نیچے ڈال کر اس سے مباشرت کرتا ہے خواہ مرد ہو خواہ عورت جسکے صدمہ سے انسان کمتر زندہ رہتا ہے۔ یمن کے لوگ اسے جن کہتے ہیں (جغ)۔

عجل گوسالہ۔ بچھڑا۔ اور قرآن میں اس گوسالہ کا ذکر ہے جسکو سامری نے اپنے جادو کے زور سے سونیکا پرستش کے لئے بنایا تھا۔ چنانچہ ذیل کی آیات سے معلوم ہوگا۔

(۱) وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسٰی مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ حُلِیِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُكَلِّمُهُمْ وَلَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا (س۔ اعراف۔ ع ۱۸) اور موسیٰ کی قوم نے اسکے بعد اپنے زیور سے ایک بھائیں بھائیں کرنیوالے بچھڑے کا ڈھانچ بنالیا۔ یہ نہ جانا کہ نہ وہ ان سے بات کرسکتا ہے نہ انکو کوئی رستہ بتا سکتا ہے۔ جبکہ موسیٰ علیہ السلام کو توریت لینے کے لئے کوہ سینا پر گئے ہوئے چالیس روز گذر گئے تو بنی اسرائیل نے سمجھ لیا تھا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام مرگئے۔ چونکہ مصریوں کی صحبت سے بت پرستی کے بہت شائق تھے۔ اور مصری لوگ بیل پوجا کرتے تھے اسلئے انہوں نے بھی بچھڑا بنایا۔ سامری بنی اسرائیل میں سے ایک شخص سنار اور اس کام میں ہوشیار تھا۔ اس نے بنی اسرائیل کی استدعا سے بنی اسرائیل سے سونے کے زیورات لیکر جو مصریوں سے لائے تھے ایک بچھڑا ڈھالا۔ اور کہا تمہارا اور موسیٰ کا یہی خدا ہے۔ (الف)

(۲) قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ (س۔ طٰہٰ۔ ع ۴) فرمایا کہ تمہارے پیچھے ہمنے تمہاری قوم کو (ایک اور) بلا میں مبتلا کر دیا ہے اور (وہ یہ ہے کہ) انکو سامری نے گمراہ کیا۔

(۳) قَالُوْا مَا اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا ۔۔ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَا اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰی فَنَسِیَ (س۔ طٰہٰ۔ ع ۴) وہ لگے کہنے کہ ہمنے اپنے اختیار سے تمہارے ساتھ عہد شکنی نہیں کی بلکہ (ہمکو یہ معاملہ پیش آیا کہ قبطیوں کی) قوم کے زیوروں کا بوجھ (جو مصر سے چلتے وقت) ہمپر لاد دیا گیا تھا۔ اب سامری کے کہنے سے) ہمنے اسکو (آگ میں لا) ڈالا اور اسیطرح سامری نے بھی (اپنے پاس کا زیور لا) ڈالا۔ پھر (سامری ہی نے) لوگوں کے لئے (اسکا ایک بچھڑا (بنا کر) نکال کھڑا کیا (یعنے بچھڑے کا) بت جسکی آواز (بھی) بچھڑے کی (سی) تھی۔ اس پر بعض لوگ لگے کہنے کہ یہی تو تمہارا معبود ہے اور موسیٰ کا معبود (بھی) یہی تھا

Marfat.com

اور وہ بھول (کر کوہ طور پر چلا) گیا ہے۔ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُونُ مِن قَبْلُ يَا قَوْمِ إِنَّمَا فُتِنتُم بِهِ وَإِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمَٰنُ فَاتَّبِعُونِي وَأَطِيعُوا أَمْرِي ۝ (س۔ طٰہٰ۔ ع ۵) اور ہارون نے (بچھڑے کی پرستش سے) پہلے ان سے کہا بھی کہ بھائیو! یہ تو اس بچھڑے کے ذریعے سے تمہاری آزمائش کی جارہی ہے ورنہ تمہارا پروردگار (خدائے) رحمان ہے تو میرے کہے پر چلو اور میری بات مانو۔

(۵) قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَا سَامِرِيُّ ۝ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَٰلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي ۝ (س۔ طٰہٰ۔ ع ۵) (یعنی اب موسیٰ نے سامری سے پوچھا کہ سامری! تیرا کیا حال ہے (اس نے) کہا مجھے وہ چیز دکھائی دی جو اوروں کو نہیں دکھائی دی۔ (جبریل کو دیکھا کہ وہ گھوڑے پر سوار چلے جارہے ہیں) تو میں نے (جبریل) فرشتے (کی گھوڑی) کے نقش قدم (کی مٹی) سے ایک مٹھی بھر لی پھر اسکو (ڈھلے ہوئے بچھڑے میں ڈال دیا۔ (اور وہ بھائیں بھائیں کرنے لگا) اور (اسوقت) میرے دل نے مجھکو ایسی ہی صلاح دی۔

بچھڑا جو سونے کا سامری نے بنایا اسمیں علمائے اسلام کے دو قول ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ کسی صنعت سے اسکو مجوّف ڈالا تھا کہ ہوا کے سامنے رکھنے سے اُس سے گائے کے بچھڑے کی سی آواز نکلتی تھی جس سے اُن احمقوں نے نہ صرف اپنا خدا بلکہ موسیٰ کا بھی خدا اس سامری جاہل کے کہنے سے تسلیم کر لیا اور اسکے ارد گرد ناچنے گانے قربانی چڑھانے سجدہ کرنے لگے۔

بعض کہتے ہیں کہ سامری نے اس میں جبریل کے گھوڑے کے پاؤں کی مٹی ڈالدی تھی جو اس نے اُسوقت اُٹھائی تھی جبکہ جبریل عبور قلزم کے وقت نمودار ہوئے تھے۔ یا جب کوہ طور پر آئے تھے جس سے وہ حیوان ہوکر بولنے لگا۔ جیسا کہ قرآن میں اس کی تصریح ہے۔

فریق اول کہتا ہے کہ قرآن میں صرف سامری کا عذر نقل کیا ہے کہ میں نے ایسا کیا۔ اب یہ کیا ضرور ہے کہ جس کسی کے قول کو قرآن حکایت کرے وہ قول فی نفسہ صحیح بھی ہو۔ بت پرستوں اور جہلا کے بہت اقوال نقل ہیں۔ وَيُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وغیرہ۔ تو پھر کیا انکا یہ کہنا سچ ہے؟ قرین قیاس ہے کہ سامری نے بنی اسرائیل سے فریب کیا ہو کہ اسکو بنایا تو مجوّف ہو۔ جس میں ہوا کے ذریعے سے آواز پیدا ہوتی تھی۔ اور کہدیا کہ میں نے اُس میں رسول (جبریل) کے پاؤں کی مٹی ڈالدی ہے اور یہی بوقت ملامت موسیٰ سے کہدیا۔ اور قرآن میں یہ نہیں کہ اس مٹی کے ڈالنے سے وہ بولتا تھا یا سچ مچ کا بچھڑا ہی بن گیا تھا۔ اگر قدم رسول کا ایسا اثر ہوا ہو تو کیا تعجب ہے رسول سے مردہ روحیں زندہ ہوتی ہیں اُنکی خاک پا سے اگر جماد حیوان ہو جائے تو کیا بعید ہے۔ موسیٰ نے فرمایا جنہوں نے بچھڑا اپنایا اُنپر خدا کا غضب اور ذلت پڑے گی۔ چنانچہ انکی توبہ یہ قرار پائی کہ قتل کئے جاویں۔ اور پھر وبا بھی آئی۔ اور نیز چالیس برس بیابان میں حیران پھرے (لقا)۔

عجز

(۱) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا۔ اے بہترین مخلوق پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ وصف خاص ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ (مس)

(۲) عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! تم میری مدح میں مبالغہ

Marfat.com

نہ کرنا جسطرح نصاریٰ نے مریم کے بیٹے مسیح کی مدح میں مبالغہ کیا۔ میں تو خدا کا ایک بندہ ہوں۔ تو تم مجھے خدا کا بندہ اور اسکا رسول کہو۔ (صح)

(۳) عبداللہ بن شخیر کے بیٹے مطرف سے روایت ہے کہ میں بنی عامر کے قبیلے کی ہمراہی میں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف چلا (جب ہم سب لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے) تو ہمنے کہا آپ ہمارے سردار ہیں۔ فرمایا سردار خدا ہے۔ ہمنے عرض کیا اور فضائل و خصائل کے اعتبار سے آپ ہم سے برتر اور قدرت و وسعت کے لحاظ سے بزرگتر ہیں۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خیر یہ کہنا درست ہے (یعنے اتنا کہنے کا مضائقہ نہیں) بلکہ اگر اس سے کمتر کہو تو بہت بہتر ہے۔ چاہیئے کہ شیطان تمہیں اپنا وکیل نہ بنادے (کہ جو چاہو لگو بے تامل کہنے) (ابو)۔

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندے کو لائق نہیں کہ میری نسبت یہ بات جائز رکھے کہ میں متی کے بیٹے یونس سے بہتر و افضل ہوں اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص میری نسبت کہے کہ میں متی کے بیٹے یونس سے افضل و بہتر ہوں وہ جھوٹا ہے (بخ)۔

عثمانؓ بن عفان

آپ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک رفیق ہے اور میرا رفیق جنت عثمانؓ ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب بدر جانے کا ارادہ فرمایا تو چونکہ حضرت رقیہؓ بیمار تھیں لہذا حضرت عثمان کو واسطے تیمارداری حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کے چھوڑا اور بدر کی غنیمت سے آپ کو حصہ دیا۔ اسی وجہ سے آپ کو اہل بدر سے گنا تولد آپکا چھٹے سال فیل ہے۔ اور آپ اسلام لائے پہلے داخل ہونے دار ارقم میں بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ اور زید بن حارث کے۔ اور تھا اسلام آپکا ابوبکرؓ کی ترغیب یعنی دعوت سے۔ اور جب آپ اسلام لائے تو آپ کے چچا حکم بن ابی العاص بن امیہ نے آپکو باندھا اور قید کیا۔ اور کہا کہ تو باپ دادوں کے دین سے نئے دین میں آیا۔ واللہ میں نہیں چھوڑونگا تجھکو جب تک کہ نہ چھوڑے تو اس دین کو۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس دین کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا اور کبھی اس سے جدا نہ ہوں گا اگرچہ میری جان جائے۔

جب حکم نے سختی اور مضبوطی آپ کے دین کی دیکھی تو آپ کو چھوڑ دیا۔

حضرت رقیہؓ آنحضرت کی صاحبزادی زمان نبوت سے پہلے ہی آپ کے نکاح میں تھیں۔ اور غزوہ بدر میں فوت ہوئیں۔ بعد انکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپکا عقد حضرت بی بی ام کلثومؓ کے ساتھ کیا اور نویں سال ہجرت میں وہ بھی فوت ہوئیں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے پاس تیسری بیٹی ہوتی تو عثمان کے سوا اور کسی سے اسکا عقد نہ کرتا۔ آپ کے سوا کوئی اور شخص ایسا نہیں ہوا کہ جسکے نکاح میں پیغمبر کی دو بیٹیاں آئی ہوں۔ اسی سبب سے آپکا لقب ذو النورین ہوا۔

آپ میانہ قد۔ خوش رو۔ سرخ و سفید تھے۔ منہ پر چیچک کے نشان تھے۔ ریش بزرگ تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ام کلثومؓ کو فرمایا کہ میں نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو لوگوں میں سے تیرے دادا ابراہیم علیہ السلام اور تیرے باپ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بہت مشابہ ہے۔

آپ کو حیا اس درجہ تھی کہ گھر کے اندر دروازہ بند کرکے غسل فرمایا کرتے تھے۔ نقل ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو

Marfat.com

تشریف لائے۔ آپ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی چادر اوڑھے ہوئے بیٹھے تھے۔ آپ نے اسی حالت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آنے کی اجازت دی۔ حضرت صدیق رض کو جو ضرورت تھی ادا کر کے روانہ ہوئے۔ پھر حضرت عمر رض تشریف لائے۔ انکو بھی اسیطرح باریابی کی نوبت پہنچی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اسیطرح میں نے بھی اجازت حاضری چاہی۔ میری خبر سنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اٹھ بیٹھے۔ اور فرمایا اے عائشہ ذرا اپنے کپڑے سنبھال لے۔ اتنے میں میں حاضر ہوا۔ اور جو ضرورت مجھے تھی پوری ہوئی۔ اور حضرت سے رخصت ہوا۔ تو حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے ابوبکر رض وعمر رض کے لئے آپ کو تکلیف فرماتے نہیں دیکھا جیسا کہ آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے تکلیف فرمائی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ عثمان بہت حیادار ہے مجھے اندیشہ تھا کہ اگر اسی حال میں اسے بلالیتا تو وہ اپنے مطلب کی بات نہ کرسکتا۔

دوسری روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کیوں نہ ایسے شخص کا لحاظ کروں جسکا فرشتے لحاظ کرتے ہیں۔

نقل ہے کہ ایک روز کچھ صحابی آپ کے مکان پر آرہے تھے۔ راہ میں ایک صاحب کی نظر کسی عورت نامحرم پر پڑی۔ جب آپ کے پاس تشریف لائے۔ تو آپ نے فرمایا تم میں سے ایک ایسا شخص آیا ہے جسکی آنکھوں سے زنا کا اثر ظاہر ہے۔ وہ شخص خود قریب آیا اور عرض کیا یا خلیفہ بعد پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم آپ پر بھی وحی نازل ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ وحی نہیں بلکہ فراست ہے کہ خدائے تعالے نے ہم سب کو عنایت فرمائی ہے۔

وجہ شہادت آپ کی مداحین نے یہ لکھی ہے کہ حضرت عثمان رض کی خلافت کے ساتویں سال آپ کے رشتہ داروں نے جو اطراف ملک میں عامل تھے۔ رعایا پر جبر و تعدی کی شدت کی اور فسق و فجور میں بھی حد سے بڑھ گئے تھے۔ حتیٰ کہ ہر طرف سے شکایتیں بھی آنے لگیں۔ عبداللہ بن سراج آپکا برادر رضاعی جوان دنوں حاکم مصر تھا ان صفتوں میں اور سب سے بڑھ گیا تھا۔ شراب کے نشہ میں صبح کی دو رکعتوں کی جگہ چار پڑھا دیں۔ پھر سلام پھیر کر کہنے لگا۔ چاہو تو اور پڑھا دوں۔ اس ماجرے کو دیکھکر مصر والے اکٹھے ہوکر مدینہ میں آئے۔ اور کل ماجرا حضرت عثمان رض سے بیان کیا۔ آپ نے عبداللہ بن سراج کو معزول کرکے فرمایا۔ اب تم جسے پسند کرو اسے تمہارا حاکم مقرر کردیا ہے سب نے محمد بن ابی بکر کو اختیار کیا۔ آپ نے مان لیا۔ اور سند بھی لکھوا دی۔ مصر والے انہیں لیکر روانہ ہوئے مروان جو حضرت عثمان رض کا سالا اور خاص منشی تھا محمد بن ابی بکر سے قلبی عداوت رکھتا تھا۔ اس نے حضرت عثمان رض کیطرف سے ایک جعلی رقعہ عبداللہ بن سراج کے نام لکھا کہ محمد بن ابی بکر کو مصر میں پہنچتے ہی قتل کرڈالو اور بغیر اطلاع حضرت عثمان رض اسپر مہر بھی لگادی اور آپ کے خاص غلام کو دیا۔ اور آپ ہی کی خاص سانڈنی پر سوار کر کے روانہ کیا کہ قافلہ سے پہلے پہونچے۔ حضرت عثمان رض کو ان امور کی مطلق خبر نہ تھی۔ راستے میں وہ غلام پکڑا گیا۔ اور مصر والوں نے ہی گرفتار کیا۔ پوچھا تو کون ہے۔ اسوقت پہچاننے والے بھی لشکر میں تھے انکار نہ کرسکا۔ اقرار ہی کرتے بن آئی۔ کہ میں حضرت عثمان رض کا غلام ہوں۔ اور سانڈنی بھی انہیں کی ہے۔ پوچھا تیرے پاس کوئی تحریر ہے۔ اس نے انکار کیا۔ لیکن جب تلاشی لی گئی تو لفافہ سر بمہر نکلا۔ کھولکر پڑھا۔ تو مضمون یہ تھا جو مذکور ہوا۔ اسوقت سب کے سب مع غلام اور سانڈنی اور رقعہ کے وہیں سے مدینہ کی طرف

Marfat.com

واپس ہوئے۔ جب مدینہ پہنچے تو وہ رقعہ حضرت عثمان رضہ کے حضور میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے اسکی مطلق اطلاع نہیں۔ مصر والوں نے کہا غلام کسکا ہے۔ فرمایا میرا۔ کہا سانڈنی کسکی۔ فرمایا میری کہا مہر کسکی۔ فرمایا میری۔ مگر مجھے اسکے مضمون سے مطلق اطلاع نہیں۔ اور یہ رقعہ میری اجازت بغیر لکھا گیا ان سب نے کہا تو اچھا اس لکھنے والے کو ہمارے حوالے کیجئے۔ آپ نے فرمایا تم اسکے مجاز نہیں۔ ہم اسے سزا دینگے۔ خلیفہ میں ہوں۔ تم میں کوئی خلیفہ نہیں۔ تم سب کو میری اطاعت چاہئے۔ اس گفتگو میں بات بڑھ گئی۔ آخر مصر والے یہ کہکر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ کہ ہم آپ کو خلیفہ ہی نہیں مانتے۔ آپ سے انتظام نہیں ہوسکتا۔ مفسد غالب آگئے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے نفس کو خلافت سے جدا کردیں۔ مسلمان اور جسپر اتفاق کرینگے خلیفہ ہو جائیگا۔ آپ نے فرمایا عفان کے بیٹے کو دنیا کی ہوس نہیں۔ مگر رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا پچھلا ارشاد مجھے یہ تھا کہ عثمانؓ میرے بعد تجھے ایک خلعت پہنایا جائیگا اور لوگ اسے اُتروانا چاہیں گے تو نہ اُتارنا یہاں تک کہ مجھسے نہ مل لے۔ اسوجہ سے میں اپنے آپ کو خلافت سے معزول نہیں کرسکتا۔ مصر والے کہنے لگے تو لڑائی کی فکر کیجئے۔ فرمایا۔ یہ بھی نہیں ہوسکتا۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے لئے ایک چچہ بھر خون بھی گرے۔ غرض مصر والوں نے دار الخلافت کو گھیر لیا۔ حضرت عثمانؓ مع اپنے چارسو غلاموں کے محصور ہوگئے اور آپ پر پانی بند ہوا۔ تو آپ اپنے کوٹھے پر آکر فرمانے لگے کہ میں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں۔ کسی نے حرا کے دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا جب پہاڑ ہلنے لگا تھا۔ تو آپ نے ٹھوکر مارکر فرمایا۔ ٹھہر جا حرا، تجھپر صرف نبی یا صدیق یا شہید ہیں۔ اور میں بھی

آپ کے ہمراہ تھا۔ کئی آدمیوں نے اسکی تصدیق کی پھر آپ نے قسم دے کر پوچھا۔ کون بیعت الرضوان میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ جب مجھے مشرکین اہل مکہ کیطرف روانہ فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میرا ہاتھ ہے اور یہ ہاتھ عثمان کا ہے۔ اور میریطرف سے بیعت لی۔ چند شخصوں نے اسکی بھی تصدیق کی۔ پھر آپ نے قسم دیکر پوچھا۔ کسی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا کہ آپ نے فرمایا تھا جو شخص میری اس مسجد کو بڑھا دیگا تو اسکے بدلے میں جنت میں گھر پاویگا۔ تو میں نے اپنی زر سے زمین خرید کر مسجد بڑھا دی۔ چند شخصوں نے اسکی بھی تصدیق کی۔ باوجود ان سب باتوں کے مخالفین نے آپ پر پانی بند کر دیا تھا۔ آپ کے گھر میں ایک کنواں تھا نہایت شور جسکا پانی کوئی نہیں پی سکتا تھا۔ آپ کے چارسو غلاموں نے عرض کیا۔ آپ ہمیں اجازت دیں کہ ان سے لڑیں۔ فرمایا میں نے تمہیں اللہ کے واسطے آزاد کیا۔ خونریزی میں پسند نہیں کرتا۔ تمہارا جہاں جی چاہے جاؤ۔ غرض چھ دن تک آپ پر پانی بند رہا۔ گفتگوئیں ہوتی رہیں مگر مصر والے اپنی ضد پر اڑے رہے۔ حضرت عثمان کا وہی ایک جواب تھا۔ آخر یہ رائے ٹھہری کہ آجکی شب گھر میں گھسکر قتل کر دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خبر لگی۔ آپ نے دو مشکیزے بھروا کر حضرات حسنین علیہما السلام کے ہاتھ بھجوائے۔ مصر والوں نے تیر مارکر مشکیزوں میں سوراخ کر دئے۔ پانی پہونچنے نہ دیا۔ آخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرات حسنینؓ کو فرمایا۔ تم دونوں دروازے پر کھڑے رہو۔ اگر یہ لوگ اندر جانیکا قصد کریں تو میں مسجد میں ہوں مجھے اطلاع کر دینا۔ مصر والوں نے اور تدبیر کی کہ عقب کی جانب سے ایک ہمسایہ کے مکان میں سے دیوار توڑ کر دار الخلافہ میں گھس گئے اور حضرت عثمانؓ کو

Marfat.com

عین تلاوت قرآن میں شہید کر ڈالا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ آپ کی بی بی صاحبہ کوٹھے پر چڑھ کر پکاریں اَمِیْرُالْمُؤمِنِیْنَ قَدْ قُتِلَ۔ یہ آواز سنکر حضرت علیؓ گھبرائے ہوئے مسجد سے اٹھے اور سیدھے دروازے پر آئے حسنینؓ موجود تھے۔ حضرت حسن سے فرمایا تمہارے ہوتے لوگ اندر چلے گئے۔ اور تادیب کی راہ سے سخت بھی کہا۔ حضرت حسنؓ نے عرض کی آپ اندر چلکر دریافت فرمائیں۔ دیکھا تو صورت ہی اور تھی۔ اب کیا ہو سکتا تھا۔ مصر والوں نے تین دن تک نعش نہ اٹھنے دی۔ آخر چوتھی شب بدقت تمام چھ مسلمانوں نے کہ ایک ان میں مروان تھا چھپکر آپ کی نعش کو بقیع میں دفن کر آئے اور ایک پرانی دیوار اسپر گرادی۔ مورخین اس واقعہ کو ہنگامہ مصر کہتے ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک حضرت عثمان بری الذمہ تھے۔ برائیاں جو ہوئیں وہ مروان سے اور عاملان اطراف سے ہوئیں۔ آپ بلاشبہ مظلوم شہید ہوئے۔ آپ کی شہادت ۲۸ ذی الحجہ ۳۵ھ میں ہوئی خلافت آپ کی ۱۲ سال رہی۔ عمر شریف آپ کی ۸۲ برس اور بقول بعض تراسی یا چھیاسی برس کی ہوئی آپ ہی کے عہد خلافت میں قرآن پاک کی نقل ہوئی تین دن تک بعد شہادت آپ پر جنوں نے نوحہ وماتم کیا۔

آپ زمانہ خلافت میں حضرت عبداللہ حضرمی عامل مکہ معظمہ۔ اور قاسم بن ربیعہ عامل طائف۔ اور حضرت یعلی بن امیہ عامل یمن۔ اور حضرت عبداللہ عامر عامل بصرہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری عامل کوفہ۔ اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان عامل دمشق اور حضرت عبدالرحمن بن خالد عامل حمص۔ اور علقمہ بن الحکم عامل فلسطین۔ اور حضرت اشعث بن قیس عامل آذربیجان۔ اور صائب بن اقرع عامل اصفہان اور بشیر بن امیہ عامل ہمدان اور حضرت سعد بن قیس عامل رے۔ اور احنف عامل خراسان۔ اور حضرت زید بن ثابت قاضی مدینہ طیبہ اور حضرت ابوہریرہ قاضی مکہ معظمہ اور حضرت ابوذر قاضی شام تھے اور مروان کاتب اور حضرت عبداللہ بن سعید تیمی صاحب شرط تھے (البدر)

عتیرہ اس بکری کو کہتے ہیں جسے کافر لوگ زمانہ جاہلیت میں رجب کے مہینے میں بتوں سے تقرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کرتے تھے۔ ابتدائے اسلام میں مسلمان بھی اس مہینے میں خدا سے تقرب حاصل کرنیکے لئے بکری ذبح کرتے تھے۔ مگر بعد میں یہ حکم منسوخ کردیا گیا۔ (مظ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرع اور عتیرہ اسلام میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرع وہ بچہ ہوتا ہے جو سب سے پہلے کافروں کے یہاں پیدا ہوتا جسے وہ اپنے بتوں کے لئے ذبح کرتے تھے اور عتیرہ وہ جانور ہے جسے رجب میں ذبح کرتے تھے (م)

عتق آزاد ہونا۔ دیکھو (اعتاق)۔

عملیق سام ابن نوح کے بیٹے کا نام ہے جو حجاز میں آباد ہوا۔ اور وہیں اسکی نسل پھیلی پھولی قوم عمالقہ انہی کیطرف منسوب ہے۔

عملیات عمل کے لغوی معنے کام۔ کارگزاری (م) میں منتر جنتر اور ٹونے ٹوٹکے۔ جھاڑ پھونک کو کہتے ہیں۔ شرع شریف میں ایسے عملیات کا کرانا جائز ہے جن میں اللہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام آئے۔ یا دیگر پاک کلمات اور پاک اسماء استعمال کئے جائیں۔ پھر بھی بعض لوگ جو اپنے آپ کو زیادہ پابند شریعت بنانا چاہتے ہیں دعا کے سوا کسی قسم کے عمل کو جائز نہیں سمجھتے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ایسا عمل جو شرک و بدعت کے شائبہ سے خالی ہو شرعاً جائز ہے۔

Marfat.com

مشکوٰۃ میں عوف بن مالک اشجعی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم عہد جاہلیت میں منتر جنتر کیا کرتے تھے پس ہمنے عرض کیا۔ یارسول اللہ آپکا اسکے متعلق کیا حکم ہے۔ فرمایا اپنے منتروں کو میرے پیش کرو منتروں میں کوئی قباحت نہیں تاوقتیکہ ان میں شرک کا شائبہ نہ ہو"۔

مگر افسوس ہے کہ عامل لوگوں نے اس فن کو ترقی دینے کے لئے شوائب شرک سے پرہیز نہیں کیا۔ اور وہ اس فن کو شرعی تعلیم سے بہت دور لے گئے ہیں۔

ہندوستان میں اس فن کی سب سے زیادہ جامع کتاب جواہر خمسہ مشہور ہے جو ۹۵۶ھ میں شیخ ابو المؤید ساکن گجرات نے تصنیف کی ہے۔ اس کتاب میں ذیل کے مقاصد پر عملیات لکھے گئے ہیں (۱) دو شخصوں میں دوستی یا دشمنی ڈالنے کے لیے (۲) کسی آدمی کی شفا یا بیماری عارض کرنے یا مار ڈالنے کے لئے (۳) حصول مراد کے لئے (۴) لڑائی میں فتح پانے کے لئے۔

اب ہم اس علم کے متعلق بعض معلومات ذیل کی تقسیم سے درج کریں گے (۱) وہ شرائط جو عامل کے لئے ضروری ہیں (۲) وہ نقوش جو عملیات میں استعمال کئے جاتے ہیں (۳) نصاب، زکوٰۃ، عشر، قفل، دور، بذل، ختم، سریع الاجابۃ وغیرہ اصطلاحات عملیات کی تشریح (۴) جنات کو حاضر کرنے کے طریقے جو استعمال کئے جاتے ہیں

(۱) جب کوئی شخص اس علم کو حاصل کرنا چاہے تو اسکو لازم ہے کہ کامل طہارت کے ساتھ رہے کبھی کتے، بلے اور اجنبی آدمی کو اپنی تنہا مکان میں نہ آنے دے مکان کو بخورات سے خوشبودار رکھے۔ مثلاً عود، لوبان وغیرہ۔ اسکو اپنی جسمانی پاکی کا بڑا خیال رہنا چاہئے۔ اور ہمیشہ غسل مسنون کرتا رہے۔ جو تازہ عمل شروع کرنا ہو اسکے لئے چالیس روزے رکھے جاتے ہیں جسکو چلہ کہتے ہیں، زمین پر چٹائی بچھا کر سوئے، اور کم سوئے تھوڑا بولے۔ بعض عامل لوگ آبادی سے باہر کسی تنہائی کی جگہ میں مثلاً غار یا کھڈ میں عمل کرنے کے لئے جاتے ہیں تاکہ ان کے عمل میں کوئی خلل نہ آئے۔ ان کی غذا اسماء الٰہیہ کے لحاظ سے جنکا وہ ورد رکھتے ہیں مختلف ہوتی ہے۔ اگر وہ اسماء جلالیہ یعنے خدا کے مہیب نام ہوں تو اسکو گوشت، مچھلی، انڈے، مشک کے استعمال سے پرہیز لازم ہے۔ اگر وہ اسماء جمالیہ یعنے خدا کے رحم کی صفتیں ہیں تو اسکو مکھن، دہی، سرکہ، نمک، عنبر سے پرہیز چاہئے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ عامل وہ وہ چیزیں استعمال کرے جنکا استعمال جائز ہے۔ اسکو ہمیشہ سچ بولنا چاہئے۔ غرور و تکبر نہ کرے۔ جوش میں نہ آئے اور عوام الناس کے سامنے اپنی طاقت کا اظہار نہ کرے۔ اپنے مدعا کو مخفی رکھے۔ مبتدی کا عمل کرنا خود اسکی زندگی کے لئے خطرناک سمجھا جاتا ہے۔

(۲) اسماء الٰہیہ کا عمل کرنے سے پیشتر جو کسی مرد یا عورت کی حب یا دشمنی ڈالنے کے لئے کیا جائے لازم ہے کہ انکے نام کے پہلے حروف لئے جائیں جنکا تعلق بارہ برجوں کے ساتھ ہے۔ سات ستارے اور چار عناصر کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے۔ نقش کو پُر کرنیکا طریقہ جواہر خمسہ میں شرح و بسط کے ساتھ درج ہے۔ یہاں اسکے اندراج کی گنجائش نہیں۔

(۳) اصطلاحات عملیات کی فہرست لمبی ہے چند ضروری باتیں یہاں درج کیجاتی ہیں۔ مثال کے لئے اس متبرک کلام کو ہم لیتے ہیں سُبْحَانَكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَوَارِثُهُ وَرَازِقُهُ وَرَاحِمُهُ۔ اس کلام کے ۵۴ حروف ہیں جنکے اعداد حسب ذیل ہیں۔ اور اعداد میں حرکات کا کوئی شمار نہیں ہوتا۔

Marfat.com

۱	س	۶۰	۲۶	ی	۱۰
۲	ب	۲	۲۷	ء	۱
۳	ح	۸	۲۸	و	۶
۴	ا	۱	۲۹	و	۶
۵	ن	۵۰	۳۰	ا	۱
۶	ک	۲۰	۳۱	ر	۲۰۰
۷	ل	۳۰	۳۲	ش	۵۰۰
۸	ا	۱	۳۳	ہ	۵
۹	ا	۱	۳۴	و	۶
۱۰	ل	۳۰	۳۵	ر	۲۰۰
۱۱	ہ	۵	۳۶	ا	۱
۱۲	ا	۱	۳۷	ز	۷
۱۳	ل	۳۰	۳۸	ق	۱۰۰
۱۴	ل	۳۰	۳۹	ہ	۵
۱۵	ا	۱	۴۰	و	۶
۱۶	ا	۱	۴۱	ر	۲۰۰
۱۷	ن	۵۰	۴۲	ا	۱
۱۸	ت	۴۰۰	۴۳	ح	۸
۱۹	ر	۲۰۰	۴۴	م	۴۰
۲۰	ب	۲	۴۵	ہ	۵
۲۱	ب	۲			
۲۲	ک	۲۰		کل	۲۶۱۳
۲۳	ل	۳۰			
۲۴	ل	۳۰			
۲۵	ش	۳۰۰			

نصاب یہ ہے کہ حروف کی تعداد کو ایک سو میں ضرب دیا جائے
چنانچہ ۴۵ × ۲ = ۴۵۰۰
زکوٰۃ یہ ہے کہ نصاب کو نصف کرکے اسکی رقم کے ساتھ جمع کیا جائے
چنانچہ ۴۵۰۰ ÷ ۲ = ۲۲۵۰ + ۴۵۰۰ = ۶۷۵۰
عشر یہ ہے کہ اوپر کی نصف جمع شدہ رقم کے نصف کو زکوٰۃ کے ساتھ جمع کیا جائے۔ چنانچہ ۱۱۲۵ + ۶۷۵۰ = ۷۸۷۵
قفل یہ ہے کہ ۱۱۲۵ کو نصف کردیا جائے جو ۵۶۳ ہوا۔
دور یہ ہے کہ قفل کو عشر کے ساتھ جمع کرکے دوچند کیا جائے
چنانچہ ۵۶۳ + ۷۸۷۵ = ۸۴۳۸ × ۲ = ۱۶۸۷۶
بذل ۷۰۰۰ مقرر ہے۔ ختم یا مہر کی تعداد ۱۲۰۰۰ مقرر ہے
سریع الاجابہ ۱۲۰۰۰ مقرر ہے۔

اوپر کے حساب کو درست کرنے کے بعد عامل کو چاہیئے کہ جواب کی تصحیح کے لئے نصاب کو تین میں ضرب دے۔ اور حاصل ضرب میں ۲۶۱۳ جمع کرے۔ حاصل جمع ۶۱۳ ۱۳۷ ہوتی ہے۔ ہر روز کا ورد کم از کم اسقدر مناسب و مساوی تعداد سے مقرر کرے کہ وہ چالیس روز میں ختم ہو جائے۔ مصنف کا بیان ہے کہ اسکے پڑھنے سے عامل کامل وجد میں آجاتا ہے۔ اسکو ایسا معلوم ہوگا کہ اسکے پاس جن موجود ہیں اور تحت الثریٰ سے علیین تک چلے گئے ہیں۔ پس وہ جن اسکو پوشیدہ باتیں بتائیں گے اور روحوں کو اسکے قبضہ میں کردینگے۔

۴۔ اگر عامل کسی آدمی کیطرف سے جن حاضر کرنا چاہے تو اسکو حسب ذیل طریقہ عمل میں لانا چاہیئے۔

پہلے ایک کمرہ میں دروازہ بند کرکے تنہا رہے چالیس روز تک روزہ رکھے۔ کمرے میں عود کی دھونی دے۔ پاک صاف ہوکر مصلے پر بیٹھ جائے اور جنات کو حاضر کرنیکا عمل شروع کرے۔ اور یہ فیصلہ کرے کہ اسکے مدعا کو پورا کرنے کے لئے کس قسم کے جنات کی ضرورت ہے۔ مثلاً بہرام نامی ایک شخص کیطرف سے جنات کو امداد کے لئے حاضر کرنے کی ضرورت ہے۔ تو پہلے ان جنات کے نام معلوم کرنے چاہئیں جو بہرام کے نام سے نسبت رکھتے ہیں اور اسپر مامور ہیں۔ اسکے حساب میں وہ حرکات یعنے فتحہ وضمہ وغیرہ کا لحاظ نہ کرے۔ کتابوں سے معلوم ہوگا کہ اس نام کے جنات یہ ہیں۔ دانوش۔ ہوش۔ قیاؤپوش۔ مجبوش۔ پھر معلوم

Marfat.com

کرنا چاہئے کہ ان ناموں کے ساتھ اسمار باریتعالیٰ میں کن کن کو نسبت ہے۔ تو معلوم ہوگا کہ اسماء الباقی۔ الهادی۔ الرب۔ الله۔ المالك نکلتے ہیں۔ پھر ابجد کے حساب سے انکے حروف کے اعداد نکالے تاکہ اسکے حساب سے وہ ورد موزون ہو جائیں۔ چنانچہ:۔

ب	=	۲	=	۲۰۰
ہ	=	۵	=	۵۰۰
س	=	۲۰۰	=	۲۰۰۰۰
ا	=	۱	=	۱۰۰
م	=	۴۰	=	۴۰۰۰
کل				۲۴۸۰۰

اب عامل جنات کے حاضر کرنے کے لئے حسب ذیل طریقہ عمل میں لاکر انکی امداد طلب کریگا۔ اور اس عمل کو ۲۴۸۰۰ مرتبہ پڑھیگا۔ یادنوشُ۔ یاھوشُ یاراھوشُ۔ یاقیادُیوشُ یامجبوشُ۔ عامل اس عمل کو اپنے مقام مقصود کیطرف منہ کرکے پڑھے اور بہرام کے نام سے جن بخورات کو مناسبت ہے انکی دھونی دیگا۔ عملیات کے اور بھی بڑے طریقے ہیں۔ مگر مذکورہ طریقہ بطور نمونہ کافی ہے۔

عامل اگر علم جفر و رمل اور نجوم سے واقف ہو تو اسکو عملیات میں پوری مہارت ہوسکتی ہے کیونکہ اوقات سعد و نحس اور تاثیرات کواکب سے آگاہی علوم بالا کے ذریعہ سے ہی ہوسکتی ہے۔

عمری کسی چیز کو موہوب لہٗ کی مدت عمر تک ہبہ کر دینا۔ اس شرط پر کہ مرنیکے بعد واپس لیجائے گی۔ جیسے کسی شخص کو کہدیا کہ یہ میرا گھر تیری ملک میں ہے جب تک کہ میں زندہ ہوں یا تو زندہ ہے۔ پس ایسی صورت میں ملک اسکی صحیح ہوگی اور شرط باطل (ق)

عمرہ مکہ شریف میں جاکر حج کے سوا ایک اور عبادت بھی بجالائی جاتی ہے جو فرض نہیں ہے۔ بلکہ سنت ہے۔ اور حج فرض ہے۔ اس عبادت کو عمرہ کہتے ہیں۔ حج تو صرف تین ماہ یعنے شوال ذوالقعدہ اور ذوالحجہ سے تعلق رکھتا ہے۔ عمرہ کسی خاص مہینے سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ سال بھر میں جب چاہیں عمرہ کر سکتے ہیں۔ البتہ عرفہ اور اس سے چار روز بعد تک یہ عبادت مکروہ ہے۔ (شر)

عمرہ کا طریقہ یہ ہے کہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھے پھر مکہ شریف میں جاکر سات چکروں میں کعبہ کا طواف کرے جن میں سے تین چکروں میں اکڑ کر اور کندھے ہلاتا چلے۔ اور باقی چار میں معمولی ہیئت سے چلے پھر صفا اور مروہ کے درمیان دوڑے۔

عمر بن قیس آپ اکابر محدثین میں سے ہونیکے علاوہ بڑے عابد و زاہد تھے۔ ۱۴۳ھ یا اس سے کچھ اوپر فوت ہوئے (کن)۔

عمرو بن العاص ایک صحابی کا نام ہے۔ جو قریش میں ایک ہوشیار اور زیرک آدمی شمار ہوتے تھے ۸ھ میں خالد ابن ولید کے ساتھ اسلام لائے جبکہ آنحضرت عمرہ قضا کرنیکے لئے مکہ شریف تشریف لے گئے تھے عمرو بن العاص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں شام و مصر کی فتوحات میں بڑا نام پیدا کیا۔ ملک سندھ پر بھی حملہ کیا حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے تنازعہ خلافت میں بڑا حصہ لیا۔ بقول نووی ۴۳ھ میں وفات پائی۔

عمر بن خطاب رضؓ خلفائے راشدین سے دوسرے خلیفے تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب اسطرح ہے۔ عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن قرط بن رزاح بن عدی ابن کعب بن لوی القرشی العدوی۔ انکا نسب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کعب میں ملتا ہے

Marfat.com

والدہ انکی خنتمہ اخت ابی جہل بنت ہاشم بن المغیرہ بن
عبداللہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے دولت مصاہرت پیغمبر خدا السبب
ابوت ام المومنین حضرت حفصہ کے عطافرمائی اور خلیفہ بھی
کیا۔ کنیت آنجناب کی ابوحفص اور لقب فاروق ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سبب اس
لقب کا یہ ہے کہ عمرؓ مابین حق وباطل فرق کرتے تھے۔

ولادت انکی غرہ محرم سال چہاردہم یا سیزدہم واقعہ اصحاب
فیل میں واقع ہوئی۔ اور سال نہم بعثت ایمان لائے انہی
سے چالیس مسلمان پورے ہوئے۔ عمر انکی اسوقت ۲۷
برس کی تھی۔ اشراف قریش سے تھے۔ ایام جاہلیت میں
سفارت ورسالت انہیں کے نام مقرر تھی۔ یعنی نامہ وپیغام
انہیں کے ہاتھ سرداروں کے پاس کفار قریش بھیجا کرتے
تھے۔ آپ سفید رو سرخ چشم اور بلند بالا تھے۔ روایت ہے
کہ لوگوں میں جب کھڑے ہوتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اونٹ
پر سوار ہیں اور لوگ پیادہ ہیں۔

وہب ابن منبہ کہتے ہیں کہ وصف عمر بن خطاب
توریت میں اسطرح مذکور ہے کہ "قرن حدید شدید
امین"۔ یعنے عمر بمنزلہ چھوٹے پہاڑ کے ہے۔ اور تیز وسخت
اور امانت دار ہے۔

روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ اول انہیں کا خطاب
امیر المومنین ہوا۔ چنانچہ ابن عساکر نے معاویہ ابن قرہ
سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ لکھتے تھے من
ابی بکر خلیفۃ رسول اللہ۔ جب عہد خلافت عمر ابن
خطاب ہوا تو اصحاب نے ارادہ کیا انکو خلیفہ خلیفۃ
رسول کہا کریں۔ حضرت عمر نے فرمایا اس میں تطویل ہے
اصحاب نے کہا تم ہمارے امیر ہو۔ فرمایا ہاں میں تمہارا
امیر ہوں۔ اور تم مومنین ہو۔ اسی تاریخ سے امیر المومنین
لکھا گیا۔ الغرض حضرت عمرؓ اول ان لوگوں میں ہیں جن پر
بحیثیت خلافت تسمیہ اس اسم کا ہوا ہے۔

آپکا ایمان لانا | ایک دن ابوجہل نے ایک مجمع میں جسمیں
حضرت عمر بھی تھے متصل خانہ کعبہ کے کھڑے ہوکر کہا کہ
جو کوئی محمد کا سر کاٹ لاوے اسکو سو اونٹ اور چالیس ہزار
درہم دوں۔ حضرت عمر نے کہا میں یہ کام کرسکتا ہوں۔
ابوجہل نے لات وعزیٰ کی قسم کھائی۔ اور کعبہ میں جاکر ہبل
کو گواہ کیا۔ عمر باین قصد مسلح روانہ ہوئے۔ راستے میں
سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ملے۔ پوچھا اے عمر کہاں کا
ارادہ ہے۔ کہا محمد کو مارنے جاتا ہوں۔ سعد نے کہا انکی
قوم سے کسطرح نجات ملیگی۔ عمر نے تلوار میان سے
کھینچی اور سعد بھی مقابل ہوئے۔ قریب تھا کہ باہم محاربہ
واقع ہو سعد نے زبان بدل کر کہا کہ اول اپنی بہن اور
بہنوئی کو جو اسلام لاچکے ہیں قتل کرلو۔ پھر اور کو دیکھنا
عمر نے کہا۔ کسطرح معلوم ہو کہ وہ مسلمان ہوئے ہیں۔
سعد نے فرمایا کہ تمہارے ہاتھ کا ذبیحہ نہ کھائینگے۔ عمر طیش کھاکر
اپنی بہن کے گھر کو پھرے۔ اسوقت انکے گھر میں خباب
ابن الارت صحابی تھے۔ اور سورہ طٰہٰ کہ انہیں دنوں نازل
ہوئی تھی سعید اور فاطمہ کو پڑھا رہے تھے۔ اور کواڑ دروازے
کے بند تھے۔ عمر نے کان لگا کر سنا اور آواز دی۔ صحابی مع
صحیفہ چھپ گئے۔ عمر نے آکر پوچھا۔ تم کیا پڑھ رہے تھے۔
انہوں نے کہا باتیں کرتے تھے۔ پھر عمر نے ایک بکری ذبح
کی اور گوشت اسکا بھون کر بہن اور بہنوئی کو کھانے کو دیا
انہوں نے نہ کھایا۔ انہوں نے جانا کہ سعد کی بات درست
ہے۔ غصے میں آکر بہن کو ایسا مارا کہ سر اور منہ خون آلودہ
ہوگیا۔ اور بہنوئی کو بھی مارا۔ تب انہوں نے بے تاب ہوکر
کہا۔ چاہو تم ہمارے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالو۔ ہم تو محمدؐ پر
ایمان لاچکے ہیں۔ عمر نے انکو دین اسلام میں مضبوط
پایا۔ اور بہن کے سر اور منہ کو خون آلودہ دیکھکر رحم کیا اور
الگ ہو بیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد کہا جو تم پڑھتے تھے
میرے پاس لاؤ۔ تب اس صحیفہ کو جس میں سورہ طٰہٰ تھی
نکالا۔ عمر نے چاہا کہ ہاتھ میں لیکر پڑھیں۔ انکی بہن نے کہا۔
تم نجاست شرک سے آلودہ ہو۔ لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ

Marfat.com

یعنی نہیں چھوتے ہیں اُسکو مگر پاکیزہ لوگ۔ تب عمرؓ نے غسل کیا۔ محدثین نے لکھا ہے کہ عمرؓ نے سورہ طٰہٰ ہاتھ میں لے کر شروع سے پڑھا۔ جب لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی۔ پڑھی تو بے طاقت ہوگئے۔ اور کہا کہ جس خدا کا یہ کلام ہے اسکی پرستش میں تقصیر کرنا تقصیر ہے اور آپ کو یقین ہوگیا کہ یہ کلام خدا کا ہے اور خدا کا رسول سچا ہے۔ آپ اسیوقت صدق دل سے مسلمان ہوگئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔ جب اُس مکان پر پہونچے جس میں آنحضرت مع صحابہ کے تشریف رکھتے تھے اور دروازہ پر دستک دی۔ کسی صحابی نے شگاف در سے حضرت عمرؓ کو مسلح دیکھا اور کہا کہ عمر مسلح آتے ہیں۔ سب نے کہا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّ عُمَرَ۔ مگر امیر حمزہؓ نے کہا دروازہ کھول دو۔ اگر بعزم خیر آئے ہیں تو مبارک۔ چشم ماروشن دل ماشاد۔ اور اگر بقصد شر آئے ہیں تو انشاء اللہ اُنہیں کی تلوار سے قتل کرونگا۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا تو حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم باہر نکل آئے اور بغلگیر ہوکر عمرؓ کو خوب دبایا کہ بند بند انکا خوب ہل گیا۔ اور فرمایا۔ اے عمر! کس ارادے سے آئے ہو۔ کیا ساری عمر لڑتے ہی رہوگے۔ حضرت عمرؓ نے کلمہ شہادت پڑھا۔ اور مسلمانوں نے خوش ہوکر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا نعرہ بلند کیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ سب کتنے مسلمان ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے چالیس کا عدد پورا ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ۔ کفار عبادت لات وعزیٰ کی علانیہ کرتے ہیں۔ ہم لوگ خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کیوں پوشیدہ کریں۔ اُسیوقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو لے کر نکلے۔ داہنی طرف امیر المومنین ابی بکر الصدیق رفیق باتوفیق اور بائیں طرف سید الشہداء امیر حمزہ عم شفیق اور سامنے اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالبؓ اور انکے آگے امیر المومنین عمر بن خطاب فاروق اعظمؓ مسلح و تیار اور پیچھے دیگر اصحاب سید ابرار رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اور جانب بیت اللہ شریف متوجہ ہوئے اسوقت مشرکین قریش بانتظار عمر بن خطاب حجرہ میں بیٹھے تھے۔ دفعۃً حضرت عمرؓ خوش و محظوظ نظر آئے تو مشرکوں نے پوچھا تمہارے پیچھے کیا ہے۔ فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اگر کسی نے اپنے مقام سے حرکت کی تو نہ تیغ ہوگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کعبے میں داخل ہوکر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ الغرض حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے غلبہ اسلام شروع ہوا۔ حدیث سے ثابت ہے کہ آپکا اسلام رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی آرزو کے مطابق عمل میں آیا۔ آپ نے خدا کے حضور میں ان الفاظ میں دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَحَبِّ الرَّجُلَیْنِ اِلَیْکَ اَبِیْ جَھْلٍ اَوْ عُمَرَ۔ یا اللہ تو دو اشخاص ابو جہل یا عمر سے جسکو اچھا سمجھتا ہے مسلمان بناکر اسلام کو عزت بخش۔ چنانچہ آپ کی یہ دعا سنی گئی اور اسی روز حضرت عمرؓ اسلام میں آداخل ہوئے۔

مدت خلافت عمر فاروقؓ دس برس چھ ماہ ایک روز کم تھی۔ اور واقعہ شہادت آنجناب اسطرح واقع ہوا کہ عہد خلافت حضرت موصوف میں یہ دستور تھا کہ سبایائے بالغین مدینہ میں آنے نہ پاتے تھے۔ اتفاقاً مغیرہ بن شعبہ عامل کوفہ نے لکھا کہ ایک غلام نہایت ہوشیار کار حدادی ونقاشی وغیرہ سے واقف کار یہاں ہے۔ اگر ارشاد ہو تو مدینہ میں بھیجا جائے۔ تاکہ مسلمانوں کو منفعت حاصل ہو آنجناب نے اجازت دی۔ جب وہ مدینہ میں آیا اور رہنے لگا تو ایک دن حضرت کے پاس حاضر ہوکر کہنے لگا کہ چار درہم خراج کے جو مجھ سے لئے جاتے ہیں وہ مجھ پر گراں ہیں کچھ کم کردینا چاہیئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تو کئی پیشوں سے واقف ہے۔ اس لحاظ سے یہ خراج کچھ گراں نہیں اسلئے تخفیف نہیں کیجائے گی وہ ناراض ہوکر

Marfat.com

یہ کہتا ہوا دروازے سے نکلا کہ عمر کا عدل سب کو پہونچا مگر مجھے نہ پہونچا۔ بعد چندے اس مردود نے ایک دودہارا خنجر تیار کیا۔ اور زہر آلود کر کے گھات میں لگا تاکہ آپ کو شہید کرے۔

آپ کی شہادت حضرت عمرؓ کی یہ عادت تھی کہ صبح کاذب کے وقت سویرے مسجد میں تشریف لاتے اور نمازیوں کو جگاتے۔ چنانچہ بروز بدھ بتاریخ ۲۷ ذیحجہ ۲۳ھ کو جب آپ مسجد میں تشریف لائے اور امامت کے لئے آگے بڑھے۔ اور صفوف کی درستگی کی تاکید فرمائی۔ اس حال میں ابولولو مجوسی غلام مغیرہ بن شعبہ نے دو خنجر مارے ایک کتف پر دوسرا خاصرہ پر جن سے امیر المومنین گر پڑے اس نے تیرہ اور شخصوں کو بھی زخمی کیا جن میں چھ شخص مر گئے آخر کار ایک مرد جرار عراقی نے چادر اپنی اس مجوسی پر ڈالی اور گرفتار کیا۔ اس نے ایک خنجر اپنے پیٹ میں بھی مارا اور ہلاک ہوگیا۔ لوگ حضرت عمرؓ کو اٹھا کر گھر لے گئے اسو آفتاب نکلنے کے قریب تھا اور نماز صبح کسی نے نہ پڑھی تھی آخر کار عبد الرحمن بن عوف نے نماز پڑھائی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لے گئے تو کسی شخص نے دودھ پلایا۔ تو وہ دودھ زخموں کی راہ سے نکل گیا۔ اور آخر وقت اسی دن خلعت شہادت جناب حق سے پہنائے گئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن ہوئے۔

عمر شریف آپ کی بروایات صحیحہ ترسیٹھ (۶۳) برس کی ہوئی۔ ولنعم ما قیل فی تاریخ وفاتہ ؎

سال القلش خرد بحسرت خواند — وائے صد وائے عدل بیکس ماند

بروایات صحیحہ ثابت ہے کہ کثرت فتوح جیسی حضرت عمر کے عہد میں ہوئی ایسی کبھی نہیں ہوئی۔ چنانچہ چار ہزار چھتیس شہر باتوابع ولواحق فتح ہوئے۔ از انجملہ دمشق و حمص و بعلبک ۱۴ھ میں بصلح فتح ہوئے اور بصرہ و ریلہ بجنگ۔ اور اسی سال میں تراویح کی تاکید فرمائی۔ چار ہزار مسجدیں بنائی گئیں۔ اور چار ہزار کنیسے توڑے گئے اور ایک ہزار نوسو منبر خطبے کے لئے رکھے گئے۔ منشی آپکے دو شخص تھے۔ عبد الرحمن بن خلف خزاعی۔ اور زید بن ثابت۔ اور داروغہ بیت المال زید بن ارقم تھے۔ پانسو انتالیس (۵۳۹) حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔

آپ کے مناقب بکثرت ہیں۔ از انجملہ وحی آسمانی بیس یا اکیس جگہ آپ کی رائے کے مطابق نازل ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اِنَّ فِی الْقُرْاٰنِ لَرَاْیًا مِّنْ رَاْیِ عُمَرَ یعنی تحقیق قرآن میں رائے ہے رائے عمر سے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اگر مقام ابراہیم مصلے بنائیں تو بہتر ہو۔ اسوقت آیت کریمہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى نازل ہوئی۔

پھر ایک دفعہ میں نے عرض کی کہ فاجر و متقی سب ازواج مطہرات کے حضور میں چلے آتے ہیں اگر ان کو حکم حجاب فرمایا جاوے تو بہتر ہے۔ اسوقت آیت وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ نازل ہوئی۔ غرض کہ ایسی کئی اور جگہیں ہیں۔

کئی حدیثیں بھی آپ کے مناقب میں ملی ہیں۔ از انجملہ حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عُمَرُ سِرَاجُ اَهْلِ الْجَنَّةِ کہ حضرت عمر اہل جنت کے چراغ ہوں گے۔ عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرَ الْخَطَّابِ۔ یعنی اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتے۔ اور بہت سی احادیث آپکے مناقب میں آئی ہیں

عِمران عمران زیر کے ساتھ ال آبادی۔ موسیٰ علیہ السلام کے باپ کا نام ہے۔ حضرت مریم کے

Marfat.com

باپ کا نام۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کا نام بھی ہے اور قرآن پاک کی ایک سورۃ کا نام بھی آل عمران ہے۔ قرآن میں جس عمران کا ذکر آیا ہے وہ حضرت مریم کے والد ہیں۔ قرآن مجید کی سورۃ میں اس لفظ کا ذکر یوں آیا ہے اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ تا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ (س۔عمران ع)
بے شک اللہ نے برگزیدہ کرلیا آدم اور نوح اور ابراہیم اور عمران کے خاندان کو دنیا پر جو اولاد تھی ایک دوسر کی اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ جب کہ عمران کی بیوی نے یہ کہا کہ اے میرے رب تیرے لئے میں نے نذر کردیا جو کچھ میرے پیٹ میں ہے آزاد کرکے سو تو مجھ سے قبول کرلے تو ہی سنتا جانتا ہے۔

اگرچہ اناجیل اربعہ کے مصنفوں اور حواریوں کے خطوط مسلّمہ نصاریٰ میں عمران اور اسکے باپ اور مریم کی ماں کا نام مع التفصیل مذکور نہیں مگر مورخین اسلام نے اپنی تحقیقات سے یوں لکھا ہے۔ یہ عمران وہ عمران نہیں کہ جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہما السلام کے والد تھے بلکہ یہ ماثان کے بیٹے ہیں جو حضرت ہارون کی اولاد سے ہیں یہ حضرت زکریا بن اذن کے عہد میں تھے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نانا ہیں۔ (لف)

نیز ارشاد ہے وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْ تا وَکَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ ۝ (س تحریم ع)
اور (دوسری مثال) عمران کی بیٹی مریم کی جنہوں نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔ تو ہم نے اُن کے پیٹ میں اپنی (قدرت سے ایک) روح پھونک دی۔ اور وہ اپنے پروردگار کے کلام اور اُسکی کتابوں کی تصدیق کرتی رہیں اور وہ (ہمارے) فرمانبردار بندوں میں سے تھیں۔

نیز ارشاد ہے یٰۤاُخْتَ ھٰرُوْنَ مَا کَانَ اَبُوْکِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا کَانَتْ اُمُّکِ بَغِیًّا ۝ (س۔مریم۔ع ۲) یعنی۔ اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ (یعنی عمران) ہی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکار تھی (تو خلاف خاندان تو یہ کیا حرکت کر بیٹھی)

عُمان یہ ملک یمن کا شرقی حصہ سمندر کے کنارے کنارے اور کچھ جنوبی حصہ ایک مثلث کی صورت جسکی ابتدا شہر بحرین اور انتہا شرقی حصہ کو لیتی ہوئی ڈوفر تک ہے۔ اور اسکے اس موڑ پر کہ جہاں سے شرقی حد تمام ہوکر جنوبی شروع ہوتی ہے۔ شہر مسقط آباد ہے۔ جو تجارت کی بڑی منڈی ہے۔ اور یہاں سے ہندوستان کا کراچی بندر صرف تخمیناً چھ سو (۶۰۰) میل ہے۔ اور ہندوستان اور عرب میں اس سے کم فاصلہ اور کسی طرف سے نہیں۔ ملک عمان کا کنارہ جو بحرین سے شروع ہوکر فریہ تمام ہوجاتا ہے اسکا دور تخمیناً ۱۱۰۰ سو میل ہے۔ اور عرض اس ملک کا تقریباً دو سو میل ہے یہ ملک سرسبز ہے کھجوریں اور میوے بکثرت ملتے ہیں۔ زراعت بھی ہے۔ سمندر کے کنارے اسکے یہ بندر بہت مشہور ہیں۔ صحار۔ یہ بڑی تجارت گاہ ہے اور پُر رونق ہے۔ مسقط۔ یہاں سلطان عمان رہا کرتا جو خارجی مذہب رکھتا ہے۔ رونق دار شہر ہے مساجد و مدارس بکثرت ہیں۔ یہاں کا حلوا بہت مشہور ہے بحرین۔ یہ بھی ایک شہر ہے۔ یہاں موتی نکلتے ہیں اسلئے یہاں آمدورفت لوگوں کی بکثرت رہا کرتی ہے۔ یہ بھی خلیج فارس پر آباد ہے۔ (جغر)

عمامہ دستار۔ دستار باندھنے میں سنت یہ ہے کہ سفید ہو جسمیں کسی دوسرے رنگ کی آمیزش نہ ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دستار مبارک اکثر اوقات سفید ہوتی تھی۔ بعض نے کہا کہ جنگ اور غزوہ کے وقت آپکے سر مبارک پر سیاہ دستار ہوتی تھی۔

Marfat.com

بعض نے کہا ہے کہ خود کے سبب سے جسکو آپ جنگ میں پہنے ہوتے تھے دستار کا رنگ سیاہ اور میلا ہو جاتا تھا۔ ورنہ اصل میں وہ دستار سفید ہوتی تھی۔ مگر ثابت یہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ کی دستار پہنی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گھر میں پہننے کی دستار سات یا آٹھ گز بیان کی گئی ہے۔ پانچوں نماز کے وقت کی دستار بارہ گز۔ اور عید اور جمعہ کے روز کی چودہ گز۔ اور جنگ وجدل کے وقت کی دستار پندرہ گز علمائے متاخرین نے تجویز کیا ہے کہ سلطان اور قاضی اور مفتی اور فقیہ اور مشائخ اور غازی کو اسناد وقار وتمکین اور شان قائم رکھنے کے لئے اکتیس ۳۱ گز تک لمبی دستار باندھنی جائز ہے۔ اور دستار کی مسنون صورت یہ ہے کہ وہ لمبی ہو۔ زیادہ چوڑی نہ ہو۔ اور دستار کا عرض آدھ گز ہونا چاہئے۔ اس سے کسیقدر کم و بیش ہو تو چنداں خرابی نہیں۔ اور اسکی لمبائی کم از کم سات گز ہو۔ اس گز کے حساب سے جو چوبیس انگل کا ہوتا ہے۔ اور سنت یہ ہے کہ دستار با طہارت باندھے۔ اور قبلہ کیطرف منہ کرکے اور کھڑا ہو کر باندھے اور جب کھولے تو پیچ پیچ کرکے کھولے یکبارگی نہ اتار ڈالے جب باندھتے میں پیچ پر پیچ باندھا گیا ہے تو کھولنے میں بھی یہی ترتیب چاہئے دستار باندھ چکنے کے بعد آئینہ یا پانی یا کسی اور عکس وار چیز میں دیکھکر اسکو درست کرلے اور شملہ رکھ کر باندھے شملے میں اختلاف ہے۔ اکثر اوقات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پس پشت ہوتا تھا اور کبھی کبھی داہنے ہاتھ کی طرف۔ اور بائیں ہاتھ کی طرف شملہ رکھنا بدعت ہے۔ شملے کی کم سے کم لمبائی چار انگل ہے۔ اور زیادہ ایک ہاتھ پیٹھ سے زیادہ لمبا کرنا بدعت ہے۔ اور شملہ کو وقت نماز سے مخصوص سمجھنا بھی سنت نہیں۔ شملہ لٹکانا مستحب ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کبھی دستار کا شملہ لٹکاتے تھے اور کبھی نہیں۔ فقہا کے پاس شملہ لٹکانے کی قیاسی دلیلیں بہت ہیں۔ وہ شملہ لٹکانا سنت مؤکدہ سمجھتے ہیں بعض بائیں جانب لٹکانا مناسب سمجھتے ہیں۔ مگر اسکی سند قوی اور معتبر نہیں۔ اور علمائے متاخرین جہال زمانہ کے طعن وتشنیع وتمسخر کی وجہ سے پانچوں نمازوں کے سوا اور کسی وقت شملہ لٹکانا لازم نہیں سمجھتے۔

فتاوائے حجت وجامع میں لکھا ہے کہ شملہ نہ چھوڑنا گناہ ہے۔ اور شملہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھنا بلا شملہ ستر رکعتوں سے افضل ہے۔ اور شملہ چھ قسم کا ہے۔ قاضی کے لیے پینتیس (۳۵) انگل کا شملہ۔ اور خطبہ خوان کے لئے اکیس ۲۱ انگل کا۔ اور عالم کے لئے ستائیس ۲۷ انگل کا۔ اور طالب علم کے لئے سترہ انگل کا۔ اور عام آدمیوں کے لئے صرف چار انگل کا۔

دستار کو بیٹھکر نہ باندھے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص بیٹھ کر عمامہ باندھے یا کھڑا ہو کر پاجامہ پہنے۔ اللہ اسکو ایسی بلا میں مبتلا کرے گا جسکا دفعیہ نہ ہو سکیگا۔ اور اگر معذور ہو تو جائز ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ٹوپی پر عمامہ باندھتے تھے کبھی بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھ لیتے تھے۔ آپ کے عمامہ کی شکل گنبد نما ہوتی تھی۔ چنانچہ علماء اور شرفاء عرب اسی طریق سے عمامہ باندھتے ہیں (رسالہ کشف الالتباس فی شکل اللباس مصنفہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ دہلوی)

عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا افضل ہے۔ ٹوپی کے ساتھ یا برہنہ سر نماز پڑھنے کو بعض نے مکروہ لکھا ہے۔ لیکن اگر عجز ونیاز کی غرض سے ہو تو مضائقہ نہیں ہے البتہ ننگے سر نماز پڑھنا جیسا کہ آجکل بعض نئی روشنی والے مسلمان کرتے ہیں ایک قسم سے تشبیہ بالنصاری

Marfat.com

ہے جو سر ننگا کر کے گرجا میں نماز پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔ مسجد میں جانے کے وقت تم زینت کے کپڑے پہنا کرو۔ اسلئے بہتر یہی ہے کہ عمدہ لباس پہنکر اور عمامہ باندھ کر نماز پڑھی جاوے۔

عیدگاہ عید پڑھنے کی جگہ۔ جسے فقہا کی اصطلاح میں مُصلّٰی کہتے ہیں سنت ہے کہ عید پڑھنے کے لئے شہر سے باہر جگہ مقرر ہو۔ اور اگر کسی خاص وجہ سے شہر میں ہی ادا کیجائے تو بھی جائز ہے مگر شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر مسجد وسیع ہو تو مسجد میں پڑھنا افضل ہے۔ (رحمۃ)

عیدین عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو کہتے ہیں۔ لغت میں عید اس چیز کو کہتے ہیں جو واپس آجائے۔ چونکہ عید بھی ہر سال عود کرتی ہے اسلئے اسے عید کہتے ہیں۔ (نصر)

جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم مکے سے ہجرت کر کے مدینے تشریف لے گئے۔ تو اہل مدینہ کے لئے خوشی کے دو دن مقرر تھے جن میں وہ کھیلتے اور خوشیاں منایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ دو دن کیسے ہیں عرض کیا گیا۔ یہ وہ دن ہیں جن میں ہم زمانہ جاہلیت میں کھیلتے اور خوشیاں منایا کرتے تھے۔ فرمایا خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے ان سے بہتر دو دن ٹھیرائے ہیں ان میں کھیلو کودو۔ خوشیاں مناؤ۔ ایک عید الفطر کا دن۔ دوسرا عید الضحیٰ کا۔ (ابو)

یہ دن اچھے کھانے کھانے، اچھے کپڑے پہننے اور خوشی منانے کے ہیں بشرطیکہ خلاف شرع کوئی بات نہ ہو۔ خود جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم عید کے دن اچھا کپڑا زیب جسم فرمایا کرتے تھے۔ اور ایک چادر جو عمدہ اور قیمتی ہوتی تھی عیدین اور جمعہ کے روز اوڑھا کرتے تھے۔

عیدین کی نماز کا وقت سورج بلند ہونے سے شروع ہوتا ہے اور دوپہر تک باقی رہتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عید الضحیٰ کی نماز ذرا سویرے۔ اور عید الفطر کی کچھ دیر کر کے پڑھا کرو۔ چونکہ عید الضحیٰ میں قربانی کرنی ہوتی ہے اسلئے اس نماز میں تعجیل بہتر ہے۔ اور عید الفطر میں قربانی نہیں ہے اسلئے اس کی تاخیر میں کچھ حرج نہیں۔

دونوں عیدوں کی نمازیں ایک ہی طرح پڑھی جاتی ہیں یعنی صرف دو رکعت خطبوں سے پیشتر۔ نماز سے پیشتر نہ تو اذان ہی ہوتی ہے اور نہ نماز۔ نفل ہی پڑھی جاتی ہے اور نہ اقامت کہی جاتی ہے۔ صرف امام مقتدیوں کے ساتھ دو رکعت نماز اسطرح پڑھے کہ پہلے تکبیر تحریمہ اور ثنا پڑھے۔ پھر تین تکبیریں کہے۔ اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تین تکبیریں کہے اور ایک اور تکبیر کہکر رکوع و سجود کرے۔ نماز کے بعد امام کو چاہئے کہ خطبہ پڑھنے کھڑا ہو جائے۔ اور حاضرین نہایت سکوت اور خاموشی سے خطبہ سنیں جس طرح جمعے کے روز امام دو خطبے پڑھتا ہے۔ اسی طرح عیدین کی نماز میں بھی دو خطبے پڑھے اور نمازیوں کو عید الفطر اور عید الضحیٰ کے مسائل سے آگاہ کرے۔ عیدین کے خطبے سنت مؤکدہ ہیں اور نمازیں واجب۔

عید الفطر کے دن نماز سے پہلے طاق کھجوریں کھانی سنت ہیں۔ مگر عید قربانی کے روز نماز کے بعد کھانا مسنون ہے۔ اگر میسر ہو تو اپنی قربانی کے جانور کا گوشت کھائیں۔ عیدگاہ جاتے وقت ایک راستے سے جائیں اور آتے وقت دوسرے سے تاکہ تمام بستی کو خبر ہو جائے اور اسلامی شوکت ظاہر ہو۔ عید الفطر سے پہلے صدقہ فطر ہر مسلمان آزاد مالک نصاب پر واجب ہے۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ ہم لوگ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں گیہوں

Marfat.com

یا جو یا خشک چھوہارے یا پنیر یا خشک انگور کا ایک صاع صدقہ فطر دیا کرتے تھے۔ صاع عرب کا ایک پیمانہ ہے جس میں ڈھائی سیر ڈھائی چھٹانک غلہ آتا ہے۔ انگریزی تول کے حساب سے۔

عید اضحیٰ کی قربانی میں علمار کا اختلاف ہے۔ بعض واجب بتاتے ہیں اور بعض سنت لیکن جمہور علمار سنت موکدہ ہونے کے قائل ہیں۔ عید اضحیٰ کی قربانی اصل میں اس واقعہ عظیم کی یاد کو تازہ کرتی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے واقع ہوا۔ یعنی خواب میں فرزند عزیز حضرت اسمٰعیل کو ذبح کرتے دیکھا۔ تو صبح انہیں ذبح کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ یہ قصہ قرآن مجید کی ان آیتوں میں مذکور ہے رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ تا وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ۝ (یعنی ابراہیم علیہ السلام نے جناب الٰہی میں یہ بھی دعا مانگی کہ) اے میرے پروردگار مجھ کو نیک روحوں میں سے (ایک نیک روح بطور فرزند) عطا فرما۔ تو ہم نے انکو ایک بڑے بُردبار لڑکے (اسمٰعیل کے پیدا ہونے) کی خوشخبری دی۔ پھر جب لڑکا (جوان ہوا۔ اور) ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے لگے تو ابراہیم نے کہا بیٹا! میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ (جیسے) میں تمکو ذبح کر رہا ہوں۔ پس تم (بھی تو اپنی جگہ) سوچ کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ (بیٹے نے) کہا کہ اباجان! آپ کو جو حکم ہوا ہے (بے تامل) اسکی تعمیل کیجئے۔ انشاء اللہ آپ مجھ کو بھی صابر ہی پائینگے پھر جب دونوں (باپ بیٹے) تعمیل حکم پر آمادہ ہوئے اور باپ نے (حلال کرنے کے لئے) بیٹے کو ماتھے کے بل پچھاڑا۔ تو ہم کو انکی فرمانبرداری نہایت پسند آئی اور) ہمنے ابراہیم سے پکار کر کہا کہ ابراہیم! تمنے اپنے خواب کو خوب سچ کر دکھایا۔ اب ہم تمکو بڑے بڑے مراتب دینگے۔ اور نیک بندوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی۔ اور ہم نے قربانی کو اسمٰعیل کا فدیہ دیا۔

قربانی کا جانور ذبح کرنے لگیں تو إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ اور إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝ پڑھ کر بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ۔ کہتے ہوئے گلے کے پاس سے ذبح کریں۔ اپنی طرف سے قربانی کریں تو اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّي اور دوسرے کیطرف سے کریں تو اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ۔ کہیں۔ اور فلان کی جگہ اسکا نام زبان سے لیں یا دل میں نیت کریں۔

دسویں ذی الحج نماز عید کے بعد سے لیکر بارہویں تاریخ کی نماز عصر تک قربانیاں کریں۔ نماز عید سے پہلے قربانی جائز نہیں۔ بکرا یا بکری گائے یا بیل دو برس کے پورے ہو کر تیسرے میں لگیں تو انہیں مسِنّے یعنے دو دانت کہتے ہیں۔ ان جانوروں میں اتنی عمر کا جانور قربانی کے قابل ہوتا ہے۔ مینڈھا اور بھیڑ اور دُنبہ جب ایک سال کے ہو کر دوسرے سال میں لگیں تو قربانی کے قابل ہوں گے۔ اونٹ اور اونٹنی اسوقت قابل قربانی ہوتے ہیں جب چھٹے برس میں لگیں۔ لنگڑا یا کانڑا یا ایسا کمزور و لاغر جانور جسکی ہڈی میں گودا نہ رہا ہو۔ یا بیمار یا سینگ ٹوٹا یا کان کٹا یا اندھا ہو۔ یا اوپر نیچے سے کان چرے ہوئے ہوں۔ یا کم نظر آتا ہو اور یہ عیب بخوبی ظاہر ہوں تو ان جانوروں کی قربانی نہیں ہو سکتی۔ قربانی کا جانور فربہ اور موٹا تازہ ہونا چاہئے (حق)

عید الفطر

فطر کے لفظی معنے ہیں روزہ کشائی چونکہ اس عید میں روزہ افطار کیا جاتا ہے

اسلئے اسے عید الفطر کہتے ہیں۔ اور عید رمضان بھی اسکا نام ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو (عیدین)۔

عیدان اس پیالہ کا نام تھا جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بول کرتے تھے" (صتا)

عید اضحی اضحی جمع ہے اضحاۃ کی جو اصل میں اضحیہ تھا اور اسکے معنے قربانی کے ہیں۔ چونکہ اس عید میں قربانیاں کیجاتی ہیں اسلئے اسے عید اضحے کہتے ہیں۔ عید قرباں بھی اسے کہتے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو (عیدین)۔

عین الیقین اس علم کا نام ہے جو مشاہدہ اور کشف کے ذریعہ حاصل ہو۔ بعض کے نزدیک فرشتوں کے مشاہدہ کا نام ہے (لغ) بعض کے نزدیک اخلاص فی الشریعۃ کا نام عین الیقین ہے (ک) یقین کے لیئے دیکھو (یقین)

عینی شرح کنز الدقائق مسمی برمز الحقائق سنتہ معروف منداول مصنفہ ملا ابو محمد محمود بن احمد عینی جو ۷۶۲ھ میں مصر میں پیدا ہوئے اور ۸۵۵ھ میں وفات پائی۔ اس کتاب کی تصنیف محرم ۸۱۶ھ کو شروع ہوئی اور ربیع الآخر ۸۱۶ھ میں اختتام کو پہونچی۔

عیادت بیمار پرسی۔ حدیث میں بیمار پرسی کی بہت تاکید آئی ہے۔ چنانچہ ابو موسی کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بھوکے کو کھلاؤ۔ اور بیمار کی بیمار پرسی کرو۔ اور قیدی کو چھڑاؤ۔ (بخ)

ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان جب اپنے بھائی مسلمان کی بیمار پرسی کو جاتا ہے تو جب تک بیمار پرسی کرکے واپس نہ آئے بہشت کی میوہ چینی میں رہتا ہے (مس) اسکا یہ مطلب ہے کہ جتنا وقت آدمی اپنے بھائی مسلمان کی عیادت میں خرچ کرتا ہے۔ آخرت میں اتنی دیر بہشت کے پھل کھائیگا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی بیمار پرسی کرتا ہے اور سات دفعہ یوں کہتا ہے اَسْاَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ (یعنی میں خدائے بزرگ سے جو عرش عظیم کا پروردگار ہے اس بات کی درخواست کرتا ہوں کہ وہ تجھے شفا عنایت فرمائے) تو مریض تندرست ہوجاتا ہے۔ مگر اس کی موت ہی آپہونچی ہو۔ (تو دوسری بات ہے) (ابو)

عہد عتیق اہل کتاب اپنی تمام آسمانی کتابوں کے مجموعہ کو بائبل کہتے ہیں۔ پھر اس کے دو حصے ہیں۔ ایک عہد عتیق یعنی پرانی کتابیں۔ دوسرا عہد جدید۔

عہد عتیق میں مندرجہ ذیل کتابیں ہیں (۱) سفر خلیقہ جسے کتاب پیدائش بھی کہتے ہیں۔ اس میں آسمان وزمین کی پیدائش سے لیکر حضرت موسے علیہ السلام تک سلسلہ وار تاریخ کے طور پر بیان ہے۔ (۲) سفر خروج جس میں بنی اسرائیل کا مصر سے نکلنے وغیرہ کا حال ہے۔ (۳) کتاب احبار۔ اس میں قربانی قصاص اور جانوروں کی حلت وحرمت کے احکام ہیں (۴) سفر عدد جسکو گنتی کی کتاب کہتے ہیں۔ اسمیں بنی اسرائیل کے فرقوں کے شمار ہونے کا ذکر ہے۔ اور کئی ایک دوسری باتیں بھی ہیں (۵) سفر استثناء اس میں ملک فلسطین کی تقسیم وغیرہ ہے۔ ان پانچوں کو توریت حضرت موسے کی تصنیف کہتے ہیں۔ یہ توریت ضخامت میں تخمیناً سعدی کی بوستان کے برابر ہے (۶) کتاب یشوع (۷) قاضیوں کی کتاب (۸) راعوث یا روت کی کتاب۔ یہ تین ورقوں کا مجموعہ ہے جس میں الیملک اور اسکی جورو نعومی کا

قصہ ہے (۹) سموئیل کی پہلی کتاب (۱۰) سموئیل کی دوسری کتاب (۱۱) سلاطین کی پہلی کتاب (۱۲) سلاطین کی دوسری کتاب (۱۳) تواریخ کی پہلی کتاب (۱۴) تواریخ کی دوسری کتاب جس کو اخبار الایام بھی کہتے ہیں (۱۵) عزرا کی پہلی کتاب (۱۶) عزرا کی دوسری کتاب جسکو کتاب نحمیا بھی کہتے ہیں (۱۷) کتاب ایوب (۱۸) زبور داؤد علیہ السلام۔ اس میں محض مناجات اور خدا کی مدح و ثنا ہے (۱۹) امثال سلیمان علیہ السلام۔ اس میں پند و نصائح ہیں (۲۰) کتاب واعظ جسے جامع بھی کہتے ہیں (۲۱) غزل الغزلات جسکو نشید انشاد بھی کہتے ہیں۔ یہ پانچ چھ ورق کا رسالہ ہے۔ جس میں عاشقانہ مضامین ہیں بلکہ بعض فحش آمیز کلمات بھی ہیں (۲۲) یسعیاہ نبی کی کتاب (۲۳) یرمیاہ نبی کی کتاب (۲۴) یرمیاہ نبی کا نوحہ یا مرثیہ جو تین چار ورق میں ہے (۲۵) حزقیل کی کتاب (۲۶) دانیال علیہ السلام کی کتاب (۲۷) ہوسیع نبی کی کتاب (۲۸) یوئیل نبی کی کتاب۔ یہ صرف دو ورق ہیں (۲۹) عاموس نبی کی کتاب۔ یہ کل چار ورق کی ہے جس میں کچھ پیشینگوئیاں ہیں (۳۰) عبدیاہ نبی کا خواب جو ایک صفحہ پر ہے (۳۱) کتاب یونہ یعنی حضرت یونس علیہ السلام کا ڈیڑھ ورق پر مختصر سا حال (۳۲) میخا یا میکہ علیہ السلام کا چار ورق پر الہام بیان ہے (۳۳) ناحوم علیہ السلام کا الہام جو شہر نینوہ کے متعلق ہے کل دو ورق ہیں (۳۴) حبقوق نبی کا الہام جو دو ورق میں ہے (۳۵) صفنیاہ یا صفنیا نبی کا الہام جو دو ورق میں ہے (۳۶) حجی نبی کا الہام جو دارا شاہ ایران کے عہد میں ہوا ہے۔ ایک ورق (۳۷) زکریا علیہ السلام کا الہام جو دارا کے عہد میں ہوا تھا۔ آٹھ ورق پر (۳۸) ملاخیا یا ملاکی نبی کا الہام دو ورق پر جس میں الیاس کے آنیکی خبر ہے

یہ حضرت مسیح سے چار سو برس پہلے تھے۔ اور کبھی ان صحیفوں کے مجموعے کو بھی مجازاً توریت کہتے ہیں۔

یہ ۳۹ کتابیں وہ ہیں جن کو یہود اور عیسائی سب مانتے ہیں مگر فرقہ سامریہ ان میں سے صرف توریت اور کتاب یوشع اور کتاب القضاۃ کو مانتے ہیں اور سب کے منکر ہیں۔ یہ سب کتابیں عبرانی زبان میں ہیں۔ جو یہودیوں کی قدیمی زبان ہے۔ اور یہودیوں کے نزدیک عبرانی میں کچھ اور نام ہوں تو تعجب نہیں۔ پھر ان کے ترجمے یونانی اور لاطینی اور عربی وغیرہ زبانوں میں ہوگئے لیکن عیسائیوں نے نو (۹) اور کتابیں اس مجموعہ میں داخل کی ہیں۔ جن کی تسلیم اور عدم تسلیم میں ان کے متقدمین اور متاخرین میں سخت اختلاف ہے۔ وہ نو کتابیں یہ ہیں۔

(۱) کتاب استر یہودیہ کا پانچ ورق کا ایک عجیب قصہ کہ اسکو بادشاہ اخسویرس نے ملکہ وشتی پر خفا ہوکے اپنی ملکہ بنایا۔ اور اسکے چچا زاد بھائی مردکی کو جو اسکا مربی تھا ایک خیر خواہی پر اپنا وزیر اعظم کیا اور سابق وزیر ہامان نامی کو جو یہودیوں کا سخت دشمن تھا مع زن و فرزند قتل کیا (یہ قصہ ابتک عیسائیوں کے نزدیک کتب سماویہ میں شمار ہے) (۲) کتاب باروق (۳) کتاب دانیال کا ایک حصہ (۴) کتاب توبیاس (۵) کتاب یہودیت (۶) کتاب وزڈم (۷) کتاب ایکلیزیاسٹیکس (۸) مقابیس کی پہلی کتاب (۹) مقابیس کی دوسری کتاب۔

یہودی ان کتابوں کو لغو قصے سمجھتے ہیں۔ مگر عیسائی انہیں الہامی مانتے ہیں (منقد میتقت)

عہدِ جدید — انجیل سے مراد ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو (انجیل)۔

عہدِ الست — (ل) الست کا عہد۔ وہ عہد جو خدا تعالےٰ نے روحوں سے لیا تھا

اور کہا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ تو انہوں نے جواب میں
کہا تھا بَلٰی۔ یعنی ہاں۔ تو ہمارا پروردگار ہے چنانچہ
قرآن مجید میں اسکی بات یوں ارشاد ہوتا ہے وَاِذْ
اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ
تا اِنَّا کُنَّا عَنْ ھٰذَا غٰفِلِیْنَ ۔ (س۔ اعراف ع ۲۲)
اور (انکو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جبکہ تمہارے
پروردگار نے بنی آدم سے یعنے انکی پیٹھوں سے
انکی نسلوں کو باہر نکالا۔ اور انکے مقابلے میں خود
انہیں کو گواہ بنایا (اور پوچھا) کیا میں تمہارا پروردگار
نہیں ہوں۔ وہ سب بولے۔ ہاں۔ ہم سب اسبات
کے گواہ ہیں (اور یہ اسلئے کیا) کہیں قیامت کے دن
تم کہنے لگو کہ ہم تو اسبات سے بےخبر ہی رہے۔

اس عہد کی تفسیر میں علماء کے دو قول ہیں۔

اوّل۔ جمہور مفسرین اہل سنّت کا کہ یہ عہد حضرت
آدم علیہ السلام کی تمام ذریت سے جو قیامت تک
پیدا ہونے والی تھی اس طور سے لیا گیا تھا کہ خدا تعالی
نے آدم کی پشت سے تمام اولاد کو نکالا اور چیونٹیوں
کی طرح سے نکل پڑے۔ پھر انکو عقل اور گویائی عطا کر کے
کہا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ۔ کیا میں تمہارا پروردگار
نہیں۔ سب نے کہا بَلٰی۔ یعنی ہاں تو ہم سب کا
خدا ہے۔ پھر فرمایا کہ میں تم پر ساتوں آسمان اور ساتوں
زمینیں اور تمہارے باپ آدم کو گواہ کرتا ہوں تاکہ
تم قیامت کو یہ نہ کہو کہ ہم کو خبر نہ تھی۔ تم کو معلوم رہے کہ
میرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ تم میرے ساتھ کسیکو
شریک نہ ٹھیرانا۔ میں تمہارے پاس اس عہد کو یاد
دلانے کے لئے اپنے رسول بھیجوں گا اور کتابیں نازل
کرونگا۔ وہ تم کو میرا عہد یاد دلائینگے۔ سب نے
اقرار کیا اور کہا کہ ہم گواہ ہیں کہ تو ہی ہمارا معبود ہے
تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں (رواہ احمد)۔
اسپر بڑے بڑے مفسرین ہیں جیسے کہ سعید بن
المسیب اور سعید بن جبیر اور ضحاک اور عکرمہ اور کلبی۔

دوسرا۔ قول جمہور معتزلہ کا ہے۔ وہ کہتے
ہیں آیت کے صاف معنے یہ ہیں کہ خدا تعالی نے
بنی آدم کی پشتوں سے انکی ذریت اسطرح نکالی
کہ وہ نطفے پشت آبا میں تھے پھر اپنی ماؤں کے
رحم میں آئے پھر انکو علقہ۔ پھر مضغہ۔ پھر کامل الخلقۃ
بنا کر باہر نکالا۔ پھر عقل و حواس عطا کیا جس سے وہ
اسکی مصنوعات میں غور و فکر کر کے اسکی وحدانیت
پر دلائل قائم کرنے کے قابل ہوئے۔ سو یہ دلائل گویا
خدا کی طرف سے عہد اور خود انکو اسبات پر گواہ بناتا
ہے اور انکی حالت احتیاج و حدوث گویا اس عہد
کو تسلیم اور قبول کرنا ہے۔ اور ان کا اس حالت
میں ہونا زبان حال سے اقرار کرلینا اور گواہ بننا ہے۔

معتزلہ اپنے اس دعوی کے بہت سے دلائل
بھی پیش کرتے ہیں جنکے جواب اہلسنت نے کافی
و شافی دئے ہیں۔ تفسیر کبیر وغیرہ میں دیکھو۔ علاوہ
بریں جو مراد معتزلہ عہد سے لیتے ہیں وہ بھی ہمارے
قول کے منافی نہیں۔

عرب بر اعظم ایشیا کی مغربی سمت میں ایک جزیرہ نما
ملک ہے جس کے مغرب میں بحر قلزم اور
مشرق میں خلیج فارس واقع ہے۔ وہ مختلف ناموں مثلاً
بلاد عرب۔ جزیرہ عرب۔ عربستان وغیرہ سے مشہور ہے
عرب کا معنے غالباً بنجر زمین کے ہوتے ہیں۔
حکیم بطلیموس نے عرب کو تین حصص میں تقسیم کیا ہے
یعنے کوہستان۔ قابل زراعت حصص اور ریگستان
مگر عرب کے لوگ اسکو ان حصص میں تقسیم کرتے ہیں
تہامہ۔ حجاز۔ نجد۔ عروض۔ یمن (ڈکشنری آف اسلام)
عرب میں جو لوگ آباد ہیں وہ نسل کے لحاظ سے
تین گروہ ہیں۔ العرب البائدہ۔ العرب العاربہ۔
العرب المستعربہ۔ پہلا گروہ ان لوگوں کا ہے جو

Marfat.com

ہزاروں سال بیشتر آباد تھے۔ مگر آج انکا نام و نشان صرف روایات میں ملتا ہے۔ مورخین کے نزدیک تاریخی اصول سے ان اقوام کے حالات محض افسانہ ہیں۔ مگر اس سچی کتاب میں جسکا نام قرآن مجید ہے اور اس سے بڑھکر کوئی صحیح تاریخ نہیں ہوسکتی ان اقوام کا ذکر آیا ہے۔ مسلمانوں کے لئے ان واقعات کو محض افسانہ سمجھنا موجب کفر ہے۔ مثلاً قوم ثمود۔ قوم عاد۔ قوم طسم۔ قوم جدیس وغیرہ۔ دیکھو لفظ (عاد۔ ثمود)۔

عرب العاربہ سے وہ عرب لوگ مراد ہیں جو خالص نسل کے عرب شمار ہوتے ہیں۔ اور وہ یعرب ابن قحطان کی اولاد ہیں جس نے یمن اور حجاز کی سلطنت قائم کی۔ یعرب ابن قحطان کی اولاد کی اولاد کثرت سے پھلی پھولی۔ اور بہت قبیلوں میں تقسیم ہوگئی عربوں میں نسبی شرافت و غیر شرافت کے لحاظ سے ہندوؤں کی طرح کثرت سے تقسیمات پائی جاتی ہیں۔ اول تو تمام اہل عرب مذکورہ تین بڑے گروہوں میں منقسم ہیں جن میں عرب العاربہ کا درجہ ممتاز سمجھا جاتا ہے۔ پھر عرب العاربہ میں بھی تقسیم در تقسیم کا سلسلہ جاری ہوگیا ہے جنکا ذکر کتب انساب میں مفصل آیا ہے سرسید احمد خان نے اپنی تصانیف میں لکھا ہے۔ کہ اسلام سے پیشتر یعنے عہد جاہلیت میں اہل عرب ساٹھ مشہور گروہوں میں منقسم تھے۔ اور ان گروہوں میں سے بعض اب بھی مشہور ہیں۔

عرب المستعربہ سے وہ عرب مراد ہیں جو عرب عاربہ کے بعد اہل عرب میں شامل ہوگئے ہیں یہ لوگ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں جو حجاز کے ایک نامور بادشاہ کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہوئی۔ اور یہ شاہزادی سلطنت حجاز کے بانی جرہم کی نوویں پشت سے تھی۔ شاہان جرہم کے متعلق صرف اتنا پتہ ملتا ہے کہ اس خاندان کے چند بادشاہ نسلاً بعد نسلٍ سلطنت حجاز پر حکمرانی کرگزرے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک جو زمانہ گزرا ہے اسکے متعلق مختلف اقوال ہیں بعض کے نزدیک چالیس اور بقول بعض سات پشتوں کا فاصلہ ہے اور ابوالفداء کی تحقیق کے موافق دس پشتوں کا فاصلہ ہے اور اہل عرب کے نزدیک یہی قول صحیح ہے۔ اور یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے ایک کی حدیث کے موافق ہے۔

عہد عہد کے پورا کرنے کی شریعت میں بڑی تاکید آئی ہے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا تا لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (س۔ انعام۔ ع ۱۹) اور (مسلمانو!) گواہی دینی ہو یا فیصلہ کرنا پڑے جب بات ہو تو گو (فریق مقدمہ اپنا) قرابتمند ہی (کیوں نہ) ہو انصاف (کا پاس) کرو اور اللہ کے (ساتھ جو) عہد (کرچکے ہو اس) کو پورا کرو۔ یہ ہیں وہ باتیں جنکا تمکو خدا نے حکم دیا ہے۔ تاکہ تم نصیحت پکڑو۔

نیز ارشاد ہے اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ تا وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝ (س۔ رعد۔ ع ۳) (اے پیغمبر) بھلا جو شخص اس بات کو سمجھتا ہے کہ (قرآن میں) جو (دین) تمہارے پروردگار کیطرف سے تم پر اترا ہے برحق ہے (کیا یہ شخص) اس شخص کیطرح (بے نصیب رہ سکتا) ہے جو (مطلق) اندھا ہے (اور اسکو ایسی صحیح بات بھی نہیں سوجھ پڑتی۔ قرآن سے تو) بس وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو سمجھدار ہیں (یہ) وہ لوگ (ہیں) کہ اللہ کے (ساتھ جو انہوں نے بندے ہونے کا) عہد (کرلیا ہے اس) کو پورا کرتے ہیں اور اپنے اقرار کو نہیں توڑتے۔

Marfat.com

نیز ارشاد ہے وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ
تا اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (س-نحل-ع ۱۳)
اور جب تم لوگ آپس میں قول واقرار کرلو تو اللہ کی قسم کو پورا کرو۔ اور قسموں کو پکا کیے پیچھے نہ توڑو۔ حالانکہ تم اللہ کو اپنا ضامن ٹھیرا چکے ہو۔ کچھ شک نہیں کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے بخوبی واقف ہے
نیز ارشاد ہے اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ تا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (س-توبہ-ع۱)
ہاں مشرکوں میں سے جنکے ساتھ تم (مسلمانوں) نے (صلح کا) عہد (وپیمان) کر رکھا تھا پھر انہوں نے (ایفائے عہد میں) تمہارے ساتھ کسی طرح کی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی وہ مستثنے ہیں تو انکے ساتھ جو عہد (وپیمان) ہے اسے اس مدت تک جو انکے ساتھ ٹھیری تھی پورا کرو۔ کیونکہ اللہ ان لوگوں کو جو (بدعہدی سے) بچتے ہیں دوست رکھتا ہے۔

(۱) ابوالحساء کا بیٹا عبداللہ کہتا ہے کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے آپکے نبی ہونے سے پہلے کوئی چیز خریدی اور میرے ذمہ آپ کی کچھ رقم باقی رہ گئی میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں آپ کے گھر میں لے آؤنگا مگر مجھے (یہ) وعدہ بھول گیا اور تین دن کے بعد یاد آیا (میں آپ کے گھر گیا) تو آپ کو وہیں پایا۔ آپ نے فرمایا تو نے مجھے (خواہ مخواہ) تکلیف دی۔ میں یہاں تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (ابو)

(۲) جابرؓ کہتے ہیں کہ جب جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا اور حضرت ابو بکرؓ کے پاس علا ابن حضرمی کیطرف سے (جو بحرین پر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے عامل تھا) مال آیا تو ابو بکرؓ نے فرمایا جس کسی کا جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ذمے قرض آتا ہو یا آپ نے کسی سے کچھ وعدہ کیا ہو تو وہ ہمارے سامنے آئے۔ جابرؓ کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اتنا اور اتنا اور اتنا دینے کا وعدہ کیا تھا اور جابرؓ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو تین دفعہ کھولکر اشارہ کیا (کہ تین لپیں بھر کر اشارہ فرمایا تھا) جابرؓ کا بیان ہے کہ ابو بکرؓ نے مجھے ایک لپ بھر کر دی میں نے جو اسے گنا تو وہ پانسو تھے۔ ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اسکے دوچند (یعنی ہزار) اور لے لو۔ (صحح)

(۳) حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اپنے بھائی سے جھگڑا مت کر اور نہ اس سے (بیدرجہ) مزاح کر (جس سے اسے تکلیف ہو) اور نہ اس سے کوئی ایسا وعدہ کر جس کو پورا نہ کرسکے۔

(۴) زید بن ارقم نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب آدمی اپنے (مسلمان) بھائی سے وعدہ کرے اور اسکا ارادہ بھی پورا کرنیکا ہو مگر (کسی وجہ سے) وعدہ پورا نہ کرسکے تو اسے گناہ نہیں (تر)

مسلمانوں کا بنی قریظہ کے ساتھ پختہ عہد تھا کہ وہ دشمن کے مقابلے میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں گے مگر غزوہ خندق کے موقعہ پر بنی قریظہ عہد شکنی کرکے مشرکین مکہ کے ساتھ ملگئے جسکی سزا میں خود انکے مقرر کردہ حکم سعد ابن معاذ رضہ کے فیصلہ کے مطابق انکی عورتوں اور بچوں کو چھوڑ کر باقی سب آدمیوں کو قتل کر دیا گیا۔ اور انکا مال ومتاع ضبط کرکے سپاہ اسلام میں تقسیم کیا گیا۔
سنہ ۶ ھ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کو لیکر حج اور عمرہ کے ارادے سے مکہ کو روانہ ہوئے مگر کفار مکہ نے مسلمانوں کی آمد کا حال سنکر پختہ ارادہ کر لیا کہ انکو مکہ میں نہ آنے دیا جائے۔ آخر مقام حدیبیہ میں فریقین میں یہ عہد وپیمان ہوا کہ اس سال مسلمان حج اور عمرہ کا ارادہ ملتوی رکھیں اور یہیں سے واپس چلے جائیں اگر چاہیں تو اگلے سال عمرہ کی قضا دینے کے لئے مکہ آئیں۔ مگر تین دن سے زیادہ یہاں نہ ٹھیریں اور مسلمانوں کے پاس

Marfat.com

ایک ایک تلوار سے زیادہ اور کوئی ہتھیار نہ ہو۔ دس سال تک فریقین میں ایسے رہے اور دونوں طرف سے کوئی فریق دوسرے فریق کے معاہدہ والوں سے بھی جنگ نہ کرے۔ اگر کفار کا کوئی آدمی کفار کی اجازت کے بغیر مسلمانوں کے پاس آئے تو مسلمان اُسے کفار کے حوالہ کردیں لیکن اگر مسلمانوں کا کوئی آدمی کفار کے پاس آئیگا تو وہ اسے واپس نہ دینگے۔ مگر تھوڑی ہی مدت کے بعد بنوخزاعہ اور بنوبکر میں جنگ چھڑ گئی۔ بنوخزاعہ مسلمانوں کے ہم عہد تھے اور بنوبکر کا معاہدہ قریش کے ساتھ تھا۔ فریقین نے اپنے اپنے حامیوں سے مدد مانگی مسلمانوں نے تو انکار کردیا۔ مگر قریش نے عہدنامہ کو بالائے طاق رکھکر بنوخزاعہ پر حملہ کردیا۔ کفار کی اس بدعہدی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر حملہ کرکے اسکو فتح کرلیا۔ یہی وہ عظیم الشان واقعہ ہے جو اسلامی تاریخ میں فتح مکہ کے نام سے مشہور ہے۔ اللہ تعالےٰ اور بندوں کے مابین جو عہد ہے اُسکے لئے قرآن مجید میں میثاق کا لفظ آیا ہے۔ دیکھو (میثاق)۔

احادیث میں عہدشکنی منافقین کی علامت بتائی گئی ہے جیساکہ حدیث میں ہے کہ منافق کی علامات یہ ہیں۔ جب وہ کسی سے جنگ کرتا گالیاں دیتا ہے۔ اور جب عہد کرتا ہے اسکو پورا نہیں کرتا۔ اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا یعنی اپنے وعدہ کو وفا کرو کیا اسکا تم سے قیامت میں سوال ہوگا۔

عوج ایک طویل القامت آدمی کا نام ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک زندہ رہا۔ اسکی عمر ۳۵۰۰ سال تھی۔ طوفان نوح کے وقت پانی اسکی کمر تک آیا تھا حضرت موسےٰ نے اپنا عصا اسکے ٹخنوں پر مارا جس سے وہ گر کر مرگیا۔ اسکے باپ کا نام عوق (بضمہ عین) تھا۔ لوگوں میں جو عوج بن عنق مشہور رہا ہے۔ یہ غلط ہے (ح خ)
معارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ عوج کے باپ کا نام سیحان تھا اور اسکی ماں عنق نامی حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹی تھی۔ (ج ا)

عنین عنین اس شخص کو کہتے ہیں جسکے ذکر میں انتشار نہ ہو مگر وہ عورتوں سے جماع کرنیکی قدرت نہ رکھتا ہو۔ اگر وہ بعض عورتوں کے جماع پر قادر ہو اور بعض پر قادر نہ ہو۔ تو جن سے جماع نہ کرسکتا ہو ان کے لئے وہ عنین سمجھا جائیگا۔ بعض کتابوں میں اسکے امتحان کا یہ طریقہ لکھا ہے کہ ایک ٹب میں سرد پانی بھر کر اسکو بٹھلائیں۔ اگر اسکا ذکر سکڑ کر پیٹرو کی طرف مائل ہوجائے تو عنین نہیں ہے۔

اگر عنین اقرار کرے کہ میں نے عورت پر ادخال نہیں کیا۔ تو حاکم ایک سال قمری کی مدت مقرر کرے۔ اس عرصہ میں اگر وہ عورت سے جماع کرسکے تو بہتر ورنہ ان میں تفریق کرادی جائیگی اور عورت کو ایک طلاق بائن پڑجائیگی۔ اور خلوت ہونے کی صورت میں عورت کو کل مہر ملیگا۔ اور عدت واجب ہوگی۔ اگر عورت اور مرد کے مابین اختلاف ہوجائے۔ مرد کہے میں تجھپر قادر ہوچکا ہوں اور عورت اس سے انکار کرے اور وہ نکاح سے پہلے باکرہ تھی اور عورتیں معائنہ کے بعد گواہی دیں کہ اب اسکی بکارت قائم نہیں ہے تو مرد کو قسم دیجائے گی۔ اگر وہ قسم کھائے تو عورت کا حق تفریق باطل ہوجائیگا۔ اگر وہ قسم کھانے سے کترائے۔ یا عورتیں اس عورت کے بدستور باکرہ ہونے کی شہادت دیں تو قاضی خاوند کو ایک سال کی مہلت دیگا۔ اگر مہلت کے بعد بھی اختلاف ہوا تو بمثل سابق تقسیم ہوگی لیکن اب مہلت نہ دیجائیگی اگر عورتوں نے اسکے ثیب ہونے کی شہادت دی اور خاوند حلف اُٹھائے تو عورت کا حق تفریق زائل ہوجائیگا اگر وہ حلف سے انکار کیا یا عورتوں نے کہا باکرہ ہے۔

Marfat.com

تو عورت کو اختیار ہے اگر علیحدگی چاہے تو ایک طلاق بائن پڑ جائے گی۔ اگر خاوند کو اختیار دے گی تو اسکا اپنا اختیار زائل ہو جائیگا۔ خصی کے احکام بھی عنین کے مساوی ہیں۔ (نور)

عنکبوت مکڑی۔ یہ ایک جانور کا نام ہے جو اپنے رہنے کے لئے درختوں اور گھر کی چھتوں میں نہایت باریک اور پیچیدہ جالا بناتا ہے۔

(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم معہ حضرت ابوبکر صدیق کے مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے کی غرض سے جب غار ثور میں آچھپے تھے اور کافر آپ کی تلاش میں ادھر اُدھر مارے مارے پھرتے تھے تو مکڑی نے خدا کے حکم سے غار کے منہ پر اپنا جالا تن دیا تھا تاکہ جب کافر یہاں آئیں تو یہ دیکھکر کہ اس غار میں کوئی شخص داخل نہیں ہوا۔ واپس چلے جائیں۔

(۲) عنکبوت قرآن مجید کی ایک سورت کا نام بھی جسکی آیت ۴۱ میں مکڑی کے گھر کی کمزوری کی مثال بیان فرمائی ہے کہ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ... لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ جن لوگوں نے خدا کے سوا (دوسرے) کارساز بنا رکھے ہیں انکی مثال مکڑی کی سی ہے کہ اس نے (بھی اپنے زعم میں ایک) گھر بنایا۔ اور کچھ شک نہیں کہ گھروں میں بودے سے بودا مکڑی کا گھر ہے۔ اے کاش! یہ لوگ (اتنی بات) سمجھتے۔ (ف)

علیین نیک بندوں کے اعمال درج کئے جانیکی کتاب کا نام ہے جسکا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے۔ كَلَّا اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ (پ ۳۰ التطفیف) یعنی تحقیق نیکوں کا روزنامچہ علیین میں ہے۔ اور تو کیا جانے کیا ہے علیین ایک دفتر ہے لکھا ہوا کہ جسکو (ملائکہ) مقرب دیکھا کرتے ہیں ابرار کا روزنامچہ کہ جہاں انکے کام اور نام لکھے ہوئے ہیں علیین میں ہے۔ پھر جسکا اس دفتر میں نام ہے وہ محو نہیں ہو سکتا۔ نہ وہ مرنیکے بعد اکرام و اعزاز سے محروم رہتا ہے۔ چونکہ علیین پر آگاہی انکے افہام ناقصہ کو نصیب نہیں اسلئے آپ ہی پوچھتا ہے کہ اے انسان تو کیا جانے کیا ہے علیین۔

مشکوٰۃ شریف کی کتاب الجنائز کے باب مایقال عند من حضرہ الموت کی تیسری فصل میں براء ابن عازب کی حدیث کے اندر علیین کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ کلمات آئے ہیں۔

فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اكْتُبُوْا كِتَابَ عَبْدِيْ فِيْ عِلِّيِّيْنَ الخ یعنی پس اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بندے کے روزنامچے کو علیین میں درج کرو۔

علیم خدا کے ننانوے (۹۹) ناموں میں سے ایک صفاتی نام ہے جسکے معنے ہیں بڑا دانا۔ قرآن مجید میں یہ نام کئی جگہ آیا ہے۔ چنانچہ سورۃ سبا میں ارشاد ہے ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا ... وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ یعنی پھر وہ ہمارے درمیان حق کے ساتھ حکم کرے گا اور وہ بندوں کے درمیان بڑا حاکم کرنیوالا اور بڑا جاننے والا ہے۔

علیم صیغہ مبالغہ ہے عالم کا۔ اور یہ اسم خدا کے کمال علم کا مظہر ہے جسکا علم اتم و اکمل ہے اور وہ علم معلومات سے مستفاد نہیں بلکہ معلومات اس سے مستفاد ہیں۔

علی رضا علی رضا ابن موسے کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن حضرت زین العابدین رض آپ امامیہ کے مذہب کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سے آٹھویں امام ہیں۔ خلیفہ مامون نے آپکو اپنی بیٹی بیاہ دی تھی اور آپ کو ولیعہد کیا تھا۔ مگر آپ اسکی وفات سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔ ۲۰۲ھ اور بقولے ۲۰۳ھ میں فوت ہوئے (کن)

Marfat.com

علی بن حسین قرشی

ایک جلیل القدر عالم کا نام ہے جو اصفہان میں پیدا ہوئے۔ اور اسی سبب سے اصفہانی کے لفظ سے مشہور ہو گئے انکی کئی ایک تصنیفات ہیں۔ مثلاً کتاب الاماء الشواعر۔ آداب الغربا۔ سب سے بڑھکر کتاب الاغانی ہے جس میں ۲۹۵ نامور شاعروں کی سٹریاں لکھی گئی ہیں۔ ۳۵۶ھ میں فوت ہوئے (کن)۔

علی کرم اللہ وجہہ

آنحضرت صلے اللہ کے چچا ابو طالب کے بیٹے کا نام ہے جنکو خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیٹوں کی طرح شفقت کے ساتھ پرورش کیا اور ہجرت کے دوسرے سال اپنی چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا جن سے امام حسنؓ۔ امام حسینؓ اور محسنؓ پیدا ہوئے اکثر غزوات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔ ان جنگوں میں اسلام کو فروغ دینے اور کفر کو مٹانے کے لئے انکے بازو سے جو کارنامے نمایاں ظہور میں آئے انکو انکی شان و عظمت کے لحاظ سے غیبی طاقت کے ساتھ منسوب کرنا پڑتا ہے۔ ۳۵ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ ہوئے۔ مگر اسوقت امت میں وہ فتنے پیدا ہو چکے تھے جنکی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی اسلئے ملک میں امن قائم نہ ہو سکا۔ ۴۰ھ میں فرقہ خارجیہ میں سے (جو حضرت علی کا دشمن تھا) تین شخصوں نے خفیہ مشورہ کرکے یہ رائے قائم کی کہ اس فتنہ و فساد کے باعث تین شخص ہیں۔ یعنی علیؓ۔ معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ۔ لہذا ان تینوں کو قتل کر دیا جائے۔ ان میں سے جس شخص نے حضرت علیؓ کو قتل کرنیکا ذمہ اٹھایا اسکا نام ابن ملجم تھا۔ اس نے ۱۷ رمضان ۴۰ھ کی صبح کو جبکہ حضرت علیؓ فجر کی نماز کے لئے مسجد کو جا رہے تھے انکو بعمر ۶۳ سال تلوار سے شہید کر دیا۔ لوگوں نے ابن ملجم کو پکڑ لیا اور ہاتھ پاؤں کاٹ کر اسے آگ میں جلا دیا۔ حضرت علی کی قبر کا کوئی پتہ معلوم نہیں۔ (خل)۔

امام احمد ابن حنبل سے منقول ہے کہ حضرت علی کے حق میں جسقدر فضائل وارد ہوئے ہیں اور کسی صحابی کے حق میں وارد نہیں ہوئے۔ (خل)۔

شیعہ لوگ مدعی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق حضرت علی ہیں۔ انکے وسط میں جو تین خلیفے ہوئے ہیں وہ محض زبردستی سے خلیفے ہو گئے تھے سنی لوگ اسکو خیال باطل قرار دیتے ہیں۔ انکے نزدیک خلافت کی جو ترتیب واقع ہوئی وہ عین حق اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اور مقصود ترتیب کے موافق ہے۔ دیکھو (شیعہ)

اہل عرب حضرت علی کو اسد اللہ اور اہل ایران شیر خدا کہتے ہیں۔

علیّ تعا

اللہ تعالےٰ کے ننانویں ناموں میں سے ایک نام ہے جسکے معنے ہیں بہت اونچا۔ یہ مشتق ہے علوّ سے اور علو کہتے ہیں بلندی کو اور جگہ کے بلند ہونے کو اور کبھی بلندی پر چڑھنے اور کسی چیز کے اوپر ہونے کو بھی علو کہتے ہیں اور اسکی دو قسمیں ہیں۔ حسی اور عقلی۔ حسی۔ جیسے ایک جسم کا دوسرے جسم پر ہونا۔ اور عقلی۔ جیسے ایک چیز کا دوسری چیز سے فوق المرتبہ ہونا۔ خدا تعالےٰ چونکہ سب سے اوپر ہے اور مرتبے میں بالاتر ہے اسلئے اسے علیّ کہتے ہیں۔

علیّ کے معنے وہ ذات پاک جسکے اوپر کوئی رتبہ ہو نہیں سکتا۔ تمام مراتب اسکے نیچے ہیں۔ مثلاً فرشتے انسان سے اوپر ہیں اور انسان چوپایوں سے اوپر ہے اور اللہ تعالےٰ سب سے اوپر ہے۔ پس وہ علیّ مطلق ہے جو زندوں اور جہان کو زندہ کرنے والا اور علماء کے علوم کو پیدا کرنے والا۔ اور تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے۔ غرض اللہ کی فوقیت اسی طریق سے سمجھ میں آسکتی ہے کیونکہ یہ اسماء اوّلاً اوراک بصر کے لحاظ سے وضع کئے گئے ہیں۔ اور وہ

Marfat.com

عوام کا درجہ ہے۔ پھر جب خواص کو اور اکات بصائر کا
پتہ لگا تو انہوں نے ان معانی کو انہیں مطلق الفاظ سے
بطور استعارہ ادا کیا جن کو خواص نے سمجھا کیونکہ انکے
ادراکات حواس بہائم سے آگے نہیں بڑھے۔ اور
انہوں نے فوقیت سے صرف مکانی فوقیت کا مطلب
سمجھا۔ اس نکتہ سے تمکو اللہ کے فوق العرش ہونیکا مطلب
بھی سمجھ میں آگیا ہوگا۔ کیونکہ عرش تمام اجسام پر حاوی اور
سب سے بالاتر ہے۔ اور وہ ذات پاک جو حدود۔ مقدار اور
تجسّم سے پاک و منزہ ہے رتبہ میں تمام اجسام سے بالاتر
ہے۔ اور اس بلندی کے بیان کرنے میں عرش کا ذکر
خصوصیت سے اسلئے آیا ہے کہ وہ تمام اجسام سے
بلند ہے۔ پس جو ذات اس سے عالی رتبہ ہوگی وہ سب
اجسام سے عالی رتبہ ہوگی۔ جیسے کہ کوئی کہے کہ خلیفہ
سلطان سے اوپر ہے تو چونکہ سلطان سب لوگوں سے
اوپر ہوتا ہے اسلئے خلیفہ سلطان سمیت سب سے
اوپر ہوگا۔ (منق)

علو ہمت بلند نظری۔ عالی حوصلگی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ
تا مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (س۔ لقمان۔ ع ۲) (مسلمانو!)
تمہارے مالوں (کے نقصان) اور تمہاری جانوں۔
(کے زیان) میں ضرور تمہاری (ایمانداری کی) آزمائش
کیجائیگی۔ اور جن لوگوں کو تم سے پہلے (آسمانی) کتاب
دیجاچکی ہے (یعنی یہود و نصاری) ان سے اور مشرکین (مکہ)
سے تم بہت سی ایذا کی باتیں (بھی) ضرور سنو گے اور اگر صبر
کئے رہو اور پرہیزگاری (کو ہاتھ سے نہ جانے دو) تو بیشک
یہ (بڑی) ہمت کے کام ہیں۔
يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ تا مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝
(س۔ لقمان۔ ع ۲) (لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے
ہوئے یہ بھی کہا کہ) بیٹا نماز پڑھا کر اور (لوگوں کو) اچھے
کاموں (کے کرنے) کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے
منع کیا کر اور تجھپر جیسی پڑے جھیل بیشک یہ (بڑی) ہمت
کے کام ہیں۔
فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ
تا اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (س۔ احقاف۔ ع ۴)
تو (اے پیغمبر!) جس طرح (اور) ہمت والے پیغمبروں نے
(کافروں کی ایذاؤں پر) صبر کیا تم بھی صبر کرو اور ان کے
لئے (عذاب کی) جلدی نہ کرو جس دن (قیامت کو)
دیکھ لیں گے جسکا وعدہ ان سے کیا جاتا ہے تو (انکو
ایسا معلوم ہوگا کہ) گویا (دنیا میں) بہت رہے ہونگے
تو (سارے) دن میں سے ایک گھڑی بھر (لوگوں کو
حکم خدا کا پہونچانا تھا سو) پہونچا دیا گیا (سو اب اسکے بعد)
جو لوگ نافرمان ہوں گے وہی ہلاک ہوں گے۔

علم ہندسہ علم ریاضی کی ایک قسم ہے جس میں مقادیر کے احوال سے من حیث التقدیر
بحث ہوتی ہے یعنی اس حیثیت سے بحث نہیں
ہوتی کہ مقدار موجود ہے یا معدوم۔ عرض ہے یا جوہر
وغیرہ۔ موضوع اسکا مقادیر مطلقہ ہیں۔ یعنی جسم تعلیمی
سطح۔ خط اور انکے لواحق زاویہ نقطہ اور شکل وغیرہ۔
اس علم سے دس علوم متفرع ہوتے ہیں علم عقود
ابنیہ۔ علم المناظر۔ علم مرایا محرقہ۔ علم مراکز الاثقال۔
علم بنکامات۔ علم مساحت۔ علم استنباط المیاہ۔
علم جر الاثقال۔ علم الآلات الحربیہ۔ علم الآلات روحانیہ
فتح المبین شرح اربعین حلبی وغیرہ میں لکھا ہے
کہ ریاضی کا سیکھنا جائز ہے کہ شریعت سے ریاضی دانوں
کے شر کو دفع کیا جائے (ک)

علم نجوم ان اصولوں کا علم ہے جنسے شمس و قمر وغیرہ بعض ستاروں کے احوال و اوضاع معلوم
کی جائیں۔ احوال سے مراد وہ آثار ہیں جو ان سے عالم
سفلی پر صادر ہوتے ہیں۔ اور علم رمل اور علم جفر اس سے
خارج ہیں جن میں حدوث آثار کا علم تو حاصل ہوتا ہے

Marfat.com

مگر ستاروں سے بحث نہیں کیجاتی۔

قرآن مجید میں آیا ہے فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ۝ (س۔ صٰفٰت۔ ع ۲) (جسطرح نجومی زائچہ دیکھتا ہے اسیطرح پر ابراہیم نے) ستاروں کی (رفتار) میں نظر کی۔ پس کہا کہ میں بیمار (ہونے کو) ہوں۔

اس آیت کی تفسیر کے متعلق تفسیر مدارک میں لکھا ہے کہ علم نجوم پہلے حق تھا۔ پھر منسوخ ہوگیا۔ تفسیر بیضاوی کے اسی مقام میں لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے ستاروں کے مواقع اور اتصالات کو دیکھا یا ان کے علم پر غور کیا۔ یا ان کی کتاب کو دیکھا اور اس میں کوئی ممانعت نہیں۔

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ علم نجوم میں نظر کرنا ناجائز ہے تو حضرت ابراہیمؑ نے اس میں کیوں نظر کی۔ ہم جواب دینگے کہ ہم اسبات کو تسلیم نہیں کرتے کہ علم نجوم میں نظر کرنا اور اسکے معانی سے استدلال کرنا حرام ہے۔ کیونکہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہر ستارہ میں ایک قوت اور خاصیت رکھی ہے جسکے باعث اس سے ایک خاص اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اسکا علم اس حیثیت سے باطل نہیں ہے۔ الخ۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علم نجوم کی حرمت میں اختلاف ہے۔ تفسیر مدارک میں ہے إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ کی تفسیر کے متعلق لکھا ہے کہ جو منجم بارش یا موت کے وقت سے خبر دیتا ہے وہ طالع میں قیاس اور نظر کرکے خبر دیتا ہے۔ اور جو بات دلیل سے اخذ کیجائے اسکو غیب کا علم نہیں کہا جاسکتا کہ وہ محض ظن ہے اور ظن کو علم نہیں کہتے۔ کشف میں لکھا ہے کہ منجموں کے اقوال کے متعلق دو قسم کے خیالات ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ بالکل کذب اور غیر صواب اور موجب گناہ ہیں ان کی دلیل یہ آیت ہے، مَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ یعنے اللہ تمکو غیب پر مطلع کرنے والا نہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کاہن یا جوتشی کے پاس آئے پس اسکی بات مان لے اس نے کفر کیا اس چیز کے ساتھ جو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پر اتاری گئی ہے۔

دوسرا خیال یہ ہے کہ منجم کے اقوال کا مسئلہ تفصیل طلب ہے اگر منجم ستاروں کو غیر مخلوق یا فاعل مختار سمجھتا ہے تو یہ صریح کفر ہے۔ اگر یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ خدا کی مخلوق ہیں اور خود مختار نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے مسخر ہیں اور انکا اثر مثلاً روشنی و گرمی وغیرہ اللہ تعالےٰ کی مخلوق پر پڑتا ہے۔ اور یہ بات ہمکو علم حساب کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے تو یہ علم غیب نہیں ہے۔ کیونکہ علم غیب وہی ہوسکتا ہے جو علم حساب کے ذریعہ سے معلوم نہ ہو۔ اور آیت وحدیث کا حمل دعوے علم غیب کی حرمت پر ہوسکتا ہے۔ (ک د)

جواہر الفتاوے میں لکھا ہے کہ جن علوم سے پرہیز واجب ہے وہ یہ ہیں۔ علم سحر۔ علم حکمت۔ علم طلسمات۔ علم نجوم۔ مگر نجوم اسقدر جائز ہے کہ اوقات نماز اور طلوع فجر و سمت قبلہ کے پہچاننے میں کام دے۔ (جا)

علم نباتات جڑی بوٹی اور کاشت و زراعت کا علم۔ یہ وہ علم ہے جسکے ذریعہ سے نباتات کی تدابیر تخم کی حالت سے لیکر کمال کو پہنچنے کی حالت تک معلوم ہوتی ہیں۔ فن زراعت سیکھنا شرع میں مباح ہے۔

رافع ابن خدیج سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے۔ تو اہل مدینہ (نر کھجوروں سے مادہ) کھجوروں میں پیوند لگایا کرتے تھے آپ نے فرمایا یہ کیا کرتے ہو۔ عرض کیا ہم (قدیم سے) ایسا کرتے آئے ہیں۔ فرمایا اگر تم ایسا نہ کرو تو شاید بہتر ہو پس ان لوگوں نے اسکو ترک کیا۔ تو (اس سال) میوہ کم لگا۔ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں

اسکو عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا میں بندہ بشر ہوں۔ جب میں دین کے متعلق کوئی بات تم سے کہوں تو اسکو (ضرور) قبول کرو۔ اور جب کسی دنیوی امر کے متعلق کوئی بات اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں (آخر) ایک بندہ بشر ہوں۔ (مش)۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ یعنے تم لوگ اپنے دنیوی امور کے متعلق خود اچھی سمجھ رکھتے ہو (مظاہر حق)۔

علم منطق اس علم کا نام علم میزان بھی ہے۔ کیونکہ اس سے صحیح و برائیں کو وزن کیا جاتا ہے شیخ بوعلی نے اسکو خادم علوم کہا ہے۔ کیونکہ وہ مقصود بنفسہ نہیں ہے بلکہ دوسرے علوم کا وسیلہ ہے۔ اسکا نام منطق اسلئے مشہور ہوا ہے کہ نطق کا اطلاق ہوتا ہے لفظ پر اور ادراک کلیات پر۔ اور نفس ناطقہ پر۔ اور چونکہ اس فن سے لفظ کو قوت حاصل ہوتی ہے اور ادراک کلیات میں راستی پیدا ہوتی ہے اور نفس ناطقہ کو کمالات سے بہرہ میسر ہوتا ہے۔ اسلئے نطق سے مشتق کرکے منطق اسکا نام رکھا گیا۔ منطق کی تعریف یہ ہے۔ ان قواعد کا علم جو معلومات سے مجہولات تک پہونچنے میں کام دیں۔ بایں حیثیت کہ فکر میں غلطی واقع نہ ہو۔ (ک)

علم منطق مسائل سے احکام متفرع کرنے اور حالات سے نتائج اخذ کرنیکا زبردست ذریعہ ہے۔ اسلئے یہ علم علم شریعت کا ایک سب سے ضروری خادم ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں لَا ثِقَةَ بِفِقْهِ مَنْ لَا يَتَمَنْطَقُ یعنے اس شخص کی فقہ کا کوئی اعتبار نہیں جو منطق نہ جانتا ہو یعنے یا تو وہ طبعًا منطقی استعداد پر مجبول ہو جیسے عصر اول کے مجتہدین تھے۔ یا وہ سبقًا اس علم کو حاصل کرے منطق کی تعریف کرنیوالوں میں امام فخر الدین رازی اور آمدی اور ابن صاحب وغیرہ بڑے بڑے ائمہ شامل ہیں جس منطق کی حرمت کا حکم لگایا گیا ہے اس سے مراد وہ منطق ہے جو فلسفہ سے مخلوط ہو۔

پہلے پہل منطق کا ترجمہ یونانی زبان سے عربی میں عبداللہ ابن مقفع خطیب فارسی نے کیا ہے۔ یہ شخص فصاحت و بلاغت میں بہت مشہور تھا۔ تصنیفات جو اس نے کی ہیں۔ اسکی علمی لیاقت کی شاہد ہیں۔ منصور کے حکم سے اس نے ارسطو کی تین کتابوں کا ترجمہ کیا تھا جو کہ منطق میں تھیں۔

جن جن لوگوں نے عرب میں اس فن کی اشاعت کی تھی منجملہ انکے ایک تو ابونصر فارابی ہے۔ اس نے ارسطو کی ایک کتاب کا ترجمہ اپنی کتاب مسمی الثمانیہ میں کیا ہے۔ اور اسکی شرح بھی لکھی ہے۔ دوسرا ابن رشد اس نے بھی ارسطو کی اسی کتاب کا خلاصہ کیا ہے۔ تیسرا حنین بن اسحاق مسیحی ہے اسکی بھی ایک کتاب مسمّی کتاب المسائل منطق میں ہے۔ اسکے بیٹے اسحاق نے کتاب [illegible] میں۔ کتاب مقولات۔ کتاب ایسا غوجی کا خلاصہ کیا ہے۔ (صنا)

علم مساحت یہ وہ علم ہے جس سے خطوط اور سطوح اور اجسام کی مقدار معلوم کی جاتی ہے۔ یہ علم تحصیل خراج اور تقسیم اراضی اور پیمائش مکانات کے لئے بڑا مفید ہے۔

علم قراءت اس علم کو کہتے ہیں جس میں الفاظ قرآنی کے پڑھنے کی کیفیت سے بحث ہوتی ہے۔ موضوع اس علم کا قرآن ہے اس حیثیت سے کہ کیسے پڑھا جائے۔ (ک)

علم الفلاحۃ (ل) کاشتکاری کا علم (ص) میں اُن قواعد کا نام ہے جن سے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ نباتات کے نشوونما میں کن کن ذرائع سے کام لینا چاہئے۔ اس علم میں زمین کی اصلاح اور اس میں کھاد ڈالنے پر بحث کیجاتی ہے۔ (ک)۔

Marfat.com

علم فقہ وہ علم ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کونسے اعمال میں نفس کا فائدہ ہے اور کونسوں میں نقصان ہے۔ لغوی معنے فقہ کے دریافت کرنے اور معلوم کرنیکے ہیں۔ لیکن اب علم شریعت کیلئے مستعمل ہوتا ہے (ک۔ غ) تفصیل کیلئے دیکھو (فقہ)۔

علم فرائض وہ علم ہے جس میں ترکۂ میت کو وارثوں میں تقسیم کرنے کی کیفیت سے بحث ہوتی ہے۔ اسکا موضوع ترکہ کو مستحقین میں تقسیم کرنا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اسکا موضوع ترکہ اور اُسکے مستحقین ہیں۔ لیکن پہلی بات ٹھیک ہے۔ کیونکہ فرائض فقہ کا ایک باب ہے۔ اور فقہ کا موضوع عمل مکلّف ہے۔ اور ترکہ اور اُسکے مستحقین عمل کے قبیل سے نہیں ہیں۔ (ک) دیکھو (فرائض)۔

عُقاب ایک مشہور پرندہ ہے۔ اسکی نگاہ بڑی تیز ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے عرب کہتے ہیں فُلَانٌ اَبْصَرُ مِنْ عُقَابٍ۔ یعنی فلاں شخص عقاب سے بھی زیادہ تیز نگاہ ہے۔ اس کا کھانا حرام ہے۔ (حیوٰۃ)۔

عَفُوٌّ (ل) معاف کرنے والا۔ خدا کے ننانوے ناموں سے ایک نام ہے۔

عفو درگذر کرنا۔ معاف کرنا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ تا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ٥ (س۔ اعراف۔ ع ١٤) (اے پیغمبر) درگذر (کا شیوہ) اختیار کرو۔ اور (لوگوں سے) نیک کام (کرنے) کو کہو اور جاہلوں سے کنارہ کش رہو۔ اور اگر شیطان کے گدگدانے سے (انتقام وغیرہ کی) گدگدی تمہارے دل میں پیدا ہو تو خدا سے پناہ مانگ لیا کرو کیونکہ وہ (سب کی) سنتا (اور سب کچھ) جانتا ہے۔ جو لوگ پرہیزگار ہیں۔ جب شیطان کی طرف کا کوئی خیال انکو چھو بھی جاتا ہے تو (فوراً) متنبہ ہو جاتے ہیں (یعنی پردۂ غفلت انکی آنکھوں پر سے دور ہو جاتا ہے) تو وہ اسی دم (راہ صواب) دیکھنے لگتے ہیں۔

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ تا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ (س۔ نور۔ ع ٣) اور تم میں سے جو لوگ بزرگ (منش) اور صاحب مقدور ہیں قرابت والوں اور محتاجوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنیوالوں کو (مدد خرچ) نہ دینے کی قسم نہ کھا بیٹھیں بلکہ (چاہئیے کہ ان کے قصور) بخش دیں اور درگذر کریں (مسلمانو!) کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ تا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ٥ (س۔ شوریٰ۔ ع ٤) اور (اجر آخرت انہی لوگوں کے لئے ہے) جو ایسے (غیرتمند) ہیں کہ جب ان پر (کسی طرف سے) بے جا زیادتی ہوتی ہے تو وہ (واجبی) بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ ہے ویسی ہی برائی اس پر (بھی) جو معاف کردے۔ اور صلح کرے۔ تو اسکا ثواب اللہ کے ذمے ہے بیشک وہ ظلم کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ تا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ (س۔ تغابن۔ ع ٢) مسلمانو! تمہاری بیبیوں اور تمہاری اولاد میں سے (بعض) تمہارے (دین کے) دشمن ہیں تو ان سے احتیاط کرتے رہو۔ اور اگر تم (ان قصوروں کو) معاف کرو اور درگذر کرو۔ اور بخش دو۔ تو اللہ بھی بخشنے والا مہربان ہے

(۱) اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نہ تو بالطبع فحش گو تھے اور نہ فحش میں تکلف کرنیوالے تھے۔ اور نہ بازاروں میں چیختے چلاتے تھے (جیساکہ عوام لوگوں کی عادت ہے) اور نہ برائی کا بدلہ برائی کے ساتھ کرتے تھے۔ بلکہ معاف کرتے اور درگذر کرتے تھے۔ (تر)

Marfat.com

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ احد کے روز جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے چار دانتوں میں سے ایک دانت شہید ہوگیا اور آپکے سر میں شکستگی واقع ہوئی تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم چہرے مبارک سے خون سونتتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے وہ قوم کیونکر فلاح پاسکتی ہے جنہوں نے اپنے نبی کا سر پھوڑا اور اسکے دانت توڑے۔ (مس)۔

(۳) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ خیبر کی ایک یہودی عورت نے بھنی ہوئی بکری میں زہر ملاکر جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیہ بھیجا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بکری کا ایک دست اٹھالیا اور اس میں سے کھانا شروع کیا اور آپکے اصحاب کی ایک جماعت بھی کھانے میں مصروف ہوئی۔ اتنے میں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کی طرف روئے سخن کرکے) فرمایا کہ کھانے سے ہاتھ اٹھالو۔ اور کسیکو بھیجکر اس یہودیہ کو بلایا (آئی) تو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تونے اس بکری میں زہر ملایا ہے۔ اس نے کہا آپ کو کسطرح معلوم ہوا (کہ بکری میں زہر ملایا گیا ہے)۔ پیغمبر خداؐ نے فرمایا میرے ہاتھ میں جو دست (کا ٹکڑا) ہے اس نے مجھے معلوم کرایا۔ عورت نے کہا۔ بے شک میں نے اس بکری میں زہر ملایا ہے۔ میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اگر وہ پیغمبر ہیں تو زہر انہیں ہرگز نقصان نہیں پہونچا سکے گا۔ اور اگر پیغمبر نہیں تو ہم ان سے راحت میں ہو جائیں گے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر عورت کو معاف کردیا۔ اور کسی طرح کی بھی سزا نہیں دی۔ آپ کے وہ صحابی جنہوں نے اس بکری میں سے تھوڑا بہت کھایا تھا انتقال کرگئے۔ اور چونکہ آپ نے بھی کچھ کھالیا تھا تو زہر کے ازالہ تاثیر کے لئے اپنے دونوں شانوں کے بیچمیں پچھنے لگوائے یعنی ابو ہند نے جو انصار کے قبیلہ بنی بیاضہ کا آزاد کیا ہوا غلام تھا سینگ اور چھری سے (جیساکہ دستور ہے) آپ کے پچھنے لگائے۔ (ابو)

عفریت دیو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ملکہ سبا کے ملک پر فوج بھیجنے کا ارادہ کیا تو دیووں کو فرمایا۔ کیا تم میں سے کوئی ایسا دیو بھی ہے کہ قبل اسکے کہ ملکہ سبا کے آدمی مطیع ہوکر ہمارے حضور میں حاضر ہوں۔ ملکہ کے تخت کو ہمارے پاس لا حاضر کرے تو ایک دیو بولا کہ میں آپ کے دربار برخاست کرنیسے پہلے تخت کو آپکے حضور میں حاضر کردونگا۔ چنانچہ قرآن مجید کی سورت نمل رکوع ۳ میں ارشاد ہے۔

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ؕ

(اس پر) جنات (کی قسم) میں سے ایک دیو بول اٹھا کہ آپ کے دربار برخاست کرنے سے پہلے (پہلے) میں تخت کو حضور میں لا حاضر کرونگا اور اس (مہم کے سر کرنے) کی طاقت ...... بھی) رکھتا ہوں۔ اور امانتدار (بھی) ہوں۔

جس دیو نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایسا کہا اسکا نام ذکوان تھا۔ (مد)۔

عفت پرہیزگاری۔ پارسائی۔ پاک بازی۔ بڑے اور چھوٹے گناہوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا۔ اپنی شرمگاہ کی حفاظت رکھنا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت نے جب پنجوقتہ نماز ادا کی (جو اسپر فرض ہے) اور مہینے بھر کے روزے رکھے اور پاک دامنی اختیار کرے اور شوہر کی فرمانبردار ہوئی تو جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے گی داخل ہوگی۔ (حلیہ)

عمرو بن احوص اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! عورتوں کے حق میں میری وصیت قبول کرو۔ میں انکے بارے میں تمہیں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔

Marfat.com

کیونکہ وہ تمہارے ہاتھوں میں بمنزلہ قیدی کے ہیں۔ تم بجز اسکے کہ خدا نے ان سے متمتع ہونا تمہارے واسطے حلال کر دیا ہے اور کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ مگر ہاں جب کھلی ہوئی بیحیائی کی مرتکب ہوں۔ پس اگر وہ ایسا کر بیٹھیں تو انکے ساتھ ہمبستری موقوف کر دو۔ اور ناگوار اور نشان ڈالنے والی مار نہیں بلکہ ہولے سے مارو۔ پھر اگر وہ تمہارا کہا ماننے لگیں تو تم بھی ان پر (ناحق کے چھدے رکھنے کے) پہلو نہ ڈھونڈھتے پھرو۔ بیشک تمہارا تمہاری عورتوں پر حق ہے اور تمہاری عورتوں کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارا حق تو ... عورتوں پر یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کو گھروں میں آنے اور تمہارے فرش پر بیٹھنے کی اجازت نہ دیں۔ جنکا تمہیں آنا اور عورتوں سے باتیں کرنا ناگوار گزرتا ہو۔ اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ انہیں اچھا کھلاؤ اچھا پہناؤ۔ (ابن)۔

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جو) آنکھ (نظر بد یا شہوت سے کسی اجنبی مرد یا عورت کو دیکھتی ہے وہ) زانیہ ہے اور عورت خوشبو مل کر جب کسی مجلس پر گذرتی ہے تو وہ بھی ایسی ویسی (یعنی زانیہ) ہے (ترمذی ابو)۔

عظیم بڑا۔ بزرگ۔ اسماء باریتعالے میں سے ایک اسم ہے۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں آیۃ الکرسی کے کلمات پاک ہیں۔ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ یعنے اسکو ان (زمین و آسمان) کی حفاظت تھکاتی نہیں اور وہ بہت اونچا اور بڑا ہے۔

عضباء آنحضرت کی ایک اونٹنی کا نام ہے جو ہمیشہ مقابلہ میں تمام اونٹنیوں سے آگے بڑھ جاتی تھی ایک مرتبہ کوئی اور اونٹنی اس سے آگے بڑھ گئی۔ تو مسلمانوں کو یہ بات ناگوار گذری۔ آپنے فرمایا اللہ کا حق ہے کہ جس چیز کو دنیا میں بلند کرے اسکو پست بھی کر دے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس اونٹنی نے کچھ کھایا نہ پیا حتیٰ کہ ہلاک ہو گئی۔ بعض کہتے ہیں یہ روایات آپ کی ایک اور اونٹنی قصویٰ نامی کے متعلق ہیں اور بعض کہتے ہیں یہ دونوں نام ایک ہی اونٹنی کے ہیں (نور الابصار)۔

عصمت اپنے آپ کو گناہوں سے باز رکھنا اسکے مختلف مراتب ہیں۔ مثلاً کبیرہ گناہوں سے بچا رہنا۔ مگر پچھلا مرتبہ صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔

اہلسنت والجماعۃ کا انبیاء علیہم السلام کی نسبت یہ عقیدہ ہے کہ وہ چھوٹے اور بڑے گناہوں سے معصوم ہیں (کذا فی کتب العقائد)۔

عصفور چڑیا۔ اسکا کھانا حلال ہے۔

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص چڑیا یا اور کسی جانور کو ناحق قتل کریگا تو خدا تعالے اس سے سوال کریگا لوگوں نے عرض کی حق ان جانوروں کا کیا ہے۔ فرمایا۔ کہ حق سے مارنا یہ ہے کہ انکو ذبح کرے اور کھاوے نہ یہ کہ اسکا سر کاٹ کر پھینک دے۔ (حیوۃ)۔

عصر پانچ فرض نمازوں میں سے تیسری نماز کا نام ہے جس کو فارسی میں نماز دیگر کہتے ہیں اور پنجاب کے اکثر حصص میں یہی نام بولا جاتا ہے۔ عصر کا وقت حنفی مذہب کے مفتی بہ قول کے روسے اسوقت سے شروع ہوتا ہے جبکہ ہر چیز کا سایہ اصلی سایہ نکال ڈالنے کے بعد اس چیز کے قد سے بڑھنا شروع ہو جائے اور اسکا وقت غروب آفتاب تک رہتا ہے۔ لیکن اول وقت میں نماز پڑھنی مستحب ہے۔ اور اتنی دیر کرنی مکروہ ہے کہ دھوپ میں زردی آجائے۔ قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی سورۃ کا نام بھی عصر ہے۔

عصبہ وہ رشتہ دار جنکا تعلق باپ کیطرف سے ہو۔ مثلاً بھائی۔ دادا۔ پردادا۔ چچا۔ عم زاد بھائی وغیرہ

Marfat.com

دیکھو لفظ (فرائض)۔
نیز عصبہ وہ شخص ہے جسکے لئے کوئی حصہ معین نہیں ہے۔ اصحاب فرائض کے نہ ہونے یا اُن سے بچ رہنے کے بعد اسکو حصہ ملتا ہے۔

عشرہ مبشرہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اُن دس اصحاب کا لقب ہے، جنکو زندگی ہی میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بہشتی ہونے کی بشارت دے دی تھی۔ ان کے نام ذیل کی حدیث میں درج ہیں۔
عبدالرحمٰن ابن عوفؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوبکر جنت میں جائینگے۔ اور عمر جنت میں جائیں گے۔ اور عثمان جنت میں جائینگے۔ اور علی جنت میں جائینگے اور طلحہ جنت میں جائینگے۔ اور زبیر جنت میں جائینگے اور عبدالرحمٰن ابن عوف جنت میں جائینگے۔ اور سعد ابن ابی وقاص جنت میں جائیں گے۔ اور سعید ابن زید جنت میں جائینگے اور ابو عبیدہ ابن جراح جنت میں جائینگے۔ (مش)۔
اسی حدیث کی رو سے ان اصحاب کا لقب عشرہ مبشرہ ہوا ہے۔

عُشر دسواں حصہ جو بیت المال میں دیا جاتا ہے۔ دیکھو (بیت المال)

عِشا بکسر اول۔ رات کی تاریکی جو رات کی نماز کا وقت ہوتا ہے جس میں چار رکعت فرض ہیں۔ پھر دو سنتیں۔ فرضوں سے پہلے بھی بعض حدیثوں میں چار اور بعض میں دو رکعتیں آئی ہیں۔ اور دو سنتوں کے بعد تین وتر پڑھے جاتے ہیں۔
نماز عشار کا وقت صبح صادق سے پہلے تمام رات رہتا ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ نماز پہلے ادا کرلے اور پھر سوئے البتہ وتر کو سو کر اُٹھنے کے بعد پڑھنا اچھا۔

عسل شہد۔ یہ لفظ قرآن مجید میں آیا ہے اور اِسے خدا کی نعمت بھی کہا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ ۔ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ؕ (س۔ نحل ع ۹)
مکھیوں کے پیٹ سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے۔ (یعنی شہد) جسکی رنگتیں کئی طرح کی ہوتی ہیں (اور) اس میں لوگوں (کی بہت سی بیماریوں کی شفا ہے۔
وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۔ (س۔ محمد ع ۲)
(اُس جنت میں نیز) صاف (شفاف) شہد کی نہریں ہیں۔

عزیمہ تعویذ۔ افسوں۔ منتر۔ دیکھو (تعویذ)

عزیز غالب۔ عزت والا۔ اللہ تعالےٰ کے نو دو نناوے ناموں میں سے ایک صفاتی نام ہے جو قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے۔ مثلاً سورہ حشر کی آخری آیات میں۔
عزیز سے وہ عالیشان چیز مراد ہوتی ہے جسکی مثال بہت کم ہو۔ جسکی طرف سخت حاجت ہو۔ اور جس تک رسائی ہونا مشکل ہو۔ جب تک کسی چیز میں یہ تینوں باتیں نہ ہوں اسکو عزیز نہیں کہہ سکتے۔ کمیاب لیکن کم نفع چیز عزیز نہیں اور نہ نشا ندار اور کثیر النفع مگر سہل الحصول چیز عزیز ہوسکتی ہے مثلاً سورج۔ پس جس ذات پاک میں یہ تینوں صفتیں علےٰ وجہ الکمال موجود ہیں۔ یعنی اسکی مثال محال ہے اسکی طرف ہر مخلوق کو حاجت ہے اور اسکو ملنا بھی ہر شخص و ناکس کا کام نہیں ہے۔ پس وہ ذات عزیز مطلق ہے (مق)

عُزَیر ایک پیغمبر کا نام ہے۔ جن کو یہود خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ چنانچہ اسکا ذکر سورہ توبہ کے چوتھے رکوع کی اس آیت میں آیا ہے وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ یعنے یہودی کہہ چکے ہیں کہ

Marfat.com

عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہہ چکے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ تو انکے منہ کی باتیں ہیں" (تفسیر حقانی)۔ یہ سب یہودنے نہیں کہا تھا۔ بلکہ ایک خاص فرقہ نے جو بقول بعض علماء بنی قریظہ کے یہودی تھے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا ذکر سورہ بقر کے رکوع ۳۵ میں بھی آیا ہے۔ اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا تا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یا (اے پیغمبر کیا تم نے) مثلاً ان (بزرگ کے حال) پر نظر نہیں کی۔ جو ایک بستی پر (سے ہوکر) گزرے اور وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی۔ کہنے لگے کہ اللہ اس (بستی) کو اس کے مرے (یعنی اسقدر اُجڑے) پیچھے کیسے زندہ یعنے آباد کرے گا اس پر اللہ نے سو برس تک انکو مردہ رکھا۔ پھر ان کو جِلا اُٹھایا۔ (اور) پوچھا تم (اس حالت میں) کتنی مدت رہے۔ کہا ایک دن رہا ہوں گا یا ایک دن سے بھی کم۔ فرمایا (نہیں) بلکہ تم سو برس (اسی حالت میں) رہے۔ اب اپنے کھانے اور اپنے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ کوئی بُسی تک نہیں۔ اور اپنے گدھے کو پھر بھی نظر کرو (جس پر تم سوار تھے) اور مقصود یہ ہے کہ ہم تمکو (لوگوں کے لئے اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنائیں۔ اور (گدھے کی) ہڈیوں کی طرف نظر کرو۔ کہ ہم کیسے انکو کھڑا کرتے پھر انپر گوشت چڑہاتے ہیں۔ پھر جب ان (بزرگ) پر (قدرت الٰہی کا یہ کرشمہ) ظاہر ہوا تو بول اُٹھے کہ اب میں یقین (کامل) کرتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مفسروں نے بستی اور شخص کی نسبت اختلاف کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ بخت نصر بیت المقدس کو آگ لگا کر اور شہر کو اُجاڑ کر بنی اسرائیل کو پکڑ کرلے گیا تھا۔ عزیر علیہ السلام اس ویرانی کے وقت میں بیت المقدس پر سے ہوکر گزرے تو ظاہر حال پر نظر کرکے انکو نا امیدی ہوئی کہ ع

ایسے اُجڑے کبھی بھی بستے ہیں

اللہ نے انکو اپنا نمونہ قدرت دکھایا کہ سو برس تک مرے پڑے رہے۔ پھر زندہ کیا تو بیت المقدس اتنے عرصے میں پھر آباد ہوگیا تھا۔ اور انکے گدھے کو خدا نے انکی آنکھوں دیکھتے جلا اٹھایا۔ خدا نے ان کے کھانے پینے کی چیزوں کی حفاظت کی کہ وہ بُسی تک نہیں۔

تفسیر حقانی میں لکھا ہے کہ یہ قصہ حضرت یرمیا علیہ السلام کا ہے جو حضرت عیسے علیہ السلام سے تخمیناً چھ سو برس پیشتر واقع ہوا تھا۔ حضرت یرمیا تباہ شدہ بستی کے پاس سے گذرے تو حسرت سے کہا اب اس شہر کو خدا کسطرح آباد کریگا۔ خدا نے اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔ حضرت یرمیا نے اپنی سواری کا گدھا زیتون کے درخت سے باندھ دیا اور انگور کے شیرہ کا برتن اور روٹیوں کا تھیلا درخت سے لٹکا کر سو رہے۔ خدا نے انکی روح قبض کرلی۔ الخ۔

عُزّٰی زمانہ جاہلیت میں تین درخت تھے جنمیں ذات باری کا حلول سمجھکر لوگ پوجتے تھے جیسے زمانہ حال میں بھی ہنود بڑ۔ پیپل وغیرہ کی پرستش کرتے ہیں۔ یہ درخت طائف میں تھے۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ مذکور ہے اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى (س۔ النجم۔ ع۱) مشرکو! تم نے لات اور عزّیٰ پر بھی نظر کی۔

عزلت زن و فرزند سے جدا ہونا۔ عبادت کیلئے گوشہ نشینی اختیار کرنا۔ جیسے کہ صوفیائے کرام کرتے ہیں (غ۔ وغیرہ)

عزرائیل ایک فرشتے کا نام ہے جو قابض ارواح ہے جسکو ملک الموت کہتے ہیں۔ قرآن میں اسکا نام حسب ذیل آیا ہے۔

قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ؏ (س۔ سجدہ۔ ع۱)

Marfat.com

(اے پیغمبر تم اُن لوگوں سے) کہو کہ ملک الموت جو تم پر متعین ہے (وہی) تمہاری روحوں کو قبض کرتا ہے پھر (تم سب) اپنے پروردگار کیطرف لوٹا کر لائے جاتے ہو (ش)۔

عرفہ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کا نام ہے جس میں حاجیوں کو صبح کی نماز منیٰ میں پڑھنی اور پھر تمام دن میدان عرفات میں ٹھہرنے کا حکم ہے۔ دن ڈھلے امام لوگوں کو بلند مقام پر چڑھ کر خطبہ سناتا ہے جس میں عرفات اور مزدلفہ میں ٹھہرنے۔ رمی جمار۔ قربانی اور طواف زیارۃ کے احکام بتلائے جاتے ہیں (ک)۔ دیکھو (حج)۔

عرفات مزدلفہ سے بجانب مشرق مائل بجنوب منیٰ سے چھ میل کے فاصلے پر ایک میدان ہے جو ارض حرم سے خارج ہے۔ بطن عرنہ اس میدان میں ایک خاص مقام ہے۔ اور جبل الرحمۃ نام ایک پہاڑی بھی ہے۔ حج کے موقعہ پر اس میدان میں لوگ کھڑے ہوتے ہیں۔ نویں ذی الحج کو منیٰ میں صبح کی نماز ادا کرکے لوگ اس میدان میں آجاتے ہیں زوال کے بعد امام ایک بلند مقام پر چڑھ کر لوگوں کو عرفات اور مزدلفہ میں ٹھہرنے اور اسکے بعد اور اسکے بعد کے احکام ایک خطبہ کی شکل میں بتلاتا ہے۔ عرفات میں ظہر اور عصر جماعت کے ساتھ اکٹھا پڑھنے کا حکم ہے اسطرح کہ اذان ایک اور ہر نماز کی تکبیر علیحدہ علیحدہ ہو۔ سورج ڈوبنے کے بعد تمام لوگوں کو مقام مزدلفہ کیطرف کوچ کرنیکا حکم ہے۔ (فد) حج کے احکام معلوم کرنیکے لئے دیکھو (حج)
عرفات عرف سے مشتق ہے جسکے معنے ہیں پہچانا۔
اس مقام کا نام عرفات اسلئے پڑگیا ہے کہ جب حضرت آدم اور بی بی حوا بہشت میں سے اتار دیئے گئے تو حضرت آدم سراندیپ کے جزیرے میں اور بی بی حوا مقام جدہ میں اتاری گئیں۔ آخر عرفات کے مقام میں دونوں نے اور ایک دوسرے کو پہچانا۔ (ن)

عُرس طعام عروسی و نکاح۔ مجازاً طعام فاتحہ بزرگان کی مجلس کو کہتے ہیں جو وفات کے روز ہر سال کے بعد کرتے ہیں۔ اور اسے عرس اسلئے کہتے ہیں کہ عاشقان حق کے حق میں عمدہ دنیا سے رحلت کرنی بمنزلہ خوشی عروسی کے ہے۔ چنانچہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عروسی بود نوبت ماتمت
اگر نیک روزی بود خاتمت (غ)

علم طبیعی اسکو علم ادنیٰ اور علم اسفل بھی کہتے ہیں۔ اور یہ اُن حالات کا علم ہے جو اپنے وجود میں مادہ کے محتاج ہیں اسکا موضوع جسم طبیعی ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ حرکت و سکون کی استعداد رکھتا ہے۔
کتاب ارشاد القاصد مؤلفہ شیخ شمس الدین الکفانی میں لکھا ہے کہ علم طبیعی وہ علم ہے جس میں جسم محسوس کے احوال سے بحث کیجاتی ہے اس حیثیت سے کہ اسکو حالات میں تغیر اور ثبات عارض ہوتے ہیں پس اس حیثیت سے جسم کا موضوع ہے۔
علم طبیعی سے دس علوم نکلتے ہیں۔ (۱) علم طب (۲) علم معالجہ حیوانات (۳) علم فراست۔ (۴) علم تعبیر الرؤیا (۵) علم احکام نجوم (۶) علم سحر۔ (۷) علم طلسمات (۸) علم سیمیا (۹) علم کیمیا۔ (۱۰) علم فلاحت (ک)

علم طب یہ وہ علم ہے جس میں بدن انسان کے متعلق بحث کیجاتی ہے اس حیثیت سے کہ وہ تندرست اور مریض ہوتا ہے تاکہ صحت کو قائم اور مرض کو دفع کیا جائے۔ موضوع اسکا جسم انسان ہے۔ (ک)

Marfat.com

آغاز اسلام کے ساتھ فن طب مسلمانوں میں رائج ہوا۔ طب یونانی کی سینکڑوں کتابیں یونانی سے عربی میں ترجمہ ہوئیں۔ اور ہزاروں کتابیں عربی میں مستقل طور پر لکھی گئیں۔ خلفاء وقت کی سرپرستی میں اکابر حکماء پیدا ہوئے۔ اور انہوں نے طب یونانی کو اس حد سے جسپر اسکو حکماء یونان چھوڑ گئے تھے بڑھاکر معراج ترقی پر پہنچا دیا۔ بہت سی نئی ادویہ دریافت کیں۔ جو سابقہ تحقیقات سے خارج تھیں۔ بہت سے امراض کو دائرہ تشخیص میں داخل کیا۔ جن تک سابقہ دماغوں کو رسائی نہیں ہوئی تھی۔ یہ باتیں اسلامی تواریخ کی کتابوں میں مفصل درج ہیں۔

علم سلوک اس سے مراد ہے نفس کا وجدانیات سے اپنے نفع و نقصان کو معلوم کرنا اسکو علم اخلاق اور علم تصوف بھی کہتے ہیں۔

مجمع السلوک میں لکھا ہے کہ تمام علوم سے افضل حقائق و منازل و احوال کا علم اور معاملہ و اخلاص فی الطاعات و توجہ الی اللہ کا علم ہے۔ اور اسکو علم سلوک کہتے ہیں۔ پس جو شخص حقائق و منازل و احوال کے علم میں جسکو علم تصوف کہتے ہیں غلطی کرے تو اسکو اپنی غلطی کی تصحیح کسی ایسے عالم سے کرانی چاہئے جو کامل العرفان ہو۔ اور وہ یہ بات بزدوی اور صحیح بخاری اور ہدایہ سے نہیں طلب کر سکتا۔ علم الحقائق تمام علوم کا ثمرہ اور انکا نتیجہ ہے۔ جب سالک علم حقائق تک پہونچتا ہے تو گویا وہ ایک بحر ناپیدا کنار میں جا پڑتا ہے۔ یہ علم علم القلوب اور علم المعارف اور علم الاسرار کہلاتا ہے۔ علم الاشارہ بھی اسکو کہا جاتا ہے۔ اسی کتاب میں ایک اور مقام میں لکھا ہے کہ مشائخ کبار اہل باطن فرماتے ہیں کہ علم معرفت اور علم توحید و فقہ و شرائع کی تحصیل کے بعد لازم ہے کہ آفات نفس کا علم اور انکی معرفت اور علم ریاضت اور شیطان اور نفس کے مکر و فریب کی واقفیت اور اس سے بچنے کا طریقہ سیکھے۔ اور اسکو علم حکمت کہتے ہیں۔ جب سالک کا نفس واجبات پر استقامت پیدا کرلے تو وہ خدائی آداب اپنے اندر پیدا کرکے دل کی باتوں اور خیالات کا مراقبہ کرسکے۔ اسکو علم معرفت کہتے ہیں۔ خیالات کا مراقبہ یہ ہے کہ ہر وقت حق تعالیٰ کیطرف دھیان لگائے رکھے اور یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ ماسوی اللہ سے قطع تعلق کرے۔ جب علم معرفت حاصل ہو تو ممکن ہے۔ علم مکاشفہ و مشاہدہ حاصل ہوجائے اسکو علم اشارت کہتے ہیں۔ الخ۔

علم سلوک کا موضوع ہے۔ اخلاق النفس۔ کیونکہ اس علم میں نفس کے عوارض ذاتیہ سے بحث کیجاتی ہے مثلاً یہ جو کہا جاتا ہے کہ دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑھ ہے تو اس میں حب دنیا کو جو نفس کے اخلاق میں سے ایک خلق ہے تمام برائیوں کی جڑھ قرار دیا گیا ہے یہی بات اس قول میں ہے کہ دنیا کی نفرت تمام نیکیوں کا ذریعہ ہے۔ اس علم کی غرض خدا کا قرب حاصل کرنا اور اسکی درگاہ میں رسائی پانا ہے۔

مجمع سلوک میں لکھا ہے۔ اے عزیز! چونکہ لوگوں کی عقل و فہم کے مدارج مختلف ہیں اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ اُمِرْنَا اَنْ نَتَکَلَّمَ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ یعنی ہم نبی لوگ ہیں جن کو حکم ہے کہ لوگوں کے ساتھ انکی سمجھ کے موافق بات چیت کریں۔

اسلئے صوفیہ نے بھی غور و فکر کے بعد اپنے علم میں خاص خاص اصطلاحیں لوگوں کو سمجھانے کی غرض سے وضع کی ہیں۔ جو لوگ سمجھدار ہیں وہ ان کو جانتے ہیں جن کو سمجھ نہیں وہ نہیں جانتے۔ (ک)

علم سحر جادو کا علم۔ یہ وہ علم ہے جس سے ایک ایسا ملکہ انسانی پیدا کیا جاتا ہے جسکے ذریعہ

Marfat.com

آدمی مخفی اشیاء کے ساتھ عجیب وغریب افعال کر دکھاتا ہے۔ اسکا فائدہ یہ ہے کہ آدمی جادو سیکھ کر جادوگر کے شر سے بچ سکتا ہے مگر خود اسپر عمل کرنا جائز نہیں۔ اسکے عمل کی حرمت میں شبہ نہیں۔ لیکن صرف اسکا علم ظاہر الاباحت ہے۔ بلکہ بعض علما تو اسکو فرض کفایہ کہتے ہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کوئی جادوگر نبوّت کا دعوٰے کرکے لوگوں کو بہکانے لگے۔ تو ایسی صورت میں امت میں کم از کم ایک آدمی جادو کے اسرار سے واقف ہونا چاہئے جو اس جادوگر کے فتنہ کو دفع کرسکے۔ (ک)

شیخ عبد الحق رح لکھتے ہیں کہ سحر در شرع حرام است و بعضے گفتہ اند کہ تعلم وے بہ نیت دفع سحر از خود حرام نیست و ساحر کہ در سحر وے کفر نباشد توبہ کنانیدہ شود و اگر کفر باشد قتل کردہ شود۔ و در قبول توبہ وے اختلاف است۔ (مد)

معتزلہ جادو کی اصلیت ہی کے قائل نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جادو کوئی واقعی امر نہیں محض نظر بندی اور تخیلات ہیں مگر اہلسنت والجماعۃ اسکے برخلاف کہتے ہیں کہ جادوگر اگر ہوا میں اڑنے لگے تو بھی کوئی تعجب نہیں اور اگر انسان کو گدھا اور گدھے کو انسان بنادے تو یہ بھی ممکن ہے۔ مگر یہ ساری باتیں اللہ کے اذن سے ہوسکتی ہیں کسی فلک یا نجم کے اثر سے ایسا ہونا محال ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ یعنے (شیاطین) لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔

معلوم ہوا کہ جادو کوئی چیز ہے۔ پھر فرمایا وَمَا هُمْ بِضَارِّیْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ حالانکہ بحکم خدا وہ جادو سے کسیکو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

معلوم ہوا کہ جادو کی تاثیر خاص اللہ کے اذن سے ہوسکتی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر کافروں نے جادو کیا تھا جو صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اور اسکا آپ کے جسم مبارک پر سخت اثر بھی ہوا۔ اور آخر وحی کی تعلیم کے مطابق اسکا دفعیہ کیا گیا۔ (ک)

فقہ کی عام کتابوں میں لکھا ہے کہ جادو کا سیکھنا سکھانا اور کرنا کرانا سب حرام ہے۔

علم رمل یہ وہ علم ہے جس میں قرعہ اندازی کے ذریعہ سے آئندہ حالات یا غیر معلوم باتیں دریافت کیجاتی ہیں۔ رمل کے معنے ہیں ریت۔ اس علم کے ماہر ریت پر کسی قسم نقوش وخطوط بناکر اپنا عمل کیا کرتے تھے۔ اس علم کے ماہر کو رمال کہتے ہیں رمال لوگ کہا کرتے ہیں کہ چھ پیغمبر اس علم میں ماہر اور اس کے عامل تھے جن میں حضرت آدم اور حضرت ادریس علیہما السلام بھی داخل ہیں۔ دروغ بر گردن راوی۔

شرعی فتوے ہیں اس علم کا استعمال حرام ہے اور اسکے احکام وجوابات کو قطعی اور یقینی سمجھنا حرام ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص کاہن یا عراف کے پاس آئے اور انکی بات پر یقین کرے وہ کافر ہے۔ کاہن غیب کی خبر دینے والے کو کہتے ہیں اور عراف سے مراد فال نکالنے والا ہے۔

منتہی الارب میں لکھا ہے کہ علم رمل حضرت دانیال علیہ السلام کی ایجاد ہے اور اسکا نام رمل اسلئے پڑگیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے ریت پر چند نقطے بناکر آپ کو یہ علم سکھایا تھا۔

علم جفر اس علم کو کہتے ہیں جس میں حروف سے بحث کیجاتی ہے۔ مگر اس حیثیت سے کہ ہر حرف ایک معنے مستقل بناتا ہے۔ اسکو علم الحروف اور علم التکسیر بھی کہتے ہیں۔

بعض کا خیال ہے کہ علم جفر کی دو کتابیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی لکھی ہوئی ہیں۔ ان دونوں کتابوں میں علم الحروف کے قاعدے پر تمام حوادث جو قیامت تک ہوتے رہینگے بیان کئے ہیں۔ اور جتنے ائمہ انکی

Marfat.com

اولاد میں ہوئے ہیں انکو یہ علم حاصل تھا۔ چنانچہ قبول ولیعہدی کا خط امام رضا رضا رحمہ نے مامون عباسی کو لکھا ہے (اس سے پہلے مامون نے امام رضا کو ایک خط لکھا تھا جسمیں خلافت دینے کا وعدہ کیا تھا) اسکا مضمون یہ ہے:۔

"اے مامون! تمنے ہمارے حقوق کو بہ نسبت اگلوں کے زیادہ پہچانا۔ میں تمہاری ولیعہدی قبول کرتا ہوں۔ مگر جفر اسبات کو بتا رہا ہے کہ ولیعہدی اتمام کو نہیں پہونچیگی"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خود مامون ہی نے ولیعہد بنایا۔ اور اسی نے زہر بھی اپنے ہاتھ سے کھلایا۔ (دیکھو شواہد النبوۃ ملا جامی)۔

مشائخ مغرب کو بھی علم حروف میں دستگاہ تھی اور وہ بھی اس علم کو اہلبیت کیطرف منسوب کرتے تھے۔ (صنا)

علم حکمت (ل) دانائی۔ ایک علم کا نام ہے جس میں موجودات کے احوال سے بحث ہوتی ہے۔ اور بقدر طاقت بشری انکی نفس الامری حقیقت بیان کیجاتی ہے۔ اسکی تین قسمیں ہیں (۱) طبعی (۲) ریاضی (۳) الٰہی۔

(۱) طبعی تو وہ علم ہے جس میں ان امور سے بحث ہوتی ہے۔ جو وجود خارجی اور ذہنی میں مادے کے محتاج ہوتے ہیں۔ جیسے پانی۔ ہوا۔ اور دیگر اجسام بسیط اور مرکبہ۔

(۲) ریاضی وہ علم ہے جس میں ان امور سے بحث ہوتی ہے۔ جو صرف وجود خارجی میں مادے کے محتاج ہوتے ہیں۔ جیسے مقدار اور عدد خاص۔

(۳) الٰہی وہ علم ہے جس میں ان امور سے بحث ہوتی ہے جو وجود خارجی اور ذہنی دونوں میں مادے کے محتاج نہیں ہوتے۔ جیسے باریتعالے اور عقول (غ۔ک)

علم حدیث وہ علم ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال معلوم ہوتے ہیں (کذا فی العینی شرح صحیح بخاری) اور کرمانی نے اس تعریف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احوال کو بھی داخل کیا ہے۔

موضوع اس علم کا ذات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس حیثیت سے کہ آپ رسول اللہ ہیں۔ اور غایت اسکی سعادت دارین کے ساتھ کامیاب ہونا ہے۔ اس علم کا نام علم روایۃ۔ علم اخبار اور علم آثار بھی ہے (ک)۔

علم تصوف تصوف کے معنے ہیں صوفی بننا۔ صوفی کے معنے ہیں صوف پوش۔ دلق پوش۔ یا گدڑی والا۔ مراد وہ شخص جو دنیا کے تعلقات کو چھوڑ کر مطلوب حقیقی یعنے خداوند تعالے کی طلب میں اپنے اوقات بسر کرے۔ علم تصوف سے مراد صوفیہ کے نزدیک النفس کا علم ہے جسکو علم سلوک بھی کہتے ہیں۔ (دیکھو۔ علم سلوک)۔

علم تجوید اسکو علم قرأت بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ علم ہے جس میں قرآن کے الفاظ ادا کرنے کی کیفیت درج ہوتی ہے۔ اسکا موضوع قرآن ہے۔ اس حیثیت سے کہ اسکو کیونکر پڑھا جائے اس فن کی سب سے بہتر کتاب المقدمۃ الجزریہ مشہور ہے جو شیخ محمد ابن محمد الجزری کی تصنیف ہے۔ اسکے علاوہ اس علم کی چند کتابیں ذیل میں درج کیجاتی ہیں:۔

الوقف والابتداء۔ تلخیص۔ النکت اللوذعیہ۔ الدر الیتیم۔ کتاب عدد اسماء القرآن۔ المقصد۔ ناظمۃ الزہر۔ الروایۃ فی القرایۃ۔ التبیان فی آداب حملۃ القرآن۔ کشف الاسرار۔ غنیۃ الطالبین۔ الجوہر المصون۔ الشاطبیۃ۔ عمدۃ العرفان فی تجوید القرآن۔ النشر فی القرأۃ العشر

Marfat.com

الدقائق الحکمۃ۔ رسالۃ الطلبۃ۔ غنواھد الطیبۃ۔ المحصوری البدور الزاہرۃ فی قرأت العشرۃ کتاب المہذب۔ کتاب البیان فی جمع القرآن۔ کشف المعانی۔ الجہد المقل۔ کتاب الفحص الوقوف والآیات۔ شرح الدرۃ فی قرأت الثلاثۃ۔ کتاب ابن البناء۔ کتاب القبقبیۃ۔ الاشمون۔ تحفۃ الاطفال کتاب الاسئلہ۔ کتاب التیسیر۔ (کشف الظنون)۔

علم انشاء اس علم کا نام ہے جس سے معانی کے استنباط اور تالیف کلام کی قوت مقتضی حال و زبان مطابق کے پیدا ہو۔

ابو جعفر عباسی کے عہد میں منشی عبد الحمید بن یحییٰ بن سعد نے جو مروان بن حکم کے خاص اہل مجلس سے تھا۔ اس فن کو ایجاد کیا۔ اور ترقی دی۔ یہاں تک کہ ضرب المثل ہو گیا۔ (صنا)۔

علم الٰہی علم حکمت کی ایک قسم ہے۔ اس سے مراد وہ علم ہے جس میں ایسے امور سے بحث ہوتی ہے جو وجود خارجی و ذہنی میں مادے کے محتاج نہ ہوں۔ جیسے خدا۔ عقول و نفوس کا جاننا (غ۔ ک)۔

علم ادب مفتاح العلوم میں لکھتے ہیں کہ علم ادب وہ علم ہے جسکے جاننے سے عربی کلام کے بولنے یا لکھنے میں کسی قسم کا خلل واقع نہیں ہوتا ہے اور بنا بر تصریح علما اسکی بارہ قسمیں ہیں۔ بعض انمیں اصول ہیں اور بعض فروع۔ اصول تو یہ ہیں:۔

(۱) علم لغت (۲) علم صرف (۳) علم اشتقاق (۴) علم نحو۔ (۵) علم معانی (۶) علم بیانی (۷) علم عروض (۸) علم قافیہ۔ اور فروع یہ ہیں۔ (۹) علم خط (۱۰) علم قرض الشعر۔ (۱۱) علم انشاء (۱۲) علم محاضرات۔ تاریخ بھی علم محاضرات میں شامل ہے۔ اور علم بدیع علم بلاغت میں ہی داخل ہے یہ مستقل قسم نہیں ہے (ک)۔

یہ بات اچھی طرح ظاہر ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں عربوں کی صحت۔ فکر۔ فصاحت۔ انتقال۔ ذکاوت فطری اعلیٰ درجے پر پہونچی ہوئی تھی۔ انکی فصاحت پیدا کی ہوئی نہ تھی بلکہ فطرت نے ان میں کوٹ کوٹ کر یہ باتیں بھر دی تھیں۔ اسی وجہ سے انکو شعر گوئی میں سوچنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ بلکہ بے ساختہ جب چاہتے تھے شعر کہہ دیتے تھے۔ اور چونکہ کوئی کام انکو ایسا نہ کرنا پڑتا تھا جس میں انکے اوقات مصروف رہتے۔ بلکہ بالکل بے فکری رہتی تھی۔ اسی وجہ سے انکو اپنی زبان کی اصلاح اپنی لغات کی تہذیب کا بہت اچھا موقع ملا۔ اور اسقدر ترقی کی جو خیال سے بھی باہر ہے۔ ایسے ایسے نکات و رموز پر اپنی زبان کو مرتب کیا ہے۔ اور ایسی ایسی لطافتیں اور خوبیاں رکھی ہیں جسے صاحبان فن کے سوا کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ حالانکہ وہ خود کوئی صاحب فن اور صاحب علم نہ تھے۔ کسی چیز کے واسطے کوئی قاعدہ مقرر نہیں کیا تھا لیکن جو بات کرتے تھے نہایت با قاعدہ ہوتی تھی اور عقل اسکو تسلیم کر لیتی تھی۔ عرب کی زبان الفاظ کے لحاظ سے تو منقول مانی جاتی ہے۔ مگر قاعدے اور احکام کے لحاظ سے بالکل معقول ہے (دیکھئے ایک چھوٹی سی کتاب مراح الارواح کیونکر اس نے تمام قاعدوں کو عقلی بنا کے دکھلا دیا ہے اور منقول کو خاصہ معقول کر دیا ہے)۔

اسلام سے قبل عرب کی زبان دو قسم کی لغتوں پر شامل تھی۔ ایک حمیر کا لغت اور ایک قریش کا۔ قریشی لغت تو مکہ اور اسکے گرد و پیش میں مستعمل تھی۔ اور حمیری زبان یمن کے شہروں میں رائج تھی۔ مگر جب سے قرآن مجید قریشی زبان میں اترا اسوقت سے حمیری زبان کو بہ نسبت قریشی زبان کے ضعف ہونے لگا۔ اور عموماً خطوط۔ تالیفات۔ اشعار وغیرہ میں قریشی زبان مستعمل ہونے لگی۔ (صنا)

اب بھی اگر کسی نے قدیم عربی سے لطف اٹھانا ہو تو قرآن مجید۔ احادیث۔ دواوین وغیرہ موجود ہیں۔

Marfat.com

علماء عالم کی جمع ہے۔ اصل میں تو عالم کے معنے ہیں جاننے والا۔ خواہ وہ کسی چیز کو جانتا ہو لیکن بصورت جمع اسکا اطلاق صرف انہیں اشخاص پر ہوتا ہے جو علوم دینیہ سے واقف ہوں۔ اسلامی سلطنتوں میں علماء کی ایک کمیٹی ہوتی ہے۔ جسکے پریسیڈنٹ کو شیخ الاسلام کہتے ہیں۔

امور دینیہ میں اکثر بادشاہ شیخ الاسلام سے ہی فتوے لیتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ۔ خدا کے بندوں میں سے عالم ہی خدا سے ڈرتے ہیں۔

حدیث میں ہے اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ یعنی علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ مگر ان علماء سے علمائے دین مراد ہیں۔

احادیث سے علماء کے فضائل کا کافی ثبوت ملتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ عالم کو عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسے مجھے تم میں سے ایک ادنیٰ شخص پر۔

عالم باعمل خدا کا مقبول بندہ اور اُسکے رسول پاک کا سچا جانشین ہوتا ہے۔

عَلَم جھنڈا۔ نشان۔ اُن جھنڈوں اور نشانوں کو بھی کہتے ہیں جو شیعہ لوگ محرم میں نکالتے ہیں

عِلْم (ل) جاننا۔ اور کبھی اسکا اطلاق تصدیق بالمسائل پر ہوتا ہے۔ اور کبھی نفس مسائل پر اور کبھی اس ملکہ پر جو ان مسائل سے حاصل ہو (ک)

اہل اسلام میں اکثر علم سے مراد علم دین ہی ہوتا ہے جو کتاب اور سنت سے متعلق ہے۔ اور اسکی دو قسمیں ہیں (۱) مبادی یعنی وسائل۔ اور (۲) مقاصد۔

مبادی وہ علم ہے جن پر کتاب و سنت کی معرفت موقوف ہے۔ جیسے لغت۔ صرف اور نحو وغیرہ۔

مقاصد وہ علم ہے جو اعمال۔ اخلاق اور عقائد سے ہو اور ان سب کو علم معاملہ بھی کہتے ہیں (مظ)

علم کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَۃٍ یعنی علم کا طلب کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض اور ضروری ہے (مش)

علم کے ضروری اقسام اپنے اپنے موقعہ پر موجود ہیں۔

علق (۱) گوشت کا لوتھڑا۔

(۲) قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے اسلئے کہ اس میں یہ لفظ آیا ہے۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ ترجمہ (جس نے) آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے بنایا۔

منصب نبوت عطا ہونے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں اپنے پروردگار کی پرستش کیلئے اکثر جایا کرتے تھے۔ اور اکثر دفعہ مہینہ مہینہ وہاں ہی کنج عزلت میں آپ کو گذر جاتا تھا۔ خدا کی عبادت میں آپ کو ایسی لذت آتی تھی کہ بلا کھائے پئے کئی کئی روز وہاں ہی کاٹ دیتے اور گھر آنیکا آپ کو خیال تک نہ آتا۔

ایک روز حسب معمول عبادت میں مصروف تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام انسان کی شکل میں آپ کے پاس آئے اور کہا اِقْرَاْ (پڑھو) آپ نے فرمایا مَا اَقْرَاُ (کیا پڑھوں) جبرائیل علیہ السلام نے سورۃ علق کی یہ پانچ آیتیں آپکو سکھلائیں۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ تا مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ (اے پیغمبر قرآن جو وقتاً فوقتاً تم پر نازل ہوگا اسکو) اپنے پروردگار کا نام پڑھ چلو جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا۔ جس نے آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے بنایا (قرآن) پڑھ چلو۔ اور (خدا پر بھروسہ رکھو کہ) تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے (آدمی کو) قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا۔ (اُسی نے (وحی کے ذریعہ سے بھی) انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو اُسکو معلوم نہ تھیں۔

علامات نبوت (۱) نبی ہونے کی نشانیاں۔

جن کو لوگ مشاہدہ کر کے نبی کی نبوت پر ایمان لاسکیں اور اسکے بیان کردہ احکام کی پیروی کر سکیں۔ انکی کئی قسمیں ہیں۔ مثلاً نبی کی فضیلتیں۔ دینی اور دنیوی معاملات میں اسکی پوزیشن۔ اسکی اخلاقی حالت تواضع۔ ہر کہ و مہ سے بااخلاق پیش آنا۔ مصائب و تکالیف کو صبر و تحمل اور ثبات قدمی سے جھیلنا۔ معجزے جو نبی اپنے دعوائے نبوت کے ثبوت میں پیش کرے۔ (منظ)

مشکوٰۃ میں اس نام سے ایک باب ہے جسمیں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی نشانیوں کا ذکر ہے۔ اور وہ یہ ہیں:۔

(۱) ابھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت عطا نہیں ہوا تھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو لٹا کر آپکا سینہ چیرا۔ اور دل نکالکر اسمیں سے شیطانی وسوسوں اور بُری خواہشوں کا مادہ نکالا۔ پھر اُسے سونے کے تھال میں دھرا۔ اور اُسے اسکی جگہ میں رکھدیا۔

(۲) منصب نبوت عطا ہونے سے پہلے ایک پتھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا تھا۔

(۳) اہل مکہ نے آپ سے معجزہ طلب کیا۔ آپنے چاند کی طرف انگلی سے اشارہ کیا تو اسکے دو ٹکڑے ہوگئے۔ ان میں سے ایک کوہ حرا کے اِسطرف اور ایک اُسطرف دکھائی دینے لگا۔

(۴) ابوجہل نے ایک دفعہ اہل مکہ کے رُوبرُو قسم کھائی کہ جب محمد نماز پڑھنے مسجد میں جائیگا تو میں اسکی گردن پر چڑھ جاؤنگا۔ چنانچہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں گئے تو یہ نابکار دوڑتا ہوا آپکیطرف بڑھا۔ چند قدم چلا ہی تھا کہ پیچھے کو دوڑا۔ لوگوں نے اسکا سبب دریافت کیا تو کہا عجیب بات ہے۔ جب میں محمد کیطرف بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں۔ ہمارے درمیان آگ کی ہیبتناک خندق ہے۔ اگر میں ایک قدم اور چلتا تو اس میں گر پڑتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابیوں کو فرمایا۔ اگر ایک قدم بھی آگے چلتا تو فرشتے اسکے ٹکڑے کر دیتے۔

علاوہ ازیں آپ کے دست مبارک پر ایسے ایسے زبردست خوارق ظاہر ہوئے جو بلحاظ نوعیت کے اپنی آپ ہی نظیر ہیں۔ قرآن مجید ایک ایسا معجزہ ہے جس نے ڈنکے کی چوٹ کفار سے کہدیا تھا کہ اگر تمکو میرے بارہ میں کسی قسم کا شک وشبہ ہے تو میری ایک چھوٹی سی سورۃ جیسی ایک سورت بنالاؤ۔ لیکن کفار اپنی ساری طاقتیں خرچ کرنے کے بعد اپنا سا منہ دیکھتے رہگئے۔ اور قرآن کے زبردست چیلنج کے آگے بغلیں جھانکتے ہوئے سر نہ اُٹھا سکے۔

علامات ساعت

(۱) قیامت کی نشانیاں جو قرب قیامت پر دلالت کرتی ہیں۔ مشکوٰۃ میں اس نام سے ایک باب ہے جسمیں قیامت کی ان نشانیوں کا ذکر آیا ہے۔

(۲) علماء دنیا سے اُٹھالئے جائینگے۔

(۳) زنا عام ہو جائے گا۔

(۴) شراب خواری کھلم کھلا ہو جائے گی۔

(۵) مردوں کی تعداد بہ نسبت عورتوں کے کم ہوگی۔

(۶) جھوٹ بولنے والے بکثرت ملیں گے۔ اور سچ بولنے والے کمیاب ہوں گے۔

(۷) امانتداروں کی کمی ہو جائے گی۔

(۸) تونگری کا یہ حال ہوگا کہ ہر ایک آدمی اپنے گھر میں متمول و مالدار رہیگا۔ زکوٰۃ دینے والے لوگ ان لوگوں کی تلاش کرینگے جو مال زکوٰۃ کے اہل ہوں لیکن ایسا اُنہیں کوئی نہ ملیگا۔

(۹) امام مہدی آئینگے۔

(۱۰) دجّال آئیگا

Marfat.com

(۱۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق میں آسمان سے اتریں گے۔ اور شریعت محمدیہ کے مطابق لوگوں کو ہدایت کریں گے۔ آپ نکاح بھی کریں گے۔ اولاد بھی ہوگی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ میں دفن ہوں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔

علامات نشانیاں۔ آثار۔ قیامت کی نشانیوں پر یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ دیکھو (علامات ساعت)

عکرمہ بن ابی جہل (کبوتری) اور عکرمہ بن ابی جہل صحابی تھے۔ جو ابوجہل بن ہشام مخزومی قرشی کے بیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت عداوت رکھتے تھے۔ فتح مکہ کے دن بھاگ کر یمن کیطرف چلے گئے تھے۔ وہاں سے انکی بیوی ام حکیم بنت حارث لے آئی۔ اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا۔ جب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ۔ وہ ایمان لے آئے اور انکا اسلام نہایت اچھا ہوگیا۔ واقعہ یرموک میں ۱۵ھ میں فوت ہوئے۔ انکی عمر اسوقت ۶۲ برس کی تھی۔ (اکما)

عکرمہ عبداللہ ابن عباسؓ کے غلام تھے۔ کنیت انکی ابوعبداللہ تھی۔ تابعی تھے۔ اور فقہائے مکہ سے شمار ہوتے تھے۔ ابن عباس وغیرہ کئی صحابہ سے علم حاصل کیا۔ بے شمار لوگوں نے ان سے روایت کی ہے ۱۰۵ھ میں ۸۰ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ سعید بن جبیر سے پوچھا گیا کہ آپ سے بھی زیادہ کوئی عالم ہے تو کہا۔ عکرمہ۔ (اکما)۔

عقیقہ بچہ کی ولادت پر شکر نعمت کا ایک مشروع طریقہ ہے۔ جسکی صورت یہ ہے کہ بچہ کی پیدائش سے ساتویں روز لڑکی کے لئے ایک بکری اور لڑکے کے لئے دو بکریاں ذبح کرکے گوشت تقسیم کردیا جائے یا پکا کر احباب اور فقرا کو ضیافت کھلادی جاوے۔ بچہ کا سر مونڈ کر اسکے بالوں کی برابر چاندی خیرات کردی جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ عقیقہ کے ذبیحہ کی کوئی ہڈی توڑی نہ جائے جس سے بچہ کی سلامتی اعضا کی فال مراد ہے۔ مگر بعض کے نزدیک ہڈیوں کا توڑنا افضل ہے کیونکہ اس میں بچہ کے انکسار نفس کا تفاول ہے۔ اگر ساتویں روز عقیقہ نہ ہوسکے تو ساتویں مہینے یا اتنی مدت کے بعد جو سات کے عدد پر برابر تقسیم ہوسکے عقیقہ کیا جائے۔ اکثر ائمہ کے نزدیک وہ مسنون ہے۔ مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مباح ہے۔ اور بعض کتابوں میں اسکو مکروہ بھی لکھا ہے (عا)۔

یہاں جب لوگ عقیقہ کرتے ہیں تو لڑکے کیواسطے بکرے اور لڑکی کے لئے بکری تلاش کرتے ہیں حالانکہ شرع نے انہیں اسبات کی تکلیف نہیں دی بلکہ بکرے یا بکریاں جو میسر ہوں اور وقت پر ملجائیں لڑکے اور لڑکی دونوں کی طرف سے قربانی کی جاسکتی ہیں۔

عقیقہ کے بارے میں کئی ایک حدیثیں آئی ہیں ان میں سے ایک دو نقل کیجاتی ہیں۔

سلمان بن عامر الضبی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ لڑکے کی ولادت کے ساتھ حکم ہے کہ فوراً ہی خون بہاؤ۔ اور بالوں وغیرہ کی گندگی اس سے دور کرو۔ (بخ)۔

حسن سمرہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لڑکا اپنے عقیقے کے بدلے رہن ہے ساتویں روز اسکی طرف سے جانور ذبح کیا جائے اور اسی روز نام رکھا جائے۔ اور مونڈن کیا جائے (تر)

عقیق مدینہ سے مکہ کے رخ چار میل کے فاصلے پر ایک وادی پر فرحت ہے۔ جسکا پانی نہایت شیریں اور خوشگوار ہے۔ (جعفر)۔

عقول عشرہ دس فرشتے (ص) حکما میں عقل فرشتے کو کہتے ہیں۔ حکما کہتے ہیں کہ

اللہ تعالےٰ نے پہلے ایک فرشتہ پیدا کیا۔ پس اس فرشتے نے ایک فرشتہ اور ایک آسمان پیدا کیا۔ بعدہٗ اس فرشتہ دوم نے ایک فرشتہ اور ایک آسمان پیدا کیا پھر اس تیسرے فرشتے نے ایک فرشتہ اور ایک آسمان پیدا کیا۔ ایسے ہی دس فرشتے اور نو آسمان پیدا ہوئے۔ اور انہیں دس فرشتوں کو عقول عشرہ کہتے ہیں۔ (غ)

عقعق کبوتر کے برابر ایک جانور ہے جسکی صورت کوے جیسی ہوتی ہے۔ اسکے دونوں بازو کبوتر کے بازوؤں سے بڑے ہوتے ہیں اور اسکے دو رنگ ہوتے ہیں سفید اور سیاہ۔ دُم اسکی لمبی ہوتی ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ اسکا نام عقعق کیوں رکھا گیا۔ جاحظ کہتے ہیں کہ اسکی یہ وجہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو عاق کر دیتا ہے اور انکو ویسے ہی چھوڑ دیتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک قسم کوے کی ہے۔ کیونکہ کوا بھی ایسا کرتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اسکا نام اسکی آواز سے رکھا گیا ہے۔ (حیوٰۃ)

اسکی حلت وحرمت میں دو قول ہیں۔

عقبہ بن عامر جلیل القدر صحابی تھے۔ حضرت معاویہ کے عہد میں مصر کے حاکم رہے ہیں۔ پھر انکو معزول کر دیا گیا تھا۔ ۵۸ھ میں مصر میں ہی فوت ہوئے۔ چند صحابہ اور بہت سے تابعین نے آپ سے روایت کی ہے۔ (اکمال)

عقبہ مکہ شریف سے باہر منا کے مشہور میدان میں ایک سر سبز وادی ہے۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا نے منصب نبوت عطا فرمایا۔ اور قریش مکہ نے آپ کی وعظ و نصیحت سننے سے انکار کر دیا۔ تو آپ نے یہ قاعدہ بنایا کہ کسی عام گذرگاہ پر کھڑے ہو جاتے اور آنے جانے والوں کو سچے دین کی طرف توجہ دلاتے۔ یا جہاں چند اشخاص جمع ہوتے انکو خدا کا حکم سناتے۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایام حج میں جبکہ قبائل عرب کے ہزاروں آدمی مکہ سے باہر فروکش تھے۔ آپ لوگوں کو دین حق کیطرف توجہ دلاتے پھرتے تھے کہ اس اثنا میں آپکا گذر اس مقام سے ہوا۔ اس وقت یہاں قبیلہ خزرج اور قبیلہ اوس کے دس دس آدمی موجود تھے جنہوں نے آپ کے کلام کو شوق و ذوق سے سنا اور اس اقرار پر آپکے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم خدا اور اُسکے رسول پر ایمان لائے اور آئندہ چوری۔ زنا۔ دختر کشی اور ایذائے ہمسایہ سے قطعی پرہیز رکھیں گے۔ اور ایک اکیلے خدا کی عبادت کیا کریں گے۔ اس بیعت کو بیعت عقبہ اولیٰ کہتے ہیں اگلے سال اوس اور خزرج کے بہتر (۷۲) مرد اور دو عورتیں آئیں اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ دوسری بیعت ہے

خزرج اور اوس مدینہ کے دو قبیلے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ مہاجرین کو اپنے شہر میں کمال تعظیم و تکریم کے ساتھ جگہ دی۔ اور قریش مکہ کے ظلم و ستم کا خاتمہ کر دیا۔

باب الغین

غابہ (ل) جنگل۔ صحرا۔ بیشہ۔ اُسد الغابہ۔ شیران نیستان۔ ایک کتاب کا نام ہے جس میں صحابہ کے حالات درج ہیں۔

غابہ۔ مدینہ سے شمال و مغرب کیطرف تھوڑے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں چرا کرتی تھیں۔ ۶ھ میں بنی غطفان کے ایک جتھے نے حملہ کیا اور محافظ کے

Marfat.com

بیٹے کو قتل اور اسکی بیوی کو قید کرلیا اور اونٹوں کو لوٹ لیگئے استے میں سلمہ ابن اکوع رضؓ جو مشہور تیر انداز تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک خادم سمیت آپہونچے۔ خادم کو تو اس واقعہ کی خبر دینے کے لئے مدینہ بھیجا خود تن تنہا لوٹیروں کے تعاقب کے لئے دوڑے۔ اور ان کے پیچھے بھونچکر تیروں کا وہ تار باندھ دیا کہ لوٹیروں کا ناک میں دم آگیا۔ اور وہ سب اونٹ اور اپنے تیس نیزے اور تیس ہی چادریں چھوڑ کر بھاگ گئے۔

غازی غزوہ میں شریک ہونے والا۔ کفار سے جنگ کرنیوالا۔ جہاد کرنے والا مجاہد اسلامی فاتح۔ یہ لفظ پہلے صحابہ کے لئے استعمال ہوتا تھا جس سے مراد صرف سپاہی اور جنگجو آدمی ہوتا تھا۔ مگر صحابہ اور تابعین کے حق میں اسکا استعمال ہوتے ہوتے اس میں ایک تبرک اور تقدس کی حیثیت شامل ہوگئی۔ اور یہ لفظ ایک دینی اصطلاح قرار پاگیا جسکے باعث ہر مسلمان کے لئے بطور لقب استعمال ہونے لگا اور بادشاہوں کیطرف سے نامی فوجی افسروں اور جرنیلوں کے لئے بطور خطاب عطا ہونے لگا۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی مسلمانوں کی سب سے بڑی سلطنت یعنے ٹرکی میں یہ لقب اہل فوج کے لئے ایک پر عزت خطاب کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

غاسل غسل دینے والا۔ میت کو غسل دینے والا۔ ہمارے ملک میں امام مسجد کی معرفت ایک شخص اس کام پر متعین ہوتا ہے کہ محلہ میں جو میت ہو جائے اسکو شرع کے حکم کے موافق غسل دیکر کفن پہنائے۔ بعض قصبوں میں خود امام مسجد ہی غسل دیتا ہے اسکو اس کام کے عوض مقررہ اجرت اور میت کے کپڑے دئے جاتے ہیں۔ اس قسم کی شرعی خدمات پر خاص لوگوں کو متعین کرنا کوئی قرآن وحدیث کا حکم نہیں ہے۔ لیکن رفع ضرورت اور باقاعدگی کے لئے علماء نے ایسے تعینات کی اجازت دی ہے۔ اسکے بغیر کام چلنا مشکل ہے۔

غاشیہ ڈھانپ لینے والی۔ چھا جانے والی۔ مراد قیامت۔ کیونکہ وہ سارے جہان اور کائنات پر چھا جائیگی۔ قرآن مجید کے آخری پارہ میں ایک سورت کا نام ہے۔

غایۃ الامانی فی تفسیر الکلام الربانی مصنفہ احمد بن اسمٰعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ۔ اس کتاب میں علامہ زمخشری اور بیضاوی کی تفسیروں پر اعتراضات کئے گئے ہیں۔ ۳۔ رجب ۸۶۱ھ میں اسکی تالیف ختم ہوئی۔ (کشف)

غبن خرید و فروخت میں دھوکا دینا۔ غبن فاحش بہت زیادہ دھوکا۔ شریعت میں غبن کی سخت مناہی آئی ہے۔

غدیر خم غدیر۔ مکہ اور مدینہ کے مابین جحفہ سے تین کوس پر ایک بستی ہے (مظ) شیعوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر حضرت علی کو اپنا جانشین اور خلیفہ بنایا تھا۔ اسلئے اہل تشیع اس تاریخ کو ہر سال عید غدیر کے نام سے بڑی بھاری عید مناتے ہیں۔ یاروں دوستوں کو دعوتیں دیتے ہیں۔ اور گھر گھر خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ خم غدیر کا واقعہ مشکوۃ شریف میں اسطرح مروی ہے۔ عَنِ الْبَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ وَزَيْدِ ابْنِ اَرْقَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَ بِغَدِيْرِ خُمٍّ اَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَقَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ اَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهٖ قَالُوْا بَلٰى فَقَالَ اَللّٰهُمَّ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ

Marfat.com

مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ فَلَقِیَہُ عُمَرُ بَعْدَ ذٰلِکَ فَقَالَ لَہٗ ھَنِیْئًا یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اَصْبَحْتَ وَاَمْسَیْتَ مَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَۃٍ ۔ رواہ احمد۔ یعنی براء ابن عازب اور زید ابن ارقم سے روایت ہے کہ (حجۃ الوداع کے بعد) جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خم غدیر کے پاس اترے تو آپ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا۔ اور (حاضرین سے مخاطب ہوکر) فرمایا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں مومنوں کے لئے انکے نفسوں سے زیادہ محبوب ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ فرمایا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کیلئے اسکے نفس سے زیادہ محبوب ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ پھر آپ نے دعا کی۔ الٰہی جسکا میں دوست ہوں اسکا علی دوست ہے۔ الٰہی دوست رکھ اسکو جو اسکو دوست رکھے۔ اور دشمنی کر اس سے جو اس سے دشمنی کرے۔ پس اسکے بعد حضرت عمر ان سے ملے۔ اور کہنے لگے مبارک ہوا ے ابن ابی طالب کہ صبح و شام یعنی ہر وقت کے لئے تم مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے دوست قرار پائے۔

شیعہ لوگ اس حدیث کو حضرت علی کی خلافت بلافصل کے لئے سب سے بڑی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ سنی لوگ انکے اس استدلال کی تردید کرتے ہیں یہ حدیث سنیوں کے نزدیک صحیح تو ضرور ہے مگر وہ حضرت علی کی خلافت بلافصل کی دلیل کے لئے اسکو غیر مکتفی قرار دیتے ہیں۔ مظاہر حق میں سنیوں کے دلائل کی تفصیل موجود ہے۔ جنمیں سے چند دلائل یہ ہیں:۔

کہ اول تو یہ حدیث متواتر نہیں ہے۔ حالانکہ خود شیعوں کے نزدیک ثبوت امامت کے لئے تواتر ضروری ہے۔

دوم مولیٰ سے مراد یہاں محبوب یا ناصر ہے نہ کہ حاکم و والی۔ مولیٰ کا کلمہ مشترک ہے اور کلمہ مشترک کو کسی خاص معنے پر حمل کرنا خاص قرینہ کے بغیر صحیح نہیں

سوم سب سے بڑی دلیل یہ کہ یہ حدیث تینوں موقعوں پر جبکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کی خلافتوں پر اجماع ہوا حضرت علی کی تائید میں پیش نہیں کی گئی۔ بلکہ صحابہ نے یہ حدیث حضرت علی کی اولویت جتانے کے لئے اسوقت پیش کی جبکہ امیر معاویہؓ وغیرہ کے ساتھ خلافت کے متعلق جھگڑا ہوا۔ جسکا صاف نتیجہ یہ ہے کہ یہ حدیث اگر حضرت علی کی اولویت ثابت کرسکتی ہے تو خلفائے ثلاثہ کے سوا باقی صحابہ پر ثابت کرسکتی ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ وہ تینوں جب باری باری خلیفہ ہوئے اور حضرت علی کی خلافت کے لئے تکرار بھی ہوئی تو اس حدیث کو حضرت علی کی تائید میں پیش نہیں کیا گیا۔ اور سیکڑوں دلائل پیش ہوئے مگر اس حدیث سے استدلال نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ جمیع صحابہ حتیٰ کہ حضرت علی کے نزدیک یہ حدیث حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان پر انکی اولویت ثابت کرنے سے قاصر تھی۔ ہاں اگر انکی اولویت ثابت کرسکتی تھی تو معاویہ وغیرہ پر کرسکتی تھی۔ چنانچہ اسوقت پیش بھی کیگئی۔ وغیرہ وغیرہ۔

غراب کوا جو کہ مشہور پرند جانور ہے۔ غراب اسکو اسکی سیاہی کے سبب سے کہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ شیخ غربیب کو مبغوض رکھتا ہے۔ اور شیخ غربیب سے مراد وہ شخص ہے جو بالوں کو سیاہ کرلے۔

ارسطو نے بیان کیا ہے کہ کوے چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک سخت سیاہ۔ ایک ابلق۔ اور ایک سفید۔ جو مائل کہ دانہ کھاتا ہے اور ایک سیاہ طاؤسی رنگ کہ اسکے پاؤں سرخ ہوتے ہیں۔

بخاری نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سانپ فاسق ہے۔ اور

Marfat.com

چوہا فاسق ہے۔ اور کوا فاسق ہے۔ نیز ابن ماجہ میں روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ کیا کوے کو کھایا جائے۔ آپ نے فرمایا۔ اسکو کون کھائیگا بعد اسکے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ فاسق ہے (حیوٰۃ)۔

کوا کئی قسم کا ہوتا ہے جسکی بعض اقسام حرام ہیں اور بعض قسم کے کوے کی حلت وحرمت اور کراہیت کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ ہندوستان میں علماء دیوبند ایک قسم کے کوے کو حلال قرار دیتے ہیں اور دوسرے علما حرام سمجھتے ہیں۔ اس اختلاف پر کئی رسالے فریقین کیطرف سے تردید اور جواب اور جواب الجواب کے طور پر شائع ہو چکے ہیں۔

غراب البین (جدائی کا کوا) بطور استعارہ جدائی وفراق کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جسکی بنا اس پرانے خیال پر قائم ہے کہ جب کوا بولتا ہے تو دو دوستوں میں فراق پڑ جاتا ہے (ص۔ و)۔ بین اس سے مراد مشاہدہ ذات باری سے علیحدہ ہونا ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ اسطرح آیا ہے فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ط (س۔ مائدہ۔ ع ۵) اسکے بعد اللہ نے ایک کوا بھیجا وہ زمین کو کریدنے لگا تاکہ اسکو دکھائے کہ اسے اپنے بھائی کی فضیحت میں لاش کو کیونکر چھپایا جائے۔

غرابیہ ایک فرقے کا نام ہے جسکا اعتقاد ہے کہ جس طرح کوا کوے سے اور مکھی مکھی سے مشابہ ہے۔ اسیطرح بلکہ اس سے بھی زیادہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت علی سے مشابہ ہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ خدا نے جبرئیل علیہ السلام کو حضرت علی کے پاس بھیجا تھا۔ مگر جبرئیل غلطی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا۔ (تغ)

الغرائب والعجائب قرآن مجید کی تفسیر ہے جس کو ابو القاسم محمود بن حمزہ کرمانی نے تالیف کیا (کش)

غرق کردینا اگر کوئی شخص کسیکو غرق کردے تو امام صاحب کے نزدیک غرق کرنیوالے سے قصاص نہ لیا جائے گا۔ صاحبین کے نزدیک قصاص لینا ضروری ہے۔ امام شافعی رح کے نزدیک بھی یہی مذہب ہے۔

غزالی ایک مشہور اور زبردست امام کا لقب ہے جنکا پورا نام امام حجۃ الاسلام ابو حامد زین الدین محمد بن محمد بن محمد الغزالی الطوسی ہے۔ امام احمد الغزالی کے بھائی ہیں۔ ابو حامد اسفرائنی اور ابو محمد جوینی سے علم فقہ حاصل کیا۔ اصول وفروع میں فقہ شافعی کے پیرو ہیں۔ پہلے طوس میں علمی مشاغل میں مصروف ہوئے۔ پھر نیشاپور میں امام الحرمین ابو المعالی کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ ایک ہزار چھبیس روز کے عرصے میں کتاب احیاء علوم الدین تصنیف کی جسکا نام احیاء العلوم مشہور ہے۔

انکی تصانیف کی تعداد چار سو کے قریب ہے۔ جنمیں سے مشہور کتابیں یہ ہیں:۔ تفسیر یاقوت التاویل چالیس جلدوں میں۔ کیمیاء سعادت۔ بسیط۔ وسیط وجیز۔ خلاصہ۔ مستصفےٰ۔ تہافۃ الفلاسفہ۔ محک النظر معیار العلم۔ مقاصد۔ مضنون بہ علی غیر اہلہ۔ مقصد الاسنی فی شرح الاسماء اللہ الحسنےٰ۔ جواہر القرآن۔ مشکوٰۃ الانوار۔ وغیرہ۔ مگر علماء کا اتفاق ہے کہ ان کی تصانیف میں سے اگر احیاء العلوم کے سوا اور کوئی کتاب نہ ہوتی۔ تو انکی فضیلت اور کمال علمی کے لئے وہی کافی شاہد تھی۔

بغداد کے دار العلوم نظامیہ میں پروفیسر رہے جس سے ان کے علمی فیضان کے چرچے دور دور تک پھیل گئے

Marfat.com

اور قبول عام نے انکو ہاتھوں سے اُٹھا کر آنکھوں پر بٹھایا۔ جب سند درس سے اُٹھکر گھر کو تشریف لیجاتے تو پورے پانسو فقہا کا جمگھٹ انکے گرد وپیش ہوتا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب وہ کتاب المنخول تصنیف کرکے اپنے اُستاد امام الحرمین کے پاس لے گئے تو انہوں نے فرمایا "تمہاری تصانیف نے ہماری تصانیف کو دفن کر دیا"۔

اسکے بعد امام ممدوح نے زہد و ترک علائق کا شیوہ اختیار کیا۔ حج کو روانہ ہوئے۔ مدتوں شام میں مقیم رہے دن کو روزہ رکھتے رات کو مصروف عبادت رہتے۔ بیت المقدس میں عرصہ دراز تک عبادت کی۔ پھر دمشق میں مدت تک رہے اسکے بعد وطن میں واپس آئے اور باقی عمر طوس میں گذاری۔ یہاں ایک مدرسہ اور خانقاہ بنائی اور اپنے اوقات کو افادۂ علم اور تلقین خیر پر وقف کر دیا۔ ۵۰۵ھ میں بمقام طوس متولد ہوئے۔ اور پیر کے دن ۱۴ جمادی الثانی ۵۰۵ھ کو بعمر ۵۵ سال وفات پائی رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا۔ (حاشیہ احیاء العلوم از مولوی محمد مظہر صاحب)

غزالی بفتح اول وتخفیف ثانی منسوب بغزالہ جو طوس کے مضافات سے ایک گاؤں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ ز کی تشدید سے ہے جو غزال بمعنے ریسماں فروش سے منسوب ہے، چونکہ امام ممدوح کو ریسماں فروشی کا پیشہ پسند تھا اسلئے انکا لقب غزالی پڑ گیا۔ مگر یہ توجیہ سراسر لغو ہے۔ (غ)

غزوہ سے مراد وہ فوجی مہم ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود شامل ہوئے ہیں۔ اور جو مہم کسی صحابی کے ماتحت بھیجی گئی ہو وہ سریہ کہلاتی ہے (غ)۔

صحیح یہ ہے۔ غزوہ اور سریہ کے لفظ صرف جنگی مہمات کے لئے خاص نہیں۔ بلکہ وہ بہت سے انتظامی اور نصی امور پر مشتمل ہے جو یہ ہیں۔

(۱) دوستانہ طور پر کسی قوم یا قبیلے کے ساتھ معاہدہ کرنا (۲) لوگوں کو اسلام کی خوبیاں جتلانے اور اس نجات دینے والے سچے مذہب کی دعوت کرنا (۳) غیر ملکوں میں سفیر بھیجکر اسلام کی دعوت یا دوستانہ معاہدہ کرنے کی تحریک کرنا (۴) تجارت کے واسطے کوئی قافلہ بھیجنا (۵) حج کے واسطے قافلے کا جانا (۶) لٹیروں کے گروہ کو تتر بتر کرنے اور سزا دینے کا بندوبست کرنا (۷) دشمن کی فوج کی حالت کو تاڑتے رہنا (۸) دشمن کا حال معلوم کرنے کو مخبر اور دشمن کے مقابلے میں فوج بھیجنا۔

ان امور کو سرانجام دینے کے لیے جن صورتوں میں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بذات خود شریک ہوتے تھے انکا نام اسلامی اصطلاح میں غزوہ ہے۔ اور جن صورتوں میں آپ بذات خود شریک نہیں ہوئے بلکہ کسی ایک صحابی یا چند اصحاب کی معرفت ایسا کام سرانجام کرایا ہے اُسے سریہ کہا جاتا ہے۔

غزوہ بنی نضیر یہ وہ لڑائی ہے جو ۴ھ میں یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر سے ہوئی تھی۔ تفصیل کے لئے دیکھو (نضیر)

غزوہ ذات الرقاع اس لڑائی کا نام ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ۴ھ یا ۵ھ یا ۶ھ میں نجد میں بنی محارب سے کرنی چاہی تھی۔ مگر لڑائی نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ اہل عرب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خوف سے پہلے ہی بھاگ گئے تھے۔ (کن)۔

غسّان بنی غسان ایک قبیلہ کا نام ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صحرائے شام میں پھیلا ہوا تھا۔ یہ لوگ مذہباً عیسائی تھے اور ہرقل روم کے باج گذار تھے۔ ۸ھ کے آغاز میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شاہ بنی غسان کے پاس ایک قاصد دعوت اسلام کے لئے بھیجا جس کو ان لوگوں نے بین الاقوامی دستور کے خلاف قتل کر ڈالا

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار صحابہ کی جمعیت ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے بھیجی۔ اودھر مخالفین نے ایک لاکھ فوج مقابلہ کے لئے جمع کر لی۔ موتہ کے مقام پر خونریز جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں نے سخت نقصان اُٹھایا اور زید ابن حارثہ اور جعفر ابن ابی طالب اور عبد اللہ ابن رواحہ جیسے نامی گرامی سپہ گر یکے بعد دیگرے کمال داد شجاعت دے کر شہید ہوئے۔ آخر فوج کی کمان خالد بن ولید کے سپرد ہوئی۔ اُنھوں نے اپنی خداداد قابلیت اور شجاعت سے ایک دن کامل محاربہ و مقابلہ کے بعد دوسرے دن صبح ہوتے ہی دشمن کی فوج میں کھلبلی ڈالدی۔ اور مخالفین کو تتر بتر کر دیا۔ اور اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔ اسی فتح سے خوش ہوکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ کو سیف اللہ کا لقب عطا فرمایا۔

غُسل (ل) تمام بدن کا دھونا۔ (ص ش) میں بعض خاص صورتوں کی حکمی نجاست کے ازالہ کو غسل کہتے ہیں۔

غسل کی کیفیت اس حدیث سے خوب واضح ہوتی ہے۔ حضرت میمونہ کہتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے لئے پانی رکھا اور کپڑے کا پردہ کیا۔ حضرت نے پہلے دونوں ہاتھ تین دفعہ دھوئے پھر داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالکر ستر دھویا۔ اور رانوں پر پانی بہایا۔ اور وہاں سے علٰحدہ ہوکر دونوں پاؤں مبارک دھوئے۔

ایک وقت میں کئی عورتوں یا ایک ہی عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے ایک ہی غسل واجب ہوتا ہے، غسل کرتے وقت اگر ایک بال بھی سوکھا رہ جائے گا تو پھر سے غسل کرنا پڑیگا۔ ہاں اگر کچھ بدن خشک رہ جائے اور نماز سے پیشتر اسپر ہاتھ پھیر دیا تو یہی غسل کفایت کریگا۔

عورت کو غسل جنابت کے لئے بالوں کی مینڈھیاں کھولنے کی ضرورت نہیں صرف بالوں کی جڑیں تر کر لینا کافی ہے۔

کھلے میدان میں جہاں آبادی ہو ننگا نہانا حرام ہے، البتہ غسل خانے میں یا کسی آڑ یا روک میں ننگے نہانیکا مضائقہ نہیں۔ غسل میں چار پانچ سیر پانی سے زیادہ صرف نہ کریں۔ شریعت اسلامی میں نو طرح کے غسل ہیں۔ (۱) عورت کو حیض و نفاس سے فارغ ہونیکے بعد۔ (۲) مرد و عورت کو ہمبستری یا احتلام کے بعد۔ (۳) جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے (۴) کسی شخص کو مشرف باسلام ہوتے وقت (۵) عید الفطر اور عید اضحیٰ کے دن عیدگاہ جانے سے پیشتر (۶) حج کا احرام باندھتے وقت (۷) بیت اللہ میں داخل ہوتے وقت (۸) سینگی لگوانے اور (۹) مردہ نہلانے کے بعد۔

پہلی قسم کے دو غسل فرض ہیں۔ اور نمبر ۳ سے ۵ سنت موکدہ۔ اور نمبر ۶ و ۷ کے دونوں غسل سنت مستحبہ اور آخر کے دو غسل احتیاطی ہیں۔ آدمی کیلئے یہ بھی مستحب ہے کہ ہر ہفتے میں کم از کم ایک روز سر اور سارا بدن دھو ڈالے۔

غَسل غین کی فتحہ سے۔ معنے دھونا۔ (ص ش) میں نجاست کو دور کرنا جسکا حکم قرآن مجید کی اس آیت میں آیا ہے۔ یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ (الیٰ) لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ○ (س۔ مائدہ۔ ع ۱) مسلمانو! جب تم نماز پڑھنا چاہو (اور بے وضو ہو) تو اپنے منہ دھوؤ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک (دھوؤ) اور اپنے سر پر مسح کرو۔ اور پاؤں کو دونوں ٹخنوں تک (دھوؤ) اور اگر تمکو نہانے کی حاجت ہو۔ تو اچھی طرح پاک ہو جاؤ۔ اور جو تم بیمار ہو یا سفر میں ہو۔ یا تم میں سے کوئی پائخانہ پھر کر آئے یا تمنے عورتوں سے صحبت کی ہو اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو۔ اور منہ اور ہاتھوں پر مسح کر لو۔ اللہ تعالی

Marfat.com

تمکو تکلیف دینا نہیں چاہتا بلکہ تمکو پاک کرنا چاہتا ہے اور اپنا احسان تمپر پورا کرنا۔ اسلئے کہ تم شکر کرو۔

تمام مذاہب اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ مسلمان آدمی کو نجاست ظاہری کے علاوہ نجاست حکمی کی ذیل کی صورتوں میں بھی بدن پاک کرنا واجب ہے (۱) حیض (۲) نفاس (۳) انزال منی (۴) جماع۔

غسل مسنون شرعی غسل یعنے نہانے کا وہ طریقہ جو سنت کے موافق یا شرعی حکم کے مطابق ہے۔ شرع کا حکم ہے کہ بعض حالتوں میں آدمی کا جسم ایک حکمی نجاست کے ساتھ نجس اور بال بال کی جڑ میں پانی پہونچانا شرعاً فرض ہے۔ مثلاً جنب کی حالت میں یا حیض یا نفاس کا خون بند ہوجانے کے بعد۔

غسل کے مواقع نو ہیں۔ ان میں سے تین موقعوں پر غسل کرنا فرض ہے (۱) جنابت یعنے منی کا جوش کے ساتھ نکلنا۔ یا حشفہ کا مفعول کی آگے یا پیچھے کی راہ میں غائب ہونا (۲) حیض کا خون آنا (۳) نفاس کا خون آنا۔ ایک موقع پر غسل واجب ہے اور وہ میت کا غسل ہے۔ چار موقعوں پر غسل کرنا سنت ہے (۱) جمعہ کے روز (۲) عید کے روز (۳) عرفہ کے روز (۴) احرام باندھتے وقت ایک موقع پر غسل مستحب ہے اور وہ کفر سے اسلام میں داخل ہوتے وقت ہے۔ (عا)

شرعی غسل کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تین بار ہاتھ دھوئے پھر استنجا کرے اور اسکے بعد بدن پر جہاں کہیں نجاست لگی ہو دھوئے۔ پھر وضو کرے۔ اگر پاؤں کی جگہ زمین پر پانی جمع ہوتا ہو۔ تو پاؤں نہ دھوئے۔ پھر سر پر تین چلو پانی ڈالکر بالوں کی جڑھوں تک پانی پہونچائے اس کے بعد سارے بدن پر تین مرتبہ پانی بہائے اور پاؤں اگر وضو میں نہیں دھوئے تھے تو آخر میں دھوئے۔

غسل میں بدن کو ملنا شرط نہیں ہے۔ اگر ایک بال کے برابر بھی کوئی جگہ خشک رہ گئی تو غسل نہ ہوگا۔

غِسْلِین کپڑے کا دھوون۔ وہ لہو پیپ جو دوزخیوں کے جسم سے جاری ہوگی (من)

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۙ وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۙ لَا يَاْكُلُهٗ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ۝ (س۔ حاقہ۔ ع ۱) آج یہاں اسکا کوئی بھی دوستدار نہیں اور زخموں کے دھوون کے سوا (اسکے لئے کچھ اور) کھانے کو بھی نہیں۔ اور یہ کھانا بس گنہگار ہی کھائینگے“۔

مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ احوال قیامت میں لکھتے ہیں کہ غسلین دوزخ میں ایک چشمہ ہے جس میں کفار کی کثافت اور آلودگی جمع ہوتی ہے (غ)۔

غِشَاوَۃ آنکھوں کا پردہ۔ سورۃ بقر کی آغاز کی آیات میں آیا ہے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ان کے دلوں پر اور کانوں پر اللہ نے مہر لگادی۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے اور (آخرت میں) ان کو بڑا عذاب (ہونیوالا) ہے۔

غصب چھیننا۔ جبراً لے لینا۔ ظلماً وصول کرنا۔ شریعت نے اس قسم کے سلوک کی سخت ممانعت کی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (س۔ نساء۔ ع ۵) مسلمانو! ناحق (ناروا) ایک دوسرے کے مال خورد برد نہ کیا کرو۔ ہاں آپس کی رضامندی سے خرید و فروخت ہو اور اس میں کچھ ہاتھ لگ جائے تو وہ ناروا نہیں“۔

سعید ابن زید سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص بالشت بھر زمین بھی زور و ظلم سے لے لیگا۔ قیامت کے دن اس قطعہ زمین کو سات

Marfat.com

زمین کی انتہا سے لے کر طوق (بنا یا جائیگا اور) اسکی گردن میں ڈالا جائیگا۔ اور فرمایا۔ کو خبردار! ظلم نہ کرو (اور) سنو کسی شخص کا مال اسکی خوشی اور رضامندی کے بغیر حلال نہیں"۔

اگر کوئی شخص کسی سے ایسی چیز غصب کرلے جسکی مثل ہو۔ مثلاً وہ چیز جو موزونات و مکیلات کی قسم سے ہو اور اسکے پاس وہ تلف ہو جائے۔ تو وہ اسکے برابر اسی قسم کی چیز کے مہیا کر دینے کا ذمہ دار ہو گا۔ اگر وہ چیز غیر مثلی ہو تو اسکی قیمت کا ذمہ دار ہو گا۔ غاصب کو مجبور کیا جائیگا کہ غصب کردہ چیز واپس دے دے اگر کوئی شخص کسی کی بکری غضب کر کے ذبح کر لے تو مالک کو اختیار ہے خواہ اسکی قیمت لے لے اور ذبیحہ اسکے حوالہ کرے۔ یا ذبیحہ بھی لے لے اور جو نقصان ہوا ہے وہ بھی وصول کرے۔ غاصب کو حلال نہیں ہے کہ شئے مغصوب سے کسی قسم کا فائدہ اٹھائے۔ (قد)۔

غصے کو پی جانا دیکھو (کظیم۔ غیظ)

غضب غصہ میں آنا خشمناک ہونا۔ کرو دھ کرنا۔ بھڑک اٹھنا۔ شرع نے انسان کو غضب فرو کرنے اور غصہ کو دبانے کی ہدایت کی ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے۔ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (س آل عمران ع۱۴) (یعنے جنت تیار ہے پرہیزگاروں) اور غصہ کو فرو کرنے والوں کے لئے اور لوگوں کے ساتھ نیکی کرنیوالوں کو اللہ دوست رکھتا ہے"۔

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلوان وہ نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے۔ اصل پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ (صح)۔

یہ بھی روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت نے غصہ ایمان کو اسطرح خراب کر دیتا ہے جسطرح ایلوا شہد کو خراب کر دیتا ہے (مش)۔

یہ بھی روایت ہے کہ فرمایا آپ نے غضب شیطان (کے بہکانے) سے (پیدا ہوتا) ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور آگ پانی ہی سے بجھائی جاتی ہے تو جب کوئی تم میں سے غصہ میں آئے تو اُسے وضو کرنا چاہئے۔

غطفان بنو غطفان عرب کے ایک مشہور قبیلے کا نام ہے۔

غفار بروزن کتاب۔ بنو کنانہ میں سے ایک شخص تھا غفار بن ملیک بن ضمرہ بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ۔ اسکی اولاد قبیلہ بنی غفار کے نام سے مشہور ہوئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اسی قبیلہ سے تھے۔ (س وغیرہ)

غفور (ل) بہت بخشنے والا۔ خدا تعالیٰ کا نام ہے اسکے اور غفار کے ایک ہی معنے ہیں۔ مگر غفور میں مبالغہ ہے یعنے جو بڑے بڑے گناہ بخشنے اور اسکی بخشش اتم و اکمل ہو۔ دوسرے معنے یہ ہیں کہ بندوں کے گناہ اعمالناموں سے محو کر دے۔ یعنی حساب نہ لے۔ مواخذہ نہ کرے یا دنیا میں پردہ فاش نہ کرے۔ کیونکہ غفر کے معنے مٹانے اور چھپانے کے بھی آیا کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی سورۃ فاطر رکوع ۵ میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ تا اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝ بے شک اللہ آسمانوں (کو) اور (نیز) زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ (کہیں اپنی جگہ سے) ٹل (نہ) جائیں۔ اور (بالفرض) ٹل جائیں تو پھر اسکے سوا کوئی (بھی) نہیں جو ان کو تھام سکے۔ بے شک اللہ (بڑا) تحمل والا (اور بندوں کے گناہوں کا) بخشنے والا ہے۔

Marfat.com

غلام

لونڈا۔ بردہ۔ قرآن شریف میں لونڈی غلاموں کا ان آیتوں میں ذکر آیا ہے۔

(۱) لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ تا لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (س۔ مائدہ۔ ع ۱۲)
تمہاری قسموں میں جو لایعنی ہیں ان پر تو خدا تم سے (کچھ) مواخذہ کرتا نہیں۔ ہاں پکی قسم کھاؤ (اور پھر اسکے خلاف کرو) تو خدا تمسے (اسکا) مواخذہ کریگا تو (اس پکی قسم کے توڑنے) کا کفارہ دس مسکینوں کو متوسط درجے کا کھانا کھلا دینا ہے جیسا تم اپنے اہل و عیال کو کھلایا کرتے ہو۔ یا ان (ہی دس مسکینوں) کو کپڑا بنا دینا یا ایک بردہ آزاد کر دینا پھر جسکو (بردہ) میسر نہ ہو تو تین دن کے روزے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب کہ تم قسم (تو) کھالو (اور اس میں پورے نہ اترو) اور اپنی قسموں (کے پورا کرنے) کی احتیاط رکھو۔ اسطرح اللہ اپنے احکام تمسے کھول کھولکر بیان فرماتا ہے تاکہ تم اسکی شکر گذاری کرو۔ (کہ وہ تمکو ادب سکھاتا ہے)۔

(۲) وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (س۔ مجادلہ۔ ع ۱) اور وہ اور وہ لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں۔ پھر لوٹ کر وہی کام کرنا چاہتے ہیں جس کو کہہ چکے ہیں (کہ نہیں کرینگے) تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے (مرد کو) ایک بردہ آزاد کرنا چاہیئے۔ مسلمانو! تمکو یہ نصیحت کی جاتی ہے (تاکہ اسپر کاربند رہو) اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو اسکی (سب) خبر ہے۔

(۳) فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعَامٌ تا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ (س۔ بلد۔ ع ۱) ترجمہ (گھاٹی سے مراد ہے کسی) گردن کا (غلامی یا قرض کے پھندے سے) چھڑا دینا یا بھوک کے دن یتیم (کو خاصکر جبکہ وہ اپنا) رشتہ دار (بھی ہو) یا محتاج خاک نشین کو (کھانا کھلانا)۔

(۴) وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ تا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (س۔ نور۔ ع ۴) اور (مسلمانو!) اپنی رانڈوں کے نکاح کر دو۔ اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں سے انکے جو نیکبخت ہوں۔ اگر یہ لوگ محتاج ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے انکو غنی کر دیگا اور اللہ گنجائش والا (اور سب کے حال سے) واقف ہے۔

(۵) وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ تا الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ (س۔ نور۔ ع ۴) اور (مسلمانو!) تمہارے ہاتھ کے مال (یعنی غلاموں) میں سے جو مکاتبت کے خواہاں ہوں تو تم انکے ساتھ مکاتبت کر لیا کرو بشرطیکہ تم ان میں بہتری (کے آثار) پاؤ اور مال خدا میں سے جو اس نے تم کو دے رکھا ہے ان کو (بھی) دو۔

(۶) وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ تا غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (س۔ نور۔ ع ۴) اور (لوگو!) تمہاری لونڈیاں جو پاک دامن رہنا چاہتی ہیں انکو دنیا کی زندگی کے عارضی فائدے کی غرض سے حرامکاری پر مجبور نہ کرو۔ اور جو انکو مجبور کریگا تو اللہ انکے مجبور کئے گئے پیچھے بخشنے والا مہربان ہے۔

(۱) براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بادیہ نشین جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ مجھے کوئی ایسا کام بتا دیجیے جو مجھے جنت میں لیجا داخل کرے۔ فرمایا۔ تو نے اگرچہ کلام میں بہت اختصار کیا ہے۔ مگر تیرا سوال بڑا لمبا چوڑا ہے۔ اچھا تو تو بردہ آزاد کرا اور گردن خلاص کر (بیہقی)۔

(۲) حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی بن سلول اپنی لونڈی کو کہا کرتا تھا کہ جاؤ۔ ہمارے لئے خرچی کی کمائی سے کچھ لے آ۔ اسپر خدا تعالے نے آیت وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا نازل فرمائی۔ (مس)

(۳) ابو ایوب کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولخدا

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص (لونڈی) ماں
اور اسکے فرزند میں جدائی ڈالیگا (مثلاً ماں کو فروخت
کر دے اور اسکے فرزند کو رہنے دے۔ یا فرزند کو بیچ ڈالے
اور ماں کو رہنے دے یا ایک کو ایک کے ہاتھ اور
دوسرے کو دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالے) تو خدا قیامت
کے دن اس میں اور اسکے پیاروں میں جدائی ڈال دیگا۔
(تر)۔

(۴) حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ مجھے جناب رسولخدا صلے
اللہ علیہ وسلم نے دو غلام عطا کئے جو دونوں بھائی بھائی
تھے۔ میں نے ان میں سے ایک کو فروخت کر دیا پیغمبر
خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ علی! تمہارا
غلام کیا ہوا۔ میں نے اسکے بیچ دینے کی خبر دی۔ فرمایا
(بیع کو رد کرکے) اسے پھیر لو (بیع کو فسخ کرکے (تر)۔

(۵) ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر لعنت کی
جو باپ بیٹے اور بھائی بھائی میں جدائی ڈالیں۔ (ابن)

(۶) ام المومنین حضرت ام سلمہ جناب نبی صلے
اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ اپنی
مرض وفات میں فرماتے تھے کہ لوگو! نماز کی پوری
پوری محافظت کرنا۔ اور لونڈی غلاموں کے حقوق
کی رعایت کرتے اور انکے ساتھ ہمیشہ نرمی کے ساتھ
پیش آتے رہنا۔ (مسند امام احمد)۔

(۷) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب
رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (لوگو!) جب
تم میں سے کسیکا خادم اسکے لئے کھانا تیار کرکے لائے
حالانکہ اس نے آگ کے سامنے بیٹھکر آگ کی گرمی اور
دھوئیں کی تکلیف اٹھائی ہے تو اسے اپنے ساتھ
بٹھاکر اسکے ساتھ کھانا کھلائے۔ اگر کھانا بہت ہی
کم اور تھوڑا ہو تو اس میں سے خدمتگار کے ہاتھ
پر ایک لقمہ یا دو لقمے رکھدے (مس)

(۸) حضرت جابرؓ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے
روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
جس میں تین خصلتیں ہوتی ہیں خدا اسکی موت آسان
کر دیتا ہے اور (آخرت میں) انسے اپنی جنت میں
داخل کریگا۔ (۱) ناتوانوں اور مسکینوں کے ساتھ
نرمی کرنا۔ (۲) ماں باپ کے ساتھ نیکی اور مہربانی سے
پیش آنا (۳) لونڈی غلاموں کے ساتھ خوش خلقی (تر)

(۹) لیث کے بیٹے رافع سے روایت ہے کہ جناب
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لونڈی غلاموں کے
ساتھ نیک خوئی سے برتاؤ کرنا موجب برکت ہے۔
اور بد خلقی سے پیش آنا باعث بے برکتی۔ (ابو)

(۱۰) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا (لوگو) میں تمہیں بتادوں کہ تم میں بدترین
لوگ کون ہیں۔ وہ جو تنہا کھاتا اور اپنے غلام کو
تازیانہ مارتا اور اپنی بخشش اس سے روک لیتا
یعنی کچھ نہیں دیتا ہے۔ (مس)

(۱۱) معرور بن سوید کہتے ہیں میں نے ابوذر غفاری
کو دیکھا کہ وہ ایک حلہ (جوڑا) پہنے ہوئے تھے اور
انکا غلام بھی ویسا ہی حلہ پہنے ہوئے تھا۔ جب ہم
اسکی وجہ دریافت کی تو کہا مجھ میں اور ایک شخص میں
گالی گلوچ ہو گئی تھی اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم
سے میری شکایت جا لگائی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے مجھ سے فرمایا۔ ابوذر! کیا تم نے اسے ماں کی گالی
دی ہے۔ پھر فرمایا کہ (تمہارے لونڈی غلام جو
باعتبار آدم زاد ہونے کے تمہارے) بھائی (ہیں)
تمہارے اعوان و انصار ہیں۔ خدا نے انکو تمہارے
قبضے میں کر دیا ہے تو جسکا بھائی اسکے قبضے میں ہو
اسے چاہئے کہ جیسا خود کھاتا ہے اسے کھلائے جیسا
خود پہنتا ہے اسے پہنائے (بخ)۔

(۱۲) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب

Marfat.com

پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لونڈی غلام کا کھانا کپڑا اسکا حق ہے اور وہ (یعنی لونڈی غلام) اسی چیز کی تکلیف دئے جائیں جو ان کے بس کی ہو۔ (مس)۔

(۱۳) ابوذر سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لونڈی غلام تمہارے بھائی (بہن) ہیں۔ خدا نے انہیں تمہارا زیردست کردیا ہے توجسکے بھائی (بہن) کو خدا اسکا زیردست کردے تو اسی قسم کا کھانا اسے کھلائے جس قسم کا خود کھاتا ہے۔ اور اسی طرح کا لباس پہنائے جیسا آپ پہنتا ہے۔ اور کسی ایسے کام کی (اول تو) تکلیف (ہی) نہ دے جو اس پر غالب آجائے۔ (اور کرتے بن نہ پڑے) اور اگر (احیاناً ایسے کام کی) تکلیف دے (بھی) جو اسکی طاقت سے باہر ہو تو خود اسکی مدد کرے (صح)

(۱۴) روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر کے پاس ان کا داروغہ آیا تو انہوں نے فرمایا کیا تو غلاموں کو ان کی قوت دے آیا ہے۔ داروغہ نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا تو جلد جا اور انہیں ان کی قوت دے۔ کیونکہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی کو ایک یہی گناہ بس کرتا ہے کہ وہ اپنے مملوک سے اسکی قوت کو روکے۔ (مس)

(۱۵) ابومسعود انصاری کہتے ہیں کہ میں ایک دن اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی کہ ابومسعود! معلوم کر کہ خدا تجھ پر زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ میں نے جو مونہہ موڑکر دیکھا تو جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ میں نے جلدی سے عرض کیا یا رسول اللہ اس غلام کو میں نے خدا کی خوشنودی کرنیکے لیے آزاد کردیا۔ فرمایا۔ اگر تو ایسا نہ کرتا تو دوزخ کی آگ تجھے جھلس دیتی (مس)

(۱۶) ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ کہ جو شخص اپنے غلام کو حد مارے حالانکہ غلام اس (گناہ) کا مرتکب نہیں ہوا ہے۔ (جو موجب حد ہے) یا (ناحق) اس کو طمانچہ مارے تو اس کا کفارہ بس یہی ہے کہ غلام کو آزاد کردے (مسلم)

(۱۷) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص اپنی لونڈی غلام کو عیب لگائے حالانکہ وہ (اس عیب) سے بری ہے تو عیب لگانے والا قیامت کے روز تہمت لگانے کی حد مارا جائیگا۔ ہاں اگر لونڈی غلام ویسا ہی ہو جیسا اس نے کہا ہے تو اس صورت میں اسپر کچھ الزام نہیں۔ (صح)

(۱۸) حضرت عمرؓ کے فرزند عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم خدمتگاروں کے قصوروں سے کتنی دفعہ درگذر کیا کریں۔ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم خاموش ہو رہے۔ اس نے پھر اسی بات کو دہرایا۔ حضور اب بھی خاموش ہو رہے تیسری مرتبہ جب اس نے دریافت کیا تو فرمایا ہر روز ستر دفعہ درگذر کیا کرو۔ (ابو، تر)۔

مکاتب کے سوا دوسرے غلاموں پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ امام صاحب کے نزدیک مکاتب کی کھیتی پر عشر واجب ہے۔ اسکے سوا اسکے اور کسی مال میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ امام ابوثور کے نزدیک مکاتب پر مطلقاً زکوٰۃ واجب ہے۔ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک مکاتب پر زکوٰۃ واجب نہیں

قرآن مجید میں یہ لفظ بیٹے کے معنے میں بھی آیا ہے

قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِیَ الْکِبَرُ وَامْرَاَتِیْ عَاقِرٌ (س۔ آل عمران۔ ع ۴)

عرض کیا اے میرے پروردگار میرے ہاں کیسے لڑکا ہوسکتا ہے اور (میرا حال یہ ہے کہ) مجھ پر بڑھاپا آچکا ہے

Marfat.com

اور میری بی بی بانجھ ہے۔

غلول دغا۔ فریب۔ مکر۔ دھوکا۔ مال غنیمت میں خیانت کرنا جسکی شریعت نے سخت ممانعت کی ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ آل عمران کے رکوع ۱۷ میں ارشاد ہے وَمَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّ ۚ وَمَنْ یَّغْلُلْ یَاْتِ بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝ (س۔ آل عمران۔ ع ۱۷) اور پیغمبر (کی شان) سے (نہایت) بعید ہے کہ (پیغمبر ہوکر) خیانت کرے۔ اور جو (جرم) خیانت کا مرتکب ہوگا۔ تو جو چیز خیانت کی ہے قیامت کے دن (خدا کے روبرو بعینہٖ وہی چیز) اسکو لاحاضر کرنی ہوگی۔ پھر جس نے جیسا کیا ہے اسکو اسکا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا اور کسی پر (کسی طرح کا ذرہ) ظلم نہیں ہوگا۔"

غم خدا کے نیک بندوں پر خدا کی طرف سے طرح طرح کی مصیبتیں اور تکلیفیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔ جن سے انکا امتحان مقصود ہوتا ہے اور یہ دکھانا مطلوب ہوتا ہے کہ یہ لوگ جو خدا کی محبت کا دم بھرتے ہیں یہ اپنے دعوے میں کہاں تک سچے ہیں جسقدر اولیاء اللہ اور دوسرے نیک بندے گذرے ہیں وہ ہمیشہ غمگین رہتے تھے اور کہتے تھے کہ غم سے دل ایسا صاف ہو جاتا ہے جیسے صابون سے کپڑا۔ قرآن و حدیث میں غم کے بیشمار فوائد سے مذکور ہوئے ہیں۔ قرآن مجید کی سورۃ ۲۔ آیت ۱۵۵ و ۱۵۶ رکوع ۱۹ میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ تا رٰجِعُوْنَ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۱۹) اور البتہ ہم تمکو تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے اور مال اور جان اور پیداوار (اراضی) کی کمی سے آزمائیں گے۔ اور (اے پیغمبر) صبر کرنیوالوں کو (خوشنودی خدا اور کشائش کی) خوشخبری سنا دو۔ یہ لوگ جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے تو بول اٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کیطرف لوٹ جانیوالے ہیں۔

غمرات جمع غمرہ۔ گرداب۔ بھنور۔ پانی کی گہرائی۔ سختی، مصیبت۔ موت کی سختی۔ موت کی بیہوشی۔ آخری معنے ہیں یہ لفظ قرآن مجید میں یوں آیا ہے وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ ۚ (س۔ انعام۔ ع ۱۱) اور (اے پیغمبر) کاش تم (ان) ظالموں کو اسوقت دیکھو کہ موت کی بیہوشیوں میں (پڑے) ہیں اور فرشتے (انکی جان نکالنے کے لئے طرح طرح کی) دست درازیاں کر رہے ہیں۔"

غناء راگ۔ سرود۔ اس مسئلے میں آیات و احادیث متعارض واقع ہوئی ہیں۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ تا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝ یعنی بعض آدمی وہ ہے جو بیہودہ بات خرید کرتا ہے تاکہ خدا کے رستے سے گمراہ کرے بغیر علم کے اور اسکو مسخری بنائے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنکو رسوا کرنیوالا عذاب ہوگا۔" یہ آیت راگ کی حرمت میں وارد ہوئی ہے۔

(۱) ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کبھی کوئی راگ سے اپنی آواز بلند کرتا ہے تو اللہ تعالٰے اسکے کندھوں پر دو شیطان بھیجدیتا ہے جو اسکے سینے پر اپنی ایڑیاں مارتے ہیں۔ یہانتک کہ وہ راگ سے باز آتا ہے۔ (الکبیر للطبرانی)

(۲) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰے عزوجل گانے والی لونڈی کو اور اسکی خریداری کو اور اسکی قیمت کو اور اسکی تعلیم کو حرام کر دیا ہے۔ (اوسط للطبرانی)۔

(۳) ابو مالک اشعری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایسے گروہ ہوں گے جو شراب اور ریشمی لباس اور باجوں کو حلال سمجھیں گے۔ (بخ)

(۴) قیس بن سعد بن عبادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے مجھ پر شراب اور سامان لہو اور مضرب کو تیں حرام کر دی ہیں (داہو)

(۵) ابوالشیخ نے مکحول کی روایت سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بطور مرسل روایت کیا ہے۔ کہ باجوں کا سُننا گناہ ہے۔ اور ابوداؤد ابن عمرو سے روایت کرتا ہے کہ ابن عمر کو مزمار کی گت سنائی دی تو آپ نے دونوں ہاتھوں دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں پر رکھ لیں۔

(۶) عقبہ بن عامر سے اصحاب سنن اربعہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کا کھیلنا باطل (یعنی حرام) ہے مگر تین (موقعوں پر یعنی) اپنی کمان سے (تیراندازی کی) مشق کرنا اور اپنے گھوڑے سے سدھانا اور اپنی بیبیوں سے دل لگی کرنا۔

(۷) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راگ دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جسطرح پانی کھیتی کو اُگاتا ہے۔ (مشکوٰۃ بیان)

راگ کے مباح ہونے کی دلیلیں مذکورہ بالا احادیث تو راگ اور باجوں کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں۔ کچھ اور احادیث ہیں جو ان کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر آئے۔ اس وقت میرے پاس دو لڑکیاں بیٹھی بعاثؔ کا گیت

گا رہی تھیں (ساری حدیث صحیحین میں ہے)۔

• اور ایک روایت میں ہے کہ ابوبکر ان کے پاس آئے اور انکے پاس دو لڑکیاں دف بجاتی اور گاتی تھیں۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے سے مونہہ ڈھانپا ہوا تھا تو ان (لڑکیوں) کو ابوبکر نے منع کیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مونہہ کھول کر فرمایا۔ ابوبکر ان کو چھوڑ دو۔ کیونکہ یہ خوشی کے دن ہیں۔

(۲) سبیل الرشاد میں مذکور ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور بنی نجار کے قبیلے میں فروکش ہوئے تو قبیلہ مذکور کی لڑکیاں اس شعر کے ساتھ گاتی بجاتی تھیں ؎

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِیْ نَجَّارٍ
وَحَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِّنْ جَارٍ

ترجمہ - ہم قبیلہ بنی نجار کی لڑکیاں ہیں۔ اور کیا مبارک بات ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہمسایہ ہوں

(۳) بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث روایت کی ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ تبوک سے تشریف لانے کے وقت عورتوں کے یہ شعر پڑھنے کے متعلق ہے ؎

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعٰی لِلّٰہِ دَاعٍ

ترجمہ ثنیات الوداع سے ہم پر بدر نے طلوع کیا جب تک دعا کرنیوالا دعا کرتا رہیگا ہم پر شکر ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے انکی شعر خوانی دف اور خوش آوازی کے ساتھ بیان کی ہے۔

(۴) محمد بن حاطب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال اور حرام کے درمیان فرق یہ ہے کہ نکاح میں سب دف بجائیں اور گائیں (ترمذی- ابن ماجہ)

(۵) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسولخدا

سلہ بُعاث بضم با، مدینہ منورہ کے قریب ایک مقام ہے جہاں اوس اور خزرج کے قبیلوں کی بابت جنگ عظیم ہوئی تھی آخر میں صلح ہو گئی اور دونوں قبیلے متفق ہیں ۔

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نکاح کا اعلان کرو۔ اور اس پر دف بجاؤ (ترمذی)

(۶) ربیع بنت معوذ سے روایت ہے کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس اسوقت تشریف لائے جبکہ میں نکاح کے بعد شوہر کے گھر بھیجی گئی تھی۔ پس میرے فرش پر بیٹھ گئے۔ لڑکیاں دف بجا بجا کر اپنے اپنے باپوں کے مرثئے پڑھنے لگیں جو جنگ بدر میں کام آئے تھے اور ان میں سے ایک نے یہ مصرعہ کہا۔ وفینا نبی یعلم ما فی غد۔ یعنی ہم میں وہ نبی ہے جو کل کے آنیوالی بات جانتا ہے۔ پس آپ نے فرمایا۔ یہ چھوڑ اور وہی گا جو پہلے گا رہی تھی۔

(۷) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت (نکاح کے بعد) انصار میں سے ایک آدمی کی طرف (جو انکا شوہر تھا) بھیجی گئی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے ساتھ سامان سرود نہ تھا۔ کیونکہ انصار کو گانا بجانا اچھا لگتا ہے (بخاری)

(۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس انصار کی لڑکی تھی جسکا میں نے نکاح کر دیا تھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عائشہ! کیا تو گانے کا سامان نہیں کرائی۔ کیونکہ اس قبیلہ انصار کو گانا پسند ہے (صحیح ابن حبان)۔

(۹) عامر بن سعدؓ سے مروی ہے کہ میں قرضہ بن کعب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے پاس شب نکاح میں گیا کیا دیکھتا ہوں کہ لڑکیاں گا رہی ہیں۔ میں نے کہا اے مصاحبان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اہل بدر کیا تمہارے ہاں ایسے کام کئے جاتے ہیں (ان میں سے ایک نے) کہا۔ اگر تم چاہو تو ہمارے پاس بیٹھ کر سنو۔ اور اگر چاہو تو چلے جاؤ۔ ہم کو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نکاح میں گانے بجانے کی اجازت دیدی ہے۔ (ن)

روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک بار راستے میں چلے جا رہے تھے۔ باجے کی آواز سنکر پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے۔ بیان کیا گیا کہ ختنہ کی شادی ہے تو آپ خاموش ہو گئے اور منع نہیں فرمایا۔

فیصلہ چونکہ راگ کی حلت اور حرمت میں متعارض نصوص آئی ہیں۔ اسلئے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے احتیاطاً اسکی حرمت کا فتوے دیا ہے جیسا کہ اصول کا قاعدہ ہے کہ دلائل کے تعارض کے وقت حرمت کو اباحت پر مقدم رکھتے ہیں۔ یہانتک کہ آپ نے ولیمہ میں بھی گانا جائز نہیں رکھا۔ چنانچہ ہدایہ کی کتاب الکراہیتہ میں اس مضمون کی عبارت آئی ہے کہ جو شخص ولیمہ یا کسی دوسری ضیافت میں مدعو کیا جائے تو وہ (وہاں) کھیل کا سامان یا گانا پائے تو وہاں بیٹھے اور کھانا کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں خود ایک بار اس میں مبتلا ہو گیا تھا تو میں نے صبر کیا تھا۔ صاحب کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ کھیل کے سامان سب حرام ہیں یہانتک کہ نرسل مار مار کر گانا بھی حرام ہے۔ اور اسی لیئے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے "مبتلا ہو گیا" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ کیونکہ مبتلا ہونا حرام چیز ہی سے ہوتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حرمت سرود کی احادیث کو اس گانے بجانے پر محمول کیا ہے جو محض کھیل اور دل لگی کے لئے ہو۔ یا اس میں فتنے کا خوف ہو۔ اور جو گانا بجانا کسی غرض صحیح پر مبنی ہو۔ مثلاً نکاح کے اعلان یا ایسے ہی کسی دوسرے امر پر۔ اسکو وہ مباح سمجھتے ہیں۔ کتب حنفیہ میں بھی ایسی روایت موجود ہے چنانچہ ہدایہ کی کتاب الغصب میں لکھا ہے کہ "غازیوں کا نقارہ اور وہ دف جسکا بجانا بیاہ میں مباح ہے اسکے ضائع کرنے سے ذمہ واری لازم آتی ہے۔"

Marfat.com

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ راگ کی حرمت میں جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں وہ اس گانے پر محمول ہیں جو شہوت اور اور عشق مجازی سے دل کی شیطانی مرادیں پوری کرتا ہے۔ لیکن جو گانا خدا کی محبت پیدا کرتا ہے۔ وہ بذات خود مباح ہے۔ جب گانا سننا شادی کے موقعوں میں خوشی بڑھاتا ہے۔ تو اگر وہ خوشی مباح ہے تو وہ گانا بھی مباح ہے چنانچہ عید کے روز اور نکاح کے موقعہ پر۔ اور کسی بچھڑے ہوئے عزیز کی آمد پر۔ اور ولیمہ کی دعوت کے وقت اور بچے کی پیدائش کی تقریب پر۔ اور عقیقہ اور ختنہ کے دن اور حفظ قرآن کی آمین کے دن۔ وغیرہ وغیرہ۔

خزانہ اور کافی میں لکھا ہے کہ گانے بجانے وغیرہ کی حرمت لہو کے ساتھ مقید ہے۔ اور گانا بجانا لہو کے بغیر کسی اور غرض کے لئے ہو۔ جیسے نکاح کے وقت اور ولیمہ میں۔ اور غازیوں کی تیاری اور قافلے کے کوچ کے وقت۔ اور بندگان خدا یعنی صوفی لوگوں کے دل شوق میں لانے کے لئے جنسے خدا راضی ہے حنفیہ کے مذہب میں حرام نہیں۔

اتناع میں ہے کہ راگ سننے سے رقت قلب اور خشوع اور وصال الٰہی کے شوق کا جوش اور اسکے قہر اور عذاب کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ اور جس امر کا نتیجہ یہ ہو وہ ایک عبادت ہے اور جب گانا سننا ایسا ہو تو اس میں کھیل اور بیہودگی کا کیا دخل ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ جو اکابر علمائے ظواہر میں سے ہیں اور اولیاء اللہ کے رئیس ہیں عوارف میں فرماتے ہیں کہ اَلسَّمَاعُ یَسْتَجْلِبُ الرَّحْمَۃَ مِنَ اللّٰہِ الْکَرِیْمِ۔ یعنی سماع خداوند کریم کی رحمت لاتا ہے۔

حضرت خواجہ خواجگان عالیشان خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے سماع کے بارے میں فرمایا کہ "نہ انکار میکنم و نہ ایں کار میکنم"۔ یعنی میں نہ انکار کرتا ہوں اور نہ یہ کام کرتا ہوں۔ چونکہ ان کے طریقے کی بنا کمال اتباع سنت پر ہے۔ اور یقین ہے کہ گانا سننا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا دستور نہ تھا اسلئے انہوں نے منع فرمایا کہ "نہ ایں کار میکنم" اور چونکہ انکے نزدیک سماع کی حرمت ثابت نہیں تھی اس لئے فرمایا کہ "نہ انکار میکنم"۔ اگر وہ حرام سمجھتے تو ضرور انکار کر دیتے۔

پس جب اعلان نکاح کے لئے دف کا بجانا حلال یا مستحب ہے۔ تو ڈھول اور نقارہ اور طنبور وغیرہ میں بمقابلہ دف کے کونسا فرق ہے۔ کھیل اور بیہودگی کے لئے سب حرام ہیں اور صحیح غرض کے لئے سب حلال ہو سکتے ہیں۔ نکاح کا اعلان ہر چیز سے ہو سکتا ہے دف وغیرہ میں فرق کرنا ایک نامعقول بات ہے۔

مزامیر کی حرمت کو تسلیم کرنے کی تقدیر پر حرمت قطعی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ دلیل قطعی حرف محکم آیت یا متواتر حدیث یا اجماع امت ہوتی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرات کا اہل غنا کے حق میں یہ کہنا کہ لِاَھْلِہٖ مُبَاحٌ یعنے جو اسکے اہل ہیں ان کو مباح ہے۔ حق ہے لیکن موجودہ درویش لوگ اسکے اہل نہیں ہیں بلکہ یہ تکلف اور بناوٹ کے ساتھ وجد کرتے ہیں۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ نہ کہنا چاہئے کہ اس زمانے میں کوئی شخص اس جماعت سے نہیں ہے جو اسکی اہل تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا یَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ قَائِمَۃٌ الخ یعنی میری امت میں برابر ایسا گروہ موجود رہیگا جو خدا کے حکم پر قائم ہوگا۔ انکی پرواہ چھوڑ دینے والا شخص انکا کچھ نہ بگاڑ سکیگا۔ اور نہ وہ شخص جو انکی مخالفت کریگا۔ اور فرمایا۔ مَثَلُ اُمَّتِیْ کَمَثَلِ الْمَطَرِ لَا یُدْرٰی اَوَّلُھَا خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُھَا یعنے میری امت کی مثال مینہ کی سی ہے

Marfat.com

جسکی نسبت معلوم نہیں کہ اسکا اول اچھا ہے یا آخر۔

برادرمن! اہل وجد تین قسم کے ہیں۔ ایک تو اہل کمال ہیں جنکے باطن میں دردِ الٰہی پیدا ہو جاتا ہے اور انکو بے اختیار کر دیتا ہے۔ یہ جماعت خدائی گروہ ہے۔ اسکا انکار خرابیِ دین کا موجب ہے۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو اعلیٰ حالات کو پیدا کرنے کے لئے راگ سنتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس تدبیر سے واردات حاصل کریں۔ یہ بھی محمود ہے۔

تیسرے وہ لوگ ہیں جو ریا کے طور پر وجد کرتے ہیں تاکہ لوگ انکو اہل کمال سمجھیں۔ یہ لوگ فاسق اور ریاعتی ہیں۔

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تکلف سے وجد کرنے کی ایک قسم مذموم ہے اور یہ وہ ہے جس سے دکھاوا اور احوال شریفہ کا اظہار مقصود ہو۔

اور ایک قسم محمود ہے اور وہ احوال شریفہ کی تلاش کا ذریعہ ڈھونڈھنا اور ان احوال کو اس تدبیر سے پیدا کرنا اور حاصل کرنا ہے کیونکہ کسب کو احوال پیدا کرنے میں بڑا دخل ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو جسے قرآن کی قرأت میں رونا نہ آئے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ تکلف سے رونی صورت اور غمگین شکل بنائے۔ کیونکہ ان حالات میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پہلے شروع شروع میں تکلف کیا جاتا ہے اور انجام کار وہ احوال سچ مچ پیدا ہو جاتے ہیں۔

پس یاد رکھنا چاہئے کہ سماع میں جس شخص کو وجد طاری ہوتا دیکھیں اسکا انکار نہیں کرنا چاہئے۔

(رسالہ ازالۃ العنود فی مسئلۃ السماع و وجدۃ الوجد مصنفہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رح)

فوائد الفواد میں لکھا ہے کہ راگ کا جواز مذکورہ ذیل شرطوں پر موقوف ہے۔

(۱) راگ گانے والا لڑکا اور عورت نہ ہو۔

(۲) بیہودہ اور فحش باتیں راگ میں نہ کہی جائیں۔

(۳) راگ سننے والوں کی غرض خواہش نفسانی کا پورا کرنا نہ ہو بلکہ وہ سب کے سب یادِ حق میں مستغرق ہوں

(۴) مزامیر اور سازوں سے راگ نہ گایا جائے۔ پس اگر ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہ ہو تو راگ سننا حرام ہے۔ (ف)

غنی اللہ تعالٰے کے ننانویں ناموں میں سے ایک نام ہے۔ جسکے معنے ہیں بے پرواہ۔ قرآن مجید میں یہ اسم کئی جگہ آیا ہے۔ سورۃ بقر رکوع ۳۶ میں ارشاد ہے وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ۔ یعنی اور اللہ بے پرواہ حلم والا ہے۔

سورۃ فاطر کے تیسرے رکوع میں آیا ہے یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ ۚ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ۔ لوگو تم (ہمہ وقت) اللہ کے محتاج ہو اور اللہ (جو ہے تو) وہی بے نیاز ہے (اور ساری) خوبیاں رکھتا ہے۔

سورہ ممتحنہ میں ہے وَمَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ۔ جو شخص مونہہ پھیریگا تو اللہ بے نیاز اور سزاوار حمد و ثنا ہے۔

غوث (ل) فریادرس۔ وہ شخص جس سے مدد طلب کی جائے اور وہ فریاد سنکر مدد دینے والا ہو۔ (ص، و) میں ولایت کے درجوں میں سب سے بڑے درجہ کا ولی غوث ہوتا ہے۔ بعض کے نزدیک غوث سے بھی بڑا درجہ قطب کا ہوتا ہے۔ غیاث اللغات میں منقول ہے کہ قطب کے دائیں بائیں دو غوث ہوتے ہیں۔ پس اس لحاظ سے قطب کا درجہ غوث سے بڑا ہوا۔

غول غول سے مراد وہ بھوت ہے جو بیابان میں طرح طرح کی شکلوں میں نمودار ہوکر راہرو دل اور مسافروں کو ڈراتا ہے اور اسکی بنا عموماً ڈر پوک شخص

کے تخیلات و توہمات سے ہوتی ہے اصلیت کچھ بھی نہیں ہوتی۔
چنانچہ شریعت غول کے وجود کو تسلیم نہیں کرتی۔ حدیث
شریف میں آیا ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ لَا عَدْوٰی وَلَا صَفَرَ وَلَا غُوْلَ (مس) یعنے
نہ کسی کو کسی سے بیماری لگتی ہے اور نہ ماہ صفر کی کوئی
نحوست ہے جو اثر کرتی ہے اور نہ غول کوئی چیز ہے۔

غیب دل پوشیدہ۔ اس پوشیدگی کی کئی قسمیں ہیں
اول اضافی۔ کہ ایک چیز ہمارے سامنے
ہے مگر اس شخص سے جو کوس دو کوس دور ہے غائب
اور غیب ہے۔ یہانتک کہ عالم ناسوت کی جمیع چیزیں
اگر ایک سے غیب میں ہیں تو دوسرے کے نزدیک
موجود ہیں۔ اس قسم کا غیب خاصۂ خدا نہیں۔ کیونکہ
یہ غیب مطلق نہیں۔ بلکہ من وجہ مشہود ہے۔ اسکو
ایک جانتا ہے تو دوسرا نہیں جانتا۔ جنات اکثر اسی
قسم کے غیب کاہنوں سے بیان کر دیتے تھے۔ اور اب
بھی بیان کر دیں تو کچھ بات نہیں۔

دوم۔ عالم ناسوتی سے غیب یعنی عالم مثال کی چیزیں ہیں
عام ہے کہ وہ ابھی اس عالم میں نہیں آئی۔ بلکہ آنیوالی
ہیں یا چلی گئی ہیں۔ اب وہ نہ ان آنکھوں سے دیکھ
سکتے ہیں نہ ان کانوں سے سنی جاسکتی ہیں یا نہ ان ہاتھوں
سے ٹٹولی جاسکتی ہیں۔ نہ ناک سے سونگھی جاسکتی ہیں یا
نہ زبان سے چکھی جاسکتی ہیں۔ اس قسم کا غیب
اول غیب سے بلند ہے۔ مگر یہ بھی غیب مطلق نہیں
جسکو غیب الغیب کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ چیزیں عالم ملکوت
کے لوگوں کے سامنے ہوتی ہیں۔ اور یہ روح بھی کہ
کبھی روح خواب میں جبکہ اسکو کچھ فرصت جسمانیہ سے
نورانیت حاصل ہوتی ہے۔ ان چیزوں میں سے
بعض بالکل یا کچھ دریافت کر لیتی ہے۔ اور اسی طرح اہل
کشف صادق بحالت بیداری اپنی روحانی تجلی میں
دریافت کر لیتے ہیں جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام

و اولیائے کرام۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حدیث کسوف
ہے جسمیں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
نماز میں اس عالم غیب کی چیزیں دکھائی گئیں اور
اسلئے اشراقی اور اہل ریاضت بھی کبھی کبھی بعض
چیزوں سے واقف ہو جاتے ہیں اور کاہن اور رمال
و جفار اور نجومی بھی کبھی کبھی اپنے قواعد سے کچھ
اڑتی ہوئی بات معلوم کر کے اپنی قوت متوہمہ سے
ایک قالب میں ڈھالتے ہیں مگر خود ان قواعد کی غلطی
یا ان سے استنباط کی لغزش اور اسیطرح خواب و مکاشفہ
میں قوت وہمیہ کی آمیزش اس علمی مرتبے کو ظن کے
مرتبے میں کر دیتی ہے۔ یعنی بجز کشف انبیاء علیہم السلام
کے اور جسقدر طریقے ہیں علی قدر مراتب ان میں غلطی کا
احتمال باقی رہتا ہے اسلئے ان کے جاننے کو علم یعنے
یقین نہیں کہہ سکتے۔ پس اس قسم کا غیب بھی اُس کی
طرف سے خاص حضرات انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوتا
ہے جسکی یہ احتیاط کیجاتی ہے کہ آگے اور پیچھے ملائکہ کا
پہرہ رہتا ہے تاکہ شیاطین اور قوت فکریہ و قوت وہمیہ
و خیالیہ آگے سے اور عادات و طبائع سامنے سے ہیں
کچھ بھی دست اندازی نہ کریں۔ رمالوں، جفاروں
نجومیوں اور کاہنوں وغیرہ کے غیب میں تو ہزاروں
میں کوڑا کرکٹ ہوتا ہے اور حضرات اولیاء کرام کے
مکاشفات میں بھی یہ محافظت نہیں ہوتی اسلئے انکو
بھی آخر الامر کتاب و سنت پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے جو
وحی کے اقسام سے ہیں اور اسی لئے اور مکلفین
کو بھی انکے الہامات کا پابند نہیں کیا گیا۔ اور نہ وہ الہامات
حجت قاطعہ ٹھہرائے گئے ہیں۔

تیسری قسم غیب الغیب اور غیب مطلق ہے جسکو
حق سبحانہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ پھر اسکی بھی
دو قسمیں ہیں۔ بعض وہ ہیں کہ جنکے جاننے کی کسی ممکن
میں قدرت ہی نہیں اور یہ ایک لے انتہا غیب ہے

Marfat.com

لَا يَعْلَمُهٗ اِلَّا هُوَ۔ اور بعض ایسی بھی ہیں جنکو ملائکہ مقربین و حاملان عرش جان تو سکتے ہیں مگر نہیں بتائی جاتیں۔ اور بعض ایسی ہیں کہ کبھی بتلائی بھی جاتی ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۙ (س۔ جن۔ ع ۲) یعنے اللہ غیب جاننے والا ہے۔ اپنے غیب پر ایک کو واقف نہیں کرتا۔ مگر اپنے پسندیدہ رسول کو۔ پھر اسکے آگے اور پیچھے پاسبان مقرر کر دیتا ہے۔ (لق)۔

غیبت | غیبت کے معنے ہیں کسیکو اسکے پس پشت برا کہنا عام اس سے کہ وہ برائی اس میں ہو یا نہ ہو ہے تو نری غیبت ہے اور نہیں تو غیبت کے ساتھ بہتان بھی۔ شریعت میں غیبت کی بڑی مذمت آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ (س۔ حجرات۔ ع ۲) (مسلمانو!) اور نہ تم میں سے ایک کو ایک پیٹھ پیچھے برا کہے۔ بھلا تم میں سے کوئی (اس بات کو) گوارا کریگا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ یہ تو (یقیناً) تمکو گوارا نہیں (تو غیبت کیوں گوارا ہو کہ یہ بھی ایک قسم کا مردار کھانا ہے۔

ابو سعید اور جابر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے۔ آدمی زنا کر کے توبہ کرتا ہے تو خدا اسکی توبہ قبول کر لیتا ہے اور غیبت کرنے والے کی بخشش نہیں ہوتی تاوقتیکہ وہی شخص بخشے جسکی غیبت کی۔ (مش)۔

غیب کی خبر بتانا | دیکھو (کہانت)۔

غیرت | غیرت جسکا تعلق مذہبی و اخلاقی خودداری سے ہے وہ داخل اسلام ہے۔ لیکن جو غیرت آدمی کو ایک وحشی بنادے وہ ممنوع ہے چنانچہ حدیث میں ایک طرف غیرت و خودداری کی تعریف آئی ہے۔ اور دوسری طرف شدت غیرت کے باعث اپنی بیویوں کی حرکات و سکنات کو تاڑتے رہنے اور انکی قیدیوں کی سی نگرانی کرتے رہنے کی ممانعت بھی آئی ہے۔

غیر ظاہر المذہب | (ص۔ ف) میں ان مسائل کا نام ہے۔ جو مبسوط۔ جامع صغیر۔ جامع کبیر۔ سیر کبیر میں نہ ہوں۔ خواہ امام محمدؒ کی دوسری کتابوں مثلاً کیسانیات۔ رقیات۔ جرجانیات۔ ہارونیات میں ہوں یا کسی اور کی تصنیفات ہیں جیسے حسن بن زیاد کی کتاب مجرد (مقدمہ عمدۃ الرعایۃ)

غیر مہدی | مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا شیعی الاصل فرقہ ہے جسکا بانی سید محمد نام جونپور کا باشندہ ایک شخص ہے۔ غیر مہدی لوگوں کا عقیدہ ہے کہ سید محمد ہی مہدی موعود ہے۔ وہی بارہواں امام ہے اب اسکے بعد اور کوئی مہدی نہیں آئیگا۔ یہ لوگ سید محمد کی پیغمبروں کے برابر تعظیم و توقیر کرتے ہیں۔ اسکے گھر کو کعبۃ اللہ سمجھتے ہیں اور اسکی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور اسکے بعد ایک کلمہ کا ورد کرتے ہیں جس میں اللہ اور اسکے رسول اور قرآن مجید اور مہدی کی سچائی اقرار ہوتا ہے۔

بابُ الفاء

فاتحہ | سورۃ فاتحہ۔ قرآن مجید کی پہلی سورت کا نام ہے اور وہ یہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ اس سورۃ کا نام فاتحۃ الکتاب ہے اسلئے کہ قرآن مجید کا آغاز اسی سے ہوتا ہے۔ یہ سورۃ مکّی ہے۔ بعض مدنی کہتے ہیں۔ مگر زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی ہے۔ ایک بار مکہ میں نازل ہوئی جب نماز فرض کی گئی۔ پھر مدینہ میں نازل ہوئی جب قبلہ کی تبدیلی ہوئی۔ اسکا نام ام الکتاب اور ام القرآن بھی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو ام القرآن نہ پڑھے۔ سورہ وافیہ اور سورہ کافیہ بھی اسکا نام ہے۔ اسلئے کہ یہ قرآن کے اکثر مضامین پر جامعیت کے ساتھ مشتمل ہے۔ سورۃ الکنز بھی اسکا نام ہے۔ کیونکہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ كَنْزٌ مِّنْ كُنُوْزِ عَرْشِيْ یعنی فاتحۃ الکتاب میرے عرش کے خزانوں سے ایک خزانہ ہے۔ سورہ شفار اور سورہ شافیہ بھی اسکا نام ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فَاتِحَةُ الْكِتَابِ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ اِلَّا السَّامَ۔ سورۃ المثانی بھی اسکا نام ہے کیونکہ وہ ہر نماز میں دو دو بار پڑھی جاتی ہے۔ سورۃ الصلوٰۃ بھی اسکو کہا جاتا ہے کیونکہ یہ نماز میں پڑھنی واجب اور بعض مذاہب کے نزدیک فرض ہے۔ سورۃ الحمد اور سورۃ الاساس بھی اسکو کہا جاتا ہے کیونکہ وہ قرآن مجید کی اساس (بنیاد) ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ جب تو بیمار ہوجائے یا تجھے صحت کی شکایت ہو۔ تو اساس (الحمد) کو لازم پکڑ۔ سورۃ الحمد اسلئے کہ اس میں خدا کی حمد درج ہے۔ یہ سات آیات ہیں (بقیہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سعید بن المعلیٰ رض سے فرمایا۔ کیا نہ سکھلاؤں میں تجھکو ایسی سورت جو قرآن میں (از روئے فضائل) سب سورتوں سے بڑی ہے۔ پھر فرمایا وہ سورۃ الحمد للہ رب العالمین ہے۔ وہ سات آیات ہیں کہ مکرر پڑھی جاتی ہیں۔ اور قرآن ہے بڑا کہ دیا گیا ہے مجھکو۔ اس حدیث کے آخری کلمات میں اس آیۃ شریف اشارہ ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ یعنی (اے پیغمبر) ہم نے تمکو سات آیتیں کہ مکرر پڑھی جاتی ہیں نماز میں یا ثنا کیگئی ہے۔ ان کی فصاحت و اعجاز کے متعلق۔ اور دیا ہم نے تمکو قرآن عظیم۔ اس سے مراد فاتحہ ہے۔ چونکہ یہ قرآن کا جزو اعظم۔ اس لیے اسکو قرآن عظیم سے تعبیر فرمایا (مظ)

فاسق فسق کے اصلی معنے تو ہیں خروج کے۔ بولا کرتے ہیں فَسَقَتِ الرُّطَبَةُ عَنْ قِشْرِهَا۔ وَالْفَارَةُ مِنْ جُحْرِهَا۔ اَیْ خَرَجَتْ (یعنی چھوہارا چھلکے سے اور چوہا اپنے بل سے نکل باہر ہوا) لیکن شریعت میں گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو کر خدا کی طاعت سے باہر ہو لیے یا صغیرہ گناہ پر اصرار کرنے کو فسق کہتے ہیں۔ تو فاسق کے شرعی معنے ہوئے مرتکب گناہ کبیرہ۔ فاسق کی دعوت قبول کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ عمران بن حصین سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسقوں کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا (دمش) فاسق کی گواہی بھی مقبول نہیں ہوتی۔

انس رض کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب فاسق کی تعریف کیجاتی ہے۔ تو خدا کا غضب بھڑک اٹھتا ہے اور عرش کانپنے لگتا ہے (دمش)۔

فاسق کے پیچھے نماز جائز ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے تَجُوْزُ الصَّلٰوةُ خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ

ہر نیک و بد کے پیچھے نماز جائز ہے۔

فاسق کو امام بنانا اچھا نہیں ہے۔ جواز نماز کا یہ معنے ہے کہ اگر ایسا شخص نماز پڑھانے کھڑا ہو گیا تو اسکے پیچھے نماز پڑھ لینا چاہیئے۔ بہرحال ایسے شخص کو امامت کے لئے انتخاب کرنا جائز نہیں ہے۔

فاطر کسی چیز کو بغیر نمونہ اور مادے کے بنانا۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جو مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

فاطمہ رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی لڑکی تھیں۔ ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت الفت تھی۔ پیدائش انکی بقول ابن جوزی نبوت سے پانچ برس پہلے ہوئی اور نکاح پندرہ برس پانچ مہینے کی عمر میں حضرت علی سے غزوہ احد کے بعد ہوا۔

فاطمہ انہیں اسلئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالے قیامت کے دن انکو اور انکی اولاد کو آتش دوزخ سے یکسو رکھیگا۔

مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا آتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے اور ہاتھ پکڑ کر جبیں مبارک پر بوسہ دیتے اور اپنے مقام پر بٹھلاتے۔ اور اسیطرح جب کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت زہرا کے پاس تشریف لاتے تو یہ تعظیم کے لئے اٹھ کھڑی ہوتیں اور استقبال کرکے آنجناب کا ہاتھ پکڑتیں اور اپنی جگہ بٹھلاتیں۔ زہرا، زاکیہ، راضیہ اور بتول حضرت سیدہ کے القاب ہیں اور وجہ تلقیب بہ بتول یہ ہے کہ بتل بمعنے قطع ہے سو حضرت سیدہ فضل و کمال حسن و جمال میں عورات عالم سے منقطع تھیں۔ اور بہ سبب عبادت اور نورانیت و دینیت کے زہرا کہلاتی تھیں۔ آپکو بتول اسلئے بھی کہا جاتا ہے کہ آپ ایام ماہواری سے بکلی منقطع تھیں۔

تمام انکے نکاح کی بابت کہ جب یہ جوان ہوئیں تو اول حضرت ابوبکر صدیق نے اور بعدہٗ عمر فاروق نے خواہش نکاح کی حضرت سیدہ سے ظاہر کی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی وہ چھوٹی ہے۔ تب حضرت علی نے درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ مرحباً واہلاً۔ بعد ازاں حضرت نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا۔ وہ خاموش ہو رہیں۔ پھر آپ نے حضرت علی سے فرمایا کہ تیرے پاس کچھ ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ ہاں گھوڑا اور زرہ ہے۔ فرمایا گھوڑا جہاد کے لئے ضرور ہے زرہ کو بیچو۔ انہوں نے چار سو اسّی (۴۸۰) درہم کو زرہ بیچی۔ حضرت عثمان نے خرید کر قیمت ادا کرکے زرہ بھی واپس کر دی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دراہم لیکر اپنے پاس رکھے۔ پھر آنجناب نے ایک مٹھی دراہم لیکر بلال کو دئے اور فرمایا کہ اسکی خوشبو لے آؤ۔ اور اہلبیت سے ارشاد کیا کہ فاطمہ کا سامان تیار کرو۔ چنانچہ ایک چارپائی بنائی گئی اور ایک توشک چمڑے کی تیار ہوئی جس میں درخت خرمے کا پوست بھرا گیا۔ امام احمد نے روایت کیا ہے کہ ایک کملی مخطط اور ایک مشک اور ایک تکیہ چرمی بھی جہیز میں تھا۔ (کذا فی المواہب)۔ غرض کہ آپ نے حضرت علی سے نکاح کر دیا اور چار سو مثقال چاندی مہر قرار دیا۔

بروایت صحیحہ ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تاحیات سیدہ دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا۔ ایک مرتبہ حارث ابن ہشام برادر ابوجہل نے علی مرتضے سے درخواست کی کہ تم مسماۃ عوراء بنت ابی جہل سے نکاح کرو۔ یہ حال سنکر حضرت سیدہ رضہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تب حضرت نے خطبہ پڑھا اور فرمایا خبردار رہو کہ بنی ہشام بن مغیرہ کی اولاد مجھسے اسکی اجازت مانگتی ہے کہ اپنی بیٹی کو علی مرتضے ابن ابیطالب سے نکاح کریں۔ سو میں انکو اجازت نہیں دیتا مگر یہ کہ ابوطالب کا بیٹا یہ چاہے تو میری بیٹی کو طلاق دے

Marfat.com

اور انکی بیٹی سے نکاح کرے۔

عمر حضرت فاطمہؓ کی اٹھائیس برس کی اور ایک روایت میں ہے کہ انتیس (۲۹) برس کی ہوئی۔ اور وفات بروز سہ شنبہ بتاریخ سوم رمضان سلہ؁ میں واقع ہوئی اور قبر شریف بروایت صحیحہ جنت البقیع میں ہے (لغر)۔

ان کا شمار ان چار خدا پرست خاتونوں میں ہے جو دنیا بھر کی خواتین سے عالیجاہ ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

(۱) آسیہ زوجۂ فرعون۔

(۲) مریم اُمّ عیسٰے علیہ السلام۔

(۳) خدیجۃ الکبرٰے رضی اللہ عنہا۔

(۴) فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فاطمہ اپنی تمام صاحبزادیوں سے زیادہ عزیز تھیں۔ آپ نے وفات سے پیشتر حضرت فاطمہؓ کو بشارت دی تھی کہ میری وفات کے بعد سب سے پہلے مجھ سے تم ملوگی اِس خوشخبری سے حضرت فاطمہ کو خوشی ہوئی۔ اور آپ کی زبان مبارک سے آپ کے قرب انتقال کی خبر سنکر انکو جو صدمہ ہوا تھا اسکی بہت کچھ تلافی ہوگئی۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت فاطمہ نے انتقال کیا۔ انکی زندگی میں حضرت علی نے دوسری شادی نہیں کی اور نہ انکو شرعاً اسکی اجازت تھی۔

فال حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ شگون کوئی چیز نہیں اور اچھا شگون فال نیک ہے لوگوں نے عرض کیا فال کیا ہے۔ فرمایا نیک کلمہ ہے جو تم میں سے کوئی سنے (مش)۔

مطلب یہ ہے کہ برے شگون کی کوئی اصلیت نہیں جیسے کہ ایام جاہلیت میں عام لوگ اور آجکل بھی بعض جہلا بعض پرندوں کی اڑان سے نحوست وسعادت کے آثار قرار دے لیتے ہیں اور ان کے مقاصد میں اس استلزام بالا میں سے کئی قسم کی رکاوٹیں واقع ہوتی ہیں۔ شریعت نے اس سے قطعی ممانعت کی ہے اور حکم دیا ہے کہ اسکا کوئی اثر نہیں۔ (حاشیہ مشکوٰۃ)

جائز قسم کی فال یہ ہے کہ مثلاً کوئی بیمار ہے۔ اور ایکطرف کسی نے عبد السلام کا نام پکارا تو سلام کے لفظ سے نیک فال لیکر کہہ سکتے ہیں کہ اللہ اس بیمار کو سلامت رکھیگا۔ اور مثلاً کوئی شخص طلب رزق کی فکر میں جا رہا ہے راستہ میں کسی کے منہ سے سنا کہ خدا رازق ہے تو اس سے وہ فال لے سکتا ہے کہ خدا مجھے کامیاب کریگا۔ (علےٰ ہذا القیاس)۔

انس رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی کام کے لئے نکلتے۔ تو آپکو "اے راشدؔ" اے "نجیح" (کی قسم کی مبارک آوازیں) سننا بہت پسند ہوتا تھا۔

فتّاح اسمائے حسنٰے سے ہے (ل) مشکلکشا۔ یا بندوں میں حکم کرنے والا۔ فتح سے مشتق ہے۔ جسکے معنے کھولنے اور حکم کرنیکے ہیں۔ یعنے خدا تعالےٰ اپنی مخلوق پر رحمت کے دروازے کھولتا ہے اور وہ خلائق میں حاکم علے الاطلاق ہے۔

قرآن مجید میں یہ اسم بعینہ موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ (س۔ سبا۔ ع ۳) کہدو کہ ہمارا پروردگار (قیامت کے دن) ہم (دونوں فریقوں) کو (ایک جگہ) جمع کریگا۔ پھر ہم میں (تم میں) انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیگا۔ اور وہ بڑا ٹھیک فیصلہ کرنے والا اور (سب حال سے) واقف ہے۔

فتاوےٰ الهروی فقہ میں نہایت عمدہ کتاب ہے جسکو یحیی بن حسین سندی نے ۸۳۰ھ میں تصنیف کیا (کشف)۔

لہ راشد کے معنے سیدھی راہ پر چلنے والا۔ نجیح کے معنے کامیاب ۱۲

Marfat.com

فتاوےٰ برہنہ فقہ حنفی کا ایک فتاوے نصیر الدین بنائی کی تصنیف ہے۔

فتاوےٰ تاتارخانیہ امام عالم بن علا حنفی کی تصنیف ہے جسمیں محیط برہانی۔ ذخیرہ۔ خانیہ اور ظہیریہ کے مسائل جمع کئے گئے ہیں۔ محیط کے سوا باقی کتابوں کا صراحتہً حوالہ دیا گیا ہے اور محیط کیطرف م سے اشارہ کیا گیا ہے ہدایہ کی طرز پر اسکے ابواب کی ترتیب دیگئی ہے۔ مصنف نے خطبہ میں کہا ہے کہ اس کتاب کے لکھنے کا سے بادشاہ تاتار خان نے حکم دیا ہے اسی لیئے اسکے نام پر یہ کتاب مشہور ہو گئی ہے بعض نے کہا ہے کہ اسکا اصلی نام زاد المسافر ہے۔ امام ابراہیم بن محمد حنفی سنہ ۹۵۶ھ نے ایک جلد میں اسکو ملخص کیا۔ (کشف)

فتاوےٰ عالمگیری فقہ حنفی کا معتبر فتاوے ہے جسے فتاوے ہندیہ بھی کہتے ہیں۔ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے زمانہ میں خاص بادشاہ کی سرپرستی میں بہت سے مشاہیر علماء کے اجتماع سے تصنیف ہوا۔ اسلئے جو اہتمام اس کی تصنیف میں ہوا ہے وہ کسی دوسری کتاب میں نہیں ہوا۔

فتاوےٰ قاضیخان فقہ حنفی میں نہایت مستند فتاوے ہے مصنفہ فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی فرغانی جو سنہ ۵۹۲ھ میں فوت ہوئے۔ اس فتاوے میں اکثر ایسے مسائل بیان کیئے گئے ہیں جو اکثر دفعہ وقوع میں آتے رہتے ہیں۔ یہ فتاوے چار جلدوں میں ختم ہوا ہے پہلی دو جلدوں میں عبادات اور آخری دو جلدوں میں معاملات کا بیان ہے۔ (کشف)

فتح قرآن مجید کی ایک سورت کا نام ہے جس میں جنگ حدیبیہ کی صلح کو اللہ تعالے نے فتح مبین قرار دے کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری دی تھی۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ (س۔ فتح۔ ع ۱)

یعنے ہمنے تجکو لگا دیا تیرے لئے فتح غالب کا۔

ابن جریر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ہجرت کے چھٹے سال نبی صلے اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے کو چلے اور مشرکوں نے بمقام حدیبیہ آپ کو روک دیا۔ اور اسبات پر فیصلہ ٹھہرا کہ اگلے سال آپ عمرہ کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں اپنی قربانی ذبح کردی۔ اس سے صحابہ کی ایک جماعت کو رنج تھا جن میں عمر بن الخطاب رض بھی تھے۔ پھر جب قربانی کرکے مدینے کو واپس چلے تب یہ سورۃ مدینہ میں نازل ہوئی جس میں ان شکستہ دل مسلمانوں کو مژدہ ہے کہ یہی صلح تمہارے لئے فتح وظفر ہے۔ چنانچہ بخاری نے براء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اے لوگو! تم مکہ فتح ہو جانے کو فتح سمجھتے ہو وہ بھی سہی ہم تو یوم حدیبیہ میں بیعت الرضوان کو فتح سمجھتے ہیں۔ ہم چودہ سو آدمی حضرت کے ساتھ تھے اور حدیبیہ جو ایک کنواں ہے اس میں جسقدر تھوڑا سا پانی تھا سب کھینچ لیا۔ ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کسیقدر پانی مانگا۔ وضو کرکے کلی اس میں ڈالدی پھر اس میں اسقدر پانی ہو گیا کہ سب آدمیوں اور اونٹوں نے سیر ہو کر پیا۔

فتح مبین میں علماء کے چند اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں فتح مکہ گو اسوقت تک نہ ہوئی تھی مگر یقینی چیز کو بلفظ ماضی تعبیر کرنا قرآن کا محاورہ ہے۔ بعض کہتے ہیں فتح روم وغیرہ جو اہل اسلام کو پے بعد دیگرے اس سورۃ کے بعد ہونی شروع ہوئیں۔ خیبر فتح ہوا اور علاقے عرب کے زیر حکومت ہوئے۔ یمن میں تسلط ہوا۔ خراج بھی آنے۔ بعض کہتے ہیں مراد ہیں فتح اسلامیہ۔ بعض کہتے ہیں یہ صلح حدیبیہ جو مقدمہ ہے جمیع فتوحات کا۔

یہ اقوال باہم متعارض نہیں۔ ہر ایک درست ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صلح حدیبیہ سے مسلمانوں کو

ایک رنج تھا کہ کفار قریش نے مکہ کے قریب سے مسلمانوں کو اور حضرت کو مکہ میں آنے نہ دیا۔ اور اگلے سال پر ٹال دیا۔ گویا مسلمان دب گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ فروتنی کو اختیار کیا۔ جنگ و جدل کرنا مناسب نہ جانا۔ اُسکے صلہ میں اللہ تعالےٰ نے فتوحات کے دروازے حضرت پر اور حضرت کے پیروؤں پر کھول دئے تھوڑے دن نگذرے تھے کہ خیبر فتح ہوا جس سے مدینہ کے مسلمانوں کا فقر و فاقہ لوٹ گیا۔ اسکے بعد مکہ فتح ہوا اور بہت سے فتوحات ظاہر ہوتے گئے جنکی مفصل کیفیت کتب تواریخ میں موجود ہے (لف)

فتح القدیر ہدایہ کی شرح ہے مصنف شیخ الاسلام کمال الدین المعروف بابن الہمام جو سنہ ۸۶۱ھ میں فوت ہوئے۔

فتح المنان (فی) تفسیر القرآن چالیس جلدوں کی تفسیر ہے جس کو قطب الدین محمود بن مسعود شیرازی متوفی سنہ ۷۱۰ھ نے تصنیف کیا۔ یہ تفسیر علامی سے مشہور ہے۔ (کش)۔

فترۃ سستی۔ کمزوری۔ رکاوٹ۔ دھیما پڑ جانا (ص) نیز وہ مدت جو ایک پیغمبر کی وفات سے لیکر دوسرے پیغمبر کے مبعوث ہونے تک ہوتی ہے (غ)

فترۃ کا اطلاق اس سہ سالہ مدت پر بھی کیا جاتا ہے۔ جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نازل ہونے میں توقف پڑ گیا تھا۔ پہلی مرتبہ جب اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ہ نازل ہوئی۔ تو پھر تین سال تک وحی نہ آئی جس میں خداوند تعالےٰ کی کوئی حکمت تھی۔ اس توقف و التوا سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسقدر ملول و تنگدل رہتے تھے کہ کئی مرتبہ آپ نے اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی پر سے گرا دینے کا ارادہ کیا۔ مگر ہر مرتبہ جبرئیل علیہ السلام آپ کے سامنے نمودار ہوتے اور کہتے "یا محمدؐ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور میں آپ کا دوست اور بھائی ہوں ایسا نہ کیجیئے"۔ اس عرصہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھے دیکھا۔ اسوقت آپ کے دل پر ایک ہیبت اور سخت قرزی طاری ہوئی گھر آئے اور فرمایا۔ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ یعنے مجھ پر چادر ڈال دو۔ مجھ پر چادر ڈال دو۔ پہلی مرتبہ وحی کے نازل ہونے پر بھی ایسا ہی ہوا تھا غرض جب چادر اوڑھ کر آپ کی طبیعت بحال ہوئی تو وحی نازل ہوئی يَا اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ ہ اے (پیغمبر) جو چادر اوڑھے پڑے ہو اٹھو اور لوگوں کو (عذاب الٰہی سے) ڈراؤ۔ پھر وحی متواتر آتی رہی (مد)۔

فتن فتنہ کی جمع۔ مراد فتنہ و فساد۔ باغیانہ شورشیں جنگ و جدل ہنگامے۔ بلوے۔ (ص یش) نیز جنگ و جدل کے وہ واقعات مراد ہوتے ہیں جنکے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد واقع ہونے کی پیشگوئیاں کی ہیں۔ کتب احادیث میں باب الفتن کے نام سے ایک خاص باب درج ہے جس میں ان واقعات کے متعلق آنحضرتؐ کی پیشینگوئیاں جمع کی گئی ہیں۔ دیکھو مشکوٰۃ شریف مطبوعہ لاہور صفحہ ۴۵۹۔ کتاب الفتن۔ جس میں سے چند احادیث ذیل میں درج کیجاتی ہیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھ پر ہوگی (بخ)۔

سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت تیس سال رہیگی پھر بادشاہی ہو جائے گی۔ سفینہ کہتے ہیں گن لو۔ ابوبکر کی خلافت دو سال عمر کی خلافت دس سال۔ عثمان کی خلافت ۱۲ سال۔ اور علی کی خلافت چھ سال۔ (ت)۔

ثوبان سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب میری امت میں تلوار رکھی جائے گی

Marfat.com

تو قیامت تک اس سے نہ اٹھائی جائے گی اور قیامت نہ آئے گی تا وقتیکہ میری امت کے قبائل مشرکوں کے ساتھ نہ مل جائیں اور تا وقتیکہ میری امت کے قبائل بت پرستی نہ کرنے لگ جائیں۔ اور میری امت میں تیس کذاب پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک اپنے نبی اللہ ہونے کا گمان کریگا۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور ہمیشہ ایک جماعت میری امت میں سے برابر حق پر قائم رہیگی کوئی مخالف انہیں نقصان نہ پہنچا سکیگا یہانتک کہ اللہ کا حکم آ جائے۔ (ابو۔ تر)۔

فتوحاتِ مکیہ تصوف میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی طائی کی تصنیف ہے۔ جو ۶۳۸ھ میں فوت ہوئے۔ یہ کتاب حضرت شیخ رح کی آخری تصنیف ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حج اور عمرہ کرنے کا ارادہ کیا اور جب مکہ معظمہ میں پہنچا تو خدا نے میرے دل میں اس کتاب کی تالیف کا خیال ڈالا۔ آپ کہتے ہیں کہ اس کتاب میں جو کچھ لکھا گیا ہے اور جس نہج پر اسکی ترتیب دی گئی ہے اس میں کوئی اختیار نہیں ہے بلکہ سب کچھ خدا کی جانب سے ہے۔ شیخ عبدالوہاب بن احمد شعرانی نے اسکی تلخیص کی اور اسکا نام لواقح الانوار القدسیۃ المنتقاۃ من فتوحات المکیہ رکھا۔ (کش)

فتوح الغیب علم تصوف میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جو ۵۶۱ھ میں فوت ہوئے (کش) (دیکھو۔ عبدالقادر جیلانی)۔

فجار بدکاری گنہگاری معصیت۔ خدا کی نافرمانی۔ حرب فجار اور یوم فجار ایک جنگ کا نام ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے واقع ہوئی تھی۔ ایک طرف قریش اور بنی کنانہ تھے اور دوسری طرف بنو قیس تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ابھی جوان تھے آپ بھی اس جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ چونکہ یہ جنگ مخالفین کی شرارت کے باعث ان متبرک مہینوں میں چھڑ گئی تھی جنکی اہل عرب قدیم سے عزت کرتے آئے ہیں اور شرعاً ان میں جنگ و خونریزی کرنا حرام ہے اس لئے یہ جنگ معصیت الٰہی کا موجب ہونیکے باعث حرب فجار کہلائی (رح)

فجر قرآن مجید کی سورہ ۸۹ کا نام ہے جسکے آغاز میں یہ کلمہ آیا ہے وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ یعنی قسم ہے صبح کی اور قسم ہے دس راتوں کی۔

فخار جنت کی ایک نہر کا نام ہے (صنا)

فخر قرآن و حدیث میں فخر کی نہی آئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ تا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (س۔ حجرات ع ۲) لوگو! ہمنے تم (سب) کو ایک (آدم) اور ایک عورت (حوا) سے پیدا کیا اور (پھر) تمہاری ذاتیں اور برادریاں ٹھہرائیں تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو۔ (ورنہ) اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہی ہے جو تم میں بڑا پرہیزگار ہے بے شک اللہ جاننے والا باخبر ہے۔

(۱) حمار مجاشعی کے بیٹے عیاض سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) خدا تعالے نے مجھپر وحی کی ہے کہ تم تواضع اور فروتنی (اختیار) کرو۔ حتی کہ ایک دوسرے پر فخر نہ کرے۔ اور ایک ایک پر ظلم و زیادتی نہ کرے۔ (مس)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ اپنے مرے ہوئے آبا (و اجداد) پر فخر کرتے ہیں انہیں اس سے باز رہنا چاہئے وہ تو دوزخ میں جل بھن کر کوئلے ہو گئے ہیں (پھر ان پہ فخر ہی کیا کرنا) اور (اگر یہ لوگ فخر کرنے سے باز نہ آئیں گے تو) خدا کے نزدیک اس کالے کیڑے سے زیادہ ذلیل ٹھہریں گے جو (پلیدی میں رہتا اور) پلیدی کو

Marfat.com

اپنی ناک سے اُلٹ پلٹ کرتا ہے۔ خدا نے جاہلیت کی نخوت اور آباؤ اجداد کے ساتھ فخر کرنے کو دور کر دیا ہے (آدمی دو حال سے خالی نہیں) مومن پرہیزگار ہے یا بدبخت بدکار۔ آدمی سب کے سب (ایک) آدم کی اولاد ہیں۔ اور آدم مٹی سے (بنائے گئے) ہیں (اور مٹی لغزز و ترفع کے قابل نہیں) (ترمذی)۔

(۳) ابو عقبہ کے بیٹے عبد الرحمن اپنے باپ عقبہ سے روایت کرتے ہیں اور ابو عقبہ (اگرچہ) اہل فارس میں سے ہے (مگر) مسلمان ہونے کے بعد انصار کی حمایت و کفالت میں آگئے تھے (الغرض ابو عقبہ) کہتے ہیں کہ میں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معرکہ احد میں موجود تھا تو میں نے مشرکوں میں سے ایک شخص کو (تلوار) مارتے ہوئے کہا کہ لے یہ ضرب میری طرف سے اور میں ہوں جوان فارسی (یہ ایک کلمہ ہے جو دلیر آدمی دشمن کو مارتے وقت کہا کرتے ہیں) رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے میری طرف مڑ کر دیکھا اور فرمایا ابو عقبہ! تو نے یہ کیوں نہیں کہا کہ لے اس ضرب کو میری طرف سے اور میں ہوں جوان انصاری (ابو)۔

کبر۔ نخوت۔ غرور۔ تعلّی۔ ترفع۔ تفضّل۔ حُبّ جاہ۔ عجب۔ خود پسندی۔ خود ستائی۔ اپنے منہ میاں مٹھو۔ کس نگوید کہ دوغ من ترش است۔ تعظیم طلبی۔ یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان تمام خصلتوں کی جڑ کیا ہے۔ جڑ تو ہے وہی حفظ نفس جو تمام اخلاق کی جڑ ہے۔ آدمی حفظ النفس پر مجبول ہے اسی لئے ہر شخص کو اپنی جان یعنے اپنا نفس عزیز ہے۔ اور آدمی جب تک اپنے نفس کو متصف بجمیع الکمالات نہ سمجھے وہ اسکو عزیز نہیں رکھ سکتا "ہر کس را عقل خود بکمال و فرزند خود بجمال"۔ آدمی غرور کرتا ہے مال پر۔ جمال پر۔ جاہ پر۔ زور پر۔ نسب پر۔ علم و فضل پر۔ تقوے پر۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے جمال تو

اور لب تو اتفاقات ہیں۔ جمال سریع الزوال بھی ہے اور لوگوں کے مذاق اسکے بارے میں مختلف ہیں زور کا غرور بھی حسن کیطرح سریع الزوال ہے۔ مال اگر بزرگوں کا کمایا ہوا ہے تو جائے فخر نہیں۔ اور اپنی کمائی ہے تاہم عرضۂ خطرات ہے۔ تقوے طہارت سے مراد ہے اور شاید ہی کوئی شخص اس غرور سے خالی ہو۔ ایسے لوگوں کا یہ حال ہے کہ اپنے نفس کے احتساب سے فارغ۔ نجات کیطرف سے مطمئن۔ خواہ مخواہ اپنے تئیں برگزیدۂ خدا اور مبشر بالجنۃ فرض کر لیتے ہیں۔ اسی پر بس نہیں کرتے۔ بلکہ دوسروں کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں اور انکی نظر ہمیشہ دوسروں کے عیوب پر پڑتی ہے۔

تعجب ہے کہ مغرور آدمی اتنی موٹی بات نہیں سمجھتا کہ تمام ساز و سامان خود بھی عوارض زندگی ہیں۔ اور زندگی خود بھروسے کی چیز نہیں ؎

کیا بھروسہ ہے زندگانی کا
آدمی بلبلا ہے پانی کا

مغرور آدمی ادھر تو اپنی لیاقت کے اندازہ کرنے میں غلطی کرتا ہے کہ کہیں کا چھینا بناتا ہے ادھر دوسروں کی لیاقت کا اندازہ کرنے میں غلطی کرتا ہے کہ دوسروں کا چھینا اسکو کبھی سوجھ پڑتا ہے۔ اسکی مثال کنوئیں کے مینڈک کی سی ہے جو اپنی محدود جولانگاہ کو عرصۂ زمین و آسمان سمجھتا ہے۔ گو لیٹا اور اسکی آنکھیں کھلیں۔ اسی طرح مغرور آدمی اپنے محدود میل و جول میں تنہا رہتا ہے نظر کو وسیع کرے تو اپنی بے حقیقتی اس پر منکشف ہو۔

اے ذوق کسکو چشم حقارت سے دیکھئے ؎
سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں (حق)

فرات

کوفہ کے قریب سے بہتنے آب شیریں۔ اور کوفہ کے پاس ایک دریا کا نام ہے۔ (غیاث)

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ بہشت کی ایک نہر کا نام بھی ہے۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ سورہ فرقان اور

Marfat.com

سورۃ فاطر میں آیا ہے۔ سورۃ فرقان کی آیت ہے
وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا
یعنی اور وہی (قادر مطلق) ہے جس نے دو دریاؤں کو (آپس میں) ملایا ایک (کا پانی) میٹھا مزے دار اور ایک (کا) کھاری کڑوا۔ اور دونوں میں ایک روک اور اٹل آڑ بنا دی۔"

فراش (ل) ص۔ ف۔ میں بیوی مراد ہوتی ہے۔

فرائض فریضہ کی جمع ہے جو فرض سے مشتق ہے (ل) فرمودۂ خدا جیسے نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ وغیرہ (ص ف۔) میں علم میراث کا نام ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ متروکہ میت کے ساتھ چار حق متعلق ہوتے ہیں۔ اس ترتیب سے کہ اول تو اس کی تجہیز و تکفین بغیر اسراف اور تنگی کے کیجائے۔ بعدہٗ اگر اسکے ذمے قرض ہو تو وہ ادا کیا جائے۔ پھر جو مال بچے اسکی تہائی سے اسکی وصیت نافذ کیجائے۔ اگر وصیت کی ہو۔ بعد ازاں جو مال بچے وہ اسکے ورثہ میں اسطرح تقسیم کیا جائے کہ پہلے اصحاب فرائض کو دیا جائے اگر نہ ہوں تو عصبات پر تقسیم کیا جائے۔ اگر یہ بھی نہ ہوں تو ذوی الارحام پر تقسیم کریں۔

اصحاب الفروض وہ جنکے حصے کتاب اللہ میں متعین ہو چکے ہیں اور وہ بارہ ہیں۔

مردوں میں چار۔ باپ۔ دادا۔ اخیافی بھائی (یعنی جنکی ماں ایک ہو اور باپ مختلف)۔ شوہر۔

عورتوں میں آٹھ۔ زوجہ۔ بیٹی۔ پوتی اور پوتی میں پڑپوتی اور اسکی نسل بھی داخل ہے۔ حقیقی بہن۔ علاتی بہن۔ اخیافی بہن۔ ماں۔ جدہ صحیحہ۔

والدین کا حصہ قرآن مجید میں یوں مذکور ہے۔
وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ (س۔ النساء ع ۲)
اور میت کے ماں باپ یعنی دونوں میں ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ اس صورت میں کہ میت کے اولاد ہو۔ اور اگر اسکے اولاد نہ ہو اور اسکے وارث صرف ماں باپ ہوں تو اسکی ماں کا حصہ ایک تہائی (باقی باپ کا)

توضیح اسکی یہ ہے کہ باپ کی تین حالتیں ہیں۔ ایک حالت میں تو اسے فرض مطلق یعنی چھٹا حصہ ملتا ہے۔ اور یہ اسوقت ہے جبکہ میت کا بیٹا موجود ہو۔ یا بیٹا موجود نہ ہو تو پوتا یا پڑپوتا۔ وان سفل۔ کیونکہ ولد کا لفظ بیٹے اور پوتے اور پڑپوتے سب کو عام ہے۔ اسی طرح بیٹی اور پوتی اور پڑپوتی کو بھی۔

دوسری حالت میں فرض مطلق اور عصوبت معًا یعنی بحیثیت ذی الفروض ہونے کے چھٹا حصہ لیگا۔ اور بحیثیت عصبہ ہونیکے باقی مال کا مالک قرار پائے گا۔ اور یہ اسوقت ہے جبکہ میت کے باپ کے ساتھ میت کی بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی یا پڑپوتی (وان سفلت) موجود ہو

تیسری حالت یہ ہے کہ محض عصبہ ہو۔ اور یہ اسوقت ہے جبکہ میت کا بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی کوئی بھی موجود نہ ہو۔

دادا باپ کی جگہ ہے یعنی میت کا باپ نہ ہو تو دادا تمام احکام میراث میں باپ کی مانند ہے۔ مگر چار صورتیں ایسی ہیں جن میں دادا باپ کے حکم سے مستثنیٰ ہے۔ اور ان کی تفصیل علم فرائض کی طویل کتابوں میں موجود ہے

رہی میت کی ماں۔ اسکی بھی تین حالتیں ہیں (۱) میت کے اولاد ہو تو ماں کو چھٹا حصہ ملیگا (۲) میت کے دو یا دو سے زیادہ بھائی بہن موجود ہوں۔ عام ہے کہ سگے ہوں یا سوتیلے اور سوتیلا پن ماں کی طرف سے ہو یا باپ کی طرف سے۔ ماں چھٹے حصے کی مالک ہوگی (۳) میت کے بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی نہ ہو اور دو یا دو سے زیادہ بھائی بہن نہ ہوں تو ماں کو کل متروکہ میت کی تہائی ملیگی لیکن ماں کے بارے میں جو احکام

Marfat.com

مذکور ہوئے ہیں انکا اجراء اسیوقت ہو سکتا ہے جبکہ میت کے ماں باپ کے ساتھ احد الزوجین نہ ہوں۔ احد الزوجین ہوں گے تو بعد دینے فرض احد الزوجین کے ماں کو مابقی کا ثلث ملیگا جیسا کہ اسکی تفصیل علم فرائض کی مطول کتابوں میں موجود ہے۔

زوجین کے بارے میں قرآن مجید میں یوں ارشاد ہوا ہے۔ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ تا مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ (س۔ النساء۔ ع ۲) اور لوگو! جو ترکہ تمہاری بیبیاں چھوڑ مریں۔ اگر انکے اولاد نہیں تو انکے ترکہ میں تمہارا آدھا اور اگر انکے اولاد ہے تو انکے ترکہ میں تمہارا چوتھائی حصہ (مگر) انکی وصیت کی تعمیل اور ادائے قرض کے بعد اور تم کچھ ترکہ چھوڑ مرو اور تمہارے کچھ اولاد نہ ہو تو بیبیوں کا حصہ چوتھائی۔ اور اگر تمہارے اولاد ہو تو تمہارے ترکے میں سے بیبیوں کا آٹھواں حصہ اور یہ حصّے بھی تمہاری وصیت کی تعمیل اور ادائے قرض کے بعد دلے جائیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ شوہر کی دو حالتیں ہیں۔ ایک حالت میں وہ نصف متروکہ زوجہ کا مالک ہوگا اگر زوجہ کے اولاد یعنے بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی موجود نہ ہوں۔ دوسری حالت میں چوتھائی حصّے کا مالک ہوگا۔ اگر بی بی کے بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی موجود ہوں۔

بی بی کی بھی دو حالتیں ہیں۔ ایک حالت میں چوتھائی مال کی مستحق ہوگی بشرطیکہ تنہا ہو۔ یعنی میت کی دوسری بی بی نہ ہو۔ اگر ہوگی تو یہ اور وہ سب اسی چوتھائی حصّے میں برابر کی شریک ہوں گی۔ غرضکہ جب شوہر کے اولاد یعنی بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی نہ ہو تو بی بی کو چوتھائی حصہ ملیگا۔ دوسری حالت میں آٹھویں حصّے کی مالک ہوگی جبکہ شوہر کی اولاد یعنی بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی موجود ہوں۔

اخیافی بھائی بہن کے حصوں کی نسبت قرآن مجید میں یوں مذکور ہے۔ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّورَثُ كَلٰلَةً تا وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝ (س۔ النساء۔ ع ۲) اور اگر کسی مرد یا عورت کی میراث ہو اور اسکے باپ بیٹا (یعنی اصل و فرع) نہ ہوا اور (دوسرے باپ سے) اسکے ایک بھائی یا ایک بہن ہو۔ تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا (حصہ) اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں (برابر کے) سب شریک۔ یہ حصّے بھی میت کی وصیت (کی تعمیل) اور (ادائے) قرض کے بعد دئے جائیں بشرطیکہ میت نے (کسیکو) نقصان نہ پہونچانا چاہا ہو۔

میت کے اخیافی بہن بھائی کی تین حالتیں ہیں۔ ایک بھائی یا ایک بہن ہے تو چھٹا حصہ۔ دو یا زیادہ ہوں تو تہائی کے بالمساوات مالک۔ یعنی تہائی میں سب مرد عورتیں برابر کے شریک ہوں گے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ میت کے بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی ہوں تو اس صورت میں اخیافی بھائی بہن خواہ ایک ہوں۔ یا کئی سب ساقط الارث ہوں گی اسی طرح باپ نہ ہو تو دادا کے ہونے بھی ساقط ہو جائینگے

سگی سوتیلی بہنوں کی نسبت قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا ہے يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ تا يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (س۔ النساء ع ۲۴) (اے پیغمبر لوگ) تم سے کلالہ کے بارے میں فتوے طلب کرتے ہیں۔ تو (ان لوگوں سے) کہہ دو کہ اللہ کلالہ کے بارے میں تمکو حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا مرد مر جائے جسکے اولاد نہ ہو (اور نہ باپ دادا کہ اسی کو کلالہ کہتے ہیں) اور اس کے (صرف ایک) بہن ہو تو بہن کو اسکے ترکے کا آدھا۔ اور (اگر) بہن (مر جائے اور اس کے) اولاد نہ ہو تو اس (کے سارے مال) کا وارث یہ (بھائی) پھر اگر بہنیں دو ہوں (یا زیادہ) تو انکو اس کے ترکے میں سے دو تہائی اور اگر بھائی بہن (ملے جلے) ہوں (کچھ) مرد اور (کچھ) عورتیں تو دو عورتوں کے حصّے کی قدر ایک مرد کا حصہ۔ تم لوگوں کے بھٹکنے کے

Marfat.com

خیال سے اللہ (اپنے حکم) تمہیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔ اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ میت کی حقیقی بہنوں کی پانچ حالتیں ہیں۔ اگر تنہا اور اکیلی ہے تو نصف کی مستحق ہوگی۔ اور دو یا دو سے زیادہ ہیں تو دو ثلث لیں گی جب بہنیں حقیقی بھائی کے ساتھ جمع ہوں گی تو لِلذَّکَرِ مِثلُ حَظِّ الاُنثَیَینِ کی رُو سے مال متروکہ میت تقسیم ہوگا اور بہنیں بھائی کے ہونے سے عصبہ ہو جائیں گی۔ میت کی بیٹیاں یا پوتیاں بہنوں کے ساتھ جمع ہوں گی تو بیٹیوں یا پوتیوں کے لینے کے بعد جو باقی رہیگا وہ سب بہنوں کا حق ہوگا۔ میت کی بہنیں اُسکے بیٹے یا پوتے یا باپ اور بقول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ دادا کے ساتھ جمع ہوں تو تمام بہنیں بالاتفاق ساقط الارث ہوں گی۔

میت کی سوتیلی بہنیں سگی بہنوں کی مانند ہیں اور انکی سات حالتیں ہیں۔

میت کی سگی بہنیں نہ ہوں تو سوتیلی کو نصف جبکہ وہ تنہا اور اکیلی ہو۔

دو یا دو سے زیادہ ہوں تو دو تہائی میں بالمساوات شریک ہوں گی۔

سوتیلی بہنیں اگر ایک سگی بہن کے ساتھ جمع ہوں تو سوتیلیوں کو صرف چھٹا حصہ۔

جب میت کی دو سگی بہنیں موجود ہوں تو سوتیلی بہنوں کا کچھ حق نہیں۔

مگر جب اُنکے ساتھ سوتیلا بھائی ہو تو اس صورت میں بھائی کی وجہ سے عصبہ ہو جائینگی۔ اور اب باقی ترکہ لِلذَّکَرِ مِثلُ حَظِّ الاُنثَیَینِ کی رُو سے ان میں تقسیم ہوگا۔

سوتیلی بہنیں میت کی بیٹیوں یا پوتیوں کے ساتھ عصبہ ہو جائیں گی۔

میت کی سوتیلی بہن اُسکے بیٹے یا پوتے یا پڑپوتے یا باپ اور ایک قول میں دادا کے ہوتے سب بالاتفاق ساقط الارث ہوں گی۔

بیٹی اور پوتی کا حصہ قرآن مجید میں یوں مذکور ہے

یُوصِیکُمُ اللّٰهُ فِیٓ اَولَادِکُم لِلذَّکَرِ مِثلُ حَظِّ الاُنثَیَینِ ۚ فَاِن کُنَّ نِسَآءً فَوقَ اثنَتَینِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ ۚ وَاِن کَانَت وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصفُ

(س۔ النساء۔ ع ۳) (مسلمانو!) تمہاری اولاد کے حصوں کے بارے میں اللہ تمہیں کہے رکھتا ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ دیا کرو۔ پھر اگر لڑکیاں دو یا دو سے بڑھکر ہوں تو ترکے میں اُنکا حصہ دو تہائی اور اگر اکیلی ہو تو پھر اسکو آدھا۔

میت کی بیٹی کی تین حالتیں ہیں۔ ایک حالت میں نصف متروکہ میت لیگی۔ اگر صرف ایک ہے۔ اور دو یا دو سے زیادہ ہیں تو سب دو تہائی کی بالمساوات مالک ہیں۔ تیسری حالت میں عصبہ ہو جاتی ہیں جبکہ میت کی بیٹیاں اسکے بیٹے کے ساتھ جمع ہوں۔ اس صورت میں بیٹا دو بیٹیوں کے برابر حصہ لیگا اور باقی بیٹیوں میں تقسیم ہوگا میت کی پوتیاں صلبی بیٹیوں کی مانند ہیں۔ اور انکا علیحدہ ذکر قرآن میں اس سے نہیں ہوا کہ بیٹیوں میں پوتیاں بھی داخل ہیں۔ تو پوتیوں کی چھ حالتیں ہیں۔

ایک یہ کہ ایک ہے تو نصف کی مستحق ہوگی۔ دو یا دو سے زیادہ ہیں تو دو تہائی بشرطیکہ میت کی صلبی بیٹیاں موجود نہ ہوں۔ تیسری حالت میں میت کی پوتی کو چھٹا حصہ ملتا ہے جبکہ کوئی ایک صلبی بیٹی موجود ہو۔ چوتھے میت کی دو صلبی بیٹیاں موجود ہوں تو پوتیاں ساقط الارث ہوں گی۔ ہاں انکے درجے میں یا ان سے نیچے کے درجے میں کوئی مرد ہو تو اسکی وجہ سے عصبہ ہو جائینگی اور باقی ترکہ میت سب میں لِلذَّکَرِ مِثلُ حَظِّ الاُنثَیَینِ کے قاعدے سے تقسیم ہوگا۔ یہ پوتیوں کی پانچویں حالت ہوئی۔ چھٹی حالت یہ ہے کہ میت کا بیٹا موجود ہو تو پوتیوں کو

Marfat.com

کچھ نہیں ملیگا۔

عصبات ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میراث کے حصے جو خدا نے قرآن مجید میں مقرر و معین فرمائے ہیں۔ اہل فرض کو پہنچاؤ اور جو اہل فروض سے باقی رہے وہ اس مرد کا حق ہے جو میت سے قریب تر ہو۔ (اور اسی کو عصبہ کہتے ہیں) (صحیح۔

عصبہ کی دو قسمیں ہیں۔ عصبہ نسبی اور عصبہ سببی۔ عصبہ نسبی وہ ہے کہ اس میں اور میت میں من حیث النسب والقرابۃ تعلق ہو۔ جیسے بیٹا بیٹی وغیرہ۔ اور عصبہ سببی اُسے کہتے ہیں کہ اس میں اور میت میں من حیث النسب تعلق نہ ہو جیسے آقا جس نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا ہو تو غلام کے مرنے کے بعد آقا اسکے متروکہ کا وارث ہوگا بحق عصوبت بشرطیکہ غلام کا کوئی عصبہ نسبی نہ ہو۔ پھر عصبہ نسبی کی تین قسمیں ہیں۔ عصبہ بنفسہ۔ عصبہ بغیرہ۔ عصبہ مع غیرہ۔

عصبہ بنفسہ وہ مذکر ہے جسکی نسبت میت کیطرف بے واسطہ مؤنث ہو۔ یعنی جب اسے میت کیطرف نسبت کریں تو بیچ میں مؤنث داخل نہ ہو۔ جیسے میت کا بیٹا یا پوتا۔ اور جو بیچ میں مؤنث کا دخل ہو تو اسے عصبہ نہیں کہتے جیسے میت کے اخیافی بہن بھائی کہ انکی نسبت میت کیطرف ماں کے واسطے سے ہے۔ اور اسی وجہ سے میت کے اخیافی بہن بھائی اصحاب الفروض ہیں نہ عصبات۔

عصبہ بنفسہ کی جماعت میں چار طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو میت کے جزو ہیں۔ مثلاً بیٹا۔ پوتا۔ دوسرے وہ جو میت کی اصل ہیں جیسے باپ۔ دادا۔ تیسرے وہ جو میت کے باپ کے جزو ہیں۔ مثلاً بھائی۔ بھتیجے چوتھے وہ جو میت کے دادا کے جزو ہیں جیسے چچا اور اسکی اولاد۔ تو تقسیم ترکہ کے وقت ان اصناف میں سے ان لوگوں کو مقدم کیا جائیگا جو قرب درجے کے لحاظ سے ترجیح رکھتے ہیں پس جزو میت یعنی میت کا بیٹا یا پوتا احق اور اقدم ہوگا۔ پھر میت کی اصل یعنی باپ دادا۔ پھر میت کے باپ کے جزو یعنی بھائی بھتیجے۔ پھر دادا کی اولاد یعنی سگے چچا۔ پھر انکے بیٹے۔ پھر وہ حیثیت سے قرابت رکھنے والا۔ ایک قرابت رکھنے والے سے مذکر ہو تو اور مؤنث ہو تو۔

عصبہ بغیرہ چار عورتیں ہیں۔ بیٹی۔ پوتی۔ سگی بہن۔ سوتیلی بہن۔ انہیں عصبہ بغیرہ اس سے کہتے ہیں کہ یہ اپنے بھائیوں کے ساتھ میں عصبہ ہوتی ہیں۔

عصبہ مع غیرہ وہ عورت ہے جو دوسری عورت کے ساتھ جمع ہو کر عصبہ بنجاتی ہے۔ مثلاً میت کی سگی یا سوتیلی بہن۔ جب میت کی بیٹی یا پوتی کے ساتھ جمع ہو تو عصبہ ہو جائے گی۔ ایک ہو تو بھی اور ایک سے زیادہ ہو تو بھی۔

ذوی الارحام وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ؀ (س۔ الانفال۔ ع ۱۰) اور جو لوگ بعد کو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور تم مسلمانوں کے ساتھ ہو کر جہاد بھی کئے۔ تو وہ تم ہی میں داخل ہیں۔ اور رشتہ دار اللہ کے حکم کے مطابق (غیر آدمیوں کی نسبت) ایک دوسرے کی میراث) کے زیادہ حقدار ہیں۔ بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے (از انجملہ میراث کی مصلحتوں سے بھی)۔

ذو رحم کہتے ہیں صاحب قرابت کو اور مراد وہ قرابت والا ہے جو ذوی الفرض نہ ہو۔ یعنے ان لوگوں میں سے نہ ہو جنکے حصے قرآن مجید یا حدیث شریف یا اجماع امت سے متعین ہو چکے ہیں۔ اور عصبہ بھی نہ ہو۔

ذوی الارحام کی چار قسمیں ہیں۔

پہلی قسم وہ ہے جو میت کیطرف منسوب ہو۔ اور وہ میت کی بیٹیوں اور پوتیوں کی اولاد ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جنکی طرف میت منسوب ہو۔ جیسے میت کا نانا اور نانا کا باپ یا نانا کی ماں یا نانا کی نانی۔ تیسری قسم میں وہ لوگ داخل ہیں جو میت کے ماں باپ کیطرف منسوب ہوتے ہیں۔ اور وہ میت کے بہنوں کی اولاد۔ بھائیوں کی بیٹیاں۔ اخیافی بھائیوں کی اولاد۔

Marfat.com

چوتھی قسم میں وہ لوگ ہیں جو میت کی دو جد یعنی دادا اور نانا یا دو جدہ یعنی دادی اور نانی کیطرف منسوب ہوں اور وہ پھوپیاں ہیں۔ عینی ہوں یا علاتی یا اخیافی۔ اور اخیافی چچا ہیں اور ماموں اور خالائیں۔ پس یہ چاروں قسمیں اور جو ان کے واسطے سے میت کیطرف منسوب ہوں۔ سب ذوی الارحام ہیں۔ ان میں اولیٰ بالمیراث وہ ہے جو میت کیطرف سب سے زیادہ قریب ہو۔ جیسے نواسے نواسیاں کہ وہ پنواسوں اور پنواسیوں کی نسبت میت سے زیادہ قریب ہیں اور اسی لحاظ سے اولیٰ بالمیراث بھی۔ باقی رہی اقسام اربعہ کی تفصیل۔ وہ علم فرائض کی مطول کتابوں سے معلوم ہو سکتی ہے (حق۔ فذ۔ مظ)

فرائض سراجیہ علم فرائض میں سراج الدین محمد بن محمد سجاوندی حنفی کی تصنیف ہے۔ یہ نہایت مقبول اور مستند کتاب ہے۔ اسکی متعدد شروح ہیں جن میں میر سید شریف کی شرح نہایت معتبر اور متداول ہے (کش)

فردوس جنت کے سب سے اعلیٰ طبقہ کا نام ہے۔ دیکھو (جنت)

فرض وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اور اس میں شبہ نہ ہو۔ جیسے نماز وغیرہ۔ اسکا منکر کافر ہے اور تارک عذاب دیا جائیگا (تع)۔

فرض عین وہ فرض ہے جسکا بجالانا ہر ایک پر ضروری ہو۔ بعض اشخاص کے بجالانے سے کل سے ساقط نہ ہو۔ جیسے ایمان وغیرہ (تع)

فرض کفایہ وہ فرض جو چند لوگوں کے ادا کرنے سے ادا ہو جائے۔ جیسے نماز جنازہ دعوت قبول کرنا۔ تیمار داری بیماران۔ چھینکنے والیکا جواب دینا۔ سلام کا جواب دینا۔ (کتب فقہ)۔

فرع یہ ایام جاہلیت کی اصطلاح ہے اور یہ اونٹنی کے اس بچے کو کہتے ہیں جو سب سے پہلے پیدا ہو۔ جہلاء عرب اس بچے کو اپنے بتوں کی قربانی کے طور پر ذبح کیا کرتے تھے۔ شریعت نے اسکی مناہی کردی۔

بعض کہتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانہ سے دستور تھا کہ جب کسیکے پاس سو اونٹ ہو جاتے تو وہ ایک اونٹ بتوں کے لئے ذبح کرتا۔ آغاز اسلام میں بھی خدا کی نذر کے طور پر یہ رسم جاری رہی مگر پھر منسوخ ہو گئی۔ (مج)

فرعون اس لفظ کو اہل لغت نے تفرعن سے مشتق بتایا ہے جسکے معنے متکبر کے ہیں۔ لیکن اصل میں یہ فَرُوُرَہ سے لیا گیا ہے جسکے معنے مصر کی لغت قدیم میں شاہنشاہ اعظم کے ہیں۔ عربوں نے معرب کرکے فرعون بنایا۔ جمع اسکی فراعنہ آتی ہے۔

فرعون کسی بادشاہ کا نام نہیں تھا۔ بلکہ مصر کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ جو مصر بن حام بن نوح کی نسل سے تھے جس طرح ہندوستان میں راجہ اور قدیم روم کے بادشاہوں کو قیصر کہتے تھے (حقانی) تفصیل کے لئے دیکھو (موسیٰ)

فرق (ل) جدائی (ص۔و) میں سالک کی روح کا مشاہدہ۔ کائنات کے لئے جسم سے عارضی طور پر جدا ہونے کو کہتے ہیں۔

فرق اسلام اسلام کے کل تہتر (۷۳) فرقے ہیں۔ ایک تو ان سے اہلسنت والجماعت کا ہے اور بہتر (۷۲) اسکے سوا ہیں۔ اور اصل میں وہ چھ گروہ ہیں۔ (۱) رافضہ (۲) خارجیہ (۳) جبریہ (۴) قدریہ (۵) جہمیہ (۶) مرجیہ۔ پھر ان میں سے ہر ایک کے بارہ بارہ گروہ ہیں رافضیہ فرقے حسب ذیل ہیں (۱) علویہ۔ جو حضرت علیؓ کو نبی کہتے ہیں (۲) ابدیہ۔ حضرت علی کو شریک نبوت سمجھتے ہیں (۳) شیعہ۔ جو کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت علی کو تمام صحابہ سے افضل نہ سمجھے وہ کافر ہے۔ (۴) اسحاقیہ کہتے ہیں کہ نبوت ختم نہیں ہوئی (۵) زیدیہ۔ کہتے ہیں کہ نماز کی امامت میں سوائے اولاد علی رضی اللہ عنہ کے اور کوئی شخص نہیں چاہئے۔ (۶) عباسیہ۔ جو عباس بن

عبدالمطلب کے سوا اور کسیکو امام نہیں سمجھتے۔ (۷) اما نیہ جو زمین کو امام غیب سے خالی نہیں جانتے اور نماز صرف بنی ہاشم کے پیچھے ہی پڑھتے ہیں (۸) نادسیہ۔ جو کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو دوسرے پر فاضل جانے وہ کافر ہے (۹) تناسخیہ۔ کہتے ہیں کہ جب جان قالب سے نکل جاتی ہے تو جائز ہے کہ دوسرے قالب میں چلی جائے (۱۰) لاعنیہ۔ جو طلحہ۔ زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم پر لعنت کرتے ہیں (۱۱) راجبیہ۔ جو کہتے ہیں کہ علی پھر دنیا میں آئینگے (۱۲) مرتفیہ۔ جو کہتے ہیں کہ مسلمان بادشاہ کے ساتھ جنگ کرنا جائز ہے۔

خارجیہ فرقے حسب ذیل ہیں:۔ (۱) ازرقیہ۔ جو کہتے ہیں کہ خواب میں کوئی شخص نیکی نہیں دیکھتا کیونکہ وحی منقطع ہوگئی ہوئی ہے (۲) ریاضیہ جو کہتے ہیں کہ ایمان قول صالح اور عمل صالح اور نیت اور سنت ہے، (۳) ثعلبیہ۔ کہتے ہیں کہ ہمارے کام خدا تعالٰے کی خواہش سے حاصل ہوئے ہیں نہ اسکی قدرت اور خواہش سے (۴) خازمیہ۔ کہتے ہیں کہ فرضیت ایمان معلوم نہیں ہوئی (۵) خلفیہ۔ کہتے ہیں کہ کفار کے مقابلے سے بھاگنا جو وہ چند ہوں کفر ہے۔ (۶) کوزیہ جو کہتے ہیں کہ سوا زیادہ ملنے کے بدن پاک نہیں ہوتا (۷) کنزیہ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ فرض نہیں ہے (۸) معتزلہ کہتے ہیں کہ شر تقدیر الٰہی سے نہیں ہے اور نماز امامت فاسق سے جائز نہیں ہوتی اور ایمان کسب بندہ سے ہے اور قرآن مخلوق ہے اور مُردوں کو دعا اور صدقہ سے نفع نہیں پہونچتا اور معراج بیت المقدس کے آگے ثابت نہیں ہے۔ اور حساب وکتاب ومیزان کچھ نہیں ہے۔ اور فرشتے مومنین سے افضل ہیں۔ اور قیامت کے روز دیدار حق نہ ہوگا۔ اور کرامت اولیاء کوئی چیز نہیں۔ اور اہل جنت کیلئے سونا اور مرنا ہے۔ اور مقتول اپنی موت سے نہیں مرتا اور قیامت کی علامات مثل دجال وغیرہ کے کچھ نہیں ہیں (۹) میمونیہ۔ کہتے ہیں کہ ایمان بالغیب باطل ہے (۱۰) محکمیہ کہتے ہیں کہ خدا تعالٰے کا خلقت پر کوئی حکم نہیں ہے (۱۱) سراجیہ۔ کہتے ہیں کہ پہلے لوگوں کے احوال ہمارے لئے حجت نہیں ہیں۔ بلکہ انکا انکار کرنا واجب ہے (۱۲) اخنسیہ کہتے ہیں کہ بندے کو اعمال کی جزا نہیں ملتی۔

جبریہ فرقے حسب ذیل ہیں۔ (۱) مضطریہ کہتے ہیں کہ خیر و شر خدا کی جانب سے ہے اور بندہ کا کہیں اختیار نہیں ہے۔ (۲) افعالیہ کہتے ہیں کہ بندہ فعل تو کرتا ہے مگر اسے قدرت واختیار نہیں ہے (۳) معیہ کہتے ہیں کہ آدمی کے لئے فعل وقدرت ہے لیکن وہ طاقت اور قدرت خدا نے نہیں دی (۴) تارکیہ کہتے ہیں کہ ایمان کے بعد اور کوئی چیز فرض نہیں ہے (۵) بحثیہ کہتے ہیں کہ ہر شخص اپنا حصہ کھاتا ہے پس کسیکو کچھ دینا ضرور نہیں ہے (۶) متمنیہ کہتے ہیں کہ خیر وہ خیر ہے جس سے دل تسلی پائے۔ (۷) کستارنیہ کہتے ہیں کہ ثواب وعقاب عمل سے زیادہ نہیں ہوتا (۸) حبیبیہ کہتے ہیں کہ دوست اپنے دوست کو ہرگز عذاب نہیں کرتا (۹) خوفیہ کہتے ہیں کہ دوست ہرگز نہیں ڈراتا (۱۰) فکریہ کہتے ہیں کہ معرفت حق میں فکر کرنا عبادت سے بہتر ہے (۱۱) حسبیہ کہتے ہیں کہ عالم میں قسمت نہیں ہے (۱۲) حجتنیہ کہتے ہیں کہ جب کام خدا کی تقدیر سے ہوتے ہیں تو بندے پر کوئی حجت نہیں ہے جسکے سبب وہ گرفتار ہو۔

قدریہ فرقے حسب ذیل ہیں (۱) احدیہ کہتے ہیں کہ فرض کا تو ہمیں اقرار ہے مگر سنت سے انکار ہے (۲) ثنویہ کہتے ہیں کہ نیکی یزدان سے ہے اور بدی اہرمن سے ہے (۳) کیسانیہ کہتے ہیں کہ ہمارے افعال مخلوق ہیں (۴) شیطانیہ کہتے ہیں کہ شیطان کا وجود نہیں ہے (۵) شریکیہ کہتے ہیں کہ ایمان غیر مخلوق ہے، کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا (۶) وہمیہ کہتے ہیں کہ

Marfat.com

ہمارے افعال کا کوئی بدلہ نہیں ملیگا (۷) رویدیہ کہتے ہیں کہ دنیا فانی نہیں ہے۔ (۸) ناکبیہ کہتے ہیں کہ امام کے ساتھ لڑنا جائز ہے (۹) متبریہ کہتے ہیں کہ گنہگار کی توبہ قبول نہیں ہوتی (۱۰) قاسطیہ کہتے ہیں کہ حاصل مال، حکمت اور ریاضت کا حاصل کرنا فرض ہے۔ (۱۱) نظامیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالے کو شئے کہنا جائز ہے (۱۲) متوقفیہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ شر مقدر ہے یا نہیں۔

جہمیہ فرقے حسب ذیل ہیں (۱) معطلیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالے کی صفات مخلوق ہیں (۲) متر ابصیہ کہتے ہیں کہ علم۔ قدرت اور مشیت مخلوق ہیں مگر خلق غیر مخلوق ہے (۳) مترافبیہ کہتے ہیں کہ حق تعالے مکان میں ہے (۴) واردیہ کہتے ہیں جو دوزخ میں جائیگا وہ پھر وہاں سے باہر نہیں آئیگا اور مومن دوزخ میں نہ جائینگے (۵) حرقیہ کہتے ہیں کہ اہل دوزخ اسطرح جلیں گے کہ انکا نشان تک بھی دوزخ میں نہ رہیگا (۶) مخلوقیہ کہتے ہیں کہ قرآن۔ توریت۔ انجیل اور زبور مخلوق ہیں (۷) عبریہ کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک عاقل و حکیم شخص تھے رسول نہیں تھے (۸) فانیہ کہتے ہیں کہ جنت و دوزخ دونوں فنا ہو جائیں گے (۹) زنادقیہ کہتے ہیں کہ معراج روح سے ہوا تھا نہ کہ بدن سے۔ اور خدا کو دنیا میں دیکھ سکتے ہیں۔ اور عالم قدیم ہے اور قیامت کوئی چیز نہیں ہے (۱۰) لفظیہ کہتے ہیں کہ قرآن قاری کی کلام ہے نہ کلام الٰہی۔ ہاں قرآن کے معنے کلام الٰہی ہیں۔ (۱۱) قبریہ عذاب قبر کے منکر ہیں (۱۲) واقفیہ کہتے ہیں کہ قرآن کے مخلوق ہونے کے بارے میں ہمیں توقف ہے۔

مرجیہ فرقے حسب ذیل ہیں۔ (۱) تارکیہ کہتے ہیں کہ ایمان کے بعد اور کوئی چیز فرض نہیں ہے (۲) شائبیہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جو چاہے کرے اسپر کوئی عذاب نہیں ہے (۳) راجیہ کہتے ہیں کہ بندہ طاعت سے مقبول اور معصیت سے عاصی نہیں ہوتا۔ (۴) شاکیہ اپنے ایمان میں شک رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ روح ایمان ہے (۵) نہیبیہ کہتے ہیں کہ ایمان علم ہے۔ جو شخص جمیع اوامر و نواہی کو نہیں جانتا پس وہ کافر ہے (۶) عملیہ کہتے ہیں کہ ایمان عمل ہے (۷) منقوصیہ کہتے ہیں کہ ایمان کبھی کم ہوتا ہے اور کبھی زیادہ (۸) مستثنیہ کہتے ہیں کہ ہم انشاء اللہ تعالے مومن ہیں۔ (۹) اشریہ کہتے ہیں کہ قیاس باطل ہے اور صلاحیت دلیل نہیں رکھتا (۱۰) بدعیہ کہتے ہیں کہ امیر کی اطاعت واجب ہے اگرچہ وہ معصیت کا حکم ہی کرے (۱۱) مشبہیہ کہتے ہیں کہ حق تعالے نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے (۱۲) حشویہ کہتے ہیں کہ واجب، سنت اور مستحب سب ایک ہیں (غ)

فرقان حق کو باطل سے جدا کرنیوالی چیز۔ مراد قرآن مجید جس نے سچے دین کو ثابت اور باطل دینوں کو رد کر دیا ہے۔ قرآن مجید کی پچیسویں سورۃ کا نام بھی فرقان ہے اور سورۃ بقرہ کے رکوع ۲۳ میں فرقان کا کلمہ قرآن مجید کے لئے آیا ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ط یعنی رمضان کا مہینہ جس میں قرآن نازل ہوا ہے۔ قرآن لوگوں کا رہنما ہے اور (اس میں) ہدایت اور حق و باطل کی تمیز کے کھلے حکم (موجود ہیں)۔

علیٰ ہذا سورۃ آل عمران اور سورۃ فرقان میں بھی یہ کلمہ آیا ہے۔

قرآن کے مقامات ذیل میں فرقان کا کلمہ توریت کیلئے بھی آیا ہے۔ سورۃ بقر رکوع ۶۔ سورۃ انبیاء رکوع ۴ وغیرہ سورۃ انفال کے رکوع ۵ میں یوم الفرقان سے مراد جنگ بدر کا دن ہے۔ جس حق اور باطل میں بذریعہ شمشیر فیصلہ ہوا تھا۔

Marfat.com

فُصِّلَتْ قرآن کی ایک سورۃ کا نام ہے جسکا اصلی نام حٰمٓ سجدہ ہے۔ چونکہ بتیسویں سورۃ کا نام بھی سجدہ ہے اسلئے اس سے امتیاز رکھنے کے لیئے اسکا نام فُصِّلَت قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ کلمہ اس سورۃ کی دوسری آیت میں آیا ہے۔

فصوص الحکم علم تصوف میں شیخ محی الدین ابن عربی طائی کی تصنیف ہے جو ۶۳۸ھ میں فوت ہوئے۔ اس کے خطبہ میں شیخ لکھتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کتاب ہاتھ میں لیکر فرمایا کہ یہ کتاب فصوص الحکم ہے اسکو لوگوں پر پیش کرو تاکہ وہ اس سے نفع اٹھائیں۔ متعدد علماء نے اسکی شرحیں لکھی ہیں جن میں سے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح نہایت مقبول اور مستند ہے (کش)۔

فضل (ل) افزونی۔ زیادتی بخشش اور کسی پر فضیلت کی وجہ سے غلبہ حاصل کرنا۔ اور ایک شاعر کا نام ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی کئی جگہ آیا۔ چنانچہ ارشاد ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (س۔ بقرۃ۔ ع ۳۳) یہ پیغمبر (جو ہیں (جنکے) ان میں سے بعض کو بعض پر برتری دی۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (س۔ جمعہ۔ ع ۱) یہ (پیغمبری) اللہ کا فضل ہے جسکو چاہے عنایت کرے۔ اور اللہ کا فضل (بہت) بڑا ہے۔

لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ تا وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (س حدید ع ۴) (اور یہ تمہیں اسلئے کہا جاتا ہے) کہ اہل کتاب یہ نہ سمجھیں کہ مسلمانوں کو خدا کے فضل پر کچھ بھی دسترس نہیں اور (نیز) اسلئے (کہا جاتا ہے) کہ فضل اللہ کے ہاتھ ہے۔ جسکو چاہے عنایت کرے اور اللہ کا فضل (بہت) بڑا ہے۔

فضولی اس شخص کو کہتے ہیں جو نہ ولی ہو اور نہ اصیل اور نہ وکیل (نخ)۔

نور الہدایہ میں لکھا ہے کہ جو شخص اپنے ساتھ نکاح کرے وہ شرع میں اصیل کہلاتا ہے۔ اور جو کسی دوسرے کا نکاح کرا دے۔ پس اگر اسکے اذن سے کراتا ہے تو وہ وکیل کہلاتا ہے اور اگر بغیر اذن کے کراتا ہے تو اگر ان دونوں میں وہ قرابت ہے جو کہ ولایت نکاح میں معتبر ہے۔ تو وہ ولی کہلاتا ہے ورنہ وہ فضولی ہے۔

اگر مرد اور عورت دونوں کا دو فضولیوں نے نکاح کرا دیا اور ان کا اذن نہیں لیا تو نکاح انکے اذن پر موقوف رہیگا۔ اگر وہ اذن دینگے تو نکاح صحیح ہوگا۔ اور اگر انکار کیا تو نکاح باطل ہے۔

فطرت پیدائش۔ آفرینش۔ سرشت۔ فضیلت تیز۔ دانائی۔ چالاکی۔ فطرۃ الانبیاء سے مراد وہ آداب ہیں جو انبیاء سابقین کے سنن میں سے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو بحال رکھا۔ آپ کی امت کے لیئے بھی وہ امور سنت ہیں اور وہ یہ دس ہیں۔

(۱) لبوں کے بال کتروانا (۲) ڈاڑھی رکھنا (۳) مسواک کرنا (۴) پانی سے نتھنے صاف کرنا (۵) ناخن کترانا (۶) انگلیوں کے پوروں کو صاف رکھنا (۷) بغلوں کے بال اکھیڑنا (۸) موئے زیر ناف مونڈنا (۹) استنجا (۱۰) وضو کے وقت کلی کرنا۔

فطرہ صدقہ فطر کو بھی کہتے ہیں۔ دیکھو (صدقہ فطر)

فطرۃ اللہ سے مراد اللہ کا قانون آفرینش۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (س۔ روم۔ ع ۴) یہ خدا کی (بنائی ہوئی) سرشت ہے جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ خدا کی (بنائی ہوئی) بناوٹ میں رد و بدل نہیں ہوسکتا۔

Marfat.com

فطرۃ الاسلام۔ اسلام کی خصلت حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُّوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ الْاِسْلَامِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ یعنے ہر بچہ اسلام کے اصلے پر پیدا ہوتا ہے۔ پس اسکے ماں باپ اسکو یہودی بنالیتے ہیں یا نصرانی بنالیتے ہیں یا مجوسی بنالیتے ہیں

فقر قاف کی سکون سے۔ فقیر کا طریقہ اور مسلک دیکھو (طریقت)۔

فقہ علم فقہ شریعت کے علم کا نام ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ فقہ کی تعریف ہے نفس کا اپنے نفع اور ضرر کو پہچاننا۔ بعض ائمہ نے تصریح کی ہے کہ اس سے آخرت کا نفع و ضرر مراد ہے۔ پھر بھی یہ تعریف عام ہے جو بہت سے علوم کو شامل کرتی ہے چنانچہ اعتقادات میں نفع و ضرر کو معلوم کرنا علم کلام ہے۔ اور وجدانیات میں نفع و ضرر سمجھنا علم اخلاق و تصوف ہے، اور عملیات میں نفع و ضرر پہچاننا مسائل دینیہ کا علم ہے جسکو عام طور پر فقہ کہا جاتا ہے۔ غرض امام ابوحنیفہ کی تعریف میں علم کلام بھی فقہ میں داخل ہے۔ اسلئے انہوں نے علم کلام کو فقہ اکبر کے نام سے موسوم کیا ہے امام غزالی نے ذکر کیا ہے کہ لوگوں نے فقہ کے نام میں تصرف کر کے اسکو علم فتاوے سے مخصوص کر دیا ہے۔ پہلے زمانہ میں فقہ کا اطلاق علم آخرت اور معرفت حقائق آفات النفوس اور آخرت کی فضیلت اور دنیا کی حقارت کے علم پر کیا جاتا تھا۔ اسی لئے فقیہ اُس شخص کو کہا جاتا تھا جو زاہد و عابد و پرہیزگار ہو (ک)۔

آجکل کی اصطلاح میں فقہ اس مجموعہ مسائل کا نام ہے جس میں فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات اور حرام و مکروہ و مباح کی تفصیل درج ہے۔ اسکی اصلیت یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ یعنی اللہ تعالےٰ جسکا بھلا چاہتا ہے اسکو دین کی سمجھ دے دیتا ہے"۔

اس حدیث کے مفہوم کے مطابق دین کے احکام کے یاد ہونے اور قرآن و حدیث سے ان کے دلائل کے حفظ ہونے کا نام فقہ قرار پایا۔ صحابہ کے زمانہ تک انسانی ضروریات بھی جن سے احکام متشعب ہوتے ہیں مختصر تھیں اور احادیث کی روایت بھی درجہ کمال کو پہنچی تھی اسلئے جس شخص کے سامنے جو مسئلہ پیش ہوتا اس کے متعلق وہ ان آیات و احادیث میں سے جو اسکو یاد ہوتی تھیں حکم مستنبط کر کے سنا دیتا۔ اسکے بعد پھر وہ زمانہ آیا جبکہ انسانی ضروریات بکثرت ہوگئیں اور تمدن و معاشرت کی وسعت سے معاملات کا دائرہ وسیع ہوگیا اور ایسے ایسے پیچیدہ اور ادق مسائل پیدا ہوگئے جن کے متعلق قرآن و حدیث میں صریح اور صاف صاف احکام نہیں ملتے تھے۔ ادھر احادیث کا ذخیرہ بھی اگر روایت در روایت کے ذرائع سے بکثرت ہوگیا۔ تو اس میں متعارضات اور موضوعات نے گڑبڑ مچادی جس سے صحیح احکام مستنبط کرنا سخت مشکل تھا۔ ایسی حالت میں اس سابقہ طریقہ سے کام نہیں چل سکتا تھا۔ پس اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے چار امام ایسے پیدا کر دئے جنہوں نے یہ مشکل رفع کر دی۔ یہ بڑے زبردست عالم کتاب اللہ حافظ حدیث اور نہایت ہی پرہیزگار اور بڑے سمجھدار اور ہوشیار تھے۔ انہوں نے اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی جگہ احکام شرعیہ کا بڑا وسیع درس قائم کیا جس میں سینکڑوں فقہاء اور علمائے کتاب و سنت شامل ہوتے تھے جو ان کے شاگرد تھے۔ ایک سوال پیش ہوتا اور اسکے متعلق تمام حاضرین مجلس غور و بحث کرتے آخر جو فیصلہ باتفاق رائے ہوتا اسکو بطور فتوے درج کتاب کر لیا جاتا۔ اس قسم کے شرعی فیصلجات کا مجموعہ حدیث مذکورہ کے مفہوم کے مطابق فقہ کہلانے لگا امام ابوحنیفہ رح کی فقہ کا نام فقہ حنفی اور امام شافعی کی فقہ کا نام فقہ شافعی امام مالک کی فقہ کا نام فقہ مالکی اور امام احمد بن

Marfat.com

حنبل کی فقہ کا نام فقہ حنبلی مشہور ہوا۔

گویا فقہ ان احکام کا ایک باترتیب مجموعہ ہے جو قرآن وحدیث میں یا تو صاف صاف لفظوں میں آئے ہیں یا انکے متعلق کچھ اشارات آئے ہیں پچھلی صدی میں اہل سنت والجماعۃ میں ایک فرقہ فقہ کے مخالف پیدا ہو گیا جو کہتا ہے کہ فقہ حدیث کے مخالف ہے اس میں وہ احکام درج ہیں جو حدیث میں نہیں آئے۔ یہ فرقہ اپنے آپ کو اہل حدیث مشہور کرتا ہے اور خاص حدیث پر چلنے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ ہندوستان میں سب سے زیادہ فقہ حنفی پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور سرکاری عدالتوں میں جو کتابیں شرعی فیصلجات کے لئے محمڈن لا تسلیم کی گئی وہ بھی زیادہ تر فقہ حنفی کی ہیں۔ فقہ حنفی کی مشہور اور مستند و بسوط کتابیں یہ ہیں۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سنہ
۱۔	ہدایہ	علی بن ابی بکر مرغینانی	۵۹۳ھ
۲۔	درمختار	علاء الدین	۱۰۸۳ھ
۳۔	شرح وقایہ	عبید اللہ بن مسعود	۷۴۵ھ
۴۔	ردالمختار	محمد امین ابن عابدین شامی	سنہ
۵۔	فتاوی عالمگیری	علماء کثیر عہد عالمگیر	سنہ
۶۔	فتاوی قاضیخان	قاضیخان	سنہ

فقہ حنفی کی کتابیں تعداد میں ہزاروں سے متجاوز ہیں مگر چھ کتابیں اپنی جامعیت اور صحت و اعتبار کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر تسلیم کی گئی ہیں جنمیں سے بعض کی شروع بیسیوں سے بھی زیادہ لکھی گئی ہیں۔ ان چھ کتابوں کو فقہ کی صحاح ستہ کہتے ہیں جسطرح حدیث کی صحاح ستہ مشہور ہیں اور وہ چھ (۱) منیۃ المصلی۔ (۲) قدوری (۳) کنز الدقائق (۴) شرح وقایہ (۵) درمختار (۶) ہدایہ۔

فرقہ امامیہ کی مشہور فقہی کتابیں یہ ہیں:-

۱۔ کتاب الشرائع۔ ابوالحسن علی ۳۲۶ھ
۲۔ مغنی فی الفقہ۔ ابوجعفر ۳۶۶ھ
۳۔ شرائع الاسلام۔ شیخ نجم الدین ۶۷۹ھ
۴۔ جامع العباسی۔ بہاء الدین ۱۰۳۱ھ

فقیر فارسی درویش۔ دیکھو "درویش"۔ فقیر کے معنے محتاج (ص) مسلمانوں کا وہ فرقہ جو دنیا اور دین کے تعلقات سے قطع تعلق کرکے یا ان سے بے پرواہ ہو کر خدا کے ساتھ تعلق ڈال لے اور خاص اسی کا محتاج بنجائے۔

فقیروں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک پابند شرع جن کو سالک کہتے ہیں۔ دوسرے غیر پابند شرع جن کو مجذوب یا آزاد کہتے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو لفظ (طریقت)۔

فلس بنو طے کے ایک بت کا نام ہے جسکو سنہ ۹ھ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت علی رض نے توڑا تھا۔

فلق ف کی فتح اور ل کی سکون سے بمعنے شگافتن پھاڑنا۔ دونوں کی فتح سے۔ صبح کی روشنی۔ صبح صادق۔ سفیدہ صبح (غ)۔

قرآن مجید کی سورۃ ۱۱۳ کا نام ہے جسکی پہلی آیت میں یہ کلمہ آیا ہے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔ کہہ میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے مالک کی۔

فلک نوح حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی۔ حضرت نوح نے اپنی امت کو راہ راست پر لانے اور کفر و شرک کے چھوڑانے پر کئی سال لگائے لیکن اُنہوں نے ایک نہ مانی۔ جوں جوں حضرت نوح اُنہیں وعظ و نصیحت کرتے توں توں وہ فسق و فجور کے میدان میں قدم بڑہاتے آخر حضرت نوح نے خدا سے دعا مانگی کہ الٰہی انپر سخت عذاب نازل کر۔ خدا نے انکی دعا قبول کی اور ایک کشتی بنانیکا ارشاد فرمایا۔ حضرت نوح نے کشتی بنائی جسکا طول تین سو ہاتھ۔ عرض پچاس ہاتھ اور اونچائی تیس ہاتھ تھی اسکے تین درجے بنائے۔ ایک میں مرد۔ ایک میں عورتیں اور ایک میں دیگر حیوانات بٹھائے گئے

Marfat.com

آخر پانی کا ایک سخت طوفان آیا۔ دیکھو (طوفان)۔
حضرت نوح نے کشتی میں تمام مسلمانوں کو اور ہر ایک چیز کا جوڑا جوڑا بٹھا دیا اور خدا کے بھروسہ پر کشتی کا لنگر اُٹھا دیا۔ کشتی بڑی بڑی موجوں کو چیرتی ہوئی کوہ جودی پر جا لگی۔ حضرت نوح اتر کر ملک آرمینیہ کے ایک گاؤں میں جسکا نام ازگوری تھا آ بسے (لقف)
قرآن مجید کی آیات ذیل میں اسکا ذکر آیا ہے۔
(۱) وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا تا كَمَا تَسْخَرُوْنَ۔
(س۔ ہود۔ ع ۴) اور ہماری نگرانی میں اور ہمارے ایما کے مطابق ایک کشتی بنا چلو اور نافرمان لوگوں کے بارے میں ہم سے کچھ عرض معروض نہ کرنا کیونکہ یہ لوگ ضرور غرق ہوں گے۔ چنانچہ نوح نے کشتی بنانی شروع کی اور جب کبھی انکی قوم کے لوگ انکے پاس سے ہوکر گذرتے ان سے تمسخر کرتے نوح (انکے تمسخر کا یہ) جواب دیتے کہ اگر (آج) تم ہم پر ہنستے ہو (اسی طرح) ہم (ایک دن) تم پر ہنسیں گے
(۲) فَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ
تا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ۔ (س۔ المؤمنون۔ ع ۲) الغرض ہم نے نوح کیطرف وحی بھیجی کہ ہمارے زیر نظر اور ہمارے ایما کے مطابق ایک کشتی بناؤ۔ پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آنے کو ہے اور تنور (زمین سے پانی) اُبلنے لگے تو ناؤ میں ہر ایک (جاندار) میں سے (نر و مادہ) دو دو کا جوڑا بٹھا لو اور (انکے ساتھ) اپنے گھر والوں کو (بھی) مگر ان میں سے جنکی نسبت پہلے سے (غرق ہونیکا) حکم ہو چکا ہے (ان کو نہیں) اور جن لوگوں نے نافرمانیاں کی ہیں ان کے بارے میں ہم سے کچھ عرض معروض نہ کرنا (کیونکہ) انکو (بہرحال) ڈوبنا ہے۔

فیل ہاتھی۔ الفیل۔ قرآن مجید کی سورۃ ۱۰۵ کا نام ہے جسکی پہلی آیت میں یہ کلمہ آیا ہے
اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ۔
یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔
ہاتھی والوں سے مراد یمن کے حبشی حاکم کی فوج ہے جنہوں نے کعبہ کو مسمار کرنیکا ارادہ کیا تھا۔ آخر عذاب الٰہی سے فوت ہوئے۔ دیکھو لفظ "ابرہہ" اس سورۃ میں اس واقعہ کا قصہ درج ہے۔

فیٔ رجوع کرنا۔ ازہری کہتے ہیں کہ فیٔ اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر جنگ مخالفوں سے حاصل ہو خواہ اس طور پر کہ کفار چھوڑ کر چلے جاویں یا جزیہ ادا کریں یا رعب میں آکر جان بچانیکے لئے کچھ رقم یا چیزیں دیں یہ سب فیٔ ہے۔ اسکو لغوی معنے کے لحاظ سے فیٔ اس لئے کہتے ہیں کہ کفار سے اللہ نے مسلمانوں کے پاس بھیجا ہے
فیٔ کے صرف کی بابت قرآن مجید میں اسطرح حکم آیا ہے مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى
تا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (س۔ حشر۔ ع ۱)
یعنی جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو بستیوں والوں سے لیکر دیا ہے سو وہ اللہ اور رسول اور قرابتداروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے تاکہ وہ تمہارے دولتمندوں ہی میں دائر نہ رہے۔
آیت میں چھ شخص ذکر ہوئے ہیں۔ اوّل اللہ جل جلالہ یوں تو سب اسیکا ہے۔ مگر یہاں اللہ کا مال کہنے سے یہ غرض ہے کہ یہ اللہ نے مخصوص حاجتوں کے لئے اپنا خزانہ بنا کر رکھا ہے۔ اس تقدیر پر یہ کہنا کہ لفظ اللہ تبرکاً مذکور ہے بیفائدہ بات ہے۔ دوم رسول سوم قرابتدار۔ چہارم یتامیٰ۔ پنجم مساکین ششم مسافر۔
آیت میں یہ قید نہیں کہ قرابتدار کسکے ہیں بظاہر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قرابتدار اور آنحضرت کے بعد جو آپکا جانشین ہو اسکو بھی اپنے اقارب کے ساتھ حسن سلوک کرنا انسانی خاصہ ہے جنکا بار بقدر ضرورت شاہی خزانے پر ہونا عین انصاف ہے اور یتیم و مسکین و ابن السبیل قومی ذوحاجت لوگ ہیں۔ خصوصاً شاہی ملازم

Marfat.com

جو سلطنت سے علاقہ رکھتے ہوں یا انکی مہمانداری شان سلطنت اور اسکے فوائد آئندہ پیدا کرنے میں موثر ہوں یہ بھی اس شاہی خزانے سے ہونی چاہئے۔ آیت میں یہ مذکور نہیں کہ ان چھٹوں کے حصے مساوی ہیں یا کم زیادہ کیونکہ ان چھٹوں کیطرف تقسیم نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً حسب ضرورت ان اشخاص کو دینا مراد ہے جسکی کوئی تعداد معین قبل از وقت ہو نہیں سکتی۔ اور آیت میں یہ چند ذو حاجت اسلئے مذکور ہیں کہ انکی طرف زیادہ تر توجہ مبذول ہونی ہے اور یہ اسکے منافی نہیں کہ اور کسی حاجتمند کو یا اور کسی کام پر جو قومی اور سلطنت کے مفید ہو صرف نہ کیا جاوے۔ الحاصل فئی شاہی خزانے میں داخل ہو کر اشخاص مذکورہ بالا کے لئے ہے (تف)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو نضیر کے اموال جو اللہ نے اپنے رسول کو بطور مال غنیمت عطا کئے تھے اس قسم کے تھے جس پر مسلمانوں نے گھوڑے نہیں دوڑائے تھے۔ پس وہ مال خاص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا۔ آپ اس میں سے سال بھر اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے تھے۔ پھر جو بچتا تھا اسکو اللہ کی راہ میں اسلحہ اور گھوڑے تیار کرنے پر لگاتے تھے۔ (مش)

بابُ القاف

ق حروف تہجی سے اکیسواں حرف ہے۔ ایک پہاڑ کا بھی نام ہے جو خیال کیا جاتا ہے کہ تمام دنیا کو گھیرے ہوئے ہے۔ مگر یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی۔ جیسا کہ علم جغرافیہ کے ماہرین پر مخفی نہیں۔ قرآن مجید کی ایک سورت کا بھی نام ہے جسکے اول ہی میں یہ حرف آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۚ (ق - اے پیغمبر قرآن مجید کی قسم کہ تم ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبر ہو)۔

یہ سورۃ مکیہ ہے جیسا کہ حسن وعکرمہ وجابر و ابن عباس فرماتے ہیں۔ صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس سورۃ کو صبح کی اول رکعت میں پڑھا کرتے تھے اور عیدین میں بھی پڑھتے تھے اور خطبہ جمعہ میں بھی۔ اس سورۃ سے مفصلات شروع ہوتی ہیں۔

اس سورۃ میں حشر کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اسکے امکان پر اس عالم سے چند نظائر پیش کئے گئے ہیں جن سے اسکی قدرت کاملہ اور حکمت کا بخوبی ثبوت ہوتا ہے حشر کے مسئلہ کے پہلے نبوت کے مسئلہ کا ثبوت دیا گیا ہے۔ کیونکہ حشر کے ثبوت کے لئے دلائل کے سوا کسی مخبر صادق کی شہادت درکار ہے۔ اور مخبر صادق یا رسولؐ ہے یا اسکی کتاب جو رسولؐ کی معرفت دنیا میں نازل ہوئی۔

قٓ کے معنے میں علماء کے کئی قول ہیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ قٓ ایک عظیم الشان پہاڑ ہے۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو اسکے یہ معنے نہیں کہ اس سورۃ میں جو قٓ ہے اس سے کوہ قاف مراد ہے۔ صحیح تر یہی بات ہے کہ یہ حرف ابتدائے کلام میں کسی خاص رمز کے لئے بولا گیا ہے جسکو خدا کا رسولؐ ہی جانتا ہے۔ (تف)

قابض اللہ کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام ہے جسکے معنے ہیں بندوں کی روزی محدود یعنی تنگ کرنیوالا قبض وبسط دونوں باہم ضد یک دگر ہیں۔ قبض کہتے ہیں تنگی دگر فتگی کو اور بسط فراخی وکشائش کو یعنی خدا جسکی روزی چاہتا ہے تنگ کرتا ہے اور جسکی چاہتا ہے فراخ کرتا ہے دیکھو "باسط" قرآن مجید میں اس لفظ کا مشتق یوں آیا ہے وَاللّٰہُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (س بقرہ ع ۳۲)

اور اللہ تنگ دست بھی کرتا ہے اور کشائش بھی دیتا ہے۔

قاب قوسین

مقدار دو کمان (غ)

تفسیر حقانی میں لکھتے ہیں کہ قاب کے معنے مقدار کے ہیں۔ اور زمخشری کہتے ہیں کہ کمان اور نیزہ اور کوڑے اور گز اور ہاتھ کے ساتھ عرب میں اندازہ بیان کیا جاتا ہے کہ دو کمان کے فاصلہ پر یا نیزہ یا ہاتھ کے فاصلہ پر ہے۔ قاب کمان کی موٹھ کو بھی کہتے ہیں۔ تو معنے یہ ہوئے کہ وہ دونوں اسقدر قریب ہوگئے تھے کہ جس طرح دونوں کمانوں کو ملا دینے سے انکی موٹھ باہم لگجاتی ہے اور کچھ فاصلہ نہیں رہتا۔ اور یہ قرب جسمانی کیطرف اشارہ ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ اسطرح آیا ہے۔
فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۝ (س۔ النجم ع ۱)
دو کمان کی قدر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم۔

قابیل

آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ہے جس نے اپنے چھوٹے بھائی ہابیل کو قتل کر ڈالا تھا۔
چنانچہ انکا حال بالتفصیل قرآن کی حسب ذیل آیتوں میں موجود ہے۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا تا فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ۝

(س۔ مائدہ۔ ع ۵) اور (اے نبی) تو ان لوگوں کو آدم کے دونوں بیٹوں کا قصہ ٹھیک طور سے سنا دے جبکہ دونوں نے (اللہ کے لئے) کچھ نیاز گزرانی سو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی تب ایک نے دوسرے سے کہا میں تجھے مار ہی ڈالوں گا۔ اس[1] نے کہا اللہ تو صرف پرہیزگاروں ہی کی نذر قبول کیا کرتا ہے اگر تو میرے قتل کرنے کے لئے ہاتھ بڑھائیگا تو میں تو تیری طرف تیرے قتل کے لئے ہرگز ہاتھ نہ بڑھاؤں گا میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں جو رب ہے جہان کا۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹے پھر تو دوزخی ہو جاوے۔

[1] یعنے میرا کیا قصور جو تو مجھے نیاز قبول نہ ہونے سے مارنا چاہتا ہے نیاز پرہیزگاروں کی قبول ہوا کرتی ہے سو یہ تیرا قصور ہے کیوں حسد کرتا ہے۔"

اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔ پھر رضامند ہوا اسکا دل اپنے بھائی کے قتل پر پس اسکو مار ڈالا تب وہ خود برباد ہو گیا۔ پھر اللہ نے کوا بھیجا جو زمین کریدنے لگا تاکہ اسکو دکھلا دے کہ اپنے بھائی کی لاش کیونکر چھپانی چاہئے۔ وہ بولا کہ ہائے شامت! کیا میں اس کوے کی برابر بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپاتا پھر تو وہ پچھتانے لگا۔

توریت میں ہے کہ آدم اپنی جورو حوا سے ہمبستر ہوا۔ وہ حاملہ ہوئی اور قائن کو جنی (عربی میں اسکو قابیل کہتے ہیں) پھر اسکے بھائی ہابیل کو جنی اور ہابیل بھیڑ بکری کا چرواہا اور قائن کسان تھا۔ چند روز کے بعد یوں ہوا کہ قائن اپنے کھیت کے حاصل میں سے خداوند کے لئے ہدیہ لایا اپنی پہلوٹھی اور موٹی بھیڑ بکریوں میں سے لایا اور خداوند نے ہابیل اور اسکے ہدیہ کو قبول کیا۔ پر قائن کو اور اسکے ہدیہ کو قبول نہ کیا۔ اسلئے قائن نہایت غصہ اور ترش رو ہوا۔ اور خداوند نے قائن سے کہا۔ تجھے کیوں غصہ آیا اگر تو اچھا کرتا تو کیا مقبول نہ ہوتا الخ۔ اور جب وہ دونوں کھیت میں تھے تو قائن اپنے بھائی ہابیل پر اٹھا اور مار ڈالا۔ تب خداوند نے کہا تیرا بھائی کہاں ہے۔ اس نے کہا کیا میں اسکا نگہبان ہوں پھر اس نے کہا کہ تو نے کیا کیا۔ تیرے بھائی کا خون زمین سے تجھے پکارتا ہے اور اب تو زمین سے لعنتی ہوا الخ۔ سو قائن خداوند کے حضور سے نکل گیا اور عدن کے پورب کیطرف نود کی سرزمین میں جا رہا۔ قابیل اپنے بھائی کو قتل کرکے اپنی پیٹھ پر لادے پھرتا تھا اس سے پہلے کسیکو دفناتے نہ دیکھا تھا جو دفناتا۔ اسلئے خدا نے کوے بھیجے جو باہم لڑے اور ایک نے ایک کو مار کر پنجوں سے زمین کریدکر دبا دیا۔ اسپر قابیل کو دیکھکر سخت ندامت ہوئی کہ اے افسوس! میں تو اس کوے کی برابر بھی نہ ہو سکا یعنی مجھے دفنانا نہ آیا اور نیز کوے نے جانور ہو کر بعد مرنے دوسرے پر رحم کیا جو اسکی لاش کو تہ خاک کیا۔ میں نے اپنے بھائی کے

ساتھ انسان ہو کر کیا گیا۔ (لف)

قادر خدا کے ننانوے (۹۹) ناموں سے ایک نام ہے۔ اسکے معنے ہیں قدرت والا۔ قادر اصل میں اسکو کہتے ہیں کہ اگر چاہے کرے اور اگر چاہے نہ کرے اور یہ بات نہیں کہ ضرور ہی کرے۔ کیونکہ اللہ تعالے اسوقت قیامت قائم کرنے پر قادر ہے اگر چاہے لیکن قائم نہیں کرتا۔ کیونکہ چاہتا نہیں۔ اسلئے کہ اسکے سابق علم میں اسکا وقت مقرر ہو چکا ہے اور اس سے قادر ہونے میں کوئی خدشہ نہیں ہو سکتا۔ اور قادر مطلق اسے کہتے ہیں جسے اختراع اشیاء میں کسی دوسرے کی معاونت کی حاجت نہ ہو۔ اور وہ اللہ تعالے ہے بندہ بھی قادر ہے لیکن ناقص (متق)۔

قرآن مجید میں یہ لفظ بعینہ موجود ہے قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ تا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ (س انعام ع ۸) یعنی کہو کہ وہی خدا اسپر قادر ہے کہ تمہارے اوپر کیطرف سے یا تمہارے پیروں کے تلے سے کوئی عذاب تمہارے لئے نکال کھڑا کرے یا تمکو گروہ گروہ کر کے تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزا چکھا دے۔

قادریہ صوفیہ کا ایک گروہ جو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کیطرف منسوب ہے۔ اس سلسلہ میں سماع وغیرہ ممنوع ہے۔ ایشیا کے سنیوں میں یہ سلسلہ ہر دلعزیز سلسلہ ہے۔ دیکھو (عبد القادر جیلانی)۔

قارعہ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔ (ل) کھڑکھڑا دینے والی۔ یہ قرع سے مشتق ہے جسکے معنے کھڑکھڑانے اور ٹھوکنے کے ہیں اسلئے حوادث دہر کو جو عاقل کو دہلاتے اور دل کو ہلاتے ہوں قوارع الدہر کہتے ہیں۔ اور قرآن مجید کی اس قسم کی آیات کو جو طبع بشری کو جنبش دینے والی ہیں قوارع القرآن کہتے ہیں۔ چونکہ اس سورۃ میں بھی وہ مضامین ہیں جو انسان کو خواب غفلت سے جگاتے اور اسکے دل کو ہلاتے ہیں یا اس میں اس حادثہ کا ذکر ہے جو دنیا کو زیر و زبر کر دیگا یعنے قیامت۔ اسلئے اسکا نام قارعہ ہوا۔ (لف)

قارون معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کا بھانجا تھا۔ مگر صحیح وہی پہلی بات ہے۔ یہ شخص توریت خوب پڑھتا تھا۔ جبتک فقیر محتاج و بے مایہ رہا تب تک متواضع و متخلق باخلاق حمیدہ رہا۔ مگر جب مالدار ہوا تو بگڑ گیا۔ یہانتک کہ اپنے کپڑے اوروں سے ایک ایک بالشت بڑھا دئیے جو نخوت و کبر کی نشانی ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالے قیامت کے دن اس شخص کیطرف نہ دیکھیگا جو اپنا کپڑا اتنا دراز کرے کہ گھسٹتا چلے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم نے عبد اللہ ابن عمر رض سے روایت کی ہے۔ قارون کی کثرت مال اس حد کو پہونچی تھی کہ اس کے خزانہ کی کنجیاں چالیس آدمی لیکر چلتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ (س قصص ع ۸) یعنے ہمنے اسے اتنے خزانے دئے تھے کہ کئی زور آور مرد اسکی کنجیاں بمشکل اٹھاتے۔ الغرض قارون نخوت و کبر میں بسر کرتا تھا اور کارخانہ قضا و قدر سے غافل تھا۔ ایک دن موسیٰ نے بطریق نصیحت اس سے کہا لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ تا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ یعنی اترا مت کیونکہ اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو تجھکو خدا نے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کا فکر کرتا رہ اور دنیا سے جو تیرا حصہ ہے اوسکو فراموش نہ کر اور جسطرح سے اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی اوروں کے ساتھ احسان کر

Marfat.com

اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو کیونکہ اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔

ان کے جواب میں اس نے کہا اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ یعنی یہ تو ملا ہے مجھے ایک ہنر سے جو میرے پاس ہے۔

مفسرین نے اختلاف کیا ہے کہ اس جگہ کون علم مراد ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ قارون نے کہا میں تم سب سے زیادہ توراۃ کو جانتا ہوں اس باعث سے اللہ نے تم سب پر مجھکو فضیلت دی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مجھکو کئی قسم کے کسب آتے ہیں ان سے یہ مال حاصل ہوا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت یوسف کے خزانوں سے واقف ہوگیا تھا اور انکو اٹھالایا

اور سعید بن مسیبؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم کیمیا سکھایا تھا۔ سو حضرت نے ایک تہائی یوشع بن نون کو اور ایک تہائی اب ابن یوقنا کو اور ایک تہائی قارون کو سکھائی تھی۔ مگر قارون نے فریب سے حضرت یوشع اور یوقنا کا علم بھی سیکھ لیا اور مالدار ہوگیا۔ بالجملہ اس عرصہ میں شنبہ کے دن قارون نے سرخ کپڑے پہنے اور سفید اونٹ پر سوار ہوا اور ستر یا نوے ہزار سوار گھوڑوں کے سب پوشاک ارغوانی پہنے ہوئے ساتھ ہوئے۔ اور تین سو یا ہزار عورت خوبصورت سرخ کپڑے سفید سوزنی پہنے ہوئے انواع زیورات سے آراستہ سفید اونٹوں پر سوار ہمراہ رکاب سبکنان قوم بنی اسرائیل کیطرف آیا تو ان میں جو لوگ طالب دنیا تھے کہنے لگے یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ یعنی کاش! ہمارے پاس بھی ہوتا جیسا کچھ قارون کو ملا ہے۔ بے شک قارون بڑا صاحب نصیب ہے۔

القصہ قارون عیش و عشرت میں بسر کرتا۔ اور حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے دل میں بغض اور حسد رکھتا۔

اوّل طغیان اور عصیان قارون سے یہ ہوا کہ جب اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد کیا کہ اپنی قوم کو کہو کہ چادروں میں چاروں طرف آسمانی رنگ کے ڈورے لگائیں تا کہ انکو دیکھکر آسمان کو دیکھیں۔ اور معلوم کریں کہ میں نے توریت اسی سے نازل فرمائی ہے تب حضرت موسےٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا الٰہی ساری چادر اگر رنگ لینے کا حکم ہو تو بہتر ہے اسلئے کہ بنی اسرائیل سبز ڈوروں میں اپنی حقارت سمجھیں گے۔ اور یہ حکم بھی چھوٹا ہے۔ ارشاد ہوا کہ میرا حکم چھوٹا نہیں ہے دیکھو چھوٹے حکم کی اگر تقدیم کریں تو بڑے حکم میں بھی پہلو تہی نہ کرینگے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو حکم دیا کہ اپنی چادروں میں سبز ڈورے باندھو کہ جب انہیں دیکھو تو اپنے رب کو یاد کرو۔ بنی اسرائیل نے فرمانبرداری کی اور قارون نے انکار کرکے اپنا منہ پھیر لیا۔ اور کہا یہ نشانیاں غلاموں کی ہیں اور میں امیر ہوں۔

دوسرے یہ کہ جب فرعون غرق ہوا اور بنی اسرائیل نے نجات پائی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ریاست مذبح کی حضرت ہارون علیہ السلام کے سپرد فرمائی کہ بنی اسرائیل اپنی قربانی حضرت ہارون کے پاس لے جاتے اور حضرت ہارون اسکو ذبح کرکے رکھدیتے آسمان سے ایک آگ آتی اسکو کھا جاتی۔ یہ ریاست قارون کو سخت ناگوار معلوم ہوئی۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگا کہ تم پیغمبر ہوئے اور ہارون کو ریاست مذبح ملی میں کسی میں نہ رہا۔ حالانکہ توریت کو میں خوب پڑھتا ہوں۔ اب میں صبر نہیں کرسکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے یہ ریاست ہارون کو نہیں دی اللہ کیطرف سے انکو عنایت ہوئی ہے

Marfat.com

بولا کہ میں نہیں مانتا۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
بنی اسرائیل کے رئیسوں کو جمع کر کے فرمایا کہ اپنی اپنی
لاٹھیاں لاؤ اور انکو اپنے قبہ عبادت میں بطریق چھتی
کے جماؤ۔ جسکی لکڑی میں آگ آئے اسکا مرتبہ خدا کے
نزدیک بڑا سمجھو۔ سب لوگ اپنی اپنی لکڑیاں لا کر رکھنے
لگے۔ حضرت ہارون نے بھی اپنی لکڑی گاڑی۔ صبح کو
حضرت ہارون کی لکڑی کو جو دیکھا تو اس میں پتے لگے ہوئے
تھے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اے قارون مرتبہ
ہارون کا دیکھ۔ قارون نے کہا واللہ یہ سحر ہے۔ اور اپنے
تابعین کے ساتھ قوم سے نکل گیا۔ اور حضرت موسیٰ سے
بگڑ بیٹھا۔ مگر حضرت موسیٰ باوصف ایسی شرارت کے
بلحاظ قرابت ہر ایک امر میں رعایت کرتے۔ پھر اس مردود
نے گھر بنایا اور اسکا دروازہ سونے کا لگایا اور دیواریں
اسکی مطلا اور مذہب بنائیں ہر روز بنی اسرائیل
وہاں جایا کرتے اور دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے اور قارون
انکو کھانا کھلاتا۔ بنی اسرائیل کے رکابی مذہب تھے۔ وہ
شکایتیں حضرت موسیٰ کی کیا کرتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس
عرصہ میں حکم زکوٰۃ نازل ہوا۔ قارون نے عذر کیا۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون سے یوں مصالحہ
کیا کہ ہزار درہم پر ایک درہم اور ہزار بکری پر ایک
بکری دیا کرو۔ اس نے شمار کیا تو زر خطیر ہوا۔ تب بخل نے
زکوٰۃ سے باز رکھا۔ پھر بنی اسرائیل کو جمع کر کے کہنے لگا
کہ تمنے موسیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہر ایک حکم میں
کی ہے۔ اب وہ چاہتا ہے کہ تمہارا مال مفت لے لے
وہ کہنے لگے تو ہمارا سردار ہے جو تو کہیگا ہم کرینگے۔
وہ کہنے لگا میں موسیٰ کو رسوا کیا چاہتا ہوں تاکہ پھر کوئی
اسکی بات نہ سنے۔ مسماۃ منیرہ قحبہ کو میرے پاس لاؤ۔
تو میں تدبیر کروں۔ بنی اسرائیل تلاش کر کے لے آئے
قارون نے اس سے کہا کہ میں تجھکو ایک ہزار درہم
یا ہزار دینار یا طاس سونے کا عطا کرونگا یا اپنے محل میں
داخل کرونگا تو کل جسوقت بنی اسرائیل جمع ہوں حضرت
موسیٰ کو اپنے ساتھ زنا کی تہمت لگانا۔ اور دو تھیلیاں اشرفیوں
کی اسی وقت دیں۔ اس نے اقرار کیا۔ دوسری صبح کو
قارون نے بنی اسرائیل کو جمع کیا۔ حضرت موسےٰ
بھی تشریف لائے۔ قارون نے کہا بنی اسرائیل چاہتے
ہیں کہ آپ وعظ فرمائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
اثناء وعظ میں فرمایا کہ جو کوئی شخص چوری کریگا اس کا
ہاتھ کاٹونگا۔ اور جو کوئی زنا کریگا تو اگر وہ کتخدا نہیں
ہے تو اسے سو تازیانے مارونگا۔ اور جو کتخدا ہے
اسے سنگسار کرونگا۔ یہانتک کہ مرجائے اور جو کسیکو
تہمت لگائیگا۔ اسکو اسی کوڑے مارونگا۔ قارون نے
ادب سے کہا۔ اگر یہ سب گناہ تم سے ہوئے ہوں تو کیا کرو
حضرت نے فرمایا اگر مجھ سے ہوئے ہوں تو بھی یہی حکم ہے
قارون نے کہا بنی اسرائیل کو یہ گمان ہے کہ تو نے
فلاں عورت سے زنا کیا ہے۔ حضرت موسےٰ نے
فرمایا۔ معاذاللہ۔ تو اسکو طلب کر کہ جہاں ہے حاضر
ہو کر بیان کرے۔ چنانچہ مسماۃ منیرہ اسی محفل میں
حاضر ہوئی۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ اے منیرہ تجھکو قسم اس
خدا کی جس نے دریا کو پھاڑا اور توریت کو نازل کیا سچ بیان
کر کہ میں نے تیرے ساتھ وہ کام کیا ہے جو یہ لوگ کہتے ہیں
بولی ہرگز نہیں۔ سب افترا اور جھوٹ ہے اور یہ سب
لوگ جھوٹے ہیں۔ اس قارون نے مجھکو سکھایا ہے
اور رشوت دی ہے کہ تو حضرت موسےٰ کو اپنے ساتھ زنا
کی تہمت کر۔ سو میں باوجود اسکے کہ گنہگار بدکار ہوں۔
لیکن ہرگز پسند نہیں کرتی کہ آپ پر تہمت کروں۔ اور
یہ دونوں تھیلیاں اشرفیوں کی قارون کی دی ہوئی
اسکی میرے پاس موجود ہیں۔ بنی اسرائیل نے جب
مہر قارون کی دیکھی تو اسکے مکر سے مطلع ہوئے۔ پھر
حضرت موسےٰ علیہ السلام سجدے میں گئے۔ اور

Marfat.com

قارون کے شاکی ہو کر عرض کرنے لگے کہ یاالٰہی اگر میں تیرا رسول ہوں تو غضب نازل کر۔ ارشاد ہوا کہ میں نے زمین کو تیرے اختیار میں کر دیا ہے جو مرکوز خاطر ہو اسے ارشاد کر۔ حضرت موسٰی علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اللہ نے مجھکو قارون پر اسیطرح بھیجا ہے جسطرح فرعون پر بھیجا تھا۔ اب جو شخص اسکے ساتھ رہنا چاہتا ہے وہ جا ہے اور جو علیحدہ ہوا چاہتا ہو وہ نکل آوے۔ یہ بات سنکر سب بنی اسرائیل نکل آئے۔ مگر دو شخص باقی رہے تب حضرت موسٰی علیہ السلام نے زمین کو ارشاد کیا کہ یَا اَرْضُ خُذِیْھِمْ یعنی اے زمین پکڑ انکو۔

اسوقت قارون ایک تخت پر فرش مخملی بچھائے ہوئے بیٹھا تھا۔ زمین نے اس تخت کو نگلا۔ وہ تو غائب ہو گیا۔ پھر قارون کو پاؤں کیطرف سے نگل چلی۔ اس مردود نے شور مچایا اور امان مانگنے لگا۔ پھر موسٰی نے فرمایا یَا اَرْضُ خُذِیْھِمْ یہانتک کہ زانو سے سر تک زمین میں غائب ہو گیا۔ اس درمیان میں ستر مرتبہ قارون نے اور اُسکے یاروں نے استغاثہ کیا لیکن حضرت موسٰی علیہ السلام ملتفت نہ ہوئے اور مطلق غصہ حضرت کا فرو نہ ہوا۔ اسوقت وحی آئی کہ اے موسٰی قارون اور اُسکے یاروں نے ستر بار استغاثہ کیا اور تو نے نہ سنا۔ قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی کہ اگر مجھسے ایک مرتبہ استغاثہ کرتا تو میں اسکا استغاثہ سن لیتا۔ القصہ اس واقعہ کے بعد سفہاء بنی اسرائیل آپسمیں کہنے لگے کہ موسٰی نے اسلئے دعا مانگی کہ قارون ہلاک ہو۔ تو ہم اسکے مال و اسباب میں تصرف کریں۔ یہ کلام حضرت موسٰی علیہ السلام نے سنا تب واسطے رفع تہمت کے پھر دعا مانگی کہ یاالٰہی یہ مال اور اسباب بھی زمین میں دھس جائے۔ چنانچہ گھر اور مال ظاہر اور پوشیدہ سب زمین میں جاتا رہا۔

معالم التنزیل میں قتادہؓ سے روایت ہے کہ قارون ہر روز مقدار اپنے جسم کے مع مال اور خانہ زمین میں دھنستا ہے۔ قیامت تک یونہی رہے گا جب نفخ صور کا وقت آویگا تب قعر زمین میں پہنچیگا۔ (ذکرا)

قاری (ل) پڑھنے والا (ص) میں اس شخص کو کہتے ہیں جو علم قرارت سے واقفیت رکھتا ہو۔ اس فن کے جاننے والے سات شخص ایسے گذرے ہیں کہ دور دراز سے لوگ انکے پاس آکر قرآن کی حرکات و سکنات مد و شد بلکہ لب و لہجہ کو بھی سیکھتے تھے اور اس فن کے مقتدا مانے گئے ہیں انہیں قراء سبعہ کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں :۔

(۱) نافع۔ آپ نے ستر تابعین سے یہ علم حاصل کیا تھا۔ اور مدینہ طیبہ میں رہتے تھے۔

(۲) ابن کثیر مکی۔ یہ عبد اللہ بن سائب صحابی کے شاگرد تھے۔

(۳) ابو عمرو۔ علماء تابعین کے شاگرد تھے اور بصرہ میں رہتے تھے

(۴) عبد اللہ بن عامر۔ شامی۔ یہ ابو الدرداء کے شاگردوں کے شاگرد تھے۔

(۵) عاصم۔ کوفی۔ یہ بھی تابعین کے شاگرد تھے

(۶) حمزہ۔ یہ عاصم کے شاگرد تھے۔

(۷) کسائی۔ یہ حمزہ کے شاگرد تھے۔

وہ سات قاری کہ جنکی سات قرارت مشہور ہیں یہی ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی قرارت کے دو دو راوی ہیں۔ کہ جنکے لب و لہجہ میں کسیقدر باہم اختلاف ہے

چنانچہ نافع سے انکے شاگرد قالونؒ اور ورشؒ اور ابن کثیر سے قنبلؒ اور بزیؒ ایک واسطہ سے اور ابو عمرو سے دوری اور سوسی ایک واسطہ سے۔ اور ابن عامر سے ہشام اور ذکوانؒ ایک واسطے سے۔ اور عاصم سے ابوبکر بن عیاشؒ اور حفصؒ (حفص کی قرارت ہندوستان میں مشہور ہے)

Marfat.com

اور حمزہ سے حلفؒ اور خلادؒ بواسطہ سلیم۔ اور کسائی سے دوری اور ابوالحارث روایت کرتے ہیں (مقدمہ لغت)

قاری ابو محمد جعفر بن احمد اپنے زمانہ کے بے نظیر محدث تھے۔ حافظ ابو طاہر سلفی نے آپ سے روایت کی ہے اور آپ سے روایت کرنے پر فخر کیا کرتے تھے سنہ ۵۰۰ھ میں فوت ہوئے (ن)

قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق۔ مدینہ کے اکابر علماء میں سے تھے۔ سنہ ۱۰۶ھ میں فوت ہوئے (ن)

قافلہ (ل) سفر سے واپس آنے والا۔ قفول سے ماخوذ ہے جسکے معنے سفر سے واپس آنا ہے لیکن تفاؤل کے لئے اس گروہ کو کہتے ہیں جو سفر کرنیوالا ہو۔ (غ)۔

اسلامی ممالک میں جب راستے پرخطر ہوتے تو لوگ ملکر سفر کیا کرتے تھے۔ اگر کوئی گروہ یا شخص قافلے سے متعرض ہوتو اسے قتل کیا جاتا ہے۔

قانت (ل) فرمانبردار۔ نماز میں دعا پڑھنے والا خاموش (غ)۔

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ (س النحل۔ ع ۱۶) یعنی بے شک ابراہیمؑ لوگوں کے پیشوا ہو گذرے ہیں خدا کے فرمانبردار بندے جو ایک خدا کے ہو رہے تھے۔ اور مشرکین میں سے نہ تھے۔

قانون وہ امر کلی جو اپنی تمام جزئیات پر منطبق ہوجائے (فغ)

اصل میں یہ لفظ سریانی ہے یا یونانی۔ جسکے معنے ہیں اصل ہر چیز۔ مسطر کتاب۔ مسطر جدول۔ مقیاس ہر شئے۔ (غ)

قبا مدینے سے دو میل کے فاصلے پر ایک بستی ہے۔ ہجرت کرکے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو پہلے یہیں اترے تھے اور دو ہفتے تک یہیں قیام فرمایا تھا۔ اس اثنا میں آپ نے ایک مسجد کی بناؤ ڈالی جسکا نام مسجد قبا ہوا۔ دیکھو (مسجد قبا)

قبالہ ضامنی نامہ۔ خط شرعی۔ (غ)

قبر شرع میں قبر عالم برزخ کا نام ہے۔ خواہ کوئی دریا میں ڈوب جاوے یا آگ میں جلجاوے۔ یا اسکی لاش ہوا میں لٹکتی رہے۔ بہر حال اسکو قبر میں جانا ہوتا ہے۔ وہاں اسکو ثواب وعذاب بھگتنا پڑتا ہے۔ اور عرف میں قبر اس گڑھے کو کہتے ہیں کہ جس میں لاش دفنائی جاتی ہے۔ قبر بھی بندے کے لئے ایک نعمت ہے جسکی تعلیم قابیل کے عہد میں ہوئی۔ اس سے پہلے جانوروں کی طرح لاش پڑی سڑا کرتی تھی۔ کتے۔ گیدڑ۔ چیل۔ کوے کھایا کرتے تھے۔ مرنے والے کی کمال بے حرمتی ہوتی تھی۔ اور لوگوں کو تکلیف پہونچتی تھی۔ امراض پھیلتے تھے۔ دفنانے سے یہ سب باتیں جاتی رہیں۔ مجوسی تو ابتک اپنے مُردوں کی لاشوں کو اسی جاہلانہ دستور کے موافق یوں ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ صرف اتنی بات کرتے ہیں کہ لاشوں کے لئے ایک مکان بنا رکھتے ہیں کنوئیں کی طرح کا اور اس میں ایک دروازہ ہوتا ہے۔ لاش کو وہاں دھر کر چلے آتے ہیں۔ اہل ہنود اکثر جلادیتے ہیں۔ باقی اور تمام اقوام مسلمان۔ عیسائی۔ یہودی۔ اور دیگر اقوام خاک میں دباتے ہیں۔ (لف)

عامر ابن سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی مرض الموت میں کہا (میری وفات کے بعد) میرے لئے لحد بنانا اور مجھ پر (یعنے دہانہ لحد پر) کچی اینٹیں کھڑی کرنا جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا گیا تھا (مش)

سفیان تمار کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کی قبر کو دیکھا کہ اونٹ کی کوہان کی سی تھی (مش)
جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو چونہ گچ کرنے اور اسپر عمارت بنانے اور اسپر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے (مش)

قبر کا سرہانا شمال کیطرف رکھا جاتا ہے تاکہ اس میں میت کا رخ قبلہ کیطرف ہو سکے۔ قبر کی گہرائی ایک متوسط آدمی کے سینہ کے برابر رکھی جاتی ہے۔ مغرب کی سمت لحد بنائی جاتی ہے اور اس میں میت کو لٹا کر لحد کا دہانہ کچی اینٹوں سے بند کر دیا جاتا ہے۔ اور قبر کو مٹی سے بھر کر زمین سے کسیقدر اونچی بنا دیتے ہیں۔

قبروں کی زیارت سے پہلے منع کیا گیا تھا۔ مگر بعد میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیدی کہ قبروں کی زیارت کرکے عبرت حاصل کیا کریں۔ مگر عورتوں کو کسی صورت میں قبروں میں جانا جائز نہیں (م)

قبض و بسط خدا کی صفات ہیں۔ دیکھو "قابض و باسط" (ص۔و) میں قبض و بسط ان دو حالتوں کا نام ہے جو بندہ کو خوف و رجا کے درجہ سے ترقی کر جانیکے بعد عارض ہوتی ہیں۔ پس عارف کے لئے قبض ایسا ہے جیسے ستامن کے لئے خوف۔ ان دونو میں فرق یہ ہے کہ خوف و رجا کسی آئندہ مکروہ یا محبوب امر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور قبض و بسط کا تعلق موجودہ امر کے ساتھ ہے جو عارف کے دل پر وارد غیبی سے غالب ہوتا ہے (تع)

مجمع السلوک میں لکھا ہے۔ قبض و بسط اور خوف و رجا قریب ہیں۔ لیکن خوف و رجا عام محبت کے مقام میں ہوتے ہیں اور قبض و بسط خاص محبت کے اوائل کے مقام میں ہوتے ہیں۔ پس جو شخص اوامر و نواہی بجالانے سے ایمان کا حکم رکھتا ہے اسکو قبض و بسط نہیں ہوتا بلکہ خوف و رجا ہوتی ہے لیکن اگر اسکو غم و خوشی لاحق ہوتی ہے تو سمجھتا ہے کہ یہ قبض و بسط ہے حالانکہ یہ باتیں نفس امارہ کے لوازمات ہیں۔ پھر جب بندہ ترقی کرکے محبت خاص کے اوائل کو پہونچتا ہے اور صاحب حال و قلب اور مالک نفس لوامہ بنجاتا ہے تو اسکی قبض و بسط کی نوبت آتی ہے کیونکہ بندہ ایمان کے مرتبہ سے بڑھکر ایسے درجہ پر جا پہنچتا ہے کہ حق تعالیٰ اسکو کبھی قبض اور کبھی بسط کرتا ہے (ک)

وہ دلوں کو قبض کرتا ہے پس وہ تنگ ہوتے ہیں جبکہ ان پر اسکی بے توجہی۔ بے پروائی اور جلال منکشف ہوتا ہے اور وہ دلوں کو بسط کرتا ہے جبکہ انپر اپنے لطف و احسان اور جمال کا پرتو ڈالتا ہے۔ (من)

قبطی قبط کیطرف منسوب ہے۔ اور قبط ایک شخص تھا نوح علیہ السلام کے نبیروں سے اسکی اولاد کو قبطی کہتے ہیں جو مصر میں رہتے تھے اور فرعون کے تابع تھے۔ ماریہ قبطیہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لونڈی اسی قوم سے تھیں (غ)

قبلہ فِعْلَۃٌ کے وزن پر ہے۔ سامنے کی جہت کو کہتے ہیں یا اس حالت کو جو کسی چیز کے سامنے ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ یا تو یہ مقابلہ سے مشتق ہے یا استقبال سے۔ اور قبلہ کو اسی لئے قبلہ کہتے ہیں کہ وہ نمازی کے سامنے ہوتا ہے (تفسیر کبیر وغیرہ)۔

نماز کے لئے تعین قبلہ کی حکمت خدا تعالےٰ نے انسان کو دو قوتیں عطا فرمائی ہیں۔ ایک قوۃ عقلیہ کہ جو مجردات کا ادراک کرتی ہے۔ دوسری قوت خیالیہ کہ عالم اجسام میں تصرف کرتی ہے۔ اور بسا اوقات یہ قوت خیالیہ قوت عقلیہ کو ان معانی مجردہ کے علم میں مدد دیا کرتی ہے۔ اور اسلئے آپ نے دیکھا ہوگا کہ مہندس لوگ جب مقادیر کا کوئی کلی حکم دریافت کرنا چاہتے ہیں تو اسکے لئے کوئی صورت معینہ اور شکل معین فرض کر لیتے ہیں تاکہ حس اور خیال اسکی اس ادراک میں اعانت کرے۔ پس جب بندہ کو خدا تعالیٰ کے حضور میں

Marfat.com

بوقت عبادت حاضر ہونا پڑا تو اس ذات مقدسہ کے لئے جو جسم اور اسکے عوارض سے پاک ہے اور احاطہ حس و خیال سے باہر ہے۔ کوئی آلہ حسی (یعنی اسکی مشق کے لئے خاکہ) ضرور تھا کہ جو اسکی تجلیات کا مظہر اور اسکے جمال باکمال کا آئینہ ہو۔ اور یہ بھی ضرور تھا کہ اس آئینہ میں کوئی صنمیت یا قبریت وغیرہ کا رنگ نہ ہو (یعنی وہ جگہ کسی کی قبر یا کسیکی تصویر نہ ہو۔ ورنہ پھر توجہ عبودیت اس صاحب قبر اور اس صاحب تصویر کی طرف رجوع کرے گی)۔ تاکہ عمدہ طرح سے نظر آوے۔ اور یہ جگہ خانہ کعبہ ہے کہ جو عالم ملکوت میں بیت المعمور کا نمونہ اور عالم ناسوت میں ابوالانبیاء و رئیس الموحدین حضرت آدم و ابراہیم علیہما السلام کا معبد اور خداوند تعالےٰ کے جلوہ کی کرسی ہے۔ اور تکوین عالم کے وقت تمام زمین کے لئے مبدء یا اسکی ناف ہے اور آفتاب دین محمدی کا مطلع اور اہل اسلام کی دولت و حشمت کا منبع ہے اور اسکے بعد دوم درجہ بیت المقدس ہے کہ جہاں نبوت بنی اسرائیل کا دریا بہا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ امر تو ظاہر ہے کہ قوت اجتماعیہ قوت وحدانیہ سے قوی ہوتی ہے۔ دیکھئے ایک یا دو بال میں وہ قوت نہیں جو دس بیس یا پچاس ملا کر رسی بٹنے میں ہوتی ہے۔ پس جب نباتات و جمادات کا یہ حال ہے تو پھر حضرت انسان بالخصوص اہل ایمان کے اتفاق کا خصوصاً وقت عبادت میں اجتماع انوار روحانیہ کا تو کیا کہنا ہے۔ اسی لئے نماز جماعت مقرر ہوئی۔ کہ اہل محلہ میں اتفاق پیدا کرے۔ اور جمعہ اور حج اسلئے کہ اہل شہر اور روئے زمین کے اہل اسلام کا باہمی میل و جول ہو۔ پس جب نماز میں حالت اتفاقیہ شریعت کے نزدیک ایک امر ضروری تھا تو اسکے لئے ایک جہت کا مقرر ہونا بھی ضرور تھا۔ کیونکہ اختلاف ظاہری اختلاف باطنی کی دلیل ہے۔ اور وہ جہت خانہ کعبہ ہونی چاہئے۔ کیونکہ اسلام و توحید کا یہ منبع ہے۔

پہلے چند روز تک تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کیطرف مونہہ کرکے نماز پڑھتے تھے پھر خانہ کعبہ کیطرف مونہہ کرنیکا حکم ہوا۔ اس میں یہ حکمت تھی کہ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دین تمام انبیاء علیہم السلام کے اصول دین پر مبنی ہے۔ چنانچہ آنحضرت کا ماننا موسیٰ و عیسےٰ و دیگر انبیاء کا ماننا ہے۔ اور قرآن مجید پر ایمان لانا تمام کتب الٰہیہ پر ایمان لانا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے دو معبد روئے زمین پر ایسے معظم و مکرم تھے کہ جنکی عزت و عظمت تمام خداپرست قوموں کے دلوں میں پیوست تھی۔ ایک کعبہ اور دوسرا بیت المقدس۔ اس لئے ضرور ہوا کہ ان دونوں گھروں کو قبلہ نماز بنایا جائے تاکہ مرتبہ جامعیت پایا جائے۔ اگرچہ یہ نور نبوت اولاً کعبہ ہی سے چمکا ہے تو بیشتر اسکی رعایت ہی کیگئی (ن ف)

تحویل قبلہ کا حکم سنہ ۲ھ میں ہوا۔ اسوقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ وحی نازل ہوئی۔ اس حکم کا نازل ہونا تھا کہ نماز ہی میں آپنے کعبے کیطرف منہ پھیر لیا۔ یہ دیکھکر صحابہ نے بھی آپ کی متابعت کی۔ اور سب نے کعبے کیطرف منہ پھیر لیا۔

اس وقت مسجد نبوی اور مسجد قبا دونوں کا رخ بیت المقدس کیطرف تھا۔ اس حکم کے بعد ان میں بھی قبلے کی سمت بدل دی گئی (طب وغیرہ)

کعبہ کیطرف منہ کرنے میں اسطرف کا حقیقی ہونا ضرور نہیں بلکہ سمت تخمین بھی کافی ہے۔ یہانتک کہ اگر ایک خط جنوب شمال میں کعبے سے نکالا جائے اور دوسرا نمازی کے سامنے سے کھینچا جائے جبکہ وہ کعبہ سے مغربی یا مشرقی جہت میں ہو۔ اور پھر دونوں خطوں میں تقاطع ہو جاوے تو کافی ہے۔ جیسا کہ شکل ذیل سے ظاہر ہے۔

Marfat.com

اگر اندھیری رات میں یا کسی اور وجہ سے قبلہ معلوم نہ ہو تو نمازی غور کرے اور جدھر ظن غالب قبلہ کا ہو اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے گو بعد میں

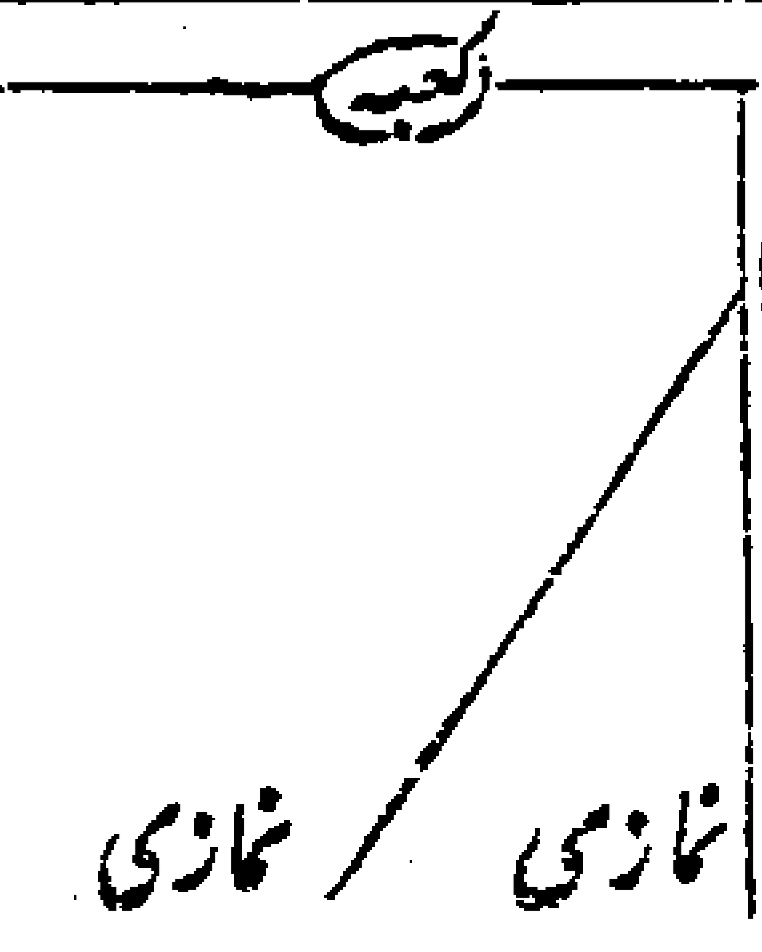

غلطی معلوم ہو۔ کیونکہ یہ امر سہولت پر مبنی ہے۔ ورنہ وقت ہو جاوے۔ (لغ)

تحویل قبلہ کا بیان قرآن مجید میں دوسرے پارے کے شروع ہی میں موجود ہے۔

قبول مان لینا۔ تسلیم کرنا۔ لے لینا۔ اصطلاح فقہ میں کسی عقد مثلاً نکاح یا بیع وغیرہ کی درخواست کو منظور کر لینا اور درخواست کو ایجاب کہتے ہیں۔

قتات سخن چین۔ یعنی وہ شخص جو چھپ کر آدمیوں کی باتیں سنے تاکہ دوسروں سے جا لگائے صاحب قاموس کہتے ہیں کہ چھپ کر آدمیوں کی باتیں سننے والے کو قتات کہتے ہیں دوسروں سے بیان کرے یا نہ کرے۔ حدیث میں قتات کی نسبت وعید آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ (بخ) یعنی حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ سخن چین جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

قتل قتل کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) قتل عمد (۲) قتل شبہ عمد (۳) قتل خطا (۴) قتل جاری مجری خطا۔ (۵) قتل بالسبب

(۱) قتل عمد تو یہ ہے کہ قصداً ہتھیار مثل تلوار بندوق وغیرہ سے کسی کو مار ڈالنا۔ اس قتل عمد کے سبب قاتل گنہگار ہوگا اور اسپر قصاص واجب ہوگا۔

(۲) قتل شبہ عمد اسے کہتے ہیں کہ قصداً غیر ان چیزوں کے جو قتل عمد میں مذکور ہوئیں یعنی ہتھیار اور دھار دار تیز چیز سے نہ ہو۔ مثلاً لاٹھی یا کوڑے یا بڑے پتھر سے مارنا۔ اسے خطائے عمد بھی کہتے ہیں۔ اس قتل کے سبب قاتل گنہگار ہوگا اور اسپر کفارہ واجب ہوگا اور دیت مغلظہ لازم آئیگی۔ قصاص واجب نہیں ہوگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰى اَهْلِهٖ یعنی جو شخص کسی مومن کو خطا سے قتل کر ڈالے تو اسپر ایک غلام مسلمان کا آزاد کرنا ہے اور دیت مقتول کے گھر والوں کو سپرد کیجاوے

(۳) قتل جاری مجری خطا یہ ہے کہ مثلاً کوئی سونیوالا کروٹ لینے میں کسی پر گر پڑے اور جسپر پڑے وہ مرجاوے یا کسیکے ہاتھ سے کوئی چیز چھوٹ پڑے اور جسپر پڑے وہ اسکے صدمے سے مرجاوے۔ یا سواری کا جانور کسیکو روند ڈالے اس قتل جاری مجری خطا میں بھی کفارہ اور دیت مثل قتل خطا واجب ہے۔ قتل خطا اور قتل جاری مجری خطا میں ترک احتیاط کی وجہ سے قاتل گنہگار ہو جاتا ہے اور اس سبب سے اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے۔

(۵) قتل بالسبب یہ ہے کہ آدمی اپنی غیر مملوکہ زمین میں بغیر حکم حاکم کنواں کھودے یا پتھر رکھے اور اس کنوئیں میں کوئی گر کر مرجاوے یا پتھروں سے ٹھوکر کھا کر مرجاوے تو اس قتل میں بھی اسکے عاقلہ پر دیت واجب ہو جاتی ہے مگر کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

اس بات پر ائمہ کا اتفاق ہے کہ قاتل ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیگا۔ اور قتل سے اگر قاتل توبہ کریگا تو صحیح ہوگی۔ لیکن ابن عباس اور زید بن ثابت اور ضحاک سے منقول ہے کہ قاتل کی توبہ منظور نہیں کیجاوے گی۔

اگر بیٹے نے اپنے باپ یا ماں کو قتل کیا تو بالاتفاق

بیٹا عوض میں قتل کیا جاویگا۔ اور اگر باپ نے بیٹے کو قتل کیا تو باپ اسکے عوض میں قتل نہیں کیا جائیگا۔ اگر ایک جماعت نے ملکر ایک شخص کو قتل کیا تو کل جماعت اسکے عوض میں قتل کیجاوے گی۔

جمیع اقسام قتل میں سوائے قتل بالسبب کے قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہو جائیگا۔ (رحمتہ)

قتل نفس اپنے آپ کو قتل کرنا۔ تفصیل کیلئے دیکھو (خودکشی)

قداح الاستقام والاستخارہ استخارہ کے تیر دیکھو (ازلام استخارہ)

قدر تقدیر کے معنے میں آیا ہے دیکھو (تقدیر) قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔ جس میں یہ لفظ یوں آیا ہے اِنَّا اَنزَلنَاہُ فِی لَیلَۃِ القَدرِ یعنی ہمنے قرآن کو شب قدر میں اتارا۔

قدرت طاقت۔ توانائی۔ خدا کی صفت ہے جس سے اسے قادر۔ قدیر اور مقتدر کہتے ہیں۔ قدرت کی صفت جس شخص میں پائی جائے۔ اسکے لئے ضروری نہیں کہ جس چیز پر وہ قادر ہو اسکو بالضرور کرے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ اسوقت قیامت قائم کرسکتا ہے اگر چاہے لیکن کرتا نہیں کیونکہ چاہتا نہیں اور چاہتا اسلئے نہیں کہ اس نے اپنے سابق علم میں اسکا وقت مقرر کیا ہے۔ تو اس سے قدرت میں کوئی نقصان نہیں آتا (منق وغیرہ)

قدریہ قدریہ منسوب ہیں قدر کیطرف کیونکہ وہ قضاء قدر الٰہی کے منکر ہیں۔ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال اختیاریہ کا آپ خالق ہے قضاء قدر کو اس میں دخل نہیں۔ قدریہ اور جبریہ دونو فرقے باہم ضد ہیں۔ کیونکہ یہ بندے کو قادر و مختار کہتے ہیں۔ اور جبریہ بالکل عاجز و مجبور بتاتے ہیں پہلی بدعت جو زمانہ صحابہ میں نکلی وہ یہی مذہب قدریہ ہے

سب سے پہلے جس نے قول بقدر نکالا معبد بن خالد جہنی ہے۔ جب بصرہ میں اس نے اس مسئلہ پر گفتگو کرنی شروع کی تو بہت سے اہل بصرہ اسکی راہ پر چلنے لگے معبد نے اس رائے بدعت انگیز کو ایک شخص اساورہ سے لیا تھا اسکا نام ابو یونس سنسویہ تھا اور اُسے اسواری کہتے تھے۔ جب یہ فتنہ بڑھا تو حجاج نے بحکم عبد الملک بن مروان ۸۰ھ میں اسکو عذاب دیکر سولی پر چڑھایا۔ یہ خبر جب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہونچی اور انہوں نے بات چیت معبد جہنی کی سنی تو قدریہ سے بیزاری ظاہر کی۔ ایک جماعت اس بدعت میں معتقد معبد کی ہو گئی تھی اور مبالغین غالی بالقدر میں سے ابن سبا نظام اور ہشام بن عمرو فوطی اور اصم ہیں۔ قاضی عطا بن یسار بھی معتقد قدر کے تھے وہ اور معبد دونوں حسن البصری کے پاس آتے جاتے۔ اور کہتے کہ یہ لوگ خونریزی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اعمال اللہ کی تقدیر پر جاری ہیں کتب حدیث میں بھی انکی بابت موجود ہے۔ چنانچہ حضرت عمر سے ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرقہ قدریہ کے پاس نہ بیٹھو۔ اور نہ انکے پاس مقدمہ لیجاؤ۔

اور بیہقی نے کتاب مدخل میں اور رزین نے اپنی کتاب میں حضرت عائشہ رضہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ چھ طرح کے شخصوں پر میں اور اللہ تعالیٰ اور جو مستجاب الدعوات ہیں لعنت کرتے ہیں منجملہ انکے ایک وہ فرقہ ہے جو تقدیر الٰہی کو جھٹلاتے۔

جامع الاصول میں ابوداؤد سے اور مشکوۃ میں احمد اور ابوداؤد سے نقل کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قدریہ اس امت کے مجوس ہیں اگر وہ بیمار ہوں تو عیادت کو مت جاؤ اور جو وہ

Marfat.com

مر جائیں تو انکے جنازے پر نماز مت پڑھو۔

قدریہ کو مشرک کہنا جائز نہیں۔ اسلئے شرکت یا الوہیت میں ہوتی ہے یا عبادت میں۔ الوہیت میں خدا کا شریک مجوس ثابت کرتے ہیں اور عبادت میں بت پرست۔ قدریہ بے چارے تو بندے کو خالق یا موجد یا مخترع غیر مستقل بتاتے ہیں۔ مگر حدیث میں جو وارد ہے کہ قدریہ اس امت کے مجوس ہیں۔ اسلئے بعضے علماء کہتے ہیں کہ قدریہ کافر ہیں بعد اس اختلاف کے کہ کفر انکا تاویلی ہے یا ارتدادی۔ مگر قول مختار یہ ہے کہ کافر نہیں بلکہ فاسق ہیں۔ کیونکہ یہ بھی استدلال کرتے ہیں قرآن اور حدیث سے۔ ترجمہ مشکوٰۃ میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ ان لوگوں نے کفر کو اختیار نہیں کیا ہے اور نہ کفر سے راضی ہیں بلکہ انکی تاویل نے انکو کفر سے بھگا دیا ہے۔ اور انہوں نے قرآن وحدیث کے ساتھ استدلال کیا ہے اور کوشش کی ہے حق بات کی تلاش میں گو وہ حق کو نہ پہنچے۔ اور لزوم کفر اور التزام کفر میں بڑا فرق ہے احتیاط کا یہی مقتضا ہے کہ انہیں کافر نہ سمجھنا چاہیئے اور جو کچھ انکے حق میں احادیث میں وارد ہے اور اس سے ان کے کفر پر دلالت ہوتی ہے یہ انکی گمراہی میں مبالغہ کرنے کیلئے ہے اور مقصود زجر و توبیخ ہے۔ بلکہ ان احادیث کی صحت میں بھی علماء کو کلام ہے انتہیٰ (اند)

قدوری ابوالحسن احمد بن محمد قدوری۔ بغداد میں رہتے تھے۔ بڑے پکے حنفی تھے فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب قدوری آپ ہی کی تصنیف ہے۔ ۴۲۸ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)

قدوری فقہ کی معتبر کتاب ہے جو داخل درس بھی ہے۔ مصنفہ شیخ ابوالحسن بن احمد بغدادی جوہرہ نیرہ اسکی عمدہ اور مستند شرح ہے۔

قدوس خدا کا نام ہے (ل) تمام عیبوں سے پاک قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ (س۔ حشر ع ۳)

یعنی وہ ایسا اللہ ہے کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ ہے۔ پاک ذات ہے۔ تمام عیبوں سے بری ہے امن دینے والا ہے۔ نگہبان ہے۔ زبردست ہے۔ بڑا دباؤ والا ہے بڑی عظمت رکھتا ہے۔

قدیم پرانا۔ ازلی۔ ازل سے۔ وہ چیز جسکی ابتدا اور انتہا نہ ہو۔ یہ صفت خاص خدا کی ہے اور کوئی چیز اس میں اسکے ساتھ شریک نہیں ہو سکتی۔ یعنے خدا کے سوا کوئی چیز قدیم نہیں ہے نہ ہو سکتی ہے۔ ورنہ اسکی صفات میں نقصان لازم آتا ہے تعالی اللہ عن ذالك علوا کبیرا۔ فرقہ آریہ خدا کے ساتھ مادہ اور روح کو بھی قدیم مانتا ہے۔ گویا انکے نزدیک مادہ اور روح کو بھی قدیم مانتا ہے - - - - - - - - - - - - - - -۔ گویا ان کے نزدیک مادہ اور روح خدائی خالقیت کے اثر سے خارج ہیں۔ جس سے لازم آتا ہے کہ خدا پورا خالق نہیں۔ معاذاللہ منہ۔

قذف زنا کی تہمت لگانا۔ تہمت لگانیوالے کو قاذف اور جسے تہمت لگائی جائے مقذوف کہتے ہیں۔

اگر کوئی شخص عاقل بالغ مسلمان اور پاکدامن مرد یا عورت کو زنا کی تہمت صاف لفظوں میں لگائے اور مقذوف اُسے حد لگائے جانیکا دعوےٰ کرے تو قاضی اُسے اسی کوڑے حد لگائیگا بشرطیکہ قذف ثابت ہو جائے اور مقذوف حر ہو۔ اگر بردہ ہو تو چالیس کوڑے۔ حد کے وقت قاذف کے جسم سے پوستین اور روئی دار کوٹ کے سوا دوسرے کپڑے نہیں اتارے جانے چاہیئے۔ قذف کا ثبوت ایک بار اقرار یا دو مردوں کی شہادت

Marfat.com

ہوتا ہے۔ عورتوں کی شہادت اس میں نہیں سنی جاتی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک حد قذف حقوق اللہ سے ہے اسلئے مقذوف کو معاف کرنیکا حق نہیں۔ (کتب فقہ)

قرابت رشتہ داری۔ جن عورتوں سے نکاح ناجائز ہے انکا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ تا إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (س۔ النساء ع ۴) (مسلمانو!) تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری (رضاعی) ہیں جنہوں نے تمکو دودھ پلایا۔ اور تمہاری دودھ شریکی بہنیں اور تمہاری ساسیں (یہ سب تمپر حرام ہیں۔ اور جن بیبیوں کے ساتھ تم صحبت کر چکے ہو ان کی لڑکیاں جو (غالباً) تمہاری گودوں میں پرورش پاتی ہیں (تمپر حرام ہیں) لیکن اگر ان بیبیوں کے ساتھ تمنے صحبت داری نہ کی ہو تو انکی لڑکیوں کے ساتھ نکاح کر لینے سے) تمپر کچھ گناہ نہیں۔ اور (تمہاری بہوئیں یعنی) تمہارے (اپنے) صلبی بیٹوں کی بیبیاں (بھی تمپر حرام ہیں) اور دو بہنوں کا ایک ساتھ (نکاح میں) رکھنا (بھی تمپر حرام ہے) مگر جو ہو چکا۔ ان عورتوں کے سوا دیگر رشتہ دار عورتوں اور اجنبی عورتوں سے نکاح جائز ہے

قران نزدیک ہونا۔ ایک چیز کا دوسری کے ساتھ ملنا (ص ۔ ف) میں قران اسکو کہتے ہیں کہ حج اور عمرے کی ایک ساتھ نیت کرلے اسکے احکام یہ ہیں۔ میقات سے حج اور عمرے کا ایک ساتھ احرام باندھنا اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِحَجَّةٍ وَّ عُمْرَةٍ کہنا۔ مکے میں آکر حج کے ارکان سے فارغ ہونے تک اسی احرام پر قائم رہنا۔ جب قارن اعمال حج بجالائیگا تو عمرہ بھی ادا ہو جائیگا۔ کیونکہ قران کی حالت میں عمرہ حج میں ویسا ہی داخل ہے جیسا وضو غسل میں لیکن طواف کعبہ اور سعی بین الصفا والمروہ میں اختلاف ہے۔ ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو دو طواف اور دو مرتبہ سعی کرنی چاہئے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ صرف ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے۔ قارن کو اس شکریہ میں کہ حج اور عمرہ دونوں ایک ساتھ ادا ہو گئے۔ ایک قربانی ذبح کرنی ہوگی۔ اگر قربانی میسر نہ ہو تو دس روزے رکھنے ہوں گے تین ایام حج میں اور سات وطن میں آکر۔ قارن اگر عرفات میں ٹھیرنے سے پہلے طواف اور سعی کرلیگا تو گویہ سعی حج اور عمرے میں محسوب ہو جائے گی مگر وقوف عرفات کے بعد طواف کا اعادہ ضروری ہوگا۔ کیونکہ طواف رکن کی شرط ہے کہ وقوف عرفات کے بعد ہو۔ (کتب فقہ)

قرآن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ ہے جو قیامت تک رہیگا۔ فصاحت و بلاغت میں تمام آسمانی کتابوں سے بڑھا ہوا ہے۔ ہر نماز میں قرآن کی ایک آیت کا قدر پڑھنا فرض اور تین آیتوں کا قدر پڑھنا واجب ہے قرآن کو بے وضو ہاتھ لگانا گناہ ہے۔ حیض و نفاس والی عورت کو قرآن پڑھنا ناجائز ہے۔ جہاد کے موقعہ پر قرآن شریف کو نہ لیجانا چاہیئے۔ ہاں اگر مجاہدین کی جماعت کثیر ہو۔ اور فتح کا غالب گمان ہو تو مضائقہ نہیں۔ قرآن مجید تیس پاروں پر منقسم ہے (دیکھو سیپارہ) علماء نے قرآن مجید کی بیشمار تفسیریں لکھی ہیں۔ دیکھو (تفسیر)۔

ابو اللیث سمرقندی کی کتاب البستان الفقیہ میں لکھا ہے کہ قرآن مجید کے کلمات ۸۶۶۴۳ ہیں حرف ۳۲۳۶۷۰۔ زبریں ۵۳۲۴۳ پیش ۸۸۰۴ زیریں ۳۹۵۸۲۔ نقطے ۱۰۵۶۸۴۔ مدیں ۱۷۷۱۔

Marfat.com

شدّیں ۱۲۵۳- سورتیں ۱۱۴- رکوع ۵۴۰- کوفی عشر ۶۲۴
بصری ۶۲۳ کوفی خمس ۷۴۸- بصری ۱۲۴۶-
کوفی آیتیں ۶۲۳۶ بصری ۶۲۱۶- شامی ۶۲۵۰-
مکی ۶۲۱۲- عراقی ۶۲۱۴- عام آیتیں ۶۶۶۶-
ا ۴۸۸۷۲- ب ۱۴۴۵- ت ۱۱۹۹-
ث ۱۲۷۶- ج ۳۲۷۳- ح ۹۷۳-
خ ۲۴۱۶- د ۵۶۴۲- ذ ۴۶۹۷-
ر ۱۱۷۹۳- ز ۱۵۹۰- س ۵۸۹۱-
ش ۲۲۵۳- ص ۲۰۱۳- ض ۱۶۰۷-
ط ۱۲۷۴- ظ ۸۴۲- ع ۹۲۲۰-
غ ۲۲۰۸- ف ۴۸۱۳- ک ۹۵۲۲-
ل ۳۴۳۲- م ۲۶۵۳۵- ن ۲۲۵۶۰-
و ۲۵۵۳۶- ھ ۱۹۰۷۰- لا ۳۷۲۰-
ی ۲۵۹۱۹-

متاخرین کے نزدیک معانقے ۱۰ متقدمین کے نزدیک ۱۶- اتفاقی سجدے ۱۶- اختلافی ۱۵-

قرات (ل) پڑھنا (ص) ہیں قرآن مجید کو خاص انداز سے پڑھنے کو کہتے ہیں۔ یعنے ہر لفظ کو اسکے مخرج سے ادا کرکے پڑھنا۔ حدیث میں آیا ہے کہ قرآن کو اچھی آواز سے آراستہ کرو۔ ایک دفعہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ابو حذیفہ کے غلام کو نہایت خوش آوازی سے قرآن پڑھتے سنا تو فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ اُمَّتِیْ مِثْلَہٗ۔ یعنے خدا کا شکر ہے جس نے میری امت میں ایسا شخص پیدا کیا۔

قربانی حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کو طاقت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہمارے مصلے کے قریب نہ آئے۔

لیکن مسلمانوں کو اختیار ہے کہ اونٹ۔ گائے اور خصی یا دنبہ کی قربانی کریں جس چیز کی قربانی میں آسانی ہو یا جو میسر آئے اسکی قربانی کرسکتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اونٹ کی قلت ہوگئی تو آپ نے گائے کی قربانی کا حکم دیا۔ حجۃ الوداع میں آپ نے گائے قربانی کی۔ اور حدیبیہ میں آپ نے خود بھی گائے کی قربانی دی اور لوگوں کو بھی گائے کی قربانی کا حکم دیا۔ یہ تمام واقعات بخاری اور مسلم وغیرہ میں بھی موجود ہیں لیکن میں صرف اختصار کے خیال سے ابن ماجہ کی ایک حدیث نقل کرتا ہوں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَلَّتِ الْاِبِلُ عَلٰی عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَھُمْ اَنْ یَّنْحَرُوا الْبَقَرَۃَ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اونٹ کم ہوگئے تو آپ نے گائے کی قربانی کرنیکا حکم دیا۔

اور علاوہ اسلام کے قربانی عالم کے تمام مذاہب میں عبادت ہے۔ یہودیوں کے یہاں تو اس کثرت سے قربانی کی تفصیل اور اسکے احکام بیان کئے گئے ہیں کہ شائد ہی کوئی دوسری عبادت ایسی مشرح کتاب قدیم سے ثابت ہوسکے۔ سو ختنی قربانیاں۔ گناہ کی قربانیاں سلامتی کی قربانیاں۔ تقصیر کی قربانیاں۔ عہد قدیم کی مہتم بالشان قربانیاں۔ خصوصاً عید فصح سات دن کی متواتر قربانیاں بہت کچھ قابل لحاظ ہیں۔ کتاب الخروج۔ احبار۔ حزقی ایل نبی کی کتاب پڑھ جاؤ قربانی کا مفصل اور متواتر ذکر ملیگا۔ نتنی ایل الیسور سلوکی ایل۔ الیاسف۔ الیاسعا۔ جملے ایل۔ ابدان اخی عذر۔ فجع ایل کے مختلف طریقے کی قربانی سے قربانی کے قدیم تاریخی حالات پر بہت اچھی روشنی پڑتی ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ قربانی ہمیشہ عام رہی ہے اور ہر قوم نے اسکو ذریعہ نجات سمجھا ہے اور لطف یہ ہے کہ یہ ساری قربانیاں گائے بیل

Marfat.com

اور بچھڑوں کی تھیں۔ اور عیسائیوں کے مذہب کی تو بنیاد ہی قربانی پر ہے اور انکے ہاں تو قربانی ہی اصل ذریعہ نجات ہے۔ اور ہندوؤں کی معتبر کتابوں میں قربانی کا ذکر بڑے اہتمام سے کیا گیا ہے۔

منو کے شاستر باب ۵ میں قربانی کی بڑی تاکید کیگئی ہے۔ الفنسٹن صاحب کی تحریر کے مطابق بیل کے گوشت کی سب سے زیادہ تاکید اور بیل کی قربانی میں سب سے زیادہ ثواب ہے۔

پھر وید مقدس میں بڑی تفصیل سے قربانی کے احکام ذکر کئے گئے ہیں۔ خصوصًا رگ وید و یجروید کی وضع ہی اس لئے ہے کہ قربانی کے وقت پڑھی جائیں براہمنہ میں قربانی کے طریقے اور جزئی احکام مفصل مذکور ہیں۔ اور یہ وہ کتابیں ہیں جن پر ہندو مذہب کی بنیاد ہے۔

رومیش چندر دت جیسا منصف اور رجیندر لال متر جیسا محقق بھی وہی لکھ رہا ہے جو ہندوؤں کی قربانی کے مسئلہ میں انگریز یا مسلمان مصنفوں نے سمجھا ہے۔ انڈو آرین اٹھا کر دیکھو تمہیں کھل جائیگی کہ درحقیقت ہندو مذہب میں قربانی کا کیا حکم تھا اور اب بدل کر کیا ہوگیا۔ رجیندر لال متر لکھتے ہیں کہ بہت طرح کی قربانیاں جاری تھیں اور ان میں گوشت کی بہت ضرورت ہوتی تھی اور اسی واسطے ہر قسم کے جانور مقرر تھے اور وہ علیحدہ علیحدہ حسب قاعدہ ذبح ہوتے تھے (رسالہ مسئلہ قربانی)

عید اضحی کی قربانی میں علما کا اختلاف ہے۔ بعض واجب بتاتے ہیں اور بعض سنت۔ لیکن جمہور علما سنت موکدہ کے قائل ہیں۔ صاف بات یہ ہے کہ اگر کسیکو قربانی کرنیکا مقدور ہے تو اسے قربانی کرنی واجب ہے ورنہ نہیں۔ قرض لیکر قربانی کریگا تو سنت ادا ہو جائے گی اور ثواب بھی ملیگا لیکن سودی قرض لیکر یا فخر و نمود کے طور پر کریگا تو قربانی نا مقبول ہوگی اور مواخذہ الٰہی کا۔

عید اضحی کی قربانی اصل میں اس واقعہ عظیم کی یاد کو تازہ کرتی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے واقع ہوا۔ یعنی خواب میں فرزند عزیز حضرت اسمٰعیل کو ذبح کرتے دیکھا تو سچ مچ انہیں ذبح کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔

بہتر ہے کہ قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کریں۔ قربانی کا گوشت محتاجوں مسکینوں پڑوسیوں دوستوں اور رشتہ داروں کو تقسیم کریں۔ خود بھی کھائیں اور اہل و عیال کو بھی کھلائیں۔

قربانی کا گوشت یا چمڑا قصاب کی مزدوری میں نہ دیں۔ ہاں قصاب محتاج ہو تو مزدوری کے علاوہ تھوڑا گوشت بہ نیت صدقہ دے دیں۔ قربانی کا چمڑا بجنسہ اپنے صرف میں لانا منع ہے مگر خود چمڑے کو کام میں لانیکا مضائقہ نہیں۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ کسی مسجد کے متولی یا مدرسے کے منتظم کو خیرات کردیں۔

قربانی کا جانور ذبح کرنے لگیں تو اِنِّیْ وَجَّهْتُ[1] وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور اِنَّ صَلَاتِیْ[2] وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ پڑھکر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے گلے کے پاس سے ذبح کریں۔ اپنی طرف سے قربانی کریں تو اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ اور دوسرے کیطرف سے کریں تو اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فلاں

[1] میں نے تو ایک ہی کا ہو کر اپنا رخ اسی ذات پاک کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ ۱۲

[2] بے شک میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور مرنا سب اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور میں اسکے فرمانبرداروں میں پہلا (فرمانبردار) ہوں۔ ۱۲

Marfat.com

کہیں اور فلاں کی جگہ اسکا نام زبان سے لیں یا دل میں نیت کرلیں۔ پھر کچھ بھی ضرور نہیں کہ ان لفظوں کو عربی زبان میں کہیں چاہیں تو اردو میں ادا کریں۔

میت کیطرف سے بھی قربانی کرنیکا ثبوت حدیث سے ملتا ہے۔ بشرطیکہ وہ وصیت کر مرا ہو۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کی طرف سے قربانی کی۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کیطرف سے بھی قربانی کرتے تھے۔

مشکوٰۃ کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اپنی قربانی اپنے دست مبارک سے ذبح کرتے اور ذبح سے پیشتر مذکورہ بالا دعا پڑھتے اور فرماتے۔ "خداوندا اس قربانی کو میرے اور میری اس امت کیطرف سے قبول فرما جو قربانی نہیں کر سکتی"۔

دسویں ذی الحجہ نماز عید کے بعد سے لیکر بارہویں اور بقول بعض تیرہویں تاریخ کی نماز عصر تک قربانیاں کریں۔ جو شخص نماز عید سے پہلے قربانی کریگا وہ قربانی نہ ہوگی بلکہ معمولی گوشت ہوگا جو اس نے اپنے لئے ذبح کیا۔ بکرا یا بکری سال کا پورا ہو کر دوسرے سال میں لگے۔ اور گائے یا بیل دو برس کے پورے ہو کر تیسرے برس میں لگیں تو نہیں مثنے یعنے دو دانت کہتے ہیں۔ ان جانوروں میں اتنی عمر کا جانور قربانی کے قابل ہوتا ہے۔

مینڈھا اور بھیڑ اور دنبہ۔ یہ جب چھ ماہ کے ہو جائیں تو قربانی کے قابل ہوں گے۔ اونٹ اور اونٹنی اُس وقت قابل قربانی ہوتے ہیں جب چھٹے برس میں لگیں۔ لنگڑا یا داغدار یا ایسا کمزور و لاغر جانور جسکی ہڈی میں گودا نہ رہا ہو یا بیمار یا سینگ ٹوٹا یا کان کٹا یا اوپر نیچے سے کان چرے ہوئے ہوں یا کم نظر آتا ہو۔ اور یہ عیب بخوبی ظاہر ہوں۔ تو ان جانوروں کی قربانی نہیں ہو سکتی۔

قربانی کا جانور فربہ اور موٹا تازہ ہونا چاہیئے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لوگو! قربانی کے جانوروں کو خوب موٹا تازہ کرو کیونکہ وہ پلصراط پر تمہاری سواریاں ہوں گے اور بات بھی یہی ہے کیونکہ جب خدا کے نام قربانی کرنی ہے تو ردی اور نکمی کیوں کیجائے (کتب فقہ)۔

قرب الساعت

قیامت کا قرب ہونا۔ جسکی بہت سی علامات ہیں۔ چنانچہ علامات صغریٰ یہ ہیں۔

جن باتوں کا اللہ و رسول نے حکم دیا ہے اسکو نہ ماننا۔ علم دین کا گھٹنا اور علم دنیا کا بڑھنا۔ مذاہب باطلہ کا رواج پانا۔ احادیث و اخبار کاذبہ کا سنانا۔ اراذل کا ذی شوکت ہونا اور اشراف کا غربت و افلاس میں مبتلا ہونا۔ سلام و کلام کی بجائے دشنام کا رواج۔ کلام بزرگوں پر تشنیع۔ والدین کی نافرمانی۔ اکثر مردوں کو مردوں سے التیام اور عورتوں کو عورتوں سے کام۔ سو یہ سب آثار نمودار ہیں۔

آثار کبرے بارہ ہیں۔ (۱) امام مہدی علیہ السلام کا ظہور (۲) دجال بد مآل کا خروج۔ (۳) حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا نزول (۴) یاجوج ماجوج کا خروج (۵) خسوف ثلثہ کا حدوث (۶) دخان کا نشور۔ (۷) رات کی درازی (۸) آفتاب کا مغرب سے نکلنا (۹) دابۃ الارض کا ظاہر ہونا (۱۰) باد جنوبی کا زور شور سے چلنا (۱۱) اہل حبش کا غلبہ۔

قرض

شریعت میں قرض لیکر نہ ادا کرنے میں سخت ممانعت ہے۔ چنانچہ ابو ہریرہ رض کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ مومن کا نفس اس قرض کے ساتھ جو اسپر ہے معلق یعنے زیر تجویز رہتا ہے۔ یہاں تک کہ قرض اسکی طرف سے ادا کیا جائے۔ (ت)

ابن عازب کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرضدار اپنے قرض کے بدلے

Marfat.com

محبوس و مقید ہوگا۔ اور قید کی تنہائی کا قیامت کے روز اپنے پروردگار سے گلہ کریگا (مش)

ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر کوئی شخص راہِ خدا میں مارا ڈالا جائے پھر زندہ ہو پھر راہِ خدا میں مار ڈالا جائے پھر زندہ ہو اور اس پر کسی کا قرضہ آتا ہو تو جب تک اسکا قرضہ نہ ادا کیا جائیگا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

اگرچہ حقدار اپنا مطالبہ سختی سے بھی کرسکتا ہے۔ مگر جہاں تک ممکن ہو اپنے حق کے استیفا میں مبالغہ کرنا بہتر نہیں بلکہ درگذر اور مسامحت کا برتاؤ کرنا چاہیئے اور ہوسکے تو کچھ اپنا حق چھوڑ بھی دے۔

مقروض کو بھی قرض دینے والے کا حق ماننا چاہیئے اور جب قرضخواہ کیطرف سے کچھ سلوک ظاہر ہو مثلاً وہ اپنے مطالبے میں سے کچھ چھوڑ دے تو مقروض کو چاہیئے کہ باقی مطالبہ فوراً ادا کردے۔ کیونکہ اب مقروض کا ادائے رقم میں تاخیر کرنا حقیقت میں قرضخواہ پر ظلم ہے۔

مدیون اگر محتاج ہو قرضہ معاف کردینا اولیٰ ہے۔ ورنہ فراخی تک مہلت دینی چاہیئے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ وَأَن تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (پ بقرہ ع ۳۸) اور اگر کوئی تنگدست (تمہارا مقروض) ہو تو فراخی تک کی مہلت دو۔ اور اگر معاف کردو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم سمجھو۔

اگر مالدار ہوکر قرض ادا نہ کرے تو اُسے سزا دینی جائز ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ مالدار کا ادائے قرض سے پہلوتہی کرنا اسکی آبروریزی اور سزا دہی کو حلال کرتا ہے۔

قرض کے بارے میں اتنا تشدد دیکھ کر چاہتا ہے کہ آدمی ہر طرح کی مصیبت کا مقابلہ کرے مگر قرض نہ لے

مگر ادھار کا نام نہ لے اور مذہبی تشدد کے علاوہ دنیاوی قانونی تشدد بھی کیا کم ہے مگر نا عاقبت اندیش لوگ فضولیاں کرتے اور قرضہ کے لینے میں ذرا نہیں جھجکتے۔ مسلمانوں کے اکثر خاندان تو اسی قرض کی بدولت تباہ ہوئے اور ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اور کسطرح انکو سمجھایا جائے لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝ اُن کے دل تو ہیں (مگر) اُن سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے۔ اور انکی آنکھیں بھی ہیں (مگر) ان سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے۔ اور انکے کان بھی ہیں (مگر) اُن سے سننے کا کام نہیں لیتے۔ غرض یہ لوگ چارپایوں کی مثل ہیں بلکہ اُن سے بھی گئے گذرے ہوئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دین سے بالکل بےخبر ہیں۔

فرع مدینہ طیبہ کے جنوب میں چار دن کے فاصلے پر ایک مقام ہے جہاں کھجوروں کے باغ بکثرت ہیں۔ (جغر)

قریب الموت کے پاس بیٹھنے والوں کے آداب

(۱) ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) اپنے مردوں (یعنی جو مرنے کے قریب ہیں) کے سامنے کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللہ کا ذکر کرو (مگر اسطرح کہ انہیں اسکے کہنے کی تکلیف نہ دو) (مس)

(۲) اُمّ المومنین اُم سلمہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بیمار یا قریب الموت کے پاس حاضر ہوا کرو تو (اپنے اور مریض و محتضر کے حق میں دعائے) خیر کیا کرو کیونکہ (اس موقع پر جو کچھ تم کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں (مس)

(۳) معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

Marfat.com

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) اپنے مردوں یعنے قریب الموت لوگوں کے پاس بیٹھکر سورۂ یٰسین پڑھا کرو۔ (ابو۔ابن)

(۴) محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ میں جابر بن عبد اللہ کے پاس اسوقت گیا جبکہ وہ فوت ہونے والے تھے میں نے اُن سے کہا کہ تم جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام عرض کر دینا۔

قُرَیش اس قبیلہ کا نام ہے جو نضر بن کنانہ کی اولاد سے ہے اسی قبیلہ میں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ کیونکہ نضر بن کنانہ کی تیرھویں پشت سے ہیں۔ آپ کا نسب نامہ یہ ہے۔

محمد صلے اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔

پھر آگے چلکر یہ نسب نامہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام سے جا ملتا ہے۔ یہ قبیلہ قریش مکہ میں رہا کرتا تھا اور خانہ کعبہ کی خدمت اور زمزم کی حفاظت انہیں کے سپرد تھی اسلئے تمام قبائل عرب انکی عزت وحرمت کیا کرتے تھے۔ اور جب یہ لوگ باہر جاتے تو خادم کعبہ سمجھکر لوگ انکے ساتھ سلوک کیا کرتے تھے۔ پہلے یہ ملت ابراہیمیہ پر تھے۔ مگر عرصے سے ان میں بھی بت پرستی آگئی تھی۔ اور چونکہ یہ تمام عرب بلکہ اس وقت دنیا پر چھائی ہوئی تھی انپر بھی چھا گئی تھی۔ اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ نے بت پرستی کی برائی بیان کرنی شروع کی تو یہی لوگ دشمن ہو گئے۔ ابو جہل۔ امیہ بن خلف ولید بن مغیرہ وغیرہ قریش کے سردار دشمنی کرنے لگے مگر بعد میں بہت ایمان لائے اور قریش میں سے بڑے بڑے نامور صحابہ ہوئے۔ چاروں خلفاء قریش ہی سے تھے۔

قریش قرش کی تصغیر ہے جسکے معنے میں متعدد اقوال ہیں۔

(۱) یہ کہ قرش سمندر کا سخت اور بہادر جانور ہے چونکہ قریش کا قبیلہ بھی بہادر تھا اسلئے انکو قریش کہنے لگے۔

(۲) تقرش کے معنے ہیں جمع کرنے کے۔ چونکہ قصی بن کلاب نے اس متفرق قوم کو مکہ میں جمع کیا تھا اسلئے ان کو قریش کہتے تھے اور جمعیت واتفاق بھی ان میں بہ نسبت اور قوموں کے زیادہ تھا۔

(۳) یہ کہ قریش کے معنے کسب کے بھی ہیں چونکہ یہ لوگ تجارت سے کسب کرتے اور کما کر کھاتے تھے لوٹ مار کم کرتے تھے اسلئے ان کو قریش کہنے لگے۔ اسلام میں اس قبیلہ کی بہ سبب انکی مساعی جمیلہ کے اور بسبب قرابت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فضیلت ہے۔ (لغت)۔

قَرِین (ل) مصاحب ہمنشین (ص۔ش) جبراس شیطان کو کہتے ہیں جو ہر آدمی کے ساتھ رہتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شخص کے ساتھ جنوں سے ایک قرین (ہمنشین) ہے اور ایک فرشتوں سے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے ساتھ بھی آپنے فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی ہے۔ لیکن خدا کی مدد سے میں اس سے سلامت رہتا ہوں اور میرا تابعدار ہے اور سوائے بھلائی کی باتوں کے اور کچھ نہیں بتاتا۔ (مش)۔

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ۔ (س۔ زخرف۔ ع ۳) اور جو شخص خدائے رحمٰن کی یاد سے اعراض کیا کرتا ہے۔ ہم اسپر ایک شیطان مسلط کر دیا کرتے ہیں اور وہ اسکے ساتھ رہتا ہے۔

Marfat.com

قسامت (ل) وہ جماعت جو کسی چیز پر قسم کھائے اور گواہی دے۔ (ق)

شرع میں ان قسموں کو کہتے ہیں جنکے ساتھ اہل محلہ قسم دلائے جاتے ہیں جبکہ وہاں کوئی مقتول پایا جائے۔ (حاشیہ ہدایہ)

جس محلہ یا گھر میں مقتول پایا جائے وہاں سے پچاس آدمیوں سے قسم لی جائے گی۔ اور ہر ایک سے قسم اسطرح لیے کہ واللہ ہمنے اسکو قتل نہیں کیا اور نہ اسکا قاتل ہم جانتے ہیں۔

ائمہ کا اسبات پر اتفاق ہے کہ جب کوئی شخص مقتول پایا جائے اور اسکا قاتل معلوم نہ ہو تو اسوقت قسامت مشروع ہے لیکن اسوقت جب مقتول ایسی جگہ پایا جائے جہاں قوم کی حفاظت یا حمایت ہو جیسے محلہ یا مکان اور محلہ کی مسجد یا گاؤں پس ایسی صورت میں قسامت واجب ہوگی۔ جب وہ سب قسم اُٹھالیں گے تو اہل محلہ پر دیت واجب ہوگی جو شخص قسم اُٹھانے سے انکار کریگا۔ اسے قید کیا جائیگا اگر اہل محلہ پچاس نہوں تو انہیں قسمیں مکرر دلائی جائینگی تاکہ پچاس کا عدد پورا ہو جائے۔ (کتاب فقہ)

قسطنطنیہ اسلامی تاریخ میں یہ لفظ استنبول کے لئے مستعمل ہوا ہے آجکل اکثر استنبول ہی مستعمل ہوتا ہے۔

قسم قرآن مجید میں ارشاد ہے وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ تا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (س۔ بقرہ۔ ع ۲۷) اور (مسلمانو!) اپنی (بیہودہ) قسموں (کے حیلے) سے خدا کو (یعنے اسکے نام کو لوگوں کے ساتھ) سلوک کرنے اور پرہیزگاری رکھنے اور لوگوں میں ملاپ کرانیکا مانع و مزاحم نہ ٹھیراؤ اور اللہ سنتا (اور) جانتا ہے تمہاری قسموں میں جو لا یعنی (قسمیں) ہیں انپر تو خدا تم سے کچھ مواخذہ کرتا نہیں لیکن ان (قسموں) پر تم سے (ضرور) مواخذہ کریگا جو تمہارے ارادے سے ہوں اور اللہ بخشنے والا بردبار ہے۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝ تا عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝ (س۔ قلم۔ ع ۱) اور (اے پیغمبر کہیں) تم کسی (ایسے نابکار) کے کہے میں (بھی) نہ آجانا جو بہت قسمیں کھاتا ہے (اور) آبرو باختہ ہے (لوگوں پر) آوازے کستا کرتا ہے (ادھر کی اُدھر۔ اُدھر کی ادھر) چغلیاں لگاتا پھرتا ہے اچھے کاموں سے (لوگوں کو) روکتا رہتا ہے حد (بندگی) سے بڑھ گیا ہے بد ہے اکھڑ ہے اور ان (عیبوں) کے علاوہ بد اصل بھی ہے۔

سمرہ کے بیٹے عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سمرہ کے بیٹے عبدالرحمٰن تو حکومت از خود طلب کر کیونکہ اگر تو مانگنے سے حکومت دیا جائیگا تو اسکے حوالہ کر دیا جائیگا۔ اور اگر بے مانگے حکومت دیا جائے گا تو اسپر تیری مدد کیجائیگی اور جب تو کسی چیز پر قسم کھائے اور اس کے غیر کو اس سے بہتر دیکھے تو قسم توڑ ڈال اور کفارہ دیدے اور جو چیز بہتر ہو اسکو بجالا۔ (صح)

ابوالاحوص اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے کہا میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ آپ اسبارے میں مجھے کیا حکم دیتے ہیں کہ میرا ایک چچازاد بھائی ہے جس کے پاس جا کر میں کچھ مال مانگتا تھا۔ مگر وہ مجھے نہ تو کچھ مال ہی دیتا تھا نہ جیسی صلہ رحمی کرنی چاہیے میرے ساتھ صلہ رحمی کرتا تھا۔ اب وہ محتاج ہوکر میرے پاس آیا اور مجھ سے مانگتا ہے اور میں قسم کھا چکا ہوں کہ اسے کچھ نہ دونگا۔ نہ صلہ رحمی کرونگا تو پیغمبر صاحب نے مجھے حکم فرمایا کہ میں بہتر بات کو بجالاؤں۔ اور اپنی قسم کا کفارہ دیدوں (ن)

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (لوگو!) تم اپنے ماں باپ کی قسم نہ کھاؤ اور نہ

Marfat.com

بتوں کی قسم کھاؤ۔ اور نہ خدا کی۔ ہاں (خدا کی قسم کھانیکا ہو تو نہیں) جبکہ تم سچے ہو۔ (ابو۔ ن)

کفارۂ قسم کی بابت قرآن میں ارشاد ہے۔

لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْۤ اَیْمَانِکُمْ ۔۔۔ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝ (س۔ مائدہ۔ ع ۱۲) (مسلمانو!) تمہاری قسموں میں جو لایعنی ہیں ان پر خدا تم سے کچھ مواخذہ کرتا نہیں۔ ہاں پکی قسم کھالو۔ (اور پھر اس کے خلاف کرو) تو خدا تم سے (اسکا) مواخذہ کریگا تو اس (پکی قسم کے توڑنے) کا کفارہ دس مسکینوں کو متوسط درجے کا کھانا کھلا دینا ہے جیسا تم اپنے اہل و عیال کو کھلایا کرتے ہو یا ان (ہی دس مسکینوں) کو کپڑے بنا دینا یا ایک بردہ آزاد کرنا پھر جسکو (بردہ) میسر نہ ہو تو تین دن کے روزے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جبکہ تم قسم (توڑ) کھالو (اور اس میں پورے نہ اترو) اور اپنی قسموں (کے پورا کرنے کی احتیاط رکھو۔ اسی طرح اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھول بیان فرماتا ہے تاکہ تم (اسکی) شکرگذاری کرو۔ (کہ وہ تمکو ادب سکھاتا ہے)

قسیس

کشیش کا معرب ہے۔ دین نصاریٰ کا عالم۔ پادری (غ)

قرآن مجید میں بھی یہ لفظ مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے لِتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ ۔۔۔ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ۝ (س۔ مائدہ۔ ع ۱۱) اے پیغمبر مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کے اعتبار سے یہود اور مشرکین کو تم سب لوگوں سے بڑا سخت پاؤگے اور مسلمانوں کے ساتھ دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں میں انکو قریب تر پاؤگے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں (مسلمانوں کیطرف نصاریٰ کا یہ میلان اس سبب سے ہے کہ ان میں علماء اور مشائخ ہیں۔ اور (نیز) یہ لوگ تکبر نہیں کرتے

قشیری

ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن۔ فقہ، تفسیر اور حدیث میں یکتا تھے۔ علم اصول فقہ اور تصوف میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے عربی الاصل تھے۔ خراسان میں رہتے تھے۔ ابی علی دقاق کے شاگرد تھے رسنہ ۴۶۵ھ میں نیشاپور میں فوت ہوئے (ک ن)

قصاص

(ا ل) پورا پورا بدلا یعنی جیسا کسی نے کیا ہو ویسا ہی اُسکے ساتھ کیا جائے۔

عرب بولتے ہیں اَقَصَّ فُلَانٌ اَثَرَ فُلَانٍ اِذَا فَعَلَ مِثْلَ فِعْلِہٖ۔ اور قصہ کو بھی اسی لئے قصہ کہتے ہیں کہ حکایت محکی عنہ کے مساوی ہوتی ہے یہاں مراد مساوات ہے پھر اس مماثلت اور مساوات میں اختلاف ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ جہت قتل میں بھی مساوات کرنی چاہیئے۔ پس اگر کسی نے پانی میں ڈبو کر مارا ہے تو اسکو بھی ڈبو کر مارنا چاہیئے اور جس نے جلا کر مارا ہے اسکو بھی اسی طرح مارنا چاہیئے۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مساوات سے مراد دم نکالنا ہے جس چیز سے کہ عادتاً جلد ہی سے دم نکلتا ہے اور وہ تلوار ہے تلوار سے مارنا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے لَا قَوَدَ اِلَّا بِالسَّیْفِ (ابن ماجہ) یعنی قصاص تلوار سے ہی ہوتا ہے۔ پس آجکل جو پھانسی دینا مروج ہے نہایت غیر مہذب طریق ہے۔ کچھ عجب نہیں کہ اس قوم کے عقلا اس کی اصلاح کریں۔

قصاص لینا حاکم کے اختیار میں ہے۔ نہ یہ کہ ہر شخص بطور خود آپ اس پر عمل کرے جس سے فتنہ و فساد زیادہ قائم ہو۔ اور قصاص اُس صورت میں آتا ہے جبکہ قاتل نے عمداً قتل کیا ہو۔ اور خطاء یا شبہ بالعمد وغیرہ ہو تو قصاص نہیں۔ (ت ت)

قرآن مجید میں قصاص کے متعلق یوں ارشاد ہوا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی ۔۔۔ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۲۲) یعنی اے ایمان والو مقرر ہوا تم پر قصاص لینا مقتولوں میں آزاد آزاد کے بدلے اور غلام غلام کے بدلے اور عورت

عورت کے بدلے۔ پس جس قاتل کے لئے معاف کیا جائے اسکے بھائی کیطرف سے کچھ تو معاف کرنیوالا دستور سے پیچھے اور قاتل کو خون بہا وارث مقتول کو عمدگی سے دینا چاہئے یہ آسانی ہے تمہارے رب کیطرف سے اور رحمت پس جس نے اس کے بعد بھی زیادتی کی تو اسکے لئے عذاب دکھ دینے والا تیار ہے اور تمہارے لئے قصاص میں اے عقلمندو زندگی ہے تاکہ تم بچو۔

قِصَص بکسر قاف و فتح صاد قصہ کی جمع ہے اور قاف و صاد کی فتح سے مصدر ہے بعض اسے اسم جمع کہتے ہیں (غ)۔ قرآن مجید کی اٹھائیسویں سورۃ کا نام ہے۔ جو اسطرح شروع ہوتی ہے طٰسٓمٓ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ طسم یہ (سورت بھی) کتاب (یعنی قرآن) کی (چند) آیتیں ہیں جنکے مطالب واضح (اور عام فہم) ہیں۔

قصواء (ل) وہ اونٹنی جسکا کان کٹا ہوا ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک اونٹنی کا نام ہے لیکن اسکا کان کٹا ہوا نہیں تھا (من) اور یہ وہ اونٹنی تھی جسپر سوار ہو کر آپ نے ہجرت کی تھی۔

قصیدہ بانت سعاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں نہایت عمدہ ستاون (۵۷) ابیات کا قصیدہ ہے مصنفہ کعب بن زبیر جو صحابی تھے اسکی متعدد شروح ہیں۔ (کش)

قصیدہ بردہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں شیخ شرف الدین ابو عبد اللہ محمد بن سعید و بوصیری متوفی ۶۹۴ھ کا نہایت زبردست قصیدہ ہے اسکا اصلی نام الکواکب الدریہ فی مدح خیر البریہ ہے یہ قصیدہ ۱۶۲ ابیات کا ہے ۱۰ ابیات تشبیب میں ہیں۔ سولہ ابیات میں نفس اور اسکی خواہشات کا ذکر ہے۔ تیس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح ہے۔ انیس میں آپ کی پیدائش کا ذکر ہے۔ دس میں آپ کی دعاؤں کا ذکر ہے۔ سترہ میں قرآن کی مدح ہے۔ تیرہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج کا ذکر ہے۔ بائیس میں آپ کے جہاد کا بیان ہے۔ چودہ استغفار میں ہیں اور نو مناجات ہیں۔

روایت ہے کہ اسکے مصنف کو فالج ہو گیا تھا اسلئے اس نے اس قصیدہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح کی اور اسکے ذریعہ سے شفاعت مانگی تو اچھا ہو گیا۔

بردہ چادر کو کہتے ہیں اور اس قصیدہ کے بردہ کے نام سے مشہور ہونے کی کئی وجوہ بیان کیگئی ہیں مگر زیادہ معتبر یہ وجہ ہے کہ سعد الدین فاروقی کی آنکھیں دکھنی آگئی تھیں انہوں نے خواب میں ایک شخص کو یہ کہتے دیکھا کہ بہاؤ الدین کے پاس جا کر اس سے چادر مانگو اور اسکو اپنی آنکھوں پر رکھو۔ جب انہوں نے بہاؤ الدین کے پاس جا کر چادر مانگی تو انہوں نے کہا کہ میرے پاس تو صرف یہ قصیدہ ہے۔ ہم اسکے ذریعہ شفا مانگتے ہیں اور ہمیں شفا ہو جاتی ہے۔ سعد الدین نے اسکو اپنی آنکھوں پر رکھا تو شفا حاصل ہوئی۔ (کش)

قطب (ل) وہ میخ آہنی جسکے گرد چکی گھومتی ہے سید قوم۔ سالار جسپر کام کا مدار ہو۔ اصل ہر چیز۔ اس ولی کا لقب ہوتا ہے کہ بحکم الٰہی کسی ملک یا شہر کا انتظام عالم معنوی میں اس کے قبضۂ اقتدار میں ہوتا ہے۔ (غ)

قطبیت کبریٰ مرتبہ قطب الاقطاب کا نام ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا باطن ہے۔ (لغ)

قطع الطریق (ل) راہزنی۔ شریعت میں راہزنی بہت بڑا فعل خیال کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

اور اسکی سزا قرآن مجید میں اسطرح بیان کی گئی ہے۔
اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ تا وَلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (س مائدہ ع۵)
جو لوگ اللہ اور اسکے رسول سے لڑتے اور فساد پھیلانے کی غرض سے ملک میں دوڑتے پھرتے ہیں انکی سزا تو بس یہی ہے کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کر دئے جائیں۔ یا انکو سولی دی جائے یا انکے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کاٹ دئے جائیں یا انکو دیس نکالا دیا جائے یہ تو دنیا میں انکی رسوائی ہوئی۔ اور اسکے علاوہ آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب تیار ہے۔

راہزنوں کی چار قسمیں ہیں (۱) جو چوری اور قتل سے پہلے ہی گرفتار کر لئے جائیں انکی سزا یہ ہے کہ انکو یہاں تک قید رکھا جائے کہ وہ توبہ کریں یا مر جائیں۔

(۲) جنہوں نے لوٹا ہے قتل نہیں کیا تو انکے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کاٹ دئے جائیں۔

(۳) جنہوں نے قتل کیا ہے اور لوٹا نہیں انہیں حد میں قتل کیا جائیگا۔

(۴) جنہوں نے لوٹا ہے اور قتل بھی کیا ہے تو انکی سزا میں حاکم کو اختیار ہے اگر چاہے ایک ہاتھ اور پاؤں جانب خلاف سے کاٹے اور اگر چاہے قتل کرے اور سولی دیوے اور چاہے قتل کرے اور سولی نہ دیوے۔

اگر کچھ راہزن جمع ہوں اور ان میں سے بعض نے قتل کیا اور بعض مددگاری میں لگے ہوں تو مددگاروں کی نسبت وہی حکم ہے جو لوٹنے والوں کے لئے ہے (رحمۃ)

قطفیر اس شخص کا نام ہے جس نے مصر میں یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا۔ اور یہ شخص اسوقت مصر کے خزانوں کا خزانچی تھا۔ اسی کو عزیز کہتے تھے۔ (مد)

قطمیر اصل میں اس جھلی کو کہتے ہیں جو چھوہارے کی گٹھلی پر ہوتی ہے۔ وہ اتنی پتلی ہوتی ہے کہ ایک ذرا سی ہو جاتی ہے اور بعض چھوہاروں میں گٹھلی سے رنگ میں نمایاں بھی ہوتی ہے۔ مگر وہ ایسی قلیل ہوتی ہے کہ بے حقیقت چیزوں کے لئے محاورہ عرب میں بولا جاتا ہے کہ قطمیر جتنا بھی تو نہیں جیسے ہمارے ہاں اردو کی سفیدی۔

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ (س۔ فاطر۔ ع ۲) اور اسکے سوا جن (معبودوں) کو تم پکارتے ہو ذرا سا بھی تو اختیار نہیں رکھتے۔

قعدہ (ل) ایک دفعہ بیٹھنا۔
(ص۔ش) میں نماز کی دوسری یا تیسری یا چوتھی رکعت کے بعد بیٹھنے کو کہتے ہیں۔ پہلی دفعہ کے بیٹھنے کو قعدہ اولیٰ کہتے ہیں۔ اور دوسری بار کے بیٹھنے کو قعدہ اخیرہ کہتے ہیں۔ دیکھو (نماز)

قلزم بحر قلزم کے کنارے ایک بستی ہے اور اسی کے قریب یہ سمندر کی شاخ تمام ہو گئی ہے نہ یہاں کھیتی ہوتی ہے نہ کوئی سایہ دار درخت ہے نہ پانی شیریں ہے دور سے لاکر پانی پیتے ہیں مصر شام فلسطین اور حجاز کے قافلے یہاں آکر ٹھیرا کرتے ہیں اور اسی کے سبب اسکو بحر قلزم کہتے ہیں۔ (جغ)

قلندر فارسی الاصل لفظ ہے جو اصل میں کلندر تھا۔ بمعنے کندہ ناتراشیدہ۔ عرب و عجم کے اختلاط السنہ کے باعث قلندر مشہور ہو گیا بعض اسکو معرب کہتے ہیں۔ مگر پہلا خیال صحیح ہے (غ)
مراد فقیر۔ درویش۔ اولیاء اللہ کی ایک خاص جماعت کا نام بھی ہے۔

قمار (قمار) اور میسر کے معنے جوئے کے ہیں اور خدا تعالےٰ نے اسکو قطعی طور پر حرام قرار دیا ہے چنانچہ اسکی تحریم میں آیات ذیل قرآن کریم میں موجود ہیں
یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْھِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ

Marfat.com

وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (س بقرہ ع ۲۷)
(اے پیغمبر۔ لوگ) تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (تو ان لوگوں سے) کہدو کہ ان دونوں (چیزوں) میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے (دیکھنے) فائدے بھی ہیں مگر ان کے فائدے سے انکا گناہ (اور نقصان) بڑھکر ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (س۔ مائدہ۔ ع ۱۱) مسلمانو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے (ان میں کا ہر ایک کام) تو بس ناپاک شیطانی کام ہے تو اس سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

جب سورۂ بقر کی مذکورہ بالا پہلی آیت نازل ہوئی تو قمار کی برائی کا اشارہ پاکر اکثر لوگوں نے اسکو چھوڑ دیا مگر چونکہ اس میں حرمت کا صاف صاف حکم نہ تھا اسلئے بعض لوگ اسپر قائم رہے۔ پھر دوسری مذکورہ بالا آیت نازل فرما کر اللہ تعالےٰ نے جوئے بازی کو نہایت تفصیل وتوضیح کے ساتھ حرام قرار دیدیا تاکہ لوگوں پر اسکی تحریم کا پورا پورا اثر ہو جائے اور اس فعل شنیع کے کرنے سے قطعی طور پر باز رہیں۔

قمر چاند۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔ جس میں یہ لفظ اسطرح مذکور ہے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (س۔ قمر۔ ع۱) یعنے قیامت پاس آلگی اور (پیغمبر کے معجزے سے) چاند شق ہو گیا۔ (ت)

قمری جو قمر یعنے چاند کی طرف منسوب ہو۔ ہجری سال چونکہ رفتار قمر کے حساب سے شمار کیا جاتا ہے اسلئے اسے قمری سال کہتے ہیں۔ یہ سال محرم سے شروع ہوتا ہے۔

قِن وہ غلام جسکی خرید وفروخت جائز نہ ہو۔ (تع)

قناعت قناعت بھی صبر کا ضمیمہ ہے اور بولنے میں یا تو دونوں کو ملا کر بولا جاتا ہے یا ایک کو دوسرے کا مرادف۔ مگر فی الواقع صبر وقناعت میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔ صبر یعنے نفس کا روکنا مجبور کرنا ہر طرح کی جسمانی وروحانی تکلیف کے انگیز کرنے سے ہوتا ہے۔ مگر قناعت صرف اس تکلیف کے برداشت کرنے سے جو حرص وطمع کی ناکامی سے ہو۔

قناعت کی صفت کے برگزیدہ ہونے میں تو کچھ شک نہیں مگر ان دنوں کے مسلمانوں کو قناعت کی تعلیم دینا نکموں کو سلا دینا ہے۔ تعلیم اخلاق بھی ایک طرح کی طب ہے۔ طب متعارف طب جسمانی ہے۔ اور اخلاق طب روحانی۔ طبیب جسمانی کیا کرتا ہے کہ جو خلط مقدار معتدل سے بڑھ گئی ہے اسکو تنقیہ وغیرہ تدابیر سے کم کرتا ہے۔ اور جو خلط درجہ اعتدال سے گر گئی ہے اسکی تقویت کرتا ہے۔ اسی اصول پر اخلاق میں بھی ہمکو عمل کرنا چاہیئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں طلب دنیا کی کمی ہے اور اسی وجہ سے وہ سلطنت اور دولت اور عزت اور سب کچھ کھو بیٹھے ہیں۔ اور رہی سہی کھوتے چلے جارہے ہیں۔ تو ہمارا کام گرتوں کو ابھارنا ہے۔

حدیث میں قناعت کی بابت یوں ارشاد ہوتا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے خدا کی قضا وقدر کو تسلیم کیا اور بقدر حاجت روزی دیا گیا اور جو کچھ خدا کی طرف سے ملا اسپر خدا نے اسے قانع کر دیا اس نے فلاح پائی۔ (مس)

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیاوی مال ومتاع کی کثرت کو تونگری نہیں کہتے۔ بلکہ اصل تونگری یہ ہے کہ نفس قناعت اور بے نیازی کے ساتھ تونگر ہو۔ (صح)

Marfat.com

قنطار گائے کی ایک کھال سونے سے بھری ہوئی اور بعض ایک سو بیس رطل سونے یا چاندی کو کہتے ہیں (غ)

قرآن مجید میں بھی یہ لفظ آیا ہے زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط (س۔ آل عمران۔ ع ۲)

لوگوں کو مرغوب چیزوں یعنی بیبیوں اور بیٹوں اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیروں اور عمدہ عمدہ گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتی کے ساتھ دلبستگی بھی معلوم ہوتی ہے

صاحب مدارک قناطیر کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ قنطار کی جمع ہے۔ اور قنطار کہتے ہیں مال کثیر کو اور بعض کے نزدیک بیل کی کھال میں جتنا سونا آئے اسے قنطار کہتے ہیں اور بعض ایک لاکھ دینار کو کہتے ہیں۔

قنوت الوتر ایک خاص تضرع آمیز دعا کا نام ہے جو نماز وتر میں پڑھی جاتی ہے۔ حنفیہ کے نزدیک وتر کے سوا کسی نماز میں دعائے قنوت پڑھنا درست نہیں لیکن امام شافعی رح کے نزدیک فجر کی آخری رکعت میں بعد رکوع کے بھی قنوت پڑھنی چاہیئے۔ لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھی ہے کیونکہ آپ اس وقت ایک مشرک قبیلہ پر بد دعا کیا کرتے تھے۔

قود قصاص (غ) دیکھو (قصاص)

قوس قزح رنگین و ملون کمان کی شکل جو ابر کے وقت ہوا میں ظاہر ہوتی ہے۔ اسے کمان رستم اور کمان شیطان بھی کہتے ہیں۔ اصل میں قزح اس فرشتے کا نام ہے جو ابر پر موکل ہے۔ (غ)

قول کہنا۔ وعدہ۔ اقرار۔ قرآن مجید میں یہ لفظ اکثر انہیں معنے میں مستعمل ہوا ہے

قوم سبا دیکھو (سبا)

قومے کی دعا جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم رکوع سے کھڑے ہو کر فرماتے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ۔ یعنی اللہ نے اسکی بات سنی جس نے اسکی تعریف کی۔ خداوندا۔ اے ہمارے پروردگار تیرے لئے تعریف ہے ایسی تعریف جو آسمانوں اور زمین کو بھر دے۔ اور اسکے بعد جسے تو بھرنا چاہے سب کو بھر دے۔

قوی اللہ تعالے کے اسماء حسنے سے ہے لفظی معنے توانا۔ تام القدرت۔ امام غزالی کہتے ہیں قوت دلالت کرتی ہے قدرت کاملہ بالغہ پر۔ تو اللہ تعالے قوی ہے اسلیئے کہ قدرت کاملہ بالغہ رکھتا ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ بعینہ موجود ہے۔ اَللّٰهُ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ (س۔ الشوریٰ۔ ع ۲) اللہ اپنے بندوں کے ذرا ذرا حال سے واقف ہے۔ جسکو چاہتا ہے دیتا ہے اور وہ بڑا زور آور اور زبردست ہے۔

قہار باریتعالے کے ننانوے ناموں سے ایک نام ہے اسکے معنے ہیں زبردست یا غلبہ رکھنے والا۔ قرآن مجید میں یہ اسم بعینہ موجود ہے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (س۔ ص۔ ع ۵) یعنی کہدے کہ میں تو صرف ڈرانیوالا ہوں۔ اور ایک خدا کے سوا جو غالب ہے۔ اور کوئی معبود نہیں۔

قہقہہ اس ہنسی کو کہتے ہیں جو ہنسنے والے اور اسکے

پانی والوں کو سنائی دے الخ

اگر بالغ شخص رکوع و سجود والی نماز میں قہقہہ لگائے تو نماز اور وضو دونوں فاسد ہو جاتے ہیں کیونکہ دار قطنی میں مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جس نے قہقہہ لگایا ہو اُسے چاہیئے کہ وضو اور نماز دونوں کا اعادہ کرے۔ امام شافعی کے نزدیک نماز تو قہقہہ سے فاسد ہو جاتی ہے مگر وضو نہیں فاسد ہوتا۔ اگر لڑکا قہقہہ مارے تو اسکا وضو نہیں ٹوٹتا اور اگر نماز جنازہ میں کوئی بالغ قہقہہ لگائے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ اسیطرح سجدۂ تلاوت میں۔ غرض کہ جو ایسی نماز ہے جس میں رکوع و سجدہ نہیں اس میں قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ہاں نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اور قہقہہ نماز کو اس وقت توڑتا ہے جب وہ شخص جاگتا ہو اگر نماز میں سوتے ہوئے قہقہہ لگائے تو وضو نہیں ٹوٹتا امام شافعی کے نزدیک قہقہے سے وضو نہیں ٹوٹتا خواہ جاگتا ہو یا سوتا (لنور)

قیاس (ل) دو چیزوں کے درمیان اندازہ کرنا حکم میں ایک چیز کو دوسری کے ساتھ برابر کرنا۔

میر سید شریف تعریفات میں تحریر فرماتے ہیں کہ قیاس کے لغوی معنے ہیں اندازہ کرنا۔ اور شریعت میں قیاس سے وہ معنے مراد ہیں جو نص سے استنباط کئے گئے ہوں تاکہ حکم منصوص علیہ سے غیر کیطرف پہونچ جائے یعنے اصل و فرع حکم میں جمع ہو جائیں۔ جیسے حالت حیض میں وطی کی حرمت پر حرمت لواطت کو قیاس کرتے ہیں۔ اور علت اذی کو قرار دیتے ہیں جو کہ لا تقربوهن حتی یطهرن سے مستفاد ہے (تع۔ ن)

قیام (ل) کھڑا ہونا۔ یہاں ہماری مراد وہ قیام ہے جو مجلس میں آنیوالے کے لئے کیا جاتا ہے۔ جیساکہ اس زمانے میں متعارف ہے کہ جب کوئی بڑا آدمی مجلس میں داخل ہوتا ہے تو اہل مجلس اُسکے لئے تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں (ن)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ داخل مجلس کے لئے اہل مجلس کا کھڑا ہونا سنت ہے اور انکی دلیل ابو سعید خدری کی حدیث ہے جس میں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ کے لئے صحابہ سے فرمایا قُومُوا اِلٰی سَیِّدِکُمْ یعنے اپنے سردار کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

اور بعض علما کہتے ہیں کہ مکروہ اور بدعت اور منہی عنہ ہے اور انکی دلیل حدیث انس رضی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو کھڑے ہونے سے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ جسطرح عجمی لوگ تعظیم کے لئے اُٹھتے ہیں تم نہ اُٹھا کرو غرض کہ اس باب میں دونوں طرح کی حدیثیں آئی ہیں کبھی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے قیام کا حکم دیا اور کبھی منع فرمایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کبھی کبھی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور کبھی نہیں بھی اُٹھے اور یہی وجہ توفیق ہے دونوں حدیثوں میں۔ واللہ اعلم۔

مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ یہ وجہ توفیق جو شاہ صاحب نے بیان کی ہے بہیں پسند نہیں۔ اصل وجہ توفیق یہ ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم امت کو مکارم اخلاق سکھانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اور امت میں مختلف الحال لوگ تھے۔ بعض مزاج کے اتنے خود لئے ابنائے جنس پر کسیطرح کی برتری دے رکھی تھی اور انکے مقابلے میں بعض منکسر وہ برتری کا خیال نہ تھا۔ اور ظاہر بات ہے کہ ایسے اختلاف حالت میں اخلاق کا مختلف ہونا ضرور ہے۔ مقیم کے احکام مسافر کے مناسب حال نہیں ہوتے۔ غنی صاحب نصاب کے اور۔ فقیر کے اور۔ تندرست کے اور۔ بیمار کے اور۔ اسیطرح بزرگ۔ اور فرزند کے ادب بزرگی

Marfat.com

برتری اسکو تعظیم طلب بناتی ہے نیز اس میں عجب اور خود پسندی اور کبر پیدا کرتی ہے۔ اسکی روک کے لئے برتر کو حکم دیا کہ دوسروں سے تعظیم نہ لیں اور اپنی برتری پر مغرور نہ ہوں۔ دوسروں کو حکم دیا کہ ایسوں کو تعظیم نہ دیں تاکہ مسلمانوں میں تعظیم طلبی کا مرض نہ پھیلے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم زبانی پر بس نہ کرکے اپنا نمونہ بھی دکھا دیا۔ پیغمبر سو کر اپنی تعظیم کے لئے لوگوں کا کھڑا ہونا آپ جائز نہیں رکھتے تھے۔ اور یہ حضرت کا غایت درجہ کے انکسار کا ثبوت تھا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے بایں خیال کھڑے نہیں ہوتے تھے کہ حضرت کو یہ ادا ناپسند تھی۔ مگر آنحضرت کی اُن سے بڑھکر کوئی کیا تعظیم کریگا ہمارے ادب کے بکار کر بات بھی نہیں کرتے تھے۔ غرض ہمارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ممانعت قیام اور اجازت قیام کے مخاطب دو ہیں۔ ممانعت قیام کے لئے فاضل اور حکم واجازت کے مفضول۔ پھر قیام تو ایک شان تعظیم کی ہے۔ قیام کے علاوہ اور بھی تعظیم کی شانیں ہیں مہذب اور شائستہ لوگوں میں ان پر عمل کیا جاتا ہے اور وہ سب قابل عمل ہیں۔ قیام تعظیمی کے ساتھ ہم کو اس قیام کا بھی خیال آیا جو مجالس مولود میں عند ذکر ولادۃ الرسول کیا جاتا ہے۔ اس قیام کے بارے میں اختلاف بڑھتے بڑھتے مخالفت اور مخاصمت کی حد کو پہنچ گیا ہے۔ افراط اور تفریط تو دونوں طرف ہے قول فیصل یہ ہے کہ مجالس مولود بھی داخل مجالس ذکر ہیں بشرطیکہ موضوع روایتیں چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات با برکات کے وہ حالات بیان کئے جائیں جن سے مسلمانوں کو اپنی حالت کی اصلاح کیطرف ترغیب اور توجہ ہو۔ (حق)

اصطلاح شرع میں نماز میں کھڑا ہونے کو کہتے ہیں۔ دیکھو (نماز)۔

قیامت

قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے چونکہ اسکے شروع میں قیامت کی قسم کھائی ہے اور بعد میں بھی قیامت کے حالات مذکور ہیں اس مناسبت سے اسکا نام سورۃ قیامت ہوا۔ قیامت کی نشانیوں کے لئے دیکھو (علامات الساعۃ۔ قرب قیامت)

قیام اللیل

رات کو کھڑا ہونا۔ مراد نماز شب۔ یعنے عموماً نوافل جو بطور عام عبادت پڑھے جائیں۔ یا نماز تراویح یا نماز تہجد جو رات کو بعد از نماز عشا پڑھی جاتی ہیں اور انکا ذکر اپنے اپنے مقام پر درج ہے۔

قیس ابن سعد

جلیل القدر صحابی تھے اور بڑے فاضل تھے اپنی قوم سے شریف تھے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے تو آپ نے انہیں کوتوال مقرر فرمایا حضرت علی کی جانب سے مصر کے حاکم تھے۔ ۶۰ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے۔ قبیلہ انصار سے تھے۔ (اکما)

قیصر

شاہان روم کا لقب ہے، یہ لفظ رومی ہے۔ اور اس زبان میں قیصر اس لڑکے کو کہتے ہیں جسکی ماں اسکے جننے سے پہلے فوت ہو جائے اور اسکی ماں کا پیٹ چیر کر اس لڑکے کو نکالیں۔ چونکہ شاہان قیاصرہ سے پہلا بادشاہ جسکا نام اغسطوس تھا ایسا ہی پیدا ہوا تھا اسوجہ سے ملقب بایں لقب ہوا۔ بعد ازاں وہاں کے ہر بادشاہ کو قیصر کہنے لگے۔ (غ)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کو دعوت الی الاسلام کے لئے خط لکھا تھا۔ چنانچہ وہ خط معہ ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلٰى قَيْصَرَ يَدْعُوْهُ اِلَى الْاِسْلَامِ وَبَعَثَ بِكِتَابِهٖ اِلَيْهِ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ وَاَمَرَهٗ اَنْ يَّدْفَعَهٗ اِلٰى عَظِيْمِ بُصْرٰى

Marfat.com

لِیَدْفَعَہٗ اِلٰی قَیْصَرَ فَاِذَا فِیْہِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اِلٰی ہِرَقْلَ عَظِیْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْہُدٰی اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَدْعُوْکَ بِدَاعِیَۃِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ وَاَسْلِمْ یُؤْتِکَ اللّٰہُ اَجْرَکَ مَرَّتَیْنِ وَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَعَلَیْکَ بِاِثْمِ الْاَرِیْسِیِّیْنَ

ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم (ہرقل) کو خط لکھا کہ آپ کو اسے اسلام کی دعوت دینی منظور تھی۔ اور وہ خط دحیہ کلبی صحابی کو دے کر بھیجا اور حکم دیا کہ یہ خط حاکم بصرے تک پہنچاویں۔ تاکہ حاکم بصریٰ قیصر روم (ہرقل) کو پہنچا دے۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے خط میں یہ عبارت مرقوم تھی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خدا کے بندے اور اسکے پیغمبر محمدؐ کا یہ خط ہے بادشاہ روم ہرقل کیطرف جو شخص ہدایت کی پیروی کرے۔ اسے سلامتی ہو۔ اسکے بعد میں کہتا ہوں کہ میں تمہیں اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ تم مسلمان ہو جاؤ۔ دنیا و عقبےٰ کی رسوائی سے سلامت رہوگے۔ اسلام لاؤ۔ خدا تمکو تمہارا اجر دوہرا دیگا۔ اور اگر تم قبول اسلام سے اعراض کروگے تو تم پر تمہاری رعایا کا بھی وبال سرکشی پڑے گا۔

قَیْنُقَاع قاف کی زبر اور نون کی زبر زیر پیش تینوں درست ہیں۔ بنی قینقاع ایک یہودی قبیلہ کا نام ہے جو جنگ بدر تک مدینہ میں مقیم تھا۔ سنہ ۲ھ میں جنگ بدر کے موقع پر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر تشریف لیگئے تو ان یہودیوں نے اپنا معاہدہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قائم کیا ہوا تھا توڑ ڈالا۔ اس لئے آپ نے واپس آکر ان کو مدینہ سے نکال دیا۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں ایک مسلمان عورت دودھ بیچنے بنی قینقاع کے بازار میں چلی گئی۔ یہودیوں نے اسکی بے عزتی کرنی چاہی اور اسکو مجبور کیا کہ اپنے منہ پر سے برقع اٹھائے۔ مگر اس نے انکا کہنا نہ مانا۔ آخر ایک شریر نے آگے بڑھکر اسے بے ستر کر دیا۔ اتنے میں ایک مسلمان بھی آن پہنچا۔ یہ کیفیت دیکھکر اسے غیرت آئی اور اس یہودی کو قتل کر ڈالا۔ اسپر تمام یہودیوں نے اسکو گھیر کر شہید کر دیا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جنگ سے واپس آئے تو آپ نے اس واقعہ کے متعلق ان سے بازپرس کی۔ ان لوگوں نے بڑی سختی سے جواب دیا کہ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جنگ بدر کی فتح پر نہ بھولنا۔ ہمسے مقابلہ پڑیگا تو معلوم ہو جائیگا۔ ساتھ ہی وہ امن عامہ میں خلل ڈالنے پر آمادہ ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے محلے کو گھیر لیا۔ مگر عبداللہ ابن ابی منافق نے اسبات پر انکو آمادہ کر لیا کہ وہ مدینہ سے نکل جاویں اور انکے ہتھیار اور مکان مسلمان ضبط کریں۔ چنانچہ وہ لوگ خیبر میں جا آباد ہوئے۔

قَیُّوْم خداوند تعالےٰ کے اسماء سے ایک اسم ہے جسکے معنے کارخانہ عالم کا سنبھالنے والا۔ قائم بذاتِ خود۔ اور زندہ و قائم رکھنے والا اپنے غیر کو۔ یا یوں کہو کہ قیوم مبالغہ ہے قیم کا۔ اور قیم کہتے ہیں مصلح امور کو۔ قرآن مجید میں یہ اسم بعینہ موجود ہے الٓمّٓ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ د (س۔ آل عمران ع ۱) یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ اور کارخانہ عالم کا سنبھالنے والا ہے۔

باب الکاف

کَاتِب (دل، لکھنے والا۔ کلرک سیکرٹری۔ اہرمی معنے

بیٹن واقدی کے سیکرٹری سعد بن منیع الزہری کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ (دواقدی)

کاتبہ اس چیونٹی کا نام تھا جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے باتیں کی تھیں۔ (دیکھو سلیمان)

کافرون کافر کی جمع ہے۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔

کافور ایک مشہور و معروف دوا ہے۔ سفید رنگ نہایت خوشبودار۔ بہشت میں ایک چشمہ کا نام ہے (ع)

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا (س الدھر ع ۱) بے شک نیکوکار آخرت میں جام پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی اور کافور سے پانی کا ایک چشمہ ہوگا جسکا پانی اللہ کے خاص بندے پئیں گے اور جہاں چاہیں گے اس چشمہ کو بہا لے جائیں گے۔

کافی اہل تشیع کی کتب احادیث سے نہایت معتبر کتاب ہے۔ اسکے بارہ میں خود امام عصر و حجت خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے۔ مصنف اسکے رئیس المحدثین شیخ الانام شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق الکلینی الرازی ہیں جو معتبر محدثین سے ہیں اور جنہوں نے ستر برس بعد وفات امام حسن عسکری علیہ السلام کے وفات پائی اور ان حضرت نے [illegible] میں وفات پائی تھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ مصنف نے تمام و کمال زمانہ غیبت صغریٰ کا پایا ہے۔ بلکہ کسی قدر زمانہ امام یازدہم کا بھی دیکھا تھا۔ اور یہ کتاب داخل صحاح اربعہ ہے۔ اسکے دو حصے ہیں۔ اصول اور فروع۔

کالی اُدھار۔ حدیث میں بیع کالی کی نہی وارد ہے۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ بَیْعِ الْکَالِیِّ بِالْکَالِیِّ (دار قطنی) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُدھار کے ساتھ اُدھار بیچنے سے منع فرمایا۔

اُدھار کو اُدھار کے ساتھ بیچنے کا یہ مطلب ہے کہ مثلاً ایک شخص نے ایک چیز مول لی اور وعدہ کیا کہ اسکی قیمت چھ مہینے میں دونگا۔ مدت پوری ہو گئی اور چھ مہینے بھی گذر گئے مگر مشتری کے پاس روپیہ بہم نہیں پہنچا کہ قیمت ادا کرتا۔ بائع نے تقاضا کیا تو کہا کہ یہ چیز کو پھر میرے ہاتھ بیچ ڈال اور پہلی رقم پر کچھ اضافہ کر لے میں تین مہینے میں تیرا سب روپیہ چکتا دونگا۔ بائع نے اسے بیچ ڈالا اور بے قبضہ کئے بیچ ڈالا۔ چونکہ جس چیز پر قبضہ نہ ہو اسکا بیچنا منع ہے۔ اس لئے اس قسم کی بیع سے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ اُدھار کو اُدھار کے ساتھ بیچنے کی ایک توجیہ شرح حدیث نے یہ بھی کی ہے کہ مثلاً عمرو بکر کا مقروض ہے۔ بعینہٖ بکر کے عمرو پر سو درہم آتے ہیں اور اسی طرح عمرو کو زید کا ایک قرض بھی دینا ہے۔ زید نے بکر سے کہا کہ میں تیرے ہاتھ اس قرض کو جو عمرو کے پاس ہے ان دس درہموں کے عوض بیچتا ہوں جو تیرے عمرو کے ذمے ہیں۔ بکر نے اس بات کو منظور کر لیا تو یہ بیع ناجائز ہوگی کیونکہ قبضہ جو شرط بیع ہے پایا نہیں گیا۔

کاملیہ شیعوں کا ایک فرقہ ہے۔ جو ابو کامل کے متبع ہیں۔ یہ شخص سب صحابہ کو (نعوذ باللہ) کافر بتاتا تھا کیونکہ انہوں نے حضرت علی سے بیعت نہ کی اور خود حضرت علی کو اسلئے کافر کہتا تھا کہ اصحاب سے کیوں نہیں لڑے۔ یہ شخص تناسخ کا بھی قائل تھا اور کہتا تھا کہ امامت نور الٰہی ہے کہ ایک شخص سے دوسرے میں منتقل ہوتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ نور ایک آدمی میں

امامت ہو اور وہ بیسرے ہیں تو ثبوت ہو جاوے۔ یہ کہتا تھا
کہ روح الٰہی نے اول آدم میں اور اسکے بعد درجہ بدرجہ
تمام انبیاء اور ائمہ میں حلول کیا ہے۔ اس سے معلوم
ہوا کہ اسکے نزدیک کافر کا بھی امام ہونا اور اس میں روح
الٰہی کا حلول کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کی تکفیر کرتا ہے۔ اور پھر ان میں روح الٰہی کے حلول کا
اور پھر ان کی امامت کا قائل ہے (مز)

کان کے آداب

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۱ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔

(س۔ نور۔ ع ۲) (مسلمانو!) جن لوگوں نے (ام المومنین عائشہؓ کی نسبت) طوفان اٹھا کھڑا کیا تم ہی میں کا ایک گروہ ہے اس (طوفان) کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہوا۔ (کہ سچے مسلمان اور منافق پہچان پڑے) طوفان اٹھانے والوں میں سے جتنا گناہ جس نے سمیٹا (اسکی سزا) بھگتے گا۔ اور جس نے ان میں سے طوفان کا بڑا حصہ لیا ویسی ہی اسکی بڑی (سخت) سزا ہو گی۔ (مسلمانو!) جب تم نے ایسی (نالائق) بات سنی تھی ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں نے اپنے مسلمان بھائیوں بھنوں کے حق میں نیک گمان کیوں نہ کیا اور سنتے ہی کیوں نہ بول اٹھے کہ یہ صریح بہتان ہے (جن لوگوں نے یہ طوفان اٹھا کھڑا کیا) اپنے بیان (کے ثبوت) پر چار گواہ کیوں نہ لائے۔ پھر جب گواہ نہ لا سکے تو خدا کے نزدیک (بس) یہی جھوٹے ہیں۔ اور اگر تم (مسلمانو!) پر دنیا اور آخرت میں خدا کا فضل اور اسکا کرم نہ ہوتا۔ تو جیسا تم نے ایسی نالائق بات کا چرچا کیا تھا اس میں تم کو کوئی بڑی آفت نازل ہو گئی ہوتی کہ تم لگے اپنی زبانوں سے اسکی نقل در نقل کرنے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہنے جس کی تم کو مطلق خبر نہیں اور تم نے اسکو ایسی ہلکی (۲) بات سمجھا حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی (سخت بات) ہے۔ اور جب تم نے ایسی (نالائق) بات سنی تھی (سنتے کے ساتھ) کیوں نہیں بول اٹھے کہ ہم کو ایسی بات منہ سے نکالنی زیبا نہیں ہے۔ حاشا و کلا یہ تو بڑا بھاری بہتان ہے۔ (مسلمانو!) خدا تمکو نصیحت کرتا ہے کہ اگر ایمان رکھتے ہو تو پھر کبھی ایسا نہ کرنا اور اللہ (اپنے) احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ اور اللہ (سب کی جان سے) واقف (اور) حکمت والا ہے۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بیہودہ باتوں کا چرچا ہو انکے لئے دنیا میں عذاب دردناک ہے اور آخرت میں (بھی) اور (ایسے لوگوں کو) اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

حذیفہ رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص پس پردہ کھڑے ہو کر لوگوں کی باتیں سنتا ہے جنت میں نہ جائیگا۔ (صح)

ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ شیطان آدمی کی صورت میں متشکل ہو کر ایک قوم کے پاس آتا اور ان سے جھوٹی جھوٹی باتیں بیان کرتا ہے پھر لوگ متفرق ہو جاتے ہیں اور ان میں کا ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے (یہ بات) ایک ایسے آدمی سے سنی ہے جسکے چہرے کو تو میں پہچانتا ہوں اور اسکا نام نہیں جانتا۔ (مس)

کبر

(دل) تکبر۔ غرور۔ قرآن شریف اور حدیث میں غرور کی نسبت نہی وارد ہے وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ

لہ یہ اس لمبے قصے کی ابتدائی آیتیں ہیں جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے افک کے بارے میں نازل ہوئیں پورا قصہ دیکھنا ہو تو دیکھو (افک) ۱۲

سہ خلاصہ حدیث کا یہ ہے کہ کسی بات کے سننے اور سنکر دوسرے سے نقل کرنے میں احتیاط کرنی چاہئے۔ یعنی تاوقتیکہ بات کہنے والے کے صدق پر وثوق کامل نہ ہو اور اسکے احوال کی پوری طرح معرفت نہ ہو اس بات کو سننے ہی نہیں ۱۲ اور اگر سنے تو دوسرے سے بیان نہ کرے ۱۲

Marfat.com

مَرَحًا ۚ اِنَّ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا (س۔ بنی اسرائیل۔ ع۴)
اور اے مخاطب! زمین میں اکڑ کر نہ چلا کر۔ کیونکہ زمین کو تو پھاڑ نہیں سکے گا۔ اور نہ پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکے گا (اے پیغمبر) ان سب باتوں میں جو بُری ہیں سب ہی تو تمہارے پروردگار کے نزدیک ناپسند ہیں۔

حدیث شریف میں ابن مسعود سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکے دل میں رائی کے دانے کے قدر بھی تکبّر ہوگا اُسے جنت میں جانا نصیب نہ ہوگا۔ (س)

کبیر | بڑا۔ بزرگ۔ خدا کا نام ہے۔ قرآن مجید میں بعینہٖ یہ لفظ موجود ہے وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ (س۔ سبا۔ ع۳) اور خدا کے ہاں سفارش کام نہیں آتی۔ مگر اسکی جسکی نسبت خدا سفارش کی اجازت دے۔ یہانتک کہ جب گھبراہٹ انکے دلوں سے دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم دیا۔ مقرب فرشتے کہتے ہیں جو دینا چاہیئے تھا وہی دیا اور وہ عالیشان اور سب سے بڑا ہے۔

کبیرہ | کبیر کی مؤنث ہے۔ بڑی چیز۔ اصطلاح شرع میں اس گناہ کو کہتے ہیں۔ جو حرام محض ہو۔ اور نص قاطع کے ساتھ دنیا اور آخرت میں اسپر عقوبت محض مقرر ہو۔ (تع)

گناہ کبیرہ کا مفہوم متعین کرنے میں ہمارے علماء نے اختلاف کیا ہے۔ مگر قرآن و حدیث سے جہانتک اسکا سراغ چلتا ہے یہ ہے کہ شارع نے جس فعل کے ارتکاب پر حد (شرعی سزا) مقرر کردی ہے یا اسکے بارے میں وعید نازل ہوئی ہے یا دلیل قطعی کے ساتھ اس کے ارتکاب سے منع کیا گیا ہے۔ یا وہ فعل دین کی ہتک حرمت کا موجب ہو۔ گناہ کبیرہ ہے۔ اور جس گناہ میں یہ باتیں نہ پائی جائیں وہ صغیرہ ہے۔ پھر گناہ کبیرہ کے مراتب اگرچہ مختلف ہیں یعنی بعض بعض سے بزرگتر اور شنیع تر ہیں۔ جیسا کہ تتبع احادیث پہ مخفی نہیں مگر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث سے انکا انحصار والضباط پایۂ ثبوت تک نہیں پہونچا۔ اسی لیئے علماء نے کبائر گنوانے میں اختلاف کیا ہے۔ مولانا جلال الدین دوانی شرح عقائد عضدیہ میں بعض اصحاب شافعیؒ نقل کرتے ہیں کہ کبائر حسب تفصیل ذیل ہیں:-

(۱) قتل ناحق (۲) زنا (۳) لواطت (۴) چوری۔ (۵) مے نوشی (۶) ہر نشیلی چیز کا استعمال (۷) سور کا گوشت کھانا (۸) کسی کا مال بجبر چھین لینا (۹) زنا کی تہمت لگانا۔ (۱۰) جھوٹی گواہی دینا (۱۱) سود کھانا (۱۲) رمضان کا روزہ قصداً اور عمداً بے عذر توڑ دینا (۱۳) جھوٹی قسم کھانا (۱۴) قطع رحم کرنا (۱۵) مسلمان ماں باپ کو ناحق ستانا۔ (۱۶) مذہبی لڑائی میں مقابلے سے بھاگنا۔ (۱۷) یتیموں کا مال ہضم کرنا (۱۸) ماپ تول میں خیانت کرنا (۱۹) بار سمجھ کر وقت سے پہلے نماز پڑھ لینا (۲۰) زکوٰۃ نہ دینا (۲۱) مسلمانوں سے ناحق لڑنا (۲۲) جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف جھوٹی بات منسوب کرنا (۲۳) صحابہ کو گالی دینا (۲۴) بے عذر گواہی چھپانا (۲۵) رشوت لینا (۲۶) مرد عورت میں نااتفاقی کرانا (۲۷) بادشاہ سے چغلی جا لگانا (۲۸) باوجود قدرت ہونے کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ بیٹھنا۔ (۲۹) قرآن یاد کرکے بھلا دینا (۳۰) جانداروں کو جلانا (۳۱) عورت کا بے عذر شرعی اپنے خاوند کی اطاعت نہ کرنا (۳۲) خدا کی رحمت سے مایوس ہونا (۳۳) عذاب الٰہی سے بے خوف و نڈر رہنا۔ (۳۴) علماء و حفاظ کی توہین کرنا (۳۵) اپنی عورت سے ظہار کرنا (۳۶) کبیرہ گناہ پر اصرار کرنا کفر کی حدتک پہونچ جاتا ہے۔

کتّا | عربی میں کلب کہتے ہیں اور جمع کلاب آتی ہے شریعت نے اسکو نجس قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضور

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کسی کے برتن میں اگر کتا پانی پی جائے تو اسکی پاکی سات مرتبہ دھونے سے ہے۔ پہلی مرتبہ مٹی کے ساتھ (مانجا جائے)۔ اگر کتے کا جسم خشک ہو یعنی پانی سے تر نہ ہو اور نہ اسکو پسینہ آرہا ہو۔ تو اسکے چھو جانے سے کوئی چیز نجس نہیں ہوتی۔ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے تو اس سے پانی نہیں بہاتے تھے (مش)۔

حنفی مذہب میں کتے کا چمڑا دباغت سے پاک ہوجاتا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک پاک نہیں ہوتا (کتب فقہ)۔

اگر کتا کنوئیں میں گر کر مر جائے تو کنواں سارا پانی نکال ڈالنے سے پاک ہوگا (قد)

کتے کی خرید و فروخت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جائز نہیں۔ اور اگر کتا قتل کیا جائے یا ہلاک ہو جائے تو اسکی قیمت نہیں ہے (رحمۃ)

سدھے ہوئے کتے کے ذریعہ شکار کھیلنا جائز ہے اور اسکا سدھانا یہ ہے کہ شکاری کے اشارے پر شکار پر حملہ کرے اور اسمیں سے کچھ نہ کھائے۔ جب شکاری سدھے ہوئے کتے کو بسم اللہ پڑھکر چھوڑے اور وہ شکار جا پکڑے یا زخمی کر دے جس سے شکار مر جائے تو اسکا کھانا حلال ہے بشرطیکہ کتا اس میں سے کچھ نہ کھائے۔ اگر کتے نے اس میں سے کچھ کھا لیا تو اسکا کھانا حلال نہ ہوگا۔ اگر کتا شکار کو زندہ پکڑ لائے تو اسکا ذبح کرنا واجب ہے۔ اگر ذبح کئے بدون ویسا ہی ٹھہر کر مر گیا تو مردار ہو جائیگا۔ اگر شکار کے پکڑنے میں اس کتے کے ساتھ کوئی ایسا کتا جو سدھا ہوا نہ ہو یا ایسا کتا جسکے چھوڑنے پر بسم اللہ نہیں پڑھی گئی شامل ہو گیا تو بھی شکار مردار ہے

اسکا کھانا جائز نہیں (قد)

کتے کے ساتھ شکار کرنیکا جواز قرآن مجید میں سورۃ مائدہ کے پہلے رکوع میں مذکور ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جس گھر کے پاس کتا چلا چلا کر روئے اس گھر میں موت ہو جانیکا احتمال ہے کیونکہ کتے کو ملک الموت کی شکل دکھائی دیتی ہے۔ مگر شریعت پاک میں اسکے متعلق کوئی تصریح نہیں آئی۔

شکاری کتے کے سوا اور کسی قسم کا کتا شوقینی کے طور پر پالنا منع ہے۔ کالے کتے کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شیطان بتایا ہے۔

کتاب اصل میں تو یہ باب تفعیل کا مصدر ہے لیکن مفعول کے معنے میں مستعمل ہے یعنی لکھا ہوا۔ (غ)

قرآن مجید اور تمام آسمانی کتابوں کو کتاب کہتے ہیں اور انکے ماننے والوں کو اہل کتاب کہتے ہیں کتابی عورت سے مسلمان مرد کو نکاح کرنا جائز ہے۔

کتاب الاعمال وہ کتاب جس میں اعمال لکھے جاتے ہیں۔ دیکھو (صحیفۃ الاعمال)

کتاب حکمی حکمی خط۔ وہ خط جو ایک قاضی دوسرے کو بھیجتا ہے جبکہ مدعی علیہ دوسرے کے قریب رہتا ہو۔

کتاب الخراج فقہ میں امام ابویوسفؒ کی تصنیف ہے جو سنہ ۱۸۲ھ میں فوت ہوئے۔ یہ کتاب سنہ ۱۳۰۲ھ میں بولاق میں طبع ہوئی اور اسکے حاشیے پر جامع صغیر مصنفہ امام محمدؒ چھپ گئی تھی۔

اس کتاب کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے سلطنت عباسیہ کے ابتدائی سیاسی حالات کا پتہ

چلتا ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد۔ امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں جو انکیلئے صاحبین کے لفظ سے یاد کئے جاتے ہیں۔

کتاب مبین کتاب واضح۔ لوح محفوظ۔ قرآن مجید چنانچہ ان دونوں معنوں میں قرآن مجید میں یوں مستعمل ہوا ہے وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (س۔ الانعام ع ۷) اور دنیا کی تر و خشک (چیزیں سب ہی تو) کتاب واضح (یعنی لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ (س۔ مائدہ ع ۳) یعنی اللہ کیطرف سے تمہارے پاس نور ہدایت اور قرآن آچکا ہے۔

کتابی اہل کتاب کے معنے میں مستعمل ہوتا ہے۔ یعنی وہ شخص جسکے پاس آسمانی کتابیں ہوں۔ یعنی انکو مانتے ہوں۔ جیسے عیسائی۔ اہل اسلام وغیرہ

کتابیہ کتابی کا مونث ہے۔ یعنی وہ عورت جو کسی آسمانی کتاب کو مانتی ہو ایسی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔

کچکول مانگنے والے فقیروں کا پیالہ۔ (غ)

کرامت اس خلاف عادت فعل کا نام ہے جو ایسے آدمی سے ظاہر ہو جو نبوت کا مدعی نہ ہو اور نیکو کار ہو۔ کرامتیں ولیوں سے ظاہر ہوتی ہیں جیسی نبیوں کے حق میں معجزے ہوتے ہیں اہلسنت و جماعت کا مذہب ہے کہ ولیوں کی کرامتیں مثلاً پانی پر چلنا۔ ہوا پر اڑنا وغیرہ حق ہیں۔ (عق)

کرامات کا ثبوت قرآن سے صاف ثابت ہے مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں ایک شخص کو

جسکو علم کتاب حاصل تھا تخت بلقیس کو سینکڑوں کوس سے طرفۃ العین میں لاکر حاضر کر دیا تھا۔

حضرت مریم علیہا السلام کے پاس کنج عبادت (محراب) میں خود بخود رزق کا مہیا ہو جانا۔ وغیرہ وغیرہ کرامات اولیا کا بین ثبوت ہے۔ احادیث میں جابجا انکا ثبوت ملتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ کا خطبہ میں حضرت ساریہ کو یَا سَارِيَةَ الْجَبَل کہکر پکارنا اور سینکڑوں کوسوں سے وہ آواز حضرت ساریہ کے کان میں پہونچ جانا۔ دریائے نیل کو حضرت عمرؓ کا رقعہ لکھنا اور دریا کا اسکی تعمیل کرنا وغیرہ وغیرہ

کراماً کاتبین (ل) گرامی قدر لکھنے والے۔ ان فرشتوں کا نام ہے جنکو خدا نے محض اپنے فضل و کرم سے ہر آدمی کے لئے نگہبان مقرر کیا ہے اگر انکی حفاظت نہ ہو تو آدمی تباہ اور ہلاک ہو جائے آدمی کو جب سوتا ہے تو وہی اسے سانپ اور بچھو وغیرہ مہلکات سے بچاتے ہیں۔ وہ صرف محافظت ہی نہیں کرتے بلکہ آدمی کے اپنی عورت سے ہمبستری یا اسکا اور شرمناک کاموں کے وقت اس سے ہٹ جاتے ہیں۔ اسکا راز کسی پر افشا نہیں کرتے آدمی جو کچھ اچھا یا برا کام کرتا ہے اسے لکھ لیتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ دو فرشتے شام کو آتے ہیں جو صبح تک رہتے ہیں۔ پھر صبح کو دو اور آتے ہیں جو شام تک رہتے ہیں (تفسیر)

قرآن کریم میں اس لفظ کا ذکر یوں آیا ہے وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (س۔ انفطار۔ ع ۱) حالانکہ تم پر (ہمارے) چوکیدار (نگہبان) ہیں۔ (یعنی کراماً کاتبین (فرشتے) کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو انکو معلوم رہتا ہے

کراماً کاتبین ایک فرقہ ہے جو عبداللہ محمد بن کرام سجستانی

کی طرف منسوب ہے۔ یہ شخص ۳۰۰ھ کے بعد گذرا ہے۔ کم علم تھا۔ ہر ایک مذہب سے اس نے کچھ مسائل اخذ کر لئے تھے یا تکیہ ایک کتاب میں جمع کر کے اسکو محارک اختام ۔ توجیہ۔ غور اور خراسان میں شائع کر دیا اس سے اسکے مذہب کی نئی بنیاد قائم ہو گئی۔ اس شخص نے خدا تعالےٰ کی صفات کے اثبات میں یہاں تک غلو کیا کہ خدا کو مجسم اور مخلوقات سے مشابہ قرار دینے پر نوبت پہنچ گئی۔ یہ شخص حج کر کے شام میں آیا۔ اور مقام زغرہ میں ۲۵۵ھ میں فوت ہوا۔ اور بیت المقدس میں دفن کیا گیا۔ وہاں اس کے پیروؤں کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ تھی ۔

فرقہ کرامیہ کے کئی گروہ ہیں۔ مثلاً عابدیہ۔ اسحاقیہ۔ ثونیہ۔ زرینیہ۔ واحدیہ۔ لیکن یہ سب ایک ہی فرقہ گنا جاتا ہے۔ یہ سب کے سب خدا کو مجسم قرار دیتے ہیں۔ ہاں اتنا فرق ہے کہ ان میں سے بعض کا قول ہے کہ خدا قائم بنفسہ ہے اور بعض اسکو اجزاء سے مؤتلف کہتے ہیں اور اسکے لئے جہات اور نہایات ثابت کرتے ہیں۔ انکے اعتقاد میں اللہ جسم ہے اور نیچے کی جانب سے متناہی ہے۔ ان کے اعتقاد میں عالم سفلی کے جسموں سے اسکا ملاقات کرنا جائز ہے۔ ان کا خیال ہے کہ خدا عرش پر ہے۔ اور عرش اوپر کی جانب سے اس سے ملا ہوا ہے۔ اور خدا کا حرکت کرنا اور نیچے کو اترنا جائز ہے۔ انکا اس امر میں اختلاف ہے کہ وہ تمام عرش پر ہے یا اسکے بعض حصے پر۔ اس فرقے کے بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ وہ عرش پر نہیں بلکہ اسکے محاذی ہے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ خدا تعالےٰ تمام جہات اور اطراف سے متناہی ہے۔ اور بعض کے نزدیک تلے کی جانب سے متناہی ہے۔ اور بعض اسے ہر طرف سے متناہی قرار دیتے ہیں۔

کرامیہ کا اعتقاد ہے کہ خدا محل حوادث ہے۔ اور جو حوادث اسکی ذات میں حلول کئے ہیں انہی پر قدرت رکھتا ہے اور جو ایسے نہیں بلکہ اسکی ذات سے الگ ہیں انپر اسے قدرت نہیں۔ ان سب کا خیال ہے کہ اسکے ساتھ حوادث اسوقت قائم ہوتا ہے جبکہ اسکو مخلوق کے پیدا کرنے میں اسکی طرف احتیاج پڑتی ہے۔ اس حوادث کے بارہ میں ان میں اختلاف ہے۔ بعض کی یہ رائے ہے کہ جس حادث کیطرف اسے احتیاج ہوتی ہے وہ ارادہ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں وہ کن ہے۔ جب خدا کو کسی چیز کے پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو قدرت جو قدیم ہے اس قول کو یا ارادہ کو ذات الہٰی میں پیدا کر دیتی ہے کرامیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جو حادث خدا کی ذات سے قائم ہوتا ہے اسکا نام حادث ہے۔ اور جو اسکی ذات سے قائم نہیں ہو سکتا اُسے محدث کہا جاتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اللہ تعالےٰ کو بندوں کے پیدا کرنے سے پہلے یہ معلوم نہ تھا کہ جو ان آدمی ایمان نہ لائیگا ورنہ اسکا پیدا کرنا عبث ہوگا۔ ان کے اعتقاد میں نبوت اور رسالت دو صفتیں ہیں جو نبی کی ذات کے ساتھ قائم ہوتی ہیں اور اسکی ذات کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں۔ مگر وحی کی تبلیغ اور معجزہ اور عصمت اسکی ذات کے ساتھ مختص نہیں بلکہ اور لوگ بھی ان سے متصف ہو سکتے ہیں جس کسی شخص میں یہ صفتیں موجود ہوں وہ رسول ہے خواہ اُسے رسول بنا کر بھیجا گیا ہو یا نہ۔ اور اللہ تعالےٰ پر ایسے ہی آدمی کا رسول بنانا واجب ہے۔ جس میں یہ اوصاف نہ ہوں اسکا رسول بنانا ناجائز ہے۔ اللہ کے لیے کسی نبی کو عہدۂ نبوت سے معزول کرنا جائز ہے۔ مگر رسول کو معزول کرنا ناجائز ہے۔ ان کے نزدیک انبیاء پر ایسے گناہ کا ہونا جائز جو موجب حد اور مسقط عدالت نہ ہو۔ خدا پر یہ بھی واجب ہے کہ متواتر رسول بھیجتا رہے۔ ان کے نزدیک ایک وقت میں دو اماموں کا ہونا جائز ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ دونوں امام برحق تھے مگر اتنی بات ہے کہ حضرت علی سنت پر تھے اور حضرت امیر معاویہ

سنت پر نہ تھے مگر انکی فرمانبرداری رعیت پر واجب تھی بعض کرامیہ کا یہ مذہب ہے کہ اللہ کے دو علم ہیں۔ ایک علم سے وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے اور ایک سے اپنے علم کو جانتا ہے۔ ان کے نزدیک ایمان اس اقرار کا نام ہے جو اللہ تعالے نے ازل میں اپنی مخلوق سے کیا تھا یعنے جبکہ فرمایا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) تو سب نے کہا بَلٰی (ہاں) سو یہ قول یعنی بَلٰی کا کہنا ایمان ہے۔ ان کے نزدیک منافق کا ایمان باوجود اسکے کہ اسکے ساتھ کفر بھی موجود ہے نبی کے ایمان کے برابر ہے۔ کیونکہ اس ایمان یعنے اقرار ازلی میں سب برابر ہیں۔

اس فرقہ کا بانی مبانی یعنی عبداللہ محمد بن کرام کا یہ مذہب ہے کہ مسافر کو ایسے کپڑے میں جو بالکل نجاست میں ڈوبا ہوا ہو نماز پڑھنی جائز ہے۔ اور نماز۔ روزہ۔ زکوۃ اور حج وغیرہ تمام عبادتیں نیت کے بغیر جائز ہو جاتی ہیں۔ (مذ)

کربلائ یہ بغداد سے جنوب و مغرب میں پچاس میل کے فاصلے پر ایک آباد شہر ہے جو نجف سے بڑا ہے۔ اور نجف سے شمال و مغرب میں تخمیناً چالیس میل کے فاصلے پر ہے۔ فرات یہاں سے قریب ہے حضرت امام حسین رض کے عہد میں یہ ایک جنگل تھا۔ جب حضرت کوفہ کو آتے ہوئے یزید کے لشکر سے اس مقام پر گھیرے گئے اور آپ اور آپ کے ہمراہی یہیں شہید ہوئے تو آپ کا اور آپ کے ہمراہیوں کے یہیں مزار بنے۔ تب سے ایک شہر بس گیا۔ آپ کی شہادت کا واقعہ سنہ ۶۱ھ میں دسویں محرم کو ہوا۔ اسوقت آپکی عمر شریف ۵۶ برس کی تھی۔ یہاں کا گنبد بھی طلائی ہے شاہ فتح علیخان کے عہد میں آقا محمد خان نے سنہ ۱۲۰۱ھ میں طلائی کرایا تھا۔ کاظمین کا گنبد بھی طلائی ہے۔ یہ شہر دن بدن ترقی پر ہے۔ آبادی عمدہ ہے۔ بازار بھی خوب ہیں۔ شہر کے وسط میں حضرت کی درگاہ ہے (نف)

صاحب غیاث تحریر فرماتے ہیں کہ اصل میں یہ لفظ کرب بلا تھا۔ پہلی با کو حذف کیا۔ کیونکہ جب دو کلموں کو ترکیب دیتے ہیں اور کلمہ اول کا آخری حرف اور دوسرے کلمہ کا پہلا حرف ایک جنس سے ہوں تو پہلے کلمے کے آخر کو حذف کر دیتے ہیں۔

کرّوبیاں مقرب فرشتے۔ قرآن مجید کی ذیل کی آیت میں انکا ذکر آیا ہے اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَہٗ تا وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ (س مومن۔ ع۱) جو (فرشتے) عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو عرش کے گرداگرد (تعینات) ہیں (ہمہ وقت) اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ (اسکی) تسبیح (و تقدیس) کرتے رہتے اور اسپر ایمان رکھتے اور ایمان والوں کے لئے مغفرت (کی دعائیں) مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تیری رحمت اور تیرا علم سب چیزوں پر حاوی ہے تو جو لوگ (تیری جناب میں) توبہ کرتے ہیں اور تیرے (دین کے) رستے پر چلتے ہیں اُن کو بخشدے۔ اور (نیز) انکو دوزخ کے عذاب سے بچا

کریم بزرگ۔ عزیز۔ خدا کا نام ہے کہتے ہیں کریم وہ ہے کہ قادر ہو تو معاف کر دے۔ وعدہ کرے تو وفا کرے۔ اور دے تو امید سے زیادہ دے اور کوئی اسکی طرف التجا لے جائے تو اسے ضائع نہ ہونے دے کبھی مکرم اور جواد کے معنے میں بھی آتا ہے۔ کریم لئیم کی ضد ہے۔

کڑک اور بادل اور سخت ہوا کے وقت کی دعائیں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کڑک اور بجلی کی آواز سنکر فرماتے اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ) خدا وندا ہمیں

Marfat.com

اپنے غضب سے قتل نہ کر اور ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک نہ کر اور ہمیں اس سے پہلے عافیت عطا فرما۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم آسمان کے کناروں سے ابر اٹھتا ہوا دیکھکر جس کام میں مصروف ہوتے فوراً اُسے چھوڑ دیتے اور نماز میں ہوتے تو اس میں بہت تخفیف کر دیتے پھر فرماتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّھَا خداوندا میں اس ہوا کی برائی سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور اگر مینہہ پڑتا تو فرماتے اَللّٰھُمَّ صَیِّبًا ھَنِیْئًا الٰہی پے در پے اور خوشگوار برسنا برسا۔

حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ جب ہوا شدت کے ساتھ چلتی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَھَا وَخَیْرَمَا فِیْھَا وَخَیْرَمَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّمَا فِیْھَا وَشَرِّمَا اُرْسِلَتْ بِهٖ۔ خداوندا میں اس ہوا کی بھلائی اور جو کچھ اس میں ہے اسکی بھلائی اور جس چیز کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اسکی بھلائی مانگتا ہوں۔ اور اسکی برائی اور جو کچھ اس میں ہے اسکی برائی اور جس چیز کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اسکی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔

کِسْوَۃ (ل) پہننے کے کپڑے۔ پوشاک (غ) کعبہ کے غلاف کو بھی کہتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے وقت میں اور انکے بعد کعبہ کی دیواریں ویسی ہی دکھائی دیتی تھیں جیسی کہ بنی تھیں۔ مگر سنہ عیسوی سے چھ سو برس پہلے اسعد حمیری نے کعبہ کی دیواروں پر غلاف چڑہایا۔ اسنے خواب میں دیکھا کہ وہ کعبہ کو کپڑا پہنا رہا ہے تو اس نے انطاع کا غلاف چڑہایا۔ مگر پھر اس نے وہی خواب دیکھا تب اس نے یمن کے کپڑے کا جو عمدہ ہوتا تھا غلاف چڑہا دیا اور کعبہ میں چوکھٹ کو کواڑ لگایا تب سے کعبہ پر غلاف چڑہانے کی رسم جاری ہو گئی۔ اور جسکے قبضہ اقتدار میں کعبہ رہتا وہ ہر سال پرانے غلاف پر نیا چڑہاتا۔ اور اسطرح کپڑے کی کئی تہیں چڑھ گئیں جسکے سبب کئی دفعہ آگ لگ کر خانہ کعبہ جل گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ ابن زبیر کے وقت تک پرانے غلاف پر نیا غلاف چڑہانے کا دستور تھا۔ اور یہی سبب ہے ان کے عہد میں بھی کعبہ میں آگ لگ گئی تھی۔ اسکے بعد سے پرانے غلاف پر نیا غلاف چڑہانے کی رسم جاتی رہی۔ بلکہ ہر سال پرانا غلاف اُتار کر نیا چڑہایا جاتا ہے۔ اور کعبہ کے خادم پرانے غلاف کے ٹکڑے کر کے بطور تبرک تقسیم کرتے ہیں۔

اس میں کچھ کلام نہیں کہ زمانہ اسلام میں بھی کعبہ پر غلاف چڑہائے گئے۔ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رض نے یمن کے کپڑے کا جو نہایت عمدہ ہوتا ہے کعبہ کو غلاف چڑہایا تھا۔ پھر حضرت عمر و حضرت عثمان رض نے قباطی کپڑے کا پھر دیباج کے کپڑے کا غلاف چڑہایا۔ غرضکہ اس میں شک نہیں ہے کہ تمام خلفائے بنی امیہ اور عباسیہ و دیگر خلفا کے عہد میں خانہ کعبہ پر غلاف چڑہانیکا بڑا اہتمام رہا۔ زمانہ حال میں سلطان روم کی جانب سے نہایت عظمت و شان سے بہت عمدہ غلاف سیاہ رنگ کا چڑہایا جاتا ہے جس میں بعض آیات قرآنی نہایت خوشخط بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور غلاف کے درمیان کمربند کیطرح ہاتھ ڈیڑھ ہاتھ چوڑا زریں پٹکا ہوتا ہے اور اس میں بھی آیات قرآنی بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور دروازہ پر کا غلاف بھی بالکل زریں بنا ہوا ہوتا ہے اور ہر سال بتاریخ ۱۰ ذی الحج نیا غلاف چڑہایا جاتا ہے

اسلام کی رو سے اسپر جو کچھ بحث ہو سکتی ہے وہ اسقدر ہے کہ اس کام کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو یہ کعبہ کی پرستش کے لئے کیا جاتا ہے یا اسکی خوبصورتی اور آرایش کے لئے۔ پہلی صورت میں تو از روئے اسلام

کفر ہے۔ اور دوسری صورت میں اسکا کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ آرائش کعبہ ایسی ہی ہے۔ جیساکہ اور مساجد کی آرائش۔ مگر چونکہ خانہ کعبہ ایک نہایت قدیم مسجد ہے اور ایسے بانی اسلام کے ہاتھ سے بنی ہے جس نے سب سے اول یہ کہا لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ۝ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ اسلئے اسکی قدر ہمکو بہ نسبت اور مسجدوں کے زیادہ کرنی ضرور ہے۔ کیونکہ وہ سب سے پہلے خدا کی پرستش کی نشانی ہے (تاریخ مسجد الحرام)

کسوف و خسوف

عرف میں اکثر سورج گہن کو کسوف اور چاند گہن کو خسوف کہتے ہیں۔ انکی اصل حقیقت یہ ہے کہ ستارے دو قسم کے ہوتے ہیں ثوابت و سیار۔ جو ٹھیرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں ثوابت ہیں اور جو حرکت کرتے ہیں وہ سیار۔

ثوابت میں سے ایک ہمارا آفتاب بھی ہے۔ آفتاب کا طلوع و غروب اسکی حرکت سے نہیں ہے۔ بلکہ زہرہ مشتری۔ عطارد۔ زحل۔ مریخ اور زمین۔ یہ سیارے اسکے ساتھ وابستہ ہیں اور اسکے گرد گھومتے ہیں۔ زمین بھی ایک سیارہ ہے متحرک اور جسطرح ریل اور کشتی کے سوار کو درخت اور مکانات اور دوسری ٹھیری ہوئی چیزیں نظر کی غلطی سے چلتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اسیطرح اصل میں زمین چلتی ہے اور اسکی وجہ سے بنظر ظاہر آفتاب چلتا ہوا دکھائی دیتا ہے حالانکہ آفتاب ساکن ہے۔ پھر جو سیارے آفتاب کے ساتھ وابستہ ہیں ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ انکے ساتھ اور چھوٹے سیارے وابستہ ہیں جو چاند کہلاتے ہیں۔ مثلاً مشتری سیارہ ہے اسکے گرد آٹھ چاند گھوم رہے ہیں۔ زمین سیارہ ہے اسکے گرد ہمارا چاند گردش کرتا ہے۔ یہ سب سیارے اپنے چاندوں کے ساتھ آفتاب کے گرد گھومتے ہیں۔ اور آفتاب اپنے سیاروں کے سمیت ایک نظام جداگانہ سمجھا گیا ہے اور اسکا نظام ہے نظام شمسی۔ اسیطرح ہر چھوٹے سے چھوٹا ثابت ستارہ بجائے خود آفتاب ہے۔ اور اسکا نظام جداگانہ ہے۔ یہ باتیں علم ہیأۃ کی ہیں جن کو خاص لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ یہ ہمارا آفتاب اپنی ذات سے روشن ہے۔ ہمارا چاند زمین کی طرح تاریک ہے۔ جس طرح ہمارے ہاں آفتاب کی دھوپ پڑتی ہے اسیطرح چاند پر بھی دھوپ پڑتی ہے اور اسی کا نام نور قمر ہے۔ گھومتے گھامتے جب چاند زمین اور آفتاب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے تو سورج گہن ہوتا ہے۔ جسکے یہ معنے ہیں کہ کرۂ قمر نے نور آفتاب کو زمین تک پہونچنے سے روک دیا سورج گہن کے وقت آفتاب سے نور سلب نہیں ہوتا بلکہ چاند کے آڑے آجانے کی وجہ سے ہم تک نہیں پہنچنے پاتا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آفتاب تاریک ہوگیا چاند گہن اسوقت ہوتا ہے جب زمین آفتاب اور چاند کے درمیان حائل ہو۔ بہرکیف یہ انقلاب جو اجرام فلکی کی حالت میں کبھی کبھی واقع ہوتا ہے خدا کی قدرت کی بڑی زبردست نشانی ہے۔ لوگ اسے مقدم آفت سمجھتے ہیں اور یہ نجومیوں کے اوہام ہیں۔

جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم جو گہن کے وقت خدا کی طرف رجوع لاتے تھے وہ کسی واہمے کے سبب سے نہ تھا۔ بلکہ خدا کی عظمت کا خیال کرکے مصروف عبادت ہو جاتے تھے۔ ان دونوں کی نمازوں کا ذکر دیکھو نماز کسوف و خسوف میں۔

کسوف و خسوف کی نمازیں

کسوف سے سورج گہن اور خسوف سے چاند گرہن مراد ہے۔ کسوف کے وقت جامع مسجد کا امام دو رکعت نماز اذان و اقامت اور خطبے کے بغیر پڑھائے۔ قرأت لمبی اور بلا آواز پڑھے۔ ہر ایک

Marfat.com

رکعت میں ایک رکوع ہو۔ نماز سے فارغ ہو کر جب تک کسوف باقی رہے سب دعا میں مشغول رہیں۔ امام نہ ہو تو اکیلے اکیلے نماز و دعا میں مصروف ہوں۔ اسکے علاوہ شدت کی آندھی کڑک اور بھونچال وغیرہ دیگر سماوی حادثوں میں بھی نماز پڑھنا اور دعا کرنا مسنون ہے (کذا فی فقہ الحنفی)

شیعوں کے نزدیک کسوف و خسوف کی نماز واجب ہے۔ اگر دانستہ ترک کر دی تو اسکی قضا واجب ہوگی۔ ہاں۔ اگر علم نہ ہونے سے رہگئی تو پھر اسی صورت میں قضا واجب ہے کہ ساری ٹکیہ سیاہ ہو گئی ہو۔ ورنہ نہیں۔ دو رکعت نماز ہو اور ہر رکعت میں پانچ رکوع ہوں (کذا فی رسالہ فقہ علامہ مجلسی)

کشف (ل) پردے کا اٹھ جانا (ص۔ و) میں امور غیبیہ پر اطلاع پالینے کو کہتے ہیں (ج)

کظم غیظ (ل) غصّے کو پی جانا۔ قرآن و احادیث میں کاظم غیظ کے بہت فضائل مذکور ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ تا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ہ (س۔ آل عمران ع ۱۴) اور (مسلمانو!) اپنے پروردگار کی مغفرت اور جنت کیطرف لپکو جسکا پھیلاؤ (اتنا بڑا ہے) جیسے زمین و آسمان کا پھیلاؤ (یعنی چوڑائی) ان پرہیزگاروں کے لئے طیار ہے جو خوشحالی اور تنگدستی (دونوں حالتوں) میں (خدا کے نام) خرچ کرتے اور غصے کو روکتے اور لوگوں سے درگذر کرتے ہیں۔ اور لوگوں کے ساتھ نیکی کرنیوالوں کو اللہ دوست رکھتا ہے

اور حدیث شریف میں اسکے فضائل یوں مذکور ہیں۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص نے غصے کے گھونٹ سے بہتر جسے وہ صرف خدا کی خوشنودی اور رضامندی کے لئے پانی کی طرح پیتا ہے بہتر و افضل کوئی چیز نہیں پیا۔ (مش)

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلوان وہ نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے۔ اصل پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس کا مالک ہو۔ (صحیح)۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کا کیا ہی عمدہ اور برجستہ ترجمہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ **قطعہ**

نہ مرد است آں بنزدیک خرد مند
کہ با پیل دماں پیکار جوید
بلے مرد آنکس است از روئے تحقیق
کہ چوں خشم آیدش باطل نگوید

دنیا میں جتنے فسادات ہیں سب غضب کی وجہ سے ہیں۔ با ایں ہمہ غضب نہ ہو تو دنیا میں امن بھی نہ ہو یہی تو وہ چیز ہے جسکے ڈر سے لوگ دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے۔ پس غضب آدمی کو سپر کا کام دیتا ہے۔ اور وہ شرط امن ہے غضب ناجمود نہیں ناجمود ہے افراط غضب۔ غضب کی حالت میں اعتدال قائم رہنا ایسا ہی دشوار ہے جیسا ناپاک شراب کی لت کھا کر نشہ سے نہ جھومنا۔ طب کی رو سے غضب کی حالت میں خون جوش مار کر غلیظ ابخرے دماغ کی طرف صعود کرکے عقل کو تیرہ و تار کر دیتے ہیں۔ اسی لئے غضب کو نوعٌ مِنَ الْجُنُوْن کہا ہے۔ الفاظ غضب کا پہلا درجہ . . . . ہے اور یہی وقت غصے کی روک تھام کا ہے۔ ضبط غضب کے لئے صبر کا ہونا بھی ضروری ہے۔ ضبط غضب کا آسان طریقہ تغیر حالت ہے یعنی نفس کو کسی دوسری بات کیطرف متوجہ کرنا۔ غصے کی حالت میں عقل سلیم تو باقی نہیں رہتی۔ اسی لئے غصے کا انجام اکثر ندامت ہوتی ہے کہ آدمی اپنی زیادتی سے خود پشیمان ہوتا ہے۔ اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ غصہ بنی بنائی بات کو بگاڑ دیتا ہے نرمی سے جو کام نکل سکتا ہے وہ خشونت سے کبھی نہیں

نکلتا ہے

بشیرینی زبانی ولطف وخوشی
توانی کہ پیلے بموئے کشتی

کعب الاحبار

ایک یہودی عالم کا نام ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو توریت کے مطابق پیغمبر سمجھکر مسلمان ہو گئے تھے۔ انکے بیٹے ابی بن کعب ان سے پہلے مسلمان ہوئے تھے۔ یہ بھی اپنے باپ کیطرح علم وفضل میں یکتا تھے۔ کعب الاحبار سنہ ۳۲ھ میں فوت ہوئے (کن)

کعب ابن زہیر

شاعر ابن الشاعر بلکہ سارا گھر اسکا شاعر تھا۔ لڑکپن ہی سے اسکی طبیعت موزون تھی۔ چنانچہ اسکا قصہ نابغہ زیبانی کے ساتھ کتب سیر اور تواریخ میں مذکور ہے۔ اسکا باپ زہیر تو زمانہ جاہلیت میں ہی مرگیا تھا۔ مگر اسکے دونوں بیٹے کعب اور بجیر زمانہ اسلام سے مشرف ہوئے۔ کعب ان شعرا سے تھا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار لکھا کرتے تھے اسلئے فتح مکہ کے دن وہ بھی واجب القتل لوگوں میں شمار کیا گیا۔ اسلئے بخوف جان وہ بھی اوروں کی طرح روپوش ہو گیا۔ کعب کا بھائی بجیر تھا اس نے اپنے باپ زہیر سے سنا تھا کہ زمانہ بعثت پیغمبر آخرالزمان کا قریب ہے۔ جب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ کو تشریف لے گئے تو دونوں بھائی کعب اور بجیر مدینہ کو چلے جب وہ دونوں مقام البرق الغراف پر پہونچے تو بجیر نے کعب سے کہا تو یہاں ٹھہر۔ میں اس مرد کو جاکر دیکھوں سنوں کیا کہتا ہے اور اس کے پاس کیا چیز ہے جسکے سبب سب لوگ اسکے گرویدہ ہوتے جاتے ہیں۔ بالجملہ بجیر مدینہ منورہ کو آیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام سنتے ہی مسلمان ہو گیا اور کعب کو لکھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سچی ہے میں انپر ایمان لایا ہوں۔ تو بھی آکر اسلام قبول کر جب کعب نے بجیر کی تحریر پڑھی چند اشعار بجیر کو لکھے جن سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مذمت مترشح ہوتی تھی بجیر نے وہ اشعار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کئے۔ جناب رسالتمآب نے صحابہ حاضرین سے فرمایا جسکو کعب بن زہیر کہیں ملے اسکو قتل کردے۔ بجیر نے یہ حکم نبوی سنکر کعب کو لکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان شاعروں کو جو آپ کی ہجو لکھا کرتے تھے اور انکو توبہ نصیب نہیں ہوئی قتل کرڈالا ہے۔ تیرے لئے بھی ایسا ہی حکم ہوا ہے۔ اگر تجھے اپنی جان عزیز ہے تو جلد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر توبہ کر اور اپنے قصور کی معافی کے لئے ملتجی ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم توبہ کرنے والے کو ہرگز قتل نہیں کرتے۔ اگر تجھکو یہ بات منظور نہیں تو اپنے بچاؤ کے لئے کوئی تدبیر سوچکر نکال۔ بجیر کی تحریر پہنچتے ہی کعب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور زمین اسکے لئے تنگ ہو گئی۔ بہت کچھ سوچ بچار کیا مگر کوئی صورت بچاؤ کی سوائے اسلام لانے کے نظر نہ آئی ناچار مدینہ کو روانہ ہوا۔ وہاں پہونچکر جہنی کے مکان پر جو اسکا ملاقاتی تھا مقیم ہوا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز صبح سے فارغ ہوکر بیٹھے۔ جہنی مذکور کعب کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لے گیا اور اشارہ سے بتا دیا کہ یہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نزدیک جاکر ان سے امان کا خواہان ہو۔ کعب فوراً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو جا بیٹھا اور اپنا ہاتھ آپ کے دست مبارک پر رکھکر عرض کیا۔ یارسول اللہ کعب ابن زہیر تائب اور مسلمان ہوکر آپ کی خدمت میں امان مانگنے آیا ہے اگر میں اسکو حضور کی خدمت میں لے آؤں تو آپ اسکی توبہ قبول فرمادینگے یا نہیں۔ آنحضرت نے فرمایا ہاں اسکی توبہ قبول کی جائے گی۔ پھر تو کعب کھل پڑے۔ کہنے لگے یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں ہی کعب ابن زہیر ہوں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُ

اسکے بعد کعب نے وہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا جو قصیدہ بانت سعاد کے نام سے مشہور ہے۔ جب کعب نے۔ **شعر**

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِہٖ
مُهَنَّدٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلٗ

پڑھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ردائے مبارک جسم اطہر سے اتار کر کعب کو اڑھا دی وہی چادر امیر معاویہ نے کعب کے مرنے کے بعد انکے وارثوں سے بیس ہزار درہم دیکر خرید لی۔ جسکو خلفاء بنو امیہ کے بعد دیگرے اعیاد میں اوڑھا کرتے تھے۔ پھر انکے بعد ردائے شریف بنی عباس کے قبضہ میں آئی اور اب سلاطین آل عثمان کے توشہ خانہ میں موجود ہے۔ الغرض کعب ۹ھ ہجری میں مشرف باسلام ہوئے (المشاہد)

کعبہ مسجد الحرام میں اس متبرک عمارت کا نام ہے جسکے نام سے دنیا کے مسلمان واقف ہیں۔ حج میں اس زیارت کے گرد طواف کیا جاتا ہے۔ اور یہی وہ مقدس عمارت ہے جسکی زیارت کے لئے ہر سال لاکھوں مسلمان آتے ہیں۔

علامہ ازرقی فاسی اور قطب الدین نے تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ جب سے دنیا قائم ہوئی اسوقت سے اسوقت تک دس مرتبہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہوئی۔ سب سے پہلے ملائکہ نے بنایا۔ دوسری مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام نے جبل لبنان جبل طور سینا جبل طور زیتا۔ جبل جودی جبل حرا ان پانچ پہاڑوں سے پتھر لا لاکر تعمیر کیا لیکن اسکی بنا جبل حرا کے پتھروں سے رکھی گئی تھی۔ تیسری مرتبہ مرتبہ حضرت شیث علیہ السلام نے بعد انتقال اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے بنایا۔ چوتھی مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسکی پہلی بنیاد پر اسکو استوار بنایا کہ رکن حجر اسود سے رکن عراقی تک جسکو وجہ کعبہ کہتے ہیں۔ طول میں ۳۲ گز۔ اور رکن عراقی سے رکن شامی تک جسمیں حطیم ہے عرض میں ۲۲ گز۔ اور رکن شامی سے رکن یمانی تک جو پشت کعبہ ہے طول میں ۱۳۱ گز اور رکن یمانی سے رکن حجر اسود تک عرض میں ۲۰ گز تھا۔ اور اسکی بلندی ۹ گز رکھی۔ علاوہ بریں اسمیں دو دروازے ایک شرقی دوسرا غربی قائم کئے۔ مگر اسکی چھت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہیں بنائی تھی۔

"تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں صرف دیواریں ہی دیواریں بنی تھیں چھت نہیں تھی اور دروازہ زمین سے ملا ہوا تھا اور اس میں نہ کواڑ چڑہے تھے نہ کنڈی لگی تھی۔ اور بلا شبہ اس زمانہ کی حالت ایسی تھی کہ اس سے زیادہ تعمیر مکان میں گو وہ خدا کا گھر بنایا گیا ہو اور کچھ نہیں ہوسکتا تھا۔ اس عمارت کے ایک بیرونی گوشہ پر طواف کے شمار کرنے کو ایک لمبا پتھر لگا دیا جو حجر اسود کے نام سے مشہور ہے جسکے قیاس کرنے کی یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ وہ پتھر غالبًا اسی قسم کا پتھر ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کی عبادت کے لئے کھڑا کر لیا کرتے تھے۔ جسکو تاریخ بافر بانی گاہ یا آئر کہتے ہیں۔ اس چاردیواری کے اندر ایک گڑھا کھودا تھا جسکو خزانہ کعبہ کہتے تھے اور جو کچھ نذر و نیاز کعبہ میں آتی تھی وہ اس میں رکھدیتے تھے تاکہ چوری سے محفوظ رہے۔

پانچویں بار عمالقہ نے تعمیر کی۔ عمالقہ عملیق بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد کو کہتے ہیں یہی لوگ اول ساکنان مکہ تھے۔

چھٹی بار اولاد جرہم نے بنایا۔ جرہم قحطان بن عابر بن شالح ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا۔ بعض روایتوں میں پہلے بنی جرہم اور پھر عمالقہ کی تعمیر بیان کی گئی ہے۔

ساتویں بار قصی بن کلاب نے بنایا جسکی وجہ یہ ہوئی کہ ایک مدت کے بعد پھر کعبہ میں کچھ نقصان آگیا۔ اور

Marfat.com

نقصان کا سبب بجز اسکے کہ سیلاب سے نقصان پہونچا ہو جو اب بھی کبھی کبھی آجاتا ہے اور کوئی سبب نقصان کا نہیں معلوم ہوتا تب قصی بن کلاب نے حجر کی شاخوں اور گوگل کی لکڑیوں سے اسکی چھت بنائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی بنیاد پر اسکو دوبارہ تعمیر کیا۔ اگرچہ اس تعمیر کا زمانہ تحقیق ثبوت معلوم نہیں ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ قصی بن کلاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے چھ پشت پہلے تھے۔ اسلئے غالباً یہ تعمیر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے دو سو برس پہلے ہوئی تھی

آٹھویں بار قریش نے بنایا جس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک ۳۵ برس کا تھا۔ اسوقت قریش نے کسقدر بناء ابراہیمی میں گھٹا و بڑھا دیا۔ کہ کعبہ کی اونچائی میں جو پہلے ۹ گز تھی ۹ گز اور اضافہ کر دیا اور طول میں سات گز کے قریب کم کر دیا۔ اور جس جگہ اب حطیم ہے اسکی طرف کچھ زمین باہر چھوڑ دی۔ اور دروازہ غربی جو شرقی دروازہ کے مقابل میں تھا اُسے بند کر دیا۔ اور شرقی دروازے کو زمین سے چار گز ایک بالشت اونچا کر دیا حطیم کی طرف کے سوا دوسری تینوں طرف ایک ایک ہاتھ زمین چھوڑ دی۔

جب خانہ کی تعمیر کرتے کرتے وہاں پہونچے جہاں حجر اسود رکھنا تھا تو جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ ایک قبیلہ کہتا تھا کہ حجر اسود کو میں کھڑا کروں گا۔ دوسرا اپنا استحقاق ثابت کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ اس کشمکش میں ابوامیہ بن مغیرہ کے سمجھانے سے سب لوگ اس بات پر راضی ہو گئے کہ جو شخص سب سے پہلے اس رستہ سے آوے وہی فیصلہ کے لئے حاکم بنایا جائے۔ ان سب کی خوش قسمتی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پہلے تشریف لائے۔ اگر اسوقت آپکی عمر چھوٹی تھی مگر آپ کے سب یہ امین تھے ہم انکے فیصلہ سے راضی ہیں۔ کہکر چلا اُٹھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک بچھائی اور حجر اسود کو اس میں رکھدیا۔ اور سب قوموں کے سرداروں کو کہا کہ سب ملکر چادر پکڑکر اُٹھاؤ اور وہاں لے چلو جہاں حجر اسود کو رکھنا ہے سب نے ملکر اُٹھایا اور جب کونے کے پاس لائے تو آپ نے اُسکو وہاں رکھدیا اور کسی قسم کا فساد نہ ہوا۔

نویں مرتبہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنایا۔ اس تعمیر کی وجہ یہ ہوئی کہ جب حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ حجاز کے گورنر مقرر ہوئے اور انکے قبضہ میں سارا حجاز آگیا تو ان کے ہلاک کرنے کو یزید کیطرف سے مسجد حرام میں حصین بن نمیر منجنیق سے آگ برسانی شروع کی۔ جسکے صدمہ سے خانہ کعبہ کی دیوار کا کچھ حصہ گر گیا تھا۔ اور چھت کی کچھ لکڑیاں بھی جل گئی تھیں۔ انہیں دنوں یزید مر گیا۔ اور اسکے سب آدمی واپس چلے گئے تب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے یہ ارادہ کیا کہ بقیہ دیواروں کو بھی گراکر نئی و مستحکم دیواریں بنائی جائیں۔ چنانچہ سب دیواروں کو گرادینے کے بعد جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد ظاہر ہوئی تو اسی پر بنیاد رکھی گئی۔ اور جو زمین پہلے باہر رہگئی تھی اسکو خانہ کعبہ میں داخل کر لیا۔ اور پہلے کی طرح دروازہ زمین کے برابر کر دیا۔ دوسرا دروازہ بھی مقابل میں مثل تعمیر سابق کے پھر بنادیا اور بلندی میں پہلے سے ۹ گز زیادہ اونچا کیا۔ یہ کام ۱۵ جمادی الثانی ۶۴ھ کو شروع ہوکر ۲۷ رجب سنہ مذکور کو ختم ہوا۔

دسویں بار عبدالملک بن مروان کے حکم سے ۷۴ھ میں حجاج بن یوسف نے بنایا۔ اس نے ویسے تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہی کی تعمیر کو برقرار رکھا۔ مگر چھ گز ایک بالشت زمین حطیم کیطرف گراکر باہر نکالدی اور قریش کی بنیاد پر دیوار بنادی۔ غربی دروازہ کو بند کر دیا اور شرقی دروازہ کو زمین سے چار گز ایک بالشت اونچا کر دیا۔

کعبہ کے اندر پہلے دو صفوں میں چھ ستون تھے۔ عبداللہ ابن زبیرؓ نے اپنے وقت میں تین ستون کم

Marfat.com

کر دئے اور ایک ہی صف میں تین ستون قائم کئے چنانچہ اب بھی تین ہی ستون ہیں۔ اسکے ایک کونے میں حجر اسود رکھا ہوا ہے۔ دیکھو (حجر اسود)

کعبہ کا اصلی نام بیت اللہ ہے۔ یہ ایک نہایت قدیم طریقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے جاری تھا کہ جہاں وہ کوئی نشان خدا کی عبادت کیلئے قائم کرتے تھے اسکو بیت ایل یعنی خانۂ خدا کہتے تھے مگر چونکہ وہ عمارت جو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بنائی تھی بشکل مکعب تعمیر ہوئی تھی اسلئے کعبہ کے نام سے مشہور ہو گئی۔ کعبہ کا نام بیت عتیق۔ مکہ۔ بکہ اور ام القریٰ بھی آیا ہے۔ کتابوں میں کعبہ کے اور نام بھی لکھے ہیں۔ رحم۔ الباسہ۔ الحاطمہ۔ ناسئہ۔ عروش۔ بلد امین۔ جبل فغتہا۔ فاران۔ مقدسہ۔ قادسیہ۔ مزینۃ النحل۔ وادی۔ حرم۔ عرش۔ صلاح۔ طیبہ۔ معاد۔

کعبہ میں بے شمار بت رکھے ہوئے تھے۔ جنکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز توڑ کر خانۂ کعبہ کو خدائی پرستش کے لئے بنا دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت اور آپ کے بعد کعبہ کی دیواریں ویسی ہی دکھائی دیتی تھیں جیسی کہ بنی تھیں۔ مگر سنہ عیسوی سے چند سو برس پہلے اسعد حمیری نے کعبہ کی دیواروں پر غلاف چڑھایا۔ اسوقت سے کعبہ پر غلاف چڑھانے کی رسم پڑ گئی۔ اور جسکے قبضہ میں کعبہ رہتا آیا وہ ہر سال پرانے غلاف پر نیا غلاف چڑھاتا گیا اور اسی بوجھ کپڑے کے سبب کئی دفعہ آگ لگ گئی اور خانہ کعبہ جل گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ ابن زبیر کے وقت تک پرانے غلاف پر نیا غلاف چڑھانے کا دستور تھا اور اسی سبب سے ان کے عہد میں خانہ کعبہ میں آگ لگ گئی تھی۔ اسکے بعد یہ رسم بند کی گئی۔

اس میں کچھ کلام نہیں کہ زمانہ اسلام میں بھی کعبہ پر غلاف چڑھائے گئے۔ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یمن کے کپڑے کا کعبہ کو غلاف چڑھایا پھر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما قباطی کپڑے کا پھر دیباج کے کپڑے کا غلاف چڑھایا۔ اسیطرح خلفائے بنی امیہ و عباسیہ اور دیگر خلفا کے عہد میں خانہ کعبہ پر غلاف چڑھانے کا بڑا اہتمام رہا اور سب چڑھاتے رہے زمانہ حال میں بھی سلطان روم کی جانب سے نہایت شان و شوکت سے اس مبارک کام کو کیا جاتا ہے۔

قریش مکہ نے جو زمین خانہ کعبہ کی حطیم کے علاوہ (حطیم کے حالات کے لئے دیکھو (حطیم) تینوں طرف ایک ایک ہاتھ چھوڑ دی تھی۔

محب الدین طبری شافعی کے زمانہ میں اس زمین پر بقدر سولہ انگل کے اونچائی بطور پشتہ کے بنا دی گئی تھی تاکہ اس پر سے کوئی گذر نہ سکے اور دیکھنے والا یہ خیال کرے کہ یہ پشتہ دیوار کی جڑ کی مضبوطی کے لئے ہے (تاریخ مسجد الحرام)

کعبیہ ابو القاسم محمد بن کعبی کے متبعین کا ایک فرقہ ہے جو معتزلہ بغدادیین سے تھا۔ ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ خدا سے ارادہ کے سوا افعال صادر ہوتے ہیں۔ (تح)

کفارہ (ل) ڈھانکنا۔ اس شرع میں اس چیز کا نام ہے جو کسی خاص حکم شرعی کی خلاف ورزی پر مقرر کی گئی ہے۔ مثلاً جان بوجھ کر روزہ توڑنے سے ساٹھ دن کے روزے رکھنے پڑتے ہیں۔ اسے کفارہ صوم کہتے ہیں۔ دیکھو (صوم) قسم پوری نہ کرنے کی صورت میں تین روزے رکھنے یا ایک رقبہ آزاد کرنے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حکم ہے۔ اسے کفارہ یمین کہتے ہیں۔ اسی طرح ظہار کی صورت میں

ایک رقبہ آزاد کرے۔ یا دو ماہ کے متواتر روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اسے کفارۂ ظہار کہتے ہیں۔ دیکھو ظہار۔ کفارہ کے تمام اقسام کا بیان اپنے اپنے موقعہ پر موجود ہے۔

کفالت اگر کوئی شخص مطالبہ میں اپنا ذمہ کسی دوسرے کے ذمے ملا دے تو اس فعل کو کفالت کہتے ہیں۔ اور ضمانت بھی اسے کہتے ہیں جس نے اپنے اوپر ذمہ لیا اسے کفیل یا ضامن کہتے ہیں۔ اور جس شخص نے ضامن دیا اسے مکفول عنہ کہتے ہیں۔ جس نے ضامن لیا اسے مکفول لہٗ کہتے ہیں وہ مال یا نفس جسکا ذمہ ضامن نے لیا ہے۔ اسے مکفول بہٖ کہتے ہیں۔ جواز کفالت پر سب ائمہ کا اتفاق ہے۔ اور اسکی دو قسمیں ہیں۔ کفالت بالنفس اور کفالت بالمال (رحمۃ)۔

کفر (ل) چھپانا۔ انکار کرنا۔ (ص، ش، ہم) اسلام سے یا اسلام کے کسی اصول سے انکار کرنا۔ کفر اسلام سے خارج ہونے اور عذاب آخرت کے مستوجب ہونے کا موجب ہے۔ جو شخص پہلے سے کافر ہے یا بعد میں اسلام یا کسی اسلامی اصول سے برگشتہ ہو کر کفر کا مرتکب ہو گیا ہو۔ وہ مسلمانوں کی جماعت سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ عقائد اسلام میں ایسی باتیں مفصل طور پر لکھی ہے۔ جنکے ارتکاب سے کفر لازم آتا ہے۔ مگر ایسی باتوں کے مرتکب کو کافر قرار دینا اور کافر مشہور کرنا کسی مفتی عالم دین کا کام ہے جو شرعی اصولوں پر غور کر کے اسکے کفر کا فتوے دیتا ہے۔ ہر شخص کو مناسب نہیں ہے کہ کسیکو کافر کہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کو کافر کہا جائے اگر وہ ایسا نہیں ہے تو یہ کفر قائل کیطرف عود کریگا۔ اہل قبلہ کلمہ گو مسلمان کو حتی الوسع کافر قرار دینے میں تامل کرنا چاہیئے۔

کفن مُردے کا کپڑا (س ن) مردے کو تین سفید کپڑوں یعنی دو چادروں اور ایک کفنی میں کفنانا چاہئے۔ جیسے بھی میسر ہوں۔ اور تین کپڑے بہم نہ پہونچ سکیں تو دو یا ایک ہی کفایت کرتا ہے۔ عورتوں کو چاہئیں تو چار کپڑے۔ ایک رومال جس سے پورا سر لپٹ سکے۔ ایک سینہ بند جو کفنی کے نیچے رکھکر سینے سے گھٹنوں تک لپیٹ دیا جاتا ہے۔ دو چادریں ایک کفنی۔ اگر پانچ کپڑے میسر نہ ہوں تو جسقدر ملسکیں درست ہیں۔ پانچ سے زیادہ درست نہیں۔ جو لوگ جہاد میں شہید ہوں انکو انہی کپڑوں میں دفن کر دینا چاہیئے۔ انکے علاوہ اور تمام شہیدوں کو جو ڈوب کر مر گئے ہوں یا جلکر یا دب کر یا دستوں کی بیماری میں یا کسی اور طرح سے انہیں غسل دینا نئے کپڑوں میں کفنانا۔ نماز پڑھنا سب کچھ چاہئیے۔ میت کو تا بمقدور اچھا کپڑا دیں لیکن گراں قیمت اور نامشروع کپڑے میں کفنانا درست نہیں (کتب فقہ)

کفور ناشکر گذار۔ قرآن مجید میں اسکی ہجو آئی ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ خَوَّانٍ کَفُوْرٍ ۝ (س۔ الحج ع ۵) یعنی اللہ کسی دغاباز ناشکرے کو پسند نہیں کرتا۔ شکور کی ضد ہے۔

کلام شریعت میں کلام کے آداب کی بڑی تاکید آئی ہے وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝ (س۔ لقمان ع ۲) یعنے کسی سے بولو تو آہستہ سے بولو۔ کیونکہ آوازوں میں بری آواز گدھوں کی ہے۔"

ترمذی شریف میں حضرت معاذ کی روایت کردہ ایک حدیث کے آخری الفاظ ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ اے معاذ کیا میں تجھے امر دین کی جڑ اور اسکے ستون اور اسکے کوہان کی بلندی کیطرف رہنمائی نہ کروں۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں۔ اے رسول خدا فرمایا امر دین کی جڑ اسلام۔ اور اسکا ستون نماز اور اسکے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ پھر فرمایا۔ معاذ!

Marfat.com

کیا میں تجھے اس چیز کی خبر نہ دوں جس پر ان تمام کا دارومدار ہے میں نے عرض کیا ہاں اے نبی خدا۔ آپ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا کہ اسکو نگاہ رکھ۔ میں نے عرض کیا اے خدا کے نبی۔ اور کیا ہم ان باتوں کی وجہ سے پکڑے جائیں گے جو زبان سے نکالتے ہیں؟ فرمایا معاذ! تیری ماں تجھے روئے آدمیوں کو ان کی زبانیں ہی تو منہ یا ناک کے بل دوزخ میں اوندھا ڈالیں گی"

صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ سہل ابن سعدؓ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس چیز کی نگہداشت کریگا جو اسکے دونوں جبڑوں میں ہے (یعنے زبان) اور جو اسکی دونوں ٹانگوں میں ہے (یعنے شرمگاہ) میں اُس کے لئے بہشت کا ذمہ دار ہوں"۔

کلام اللہ (۱) اللہ کا کلام۔ (ص ۲) میں قرآن مجید کو کہتے ہیں)۔ اور یہ نام اسکا مطابق اس آیت کے رکھا گیا ہے۔ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَکُمْ ... وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ (س بقرہ ع) مسلمانو! کیا تمکو توقع ہے کہ (یہود) تمہاری بات تسلیم کرینگے۔ اور انکا حال یہ ہے کہ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہو گذرے ہیں کہ کلام خدا سنتے تھے پھر اسکے سمجھے پیچھے دیدہ و دانستہ اسکو کچھ کا کچھ کر دیتے تھے۔ اور وہ جانتے تھے۔

کلاہ ٹوپی۔ فارسی لفظ ہے۔ اسکو اکثر مسلمان فقیر پہنتے ہیں۔ اسے تاج بھی کہتے ہیں۔ درویشوں کی جماعت کا نشان ہے۔

کلب کتا۔ سگ۔ دیکھو (کتا)

کلمہ یہ کلم سے مشتق ہے۔ جسکے معنے مجروح اور زخمی کرنے کے ہیں۔ سخن کو بھی کہتے ہیں (لغ) اصطلاح نحاۃ میں کلمہ وہ لفظ ہے جو معنے مفرد کیلئے وضع کیا گیا ہو۔ اسکے تین قسم ہیں۔ اسم۔ فعل۔ حرف۔ اسلامی عرف میں کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو کہتے ہیں۔ (دیکھو کلمہ طیبہ) یہ پورا فقرہ قرآن مجید میں ایک جگہ نہیں ہے۔ بلکہ پہلا حصہ یعنی لا الٰہ الا اللہ سورۂ محمد رکوع ۲ میں ہے۔ اور دوسرا حصہ یعنے محمد رسول اللہ سورۂ فتح کے رکوع ۴ میں ہے۔ پہلا حصہ نفی و اثبات اور دوسرا اثبات کہلاتا ہے صوفی لوگ اسکا ذکر کرتے ہیں۔ اسلام کے پانچ ارکان سے ایک کلمہ بھی ہے۔ دیکھو (ایمان)۔

کلمۃ الحضرت خدا کا کلمہ۔ خدا اسکے قول کُن کیطرف اشارہ ہے جسکے کہنے سے تمام عالم پیدا ہو گیا تھا۔ قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (س یٰس ع ۵) اسکی تو یہ شان ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس وہ اس سے اتنا ہی فرما دیتا ہے کہ ہو۔ اور وہ ہو جاتی ہے۔

کلمۂ شہادت یہ کلمہ اسلام کا رکن اعظم ہے اور وہ یہ ہے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یعنے میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ تعالے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اُسکے بندے اور رسول ہیں۔ اس کلمہ کا مفہوم باضافہ لفظ شہادت کلمہ طیبہ کے مفہوم کے برابر ہے۔ دیکھو (کلمہ طیبہ) پورے اختصار کیساتھ اسلامی تعلیم کا جامع خلاصہ ہونے میں کلمہ طیبہ مقدم ہے لیکن جب خاص طور پر اپنے اسلام کو قبول کرنے یا اسلام پر قائم رہنے کا اظہار کرنا ہو۔ تو ایسے مقام پر کلمہ شہادت مناسب ہوتا ہے، مثلاً اسلام لاتے وقت یا نزع کے وقت۔

کلمہ طیبہ کلمہ طیبہ اسلام کا اصل اصول ہے اور وہ یہ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ

Marfat.com

یعنی نہیں کوئی معبود مگر اللہ۔ محمد اللہ کے رسول ہیں"۔
اس کلمہ کا دل سے پڑھنا اور اسکی سچائی کا اقرار کر لینا پورا مسلمان ہو جانے کا حکم رکھتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ یعنے جس نے کلمہ طیبہ دل سے پڑھا وہ بہشتی بنگیا۔ کیونکہ جو شخص کلمہ طیبہ کو دل سے پڑھیگا وہ خدا کو واحد اور حاضر و ناظر سمجھکر شرک اور تمام منہیات سے بیزار رہیگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول سمجھکر آپ کے افعال و اقوال کی پیروی لازم سمجھیگا جسکا نتیجہ یہ کہ وہ پورا عابد اور متقی مسلمان بنجائیگا اور ایسے شخص کا بہشتی ہونا ظاہر ہی ہے۔

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جس طرح کلمہ طیبہ دین محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا کلمہ ہے۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسےٰ علیہ السلام تک ہر پیغمبر کا کلمہ جدا جدا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا حصہ سب کلموں میں مشترک ہے۔ باقی حصہ میں ہر پیغمبر کی رسالت کا خاص حیثیت سے ذکر ہے۔ مثلاً۔

حضرت آدمؑ کا کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اٰدَمُ صَفِیُّ اللّٰہِ
حضرت ابراہیمؑ کا کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِبْرَاہِیْمُ خَلِیْلُ اللّٰہِ
حضرت اسمٰعیلؑ " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِسْمٰعِیْلُ ذَبِیْحُ اللّٰہِ
حضرت موسیٰ " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُوْسٰی کَلِیْمُ اللّٰہِ
حضرت عیسےٰ " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عِیْسٰی رُوْحُ اللّٰہِ

غیر مسلم کو مسلمان کرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھایا جاتا ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی عادت ہے کہ اپنی سچائی کے اظہار کے لئے بھی کلمہ طیبہ پڑھا کرتے ہیں۔ جس سے انکا مدعا یہ ہوتی ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان ہیں اور مسلمان کو جھوٹ بولنا جائز نہیں۔ لہٰذا ہم جو کچھ کہتے ہیں سچ کہتے ہیں۔

ہر مسلمان کو کلمہ طیبہ کے متعلق ان چھ آداب کا لحاظ رکھنا لازم ہے۔

(۱) کلمہ طیبہ کو زبان سے پڑھے۔
(۲) اسکو صحیح الفاظ کے ساتھ ادا کرے۔
(۳) اسکے معنوں کو بخوبی سمجھے۔
(۴) اسپر دل سے یقین کرے۔
(۵) مرتے دم تک اسکو پڑھتا رہے۔
(۶) مرتے دم تک اسپر یقین رکھے۔

کلیسا عیسائیوں کا گرجہ۔ اسلامی کتب میں یہ لفظ عیسائیوں کے گرجا اور یہودیوں کے معبد دونوں کے لئے مستعمل ہوا ہے۔

کلیم اللہ (ل) اللہ سے کلام کرنیوالا۔ حضرت موسیٰؑ کا لقب ہے (غ) دیکھو (موسیٰؑ)

کماۃ کھنبی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ بہت سے صحابہ نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ کھنبی زمین کی چیچک ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کھنبی منّ کی قسم ہے۔ جسکا پانی آنکھ کے لئے شفا ہے۔ عجوہ (کھجور کی عمدہ قسم ہے) بہشت سے ہے جو زہر کے لئے شفا ہے۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں میں نے تین یا پانچ یا سات کھنبیوں کا پانی نچوڑ کر اپنی چندھی لونڈی کی آنکھ میں سرمہ کے طور پر ڈالا اور وہ اچھی ہوگئی (مش)۔

کم گوئی اعلیٰ درجہ کی عمدہ صفت ہے چنانچہ حضرت ابوذر رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے رسول خدا مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ فرمایا۔ میں تجھے خدا سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ خدا سے ڈرنا تیرے تمام کاموں کو زینت و آرائش دیگا۔ میں نے عرض کیا کچھ اور زیادہ فرمایئے۔ ارشاد کیا تو تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی کا التزام کرے۔ کیونکہ یہ آسمان میں تیرے مذکور ہونے کا سبب ہے (کہ فرشتے وہاں تجھے دعا و رحمت کے ساتھ یاد کرینگے)۔

Marfat.com

اور زمین میں نور معرفت کے ظہور کا باعث۔ میں نے
عرض کیا۔ کچھ اور بھی زیادہ فرمایئے ارشاد فرمایا تو بہت
سکوت اور خاموشی کو اپنے اوپر لازم کرے۔ کیونکہ اس
سے شیطان بھاگے گا اور تیرے دینی کام پر تجھے مدد ملیگی
میں نے عرض کیا کچھ اور بھی ارشاد کیجئے۔ فرمایا تو بہت
ہنسنے سے بچ کیونکہ بہت ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا
اور چہرے کا نور جاتا رہتا ہے۔ میں نے عرض کیا اس
سے بھی زیادہ فرمایئے۔ ارشاد کیا حق بات کہہ گو اگرچہ
لوگوں کو کڑوی ہی لگے۔ میں نے عرض کیا کچھ اور بھی۔
فرمایا خدا کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی
ملامت سے مت ڈر۔ میں نے عرض کیا کچھ اور بھی۔
فرمایا تو اپنے نفس کے عیوب معلوم کرکے لوگوں کی
عیب جوئی سے باز رہ (مش)۔

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی آدمی کا رتبہ خدا کے
نزدیک صرف خاموشی کی وجہ سے ساٹھ برس کی
عبادت سے افضل ہوتا ہے۔ (مش)

کنایہ لفظی معنے اشارہ۔ یعنی ایسا کلام جسکے معنے
پوشیدہ ہوں۔ سوائے قرینہ کے سمجھ میں نہ
آئیں (تخ)۔

(ص۔ ش) میں طلاق کی ایک قسم ہے۔ جسے
طلاق بالکنایہ کہتے ہیں۔

طلاق بالکنایہ ان لفظوں سے دینے کا نام ہے
جو خاص طلاق کے لیئے تو مقرر نہیں ہیں مگر موقع اور
قرینے سے ان میں طلاق کا احتمال ہو سکتا ہے۔ ان
لفظوں سے طلاق جبھی پڑتی ہے کہ طلاق دینے کی
نیت ہو۔ یا قرینے اور موقعے کے لحاظ سے ثابت ہو جائے
کہ یہ لفظ کہنے والے کی نیت طلاق کی تھی اور اب
جھوٹا انکار کرتا ہے۔

طلاق بالکنایہ کے الفاظ اس قسم کے ہوتے ہیں۔
عدت میں بیٹھ۔ تو اکیلی ہے۔ ان لفظوں کو بار بار کہنے
سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ اور اگر کہے تو علیحدہ ہے
یا تو حرام ہے۔ یا اپنے میکے چلی جا۔ یا میں نے تجھے
تیرے میکے والوں کے سپرد کیا۔ یا میں نے تجھکو رخصت
کیا۔ یا میں نے تجھکو چھوڑا۔ یا تو جان تیرا کام جانے۔
یا تو آزاد ہے یا دوپٹہ اوڑھ لے یا پردہ کرلے۔
یا مجھ سے دور رہ۔ یا نکل جا۔ یا چل نکل۔ یا چل کھڑی
ہو۔ یا شوہر تلاش کرلے۔ ان سب صورتوں میں
اگر ایک یا دو طلاق کی نیت کی ہو تو صرف ایک طلاق
بائن پڑتی ہے۔ اگر تین کی نیت کی ہو تو تینوں پڑجاتی
ہیں۔ (کتب فقہ)

کندی مامون کے زمانہ میں ایک فلسفی گذرا ہے۔
جسکا نام یعقوب بن اسحاق کندی تھا۔

ابن خلکان ترجمے میں لکھتے ہیں کہ یعقوب بن اسحاق
کندی فیلسوف اسلام اشعث بن قیس کوفی کی اولاد
سے ہے۔ بغداد میں آکے اس نے علم فلسفہ کو حاصل
کیا اور متقدمین حکما کی کتابوں کی مشکلات کو حل
کردیا۔ قدم بقدم ارسطو کے چلتا تھا۔ تصنیفات اسکی
بہت سی ہیں۔ مگر سب میں عمدہ اور قابل قدر کتاب
اقسام العقل الانسی۔ کتاب الجوامع الفکریہ۔ کتاب
الفلسفۃ الاولی ہے۔ صاحب تذکرۃ الحکما نے یعقوب
کی بابت لکھا ہے کہ اسلام میں فلسفیانہ مذاق میں
جیسی شہرت اس نے حاصل کی کسیکو کسی کے بعد نہیں
ہوئی۔ اسکی تصنیف سے اکثر علموں میں تقریباً پچاس
کتابیں ہوں گی۔

منجملہ ان کے کتاب فی المنطق۔ کتاب التوحید۔
کتاب فی الاثبات النبوۃ۔ کتاب فی الادب۔ رسالہ
لسلیتہ الاحزان۔ کتاب الموسیقی وغیرہ۔

اسکے علاوہ بھی بہت سی کتابیں اور رسالے ہیں
جنکے تقریباً ڈھائی سو تک پہنچتے ہیں۔ ان کا مفصل ذکر

Marfat.com

کتاب عیون الانباء فی طبقات الاطباء۔

کنز الدقائق فقہ حنفی کا نہایت مختصر اور مستند متن ہے۔ مصنفہ ابو البرکات عبداللہ بن محمود نسفی۔ عینی اسکی نہایت معتبر شرح ہے۔

کنز مخفی لفظی معنے مخفی خزانہ (ص-د) میں ذات خداوندی سے کنایہ ہوتا ہے (ت)

کنعان حضرت نوح علیہ السلام کے اس بیٹے کا نام ہے جو مسلمان نہ ہوا تھا اور طوفان میں غرق ہوگیا تھا (جل)۔

قاموس میں لکھا ہے کہ کنعان حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے کا نام ہے۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے وَنَادٰی نُوْحُ ۨابْنَهٗ تا اِنِّیْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ (س-ہود-ع ۴)۔ اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا کہ بیٹا! ہمارے ساتھ (کشتی میں) بیٹھ لے۔ اور کافروں کے ساتھ نہ رہ۔ وہ بولا میں ابھی (تمہارے دیکھتے دیکھتے تیر کر) کسی پہاڑ کے سہارے جا لگتا ہوں۔ نہ وہ مجھکو (طوفان کے) پانی سے بچا لیگا (نوح نے) کہا کہ آج کے دن اللہ کے غضب سے کوئی بچانے والا نہیں مگر خدا ہی جسپر اپنا رحم کرے (وہی بچ سکتا ہے) اور (باپ بیٹے یہ باتیں کر رہے تھے کہ) دونوں کے درمیان میں ایک موج آحائل ہوئی تو دوسروں کے ساتھ نوح کا بیٹا بھی ڈبو دیا گیا۔ اور حکم دیا گیا کہ اے زمین اپنا پانی جذب کر لے اور اے آسمان تھم جا۔ اور پانی (کا چڑھاؤ) اتر گیا اور (قوم کا) کام تمام کر دیا گیا اور کشتی جودی (پہاڑ) پر جا ٹھہری اور (چاردانگ عالم میں پکار دیا گیا کہ ظالم لوگ (خدا کے ہاں سے) دھتکارے گئے اور (ابھی نوح کا بیٹا غرق نہیں ہوا تھا کہ) نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا اور (اسکی جناب میں) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرا بیٹا (بھی) میرے اہل (و عیال) میں (داخل ہے اور تونے جو (میرے اہل و عیال کو نجات دینے کا) وعدہ فرمایا تھا۔ (وہ) سچا ہے اور تو سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے۔ (تو میرے بیٹے کو بھی نجات دے) خدا نے فرمایا کہ نوح! تمہارا بیٹا تمہارے اہل (و عیال) میں (داخل) نہیں کیونکہ اسکے عمل اچھے نہیں تو جس چیز کی حقیقۃ الحال تمکو معلوم نہیں ہم اسکی درخواست نہ کرو۔ ہم تمکو سمجھائے دیتے ہیں کہ نادانوں کی سی باتیں نہ کرو۔

کنیسہ یہودیوں کا عبادت خانہ یا نصاریٰ کا گرجا۔ کفار کے معبد کو بھی کہتے ہیں (ق)

جہاد کے وقت اسلامی لشکر کو غیر مذہب کے لوگوں کے معبدوں کو گرانا ناجائز ہے۔

کوثر کوثر کے بہت سے معنے ہیں۔ زیادہ مشہور اور واضح معنے بہشت کے ہیں۔ عالم بالا میں اس نام کا ایک حوض ہے۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جس میں یہ کلمہ یوں آیا ہے اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ یعنی اے پیغمبر تحقیق ہم نے تمکو کوثر عطا کیا۔ کوثر فوعل کے وزن پر ہے جسکے معنے لغت میں بہت زیادہ کے ہیں۔ (اس آیت میں اس سے مراد خیر کثیر یعنے ہر قسم کی بھلائی اور بہتری اور نعمت اور برتری ہے اور معنے لغوی کے لحاظ سے ابن عباس نے

اس لفظ کوثر کی تفسیر کی ہے جیسا کہ محدثین نے نقل کیا ہے۔ اور پھر یہ لفظ کوثر جسکے معنے خیر کثیر کے ہیں بڑا وسیع المعنی ہے۔ ہر ایک قسم کی خیر کثیر کو شامل ہے مفسرین نے ہر ایک خیر کو جدا جدا بھی مراد لیا ہے اسلئے اس بارہ میں انکے پندرہ قول ہیں جنکو امام رازی نے تفسیر کبیر میں مفصل نقل کیا ہے۔ خلاصہ الکلام یہ ہے کہ (۱) اس سے حوض کوثر مراد ہے جس سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اپنی امت کو پانی پلائینگے اسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے

Marfat.com

زیادہ شیریں ہوگا

(۲) وہ جنت کی نہر مراد ہے جو آپ کو شب معراج میں دکھائی گئی تھی۔ جسکے کنارہ پر موتیوں کے خیمے تھے آپ نے اسکے پانی کو دیکھا تو وہ مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ جبرئیل سے پوچھا یہ کیا ہے۔ جواب ملا کہ یہ وہی کوثر ہے جو اللہ نے آپ کو دیا ہے (صح)

(۳) کثرت اولاد۔ اولاد دو طرح کی ہوتی ہے جسمانی اور روحانی۔ بحمد اللہ جسمانی نسل بھی آپ کی بکثرت ہے۔ اور روحانی نسل تو تمام امت ہے۔

(۴) علماء و اولیاء یہ بھی ایک خیر کثیر ہے۔ اور بحمد اللہ اس امت میں جسقدر اہل کمال گذرے ہیں اور اب موجود ہیں اور آئندہ ہوں گے وہ کسی امت میں نہیں ہوئے۔

(۵) نبوت عظمے یہ اعلیٰ درجہ کی خیر کثیر ہے جو بجز آپ کے کسیکو نصیب نہیں ہوئے۔

(۶) قرآن مجید۔ اسکے خیر کثیر ہونے میں کیا شک ہے۔

(۷) دین اسلام علےٰ ہذا۔

(۸) آپ کی رفعت ذکر۔

(۹) وہ فضائل روحانیہ جو آپکو حاصل ہوئے۔

(۱۰) آپ کے علوم۔

(۱۱) آپکا خلق عظیم۔

(۱۲) مقام محمود جو قیامت کے دن آپکو دیا جائیگا اور تمام انبیاء کو حسرت ہوگی۔

(۱۳) سورۃ کوثر مراد ہے جو صرف تین آیات میں تمام مطالب کو حاوی ہے اور اسکی فصاحت کا کوئی شاعر مقابلہ نہ کرسکا۔

(۱۴) وہ تمام نعمتیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئیں۔

(۱۵) وہ اعلیٰ مقام قرب جس سے اوپر اور کوئی مقام بندہ کو نہیں ملسکتا۔ دراصل یہ سب اقوال اسی پہلے معنے خیر کثیر کی تفسیرات ہیں۔

کوفہ ایک شہر ہے جو دریائے فرات کے مغربی کنارے پر بغداد سے نہر روز کے فاصلے پر واقع ہے۔ اب ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ اس شہر کو امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی نے ۱۷ھ مطابق ۶۳۸ء میں بنایا تھا اور اسی کو پایہ تخت قرار دیا تھا۔ کوفے کا لقب اسکے حسن و خوبی کی وجہ سے خد العذار (باکرہ عورت کا رخسار) پڑ گیا تھا۔ اور یہ بھی وجہ تھی کہ وہاں کی زمین سرخ ریتلی تھی۔ اس شہر کے پایہ تخت ہونے کی وجہ سے عراق کا بہت بڑا شہر اسکو سمجھتے تھے اور اسکو قبۃ الاسلام اور دار الہجرۃ جانتے تھے۔ خط کوفی جو مشہور ہے وہ اسی شہر کے نام سے منسوب ہے۔ عثمان بن عفان رض کے زمانے میں عرب کا فرودگاہ اور تجارت گاہ یہی شہر تھا۔ یہاں کے علماء علم عربیت میں مانے ہوئے تھے۔ اسی کوفہ میں مشہور شاعر احمد بن حسین المعروف بالمتنبی ۳۰۳ھ مطابق ۹۱۵ء میں پیدا ہوا۔ اسی کے قریب مسجد علی ہے اور علی بن ابیطالب کا مدفن بھی یہیں ہے۔ اکثر عجم وغیرہ کے شیعہ زیارت کی غرض سے وہاں جاتے ہیں۔ اسی سرزمین میں طائفہ باطنیہ اور قرامطہ نے نشو و نما پائی ہے۔ حضرت امام ہمام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رح صاحب مذہب بھی اسی شہر کوفہ کے رہنے والے تھے۔ (ص۵۱)

کوہ طور ایک پہاڑ کا نام ہے۔ دیکھو (طور)

کوہ جودی اس پہاڑ کا نام ہے جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی طوفان کے روز کشتی ٹھہری تھی۔ جسکا اشارہ قرآن کی آیت فَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ الخ میں ہے۔

کوہ موسیٰ وہ پہاڑ جہاں حضرت موسےٰ علیہ السلام کو منصب نبوت عطا ہوا تھا۔ دیکھو (طور)۔

Marfat.com

کھانا کھانے اور نیا کپڑا پہننے کے وقت کی دعائیں

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نیا کپڑا پہنکر یہ دعا پڑھا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنِیْ ھٰذَا اَسْاَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ (خداوندا تیرے لئے تعریف ہے تو نے ہی مجھے یہ کپڑا پہنایا میں تجھ سے اسکی بھلائی اور جس غرض کے لئے یہ بنایا گیا ہے اسکی بھلائی مانگتا ہوں اور اسکی برائی اور جس غرض کے لئے یہ بنایا گیا ہے اسکی برائی سے پناہ مانگتا ہوں)۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جدید لباس پہنکر کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِہٖ فِیْ حَیَاتِیْ (خدا کو تعریف ہے جس نے مجھے وہ لباس پہنایا جس سے میں اپنا ستر ڈھانکتا اور زندگی میں زینت حاصل کرتا ہوں)۔

اور یہ بھی کہا کہ میں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص نیا لباس پہنکر یہ دعا پڑھے اور پرانے کپڑے خیرات کر دے تو وہ زندگی اور موت دونوں حالتوں میں خدا کی حفظ و حفاظت میں رہیگا۔

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب کھانا تناول فرماتے یا پانی نوش کرتے تو یہ دعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ (خدا کو تعریف ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا)۔

کہانت غیب گوئی۔ جادو۔ شگون۔ آئندہ زمانہ کے حالات بتانا۔ اس فن کے ماہر کو کاہن کہتے ہیں۔ جاہلیت کے زمانہ میں عرب میں اس فن کی بڑی شہرت تھی اور قدیم زمانہ سے اس فن کے مدعی چلے آتے تھے جن میں سے بعض کا تو یہاں تک دعوے تھا کہ سائل ہی کے الفاظ اور افعال سے آئندہ واقعات کا پتہ بتا سکتے ہیں (حاشیہ مشکوٰۃ)

اسلام نے اس فن کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جو شخص کاہن کے پاس (کچھ پوچھنے) جائے اور پھر اسکی بات پر یقین کر لے یا حائضہ سے جماع کرے یا اپنی عورت کی پچھلی راہ میں دخول کرے وہ ان احکام سے بے تعلق ہو گیا۔ جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے ہیں (مش)

ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص (کوئی غیب کی بات پوچھنے کے لئے) کسی جوتشی کے پاس جائے پس اس سے کچھ پوچھے تو اسکی چالیس رات کی نمازیں قبول نہ ہوں گی۔ (مش)

ابن عباس سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص علم نجوم کا ایک باب (بھی) اللہ کے ذکر کردہ امور کے سوا کسی اور غرض سے پڑھے تو اس نے سحر کا ایک شعبہ حاصل کیا۔ نجومی کاہن ہے اور کاہن ساحر ہے اور ساحر کافر ہے۔

کہربا گھاس کو اٹھانیوالا۔ ایک قسم کا پتھر ہوتا ہے زرد رنگ۔ جب اسکو چمڑے پر رگڑ کر گھاس کے قریب کرتے ہیں تو وہ گھاس کو اپنی طرف کھینچتا ہے (غ) نیز اہل تصوف کی ایک اصطلاح ہے۔ بعض کے نزدیک کہربا درخت جوزا (اکہروٹ) کی گوند کو کہتے ہیں۔ (برہان قاطع)۔

کہف (ل) غار (ص) پش میں اس غار کا نام ہے جس میں اصحاب کہف سوئے پڑے ہیں دیکھو (اصحاب کہف) قرآن مجید کی اٹھارہویں سورت کا نام بھی ہے۔ اسکے رکوع ۱۲ ہیں اسکی نسبت یہ ذکر آیا ہے

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِیْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ط ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ (اے مخاطب) جب آفتاب نکلے تو تو دیکھیگا کہ وہ ان کے غار سے داہنی طرف کو بچا ہوا رہتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں طرف کو کترا جاتا ہے اور (یہ غار کی تنگی کی وجہ سے نہیں بلکہ) وہ غار کے اندر بڑی کشادہ جگہ میں (مزے سے چھاؤں میں رہتے) ہیں یہ (بھی) خدا کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے (ایک نشانی) ہے۔

کیفیت حالت۔ وضع۔ جو کسی چیز کو حاصل ہو (غ)، کیفیات کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) کیفیات محسوسہ۔ انکی پھر دو قسمیں ہیں۔ راسخہ جیسے حلاوت عسل۔ اور غیر راسخہ جیسے خوف زدہ شخص کے رنگ کا زرد ہونا۔ (۲) کیفیات نفسانیہ۔ انکی بھی دو قسمیں ہیں۔ راسخہ جیسے صناعت کتابت اس شخص کے لئے جو اس فن میں ماہر و کامل ہو۔ اس قسم کی کیفیا کو ملکات کہتے ہیں۔ اور غیر راسخہ کتابت اس شخص کی نسبت سے جو اس میں ماہر و کامل نہ ہو (۳) کیفیات جو مختص بالکمیات ہیں۔ انکی پھر دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جو کمیات متصلہ سے خاص ہیں۔ جیسے تثلیث تربیع۔ استقامت۔ انحنار۔ اور دوسری وہ جو کمیات منفصلہ سے مختص ہیں جیسے زوجیت۔ فردیت۔ (۴) کیفیات استعدادیہ۔ انکی بھی دو قسمیں ہیں یا تو یہ قبول کیطرح استعدادی ہونگی جیسے نرمی اور بیماری لو انہیں ضعف ولاقوۃ کہیں گے۔ اور یا لاقبول کیطرح ہوں گی جیسے سختی اور تندرستی تو انہیں قوت کہینگے (تع)

کیمیا زرسازی یعنی روح و اجساد ناقصہ کو باہم ملاکر مرتبہ کمال تک پہونچانا جیسے رانگ کو چاندی اور تانبے کو سونا بنانا۔ چونکہ یہ امر مکر و فریب سے خالی نہیں ہے اسوجہ سے اہل عرب اسے مکر و حیلہ کے معنے میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ اہل فارس پیر و مرشد کامل کی نظر عشق کامل۔ زر خالص کے معنے میں بھی برتتے ہیں۔

(ص۔ف) میں کیمیا کہتے ہیں مقصود کا شوق چھوڑکر موجود پر قناعت کر لینے کو۔ اسکی پھر تین میں ہیں۔ کیمیائے سعادت یعنی رذائل سے اجتناب کرکے نفس کا تزکیہ کرنا اور فضائل کو حاصل کرکے ان سے اسکو آراستہ کرنا۔

کیمیائے عوام یعنی دنیا کے حقیر مال کو آخرت کے متاع باقی سے بدل لینا۔

کیمیائے خواص۔ یعنی مکون کے اختیار کرنے کے سبب کون سے دل کا خالی کر لینا۔ (تع)

کینٹھا کینٹھا خواہ سونے کا ہو یا چاندی کا۔ عورتوں کے لئے جائز اور مردوں کے لئے ناجائز ہے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ رضؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونا اور ریشمی کپڑا میری امت کی عورتوں کے لئے حلال اور مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے (ن)

کینٹھا چونکہ زیور کے قبیل سے ہے اسلئے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اسکی زکوٰۃ واجب ہے بشرطیکہ نصاب زکوٰۃ تک پہونچ جائے۔

کینہ — کفر است در طریقت ما کینہ داشتن
آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور ہر ایک بندے کی جو خدا کے ساتھ کسی اور چیز کو شریک نہیں کرتا۔ بخشش کیجاتی ہے مگر اس آدمی کی بخشش نہیں کی جاتی

کہ اسکے اور اسکے بھائی مسلمان کے درمیان میں عداوت اور کینہ ہو تو فرشتوں سے فرمایا جاتا ہے کہ ان دونوں شخصوں کو یہاں تک مہلت دو کہ باہم صلح کرلیں۔ (اور کینہ دلوں سے نکال دیں) (مس)

باب الگاف

گالی دینا دیکھو (شتم)

گرز فارسی لفظ ہے جسکو عربی میں مطرقہ کہتے ہیں کسی کو کوٹنے اور مارنے کا ہتھیار ہوتا ہے جسکا دستہ عصا کی صورت کا ہوتا ہے اور عصا کے اوپر گول گنبد نما گوہے کا سر ہوتا ہے۔ کافر میت سے قبر میں جب منکر ونکیر کے سوال کا جواب بن نہ آئیگا تو وہ اسکو گرزوں سے ماریں گے۔ اور قیامت تک مارتے رہینگے۔

گندم قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کے قصے میں کئی جگہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حوا علیہما السلام سے فرمایا لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ یعنے اس درخت کے پاس بھی نہ پھٹکنا۔ تفصیل کے لئے دیکھو (ابلیس)۔

اس درخت کے متعلق مفسرین کا اختلاف ہے، اکثر کے نزدیک یہ درخت گندم کا تھا۔ اور بعض نے انجیر لکھا ہے۔

گوشہ نشین گوشہ میں بیٹھنے والا۔ عزلت گزیں خلوت نشین۔ مراد فقیر۔ عابد تارک الدنیا۔ سعدی رح نے کہا ہے

گرت مال و جاه است و زرع و تجارت
چو دل با خدا است خلوت نشینی

گونگا گونگا دوسرے آدمیوں کی طرح شرعی احکام کا مکلف ہے۔ نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ یہ سب فرائض اسکو بھی ادا کرنے ضروری ہیں۔ گونگا خرید وفروخت کرسکتا ہے۔ اسکی طلاق اشارہ سے واقع ہو جاتی ہے (قد)

گھر عربی میں اسکو دار یا بیت کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عرب لوگ کھجور کی شاخوں سے گھر بناتے تھے متموں لوگ کچی اینٹوں سے گھر تعمیر کرتے اور کھجور کے پتوں سے چھت پاٹتے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال کے رہنے کے گھر بھی ایسے ہی تھے۔ پھر جوں جوں مسلمانوں میں علوم وفنون کی ترقی ہوتی گئی انکا فن تعمیر بھی اوج کمال کو پہنچگیا چنانچہ آجکل اسلامی ممالک میں لوگوں کے گھروں کی شاندار عمارتیں قدیم اسلامی فن تعمیر کی بہترین یادگاریں پیش کرتے ہیں۔ شرع شریف نے گھروں میں آنے جانے کے خاص آداب قائم کئے ہیں۔ دیکھو (گھروں میں آنا جانا)۔

حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے قرب کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ اخیر زمانہ میں لوگ اپنی حیثیت سے بڑھ کر عمارتیں بنائیں گے۔

گھر میں آمد ورفت کرنے کی دعائیں حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلتے وقت فرمایا کرتے تھے:-

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ نَزِلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا

(خدا کے نام سے شروع ہے۔ میں نے خدا پر بھروسا کیا۔ خداوندا ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں کہ ہمارے قدم

Marfat.com

ڈگمگا جائیں یا ہم بے راہ ہو جائیں یا ہم خود ظلم کریں یا کوئی ہم پر ظلم کرے ہم نادان بنیں یا کوئی ہم سے نادانی کرے۔

ابو مالک اشعری سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں آئے تو ذیل کی دعا پڑھ کر گھر والوں کو سلام علیک کرے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ الْمَوْلِجِ وَخَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰہِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰہِ خَرَجْنَا وَعَلَی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا خداوندا میں تجھ سے اندر آنے اور باہر جانے کی بہتری طلب کرتا ہوں اللہ کے نام سے ہم داخل ہوئے اور اللہ کے نام سے نکلے اور خدا پر جو ہمارا پروردگار ہے ہم نے بھروسہ کیا۔"

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سفر میں رات ہو جاتی تو آپ فرماتے یَا اَرْضُ رَبِّیْ وَرَبُّکِ اللّٰہُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّکِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِیْکِ وَشَرِّ مَا یَدُبُّ عَلَیْکِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ اَسَدٍ وَّاَسْوَدٍ وَمِنَ الْحَیَّۃِ وَالْعَقْرَبِ مِنْ سَاکِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَّالِدٍ وَّمَا وَلَدَ اے زمین میرا تیرا پروردگار خدا ہے میں خدا سے تیری برائی اور جو تجھ میں پیدا کیا گیا ہے اسکی برائی اور جو تجھ پر چلتے ہیں انکی برائی سے پناہ مانگتا ہوں میں شیر چیتوں اور سانپ بچھو اور جن و شیاطین سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔"

خولہ بنت حکیم سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کسی منزل میں فروکش ہو کر ذیل کی دعا پڑھیگا تو وہاں سے کوچ کرنے تک کوئی چیز اُسے ضرر نہ دے گی۔ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔ میں خدا کے پورے اور کامل کلمات کا واسطہ دیکر اسکی مخلوق کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔"

گھروں میں آنا جانا | شریعت نے اپنے گھروں میں جانے کے آداب الگ اور دوسرے گھروں میں جانے کے آداب الگ مقرر کئے ہیں۔

(۱) انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹا! جب تم اپنے گھر میں جایا کرو تو گھر والوں کو سلام علیک کر لیا کرو۔ (کیونکہ یہ سلام کرنا) تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے لئے برکت کا موجب ہوگا۔ (مش)

موطا میں ایک حدیث مروی ہے کہ گھر میں ماں کے پاس جاتے ہوئے بھی اجازت لے کر داخل ہونا چاہیئے۔

(۲) قرآن مجید میں حکم ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ … وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ۝ (س۔ نور۔ ع ۴) یعنے مسلمانو! اپنے گھروں کے سوا (دوسرے) گھروں میں گھر والوں سے پوچھے اور ان سے سلام کئے بدوں نہ جایا کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے (یہ حکم تمکو اسلئے دیا گیا ہے) کہ تم اس بات کا خیال رکھو۔ پھر اگر تمکو معلوم ہو کہ گھر میں کوئی آدمی موجود نہیں تو جب تک تمہیں (خاص) اجازت نہ ہو ان میں نہ جاؤ۔ اور اگر (گھر میں کوئی ہو اور) تم سے کہا جائے (کہ اسوقت موقع نہیں) لوٹ جاؤ۔ تو (بے تامل) لوٹ آؤ۔ یہ (لوٹ آنا) تمہارے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے۔ اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اسکو جانتا ہے۔"

احادیث سے ثابت ہے کہ کسیکے گھر پر جا کر دروازہ کھٹکھٹائیں اور اندر سے پوچھا جائے کون ہے۔ تو صرف یہ کہدینا کہ میں ہوں ٹھیک نہیں۔ بلکہ اپنا نام یا لقب یا کنیت جو مزیل ابہام ہو ذکر کرنا چاہیئے۔ اگر دروازہ پر پردہ پڑا ہوا نہ ہو۔ تو اسکے سامنے کھڑے ہونا مناسب نہیں بلکہ چوکھٹ کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہونا چاہیئے۔

Marfat.com

گھر میں آمد و رفت کرنیکے وقت جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ ان کے لئے دیکھو (گھر میں آمد و رفت کرنے کی دعائیں)۔

گھوڑا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت حرام ہے۔ مگر صاحبین کے نزدیک حلال ہے۔ پہلا قول احتیاط پر اور دوسرا توسع پر مبنی ہے۔ (عا)۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ البرکۃ فی نواصی الخیل یعنی برکت گھوڑوں کی پیشانی میں ہے (مش)۔

اسلئے کہ غازی ان پر چڑھ کر جہاد کرتا ہے اور فتح یا شہادت پاتا ہے۔ (مظ)

ابو وہب جشمی سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اختیار کرو گھوڑا کمیت جو چکلیاں ہو (مش)۔

انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ازواج کے بعد کوئی چیز گھوڑوں سے زیادہ محبوب نہ تھی (مش)۔

گھوڑوں کی زکوٰۃ کے لئے دیکھو (زکوٰۃ)

باب اللام

لاادریہ ایک فرقہ ہے۔ جو کہتے ہیں ہمکو کوئی چیز اچھی طرح معلوم نہیں۔ ہر بات میں ہم کو شک ہے حتی کہ اس بات میں بھی شک ہے کہ ہم کو شک ہے (تع)

لاہوت ذات الٰہی کی تجلی۔ سالکوں کی چوتھی منزل ہے جس سے اوپر کوئی درجہ نہیں چنانچہ لکھا ہے۔ **شعر**

در آں منزل چہار جہت وجوے
نباشد با خدا جز گفت وگوئے
بعون حق رسد آنجا چو سالک
شود بر جملۂ اشیاء مالک

یہ لفظ اصل میں لاہو الا ہو۔ تھا۔ زیادتی تا اہل عرب کا تصرف ہے (ک)۔

لباس پہننے کے کپڑے۔ شارع اسلام نے مسلمانوں کے لئے کسی خاص وضع کی وردی تجویز نہیں کی اور خاص وضع کی وردی کا تجویز کرنا مناسب بلکہ عموم اسلام کے لحاظ سے ممکن بھی نہ تھا۔ یعنے رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کافہ انام کیطرف مبعوث ہوئے اور کافہ انام تمام روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اور روئے زمین پر کہیں خشکی ہے کہیں تری۔ کہیں پہاڑ کہیں جنگل کہیں میدان کہیں سردی کہیں گرمی۔ کہیں دن کہیں رات۔ تو موسموں اور آب وہوا کے اختلاف کی وجہ سے ایک طرح کے لباس میں لوگ زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ پس یہ بڑا دانشمندانہ اصول تھا جو اختیار کیا گیا کہ لباس کو لوگوں کی رائے پر چھوڑ دیا کہ اپنی مقامی ضرورتوں کے لحاظ سے جو چاہیں اور جیسا چاہیں پہنیں۔ اوڑھیں۔ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تو اہل عرب نے لباس کی تراش خراش میں کچھ ایسی ترقی کی نہ تھی۔ ان کا معمولی لباس تھا۔ ایک رداء (چادر) ایک ازار (تہمد) ہاں۔ مردوں کے مونھ پر ڈاڑھیاں ہوتی تھیں۔ سر پر عمامے۔ پیروں میں چپل۔ با اینہمہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے شامی جبے اور حبشی جوتے کا پہننا بھی ثابت ہے۔ ہاں احادیث میں ٹخنوں کے نیچے ازار لٹکانے پر بڑی لتاڑ ہے۔ سو کبر کے لحاظ سے کہ ان وقتوں کے آوارہ مزاج بانکے چھیلا ایسا کیا کرتے تھے۔ ایک حدیث

Marfat.com

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (یعنے جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرلے وہ انہی میں سے ہے) جس پران دنوں بڑا غل مچا ہوا ہے۔ لوگوں نے انگرکھا۔ پائجامہ چھوڑکر کوٹ پتلون اختیار کرلیا ہے۔ اور ایک کوٹ پتلون پر کیا موقوف ہے۔ تمام تر تمدن انگریزوں کا سا ہوگیا ہے اور ہوتا جاتا ہے۔ اسپر پرانی وضع پرانے خیال کے مسلمان اتنا تشدد کرتے ہیں کہ فَهُوَ مِنْهُمْ سے کفر و ارتداد کا استنباط کرتے ہیں۔ حالانکہ وضع ظاہر کو اسلام سے کچھ تعلق نہیں۔ انگریزی وضع کی تقلید کرنیوالوں کا یہ کہنا بھی بجا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی کوئی خاص وردی مقرر نہیں ہر ملکے و ہر حصے۔ ہم تو اتنا ہی کہتے ہیں کہ بے شک ہندوستان کے مسلمانوں کی کوئی خاص وردی مقرر نہیں۔ مگر باوجود اختلاف اوضاع کے اتنا امتیاز تو ضرور باقی ہے کہ ہندوستانی لباس انگریزی لباس سے صاف پہچان پڑتا ہے پس اس امتیاز کو مٹا دینا اور رواجی وضع کو ترک کرکے ایسی وضع اختیار کرنا جو اس ملک میں اہل یورپ کے ساتھ خاص ہے۔ اگر آرام و آسائش کے لئے ہو تو خیر ایک وجہ بھی ہے۔ مگر اس ملک کی آب و ہوا کے لحاظ سے الٹا تکلیف دہ ہے اور سوائے تشبہ کے اور کوئی وجہ اسکے اختیار کرنے کی نہیں معلوم ہوتی۔ اور تشبہ کی غرض و غایت اسکے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ انگریزوں کی نقل کرنے والا اس عظمت و ہیبت سے جو فی اعین الناس لازمہ قوم حکمران ہے حصہ لے۔

ہم قانون فوجداری میں ایک دفعہ پاتے ہیں جسکی رو سے ملازم سرکاری کے ساتھ تشبہ کرنا جرم فوجداری قرار دیا گیا ہے۔ چونکہ جرموں کا مدار نیت پر ہے۔ ہم تو انگریزوں کا لباس پہننے والے اور ملازم سرکاری کے ساتھ تشبہ کرنے والے کو ایک درجے میں نہیں رکھتے ہیں۔ کیونکہ دونوں کی نیت ملتی جلتی سہی ہے جرم فوجداری نہ بھی سہی یہ اخلاقی الزام کیا کم ہے۔ کہ انگریزی لباس پہننے والا اشعار قومی کی تذلیل کرتا ہے۔ لیکن اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ کا اہنی قاعدہ اپنا اثر دکھا رہا ہے۔ اور لوگ مجبور ہیں۔

علاوہ ازیں مسلمان کے لئے پانچ وقت نماز پڑھنا فرض ہے۔ اور انگریزی لباس پہنکر نماز پڑھنا بہت مشکل ہے۔ پتلون کسے ہوئے سجدے میں جانا ایک وبال ہو جاتا ہے۔ اور انگریزی ٹوپی پہنکر سجدہ کرنے سے ماتھا زمین پر ہرگز نہیں جا سکتا جس کے سوا سجدہ ادا نہیں ہوسکتا۔ اسلئے مسلمانوں کو ایسے لباسوں سے جو عبادت الٰہی (نماز) کے لئے مخل ہوں پرہیز کرنا واجب ہے۔ اور انگریز بھی ایسے شخص کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو ہندوستانی ہوکر انگریزی لباس زیب تن کئے ہوئے انکی نقالی کرتا ہے فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

قرآن مجید میں حکم ہے یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ (س۔ اعراف۔ ع ۳) اے بنی آدم ہمنے تمہارے لئے (ایسا) لباس اُتارا ہے جو تمہاری پردہ کی چیزوں کو چھپائے اور (موجب) زینت (بھی ہو) اور پرہیزگاری کا لباس سب لباسوں سے بہتر ہے۔

سالم رضہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کپڑا حد سے زیادہ لٹکانا تہبند میں اور کرتہ میں اور پگڑی میں سب میں ہے۔ تو جو شخص ان میں سے کوئی چیز بھی فخر و کبر کے طور پر زیادہ لٹکائیگا۔ خدا قیامت کے روز اسکی طرف دیکھے گا بھی تو نہیں۔ (ابو)

اور فرمایا لوگو! سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ وہ پاکیزہ تر ہیں اور خوش تر۔ اور انہی میں اپنے مردوں کو کفنایا کرو (نسائی)۔

Marfat.com

اور فرمایا جتنا تہمد ٹخنوں سے نیچے لٹکتا رہیگا قدم کا اتنا ٹکڑا دوزخ کی آگ میں ہوگا (بخ)

اور حضرت عمر کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ریشمی کپڑے کے پہننے سے منع فرمایا مگر اسقدر۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں انگلیوں یعنے بیچ کی اور شہادت کی انگلیاں اٹھاکر دونوں کو ملالیا (خلاصہ یہ کہ ریشمی کپڑے کی دو انگل کی گوٹ مرد کو جائز ہے) (صح)۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب کرتہ پہنتے تو دہنی جانب سے پہنا شروع کرتے (تر)

ابن عمر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو شملہ دونوں مونڈھوں کے بیچ چھوڑتے (تر)۔

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا کپڑا زیب جسم فرماتے تو اسکا نام لیکر مثلاً عمامہ یا کرتہ یا چادر فرماتے خداوندا ہر طرح کی تعریف تجھی کو سزاوار ہے اسپر کہ تونے مجھے یہ کپڑا پہنایا۔ میں تجھ سے اس (کپڑے) کی بھلائی اور جس چیز کے لئے یہ بنایا گیا ہے اسکی بھلائی کی درخواست کرتا ہوں۔ اور اس (کپڑے) کی برائی اور جس چیز کیلئے یہ بنایا گیا ہے اسکی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔

(اصل الفاظ) اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا کَسَوْتَنِیْہِ اَسْئَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ (تر)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کپڑا پہنکر کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ تو اسکے اگلے پچھلے سب گناہ بخشدیئے جاتے ہیں (تر)۔

ترجمہ دعا۔ ہر طرح کی تعریف خدا کو سزاوار ہے جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا۔ اور باوجودیکہ میں اسکے حاصل کرنے میں کوئی حیلہ و تدبیر اور قدرت نہیں رکھتا تھا اس نے مجھے یہ کپڑا نصیب کیا۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رض کہتی ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا عائشہ! اگر تم عقبے میں میرے ساتھ ملنا چاہتی ہو تو تمہیں چاہئے کہ دنیا کی صرف اتنی مقدار پر بس کرو جیسے سوار کا توشہ۔ اور تم اپنے تئیں مالداروں کی ہم نشینی سے دور رکھو۔ اور کپڑے پر جب تک پیوند نہ لگالو اُسے پرانا شمار نہ کرو (تر)

ابن عمرہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نفیس کپڑا القصہ لتعزز پہنتا ہے خدا اسکو قیامت کے روز ذلت کا لباس پہنائیگا۔ (ابو)

لباس کے ضروری مسائل حنفی مذہب کی فقہ میں یہ ہیں۔ عورتوں کے لئے ریشمی کپڑا پہننا جائز ہے اور مردوں کے لئے حرام ہے۔ ہاں چار انگل تک چوڑا سنجاف درست ہے۔ اور ریشمی تکیہ اور بچھونا استعمال کرنا بھی جائز ہے۔ اور ایسا کپڑا پہننا بھی منع نہیں جسکا تانا ریشم اور بانا ریشم کے سوا اور ہو۔ عورتوں کو ہر رنگ کا کپڑا پہننا درست ہے۔ مردوں کے لئے سفید رنگ سب رنگوں سے بہتر ہے۔ کسم اور زعفران کے رنگ کا کپڑا مکروہ ہے۔ باقی کسی رنگ کا کپڑا مکروہ نہیں لیکن خالص سرخ بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔ ایسا لباس نہیں پہننا چاہئے جس سے فخر و غرور پایا جائے۔ نہ ایسا کپڑا جو رواج اور دستور کے خلاف ہو۔ اپنی حیثیت سے بڑھ کر قیمتی کپڑا یا مثلاً ورہوتے پھٹا پرانا لباس پہننا منع ہے۔ تہبند یا پاجامے کو ٹخنے سے نیچے لٹکانے پر سخت وعید ہے۔ مردوں کو عورتوں کا اور عورتوں کو مردوں کا سا لباس پہننا منع ہے۔ کپڑا ہمیشہ دائیں طرف سے پہننا شروع کرنا چاہئے۔ پہنتے وقت بسم اللہ پڑھنا اور پہن چکنے کے بعد

Marfat.com

خدا کا شکر کرنا ثواب ہے۔ ایسے لباس کا پہننا درست نہیں جس سے بدن کا وہ حصہ ننگا ہو۔ جسکا ڈھانکنا فرض ہے۔

ہمارے زمانے میں بعض مسلمان جدید روشنی سے متأثر ہو کر لباس میں یورپین طرز اختیار کر چکے یا کرتے جاتے ہیں۔ یہ انکی سخت غلطی ہے اور وہ اپنے قومی و مذہبی شعار کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

لبنان ملک شام میں ایک پہاڑ ہے جو سکن فقراء ہے (غ)

قرآن مجید میں اسکا نام مذکور نہیں۔ یہ پہاڑ منجملہ ان پانچ پہاڑوں کے ہے جن سے حضرت اسماعیل نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے لئے پتھر جمع کئے تھے۔

لبید ربیعہ کے بیٹے اور قبیلہ عامر سے تھے بڑے پایے کے شاعر ہوئے ہیں۔ انہیں کے بارے میں آنحضر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَصْدَقُ کَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ کَلِمَةُ لَبِیْدٍ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلٌ یعنی بہت سچا کلمہ جس کو شاعر نے کبھی کہا ہے لبید کا یہ قول ہے کہ "آگاہ رہو اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ (مش)

لبید جاہلیت و اسلام میں معظم و مکرم رہے ہیں۔ انکی عمر ایک سو ستاون (۱۵۷) برس کی ہوئی۔ ۴۱ھ اور بقولے ۵۵ھ میں فوت ہوئے۔ (اکما)

لبیک دیکھو لفظ (تلبیہ)

لحد اس شگاف کو کہتے ہیں جو قبر میں قبلے کی طرف کو کھودا جاتا ہے اور اسے ہماری زبان میں بغلی کہتے ہیں قبر میں لحد یعنے بغلی بنانی مسنون ہے اگرچہ شق بھی جائز ہے۔ چنانچہ سعد بن ابی وقاص کے بیٹے عامر کہتے ہیں کہ میرے باپ سعد بن ابی وقاص نے مرض الموت میں کہا کہ میرے دفن کے لئے لحد بنانا۔ اور مجھپر کچی اینٹیں کھڑی کر دینا جیسا کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا گیا (مس)

لحیہ ڈاڑھی۔ ڈاڑھی منڈانا گناہ ہے۔ اور ایسے ہی جب مٹھی سے زائد نہ ہو کٹانا منع ہے البتہ اگر ایک آدھ بال بڑھا ہوا ہو تو اسکو برابر کرنے میں مضائقہ نہیں۔ (تکمیل الیقین)

حدیث شریف میں آیا ہے۔ خَالِفُوا الْمُشْرِکِیْنَ اَوْفِرُوا اللُّحٰی وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ (صح) یعنی آنحضر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) مشرکوں کی مخالفت کرو۔ یعنی ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کم کرو۔

مونچھوں کے کتروانے میں صفائی اور ڈاڑھی کے رکھنے میں وقار ہے۔ صفائی اور وقار سے بڑھ کر یہ اس حدیث میں مشرکین کی مخالفت کو وجہ قرار دیا، ہم دیکھتے ہیں کہ جرنیل فوج کی وردی کو تجویز کرتا ہے اور وہ سپاہیوں کو پہننی پڑتی ہے۔ کیا پیغمبر جن کو مسلمان ہادی اور شفیق اور ادیب اور مصلح اور شفیع۔ اور کیا اور کیا مانتے ہیں۔ ہماری وضع ظاہر پر اتنا اختیار بھی نہیں رکھتے کہ ہم انکی امت کے ایک ممتاز گروہ معلوم ہوں۔ مگر یوں کہو کہ ہاتھی کے دانت کھانے اور اور دکھانے کے اور۔

کتب فقہ سے پایا جاتا ہے کہ غازی (جنگی سپاہی) کے لئے ڈاڑھی منڈانے کی اجازت ہے تاکہ اسکے چہرہ سے رعب ٹپکے۔ اور کسی حالت میں اسکی اجازت نہیں ہے۔

لُدّ فلسطین میں ایک مقام ہے جہاں قیامت کے قریب عیسے علیہ السلام دجال سے مقابلہ کریں گے۔ اور اسکو قتل کرکے لوگوں کو اس کے شر سے نجات دیں گے۔

لسان الحق (ل) سچائی کی زبان (ص۔ و) اس کامل انسان کا نام ہے جو خدا تعالے کے اسم متکلم کا مظہر ہو۔ (تنع)

لطیف اللہ تعالے کا نام ہے (ل) باریک بین

Marfat.com

لطف کہتے ہیں کسی کام میں نرمی کرنے کو اور کبھی نیکی کرنیکے معنے میں بھی آتا ہے۔ لطیف کے معنے باریک بین کے بھی ہیں۔ قرآن مجید میں یہ لفظ بعینہ موجود ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝ (س۔ انعام۔ ع ۱۳) نظریں تو اسکو معلوم نہیں کرسکتیں (لیکن) وہ نظروں کو خوب جانتا ہے اور وہ بڑا باریک بین باخبر ہے

لطیفہ اشارہ دقیقۃ المعنے جو فہم میں تو آجاتا ہے لیکن عبارت اسکے ظاہر کرنے کی گنجائش نہیں رکھتی جیسے کہ ذائقہ کی اصلی حالت کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ (تع)

لظیٰ آگ کا شعلہ۔ دوزخ کا نام ہے (غ) قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ كَلَّا اِنَّهَا لَظٰى ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۝ (س۔ المعارج۔ ع ۱) ایسا نہیں ہوگا۔ دوزخ کی آگ (تو اس بلاکی) لپٹ ہے کہ سر تک کی کھال ادھیڑ کر دھر دے گی۔

لعان (ل) لعن۔ طعن (ص۔ بر) ہیں باہم ایک دوسرے پر لعنت کرنے کو کہتے ہیں۔ جب شوہر اپنی بی بی کو زنا کی تہمت لگائے اور اسکا ثبوت چار گواہوں سے نہ دے سکے تو پہلے مرد کو چار دفعہ اس مضمون کی شہادت دینی چاہیئے کہ میں اپنے دعوے میں بالکل سچا ہوں اور پانچویں بار کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھپر خدا کی لعنت۔ زاں بعد عورت چار دفعہ گواہی دے اور قسم کھائے کہ یہ شخص جھوٹا ہے اور پانچویں دفعہ کہے کہ اگر یہ شخص اپنے دعوے میں سچا ہے تو مجھپر خدا کا غضب ہو۔ اور جب دونوں میاں بی بی اسطرح لعان کو چکیں تو حاکم وقت دونوں میں تفریق کرادے۔ مگر یہ مذہب صرف حنفیہ کا ہے۔ جمہور علما اسطرف گئے ہیں کہ قاضی کے حکم کی کچھ ضرورت نہیں خود لعان ہی دونوں میں موجب تفریق ہے۔ قاضی تفریق کا حکم دے یا نہ دے عورت ہمیشہ کے لئے اپنے شوہر پر حرام ہوجائے گی۔ جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ تا وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝ (س۔ نور۔ ع ۱)

اور جو لوگ اپنی بیبیوں پر زنا کا عیب لگائیں اور بجز اپنے انکا کوئی گواہ نہ ہو۔ ایسے مدعیوں میں سے ہر ایک کا ثبوت یہی ہے کہ وہ چار بار خدا کی قسم کھا کر بیان کرے کہ بلاشک وشبہ (اپنے دعوے میں) سچا ہے اور پانچویں (دفعہ) یوں (کہے) کہ اگر وہ جھوٹ بولتا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت اور (مرد کے حلف کئے پیچھے) عورت (کے سر پر) سے اسطرح سزا ٹل سکتی ہے کہ وہ چار بار خدا کی قسم کھا کر بیان کردے کہ یہ شخص سراسر جھوٹا ہے اور پانچویں (بار) یوں (کہے) کہ اگر یہ شخص (اپنے دعوے میں) سچا ہو تو مجھپر خدا ہی کا غضب (پڑے) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم لوگوں پر اسکا فضل اور اسکا کرم ہے (اور وہ اپنے فضل وکرم سے تمکو وہ قاعدے تعلیم فرماتا ہے) اور (نیز) یہ کہ اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا (اور مصالح خانہ داری سے) واقف ہے تو خانہ داریوں میں کیسے کچھ فسادات برپا ہوگئے ہوتے۔

لقب وہ عارضی نام جو کسی وصف کے سبب مشہور ہوجائے۔ بخلاف علم کے (تع۔ غ)

لقمان قدیم زمانہ کے ایک مشہور حکیم کا نام ہے۔ جسکے متعلق خدا فرماتا ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ یعنے البتہ سکھائی ہم نے لقمان کو حکمت۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جس میں لقمان حکیم کا حال درج ہے۔

کہتے ہیں کہ لقمان ایک سیہ فام آدمی تھا۔ ولایت حبشہ اسکا وطن تھا۔ ابتدائی عمر غلامی میں بسر ہوئی۔ آزاد ہوکر تحصیل علوم میں کوشش کی۔ خدا نے اسکو علم حکمت سے بہرہ ور کیا۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی

Marfat.com

خلافت کا زمانہ تھا۔ لقمان اکثر انکی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور ان سے اسرار حکمت سیکھتا۔ لقمان کہا کرتا تھا کہ میں نے چار ہزار نصائح مرتب کی ہیں۔ ان میں سے چوٹی کی نصیحتیں چار ہیں جن میں سے دو تو یاد رکھنے سے تعلق رکھتی ہیں یعنی ایک خدا اور دوسری موت۔

اور دو بھلا دینے سے متعلق ہیں۔ یعنے ایک احسان اور دوسری لوگوں کی ایذارسانی۔

لقمان نے آخری عمر میں لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کی اور بقیہ زندگی رملہ اور بیت المقدس کے درمیان بسر کی۔ آخر تین ہزار سال کی عمر میں وفات پائی۔ (جا)

لقیط (ص۔ ف) میں وہ لاوارث بچہ مراد ہے جو راستے میں پڑا ہوا ملے۔ لقیط آزاد ہوتا ہے۔ اور اسکا خرچ بیت المال سے دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اسکو اُٹھالے تو دوسرے شخص اس سے لینے کا حق نہیں ہاں اگر کوئی کہے کہ وہ میرا فرزند ہے تو اسکی بات تسلیم کرکے اسکے حوالہ کیا جائیگا۔ اگر دو شخص اسکے متعلق اپنا فرزند ہونے کا دعوے کریں تو اسکے جسم کے نشان بتانے والا حقدار قرار پائیگا۔ اگر مسلمانوں کی بستی میں کوئی بچہ ملے اور کوئی ذمی کہے کہ میرا فرزند ہے تو نسب تو ثابت ہو جائے گی مگر بچہ کا مذہب اسلام قرار دیا جائیگا۔ ہاں اگر وہ ذمیوں کی بستی میں یا کسی مندر یا گرجا میں ملے تو ذمی شمار ہوگا۔ اگر کوئی دعوے کرے کہ یہ بچہ میرا غلام ہے۔ تو اسکا دعوے باطل قرار پائیگا۔ اگر غلام کہے میرا فرزند ہے تو نسب ثابت ہو جائے گی مگر بچہ آزاد رہیگا۔ اگر بچے کے ساتھ کچھ مال بندھا ہوا ہو تو وہ بچے ہی کی ملک ہے (قد)

لوح محفوظ بعض کے نزدیک آسمان میں ایک تختی ہے جو لکھی ہوئی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ نور کی ہے۔ اور بعضوں نے اسکو ام الکتاب کہا ہے (من)۔

لوح محفوظ نور کے ٹکڑے سے پیدا کی گئی ہے۔ اور اُسکے صفحے یاقوت سرخ کے ہیں اور لکھائی نور سے ہے اور اسکا لمبان پانسو برس کی راہ ہے۔ اور اسکی مقدار کی چوڑائی مشرق و مغرب کے درمیان کی مسافت ہے۔ اور لوح محفوظ اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی کے برابر میں ہے۔ اور جس وقت عالم غیب سے کوئی امر میدان ظہور میں آتا ہے تو پہلے پہل حضرت اسرافیل علیہ السلام اسکی اطلاع پاکر فرشتوں کو آگاہ کرتے ہیں۔ پھر فرشتوں کی ایک فوج جو حادثہ پر موکل ہے اس مہم پر مقرر ہوتی ہے۔ اور بعضوں کا خیال ہے کہ لوح محفوظ اسرائیل علیہ السلام کی گود میں ہے۔ (جا)

اسکا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ۝ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ۝ (س۔ بروج ع ۱) بلکہ یہ (قرآن) بڑے رتبے کا قرآن ہے (اور ہمارے ہاں) لوح محفوظ میں موجود ہے (اس سے ایک حرف خلاف نہیں)۔

یہ خیال کرنا کہ لوح محفوظ کوئی تختی ہے کہ جس پر قرآن خط نسخ میں لکھا ہوا تھا۔ یا پردے کے پیچھے سے آواز آتی تھی کہ پھر اسکے مطابق آنحضرت علیہ السلام کو جبرئیل پہونچاتے تھے۔ غلط خیال ہے۔ (مقدس تف)

لوط ایک پیغمبر کا نام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے۔ بحیرہ مردار کے پاس چند بستیاں تھیں۔ سدوم۔ عمورہ۔ وغیرہ۔ وہاں آپ رہتے تھے۔ ان لوگوں کو بدفعلی کی عادت تھی۔ لڑکوں کے ساتھ لواطت کیا کرتے تھے۔ حضرت نے بہت کچھ سمجھایا مگر انھوں نے نہ مانا۔ خدا نے انکو ہلاک کیا۔ لوط علیہ السلام اور انکا خاندان بجز بیوی کے سب بچے باقی سب برباد ہوگئے۔ وہ بستیاں اُلٹی گئیں۔ قرآن مجید میں کئی جگہ انکا ذکر آیا ہے۔ چنانچہ سورۂ انعام اعراف۔ ہود۔ حجر۔ انبیاء۔ شعراء۔ نمل۔ عنکبوت۔ صافات ذاریات۔ نجم۔ قمر۔ تحریم۔ میں انکا ذکر موجود ہے۔

Marfat.com

لوگوں پر آوازیں کسنا

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ تا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ (س۔قلم۔ع ۱) اور (اے پیغمبر) تم کسی (ایسے نابکار) کے کہنے میں (بھی) نہ آجانا جو بہت قسمیں کھاتا ہے (اور) آبرو باختہ ہے (لوگوں کو) آوازے کسا کرتا ہے۔ (ادھر کی اُدھر۔ اُدھر کی ادھر) چغلیاں لگاتا پھرتا ہے (اچھے کاموں سے (لوگوں کو) روکتا رہتا ہے۔ حد (بندگی) سے بڑھ گیا ہے۔ بدہے۔ اکھڑ ہے۔ (اور) ان (عیوب) کے علاوہ بد اصل بھی ہے۔ جب ہماری آیتیں اسکو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو اس (برتے) پر کہ مال اور (بہت سے) بیٹے رکھتا ہے۔ بول اُٹھتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ الَّذِي تا فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝ (س۔ہمزہ۔ع ۱)۔ ہر شخص جو (لوگوں کی) عیب چینی کرتا (اور آنیز) آوازے کستا ہے۔ اسکی (بھی بڑی) تباہی ہے کہ وہ اس خیال سے مال جمع کرتا ہے اور اسکو گن گن کر رکھتا ہے کہ وہ مال کی بدولت ہمیشہ زندہ رہیگا۔ سو یہ تو ہونا نہیں۔ (بلکہ وہ ایک نہ ایک دن ضرور مریگا اور (کفر کی وجہ سے) ضرور حطمہ میں پھینکا جائیگا۔ اور (اے پیغمبر) تم کیا سمجھے کہ حطمہ کیا چیز ہے (حطمہ سے مراد ہے) اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ جو (تلووں سے لگ کر) دلوں تک کی جا خبر لیگی۔ (اور) وہ (ڈیگ کے بڑے) بڑے ستونوں (کی شکل) میں دوزخیوں کو چاروں طرف سے گھیرے ہوگی"۔

خالد بن معدان (تابعی) معاذ بن جبل (صحابی) سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی (مسلمان) کو کسی ایسے گناہ پر سرزنش کرے جو اس سے صادر ہوا ہے (اور سرزنش اسطرح کرے جس سے اُسے عار آئے) تو جب تک وہ خود اس گناہ کی بلا میں مبتلا نہ ہولیگا مریگا نہیں (ت)

لہب قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جو سطرح شروع ہوتی ہے تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝ (جیسے ابو لہب نے پیغمبر خدا کو ستایا تھا لئے ابولہب ہی کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ (آپ ہی) ہلاک ہوا۔ نہ تو اسکا مال ہی اسکے کچھ کام آیا اور نہ اسکی کمائی (نے اس کو کچھ فائدہ پہونچایا)

لیل رات۔ قرآن مجید کی ایک سورت کا نام ہے اسکے شروع میں رات کی قسم کھائی ہے۔ اس مناسبت سے اسکا نام اللیل رکھا گیا۔ بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ظہر وعصر میں واللیل جیسی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

لیلۃ البراءۃ دیکھو (شب برات)

لیلۃ القدر رمضان شریف میں ایک رات نہایت برکت والی ہے جس میں عبادت کرنا ایک ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہے۔ اسی کو لیلۃ القدر کہتے ہیں جو شخص اس رات کی عبادت سے محروم رہا وہ بڑی نعمتوں سے محروم رہا۔ اس مبارک رات کی تعیین میں شارع اسلام سے کوئی قول فیصل منقول نہیں ہے۔ صرف اسقدر بتایا گیا ہے کہ رمضان کے عشرہ اخیر میں کسی طاق رات میں ہوتی ہے۔ بخاری شریف کی روایت میں آیا ہے کہ اکثر یہ رات رمضان کی اکیسویں یا تئیسویں یا پچیسویں۔ یا ستائیسویں یا انتیسویں تاریخ کی راتوں میں پھرتی ہوئی ہر سال ہوا کرتی ہے۔ اس رات کی بڑی علامت یہ ہے کہ اسکی صبح کو سورج کی روشنی مدھم پڑجاتی ہے۔ اس رات میں حضرت جبرائیل آسمان سے اُترتے ہیں اور انکے ساتھ

Marfat.com

مقرب فرشتوں کی ایک جماعت ہوتی ہے۔ عبادت کرنے والے مسلمانوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں اور خداتعالٰے انکی دعا قبول فرماتا ہے اور اس رات کی عبادت کی برکت سے مسلمانوں کے اگلے تمام گناہ بخشدیتا ہے۔ (الحقوق والفرائض)

قرآن مجید میں آیا ہے اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ۔ الیٰ آخر السورۃ (س۔ قدر۔ ت) ہمنے قرآن کو شب قدر میں اُتارا اور اے پیغمبر تم کیا سمجھے کہ شب قدر ہے کیا چیز۔ شب قدر ہزار ہا مہینوں سے بہتر ہے۔ اس رات ہر ایک انتظام کے لئے فرشتے اور جبرئیل اپنے پروردگار کے حکم سے زمین پر اُترتے ہیں وہ رات اور سلامتی کی رات ہے۔ اور وہ یعنی سلامتی طلوع فجر تک رہتی ہے۔

واقدی لکھتے ہیں قدر کے لغوی معنے اندازہ کرنا ہیں۔ شرف و منزلت کے معنے میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ کہا کرتے ہیں لِفُلَانٍ قَدْرٌ عِنْدَ فُلَانٍ یعنی فلاں شخص کی فلاں کے پاس قدر یعنی عزت ہے (کبیر)

ان دونوں معنوں کے لحاظ سے اس رات کو لیلۃ القدر کہنے کی علمائے کئی وجوہ بیان فرمائی ہیں

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس رات کو لیلۃ القدر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں سال بھر کی آنیوالی باتیں عالم بالا میں مقدر و معین کیجاتی ہیں کسیکا مرنا۔ بیمار ہونا۔ رزق کی فراخی۔ تنگی۔ عزت و دولت سب کچھ اسی رات میں عالم بالا میں مشہور کردیا جاتا ہے اور ہر ایک کام پر ملائکہ معین کردئیے جاتے ہیں۔

(۲) یہ کہ اس رات عالم بالا کے روحانیات اسقدر زمین پر اترتے ہیں کہ گویا زمین میں تنگی ہوجاتی ہے۔ گنجائش نہیں رہتی۔ اور تنگی کے معنے میں بھی یہ لفظ قرآن مجید میں مستعمل ہوا ہے وَمَنْ قُدِرَ عَلَیْهِ رِزْقُهٗ

(۳) زہری فرماتے ہیں اسلئے اس رات کو لیلۃ القدر کہتے ہیں کہ اس رات نیک بندوں کی خداتعالٰے اور عالم بالا کے لوگوں کے نزدیک نہایت قدر و منزلت ہوتی ہے۔

(۴) ابوبکر وراق کہتے ہیں۔ اسلئے اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں کہ اس میں خداتعالٰے نے کتاب قابل قدر امت قابل قدر کے لئے رسول صاحب قدر کی معرفت نازل فرمائی ہے اور اسی لئے یہ لفظ تین بار آیا ہے

لیلۃ المبارکہ برکت والی رات۔ لیلۃ القدر کا نام ہے (تفصیل کے لئے دیکھو (لیلۃ القدر)

باب المیم

ماجد (ل) بزرگی والا۔ خداوندتعالٰے کا نام ہے اور ماجد مجید کے معنے ہی میں ہے جسطرح عالم معنے میں علیم کے ہے۔ مگر مجید میں مبالغہ اور تاکید ہے۔ اور یہ مجد سے لیا گیا ہے اور مجد کہتے ہیں بزرگی کو۔

ماجوج دیکھو (یاجوج ماجوج)

ماذون اذن سے مشتق ہے۔ اور اذن کے معنے ہیں کسی چیز میں رخصت کی اجازت سے خبر دیدینا۔ اور شریعت میں حجر کے اُٹھا دینے کو کہتے ہیں۔ اور جس شخص سے حجر اُٹھا یا جائے اُسے ماذون کہتے ہیں۔ (کشاف)

اگر مولٰی اپنے غلام کو تجارت میں اذن عام دیدے تو اُسے ہر قسم کی تجارت میں تصرف کرنا جائز ہے اور اگر

Marfat.com

ایک قسم کی تجارت میں اذن دے تو وہ اذن تمام اقسام تجارت میں سمجھا جائیگا۔ لیکن اگر کسی معین چیز میں اذن دیا۔ جیسے گوشت کا خریدنا۔ تو اس صورت میں وہ دوسری اشیاء میں ماذون نہیں ہوگا۔ (قد)

مار پیٹ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے مخاطب ہوکر) فرمایا۔ تم جانتے ہو مفلس کسے کہتے ہیں۔ عرض کیا ہم میں مفلس وہ شخص ہے جسکے پاس نقد و جنس کچھ نہ ہو۔ پیغمبر نے فرمایا میری امت میں درحقیقت مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے روز (اعمال) نماز روزہ اور (ادائے) زکوٰۃ لے کر حاضر ہوگا۔ اور ایسی حالت میں حاضر ہوگا کہ کسیکو (دنیا میں) گالی دی ہوگی کسیکو تہمت لگائی ہوگی۔ ایک کا مال ہضم کر لیا ہوگا۔ ایک کی خونریزی کی ہوگی۔ ایک کو (ناحق ناروا) مارپیٹا ہوگا تو ایک شخص کو (مثلاً جس کو اس نے گالی دی ہوگی) اسکی نیکیاں دے دی جائینگی۔ پھر اگر ان مظالم کے تمام ہونے سے پہلے جو اسپر ہیں اسکی نیکیاں ہو چکیں گی تو ان لوگوں کے گناہ لے کر اسپر ڈال دئے جائیں گے۔ اور آخرکار یہ دوزخ میں جھونک دیا جائیگا۔ (مس)

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مسلمانوں میں کونسا مسلمان بہتر ہے۔ فرمایا وہ جسکی زبان اور جسکے ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں (مس)

ماروت دیکھو لفظ (ہاروت ماروت)۔

ماریہ قبطیہ ماریہ بنت شمعون قبطی ایک لونڈی تھیں۔ پہلے انکا تعلق عیسوی مذہب سے تھا۔ پھر شاہ مقوقس والی مصر نے سنہ ۶ھ میں انکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نذر کیا۔ وہ آپ کے پاس آکر مسلمان ہوگئیں۔ آنحضرت نے ان کو بہ رسم تسری اپنے پاس رکھ لیا۔ اور ان سے آپ کی محبت تھی۔ ایک جدا مکان ان کے لئے بنا دیا۔ جہاں آپ انکے پاس جاتے۔ ان کے بطن سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم پیدا ہوئے۔ جنہوں نے بچپن ہی میں انتقال کیا۔ ماریہ کا مکان مدینہ میں ابتک مشربہ ام ابراہیم کے نام سے مشہور ہے۔ (مد)

ماعون وہ چیز جسکو عادۃً مانگنے پر روکا نہیں جاتا۔ اور جس کو امیر و غریب دونوں بوقت ضرورت مانگ لیا کرتے ہیں۔ مثلاً کدال۔ پھاوڑا۔ ڈول۔ رسی چھلنی۔ نمک۔ آگ۔ پانی۔ ہانڈی وغیرہ۔

قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جسمیں یہ لفظ یوں آیا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝ تو (ان منافق) نمازیوں کی (بڑی) ہی خرابی ہے جو اپنی نماز کی طرف سے غفلت کرتے ہیں (اور) وہ جو (نیک عمل کرتے بھی ہیں تو) ریا کرتے ہیں اور (دل کے ایسے تنگ ہیں کہ) روزمرہ کے برتنے کی چھوٹی (چھوٹی چھوٹی) چیزوں کا بھی دریغ کرتے ہیں۔

مالک بن انس رض مذہب مالکی کے بانی ہیں۔ کنیت آپ کی ابوعبداللہ اور نام مالک بن انس بن مالک ہے۔ آپ مدنی الاصل تھے۔ تمام علوم دینی میں مثل فقہ اور حدیث اور قرآن کے باکمال تھے۔ اور ائمہ اربعہ سے دوسرے امام ہیں۔ آپ نے امام جعفر صادق رض کی بھی شاگردی کی ہے۔ اور امام شافعی رح کے استاد ہیں۔ اور امام محمد شیبانی بن حسن شاگرد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث میں آپ سے بھی تعلیم پائی ہے۔ مدینہ منورہ میں علم حدیث

Marfat.com

کی تدوین اول آپ ہی سے ہوئی ہے۔ آپ کی کتاب موطا علم حدیث میں مشہور ہے۔ اور ما تحت ادیم السماء اصح من موطا مالک اسکی شان میں اماموں نے فرمایا ہے۔ آپ حدیث کی روایت کے وقت وضو کرتے اور پاکیزہ کپڑے پہنتے اور تخت پر بیٹھتے اور خوشبو لگاتے۔ رات میں یا کھڑے ہو کر درس نہ دیتے اور مدینہ شریف میں پیادہ پا چلتے۔ سوار ہو کر نہ نکلتے۔ اور جو بجز ضروری کو مدینہ سے باہر جایا کرتے تھے۔ آپ کی ولادت ۹۵ھ اور وفات ماہ ربیع الآخر ۱۷۹ھ میں ہوئی۔ اس حساب سے آپکی عمر شریف چوراسی برس کی تھی۔ مزار شریف آپکا بقیع غرقد میں ہے (رحمۃ)

مالک الملک

ملک کا مالک۔ خدا کا نام ہے قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ تا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۰ (س۔ آل عمران۔ ع ۳) (اے پیغمبر) تم (توبہ) دعا مانگو کہ اے خدا سارے ملک کے مالک تو ہی جسکو چاہے سلطنت دے اور تو ہی جس سے چاہے سلطنت چھین لے۔ اور تو ہی جسکو چاہے عزت دے اور تو ہی جسکو چاہے ذلت دے (ہر طرح کی خیر و) خوبی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

مال و دولت

مال و دولت کی کثرت کی قرآن میں مذمت آئی چنانچہ ارشاد ہے زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ تا حُسْنُ الْمَاٰبِ (س۔ آل عمران۔ ع ۲) لوگوں (کی بناوٹ اسطرح کی واقع ہوئی ہے کہ ان) کو (دنیا کی) مرغوب چیزوں (یعنی مثلاً) بیبیوں اور بیٹوں اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیروں اور عمدہ عمدہ گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتی کے ساتھ وابستگی بھلی معلوم ہوتی ہے (حالانکہ یہ البتہ) دنیا کی زندگی کے (چند روزہ) فائدے ہیں اور (ہمیشہ کا) اچھا ٹھکانا تو اسی اللہ کے ہاں ہے۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ تا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۰ (س۔ آل عمران۔ ع ۱۹) ہر شخص (ایک نہ ایک دن) موت (کا مزہ) چکھنے والا ہے۔ اور (جو عمل تم لوگ کر رہے ہو انکا) پورا پورا بدلہ تو قیامت ہی کے دن دیا جائیگا تو (اس دن) جو شخص (دوزخ کی) آگ سے پرے ہٹا دیا گیا اور اسکو (رہنے کے لئے) جنت میں جگہ دی گئی تو اس نے (من مانی) مراد پائی۔ اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کی پونجی ہے (اور بس)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کا بکری کے ایک مردہ بچے پر گذر ہوا جس کے کان بکس کر جاتے رہے تھے۔ (آپ نے صحابہ کی طرف روئے سخن کر کے) فرمایا۔ بھلا کوئی تم میں سے اس مردار جانور کو ایک درہم میں خریدنا پسند کرتا ہے (صحابہ نے) عرض کیا کہ ہم تو اسے کسی چیز کے عوض میں بھی خریدنا پسند نہیں کرتے۔ فرمایا۔ قسم خدا کی جتنا یہ مردہ بچہ تمہارے نزدیک حقیر ہے دنیا خدا کے نزدیک اس سے زیادہ حقیر ہے (مس)

عمرو بن عوف کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم خدا کی میں اس بات سے ذرا بھی خوف نہیں کرتا کہ تم فقر و فاقہ (کی مصیبت) میں پڑ جاؤ گے مجھے تو اسکا اندیشہ ہے کہ دنیا تم پر فراخ کر دی جائے جسطرح تم سے پہلے لوگوں پر فراخ کر دیگئی تھی۔ پھر تم اس میں رغبت کرنے لگو گے جس طرح انہوں نے رغبت کی اور تمہیں ہلاک کر مارے جس طرح انہیں ہلاک کر مارا (صحیحین)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ دنیا اس شخص کا گھر ہے جسکا کوئی گھر نہیں اور اسکا مال ہے جسکا کچھ مال نہیں۔ اور دنیا کے واسطے وہی جمع کرتا ہے جس کو عقل نہیں (مشکوٰۃ)

یہ تو مال و دولت اور دُنیا کی مذمّت کا پہلو ہے مگر قرآن میں دنیا کے متعلق آیتوں کا تتبع کیا جائے تو مدح اور ذم دونوں طرح کی آیتیں ملیں گی۔ بلکہ مدح کی زیادہ۔ دنیا میں دو ہی بڑے عیب ہیں اور انکی وجہ سے اسکی جتنی مذمّت کی جائے تھوڑی ہے۔ ایک یہ کہ عالم اسباب ہے۔ اسباب کی بھول بھلیاں ہیں آکر آدمی کی عقل چکر میں آجاتی ہے اور وہ مسبّب الاسباب اور علّۃ العلل یعنی خدا کی طرف سے غافل ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض کوتہ عقل تو خدا کا انکار کرنے لگتے ہیں۔ اگرچہ منکر خدا بہت کم ہیں مگر ہوئے ہیں اور ہیں اور ہوں گے۔ دوسرا عیب ہے بے ثباتی۔ کہ سب کچھ ہے اور مرے پیچھے کچھ بھی نہیں۔

غرض قرآن میں دنیا کی جسقدر مذمت بھی ہے متفرع ہے انہی دو عیبوں پر۔ خدا کو بھول جانا۔ اور دنیا کی بے ثباتی کا خیال نہ رکھنا۔

اب رہی دنیا کی مدح تو سارے قرآن میں دنیا کی مدح صاف لفظوں میں ایک جگہ بھی نہیں مگر الکنایۃ ابلغ من الصراحۃ کثرت سے جابجا دنیا کا حال ایسے طور سے بیان کیا ہے کہ مبالغہ بھی نہیں اور مدح کا کوئی پہلو بھی چھوٹنے نہیں پاتا۔ قرآن کی جن باتوں سے دنیا کی مدح مستنبط ہوتی ہے یہ ہیں۔

(۱) دنیا خدا کی ہستی کی دلیل اور خدا شناسی کا ذریعہ ہے۔

(۲) خدا تعالے ہم پر دنیا کی تمام چیزوں کی منت رکھتا اور اُن کو اپنی نعمت قرار دے کر ہم سے شکر کا خواہاں ہے۔

(۳) خدا تعالے ہم کو دنیاوی نعمتوں سے متمتع ہونیکی نہ صرف اجازت بلکہ ترغیب دیتا ہے۔ اور کیوں نہ دے تمتع کے بغیر نعمت نعمت ہو ہی نہیں سکتی۔ اور نعمت نہیں تو کہاں کا منعم اور کیسا شکر۔

چنانچہ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ تا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) پوچھو کہ اللہ نے جو زینت کے سازوسامان) اور کھانے (پینے) کی ستھری چیزیں اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں (ان کو) کس نے حرام کیا ہے (یہ تو اسکا کیا ہی جواب دینگے تم ہی انکو) سمجھا دو کہ جو لوگ دنیا کی زندگی میں ایمان لاتے ہیں قیامت کے دن یہ (نعمتیں) خاص کر انہی کو دیجائیں گی (ترجمہ سح-ن)

(۴) یہانتک تو ہے کہ خدا نے اپنے کلام پاک میں مال کو لفظ خیر سے تعبیر فرمایا ہے۔ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا الْوَصِيَّةُ اور اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝ اس سے زیادہ دنیا کی مدح اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور بڑی بات تو یہ ہے کہ ہم بنی آدم حب دنیا پر مجبول ہیں اور انتظام دنیا اسی حب پر مبنی ہے دنیا کی محبت دلوں سے سلب ہو جائے تو دنیا دنیا نہ رہے ایک وحشت کدہ ہو جائے جو یقیناً خدا کو منظور نہیں اچھا تو پھر یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ایک شئے واحد ممدوح بھی ہو اور مذموم بھی۔ پس ضرور دنیا کی دو حیثیتیں ہیں ایک کے اعتبار سے ممدوح ہے اور دوسری کے اعتبار سے مذموم۔ پس خدا کو نہ بھولو۔ اس کو حادث اور فانی اور عارضی اور چند روزہ

ع

اگر ماند شبے ماند۔ شب دیگر نمے ماند

سمجھو۔ اور خدا کی نعمتوں کو علیٰ وجہ الحلال جس طرح اس نے فرما دیا ہے طلب کرو۔ اور اسی کے فرمانے کے مطابق ان نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ۔ مسلمان کچھ آج سے نہیں سالہاسال سے۔ اور ہندوستان ہی کے نہیں ہر کہیں کے۔ دنیا کے ممدوح پہلوؤں پر تو نظر نہیں کرتے سرے سے حب دنیا کو گناہ سمجھ کر دنیا کو طلب ہی نہیں کرتے۔ یا کرتے بھی ہیں۔ تو طلب کے طور پر اسے طلب نہیں کرتے اور اس بے پروائی اور سہل انگاری کے نتیجے جو ہوئے اور

ہورہے ہیں اور ہوں گے سب نے دیکھے اور دیکھ رہے ہیں اور دیکھیں گے۔ حرص وطمع کو جو منع کیا جاتا ہے۔ تو دو وجہ سے۔ ایک یہ کہ حرص وطمع دلالت کرتی ہے دنیا کی حبت مفرط پر اور بقاعدہ حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ حرص وطمع کے ساتھ طلب کا دوسروں کی حق تلفی سے محفوظ رہنا مشکل ہے۔ دوسری حریص وطامع اپنی حالت موجودہ سے کبھی رضامند نہیں رہ سکتا۔ حرص وطمع استقا کا سا روگ ہے۔ جتنا پانی پئے پیاس بڑھتی جائے اور اسی سے تو کہا ہے کہ ؏

طمع را سہ حرف است ہر سہ تہی

یعنے کامیابی بھی حریص کے لئے ناکامی ہے۔ ؎

کاسۂ چشم حریصاں پُر نہ شد
تا صدف قانع نشد پُر دُر نہ شد

کثرت مال ودولت کے باعث کوئی شخص مذموم نہیں ہو سکتا اگر اسکو نیک کاموں میں خرچ کرے اور اس ہی سے حقوق اللہ وحقوق العباد ادا کرتا رہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام باوجود مال ودولت کے مقبولِ خدا اولے العزم پیغمبر تھے۔ اور صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے بھاری تاجر تھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب ہی غنی تھا۔ لیکن چونکہ اُنکا مال ودولت اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے اور فی سبیل اللہ خرچ ہوا کرتا تھا۔ اسلئے اُنکے لئے وہ موجب تقرب الی اللہ ہوا۔ اور قارون وفرعون کا مال ودولت اُن کے لئے موصل الی النار ہوا۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔

ماں باپ | **احسان** قرآن مجید میں ارشاد ہے وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ تا وَالْمَسَاكِينِ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع۱)

اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے (اگلے) بنی اسرائیل (یعنے تمہارے بڑوں سے) پکا قول لیا کہ خدا کے سوا کسیکی عبادت نہ کرنا۔ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرتے رہنا اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ (بھی)

(۲) وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا تا وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ (س۔ احقاف۔ ع۲)

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے کہ مشکل سے اسکی ماں نے اسکو پیٹ میں رکھا اور مشکل ہی سے اسکو جنا۔ اور اسکا پیٹ میں رہنا اور اسکے دودھ کا چھوٹنا (اس سے کم نہیں) تیس مہینے (میں جاکر تمام ہوتا) ہے۔ یہانتک کہ جب (آدمی) اپنی پوری قوت کو پہونچتا ہے۔ یعنے چالیس برس (کی عمر) کو پہونچتا، تو (خدا سے) دعا کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھکو اس (بات) کی توفیق دے کہ تو نے جو مجھپر اور میرے ماں باپ پر احسانات کئے ہیں تیرے ان احسانات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور اس (بات) کی (بھی توفیق دے) کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو راضی ہو اور میری اولاد میں نیک بختی پیدا کر۔ (کہ) میرے لئے موجب راحت ہو میں اپنی تمام حاجتوں میں تیری طرف رجوع لاتا ہوں اور میں تیرے فرمانبرداروں میں ہوں۔"

بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں کسکے ساتھ سلوک کروں۔ فرمایا اپنی ماں کے ساتھ۔ میں نے عرض کیا پھر کسکے ساتھ فرمایا ماں کے ساتھ۔ میں نے عرض کیا پھر کسکے ساتھ فرمایا ماں کے ساتھ۔ میں نے عرض کیا پھر کسکے ساتھ فرمایا اپنے باپ کے ساتھ۔ پھر جو زیادہ قریب ہو اسکے

Marfat.com

ساتھ سلوک کر۔ وَهَلُمَّ جَرًّا۔ (ت)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ اس بات کا زیادہ حقدار کون ہے۔ کہ میں اسکے ساتھ سلوک کروں۔ فرمایا تیری ماں پھر عرض کیا پھر کون فرمایا تیری ماں۔ عرض کیا پھر کون۔ ارشاد فرمایا تیری ماں۔ اس نے عرض کیا پھر کون۔ فرمایا کہ تیرا باپ۔ (صح)

اسماء بنت ابی بکر کہتی ہیں کہ جس زمانے میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اور قریش کا عہد تھا (یعنے حدیبیہ کے موقع پر صلح ہو چکی تھی) میری ماں میرے پاس آئی اور وہ مشرک تھی۔ میں نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری ماں میرے پاس آئی ہے اور اسکو ابھی تک اسلام کی رغبت نہیں تو کیا میں اسکے ساتھ اچھے سلوک کر سکتی ہوں۔ فرمایا ہاں۔ اسکے ساتھ سلوک کر (صح)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ خدا کو کونسا عمل بہت پسند ہے۔ فرمایا وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے عرض کیا پھر کونسا عمل۔ فرمایا ماں باپ سے سلوک کرنا۔ میں عرض کیا پھر کونسا۔ فرمایا راہِ خدا میں جہاد کرنا۔ (صح)

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے پاس مال ہے اور میرا باپ میرے مال کا حاجتمند ہے فرمایا تو اور تیرا مال دونوں تیرے باپ کی ملک ہیں (اس کے بعد حاضرین کی طرف روئے سخن کرکے فرمایا کہ) تمہاری اولاد تمہاری پاک اور حلال کمائی ہے۔ (تو تم اپنی اولاد کی کمائی میں سے بے دغدغہ کھاؤ (ابن۔ ابو)۔

ادب اور نرمی سے بات کرنا وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۔۔۔ تا ۔۔۔ كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۞ (س۔ بنی اسرائیل۔ ع ۳) اور (اے پیغمبر) تمہارے پروردگار نے حکم قطعی دے دیا ہے کہ (لوگو) اسکے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا (اے مخاطب) اگر والدین میں کا ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں تو ان کے آگے ہوں بھی نہ کرنا اور نہ انکو جھڑکنا اور ان سے (کچھ) کہنا (سننا ہو تو) ادب کے ساتھ کہنا (سننا) اور محبت سے خاکساری کا پہلو ان کے آگے جھکائے رکھنا اور (انکے حق میں) دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار جسطرح انہوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا ہے اور (میرے حال پر رحمت) کرتے رہے ہیں اسیطرح تو بھی ان پر (اپنا) رحم کیجیو۔

محبت حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا فرزند اپنے ماں باپ کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو خدا اسکے لئے ہر دفعہ کے دیکھنے کے عوض (اسکے اعمال نامے میں) ایک حج مقبول کا ثواب لکھتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا اگرچہ ہر دن میں سو مرتبہ دیکھے۔ فرمایا ہاں (تمہارے اس گمان سے کہ ہر نظر کے عوض ایک حج مقبول کا ثواب نہیں لکھا جاتا بزرگ اور پاک تر ہے (مس)

نا مشروع بات کے علاوہ ہر امر میں والدین کی اطاعت وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۔۔۔ تا ۔۔۔ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (س۔ عنکبوت۔ ع ۱) اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی سمجھایا کہ) اگر ماں باپ تیرے درپے ہوں کہ تو کسیکو ہمارا شریک ٹھہرائے جس (کے شریک خدا ہونے) کی تیرے پاس کوئی معقول دلیل بھی نہیں تو (اس بات میں) انکا کہنا نہ ماننا تم (سب) کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے پھر جو (کچھ بھی) تم (لوگ دنیا میں) کرتے رہے (اسوقت

اسکا بُرا بھلا) ہم تم کو بتا دیں گے۔

عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی رضامندی والد کی رضامندی اور خدا کی ناخوشی والد کی ناخوشی میں ہے۔ (تر)

ابوالدرداؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص انکے پاس آکر کہنے لگا کہ میری ایک بیوی ہے اور میری ماں مجھے اس کو طلاق دینے کا حکم دیتی ہے۔ ابوالدرداؓ نے اس سے کہا میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ باپ جنت کے دروازوں کا عمدہ ترین دروازہ ہے تو اب تجھے اختیار ہے چاہے تو اس دروازے یعنی والدہ کے حقوق کی حفاظت کر چاہے ضائع کر۔ (تر، ابن)

ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے۔ فرمایا تیرے جنت اور دوزخ وہی دونوں ہیں۔ (ابن)

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور انکا جہاد میں شریک ہونے کی اجازت مانگنے۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں۔ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا تو ان کے حق کی حفاظت کی کوشش کر۔ (کہ تیرا یہی جہاد ہے) اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اپنے ماں باپ کیطرف لوٹ جا اور انکے ساتھ سلوک کر اور خدمت بجا لا۔ (صحیح)

معاویہ بن جاہمہ سے روایت ہے کہ جاہمہ نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یارسول اللہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں اور آپ کے پاس مشورہ لینے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا کیا تیری ماں موجود ہے۔ عرض کیا کہ ہاں۔ فرمایا اسکی خدمت میں حاضر رہنے کو لازم پکڑ کیونکہ جنت اس کے پاؤں کے پاس ہو جیسے۔

(احمد، نسائی)

ادب و تعلیم | فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى یُوسُفَ اٰوٰی اِلَیْہِ اَبَوَیْہِ وَقَالَ ادْخُلُوا تا قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا ۝ (س۔ یوسف۔ ع ۱۰) پھر جب (یوسف کے بھائی اور ماں باپ) یوسف کے پاس گئے تو یوسف نے اپنے والدین کو (تعظیم دے کر) اپنے پاس جگہ دی اور (سب کیطرف خطاب کر کے) کہا کہ (شہر مصر) میں آ داخل ہو۔ (اور) خدا نے چاہا تو (تم سب) امن (چین) سے رہو گے اور (مصر کے دستور کے مطابق) یوسف نے اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا اور (سب) ان وقتوں کے دستور کے مطابق یوسف کی تعظیم کیلئے ان کے آگے سجدے میں گر پڑے۔ اور یوسف نے عرض کیا کہ ابا جان وہ جو میں نے پہلے خواب دیکھا تھا یہ اسکی تعبیر ہے۔ میرے پروردگار نے (آج) اس (خواب) کو سچ کر دکھایا۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک موقعہ پر تین شخص چلے جا رہے تھے کہ انہیں مینہ نے آلیا تو وہ ایک پہاڑ کی غار میں چلے گئے۔ غار کے موہنہ پر پہاڑ کا ایک بڑا سا پتھر لڑھک آیا اور غار کے موہنہ کو ڈھانک لیا۔ نکلنے کا راستہ نہیں رہا۔ اسپر ایک نے دوسرے سے کہا کہ بھائیو! اپنے ان نیک عملوں پر نظر کرو جو تم نے خاص خدا کے لئے کئے ہیں اور ان کے ذریعہ سے خدا سے دعا کرو شاید خدا اس پتھر کو ہٹا دے۔ اور اس مشکل کو آسان کر دے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا۔ خداوندا میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میرے کئی چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے میں انکا نفقہ حاصل کرنے کے لئے بکریاں چرانے جایا کرتا تھا۔ واپس آنے کے بعد دودھ دوہتا۔ اور اپنے بچوں سے پہلے والدین کو پلایا کرتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ چراگاہ کی تلاش کرتے کرتے درخت بہت دور تھے اور مجھے آتے آتے رات ہو گئی تھی۔ یہاں آ کر میں نے

Marfat.com

والدین کو سوتا پایا۔ پس میں نے دودھ دوہا جب کہ دوہا کرتا تھا اور دودھ کا برتن لیئے ہوئے اُنکے سرہانے کھڑا رہا۔ کیونکہ مجھے ادھر تو انکا جگانا ناپسند تھا اور اُدھر یہ بھی ناپسند تھا کہ ان سے پہلے بچوں کو دودھ پلادوں۔ اور بچے تھے کہ مارے بھوک کے میرے قدموں میں لوٹتے اور چیختے تھے۔ الغرض میں اسی طرح کھڑا رہا۔ یہانتک کہ صبح کی پو پھٹ گئی۔ تو اے خدا اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام صرف تیری خوشنودی اور رضامندی کے لئے کیا ہے تو اسقدر دراڑ کو کھولدے کہ ہم اس میں سے آسمان کو دیکھ سکیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے ان کے لئے اتنا پتھر ہٹا دیا کہ اُنہوں نے آسمان کو دیکھ لیا۔ (صحیح)

دعائے مغفرت و رحمت | وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ۝ (س۔ ابراہیم۔ ع ۹) (اے شخص) محبت سے خاکساری کا پہلو ان کے (یعنی ماں باپ کے) آگے جھکائے رکھنا اور (ان کے حق میں) دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار جس طرح اُنہوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا ہے (اور میرے حال پر رحم کرتے رہے ہیں) اسیطرح تو بھی انپر (اپنا) رحم کیجیو۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۔ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ۝ (س۔ نوح ع ۲) (نوح نے قوم کیطرف سے مایوس ہوکر یہ دعا کی کہ) اے میرے پروردگار مجھکو اور میرے ماں باپ کو اور جو ایمان لاکر میرے گھر میں پناہ لینے آرہا ہے اسکو اور (عام) باایمان مردوں اور باایمان عورتوں کو بخش اور ایسا کر کہ (ان ظالموں کی تباہی روز بروز) بڑھتی چلی جائے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کے ماں باپ دونوں یا انہیں سے ایک مرجاتا ہے اور وہ انکا نافرمانبردار رہتا ہے پھر ان کے لئے دعا اور استغفار کرتا رہتا ہے یہانتک کہ خدا سے سعاوتمندوں میں لکھ لیتا ہے (بیہقی)

ابو اسید ساعدی رضؓ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ قبیلہ بنی سلمہ کے ایک شخص نے آکر عرض کیا یارسول اللہ کیا کوئی نیکی اور سلوک باقی ہے کہ میں اپنے والدین کے ساتھ ان کے مرنے کے بعد کرسکوں۔ فرمایا ہاں۔ ان کے بعد ان کے عہد و پیمان کا جاری کرنا اور صرف اُنکی رضامندی اور خوشی کے لئے صلہ رحمی کرنا اور ان کے ملنے والوں کی تعظیم کرنا (ابو)

خواستگاری دعا | قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ ۝ قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ (س۔ یوسف) (یعقوب علیہ السلام کے بیٹے) بولے ابا جان! (خدا سے) ہمارے قصور معاف کرائیے بے شک ہم ہی قصوروار تھے (یعقوب نے) کہا میں اپنے پروردگار سے ایک وقت (خاص میں) تمہارے قصوروں کی معافی کی دعا کروں گا بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے

تسلیم حکم | رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ تا وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ۝ (س۔ صافات ع ۳) (اور ابراہیم نے یہ بھی دعا مانگی کہ) اے میرے پروردگار مجھکو نیک روحوں میں سے (ایک نیک روح بطور فرزند) عطا فرما۔ تو ہم نے انکو ایک بڑے بردبار لڑکے (اسمٰعیل کے پیدا ہونے) کی خوشخبری دی۔ پھر جب لڑکا (جوان ہوا اور) ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم نے کہا کہ بیٹا! میں خواب میں (کیا) دیکھتا ہوں کہ (جیسے) میں تمکو ذبح کر رہا ہوں۔

Marfat.com

پس تم (بھی تو اپنی جگہ) سوچو کہ تمہاری کیا رائے ہے (بیٹے نے) کہا اباجان! آپ کو جو حکم ہوا ہے (بے تامل) اسکی تعمیل کیجیے۔ انشاء اللہ آپ مجھکو صابر (ہی) پائیں گے۔ پھر جب دونوں (باپ بیٹے تعمیل) حکم پر آمادہ ہوئے اور باپ نے (حلال کرنے کیلئے) بیٹے کو ماتھے کے بل پچھاڑا تو (ہمکو انکی فرمانبرداری نہایت ہی پسند آئی اور) ہم نے ابراہیم سے پکار کر کہا کہ ابراہیم! تُنے (اپنے) خواب کو سچ کر دکھایا (اب ہم تم کو بڑے بڑے مراتب دینگے اور) نیک بندوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی اور ہمنے بڑی قربانی کو اسمٰعیل کا فدیہ دیا۔ (ف)

مانع | اپنے دوستوں سے تکلیف روکنے والا۔ خدا کے ننانوے اسماء سے ایک اسم ہے یہ اُن اسماء سے ہے جنکے مشتقات بھی بعینہٖ قرآن مجید میں نہیں ملتے مگر انکے مادے پائے جاتے ہیں۔

ماء | (ل) پانی۔ جمع اسکی میاہ آتی ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ۔ (س۔ انبیاء۔ ع ۳) یعنی ہمنے پانی سے تمام جاندار چیزیں بنائیں۔ پانی کی سات قسمیں ہیں جن کا برتنا جائز ہے۔

(۱) ماء المطر۔ یعنے بارش کا پانی۔
(۲) ماء العین یعنے چشمے کا پانی
(۳) ماء البیر۔ کنویں کا پانی۔
(۴) ماء البرد۔ برف کا پانی
(۵) ماء الثلج۔ اولوں کا پانی
(۶) ماء البحر۔ سمندر کا پانی
(۷) ماء النہر۔ نہر کا پانی۔

پانی مینہ کا ہو یا دریا کا یا کنوئیں کا۔ جب تک کسی گندی چیز کے پڑنے سے اسکا رنگ یا بُو یا مزہ یا دونوں یا تینوں صفتیں متغیر نہ ہوں مزیل نجاست بھی اور مطہر بھی ہے۔

اہل حدیث اور مقلدوں میں ان دونوں قلتین کا ایک جھگڑا چل پڑا ہے۔ قلہ کہتے ہیں مٹکے کو یا گول کو اسکی تعیین کے لیئے لوگ مشکوں اور پکھالوں کا حساب لگاتے ہیں۔ لیکن یہ چیزیں چھوٹی بڑی منجھولی سب طرح کی ہوتی ہیں اسلئے یہ بنیاد ٹھیک نہیں قابل اطمینان حساب وہ ہے جو صاحب مجمع البحار نے لکھا ہے کہ ایک قلے میں پانسو رطل کی گنجایش ہوتی ہے۔ اور ایک رطل بارہ اوقیے کا اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا اور درہم انگریزی مروجہ تول سے ساڑھے تین ماشے کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے پانسو رطل اٹھارہ من تیس سیر انگریزی تول سے ہوئے تو قلتین یعنی دو قلوں میں ۳۷ من ۲۰ سیر پانی ہوا۔ قلتین کی نسبت ایک اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلْ خَبَثًا اہل حدیث اس کے یہ معنے کرتے ہیں کہ اتنا پانی گندگی پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جبکہ پانی کے اوصاف ثلثہ یعنی بُو مزہ رنگ میں سے کوئی وصف متغیر نہ ہو اسلیے کہ اتنا پانی بار جاری کا حکم رکھتا ہے۔ فقہا کہتے ہیں کہ دو قلے پانی میں اگر نجاست پڑ جائے تو فوراً ناپاک ہو جاتا ہے۔ پانی کے اوصاف ثلثہ میں سے کوئی متغیر ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ انکے نزدیک حدیث کے یہ معنے ہیں کہ جب پانی دو قلے ہو تو وہ نجاست کا متحمل نہیں ہوتا یعنی نجاست پڑتے ہی ناپاک ہو جاتا ہے۔
لیکن ہمارے ہندوستان میں خدا کے فضل سے ہر جگہ پانی کی افراط ہے تو قلتین کی لڑائی صرف ایک فرضی لڑائی اور مولویوں کی طبع آزمائی ہے۔

مائدہ | (ل) خوانچہ۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔ جسمیں حضرت عیسٰیؑ پر آسمان سے خوان اُترنے کا ذکر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ
رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ
تا فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا
لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (س - مائدہ ع ۱۵)

(اے پیغمبر تم یہ واقعہ بھی لوگوں کو یاد دلاؤ کہ) جب حواریوں نے درخواست کی کہ اے مریم کے بیٹے عیسےٰ کیا تمہارے پروردگار سے ہوسکیگا کہ ہم پر آسمان سے کھانے کا ایک خوان اُتارے۔ عیسےٰ نے کہا اگر تم ایمان رکھتے ہو تو خدا سے ڈرو اور ایسی بیہودہ فرمائش نہ کرو جس میں ایک طرح کا امتحان معلوم ہوتا ہے۔ وہ بولے ہم کو امتحان منظور نہیں ہے بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ تبرک سمجھکر اس خوان میں سے کچھ کھائیں۔ اور ہمارے دل مطمئن ہوجائیں اور ہم معلوم کرلیں کہ بے شک آپ نے ہمارے آگے سچا دعوے کیا تھا اور ہم اسکے گواہ رہیں (اسپر) عیسےٰ بن مریم نے دعا کی کہ اے اللہ! اے ہمارے پروردگار ہمپر آسمان سے ایک خوان اُتار۔ اور خوان کا اترنا ہمارے لئے یعنے اگلوں اور پچھلوں سب کے لئے عید قرار پائے اور یہ تیری طرف سے نشانی ہو۔ اور ہمکو روزی دے۔ اور تو سب روزی دینے والوں میں بہتر روزی دینے والا ہے۔ اللہ نے فرمایا بے شک ہم وہ خوان تم لوگوں پر اُتاریں گے۔ تو جو شخص پھر بھی تم میں سے ہماری خدائی کا انکار کرتا رہیگا تو ہم اس کو ایسے سخت عذاب کی سزا دینگے کہ دنیا جہان میں کسیکو بھی ویسی سزا نہ دینگے۔

قرآن میں مائدہ کا اطلاق بارش پر بھی ہوا ہے۔ جیساکہ آیت رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ الخ میں مائدہ سے مراد بارش ہے۔

ماء القدس (ل) پاکیزگی کا پانی (ص - د) میں دل کی اس کیفیت کا نام ہے جسکے باعث وہ نفسانی خواہشات پر غالب آکر پاک صاف ہوجائے۔ اور اسکی حقیقت میں خدا کا نور چمکنے لگے

مباح وہ کام ہے جسکے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار بندہ کو دیا گیا ہو۔ اس کے کرنے اور نہ کرنے سے ثواب و عذاب نہیں ہوتا (رحمتہ)

مبارات زوجین کی ایک دوسرے سے بیزاری (ع) اسے خلع بھی کہتے ہیں۔ تفصیل کے لیئے دیکھو (خلع)

مبتدع (ل) وہ شخص جو نئی بات نکالے (ص - ش) (ع) میں اس شخص کو کہتے ہیں جسکا اعتقاد اہل سنت کے خلاف ہو۔ اور مبتدعوں کو اہل البدع و اہل الاہوا بھی کہتے ہیں۔ کافر کو مبتدع نہیں کہتے پھر مبتدع کی کئی قسمیں ہیں۔ کبھی تو مبتدع ایسی بدعت نکالتا ہے جو کفر کو متضمن ہوتی ہے خواہ وہ ایسی بدعت ہو جسکی تکفیر متفق علیہ ہے۔ جیسے خدا کے حلول کو حضرت علی میں سمجھنا۔ یا ایسی تکفیر ہو جسکی تکفیر مختلف فیہ ہو۔ جیسے قرآن کو مخلوق کہنا۔ اور کبھی بدعت ایسی ہوتی ہے جو تکفیر کو متضمن نہیں ہوتی (ک)۔

مبتلائے مصیبت کو دیکھتے وقت پڑھنے کی دعا حضرت عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسیکو مبتلا دیکھکر کہیگا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا ۝

(خدا کا شکر ہے جس نے مجھے اس مصیبت و تکلیف سے عافیت دی جس میں تجھے مبتلا کیا۔ اور مجھے اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت و بزرگی عنایت کی)۔ تو جب تک وہ زندہ رہیگا اس بلا میں مبتلا نہ ہوگا۔

مبدی ابتدا و پیدا کرنے والا۔ یہ ماخوذ ہے ابداء سے اور ابداء کہتے ہیں ابتدا کرنے اور بنا پیدا

Marfat.com

کرنے کو۔ خدا کے ننانوے اسماء سے ایک اسم ہے یہ اسم بعینہ تو قرآن مجید میں موجود نہیں مگر اسکا مشتق موجود ہے۔ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۝ (س۔ بروج ع ۱) وہی اول بار پیدا کرتا اور وہی قیامت میں دوبارہ بھی کریگا۔

متجاہلیہ متصوفہ مبطلہ کا ایک فرقہ ہے جو لباس فاسقانہ پہنتے ہیں اور فاسقوں والے کام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مراد ہماری اس سے دفع ریا ہے لیکن یہ مذہب عین ضلالت ہے۔ (ک)۔

مُتَعَالِی مخلوقات کی صفات سے منزہ ہے۔ تمام حکمرانوں اور وُلاۃ سے بلند قدر یا تمام نقائص و آفات سے عالیشان (الحقوق)۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ بعینہ یوں آیا ہے عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ (س۔ رعد ع ۲) وہی باطن اور ظاہر کا جاننے والا ہے (اور) سب سے بڑا عالیشان ہے۔ متعال اصل میں متعالی تھا۔ رعایت قافیہ کی وجہ سے ی حذف ہو گئی۔

مُتعہ (ل) فائدہ اٹھانا۔ (ص۔ ش) میں نکاح کی ایک قسم ہے جس میں عورت سے اسطرح کہا جاتا ہے کہ میں تجھ سے اسطرح پر اتنی مدت پر اتنے مال پر متعہ کرتا ہوں۔

باتفاق ائمہ اور علمائے امصار متعہ حرام ہے اور دلیل اسکی حرمت کی اللہ تعالیٰ کا قول ہے:۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ۝ تا هُمُ الْعَادُوْنَ ۝ (س۔ مومنون ع ۱) یعنی نجات پائی اُن مسلمانوں نے جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا اپنی لونڈیوں سے کہ ان میں ان پر کچھ الزام نہیں۔ لیکن جو اسکے علاوہ طلبگار ہوں تو وہی لوگ حدِ شرع سے باہر نکلے ہوئے ہیں)

کیونکہ جس عورت سے متعہ کیا ہو اسکو زوجہ نہیں کہتے ہیں۔ اور جو لوگ قائلین متعہ ہیں انکے نزدیک بھی ایسی عورت و مرد میں وراثت نہیں برخلاف زوجہ کے۔

حدیث سے بھی متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے چنانچہ مسلم نے ربیع بن سبرہ بن معبد جہنی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کا حکم دیا تھا۔ مگر اب اللہ نے اسے قیامت تک حرام کیا۔

اور ابن ماجہ نے باسناد صحیح حضرت عمر سے روایت کی ہے۔ انہوں نے خطبہ پڑھا اور کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے متعہ کا تین بار اذن دیا اور پھر حرام کیا۔ اب کوئی متعہ کریگا اور وہ محصن ہوگا تو میں اُسے رجم کرونگا۔ بخاری اور مسلم میں حضرت علی سے مروی ہے کہ انہوں نے ابن عباس کو سنا کہ وہ متعہ کے بارے میں نرمی کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا اے ابن عباس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے متعہ اور جنگلی گدھوں کے گوشت کھانے سے خیبر کے دن منع کیا تھا۔ (نور)

شیعوں کا اس مسئلے میں سنیوں سے اختلاف ہے، انکے نزدیک متعہ حلال ہے اور اسکے کرنیکا بڑا ثواب ہے، چنانچہ تحفۃ العوام میں لکھتے ہیں کہ جو شخص عمر میں ایک دفعہ متعہ کرے وہ اہل بہشت سے ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ اس مرد اور عورت کو عذاب نہ دیا جائیگا جو متعہ کرے مگر عورت عفیفہ ہو۔ اور مدت اور مہر معین کریں (تحفۃ العوام)

اہل تشیع کے نزدیک متعہ تین قسم پر ہے۔ اول سنت۔ جیسے مومنہ عفیفہ کے ساتھ متعہ کرنا۔ دوسرا حرام جیسے بت پرست عورت یا دشمن اہلبیت سے متعہ کرنا۔ تیسرا مکروہ۔ جیسے فاحشہ عورت اور کنواری لڑکی کا اسکے باپ کے اذن کے بغیر متعہ کرنا۔

Marfat.com

نکاح متعہ کی شروط چھ ہیں۔ اول ایجاب۔ دوم قبول۔ سوم ذکر مدت جس میں کمی بیشی کا احتمال نہ ہو۔ چہارم ذکر مہر۔ اگر مہر کا ذکر نہ کریں تو متعہ باطل ہے۔ پنجم عورت کا مسلما یا اہل کتاب ہونا۔ اور مجوسیہ میں اشکال ہے۔ ششم یہ کہ اگر کتابیہ سے متعہ کرے تو اسے شراب پینے اور سور وغیرہ کھانے سے منع کرے۔ متعہ میں طلاق کی حاجت نہیں بلکہ مدت ختم ہو جانا ہی علیحدگی سمجھی جاتی ہے (جامع عباسی)

متکبّر نوے نام سے ایک نام ہے اسکے معنے ہیں عظمت و بزرگی والا۔ تکبر اور استکبار کہتے ہیں گردن کشی کرنے اور بزرگی ظاہر کرنے کو اور ایک لفظ ہے۔ کبریا جسکے معنے ہیں بزرگی۔ یہاں متکبر سے مراد ہے کمال بزرگی والا۔

قرآن مجید میں یہ نام بعینہ موجود ہے چنانچہ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ط (پ، حشر ع) (اللہ) تمام جہان کا بادشاہ ہے۔ پاک ذات ہے تمام عیبوں سے بری ہے۔ امن دینے والا ہے۔ نگہبان ہے زبردست ہے۔ بڑا دباؤ والا ہے۔ بڑی عظمت رکھتا ہے

متن (ل) پشت۔ اونچی اور سخت جگہ۔ مجازاً کتاب کی عبارت کو کہتے ہیں جسکی شرح کر سکیں (غ) قرآن کو متن اور اسکی تفسیر کو شرح کہنا جائز نہیں۔

متولّی (ل) برسر کار ہونیوالا۔ دوستی رکھنے والا۔ (غ)۔ (ص۔ ش) میں اوقاف کے منتظم کو کہتے ہیں۔ دیکھو (مسجد)۔

متین نوے نناموں سے ایک نام ہے۔ اسکے معنے ہیں استوار۔ امام غزالی رحہ فرماتے ہیں کہ قوت دلالت کرتی ہے قدرت کاملہ بالغہ پر اور متانت شدت قوت پر۔ خدا تعالے قوی ہے اسلئے کہ قدرت کاملہ بالغہ رکھتا ہے۔ متین ہے اسلئے کہ شدید القوت ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ بعینہ مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝ (پ، ذاریت ع ۳) اللہ خود بڑا روزی دینے والا قوت والا زبردست ہے۔

مثانی مثنیٰ کی جمع ہے۔ جسکے معنے دو دو ہیں۔ یا یہ مثنّیٰ کی جمع ہے جسکے معنے ہیں تثنیہ کیا گیا۔

سورۃ فاتحہ کا نام ہے کیونکہ وہ دوبارہ دونوں رکعتوں میں پڑھی جاتی ہے۔ تمام قرآن کو بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں آیت رحمت اور آیت عذاب مقترن ہیں (غ)۔

مثلث انگوروں کا نچوڑ جسکے دو ثلث ابالنے سے جل گئے ہوں اور باقی ایک ثلث رہگیا ہو۔ امام صاحب اور امام ابو یوسف کے نزدیک حلال اور امام احمد اور امام شافعی رح کے نزدیک حرام ہے۔

مُثلہ اصل میں یہ مصدر ہے۔ اور اسکے معنے ہیں ناک اور کان کاٹ دینے کے لیکن یہ مصدر اسم مفعول کے معنے میں مستعمل ہوتا ہے جیسے خلق بمعنے مخلوق (غ)
مُثلہ کرنے کی شرع میں ممانعت ہے جیسا کہ مشکوٰۃ سے مستفاد ہوتا ہے۔

مجادلہ (ل) باہم جنگ کرنا۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔ جسکی پہلی آیت میں تجادل کا لفظ آیا ہے۔ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ (پ، مجادلہ ع) یعنے اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں تجھسے جھگڑتی اور خدا سے فریاد کرتی تھی۔ اور اللہ تم دونوں کی گفتگو کو سن رہا تھا بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس سورۃ کے شان نزول میں بہت مفسرین نے یوں

Marfat.com

نقل کیا ہے۔ کہ خولہ بنت ثعلبہ اوس بن صامت صحابی کی بیوی کو اسکے خاوند نے ناراض ہو کر یہ کلمہ کہدیا تھا اَنْتَ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ کہ تو مجھپر میری ماں کی طرح حرام ہے۔ یہ کلمہ جاہلیت میں سخت طلاق کا تھا۔ کہ جسکے بعد ملاپ نہیں ہوتا تھا۔ اسکو بڑا رنج ہوا۔ خاوند سے محبت تھی۔ اور چند بچے بھی تھے۔ اسلیئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں اسوقت حضرت کا سر دھلا رہی تھی۔ اس عورت نے آکر سب قصہ بیان کیا اور اپنی دردناک حالت بھی بیان کی اور عرض کیا کہ اب میں اوس سے پھر بھی مل سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا مجھے تو طلاق ہو گئی معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ بار بار دردناک الفاظ میں اپنی مصیبت و تنہائی بیان کر کے پھر جائز ہونے کی سبیل پوچھتی تھی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسکے جواب میں وہی بات فرماتے تھے۔ آخر وہ مایوسانہ حالت میں آسمان کی طرف منہ اٹھا کر یہ کہنے لگی کہ الٰہی میں اپنی مصیبت کا اظہار تجھ سے کرتی ہوں۔ میری مشکل کشائی کے لئے اپنے نبی پر کوئی حکم نازل فرما۔ اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے آثار نمودار ہوئے اور وہ یہی کہے جاتی تھی کہ یا نبی اللہ آپ کے قربان جاؤں میرے معاملے میں تدبیر و فکر کیجئے۔ حضرت عائشہ رضہ نے آثار وحی دیکھ کر اس عورت سے کہا کہ چپ رہو اور اپنی تکرار کو بند کر۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کو نہیں دیکھتی۔ جب وحی ہو چکی تو آپنے اس عورت کو بلا کر یہ آیات سنائیں اور کفارے کا حکم دے کر اس کو خاوند کے لئے مباح کر دیا۔ اس کے خاوند نے کفارہ ادا کیا (لف)۔

مجاہد کوشش کرنے والا۔ کافروں سے لڑنیوالا۔ (غ) وہ شخص جو اسلام کی حمایت میں کافروں سے جنگ کرے

مجاہدہ (ل) کوشش (ص۔ و) میں نفس کو اسکی خواہشوں سے روکنے اور بدن اور دل کو عبادت میں مشغول کرنے اور خدا تعالے کیطرف متوجہ ہونے کو کہتے ہیں۔

ابو عثمان مغربی کہتے ہیں کہ جسے یہ گمان ہو کہ مجاہدہ کے بغیر اسے باطن کے اسرار سے آگاہی حاصل ہو جائیگی وہ غلطی پر ہے (کن)۔

مَجْبُوْب جیم کے ساتھ۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جسکا آلۂ تناسل کٹا ہوا ہو۔ اگر ایسا شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور عورت اسکے اس عیب سے مطلع ہونے پر قاضی کے پاس تفریق کا دعوے کر دے تو فی الفور تفریق کرا دی جائے گی کسی قسم کی مہلت نہ دیجائے گی۔ کیونکہ اسکی حالت کی اصلاح محال ہے (کذا فی کتب الفقہ)۔

مجتہد مجتہد وہ شخص ہے جسکا علم وسیع اور ذہن ثاقب اور فکر سلیم اور رائے صائب ہو اور وہ قرآن شریف و حدیث و آثار صحابہ سے بدرجہ کمال واقفیت رکھتا ہو۔ اور زبان عرب کے محاورات اور اسکی لغات اور اشارات و کنایات پر حاوی ہو۔ اور قرآن شریف کی جملہ آیات کا شان نزول اور جملہ حدیثوں کا شان ورود۔ اور ترتیب نزول قرآن اور تاریخ ورود حدیث۔ راویوں کے طبقات کا اسکو تحقیقی علم ہو۔ اور باوجود ان سب امور کے نہایت متقی اور پرہیزگار دنیا سے بے رغبت اور خدا ترس ہو اسکے علاوہ خداوند تعالے نے اسکو قدرتی طور پر شارع کے مقصود کے سمجھنے کا اعلیٰ درجے کا سلیقہ عطا فرمایا ہو۔ جس شخص میں یہ تمام صفات موجود ہوں گی وہ مجتہد کہلائے گا۔ مجتہد لوگ امت محمدیہ میں بہت ہوئے ہیں۔ لیکن جن کے اتباع پر علماء کرام کا اتفاق ہے وہ چار مجتہد ہیں۔

Marfat.com

اوّل۔ نعمان بن ثابت جنکی کنیت ابو حنیفہ ہے۔
دوم۔ مالک بن انس۔
سوم۔ محمد بن ادریس جنکو شافعی کہتے ہیں۔
چہارم۔ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم وعنا اجمعین۔

علماء نے انپر اسلئے اتفاق فرمایا کہ انہوں نے اس کثرت سے مسائل قرآن وحدیث و آثار صحابہ سے استنباط کئے ہیں کہ شاید کوئی جزئی ایسی ہو جسکا حکم انہوں نے قلمبند نہ فرمایا ہو۔ اور ان چاروں مجتہدوں کے مذاہب تواتر کو پہونچگئے۔ اور ہم تک تواتر ہی کی راہ سے پہونچے۔ اسلئے ہمارے اوپر انکا اتباع واجب ہے۔ کیونکہ انکا اتباع عین قرآن وحدیث اور آثار صحابہ کا اتباع ہے۔ انہوں نے اپنی ذاتی رائے سے کچھ نہیں فرمایا۔ بلکہ جو کچھ فرمایا ہے وہ وہی ہے جسکو انہوں نے قرآن وحدیث و آثار صحابہ سے بطریق اشارۃ النص۔ دلالۃ النص و اقتضاء النص کے پایا ہے۔

مگر یہ امر ضرور ہے کہ ہر ایک آدمی ایک مجتہد کے مذہب کا مقلد رہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلدِّیْنُ الْقَیْدُ یعنی دین کی پابندی بھی ایک طرح کی قید ہے۔ اگر چاروں مذہبوں میں سے جس مسئلہ کو دل چاہے لے تو پھر قید اٹھ جاتی ہے اور آدمی مذہبًا آزاد ہو جاتا ہے اسلئے یہ شرعًا منع ہے۔ اسکو تلفیق کہتے ہیں۔ ہاں اگر نان و نفقہ کی ضرورت داعی ہو یا معصیت الٰہی کا اندیشہ ہو۔ تو البتہ بضرورت دوسرے مذہب کے کسی خاص مسئلہ پر عمل کر لینا جائز ہے۔ (ترجمہ الجوہرۃ الکلامیہ)

مجذوب اولیاء اللہ کی اقسام میں سے ولیوں کی ایک قسم ہے جن کو دنیا کی سدھ بدھ نہیں ہوتی اور بظاہر ان کی حالت دیوانوں کی سی ہوتی ہے۔ کشاف اصطلاحات میں ابو الثنا کم کی اصطلاحات صوفیہ سے اسکی یہ تعریف منقول ہے کہ مجذوب وہ شخص ہوتا ہے جسکو اللہ تعالٰے خاص اپنے لئے پسند کرتا ہے اور اپنے حضرت انس کے لئے برگزیدہ کر لیتا ہے اور اسکو آب قدس کے ساتھ پاک کر لیتا ہے۔ پس اسکو وہ عطایا و انعامات حاصل ہو جاتے ہیں جن سے وہ تمام مقامات و مراتب بلا تکلیف طے کر لیتا ہے۔ انتہی۔

چھڑا تنہا جس نے شادی نہ کی ہو۔ نصاریٰ میں شادی نہ کرنا اور دنیا سے علیحدہ ہو کر کسی غار یا گرجا میں بیٹھکر ساری عمر خدا کی عبادت میں گذار دینی اعلیٰ درجہ کی پرہیزگاری خیال کی جاتی تھی۔ بہت سے پادری گرجاؤں میں دنیا و مافیہا سے یکسو ہو کر خدا کی عبادت کیا کرتے تھے جو راہب کہلاتے تھے۔ مگر اسلام نے جیسے اور بہت سی ناجائز باتوں کا قلع و قمع کر دیا ہے ویسے ہی رہبانیت کا بھی صفایا کر دیا ہے۔

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ تین شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے آپ کی ازواج مطہرات کے پاس آئے۔ جب انکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی کیفیت بتلائی گئی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے آپ کی عبادت کو قلیل سمجھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہماری کیا نسبت ہے۔ خدا نے انکے تو اگلے اور پچھلے گناہ بخشدئے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تمام رات نماز پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے رکھا کرونگا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہ کرونگا۔ کہ اتنے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا تمنے ایسا ایسا کہا ہے۔ دیکھو بخدا میں بہ نسبت تمہارے خدا سے زیادہ ڈرنیوالا ہوں۔ اور تم سے زیادہ متقی ہوں۔

مگر میں روزے بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں (مش)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے نوجوانو! تم میں سے جسکو طاقت ہو اُسے نکاح کرنا چاہئیے۔ کیونکہ اس سے اجنبی عورت پر بری نظر نہیں پڑتی اور آدمی حرام کاری سے بچا رہتا ہے۔ اور جسکو استطاعت نہ ہو اُسے روزے رکھنا چاہئیے۔ کیونکہ روزہ رکھنا اُسکے لئے خصی کرنا ہے۔

سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون کو نکاح نہ کرنے سے منع کیا ہے۔ اگر آپ انہیں اجازت دیدیتے تو ہم خصی ہو جاتے۔ (صح)

علماء حنفیہ کے نزدیک غلبہ شہوت کے وقت نکاح کرنا واجب ہے۔ اور اگر آدمی کو یقین ہو کہ اگر نکاح نہ کریگا تو زنا میں گرفتار ہو جائیگا تو نکاح کرنا فرض ہے۔ مگر یہ سب کچھ اسوقت ہے جب اسکے پاس اتنا مال ہو کہ عورت کا مہر اور اسکا نفقہ دے سکیگا ورنہ نکاح نہ کرنا گناہ نہیں۔ اگر وہ جماع بھی کر سکتا ہے عورت کا مہر اور نفقہ بھی ادا کر سکتا ہے مگر اسمیں شہوت کا غلبہ نہیں یعنے اعتدالی حالت ہو تو نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے (منظ)

حدیث میں ہے کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

مجسمہ ایک فرقہ کا نام ہے۔ اس فرقہ کے لوگ اللہ تبارک وتعالے کی صفات ثابت کرنے میں حد سے تجاوز کر گئے ہیں۔ خدا کے وجود کے اسلئے قائل ہیں کہ اسے جسم قرار دیتے ہیں (مد)۔ تفصیل کے لئے دیکھو (مشبہ)

مجلس میں بیٹھنے اور وہاں سے کھڑے ہونے کی دعاء

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی ایسی مجلس میں بیٹھے جہاں کثرت سے قبیح و ناشائستہ باتیں ہوں تو کھڑے ہونے سے پہلے ذیل کے کلمات پڑھ لے اس سے وہ تمام گناہ بخشدیئے جائیں گے جو اس مجلس میں ہوئے تھے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ۔ یعنی اے خدا تو پاک ہے اور ہم تیری تعریف کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔

مجنون بیوقوف۔ دیوانہ۔ ناداں۔ اگر پانچ نمازوں کے وقتوں یا ان سے کم عرصہ تک دیوانہ رہا ہو تو اسے فوت شدہ نمازوں کی قضا واجب ہے اور اگر اس سے زیادہ عرصہ تک دیوانہ رہا ہو تو نہیں۔ مجنون پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ اگر کوئی شخص روزہ رکھے ہوئے دیوانہ ہو جائے تو اُن کے روزہ کی قضا نہ دے ہاں اگر دوسرے دن بھی دیوانگی حالت رہے تو باقی دنوں کے روزوں کی قضا دینی پڑے گی۔ مجنون پر حج فرض نہیں ہے مجنون کا نہ تصرف درست ہے نہ اقرار نہ نکاح نہ طلاق۔ اگر مجنون کسی غیر کی چیز کو تباہ کردے تو وہ ضامن ہوگا۔ (قدوری)

قرآن مجید کی آیت ذیل میں یہ لفظ آیا ہے وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ

Marfat.com

وَيَقُولُونَ اِنَّهٗ لَمَجْنُونٌ ٥ (س-ن ع ۲) (اے پیغمبر) کافر جب قرآن سنتے ہیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (تم کو) گھور گھور کر (خدا کے رستے سے) پھسلا دینگے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ (شخص، تو (ایک) دیوانہ ہے۔

مجوس برہان قاطع میں لکھتے ہیں کہ مجوس قوم آتش پرست کو کہتے ہیں جو زرتشت کے پیرو ہیں۔ صاحب منتخبات لکھتے ہیں کہ مجوس چاند سورج اور آگ کے پوجنے والوں کو کہتے ہیں اور گبر بھی کہتے ہیں۔

انجمن آرا ناصری میں مذکور ہے کہ یہ اپنے آپ کو یزدانی کہتے ہیں۔ اور بستان المذاہب میں مذکور ہے کہ مجوس کے نزدیک جہان کے دو صانع ہیں۔ ایک یزدان دوسرا اہرمن۔ اہرمن کی پیدائش کا سبب یہ ہے کہ یزدان نے ایک بار خیال کیا کہ مبادا میری کوئی ضد پیدا ہو جائے کہ وہ میرا دشمن ہو۔ اس فکر کرنے سے اہرمن وجود میں آگیا۔

اور بعضے کہتے ہیں کہ یزدان کو ایک بار وحشت اٹھی (اور اس) نے بڑی فکر کی جس سے اہرمن پیدا ہو گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اہرمن جہان سے باہر تھا۔ اس نے سوراخ میں سے یزدان کو جاہ و مرتبہ کے ساتھ دیکھ کر اسے رشک آیا۔ اور شر فساد کرنے لگا یزدان نے اسکے دفعیہ کے لیئے ملائکہ کو پیدا کیا اور انکے ذریعے سے اہرمن سے جنگ کی مگر اہرمن مغلوب نہ ہو سکا تو اس شرط پر صلح ہو گئی کہ اہرمن کچھ عرصہ تک جہان میں رہکر چلا جائے پس جب وہ چلا جاتا ہے تو عالم بالکل خیر و نیکی پر ہو جاتا ہے۔

اور جاماسپ حکیم نے کہا ہے کہ یہ بات رمز و اشارہ ہے اسکی تفصیل اسطرح ہے کہ جہان سے مراد بدن ہے اور یزدان سے روح اور اہرمن سے مقصود ہے طبیعت عنصری اور نفس کا میل کرنا امور مادی کی جانب۔ اور اہرمن کے شر و فساد کرنے سے مراد یہ ہے کہ قوی کو روح پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ اور ملائکہ پیدا کرنے سے مراد قوی کو ریاضت کے ساتھ مسخر کر کے صفات حمیدہ کا پیدا کرنا ہے۔ کیونکہ قوائے مسخرہ دل کا لشکر ہے۔

اور صلح سے یہ مطلب ہے کہ اکرم سے صفات ذمیمہ زائل نہیں ہو سکتیں یعنی افراط و تفریط چھوڑ دینا اور اعتدال اختیار کرنا چاہیئے۔ اور اہرمن کی مدت معین تک جہان میں رہنے سے مراد قوائے بدنی کا جسم پر تسلط کرنا ہے۔ خاصکر صغر سنی میں اور بلوغ سے پہلے۔ بلکہ بعضے ابدان میں تو ہمیشہ مسلط رہتے ہیں اور اہرمن کے جہان سے چلے جانے سے مراد مرنا ہے خواہ موت اختیاری کے ساتھ کہ وہ سلوک ہے یا موت اضطراری کے ساتھ کہ وہ موت طبعی ہے۔

اور صاحب انجمن آرائے ناصری نے لکھا ہے کہ اہرمن شیطان کو کہتے ہیں جو بدیوں کی طرف رہنما ہے بخلاف یزدان کے کہ وہ نیکیوں کی طرف رہنما ہے۔ جیسا کہ لغت عرب میں رحمان اور شیطان آیا ہے۔ اور یزدان کو پارسی لوگ اسم ذات جانتے ہیں۔ جیسے کہ اہل عرب اللہ کو اسم ذات کہتے ہیں

مجوس کے بہتر فرقے ہیں۔ فی الحال انکا گروہ پارسی کے نام سے مشہور ہے۔ انکا نام لفظ پارس سے جسے عربی میں فارس کہتے ہیں نکلا ہے۔ اور یہ انکے وطن کے ایک خاص صوبہ کا نام ہے۔ بعد میں یہ نام تمام ملک کا مشہور ہو گیا۔ اسی وجہ سے یونانی میں اسکو پرسس اور انگریزی میں پرشیا کہتے ہیں خود فارس والے اپنے ملک کو ایران کہتے ہیں اور اپنے تئیں ایرانی بتلاتے ہیں۔ ان الفاظ کی اصلیت وہی ہے جو سنسکرت کے لفظ آریہ کی اصل ہے حاصل یہ کہ ایرانی اور پارسی اسیطرح آریہ قوم سے ہیں جیسے کہ برہمن۔ علاوہ ازیں پارسی لوگ اس مذہب کے پیرو ہیں جو اصل میں مذہب آریہ کی

Marfat.com

ایک شاخ ہے۔ یہ خالق کے علاوہ آگ وغیرہ کی بھی پرستش کرتے ہیں۔ انکی متبرک آگ جو انھوں نے ۱۶ئہ میں بیجان کے آتشکدہ میں کہ گجرات میں واقع ہے اور ڈاماں سے پچیس میل جنوب کی جانب ہے۔ روشن کی تھی اور اروکے آتشکدہ میں جیسورت سے بتیس میل جنوب میں ہے موجود ہے (مد)

مُجیب (ل) دعا قبول کرنے والا۔ خدا تعالےٰ کا نام ہے۔ اجابت کہتے ہیں جواب دینے اور اجابت دعا کرنے کو یعنی جو شخص خدا کو بلاتا ہے وہ اُسے جواب دیتا اور دعا کو قبول کرتا ہے۔ سوال کو رد نہیں کرتا۔ سورۃ ہود کے رکوع ۶ میں آیا ہے اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ۔ یعنی بے شک میرا پروردگار قریب ہے اور دعا قبول کرنے والا ہے۔

دوسری جگہ ہے اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ یعنی مجھ سے دعا مانگو میں قبول کرونگا۔

مجید خدا کے نو دنہ اسمار میں سے ہے اسکے معنے ہیں بزرگ۔ شریف۔ یہ ماجد کے مبالغہ ہے اور ماجد مجد سے لیا گیا ہے جسکے معنے ہیں بزرگی۔ مجید کے معنے بزرگ (کذا فی الصراح)

بعضے کہتے ہیں مجید وہ ہے جسکی ذات شریف افعال جمیل عطا جزیل ہو۔ اور جب یہ ہے تو مجید جامع ہے اسم جلیل اور وہاب اور کریم کو۔ یہ اسم بعینہ قرآن مجید میں مذکور ہے رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ (س ہود ع ۷) اے اہلبیت تم پر خدا کی رحمت اور اسکی برکتیں (نازل ہوں) بے شک خدا سزاوار حمد و ثنا اور اپنے بندوں پر بڑا کرم کرنیوالا ہے

مُجیل وہ شخص جسے اہل عرب زمانہ جاہلیت میں جوا کھیلنے کے وقت تیروں کی تھیلی دیدیتے تھے۔ اور وہ اپنا ہاتھ تھیلی میں ڈالتا اور تیر نکالکر کسی ایک کے ہاتھ میں دیدیتا اور جو کچھ اس تیر پر لکھا ہوتا اسکے موافق اسکو حصہ ملجاتا۔ دیکھو (ازلام)

مچھلی دریائی جانوروں میں سے صرف مچھلی حلال ہے باقی سب دریائی جانور حرام ہیں۔ مچھلی ہر قسم کی حلال ہے۔ اور اسکو ذبح کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ بشرطیکہ وہ پانی سے باہر نکالنے کے بعد مری ہو اگر پکڑنے سے پہلے ہی پانی میں مرکر تیرنے لگیں تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک انکا کھانا حلال نہیں۔ بعض ائمہ کے نزدیک وہ بھی حلال ہیں (کذا فی کتب الفقہ)

جو مچھلیاں ابھی پانی ہی میں ہیں انکی خرید و فروخت جائز نہیں تاوقتیکہ شکار نہ کیجائیں۔ (فد)

حج کے احرام میں شکار کرنا حرام ہے مگر مچھلی کا شکار جائز ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں حکم ہے اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ (س مائدہ ع ۱۳) دریا کا شکار اور اسکا کھانا تمہارے اور (دوسرے) مسافروں کے فائدے کے لئے تم کو حلال ہے (گو تم احرام باندھے ہو) اور جنگل کا شکار جب تک تم احرام کے ساتھ ہو تم پر حرام ہے۔

محادثہ (ل) باہمی بات چیت کرنا (ص۔ د) میں خدا کا اپنے بندے کو عالم فلک سے خطاب کرنیکا نام ہے جیسے حضرت موسےٰ علیہ السلام کو درخت سے اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ (میں اللہ ہوں) کی آواز آئی تھی ؎

بلسان شجر سخن فرمود   خود بآں صبح سوسی خشنود

(ک۔ تع)۔

محاسبی ابو عبداللہ حارث بن اسد محاسبی کو کہتے ہیں جو اپنے زمانہ کے بینظیر عالم ہونے کے علاوہ صاحب حال بھی تھے۔ ابو عبداللہ بن خفیف کہتے ہیں کہ ان پانچ مشائخ کی پیروی کرو۔ اور دوسروں کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ حارث بن اسد محاسبی

جنید بن محمد۔ ابو محمد رویم۔ ابو العباس بن عطاء۔ عمر بن عثمان مکی۔

روایت ہے کہ آپ کو ستر ہزار درہم اپنے باپ کے ترکہ سے ملے تھے۔ مگر آپ نے محض اس وجہ سے کہ آپکا باپ قدر کا قائل تھا اس رقم کے لینے سے انکار کر دیا حالانکہ اس وقت انکو نقدی کی اشد ضرورت تھی (دکن)

محبت قرآن مجید میں محبت کے لئے وُدّ۔ حُبّ اور محبّۃ کے الفاظ آئے ہیں۔ مقامات ذیل میں اسکا ذکر آیا ہے۔ سورہ مریم آیت ۹۶۔ سورہ مائدہ آیت ۵۹ سورہ حجرات آیت ۷، سورہ یوسف آیت ۳۰۔ سورہ طٰہٰ آیت ۳۹۔ سورہ نساء آیت ۵، سورہ مائدہ آیت ۵۵ سورہ عنکبوت آیت ۲۴۔ سورہ روم آیت ۲۰۔ سورہ حٰم سجدہ آیت ۳۴ سورہ ممتحنہ آیت ۱ و ۷۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رض سے فرمایا۔ اے اباذر ایمان کی کونسی کڑی مضبوط ہے۔ عرض کیا کہ اللہ اور اسکا رسول سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا اللہ کیلئے دوستی رکھنا اور اللہ کے لئے محبت کرنا اور اللہ کے لئے بغض رکھنا (رواہ البیہقی)

مقدام ابن معدیکرب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب آدمی اپنے (مسلمان) بھائی سے محبت رکھے تو اسکو بتا دینا چاہئے کہ میں تم سے محبت رکھتا ہوں (رواہ ابو داؤد)

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ مصاحب بناؤ تو مومن ہی کو بناؤ۔ تمہارا کھانا کوئی کھائے تو پرہیزگار ہی کھائے۔ (رواہ الترمذی)

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی اپنے دوست کے مذہب پر چلتا ہے۔ پس تم میں سے کسی کو دیکھنا چاہئے کہ کس کے ساتھ دوستی رکھتا ہے۔ (مش)

واضح ہو کہ علماء نے محبت کا معنے بیان کرنے میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ محبت ارادہ کی مترادف ہے جسکے معنے مائل ہونے کے ہیں پس اللہ تعالےٰ کا بندوں سے محبت رکھنا انکے ساتھ بخشش کا ارادہ کرنا ہے۔ اور بندوں کا اللہ تعالےٰ سے محبت کرنا اسکی طاعت کا ارادہ کرنا ہے۔

بعض کہتے ہیں ہماری محبت اللہ کے ساتھ ایک کیفیت روحانیہ ہے جو اس کمال مطلق کے تصور پر مترتب ہوتی ہے جو اسکو حاصل ہے اور وہ کیفیت حضرت قدس کیطرف توجہ تام ہونے کی مقتضی ہو۔ اور غیر اللہ کے لئے ہماری محبت وہ کیفیت ہے جو اسکی لذت یا منفعت یا مشاکلت کے کمال کے تخیل مستمر پر مترتب جیسے کہ عاشق کو معشوق کے ساتھ اور منعم علیہ کو منعم کے ساتھ اور والد کو اپنے ولد کے ساتھ اور دوست کو دوست کے ساتھ محبت ہوتی ہے (ہکذا فی شرح المقاصد) اور مجمع السلوک میں لکھا ہے کہ محبت کی ابتداء موافقت ہے۔ پھر میل۔ پھر موانست۔ پھر مروت۔ پھر ہوٰی۔ پھر خلت۔ پھر محبت۔ پھر شغف۔ پھر تیم۔ پھر ولہ۔ اسکے بعد عشق۔

موافقت یہ ہے کہ خدا کے دشمنوں مثلاً دنیا اور شیطان اور نفس کو اپنا دشمن سمجھے اور خدا کے دوستوں سے دوستی رکھے انکی صحبت اختیار کرے تاکہ انکے دلوں میں گھر کرے۔ موانست یہ ہے کہ سب سے بھاگے اور ہر وقت خدا کی تلاش میں رہے۔ مروت یہ ہے کہ دل کی خلوت میں اور عجز وزاری اور اشتیاق وبیقراری میں مشغول ہو ہوٰی یہ ہے کہ دل کو ہمیشہ مجاہدہ میں رکھے۔ اور پانی پانی بنائے۔ خلت یہ ہے کہ تمام اعضاء کو دوست سے پُر اور غیر سے خالی کرے۔ محبت یہ ہے کہ اوصاف ذمیمہ سے پاک اور اوصاف حمیدہ سے موصوف

Marfat.com

شغف یہ ہے کہ حرارت شوق کی شدت سے دل کا حجاب پارہ پارہ کر دے اور آنسوؤں کو مخفی رکھے تاکہ محبت کا بھید کسی پر ظاہر نہ ہو۔ محبت اللہ کا بھید ہے۔ اور اللہ کے بھید کو ظاہر کرنا کفر ہے مگر بغلبہ حال۔ تیم یہ ہے کہ اپنے آپ کو بندۂ محبت بنائے اور تجرید ظاہری اور تفرید باطنی سے موصوف ہو جائے۔ ولہ یہ ہے کہ دل کے آئینہ کو جمال دوست کے برابر رکھے اور اسکے جمال کے نشے میں مست رہے اور بیماروں کی طرح رہے۔ عشق یہ ہے کہ اپنے آپ کو گم کرے اور بیقرار ہو۔ (ک)

تمام امت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت فرض ہے اور محبت کی تفسیر طاعت سے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ طاعت محبت کا ثمرہ اور نتیجہ ہے پس ضروری ہے کہ محبت طاعت سے مقدم ہو۔ پھر محبت والا اطاعت کرتا ہے خدا نے فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ اس محبت سے وجود اور اسکے تفاوت کا ثبوت ملتا ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث میں اللہ کی محبت کو شرط ایمان قرار دیا ہے۔

ابو رزین نے سوال کیا یا رسول اللہ ایمان کیا ہے۔ فرمایا ایمان یہ ہے کہ اللہ اور اسکا رسول تجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہوں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ بندہ (کامل) مومن نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ میں اسکے نزدیک اسکے اہل اور اسکے مال اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا ہوں۔

روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ مجھ کو آپ سے محبت ہے۔ آپ نے فرمایا تو پھر محتاجی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ پھر اس نے کہا میں اللہ سے محبت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا تو پھر بلاء کے لئے تیار رہو۔

محبت کا مستحق خاص اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ کے سوا کسی اور چیز سے محبت کرنا جہل اور معرفت الٰہی حاصل نہ ہونے کے سبب سے ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی اچھی ہے۔ کیونکہ وہ عین اللہ کی محبت ہے۔ اسی طرح علماء اور اتقیاء کی محبت محمود ہے کیونکہ محبوب کا محبوب اور محبوب کا قاصد اور محبوب کا محب عزیز ہوتا ہے۔ اور یہ سب محبتیں حب الاصل کی طرف راجع ہوتی ہیں۔ پس اہل بصائر کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی محبوب حقیقی نہیں ہے۔

واضح ہو کہ آخرت میں سب سے اچھی حالت اسکی ہوگی جسکے دل میں سب سے زیادہ اللہ کی محبت ہوگی کیونکہ آخرت کا معنے ہے اللہ کے حضور میں جانا اور اسکی ملاقات کا شرف حاصل کرنا پھر محب کے واسطے اس سے بڑھکر اور کونسی نعمت ہوگی کہ وہ طول شوق کے بعد اپنے محبوب کے پاس جا رہا ہے اور ابد الآباد تک کے لئے اسکے دیدار سے مشرف ہونے والا ہے۔ مگر یہ نعمت بمقدار اسکی محبت کے ہوگی۔ پس جتنی محبت ہوگی اتنی ہی زیادہ لذت ہوگی (حیا)۔

مُحتَکِر | وہ شخص جو اس نیت سے غلہ جمع کرے کہ گراں ہونے پر فروخت کریگا۔ شرع میں یہ فعل ناجائز شمار کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو (احتکار)

مُحتَسِب | شمار کرنے والا۔ وہ شخص جو ان باتوں سے منع کرے جو شرع میں ممنوع ہیں۔ کوتوال کو بھی کہتے ہیں۔ (غ)

مِحجَن | وہ لکڑی جسکا سر کبڑا ہو (پنجابی کھنڈی) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنے پاس رکھا کرتے تھے۔ اب بھی اکثر اہل اسلام اپنے پاس رکھتے ہیں۔

مَحجور | (ل) روکا گیا (ص۔ ش) میں اس شخص کو کہتے ہیں

Marfat.com

جس میں حجر کے اسباب ثلاثہ سے ایک سبب پایا جائے اور حجر کے اسباب ثلاثہ یہ ہیں۔ نابالغ ہونا۔ غلام ہونا۔ اور صاحب جنون ہونا۔ چنانچہ نابالغ اپنے ولی کی اجازت بغیر تصرف نہیں کر سکتا۔ ایسے ہی غلام اپنے آقا کے اذن بغیر تصرف نہیں کر سکتا۔ اسیطرح مجنون مغلوب الحال کا تصرف بھی جائز نہیں (ہد)

مُحَدَّث دال کی شد اور زبر سے (ص۔م) میں اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی صفائی باطن کے باعث جس بات کا جس طرح گمان کرے واقع میں بھی اسی طرح ہو گویا عالم ملکوت سے اس کے دل میں وہ بات ڈالی گئی ہے (شرح مصابیح للقاضی)

سید شریف نے مشکوۃ کے حاشیہ میں کہا ہے کہ محدث وہ شخص ہے جسکا گمان اس طرح سچا نکلے گویا عالم بالا سے اسے الہام کیا گیا ہے۔ مجمع البحار میں اسکی تعریف یوں لکھی ہے کہ محدث وہ ہے جس کے دل میں خدا کی طرف سے کوئی بات ڈالی جائے تو وہ اپنی ایمانی فراست کے باعث اسکی خبر دے۔ بعض نے کہا ہے۔ محدث وہ ہے جس سے فرشتے باتیں کریں۔

مُحَدِّث دال کی شد اور کسرہ سے (ص۔م) میں اس شخص کو کہتے ہیں جس نے حدیثیں لکھی اور پڑھی ہوں۔ سنکر انہیں یاد رکھا ہو شہر بشہر پھر کر قواعد کو حاصل کر کے مسانید۔ علل اور تاریخ کی تقریبًا ہزار وں کتابوں کے ذریعہ بہت سے فروعات مستنبط کئے ہوں۔ بعض نے کہا محدث وہ ہے جو حدیثوں کا راوی ہونے کے علاوہ درایت کے لحاظ سے انکا خاص اہتمام کرے۔ (شرح نخبۃ الفکر)

مِحراب (ل) گھر۔ صدر مجلس۔ مسجد کے درمیان وہ طاق جو قبلہ کی جانب ہو۔ چونکہ طاق مذکور حرب شیطان کا آلہ ہوتا ہے اسلئے اسکا نام محراب رکھا گیا۔ (غ)۔

آجکل کے مروجہ محراب کی ساخت کا بانی خلیفہ ولید تھا جس نے ۸۰ھ میں اسے ایجاد کیا۔ قرآن مجید میں چار بار یہ لفظ آیا ہے سورہ ۳ و ۱۹ و ۳۸ میں یہ لفظ بعینہٖ آیا ہے اور سورہ ۳۴ میں اسکی جمع یعنے محاریب آئی ہے۔

مُحرِم احرام باندھنے والا۔ (تفصیل کے لئے دیکھو لفظ حج)۔

مُحرَّمات وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ نے چودہ عورتوں سے نکاح حرام قرار دیا ہے۔ سات انمیں سے نسب کی جہت سے ہیں۔ یعنی ماں۔ بیٹی۔ بہن پھوپھی خالہ۔ بھتیجی۔ بھانجی۔

اور سات بغیر نسب کے ہیں۔ دودھ کی ماں۔ دودھ شریک بہن۔ ساس۔ بیوی کی بیٹی بشرطیکہ اس سے صحبت کی ہو۔ بیٹے کی بیوی۔ بیوی کے ہوتے اسکی بہن یعنے سالی سے نکاح کرنا۔ باپ کی بیوی۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۔ تا عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ (س۔ نساء ع ۴)

اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو۔ تم ان سے نکاح نہ کرنا مگر جو ہو چکا۔ یہ بڑی بیحیائی اور غضب کی بات تھی اور بہت ہی برا دستور تھا۔ مسلمانو! تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری رضاعی مائیں جنہوں نے تمکو دودھ پلایا اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری ساسیں یہ سب تمپر حرام ہیں۔ اور جن بیبیوں کے ساتھ تم صحبت کر چکے ہو۔ ان کی لڑکیاں جو غالبًا تمہاری گودوں میں پرورش پاتی ہیں۔ تمپر حرام ہیں۔ لیکن اگر ان بیبیوں سے تم نے صحبت نہ کی ہو۔ تو ان لڑکیوں سے نکاح کر لینے میں تمپر کچھ گناہ

Marfat.com

نہیں ہے۔ اور تمہاری بہوئیں یعنی تمہارے اپنے صلبی بیٹوں کی بیبیاں بھی تم پر حرام ہیں۔ اور دو بہنوں کا ایک ساتھ نکاح میں رکھنا بھی تم پر حرام ہے مگر جو ہو چکا بے شک اللہ معاف کرنیوالا مہربان ہے۔ اور وہ عورتیں بھی حرام ہیں جو دوسروں کی قید نکاح میں ہوں۔ مگر وہ جو کافروں کی لڑائی میں قید ہو کر تمہارے قبضے میں آئی ہوں۔ یہ خدا کا تحریری حکم ہے جو تم پر لازم کیا جاتا ہے۔ اور (مذکورہ بالا عورتوں کے سوا) سب عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ الخ

یہ عورتیں جو شریعت نے حرام کی ہیں وہ ہیں کہ جنکی حرمت سلیم الطبع قوموں میں فطرتی ہے۔ مثلاً ماں کہ جسکا دودھ پی کر انسان اکثر پرورش پاتا ہے ایک ایسی عورت ہے کہ اگر کوئی شریعت یا پیغمبر بھی دنیا میں آکر منع نہ کرتا تو انسان کی طبیعت سلیمہ اسکی طرف جماع تو کیا خیال بد کی اجازت نہ دیتی۔ بلکہ بوقت ہیجان طبع ایسی عورتوں کا خیال اس شعلہ شہوت کے لئے سرد پانی کا حکم رکھتا ہے۔ اسی طرح بہن بیٹی بھتیجی بھانجی خالہ پھوپھی ہے۔ رہیں اور سات عورتیں ان میں سے دودھ کی ماں اور بہن ہیں تو وہی بات ہے جو حقیقی میں ہے۔ رہی ساس سالی بہو۔ بیوی کی بیٹی۔ باپ کی منکوحہ سو اگر ان کے پاس یہ لوگ نہ آویں جاویں تو خانہ داری میں فرق آتا ہے۔ اور بیوی بمنزلہ قیدی کے ہو جاتی ہے۔ اور اس صورت میں اگر نکاح جائز ہوتا تو طمع پکانیکا موقع ملتا۔ اور پھر باپ بیٹی ماں بیٹی۔ بہنوں بہنوں میں رقابت سے وہ فساد پیدا ہوتا کہ بیان سے باہر ہے۔ اور نیز باہمی حقوق تلف ہو جاتے۔ اسلئے خدا نے انبیا کی معرفت ان کو حرام کیا۔

حرمت نکاح کا ایک موجب حرمت مصاہرت بھی ہے پس عورت موطوءۃ وطی کرنیوالے کے اصول و فروع پر حرام ہو جائے گی خواہ وطی جائز یا حرام ہو۔ ایسا ہی کسی مشتہاۃ عورت کو شہوت سے ہاتھ لگانے یا بوس و کنار ہونے سے بھی حرمت مصاہرۃ ثابت ہو جاتی ہے۔ مثلاً اپنی منکوحہ عورت کی ماں یا بیٹی کو اگر کبھی بنیت شہوت سے ہاتھ لگایا۔ یا بوسہ دیا۔ یا بغلگیر ہوا تو عورت حرام ہو جائے گی۔ ایسا ہی شرمگاہ پر نظر ڈالنے سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔

اس سے مراد داخل فرج ہے بقول مفتی بہ۔ اور عورت مشتہاۃ بعض کے نزدیک ۹ سالہ کی ہو سکتی ہے۔ اور ایسا ہی چھ سات اور آٹھ سال کی بھی اگر کوئی موطودہ ہو تو وہ حد شہوۃ کو پہونچ سکتی ہے ایسی نہ ہو تو بارہ سال کی مشتہاۃ سمجھی جائے گی۔ (قاضیخاں)

محصی ہر چیز کو احاطہ علم میں کرنیوالا۔ خدا کا نام ہے احصاء کہتے ہیں شمار کرنے اور بطریق استقصا کسی چیز کے جاننے کو۔

خدا محصی مطلق ہے کہ اشیاء کے حقائق و دقائق کو جانتا ہے اور ذرات عالم کو اسکا علم محیط ہے۔ بعینہ تو یہ لفظ قرآن مجید میں موجود نہیں مگر اسکا مشتق موجود ہے وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا (س۔ جن۔ ع ۲) اور اس نے یعنے اللہ نے تمام چیزوں کی گنتی تک اپنی نظر میں کر رکھی ہے۔

محلّل حلال کر دینے والا۔ جائز بنا دینے والا۔ جو شخص کسی مطلقہ عورت سے نکاح کرے وہ اس عورت کے سابق شوہر کے لئے جس نے طلاق دی تھی محلّل ہے۔ کیونکہ اسکے نکاح کرنے سے سابق شوہر کی قطعی بینونت ٹوٹ گئی۔ اب اگر یہ دوسرا شوہر اس کو طلاق دیدے یا مرجائے تو وہ عورت عدت کے بعد سابق شوہر کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے

محمّد (ل) بہت تعریف کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک ہے۔ سرور عالم

Marfat.com

فداه ابی و امی کے سوانحات مبارکہ اور حالات طیبہ سے ہر مسلمان کو واقف ہونا نہایت ضرور ہے اسلئے طبقات کبیر ثقات ابن حبان اور اسد الغابہ و تاریخ طبری وغیرہ معتبر کتب سے آپ کے سوانحات نہایت تنقید سے لکھے جاتے ہیں۔

آپ کا نسب نامہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن نضر بن نزار بن معد بن عدنان بن آدد بن ادد بن مقوم بن ناخور بن یرح بن جرب بن یسحب بن ثابت بن قیدار بن اسمعیل بن ابراہیم بن آذر بن ناحور بن شاراح بن لغو بن فالح بن عیبر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس) بن یارد بن مہلیل۔ بن قینان بن یانش بن شیث بن آدم علیہ السلام و علی الانبیاء منہم۔

یہ نسب نامہ عدنان تک تو متفق علیہ ہے پھر مختلف فیہ۔ قیدار سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پھر اتفاق۔ اسکے بعد پھر مختلف فیہ۔ پھر نوح علیہ السلام سے آدم علیہ السلام تک متفق علیہ۔ آنجناب اپنے آپکو عدنان تک ہی منسوب فرمایا کرتے تھے۔

والدہ کی طرف سے نسب نامہ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ بنت وہب بن ہاشم بن عبد مناف ہے گویا آپکا نسب نامہ تیسری پشت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے ملجاتا ہے۔ آپ کی نانی کا نام ام حبیبہ بنت اسد ہے۔

اس بات میں کہ آپ اپنے والد ماجد کے کسقدر انتقال کے بعد پیدا ہوئے۔ علماء کا بہت اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ آپ دو ماہ کے بطن مادر میں تھے۔ بعض کم و بیش کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ ڈیڑھ سال کے تھے جب انتقال ہوا۔ بعض کہتے ہیں اکیس ۲۱ مہینے کے تھے۔ بعض کہتے ہیں چھ سال کے۔ مگر مذہب راجح یہ ہے کہ آپ ابھی بطن مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد ماجد دنیائے فانی سے رحلت گزیں ہوئے۔

تاریخ و ماہ و یوم و سن ولادت باسعادت آپ . . . . . دوشنبہ کے دن بارہویں ربیع الاول سنہ ۴۲ کسروی کو دنیا میں ظہور فرما ہوئے۔ ہبوط آدم علیہ السلام سے آپ تک ۶۱۱۳ برس کا فاصلہ ہے۔ جس روز آپ کی ولادت باسعادت ہوئی دنیا میں ہل چل پڑ گئی۔

روایت ہے کہ دنیا کے بت اوندھے پڑ گئے۔ جتنے آتشکدہ تھے وہ سب کے سب بجھ گئے۔ کسریٰ کے قصر کے کنگرے خود بخود گر پڑے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مصرع۔

زلزل در ایوان کسری فتاد

مرضعہ کا نام آپ کو آپ کی والدہ سمیت آٹھ عورتوں نے دودھ پلایا (۱) والدہ ماجدہ (۲) ثویبہ مولاۃ ابی لہب (۳) خویلہ بنت المنذر۔ (۴) پھر ایک عورت سعدیہ حلیمہ نے۔ پھر تین اور عورتوں نے جنکا نام عاتکہ تھا پھر حلیمہ سعدیہ نے۔

کتنے دن آپ مرضعہ کی تحویل میں رہے والدہ ماجدہ کے سات اور ثویبہ کے آٹھ روز۔ اور بیچ کی عورتوں کا حال معلوم نہیں۔ جب حلیمہ آپ کو لے گئی ہیں تو آپ کم و بیش ایک ماہ کے تھے۔ جب عمر شریف دو برس کی ہوئی حلیمہ آپ کو مکے میں لائیں اور آمنہ سے کہا اگر آپ ان کو چند دن اور میرے پاس چھوڑ دیں تو انکے قوے خوب مضبوط ہو جائیں گے۔ دیگر یہ کہ آجکل مکے میں وبا بھی ہے اگر میرے پاس رہینگے تو مکے کی وبا سے بھی محفوظ رہنے کا ظن غالب ہے اور یہاں رہنے میں مبتلائے وبا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ آمنہ خاتون نے یہ بات منظور کر لی اور حلیمہ آپ کو واپس لے آئیں جب سن شریف چار سال کا ہوا تو فرشتوں نے سینے

Marfat.com

مبارک کو چاک کیا اور اس میں نور اور رحمت بھر دی۔ اس اس واقعے کو حلیمہ کے بیٹوں نے دیکھ کر اپنی ماں سے جاکر کہا جس سے وہ ڈر گئیں اور آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس پہونچا دیا۔ غرض یہ کہ آپ چار سال سے کچھ کم حلیمہ کی تحویل میں رہے۔

آپ کی والدہ صاحبہ کا کب انتقال ہوا

جب آپ کی عمر شریف چھ برس کی ہوئی تو ایک روز آمنہ خاتون آپ کو لے کر اپنے میکے قبیلہ بنی نجار میں چلی گئیں۔ ایک ماہ وہاں قیام کیا۔ لوٹتیں تو حضرت آمنہ نے ابواء مقام میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئیں تو گویا دو برس آپ والدہ صاحبہ کی تحویل میں رہے۔

آپ کی طفلی کیونکر گذری

آپ کی طفلی کے حالات بہت بسوط ہیں۔ مختصر یہ کہ آپ بچپن ہی سے نہایت خدا ترس۔ رحیم۔ شجاع۔ متین۔ صادق القول۔ باحیا۔ امین اور بہمہ صفات محمودہ متصف تھے۔ اور جمیع خصائل رذیلہ اور افعال مذمومہ سے متنفر۔ آپ کبھی برہنہ نہیں ہوئے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ قریش مرمت کعبہ کر رہے تھے اور آپ بھی پتھر ڈھو رہے تھے۔ جس سے آپکا کندھا چھل گیا۔ عباسؓ آپ کے چچا نے کہا ازار کندھے پر رکھ لو آپ نہ مانتے تھے پر انہوں نے زبردستی رکھ ہی دی اور آپ برہنہ ہو گئے۔ برہنگی کی وجہ سے آپ اسی وقت بے ہوش ہو گئے۔

آپکا متکفل کون کون اور کتنی مدت رہا۔

حلیمہ سعدیہ چار سال والدہ ماجدہ دو سال دو ماہ دس یوم۔ اسکے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے والد ابو طالب آپ کے چچا۔

حضرت خدیجہ سے نکاح اور آپ کا سفر شام

آپ نے تین بار سفر شام کیا۔ پہلے جب آپ تیرھویں برس میں تھے تو ابو طالب آپ کے چچا نے سفر کا ارادہ کیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے اونٹ کی نکیل تھام لی اور فرمایا کہ چچا مجھے اکیلا کیوں چھوڑ چلے نہ میری ماں ہے نہ باپ۔ ابو طالب کا دل بھر آیا اور سفر میں ساتھ لے گئے راہ میں بحیرہ راہب سے ملاقات ہوئی۔ وہ اپنے گرجا میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کو دیکھکر علامات نبوت سے تاڑ گیا کہ ابر آپ پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ اور درختوں کی ٹہنیاں آپ پر جھکی پڑتی تھیں۔ یہ دیکھکر بحیرہ نے ابو طالب اور ان کے ساتھیوں کے لئے کھانا پکوایا اور انکی دعوت کی اور حضرت کو اپنی گود میں بٹھایا اور آپ کے بدن کو خوب اچھی طرح سے دیکھا اور ابو طالب سے آپ کے کل حالات دریافت کئے۔ ابو طالب نے آپ کے جو جو احوال بیان کئے وہ بالکل اسکے موافق تھے جو انکی کتابوں میں لکھا تھا۔

بحیرہ نے آپ کی مہر نبوت کو بھی دیکھا جو آپ کی پشت پر تھی۔ ابو طالب سے کہا کہ ان کو کتے لیجاؤ کیونکہ یہ لڑکا نبی ہونے والا ہے یہود ان کو دیکھ لیں گے تو مجھے ایسا خوف ہے کہ کہیں مار ڈالیں۔

ابو طالب اپنا مال جھٹ پٹ بیچ کھوچ مکے چلے آئے۔ جب آپ کی عمر بیس برس کی ہوئی تو پھر دوسری دفعہ سفر کیا اور اس سفر میں ابو بکر صدیقؓ بھی آپ کے ہم سفر تھے۔ اس سفر میں پھر بحیرہ سے ملاقات ہوئی۔ اس مرتبہ آپ کی نبوت کا خیال اسکے دل میں اچھی طرح متمکن ہو گیا۔ اس دوسرے سفر میں علماء کا اختلاف ہے، جب سن شریف ۲۵ برس کو پہونچا ابو طالب نے آپ سے کہا میں ایک مفلس آدمی ہوں۔ خدیجہ ہر ایک شخص کو اپنا مال تجارت دیکر بھیجتی ہے اگر تم اسے اپنے واسطے کہو گے تو مجھے یقین ہے کہ وہ بہت جلد تمکو منظور کریگی آپ تشریف لے گئے اور حضرت خدیجہ سے ذکر کیا۔ حضرت خدیجہ نے جلد منظور کر لیا اور کہا اگر تم یہ کام کروگے تو تمکو اوروں سے دوگنا دوں گی۔ پس آپ انکے میسرہ غلام کے ساتھ مال تجارت کو شام گئے۔

Marfat.com

راہ میں آپ کے عجیب و غریب خوارق میسرہ نے دیکھے اور نسطورہ راہب سے بھی ملاقات ہوئی اُس سے بھی آپ کے نبی ہونے کی خوشخبری سنی اور مال میں بھی معمولی دوگنا نفع ہوا۔ لوٹتیوں کو دوپہر کے وقت آپ مکے میں داخل ہوئے۔ اس وقت خدیجہ اپنے بالاخانے پر بیٹھی تھی۔ آپ کی نورانی صورت دیکھی اور میسرہ سے بھی آپکا ماجرا سفر سنا تو انہوں نے کوشش کی کہ کسیطرح اُن سے نکاح ہو جائے۔ غرض چار سو دینار مہر پر آپکا نکاح حضرت خدیجہ سے ہو گیا۔ آپ کی عمر اس وقت ۲۵ برس کی تھی اور حضرت خدیجہ کی ۴۰ سال کی تھی۔

نزول وحی جب آپ کی عمر شریف ۴۰ سال کی ہوئی اور زمانہ بعثت قریب ہوا تو جس شجر یا حجر کے پاس سے آپ گذرتے وہ کہتا السلام علیک یا رسول اللہ۔ اور سجدہ کرتا۔ اور آپ کو سچے خواب اور انکشافات ہوتے آخر جب آپ کی عمر ۴۰ سال ۷ ماہ کی ہوئی۔ آپ غار حرا میں تھے کہ جبرائیل علیہ السلام وحی لائے اور سورۃ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ سے مَا لَمْ یَعْلَمْ تک پڑھایا اور رسالت برحق اور نبوت کامل آپ کو مرحمت ہوئی۔ اکثر منکرین جب آپ کو دیکھتے بے ساختہ کہتے تھے لیس ھذا وجہ الکذابین یعنی یہ منہ جھوٹ بولنے والوں کا منہ نہیں ہے اور فوراً بے طلب معجزہ کے ایمان لاتے۔ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق اور عورتوں سے حضرت خدیجہ اور لڑکوں سے حضرت علی ایمان لائے۔ انکے بعد حضرت عثمان۔ عبد الرحمن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ زبیر بن العوام۔ طلحہ بن عبید اللہ ایمان لائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دعوت اسلام فرمانے لگے لیکن پوشیدہ پوشیدہ چنانچہ تین برس میں اہل اسلام کی تعداد صرف ۳۹ تک پہونچی۔ پھر حضرت عمر اسلام لائے تو بہت تقویت ہوئی لیکن کفار مسلمانوں کو برابر ستاتے رہے۔

معراج بعثت کے گیارھویں برس ستائیسویں رجب کو معراج ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ نے سب سے پہلے معراج کی تصدیق کی اور صدیق نام پایا۔

ہجرت جب کفار قریش مسلمانوں پر حد سے زیادہ ظلم کرنے لگے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ہجرت کی اجازت دی اور اکثر مسلمان حبشہ کو چلے گئے۔ ان میں آپ کے چچا زاد بھائی جعفر طیار اور آپ کے داماد عثمان بن عفان بھی تھے۔ اور آپ کی صاحبزادی رقیہ انکے ساتھ تھیں۔ جب کفار کا ظلم و عناد حد تک پہونچ گیا تو آپ نے اپنے اصحاب کو مدینہ کی جانب ہجرت کی اجازت دی اور ایک ایک کر سبھوں نے ہجرت اختیار کی۔ صرف خود بدولت اور حضرت ابو بکرؓ مع اپنے متعلقین اور حضرت علی رہ گئے۔ ایک روز ابو جہل نے آپ کے قتل کا مشورہ کیا۔ یہ خبر آپ کو بھی پہونچ گئی۔ آپ فوراً حضرت ابو بکر کے پاس آئے اور کہا کہ ابو جہل نے ایسا مشورہ کیا ہے اور میرا قصد آجکی شب ہجرت کا ہے۔ تم ساتھ چلنا۔ حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ میں نے دو اونٹ اسی لئے خرید ے ہیں۔ آپ نے ایک اونٹ کی قیمت حضرت ابو بکر کو دی اگرچہ انہوں نے اسکے لینے میں بہت عذر کیا۔ تین روز تک آپ غار ثور میں چھپے رہے اور پھر وہاں سے مدینہ کو روانہ ہوئے۔

آپ نے مکہ سے کب ہجرت کی اور کتنے دن مکے میں رہے جب آپ نے ہجرت کی عمر شریف ۵۳ سال کی تھی اور نبی ہوئے ۱۳ سال ہوئے تھے۔ ۸ ربیع الاول یوم شنبہ تھا۔ روز دوشنبہ بارھویں یا تیرھویں ماہ ربیع الاول کو آپ داخل مدینہ طیبہ ہوئے اور بقول نے سولھویں ربیع الاول ۱۳ بعثت مطابق ۲ جولائی ۶۲۲ء

آپ کے اخلاق آپ کا خلق اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس برس خدمت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں رہا اور کبھی غلطی سے

کوئی کام مجھ سے بگڑ بھی گیا تو حضور نے مجھے کبھی یہ نہ فرمایا کہ تو نے یہ کام برا کیا اور کیوں کیا۔ اور جب ہم اچھا کام کرتے تو آپ دعا فرماتے اور جب کوئی ناخوشی کا کام کرتے تو آپ فرماتے کَانَ اَمْرُ اللّٰہِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا گھر کا کام سب کے ساتھ ملکر کرتے۔ اور اگر نادانی کی راہ سے کوئی آپ کو کسی کام کو کہتا تو آپ منع نہ فرماتے۔ سفر میں جو سواری ملجاتی آپ اسی پر اکتفا فرماتے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رض سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے اخلاق کیسے تھے۔ ام المومنین نے فرمایا۔ کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنُ یعنے آپکا خلق قرآن تھا۔ یعنی قرآن شریف میں جو اخلاق حمیدہ مذکور ہیں آپ ان سب اخلاق سے متصف تھے۔

معتقدانہ طور پر مدینے کے لونڈی غلام طلب برکت کے لئے آپ کے پاس پانی کے برتن لاتے۔ اور درخواست کرتے کہ آپ اس میں اپنا دست مبارک ڈالدیں اگرچہ موسم جاڑے کا بھی ہوتا۔ مگر آپ انکی خاطرداری سے پانی میں ہاتھ ڈبو دیتے۔

تعداد غزوات حضور علیہ السلام | آپ کے غزوات کی تعداد میں علماء مورخین کا اختلاف ہے بعض ۱۹ بتلاتے ہیں اور بعض ۲۶۔ اور بعض ۲۷ اور بعض ۳۶ کہتے ہیں ان میں سے ۹ لڑائیوں کے سوا اور لڑائیوں میں کشت وخون کی نوبت نہیں آئی جنکے نام یہ ہیں:-

(۱) جنگ بدر (۲) جنگ احد (۳) جنگ خندق (۴) جنگ بنی قریظہ (۵) جنگ بنی مصطلق (۶) جنگ خیبر (۷) فتح مکہ (۸) جنگ حنین۔ (۹) جنگ طائف۔

بعض کہتے ہیں کہ ۱۲ لڑائیوں میں جدال وقتال کی نوبت آئی اور لڑائیوں میں ایسی نوبت نہیں آئی۔

تعداد افواج محمدی علیہ السلام | مورخین لکھتے ہیں کہ اس میں کلام ہے کہ آیا ۳۵ سریہ یا ۴۸ سریہ ہیں۔ اور ہر ایک سریہ چارسو آدمی کے لشکر کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا لشکر تقریباً ۱۹۲۰۰ ہزار دو سو مجاہدین کا ہوتا ہے۔ اور تعداد اصحاب کی نسبت مورخین لکھتے ہیں کہ جس سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا۔ اسوقت آپ کے ہمراہ دس ہزار مجاہدین تھے اور جنگ حنین میں ۱۲ ہزار آدمی تھے۔ اور جنگ تبوک میں ۷۰ ہزار مجاہدین تھے۔ حجۃ الوداع میں ۹۰ ہزار مسلمان تھے جسمیں ۴۰ ہزار ہمرکاب تھے۔ اور بوقت وفات حسرت آیات ایک لاکھ ۲۴ ہزار صحابی موجود تھے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منشی | کبھی اس خدمت کو حضرت عثمان بن عفان انجام دیتے تھے۔ اور کبھی حضرت علی رض بھی۔ بیا نکیا گیا ہے کہ اس خدمت کو اوروں نے بھی انجام دیا ہے۔ چنانچہ خالد بن سعید۔ ابان بن سعید۔ علاء الدین الحضرمی۔ ابی ابن کعب۔ زید بن ثابت۔ عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ حنظلۃ الاسیدی بھی اس خدمت پر مامور رہے ہیں۔

ازواج مطہرات کی تعداد اور نام | سب سے اول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ بنت خویلد سے نکاح کیا۔ اسوقت حضرت کی عمر ۲۵ برس کی تھی۔ انکے بعد سودہ بنت زمعہ بن قیس سے نکاح کیا۔ انکے بعد حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیق رض سے پھر حفصہ بنت عمر بن الخطاب سے۔ آپ کی پانچویں بی بی کا نام زینب بنت خزیمہ بن حارث ہے۔ چھٹی بی بی کا نام ام سلمہ بنت ابی امیہ مخزومی تھا۔ اور ساتویں بی بی کا نام زینب بنت جحش تھا۔ آٹھویں بی بی کا نام جویریہ بنت الحارث بن ابی حرارہ تھا۔ نویں بی بی کا نام ام حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب ہے۔ دسویں بی بی کا نام صفیہ بنت حی بن اخطب تھا۔ گیارہویں بی بی کا نام میمونہ بنت الحارث الہلالیہ تھا۔

آپ کی چار لونڈیاں بھی تھیں۔ اول ماریہ قبطیہ انہیں سے ابراہیم پیدا ہوئے۔ دوم ریحانہ سوم جمیلہ

Marfat.com

چوتھی کا نام بیان نہیں کیا گیا۔ صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ انکو زینب بنت جحش نے حضرت کو ہدیہ دیا تھا

آپ کی اولاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ صرف ایک حضرت ابراہیمؓ ماریہ بنت سے تھے۔ اور باقی آپ کی سب اولاد خدیجہؓ کے بطن سے تھی۔ بیٹوں اور بیٹیوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

قاسم۔ طیب۔ طاہر۔ عبداللہ۔ زینب۔ رقیہ۔ ام کلثوم۔ فاطمہ۔ آپ کے سب فرزندوں کی وفات صغرسنی میں واقع ہوئی۔ مگر بیٹیاں جوان بھی ہوئیں اور بیاہی بھی گئیں۔

آپ کے گھوڑوں کے نام پہلے پہل حضرت نے مدینہ میں قبیلہ فزارہ کے ایک اعرابی سے دس اوقیہ کو ایک گھوڑا خریدا تھا۔ جسکا نام سکب تھا۔ جنگ احد میں آپ اسی گھوڑے پر سوار تھے۔ حضرت کا ایک اور گھوڑا تھا۔ جو ملاوح کے نام سے مشہور تھا۔ یہ گھوڑا پہلے ابی بردہ بن ابی نیار کے پاس تھا۔ ایک اور گھوڑا تھا جسکا نام مرتجز تھا جو بنی مرہ کے ایک اعرابی سے خریدا تھا۔

آپ کے تین اور بھی گھوڑے تھے جن سے ایک کا نام لزاز۔ دوسرے کا ظرب اور تیسرے کا لحیف تھا

آنحضرت کے ہتھیاروں کے نام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک تلوار کا نام ذوالفقار تھا جو غزوہ بدر میں ملی تھی۔ اور غزوہ بنی قینقاع میں آپ کو تین تلواریں ملی تھیں۔ قلعی۔ تبار۔ حتف۔ آپ کے پاس اور بھی دو تلواریں تھیں جن سے ایک کا نام مخذم اور دوسری کا نام رسوب تھا۔

آپ کی تین کمانیں تھیں۔ ایک کا نام روحاء تھا اور ایک کا بیضا۔ اور ایک کا صفرا۔

آپ کی تین زرہیں تھیں جن سے ایک کا نام

صعدیہ۔ دوسری کا فضہ تیسری کا ذات الفضول۔ آپ کی ڈھال بھی تھی جس پر بکری کی تمثال تھی مگر آخر تک وہ آپ کے پاس نہیں رہی۔

حلیہ شریف صلے اللہ علیہ وسلم قد شریف میانہ اور پیشانی سر مبارک بزرگ بحد اعتدال۔ موئے سر گھنگرالے۔ گاہے تا بگوش اور گاہے تا بہ نرمۂ گوش۔ روئے شریف مرآت جمال الٰہی اور آئینہ انوار نامتناہی۔ جبین نور آگین واضح اور کشادہ۔ ابروے باریک مانند تیغ عریاں قریب بہ پیوستگی مثل کمان۔ چشم سرگین بہت شرگین بادہ حسن سے سرشار اور سرخ سرخ ڈورے انمیں نمودار۔ مژگان دراز و زیبا۔ گوش مبارک دور و نزدیک سے یکساں شنوا۔ بینی پُر انوار بلند اور اسپر نور کا ابھار۔ رخسارے نرم نرم برنگ گل احمر۔ لبہائے نازک برگ گل تر۔ دندان نور افشاں مثل گوہر آبدار۔ جب تبسم فرماتے تو دانتوں کی چمک سے در و دیوار تک منور ہوجاتے۔ صورت حسن۔ اور فصاحت و بلاغت جسقدر آپ میں تھی کسی اور کو خالق یکتا نے نہ دی تھی۔ لحیۂ مقدس کمال زیبا اور خوب گھنی اور خوشنما۔ گردن شریف برنگ مینائے بہشت بہت مصفا۔ شانے اونچے اونچے اور انپر بال اور دونوں میں کچھ جدائی تھی۔ بغل شریف صاف جس سے بوئے مشک پیدا۔ سینہ مبارک چوڑا اور فی الجملہ ابھرا ہوا تھا۔ شکم مبارک ہموار اور صاف تھا مگر ایک خط موئے باریک کا سینہ سے ناف تک ہویدا۔ دونوں شانوں میں مہر نبوت۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے وبین کتفیہ خاتم النبوۃ۔ دست مبارک دراز۔ کلائیاں چوڑی اور پر گوشت۔ انگلیاں دراز موافق اعتدال۔ ناخن شریف غیرت ہلال۔ پنڈلیاں بہت مصفا اور باریک کم گوشت نہ چنداں دراز نہ چنداں عریض بدرجۂ اعتدال۔ قدم مبارک کبھی خاک راہ سے آلودہ نہ ہوا۔ جسم شریف آپکا کمال روشن اور

Marfat.com

نورانی تھا۔ اور جو عضو اعضائے بدن مبارک سے تھا خوشنما اور دلکش اور دلربا تھا۔ چنانچہ براء ابن عازب صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت کو شب ماہ میں حلہ سرخ دھاریدار پہنے ہوئے دیکھا۔ چشم شوق سے بار بار آپ کے جمال پر انوار کو میں دیکھتا تھا اور ماہتاب پر نظر کرتا تھا۔ قسم ہے خدائے بزرگ کی کہ جسم شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا چاند سے زیادہ روشن تھا اور اس سے زیادہ پرنور تھا۔

معجزات آنحضرتؐ ہزار معجزات سے زیادہ ہیں اور بعض کہتے ہیں تین ہزار معجزات آپ سے ظاہر ہوئے۔

تاریخ و یوم و سن وفات شریف آپ نے بعمر ۶۳ سال ۱۲ ربیع الاول یوم دوشنبہ ۱۱ھ کو انتقال فرمایا۔ وفات کی صورت یوں ہوئی کہ ایک روز آپ کو بلغمی بخار آیا اور بڑھتا گیا۔ حتی کہ آپ مسجد میں نماز کے لئے نہ جاسکے امامت کا حکم حضرت ابوبکر کو فرمایا۔ جب ابوبکر امامت میں مشغول ہوئے تو آنحضرت کی جگہ خالی دیکھ کر بے اختیار روئے اور آواز رونے کی بلند ہوئی۔ یہانتک کہ آنحضرت کے کانوں تک پہونچی اسپر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں آئے اور حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی بعد نماز کے آپ نے تسکین کے کلمے فرمائے اور مسلمانوں کو نیکی کی نصیحت کی۔ اسی عرصہ میں ایک لشکر آپ نے شام کیطرف روانگی کے لئے آمادہ کیا اور اسامہ بن زید کو اسکا سردار کیا۔ لیکن یہ لشکر ہنوز روانہ نہ ہوا تھا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عارضہ بڑھ گیا۔ اور لشکر ٹھہر گیا۔ یہانتک کہ ابوبکرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اسکو روانہ کیا۔

صحیحین میں مذکور ہے کہ آپ نے اس بیماری میں ایک روز حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اپنے باپ اور بھائی کو بلاؤ کہ تمہارے باپ کے لئے خلافت نامہ لکھدوں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اسکی ضرورت نہیں کیونکہ مومن لوگ انکے سوا دوسرے کو سوار نہ کرینگے۔ اور اللہ تعالے کی مشیت بھی یہی ہے۔

الغرض اسی بخار میں آپ نے حضرت عائشہ کے حجرے میں دوشنبہ کے روز بارہویں ربیع الاول کو ۱۱ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ صحابہ کو اس حادثہ سے بڑا صدمہ ہوا۔ اکثروں کے ہوش جاتے رہے۔ حضرت عثمانؓ ایک مدت تک سکوت میں رہے۔ حضرت عمر نے کہا کہ آنحضرت فوت نہیں ہوئے جو ایسا کہیگا اسے قتل کروں گا اور اسی لئے ننگی تلوار لئے پھرتے تھے۔ حضرت ابوبکر اپنے مکان پر اسوقت نہ تھے خبر وفات سنکر دوڑے آئے اور حجرے میں چلے گئے آپ کے چہرۂ مبارک کو بوسہ دیا اور رونے لگے اور فرمایا کہ جیسا آپ زندگی میں خوشبودار تھے ویسے ہی بعد ممات بھی ہیں۔ جب باہر آئے اور حضرت عمر کا حال دیکھا۔ منبر پر چڑھکر خطبہ پڑھا کہ اے مسلمانو مضطر نہ ہو۔ اور آیت مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ الآیۃ پڑھ سنائی اور فرمایا کہ اگر تم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو پوجتے تھے تو انہوں نے انتقال فرمایا۔ اور اگر اللہ کی عبادت کرتے تھے تو وہ زندہ اور قایم ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ جب حضرت عمر نے یہ مضمون سنا تو انکو ہوش آیا اور اپنے قول سے تائب ہوئے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے بارے میں لوگوں کو اختلاف ہوا۔ مگر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ پیغمبر وہیں مدفون ہوتا ہے جہاں اسکی وفات ہو

حضرت فاطمہ کو اس حادثہ سے اسقدر صدمہ ہوا کہ چھ مہینے تک زندہ رہیں اور نہ ہنسیں۔

مُحَمَّد (ل) لتعریف کیا گیا۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جسمیں یہ لفظ تین دفعہ آیا ہے

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ (س۔ محمد۔ ع ۱)

اور جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے۔ اور جو محمد پر نازل ہوا ہے اسپر ایمان لائے کہ وہ برحق ہے۔ انکے پروردگار کی طرف سے خدا نے انکے گناہ ان پر سے اتار دئے اور انکی حالت بھی درست کردی۔ اسیطرح اور دو جگہ بھی اسی سورۃ میں لفظ محمد آیا ہے

محمد باقر امام زین العابدین علیہ السلام کے لڑکے تھے۔ بروز جمعہ غرہ رجب ۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ کا نام ام عبداللہ بنت امام حسن تھا۔ آپ کے کمالات اور مناقب بہت ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ صحابی نقل کرتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا اے جابر شاید تو ایک کو میرے فرزندوں سے کہ اسکا نام محمد بن علی بن حسین ہوگا اور اللہ تعالےٰ اسکو نور اور رحمت دیگا دیکھے میرا سلام اسکو پہونچا میں نے سلام آپکا پہونچایا تو انہوں نے فرمایا وعلیہ السلام۔

ابو البصیر سے روایت ہے کہ ایک روز ہم نے حضرت امام سے پوچھا کہ آپ ذریت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہیں۔ ان کے علم کا میراث پایا ہے۔ آپنے فرمایا ہاں۔ میں نے کہا کہ آپ کی دعا سے مردہ زندہ اور اندھا آنکھ والا اور کوڑھی شفا پا سکتا ہے۔ آپنے فرمایا ہاں۔ اور ایک ہاتھ میری آنکھوں پر کہ نابینا تھیں ملا تو وہ روشن ہوگئیں۔ اور میں نے زمین و آسمان دیکھے۔ پھر آپ نے آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ اور بدستور نابینا ہوگئیں۔ آپنے فرمایا کہ اگر تو چاہتا ہے کہ جنت میں بے حساب داخل ہو تو قسمت پہ قانع رہ۔ میں نے اسکو منظور کیا۔ آپ کی وفات ۱۱۴ھ میں ہوئی۔ عمر آپ کی اسوقت ۵۷ برس کی تھی۔ جنت البقیع میں امام حسنؓ کی قبر کے قریب مدفون ہوئے۔ آپ کے چھ بیٹے تھے۔ جعفر۔ عبداللہ۔ ابراہیم رضا علی۔ زید۔ اور دو بیٹیاں تھیں۔ زینب اور ام سلمہ (تذکرۃ الکرام)۔

محمد بن ابراہیم آپ مدینہ میں رہتے تھے۔ لقب صندل تھا۔ بڑے ثقہ عالم حدیث تھے ۲۸۳ھ میں فوت ہوئے (کن)

محمد بن ابراہیم تیمی ثقات علمائے حدیث سے ہوئے ہیں ۱۲۰ھ میں وفات پائی (کن)

محمد بن اسمٰعیل مغربی ایک عجیب حال کے بزرگ تھے۔ کئی سال تک صرف گھاس پات پر گذارہ کرتے رہے اور اناج کو موقع تک نہیں لگایا۔ ۲۹۹ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)

محمد بن المثنیٰ محمد بن المثنیٰ عنزی بصری۔ بڑے ثقہ محدث تھے۔ (کن)

محمد بن منکدر تیمی زبردست محدث تھے ۱۳۰ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ صرف حضرت ابراہیمؑ ماریہ بنت شمعون سے تھے۔ باقی سب اولاد آپ کی خدیجہ رضؓ کے بطن سے تھی۔ بیٹوں اور بیٹیوں کے نام حسب ذیل ہیں:۔

قاسمؓ۔ طیبؓ۔ طاہرؓ۔ عبداللہ۔ زینبؓ۔ رقیہؓ۔ ام کلثومؓ فاطمہؓ۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے سب فرزندوں کی وفات صغرسنی میں واقع ہوئی ہے۔ مگر بیٹیاں جوان بھی ہوئیں اور بیاہی بھی گئیں۔

محمدی (ل) منسوب بمحمد۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

پیروؤں کو محمدی کہتے ہیں۔ دین محمدی سے مراد دین اسلام ہوتا ہے۔

محمل کجاوے۔ جو ہر سال قاہرہ اور دمشق سے بطور شاہی نشان کے حج کے موقعہ پر نہایت اعلیٰ اور سجے ہوئے اونٹ پر مکہ بھیجے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سلطان ظہیر نے جو شاہ مصر تھا پہلے پہل اس رسم کو ۱۲۶۶ء میں جاری کیا۔

محمودیہ شیعوں کے ایک فرقہ کا نام ہے جسکا بانی میر شریف اکبر کے زمانے میں ہوا ہے۔

محیض حالت حیض۔ حیض (غ)
حیض اس خون کو کہتے ہیں جو بالغہ عورت کو بغیر کسی بیماری کے رحم سے آوے اور وہ عورت سن ایاس یعنے ناامیدی کے سن کو بھی نہ پہنچی ہو۔ سن بلوغ ۹ برس ہے۔ اور سن ایاس ۵۵ برس ہے۔ لیکن جامع الرموز چلپی میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں سن ایاس ۵۰ برس ہے اور اسی پر فتوےٰ ہے۔

قرآن مجید میں حیض کی بابت یوں ارشاد ہوتا ہے۔
وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ، قُلْ هُوَ اَذًى تا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝ (س۔ البقرہ ع۲۸)
اور اے پیغمبر! لوگ تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ تو ان کو سمجھاؤ کہ وہ گندگی ہے۔ تو (حیض کے دنوں) میں عورتوں سے الگ رہو۔ اور جب تک پاک نہ ہولیں انکے پاس نہ جاؤ۔ پھر جب نہا دھولیں تو جدھر سے اللہ نے تمکو حکم دیا ہے اُنکے پاس جاؤ۔ بے شک اللہ توبہ کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔

شرع میں حیض کے لئے کوئی معین اور محدود مدت صاف طور پر بیان نہیں ہوئی لیکن عام طور پر حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس روز اور کم سے کم تین روز ہے۔ حیض کی اصل مدت ہر عورت کے لئے اسکی معمولی عادت ہے۔ اور جب یہ ہے تو ہر ایک عورت کو ہر حالت میں اپنی عادت کے مطابق کام کرنا چاہئے عادت سے زیادہ خون آئے تو اسے حیض نہیں بلکہ بیماری میں شمار کیا جائیگا۔ اور ایسی عورت کو مستحاضہ کہیں گے۔

حیض والی عورت کو قرآن پڑھنا پڑھانا۔ اسے مس کرنا چھونا۔ مسجد میں جانا۔ بیت اللہ کا طواف کرنا منع مسجد کے باہر سے ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز مسجد سے اُٹھالے تو جائز ہے۔ ایسی عورت کے ساتھ باستثنا جماع اَور سب باتیں جائز ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِصْنَعُوْا كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا النِّكَاحَ یعنے ہمبستری کے علاوہ اور سب باتیں حیض والی عورت سے جائز ہیں۔ جیسے بوس و کنار۔ ساتھ سونا۔ ساتھ کھانا۔ ساتھ پینا۔ بدن سے بدن لگانا۔ وغیرہ۔ جو شخص حالت حیض میں حلال جانکر عورت سے ہمبستر ہوگا کافر ہو جائیگا۔ یعنی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیگا۔ کیونکہ اس نے قصداً وارادۃً حکم شرعی کے خلاف کیا۔ اور حرام جانکر ایسا کرے گا تو مرتکب کبیرہ کا ہوگا۔ اور اسپر کفارہ دینا واجب ہوگا۔ پھر اس کفارہ میں تفصیل ہے۔ اگر ایسے وقت ہمبستر ہوا ہے کہ خون سرخ آرہا تھا۔ تو ایک دینار ورنہ آدھا دینار ایک دینار چھ روپے کا ہوتا ہے۔ جبکہ سونے کا بھاؤ ۱۶ روپے کا ہو۔ حالت حیض و نفاس میں جو مرد و عورت کو مقاربت سے منع کیا گیا ہو تو اس میں مصلحت یہ ہے کہ ان وقتوں میں مقاربت کرنے سے امراض خبیثہ کے پیدا ہو جانیکا احتمال قوی ہے۔ اور اگر اسوقت استقرار حمل ہوگیا تو اولاد روگی پیدا ہوگی۔ حیض و نفاس کی حالت میں نماز روزہ معاف ہے۔ مگر روزے کی قضا ہے۔ اور نماز کی قضا بھی نہیں۔

محیی (ل) مخلوق کو زندہ رکھنے والا۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ یہ احیاء کا اسم فاعل ہے۔ اور احیاء کہتے ہیں جسم میں حیات پیدا کرنے کو۔ قرآن مجید کی

Marfat.com

سورۃ روم رکوع ۵ میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ کچھ شک نہیں کہ یہی (خدا تو قیامت کے دن) مُردوں کا (بھی) جلانیوالا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مخالطت باہم ملنا جلنا۔ (غ) خدا کے نیک بندوں سے میل جول رکھنا اچھا اور بروں سے ملنا جلنا برا ہے۔

مختصر وقایہ فقہ میں نہایت مختصر متن ہے جو باوجود غیر معمولی اختصار کے بہت سے فقہی مسائل پر حاوی ہے۔ اسکے مصنف شیخ عبید اللہ بن مسعود ہیں۔ ان کے جد بزرگوار مولانا محمود بن صدر الشریعۃ ان کے حفظ کرنے کے لئے ایک کتاب وقایۃ الروایہ فی مسائل الہدایہ تصنیف کی۔ جو نہایت مختصر تھی انہوں نے اسکا خلاصہ کرکے اس کا نام مختصر وقایہ رکھا۔

مُخَدَّرہ پردہ نشین عورت۔ پاک عورت۔ یہ خدر سے ماخوذ ہے جسکے معنے پردے کے ہیں (غ)

مدارج النبوۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات وفضائل میں شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی زبان میں تصنیف ہے۔

مداہنۃ لفظی معنے چرب زبانی وخوشامد (غ) (ص) میں مداہنۃ کے یہ معنے ہیں کہ کسی بری بات کو دیکھکر باوجود اسکے دفع پر قادر ہونے کے پھر اسکو دفع نہ کرنا۔ یا تو اسکے مرتکب کی رعایت کے لئے۔ اور کسی اور کی رعایت کے لئے۔ یا دین میں لاابالی ہونے کی وجہ سے۔ (تع)

مدبّر اس غلام کو کہتے ہیں جسے آقا کہدے کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے۔ ایسا غلام آقا کے مرتے ہی آزاد ہوجائیگا (رحمۃ)

مدبّر کی دو قسمیں ہیں۔ مطلق اور مقید۔ مدبّر مطلق وہ ہے جسکا عتق موت مطلق سے معلق ہو جیسے کہ کہدے کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے یا موت کیساتھ اتنے برس کی قید لگائے جس میں اکثر آدمی مرجاتا ہے جیسے کہدے کہ اگر میں سو برس تک مرگیا تو تو آزاد ہے۔ مدبّر مقید وہ ہے جسکا عتق موت مقید سے معلق ہو۔ جیسے یوں کہے کہ اگر میں اس مرض میں مرگیا تو تو آزاد ہے (تع)۔

مدثّر دثار سے مشتق ہے اور دثار کہتے ہیں اس کپڑے کو جو شعار کے اوپر ہو۔ اور شعار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو جسم سے ملا ہوا ہو۔ تو مدثّر کے معنے ہوئے کپڑا اوڑھے ہوئے (لف)۔

قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جسکے شروع میں یہ لفظ یوں آیا ہے يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ یعنے اے جو چادر لپیٹے پڑے ہو اٹھو اور لوگوں کو ڈراؤ

یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی۔ جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں غار حراء میں گوشہ نشین تھا۔ جب نیچے اُترا تو آواز آئی۔ میں نے دائیں بائیں پیچھے دیکھا تو کچھ بھی نظر نہ آیا۔ تب اوپر کو سر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو حراء میں نظر آیا تھا ایک کرسی پر بیٹھا آسمان وزمین کے درمیان دکھائی دیا۔ اس سے مجھے دہشت معلوم ہوئی۔ اور گھر میں آکر کہا۔ دَثِّرُوْنِيْ دَثِّرُوْنِيْ یعنے مجھے کپڑا اوڑھاؤ۔ تب یہ سورۃ نازل ہوئی۔

عام مفسرین تو مدثّر کے ظاہری معنے مراد لیتے ہیں کہ آپ سردی کی وجہ سے کپڑا اوڑھے ہوئے تھے۔ خدا نے اسی نام سے پیار سے یاد فرمایا جیسا کہ حضرت علیؓ ایکبار مٹی پر سوئے ہوئے تھے کہ آپ نے پیار سے فرمایا۔ قُمْ يَا اَبَا تُرَاب۔

اب اس کپڑا اوڑھنے کی چند وجوہ علمائے بیان

Marfat.com

فرماتے ہیں۔

(۱) فرشتہ کو دیکھکر دہشت ہوئی تھی اور اس سے سردی معلوم ہونے لگی جس سے آپ کپڑا اوڑھے ہوئے تھے اسی حالت میں یہ سورۃ نازل ہوئی اور اسی حالت پر محبت پر خطاب کیا گیا۔

(۲) کفار قریش نے جمع ہوکر لوگوں کو آپ سے بدگمان کرنے کے لئے لفظ ساحر تجویز کیا۔ اور پکار دیا تو اس سے آپ کو رنج ہوا۔ اور طبع مبارک پر کسل طاری ہوا۔ جس لئے کپڑا اوڑھکر پڑے ہوئے تھے کہ اسی حالت پر مخاطب کرکے فرمایا۔ اے کپڑا اوڑھنے والے کھڑا ہو۔

ایک گروہ علما کا کہتا ہے کہ ظاہری کپڑا اوڑھنا مراد نہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ اے نبوت ورسالت کی چادر اوڑھنے والے کھڑا ہو۔ یا اس سے یہ مراد ہے کہ اے خلوت وگوشہ نشینی کی چادر اوڑھنے والے کب تک مخفی رہیگا۔ کھڑا ہو۔ (لف)

مدعا علیہ مدعا علیہ دعوے یا مقدمہ میں فریق ثانی کو کہتے ہیں۔ فقہا نے اس کی تعریف میں اختلاف کیا ہے۔ قدوری میں لکھا ہے کہ مدعا علیہ وہ ہے جس کو خصومت (جھگڑے) پر مجبور کیا جائے اور وہ دعوے کو قبول نہ کرے۔ فتاوٰی عالمگیری میں لکھا ہے کہ یہ تعریف صحیح ہے۔

مدعی وہ شخص جو دوسرے پر دعوے کرے۔ جسپر دعوے کیا جائے اُسے مدعا علیہ کہتے ہیں۔ فقہ کا مسئلہ ہے کہ اگر مدعی چاہے کہ مدعا علیہ جو اس شہر کا جا حاکم ہے مدعی کے مقام میں حاضر ہو تو اسکی بات قبول نہ کیجائے گی۔ اور اگر مدعا علیہ کے شہر میں حاکم نہ ہو تو اس میں اختلاف ہے۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ جس شہر میں حاکم نہ ہو وہاں سے مدعا علیہ کا حاضر ہونا ضروری نہیں۔ لیکن اگر دونوں کے درمیان اسقدر فاصلہ ہو کہ مدعا علیہ لوٹ کر اسی دن اپنے شہر کی طرف آجائے تو حاکم مدعا علیہ کو طلب کر سکتا ہے۔ اور امام شافعی وامام احمد فرماتے ہیں کہ حاکم مدعا علیہ کو ہر صورت میں بلا سکتا ہے (رحمۃ) والتفصیل فی کتب الفقہ۔

مدین بحیرہ قلزم کے کنارے تبوک کے مقابل چھ منزل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے جو تبوک سے بڑی ہے۔ یہیں وہ کنواں ہے جس سے حضرت موسے علیہ السلام نے شعیب علیہ السلام کی بکریوں کو پانی پلایا تھا۔ مدین دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ہے جو ملک عرب میں آرہے تھے۔ انکی نسل کے لوگ اس جگہ رہتے تھے اسلئے اس بستی کا نام مدین پڑگیا ان کے قبیلہ کا نام بھی مدین ہی ہے۔ انہیں میں سے حضرت شعیب علیہ السلام (دیکھو شعیب) کو نبی بناکر ان لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا تھا۔

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ط قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ط (س۔۱ اعراف۔ع ۱۱)۔

اور (ہم ہی نے) مدین (والوں) کی طرف انکے بھائی شعیب کو (پیغمبر بناکر بھیجا) انہوں نے (لوگوں کو جاکر) سمجھایا کہ بھائیو! اللہ (ہی) کی عبادت کرو اسکے سوا تمہارا کوئی (اور) معبود نہیں۔

مدینہ مکہ معظمہ سے شمال کی جانب دس منزل کے فاصلہ پر ایک شہر ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تھی اور جسکی پختہ فصیل بنی ہوئی ہے۔ اسکی آبادی فصیل سے باہر بھی ہے۔ مگر مکہ کی آبادی سے اسکی آبادی کم ہے۔ مکانات کی وضع قطع مکہ کے مکانات کی سی ہے۔ یہاں کی سردی تقریباً ایسی ہوتی ہے جیسی ہندوستان کے شہر دہلی میں۔ اسکے ارد گرد کھجوروں کے باغ ہیں انکو کنوؤں اور کاریزوں سے پانی دیا جاتا ہے۔ وسط شہر میں مسجد نبوی ہے جس کو

Marfat.com

حرم شریف کہتے ہیں یہ نہایت شاندار اور پر تکلف عمارت ہے
جو لاکھوں روپوں میں تیار ہوئی ہے۔ جہاں اب مسجد
نبوی ہے وہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد
میں ایک محلہ تھا۔ آپ کے وقت میں یہ مسجد ایک چھوٹی
سی جگہ میں تھی۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے
اسے فراخ کر دیا۔ پھر خلفاء بنی امیہ نے آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے اور دیگر لوگوں کے
گھروں کو بھی شامل کر لیا۔

مسجد کے کونہ میں ایک بلند عمارت ہے جس کے
اوپر سبز گنبد۔ اسکے اندر ایک درجہ چھوڑ کر ایک اور
گنبد ہے جو ہر طرف سے بند ہے اسکے اندر حضرت
رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و حضرت
عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی قبریں ہیں۔ یہ تمام عمارت
نہایت پر تکلف اور سبز مخمل سے ڈھکی رہتی ہے یعنی سبز
مخمل کے بڑے بیش بہا پردے پڑے ہوئے ہیں جن
پر نہایت خوشخط سنہری خطوں سے کتبے لکھے ہوئے
ہیں۔ اسی شہر کی غربی سمت میں وہ جگہ بھی ہے جہاں
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عیدین کی نماز پڑھا کرتے
تھے۔ شہر کے شرقی دروازہ کے باہر ایک احاطہ بنا ہوا ہے
جو بقیع الغرقد کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں مہاجرین
اور انصار میں سے بڑے بڑے صحابہ اور اہل بیت
کی قبریں ہیں۔

مدینہ منورہ سے مکہ کی سمت دو میل کے فاصلہ
پر ایک بستی بنام قبا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
جب ہجرت کرکے مدینہ منورہ کو تشریف لائے تو پہلے
یہاں ہی نہضت فرما ہوئے تھے۔ مدینہ منورہ کی
جنوبی اور شمالی سمت میں کئی میل کے فاصلہ سے
پہاڑوں کے دو سلسلے ہیں۔ جنوبی سمت کے سلسلۂ
کوہستان کا نام جبل عیر اور شمالی کا نام اُحد ہے۔ اسکے
دامن میں ان شہداء کے مزارات ہیں جو جنگ احد میں
شہید ہوئے تھے۔ جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے چچا حضرت حمزہؓ بھی شہید ہوئے تھے (رضی اللہ عنہم)
مسجد نبوی کے غرب میں ایک بہت بڑا کتب خانہ ہے
اسکے پاس ایک مدرسہ بھی ہے۔ یہاں حضرت ابو بکر صدیق
رضی اللہ تعالے عنہ کا گھر تھا۔ مدینہ کے بازار اگرچہ چنداں
وسیع نہیں مگر بارونق ضرور ہیں۔ شہر میں عمدہ پانی اور
سبزی اور پھل بکثرت ملتے ہیں۔ مدینہ منورہ نہایت سرسبز
اور شاداب جگہ پر واقع ہے۔ یہاں کے لوگ نہایت نرم
دل۔ مہربان۔ مہمان نواز اور بے تکلف ہیں۔ شہر کی شرقی
سمت کئی میل کے فاصلہ پر یہودیوں میں سے بنی نضیر اور
بنی قریظہ کی گڑھیاں بھی تھیں جنکے اب کچھ نشانات بتلانے
سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ یہاں بھی بہت سے مدرسے
اور شفا خانے اور سرائیں ہیں۔

مدینہ منورہ کے جنوب میں چار یوم کی مسافت
کے فاصلہ پر فرع نام ایک مقام ہے۔ جہاں بہت سے
کھجوروں کے جھنڈ ہیں۔ مدینہ سے مکہ معظمہ کی سمت چار
میل کے فاصلہ پر ایک فرحت افزا وادی بنام عقیق ہے
جسکا پانی نہایت عمدہ اور خوشگوار ہے (تفسیر حقانی)۔

حنفیوں کے نزدیک مدینہ منورہ اور اسکے گرد و نواح
مکہ کے حرم جیسی نہیں۔ بلکہ یہاں کے درخت کاٹنا اور شکار
کرنا جائز ہے (مظ)۔

حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہا کہ میں نے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے (مش)۔

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا خدا تعالےٰ نے
مجھے وحی کی کہ مدینہ۔ بحرین اور قنسرین میں سے جونسی
بستی میں آپ (رہنے کے لئے) اتریگے وہی آپ کی ہجرت
کا گھر ہوگا۔ (مش)۔

کہا ابو بکرؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

Marfat.com

کہ آپ نے فرمایا۔ مدینہ میں دجال داخل نہ ہوگا۔ اسکے نکلنے کے روز مدینے کے سات دروازے ہوں گے۔ ہر دروازے پر دو فرشتے (حفاظت کے لیئے) مقرر کیئے جائیں گے (〃)

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔ الٰہی! مدینہ میں مکہ کی برکت سے دوچند برکت دے (〃)۔

اولاد خطاب میں سے ایک شخص سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے اپنے قصد سے میری زیارت کی قیامت کے دن وہ میری پناہ میں ہوگا۔ اور جو مدینہ میں رہا اور اسکی مصیبتوں پر صبر کرتا رہا قیامت کے روز میں اسکا گواہ اور شفیع ہوں گا۔ اور جو مکہ اور مدینہ میں سے کسی ایک میں مریگا خدا اسے امن والے آدمیوں میں سے اٹھائیگا (〃)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے حج کر کے میرے فوت ہونیکے بعد میری زیارت کی وہ اس شخص کی مانند ہوگا جس نے زندگی میں میری زیارت کی۔ (〃)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ کے لوگ پہلا پھل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لاتے تھے۔ آپ اسے لیکر فرماتے الٰہی ہمارے پھلوں اور شہر اور صاع اور مد میں برکت دے۔ الٰہی ابراہیم تیرے بندے اور دوست اور پیغمبر تھے۔ میں بھی تیرا بندہ اور نبی ہوں۔ انہوں نے تجھ سے مکہ کے لئے دعا کی تھی اور میں تجھ سے اسکی دعا کے دوچند مدینہ کے لیئے دعا کرتا ہوں۔ ابوہریرہ فرماتے ہیں پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اہلبیت میں سے کسی لڑکے کو بلا کر اسے وہ پھل دیدیتے (〃)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو ابوبکرؓ اور بلالؓ کو تپ چڑھ گیا۔ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا۔ اے اللہ! مدینہ کو مکہ کی طرح ہمیں پسندیدہ بنا دے بلکہ اس سے بھی زیادہ اسکی آب و ہوا کو درست کر۔ اسکے صاع اور مد میں برکت دے۔ اس میں جو بخار شروع ہوگیا ہے اسے یہاں سے نکالکر جحفہ میں جا چھوڑ (〃)

سفیان بن ابی زہیرؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ یمن فتح ہوگا۔ تو لوگ اپنے اہل و عیال۔ اور متعلقین کے سمیت نقل و حرکت کریں گے۔ اگر وہ سمجھیں تو مدینہ انکے لیئے بہتر ہوگا۔ شام فتح ہوگا۔ تو لوگ اپنے اہل و عیال اور متعلقین کے سمیت نقل و حرکت کرینگے۔ اگر انہیں سمجھ ہو تو مدینہ انکے لیئے بہتر ہوگا۔ عراق فتح ہوگا تو لوگ اپنے اہل و عیال اور متعلقین کے سمیت نقل و حرکت کرینگے اگر وہ سمجھیں تو مدینہ ان کے لئے بہتر ہوگا۔ (〃)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایسی بستی میں ہجرت کرنیکا حکم ہوا ہے جو سب بستیوں پر غالب ہے۔ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے یہ برے لوگوں کو اسطرح نکال دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کا میل دور کر دیتی ہے۔ (〃)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت ہرگز نہ آئیگی یہانتک کہ مدینہ شریروں کو اسطرح دور پھینکدے گا جیسے بھٹی لوہے کا میل دور کر دیتی ہے۔ (〃)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کے دروازوں پر فرشتے نگہبان ہیں۔ طاعون اور دجال داخل ہونے نہ پائینگے (〃)

حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے

Marfat.com

فرمایا اگر مدینہ والوں سے کوئی شخص مکروفریب کریگا تواسطرح گھل جائیگا جیسے نمک پانی میں ۔ (مد)

سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُحد کا پہاڑ ہمیں دوست رکھتا ہے اور ہم اسے دوست رکھتے ہیں۔ (؍؍)

حدیث میں ہے کہ قرب قیامت میں اسلام مدینہ کی طرف سمٹ کر اسطرح آجائیگا جیسا کہ سانپ اپنے بِل کیطرف سمٹ کر آجاتا ہے۔

مُذِلّ اللہ تعالےٰ کا نام ہے۔ (ل) ذلیل کرنیوالا۔ یہ اذلال سے مشتق ہے جسکے معنے ہیں۔ خوار وذلیل کرنے کے۔ یعنے خدا جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ دنیا میں توفیق طاعت سلب کرکے اور آخرت میں اسفل السافلین میں داخل کرکے امام غزالی فرماتے ہیں کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ خدا جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے۔

یہ اسم بعینہٖ تو قرآن میں موجود نہیں ہاں اسکا مشتق موجود ہے۔ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ (س آل عمران۔ ع ۳) اور تو ہی جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔

مراقبہ اس کے معنے ہیں آدمی کو ہروقت اسبات کا علم رہنا کہ خداوند کریم اُسکے ہر ایک کام اور فعل کو دیکھ رہا ہے۔ (تع)

مراقبہ کے معنے اہل سلوک کے نزدیک دل کو برائیوں سے بچار کھنے کے ہیں۔ بعض کے نزدیک مراقبہ اس بات کا نام ہے کہ آدمی معلوم کرلے کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ بعض کے نزدیک مراقبہ یہ ہے کہ آدمی خدا کی اسطرح عبادت کرے کہ گویا اسے دیکھ رہا ہے اگر یہ نہیں تو اتنا خیال رکھے کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے۔

عارف کہتے ہیں کہ مراقبہ دو قسم ہے۔ ایک عوام کا مراقبہ اور دوسرا خواص کا۔ عوام کا مراقبہ خدا کے خوف کا نام ہے۔ اور خواص کا مراقبہ اس سے امید کا نام ہے ابن عطار سے کسی نے پوچھا۔ سب عبادتوں سے بہتر عبادت کیا ہے۔ کہا ہر وقت خدا کا دھیان رکھنا بعض نے کہا ہے مراقبہ کی علامت یہ ہے کہ جس چیز کو خدا نے پسند کیا ہے آدمی اُسکو پسند کرے۔ جس کو عظمت دی ہے اسکی تعظیم کرے اور جسے حقیر کیا ہے اسے حقیر سمجھے۔

اسرار الفاتحہ میں لکھا ہے کہ مراقبہ دل کو خدا کے مشاہدہ کیطرف متوجہ کرنے سے عبارت ہے۔ خاص لوگوں کے نزدیک مراقبہ ظاہر اور باطن کو خدا کے لئے خاص کردینے کا نام ہے۔

بعض نے مراقبہ کے یہ معنے کئے ہیں۔ نفس کا اپنے حول اور قوت سے نکلکر خدا کے لطف اور رضا کے در میں اسطرح آجانا کہ اسکے غیر سے کچھ سروکار نہ رکھے اور اسکے عشق کے دریا میں مستغرق اور اسکے دیدار کا مشتاق ہو۔ اسکا ابتدائی مرحلہ اعضاء و جوارح کا مخالفتوں سے محفوظ رکھنا اور آخری مرحلہ خدا کا ہر وقت مشاہدہ کرتے رہنا ہے۔

حضرت واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سب سے بہتر عبادت اوقات کی حفاظت ہے جو اسطرح ہوتی ہے کہ آدمی اپنی حقیقت کے سوا کسی چیز کا مطالعہ نہ کرے اور خدا کے سوا کسی کا خیال نہ کرے۔ اور اپنے وقت کے سوا کسی سے میل جول نہ کرے۔

علم تجوید کی اصطلاح میں اگر ایسے دو کلمے جمع ہوں کہ اگر ان میں سے ایک پر وقف کیا جائے تو دوسرے پر وقف ناجائز ہو تو اسے مراقبہ کہتے ہیں۔ جلال الدین سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے کہ کبھی دو وقفوں میں مراقبہ علی التضاد ہوتا ہے اور وہ اسطرح ہوتا ہے کہ اگر ایک کلمہ پر وقف کیا جائے تو دوسرے پر وقف ناجائز ہوتا ہے۔ جیسے اگر لَا رَیْبَ فِیْهِ میں لَا رَیْبَ پر وقف کیا جائے تو فِیْهِ پر ناجائز ہے۔ و بالعکس۔

Marfat.com

ایسے ہی وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَہٗۤ اِلَّا اللّٰہُ اور وَالرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ میں مراقبہ ہے۔

ابن جوزی نے لکھا ہے کہ پہلے جسے مراقبہ فی الوقف کا پتہ لگا ہے وہ ابوالفضل رازی ہے۔ اس نے اس اصطلاح کو مراقبہ فی العروض کی اصطلاح سے لیا ہے بعض اسے معانقہ بھی کہتے ہیں (ک)

مراہقہ حج کے آخری وقت کے قریب مکہ میں پہنچنا (من)

مراہق وہ لڑکی یا لڑکا جو قریب البلوغ ہو (تع)

مرتد وہ شخص جو دین اسلام سے پھر گیا ہو۔ (تفصیل کے لئے دیکھو۔ ارتداد)

مرثیہ میم کی فتح اور ثا کی کسرہ اور یا کی فتح سے یا یا کی تشدید سے پڑھنا غلط ہے مردے کے اوصاف بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ (غ)

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مرثیہ خوانی سے منع فرمایا ہے۔ (ابن ماجہ)

مرجیہ مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے۔ اس لفظ کا مادہ رجاء ہے جسکے معنے امید کے ہیں چونکہ اس فرقہ کو امید ہے کہ اللہ گنہگاروں کو ثواب دیگا۔ اسی وجہ سے یوں کہتے ہیں کہ ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی معصیت ضرر نہیں کرتی۔ جسطرح کہ کفر کے ہمراہ کوئی طاعت نفع نہیں دیتی۔

یا یہ لفظ ارجاء بمعنے تاخیر سے ہے۔ اسلئے کہ انہوں نے اصحاب کبائر کے حکم کو آخرت تک مؤخر رکھا ہے۔ انکے نزدیک صاحب کبیرہ پر کوئی حکم نہیں ہوسکتا کہ دوزخی ہے یا جنتی۔ یا اسلئے کہ وہ حضرت علی کی تاخیر درجہ اول سے درجہ چہارم پر کرتے ہیں۔

حقیقت مرجیہ کی یہ ہے کہ انکو وعدہ اور نفی وعید وخوف میں مومنین سے غالب ہے اور سارے مرجیہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ اگر کسی گنہگار کا کوئی گناہ معاف کرے تو پھر اسپر لازم ہوگا کہ اس قسم کے گناہ سارے گنہگاروں کے معاف کرے اور جس قسم کے گنہگار کو دوزخ سے نکالے

اور مقاتل بن سلیمان مرجی کا یہ قول ہے کہ قیامت کے دن اللہ دوزخ کے اوپر ایک راستہ بچھائیگا اور مومن گنہگاروں کو اسپر سے گذرنے کا حکم ہوگا۔ پس انکو دوزخ کی آنچ اور حرارت بمقدار گناہ کے پہونچیگی۔ اور اس الم میں انکا عذاب پورا کر لیا جائیگا۔ پھر بہشت میں داخل کئے جائیں گے۔

مرجیہ کی کئی قسمیں ہیں۔ مرجیہ خالص۔ مرجیہ قدریہ۔ مرجیہ جبریہ۔ مرجیہ خوارج۔ انکے پھر آگے کئی فرقے ہیں۔ (مذ)

مرزا۔ میرزا امیرزادہ کا مخفف ہے۔ اور عموماً معزز لوگوں کے لئے بطور لقب آیا ہے مگر اب خصوصاً قوم ترک اور مغل لوگوں کے نام کے ساتھ بولا اور لکھا جاتا ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پنجاب کے قصبہ قادیان میں گذرے ہیں۔ جو مہدی موعود اور مسیح معہود ہونے کا دعوے رکھتے تھے۔ ان کا ذکر اس زمانہ کی کتب مباحثہ مذہبی میں مرزا اور مرزا صاحب کے لقب سے بکثرت آتا ہے۔

مرزبہ ہتوڑا۔ گرز۔ آہن کوب۔ وہ چیز جسکے ذریعہ سے منکر و نکیر کافر میت کو قبر میں عذاب دینگے۔

مُرسل لفظی معنے بھیجا گیا۔ عرف میں نبی صاحب کتاب کو کہتے ہیں (ع)

مرسلات قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔ جو انتیسویں پارے میں ہے اور اسکے شروع ہی میں یہ لفظ آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَالۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا (پ ۲۹۔ مرسلات رع ۱) یعنی ان یعنی ان ہواؤں کی قسم ہے جو ابتدا میں معمولی رفتار

Marfat.com

سے جلائی جاتی ہیں۔ یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ حسن و عکرمہ و عطاء و جابر کا یہی مذہب ہے۔ اور جمہور کا بھی اسی طرف رجحان ہے۔

مُرشِد رہنما۔ پیر۔ وہ شخص جو راہِ راست کی طرف راہ نمائی کرے۔ (لغ)

مرغینانی ابوالحسن برہان الدین علی مرغینانی۔ فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب ہدایہ آپ ہی کی تصنیف ہے۔ ۵۹۳ھ میں وفات پائی۔ (کن)

مرنا اس کے لئے دیکھو لفظ (موت)۔

مَروہ مکہ شریف میں ایک پہاڑی کا نام ہے۔ جو کعبہ سے شمال کی جانب کوہ صفا سے ۴۶۶ گز کے فاصلہ پر واقع ہے۔ صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان دوڑنا اعمال حج میں داخل ہے۔ اب ان پہاڑیوں کے صرف نشان رہ گئے ہیں۔ آس پاس کثرت سے مکان بن گئے ہیں (تاریخ مسجد الحرام)

مریم حضرت عیسے علیہ السلام کی والدہ کا نام ہے انکی والدہ کا نام حنہ اور والد کا نام عمران تھا (نفر) قرآن مجید میں انکا ذکر یوں آیا ہے۔ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ تا اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ (س۔ آل عمران۔ ع ۴) ایک وقت تھا کہ عمران کی بی بی نے (خدا کی جناب میں) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کو میں (دنیا کے کام کاج سے) آزاد کرکے تیری نذر کرتی ہوں۔ تو میری طرف سے (یہ نذر) قبول فرما کہ تو (سب کی) سنتا (اور سب کی نیتوں کو) جانتا ہے۔ پھر جب انہوں نے بیٹی جنی اور اللہ کو خوب معلوم تھا کہ انہوں نے کس رتبے کی (بیٹی) جنی ہے (اور وہ اسکی حقیقت سے واقف نہ تھیں) تو لگیں کہنے کہ اے میرے پروردگار (اب کیا کروں) میں نے تو یہ لڑکی جنی ہے اور لڑکا لڑکی کی طرح (گیا گزرا) نہیں ہوتا اور میں نے اسکا نام مریم رکھا ہے اور میں اسکو اور اسکی نسل کو شیطان مردود (کے اغوا) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں تو ان کے پروردگار نے (انکی نذر یعنی) مریم کو خوشی سے قبول فرما لیا[۱]۔ اور انکو خوب اچھا اٹھایا۔ اور زکریا کو ان کا خبر گیراں بنایا[۲]۔ جب زکریا مریم (کے دیکھنے کو ان) کے پاس (ان کے رہنے کے) حجرے میں جاتے تو مریم کے پاس (میوہ جات کی قسم میں سے کچھ نہ کچھ) کھانے کی چیز موجود پاتے (بارے ایک دن مریم سے) پوچھا کہ اے مریم یہ (کھانے کی چیز) تمہارے پاس کہاں سے (آتی ہے مریم نے) کہا یہ خدا کے ہاں سے (آتی ہے) اللہ جسکو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ تا وَالْاِنْجِیْلَ ۝ (س۔ آل عمران ع ۵) اور جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا کہ اے مریم (صرف خدا کے حکم سے ایک لڑکا تمہارے بطن سے پیدا ہوگا سو) خدا تمکو اپنے (اس) حکم کی خوشخبری دیتا ہے (اور) اسکا نام مسیح ہوگا جیسے مسیح ابن مریم دنیا اور آخرت (دونوں) میں رودار اور (خدا کے) مقرب بندوں میں سے

---

[۱] مریم علیہا السلام کی والدہ نے نذر کرتے وقت یہ سمجھا تھا کہ بیٹا ہوگا اسکو دنیا کے کاموں سے آزاد کرکے خانۂ خدا کی خدمت کے لئے چھوڑ دونگی بیٹی ہوئی تو انکو تردد ہوا کہ دنیا ہو یا دین عورت ہے تو مرد کی برابری نہیں ہو سکتی میری نذر پوری ہو تو کیونکر ہو لیکن خدا کو منظور تھا کہ انکے بطن پاک سے معجزے کے طور پر بڑے نامی اور نامور پیغمبر عیسے ہوں تو ایسی لڑکی بدرجہا لڑکوں پر شرف رکھتی ہے چنانچہ خدا نے ان کی نذر میں مریم کو قبول فرما لیا اور انکی منت پوری ہوئی (فائدہ ترجمہ نذیر احمد)

[۲] یعنی حضرت زکریا کی نگرانی میں دین اور دنیا کے اعتبار سے انکی پرداخت پرورش خوب اچھی طرح سے ہوئی۔۔

(ایک مقرب بندہ) اور جھولے میں اور بڑی عمر کا ہو کر لوگوں کے ساتھ (یکساں) کلام کریگا اور (اللہ کے) نیک بندو میں سے (ایک وہ بھی) ہوگا۔ وہ لگیں کہنے کہ اے میرے پروردگار (میرے ہاں) کیسے لڑکا ہوسکتا ہے حالانکہ مجھکو تو کسی مرد نے چھوا تک بھی نہیں (اللہ تعالٰے نے) فرمایا اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کسی کام کا کرنا ٹھان لیتا ہے تو بس اسے فرما دیتا ہے کہ ہو اور وہ ہو جاتا ہے۔ اور خدا (تمہارے بیٹے عیسےٰ کو (تمام) کتب آسمانی اور عقل کی باتیں اور (خاصکر) توریت اور انجیل (سب کچھ) سکھا دیگا۔

نیز ارشاد ہے وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا تا وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ہ (س۔ مریم ع ۲) اور (اے پیغمبر) قرآن میں مریم کا مذکور (بھی لوگوں سے بیان) کر جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر پورب رخ ایک جگہ جا بیٹھیں اور لوگوں کی طرف سے پردہ کر لیا تو ہمنے اپنی روح (یعنے جبریل) کو انکی طرف بھیجا تو وہ اچھے خاصے آدمی کی شکل بنکر انکے روبرو آکھڑے ہوئے وہ (انکو دیکھکر) لگیں کہنے کہ اگر تم پرہیزگار ہو تو میں تمکو خدا کا واسطہ دیتی ہوں (کہ میرے سامنے سے ہٹ جاؤ) (جبریل) کہیں تو بس تمہارے پروردگار کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں (اور) اس لئے (آیا ہوں) کہ تمکو (ایک) پاک طینت لڑکا دوں۔ وہ بولیں میرے ہاں کیسے لڑکا ہوسکتا ہے حالانکہ (نہ نکاح کے طور پر) مجھکو کسی مرد نے چھوا اور نہ میں کبھی بدکار رہی (جبریل نے) کہا (جیسا میں کہتا ہوں) ایسا ہی (ہوگا) تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ تمہارے ہاں بے باپ کے لڑکا پیدا کرنا ہم پر آسان ہے اور (اس نے پیدا کرنے سے) غرض یہ ہے کہ لوگوں کے لئے ہم اس کو (اپنی قدرت کی (ایک) نشانی قرار دیں اور (دنیا میں ہم (اسکو) اپنی رحمت (کا ذریعہ بنائیں) اور یہ بات (ہمارے ہاں سے) فیصل ہو چکی ہے۔ اس پر مریم کو (آپ سے آپ بیٹے کا) حمل رہ گیا۔ اور وہ حمل لے کر کہیں الگ دور کے مکان میں ہو بیٹھیں۔ پھر دردِ زہ انکو ایک کھجور کے درخت کی جڑ میں لے پہونچا۔ (اور وضع حمل کے وقت انکو تکلیف ہوئی تو وہ) بول اٹھیں اے کاش! میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور (دنیا کے پردے سے ناپید ہو کر) کبھی کی بھولی بسری ہوگئی ہوتی۔ پھر جبریل نے (اس چشمے سے جو) مریم کے تلے (خدا کی قدرت) سے (بہ نکلا تھا) انکو آواز دی کہ آزردہ خاطر نہ ہو (یہ دیکھو) تمہارے پروردگار نے تمہارے تلے ایک چشمہ بہا دیا ہے اور کھجور کی جڑ کو پکڑ کر اپنی طرف کو ہلاؤ تم پر پکی تازہ کھجوریں جھڑ پڑینگی پھر (مزے سے کھجوریں) کھاؤ۔ اور (چشمے کا پانی) پیو۔ اور (بیٹے کو دیکھکر) آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ (اور اپنے بچے کو لیکر چلو) پھر (رستے میں) تمکو کوئی آدمی نظر پڑے (اور وہ تم سے پوچھے) تو تم (اشارے سے) کہہ دینا کہ میں نے (خدائے) رحمٰن کے لیے روزہ کی منت مان رکھی ہے تو میں آج کسی آدمی سے بات نہیں کر سکتی[2] پھر مریم لڑکے کو گود میں لئے اپنی قوم کے پاس لائیں۔ وہ (دیکھکر) لگے کہنے کہ مریم! یہ تو تونے بہت ہی نالائق کام کیا۔ اے ہارون کی بہن[3] نہ تو تیرا باپ ہی برا آدمی تھا۔

---

[2] اس وقت شریعت کی رو سے روزے میں بولنا منع تھا۔ اسلئے مریم کو یہ عذر تعلیم کیا گیا (فائدہ ترجمہ نذیر احمد)

[3] صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے کہ مغیرہ بن شعبہ صحابی کو پیغمبر صاحب نے نصاریٰ نجران کیطرف بھیجا تھا وہ لوگ قرآن تو سنتے سناتے رہا ہی کرتے تھے انہوں نے مغیرہ سے اعتراض کیا کہ تمہارے قرآن میں مریم کو اخت ہارون لکھا ہے حالانکہ ہارون موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے اور وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے صدہا سال پہلے ہو گذرے ہیں مریم انکی بہن کیسے ہوسکتی ہیں مغیرہ نے یہ اعتراض پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر نقل کیا۔ فرمایا کہ ہارون سے وہ ہارون موسےٰ کے بھائی مراد نہیں بلکہ لوگ نبی کا بیغمبر وں کے نام (ملاحظہ ہو ص ۶۷۲)

[1] مریم کو انکی والدہ نے خدمت بیت المقدس کے لیے خاصکر کے زکریا کے سپرد کر دیا تھا۔ زکریا نے مریم کے لئے ایک طرف کو جگہ معین کر دی تھی یہ اسی جگہ کا ذکر ہے (فائدہ نذیر احمد)

Marfat.com

اور نہ ہی تیری ماں بدکار تھی (تو خلافِ خاندان تو یہ کیا حرکت کر بیٹھی) تو مریم نے بچے کیطرف اشارہ کیا (کہ جو کچھ پوچھنا ہے اس سے پوچھ لو) وہ لگے کہنے ہم گود کے بچے سے کیسے باتیں کریں (اس پر بچہ) بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھ کو کتاب (انجیل) عنایت فرمائی اور مجھکو پیغمبر بنایا اور کہیں بھی رہوں۔ مجھکو بابرکت کیا اور مجھکو حکم دیا کہ جب تک زندہ رہوں نماز پڑھوں اور زکوٰۃ دوں اور (نیز) مجھکو اپنی ماں کا خدمت گزار بنایا۔ اور مجھکو سخت گیر اور بدراہ نہیں کیا اور مجھ پر خدا کی امان جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن (دوبارہ) زندہ اٹھا کھڑا کیا جاؤں گا۔

مزابنہ ایک خاص بیع کا نام ہے جو اسطرح ہے کہ کھجور کے درخت کا پھل جبکہ ابھی درخت کے اوپر ہو درخت سے اتاری ہوئی کھجوروں سے فروخت کیا جائے۔ (مش)۔

یہ بیع ممنوع ہے۔ چنانچہ ابن عمر رضہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا۔ (مش) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی اس مضمون کی دو روایتیں ہیں (مس)

مُزاح میم کی زبر کے ساتھ مصدر ہے خوش طبعی کرنے کے معنے میں۔ اور میم کی پیش کے ساتھ اسم ہے خوش طبعی کے معنے میں اور مزاح اس خوش طبعی کو کہتے ہیں جو بغیر ایذا وغیرہ کے ہو۔ اور اگر ایذا کے ساتھ ہو تو اسے سخریہ کہتے ہیں۔ اور یہ جو حدیث میں آیا ہے لَا تُمَارِ اَخَاكَ وَلَا تُمَازِحْهُ یعنے اپنے بھائی سے نہ جھگڑا کر اور نہ مزاح کر۔ تو مزاح ممنوع وہ ہے کہ جس میں افراط و مداومت ہو کیونکہ یہ قسوۃ قلب اور غفلت کا باعث ہوتا ہے اور ہیبت و وقار کو ساقط کرتا ہے مگر جو مزاح ان امور سے سالم رہے وہ مباح ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی کرتے تھے۔ اور یہ سنت مستحبہ ہے (منظ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سواری طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کرونگا۔ اس شخص نے کہا میں اونٹنی کے بچے کو کیا کرونگا۔ آپ نے فرمایا کہ ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ آپ ہم سے خوش طبعی کرتے ہیں۔ فرمایا کہ میں صرف سچ بات کہتا ہوں (مش)۔

مزداریہ ایک فرقہ ہے جو ابو موسی عیسٰے بن صبیح مزدار کا پیرو ہے۔ اس فرقے کے لوگوں کا مذہب ہے کہ لوگ قرآن کی مثل بنانے پر قادر ہیں۔ بلکہ اس سے بھی اچھا کلام بنا سکتے ہیں۔ یہ لوگ قرآن کو قدیم ماننے والوں کو کافر سمجھتے ہیں (تع)۔

مزدلفہ ایک کشادہ میدان کا نام ہے جو منٰے سے شرقی جانب تین میل کے فاصلے پر دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے اور سب کا سب حرم مکہ میں داخل ہے۔ بطن محسر اس میدان میں ایک خاص مقام ہے۔ اور جبل قزح نام ایک پہاڑی بھی ہے۔

مزمّل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔ جسکے ساتھ خدا تعالےٰ نے آپ کو قرآن مجید میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٧١) رکھ لیا کرتے تھے تو یہ ہارون دوسرے ہارون یعنی موسٰی کے بھائی نہیں اور وہ ہارون جو یہاں مراد ہیں اس درجہ نیک پارسا آدمی تھے کہ وہ تو وہ انکے خاندان میں سے بھی کوئی شخص ایسا نالائق کام نہیں کر سکتا تھا۔ ان لوگوں کا مطلب یہ تھا کہ تم ایسے مقدس خاندان کی لڑکی ہو کر تمکو ہارون پارسا کی بہن کہنا چاہیے یہ حرکت بیجا کیسے کر بیٹھیں۔ (فائدہ ترجمہ حافظ نذیر احمد ع)

Marfat.com

پکارا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ اے پیغمبر تم جو (وحی کی ہیبت سے) چادر لپیٹے پڑے ہو رات (کے وقت نماز) میں کھڑے رہا کرو۔"

جس سورۃ میں یہ لفظ آیا ہے اسکا نام بھی مزمل ہے

مسافر کی نماز

مسافر جب تک سفر میں ہے اسکو ہر چار رکعت نماز فرض میں قصر کی اجازت ہے۔ یعنے چار رکعت فرض کی بجائے دو رکعت پڑھے باقی تین رکعت اور دو رکعت فرض اور وتر اور سنت نمازیں بدستور پڑھے۔

ہاں سفر میں سخت جلدی کا موقع ہو تو فجر کی سنتوں کے سوا باقی سنتوں کو چھوڑ سکتے ہیں ورنہ انکو بھی نہیں۔ شریعت کے قاعدے سے مسافر وہ ہے جو تین منزل یا اس سے زیادہ دور وطن سے باہر یا وطن کی طرف سفر کرے اور بستی سے نکل جائے (تین منزل سے مراد اتنی مسافت ہے جسکو پیدل متوسط چال سے تین دن یا تین رات میں طے کرے۔ یہ مسافت ہمارے ملک میں تقریباً اڑتالیس میل ہوتی ہے)۔

مسافر جب تک اپنے شہر میں نہ پہنچے مسافر سمجھا جاتا ہے۔ اگر کسی دوسرے شہر یا گانوں کو جانا ہو تو وہاں پہنچکر بھی مسافر ہی رہتا ہے بشرطیکہ پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو۔ ورنہ مسافر نہ رہیگا۔ ہاں اگر ایسی صورت ہو کر مثلاً دس دن ٹھہرنے کا ارادہ تھا مگر اسکے بعد دس دن اور ٹھہرنے کا ارادہ ہو گیا۔ تو اس طرح خواہ دس سال گزر جائیں قصر ہی پڑھے۔ مسافر کو قصر پڑھنے کی تاکید ہے۔ پوری نماز پڑھنا گناہ ہے۔ بلکہ جو شخص غلطی سے چار رکعت پڑھ لے اسکو چاہیئے کہ دوبارہ قصر پڑھے ریلگاڑی یا کشتی اگر چل رہی ہو تو اس میں بیٹھے بیٹھے نماز پڑھنی درست ہے۔ کشتی یا ریلگاڑی میں نماز شروع کرتے وقت قبلہ کیطرف منہ کر لینا چاہیئے پھر خواہ کسی طرف رخ پھر جائے۔ قبلہ کیطرف رخ پھیرنا فرض نہیں (کذا فی کتب الفقہ الحنفی)۔

شیعی مذہب میں قصر کے لئے جوازی سفر کم از کم ۸ فرسنگ شرط ہے۔ اور سفر میں دس روز یا دس سے زیادہ کے قیام کرنے سے پوری نماز پڑھنی چاہیئے۔ اور چار مقامات یعنے مسجد مکہ و مدینہ و کوفہ و حائر امام حسین علیہ السلام میں سے کسی میں جائے تو پوری نماز پڑھنی چاہیئے (کذا فی جامع عباسی و رسالہ فقہ علامہ مجلسی)۔

مسامرہ

(ل) رات کے وقت افسانے بیان کرنا (ص۔ و) میں عالم اسرار و مغیبات میں خداوند کریم کا عارفوں کو خطاب کرنا (ک)

مُسَبِّحات

با کے کسرہ سے اُن سورتوں کو کہتے ہیں جنکے شروع میں لفظ سبحان یا سبح یا یسبح آیا ہے۔ اور وہ سات ہیں۔ (۱) اسرا۔ پارہ ۱۵۔ (۲) حدید۔ پارہ ۲۷۔ (۳) حشر۔ پارہ ۲۸۔ (۴) صف پارہ ۲۸۔ (۵) جمعہ۔ پارہ ۲۸۔ (۶) تغابن۔ پارہ ۲۸۔ (۷) اعلیٰ۔ پارہ ۳۰۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)۔

مستحاضہ

وہ عورت جسکو ایام حیض سے زیادہ دن خون آئے۔ (غ)۔ تفصیل کے لئے دیکھو (استحاضہ)

مستامن

(ل) امن چاہنے والا۔ اور اصطلاح میں یہ اُس مسلمان کو جو دار الحرب میں امان سے داخل ہو اور اُس کافر کو جو دار الاسلام میں امان سے داخل ہو شامل ہے۔ (شر)

اگر کوئی مسلمان دار الحرب میں امان لیکر داخل ہو تو اُسے وہاں کے باشندوں سے کسی قسم کا تعرض نہیں کرنا چاہیئے۔ ہاں اگر انکا بادشاہ اسے قید کرے یا تکلیف دے تو پھر تعرض جائز ہے۔

Marfat.com

اگر کوئی کافر امن لیکر دارالاسلام میں داخل ہو۔ تو ایسے شخص کو وہاں ایک برس ٹھہرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اور امام وقت اسے کہدیگا کہ اگر تو ایک سال تک یا زیادہ ٹھہرے گا تو تجھ پر جزیہ لگایا جائیگا۔

اگر اس بات کے کہنے پر بھی وہ ایک برس یا زیادہ رہے تو وہ ذمی قرار دیا جائیگا۔ اور دار الحرب کی طرف جانیکی اُسے اجازت نہ ہوگی۔

اگر کافرہ دارالاسلام میں امن لیکر داخل ہو اور یہاں آکر ذمی سے شادی کرے تو وہ عورت ذمی قرار دی جائے گی۔ (ہدایہ)

مسجد لغت میں تو اسکے معنے محل سجود ہیں۔ مگر شریعت میں اس مکان کو کہتے ہیں جو نماز پڑھنے کے لئے وقف کیا گیا ہے۔ (مرقاۃ)

مسجد کی تعمیر اور آباد رکھنے کا بڑا ثواب ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم دیکھو کہ ایک شخص مسجد کی خبر گیری کرتا ہے تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ یعنے اللہ کی مسجدوں کو وہی شخص آباد کرتا ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے (مش)

مسجد چونکہ خانۂ خدا ہے اسلئے اُسکے صاف ستھرا رکھنے میں ہمیشہ کوشش کرنی چاہئیے۔ اور ایسا کرنیوالیکو خدا کے ہاں بڑا اجر ملیگا۔

صاف اور ستھرا رکھنے کے علاوہ خوشبودار بھی کرنا چاہئیے۔ کبھی کبھی اگر لوبان اور اگر خوشبودار چیزیں سلگاتے رہیں تو اچھا ہے۔ مسجد میں خرید و فروخت اور جھگڑے کی باتیں نہ کریں۔ اونچی آواز سے نہ بولیں گمشدہ چیز کی بابت صدا نہ لگائیں۔ شعر اور قصیدہ سنانے نہ بیٹھ جائیں۔ چھوٹے لڑکوں اور دیوانوں کو نہ آنے دیں۔ بوریا۔ جانماز۔ صفا اور ضرورۃ کی چیزیں مہیا رکھیں۔ چراغ۔ تیل۔ بتی۔ ڈول رسی کی اگر ضرورت پڑے تو ان سب کو مہیا کریں۔ مسجد کے قریب شور و غل نہ کریں سیٹی نہ بجائیں۔ تالیاں نہ بجائیں۔ خدا نے قرآن مجید میں اُن لوگوں کے حق میں عذاب دوزخ کی خبر دی ہے جو مسجد حرام کے متصل کھڑے ہو کر سیٹیاں بجاتے اور تالیاں بجایا کرتے تھے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۝ یعنی اور خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانیکے سوا اُن (مشرکوں) کی نماز ہی کیا تھی تو (اے کافرو!) جیسا تم کفر کیا کرتے تھے اب اسکے بدلے عذاب (کے مزے) چکھو۔

مسجد میں داخل ہوں تو پہلے دایاں پاؤں اندر رکھیں اور یہ دعا پڑھیں اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ یعنی اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھولدے۔

باہر نکلیں تو کہیں اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ یعنی اے اللہ میں تیرے فضل کا خواستگار ہوں۔

مسجد میں داخل ہو کر سب سے اول دو رکعت نفل پڑھیں۔ اگر باوضو ہوں۔ ورنہ وضو کرے۔ اور اسی کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں۔ جسکا گھر بار نہ ہو اسے مسجد میں سونا جائز ہے۔ ورنہ نہیں۔ مسجد میں قبلے کی طرف تھوکنا سخت اور سخت گناہ کی بات ہے۔ اور اگر کوئی بغیر تھوکے نہ رہ سکے تو بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوک لے لیکن بہتر یہ ہے کہ کپڑے پر تھوک کر مل ڈالے۔ اگر مسجد کا فرش پختہ ہو تو مطلق نہ تھوکے۔ کچا اور خام ہو تو تھوک لے۔ اور اسکا کفارہ یہ ہے کہ کھرچ ڈالے یا اوپر سے مٹی ڈالدے۔ سب سے بڑا گناہ مسجد میں تھوکنا اور پھر اُسے دفن نہ کرنا ہے۔ اہل محلہ اپنے محلہ ہی کی مسجد میں

نماز پڑھیں۔ محلے کی مسجد میں ایک وقت کی نماز ۲۵ نمازوں کے برابر ہے۔ مسجد میں بیٹھکر دنیاوی باتیں نہ کریں۔ بلکہ تسبیح و تہلیل میں مشغول رہیں۔ جو شخص مسجد میں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے وہ بہشتی باغات کا میوہ کھاتا ہے۔ جو شخص گھر سے وضو کر کے مسجد میں جاتا ہے حج اور احرام کا ثواب پاتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسجد میں چراغ جلانے والے۔ جھاڑو بہارو دینے والے بدبو ہٹانے بورئے کا انتظام رکھنے والے قیامت کے روز بڑے بڑے درجے پائیں گے۔

کچا لہسن و پیاز کھا کر مسجد میں جانا منع ہے۔ مسجد میں خلاف شرع اشعار پڑھنے درست نہیں۔ گم شدہ چیز مسجد میں ڈھونڈھنا گناہ ہے۔ اور اگر کوئی ایسا کرے تو دوسرے کو یہ کہنا مسنون ہے کہ خدا کرے وہ تجھے نہ ملے۔

قبرستان میں یا کسی قبر کے پاس قبر والے کی تعظیم کی غرض سے مسجد بنانا حرام ہے۔ مسافروں کو مسجد میں رہنا اور سونا درست ہے۔ اذان سنکر مسجد سے نکل جانا سخت گناہ ہے۔ ایسے شخص کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا نافرمان فرمایا ہے۔ مسجد کا حق ہے کہ عورتیں خاص کر جوان، بالخصوص اس فتنہ و فساد کے زمانے میں وہاں نماز نہ پڑھیں۔ بلکہ اپنے گھروں میں پڑھیں۔ کیونکہ آمد و رفت میں ان کی بے ستری ہوتی ہے۔ شریر اور بدمعاش اوباش لوگ بری نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

اگر کسی شخص نے مسجد تعمیر کی تو جب تک وہ اسکا راستہ اپنے مکان سے علیحدہ نہ کر دیگا اور اس میں نماز پڑھنے کا اذن عام نہ دیدے گا تب تک وہ اس کی ملک سے نہ نکلے گی۔ مسجد کے نیچے یا اوپر دکانیں بنانی جائز نہیں۔ (عا)

مسجد اقصٰے بیت المقدس کا دوسرا نام ہے یہ ایک مسجد ہے جسکی بنا حضرت داؤد علیہ السلام نے رکھی تھی۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسکی عمارت تکمیل کو پہونچائی۔ یہ مسجد اکثر انبیاء کا قبلہ رہی ہے (غ) دیکھو (بیت المقدس)

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم معراج پر گئے تو آپ براق پر سوار ہوکر جبرئیل کے ساتھ پہلے تو مسجد اقصٰے پہونچے۔ پھر وہاں سے آسمانوں کی سیر فرمائی چنانچہ سورۃ بنی اسرائیل کے آغاز میں خدا فرماتا ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا

یعنی وہ خدا پاک ہے جو اپنے بندے (محمد) کو راتوں رات مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصٰے یعنی بیت المقدس تک لے گیا جس کے گرداگرد ہم نے (دنیا و دین کی) برکتیں دے رکھی ہیں۔ تاکہ انکو ہم اپنی (قدرت کے) چند نمونے دکھائیں۔

مسجد تقوٰی تقوٰی کی مسجد۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے:

لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ ... وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (س۔ توبہ۔ ع۱۳)

ہاں وہ مسجد جسکی بنیاد شروع دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی اسکا البتہ حق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہوا کرو (نماز ادا کیا کرو) کیونکہ اس میں ایسے لوگ ہیں جو خوب صاف ستھرے رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ بھلا جو شخص خدا کے خوف اور اسکی خوشنودی پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھے وہ بہتر یا وہ جو ایسے کھوکھلے گڑھے کے کنارے پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھے۔ پھر وہ عمارت وہ ڈھا دے اسکو جہنم کی آگ میں لے گرے

Marfat.com

اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ (ترجمہ نذیر احمد)
مسجد لقوے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک اس سے مراد مسجد قبا ہے اور بعض کے نزدیک مسجد نبوی۔ دیکھو (مسجد قبا مسجد نبوی)

مسجد جامع اس سے مراد وہ مسجد ہے جس میں نماز جمعہ پڑھی جاتی ہو۔ اور یہ وہی مسجد ہو سکتی ہے جس میں جمعہ کی شرائط پائی جاتی ہوں۔

مسجد الخیف یہ مسجد مکہ شریف سے باہر مقام منیٰ میں واقع ہے طولاً و عرضاً مسجد الحرام کے نصف کے قریب ہوگی۔ پتھر کی عمارت ہے بڑا قبہ ہے اور یمانی رخ پر ایک منارہ بھی ہے۔ یہ جگہ ہمیشہ غیر آباد رہتی ہے صرف حج کے تین دن تک رونق ہوتی ہے جسکی نظیر دوسرے شہروں میں نہ ملے۔

ترمذی۔ نسائی اور ابن حبان نے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے حجۃ الوداع میں مسجد الخیف میں نماز پڑھی تھی۔ اور صحن میں جہاں آپکا مصلا تھا وہاں ایک بڑا قبہ بنا دیا گیا تھا جو ابتک موجود ہے۔

علامہ فاسی نے لکھا ہے کہ اسکی تعمیر چند مرتبہ ہوئی۔ ایکبار سنہ ۲۰۰ھ میں ہوئی فضیلت اس مسجد کی بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔

طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسجد خیف میں ستر نبیوں نے نماز پڑھی ہے اور بزاز نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا اس مسجد میں ستر نبی مدفون ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام بھی یہاں دفن ہیں۔ دوسری روایت میں انکی قبر ابو قبیس میں ہے۔ (تاریخ مسجد الحرام)

مسجد ضرار ضرار بکسر ضاد کے معنے ایک دوسرے کو ضرر پہونچانا۔ مسجد ضرار ایک مسجد کا نام ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں منافقوں نے مسلمانوں کو ضرر پہونچانے کی غرض سے تعمیر کی تھی۔ (غ)

اس مسجد کی تاریخ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پیشتر قبیلہ بنی خزرج کے ایک سربرآوردہ شخص نے جسکو لوگ ابو عامر کہتے تھے۔ مسیحی مذہب اختیار کرکے توریت اور انجیل کا علم اعلےٰ درجہ تک حاصل کیا۔ لوگوں میں اسکے علم و فضل کی دھاک بندھ گئی اور راہب کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ شروع شروع میں ابو عامر راہب ہمیشہ پیغمبر آخر الزمان کی تعریف لوگوں کو سناتا اور کہتا کہ میں نے جن و انس سے اس پیغمبر کے اوصاف سنے ہیں لیکن جب آنحضرت ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اور لوگوں نے اپنے جمال و کمال کے دلدادہ بنکر اسلام کرنا شروع کیا تو ابو عامر راہب کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور علم و وجاہت کے گھمنڈ نے اسکو معرفت الٰہی کے کوچہ میں پاؤں نہ رکھنے دیا۔ اس نے مقدور بھر لوگوں کو بہکانا اور آنحضرت کی محبت سے نفرت دلانا شروع کیا۔ لوگوں نے پوچھا کیا تو وہی نہیں ہے جو ہر وقت پیغمبر آخر الزمان کے گیت گاتا رہتا تھا۔ اس نے کہا وہ پیغمبر جسکا ذکر میں کیا کرتا تھا ابھی نہیں آیا پھر کبھی آئیگا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو عامر کو بلا کر سمجھایا مگر اسکے دل سے کفر کی آلائش دور نہ ہوئی۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں کا بول بالا ہوگیا تو وہ بھاگ کر مکہ میں چلا گیا۔ اور کفار مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے لگا۔ احد کی لڑائی میں کفار کیطرف سے جس شخص نے سب سے پہلے مسلمانوں پر تیر چلایا تھا وہی ابو عامر راہب تھا۔

اس کے بعد وہ روم میں بھاگ گیا اور ہرقل اعظم کے دربار میں ملازم ہو گیا۔ یہاں بیٹھے بیٹھے اسے دیا تر

سوجھی کہ مدینہ کے منافقوں کو لکھ بھیجا کہ تم مسجد قبا کے برابر اپنے محلہ میں میرے لئے ایک مسجد تعمیر کرو۔ جب میں مدینہ آؤنگا۔ تو وہاں درس تدریس کا سلسلہ جاری کرونگا۔ یہ مسجد گویا ہمارا کمیٹی گھر ہو گیا۔ جو منا سب تجویز ہوگی وہ اس جگہ تمہارے سامنے پیش کر دیا کرونگا۔

۹ھ میں منافقوں نے ابو عامر راہب کے کہنے پر یہ مسجد تعمیر کی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جنگ تبوک پر تشریف لے جانے سے پیشتر اس عمارت کو مکمل کرتے آپ کے پاس گئے اور منافقانہ چکنی چپڑی باتیں بنا کر عرض کیا۔ یارسول اللہ ہم نے سردی اور بارش میں بیمار اور مسافر لوگوں کے آرام کیلئے ایک مکان بنایا ہے۔ ہماری آپ سے التماس ہے کہ قدم رنجہ فرما کر وہاں تک تشریف لے چلیں اور اپنی نماز سے اس مکان کو شرف بخشیں ہم پر بڑا احسان ہوگا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اب تو ہم مہم پر جا رہے ہیں۔ اگر ہم واپس آئے اور خدا نے چاہا تو نماز پڑھیں گے اور اسکا کام کر دینگے۔ جب آپ غزوہ تبوک سے واپس آتے ہوئے اس منزل میں اترے تو منافقوں نے حاضر ہو کر آپ کو وعدہ یاد دلایا۔

ابھی وہ اس کلام میں تھے کہ جبرئیل علیہ السلام آئے اور وحی کے ذریعہ سے آپ پر یہ آیت نازل ہوئی وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا تا وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ (س۔ توبہ۔ ع ۱۳)

اور (ایک قسم کے منافق وہ بھی ہیں) جنہوں نے اس غرض سے ایک مسجد بنا کھڑی کی کہ (مسلمانوں کو) نقصان پہنچائیں۔ اور (خدا اور رسول کے ساتھ) کفر کریں اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالیں۔ اور ان لوگوں کو پناہ دیں جو اللہ اسکے رسول پہلے لڑ چکے ہیں۔ اور (پوچھا جائیگا تو) قسمیں کھانے لگیں گے کہ ہم نے تو بھلائی کے سوا اور کسی قسم کا ارادہ کیا نہیں۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ ضرور جھوٹے ہیں۔

مسجد قبا

یہ وہ مسجد ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہونچنے سے پیشتر مقام قبا میں جو مدینے سے دو میل کے فاصلے پر واقع ہے بنایا تھا۔ یہ اسلام میں سب سے پہلی مسجد ہے جو عام مسلمانوں کے لئے تعمیر کی گئی اس مسجد کی تعمیر کے وقت خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر بن خطاب۔ اور حضرت عثمان بن عفان نے اپنے ہاتھ سے پتھر اٹھا اٹھا کر دئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابھی مکے سے نہیں آئے تھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص کامل وضو کے ساتھ مسجد قبا میں نماز پڑھے اُسکو عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ یہ وہ مسجد ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایام خلافت میں بڑے فخر کے ساتھ اس میں جھاڑو دی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ اگر یہ مسجد دنیا کے کسی کنارے پر ہوتی تو بھی میں اسکی زیارت کئے بغیر نہ بیٹھتا اس مسجد کی تعمیر ہجرت کے پہلے سال کا سب سے پہلا واقعہ ہے مسجد قبا کے مقابلہ میں یہودیوں نے ایک اور مسجد بنائی تھی جو مسجد ضرار کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ اسکے لئے دیکھو (مسجد ضرار)۔

بعض علماء کے نزدیک قرآن میں جس مسجد تقوےٰ کا ذکر ہے اس سے مسجد قبا مراد ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ تا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ (س۔ توبہ۔ ع ۱۳) اور (ایک قسم کے منافق وہ بھی ہیں) جنہوں نے اس غرض سے ایک مسجد بنا کھڑی کی کہ (مسلمانوں کو) نقصان پہنچائیں اور (خدا و رسول کے ساتھ) کفر کریں اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالیں اور ان لوگوں کو پناہ دیں جو اللہ اور اسکے

Marfat.com

رسول کے ساتھ پہلے لڑ چکے ہیں اور (پوچھا جائیگا تو) قسمیں کھانے لگیں گے کہ ہم نے تو بھلائی کے سوا اور کسی قسم کا ارادہ کیا نہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ ضرور جھوٹے ہیں (سو اے پیغمبر) تم اس (مسجد) میں کبھی (جاکر) کھڑے بھی نہ ہونا۔ ہاں وہ مسجد جسکی بنیاد شروع دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے اس کا البتہ حق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو (کر امامت کیا کرو کیونکہ) اس میں ایسے لوگ ہیں جو خوب صاف ستھرے رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ بھلا جو شخص خدا کے خوف اور اسکی خوشنودی پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھے وہ بہتر یا وہ جو بیٹھ جانے والی کھوکھلی کگار کے کنارے پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھے پھر وہ (عمارت دھڑام سے) اسکو جہنم کی آگ میں لے گرے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

بعض علماء کے نزدیک مسجد تقویٰ سے مراد مسجد نبوی ہے۔ دیکھو (مسجد نبوی)۔

حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ہفتے کے روز مسجد قبا میں جاکر نماز پڑھتے تھے۔

مسجد میں آنے کی دعائیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں جاتے وقت پہلے درود پڑھتے پھر فرماتے رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ یعنی خداوندا میرے گناہ بخشدے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھولدے۔

اور جب مسجد سے باہر آتے تو فرماتے رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ یعنی الٰہی میرے گناہ بخشدے اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھولدے۔

مسجد نبوی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد جو آپ نے ہجرت کے بعد مدینہ شریف میں تعمیر کی تھی۔ یہ مسجد قدامت کے لحاظ سے اسلام میں دوسری مسجد ہے۔ اس سے پہلے صرف مسجد قبا تعمیر ہوئی تھی۔

مدینے آکر کچھ مدت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور رہا کہ جس جگہ وقت آتا وہیں نماز پڑھ لیتے۔ مگر پھر خدا کی درگاہ سے آپ کو ایک مسجد تعمیر کرانے کا حکم ہوا۔ تاکہ سب مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر آپ کے ساتھ نماز پڑھا کریں۔ اس مسجد کے لئے وہ جگہ آپ نے پسند فرمائی۔ جہاں مدینے میں داخل ہوتے وقت آپکی اونٹنی بیٹھی تھی۔ یہ زمین دو یتیم بچوں کی تھی جو ایک انصاری کی نگرانی میں پرورش پاتے تھے۔ انہوں نے بڑی خوشی سے اس جگہ کو مسجد کے لئے وقف کرنا چاہا۔ مگر آپ نے مناسب نہ سمجھا کہ بیچارے یتیم اپنے حق سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ اسلئے آپ نے حضرت ابوبکر سے اسکی قیمت دلوا کر وہ جگہ خریدی۔ اور مسجد کی تعمیر شروع کی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود عمارت بنانے میں مشغول ہوئے۔ اپنے ہاتھوں سے اینٹ گارا اٹھا اٹھا کر لاتے اور دوسرے لوگ بھی ساتھ مدد دیتے تھے۔ کچی دیواروں پر کھجور کی چھال سے چھت پاٹی گئی اور کھجور کی لکڑی کے ستون کھڑے کئے گئے۔ اس پاک عبادت گاہ کا بظاہر تو یہ حال تھا کہ ذراسی بارش ہوتی تو پانی ٹپکنے لگتا۔ چھت سے مٹی گرنی شروع ہو جاتی اور سجدہ گاہ پر مٹی کے ڈھیر لگ جاتے۔ نہ اس میں فرش و شامیانہ تھا نہ جھاڑ اور قندیل۔ نہ مشجر پردے۔ نہ برقی روشنی۔ مگر بایں ہمہ اس پاک زمین میں ہدایت کا وہ خدائی نور چمک رہا تھا

Marfat.com

جس پر ہدایت کے طالب پروانے بن بن کر گرے پڑتے تھے اور جس کے دیدار سے ان کے دلوں سے برسوں کی تاریکی دور ہو جاتی تھی۔

اس مسجد کا ایک گوشہ ان عاشقان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رہنے کے لئے خاص کر دیا گیا جن کو اصحاب صفہ کہتے ہیں۔ دیکھو (اصحاب صفہ) پہلوئے مسجد میں چند حجرے کچی اینٹوں کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل و عیال کے لئے بھی بنوائے۔ ہجرت کے ساتویں مہینے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی نو تعمیر مسجد میں قیام فرمایا۔ ایک حجرہ امّ المؤمنین سودہ رضہ اور ایک امّ المؤمنین عائشہ کے لئے خاص کر دیا۔

سنہ ۱۷ھ میں حضرت عمر بن الخطاب نے نمازیوں کی کثرت اور مسجد نبوی کی تنگی دیکھکر اسکی عمارت کو گرا یا اور اس میں اور جگہ شامل کرکے از سر نو وسیع تعمیر کیا۔ اور فرش کو سنگریزوں سے پختہ کیا (تاریخ الخلفا)

سنہ ۲۹ھ میں حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے ایام خلافت میں اس میں اور جگہ شامل کرکے پہلے سے زیادہ وسیع کیا اور اسکی عمارت منقش اور قیمتی پتھروں سے بنوائی۔ ستون پتھر کے اور چھت سال کی لکڑی سے بنائی گئی۔ اس تعمیر میں اسکا طول ۱۶۰ ہاتھ اور عرض ۱۵۰ ہاتھ تھا۔ (ر)

آجکل مسجد نبوی شہر مدینہ کے وسط میں ہے اسکو حرم شریف بھی کہتے ہیں۔ نہایت شاندار اور پر تکلف عمارت ہے۔ جو لاکھوں روپیوں سے تیار ہوئی ہے اب جو مسجد وہاں موجود ہے وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک نخلہ تھا۔ اور مسجد نبوی جو آپ کے عہد میں تھی اس میں ایک چھوٹی سی جگہ تھی پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وسعت دی۔ پھر خلفائے بنی امیہ نے ازواج مطہرات کے گھروں کو بھی اور دیگر گھروں کو بھی شامل کر لیا۔ مسجد کے گوشہ میں ایک مرتفع عمارت ہے جسکے اوپر سبز گنبد ہے۔ اسکے اندر ایک درجہ چھوڑ کر ایک اور گنبد ہے جو ہر طرف سے بند ہے۔ اسکے اندر حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مزار شریف ہے۔ یہ تمام عمارت نہایت پر تکلف اور پر زر سبز مخمل سے ڈھکی رہتی ہے۔ (جغرا)

مسح

چھونا۔ ہاتھ پھیرنا۔ اصطلاح فقہ میں کسی عضو پر خاص شرعی حکم کے مطابق ہاتھ پھیرنا جس سے پاکی مقصود ہوتی ہے۔

وضو میں باہیں دھونے کے بعد سر کا مسح کرنا فرائض وضو میں داخل ہے۔ امام اعظم کے نزدیک سر کی چوتھائی کا مسح کافی ہے مگر امام مالک کے نزدیک سارے سر کا مسح واجب ہے۔ امام شافعی کے نزدیک صرف چھو لینا کافی ہے خواہ سر کا ایک ہی بال کیوں نہ چھوا ہو۔ کانوں اور گردن کا مسح بھی کیا جاتا ہے۔ گردن کے مسح کے متعلق ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ مسنون ہے بعض ائمہ کہتے ہیں کہ مسنون نہیں

مسح علی الخفین سے مراد موزوں پر مسح۔ شرع میں اجازت ہے کہ وضو میں پاؤں دھونے کے لئے موزوں کو اتارنے کی بجائے موزوں پر سے مسح کر لیا جائے جب وضو کامل ہو جاتا ہے بشرطیکہ موزے وضو کی حالت میں پہنے ہوں۔ پھر جب وضو ٹوٹے اور دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت ہو تو پاؤں دھونے کی بجائے انپر مسح کافی ہے یہ اجازت ان موزوں کے لیے ہے جو چمڑے سے بنے ہوں۔ اور ان جرابوں کے لئے بھی اجازت ہے جو باندھا بغیر ٹھہر سکیں۔ یا انکے نیچے چمڑا سلا ہوا ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی شرط ہے کہ ان میں ٹخنے چھپے ہوئے ہوں۔ یہ اجازت مقیم کو ایک دن رات اور مسافر کو تین دن اور تین رات تک ہے اور حدث یعنے وضو ٹوٹنے

کے وقت سے یہ مدت شمار کرنی چاہیئے۔ پھر اس مدت کے بعد چاہیئے کہ موزے اتاریں۔ اور اگر وضو نہ ہو تو وضو کر کے پھر پہنیں ورنہ صرف پاؤں دھو کر پہن لیں۔

موزے پر مسح کرنے کی ترتیب یہ ہے کہ نیا پانی لیکر ہاتھ کی تین انگلیاں کشادہ کر کے پاؤں کی انگلیوں کے سرے سے پنڈلی تک تین خط موزے پر کھینچیں داہنے ہاتھ سے داہنے پاؤں کا اور بائیں ہاتھ سے بائیں پاؤں کا مسح ہو۔

وضو کے نواقض مسح کے بھی نواقض ہیں۔ انکے سوا موزے کا اتارنا۔ مسافر یا مقیم کی مدت مسح کا گزر جانا موزے کا تین انگلی بھر یا اس سے زیادہ پھٹ جانا بھی مسح کو توڑ دیتا ہے۔ اگر غسل واجب ہو تو مسح درست نہیں پگڑی۔ ٹوپی۔ برقع اور دستانوں پر مسح درست نہیں زخم پر بندھی ہوئی پٹی اور وہ کھپچیاں جو ٹوٹی ہوئی ہڈی پر بندھی ہوں ان پر مسح کرنا درست ہے۔ اگرچہ وہ بلا وضو باندھی ہوں۔ اگر صحت سے پہلے وہ کھل جائیں تو مسح نہیں ٹوٹتا۔ صحت کے بعد کھلیں تو مسح ٹوٹ جاتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ اگر دین عقل پر موقوف ہوتا تو موزے کا تلا اوپر کے حصے کی نسبت مسح کے لئے زیادہ مناسب ہوتا اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ اپنے موزوں کے اوپر مسح کرتے تھے۔ (مش)

مِسکین | فقیر۔ محتاج۔ سکون سے مشتق ہے۔ گویا کہ وہ کوشش سے ساکن ہے

مذکر و مؤنث اس میں برابر ہے۔ مگر مؤنث مسکینہ کہہ لیتے ہیں۔ شرع میں فقیر کا مرادف ہے۔ وقایہ میں لکھتے ہیں کہ فقیر وہ ہے جسکے پاس تھوڑی سی قوت ہو۔ اور مسکین وہ ہے جسکے پاس کچھ بھی نہ ہو (ل)

زکوٰۃ کے مصارف میں سے ایک مصرف مساکین ہیں

مُسلِم (نام) | فن حدیث کے ایک بڑے امام کا نام ہے۔ جن کی تالیف صحیح مسلم مشہور ہے۔ انکے باپ کا نام حجاج ہے کنیت ابوالحسین ہے اور لقب عساکر الدین نیشاپور وطن۔ ابو زرعہ رازی اور ابو حاتم نے جو اجلہ محدثین میں سے ہیں انکی جلالت اور امامت پر گواہی دی ہے۔ اور صحیح مسلم ان کی نہایت عمدہ کتاب ہے۔ تین لاکھ حدیث سے اس کتاب کو انتخاب کیا ہے۔ اور بعضوں نے اسکو صحیح بخاری پر مقدم رکھا ہے۔ حافظ ابو علی نیشاپوری نے کہا ہے کہ آسمان کے نیچے کوئی کتاب مسلم کی کتاب سے زیادہ صحیح نہیں ہے۔ ابوحاتم رازی نے مسلم کو خواب میں دیکھا اور انکا حال پوچھا۔ مسلم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو میرے اوپر مباح کیا ہے جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں۔ مسلم رح نے تمام عمر میں کسی کی غیبت نہیں کی اور نہ کسیکو مارا اور نہ کسیکو برا کہا۔

تاریخ ولادت سنہ ۲۰۲ھ۔ بقول بعض سنہ ۲۰۴ھ یا سنہ ۲۰۶ھ ہے۔ وفات یکشنبہ کے دن بوقت شام ۲۵۔ رجب سنہ ۲۶۱ھ میں ہوئی۔ وفات کا واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے۔ کہ لوگوں نے آپ سے ایک حدیث پوچھی۔ انہوں نے اسکو نہ پہچانا اور اپنے گھر آکر کتابوں میں تلاش کرنا شروع کیا لوگوں نے ان کے آگے کھجوروں کا ایک ٹوکرا رکھدیا آپ ایک ایک خرما کھاتے جاتے تھے۔ یہانتک کہ وہ خرمے تمام ہو گئے۔ جو انکی بیماری کا سبب ہوا (لق)

مُسلِم | (ل) فرمانبردار۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ یعنی ہم خدا کے فرمانبردار ہیں۔

وہ شخص جو اسلام لایا ہو۔ تفصیل کے لئے دیکھو (اسلام)

مسلمان | فارسی لفظ ہے جسکے مقابلہ میں عربی زبان میں مسلم کا لفظ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے (مش)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان طعن اور لعنت کرنے والا اور بیہودہ گو نہیں ہوتا۔ (مش)

صفوان بن سلیم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کیا مسلمان بزدل ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر پوچھا بخیل ہو سکتا ہے۔ فرمایا ہاں۔ پھر پوچھا دروغگو ہو سکتا ہے۔ فرمایا نہیں (مش)۔

حضرت عبدالرحمن بن غنم اور اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ نے فرمایا۔ خدا کے اچھے بندے ہمیشہ خدا کی یاد میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اور برے ادہر ادہر کانا پھوسی کرتے دوستوں میں تفرقہ اندازی کرتے اور فساد کے خواہاں ہوتے ہیں (مش)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زانی زنا کرنے کے وقت، چور چوری کرنے کے وقت، شرابی شراب پینے کے وقت، غاصب غصب کرنیکے وقت مسلمان نہیں رہتا (یعنی پورا مسلمان نہیں رہتا)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ مومن کا نفس اس قرض کے ساتھ جو اسپر ہے معلق (یعنی زیر تجویز) رہتا ہے یہانتک کہ قرض اسکی طرف سے ادا کیا جائے (ت)

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ مسلمان وہ ہے۔ جسکے ہاتھ اور زبان سے کسیکو تکلیف نہ پہونچے۔

مسلم الثبوت اصول فقہ کی نہایت زبردست کتاب ہے مصنفہ مولانا محب اللہ بن عبدالشکور جنہوں نے ۱۱۱۹ھ میں وفات پائی اسکی شروح میں سے مولانا بحرالعلوم کی شرح علماء کے نزدیک از حد مقبول ہے۔

مسنون وہ کام جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طریق عمل کے مطابق ہو۔ اسکے لئے دیکھو (سنت)۔

مسیح حضرت عیسٰے علیہ السلام کا لقب ہے دجال جو قیامت کے قریب پیدا ہو کر دنیا میں فتنہ برپا کریگا اسکا لقب بھی مسیح دجال ہے۔ مگر ان دونوں لقبوں کے مرادی معنوں میں فرق ہے جسکی تفصیل کیلئے دیکھو (مسیح الدجال)۔

مسیح الدجال یہ ایک کافر حکمران کا نام ہے جسکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی ہے کہ وہ قیامت کے قریب پیدا ہوگا۔ دجل کے معنے ہیں حق باطل کو باہم ملا دینا۔ دجال وہ جھوٹا شخص جو حق و باطل کو ملا کر لوگوں کو دہوکے میں ڈالتا ہو۔ اس شخص کا لقب مسیح ہونیکے متعلق کئی وجوہ بیان کی گئی ہیں۔

مظاہر حق میں لکھا ہے کہ مسیح اسم مشترک ہے درمیان دجال اور عیسٰے کے۔ اور اکثر یہ ہے کہ اس کذاب کے نام کو دجال کے ساتھ مقید کر کے مسیح الدجال کہتے ہیں۔ اور عیسٰے علیہ السلام کو مطلق مسیح کہتے ہیں۔ حضرت عیسٰے کو مسیح اسلئے کہتے ہیں کہ جب اندھے اور کوڑھی کو چھوتے وہ اچھے ہو جاتے اور نیز اسلئے کہ وہ ماں کے پیٹ سے ممسوح یعنے پونچھے پانچھے نکلے تھے یا اس سبب سے کہ انکے پاؤں کا تلوا ہموار تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ مسیح کے معنے دوست کے ہیں۔ یا اس سبب سے کہ بہت مسافت کرتے تھے اور یہ وجہ مشترک ہے درمیان ان کے اور دجال کے۔ اور دجال کو مسیح اسلئے کہتے ہیں کہ اسکی ایک آنکھ مسیح یعنے ہموار ہے۔ اور ممسوح الوجہ یا مسیح الوجہ اسکو کہتے ہیں جسکے منہ کی ایک طرف ہموار ہو۔ اور آنکھ اور ابرو نہ ہو

Marfat.com

یا اس سبب سے کہ مسح کی گئی یا دور کی گئی اس سے خیر و خوبی جیسے کہ مسح کی گئی یعنے پونچھی گئی حضرت عیسےٰ سے شر و بدی پس وہ مسیح الضلالت ہے۔ اور عیسےٰ مسیح الہدیٰ ہیں۔ اور انکے نام میں مسیح ساتھ زیر میم اور شین مشدد کے بھی آتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ مشدد نام دجال کا ہے اور مخفف نام عیسےٰ کا۔ اور یہ جو کہا ہے کہ دجال کا نام مسیخ ساتھ خا معجمہ کے ہے یہ خطا ہے۔

قاموس میں لکھا ہے کہ پچاس وجوہ ہیں جنکی بنا پر دجال کا لقب مسیح ہے۔ غیاث اللغات میں لکھا ہے کہ مسیح کے معنے زمین کی بہت پیمایش کرنے والا۔ اور دوست۔ اور ان دو معنوں کی مناسبت سے یہ لقب حضرت عیسےٰ کا ہے کیونکہ والدہ کے دوست تھے اور تجرد کے باعث اکثر چلتے پھرتے رہتے تھے۔ اس لفظ کا معنے جھوٹ بولنے والا بھی ہے۔ اور اس شخص کے لئے بھی یہ لفظ آتا ہے جسکی ایک آنکھ اور ایک ابرو نہ ہو۔ ان دونوں معنوں کے لحاظ سے یہ لقب دجال کا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دجال کا لقب مسیح بروزن سکین ہے۔ اور حضرت عیسےٰ کا لقب مسیح بروزن صحیح ہے۔

کتب احادیث میں آیا ہے کہ قیامت تک کئی دجال پیدا ہوں گے جو سب کے سب نبوت کا دعوے کریں گے۔ اور مسیح الدجال جو سب سے آخر میں آئیگا وہ ان کے علاوہ ہے۔ وہ خدائی کا مدعی ہوگا۔ اور اسکا پیدا ہونا قیامت کی علامت ہے۔

عمران بن حصین کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ آدم کی پیدائش سے لیکر قیامت تک دجال سے بڑھکر کوئی واقعہ نہیں (مشکوٰۃ)

انس رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک نبی نے اپنی امت کو کانے کذاب (دجال) سے ڈرایا ہے یاد رکھو وہ کانا ہے۔ اور تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے۔ اس (دجال) کے ماتھے پر لکھا ہوگا۔ ک۔ ف۔ ر۔ (ایضاً)

نواس بن سمعانؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کرکے فرمایا اگر دجال ظاہر ہو اور میں تم میں موجود ہوں۔ تو تم میں سے میں اسکو بحث کے ساتھ مغلوب کروں اور وہ اسوقت نکلے، جب میں تم میں نہ ہوں۔ تو ہر شخص اپنی طرف سے دلائل کے ساتھ اسکا مقابلہ کرنے کا حق رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ اور وکیل ہے۔ بے شک دجال جوان ہوگا اسکے بال گھنگریالے ہونگے اسکی آنکھ پھولی ہوگی۔ گویا کہ میں اسکو عبدالعزیٰ[1] بن قطن کے ساتھ تشبیہ دیتا ہوں۔ پس جو شخص تم میں سے اسکو پائے۔ اسکو چاہئے کہ اسکے سامنے سورہ کہف کی پہلی آیات پڑھے۔ پس وہ تمکو اسکے فتنہ سے بچانے والی ہیں۔ بے شک وہ نکلنے والا ہے ایک راہ سے جو شام اور عراق کے درمیان ہے پس فساد کریگا دائیں طرف اور فساد کریگا بائیں طرف۔ اے اللہ کے بندو تم اسوقت (اپنے دین پر) قائم رہنا۔ ہمنے عرض کیا یا رسول اللہ۔ وہ زمین میں کتنی مدت ٹھہرے گا۔ فرمایا چالیس[2] روز (جن میں سے) ایک دن برس کے برابر ہوگا اور ایک دن مہینہ کے برابر ہوگا۔ اور ایک دن ہفتہ کے برابر ہوگا۔ اور باقی دن تمہارے دنوں کی طرح ہونگے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ پس جو دن برس کے برابر ہوگا کیا اس میں ہم کو ایک ہی نماز کافی ہوگی۔ فرمایا نہیں بلکہ اوائے نماز کے لئے دن کا اندازہ کرنا۔ ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اسکے زمین میں جلد چلنے کی

---

[1] عبدالعزیٰ ایک یہودی تھا جو جاہلیت میں مرا (مظاہر حق)۔

[2] ایک اور روایت میں چالیس برس آیا ہے۔

کیا کیفیت ہوگی غرباً بہنہ کی طرح جبکہ اسکے پیچھے ہوا آتی ہے پس گزرے گا وہ ایک قوم پر اور انکو اپنے باطل دعوے کیطرف بلائیگا تو وہ اسپر ایمان لائینگے پھر وہ بادل کو حکم دیگا تو وہ مینہ برسانے لگے گا۔ اور زمین کو حکم دیگا تو وہ سبزہ اُگائے گی۔ شام کے وقت انکے چوپائے جو صبح کو باہر گئے گھر آئینگے بحالیکہ پہلے سے زیادہ انکی کوہانیں دراز۔ انکے تھن خوب بھرے ہوئے انکی کوکھیں خوب تنی ہوئی ہوں گی۔ دجال پھر ایک اور قوم کے پاس آئیگا پس بلائیگا انکو (اپنے باطل دعوی کی طرف) تو وہ لوگ اسکی بات نہیں مانیں گے پس وہ ان سے پھریگا تو انکی حالت قحط سے خراب ہو جائے گی اور ان کے پاس کچھ باقی نہ رہیگا۔ اور دجال ویرانہ پر گزریگا تو ویرانہ کو کہیگا کہ نکال اپنے خزانوں کو پس اسکے خزانے اسکے پیچھے اسطرح چلیں گے جسطرح شہد کی مکھیاں اپنی رانی کے پیچھے چلتی ہیں۔ پھر دجال ایک پورے جوان آدمی کو بلائیگا پھر اسکو تلوار کے ساتھ قتل کریگا اور تیر کے نشانہ کی طرح اسکے دو ٹکڑے کرڈالے گا۔ پھر بلائیگا اس مقتول کو پس ہشاش بشاش اور ہنستا ہوا اسکی طرف آئیگا دجال ان کارروائیوں میں معروف ہوگا کہ اللہ تعالٰے اس اثنا میں حضرت مسیح بن مریم کو مبعوث فرمائیگا چنانچہ وہ دمشق کیطرف مشرق میں سفید منارہ کے پاس نازل ہوں گے۔ بحالیکہ وہ زرد رنگ کے دو کپڑوں کے درمیان ہوں گے اور دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے جس وقت وہ اپنا سر جھکائیں گے تو ٹپکے گا پسینہ انکا اور جب سر اٹھائیں گے تو ان کے بالوں سے موتی کے سے قطرے ٹپکیں گے۔ پس جس کافر تک انکے دم پہنچے گا وہ مر جائیگا۔ اور انکا دم انکی نظر کی حد تک پہنچیگا جہانتک انکی نگاہ کام کرے گی پس ڈھونڈینگے عیسٰے علیہ السلام دجال کو یہانتک کہ اسکو لُد (ایک گاؤں کا نام ہے) کے دروازہ پر پائیں گے۔ پس قتل کرینگے اسکو۔ الخ۔ (مشکوٰۃ)

مسیلمہ کذاب

ایک شخص کا نام ہے جس نے بحیرہ قلزم اور خلیج فارس کے درمیان یمامہ کے زرخیز حصہ میں نبوت کا دعوٰے کیا تھا۔ اور قوم حنیفہ نے جو وہاں آباد تھی اس کی تصدیق کی اور چالیس ہزار آدمی اسکے پاس جمع ہو گئے۔ اور باتوں کے علاوہ کلام الٰہی کی چند سورتوں کے معنے اسطرح کئے کہ پناہ بخدا۔ اسکی شہرت سنکر ایک عورت مدعیہ نبوت اس کے پاس آئی۔ جسکا نام سجاح بنت حارث تمیمہ تھا جس نے خلیفہ اول کے عہد میں دعوٰے نبوت کیا اور چند قبائل نے اسکے دعوے کی تصدیق کی۔ اسکے بعد وہ مسیلمہ کذاب کی ملاقات کے لئے گئی اور علیحدہ دونوں ایک خیمہ میں ہمکلام ہوئے۔ سجاح نے مسیلمہ سے پوچھا کہ آپ پر کیا وحی نازل ہوتی ہے۔ اس نے کہا یہ وحی نازل ہوتی ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ فَعَلَ بِالْحُبْلٰى اَخْرَجَ مِنْهَا نَسَمَةً تَسْعٰى مِنْ بَيْنِ صِفَاقٍ وَحَشٰى یعنی کیا تو اپنے پروردگار کو نہیں دیکھتا کہ حاملہ عورت سے کیا کام کرتا ہے کہ اس میں سے دوڑتی ہوئی روح پردوں اور جھلیوں سے نکالتا۔ غرضکہ ایسی واہی تباہی باتوں کے بعد مسیلمہ اس سے جماع کا خواہاں ہوا وہ عورت تین دن تک اسکے پاس قیام کرکے اپنی قوم کی طرف چلی گئی۔ اور حضرت معاویہؓ کے عہد خلافت میں وہ مسلمان ہو گئی اور بصرہ میں جاکر فوت ہوئی۔

مسیلمہ کذاب نے اپنی نبوت کے غرور میں آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ ہم دونوں ملک تقسیم کرلیں۔ اس جواب کو سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کو بڑی حقارت سے جواب دیا لیکن اس

اس کذاب کی جلد ترقی نے آپ کے جانشینوں میں خوف و خطر ڈالدیا۔ چالیس ہزار مسلمان حضرت خالد کے جھنڈے تلے جمع ہوئے اور اپنے دین کے معاملہ کو ایک قاطع لڑائی پر چھوڑ دیا۔ پہلے حملہ میں انکو زک ہوئی۔ اور بارہ سو غازی شہید ہوئے۔ لیکن ان کے سپہ سالار خالد بن ولید کی استقلال اور بہادری غالب آئی۔ پہلی شکست کے بدلے میں بارہ ہزار مشرکوں کو قتل کیا۔ مسیلمہ کو ایک حبشی غلام وحشی نے اسی نیزہ سے مار ڈالا جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ (البدر)۔

مشتہاۃ (ل) جسکی خواہش کی جائے (ص ن) میں اس لڑکی کا نام ہے جو اس حد کو پہونچ جائے کہ مردوں کو اسکی طرف رغبت ہو۔ اور وہ نو سال کی لڑکی ہوتی ہے۔ شیخین سے مروی ہے کہ پانچسال کی لڑکی بھی مشتہاۃ ہوسکتی ہے بشرطیکہ اس نوعیت کی لڑکیاں مشتہاۃ ہوتی ہوں۔ امام محمد سے ایک روایت ہے کہ اگر لڑکی فربہ ہو تو آٹھ یا نو سال کی مشتہاۃ ہوسکتی ہے۔ (ک)۔

مشرکین (ص۔ ش۔ ت) ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جنکے پاس کوئی مذہبی کتاب اگرچہ تحریف شدہ نہ ہو۔ ائمہ دین نے ان سے مدد لینے یا ان کو مدد دینے میں اختلاف کیا ہے۔ امام مالک اور امام احمد بن حنبل ناجائز بتاتے ہیں۔ امام مالک کا ایک یہ بھی قول ہے کہ اگر مشرکین مسلمانوں کے نوکر ہوں تو انکو مدد دینی اور ان سے مدد لینی جائز ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر اسلام کا غلبہ ہو تو جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔ (کن)۔

مشعر الحرام مزدلفہ میں ایک پہاڑی ہے اسی جگہ امام حج کے دنوں میں عشاء اور صبح کی نماز پڑھایا کرتا ہے۔ (جغر)۔

مصافحہ اسکے معنے ہیں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنا لیا گیا ہے صفح سے۔ اور صفح اصل میں کہتے ہیں کسی چیز کی چوڑائی کو۔ بولا کرتے ہیں۔ صفح وجہ۔ اور صفح سیف۔ یعنی منہ کی چوڑان۔ تلوار کی چوڑان۔ ہم مسلمانوں کے ہاں ملاقات کے وقت مصافحہ سنت ہے مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا چاہئے۔ اس طرح کہ ایک شخص کی ہتھیلی دوسرے کی ہتھیلی ہو۔ انگلیوں سے مصافحہ کرنا بدعت ہے۔ اور یہ جو بعض لوگ نماز جمعہ یا کسی اور نماز کے بعد خصوصیت کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں۔ یہ بھی لا اصل لہ ہے۔ جوان عورت سے مصافحہ کرنا حرام اور بڑھیا سے لاباس بہ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب دو مسلمان باہم ایک دوسرے سے ملتے پھر مصافحہ کرتے ہیں تو قبل اسکے کہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوں انکے گناہ بخشدئے جاتے ہیں (نر)

مصدّق جامع صدقات۔ ممالک اسلامیہ میں اسکا تقرر خلیفہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ یہ شخص اب ہندوستان میں مقرر نہیں کیا جاتا۔

مصر (ل) شہر اور عرف عام میں ایک خاص سرزمین کا نام ہے جو افریقہ کا شمال و مشرقی حصہ ہے اسکے دارالسلطنت کا نام قاہرہ ہے۔ اور عام طور پر اسی کو مصر کہتے ہیں۔

مصر کی قدامت کو دین الٰہی کی تاریخ کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اسی مقام پر فروخت ہوئے۔ اور آخر اپنی خدادا استعداد کی بدولت قید خانہ سے نکل کر عزیز مصر بن گئے۔ پھر حضرت موسیٰ اسی شہر میں پیدا ہوئے اور انہوں نے بنی اسرائیل کو فرعون مصر کے پنجہ ظلم سے نجات دلائی۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں ان پیغمبروں کے حالات بیان ہوئے اس شہر کا ذکر بھی آیا ہے۔

مُصطَلِق ایک قبیلہ کا نام ہے جسکے سردار حارث

Marfat.com

بن ضرار نے مسلمانوں کو ترقی کرتے دیکھ کر ان کا مقابلہ کرنا چاہا۔ اور گرد و نواح کے بہت سے قبائل عرب کو اپنے ساتھ ملا کر جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ ادھر سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی لشکر لے کر باہر نکلے اور مریسیع کے کنوئیں پر ڈیرے ڈال دیئے۔ فریقین میں مقابلہ ہوا۔ اور مخالفوں نے شکست کھائی۔ جن میں سے دس آدمی قتل اور باقی سب گرفتار ہوئے۔ بعد ازاں وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

مُصعب بن عُمیر ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے جو بدر اور اُحد والے معرکوں میں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر ہوئے۔ جاہلیت کے زمانے میں بڑے خوشحال اور مالدار تھے اچھا کھانا کھانے اور اچھا لباس پہننے میں مشہور تھے۔ لیکن مسلمان ہوئے پیچھے ترفہ و تنعم کو ترک کر کے زہد و فقر کو اختیار کر لیا گیا۔ ایک دفعہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بکری کی کھال پہنے ہوئے حاضر ہوئے تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی یہ کیفیت دیکھ کر رو پڑے اور صحابہ سے فرمایا۔ اس شخص کو دیکھو کہ خدا نے اسکے دل کو نور ایمان سے روشن کر رکھا ہے۔ میں نے ہجرت سے پہلے اسے مکے میں دیکھا ہے کہ اسکے ماں باپ اسکی خوشی کے لئے نہایت عمدہ عمدہ کھانے پکواتے تھے۔ اور بارہا اسکے جسم پر ایسے نفیس کپڑے دیکھے گئے ہیں جنکی قیمت بہت کچھ ہو سکتی ہے۔ مگر خدا اور رسول خدا کی محبت نے اسکا یہ حال کر دیا ہے کہ اب کپڑوں کی جگہ کھال پہنے ہوئے ہے۔

مُصلّا یہ لفظ جائے نماز اور عیدگاہ کے معنے میں مستعمل ہوتا ہے (غ)

عیدگاہ۔ شہر سے باہر ایسی جگہ کا نام ہے۔ جو عیدین کی نماز ادا کرنے کے لئے بنائی جائے۔ اسکا دوسرا نام جبانہ ہے۔ اگرچہ گھر سے نکل کر نماز عید ادا کرنے کے لئے جانا واجب ہے۔ لیکن عیدگاہ میں نماز عید ادا کرنے کے لئے جانا سنت موکدہ ہے اگرچہ جامع مسجد وسیع ہو۔ اگر شہر کی مسجدوں میں نماز عید پڑھی جائے تو جائز ہے۔ اگرچہ خلاف سنت ہے۔ خلاصہ اور خانیہ میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ امام عیدگاہ میں تندرستوں کو نماز عید پڑھائے اور شہر میں ضعیفوں اور اپاہجوں کو نماز عید پڑھانے کے لئے اپنا نائب مقرر کرے۔ کیونکہ دونوں جگہ نماز عید درست ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عیدگاہ میں عیدین کی نماز پڑھاتے تھے۔ اور کبھی آپ نے مسجد میں عیدین کی نماز نہیں پڑھائی۔

موجودہ زمانہ کے علماء میں اس امر میں نزاع واقع ہوئی کہ عیدگاہ میں عیدین کی نماز سنت موکدہ ہے یا مستحب ہے۔ اکثر علماء نے اسے سنت موکدہ قرار دیا ہے۔ بعض نے مستحب کہا ہے۔ لیکن انکا یہ قول لغو ہے۔ بعض جوشیلے علماء نے عیدگاہ میں عیدین کی نماز ادا کرنے کو واجب قرار دیا ہے یہ بھی غلط ہے (عمدۃ الرعایہ)

مصوّر خدا کے ننانوے ناموں سے ایک نام ہے جسکے معنے ہیں مخلوقات کی طرح طرح کی صورتیں بنانے والا۔ تصویر سے مشتق ہے جسکے معنے صورت بنانے اور ہیئت بخشنے کے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ جو چیز عدم سے وجود میں آتی ہے وہ محتاج ہوتی ہے۔ اولاً اندازہ کرنے کی ثانیاً پیدا کرنے کی۔ ثالثاً صورت بنانے کی۔

قرآن مجید میں اسکا ذکر اس آیت میں آیا ہے
هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى ط (پ۔ حشر ع ۲) وہی اللہ (ہر چیز کا) خالق (ہر چیز کا) موجد ہے (مخلوقات کی طرح طرح کی) صورتیں

Marfat.com

بنانے والا ہے (اسکی اچھی اچھی صفتیں ہیں اور اسی سبب سے) اسکے اچھے ہی اچھے نام ہیں۔

مضاربت یہ فقہ کی اصطلاح کا لفظ ہے۔ جسکے معنے یہ ہیں کہ ایک شخص کا مال ہو وہ دوسرے کو کہے کہ تم اس کے ذریعہ تجارت کرو جو نفع حاصل ہوگا اسے نصفا نصف یا کم و بیش آپس میں تقسیم کرلیں گے۔

عقد مضاربت ذیل کی تین چیزوں کا مقتضی ہوتا ہے

مضارب۔ وہ شریک جو محنت کرتا ہے۔ اسے عامل بھی کہتے ہیں۔

ربّ المال۔ جسکا مال یا روپیہ ہے۔

راس المال۔ وہ مال جو تجارت کو دیا جائے۔ مثلاً روپیہ۔ اشرفی وغیرہ۔

مثلاً زید نے اس شرط پر بکر سے سو روپیہ لیا کہ اس سو روپیہ سے تجارت کروں گا۔ جو نفع ہوگا اسے نصفا نصف یا کم و بیش آپس میں تقسیم کرلیں گے۔ اس صورت میں زید مضارب سو روپیہ راس المال اور بکر ربّ المال ہوگا۔

تنبیہ } مضاربت میں راس المال مضارب کے پاس عمل سے پیشتر امانت ہوتا ہے یعنی اگر مال ہلاک ہو جائے تو مضارب اسکا ذمہ دار نہ ہوگا اور جب مضارب نے کام شروع کر دیا تو مضارب وکیل ہوگا۔ جب نفع حاصل ہوا تو شریک۔ اگر عقد مضاربت فاسد ہو جائے تو مزدور۔ اور اگر مالک مال کی مخالفت کی تو غاصب ہوگا۔

اگر رب المال نے مضارب کو سامان دیا اور کہا کہ اس کو بیچ ڈالنا اور اس مال کا جو مول ہے وہ مضاربت ہے اور جو اسکا نفع ہوگا اس میں شراکت ہے تو امام مالک اور شافعی اور احمد رح کے نزدیک یہ مضاربت فاسد ہے۔ اور امام صاحب کے نزدیک جائز ہے۔ ائمہ نے پیسوں میں مضاربت کرنے سے منع کیا ہے۔ مگر اشہب اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر پیسے مروج ہوں تو جائز ہے۔

جب مضارب نے مال مضاربت گواہوں کے روبرو لیا تو صرف انکار کرنے سے بری الذمہ نہ ہوگا تاوقتیکہ گواہی نہ ہو۔ مگر عراق کے علماء کہتے ہیں کہ اسکا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائیگا۔ اگر مضارب کو مال دیا جائے اور وہ کسی سے سامان خریدے مگر بائع کو سامان کی قیمت دینے سے پہلے مال ہلاک ہو جائے تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک بائع اپنے سامان کی قیمت مضارب سے لینے کا حقدار ہوگا اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اُسے رب المال سے قیمت لینی چاہئے کیونکہ مضارب بمنزلہ وکیل کے ہے۔

اگر ربّ المال مضارب سے یہ شرط کرے کہ فلاں چیز نہ خریدنا یا فلاں شئے نہ فروخت کرنا تو امام صاحب اور شاگردوں کے نزدیک اس شرط سے مضاربت فاسد ہو جائے گی۔ اور امام مالک اور امام صاحب کے نزدیک فاسد نہ ہوگی۔

جب مضارب نے عقد مضاربت کے فاسد ہونے کے بعد خرید و فروخت کی اور اس میں فائدہ حاصل ہوا تو امام ابو حنیفہ رح اور امام شافعی رح کے نزدیک مضارب کو اسکے عمل کے موافق اجرت دیجائے گی اور جو فائدہ ہوا ہے وہ ربّ المال لیگا۔

اگر مضارب مال لیکر سفر کر جائے تو امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک اسکا نفقہ مال مضاربت سے ہوگا۔ اور امام احمد کے نزدیک مضارب اپنی گرہ سے کھائیگا۔ بلکہ سواری تک کا خرچ اپنی گرہ سے دے گا۔

اگر مضارب نے ربالمال سے تجارت کیلئے اس شرط پر مال لیا کہ کل نفع میں لونگا تو امام مالک کے

نزدیک جائز ہے بقول اہل عراق وہ مال بطور قرض ہوگا۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ مال اور نفع سب اصل مالک کا ہے اور مضارب کو اسکے کام کے موافق اُجرت دیجائے گی۔ (رحمۃ)

مطر بارش۔ یہ بھی خدا کی بہت بڑی رحمت ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا تا لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (س۔ اعراف۔ ع ۷) اور وہی (قادر مطلق) ہے جو (باران) رحمت سے آگے (آگے) ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ (لوگوں کو مینہ کی آمد کی) خوشخبری پہنچادیں۔ یہانتک کہ جب (ہوا) بھاری (بوجھل) بادلوں کو لے اڑتی ہے توہم کسی بستی کی طرف جو (تشنگی کی وجہ سے گویا) مری پڑی تھی۔ بادل کو ہانک دیتے ہیں پھر (وہاں) بادل سے پانی برساتے ہیں پھر پانی سے ہر طرح کے پھل (زمین سے) نکالتے ہیں اسی طرح ہم (قیامت کے دن) مردوں کو (زمین سے) نکال کھڑا کرینگے (ہم اپنی قدرت کے آثار اس غرض سے بیان کرتے ہیں) تاکہ تم (لوگ ان باتوں میں) غور کرو۔

اگر بارش بند ہوجائے تو اسکے لئے تمام مسلمانوں کو دعا مانگنے کا حکم ہے۔ اسے صلوٰۃ استسقاء کہتے ہیں۔ دیکھو (استسقاء کی نماز)۔

مُعاذ بن جبل ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے جنکی کنیت ابو عبداللہ انصاری خزرجی تھی۔ آپ ان ستر صحابہ میں سے ہیں جو عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے تھے۔ آپ جنگ بدر اور اسکے بعد کی تمام لڑائیوں میں شامل ہوئے یمن میں قاضی بنا کر روانہ کیئے گئے۔ عمر بن عباس اور ابن عمر وغیرہ بہت سے صحابہ نے آپ سے روایت کی اٹھارہ سال کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے حضرت عمر بن خطابؓ نے ابو عبیدہ بن جراحؓ کے بعد آپ کو شام کا عامل مقرر کیا۔ اور طاعون عمواس کے موقعہ پر ۳۸ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ (اکمال)

معارج (دل) سیڑھیاں۔ قرآن مجید کی سورت کا نام ہے۔ جو اسطرح شروع ہوتی ہے سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۵ تا خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۵ اللہ جو (آسمان کی) سیڑھیوں کا مالک ہے (جنکی راہ) فرشتے اور جبریل اسکی طرف چڑھتے ہیں۔ اس کے حکم سے قیامت کے دن جسکا اندازہ پچاس ہزار برس کا ہوگا کافروں کو عذاب ہونا ہے (اور) کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا (ایک ناعاقبت اندیش) درخواست کرنے والے نے درخواست کی کہ وہ عذاب ابھی نازل ہو۔

معاشرت معاشرت کے معنے ہیں مل جل کر رہنا یعنے جن لوگوں کے ساتھ آدمی کے خانگی یا شہری تعلقات ہوں انکے ساتھ مناسب سلوک کرے۔ شریعت پاک نے معاشرت کے متعلق انسان کو ایسی اعلیٰ تعلیم دی ہے کہ دنیا کا کوئی مذہب اسکا مقابلہ نہیں کرسکتا جسکی سب سے زبردست اور کافی دلیل یہ ہے کہ اسلام نے عرب جیسی جاہل اور بادیہ نشین قوم کو تہذیب و تمدن میں وہ کمال عطا کیا کہ عرب کی اسلامی معاشرت اس زمانہ کی تمام قدیمی مہذب و متمدن اقوام کے لئے دستور العمل بنگئی۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ (س۔ انفال۔ ع ۱) یعنی پس اللہ سے ڈرو اور اپنا باہمی معاملہ ٹھیک رکھو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمان کو برا کہنا فسق اور اسے قتل کرڈالنا کفر ہے (صحیح)

فرمایا مسلمان آدمی کو حاکم وقت کی بات سننی اور اسکا کہا ماننا بہرحال واجب ہے جب تک کہ خدا کی نافرمانی کا حکم نہ کیا جائے۔ ہاں جب خدا کی نافرمانی کا حکم کیا جائے

Marfat.com

تو نہ حاکم کی بات سنی جائے نہ اُسکا کہا مانا جائے۔

فرمایا سنو اور فرمانبرداری کرو اگرچہ تمپر حبشی غلام ہی حاکم کیوں نہ مقرر کیا جائے۔ گویا اسکا سر دانہ منقی (یعنے نہایت حقیر اور چھوٹا) ہے۔ (بخ)

قرآن مجید میں ارشاد ہے وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ٥ (س۔ بنی اسرائیل) یعنی اور عہد کو پورا کیا کرو۔ کیونکہ (قیامت میں) عہد کی باز پرس ہوگی۔

فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جس میں امانت نہیں اسکا ایمان نہیں۔ اور جس میں ایفائے عہد نہیں اسکا کچھ دین نہیں۔

قرآن مجید میں آیا ہے وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا (س۔ احقاف) اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔

ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کونسا عمل اللہ کے نزدیک بہت پسند ہے۔ فرمایا وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے عرض کیا پھر کونسا عمل۔ فرمایا ماں باپ سے سلوک کرنا۔ میں نے عرض کیا پھر کونسا۔ فرمایا راہِ خدا میں جہاد کرنا (صح)

اور فرمایا خدا کی رضامندی والدین کی رضامندی میں ہے اور خدا کی ناخوشی والدین کی ناخوشی میں ہے۔ (تر)۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ٥ (س۔ بنی اسرائیل ع) یعنی اور (لوگو!) افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ انکو اور تمکو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ اولاد کا جان سے مار ڈالنا بڑا بھاری گناہ ہے۔

فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی کا اپنی اولاد کو ادب دینا ایک صاع خیرات کرنے سے بہتر ہے (تر)

اور فرمایا جسکے ہاں بیٹی ہو۔ اور وہ نہ تو اسے زندہ درگور کرے (جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ فقر و عار کی وجہ سے کیا کرتے تھے) اور نہ اسکی اہانت و تذلیل ہی کرے نہ اپنے فرزند ذکور کو اسپر ترجیح ہی دے۔ خدا اسے جنت میں داخل کرے گا۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (س۔ بقرہ۔ ع ۲۸) یعنی اور جیسے (مردوں کا حق) عورتوں پر ویسے ہی دستور کے موافق عورتوں کا (حق مردوں پر) ہاں مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہے۔

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلحاظ ایمان سب ایمانداروں میں کامل تر ایماندار وہ شخص ہے جو خلق میں بہت اچھا اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ نہایت نرم ہو (تر)

اور فرمایا ایماندار مرد ایماندار عورت کو دشمن نہ رکھے (کیونکہ) اگر اسکی ایک عادت سے ناخوش ہوگا تو اسکی دوسری عادت سے ضرور ضرور خوش ہو جائیگا (مس)

خدا کا حکم ہے۔ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ (س۔ روم۔ ع ۴) اور رشتہ دار کو اسکا حق دیتے رہو۔ اور محتاج اور مسافر کو (ان کا حق)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اس بات کو دوست رکھتا ہو کہ خدا اسکی روزی میں توسیع اور عمر میں برکت دے۔ تو وہ اپنے قرابتیوں کے ساتھ سلوک کرتا رہے (صح)

اور فرمایا کہ جنت میں رحم کا قطع کرنے والا داخل نہ ہوگا (صح)

اور فرمایا کہ جو چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کا وقر نہ کرے وہ ہمارے طریقہ پر نہیں الخ (تر)۔

فرمایا بڑے بھائیوں کا حق چھوٹے بھائیوں پر ویسا ہی ہے جیسا باپ کا اولاد پر (بیہقی)۔

Marfat.com

فرمایا جس جوان نے بوڑھے کی اسکے سن کی وجہ سے عزت کی تو خدا اسکے بڑھاپے کے وقت ضرور ایسا شخص مقرر کرے گا جو اسکی عزت کرے گا۔ (ترمذی)

فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص خود تو سیر ہو کر کھانا کھائے اور اسکا پڑوسی بھوکا رہے وہ کامل مومن نہیں ہے۔ (شعب الایمان)۔

اور فرمایا خدا کے نزدیک بہترین دوست وہ ہے جو اپنے دوستوں کے حق میں بہتر ثابت ہو۔ اور خدا کے نزدیک بہترین ہمسایہ وہ ہے جو اپنے ہمسایہ کے حق میں بہتر ثابت ہو (ت)

اور فرمایا جب تم شوربا پکاؤ تو اس میں پانی بڑھاؤ اور اپنے پڑوسی کی خبر لو۔ (مخ)

فرمایا کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے (بلکہ اسکے ساتھ سلوک کرے) اگرچہ بکری کا ایک کھر ہی بھیجے۔

اور فرمایا ایک ہمسایہ دوسرے ہمسایہ کو اپنی دیوار میں کھونٹی گاڑنے سے منع نہ کرے (مخ)۔

فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سنت میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے مہمان کے ساتھ (جب وہ رخصت ہونے لگے) اسکی تعظیم و تکریم کے لئے حویلی کے دروازہ تک پہنچانے جائے۔ (ابن ماجہ)۔

فرمایا جو شخص خدا اور روز جزا پر ایمان رکھتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو شخص خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے اور جو شخص خدا اور روز جزا پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ بھلائی کی بات منہ سے نکالے ورنہ خاموش ہو رہے (مخ)

اور ایک حدیث کے آخری کلمات ہیں کہ مہمانداری تین دن ہے، اسکے بعد جو احسان کرے وہ خیرات ہے۔

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سائل کو (کچھ دیکر) پھیر دو گو ایک سوختہ کھر ہی کیوں نہ ہو (ابو)

فرمایا مانگنے والے کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے (ابو)

فرمایا مسلمانوں میں سے بہتر وہ گھر ہے جس میں یتیم ہو۔ اور گھر والے اسکے ساتھ نیک سلوک کرتے ہوں اور مسلمانوں میں سب سے برا اور بدتر وہ گھر ہے جس میں یتیم ہو اور گھر والے اسکے ساتھ برائی سے پیش آتے ہوں۔ (ابن ماجہ)۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ اپنی مرض وفات میں فرماتے تھے کہ لوگو! نماز کی پوری پوری حفاظت کرو۔ اور لونڈی غلاموں کے حقوق کی رعایت کرتے اور ان کے ساتھ ہمیشہ نرمی سے پیش آتے رہنا (مسند احمد)

غرض اسلام نے اسکے علاوہ دشمن کے حقوق مسافر کے حقوق اور اہل کتاب کے حقوق تک صاف طور پر قائم کر دئے ہیں۔ اگر ان سب باتوں کو تفصیل کے ساتھ لکھا جائے تو بہت سے بڑا دفتر بھی کافی نہ ہوگا

معاقل معقلہ کی جمع ہے جسکے معنے ہیں خون بہا۔ اس کے معنے معلوم کرنے کے لئے دیکھو (دیت)

معانقہ ایک دوسرے سے بغلگیر ہونا۔ ملاقات کے وقت بغلگیر ہونا۔ اگر یہ سبیل تملق ہو تو مکروہ و ممنوع ہے۔ اور اگر اسکا وقوع مسافر کے رخصت کرنے یا آنے وقت ہو تو جائز ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم سے کوئی اگر اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا کرے۔ کیا اسکے آگے سر و پشت خم کر دے۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ اس نے عرض کیا۔ کیا اسکو گلے لگا لے اور اسکے ہاتھ چومے فرمایا نہیں۔ عرض کیا آیا اسکا ہاتھ پکڑے اور مصافحہ

Marfat.com

کرے۔ فرمایا ہاں۔ (تر)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ زید بن حارثہ مدینے آئے۔ اور جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ تو انہوں نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم (شدت فرح اور غایت شوق کی وجہ سے) ان سے ملنے کے لئے برہنہ (یعنی بے چادر اوڑھے) کھڑے ہو گئے (آپ چلتے جاتے اور) اپنی چادر سنبھالتے جاتے تھے۔ (حضرت عائشہ کہتی ہیں خدا کی قسم میں نے نہ تو اس سے پہلے کبھی آپ کو برہنہ یعنے بغیر چادر اوڑھے ہوئے دیکھا تھا نہ اسکے بعد کبھی دیکھا۔ الغرض پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں گلے لگایا اور انکے ماتھے پیشانی کو بوسہ دیا تھا

معانی الآثار | علم حدیث میں ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی کی تصنیف ہے جو ۲۲۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۲۱ھ میں وفات پائی۔ اس کتاب کی متعدد علمانے شرحیں لکھی ہیں (کشف)

معاویہ رض | یہ معاویہ بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف ہیں ولادت ان کی خیف منیٰ میں ہوئی۔ کنیت ابو عبدالرحمن تھی بعض نے کتاب وحی میں شمار کیا ہے اور بعض نے منشی یا خطوط نویس لکھا ہے۔ ۱۶۳ حدیث کی روایت بھی کتب حدیث میں ان سے پائی جاتی ہے آپ دلیر۔ تیز فہم۔ عالی خیال اور بلند حوصلہ تھے۔ مدت سلطنت ۴۰ برس رہی۔ کیونکہ حضرت عمر کے وقت سے عامل دمشق تھے اور بیس برس تک آپ اس مدت میں خلیفہ ثانی وثالث کا وقت گذر گیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے انکو معزول فرمایا۔ مگر یہ آپ سے آمادہ جنگ ہوئے اور امارۃ دمشق پر قابض رہے۔ اور حضرت حسن کے بعد ۱۹ برس اور حاکم رہے۔ باب جابیہ اور دروازہ دمشق کے مابین مدفون ہوئے۔ نماز جنازہ ابن قیس یا ضحاک فہری نے پڑھی تھی۔

علمائے اہلسنت والجماعۃ انکے حال میں مختلف ہیں۔ بعض تو کہتے ہیں کہ انکے جنگ وجدال جو حضرت علی رض سے واقع ہوئے وہ محمول بر خطائے اجتہادی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ جنگ خالی شائبہ نفسانیت سے نہیں تھے۔ تو انکے نزدیک زیادہ سے زیادہ وہ باغی ٹھہرے لیکن باغی ہونا سب وطعن وشتم کا موجب نہیں ہے۔ خصوصاً وہ صحابی تھے اور کئی حدیثیں انکی فضیلت میں موجود ہیں۔ (تلخ)

معتدہ | عدت نشین عورت۔ دیکھو (عدت)

معتزلہ | (ل) کنارہ کش ہونے والا۔ یکسو ہونیوالا۔ اہل اسلام سے ایک فرقے کا نام ہے وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب حسن بصری کو یہ خبر پہنچی کہ مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی پیدا ہوئی ہے جو کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ نہ بالکل مومن ہے اور نہ بالکل کافر بلکہ اسکا درجہ انکے درمیان ہے تو انہوں نے کہا ھٰؤُلَاءِ اِعْتَزَلُوا یعنے یہ لوگ اجماع اسلام سے کنارہ کش ہو گئے ہیں۔ اس دن سے ان کا نام معتزلہ مشہور ہوا۔

اس تمام گروہ کا رئیس اور پیشوا واصل بن عطا ہے اس شخص نے احادیث واخبار کو حسن بصری سے سیکھا تھا۔ اور قواعد اعتزال کو عبداللہ بن محمد حنفیہ سے حاصل کیا تھا۔ مبرد نے کامل میں کہا ہے کہ اسکی نشست اکثر اس بازار میں ہوا کرتی تھی جہاں عورتیں سوت بیچنے کو آتی تھیں تاکہ پارسا عورتوں کو پہچان کر پیچھے ان کو صدقہ خیرات دیا کرے اسلئے اسکا لقب غزال ہو گیا اور غزال سوت بیچنے والے کو کہتے ہیں۔ سوت بیچنے والا۔ اس شخص کی

Marfat.com

گردن بہت لمبی تھی۔ یہاں تک کہ عمرو بن عبید نے اسبات کا عیب اس میں نکالا اور کہا مَنْ هٰذِهٖ عُنُقُهٗ لَاخَيْرَ عِنْدَهٗ یعنی جس شخص کی گردن اتنی لمبی ہو گی اس میں کوئی بھلائی نہ ہو گی۔ لیکن جب واصل لائق فائق نکلا تو عمرو نے کہا میری فراست چوک گئی۔ میرے عقل میں خطا ہوئی۔ واصل کی زبان سے حرف راے مہملہ صحیح نہ نکلتا تھا۔ معہذا نہایت فصیح و بلیغ تھا اس وجہ سے حرف را کو غین سے بدل دیتا تھا زبان پر نہ آنے دیتا تھا۔ اسکا ایک بڑا رسالہ ہے۔ جس میں اس نے حرف را کو ذکر نہیں کیا۔

معتزلہ نے اپنا لقب اصحاب عدل و توحید مقرر کیا ہے۔ انکا عدل یہ ہے کہ اللہ تعالے پر مطیع کو ثواب اور عاصی کو عذاب پہنچانا واجب ہے۔ اور توحید انکی یہ ہے کہ صفات الوہیت کے نافی ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ بے شک اللہ عالم بھی ہے اور قادر بھی اور بصیر بھی مگر صفت علم اور قدرت وغیرہ اسکو حاصل نہیں ہے۔ مطلب انکا یہ ہے کہ صفات الٰہی ذات الٰہی سے جدا نہیں ہیں بلکہ تمام ایک ذات ہے اور ایک ہی مفہوم ہے۔ کیونکہ اگر صفات باری تعالیٰ کو اسکی ذات کا عین نہ مانا جائے تو بہت سے قدماء اور معبود ثابت ہو جائیں گے اور یہ کفر ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالے کا کلام مرکب ہے حروف اور آواز سے اور حادث ہے قدیم نہیں ہے اسی واسطے اسکی ذات پاک کے ساتھ قائم ہونا تجویز نہیں کرتے۔ بلکہ کہتے ہیں جب اللہ تعالے چاہتا ہے تو اسے کبھی لوح محفوظ میں پیدا کر دیتا ہے اور کبھی جبرئیل اور کبھی نبی میں۔ اور انکے ہاں کلام لفظی اور نفسی میں تفرقہ نہیں ہے اسلئے قرآن کو مخلوق کہتے ہیں۔ اور رویت الٰہی کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رویت کے لئے شرائط درکار ہیں۔

انکے اور بھی بہت سے نام ہیں۔ ایک ثنویہ۔ یہ نام اسلئے ہوا کہ یہ اسبات کے قائل ہیں کہ خیر اللہ کی طرف سے ہے اور شر بندے کی طرف سے۔ دوسرا نام وعیدیہ۔ یہ نام اسلئے ہوا کہ انکا قول ہے کہ مومنین دوزخ میں نہ جائیں گے۔ فقط انکا ورود دوزخ پر ہوگا اور جو شخص دوزخ میں گیا وہ پھر اس سے باہر نہ نکلیگا تیسرا حرقیہ۔ کیونکہ انکا قول ہے کہ کفار ایک ہی بار جلائے جاتے ہیں۔

معتزلہ کے تقریباً بیس فرقے ہیں۔ ان میں سے ایک دوسرے کی تکفیر کرتا ہے۔ فرقوں کے نام یہ ہیں (۱) واصلیہ (۲) عمریہ (۳) ہذیلیہ (۴) نظامیہ (۵) اسواریہ (۶) اسکافیہ (۷) جعفریہ (۸) بشریہ (۹) مزداریہ (۱۰) ہشامیہ (۱۱) حابطیہ (۱۲) حدیثیہ (۱۳) صالحیہ (۱۴) معمریہ (۱۵) ثمامیہ (۱۶) خیاطیہ (۱۷) جاحظیہ (۱۸) کعبیہ (۱۹) جبائیہ (۲۰) ہاشمیہ (غ)۔

مُعتِق آزاد کرنیوالا۔ دیکھو (اعتاق)۔

مُعتَق آزاد شدہ غلام۔ دیکھو (اعتاق)

المعتمد علم تفسیر کی ایک کتاب کا نام ہے جو دس جلدوں میں ابو القاسم اسمٰعیل بن محمد اصفہانی کی تصنیف ہے جو ۵۳۵ھ میں فوت ہوا (کشف)

المعتمد حدیث کی ایک کتاب کا نام ہے جس میں وہ احادیث بیان کی گئی ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں۔ فقہ کی ترتیب پر ۳۳ بابوں پر مشتمل ہے۔ مصنفہ ابو الثنا محمود بن احمد قونوی جو ۷۷۰ھ میں فوت ہوا ہے (کشف)

مُعتمِر عمرہ بجا لانیوالا۔ دیکھو (عمرہ)

Marfat.com

معجزہ معجزہ: اسے کہتے ہیں کہ خدا کا جو پیارا بندہ نبوت کا دعوےٰ کرتا ہو وہ کوئی ایسا عجیب کام کر دکھائے جو غیر معمولی اور عادت کے خلاف ہو اور منکر لوگ باوجود پوری کوشش کرنے اور ساری طاقت لگا دینے کے ایسا کام کرنے سے عاجز ہیں۔

معجزہ نبی کے دعوے کی دلیل اور اسکی سچائی کا گواہ ہوتا ہے۔ اسکی یہ مثال ہے کہ کوئی زبردست بادشاہ ایک شخص کو لوگوں کی طرف بھیجے تاکہ وہ انکو شاہی احکام سنائے۔ وہ شخص لوگوں سے کہے کہ میں بادشاہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ اسکا امین ہوں۔ اسکے احکام تم کو سنانے آیا ہوں۔ لوگ پوچھیں اسکی کیا دلیل ہے۔ وہ کہے کہ اسکی دلیل یہ ہے کہ حضور اعلےٰ نے اپنی سلطنت کا جو انتظام کر رکھا ہے اگر عرض کروں تو اس کے برعکس کوئی کام کرا سکتا ہوں۔ لوگ کہیں تو پھر یہ نہر جو دار الخلافہ سے ہو کر آتی ہے بند کرا دو اور شاہی قلعہ پر توپیں چلنی شروع ہو جائیں۔ یہ شخص فوراً ٹیلیفون کے ذریعے سے حضور میں عرض کر دے اور چند ہی منٹ کے بعد نہر کا پانی اترنا شروع ہو جائے اور ساتھ ہی دار الخلافہ کی سمت سے دنادن توپوں کے فیر سنائی دینے لگیں

اسطرح جب کسی پیغمبر سے لوگ کہتے ہیں کہ اگر تم رسول ہو تو فلاں فلاں ان ہونے کام کر دکھاؤ۔ تو وہ جناب باری میں دعا کرتا ہے اور خدا کے حکم سے ان لوگوں کے کہنے کے مطابق وہ کام ہو جاتا ہے۔ مثلاً پتھر سے اونٹنی پیدا ہو جاتی ہے۔ لکڑی کا اژدہا بن جاتا ہے۔ مردہ زندہ ہو جاتا ہے۔ ہاتھ کی انگلی سے چاند دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ وغیرہ۔

معجزے اور جادو میں فرق بظاہر تو معجزہ اور جادو دونوں عجیب و غریب اور خلاف معمول کام کر دکھانے میں برابر ہیں مگر در اصل دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ جادو محض ایک نظر بندی ہوتی ہے اس سے جو عجائبات نظر آتے ہیں ان کی اصلیت نہیں ہوتی جو چیز جادو سے بنائی جاتی ہے وہ اصلی چیز کا کام نہیں دے سکتی نہ اسکے لئے خواص اس میں ہوتے ہیں۔ بخلاف اسکے معجزے کا کام امر واقع ہوتا ہے اور وہ جو چیز ظاہر کرتا ہے وہ پوری اصلیت اور صحیح خواص رکھتی ہے جادو ہر شخص سیکھ کر اس سے دوسرے جادوگر کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ مگر معجزہ خاص خدا کا نشان ہے۔ اس کا مقابلہ انسانی طاقت سے باہر ہے اور جادو اسکے آگے بالکل پست اور ماند ہو جاتا ہے۔

معجزے اور کرامت میں فرق معجزے اور کرامت میں وہی فرق ہے جو سمندر اور اسکے ایک قطرے میں ہے یا سورج اور اسکی شعاع میں۔

ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات بیشمار ہیں منجملہ ان کے قرآن آپکا وہ زندہ معجزہ ہے جس کے معارضہ و مقابلہ سے انسانی طاقت عاجز ہے اسکی پیشگوئیاں قیامت تک پوری ہوتی رہینگی۔ معجزۂ شق القمر بھی آپکا وہ معجزہ ہے جسکی نظیر نہیں ملتی اور جسپر خدا کی آسمانی کتاب (قرآن) گواہ ہے۔

معجم الاوسط حدیث کی ایک کتاب کا نام ہے مصنفہ امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی جو ۳۶۰ھ میں فوت ہوئے۔ (کش)

معجم الصغیر علم حدیث میں امام ابو القاسم سلیمان سلیمان بن احمد طبرانی کی تصنیف ہے۔ امام موصوف نے ۳۶۰ھ میں وفات پائی۔ (کش)

معجم الکبیر حدیث کی ایک کتاب کا نام ہے جس کو امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے تصنیف کیا۔ اس کتاب میں پچیس ہزار احادیث ہیں۔ (کش)

Marfat.com

معروف کرخی ابو محفوظ معروف بن فیروز۔ حضرت شیخ سری سقطی کے استاد تھے۔ ۲۰۰ھ اور بقولے ۲۰۴ھ بغداد میں فوت ہوئے۔ (کن)

معزّ عزت دینے والا۔ خدا کے اسماء سے ایک اسم ہے۔ اعزاز کہتے ہیں عزیز کرنے کو۔ یعنے خدا جسے چاہتا ہے توفیق طاعت دے کر اور عقبیٰ میں علو مرتبت اور نعیم جنت عطا فرما کر عزیز کرتا ہے۔ امام غزالی کا قول ہے کہ اسکے معنے یہ ہیں کہ خدا جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے۔ یہ لفظ بعینہٖ تو قرآن مجید میں موجود نہیں ہے مگر اسکے مشتق موجود ہے وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ (س۔ آل عمران ع۳) اور تو ہی جسے چاہے عزت دے اور تو ہی جس سے چاہے سلطنت چھین لے۔

مُعطی اسماء حسنیٰ میں سے ایک اسم ہے اسکے معنے ہیں عطا کرنے والا۔ یعنے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ یہ اُن اسماء سے ہے جنکے مشتقات بعینہٖ قرآن میں نہیں ملتے۔ ہاں مادے پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے إِنَّا أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ (س۔ کوثر۔ ع۱) بے شک ہمنے تجھے کوثر عطا کیا ہے۔

مُعقّبات (ل) یکے بعد دیگرے آنے والی چیزیں۔ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بندوں کی حفاظت کے لئے مقرر کئے گئے ہیں ارشاد ہے لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۝ (س۔ رعد ع۲) اسکے آگے اور اسکے پیچھے باری باری (خدا کے) موکل لگے رہتے ہیں جو بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

معلّم ماسٹر۔ ٹیچر۔ مدرسہ یا مسجد کا اُستاد۔ دیکھو (اُستاد) فلسفہ کی کتابوں میں معلم اول کا لفظ ارسطو کے لئے آیا ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے اسی نے علم حکمت کے مسائل کو ضبط کر کے لکھا ہے (غ) (ص)۔ وہیں معلم اول یا معلم ملائکہ کا لفظ حضرت آدم علیہ السلام پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی ذیل کی آیت سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ تا وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ (س۔ بقرہ ع۴) اور آدم کو (سب چیزوں کے) نام بتا دئے۔ پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے روبرو پیش کر کے فرمایا کہ اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو تو ہم کو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ بولے تو پاک (ذات) ہے جو تو نے ہمکو بتا دیا ہے۔ اس کے سوا ہمکو کچھ معلوم نہیں تحقیق تو ہی جاننے والا مصلحت کا پہچاننے والا ہے (تب خدا نے آدم کو حکم دیا کہ اے آدم تم فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دو۔ پھر جب آدم نے فرشتوں کو ان (چیزوں) کے نام بتا دئے تو (خدا نے فرشتوں کی طرف مخاطب ہو کر) فرمایا کیوں ہمنے تمسے نہیں کہا تھا کہ آسمانوں کی اور زمین کی سب مخفی چیزیں ہم کو معلوم ہیں اور جو کچھ تم (اب) ظاہر کرتے ہو (وہ) اور جو کچھ تم ہم سے چھپاتے تھے (وہ) ہم کو (سب) معلوم ہے۔

معلّم کے لفظ کا اطلاق ہادی اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی ہوا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا یعنی میں لوگوں کو احکام دین کی تعلیم دینے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

معمریہ ایک فرقے کا نام ہے جو معمر بن عباد سلمی کی طرف منسوب ہے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ خدا تعالےٰ نے اجسام کے سوا کوئی چیز پیدا نہیں کی اور اعراض کو اجسام پیدا کرتے ہیں۔ اور خدا تقدم سے صفت سے موصوف نہیں۔ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا اپنے آپکو

Marfat.com

نہیں جانتا (تق)

معوذتین قرآن مجید کی دو آخری سورتوں کو کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے آغاز میں قُلْ اَعُوْذُ کا کلمہ ہے۔ ان میں سے پہلی سورت کا ترجمہ یہ ہے (اے پیغمبر اپنی حفاظت کے لئے یوں) دعا مانگا کرو کہ تمام مخلوق کی شر سے صبح کے مالک (یعنی خدا) کی پناہ مانگتا ہوں اور اندھیری رات کی شر سے جب (اسکا اندھیرا تمام چیزوں پر) چھا جائے۔ اور گنڈوں پر (پڑھ پڑھ کر) پھونکنے والیوں (یعنی جادوگرنیوں) کی شر سے اور حسد کرنے والے کی شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔

دوسری کا ترجمہ یہ ہے (اے پیغمبر اپنی حفاظت کے لئے یوں) دعا مانگا کرو کہ (شیطان) جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا (اور خود) نظر نہیں آتا (اور جنات اور آدمی (دونوں ہی اس قسم کے) وسوسہ انداز (ہوتے ہیں) ان کی شر سے میں لوگوں کے پروردگار لوگوں کے (حقیقی) بادشاہ لوگوں کے معبود برحق یعنی خدا) کی پناہ مانگتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رض کے نزدیک یہ دونوں سورتیں کلام الٰہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر منزل تو ہیں۔ مگر قرآن مجید میں سے نہیں ہیں بلکہ ان کے نزدیک قرآن قُلْ هُوَ اللّٰهُ پر ختم ہوگیا۔ اور یہ دو سورتیں بطور تعویذ و حفاظت کے نازل ہوئی ہیں بلکہ جمہور صحابہ اس کے مخالف ہیں۔ کیونکہ بخاری اور نسائی وغیرہ میں زر بن حبیش سے حدیث آئی ہے کہ میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ان دونوں سورتوں کی بابت پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا مجھے جیسا جبرئیل نے کہا ویسا ہی میں نے کہا جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دو سورتیں قرآن میں سے ہیں۔ نیز مسلم اور ترمذی میں عقبہ بن عامر سے حدیث آئی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج کی رات مجھ پر ایسی آیتیں نازل ہوئی ہیں جنکی مثل آجتک میں نے نہیں دیکھی۔ وہ یہ دونوں آخری سورتیں ہیں۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ ان دونوں سورتوں کو عبداللہ بن مسعود بھی جزو قرآن سمجھتے تھے۔ مگر چونکہ الحمد کی طرح انکو اکثر پڑھا کرتے تھے اسلئے ان کے لکھنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ اس نہ لکھنے کی وجہ سے لوگوں نے خیال کرلیا کہ آپ انہیں جزو قرآن نہیں سمجھتے تھے (لف)

عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد معوذتین پڑھنے کا حکم دیا (مش)۔

مُعِید دوبارہ پیدا کرنیوالا۔ خدا تعالے کے ننانوے اسماء سے ہے۔ اور یہ لیا گیا ہے اعادت سے جسکے معنے ہیں لوٹانے اور عدم کے بعد ایجاد کرنیکے خدا معید ہے۔ اس معنے کر کہ قیامت میں دوبارہ پیدا کریگا۔ یا اس اعتبار سے کہ رات دن کا چکر باندھ رکھا ہے۔ یہ اسم بعینہ تو قرآن مجید میں موجود نہیں مگر اسکا مشتق موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ (س۔ بروج۔ ع ۱) وہی اول بار پیدا کرتا اور وہی قیامت میں دوبارہ بھی کریگا۔

مغالق جوے کے تیر۔ دیکھو لفظ (ازلام)

مغنی اللہ تعالے کے ننانویں ناموں میں سے ایک نام ہے جسکے معنے ہیں لوگوں کو بے پروا کرنے والا اللہ کا ایک نام غنی ہے جو مشتق ہے غنا سے۔ اور غنا کہتے ہیں بے نیاز ہونے کو یعنی خدا سب لوگوں سے بے نیاز ہے۔ اور مغنی لیا گیا ہے اغنا سے۔ جسکے معنے ہیں بے نیاز کرنا یعنے وہ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے بے نیاز کرتا ہے کہ وہ

Marfat.com

اپنے ہم جنسوں کیطرف حاجت نہیں لے جاتا۔ غنی جو
مالدار کے معنے میں مشہور ہے وہ بھی بے نیازی کی
ایک شاخ ہے۔

غنی وہ ہے جس کو اپنی ذات وصفات کے وجود یا کمال کسی کی طرف کسی قسم کی حاجت نہ ہو۔ اور یہ بات اللہ کے سوا کسی کے لئے ممکن نہیں۔ اور اللہ مغنی بھی ہے یعنے وہ اپنے بندوں کو غنی بناتا ہے۔ لیکن بندہ مطلق غنی نہیں بن سکتا جیسے کہ خدا مطلق غنی ہے۔ کیونکہ بندہ کم از کم مغنی کا تو محتاج رہا۔ اور یہ احتیاج غنی مطلق کی شان کے خلاف ہے پس بندہ غنی بالمجاز ہے۔

اور نہ یا وہ سے زیادہ یہی غنا ہے جس سے بندہ متصف ہو سکتا ہے کیونکہ وہ قطعی طور پر حاجت سے بری نہیں ہو سکتا ورنہ اللہ کا یہ فرمان کیونکر صحیح ہوگا۔ وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ۔ ان اللہ بندہ کی ہر چیز سے مستغنی ہو سکتا ہے ورنہ خدا کے اسم مغنی کا مفہوم ٹھیک نہیں بیٹھے گا (مقصد)

مغنی کا اسم بعینہ قرآن مجید میں نہیں آیا ہے۔ سورہ نور کے رکوع ۴ میں اسکا مشتق یوں آیا ہے
یُغْنِہِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ

مغنی | حدیث میں حافظ عمر بن زید موصلی حنفی کی تصنیف ہے جو ۶۰۱ھ میں تصنیف ہوئی (کش)

مغنی | اصول فقہ میں شیخ جلال الدین عمر بن محمد بخاری حنفی کی تصنیف ہے جو ۶۹۱ھ میں فوت ہوئے۔ ابو محمد منصور بن احمد خوارزمی نے ۷۴۰ھ میں اسکی شرح لکھی۔ اسکے علاوہ اور بھی اسکی متعدد شروح ہیں (کش)

مغیریہ | مغیرہ بن سعید عجلی کے متبعین کا ایک فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ خدا ایک نورانی انسان کی شکل میں ہے اور اسکے سر پر نور کا تاج ہے۔ اور

اسکا اول معرفت وحکمت کا سرچشمہ ہے (تع)

مفاخرت | فخر کرنا۔ دیکھو (فخر)۔

مفاتیح الغیب | شیخ جلال الدین سیوطی کی تفسیر ہے جو ۹۱۱ھ میں فوت ہوئے۔ یہ تفسیر سورت حج سے آخر تک ہے۔ (کش)

مفتاح الجنۃ | جنت کی کنجی۔ نماز کا لقب ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الْجَنَّۃِ الصَّلٰوۃُ وَمِفْتَاحُ الصَّلٰوۃِ الطُّهُوْرُ رواہ احمد۔ یعنی جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت کی کنجی نماز ہے۔ اور نماز کی کنجی وضو ہے۔

مفتاح الغیب | تصوف میں شیخ صدرالدین محمد بن اسحق قونوی کی تصنیف ہے جو ۶۷۳ھ میں فوت ہوئے۔

مفرح الاحزان | اسکے معنے ہیں غم کے اسباب موجود ہونیکے بعد اپنے آپ کو خوش رکھنے والا یعنی زندہ دل۔

مفسد | بگاڑنے والا۔ فساد ڈالنے والا۔ فتنہ انگیز۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْیَتٰمٰی قُلْ اِصْلَاحٌ لَّہُمْ خَیْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْہُمْ فَاِخْوَانُکُمْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ (س۔ بقرہ ع ۲۷) اور (اے پیغمبر) لوگ تم سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (تو انکو سمجھا دو کہ جہاں تک) ان (یتیموں) کی بہتری (ہو سکے) بہتر ہے اور اگر ان سے مل جل کر رہو تو (وہ) تمہارے بھائی ہیں۔ (کوئی حرج نہیں) اور اللہ بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے (الگ) پہچانتا ہے۔

Marfat.com

مُفسِدات وہ کام جن سے نماز اور روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (مفسدات نماز، مفسدات روزہ)

مُفسِداتِ روزہ وہ کام جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے وہ یہ ہیں (۱) جان بوجھ کر کھانا یا پینا (۲) جان بوجھ کر ہم بستر ہونا (۳) کلی کرتے یا غوطہ لگاتے وقت بلا اختیار حلق میں پانی اتر جانا (۴) کان یا ناک میں دوائی ڈالنا (۵) سر کے زخم میں لگائی ہوئی دوا کا دماغ تک چلا جانا (۶) پیٹ کے زخم میں لگائی ہوئی دوا کا پیٹ کے اندر پہنچ جانا۔ (۷) اپنی خواہش سے منہ بھر قے کرنا (۸) صبح صادق کے بعد غلطی سے سحری کھا لینا (۹) سورج کے چھپنے سے پیشتر غلطی سے روزہ افطار کر لینا (۱۰) روئی، کاغذ، گھاس، کنکر وغیرہ جو چیز کھائی نہیں جاتی نگل جانا۔ اگر کسی شخص کو روزہ یاد نہ ہو اور وہ بھول کر کھا پی جائے یا ہم بستر ہو یا بلا اختیار حلق میں غبار، دھواں یا مکھی چلی جائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ تیل لگانے، مسواک کرنے، سرمہ لگانے، بلا اختیار قے کے آنے اور کان میں پانی ٹپکانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ روزہ یاد ہی ہو۔ (کتب فقہ)۔

مُفسِداتِ صلوٰۃ نماز کے مفسدات یعنی وہ کام جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ دیکھو (مفسدات نماز)۔

مُفسِداتِ صوم روزے کے مفسدات یعنی وہ کام جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ دیکھو (مفسدات روزہ)۔

مُفسِداتِ نماز وہ کام جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے وہ یہ ہیں (۱) ارادے سے یا بھول سے بولنا (۲) اُف یا آہ کہنا۔ یا آواز کے ساتھ سانس چھوڑنا۔ یا کسی دنیوی مصیبت سے زور سے رونا۔ البتہ اگر نماز کے دوران بہشت و دوزخ کے خیال سے رونا آ گیا تو نماز نہیں ٹوٹتی (۳) بے ضرورت کھنکارنا اور گلا صاف کرنا (۴) کسی چھینکنے والے کی الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا (۵) قرآن سے دیکھ دیکھ کر نماز میں سورت پڑھنا (۶) ایک طرف کو اتنا مڑنا کہ قبلے کی طرف سے سینہ پھر جائے (۷) کسی کے سلام کا جواب دینا۔ (۸) نماز میں جوڑا باندھنا (۹) کوئی چیز منہ میں ڈال کر کھا پی لینا خواہ ایک تل یا ایک قطرے کے برابر ہو۔ ہاں اگر پہلے ہی سے کوئی چیز منہ میں اٹک رہی ہے تو ایک چنے سے کم مقدار کی چیز کے نگلنے سے نماز نہیں ٹوٹتی اس سے زیادہ ہو تو ٹوٹ جاتی ہے (۱۰) کوئی خوشخبری سن کر الحمد للہ یا مصیبت کی خبر سن کر اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہنا (۱۱) اللہ اکبر پڑھنے میں اللہ کے الف پر مد پڑھنا یا بے کی زبر کو لمبا پڑھنا۔ اسی طرح اور کلمے میں ایسی غلطی کرنا جس سے معنے بگڑ جائیں (۱۲) امام کے سوا کسی اور کو بتانا (۱۳) دعا میں ایسی چیز مانگنا جو آدمیوں سے مانگا کرتے ہیں (۱۴) عمل کثیر کرنا۔ وغیرہ وغیرہ (کتب فقہ)

مُفَوِّضہ ایک فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے پیدائش عالم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا ہے (تع)۔

مُفِیض وہ شخص جسے اہل عرب زمانہ جاہلیت میں جوا کھیلنے کے وقت تیروں کی تھیلی دیدیتے تھے۔ اور وہ اپنا ہاتھ تھیلی میں ڈالتا اور تیر نکال کر کسی ایک شخص کے ہاتھ میں دے دیتا اور جو کچھ اس تیر پر لکھا ہوتا اس کے موافق اس کو حصہ ملتا۔ دیکھو (ازلام)۔

مَقامِ ابراہیم مسجد حرام میں کعبہ کے سامنے مطاف کے کنارے پر ایک پتھر رکھا ہوا ہے جس کا طول دس بالشت اور عرض سات بالشت ہے۔ چونکہ اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام

Marfat.com

قدم مبارک کا نشان ہے۔ اسواسطے اسکا نام مقام ابراہیم ہے۔

شیخ ابن حجر مکی اپنے تحفہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سنگ مقام ابراہیم کو ملائکہ جنت سے لائے تھے۔ تاکہ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہو کر دیوار کعبہ کو بنائیں۔ چنانچہ وہ اسی پتھر پر کھڑے ہو کر عمارت کعبہ کو بناتے تھے۔ اور اسی پتھر پر کھڑے ہو کر مخلوق خدا کو ترغیب حج کا وعظ بھی فرماتے تھے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک وہ پتھر کعبہ کے نزدیک پڑا رہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مطاف کے کنارے جہاں وہ اسوقت ہے اسکی جگہ مقرر فرمائے رکھا (تاریخ مسجد حرام)

الحقوق والفرائض میں لکھتے ہیں کہ مقام ابراہیم ایک بڑا پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ بنایا تھا۔ یہ زمین سے گز سوا ایک تہائی اور آٹھواں حصہ اونچا ہے۔ اسکے اوپر کی سطح مربع ہے۔ یعنے چاروں طرف سے پاؤ گز۔ اس پر حضرت ابراہیم کے دونوں قدموں کے نشان پڑے ہوئے ہیں۔ قدموں کی جگہ کے ارد گرد چاندی کے پترے لگے ہوئے ہیں۔ یہاں طواف کا دوگانہ پڑھا جاتا ہے۔ مقام ابراہیم سے غلاف کعبہ تک دو گرہ کم اکیس ۲۱ گز کا فاصلہ ہے۔ (الحقوق)۔

قرآن مجید میں دو دفعہ یہ لفظ آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ۝ (س۔ البقرہ۔ ع ۱۴) اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ مقرر رکھو۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِيْمَ (س۔ آل عمران۔ ع ۱۰)۔ مکہ میں بہت سی کھلی نشانیاں ہیں۔ از انجملہ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ۔

مقام محمود لفظی معنے مقام پسندیدہ۔ جمہور کے نزدیک مقام محمود سے مراد مقام شفاعت ہے (مد)

حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ مقام محمود جسکا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے وعدہ ہے وہ مرتبہ شفاعت ہے کہ قیامت کے دن لوگ مضطر ہو کر تمام انبیاء سابقین سے سفارش کرانی چاہیں گے اور چونکہ تمام انبیاء آدمی ہو گذرے ہیں ہر ایک سے کچھ نہ کچھ لغزش مقتضائے بشریت ہو گئی ہے۔ انبیاء سابقین اپنی لغزشوں کو یاد کرکے شفاعت کی جرأت نہ کرسکیں گے۔ آخر یہ مہم ہمارے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سر کرینگے اور خدا سے آپ کو تمام لوگوں کی شفاعت کی اجازت ہوگی۔ اور خدا کی رحمت تمام اس پیرائے میں ظاہر ہوگی کہ ہمارے پیغمبر سب کی شفاعت کریں اور خدا کی جناب میں انکی شفاعت قبول ہو۔

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (س۔ بنی اسرائیل ع ۹) اور رات کے ایک حصہ میں نماز تہجد پڑھا کرو اور یہ تمہاری نفلی نماز ہے۔ عجب نہیں کہ اسکی برکت سے تمہارا پروردگار قیامت کے دن تمکو مقام محمود میں پہنچائے۔

مقابضہ اسکے معنے ہیں جنس کو جنس سے بیچنا۔ تفصیل دیکھو (بیع)

مقبرہ قبرستان۔ گورستان۔ محمد بن نعمان سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ہر جمعہ کو اپنے ماں باپ کی قبروں کی زیارت کرے اسکے گناہ بخشدئے جاتے ہیں۔ اور اسکا نام نیکو کاروں میں لکھا جاتا ہے۔ (مش)

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میں نے تمہیں قبروں پر جانے سے

Marfat.com

منع کیا تھا۔ اب جایا کرو۔ کیونکہ دنیا سے بے رغبت کرتی اور آخرت کو یاد دلاتی ہیں (ت)

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قبرستان میں ایسی جگہ مسجد بنانی منع ہے جہاں سجدہ کرنے سے کوئی قبر سامنے آجائے۔

مُقتَدیٰ پیروی کیا گیا۔ یعنے جسکی لوگ پیروی کریں۔ پیشوا۔ سرگروہ۔ لیڈر۔ (غ)

مُقتَدِر صاحب قدرت۔ خدا کا نام ہے اور یہ اقتدار سے مشتق ہے جسکے معنے قدرت کے ہیں۔ اور مقتدر کے معنے ہوئے صاحب قدرت۔ مقتدر میں قادر کی نسبت مبالغہ ہے۔ یہ اسم بعینہٖ قرآن مجید میں آیا ہے کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا کُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ (س۔ قمر۔ ع۳) سو انہوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلایا تو ہم نے انکو ایسا سخت پکڑا جیسا زبردست صاحب قدرت پکڑا کرتا ہے۔

مُقتَدِی پیروی کرنے والا۔ وہ شخص جو امام کے پیچھے کھڑا ہو۔ امام کے پیچھے جتنے شخص ہوتے ہیں وہ مقتدی کہلاتے ہیں۔ کیونکہ نماز کے ہر رکن میں وہ امام کی پیروی کرتے ہیں۔ تفصیل کیلئے دیکھو (نماز)۔

مُقَدِّم اپنے دوستوں کو بارگاہ عزت کی طرف بڑھانے والا۔ خداوند تعالےٰ کا نام ہے اور یہ مشتق ہے تقدیم سے اور تقدیم کہتے ہیں آگے کرنے کو۔ یعنی خداتعالےٰ فرمانبرداروں کو راہ قرب میں آگے بڑھاتا ہے۔ یہ اسم خداتعالےٰ کے ان اسماء سے ہے جنکے مشتقات بھی بعینہٖ قرآن میں نہیں ملتے۔ ان مادوں سے پائے جاتے ہیں۔

مُقسِط عادل۔ منصف۔ خدا کا نام ہے اسکا مادہ ہے قسوط اور قسوط کہتے ہیں جور و ظلم کو۔ لیکن جب اسے باب افعال میں لے گئے تو معنے ہوئے جور و ظلم کا ازالہ کرنے کے۔ اور ازالہ جور و ظلم کا نام ہے انصاف۔ تو مقسط کے معنے ہوئے منصف۔ عادل۔ یہ اسم بعینہٖ تو قرآن مجید میں موجود نہیں مگر اسکا مشتق موجود ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ؕ (س۔ آل عمران۔ ع۲) خود اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علماء بھی گواہی دیتے ہیں اور نیز یہ کہ اللہ عدل و انصاف کے ساتھ کارخانہ عالم کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اسکے سوا کوئی معبود نہیں زبردست اور حکمت والا ہے۔

مَقصُورہ حجرہ۔ وہ جگہ جو سب سے علیحدہ عبادت وغیرہ کے لئے بنائی جائے صوفیوں کا قاعدہ چلا آتا ہے کہ عبادت کے لئے گھر سے علیحدہ کسی گوشہ میں جگہ بناتے ہیں۔ اور وہاں یکسوئی سے خدا کی عبادت کرتے ہیں۔

مُقَوقِس مصر کے ایک نامور حاکم کا نام ہے جو عیسائی مذہب کا پیرو تھا اور جس کے پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نامہ بھیجا۔ جب اس کے پاس آپکا خط پہنچا تو اس نے قاصد کو خلوت میں بلا کر اس کے ساتھ بہت سی باتیں کیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات سنکر کہا بیشک یہ اوصاف اسی پیغمبر کے ہیں جسکے آنے کی خبر حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے دی ہے یہ پیغمبر اپنے تمام مخالفوں پر غالب آئیگا۔ اور اسکے پیرو اس ملک کو فتح کرلیں گے۔

اس کے بعد قاصد کو ایک مخلصانہ جواب اور چند بیش قیمت تحفے دے کر واپس کیا۔

Marfat.com

تحفوں کی تفصیل یہ ہے۔ ماریہ قبطیہ[1] اور اسکی بہن شیریں۔ چار ترکی لونڈیاں۔ ایک خواجہ سرا۔ ایک سفید خچر جسکا نام ولدل تھا۔ ایک گدھا جسکا نام عُفیر یا یعفور تھا۔ کچھ کپڑے۔ کچھ شہد۔ ہزار مثقال سونا۔ اسکے علاوہ خاص قاصد کو بھی پانچ جامے اور سو مثقال سونا انعام دیا (کذا فی کتب التاریخ)

مُقِیت مخلوق کو قوت یعنے روزی پہنچانیوالا۔ خدا کا نام ہے اور یہ قوت سے ماخوذ ہے اور قوت کہتے ہیں اس خورش کو جو بدنِ انسان کے قیام کا باعث ہو۔ اقاتت کے معنے قوت دینا اور کبھی مقیت توانا اور گواہ اور حاضر اور نگاہ رکھنے والے کے معنے میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ یوں وارد ہوتا ہے وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مُکاتَب اس غلام کو کہتے ہیں جو اپنے مالک کی رضا سے اپنی قیمت کا متکفل ہو جائے یہ غلام اپنی مزدوری سے مالک کو قیمت ادا کر لینے سے آزاد ہو جاتا ہے۔ (غ)

مُکاری وہ شخص جو اونٹ اور گھوڑے وغیرہ کرایہ پر دیتا ہو۔ (غ)

مکان شکستہ اگر شکستہ مکان کے مالک کو کہا جائے کہ اسے گرا دے تو اگر اتنی مدت کے بعد وہ گر گیا جس میں وہ اُسکو گرا سکتا تھا تو وہ نقصان کا ذمہ وار ہوگا (فقہ)۔

مُکّاء میم کے ضمہ سے سیٹی بجانا۔ ایک خوش آواز پرندے کا نام ہے جو باغوں میں آواز کیا کرتا ہے بطلیوسی نے کہا ہے کہ مکاء باغوں سے مالوف ہے۔

[1] ماریہ قبطیہ کو خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کنیز کے طور پر اپنے گھر میں رکھ لیا جنکے بطن سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم پیدا ہوئے تھے مدارج النبوۃ ۔

دوسری جگہ جب جاتا ہے جبکہ خشک سالی ہو اور گھاس نہ اُگے۔

قزوینی نے کہا ہے کہ مکاء جنگل کے پرندوں میں سے ہے جو عجیب گھونسلا بناتا ہے۔ اسکی اور سانپ کی بڑی عداوت ہے۔ سانپ اسکے انڈوں اور بچوں کو کھا جاتا ہے۔

ہشام بن سالم نے بیان کیا ہے کہ ایک سانپ نے مکاء کے انڈے کھا لئے۔ مکاء نے اسکے اوپر اڑنا شروع کیا۔ اور اسکے قریب ہو کر اُڑتا تھا۔ جب سانپ اسکی طرف منہ کرکے دوڑتا تو وہ سانپ کے منہ میں کانٹا ڈالدیتا تھا۔ چنانچہ وہ کانٹے سانپ کے حلق میں گڑ گئے اور وہ مر گیا۔ (حیوۃ)۔

قرآن مجید کی سورت انفال رکوع ۴ میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔ وَمَا کَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً ۔ اور خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا انکی نماز ہی کیا تھی۔

مکرمیہ ایک اسلامی فرقے کا نام ہے جو مکرم عجلی کا پیرو ہے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ تارک نماز کافر ہے (تنخ)

مکروہ وہ کام جسکا نہ کرنا راجح ہو۔ اگر وہ حرام سے قریب ہو تو اسے مکروہ تحریمی کہتے ہیں اگر حلال سے قریب ہو تو مکروہ تنزیہی۔ مکروہ تحریمی کے ارتکاب پر عذاب ہوتا ہے۔ اور مکروہ تنزیہی کے کرنے پر نہیں ہوتا۔

نماز میں بعض کام مکروہ ہیں۔ انکے لئے دیکھو (مکروہات نماز)۔

چہ روزے مکروہ ہیں (۱) عید الفطر کے دن (۲) عید اضحے کے دن (۳) عید اضحے سے بعد تین دن یعنی ذی الحجہ کی گیارہویں سے تیرہویں تاریخ تک (۴) سال بھر روزے رکھنا اور کسی دن افطار نہ کرنا (۵) کفارہ کے

تہوار میں روزہ (۶) جپ کا روزہ (۷) عورت کا اپنے خاوند کی اجازت بغیر نفلی روزہ رکھنا (۸) ایسے سفر میں روزہ کہ سخت تکلیف ہو یا ہمراہی لوگ بے روزہ ہوں جنکے ساتھ کھانا پینا شرک ہو۔

کسی جانور کے سامنے جانور کو ذبح کرنا۔ اور ذبیحہ کو لٹانے کے بعد چھری تیز کرنے میں مصروف ہوجانا جانور کو پاؤں سے پکڑ کر ذبح کرنے کی جگہ تک گھسیٹ کر لیجانا۔ گردن کے پیچھے سے ذبح کرنا۔ ایسی سختی سے ذبح کرنا کہ چھری حرام مغز تک پہونچ جائے۔ اور ٹھنڈا ہونے سے پیشتر کھال اتارنے لگنا مکروہ ہے۔ مگر ایسے ذبیحہ کے کھانے سے کوئی کراہت نہیں۔

حلال جانور کی شرمگاہ۔ کپورے۔ غدود پھکنا پتا۔ بہتا ہوا لہو کا کھانا مکروہ ہے۔

بلی۔ چوہے۔ مرغی۔ کوے اور طوطے کا جھوٹا مکروہ ہے۔

مکروہات خارجی

وہ مکروہ چیزیں جو آدمی کے اپنے بدن سے تعلق نہ رکھتی ہوں۔ ذیل کے نقشے سے معلوم ہوسکتی ہیں۔

نمبر شمار	قسم مکروہات	طریقہ ازالہ کراہت
۱	دوسرے کا رینٹ۔ تھوک بلغم۔ پسینا۔	کپڑے یا پانی سے دور کرنا۔
۲	بلی۔ مرغی۔ سانپ چوہے اور پھاڑنے والے پرندوں کا تھوک	پانی بہا دینا

مکروہات داخلی

وہ مکروہ چیزیں جو انسان کے بدن سے تعلق رکھتی ہیں۔ ذیل کے نقشے سے معلوم ہوسکتی ہیں

نمبر شمار	قسم نجاست	طریقہ ازالہ نجاست
۱	رینٹ	پونچھنا یا دھونا یا مبالغے کے ساتھ ناک میں پانی پہونچانا
۲	تھوک	پونچھنا یا دھونا یا مبالغے کے ساتھ ناک میں پانی پہونچانا۔
۳	بلغم	"
۴	پسینا	پونچھنا یا دھونا
۵	دانتوں کا میل منہ کی سڑاند بساند یا کھانے کا کوئی جزو جو دانتوں میں لگا رہ گیا ہو۔	مسواک کرنا یا کوئی منجن یا خلال کرنا یا مبالغے کے ساتھ کلی غرارہ کرنا
۶	موئے زہار	بالوں کو دور کرنا
۷	مونچھوں کے بال	بالوں کو دور کرنا
۸	بغلوں کے بال	"
۹	ناخن کا میل	ناخن کروانے۔
۱۰	ختنہ	زائد کھلڑی کا کٹوا لینا۔

مکروہات نماز

وہ کام جن سے نماز ٹوٹتی نہیں مگر اسکا ثواب گھٹ جاتا ہے۔

(۱) کپڑے یا بدن یا زیور سے کھیلنا۔
(۲) کنکریوں کو ہٹانا۔ البتہ اگر کنکریوں کے سبب سے سجدہ مشکل ہو تو ان کو ہٹانے کے لئے صرف ایک دو بار ہاتھ بڑھانا جائز ہے۔
(۳) انگلیاں چٹخانا۔
(۴) دائیں یا بائیں طرف منہ موڑ کر دیکھنا۔
(۵) جلسے یا قعدے میں بلا عذر دونوں پاؤں کھڑے کرکے بیٹھنا۔
(۶) چار زانو بیٹھنا۔
(۷) سگ نشینی کی طرح بیٹھنا۔
(۸) سلام کے جواب میں ہاتھ اٹھانا۔
(۹) کپڑے کو سمیٹنا۔
(۱۰) ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں کوئی شخص اسکے سامنے منہ کئے بیٹھا ہو۔

Marfat.com

(۱۱) ایسے مصلے پر نماز پڑھنا جس پر تصویر بنی ہوئی ہو۔
(۱۲) تصویر دار کپڑوں سے نماز پڑھنا۔
(۱۳) دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے لمبا کرنا۔
(۱۴) کسی نماز میں ہمیشہ پڑھنے کے لئے ایک ہی سورت مقرر کر رکھنا۔
(۱۵) کندھے پر رومال ڈالکر نماز پڑھنا۔
(۱۶) اتنے میلے کچیلے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا جن میں معزز لوگوں سے ملتے ہوئے شرم کی جاتی ہو۔
(۱۷) پیشاب یا پاخانہ کی حاجت کی حالت میں نماز پڑھنا۔
(۱۸) کھانا تیار ہونے پر سخت بھوک کی حالت میں نماز پڑھنا۔ لیکن اگر نماز کا وقت جا رہا ہو تو پہلے نماز پڑھ لینی چاہیئے۔
(۱۹) بلا ضرورت تھوکنا یا ناک صاف کرنا۔
(۲۰) بلا ضرورت کسی چیز کے سہارے کھڑے ہونا۔
(۲۱) سورت ختم ہونے سے پہلے جلدی سے رکوع میں چلے جانا۔ اور رکوع میں جاکر اسکو پورا کرنا۔
(۲۲) پاؤں کی جگہ کی نسبت سجدے کی جگہ کا اونچا ہونا۔ بالشت بھر جگہ اونچی ہو تو معاف ہے۔ اس سے زیادہ مکروہ ہے۔
(۲۳) چادر سر یا کندھوں پر اسطرح ڈالنا کہ اسکے دونوں کنارے نیچے لٹکتے رہیں۔ یا چوغہ کوٹ وغیرہ۔ آستینوں میں باہیں ڈالے اور بٹن لگائے بغیر کندھوں پر ڈالے رکھنا۔
(۲۴) امام کا نمازیوں کی نسبت بہت اونچی یا بہت پست جگہ پر کھڑے ہونا۔
(۲۵) مقتدی کا اس صف کے پیچھے کھڑے ہونا جس میں جگہ باقی ہے۔
(۲۶) سستی اور کاہلی کے باعث ننگے سر نماز پڑھنا اگر عاجزی کے لیئے ایسا کرے تو مکروہ نہیں۔
(۲۷) آسمان کیطرف نگاہ اٹھانا۔
(۲۸) پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرنا۔
(۲۹) آیتوں کا گننا۔ (کتب فقہ)

مگرمچھ ایک خونخوار دریائی جانور کا نام ہے جسکو عربی میں تمساح کہتے ہیں۔ شرع میں اسکا گوشت حرام ہے۔

مَلّاء صیغہ مبالغہ کا ہے جسکے معنے ہیں بہت پُر یعنے علم سے۔ یہ ملؤ سے مشتق ہے جسکے معنے پُری کے ہیں (غ)
فی زمانہ یہ لفظ حقارت آمیز معنوں میں مستعمل ہوتا ہے

مِلّت دین۔ مذہب۔ شریعت (غ) قرآن مجید میں یہ لفظ تقریباً ۱۵ مرتبہ آیا ہے دیکھو سورہ بقرہ۔ آل عمران۔ نساء وغیرہ۔

ملتقی الابحر فقہ میں ابراہیم حلبی کی تصنیف ہے جو حلب میں پیدا ہوئے اور قسطنطنیہ جا کر سلطان محمد خان کی جامع مسجد کے خطیب مقرر ہوئے اور ۹۵۶ھ میں فوت ہوئے۔
یہ کتاب پہلے پہل ۱۲۵۰ھ میں قسطنطنیہ اور ۱۲۶۳ھ میں بولاق میں طبع ہوئی۔ ممالک عثمانیہ میں یہ کتاب خاص طور پر معتبر سمجھی جاتی ہے۔ اس میں مختصر طور پر قدوری۔ مختار۔ کنز الدقائق اور مختصر وقایۃ الروایۃ کے مسائل بیان کیئے گئے ہیں۔ حنفیوں میں یہ کتاب بالاتفاق مقبول ہے۔
عبدالرحمن بن محمد سلیمان نے اسکی شرح لکھ کر اسکا نام مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر رکھا۔ جو ۱۲۴۰ھ میں قسطنطنیہ میں طبع ہوئی۔
انہیں ابراہیم حلبی نے منیۃ المصلی کی شرح لکھی ہے جسکا نام غنیۃ المستملی رکھا جو پہلے پہل پریس میں طبع ہوئی (اکتفا)

مُلحد راہِ حق سے پھرا ہوا۔ بے دین۔ فاسق۔ (غ)

Marfat.com

مُلحق (ل) ملایا گیا۔ (ص۔ و) روح کی اس حالت کے لئے آتا ہے جب وہ خدا سے ملجاتی ہے۔

مَلِک (ل) بادشاہ۔ پہلے امیر کو بھی کہا کرتے تھے (غ) قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا (س۔ بقرہ۔ ع ۳۲) اور ان کے پیغمبر نے ان سے کہا کہ اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کیا ہے۔

سلطان کے معنے بھی عربی میں بادشاہ کے لئے جاتے ہیں لیکن قرآن میں غلبہ و قابو کے معنے میں مستعمل ہوا ہے إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ (س۔ بنی اسرائیل۔ ع ۷) جو ہمارے سچے بندے ہیں ان پر تو تیرا کسیطرح کا قابو چلنا نہیں۔

بادشاہ کا لفظ فارسی میں ملک کے لئے موضوع ہے اور یہ پاد بمعنے تخت اور شاہ بمعنے ملک سے مرکب ہے یعنے تخت کا مالک۔

ملک کے لئے اور بھی کئی الفاظ ہیں۔ چنانچہ والی ایران افغانستان کو۔ والی بخارا اور کابل کے حاکم کو۔ سید زنجبار کے حاکم کو کہتے ہیں۔ خلیفہ اور امام کا اطلاق بھی بادشاہ پر ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کا نام ہے۔ ملک اخص اور مالک اعم ہے۔ یعنے دونوں میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ملک کو مالک کہہ سکتے ہیں۔ مگر ہر مالک کو ملک نہیں کہہ سکتے۔

ملکوت (۱) سلطنت۔ حکومت۔ یوں تو دنیا میں کسی نہ کسی قسم کی سلطنت اور حکومت دنیا کے بادشاہوں کو حاصل ہے۔ کوئی حکومت برطانیہ کا مالک ہے اور کوئی حکومت اٹلی کا۔ کوئی حکومت [illegible] کے تخت پر جلوہ افروز ہے۔ اور کسی کے قبضہ میں فرانس کی سلطنت کی مالک ہے۔ یہ تو دنیاوی سلطنتوں اور حکومتوں کا ذکر ہے۔ لیکن اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو دنیا میں کوئی ایسا فرد بشر نہیں جسے کسی نہ کسی حکومت سے حصہ نہ دیا گیا ہو۔ باپ اپنی اولاد پر حاکم ہے تو خاوند اپنی بیوی پر۔ استاد کو شاگردوں پر حکومت حاصل ہے تو آقا کو اپنے نوکروں پر حکومت کرنیکا حق ہے غرض دنیا کا انتظام ہی اسی طرح چل رہا ہے اور یہ نہ ہو تو دنیا کے انتظام کی کارروائی درہم برہم ہو جائے۔ یہ سب کچھ ہے مگر اصلی اور حقیقی سلطنت اور حکومت کا مستحق خداوند کریم ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے دنیاوی حکمرانوں کو چند روز کیلئے حکومت عطا کی ہے۔ اگر وہ چاہے تو دنیا کے معزز سے معزز۔ جابر سے جابر۔ ظالم سے ظالم اور زبردست سے زبردست بادشاہ کو چشم زدن میں تخت سے اتار کر کاسہ گدائی پکڑا دے۔ اور ایسے شخص کو جو نان شبینہ کا محتاج ہو تخت پر بٹھا دے۔ چنانچہ دنیا میں کئی ایک ایسے واقعات ہو گذرے ہیں اور ہوتے رہینگے۔

(۲) قرآن مجید کی ۶۷ ویں سورت کا نام ہے جو اسطرح شروع ہوتی ہے تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (بڑا) بابرکت ہے وہ (خدائے بااختیار) جسکے ہاتھ میں (دنیا جہان کی) سلطنت ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مَلَک فرشتہ۔ اسکی جمع ملائکہ آتی ہے۔ (۱) فرشتے خدا کی ایک پاک مخلوق ہے پیدائش انکی نور سے ہے۔ وہ کھانے پینے اور دیگر تمام حیوانی اوصاف سے پاک ہیں۔ انکی غذا ذکر الٰہی ہے۔ اور وہ خدا کے معزز اور فرمانبردار بندے ہیں۔

(۲) ہوا کی طرح فرشتے بھی نظر نہیں آسکتے۔ کیونکہ فرشتوں کی لطافت ہوا کی نسبت بدرجہا زیادہ ہے

Marfat.com

مگر انبیاء علیہم السلام فرشتوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور جس وقت کوئی فرشتہ انسان کی صورت میں آتا ہے۔ تو عام لوگ بھی اسکو دیکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ جبرئیل کبھی کبھی دحیۃ الکلبیؓ کی صورت میں آتے تھے تو ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی دیکھ لیتے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام کئی مرتبہ انسانی صورت میں آنحضرتؐ کے پاس دینی احکام لیکر آئے ہیں۔

(۳) فرشتے پلک جھپکنے میں ہزارہا میل طے کر سکتے ہیں۔ اور ان میں طاقت اسقدر ہوتی ہے کہ خدا کے حکم سے زمین کو پارہ پارہ کر سکتے ہیں۔

(۴) فرشتوں کو خدا کے حکم سے مختلف کام سپرد ہیں حضرت جبرئیلؑ کو پیغمبروں کے پاس وحی لانے کی خدمت سپرد تھی۔ عزرائیلؑ روحوں کے قبض کرنے پر مامور ہیں۔ بعض فرشتے بندوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ بعض بندوں کے اعمال لکھتے ہیں بعض جنت کے نگہبان ہیں۔ بعض دوزخ کے محافظ ہیں۔ بعض عرش کو اٹھانے کی خدمت پر مامور ہیں۔ بعض کے سپرد دنیوی امور کا انتظام ہے۔ اور بہت سے فرشتے صرف خدا کی تسبیح تہلیل اور تکبیر میں مصروف ہیں۔

(۵) چند خاص فرشتوں کے نام قرآن و احادیث میں ملتے ہیں۔ مثلاً جبرائیل۔ عزرائیل۔ میکائیل۔ اسرافیل۔ رضوان۔ مالک وغیرہ۔ عملیات کی کتابوں میں فرشتوں کے بہت سے نام ہیں۔ چنانچہ جواہر خمسہ میں ان ناموں کی ایک بڑی فہرست درج ہے۔ ان میں سے چند نام یہ ہیں۔ کلکائیل۔ دردائیل۔ دربائیل۔ شرقائیل۔ تنکائیل۔ افتمائیل۔ خرورائیل۔ تتائیل۔ ہمواکیل۔ اترائیل۔ شمواکیل۔ برتائیل وغیرہ یہ نام غالباً سریانی کی قدیم کتابوں سے نقل کئے گئے ہوں گے۔ مگر نصوص شرعیہ سے ثابت نہیں ہیں۔

(۲) سورۂ رعد کے رکوع ۲ میں ارشاد ہے لَهُ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ یعنے آدمی کے ساتھ آگے اور پیچھے باری باری فرشتے لگے رہتے ہیں جو خدا کے حکم پر اسکی حفاظت کرتے ہیں۔

سورۂ مومن کے پہلے رکوع میں آیا ہے اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یعنے جو فرشتے عرش کو اٹھا رہے ہیں اور جو فرشتے عرش کے گرد ہیں۔ وہ اپنے مالک کی پاکی تعریف کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اور اسپر ایمان رکھتے ہیں۔ اور مومنوں کے لئے بخشش مانگتے ہیں۔

سورۂ انفطار کے رکوع اول میں وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ یعنے حالانکہ تمپر (ہمارے) چوکیدار تعینات ہیں عزت دار لکھنے والے (فرشتے) جو تم کرتے ہو انکو خبر ہے۔ اور بھی کئی جگہ قرآن میں فرشتوں کا ذکر آیا ہے۔

ملک الموت موت کا فرشتہ۔ مقرب فرشتوں میں سے ایک فرشتے کا نام ہے جو ارواح کے قبض کرنے پر مامور ہے۔ قرآن کریم میں اسکا ذکر یوں آیا ہے قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ (س۔ سجدہ ع ۲) (اے پیغمبر تم ان لوگوں سے) کہو کہ ملک الموت جو تم پر تعینات ہے (وہی) تمہاری روحوں کو قبض کرتا ہے پھر (تم سب) اپنے پروردگار کیطرف لوٹا کر لائے جاتے ہو۔ تفصیل کے لئے دیکھو (موت)۔

ملنگ مسلمان فقیروں کی ایک جماعت ہے جو جمن جتی کے پیرو ہیں جو زندہ شاہ مدار کا مرید تھا۔ یہ لوگ سر کے بال اکثر بڑھائے رکھتے ہیں

Marfat.com

یہ فرقہ اکثر ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔

مُمتحنہ ح کی زبر سے (ل) وہ چیز جس کا امتحان لیا گیا ہو جسکی جانچ کرلی گئی ہو۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جو اس طرح شروع ہوتی ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ مسلمانو! ہمارے اور اپنے دشمنوں کو (یعنی کافروں کو) دوست نہ بناؤ اسی سورت کی ذیل کی آیت میں اسی کا ہم اشتقاق لفظ یوں آیا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ مسلمانو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کرکے آیا کریں تو تم ان (کے ایمان) کی جانچ کرلیا کرو۔

مُمسک کنجوس بخیل۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر دن صبح کو دو فرشتے (آسمان سے) اترتے ہیں۔ ان میں کا ایک کہتا ہے خداوندا خرچ کرنیوالے کو زیادہ مال عطا فرما۔ اور دوسرا کہتا ہے الٰہی بخیل کو ہلاکت و بربادی نصیب کر۔ (صحیح)

(اسماء کہتی ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اسماء! راہ خدا میں) خرچ کر ڈال اور گن گن مت اگر تو گن گن کر دے گی، تو خدا بھی تجھے گن گن کر دے گا۔ اور تو مال کو سینت سینت کر مت رکھ ورنہ خدا بھی اپنا مال تجھ سے روک لیگا۔ دے جہاں تک تجھ میں گنجائش ہو ("")۔

شریعت نے خرچ میں افراط تفریط سے منع کردیا ہے۔ اتنا خرچ بھی جائز نہیں ہے کہ خود فاقہ کشی کرتا پھرے اولاد دربدر بھیک مانگا کرے۔ اور ایسا بھی نہ ہونا چاہئے کہ باوجود مال و دولت کے کتے کو خیر بھی نہ ڈالے۔ اپنے مقدور کے مطابق خرچ کرنا چاہئے آیۃ وَلَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ اِلخ

میں اسی کی صریح ہدایت ہے۔

مُمِیْت (ل) مارنے والا۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور یہ اماتت سے لیا گیا ہے جسکے معنے ہیں حیات کا دور کرنا۔ سورۃ آل عمران۔ رکوع ۱۷ میں آیا ہے وَاللّٰهُ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ یعنے اللہ ہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔

مَنّ ترنجبین۔ بنی اسرائیل جب میدان تیہ میں سرگرداں بھٹکتے پھرتے تھے۔ توراۃ کے وقت ترنجبین کی طرح کی کوئی چیز میٹھی برف کیطرح گرتی تھی اور صبح کو اسقدر جمع ہوجاتی تھی کہ روزمرہ ہر ایک شخص کے حصہ میں ایک صاع یعنی تین سیر آجاتی۔ مزا اسکا شہد کیطرح ہوتا تھا۔ (ک)

قرآن مجید میں یہ لفظ تین دفعہ آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَظَلَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ (س۔ بقرہ ع۶) یعنے ہمنے تمپر ابر کا سایہ کیا اور تمپر من و سلویٰ بھی اتارا علاوہ ازیں سورہ طٰہٰ ع۴ اور سورہ اعراف ع۲۰ میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔

مَنات ایک بت تھا جسکی پرستش اوس اور خزرج کیا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں یہ نام یوں مذکور ہے۔ اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى (س۔ النجم۔ ع۱) (مشرکو!) بھلا تم نے لات اور عزیٰ اور وہ جو ایک تیسری دیوی اور ہے منات ان پر بھی نظر کی (کہ ان میں کچھ بھی قدرت ہے۔

مُناجاۃ سرگوشی کرنا۔ خفیہ گفتگو کرنا۔ کانا پھوسی کرنا۔ معتبر روایات سے ثابت ہے کہ مدینے کے منافق اور بنی قریظہ اور بنی نضیر کے یہود جو آس پاس رہتے تھے مسلمانوں کو پریشان کرنیکے لیئے لوگوں کو دکھا کر دو چار الگ بیٹھکر سرگوشی کرتے

Marfat.com

اور آنکھوں بھووں سے مسلمانوں کیطرف اشارہ کرتے جاتے تھے۔ اس سے مسلمانوں کو تشویش پیدا ہوتی تھی کیونکہ اس وقت کفار کا غلبہ تھا جس سے ہر وقت بدامنی پھیلی رہتی تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو منع کر دیا مگر پھر بھی وہ باز نہ آتے تھے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى تا فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (س مجادلہ ع)

(اے پیغمبر) کیا تُنے اُن لوگوں (کے حال) پر نظر نہیں کی جن کو کانا پھوسی کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ پھر جس سے انکو منع کیا گیا لوٹ کر وہی (بات) کرتے ہیں اور کانا پھوسی بھی کرتے ہیں (تو) گناہ کی اور (لوگوں پر بے جا) زیادتی کرنے کی اور رسول کی نافرمانی کی۔ اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو جن لفظوں سے خدا نے تم پر سلام نہیں بھیجا ایسے لفظوں سے تم کو سلام کرتے ہیں۔ اور اپنے جی میں کہتے ہیں کہ (اگر یہ پیغمبر ہے تو) ہمارے اس کہنے پر خدا ہم کو سزا کیوں نہیں دیتا (بس) ان کے لئے جہنم (کی سزا) کافی ہے کہ اس میں رہیں گے تو (ان لوگوں کا بھی کیا ہی) برا ٹھکانا ہے۔

مسلمانوں کو سرگوشی کرنیکا قرآن میں یوں حکم دیا گیا ہے یا یھا الذین آمنوا اذا تناجیتم تا وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون (س ۲۸ ع ۲) مسلمانو! جب تم ایک دوسرے کے کان میں بات کرو تو گناہ کی اور (لوگوں پر بے جا) زیادتی کرنیکی اور رسول کی نافرمانی کی باتیں (ایک دوسرے کے کان میں) نہ کیا کرو۔ ہاں (کسی مصلحت سے) نیکی اور پرہیزگاری (کی باتوں) کو ایک دوسرے کے کان میں کہہ لو (تو مضائقہ نہیں) اور اللہ سے ڈرتے رہو جسکے حضور میں (تم سب قیامت کے دن حساب کتاب کے لئے) جمع کئے جاؤ گے۔ کانا پھوسی تو بس ایک شیطانی حرکت ہے تاکہ مسلمان اسکی وجہ سے آزردہ خاطر ہوں حالانکہ بے اذن خدا (کسیکی کانا پھوسی) انکو کچھ نقصان نہیں پہونچا سکتی۔ اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا تا غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (س ۲۸ ع ۲) مسلمانو! جب تمکو پیغمبر کے کان میں کوئی بات کہنی ہو تو کان میں بغرض مطلب کرنے سے پہلے کچھ خیرات لا کر آگے رکھدیا کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور (دلوں کی) صفائی میں (اسکو بڑا) دخل ہے پھر اگر تمکو (خیرات کا) مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قرآن کریم کی سورت نساء رکوع ۱۷ میں بھی اسکا ذکر آیا ہے۔

ل۱ کانا پھوسی جسکی ممانعت ان آیتوں میں ہے وہ کانا پھوسی ہے جو مجالس نبوی میں منافق آپس میں کیا کرتے تھے مسلمانوں کے ڈر سے کھل کر تو کچھ نہ کہتے مگر کانا پھوسی یا اشاروں سے کام لیتے ۱۲ فائدہ ترجمہ نذیر احمد۔

ل۲ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ بلا ضرورت بھی پیغمبرؐ کے ساتھ نجویٰ کیا کرتے تھے اور ادب رسالت قائم رکھنے کیلئے ضروری تھا کہ جہانتک ہوسکے اسکا انسداد کیا جاتا چنانچہ حکم صادر ہوا کہ پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ تخلیہ کرو تو کچھ صدقہ بھی قبل از خدمت کیا کرو اول تو اس کی اداکی سے بہت تھوڑے کام نکلیں گے جو موجب تکلیف ہے۔ دوم تم مسلمانوں کے دل ایک دوسرے کی جانب سے صاف رہینگے۔ اب جو ہر شخص خلوت کرنے لگتا ہے تو دوسرے مسلمانوں کو بدگمانی نہ بھی ہوتی ہو آخر یہ خیال تو آتا ہوگا کہ فلاں شخص پیغمبر صاحب کا بہت منہ لگا ہے خدا جانے اسکے ساتھ کیا مشورے ہوتے ہیں۔ صدقہ دینا پڑے گا تو آپ ہی کم ہو جاوینگے اور بضرورت جاوینگے بھی تو دوسرے مسلمان سمجھ لیں گے کہ تم اپنی غرض سے گئے چنانچہ اس تدبیر سے لوگوں کا آنا کم ہو گیا اور حکم صدقہ سے جو غرض تھی وہ حاصل ہو گئی تو وہ حکم بھی منسوخ کر دیا گیا۔

ل۳ یہود پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے السلام علیک کی جگہ السام علیک کہتے تھے۔ سام دعا ہے جسکے معنے ہیں موت اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے ۱۲ ترجمہ حافظ نذیر احمد دہلوی۔

Marfat.com

منافق

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں پہنچے اور مخلص مسلمانوں کے علاوہ بعض ایسے بناوٹی مسلمان بھی اسلامی جماعت میں شامل ہو گئے تھے جو کسی دنیوی مصلحت سے ظاہر میں مسلمان ہوگئے تھے۔ مگر ان کے دل اسلامی لگاؤ اور رسول کی محبت سے خالی تھے۔ قرآن مجید میں ان لوگوں کا نام منافق آیا ہے۔ یہ لوگ بظاہر تو مسلمانوں سے ملے جلے رہتے تھے۔ اور انکی ہاں میں ہاں ملاتے رہتے تھے۔ مگر بس چلتا تو مسلمانوں کو ہر طرح نقصان پہنچانے کے لئے آمادہ رہتے تھے۔ اور اسلام کے دشمنوں سے ساز باز رکھتے تھے۔ منافقوں میں سے عبداللہ بن اُبی ایک بڑا با اثر شخص تھا۔ جب تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینے میں تشریف نہیں لائے تھے۔ اس شخص کا وہاں بڑا زور تھا اسکو پکی امید تھی کہ مجھے مدینے کی سرداری ملجائیگی۔ اور بہت سے لوگ اسکی مدد پر آمادہ تھے لیکن آنحضرت کے تشریف لیجانے پر مدینے کی کایا پلٹ ہوگئی۔ جو لوگ پہلے عبداللہ بن اُبی پر جان دیتے تھے وہ اس کو چھوڑکر اسلام کا کلمہ پڑھنے لگے۔ گو ابن اُبی کی ساری امیدوں پر پانی پھر جانے سے اسکو بڑا صدمہ ہوا۔ تاہم اس نے ظاہری مصالح سے مسلمانوں میں شامل ہو جانا مناسب سمجھا۔ مگر در پردہ انکی بیخکنی کے منصوبے گانٹھتا رہا۔ ہمیشہ مسلمانوں کی خبریں قریش کو پہونچاتا اور انکو یقین دلاتا کہ اگر تم مدینے پر چڑھائی کروگے تو یہودی ضرور تمہاری مدد کرینگے۔

۵ھ میں غزوہ مصطلق کے موقع پر اس بدکردار شخص نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ پر ایک بیہودہ بہتان باندہا جسکی تکذیب خود خداوند تعالےٰ نے سورہ نور میں کی جسکی تفصیل لفظ افک میں پڑھ چکے۔ اس غزوہ میں اس شخص نے آنحضرت کیطرف اشارہ کرکے کہا۔ اب کے ہم مدینہ پہونچ لیں تو ذی عزت ذلیل کو نکال باہر کریگا۔ اس کی تردید میں سورہ منافقون کی چند آیات نازل ہوئیں جن میں ارشاد ہوا وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ یعنی اور عزت تو اللہ اور اسکے رسول اور مومنوں ہی کے لئے ہے۔

عبداللہ بن اُبی کا بیٹا پکا مسلمان اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مخلص صحابی تھا۔ وہ اتفاق سے مدینہ ہی میں رہگیا تھا۔ جب لشکر مدینہ کے قریب آیا تو اس نے یہ واقعہ پہلے ہی سے سن لیا تھا اور لشکر کی راہ پر کھڑا ہوگیا۔ جب اسکا باپ ابن اُبی سامنے آیا تو گھوڑے کا لگام تھام کر کھڑا ہوگیا۔ اور کہنے لگا ٹھہر کہاں جاتا ہے بخدا میں تجھکو مدینہ میں قدم بھی نہ رکھنے دونگا جب تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دیں اور تو اقرار نہ کرے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام عالم سے ذی عزت و افضل ہیں اور تو تمام بنی آدم سے رذیل ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حال دیکھکر فرمایا جانے دو اور درگذر کرو۔

۹ھ میں اس شخص کی عمر کا خاتمہ ہوا۔ اس کا بیٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدتمند صحابی تھا۔ آنحضرت محض اسکی خاطرداری کے لئے ابن اُبی کی خبر پوچھنے کے لئے تشریف لیگئے۔ ابن اُبی نے کہا کہ میں مرجاؤں تو آپ اپنے بدن کا کرتہ میرے کفن کے لئے عطا کریں اور مجھ پر نماز جنازہ پڑہیں۔ جب وہ مرگیا تو اسکے بیٹے نے کرتے کے لئے التجا کی۔ آپ نے کرتہ اتار دیا تھوڑی دیر بعد اس نے آکر اطلاع دی کہ جنازہ تیار ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ نماز پڑہائیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ آپ اسپر نماز جنازہ پڑہانے جارہے ہیں۔ حالانکہ وہ منافق ہے اور منافقوں کے بارہ میں اللہ نے فرمایا ہے۔ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ

Marfat.com

اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ یعنی اے پیغمبر تم ان (منافقوں) کے لئے بخشش مانگو یا نہ مانگو۔ اگر ان کے لئے ستر مرتبہ بھی بخشش مانگوگے تو اللہ انکو ہرگز نہیں بخشیگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! مجھکو بخشش کی دعا کرنے نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ مگر میں بخشش کی دعا کرنا منظور کرتا ہوں۔ اگر مجھکو معلوم ہوتا کہ وہ ستر مرتبہ سے زیادہ دعا کرنے پر بخشا جائیگا تو میں ہزار سے بھی زیادہ مرتبہ دعا کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کے جنازہ کی نماز پڑھا دی تو یہ آیۃ نازل ہوئی وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

اور اے پیغمبر ان (منافقوں) میں سے جو مر جائے اسپر کبھی بھی نماز جنازہ نہ پڑھنا۔ اور نہ اسکی قبر پر کھڑے ہونا۔ ان لوگوں نے اللہ اور اسکے رسول کو نہیں مانا۔

اس آیت سے منافقوں پر نماز جنازہ پڑھے جانیکی قطعی ممانعت ہوگئی۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عبداللہ بن اُبی کے بعد تمام منافق نفاق سے تائب ہوگئے اور پھر کوئی منافق نہیں رہا۔ اور نہ اب کوئی مسلمان منافق ہوسکتا ہے اسلئے احادیث میں جو علامات نفاق درج ہیں تو انکا تعلق خاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہے اس زمانے میں ان علامات کے مطابق کسیکو منافق نہ کہنا چاہئے منافق لوگ بظاہر مسلمان بنکر مسلمانوں کی جماعت میں مل جلکر رہتے اور انکو طرح طرح کے دکھ پہنچاتے تھے اسلئے انکی شناخت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علامتیں بتادیں آجکل منافق ہی نہیں ہیں تو علامات کی تلاش بے سود ہے۔ مثلاً حدیث میں آیا ہے کہ دھوپ کے زرد پڑ جانے پر عصر کی نماز پڑھنا منافقوں کی نشانی ہے۔ تو یہ اسی زمانہ میں منافقوں کی نشانی تھی۔ آجکل عصر کی نمازیں اسقدر دیر کرنا یا اور اسی قسم کی غفلت کی باتیں ہیں تو بے شک بڑے کام مگر ان کے مرتکب کو فاسق کہہ سکتے ہیں منافق نہیں۔

قرآن مجید میں ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ یعنی منافقوں کی جگہ قیامت میں سب سے نچلا طبقہ دوزخ کا ہوگا۔

منافقون منافق کی جمع ہے۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جس کے شروع میں یہ لفظ آیا ہے اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ الآیۃ یعنی جب تمہارے پاس منافق آتے ہیں تو کہدیتے ہیں کہ ہم تو پکار کے کہتے ہیں کہ آپ بے شک رسول خدا ہیں۔ اور اگرچہ اللہ تو جانتا ہی ہے کہ تم بے شک اسکے رسول ہو۔ مگر اللہ تمکو یہ بھی جتائے دیتا ہے کہ منافق جھوٹ بولتے ہیں۔ (کیونکہ سچے دل سے نہیں کہتے)۔

منبر لکڑی وغیرہ کی وہ سیڑھی نما چیز جسپر امام کھڑا ہوکر خطبہ پڑھتا ہے۔ اسکی تین سیڑھیاں ہوتی ہیں۔ لکڑی کے علاوہ اینٹ پتھر کے منبر بھی بنائے جاتے ہیں۔ مگر وہ لکڑی کے منبر کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہوسکتے۔

مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد پہلے پہل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ سنانے کے لئے ایک ستون سے پشت مبارک لگا کر کھڑے ہوتے تھے۔ پھر آپ نے ضرورت کے موافق ایک منبر بنوا لیا اور اسپر بیٹھ کر خطبہ سنانے لگے۔ یہ وہی ستون ہے جو منبر کے بنجانے پر آپ کے فراق کی سوزش میں چیخیں مار مار کر رونے لگا تھا۔ اُسکو تمام حاضرین نے سنا۔ پھر آپ نے اُسکو دلاسا دیا تو خاموش ہوا۔

Marfat.com

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منبر کی تین سیڑھیاں تھیں۔ آپ تیسری اوپر کی سیڑھی پر کھڑے ہوتے۔ پھر جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے آنحضرت کے مقام کا ادب ملحوظ رکھا اور دوسری سیڑھی پر کھڑے ہونے لگے۔ پھر ان کے بعد حضرت عمر کی باری آئی تو انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلیفہ رسول اللہ دونوں کا ادب ملحوظ رکھکر تیسری سیڑھی پر کھڑے ہونا اختیار کیا اسکے بعد حضرت عثمان کی خلافت کا وقت آیا تو اس سے نیچے کھڑے ہونے کے لئے منبر کا کوئی درجہ باقی نہ رہا تھا اسلئے انہوں نے مناسب سمجھا کہ سب سے اوپر کی سیڑھی پر کھڑے ہونا اختیار کیا۔ کیونکہ نیچے کی دو سیڑھیوں میں سے کسی ایک پر کھڑے ہونے سے یہ احتمال ہوسکتا تھا کہ ان کو حضرت ابوبکر یا حضرت عمر میں سے کسی ایک کے ساتھ مساوات کا دعوے ہے اسلئے انہوں نے ایسے مقام پر کھڑے ہونا اختیار کیا جہاں صاحب مقام کے ساتھ دعوے مساوات کا احتمال ہی نہ تھا

منتقم نافرمانوں سے بدلا لینے والا۔ اللہ تعالے کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام ہے اور انتقام سے مشتق ہے جسکے معنے ہیں بدلہ لینے کے۔ یعنے خدا تعالے کافروں سے اپنی نافرمانی کا بدلہ لینے والا۔

اس اسم کا مشتق قرآن مجید میں آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے فَإِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَإِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُونَ ۝ (س۔ زخرف ع۴) تو اگر ہم تمکو دنیا سے اٹھا بھی لیں تو بھی ہم کو ان کافروں سے تو ضرور بدلہ لینا ہے۔

منسک نُسُک سے ماخوذ ہے جسکے معنے ہیں عبادت کرنی۔ قرآن پڑھنا۔ منسک کے معنے ہیں وہ جگہ جہاں جہاں حاجی لوگ قربانی کرتے ہیں۔ قربانی پر بھی اسکا اطلاق آتا ہے۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ (س حج ع۵) اور ہر ایک امت کے لئے ہم نے قربانی قرار دی تھی تاکہ خدا نے جو ان کو مویشی چارپائے دے رکھے ہیں (قربانی کرتے وقت) ان پر خدا کا نام لیں۔

منصف انگوروں کے نچوڑ کی اس شراب کو کہتے ہیں جو پک کر نصف رہ گئی ہو۔ اگر یہ نچوڑ جوش مار آئے اور اس پر جھاگ آئے تو وہ حرام ہے۔ (بنو)

منطقة البروج ایک دائرہ ہے جسپر بارہ برج واقعہ ہیں۔ اور یہ دائرہ بشکل منطقہ یعنے کمربند کیطرح افلاک تسعہ کے گرد لپٹا ہوا ہے۔ آفتاب کا سیر ہمیشہ اسی دائرے پر ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں لفظ بروج کئی جگہ آیا ہے چنانچہ فرمایا ہے وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ (س۔ بروج ع۱) آسمان کی قسم جو برجوں والا ہے۔

منطق الطیر پرندوں کی بولی۔ اسلام میں یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ پرندے باہم گفتگو کرتے اور ایک دوسرے کی بات بخوبی سمجھتے ہیں گو اس زمانہ کے اکثر مدعیان علم جنکا غور و فکر صرف امور ظاہرہ تک محدود ہے اور ان کے دل تحقیقات کی حقیقی روشنی سے محروم ہیں اس خیال کو غیر و قبیح سمجھتے ہیں تاہم حال کے بعض رمز شناسان فلسفہ اس خیال کی واقعیت کو محسوس کرتے ہیں۔ اور واقعات عالم میں انکو ایسی نظیریں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے جو اس خیال کی واقعیت پر شاہد ہیں۔

قرآن مجید میں آیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو منطق الطیر سکھایا گیا تھا۔ چنانچہ سورۃ نمل آیت ۱۶

Marfat.com

میں ارشاد ہے وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ٥ اور سلیمان داؤد کے جانشین ہوئے اور کہا۔ لوگو ہم کو (فلاں طرف سے) پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہم کو ہر طرح کے سازوسامان عطا ہوئے ہیں بیشک یہ صریح فضل ہے۔

منفق خرچ کرنیوالا۔ فیاض۔ قرآن مجید میں خدا کی راہ میں خرچ کرنیوالوں کی مدح یوں آئی ہے اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ٥ (س۔ آل عمران۔ ع ۲) (یہی لوگ ہیں) صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور (خدا کے) فرمانبردار اور (خدا کی راہ میں) خرچ کرنے والے اور آخر شب کے وقتوں میں (توبہ) واستغفار کرنے والے۔

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سخی خدا سے (یعنی اسکی رحمت ورضا سے) قریب ہے۔ جنت سے قریب ہے (کہ جلد ہی داخل ہو جائے) لوگوں سے قریب ہے (وہ اس سے محبت کرتے ہیں) دوزخ سے دور ہے۔ اور بخیل خدا سے دور۔ جنت سے دور۔ لوگوں سے دور۔ دوزخ سے قریب ہے۔ اور سخی جاہل خدا کو بہت پیارا ہے بخیل عالم سے (ت)۔

منکر نکیر دو فرشتے ہیں جن میں سے ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نام نکیر ہے جب آدمی مرجاتا ہے تو دفن کرنے کے بعد اگر اسے دفن کیا گیا ہے اور اگر دفن نہیں کیا گیا تو جس حال میں وہ ہو یہ دونوں فرشتے اسکے پاس آتے ہیں۔ اور سوال کرتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے۔ تیرا دین کیا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں۔ اگر مردہ ایماندار ہو تو ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے اور اسے ہر طرح سے آرام حاصل ہوتا ہے۔ اور اگر ایماندار نہیں ہوتا۔ تو ہر سوال کے جواب میں یہی کہتا ہے کہ مجھے کچھ خبر نہیں پھر اسپر بڑی سختی ہوتی ہے۔ اور بعضوں کو اللہ تعالیٰ اس امتحان سے معاف بھی کر دیتا ہے۔ مگر یہ باتیں مردے کو معلوم ہوتی ہیں ہم لوگ نہیں دیکھتے۔ جیسے سوتا آدمی خواب میں سب کچھ دیکھتا ہے۔ اور جاگتا آدمی اسکے پاس بیٹھا ہوا بے خبر ہے (تعلیم الدین)۔

ترمذی کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ ابوہریرہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اسکے پاس دو کالے بھجنگ کرنجی آنکھ کے فرشتے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نام نکیر ہے (الحدیث)۔

من لا یستحضرہ الفقیہ اہل تشیع کی حدیث کی ایک کتاب ہے۔ جسکے مصنف سید رازی ہیں۔ ۳۸۱ھ میں یہ کتاب تصنیف ہوئی۔

منیٰ مکہ سے عرفات کی جانب تقریباً تین میل کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی ہے جہاں بازار بھی اور مکانات بھی ہیں یہاں حاجی لوگ قربانی دیا کرتے ہیں۔ اسکے وسط میں مسجد خیف ہے۔ اور یہیں وہ چھوٹے چھوٹے تین مینار ہیں جنپر حاجی سات سات کنکریاں مارا کرتے ہیں۔ مکہ کے رخ کے مینار کو جو منیٰ کے اخیر پر ہے جمرۃ العقبیٰ کہتے ہیں۔

منیحہ وہ اونٹنی یا بکری جو کسیکو محض دودھ پینے کے لئے دی جائے اور جب دودھ کی مدت ختم ہو جائے تو اس سے واپس لے لے۔ اور اگر اس غرض کے لئے کسیکو دی جائے کہ وہ اسکی اون سے نفع اٹھائے اور پھر مالک کو واپس دیدے تو بھی اسے

Marfat.com

منیحہ کہتے ہیں (مرقاۃ)

منیحہ کی قربانی ناجائز ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ اگر میرے پاس منیحہ کے سوا قربانی کرنے کو اور کچھ نہ ہو تو کیا اسکی قربانی کر دوں۔ فرمایا نہ (مش)

منیف ایک شہر کا نام تھا جہاں حضرت موسےٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو مارا تھا۔ (لغر)

مواشی ماشیہ کی جمع ہے معنے چوپائے۔ چوپایوں کو انعام بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا۔ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (س نازعت ع ۱) اور پہاڑوں کو اس میں گاڑ (کر ملا) دیا (یہ سب) تمہارے اور تمہارے چارپایوں کے فائدے کے لیئے ہیں۔

چارپایوں میں سے گایوں۔ بکریوں۔ اونٹوں میں زکوٰۃ فرض ہے۔ دیکھو (زکوٰۃ) گایوں اور اونٹوں کی قربانی میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ دیکھو (قربانی)۔

مواقف علم کلام میں علامہ عبدالرحمن بن احمد ایجی کی تصنیف ہے جسکو اس نے غیاث الدین وزیر خدابندہ کے لیئے مرتب کیا تھا۔ نہایت عمدہ کتاب ہے۔ میر سید شریف نے سمرقند میں اسکی شرح لکھی۔ علامہ موصوف ۷۵۶ھ میں اور میر سید شریف ۸۱۶ھ میں فوت ہوئے (کش)

موت زمانہ جاہلیت میں جب کوئی مرتا تو اسپر واحرباہ کہکر روتے تھے۔ اسکا اصلی سبب یہ تھا کہ جب حرب (الثانی) میں امیہ مرا تھا۔ تو کوفہ والوں نے اسپر "واحرباہ" کہکے آہ وزاری کی تھی۔ اسکے بعد یہی طریقہ ہوگیا کہ جو کوئی مرتا اسپر یہ لفظ کہکے روتے۔

عرب اپنی میتوں کی تشییع اسطرح کرتے تھے کہ تمام عزیز واقارب جنازے کے پیچھے پیچھے ننگے پاؤں چلتے تھے۔ عورتیں اپنے بال کھولے خاک سر پر ڈالے ہوئے ہوتی تھیں۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں عورتیں اپنے بال میت کے غم میں منڈا دیتی تھیں۔

عرب میں ایک یہ بھی رسم تھی کہ جب کوئی مرجاتا تو اسپر رونے کے لیئے نوحہ کرنے والی عورتوں کو اجرت پر مقرر کرتے تھے۔ وہ میت کے تمام اوصاف کو ایک ایک کرکے بیان کرتیں۔ اور اسپر زور شور سے نوحہ کرتیں۔ جب میت کو دفن کرکے واپس آتے تو کھانا منگایا جاتا۔ اور یہ عورتیں ایک دسترخوان پر بیٹھکر کھانا کھاتیں۔ اسیطرح چھ مرتبہ دعوتیں کرتے تھے۔ تیسرے دن۔ نویں دن۔ پندرھویں دن۔ چالیسویں کو۔ ششماہی پر۔ سال بھر پر۔

اصبہانی نے لکھا ہے کہ جو عورت اپنے شوہر کے غم میں کھڑی ہوتی تو لوگ سمجھ جاتے کہ اسکو اب دوسرا شوہر کرنا منظور نہیں۔ آجکل بھی ایسی ایسی چند رسوم تھوڑے تھوڑے فرق سے باقی رہگئی ہیں۔ مثلا بعض شہر ایسے ہیں جن میں میت پر اس وقت تک روتے ہیں اور عورتیں نوحہ کرتی اور بال کھولتی ہیں جبتک لاش دفن نہ کی جائے۔ اور جب دفن کردیجائے تو پھر کچھ بھی اثر نہیں رہتا۔

بعض کے شہروں میں ایک ہفتہ سے لیکر ۱۰ دن تک عورتیں روتی ہیں اور اپنے ہاتھوں کو سیاہ نیل سے رنگ لیتی ہیں۔ چہروں پر طمانچے مارتی ہیں سر کے بال کھول کے اپنے جلاتیں ہیں اور اپنے گھر کے صحن میں سو نہیں بیٹھتی ہوئی روتی پھرتی ہیں اور دف بجائے جاتی ہیں۔ انکی تال پر باقی عورتیں درد انگیز

Marfat.com

آواز سے نوحے پڑھتی ہیں۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مُردوں کی قبروں سے آوازیں آرہی ہیں۔

مشایعت جنازہ کے متعلق انکی پوری رسمیں یہ ہیں کہ پہلے مردے کو اسکے گھر میں غسل دیتے ہیں اور کئی کئی کفن پہناتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سات سات کفن تک نوبت پہنچتی ہے اسکے بعد ایک تابوت میں لٹاتے ہیں۔ اگر میت کسی عالم آدمی کی ہے تو کئی کئی مسجدوں میں مؤذن اذان کہیگا اور لوگوں کو نماز جنازہ پڑھنے کے لئے بلائیگا اور اگر کوئی معمولی آدمی ہے تو بغیر اذان کے جامع مسجد میں لیجاتے ہیں۔ جب جنازہ لے چلتے ہیں تو ساتھ ساتھ بزرگوں اور حافظوں کی ایک صف ہوتی ہے۔ ان کے ہاتھوں میں جھنڈیاں ہوتی ہیں اپنر شہادتین یا قرآن کی آیتیں لکھی ہوتی ہیں۔ اور شیخ محمد بوصیری کا قصیدہ بردہ پڑھتے جاتے ہیں۔ جامع مسجد میں جاکر حاضرین مذکورہ بالا بزرگوں اور حافظوں کے ساتھ نماز جنازہ ادا کرتے ہیں اور جب شیخ میت کے کان میں تلقین پڑھ لیتا ہے تو پھر میت پر خاک ڈالدیتے ہیں۔ اسکے بعد اوپر سے قبر کا نشان سنگ سفید سے بنا دیتے ہیں۔ اسوقت جو لوگ حاضر ہوتے ہیں کچھ تو قبر ہی پر اور کچھ مکان پر واپس آنیکے بعد میت کے رشتہ داروں کو کلمات تعزیت کہتے ہیں۔ (صنا)

قرآن میں حکم ہے وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ ۔۔۔ وَلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ه (س۔ نحل۔ ۷)۔ یعنے اور اگر خدا بندوں کو انکی نافرمانیوں کی سزا میں پکڑتا تو روئے زمین پر کسی متنفس کو باقی نہ چھوڑتا۔ مگر وہ ایک وقت مقرر (یعنے موت) تک انکو مہلت دیتا ہے۔ پھر جب انکا وقت آپہونچتا ہے تو نہ اس سے ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔"

سورہ آل عمران کے رکوع ۱۹ میں آیا ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ہر شخص (ایک نہ ایک دن) موت (کا مزہ) چکھنے والا ہے۔"

احادیث ۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کثرت سے یاد کرو لذتوں کو قطع کرنے والی چیز (موت) کو تاکہ تم انکی طرف مائل نہ ہو۔ پس خدا کی طرف دھیان لگاؤ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یارسول اللہ کیا شہیدوں کے ساتھ کوئی شخص اٹھایا جائیگا۔ فرمایا ہاں۔ وہ شخص جو دن رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرے۔

اس فضیلت کا سبب یہ ہے کہ موت کی یاد دنیا کے خیال کو دل سے ہٹاتی ہے اور آخرت کی تیاری پر اکساتی ہے۔ اور موت سے غافل رہنا دنیا کی خواہشات کا باعث ہوتا ہے۔

اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مومن کا تحفہ موت ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ دنیا مومن کا قیدخانہ ہے اسلئے کہ اسکو یہاں ریاضت و مجاہدہ اور دفع شر شیطان وغیرہ بہت سی مشقتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ اور موت اس کو اس عذاب سے نجات دلاتی ہے۔ (جا)

شرع شریف نے موت کی آرزو کرنے سے منع فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص کسی نقصان کے باعث جو اسکو پہونچا ہو موت کی تمنا ہرگز نہ کرے۔ اگر وہ ایسا کرنا ہی چاہے تو یوں کہے اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ یعنی الٰہی مجھکو زندہ رکھ جبتک زندگی میرے لئے اچھی ہے اور مجھکو فوت کر جب وفات میرے حق میں اچھی ہو (مش)

شریعت میں یہ بات مسلم ہو چکی ہے کہ نزع (جان کنی

کی تکلیف تمام تکالیف سے جو تصور میں آسکتی ہیں بڑھ کر ہے
روح کا تمام بدن کے ساتھ تعلق ہے۔ ایک کانٹا چبھنے
سے جو تکلیف محسوس ہوتی ہے وہ دراصل روح کے اس
تھوڑے سے حصے کی تکلیف ہے جسکو جسم
کے اس لاکھویں بلکہ کروڑویں حصے کے ساتھ تعلق ہے
جس سے اس کانٹے نے اس حصہ روح کا تعلق توڑنا
چاہا ہے۔ لیکن جب اس درد و الم کا پہاڑ ساری روح پر
گر پڑتا ہے جسکو سر سے لیکر پاؤں تک اور جلد سے
لیکر اعضائے باطن تک سارے جسم کے ساتھ
تعلق ہے تو اسکی تکلیف کا کیا ٹھکانا ہے۔ فی
الحقیقت تلوار کے ساتھ جسم کا قیمہ کر دیا جائے یا
نوچ نوچ کر بوٹیاں اڑا دی جائیں تو بھی یہ تکلیفیں
نزع کی تکلیف کو نہیں پہونچ سکتیں توپ و بندوق
کی چوٹ کھانے والا اسلئے چلاتا ہے کہ اسکے دل اور
زبان میں طاقت موجود ہوتی ہے لیکن مرنیوالے
کے دل و زبان بھی چوٹ کھا رہے ہوتے ہیں۔ اور
ان میں واویلا کرنے کی طاقت نہیں ہوتی۔ (حیا)۔

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے
مردوں کو لآ الٰہ الّا اللہ کی تلقین کرو۔ اور فرمایا اپنے
مرنے والوں کے پاس سورہ یٰسین پڑھو۔ ابو سلمہ
کی وفات پر اسکے گھر کے لوگ رونے چلانے لگے تو آپ
نے فرمایا اپنے حق میں بری دعا نہ کرو۔ کیونکہ فرشتے
تمہاری دعا پر آمین کہتے ہیں (مش)

روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
جب مومن کی موت قریب آتی ہے تو رحمت کے فرشتے
ایک سفید ریشمی کپڑا لاتے ہیں۔ پھر روح کو کہتے ہیں
کہ نکل اس حال میں کہ تو اللہ سے راضی ہے اور اللہ
تجھ سے راضی کیا گیا ہے (اور چل) اللہ کی رحمت
اور رزق کیطرف۔ اور پروردگار کیطرف جو
غضبناک نہیں ہے۔ پس روح کستوری کی سب سے

اچھی خوشبو کیطرح نکلتی ہے۔ حتی کہ فرشتے اسکو ایک
دوسرے سے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔ یہانتک کہ
اسکو آسمان کے دروازوں پر لاتے ہیں۔ پس فرشتے
آپس میں کہتے ہیں کہ یہ خوشبو جو زمین سے تمہارے پاس
آئی ہے۔ کیا خوب ہے۔ پھر اسکو مومنوں کی روحوں کی
طرف لاتے ہیں۔ پس وہ روحیں اس روح کے آنے سے
اسقدر خوش ہوتی ہیں کہ تم میں سے اس شخص کو بھی
اتنی خوشی نہ ہوتی ہوگی جسکا سفر پر جانیوالا (عزیز)
سفر سے واپس آتا ہے۔ اسکے بعد روحیں اس سے
پوچھتی ہیں کہ فلاں فلاں شخص کا کیا حال ہے۔ پھر
آپس میں کہتی ہیں کہ اسکو (ابھی ان سوالات سے)
معاف رکھو کیونکہ (ابھی تک) یہ دنیا کے غم میں مبتلا
تھی۔ پھر وہ روح ذرا (ستا کر) کہتی ہے کہ فلاں شخص
تو مر چکا ہے کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا۔ وہ کہتی ہیں
اسکو اسکی ماں آگ (یعنے دوزخ) کیطرف لیگئی ہیں
اور جس وقت کافر کی موت قریب آتی ہے تو اسکے پاس
عذاب کے فرشتے ٹاٹ کا ٹکڑا لاتے ہیں۔ پھر اسکو کہتے
ہیں (اے روح!) نکل اللہ تعالےٰ کے عذاب کی طرف
اس حال میں کہ تو ناخوش ہو۔ اور تجھ پر ناخوشی کی گئی
ہو۔ پس وہ (روح) مردار کی سخت سخت گندی بو کی
طرح نکلتی ہے حتی کہ اسکو زمین کے دروازے کیطرف
لاتے ہیں۔ پس (فرشتے) کہتے ہیں کہ یہ بو کیسی گندی ہے
یہانتک کہ اس کو کافروں کی ارواح کیطرف لاتے ہیں
(مش)

براء بن عازب سے مروی ہے۔ کہا ہم نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں
(شریک ہوکر) نکلے۔ پس ہم قبر تک پہونچے اور اسکو
ابھی دفن نہیں کیا گیا تھا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
بیٹھے اور ہم آپ کے گرد بیٹھ گئے (ہم اسطرح خاموش اور
سر جھکائے ہوئے تھے) کہ گویا ہمارے سروں پر جانور

Marfat.com

بیٹھے ہیں۔ اور آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی۔
جس سے آپ زمین پر خط کھینچ رہے تھے۔ پھر آپ نے
اپنا سر اٹھایا۔ اور دو یا تین بار فرمایا اِسْتَعِیْذُوْا
بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ یعنی قبر کے عذاب سے
اللہ کی پناہ مانگو۔ بندہ جب دنیا سے تعلق توڑنے
اور آخرت کیطرف متوجہ ہونے لگتا ہے تو اسکی طرف
آسمان سے نورانی چہروں والے فرشتے اترتے ہیں
انکے چہرے گویا سورج ہیں۔ انکے ساتھ ایک بہشتی
کفن اور بہشتی خوشبو ہوگی حتی کہ وہ اس سے نگاہ
کی درازی تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت علیہ
السلام آتے ہیں حتی کہ اسکے سر کے پاس بیٹھ جاتے
ہیں اور کہتے ہیں اے پاک روح نکل (اور چل)
اللہ تعالے کی بخشش اور خوشنودی کیطرف۔ فرمایا
حضرت نے پس وہ (روح) بہتی ہوئی نکلتی ہے۔
جسطرح قطرہ مشک سے بہتا ہے۔ پس ملک الموت
اسکو لے لیتے ہیں جب وہ اسکو لیتے ہیں تو (دوسرے
فرشتے) لحہ بھر کے لئے بھی انکے ہاتھ میں نہیں چھوڑتے
حتی کہ (فرط اشتیاق سے دوڑ کر) اسکو لے لیتے
ہیں۔ پس اسکو اس کفن اور اس خوشبو میں لپیٹ لیتے
ہیں اور اس سے دنیا بھر کی اچھی سے اچھی کستوری کی
سی خوشبو نکلتی ہے۔ پس فرشتے اس (روح) کو لیکر
اوپر چڑھتے ہیں تو وہ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس
سے گزرتے ہیں۔ یعنے اس روح کو ساتھ لئے ہوئے
وہ پوچھتے ہیں یہ پاک روح کون ہے۔ تو وہ اس کے
ان ناموں میں سے جنکے ساتھ دنیا میں لوگ اسکو پکارتے
تھے اچھا نام لیکر کہتے ہیں یہ فلاں ابن فلاں ہے
حتی کہ اسکو پہلے آسمان تک لے پہونچتے ہیں۔ پھر
اسکے لئے دروازہ کھلواتے ہیں تو ان کے لئے دروازہ
کھول دیا جاتا ہے۔ پس ہر آسمان سے (خدا کے) مقرب
(فرشتے) متصل آسمان تک اس روح کے ساتھ تعظیماً
جاتے ہیں حتی کہ اسکو ساتویں آسمان تک پہونچایا
جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالے فرماتا ہے میرے بندے کا
اعمالنامہ علیین میں درج کرو۔ اور اسکو زمین کیطرف
بھیجاؤ۔ کیونکہ میں نے ان لوگوں کو اس سے پیدا کیا ہے
اور ان کو پھر بھیجتا ہوں۔ اور اسی سے انکو دوبارہ نکالونگا
فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پس اسکی روح اسکے
جسم میں پھر ڈال دی جاتی ہے تو اسکے پاس دو فرشتے
آتے ہیں وہ اسکو بٹھا لیتے ہیں۔ پھر اس سے پوچھتے
ہیں تیرا رب کون ہے تو وہ جواب دیتا ہے میرا رب
اللہ ہے۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے۔ تو وہ جواب
دیتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں
کہ یہ شخص کون ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا۔ تو وہ جواب
دیتا ہے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر
فرشتے پوچھتے ہیں یہ تجھکو کیونکر معلوم ہوا۔ تو وہ کہتا
ہے میں نے اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کو پڑھا ہے۔ میں
اسپر ایمان لایا ہوں اور اسکی تصدیق کی۔ پھر
آسمان سے آواز آتی ہے کہ میرا بندہ سچ کہتا ہے اسکے
لئے بہشت کے بچھونے بچھاؤ اور اسکو بہشت کے
لباس پہناؤ اور اس کے لئے بہشت کی طرف دروازہ
کھول دو۔ آپ نے فرمایا پھر اس کو بہشت کی ہوا اور
خوشبو آتی ہے۔ ساتھ ہی اسکی قبر وسیع کردی جاتی
ہے۔ جہانتک اسکی نگاہ جائے اور اسکے پاس ایک
خوبصورت خوش پوش اور خوشبو لگائے ہوئے آدمی
آتا ہے۔ اور کہتا ہے مبارک ہوں تجھکو وہ چیزیں
جن سے تو خوش ہوگا۔ یہ وہ دن ہے جسکا تجھ سے
وعدہ کیا جاتا تھا۔ وہ پوچھے گا تو کون ہے۔ تیرا چہرہ
تو کامل چہرہ ہے جو خیر کو ساتھ لاتا ہے۔ وہ کہیگا میں
تیرا نیک عمل ہوں۔ پھر میت کہتا ہے اے پروردگار
قیامت برپا کر۔ تاکہ میں اپنے اہل اور مال (یعنی حور و قصور)
کی طرف جاؤں۔ آپ نے فرمایا جب کافر بندہ دنیا سے تعلق

توڑنے اور آخرت کو روانہ ہونے لگتا ہے تو اسکی طرف آسمان سے کالے چہروں والے فرشتے اُترتے ہیں جنکے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں۔ پس وہ اسکے سامنے نگاہ کی درازی تک دور بیٹھتے ہیں۔ پھر ملک الموت آتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس (مرنے والے) کے سر کے پاس بیٹھ کر کہتے ہیں۔ اے پلید روح نکل (اور چل) اللہ کے عذاب کی طرف۔ پس روح بدن میں چھپتی پھرتی ہے پس ملک الموت اسکو اسطرح کھینچتا ہے جس طرح گرم سیخ بھیگے ہوئے نمدے سے کھینچی جائے پس وہ اسکو لے لیتا ہے اور جب وہ اسکو لیتا ہے۔ تو (دوسرے فرشتے) اسکے ہاتھ میں اسکو لحہ بھر کے لئے بھی نہیں چھوڑتے۔ حتیٰ کہ اسکو ان ٹاٹوں میں لپیٹ لیتے ہیں اور اس (روح) سے مردار کی نہایت گندی بو کی سی جو دنیا میں پائی جائے (بدبو) نکلتی ہے پس اسکو لے چڑھتے ہیں تو فرشتوں کی جس جماعت پر سے گزرتے ہیں وہ کہتے ہیں یہ کون ناپاک روح ہے تو وہ اسکے ناموں میں سے جن کے ساتھ اسکو دنیا میں پکارا جاتا تھا برے سے برا نام لیکر جواب دیتے ہیں کہ فلاں ابن فلاں ہے۔ حتیٰ کہ اسکو پہلے آسمان تک لے پہونچتے ہیں تو اسکے لئے دروازہ کھول دیا جاتا ہے تو نہیں کھولا جاتا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاۤءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ یعنے نہیں کھولے جاتے کافروں کے لئے آسمان کے دروازے اور نہ وہ بہشت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو"

پھر اللہ تعالےٰ حکم دیگا کہ اس شخص کا اعمالنامہ ساتویں زمین کے نیچے مقام سجین میں درج کرو۔ پھر اس کی روح کو (وہیں سے) پھینک دیتے ہیں پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاۤءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝ یعنی اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک بنائے پس گویا وہ آسمان سے منہ کے بل گرا۔ پس اُچک لیتے ہیں اُس کو پرندے یا پھینک دیتی ہے اُسکو ہوا دور مقام میں"۔

(فرمایا) پس اسکی روح پھر اسکے جسم میں ڈال دیجاتی ہے اور اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں تو وہ اسکو بٹھاکر پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے۔ ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے۔ تو وہ جواب دیتا ہے کہ ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں۔ پھر وہ پوچھتے ہیں کہ یہ کون شخص ہے جو تمہاری طرف بھیجا گیا۔ وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں۔ پھر آسمان سے ندا آتی ہے کہ یہ جھوٹا ہے۔ پس اسکے لئے آگ کا بچھونا بچھاؤ۔ اور دوزخ کیطرف سے دریچہ کھول دو۔ تب اسکی طرف دوزخ کی گرمی اور بھاپ آنے لگتی ہے۔ اور قبر اسکو بھینچتی ہے حتیٰ کہ ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر اسکی پسلیاں (ہڈیاں) نکلنے لگتی ہیں اور اسکے پاس بدصورت برے لباس والا اور گندہ بو والا آدمی آکر کہتا ہے مبارک ہو تجکو وہ چیز جو تجھے ناخوش کرے گی۔ یہ ہے وہ دن جسکا تجکو وعدہ دیا جاتا تھا۔ پس وہ پوچھتا ہے تو کون ہے تیرا چہرہ ایک برا چہرہ ہے جو شر کو اپنے ساتھ لاتا ہے۔ پس وہ جواب دیتا ہے میں تیرا بُرا عمل ہوں۔ پھر مردہ کہتا ہے۔ اے میرے پروردگار قیامت قائم نہ کر (مش)

نزع کے وقت سورہ یٰسین پڑھنے سے جان آسانی سے نکلتی ہے۔ کلمہ کی تلقین بھی لازم ہے تاکہ وہ ایمان کے ساتھ دنیا سے جائے اور بہشت میں جانیکا مستحق ہو جائے۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ دیکھیں کہ بیمار ہچکیاں لے کر جان توڑنے لگا ہے تو اسکے پاس کے لوگ آواز سے کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھنا شروع کریں تاکہ بیمار بھی سنکر پڑھنے لگے۔ لیکن اسکو کلمہ پڑھنے پر مجبور نہ کریں کہ مبادا وہ تکلیف نزع سے کلمہ پڑھ نہ سکے اور انکار کر دے جو خواہ مخواہ اسکے کفر کا موجب ہو جائے۔
لیکن اگر کوئی بیمار کلمہ نہ پڑھ سکے یا خدانخواستہ پڑھنے سے انکار کر دے تو اسکے کفر پر مرنے کا یقین نہ کر بیٹھیں کیا تعجب اس نے دل میں پڑھ ہی لیا ہو اور خدا کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ اس نے اس کو بخشدیا ہو۔ بلکہ اسکے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہیں
نزع کے وقت بیمار کے منہ میں پانی بھی ٹپکایا جاتا ہے۔ یہ بھی جان کے باسانی نکلنے میں مدد دیتا ہے۔ یہ بڑی پیاس کا وقت ہوتا ہے معمولی پانی کی بجائے آب زمزم کا ٹپکانا زیادہ برکت کا موجب ہے۔
جب جان نکل جاتی ہے تو فوراً میت کے جبڑے باندھ دئے جاتے ہیں۔ دونوں باہیں سیدھی کر دی جاتی ہیں اور دونوں پاؤں کے انگوٹھے اکھٹے کرکے باندھ دئے جاتے ہیں تاکہ منہ کھلا نہ جائے۔ اور نہ باہیں اور ٹانگیں اکھٹی ہو کر یا پھیل کر اکڑ جائیں۔ جس سے میت کی ہیئت بری معلوم دے۔
شام سے پہلے مرا ہو تو آدھی رات سے پہلے پہلے اسکی تجہیز وتکفین کا انتظام ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اور شام کے بعد مرا ہو تو پھر صبح کو اسکے ٹھکانے لگانے کی تیاری کی جاتی ہے۔ رات بھر مردہ چارپائی پر اور سب لوگ ماتمی فرش پر بیٹھے اور بعض لیٹے ہوئے گزارتے ہیں۔ بعض لوگ مردہ کو ثواب پہونچانے کے لئے چند حافظوں کو بلاکر رات بھر اسکی چارپائی کے پاس قرآن مجید پڑھواتے ہیں اور حافظوں کو حسب مقدور کچھ نقدی دے کر خوش کرتے ہیں۔ جب اسکی تکفین کا وقت آتا ہے تو ادھر قبر کھدوانے کے لئے کسیکو بھیجدیتے ہیں اور ادھر میت کے غسل کی تیاری کرتے ہیں۔ غسل کی ترکیب کے لئے دیکھو جنازہ۔
غسل کے وقت ایک چھوٹا سا گڑھا کھود لیا جاتا ہے تاکہ غسل کا پانی اس میں جمع ہو جائے۔ اور پھر مٹی کے ساتھ اس پانی کو دفن کر دیا جائے۔ کیونکہ اس پانی پر پاؤں رکھنا اچھا نہیں۔ مرد کی میت کو مرد غسل دیتا ہے اور عورت کی میت کو عورت۔ اکثر شہروں قصبوں میں یہ کام خاص اشخاص کرتے ہیں جنکو غسال کہتے ہیں۔
غسال کو حسب وسعت نقد اُجرت اور میت کے کپڑے وید لئے جاتے ہیں۔ بعض اوقات میت کو اسکے رشتہ دار ہی غسل دے لیتے ہیں۔ باقی مسائل متعلقہ جنازہ کے لئے دیکھو لفظ جنازہ۔
جنازہ کو متوسط چال سے قبر تک لیجانے کا حکم ہے تاہم تکفین وتدفین کی مہم کا جلد ہی سر سے اُتر جانا بہتر ہے۔
مشکوۃ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جنازہ کو جلد لے جاؤ۔ اگر وہ نیک ہے تو نیکی ہے تم اُس کو نیکی کی طرف جلد پہونچاؤ۔ اگر اسکے خلاف (یعنے بد) ہے تو وہ بدی ہے تم اسکو جلد اپنی گردنوں سے اُتار دو۔
ہندوستان کے مسلمانوں میں جنازہ اور رسوم ماتم کے متعلق بہت سی بدعات مروج ہیں جو اُنہوں نے غیر مسلم قوموں سے سیکھ لی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت اپنی ماں سے دودھ کی ہتیں دھاریں بخشواتے ہیں۔ اسکا شرع میں کوئی ثبوت نہیں۔
ہاں اگر مرتے وقت ماں کو عام طور پر خوش کیا جائے اور اسکے حقوق میں جو کوتاہی عمل میں آئی ہو وہ معاف کرائی جائے۔ تو علیحدہ بات ہے جو شرع کے موافق ہے۔ میت پر نوحہ کرنا۔ یا چھاتی پیٹنا جو آجکل مروج ہو گیا ہے

Marfat.com

یہ سب شرعاً ناجائز ہے۔ احادیث سے میت کے غم میں صرف آنسو بہانا تو جائز لکھا ہے۔ لیکن گریبان چاک کرنا منہ پر طمانچے لگانا چھاتی پیٹنا یہ سب کچھ شیطانی افعال اور ناجائز ہیں۔ حدیثوں میں لکھا ہے کہ جب نوحہ کرنے والی عورتیں میت کی بڑی بڑی اوصاف بیان کر کے پکارتی ہیں تو فرشتے اُسکو مخاطب کر کے پوچھتے ہیں کیا تو ایسا ہی تھا۔ وہ شرمندہ ہوتا ہے اور فرشتے اُسکو گرزوں سے مارتے ہیں۔

موت ابیض (ل) سفید موت (ص) میں ناگہانی موت کو کہتے ہیں (صنا)

امثال ابو عبیدہ کے حاشیے میں لکھا ہے کہ موت ابیض طبعی موت کو کہتے ہیں (ص۔و) میں بھوک کا وہ احساس جو انسان کے نفس کو روشن اور پاک کرتا ہے۔ عبد الرزاق کی کتاب اصطلاحات الصوفیہ میں لکھا ہے کہ جو شخص غذا چھوڑ کر ریاضت کے طور پر بھوک برداشت کرے وہ اس موت سے مرتا ہے۔ موت کے لئے دیکھو (موت)۔

موت احمر (ل) سرخ موت (ص) میں موت شدید کو کہتے ہیں (غ)

صناجۃ الطرب میں اس کے معنے قتل کی موت لکھے ہیں۔ امثال ابو عبیدہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ موت احمر تلوار سے مقتول ہونے کو کہتے ہیں۔ موت کے لئے دیکھو لفظ (موت)۔

موت اخضر (ل) سبز موت۔ اپنی غربت دکھانیکو پھٹے پرانے کپڑے پہننے کو کہتے ہیں۔ موت کے لئے دیکھو (موت)

موت اسود (ل) سیاہ موت (ص) میں دیدہ و دانستہ مشقت سہنا۔ کٹھن مصیبت برداشت کرنا۔ امثال ابو عبیدہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ موت اسود گلا گھونٹ کے مار ڈالنے کو کہتے ہیں

موت کے لئے دیکھو (موت)

مؤتفکات ان شہروں کو کہتے ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نے قوم لوط پر الٹ دیا تھا۔ (صنا)

موت کی شہادت اگر کوئی ایک ہی آدمی شرعی حاکم کو زبانی یا تحریری رپورٹ کے ذریعہ سے اطلاع دے کہ فلاں آدمی مرگیا۔ تو شرعی قانون کی رو سے وہ حاکم اسکی تصدیق کریگا اس شخص کے متعلق جو احکام ہوسکتے ہیں جاری کریگا۔ ایک ہی شخص کی گواہی کافی ہونے کا باعث یہ ہے کہ موت کے متعلق جھوٹ بہت کم چل سکتا ہے۔ یہ معاملہ چھپا رہ نہیں سکتا۔ لیکن بعض کے نزدیک کم از کم ایک مرد اور ایک عورت کی شہادت لازم ہے۔ کیونکہ کم از کم دو کو تو اسکی موت کا یقینی علم ہوگا۔

موحّد اللہ کو ایک جاننے والا۔ مشرک کی ضد ہے۔ دیکھو (مسلمان)

مؤخّر اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں سے ایک نام ہے اسکے معنے ہیں دشمنوں کو اپنے لطف سے پیچھے ہٹانے والا۔ یہ تاخیر سے لیا گیا ہے جسکے معنے ہیں پیچھے ہٹانا۔ یعنی خدا تعالیٰ فرمانبرداروں کو راہِ قرب میں آگے بڑھاتا اور نافرمانوں کو درگاہ عزت سے دور کرتا اور پیچھے ہٹاتا ہے۔ یہ ان اسماء سے ہے جن کے مشتقات بھی قرآن میں بعینہ نہیں ملتے۔ ہاں مادے پائے جاتے ہیں۔

مؤذّن اذان دینے والا۔ دیکھو (اذان)

موسیٰ (ل) استرہ۔ ایک بڑے اولو العزم پیغمبر کا نام ہے جو چوتھی پشت میں حضرت یعقوبؑ سے ملتے ہیں۔ ولادت انکی زمان فرعون میں ہوئی ہے۔

Marfat.com

مواہب علیہ میں لکھا ہے کہ فرعون کا نام قابوس
بن مصعب یا ولید بن مصعب تھا اور فرعون اسکا لقب تھا
(اس زمانہ میں ہر بادشاہ مصر کو فرعون کہتے تھے جیساکہ
آجکل خدیو کہتے ہیں)

تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں۔ کہ جب فرعون کہ نام اسکا
ولید بن مصعب اور بسبب افروختگی چہرہ کے قابوس
لقب لقب ہوا تھا ملک مصر پر قابض ہوا تو اسباب
تمکنت وجاہ ہر طرف سے بہم پہنچا کر اس نے اپنے
نزدیک یہ قرار دیا کہ سب ارکان دولت واعیان مملکت
اور امیر او وزیر اور ادنیٰ اور فقیر مجھکو سجدہ کیا کریں۔
چنانچہ اول اسکو سجدہ ہامان نے کیا بعدہٗ دیگر امرا نے
سجدہ کیا۔ اور جو لوگ پایہ تخت سے دور تھے انکے واسطے
اپنی تصویر زرین بنوا کر اور تخت ہائے عاج وآبنوس اور
زر وسیم پر نصب کیں اور گرد ان تختوں کے درخت ہائے
زرین تھے کہ پتے انکے زمرد کے تھے اور ان درختوں کی
ہر شاخ پر چاندی سونے کے جانور بنا کر اور چونچیں انکی
جواہر نفیس سے تراش کر نصب کئے تھے کہ جب ان کو
خادمان تخت حرکت دیویں تو ان جانوروں میں سے
آواز ہوتی تھی کہ اے اہل مصر فرعون تمہارا خدا ہے
تم اسکو سجدہ کرو۔ آواز سنتے ہی تمام مردم قصبات
وقریات بے اختیار سجدہ کرتے تھے اور آواز اَنَا
رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی آویزہ گوش عالم کر رکھا تھا۔ جب
تمام اہل مصر فرعون پرستی کرنے لگے۔ بنی اسرائیل نے
انکے ساتھ موافقت نہ کی اور اسکو سجدہ نہ کیا۔
فرعون نے انکے سرداروں کو بلا کر ڈرایا۔ اور کہا کہ
تم مجھکو سجدہ نہیں کرتے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی زندگی
سے تم سیر ہوئے ہو۔ اب اگر مجھکو سجدہ نہ کروگے تو میں
تمکو بانواع عذاب معذب کرونگا۔ یہ کہکر جلادوں
کو مع سامان تعذیب اپنے روبرو طلب کیا اور بنی اسرائیل
کو ڈرایا۔ سرداران بنی اسرائیل نے اپنے فرقہ سے کہا
کہ عذاب اس جابر کا ایک ساعت سے زیادہ نہ ہوگا۔
اور عقاب الٰہی دائم وجاودان رہیگا۔ بہتر یہ ہے کہ عذاب
فرعون پر صبر کرو اور ہرگز اسکو سجدہ نہ کرو۔ تمام فرقہ
بنی اسرائیل نے اس عزم بالجزم پر متفق ہوکر فرعون
سے کہا کہ سوائے خدا کے دوسرے کو سجدہ کرنا جائز
نہیں ہے۔ ہم تجھکو ہرگز سجدہ نہیں کرینگے۔ جو تیرا
جی چاہے سو کر۔ فرعون نے دیگ ہائے مسی و آہنی منگوائیں
اور ان میں روغن زیت اور گوگرد ڈالکر آگ پر گرم کرایا جب
وہ دیگیں گرم ہوئیں اور روغن گوگرد جوش کھانے لگا۔ تو
بنی اسرائیل کو اس میں ڈالتا اور جلاتا تھا۔ مگر یہ ہرگز اس
ملعون کو سجدہ نہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار
وہی خدا ہے جو ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ ویعقوب کو پیدا کرنیوالا
ہے۔ آخر ہامان نے عرض کی کہ انکو مہلت دیجئے تاکہ
یہ لوگ سوچ سمجھ کر فرمان شاہی قبول کریں۔

بالجملہ جب ظلم فرعون حد سے گذرا تو لطف
خداوندی متوجہ حال مظلومین ہوا۔ اور ارادہ قدیمہ
ازلیہ ایجاد حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متعلق ہوا۔
اور مقدمات ظہور انوار نبوت پیدا ہونے لگے از انجملہ
ایک دن فرعون نے خواب دیکھا کہ ایک آگ بیت
المقدس سے آئی اور قلعہ شاہی پر گری اور اسی آگ
نے حوالی مصر اور تمام مملکت قبط کو جلا دیا۔ مگر بنی اسرائیل
بالکل محفوظ رہے۔ بعد اسکے ایک روز دیکھا کہ ایک
اژدہا محلہ بنی اسرائیل سے دوڑا کہ میں بالائے تخت
سے گر پڑا۔ چنانچہ فرعون نے نجومیوں و معبروں سے
تعبیر پوچھی نجومیوں نے کہا ستاروں کی گردش سے
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نہایت جلد اولاد حضرت یعقوبؑ سے
ایک لڑکا پیدا ہوگا کہ بادشاہ وغیرہ اسکے ہاتھ سے غارت
ہوں گے۔ اور اسبات کو تین برس کا عرصہ باقی ہے۔

معبروں نے کہا کہ ایک لڑکا بنی اسرائیل میں پیدا
ہوگا کہ جسکے ہاتھ سے سلطنت مصر خراب ہوگی۔

Marfat.com

یہ سنکر فرعون نے کوتوال کی معرفت ہزار آدمی محلہ بنی اسرائیل میں مقرر کر دیئے اور انکے ساتھ ہزار دائیاں کیں کہ گھروں میں جایا کریں۔ جب کہیں بیٹا ہو قتل کریں۔ دو برس یا پانچ برس یہ ظلم ہوتا رہا اور بارہ ہزار لڑکے قتل کیے گئے اور نوے (۹۰) ہزار حمل بخوف عزت عورتوں نے گرا دیئے۔ بیت۔

صد ہزاراں طفل سر ببریدہ شد
تا کلیم اللہ صاحب دیدہ شد

اس عرصہ میں بنی اسرائیل پر وبا پڑی کہ اکثر جوان بوڑھے اس قوم کے مرنے لگے۔ قبطیوں کے سرداروں نے فرعون سے عرض کیا کہ بنی اسرائیل کے مردوں پر وبا ہے اور جو لڑکا پیدا ہوتا ہے وہ مارا جاتا ہے۔ اگر یہی حال ہے تو نسل بنی اسرائیل منقطع ہو جائے گی۔ پھر ہم کو خدمتگار و مزدور کہاں سے ملیں گے۔ فرعون نے حکم دیا کہ ایک سال قتل اور دوسرے سال امان ملے۔ سال محفوظ میں حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے۔ جب دوسرا سال قتل کا شروع ہوا نجومیوں نے عرض کیا کہ اس سال میں آج وہ لڑکا پیدا ہوگا۔ جسکو تو نے خواب میں دیکھا ہے۔ فرعون سخت مضطر ہوا۔ اور کہا کہ آج کوئی مرد عورت سے نہ ملنے پائے تو بہتر ہے۔ پھر شہر میں منادی ہوئی کہ آج بادشاہ بنی اسرائیل کے قصور معاف کریگا۔ سب مرد بنی اسرائیل کے شہر سے موضع اسکندریہ میں حاضر ہوں اور اپنی عورتوں کو گھروں میں چھوڑیں۔ چونکہ بنی اسرائیل ازبس ستم رسیدہ تھے خوشی سے اسکندریہ میں حاضر ہوئے۔ فرعون بھی آسیہ کو لیگیا کہ شاید وہ لڑکا میرے گھر میں پیدا ہو جائے۔ فرعون نے عمران حضرت موسیٰ کے باپ کو اپنے خاص محل کی ڈیوڑھی پر مقرر کیا اور خود سو رہا۔ جب سب آدمی سو گئے تو بنی اسرائیل کی عورتیں تماشے کو آئیں اور گشت کرتی ہوئی فرعون کے خیمہ تک پہونچیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بھی انکے ساتھ تھیں وہ عمران کے پاس گئیں۔ اسوقت حضرت موسیٰ علیہ السلام صلب پدر سے رحم مادر میں تشریف لائے۔ اب نجومیوں نے شور کیا فرعون شور سنکر باہر نکل آیا پہلے عمران سے سبب پوچھا۔ اس نے کہا شاید بنی اسرائیل حضور کی عنایت سے وجد کرتے ہیں۔ اگرچہ فرعون یہ بات سنکر فی الجملہ مطمئن ہوا۔ پر تمام رات نہیں سویا۔ صبح کو نجومیوں نے بیان کیا کہ آج شب کو وہ اختر خجستہ اختر اوج فلک سے نازل ہوا۔ فرعون نے کوتوال شہر کو تاکید فرمائی کہ جب کوئی بیٹا بنی اسرائیل میں پیدا ہو بلا اطلاع میری قتل کر دو۔ کوتوال شہر میں پھرنے لگا اور جس کسی کے گھر میں احتمال حمل تھا وہاں دائیاں مقرر کیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اگرچہ حاملہ تھیں مگر آثار حمل ظاہر نہ تھے۔ فرعون کی دائیاں انکی بھی خبر گیری کرتی تھیں بلکہ ایک دائی احتیاطاً طارات کو پاس رہتی۔ جب نو مہینے گذر گئے درد زہ شروع ہوا۔ وہ دائی خبر پاکر اسی کے سامنے حضرت موسیٰ پیدا ہوئے۔ بمجرد ظہور اس نور کے وہ دائی عاشق ہوئی اور کہنے لگی کہ میں اس لڑکے سے نہایت الفت رکھتی ہوں میرا ہاتھ اسپر نہیں اٹھ سکتا۔ لیکن اگر یہ خبر فرعون تک پہونچیگی تو میں ماری جاؤں گی۔ اب کوئی تدبیر ایسی ہو جس میں یہ لڑکا اور میں دونوں فرعون کے ظلم سے محفوظ رہیں۔ حضرت موسیٰ کی ماں نے کہا کہ پڑوس میں ایک شخص نے آج بکری ذبح کی ہے اسکا گوشت لا اور ہانڈی میں رکھ۔ جب فرعون کے پیادے آئیں تو انکو وہ ہانڈی دکھلا کر کہدے اس گھر میں لڑکا پیدا ہوا تھا۔ میں نے اسکو مارا اور اب جنگل میں پھینکنے جاتی ہوں۔ اس نے ایسا ہی کیا پیادوں کو دائیوں پر اعتماد کلی تھا۔ اس باعث سے بلا تحقیقات پھر کر چلے گئے۔ صبح کو نجومیوں نے خبر دی کہ وہ لڑکا

Marfat.com

پیدا ہوا ہے۔ فرعون نے کوتوال کو بلاکر تاکید بلیغ فرمائی۔ تب کوتوال نے پیادوں پر تشدد کیا اور خود تلاش میں مصروف ہوا۔ چند روز بعد پیادوں نے کہا کہ ہمنے ایک ایک گھر بنی اسرائیل ڈہونڈھا ہے کہیں نشان نہیں ملا۔ صرف ایک گھر البتہ دائی کے اعتماد پر چھوڑا ہے۔ اگر ارشاد ہو تو پھر دیکھ آئیں۔ کوتوال نے کہا۔ جلدی جاؤ۔ اور بے تامل گھر میں گھس کر دیکھو۔ اگر کوئی لڑکا چھپا ہوگا ظاہر ہو جائیگا۔ چنانچہ کئی پیادے بلا تامل عمران کے گھر میں گھسے۔ اسوقت حضرت موسےٰ علیہ السلام اپنی بہن مسماۃ کلثم یا مریم کی گود میں تھے انہوں نے پیادوں کو دیکھکر یہ اندیشہ کیا کہ اگر یہ لڑکا ظاہر ہوا تو سب لوگ مارے جائیں گے اسلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کپڑے میں لپیٹ کر تنور میں کہ آگ سے دھکتا تھا۔ پیادوں نے ہر چند وہاں تلاش کیا کہیں پتہ نہ لگا۔ ناچار اپنا سا منہ لیکر چلے گئے تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے مریم سے دریافت کیا کہ لڑکا کیا ہوا۔ اس نے کہا میں نے گھبراکر تنور میں پھینکدیا ہے۔ وہ تنور پر دوڑی گئیں۔ دیکھا تو حضرت موسیٰ صحیح و سلامت بیٹھے ہیں۔ متحیر ہوئیں کہ تنور سے کسطرح نکالیں۔ تب آواز آئی کہ ہاتھ ڈالکر نکال لو۔ انہوں نے نکال لیا۔ لیکن پھر یہ فکر دامنگیر ہوا کہ کہیں پیادے پھر نہ آجائیں۔ اس لئے آپکو ایک صندوقچے میں بند کرکے دریا میں ڈال دیا جائے تو بہتر ہے۔

علامہ بغوی معالم التنزیل میں حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے ایک بڑھئی سے تابوت کی فرمائش کی کہ اس میں حضرت موسیٰ کو بند کرکے دریا میں ڈالدے وہ بڑھئی جلادوں کو خبر کرنے چلا۔ جب وہاں پہنچا تو زبان اسکی بند ہو گئی۔ ہاتھ سے اشارہ کرنے لگا۔ جلادوں نے کچھ نہ سمجھا اور دھکے دیکر باہر نکال دیا۔ گھر میں آیا تو پھر بولنے لگا۔ دوسری مرتبہ پھر گیا کہ اب ضرور کہوں گا۔ پھر زبان بند ہو گئی۔ تب کوتوال نے بہت مارا۔ اور نکلوا دیا۔ جب گھر میں گیا پھر بولنے لگا۔ تیسری مرتبہ پھر گیا تو پھر زبان بند ہوئی اور اندھا بھی ہو گیا اسوقت سچے دل سے کہنے لگا۔ اگر میری آنکھیں اور زبان پھر جائے تو پھر اس بات کو کبھی ظاہر نہ کروں اور ایمان بھی لاؤں۔ اللہ تعالےٰ نے آنکھیں دیں اور زبان بھی کھولی اور ایماندار بنایا اسکے بعد اس نے صندوقچہ تیار کرکے حضرت موسیٰ کی ماں کو دیا۔ حضرت موسیٰ کی ماں نے اسدن توقف کیا اور رات کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہلاکر اچھے کپڑے پہنائے اور عطر لگایا اور صندوقچے میں رکھا اور روتی ہوئی مریم کے ساتھ رود نیل پر گئیں اور صندوقچے کو دریائے نیل میں ڈال آئیں اور مریم سے کہا اگر میری زندگی چاہتی ہے تو اس صندوقچے کے پیچھے پیچھے جا اور دیکھ کہ یہ کہاں جاتا ہے۔ اگر مقابلہ شہر سے گذر جائے تو اطمینان سے چلی آنا۔ مریم صندوقچے کے ساتھ دریا کے کنارے بیگانہ وار چلی۔ یکایک وہ صندوقچہ وسط دریا نیل سے نہر عین الشمس میں پہونچا۔ فرعون اسوقت مع زن و دختر و دیگر اہل محل سیر باغ میں مشغول تھا۔ کسی شخص نے صندوقچے کو نہر سے لیکر فرعون کے پاس پہونچایا مریم نے مضطربانہ یہ خبر اپنی ماں سے کہی۔ وہ نہایت بیتاب ہوئیں اور قریب تھا کہ رودیں۔ اسوقت الہام ہوا کہ غم مت کر اور میری قدرت کا تماشا دیکھ۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى اَنْ اَرْضِعِيْهِ تا وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (س۔ قصص۔ ع ۱) ہمنے موسیٰ کی والدہ کیطرف وحی بھیجی کہ انکو دودھ پلاؤ۔ پھر جب انکی نسبت تمکو کسیطرح کا خوف ہو تو انکو دریا میں ڈال دینا اور کچھ خوف نہ کرنا اور نہ رنج کرنا کیونکہ ہم انکو پھر تمہارے پاس پہنچا دینگے۔ اور انکو پیغمبروں میں سے بنائیں گے۔

علامہ بغوی حضرت ابن عباسؓ سے اپنی تفسیر میں روایت کرتے ہیں۔ کہ ان دنوں فرعون کی ایک بیٹی تھی اسکو سفید داغ کی بیماری تھی۔ ہر چند اسکی دوا کی گئی۔ مگر بیماری نہ گئی۔ ایک روز حکیموں اور نجومیوں کو جمع کرکے فرعون نے اسکا حال دریافت کیا۔ نجومیوں نے کہا فلاں روز آفتاب کے نکلتے دریائے نیل میں ایک لڑکا تھوڑی عمر کا ملیگا اُسکے منہ کے لعاب سے صحت ہوگی۔ فرعون بوقت معہود مع آسیہ خاتون کنارہ نیل پر ایک مکان میں بیٹھا اور اپنی بیٹی مریضہ کو بھی لیگیا۔ یکایک آفتاب کے نکلتے دریائے نیل موجیں مارتا تابوت کلیم لایا۔ جب وہ تابوت قلعہ شاہی سے آلگا تو فرعون نے خادموں سے کہا کہ اس تابوت کو جلد لاؤ۔ خادموں نے تابوت لاکر حاضر کیا۔ جب کھولا تو ایک لڑکا حسین وجمیل عنایت ازلیہ سے آراستہ اور لباس جاہ و جلال سے پیراستہ نظر پڑا۔

جب حضرت موسیٰ تابوت سے باہر نکلے تو فرعون کی بیٹی نے لعاب دہن لیکر سفید داغوں پر ملا اسیوقت برص دفع ہوا۔ فرعون نے خوش ہوکر لڑکے سے پیار کیا۔ مگر ہامان کہنے لگا یہ وہی لڑکا ہے جس سے نجومیوں نے تجھے ڈرایا تھا۔ یہ بھی بڑا اقبال ہے۔ از خود آگیا۔ اب اس کو قتل کر۔ اسوقت حضرت آسیہ کہنے لگیں کہ یہ لڑکا مجکو ایک سال سے زیادہ کا نظر آتا ہے۔ تو نے اس سال کے لڑکوں کے قتل کا حکم دیا ہے۔ پھر ایسے بیگناہ کا خون ناحق اپنی گردن پر مت لے اور اسے مجھکو بخشدے۔ کہ میں اسے اپنا بیٹا بناؤں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًا ؕ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝ (س۔ قصص ع ۱)

پس فرعون کے لوگوں نے انہیں اُٹھا لیا کہ انکے دشمن اور پریشانی کے باعث ہوں۔ بیشک نہیں کہ فرعون اور ہامان اور انکے سپاہیوں نے غلطی کی۔ اور فرعون کی عورت بولی کہ یہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسکو مارو نہیں۔ عجب نہیں کہ ہمکو فائدہ پہونچاوے۔ یا اسکو اپنا بیٹا ہی بنالیں اور ان لوگوں کو انجام کی خبر نہ تھی فرعون نے اسی وقت آسیہ کو ہبہ کردیا۔ اور کہا کہ اسکا کوئی نام رکھو۔ آسیہ نے کہا میں نے اسکو پانی اور درخت سے پایا ہے۔ اسلئے اسکا نام موشی رکھتی ہوں (لغت قبطی میں مو پانی کو اور شی درخت کو کہتے ہیں)۔

پس لفظ موسیٰ اصل لغت میں عبرانی ہے۔ جب عربی میں نقل کیا تو شین کو سین سے بدل دیا غرض آسیہ نے اپنا بیٹا بنایا اور دودھ پلانے والی دائیاں تلاش ہونے لگیں۔ آپ کسیکا دودھ نہ پیتے تھے۔ حتی کہ مریم نے کہا میں ایک دودھ پلانے والی کا پتہ دیتی ہوں کہ آئین پرورش اطفال میں ہوشیار ہے۔ اور آرزو بھی رکھتی ہے کہ اگر کوئی لڑکا چھوٹا ملے تو اُسے دودھ پلاوے۔ کیونکہ اسکا ایک بیٹا دودھ پیتا مار گیا ہے۔

الغرض حضرت موسیٰ دودھ پلانے کے لئے انکی ماں کے سپرد کئے گئے۔ اور ایک اشرفی روزینہ مقرر ہوا۔ دو برس کامل دودھ پلوایا اور بعد دو برس کے ایک خچر اشرفیوں کی اور کئی اونٹ جواہرات سے بھر کر عنایت کئے۔ اور رخصت فرمایا۔ اور حضرت موسیٰ کی تربیت و تعلیم میں مصروف ہوئیں۔

القصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں اپنے گھر گئیں۔ اور آسیہ موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کرنے لگیں۔ جب حضرت موسیٰ تین برس کے ہوئے۔ تو ایک روز فرعون حضرت کو اپنی گود میں لیکر کھلانے لگا اور کلام لا یعنی زبان پر لایا۔ حضرت نے ایک طمانچہ مارا اور ڈاڑھی پکڑ کر کھینچی۔ یہ مردود نہایت رنجیدہ ہوکر آسیہ سے کہنے لگا۔ میں نہ کہتا تھا کہ یہی لڑکا میرا دشمن ہے پر تو نے مارنے نہ دیا۔ اب بھی اس سے دست بردار ہو۔

Marfat.com

آسیہ نے فرمایا تو کس خیال میں ہے لڑکوں کی بے تمیزی
اس سے زیادہ ہوتی ہے۔ ان کی باتوں کو عداوت پر حمل
کرنا محض بے عقلی ہے۔ فرعون نے کہا اسکو اور لوگوں پر
قیاس نہ کر۔ میں اس کے قیافے سے عقل اور تمیز اس کی
جوانوں سے زیادہ پاتا ہوں۔ اور اس نے یہ حرکت سنجیدہ
و فہمیدہ کی ہے۔ آسیہ نے کہا اس عمر میں عقل و تمیز کہاں
ہوتی ہے۔ دیکھ میں امتحان کرتی ہوں۔ یہ کہکر دو طباق ایک
سونے کا آگ سے بھرا ہوا۔ اور دوسرا چاندی کا موتیوں اور
یاقوت سے پر اس مجلس میں منگوائے اور موسیٰ علیہ
السلام سے کہنے لگیں جو ان دونوں میں تمکو اچھا
معلوم ہو اوسے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے موتیوں کے
طباق پر ہاتھ چلایا تو حضرت جبرائیل نے بحکم الٰہی انکا ہاتھ
طبق آگ میں ڈال دیا۔ اور ایک انگارا لیکر منہ میں
رکھدیا کہ زبان مبارک جل گئی۔ اسیوقت سے لکنت
پیدا ہوئی اور ہاتھ سفید ہو گیا۔ تب آسیہ نے فرعون سے
کہا کہ تو نے اسکی تمیز ملاحظہ کی۔ فرعون سخت شرمندہ ہوا
پھر جب عمر شریف حضرت کی آٹھ برس کی ہوئی تو ایک
دن حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس باادب
بیٹھے تھے۔ فرعون نے مرغ باز سے کہا کہ جنگی مرغوں کو
کھولدے۔ اس نے کھولا تو پہلے ایک مرغ نکلا اور اس نے
اپنے بازو جھاڑ کر آواز دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
کہا سچ ہے۔ فرعون نے پوچھا مرغ نے کیا کہا۔ ارشاد کیا
کہ اس نے کہا پاک ہے خدا جس نے پیدا ہے کے لڑکے
کو اس مدت دراز تک دولت و حشمت سے سرافراز فرمایا
اور طرح طرح کی نعمتوں سے ممتاز کیا باوجود اسکے وہ ہر
نعمت کے مقابل میں ناشکری کرتا ہے۔ فرعون نے
کہا اے موسیٰ مرغ کو ایسی باتوں سے کیا کام ہے۔
تو نے اپنی طرف سے تولیہ باندھا ہے۔ حضرت موسیٰ نے
اس مرغ کو بلایا اور فرمایا کہ اب تو زبان فصیح میں بیان کر
جس کو ہر خاص و عام سمجھے۔ پھر اس نے بزبان فصیح اسبات کو

کمال توضیح سے کہا۔ فرعون سخت متحیر ہوا اور بہت ڈرا
ہامان مردود اسوقت حاضر تھا۔ اس نے کہا کہ یہ مرغ
جادو میں آگیا ہے ذبح کیا جائے۔ آخر ذبح ہوا۔ اللہ
نے اسکو زندہ کیا اور وہ فوراً اڑ گیا اور نظر سے غائب
ہوا۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نو برس کے
ہوئے تو فرعون نے اپنے تخت پر مہربانی سے بٹھلایا۔
اور وزرا و امرا تخت کے گرد کھڑے ہوئے اور فرعون
نے کفر و جہالت کی باتیں غرور میں کہنی شروع کیں۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آیا۔ تخت میں ایک
ایسی لات ماری کہ دونوں پائے تخت کے ٹوٹ
گئے اور تخت اوندھا ہو گیا۔ فرعون تخت سے زمین پر
گر پڑا۔ اور ناک ٹوٹ گیا اور خون چلنے لگا۔ دربار والے
گھبرائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے بھاگے
اور محل میں جاکر آسیہ خاتون سے لپٹ گئے اور سارا حال
کہہ سنایا۔ پیچھے پیچھے فرعون بھی محل میں داخل ہوا۔ اور
دیکھا کہ حضرت موسیٰ آسیہ کے پاس تشریف رکھتے
ہیں۔ دیکھکر آسیہ پر خفا ہوا کہ تو نے اس لڑکے کو مارنے
نہ دیا۔ دیکھ یہ لڑکا شوخیاں کرتا ہے۔ آسیہ نے کہا
چھوٹے لڑکے جو کچھ شوخی اپنے ماں باپ سے کریں
وہ جائز ہے شکایت نہیں ہوتی۔ بلکہ دلیل ہے اس پر
کہ سن تمیز میں یہ سب شوخی و قوت ماں باپ کے
دشمن پر کرینگے اور امرا اسکے خوف سے لرزاں رہینگے
بعد اسکے کھانا آیا۔ فرعون نے کھانا شروع کیا حضرت
موسیٰ بھی کھانے لگے۔ اتفاقاً باورچی نے ایک بکری
کا بچہ تنور میں دم پخت کرکے فرعون کے آگے رکھا
حضرت موسیٰ نے فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ وہ بچہ زندہ ہوکر
دوڑنے لگا۔ فرعون سخت متعجب ہوا۔ حضرت آسیہ نے فرمایا
یہ سب باتیں تیری بقائے سلطنت میں کام آنے کو ہیں
اس لڑکے کو بہت غنیمت سمجھ۔ پھر تو فرعون حضرت موسیٰ
کا ادب کرنے لگا۔ اور بلا تعرض انکو چھوڑا۔ یہانتک کہ حضرت

Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام تیس برس کے ہوئے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسْتَوٰۤى اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ (پ۔ قصص۔ ع ۱) یعنی جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہونچے اور پورے توانا ہو گئے ہمنے انکو فہم سلیم اور دانش عطا فرمائی۔ روایت ہے کہ رشد اٹھارہ سے تیس برس تک بولتے ہیں اور مجاہد وغیر تنتیس ۳۳ تک کو کہتے ہیں۔ اور علاوہ بغوی نے بروایت سعد بن جبیر ابن عباس سے چالیس ۴۰ برس نقل کئے ہیں اور بعضے انتہائے جوانی مراد رکھتے ہیں۔ بہر تقدیر ہوشیار ہوئے تو اللہ نے علم و عقل قبل نبوت کے عطا کیا کہ نماز و عبادت میں مشغول رہتے۔ چنانچہ ایک روز رود نیل کے کنارے وضو کرکے نماز پڑھنے لگے ایک شخص خواص فرعون سے وہاں گزرا۔ اس نے کہا کہ یہ عبادت کسکے لئے کرتے ہو۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا اپنے خاوند کی۔ اس نے کہا تمکو آقا کی احتیاج نہیں۔ تم اپنے باپ فرعون کی عبادت کیا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تجھ پر اور فرعون پر لعنت خدا کی ہے۔ اس نے کہا میں فرعون سے کہوں گا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا اے زمین! اسکو پکڑ۔ زمین نے نا زانو اسکو نگل لیا اور نہ چھوڑا۔ ناچار اس نے قسم کھائی کہ میں فرعون سے نہ کہوں گا۔ مگر رفتہ رفتہ یہ خبر فرعون کو پہونچی۔ فرعون نے کہا جب موسیٰ نماز پڑھیں تو مجھے خبر کرنا۔ چنانچہ ایک خواص فرعون کا منتظر وقت رہا۔ جب حضرت نماز میں مشغول ہوئے تو اس نے فرعون سے کہا۔ فرعون آیا۔ اور کھڑا رہا۔ یہانتک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز سے فارغ ہوئے۔ فرعون نے پوچھا کہ اے موسیٰ یہ پرستش کسکے واسطے تھی۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا اس آقا کے لئے جو مجھے پرورش کرتا ہے اور کھلاتا پلاتا ہے۔ فرعون نے کہا سچ ہے۔ کہ میں ہی یہ کام کرتا ہوں۔ بالجملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے بوڑھوں کو اپنی

صحبت میں رکھا۔ اور انسے انسیت و الفت کرتے۔ اس عرصے میں ایک دن راہ میں چلے جاتے تھے کہ ایک پیادہ فرعون کا (شاید داروغہ مطبخ تھا) پشتارہ لکڑی کا ایک اسرائیلی سے زبردستی چھینے لیتا تھا اور کہتا تھا کہ اس پشتارے کو فرعون کے مطبخ میں پہونچا دو اسرائیل نے حضرت موسیٰ کو دیکھکر پکارا۔ حضرت نے فرعونی کو منع کیا اس نے نہ مانا۔ تب آپنے ایک مکا اسکی پیشانی پر مارا۔ اسکی موت تھی مر گیا۔ اسرائیلی اپنے گھر چلا گیا۔ جب یہ خبر فرعون کو پہونچی تو اس نے کہا غلط ہے موسیٰ کبھی قبطی کو نہ ماریگا۔ چنانچہ یہ قصہ سورۂ قصص میں مذکور ہے جسکا ترجمہ یہ ہے "اور اتفاق سے ایک دن موسے ایسے وقت شہر میں آئے کہ لوگ دوپہر کو بے خبر گھروں میں پڑے سوتے تھے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں۔ ایک تو انکی قوم یعنی بنی اسرائیل میں کا ہے اور ایک انکے دشمنوں (یعنی فرعونیوں) میں کا۔ تو جو موسیٰ کی قوم کا تھا اس نے اس شخص کے مقابلے میں جو انکے دشمنوں میں کا تھا موسیٰ سے مدد مانگی تو موسیٰ نے اس دشمن کو مکا مارا اور وہیں اسکا کام تمام کر دیا پھر لگے کہنے کہ یہ تو مجھ سے ایک شیطانی حرکت سرزد ہوئی۔ کچھ شک نہیں کہ شیطان آدمی کا دشمن اور اسکو کھلم کھلا گمراہ کرنے والا ہے۔ اور موسے نے اسوقت دعا کی کہ اے میرے پروردگار یہ تو میں نے اپنے اوپر بڑا ہی ظلم کیا تو میرا گناہ معاف فرما۔ چنانچہ خدا نے انکا گناہ بخشدیا۔ اور وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ پھر موسے نے کہا اے میرے پروردگار جیسا تو نے مجھپر یہ احسان کیا ہے۔ میں بھی آئندہ کبھی شریر آدمیوں کا مددگار نہیں بنوں گا۔

غرض رات خیر سے گذری۔ اگلے دن صبح کو ڈرتے ڈرتے شہر میں گئے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ وہی شخص جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی آج پھر انکو پکار رہا ہے (اسکی پکار سنکر) موسیٰ نے اس سے کہا

Marfat.com

کہ اس میں شک نہیں کہ تو تو صریح بدراہ آدمی ہے۔ آئے دن لوگوں سے لڑا کرتا ہے۔ پھر جب موسیٰ نے اس قبطی کو جو ان کا اور اس فریاد کرنیوالے دونوں کا دشمن تھا پکڑنا چاہا تو اسرائیلی کو شبہ ہوا کہ مجکو پکڑنا چاہتے ہیں۔ بوسعہ وہ چلا اٹھا کہ موسیٰ! جسطرح تو نے کل ایک شخص کو مار ڈالا۔ کیا اسی طرح آج مجکو بھی مار ڈالنا چاہتا ہے (معلوم ہوتا ہے کہ) بس تو یہ چاہتا ہے کہ ملک میں زور و ظلم کرتا پھرے اور بھلا آدمی بنکر نہیں رہنا چاہتا۔ پس یہ بات اسکی زبان سے مشہور ہوئی۔ اور بازاریوں نے فرعون کے پاس گواہی دی کہ قبطی کو موسیٰ نے مارا ہے سو انہیں ہمارے حوالہ کرو۔ تو ہم قصاص میں ماریں۔ فرعون نے قتل کا حکم دیا۔ لوگ حضرت موسیٰ کی تلاش میں نکلے۔ اتنے میں ایک شخص نے جلدی سے آکر حضرت موسیٰ کو خبر دی کہ بڑے بڑے آدمی تمہارے قتل کے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں تاکہ تمہیں قتل کر دیں۔ تم شہر سے نکل جاؤ۔ میں تمہارے بھلے کی کہتا ہوں۔ حضرت موسیٰ شہر سے نکل بھاگے اور ڈرتے جاتے تھے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ اور موسیٰ نے شہر سے نکلتے وقت دعا بھی کی کہ اے میرے پروردگار مجکو ان ظالم لوگوں سے نجات دے۔ غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام محض بے سامان اور بے پریشان پیادہ پا مصر سے شہر مدین کی جانب کہ آٹھ دس روز کی راہ تھا تشریف لے چلے۔ راہ میں ایک چرواہا ملا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوشاک شاہانہ اپنی اسکو عنایت فرمائی اور اسکا کمل وغیرہ لیکر اوڑھا۔ اور روانہ ہوئے کھانا پینا تو کچھ ساتھ نہ تھا۔ گھاس پات کھاتے رہے جسکے سبب نقاہت بدرجہ کمال ہو گئی۔ اور پیادہ روی سے پاؤں میں آبلے پڑ گئے۔ القصہ ساتویں دن مدین کے کنوئیں پر جو شہر کے کنارے تھا پہونچے تو دیکھتے ہیں کہ دو عورتیں کھڑی ہیں اور مرد بکریوں کو پانی پلاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ بسبب شفقت نبوت انکے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے تمہارا کیا کام ہے کہ تم اپنے مویشی کو پانی نہیں دیتیں روکے کھڑی ہو۔ وہ کہنے لگیں جب تک اور لوگ پانی نہ پلا لیں ہم نہیں پلا سکتیں۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا۔ تمہارے گھر میں کوئی مرد نہیں وہ بولیں ہمارے گھر میں کوئی مرد نہیں۔ صرف ایک باپ بوڑھا بڑی عمر کا ہے کہ یہاں تک آ نہیں سکتا۔ حضرت موسیٰ نے یہ سنکر بکریوں کو پانی پلا دیا۔ اور پھر وہاں سے ہٹ کر درخت کی چھاؤں تلے آ بیٹھے۔ جب وہ دونوں لڑکیاں جو حضرت شعیب کی بیٹیاں تھیں اپنے گھر پہونچیں تو انہوں نے حضرت موسیٰ کے پانی پلانے کا حال اپنے باپ کو کہہ سنایا۔ حضرت شعیب نے کہا کہ اس شخص کو میرے پاس بلا لاؤ۔ ان میں سے ایک جا کر حضرت موسیٰ کو بلا لائی۔ حضرت شعیب نے انہیں کھانا کھلایا۔ اور راستے کا حال دریافت کیا۔ آپ نے سب حال کہہ سنایا۔ تو حضرت شعیب نے فرمایا کہ اب کچھ فکر نہ کر تو قوم بے انصاف سے بچ آیا۔ پھر آپ کی ایک لڑکی نے کہا کہ اسے نوکر رکھ لیجئے کیونکہ یہ بہت امین ہیں۔ اسپر حضرت شعیب نے حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی ایک بیٹی تم سے بیاہ دوں لیکن شرط یہ ہے کہ تو میری نوکری آٹھ برس تک کرے۔ اگر دس برس تک کرے تو تیری طرف سے احسان ہے۔ غرض کہ آپ نے بڑی لڑکی کا نکاح حضرت موسیٰ سے کر دیا۔ اور آپ دس سال حضرت شعیب کی خدمت میں رہے۔ اور بعد ازاں اپنے وطن جانے کی اجازت چاہی۔ حضرت شعیب نے اجازت دی اور بی بی کو انکے ہمراہ کیا اور دو غلام بھی ساتھ کئے تاکہ مصر تک پہونچا کر چلے آویں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے ایک غلام اونٹ کے ساتھ جسپر اثاثۃ البیت تھا کر دیا اور دوسرے غلام کو بکریوں کے ساتھ کر کے آگے آگے روانہ کیا اور خود زنانہ

Marfat.com

سواری کے ساتھ ہو کر دریا کے کنارے کنارے تشریف لے چلے۔ اور راہِ شام بالکل چھوڑ دی تاکہ کوئی انکے حال سے متعرض نہ ہو۔ چلتے چلتے آپ ایک روز راستہ بھول گئے۔ اور کوہ طور کے پاس جا نکلے ہر چند راہ تلاش کی مگر راستہ نہ ملا اور شام ہو گئی۔ یہ رات محققین کے نزدیک شب جمعہ اٹھارھویں ذیقعد تھی اسوقت برف پڑتی تھی اور رات بشدت اندھیری تھی۔ اسوقت آپ کی بی بی کو درد زہ شروع ہوا تو انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ اگر کہیں آگ ملتی تو روشنی ہوتی اور سردی سے بچتے۔ حضرت موسیٰ نے لوہے کو پتھر سے مارا مگر آگ نہ نکلی۔ اور ادھر ادھر کہیں آبادی کا نشان بھی نہ ملا۔ تب حضرت موسیٰ بہت مضطرب ہوئے اور ادھر ادھر تلاش نا میں پھرنے لگے کہ اتنے میں پہاڑ سے آگ کی روشنی نمودار ہوئی۔ آپ وہاں آگ لینے کے لئے گئے تو آواز آئی کہ برکت رکھتا ہے جو کوئی آگ میں ہے اور جو کہ آس پاس ہے۔ اور پاک ہے ذات اللہ کی جو صاحب سارے جہان کا ہے اور اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں پس اپنا جوتا اتار دے کیونکہ تو ایک پاک جگہ میں ہے۔

الغرض حضرت موسیٰ نے اپنا جوتا اتار دیا اور ارشاد خداوندی شروع ہوا جو سورہ طٰہٰ میں مذکور ہے اور آپکو دو معجزے عطا ہوئے۔ ایک تو آپکا عصا اژدہا بنجاتا تھا۔ اور دوسرے گریبان میں ہاتھ ڈالکر باہر نکالتے تو وہ روشن ہو جاتا تھا جب یہ دونوں معجزے عطا ہو چکے تو ارشاد ہوا کہ فرعون کے پاس جا کر اسے راہ راست کی طرف بلاؤ۔ چنانچہ آپ مصر میں تشریف لے گئے۔ اور فرعون کو سمجھایا۔ اور معجزے بھی دکھائے مگر وہ شقی ایمان نہ لایا۔ بلکہ مقابلے کے لئے تیار ہوا۔ اور جادوگروں کو بلا کر ایک دن مقابلے کے مقرر کیا۔ جب وہ دن آیا تو جادوگروں نے سانپ بنا کر چھوڑے تو حضرت نے اپنا عصا پھینک دیا جس نے تمام سانپ نگل لئے تب وہ ساحر سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لے آئے۔

بعد ازاں حضرت موسیٰ مصر میں رہنے لگے۔ مگر فرعون کا ظلم بنی اسرائیل پر بڑھتا گیا۔ اور انہوں نے تنگ آکر حضرت موسیٰ سے بہت دفعہ شکایت کی اور حضرت موسیٰ کی بد دعا سے کئی بلائیں قبطیوں پر نازل ہوئیں لیکن فرعون اپنے ظلم سے باز نہ آیا۔ تب حضرت موسیٰ نے التجا کی۔ اے اللہ اس مصیبت سے ہمیں خلاصی عطا فرما۔ ارشاد ہوا کہ بنی اسرائیل کو لیکر راتوں رات چل دو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر نویں محرم بروز یکشنبہ مصر سے نکلے۔ جب دریائے قلزم کے کنارے پہونچے تو فرعون بھی آ پہونچا۔ بنی اسرائیل گھبرائے کہ اب کیا کریں "نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن"۔ حضرت موسیٰ نے دعا کی۔ ارشاد ہوا کہ اپنا عصا پانی پر مارو۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور سمندر میں بارہ راستے بن گئے۔ اور بنی اسرائیل پار اتر گئے۔ فرعون جب کنارے پر آیا اور پانی میں اسطرح راستے بنے ہوئے دیکھے تو گذرنے سے تامل کیا۔ مگر حضرت جبرئیل گھوڑی پر سوار ہو کر اسکے گھوڑے کے پاس سے گذرے گھوڑا مست تھا وہ بھی اسکے پیچھے دریا میں دوڑا۔ یہ دیکھکر سب لشکر دریا میں داخل جب سب لشکر دریا میں داخل ہو چکا تو حکم خداوندی سے پانی مل گیا اور سب کے سب غرق ہوئے۔ پھر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ ہمارے لئے کوئی کتاب خدا کے پاس سے لاؤ تاکہ موافق اسکے راہ مستقیم پر چلیں۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا تو حکم ہوا کہ کوہ طور پر حاضر ہو۔ آپ نے اپنے بھائی حضرت ہارون کو اپنا خلیفہ بنایا اور آپ ستر (۷۰) آدمی لیکر کوہ طور پر پہونچے اور وہاں چالیس دن چلہ میں بیٹھے۔ اور چلہ پورا ہونے پر توریت کی لوحیں عطا ہوئیں۔

Marfat.com

آپ کے پیچھے سامری نے ایک گوسالہ بنا کر بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی سکھا دی۔ حضرت موسیٰ کو خدا نے خبر دی۔ یہ احوال سنتے ہی حضرت موسیٰؑ گھبرائے اور مضطرب ہوئے اور غصہ میں بھرے ہوئے الواح توریت لے کر قوم کی طرف آئے اور اپنے بھائی حضرت ہارون کو بہت خفا ہوئے کہ کیوں تمنے ان لوگوں کو منع نہیں کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ میں نے بہتیرا سمجھایا مگر وہ نہ سمجھے۔

القصہ حضرت موسیٰ نے کہا کہ اب تمہاری توبہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کو قتل کرو۔ چنانچہ ستر یا اسی ہزار آدمی صبح سے تیسرے پہر تک مارا گیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس گوسالہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلا کر دریا میں پھینک دیا۔ اور سب لوگوں کو توریت پہ عمل کرنے کی تاکید کی۔ پھر کچھ عرصے کے بعد بنی اسرائیل میں ایک قتل ہو گیا جسکی وجہ سے ذبح گائے کا قصہ پیش آیا۔ بعد ازاں بنی اسرائیل کو قوم عمالقہ سے لڑنے کا حکم ہوا جس سے اُنہوں نے انکار کیا۔ اور آخر اس نافرمانی کی سزا میں حیران و سرگردان پھرتے رہے اور اسی عرصہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وفات پائی۔ اور عمر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ڈیڑھ سو برس کی ہوئی۔ اور قبر آپ کی بیت المقدس میں سرخ ٹیلے پر واقع ہے۔ اخبار الاول میں حافظ ضیاء الدین مقدسی سے منقول ہے کہ وہ قبر جسکو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مشہور کرتے ہیں شرقی بیت المقدس متصل اریحا سرخ ٹیلے کے پاس واقع ہے اور اس کی زیارت ہوتی ہے۔ اب تک ایک قبہ اس پر بنا ہوا ہے اور وہاں دوام عجیب ہیں۔ ایک تو اس مزار پر کچھ لوگ از قسم شیوخ برنگ مختلف نظر آتے ہیں۔ بعضے بصورت سوار اور بعضے پیادے اور بعضے نیزے کندھوں پر رکھے ہوئے۔ لوگ انکی مختلف حقیقت بیان کرتے ہیں بعض کہتے ہیں ملائکہ ہیں اور بعض کہتے ہیں صالحین ہیں لیکن انکو خواص و عوام سب دیکھتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب کوئی عورت حائضہ مسجد میں داخل ہوتی ہے یا کوئی احاطہ مسجد میں کچھ گناہ کرتا ہے تو ایک ہوا جنگل میں چلنے لگتی ہے۔ اسی خوارق سے استدلال کیا جاتا ہے کہ یہ قبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ حضرت مولانا رفیع الدین محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ ولادت باسعادت حضرت موسیٰ شہر مصر میں ہوئی اور تین ہزار بیات سو اڑتالیس ہبوط آدم علیہ السلام سے گذرے تھے اور وفات کے وقت تین ہزار آٹھ سو اڑسٹھ منقضی ہوئے تھے۔ اس حساب سے عمر آپ کی ایک سو بیس برس کی ہوتی ہے۔ اور ذکر جناب کلیم اللہ علیہ السلام کا سورہ بقر۔ واعراف و آل عمران و نساء و طٰہٰ و قصص و مریم و نمل و انبیاء و مؤمنون و زخرف و دخان و ابراہیم و ہود و شعراء و بنی اسرائیل و یونس و مائدہ و نازعات میں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا حال مفسرین نے یوں لکھا ہے۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے ملک الموت کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجا۔ موسیٰ علیہ السلام اُسکو دیکھکر غضبناک ہوئے اور ملک الموت کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا جسکی وجہ سے فرشتے کی آنکھ نکل پڑی۔ پھر ملک الموت نے خدا کے پاس حاضر ہو کر کہا کہ یا اللہ! تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا ہے جو موت کو نہیں چاہتا۔ خدا نے فرشتے کی آنکھ درست کر دی۔ اور فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جا کر کہو کہ اپنا ہاتھ ایک بیل کی پیٹھ پر رکھے۔ جتنے بال اُسکے ہاتھ کے نیچے آئیں اتنے سال اُسکی عمر بڑھا دی جائے۔ فرشتے نے ایسا ہی کیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر کیا ہوگا۔ فرشتے نے کہا پھر موت ہی ہے موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر ابھی جان دینا بہتر ہے۔

وہب بن منبہ نے کہا کہ موسٰے علیہ السلام کسی حاجت کو باہر نکلے تو ایک فرشتوں کی جماعت کو قبر کھودتے دیکھا

Marfat.com

جو نہایت عمدہ تھی اسکو موسٰی دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور پوچھا یہ قبر کسکی ہے۔ فرشتوں نے کہا ایک ایسے بندے کی جو اسکو بہت پیارا ہے۔ پھر فرشتوں نے کہا کیا آپ یہ قبر چاہتے ہیں موسٰے نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے کہا اُتر کر لیٹ جائیے۔ آپ لیٹ گئے اور آپ کی روح قبض ہو گئی۔ اسوقت آپ کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی۔ (خازن)۔

موسٰی بن علی لخمی بصری۔ علمائے حدیث میں سے تھے ۱۶۳ھ میں فوت ہوئے (کن)۔

موسیقی گانے بجانے کا فن۔ راگ۔ دیکھو (غنا) اور (سماع)۔

مولد مقام پیدائش۔ تاریخ پیدائش کسی پیغمبر یا بزرگ کی ولادت کا دن۔ عموماً اس سے مراد ربیع الاول کی بارھویں تاریخ ہوتی ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن ہے اور اُسے مولد النبوی کہتے ہیں۔ ہندوستان اور مصر میں اسکا بہت چرچا ہے۔ مگر وسط ایشیا میں اس تہوار کی چنداں شہرت نہیں۔ ہندوستان میں اس روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات مجالس میں سنائے جاتے ہیں۔ آپ کی تعریف میں نعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ اور درود شریف کا ورد کیا جاتا ہے۔ دیکھو لفظ (بارہ وفات)۔

وہابی لوگ جنکا دوسرا نام اہل حدیث مشہور ہے۔ اس قسم کی مجالس کو بدعت اور خلاف سنت قرار دیتے ہیں۔

مَوْلَوِی یہ اسم منسوب ہے مولا کی طرف جسکے معنے ہیں خداوند۔ یائے نسبت کے الحاق کے بعد الف مقصورہ جو حرف چہارم تھا صرفی قاعدہ سے واؤ سے بدلا گیا (غیاث اللغات)

یہ لقب غالباً سب سے پہلے مولانا روم کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ آپ کو مولوی رومی اور مولوی معنوی کہا جاتا تھا اور ان کے نام سے اب تک ایک فرقہ مولویہ روم میں موجود ہے ان کے بعد یہ ایک عام علمی لقب قرار پا گیا جو آجتک ان لوگوں کے لئے بطور اعزازی لقب کے استعمال کیا جاتا ہے جو دینی علوم سے تعلق رکھتے ہوں۔

دینی علم و عمل سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی کئی جماعتیں ہیں۔ فقیہ۔ محدث۔ معلم۔ متعلم۔ عالم۔ فاضل علامہ۔ مفتی۔ ملا۔ امام۔ قاضی۔ ان سب کو عموماً مولوی کہا جاتا ہے۔

فقیہ۔ وہ ہے جو علم فقہ میں درک رکھتا ہو۔ یعنی قرآن و حدیث اور اجماع و قیاس سے جو مسائل مرتب ہو کر درج کتب ہو چکے ان کو سمجھنے اور مناسب موقع اور مقام میں چسپاں کرنے کی اسکو مہارت ہو۔

محدث وہ ہے جو حافظ احادیث ہو۔ راویوں کے حالات جانتا ہو۔ صحیح اور ضعیف اور موضوع احادیث میں تمیز کر سکتا ہو۔ متعارض احادیث کو تطبیق دینے والے اسرار سے واقف ہو۔

معلم۔ وہ ہے جو طلبہ کو دینی علم پڑھاتا ہو۔

متعلم۔ وہ ہے جو دینی علوم کی تحصیل کرے۔

عالم۔ کے معنے علوم دینیہ کے رکھنے والا۔

فاضل کے معنے علوم دینیہ میں فارغ التحصیل۔ یہ لقب عالم سے کسیقدر زوردار ہے۔

علامہ۔ وہ فاضل شخص جو محقق اور صاحب تصنیف بھی ہو۔ یہ لفظ خاص بڑے پایہ کے عالم کے لئے بولا جاتا ہے۔

مفتی وہ ہے جو شرعی سوالات کا تحریری جواب (فتولے) مع سند کتب دے۔

قاضی وہ شرعی حاکم ہے جو مفتی کے جواب کے مطابق حکم نافذ کرے۔ مگر آجکل یہاں چونکہ نہ اسلامی حکومت ہے نہ اسلامی حاکم۔ اسلئے قاضی کا لقب دیہات کے اُن ملا لوگوں کو دیا جاتا ہے جو ضرورت کے موقعوں پر

شرعی مراسم بجالانے کے لئے مقرر ہوتے ہیں۔
مُلّا۔ کے اصلی اور اصطلاحی معنے ہیں بڑا عالم۔ اور افغانستان کی طرف یہ لفظ اسی معنے میں استعمال ہوتا ہے۔ مگر ہندوستان میں یہ لقب گھٹیا درجے کے عالموں کے لئے بولا جاتا ہے جو مسجد کی روٹیوں پر گذر اوقات رکھتے ہیں۔

امام۔ مسلمانوں کے اُس حاکم اعلیٰ کو کہتے ہیں جو تمام ملکی مہمات شریعت کے مطابق انجام دے۔ اسلامی جنرل کو بھی امام کہا جاتا ہے۔ اس مشہور عالم کو بھی جو علم شریعت کا رکن رکین تسلیم کیا گیا ہو۔ امام کہا جاتا ہے۔ جیسے فقہ کے چار امام اور امام ابو یوسف اور امام فخر الدین رازی اور امام غزالی وغیرہم۔ مگر آجکل چونکہ یہ ساری باتیں مفقود ہو چکیں۔ اسلئے امام کا لقب صرف ان لوگوں کے لئے بولا جاتا ہے جو مساجد میں نماز کی امامت کراتے ہیں۔ تاہم یہ لفظ ان لوگوں کے نام کے ساتھ بطور لقب کے استعمال نہیں ہوتا جسطرح ائمہ سابقین کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں امام کا اطلاق رسولوں پر ہوا ہے اور قرآن کو بھی امام کہا گیا ہے۔

غرض یہ تمام علمی جماعتیں گو ایک دوسری سے علیحدہ فرائض رکھتی ہیں۔ مگر مولوی کا لقب سب کے لئے علی السویہ بولا جاتا ہے۔

مذکورہ تشریحات سے ظاہر ہو گیا ہوگا کہ مولوی کے لقب میں کس درجہ کی عزت اور تقدس ہے۔ مگر آجکل خصوصاً ہندوستان میں جہاں یہ لقب استعمال ہوتا ہے بہت بے جا مواقع میں استعمال کیا جانے لگا ہے اول تو چونکہ کچھ زمانہ سے علما کی حالت سرکاری سرپرستی نہ ہونے کے باعث کچھ رُو بہ تنزل ہے اور مولوی لوگوں میں افلاس و حاجتمندی کے باعث کچھ ترقی علم اور حق گوئی کیطرف سے بے پروائی عمل میں آنے لگی ہے اور کچھ طلب رزق کے لئے ان کو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ اسلئے لوگوں کے دل میں مولوی کے لقب کی وہ عظمت اور وقار نہیں رہا جو ہونا چاہئے۔ اور مولوی لوگ اور مولوی آدمی کا اطلاق عموماً ایسے موقع میں کیا جاتا ہے جہاں بے ہمتی اور غیر مستعدی کے معنے مراد ہوتے ہیں۔

دوسرے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو علوم عربیہ سے کوئی بہرہ نہیں رکھتے مگر صرف دنیوی علوم میں دخل رکھنے یا لیکچرار و مصنف کتب ہونے کی بدولت ہی مولوی بن بیٹھتے ہیں تاکہ وہ عوام میں مذہبی تقدس کی نگاہ سے دیکھے جائیں۔ اور انکے اقوال مذہبی فتوے سمجھے جائیں۔

تیسرے یہ لقب موروثی سمجھا جانے لگا ہے اور اسلئے ایک مولوی کے بیٹے اور پوتے بھی خواہ جاہل محض ہوں مولوی کہلاتے ہیں۔

قاضی اور مفتی کے لقبوں کا بھی یہی حال ہے۔ کہ ایک شخص اگر کسی زمانہ میں قاضی یا مفتی ہو گذرا ہے تو اسکی نسل ہمیشہ کے لئے قاضی اور مفتی کا خطاب حاصل کر لیتی ہے۔ خواہ وہ اس لفظ کے معنوں سے بھی ناواقف ہو۔

مؤمن ایمان لانے والا۔ مسلمان۔ خدا اور اسکے رسول کو برحق جاننے والا۔ دیکھو لفظ (ایمان)۔

اللہ کے ننانویں ناموں میں سے ایک نام ہے جو سورہ حشر کے رکوع ۳ میں آیا ہے۔ اسکے معنے ہیں اپنے وعدہ میں سچا۔ یا اپنے عذاب سے امن دینے والا۔ اس لفظ کا ماخذ امن و امان ہے یا ایمان۔ اگر امن و امان ہے تو مؤمن کے معنے ہوئے امن دینے والا۔ یعنے دنیا میں اسباب امن کا مہیا کرنے والا۔ یا عقبےٰ میں نیکو کاروں کو عذاب سے امان میں رکھنے والا۔ اگر ماخذ ایمان ہے تو مؤمن کے معنے ہوئے مصدق۔ یعنے ایمانداروں کے ایمان کو باور کرنے والا۔

Marfat.com

مؤمن مطلق وہ ہے جسکی طرف امن وامان کا سررشتہ جاکر ختم ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ بندہ فطرۃً ضعیف واقع ہوا ہے۔ اسکی ہستی بھوک پیاس، مرض وغیرہ اندرونی عوارض۔ اور قتل، قطع، حرقت وغیرہ بیرونی آفات کی طرف سے ہر وقت خطرہ میں ہے۔ ان خطروں کا دور کرنے والا وہی ہے۔ بھوک پیاس دور کرنے کے لئے غذا اور پانی پیدا کیا۔ مرض کے ازالہ کیلئے دوائیں بنائیں۔ آفات کو دور کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں اور طاقت بخشی۔ حواس دئے تاکہ آنیوالی آفات کی خبر دیتے رہیں۔ سب سے زیادہ خطرناک ہلاکت آخرت کی ہے اس سے امن میں رہنے کے لئے بھی اسکی عنایت سے کلمہ توحید کا قلعہ موجود ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی ہے لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ جو کوئی میرے قلعہ میں داخل ہوگا میرے عذاب سے امن میں رہیگا (امن)

مؤمنون مؤمن کی جمع ہے جسکے معنے ایماندار کے ہیں۔ قرآن شریف کی تیئسویں سورت کا نام ہے جس میں یہ لفظ آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ (س۔ المومنون ع۱) یعنی ایمان والے اپنی مراد کو پہنچ گئے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں۔

مومنین مومن کی جمع ہے جسکے معنے ہیں مسلمان۔ مومن و مسلم کے فرق کیلئے دیکھو (ایمان۔ اسلام)۔ قرآن مجید میں جا بجا مومنوں کی تعریف آئی ہے چنانچہ ارشاد ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ تا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (س۔ بقرہ۔ ع۲۰)۔ اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سوا (اوروں کو بھی) شریک (خدا) ٹھیراتے (اور) جیسی محبت خدا سے رکھنی چاہئے ویسی محبت ان سے رکھنی چاہئے اور جو ایمان والے ہیں انکو تو سب سے بڑھ کر خدا کی محبت ہوتی ہے۔

(۲) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ تا وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ (س۔ انعام۔ ع۹) جو لوگ (خدا پر) ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں بے انصافی (شرک) کی آمیزش نہیں کی یہی لوگ ہیں جو امن (و اطمینان خاطر) کے مستحق ہیں اور یہی لوگ راہ راست پر (بھی) ہیں۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ تا یُحَافِظُوْنَ (س۔ انعام۔ ع۱۱) اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں وہ (تو بے تامل) اس پر ایمان لے آتے ہیں اور وہ اپنی نماز کی (بھی) خبر رکھتے ہیں کہ (قضا نہیں ہونے پاتی)۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تا فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (س۔ ہود ع۲) جو لوگ ایمان لائے اور (ایمان کے علاوہ انہوں نے) نیک عمل (بھی) کئے اور اپنے پروردگار کے آگے عاجزی کرتے رہے۔ یہی جنتی لوگ ہیں کہ یہ بہشت میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے۔

موؤدہ زندہ درگور کی ہوئی لڑکی۔ عرب کی بری رسموں میں سے ایک رسم لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کی بھی تھی۔ اس کے سبب بیان کرنے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ قحط کے زمانے میں عرب ایسا کرتے تھے۔ اور کوئی کہتا ہے کہ قبیلہ کی بے حرمتی کے خوف سے ایسا کرتے تو کوئی کہتا ہے کہ شادی کرنے کی شرم سے اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ پہلے پہل جس نے اپنی بیٹی کو زندہ دفن کیا وہ قیس بن عاصم تمیمی نام ایک شخص تھا۔ اسکے بعد اوروں نے بھی یہ طریقہ سیکھ لیا۔

اصبہانی کہتا ہے کہ اس قیس نے زمانہ اسلام میں اسلام قبول کیا تھا۔ میدانی نے اپنی امثال میں حمزہ بن ہیثم بن عدی سے نقل کیا ہے کہ یہ رسم تمام عرب کے قبیلوں میں مروج تھی۔ مگر اسطور سے کہ ایک

Marfat.com

کہ ایک کرتا تھا اور دس چھوڑتے تھے۔ جب اسلام آیا تو یہ رسم کم ہوگئی۔ مگر بنی تمیم میں اسلام سے قبل بہت زیادتی تھی جسکی وجہ یہ ہے کہ نعمان کے بھائی ریان نے بنی تمیم پر بڑے ظلم کئے تھے۔ ان کے مال و متاع لوٹ لئے گئے تھے۔ انکی عورتوں کو قید کرلیا۔ جب بنی تمیم کے قبیلے کے لوگ بطور مہمان کے نعمان . . . . . کے پاس آئے اور اپنی قیدی عورتوں کی بابت گفتگو کی تو نعمان نے کہا کہ اچھا ان عورتوں کو اختیار ہے چاہے یہاں رہیں چاہے تمہارے ساتھ جائیں غرض ان عورتوں میں ایک لڑکی قیس بن عاصم مذکور کی تھی۔ اس نے کہا میں اسی شخص کے پاس رہوں گی جو مجھے ایا ہے اور اصلی شوہر کے پاس نہ جاؤں گی۔ جب یہ سنا تو قیس نے قسم کھائی کہ اسکے گھر جتنی لڑکیاں پیدا ہوں گی انکو زمین میں زندہ دفن کرونگا۔ اسی قسم کے باعث تقریباً دس لڑکیاں اس نے زندہ دفن کردیں ایک شخص نے یوں لکھا ہے کہ قریش بھی اپنی لڑکیوں کو کوہ ابو دلامہ پر جو مکہ میں واقع ہے دفن کردیتے تھے۔

آخر میں یہی بنی تمیم ایک شخص پر بہت فخر کرنے لگے تھے جس نے انکی لڑکیوں کو خرید خرید کے پرورش کی تھی۔ اور اسکے سبب سے بہت سی لڑکیاں زندہ بچ گئیں۔ اس شخص کو محی الوئیدات (لڑکیوں کو زندہ کرنے والا) کہتے تھے۔ نام اسکا صعصعہ بن ناجیہ تمیمی تھا۔ اور مشہور شاعر فرزدق کا دادا تھا۔ یہ شخص اس بارہ میں ضرب المثل بھی ہوگیا تھا۔ (صناجۃ الطرب)

شریعت نے اس بری رسم کا قلع قمع کردیا۔ چنانچہ ارشاد ہے وَاِذَا الْمَوْءُوْدَةُ سُئِلَتْ ۙ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۚ (س۔ تکویر ع ۱) اور جس وقت لڑکی سے جو زندہ درگور کردی گئی تھی یہ پوچھا جائے کہ کس قصور کے بدلے ماری گئی۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِیَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِیْرًا ۝ (س۔ بنی اسرائیل۔ ع ۴) اور (لوگو) افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ انکو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ اولاد کا جان سے مارنا بڑا بھاری گناہ ہے۔

وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ تا اَلَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ۝ (س۔ نحل۔ ع ۷) اور یہ مشرک لوگ خدا کی بیٹیاں ٹھیراتے ہیں۔ سبحان اللہ (خدا کے لئے بیٹیاں) اور ان کے لئے من مانے (بیٹے) اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی (کے پیدا ہونے) کی خوشخبری دیجائے تو مارے رنج کے، اسکا منہ کالا پڑجائے اور (زہر سے گھونٹ) پی کررہ جائے۔ لوگوں سے بیٹی کی عار کے مارے جس کے (پیدا ہونے کی) اسکو خوشخبری دی گئی ہے چھپا چھپا پھرے (اور دل میں منصوبے سوچے کہ) آیا (اس) ذلت پر بیٹی کو لئے رہے یا اسکو مٹی میں گاڑ دے دیکھو تو (خدا کے بارے میں) ان لوگوں کی (کیا) بری رائے ہے۔

وَكَذٰلِكَ زَیَّنَ لِكَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ تا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ۝ (س۔ انعام ع) اور اسیطرح بہتیرے مشرکین کو ان (بنائے ہوئے) شریکوں نے ان کے اپنے بچے مار ڈالنے کو (انکی نظر) میں اچھا کر دکھایا ہے تاکہ (آخرکار) ان کو (ابدی) ہلاکت میں ڈالدیں اور تاکہ ان کے دین کو ان پر مشتبہ کردیں۔ (کہ سیدھا رستہ سجھائی نہ دے) اور خدا چاہتا تو یہ لوگ یہ (بے رحمی کا کام) نہ کرتے تو (اے پیغمبر) ان کو اور انکی افترا پردازیوں کو (اللہ پر) چھوڑ دو بیشک وہ لوگ (بڑے ہی) گھاٹے میں ہیں جنہوں نے بدعقلی (اور) جہالت سے اپنے بچوں کو مار ڈالا اور اللہ نے جو روزی انکو دی تھی خدا پر جھوٹے بہتان باندھکر اسکو اپنے اوپر حرام کرلیا۔ بلاشبہ یہ لوگ (راہ راست سے) بھٹک گئے اور سیدھے رستے پر آنے والے تھے ہی نہیں۔

Marfat.com

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا کے نزدیک کونسا گناہ سب سے بڑا ہے۔ فرمایا تیرا خدا کے لئے کسیکو شریک ٹھیرانا حالانکہ اس نے تجھکو پیدا کیا۔ عرض کیا پھر کونسا گناہ۔ فرمایا تیرا اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر ڈالنا کہ بڑے ہو کر تیرے ساتھ کھائیں گے۔ (صح)

مغیرہؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے تمپر ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا اور بخل کرنا اور سوال کرنا حرام کر دیا ہے۔ اور خدا کو لوگوں کے بارے میں گفت و شنود کرنا اور کثرت سے سوال کرنا اور مال ضائع و برباد کرنا ناپسند ہے (صح)۔

مہاجر جو کافروں سے بیزار ہو کر اپنے وطن کو چھوڑ کہیں چلا جائے۔ دیکھو لفظ (مہاجرین) ایسے شخص کو بھی مہاجر کہا جاتا ہے جو ممنوعات شرعیہ سے پرہیز کرے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہاجر وہ شخص ہے جسنے ان چیزوں کو ترک کر دیا جن سے خدا نے منع کیا ہے۔ (مش)

مہاجرین مہاجر کی جمع ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے محض اسلام کی خاطر اپنے عزیز وطن کو خیرباد کہکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ یا آپ کی ہجرت سے پہلے ملک حبشہ کو چلے گئے تھے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے کاموں کی دارومدار نیت پر ہے۔ سو جس نے خاص خدا اور اس کے رسول کے لئے ہجرت کی ـــــ ـــــ یا جس نے دنیا کو حاصل کرنے کے لئے ہجرت کی یا کسی عورت سے نکاح کرنیکے لئے ہجرت کی اسکی ہجرت اس چیز کی طرف ہے جسکی خاطر اس نے ہجرت کی (مش)

سب سے پہلے بہت سے مسلمان ملک حبشہ کیطرف ہجرت کرکے چلے گئے تھے جن میں جعفر رضی اللہ عنہ بھی تھے کفار مکہ کو جب خبر لگی تو انہوں نے اپنے کئی سردار شاہ حبشہ کیطرف (جسکا نام نجاشی تھا) روانہ کیے۔ اور کہلا بھیجا کہ ہمارے بھائی بند جو اپنا دین چھوڑ چکے ہیں اور دین عیسوی کو بھی برا بھلا کہتے ہیں اب بھاگ کر تمہارے ملک میں آبسے ہیں انکو ہمارے حوالہ کر دیا جائے۔ مسلمانوں کی طرف سے شاہ حبشہ کے سامنے حضرت جعفرؓ نے کھڑے ہو کر اپنی قوم کی گمراہی کا ذکر سنایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیک ہدایت اور آپ کی سچائی اور دیانت داری کا حال بیان کیا۔ نجاشی نے حضرت جعفر سے قرآن کی چند آیتیں سنیں اور قریش کے سرداروں کو دربار سے نکلوا دیا اور مسلمان مہاجرین کو اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دی۔ اس کے بعد مسلمان کافروں سے تنگ آکر مدینہ منورہ کیطرف ہجرت کرنے لگے حتیٰ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے سوا کوئی مسلمان مکہ میں نہ رہا۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کو لے کر ہجرت کر گئے۔ چند دنوں کے بعد حضرت علی بھی مدینہ پہونچ گئے۔

مدینہ کی آب و ہوا مہاجرین کے مخالف پڑی۔ جس سے وہ بیمار ہو گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حال دیکھکر بارگاہ خداوندی میں دعا کی۔ کہ خداوندا جسطرح ہمکو مکہ پیارا تھا اسی طرح مدینہ بھی ہمکو محبوب بنا دے۔ اسکی ہوا کو ہمارے جسموں کے موافق کر دے اور ہم کو برکت دے اور بیماری کو یہاں سے دور فرما۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور سارے شہر کی ہوا صحت بخش ہو گئی۔

Marfat.com

مجاہدین نے چونکہ اِفلاس کی حالت میں مکہ سے ہجرت کی تھی۔ اسلئے اپنے ساتھ کوئی نقدی نہ بچا سکے مدینہ میں درویشانہ زندگی بسر کرنے لگے اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم سے مہاجرین اور انصار میں عقد مواخات قائم کر دیا جسکا مطلب یہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ سلوک کریں اور ضرورت کے وقت ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں اور مرنیکے بعد ایک دوسرے کے وارث ہوں۔ اس عقد سے مہاجرین کی حالت سدھر گئی۔ قرآن مجید میں کئی جگہ مہاجرین کا ذکر آیا ہے

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تا وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ٥ (س۔ لنساء۔ ع ۱۴) اور جو شخص خدا کی راہ میں (یعنی خدا کے لئے) اپنا وطن چھوڑ دیگا تو (روئے) زمین میں اسکو (رہنے سہنے کے لئے) وافر جگہ اور (ہر طرح کی کشائش ملیگی۔ اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اسکے رسول کیطرف ہجرت کر کے نکلے پھر اسکو موت آ لے تو اللہ کے ذمے اسکا اجر ثابت ہو چکا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ تا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ٥ (س۔ توبہ۔ ع ۱۳)۔ اور مہاجرین اور انصار میں سے جن لوگوں نے (اسلام کے قبول کرنے میں) سبقت کی (اور) سب سے پہلے (ایمان لائے) اور (نیز) وہ لوگ جو انکے بعد خلوص دل سے داخل ایمان ہوئے خدا ان سے خوش اور وہ خدا سے خوش اور خدا نے انکے لئے (بہشت کے ایسے) باغ تیار کر رکھے ہیں جنکے تلے نہریں (پڑی) بہ رہی ہونگی (اور) ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) یہی بڑی کامیابی ہے۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِىِّ تا اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥ (س۔ براۃ۔ ع ۱۴) البتہ خدا نے پیغمبر پر بڑا ہی فضل کیا۔ اور (نیز) مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے تنگدستی کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا جبکہ ان میں سے بعض کے دل ڈگمگا چلے تھے پھر اس نے ان پر (بھی) اپنا فضل کیا (کہ انکو سنبھال لیا) اس میں شک نہیں کہ خدا ان سب پر نہایت درجے مہربان (اور ان کے حال پر اپنی) مہر رکھتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا تا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ (س۔ بقرہ۔ ع ۲۶) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرتیں بھی کیں اور جہاد بھی کئے۔ یہی ہیں جو خدا کی رحمت کی آس لگائے (بیٹھے) ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا تا مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (س۔ آل عمران۔ ع ۲۰) تو جن لوگوں نے ہمارے لئے (اپنے) دیس چھوڑے اور (ہماری ہی وجہ سے) اپنے گھروں سے نکالے اور ستائے گئے۔ اور لڑے اور مارے گئے ہم انکی خطاؤں کو ان (کے نامۂ اعمال میں) سے ضرور محو کر دیں گے اور انکو ایسے باغوں میں (لیجا) داخل کرینگے جنکے نیچے نہریں (بڑی) بہ رہی ہوں گی۔

مَہر سے مراد وہ نقد یا غیر نقد مال ہے جو مرد عورت کو نکاح کے عوض ادا کرتا ہے یا ادا کرنیکا اقرار کرتا ہے فارسی میں اسکو کابین کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر متعدد جگہ آیا ہے منجملہ ان کے ایک اس آیت میں ہے وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ط (س۔ لنساء۔ ع ۴) یعنی اور (لوگو) جو عورتیں تمہر آیت حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الخ میں حرام کی گئی ہیں (انکے علاوہ سب عورتیں) تمہارے لئے حلال ہیں بشرطیکہ شہوت رانی کے لئے نہیں بلکہ قید (نکاح) میں لانے کی غرض سے مال (یعنے مہر) کے بدلے (نکاح کرنا) چاہو پھر جن عورتوں سے

Marfat.com

تم نے لطف (صحبت) اُٹھایا ہو تو ان سے جو مہر ٹھیرا تھا انکے حوالہ کرو۔

مہر ہر قسم کے مال سے مقرر ہو سکتا ہے بشرطیکہ شراب و خنزیر وغیرہ اس قسم کی چیزوں سے نہ ہو۔ جن پر کوئی شرعی عقد قائم نہیں ہو سکتا۔ نقدی کی صورت میں اس کی مقدار کم از کم دس درم یعنے دو روپے دس آنے ہے۔ اس قدر یا اس سے کم مہر مقرر کیا جائے تو وطی یا خلوت صحیحہ کے بعد یا شوہر اور بیوی میں سے ایک کے مرجانے سے بہرحال دس درم عورت کا حق ہو جاتا ہے۔ اگر زیادہ مقرر کیا گیا ہو تو اُسیقدر دینا پڑتا ہے جتنا مقرر کیا جائے۔ اگر وطی اور خلوت صحیحہ سے پیشتر طلاق دے تو نصف مہر دینا پڑتا ہے۔ یعنی دس درم سے زیادہ ہو تو اسکا نصف۔ اگر دس یا دس سے کم ہو تو دس درم کا نصف یعنی پانچ درم یا ۵ عیبر عورت کا حق ہو جاتا ہے۔ اگر مہر صاف طور پر مقرر نہیں کیا۔ یا اسکا ذکر ہی نہیں کیا۔ یا اس سے انکار کر دیا۔ یا مہر نہ دئے جانے کی شرط پر نکاح کیا۔ یا مہر میں شراب یا سوئر دینے کا اقرار کیا۔ یا کسیکی بیٹی یا بہن سے اس شرط پر نکاح کیا کہ اسکے عوض میں اپنی بیٹی یا بہن کو اسکے نکاح میں دیدے گا اور مہر مقرر نہ کیا۔ تو ان سب صورتوں میں نکاح درست ہو جائیگا۔ مگر وطی یا خلوت صحیحہ کے بعد یا دونوں میں سے ایک کے مرجانے پر مہر مثل عورت کا حق ہو جائیگا اگر ان صورتوں میں وطی اور خلوت صحیحہ سے پہلے ہی طلاق دے دیا تو صرف تین کپڑے یعنے کورتہ۔ اوڑھنی اور چادر دینے لازم آتے ہیں جن کی قیمت نصف مہر مثل سے زائد نہ ہو۔

عورت اگر چاہے تو سارا مہر یا اسکا کوئی حصہ مرد کو بخش سکتی ہے وہ مرد کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا جب تک مرد مہر معجل ادا نہ کرے عورت کو اختیار رہے کہ اسکی صحبت سے اور اُسکے ساتھ سفر پر چلنے سے انکار کرد نفقہ بہرحال مرد کے ذمہ واجب ہوگا۔ اگر سارا مہر مؤجل ہے اسکا کوئی حصہ معجل نہیں ہے تو عورت ان باتوں سے انکار نہیں کر سکتی۔ عورت کو اختیار ہے کہ اپنا مہر ولی سے طلب کرے یا خاوند سے (ش۔ د وغیرہ)

مہر مثل۔ وہ ہوتا ہے جو کسی عورت کے لئے اسکے خاندان کی دوسری ہم اوصاف عورتوں کے مہروں کی اوسط مقدار کے لحاظ سے مقرر کیا جاتا ہے۔

مہر معجل۔ اس مہر کو کہتے ہیں جو نکاح کے وقت لیا جائے۔

مہر مؤجل۔ وہ جو نکاح کے بعد لیا جائے (لنور)

مہمانوں کے حقوق

دیکھو (ضیف)

مُہَیمِن

نگہبان۔ یا گواہ۔ خداوند تعالےٰ کے ننانویں ناموں میں سے ایک نام ہے المؤمن بھی خدا کا نام ہے اور المہیمن کا لفظ وہی المومن ہے۔ المؤمن باب افعال سے ہے اور المہیمن باب مفاعلہ سے۔ تو المہیمن اصل میں المؤامن تھا دوسرے ہمزے میں قاعدہ تلیین جاری کرکے اسے یے سے بدل لیا اور پہلے ہمزے کو ہ سے۔ معنًا المؤمن اور المہیمن ایک ہی ہیں

اللہ تعالےٰ کے حق میں اس اسم کے معنے یہ ہیں کہ وہ اپنی مخلوق کے اعمال۔ ارزاق اور آجال پر قائم ہے۔ اور اسکا قیام ان چیزوں کے متعلق اس کے علم اور غلبہ اور حفظ کے لحاظ سے ہے اور یہ باتیں علے الاطلاق اور علی وجہ الکمال اللہ ہی میں جمع ہو سکتی ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ اللہ کا یہ نام کتب قدیمہ میں درج ہے۔ (مق)

میت کے غسل وتکفین کے آداب

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) کفن

میں غلو نہ کرو۔ (یعنے مردوں کو گرانبہا کپڑوں میں کفناؤ کیونکہ وہ بہت جلد سلب کر لیا جاتا ہے یعنی پرانا ہو جاتا ہے۔ (ابو)۔

عبادہ بن صامتؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بہترین کفن جوڑا[لہ] ہے اور بہترین قربانی سینگ دار دنبہ (ابو)

میتۃ مردار۔ مردہ جانور۔ وہ جانور جو بغیر ذبح یا شکار کئے مر گیا ہو۔ جسکا کھانا شرع میں حرام ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی سورۃ مائدہ کے رکوع ۱ میں حکم ہے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ الآية یعنی تم پر مردار حرام کیا گیا۔

زمین کے لئے بھی میتہ کا لفظ آیا ہے جس سے مراد افتادہ اور غیر مزروعہ زمین ہے۔ سورہ یٰسٓ میں آیا ہے وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ۝ اور ان لوگوں کے لئے (ہماری قدرت کی نشانی) مری ہوئی (یعنی افتادہ) زمین ہے کہ ہم نے اسکو (پانی برسا کر) جلا اُٹھایا۔ اور اس سے اناج نکالا۔ کہ اسی سے یہ لوگ کھاتے ہیں۔

میثاق عہد و پیمان۔ قرآن مجید میں یہ کلمہ اس عہد و پیمان کے معنے میں بھی استعمال ہوا ہے جو اللہ تعالے اور اسکے بندوں کے مابین قائم ہے۔ فرمایا وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا ۔ (س۔ اعراف۔ ع ۲۲) یعنی اور جب تیرے پروردگار نے بنی آدم سے یعنے انکی پیٹھوں سے انکی نسلوں کو باہر نکالا۔ اور ان کے مقابلہ میں خود انہیں کو گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ سب بولے۔ ہاں۔ ہم گواہ ہیں]

مشکوۃ شریف کے باب الایمان میں ابی ابن کعبؓ سے آیۃ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ الآية کے متعلق مروی ہے کہ اللہ تعالے نے انکو جمع کیا پس انکو جوڑا جوڑا بنایا۔ پھر انکی صورتیں بنائیں اور بولنے کی طاقت دی۔ پس وہ بولنے لگے۔ پھر ان سے عہد و میثاق لیا اور انکے مقابلہ میں خود انہیں کو گواہ بنایا۔ کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں سب بولے ہاں۔ فرمایا میں تم پر ساتوں آسمانوں کو اور ساتوں زمینوں کو اور تمہارے باپ آدم کو گواہ کرتا ہوں تاکہ تم قیامت کے روز یہ نہ کہو کہ ہم کو یہ معلوم نہ تھا۔ یاد رکھو کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اور نہ کوئی میرے سوا پروردگار ہے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنانا۔ میں عنقریب تمہاری طرف اپنے پیغمبر بھیجوں گا جو تمہیں میرا عہد و میثاق یاد دلائیں گے۔ اور میں تم پر اپنی کتابیں نازل کروں گا۔ انہوں نے کہا ہم گواہ ہیں کہ تو ہمارا پروردگار ہے اور ہمارا معبود ہے تیرے سوا ہمارا کوئی اور پروردگار نہیں اور تیرے سوا کوئی ہمارا معبود نہیں۔ پس انہوں نے اسکا اقرار کیا۔ اور آدم علیہ السلام کو موقع دیا گیا کہ سر اٹھا کر سب پر نظر ڈالیں۔ پس انہوں نے بعض کو غنی اور بعض کو محتاج بعض کو خوبصورت اور بعض کو اسکے برعکس پایا عرض کیا یا رب تو نے اپنے بندوں کو برابر کیوں نہ بنایا فرمایا مجھے منظور ہوا کہ میرا شکر کیا جائے۔ اور حضرت آدم نے انبیاء کو دیکھا جو ان میں چراغوں کی طرح چمکتے تھے وہ ایک اور عہد و میثاق سے خاص کئے گئے جو رسالت و نبوت کے متعلق لیا گیا تھا جسکا ذکر خدا کے اس قول میں ہے وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ

لہ عربی میں حلہ کہتے ہیں چادر اور تہمد کو اور اسی لئے ہم نے اسکا ترجمہ جوڑا کیا۔ حدیث کے ظاہر لفظوں سے جو مفہوم مستفاد ہوتا ہے یہ ہے کہ اگرچہ مردے کے کفن کے لئے ایک کپڑا بھی کفایت کرتا ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ دو ہوں اور تین کپڑوں کا ہونا تمام و کمال کا مرتبہ ہے۔ ۱۲۔

Marfat.com

الی قولہٖ عیسیٰ ابن مریم وہ بھی ان ارواح میں موجود تھے پس انکو مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا۔ پس ابن ابی سے روایت ہے کہ انکی روح مریمؑ کے منہ سے داخل ہوئی۔
انبیاء و مرسلین کے میثاق کے متعلق خدا فرماتا ہے
وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰى وَعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا (س۔ احزاب ع۱)
یعنے جب ہمنے پیغمبروں سے (تبلیغ رسالت کا) عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے اور ان سے عہد (بھی) لیا (تو) پکا۔

میسر جوا۔ دیکھو (ازلام)۔

میر امیر کا مخفف ہے۔ معزز لوگوں کے لئے بطور لقب استعمال ہوتا ہے۔ اور عموماً سیدوں کے نام کے ساتھ آتا ہے۔

میقات اصل میں تو اسکے معنے وقت یا وعدہ گاہ کے ہیں۔ لیکن اصطلاح شرع میں ان مقامات کو کہتے ہیں جہاں سے آفاقی (باہر سے آنیوالے) لوگ احرام باندھتے ہیں۔ اصل میں کعبے کے چاروں طرف ان حاجیوں کے احرام باندھنے کے لئے جو خارج از مکہ دوسرے شہروں سے حج کو آتے ہیں۔ چار مقام مقرر ہیں۔ ایک ذوالحلیفہ۔ یہ ان لوگوں کے احرام باندھنے کی جگہ ہے جو مدینہ اور اطراف مدینہ سے آتے ہیں۔ یہ مقام مدینے سے چھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور یہاں سے مکہ تک دس پڑاؤ کرنے پڑتے ہیں۔
دوسرے جحفہ۔ یہ ایک غیر آباد بستی ہے۔ یہاں سے مکہ تین منزل پر رہ جاتا ہے۔ یہ ان لوگوں کے احرام باندھنے کا مقام ہے جو شام مصر اور ان کے مضافات سے آتے ہیں۔
تیسرے یلملم۔ یہ ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے جہاں سے عدن اور یمن کے باشندے احرام باندھتے ہیں۔ اور یہی مقام ہندوستان اور مضافات ہندوستان سے جانے والوں کے لئے مقرر ہے۔ یہاں سے مکہ دو منزل کے فاصلے پر رہ جاتا ہے۔
چوتھے قرن منازل۔ یہ طائف کے قریب ایک مختصر سا گاؤں ہے جہاں سے اہل نجد احرام باندھتے ہیں۔ یہاں سے مکہ دو منزل رہ جاتا ہے۔ ان کے علاوہ ایک اور مقام ہے جو ذات عرق کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ان لوگوں کے احرام باندھنے کے لئے مقرر ہے جو عراق اور اطراف عراق سے آتے ہیں۔ رہے مکی۔ انکے احرام باندھنے کے لئے حل متعین ہے جو حد حرم سے باہر ہے۔ حرم کی حدیں ہر طرف میں مختلف ہیں۔
شمال و غرب میں ساڑھے تین کوس کے فاصلے پر تنعیم ہے اور جدہ کی راہ میں حدیبیہ۔ یہ مکہ سے سات کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور جنوب کی طرف حنینیہ یہ مکہ سے ساڑھے دس کوس پر ہے۔ شرق کی جانب عرفات کے متصل مسجد نمرہ۔ یہ بھی مکہ سے ساڑھے دس کوس کے فاصلے پر ہے۔

میکائیل ایک فرشتے ہیں جو بندوں کے رزق پر مسلط ہیں۔ یعنی جہاں حکم ہوتا ہے۔ وہاں پانی برساتے ہیں جس سے بندوں کی روزی پیدا ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں انکا ذکر یوں آیا ہے
مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِیْلَ وَمِیْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِیْنَ (س۔ البقرہ۔ ع۱۲) جو شخص اللہ کا دشمن ہو۔ اور اسکے فرشتوں کا اور اسکے رسولوں کا اور خاصکر جبرئیل فرشتے کا اور میکائیل فرشتے کا تو اللہ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے۔

میلین اخضرین مکہ شریف کے کوہ صفا اور

Marfat.com

کوہ مروہ کے مابین پتھر سے بنے ہوئے - - - - ہیں جن میں سے ایک میل سرخ اور دوسرا سبز ہے۔ مگر علی سبیل التغلیب ان دونوں کو میلین اخضرین کہا جاتا ہے۔ ان میں ایک سو بارہ گز کا فاصلہ ہے۔ ان میں سے ایک میل مسجد حرام کے کونے پر واقع ہے۔

میمونہ رض ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے ہیں جنکے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام ازواج سے آخر میں نکاح کیا تھا۔ ہجرت کے ساتویں سال جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضا بجالانے کے لئے مکہ تشریف لے گئے تو حج سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے جعفر ابن ابی طالب سے فرمایا کہ میمونہ سے آنحضرت کے ساتھ نکاح کرنے کی درخواست کریں۔ میمونہ نے اس شرف کو بڑی خوشی سے قبول کیا۔ اور نکاح کا اہتمام اپنے بہنوئی عباس بن عبد المطلب کے سپرد کیا جنہوں نے اس کام کو بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ میمونہ رض کی بہن جو حضرت عباس کے گھر میں تھیں انکا نام ام الفضل تھا۔ اسلام کے نامور سپہ سالار حضرت خالد بن ولید میمونہ کے بھانجے تھے۔ اس نکاح سے پیشتر تک وہ مسلمانوں کے مخالف تھے۔ مگر اسکے بعد خدا کے حکم سے وہ مسلمان ہوگئے اور آنحضرت کی خدمت میں مدینہ چلے گئے۔

نکاح کے وقت میمونہ رض کی عمر ۵۱ سال کی تھی۔ وہ آنحضرت کی رحلت کے بعد زندہ رہیں اور ۵۱ سال کی عمر میں وفات پائی (کذا فی کتب السیر) پہلے آپکا نام برہ تھا۔ پھر آنحضرت نے آپکا نام میمونہ رکھا۔

باب النون

ن قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جس کے شروع ہی میں ن آیا ہے۔

نابالغ و نابالغہ نابالغ وہ لڑکا جو سن بلوغ کو نہ پہنچا ہو نابالغہ وہ لڑکی جو سن بلوغ کو نہ پہنچی ہو۔ بلوغ کی شرائط لفظ بالغ کے تحت میں بیان ہو چکی ہیں۔

نابالغ کے احکام بالغ سے بہت مختلف ہیں۔ نابالغ شرعًا مکلف نہیں ہوتا۔ یعنی فرائض کی پابندی اسکو لازم نہیں ہوتی۔ نماز روزہ حج اور زکوٰۃ فرض نہیں اور اگر وہ ان عبادات کو بجالائیں تو ثواب ملجاتا ہے

نماز میں نابالغ کی امامت جائز نہیں اور جماعت کی صف میں بالغ کے ساتھ کھڑا ہونا بھی منع ہے۔

نابالغ لڑکوں کی صف بالغوں کی صف سے پیچھے ہونی چاہیئے۔ قرآن مجید کو بے وضو ہاتھ لگانا نابالغ کے لئے منع ہے مگر نابالغ بچہ کے لئے جائز ہے نابالغ بچہ اذان کہہ سکتا ہے۔ نابالغ لڑکے اور لڑکی کی نماز جنازہ کے لئے خاص دعا مقرر ہے۔ دیکھو لفظ (جنازہ) نابالغ حج کا احرام باندھنے کے بعد بالغ ہو جائے اور اسی حالت پر احکام جاری رکھے تو اسکا فرض حج ادا نہ ہوگا

صدقہ فطر کمسن بچوں کی طرف سے بھی دینا واجب ہے

رمضان میں اگر لڑکا بالغ ہو جائے تو اس دن کے باقی حصے تک اسکو رمضان کی تعظیم کے لئے کچھ کھانا پینا نہ چاہیئے۔ اور باقی روزے اسپر فرض ہوں گے۔

بچے کی خرید و فروخت بھی نافذ ہوسکتی ہے جس کو اسکے ولی نے اجازت دے رکھی ہو لیکن اگر ولی نے

Marfat.com

اجازت نہ دی ہو تو نافذ نہ ہوگی۔ نابالغ اگر کسی کی کوئی چیز تلف کریگا تو اسکا نقصان پورا کرنیکا ذمہ دار ہوگا اگر وہ کسیکے لئے اپنے ذمہ کسی حق کا اقرار کریگا جس کی ادائگی لازم آتی ہو تو اسکو قبول نہ کیا جائیگا۔ کیونکہ اسکے لئے بلوغ شرط ہے۔ شرکت مفاوضہ بالغ اور نابالغ کے مابین قائم نہیں ہو سکتی۔ دونوں کا بالغ ہونا شرط ہے۔ نابالغ پر زنا کی حد نہیں لگائی جاتی۔ اور نہ چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جاتی ہے۔ نابالغ کے ذبح کئے ہوئے اور شکار کئے ہوئے جانور کا گوشت کھانا جائز ہے۔

نابالغ لڑکا لڑکی اپنا نکاح خود نہیں کر سکتے انکے ولیوں کو اسکا اختیار ہے۔ اگر نابالغ لڑکا یا لڑکی خود اپنا نکاح کرلے تو وہ ولی کی اجازت کے بغیر نافذ نہ ہوگا۔ ولی اجازت دے دیگا تو نافذ ہو جائیگا۔ نابالغ اور نابالغہ کے ولی آنکی اجازت کے بغیر انکا نکاح کر سکتے ہیں۔ نکاح کے متعلق نابالغ کی شہادت کافی نہیں۔ نکاح کے لیے جن دو گواہوں کا موجود ہونا شرط ہے انکا بالغ ہونا لازم ہے۔ نابالغ اپنی بیوی کو طلاق دے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ وقوع طلاق کے لئے بلوغ شرط ہے۔ (فتہ، عا)۔

حد بلوغ کی نسبت کتب فقہ میں یوں لکھا ہے۔ کہ لڑکا احتلام اور انزال اور حاملہ کرنے سے بالغ سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر ان علامتوں سے کوئی پائی نہ جائے تو اٹھارہ سال کا بالغ متصور ہوگا۔ اور لڑکی حیض آنے اور احتلام اور حمل ہونے سے بالغ ہو جاتی ہے، اگر یہ علامات نہ پائی جاویں تو سترہ سال کی بلغ بھی جائے گی۔ یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے لیکن صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک جب لڑکا یا لڑکی پندرہ سال کے ہوں تو بالغ ہیں۔ امام ابو حنیفہ سے بھی ایک روایت میں یوں ہے اور اسی پر فتوے بھی ہے۔ (ہدایہ)

ناجیہ فرقہ جو نجات پانے والا ہے۔ اہلسنت وجماعت کے نزدیک یہ فرقہ اہلسنت وجماعت ہے۔ گو ہر فرقہ اپنے آپ کو اس لقب کا واحد حقدار جانتا ہے۔

نادِ علی ایک دعا ہے جو حصول مطالب اور دفع بلیات کے لئے پڑھی جاتی ہے اور لکھکر بطور تعویذ بھی استعمال کی جاتی ہے اور وہ یہ دعا ہے نَادِ عَلِیًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَّكَ فِی النَّوَائِبِ كُلُّ غَمٍّ وَّهَمٍّ سَيَنْجَلِیْ بِنُبُوَّتِكَ يَا مُحَمَّدُ وَبِوَلَايَتِكَ يَا عَلِیُّ يَا عَلِیُّ يَا عَلِیُّ۔ حضرت علی کو جو مظہر عجائبات ہیں پکارو۔ تم انہیں تکالیف میں مددگار پاؤگے۔ اے محمد آپ کی نبوت کی طفیل اور اے حضرت علی آپ کی برکت سے ہر غم واندوہ دور ہو جائیگا۔

یہ دعا اہل تشیع کا خاصہ وظیفہ ہے۔ اہلسنت والجماعت سے حضرات صوفیائے کرام بھی اسکو مفید سمجھتے ہیں۔ مگر اہل حدیث اسے شرک سمجھتے ہیں۔ اس دعا کی کوئی اصل نہیں۔

نار عربی لفظ ہے جسکے معنے ہیں آگ۔ قرآن مجید میں یہ لفظ اکثر جگہ دوزخ کے معنے میں آیا ہے۔ مثلاً فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّشَهِیْقٌ ۝ (س-ہود-ع ۹) "تو جو بدبخت ہیں وہ دوزخ میں ہوں گے (اور) وہاں انکو چلانا اور دھاڑنا (لگا) ہوگا۔"

حدیث شریف میں بھی نار کا لفظ دوزخ کے معنے میں آیا ہے۔ چنانچہ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ایک شخص کی بابت جو اس جنگ میں آپ کے ساتھ تھا اور اسلام کا دعوے کرتا تھا

Marfat.com

فرمایا ھٰذَا مِنْ اَھْلِ النَّارِ ۔ یہ دوزخی ہے
چنانچہ جب لڑائی کا وقت آیا تو وہ شخص بڑی جانبازی
سے سخت لڑائی لڑا اور بہت سے زخم کھائے ۔ ایک
اور شخص آکر عرض کرنے لگا ۔ یارسول اللہ کیا آپ کو معلوم
ہے کہ جس شخص کی بابت آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخی
ہے وہ تو راہِ خدا میں بڑی سختی کے ساتھ معرکہ آرا ہوا
اور اسکے جسم پر بہت سے زخم لگے ۔ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اَمَا اِنَّہٗ مِنْ اَھْلِ النَّارِ ۔
بے شک وہ دوزخی ہے ۔ آپ کے اس ارشاد سے
قریب تھا کہ کچھ لوگ شک میں پڑجائیں ۔ لیکن ابھی یہ
باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ادھر اس شخص نے زخموں
کی تکلیف پاکر اپنے ترکش کیطرف ہاتھ بڑھایا ۔ اور ایک
تیر نکال کر اس سے اپنا گلا کاٹ لیا ۔ اھ (بخ)

شرع میں کسی جاندار کو آگ کی سزا دینا یا آگ کے
ذریعہ مار ڈالنا جائز نہیں ۔ کیونکہ آگ سے سزا دینا
صرف خدا کا کام ہے ۔

قابیل اور ہابیل میں جب عورت کے متعلق جھگڑا
ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام نے یوں فیصلہ کیا کہ تم
دونوں کوہ منا پر جاکر قربانیاں رکھدو جسکی قربانی قبول
ہوگی اسکو عورت دیجائے گی ۔ دونوں نے کوہ منا پر
قربانیاں رکھیں تو آسمان سے آگ آکر ہابیل کی قربانی
کو لے گئی اور قابیل کی قربانی پڑی رہی ۔ پس اسی سے
قابیل کے دل میں ہابیل کیطرف سے دشمنی بیٹھ گئی
جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کردیا (قصص الانبیا)

کافر جیسے پتھر کے بتوں اور درختوں وغیرہ کی پرستش
کرتے ہیں ویسے آگ کی بھی پرستش کرتے ہیں ۔ بتوں کی
پوجا کرنے والوں کو بت پرست اور آگ کی پوجا کرنے
والوں کو آتش پرست کہا جاتا ہے ۔

نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو محض اس
جرم میں کہ وہ بت پرستی کی تردید کرتے اور توحید سکھاتے
تھے آگ میں ڈالا تھا ۔ مگر خدا کے حکم سے اس آگ نے
حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی ضرر نہ پہونچایا چنانچہ
ارشاد ہے قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ ۔ یعنی ہمنے کہا اے آگ تو ابراہیم پر
ٹھنڈک اور آرام ہوجا ۔

ناروا

فارسی لفظ ہے جسکے معنے ہیں ناجائز ہے ممنوع ۔ حرام ۔ جن عورتوں سے نکاح ناجائز
ہے انکے لئے دیکھو لفظ (نکاح) ۔
جن چیزوں کو کھانا ناجائز ہے انکے لئے دیکھو لفظ (حرام)
جن چیزوں سے وضو کرنا ممنوع ہے انکے لئے دیکھو (وضو)
نماز میں جو امور ممنوع ہیں اور جن وقتوں میں نماز ناجائز
ہے انکے لئے دیکھو (نماز) ۔ حج میں جو کام ناروا ہیں
انکے لئے دیکھو (حج) ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے مردوں اور
عورتوں کو قبروں پر جانے ۔ تین دن سے زیادہ قربانی
کا گوشت جمع رکھنے اور مشکیزہ کے بغیر دوسرے برتنوں
میں نبیذ رکھنے سے منع کردیا تھا ۔ مگر پھر اجازت دیدی
جیسے اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے ۔ بریدہؓ کہتے
ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
میں نے تمکو قبروں پر جانے سے منع کیا تھا ۔ اب جایا
کرو ۔ اور میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانیوں
کے گوشت جمع رکھنے سے منع کیا تھا ۔ اب جبتک چاہو
جمع رکھا کرو ۔ اور میں نے تمہیں مشکیزہ کے بغیر دوسرے
برتنوں میں نبیذ رکھنے سے منع کیا تھا ۔ اب تمام برتنوں
میں (نبیذ) پیا کرو ۔ مگر نشہ والی چیز نہ پیا (مش) ۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا تم میں کا کوئی شخص اپنے مملوک کو
یَا عَبْدِیْ اے میرے بندے ۔ اور یا اَمَتِیْ اے میری
کنیز کہکر نہ پکارے ۔ درحقیقت تم سب کے سب
بندگانِ خدا ہو ۔ اور تمہاری سب عورتیں خدا کی کنیز ہیں

Marfat.com

یَا غُلَامِیْ اور یَا جَارِیَتِیْ اور یَا فَتَایَ اور یَا فَتَاتِیْ کہکر پکارے۔ اور مملوک اپنے مالک کو رَبِّیْ نہ کہے بلکہ سَیِّدِیْ کہے (لو مضائقہ نہیں) (مس)۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو) تم انگور کا نام کرم نہ رکھو کیونکہ کرم مومن کا دل ہے) اور کسیکو ہے بدنصیب زمانہ نہ کہو کیونکہ (زمانہ کچھ اختیار نہیں رکھتا بلکہ) خدا زمانے (میں تصرف کرتا) ہے (تو فاعل حقیقی خدا ہے نہ زمانہ اور اس صورت میں زمانے کو برا کہنا معاذ اللہ خدا کو برا کہنا ہے)۔

جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو جب تم میرے نام پر نام رکھو تو میری کنیت پر اپنی کنیت نہ رکھو (تر)۔

ابو ایوب انصاریؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (لوگو!) جب تم قضائے حاجت کے لئے آؤ تو نہ قبلے کیطرف منہ کرکے بیٹھو اور نہ اسکی طرف پشت کرو۔ ہاں پورب کیطرف کرلو یا پچھم کیطرف کرلو۔ (صح)

سرجس کے بیٹے عبداللہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ تم میں سے کوئی شخص جانوروں کے بلوں میں پیشاب نہ کرے (ابو)۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ (شروع شروع) میں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مردوں اور عورتوں دونوں کو حمام میں جانے سے منع فرمایا تھا۔ مگر بعد میں مردوں کو اجازت دی کہ تہبند باندھکر حمام میں جایا کریں۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے علم (دینی ضروری) کا کوئی مسئلہ پوچھا جائے اور وہ اسے چھپالے تو قیامت کے روز ایسے شخص کے منہ میں) آگ کی لگام ڈالی جائیگی۔

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے ملک میں قرآن کو ساتھ لے جانے سے منع فرمایا

حذیفہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (لوگو!) قرآن عرب کی آوازوں اور لہجہ میں پڑہو۔ اور اہل عشق کے لہجوں اور یہودیوں اور عیسائیوں کے لہجوں سے اپنے تئیں دور رکھو میرے بعد عنقریب ایک قوم آئیگی جو قرآن کے پڑہنے میں اسیطرح گٹ کڑی کی آوازیں نکالینگے جیسے لوگ راگ اور نوحوں میں گٹ کڑی کی آوازیں نکالتے ہیں قرآن ان کے گلوں سے بھی تو تجاوز نہیں کریگا۔ (چہ جائیکہ دل میں بیٹھے) ان کے دل اور (انکے ساتھ) ان لوگوں کے دل جن کو انکا حال بھلا لگتا ہوگا مبتلائے فتنہ ہوں گے (مش)

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عمرکو اپنے باپ کی قسم کھاتے سنا تو فرمایا (لوگو!) خدا تعالے نے تمہیں اپنے باپوں کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے۔ تو جو شخص قسم کھانے والا ہو اسے خدا تعالے کی قسم کھانی چاہیئے یا خاموش رہنا چاہیئے (صح)

عمر بن شعیبؓ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اشعار پڑہنے اور خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا۔ اور اس سے بھی کہ جمعہ کے روز نماز سے پہلے لوگ مسجد میں حلقہ باندھکر بیٹھیں (ابو)

نازعات قرآن مجید کی ۷۹ ویں سورت کا نام ہے جو اس طرح شروع ہوتی ہے وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا۔ ان (فرشتوں) کی قسم جو (کافروں کے بدن میں) گھس) گھسکر (انکی جان سختی سے) نکالتے ہیں۔ اور ان (فرشتوں) کی جو (ایمان والوں کی جان ایسی آسانی سے نکالتے ہیں جیسے بند) کھول دیتے ہیں۔ پ ۴۶ آیتوں

Marfat.com

اور دور کو عوں کی مکی سورت ہے۔

نازونعم شریعت کی عام تعلیم آدمی کو سادگی اور جفاکشی سکھاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق زندگی بالکل سادہ تھا۔ آپ نے پوری ثروت اور دولت میں بھی وہی موٹا جھوٹا لباس سیدھی سادی خوراک۔ اینٹ اور گارے کا مکان اور مختصر اثاثہ رکھا۔ مال و دولت ملا تو بیٹھے بیٹھے مساکین و فقرا کو اٹھا دیا۔ اپنے سامان نازونعم بڑھانے کی طرف توجہ نہ کی۔ خلفائے راشدین بھی آپ کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ حضرت ابوبکر اپنے جبہ میں بٹن کی بجائے تنکے سے کام لیا کرتے۔ حضرت عمرؓ جیسا باعظمت فرمانروا اسی سادہ حالت میں عمر بسر کر گیا جسے اپنے وطن مکہ سے بے سروسامانی کے ساتھ نکلنا ہوا تھا بلکہ ایک موقع پر امیر معاویہ جن دنوں وہ گورنر شام تھے حاکمانہ ٹھاٹھ کے ساتھ زرق و برق لباس پہنے اور مسلح اور وردی پوش خادموں اور مصاحبوں کی جماعت کو ساتھ لئے ہوئے دارالخلافہ میں وارد ہوئے تو حضرت عمر نے برہم ہو کر فرمایا اَکِسۡرَادِیَّۃٌ یَامُعَاوِیَۃ یعنے اے معاویہ کیا کسرائے ایران کی ریس کرتے ہو مطلب اس سے یہ تھا کہ مسلمان حاکم کا مدعا اقامت عدل اور اعلاء کلمۃ اللہ ہونا چاہیئے۔ نازونعم اور اظہار شوکت جو کسرائے و فغفور اور قیصر کے شعار ہیں آداب اسلام کے خلاف ہے۔ اسلامی علم اخلاق میں بھی اس بات کا بڑا زور دیا گیا کہ بچوں کو ابتدائے تربیت سے سادہ کھانے سادہ پہننے اور سادہ پن کے ساتھ بسر کرنے کی عادت سکھانی چاہئیے۔

ناس لوگ۔ بنی نوع۔ بنی آدم۔ آدمیوں کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا۔ حضرت آدم سے پہلے جن اور فرشتے وغیرہ تھے جب حضرت آدم کی نسل پھولی پھلی ہے تب سے خداوند کریم نے آدم کی بہتری کے لئے خود انہی میں سے پیغمبر بھیجتا رہا جو انہیں توحید کی ہدایت کرتے رہے اور انکی حالت سلجھانے میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا ابتدا ہی سے لوگوں کے دو فریق بن گئے۔ ایک نے تو انبیا کی بات مان لی اور انکے ارشاد کے مطابق چلتا رہا اور دوسرے فریق نے نہ صرف مخالفت کی بلکہ انبیا کے قتل کرنے کے منصوبے باندھے اور کبھی ایک انبیا کو قتل کر دیا۔ دوسرے فریق نے فسق و فجور کے عجیب و غریب طریقے گھڑے کہیں آگ کی پوجا شروع کر دی۔ کہیں بتوں کے آگے سجدہ کیا کہیں درخت پرستی اور سورج پرستی کا بازار گرم رہے۔ غرض اپنی سمجھ کے مطابق شرک کے تمام پہلو اختیار کئے۔

ابتدائے زمانہ کے لوگوں کی معاشرت اور تمدن سیدھی سادی طرز کا تھا۔ ہر بات میں سادگی کو مدنظر رکھتے تھے۔ مگر جوں جوں زمانہ کا رنگ بدلتا گیا لوگوں کے تمدن اور معاشرت میں تبدیلی واقع ہوتی گئی اور آج یہ نوبت ہے کہ بات بات میں تکلف پایا جاتا ہے۔

خداوند کریم نے قرآن مجید میں کئی جگہ لوگوں کو خطاب کیا ہے۔ منجملہ انکے یہ آیت ہے یَآاَیُّھَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ وَالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۳) (لوگو!) اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمکو اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں پیدا کیا۔ عجب نہیں تم (آخر کار) پرہیزگار (بھی) بنجاؤ۔

(۲) قرآن مجید کی آخری سورت کا نام ہے جو اس طرح شروع ہوتی ہے۔ قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِکِ النَّاسِ ۝ (اے پیغمبر اپنی حفاظت کے لئے یوں) دعا مانگا کرو کہ (شیطان جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا (اور خود) نظر نہیں آتا (اور) جنات اور

آدمی) دونوں ہی اس قسم کے) وسوسہ انداز (ہوتے ہیں) انکی شر سے میں لوگوں کے پروردگار۔ لوگوں کے (حقیقی) بادشاہ لوگوں کے معبود (برحق یعنی خدا) کی پناہ مانگتا ہوں۔

ناسخ وہ آیت یا حدیث جو دوسری آیت یا حدیث کو منسوخ کردے جس آیت یا حدیث کو منسوخ کیا جائے اُسے منسوخ کہتے ہیں۔ نسخ کے لغوی معنے ہیں کسی چیز کو کسی چیز سے مٹا دینا۔ صحابہ تابعین اور علماء متقدمین نسخ کے اس لغوی معنے کے اعتبار سے قرآن کے بہت سے احکام پر نسخ کا اطلاق کرتے تھے۔ جسکی صورتیں یہ ہیں۔

۱۔ ایک آیت کے حکم کی مدت دوسری آیت کے نازل ہونے سے ختم ہو جائے۔

۲۔ معنی متبادر چھوڑ کر دوسری آیت کے قرینہ سے معنے غیر متبادر مراد لئے جائیں۔

۳۔ کسی قید کو اتفاقی بیان کر دیا جائے۔

۴۔ حکم منصوص میں اور اس حکم میں جو اسپر قیاس کیا گیا ہے فرق بیان کیا جائے۔

۵۔ عام کی تخصیص کر دی جائے۔

۶۔ جاہلیت کی رسم کو مٹا دیا جائے۔

۷۔ پہلی شریعت کے کسی حکم کو اُٹھا دیا جائے۔

پس نسخ کے اس لغوی معنے کے لحاظ سے بہت سی آیتوں پر نسخ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اسی لئے علمائے متقدمین نے پانچسو آیتوں کو منسوخ قرار دیا ہے۔ مگر متاخرین نے مذکورہ بالا چھ صورتوں میں سے صرف پہلی صورت کو رکھا اور باقی پانچ صورتوں کو نسخ سے علیحدہ کر دیا۔ جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ متقدمین کی پانچسو منسوخ آیتوں میں سے صرف پانچ آیتیں منسوخ رہ گئیں۔ جو یہ ہیں۔

۱۔ كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ الآیۃ

(س۔ بقرہ۔ ع ۲۱) مسلمانو! تمکو حکم دیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کے سامنے موت آموجود ہو (اور) وہ کچھ مال چھوڑنے والا ہو تو ماں باپ اور رشتہ داروں کے لئے واجبی طور پر وصیت (کر مرے) جو (خدا سے) ڈرتے ہیں ان پر (انکے اپنوں کا یہ ایک) حق ہے۔ (ترجمہ تم) اسکی ناسخ یہ آیت ہے يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ تا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ (س۔ نساء ع ۲) (مسلمانو!) تمہاری اولاد کے حصوں کے بارے میں اللہ تمسے کہے رکھتا ہے کہ لڑکوں کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ (دیا کرو) پھر اگر لڑکیاں (دو یا) دو سے بڑھ کر ہوں تو ترکے میں انکا حصہ دو تہائی اور اگر اکیلی ہو تو اسکو آدھا اور میت کے ماں باپ کو (یعنی) دونوں میں ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ اس صورت میں کہ میت کی اولاد ہو۔ اور اگر اسکی اولاد نہ ہو اور اسکے وارث (صرف) ماں باپ ہوں تو اسکی ماں کا حصہ ایک تہائی (باقی باپ کا) پھر اگر (ماں باپ کے علاوہ) میت کے (ایک سے زیادہ) بھائی یا بہنیں ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ (مگر یہ حصے) میت کی وصیت (کی تعمیل) اور (ادائے) قرض کے بعد (دئے جائیں) تم اپنے باپ (دادوں یعنی اصول) اور بیٹوں (پوتوں یعنی فروع) کو نہیں جان سکتے کہ نفع رسانی کے اعتبار سے ان میں کونسا تم سے زیادہ قریب ہے (پس اپنی رائے کو دخل نہ دو اور یوں سمجھو کہ) حصوں کا قرار داد اللہ کا ٹھیرایا ہوا ہے اللہ بلاشبہ (سب کچھ) جانتا (اور سب مصلحتوں سے) واقف ہے۔

(۲) وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا تا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۳۱) اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور بیبیاں چھوڑ دیں تو اپنی بیبیوں کے حق میں ایک برس تک کے سلوک (یعنے نان و نفقے اور گھر سے نہ نکالنے کی وصیت کر دیں) پھر اگر عورتیں (از خود گھر سے) نکل کھڑی ہوں تو جائز

Marfat.com

باتوں میں سے جو کچھ اپنے حق میں کریں اسکا تمپر کچھ
گناہ نہیں۔ اور اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے
اسکی ناسخ یہ آیت ہے۔ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ
وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ
اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۝ (س۔ بقرہ ع ۳۰) اور تم میں جو
لوگ مرجائیں اور بیبیاں چھوڑیں تو (عورتوں کو چاہئے کہ)
چار مہینے اور دس دن اپنے تئیں روکے رکھیں۔
(۳) اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ
تا قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝ (س۔ انفال۔ ع ۹) اگر تم
(مسلمانوں) میں سے ثابت قدم رہنے والے بیس بھی
ہوں گے (تو وہ) دوسو (کافروں) پر غالب رہینگے۔
اور اگر تم (مسلمانوں) میں سے (ایسے) سو ہوں گے
تو ہزار کافروں پر غالب رہینگے۔ کیونکہ یہ (کافر) ایسے
لوگ ہیں جو (اجر عاقبت کو) سمجھتے ہی نہیں (کہ اسکے
لئے جان دینے میں مضائقہ نہ کریں)۔ اسکی ناسخ
اسکے ساتھ کی پچھلی آیت ہے اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ
عَنْكُمْ وَعَلِمَ تا وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝
(مسلمانو!) اب خدا نے تمپر سے (اپنے حکم کا بوجھ)
ہلکا کر دیا اور اس نے دیکھا کہ تم میں (ابھی) کمزوری ہے
تو اگر تم میں سے ثابت قدم رہنے والے سو ہوں گے
(تو وہ) دوسو (کافروں) پر غالب رہینگے اور اگر تم میں
سے (ایسے ایک) ہزار ہوں گے (تو وہ) خدا کے حکم سے
دو ہزار (کافروں) پر غالب رہینگے اور اگر تم میں سے
(ایسے ایک) ہزار ہوں گے (تو وہ) خدا کے حکم سے
دو ہزار (کافروں) پر غالب رہیں گے اور اللہ ان لوگوں کا
ساتھی جو (لڑائی کی تکلیفوں پر) صبر کرتے ہیں۔
(۴) لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ
تَبَدَّلَ بِهِنَّ الآیۃ (س۔ احزاب ع ۶) (اے پیغمبر
اس وقت کے بعد سے (دوسری) عورتیں تمکو درست
نہیں اور نہ یہ (درست ہے) کہ انکو بدل کر دوسری
بیبیاں کرو گو انکا حسن (صورت) تمکو (کتنا ہی) اچھا
(کیوں) نہ لگے مگر اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈیوں
کا مضائقہ نہیں) اور اللہ ہر چیز کا نگراں (حال) ہے
اسکی ناسخ اس سے پہلی آیت ہے۔ تُرْجِيْ مَنْ
تَشَآءُ تا وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ۝ (پھر
دوسری رعایت یہ ہے کہ) اپنی بیبیوں میں سے
جسکو چاہو (اور جتنے دن چاہو اپنے سے) الگ رکھو
اور جسکو چاہو (اور جب تک چاہو) اپنے پاس رکھو۔
اور جن کو تم نے (ایک وقت خاص تک) الگ کر دیا تھا
ان میں سے کسیکو پھر (اپنے پاس) بلوا لو تو (اس میں بھی
تم پر کچھ گناہ نہیں یہ (اختیار تمکو) اسلئے (دیا گیا ہے) کہ
غالباً تمہاری بیبیوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہینگی۔ اور
آزردہ خاطر نہ ہوں گی۔ اور جو (کچھ بھی) تم انکو دیدوگے
اسے لیکر سب کی سب راضی رہینگی۔ اور جو کچھ تم لوگوں
کے دلوں میں ہے اللہ اسکو جانتا ہے اور اللہ جاننے والا
تحمل والا ہے۔
(۵) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ
الرَّسُوْلَ تا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (س۔ مجادلہ ع ۲)
مسلمانو! جب تمکو پیغمبر کے کان میں کوئی بات کہنی ہو تو
کان میں عرض مطلب کرنے سے پہلے کچھ خیرات لاکر
آگے رکھدیا کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اور
(دلوں کی) صفائی میں (اسکو بڑا دخل ہے)۔ پھر اگر
تمکو (خیرات کا) مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے
اسکی ناسخ اس سے بعد کی یہ آیت ہے:۔
ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا تا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (مسلمانو!) کیا تم (یہ حکم سنکر) ڈر گئے کہ
(رسول کے) کان میں بات کہنے سے پہلے کچھ خیرات لاکر
آگے رکھدیا کرو۔ تو جس صورت میں تم (اس حکم کی)
تعمیل نہ کر سکے اور خدا نے تمہارا یہ قصور معاف بھی کر دیا۔
تو (اب اسلام کے ضروری احکام کی تعمیل میں کوتاہی نہ ہونے پائے

Marfat.com

یعنی) نمازیں پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اسکے رسول کا حکم مانو۔ اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو اسکی (سب) خبر ہے۔

نسخ کے یہ معنے نہیں کہ خدا تعالےٰ کو پہلے حکم کے جاری کرتے ہوئے یہ معلوم نہ تھا کہ ایک وقت میں مجھے اس حکم میں تبدیلی کرنی پڑے گی۔ بلکہ اس حکم کو ہمیشہ کے لئے جاری کیا اور بعد میں اسے پھر نقص معلوم ہوا تو اسکو منسوخ کر دیا۔ اس قسم کا نسخ بے شک قرآن و حدیث میں نہیں اور نہ اسکا کوئی مسلمان قائل ہے۔ نسخ کے یہ معنے ہیں کہ خدا کو ایک معنے جاری کرتے ہوئے معلوم ہے کہ فلاں وقت تک یہ حکم جاری رہیگا۔ پھر اسکی جگہ دوسرا حکم نافذ کیا جائیگا۔ اور یہ دونوں حکم اپنے اپنے وقت میں ٹھیک تھے۔ اس قسم کا نسخ قرآن و حدیث میں ہی نہیں۔ بلکہ پہلی آسمانی کتابوں میں بھی نسخ ہوتا رہا ہے۔ اسکی چند مثالیں یہ ہیں۔

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں بھائی کا نکاح بہن سے درست تھا۔ (سفر تکوین باب ۲) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ (سفر احبار ۱۸)۔

(۲) حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی اولاد کے لئے زمین پر تمام جانور چلنے والے حلال تھے (سفر تکوین باب ۹) مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بہت سے جانور حرام ہو گئے جن میں سے خنزیر بھی ہے (سفر احبار باب ۱۱)

(۳) حضرت یعقوب علیہ السلام کے عہد میں دو بہنوں کا ایک ساتھ نکاح کرنا درست تھا (سفر تکوین باب ۲۹) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں یہ نکاح حرام ہو گیا (سفر احبار باب ۱۸)

نسخ قرآن کی تین صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ حکم منسوخ اور تلاوت باقی ہو۔ جیسی وہ پانچ آیتیں جنکا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ دوم یہ کہ تلاوت منسوخ اور حکم باقی ہو۔ سوم یہ کہ تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوں (مفقد منقت)۔

اس میں سب کا اتفاق ہے کہ قرآن میں جو قصے اور حکایتیں مذکور ہیں ان میں نسخ نہیں نسخ صرف احکام میں ہے اور بس۔

قرآن مجید میں نسخ کا ذکر یوں آیا ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (س بقرہ ع ۳) (اے پیغمبر) ہم کوئی آیت منسوخ کردیں یا (تمہارے) ذہن سے اتار دیں یا تو اس سے بہتر یا ویسی ہی نازل (بھی) کردیتے ہیں (اے پیغمبر) کیا تمکو معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ناسوت عالم اجسام۔ جس سے مراد یہ جہان ہے اسکا اطلاق مجازاً شریعت اور عبادت پر بھی آتا ہے (غ)

نافع نفع و خیر کا پیدا کرنیوالا۔ اللہ کے ننانوے نام سے ہے۔ یہ اسم ان اسماء سے ہے جنکے مشتقات بھی بعینہ قرآن مجید میں نہیں ملتے۔ ہاں مادے پائے جاتے ہیں۔

نافع ابن عمرؓ کے غلام کا نام ہے۔ ابن عمرؓ کو آپ ایک لڑائی میں بطور غنیمت کے ملے تھے۔ جلیل القدر تابعیوں میں سے تھے۔ اپنے آقا ابن عمرؓ اور ابوسعید خدریؓ سے حدیث کا سماع کیا۔ اور آپ سے کئی ایک نامور علماء نے روایت کی۔ سنہ ۱۲۰ھ میں فوت ہوئے (کن)

نافع بن سرجس عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام تھے۔ قبیلہ دیلم سے تھے۔ تابعین میں سے بڑے پایہ کے شخص ہوئے ہیں۔ ابن عمر اور ابوسعید سے آپ روایت کرتے ہیں۔ ان سے بہت لوگوں نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ جن سے زہری

Marfat.com

اور مالک ابن انس بھی ہیں۔ مالک کہتے ہیں کہ جب میں نافع کی حدیث جو ابن عمر سے روایت کرتے تھے سن لیتا تھا تو پھر اور کسی سے سننے کی پرواہ نہ کرتا تھا۔ ۱۱۷ھ میں فوت ہوئے (المنا)۔

ناقوس چھوٹی لکڑی جسپر بڑی لکڑی مار کر نصاری ایک دوسرے کو گرجا کی طرف عبادت کے لئے بلاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لا کر مسجد نبوی کی تعمیر سے فارغ ہو چکے تو آپ کو یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ہر نماز کے وقت مسلمانوں کو کسی ذریعہ سے اطلاع دی جایا کرے تاکہ وہ سب کے سب ایک وقت میں جمع ہو کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کریں آپ نے صحابہ سے اسبارہ میں مشورہ لیا۔ بعض نے کہا کہ ہر نماز کے وقت آگ جلا دی جایا کرے۔ جسے دیکھکر مسلمان مسجد میں آجایا کرینگے۔ اور بعض نے ناقوس بجانے کی رائے دی مگر دیگر صحابہ نے کہا کہ آگ جلانے اور ناقوس بجانے سے یہود اور نصاریٰ سے مشابہت لازم آئیگی۔ غرض دیر تک گفتگو ہونے کے بعد بلا کسی قسم کے فیصلہ کے مجلس برخاست ہوگئی۔

عبداللہ بن زید کو اسبات سے بڑا رنج ہوا۔ رات کو خواب میں ایک شخص کو اذان دیتا ہوا دیکھا اور صبح کو آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت رات کا خواب عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا یہ خواب سچا ہے۔ اُٹھو اور بلال کے ساتھ اذان کہو۔ کیونکہ تمہاری آواز کی نسبت اسکی آواز بلند ہے۔ جب انہوں نے اذان دی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جلدی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں نے بھی وہی خواب دیکھا ہے جو عبداللہ نے دیکھا

آپ نے فرمایا للہ الحمد۔

منقول ہے کہ اس رات گیارہ صحابہ نے آذان کو خواب میں سنا۔ (منط)

ناک اگر کوئی ظلماً کسیکی ناک کاٹ ڈالے تو اسکے قصاص میں اسکی ناک کاٹ ڈالنے کا حکم ہے قرآن مجید میں حکم ہے وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۝ (س۔ مائدہ ع ۷) یعنے ہمنے توریت میں انپر یہ فرض کیا کہ جان کے بدلے جان (لی جائے) اور آنکھ کے بدلے آنکھ (پھوڑی جائے) اور ناک کے بدلے ناک (کاٹی جائے) اور کان کے بدلے کان (تراشا جائے) اور دانت کے بدلے دانت (اکھاڑا جائے) اور زخموں کے بدلے (اگر ممکن ہو) ویسے ہی زخم لگائے جائیں)۔

ناکح نکاح کرنے والا۔ شادی شدہ مرد۔ تفصیل کیلئے دیکھو (النکاح و زوج)۔

نام و بُرا نام بُرا نام رکھنا منع ہے۔ برے نام سے پکارنا ناجائز ہے۔ مثلاً کوئی یہودی یا نصرانی مسلمان ہو جائے تو اسے یہودی یا نصرانی کہنا لنگڑا۔ بھینگا۔ اندھا۔ کانا۔ . . . وغیرہ بری صفتوں سے یاد کرنا خواہ دراصل اس میں وہ اوصاف موجود ہوں۔ جاہلیت کے نام سے یاد کرنا۔ کسیکا پہلا نام بُرا تھا اس اسکو بدل دیا ہو۔ پھر اسے اس پہلے نام سے پکارنا منع ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ تا فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ (س۔ حجرات ع ۲) مسلمانو! مرد مردوں پر نہ ہنسیں۔ عجب نہیں کہ (جنپر ہنستے ہیں) وہ (خدا کے نزدیک) ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں پر (ہنسیں) عجب نہیں کہ

Marfat.com

(جن پر ہنستی ہیں) وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور آپسمیں ایک دوسرے کو طعنے نہ دو اور نہ ایک دوسرے کا نام دھرو۔ ایمان لائے پیچھے بدتہذیبی کا نام ہی برا ہے اور جو (ان حرکات سے) باز نہ آئیں تو وہی (خدا کے نزدیک ظالم ہیں۔

سب سے عمدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں چنانچہ ابن عمر رض کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں (لوگو!) تمہارے سب ناموں میں بہت پیارا نام خدا کے نزدیک عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے (مسلم)

ایسے نام رکھنے منع ہیں جو بدفالی کا باعث ہوں چنانچہ جندب کے بیٹے سمرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (سمرہ!) تو اپنے غلام کا نام یسار[1] نہ رکھ اور نہ رباح اور نہ نجیح اور نہ افلح کیونکہ تو (اپنے اہل خانہ سے مثلاً) پوچھیگا کہ کیا وہ (یعنی مثلاً یسار یا افلح) یہاں ہے اور فرض کر کہ نہیں ہے تو (اہل خانہ مثلاً تیرے جواب میں کہیں گے) کہ (یہاں یسار یا افلح نہیں (مس)

کبر و نخوت پر دلالت کرتے نام بھی نہ رکھنے چاہئیں چنانچہ ابو ہریرہ رض کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے روز خدا کے نزدیک تمام ناموں میں بدترین نام اس شخص کا نام ہے جو شاہنشاہ کے نام سے پکارا جاتا ہے (بخ)

اور مسلم کی روایت میں یوں آیا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے روز خدا کے نزدیک سب سے زیادہ خبیث اور سب سے زیادہ خدا کو غصے میں لانے والا وہ شخص ہوگا جو (دنیا میں) شاہنشاہ کے نام سے پکارا جاتا تھا (کیونکہ) خدا کے سوا کوئی بادشاہ نہیں۔

ابوسلمہ رض کی بیٹی زینب کہتی ہیں کہ ابتدا میں میرا نام برّہ (نیکوکار) رکھا گیا تھا۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! تم اپنی تعریف نہ کرو۔ تم میں جو نیکوکار ہیں خدا انہیں خوب جانتا ہے (برّہ نام رکھنے میں تزکیہ نفس اور اپنی تعریف پائی جاتی ہے۔ تم برّہ کا نام زینب رکھو۔ (مس)۔

اچھے اور عمدہ نام رکھنے چاہئیں۔ چنانچہ ابوالدرداء کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (لوگو!) تم قیامت کے روز اپنے ناموں اور اپنے باپوں کے ناموں سے پکارے جاؤ گے۔ تو تم اپنے اچھے نام رکھو۔

غرض ایسے نام بھی نہ رکھنے چاہئیں جو دینداری اور نیکوکاری پر دلالت کریں۔ اپنے منہ میاں مٹھو بننا بھی ایک شان غرور و نخوت کی ہے۔

ایک طریقہ لغو کا یہ بھی ہے کہ کچھ لوگ نام کے شروع میں بے جوڑ لفظ محمد اور آخر میں احمد یا حسن یا حسین بڑھا کر نام کو شاندار بنا لیتے ہیں۔ علماء اور مشائخ کی ایک طرز خاص ہے کہ وطن یا نسب یا خانوادے کی نسبتوں سے نام کا لمبا کر لینا انکی اختیاری بات ہے جیسے انکے ناموں کی بعض مہریں دیکھی ہیں جنکا دور شاہی مہروں کے دور سے ہرگز کم نہ تھا۔ الحنفی القادری الچشتی النقشبندی الفلانی البہانی وہلم جراً الٰی ماشئت من عرض و طول۔

غرض بہت ہی تھوڑے نام ایسے ملیں گے جن میں مقصود شارع کا لحاظ کیا گیا ہو۔ ہم قرون اولیٰ کے نام

---

[1] یسار مشتق ہے یسر سے اور یسر کہتے ہیں آسانی و توفیق و فراخی اور رباح ماخوذ ہے ربح یعنے سود و منفعت سے نجیح لیا ہے نجح سے اور نجح کہتے ہیں مبارکی اور بہروزی کو۔ افلح مشتق ہے فلاح سے اور فلاح کے معنے ہیں رستگاری تو اگرچہ ان اسماء کے ساتھ نام رکھنا بلحاظ معنے درست بلکہ اولیٰ ہے مگر چونکہ بعض مواقع پر فال بد اور ناپسندیدہ معلوم ہوتے ہیں اسلئے ادب کا تقاضا ہے کہ ایسے نام رکھے جائیں جن سے فال بد کا احتمال ہو نہ اور کسی طرح کی ندامت ہو۔

دیکھتے ہیں تو بقول جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم مفرد الفاظ پاتے ہیں مثلاً محمد ۔ ابوبکر ۔ عمر ۔ عثمان علی ۔ حسن ۔ حسین وغیرہ ۔ اور ہماری عقیدتمندی ان بزرگوں کے ساتھ تقلید کے درجے سے نکلکر اجتہاد کے درجے تک پہونچ جاتی ہے ۔

نامرد دیکھو ۔ (عنین) ۔

ناموس فرشتہ ۔ روح ۔ شریعت الٰہیہ ۔ نیز حضرت جبرائیل علیہ السلام کا لقب ہے ۔ چنانچہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کوہ حرا میں وحی نازل ہونے کے بعد اپنے گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامنے سارا ماجرا بیان کیا ۔ تو حضرت خدیجہ آپ کو اپنے چچا کے بیٹے ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں ۔ یہ شخص توریت و انجیل کا ایک بڑا عالم تھا ۔ اور ان دونوں آسمانی کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں کیا کرتا تھا ۔ یہ بڑے بڑے یہودی اور عیسائی عالموں سے آخری پیغمبر کی خبر سن چکا تھا ۔ اور اسکو آخری پیغمبر کی سب نشانیاں معلوم تھیں ۔ ورقہ بن نوفل نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کا حال سنکر کہا ۔ اے محمد ! تمہیں مبارک ہو ۔ ناموس اکبر (جبرائیل) جو موسیٰ علیہ السلام اور اور پیغمبروں کے پاس وحی لاتا تھا ۔ اب تمہارے پاس وحی لایا ہے ۔ اب تم آخری پیغمبر ہو (مد) ۔

ناموس اکبر دیکھو (ناموس) ۔

نباش وہ شخص جو قبریں کھود کر مردوں کے کفن چرا لیتا ہو ۔ ایسے شخص کا ہاتھ بمذہب امام مالک رح و شافعی رح و احمد رح کاٹا جاویگا ۔ فقط امام ابوحنیفہ رح فرماتے ہیں کہ اسکا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا ۔ (ترجمہ)

نبأ (دل) خبر ۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جس میں یہ لفظ آیا ہے ۔ اسے سورہ تساؤل بھی کہتے ہیں ۔ یہ بالاتفاق مکے میں نازل ہوئی ہے ۔

نبوت نبی کا منصب ۔ دیکھو (نبی)

نبہرجہ ان درموں کو کہتے ہیں جو اتنے کھوٹے ہوں کہ انکو تاجر نہ لیں ۔ اس قسم کے درموں میں زکوٰۃ فرض ہوتی ہے ۔

نبیذ ایک قسم کا شیرہ ہے جو پانی میں کھجوریں یا خشک انگور یعنی منقی وغیرہ ڈالکر بنایا جاتا ۔ اور اتنی دیر تک چھوڑ دیا جاتا ہے کہ اس میں ایک قسم کی تیزی اور تغیر پیدا ہو جاتا ہے ۔ یہاں تک تو اسکا پینا درست ہے ۔ مگر جب حد نشہ کو پہنچے تو حرام و نجس ہے ۔

نبی فعیل بمعنے فاعل ہے ۔ اگر اسے نبأ سے مشتق مانا جائے جسکے معنے خبر دینے کے ہیں تو نبی کے معنے ہونگے خبر دینے والا ۔ اور اگر نبو سے مشتق مانا جائے جسکے معنے علو و ارتفاع کے ہیں تو اسکے معنے ہونگے بلند مرتبہ شخص ۔ نبی بھی چونکہ اور لوگوں سے ارفع و اعلیٰ ہوتا ہے اسلئے اسے نبی کہتے ہیں اور نبی عام ہے خواہ صاحب کتاب ہو یا نہ ہو اور رسول اس سے خاص ہے (غ) ۔

میر صاحب کتاب التعریفات میں لکھتے ہیں کہ نبی وہ شخص ہے جسکی طرف فرشتے کے ذریعے سے وحی کی جائے یا الہام کے ذریعے سے یا رؤیائے صالحہ سے اسے آگاہ کیا جائے ۔ پس رسول افضل ہوا ۔ کیونکہ اسکی طرف وحی خاص ہوتی ہے جس کا رتبہ وحی نبوۃ سے بڑھکر ہوتا ہے ۔ کیونکہ رسول اسے کہتے ہیں جسکی طرف خصوصاً جبرائیل کوئی نئی کتاب اللہ کیطرف سے لائے ۔ (تع)

نبوت کا دروازہ ہمارے نبی آخر الزمان محمد صلعم

Marfat.com

کے بعد ہمیشہ کے لیئے بند ہوچکا ہے۔ قرآن میں آپکو خاتم النبیین کہکر پکارا گیا ہے۔ اور آپ کی حدیث ہے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اس مسئلہ پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ کئی مدعیانِ نبوت پیدا ہوئے جنکا انجام ہلاکت ہوا۔

نجات اگرچہ دنیا کا ہر ایک مذہب یہی کہتا ہے کہ جو لوگ میرے پیرو ہوں گے وہی حقیقی نجات پائینگے مگر جب سے دنیا میں اسلام آیا ہے تب سے نجات اسلام کے ساتھ وابستہ کردیگئی اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (خدا کے نزدیک تو اسلام ہی سچا دین ہے)۔

اہل سنت وجماعت کے عقائد میں یہ بات بھی داخل ہے کہ ہر کلمہ گو نجات پائیگا۔ لیکن جو گنہگار ہوں گے اگر انکو خداوند تعالےٰ بلا کسیکی سفارش یا کسیکی سفارش سے بخشدیگا تو سیدھے جنت میں جائیں گے۔ اور اگر خدا نخواستہ بعض کو معافی نہ دیگئی تو وہ بقدر اپنے گناہوں کے سزا پاکر آخر جنت میں ہمیشہ کے لیئے داخل ہوں گے۔ غرض گنہگار مومن بغرض تزکیہ وتصفیہ دوزخ میں جائیں گے جیسا کہ چاندی اور سونے کو نکھارنے کی غرض سے کٹھالی میں رکھکر چرخ دیتے ہیں۔ ہر شخص کو لازم ہے کہ دنیا میں اپنے آپ کو آتش ریاضت ومجاہدہ سے نکھارے تاکہ وہاں نکھارنے کی نوبت نہ آئے۔ غرض اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ کافروں اور مشرکوں کے سوا تمام مسلمان آخر جنت میں جائیں گے۔ اور پھر ہمیشہ کے لیئے وہاں رہیں گے۔ معتزلہ کے نزدیک جو لوگ کبائر گناہ کے مرتکب ہوکر بلا توبہ مرے ہیں وہ ہمیشہ کے لیئے دوزخ میں رہیں گے۔

نجاریہ یہ فرقہ حسین بن محمد بن عبد اللہ نجار کیطرف منسوب ہے۔ عبد اللہ کا باپ جُلاہا تھا اور بعضوں نے کہا ہے کہ ترازو بناتا تھا۔ قم کا رہنے والا تھا اسکے مناظرات نظام کے ساتھ رہتے تھے۔ ایک بار مناظرہ میں جب کوئی جواب نہ دے سکا تو نظام نے اسکو دھتکار کر کہا کہ اٹھ چلا جا خدا تجھے رسوا کرے۔ تجھے کون عالم اور ذی فہم جانتا ہے۔ وہ وہاں سے بخار میں مبتلا ہوکر اٹھا۔ اور بیمار پڑکر مرگیا۔

اس کے متبع اس اعتقاد میں کہ خالق افعال اللہ ہے اور بندہ کاسب ہے اور استطاعت فعل کے ہمراہ ہوتی ہے اور مسئلہ قضا وقدر اور وعد ووعید اور امامت حضرت ابوبکر میں موافق اہلسنت کے ہیں اور نفی صفات الٰہی اور خلق قرآن یعنی حدوث کلام الٰہی اور انکار رؤیت حق تعالےٰ میں۔ نظر کے ساتھ معتزلہ کے موافق ہیں۔ نجار کہتا تھا کہ اللہ آخرت میں بندوں کے دلوں میں ایک قوت پیدا کردیگا جس سے اسکو پہچان لیں گے۔ پھر وہ قدرت دونوں آنکھوں کی طرف منتقل ہوجائے گی جسکی وجہ سے آنکھوں کو بھی شناسائی اللہ کی حاصل ہوگی اسی شناسائی کا نام رویت ہے۔ اور اسکا عقیدہ تھا کہ ذات اللہ ہر مکان میں موجود ہے۔ اور اس سے یہ مراد نہیں کہ اسکا علم یا قدرت ہر مکان میں موجود ہے۔ اور کہتا تھا کہ اللہ پہچاننا عقلاً واجب ہے۔ کچھ شرع پر موقوف نہیں۔ نیز کہتا تھا کہ مرتکب کبیرہ بقدر اپنے گناہ کے دوزخ میں عذاب پاکر اس سے نکلیگا۔ ہمیشہ دوزخ میں رہنا عدل کے خلاف ہے۔ فرقہ نجاریہ کے متبع قبر کے عذاب وثواب اور سوال منکر ونکیر کے منکر ہیں۔ انکے پھر تین فرقے ہیں (۱) برغوثیہ (۲) زعفرانیہ (۳) مستدرکہ (مذ)

نجاست پلیدی۔ نجاست کے کئی اقسام ہیں اور ہر قسم کے ازالہ کے لیئے طریق ازالہ بھی علیحدہ ہے۔ چنانچہ اگر بدن یا کپڑے پر کسی قسم کی نجاست لگ جائے تو اسے پانی سے یا اس چیز سے پاک کرلینا چاہیئے جس سے پاک کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ یعنی

Marfat.com

وہ سیال اور پاک چیزیں جو نچوڑنے سے نچڑ سکتی ہیں۔ اور ان سے نجاست دور ہوسکتی ہے جیسے سرکہ گلاب کیوڑہ وغیرہ۔

اگر نجاست ایسی ہو کہ سوکھ جانے کے بعد نظر نہ آتی ہو۔ جیسے پیشاب، شراب۔ کتے کا لعاب وغیرہ۔ تو نجس چیز کو تین بار دھونا اور نچوڑنا چاہیئے۔ اور تیسری مرتبہ خوب زور سے نچوڑی جائے، ورنہ پاک نہ ہوگی۔ اگر نجاست خشک ہونے کے بعد نظر آنے والی ہو۔ جیسے خون، پیپ، پاخانہ، گوبر، بیٹ وغیرہ۔ تو نجس چیز کو اتنی مرتبہ دھونا اور نچوڑنا چاہیئے کہ اسکے پاک ہونے کا یقین ہو جائے۔ اگر بخوبی دھو چکنے کے بعد نجاست کا داغ رہ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ بعض شکی طبیعتوں کا اطمینان ہونا ذرا مشکل ہوتا ہے۔ انکو لازم ہے کہ زیادہ سے زیادہ سات بار دھو کر نچوڑ ڈالیں۔ اس سے زیادہ دھونے کی ضرورت نہیں۔

جو چیز کپڑے کی طرح نچوڑی نہ جا سکے۔ جیسے تخت چٹائی وغیرہ۔ تو اسے دھو کر پانی پونچھ ڈالنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ قطرے ٹپکنے بند ہو جائیں۔ اسیطرح تین مرتبہ دھونا چاہیئے۔

تلوار، چھری، شیشہ اور ایسی ہی اور چیزیں زمین یا کسی اور چیز پر ملنے سے پاک ہو سکتی ہیں۔ جوتے یا موزے پر گوبر یا پاخانہ کی قسم سے نجاست لگی ہو۔ تو اسے زمین سے ملکر پاک کر سکتے ہیں۔ اگر پیشاب وغیرہ کی قسم سے ہو تو اسے دھونا چاہیئے۔

زمین اور اینٹوں کا فرش اور ایسی ہی اور چیزیں خشک ہو جائیں، اور نجاست کا اثر باقی نہ رہے۔ تو انپر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ یہی حکم ہری گھاس کا ہے جو زمین پر کھڑی ہو۔

نجاشی	شاہ حبشہ اصحمہ نامی کا لقب تھا نیسہ معظمہ

میں جب مشرکین کے ہاتھ سے مسلمانوں کو سختی پہونچنی شروع ہوئی۔ چنانچہ کوئی دھوپ میں ڈال کر کوڑوں سے پیٹا جاتا کسیکو قتل کیا جاتا۔ کسکو زخم لگائے جاتے کسی کا گوشت کاٹا جاتا۔ حتی کہ عمار عمار بن یاسر اور اسکے والدین کو سخت تکلیف دی جارہی تھی۔ اتنے میں ابوجہل بھی آنکلا۔ اس بدبخت نے عمار کی والدہ سمیّہ کی پیشانی پر اس زور سے نیزہ مارا کہ وہ شہید ہو گئیں۔ ایسی حالت میں بیاسی (۸۲) مسلمان جن میں تیرہ عورتیں تھیں دریائے قلزم سے پار اتر کر ملک حبشہ میں ہجرت کر گئے حضرت عمر بن خطاب اور حضرت جعفر صادق بھی اس گروہ میں شامل تھے۔

نجاشی نے چونکہ انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر پڑھی تھی اسلئے وہ عرصہ سے آپ کے مبعوث ہونے کا منتظر تھا۔ ادھر صحابہ کی یہ جماعت اسکے ملک میں جا پہونچی۔ کفار مکہ نے بھی کئی ایک سردار بادشاہ کیطرف روانہ کئے اور کہلا بھیجا کہ ہمارے بھائی بند جو اپنا دین چھوڑ چکے ہیں اور دین عیسوی کو بھی برا بھلا کہتے ہیں۔ اب بھاگ کر تمہارے ملک میں آبسے ہیں انکو ہمارے حوالہ کر دیا جائے۔ نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں بلایا اور جواب طلب کیا۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے دربار میں کھڑے ہو کر اپنی قوم کی گمراہی، ظلم اور برائیوں کا ذکر سنایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیک ہدایت اور آپ کی پاک عادات۔ سچائی اور دیانتداری کا مال بیان کیا۔ نجاشی نے کہا تمہارے رسول پر جو خدا کا کلام نازل ہوتا ہے۔ اس میں سے کچھ سناؤ۔ آپ نے سورہ مریم خوش الحانی سے پڑھکر سنائی۔ اہل دربار زار زار رونے لگے۔ نجاشی نے کہا خدا کی قسم یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوا ہے ایک ہی چراغ کے

Marfat.com

ہیں۔ میں دل سے مانتا ہوں کہ جس رسول کی حضرت مسیح نے بشارت دی تھی وہ یہی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ یہ کہکر اس نے قریش کے سرداروں کو دربار سے نکلوا دیا اور مسلمان مہاجروں کو اپنے ملک میں رہنے کی جگہ دی۔ اسکے بعد آنحضرت کی چٹھی بھی اسکے پاس پہونچگئی۔ چٹھی کو اس نے غور سے پڑھا۔ اور اس کے دل نے گواہی دی کہ واقع میں حضرت مسیح بھی توحید ہی کی تعلیم دیتے تھے۔ نجاشی نے صدق دل سے اسلام قبول کیا اور آپ کی سفارت کو بہت بیش قیمت تحائف کے ساتھ واپس کیا۔

جمہور مفسرین کا اتفاق ہے کہ ذیل کی آیتیں نجاشی اور اسکے پیرووں کے حق میں نازل ہوئی ہیں:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ ... وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

(پ۔ مائدہ۔ ع ۱۱) (اے پیغمبر!) مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کے اعتبار سے یہود اور مشرکوں کو تم سب لوگوں میں بڑا سخت پاؤ گے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں میں انکو قریب تر پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں (مسلمانوں کی طرف نصاریٰ کا) یہ (میلان) اس سبب سے ہے کہ ان میں علماء اور مشائخ ہیں اور (نیز) یہ کہ یہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔ اور جب (قرآن کو) سنتے ہیں جو (ہمارے اس) رسول (محمد) پر نازل ہوا ہے تو اے مخاطب تو انکی آنکھوں کو دیکھتا ہے کہ ان سے آنسو جاری ہیں اسلئے کہ انہوں نے حق بات کو پہچان لیا ہے (قرآن کو سنکر) دعا مانگنے لگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم تو ایمان لے آئے تو (دین حق کی) تصدیق کرنیوالوں کے ساتھ ہمکو بھی لکھ رکھ۔ اور ہم کو کیا (جنون ہو گیا) ہے کہ اللہ پر اور جو حق بات ہمارے پاس آئی ہے اسپر تو ایمان لائیں نہیں اور توقع یہ رکھیں کہ ہمارا پروردگار ہم کو نیک بندوں کے ساتھ (بہشت میں لے جا) داخل کریگا تو انکے اس کہنے کے صلے میں خدا نے انکو (بہشت کے) ایسے باغ عطا فرمائے جنکے تلے نہریں (بڑی) بہ رہی ہیں (اور یہ) ان میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے اور خلوص دل سے نیکی کرنیوالوں کا یہی بدلہ ہے۔

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جس روز خیبر کی لڑائی میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اسی روز مہاجرین مکہ کی وہ جماعت جو ہجرت کرکے حبشہ میں چلی گئی تھی نجاشی سے عزت کے ساتھ رخصت ہو کر سیدھی خیبر میں آپہونچی اور نجاشی نے ان لوگوں کے ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہت سے بیش قیمت تحفے بھیجے۔

مہاجرین حبشہ میں سے ام حبیبہ بنت ابوسفیان بھی تھیں جو پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں اور اپنے شوہر کے انتقال کے بعد حبشہ ہی میں مقیم رہیں۔ ہجرت کے چھٹے سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے نام خط لکھا کہ ام حبیبہ سے درخواست کرو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نکاح کرلے۔ نجاشی نے اس ارشاد کے موافق اپنی ایک خادمہ کی معرفت ام حبیبہ کیطرف کہلا بھیجا جس کو سنکر ام حبیبہ نے نہ صرف قبول ہی کیا۔ بلکہ اس غیر متوقع اعزاز کی خوشی میں اپنے زیورات خادمہ کو بطور انعام دے لئے۔ نجاشی نے وہ تمام زیورات اور بہت سے تحائف اور نذر کے ساتھ شامل کرکے انکے پاس واپس بھیجدئے اور کہلا بھیجا کہ ان چیزوں کی زیادہ حقدار آپ ہی ہیں اور میری آپ سے یہ التجا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام پہونچادیں اور عرض کریں کہ میں آپ کے دین پر قائم ہوں اور آپ پر ہمیشہ درود بھیجتا ہوں۔

Marfat.com

مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ نجاشی نے ایک مجلس منعقد کرکے ام حبیبہ کا عقد نکاح چار سو مثقال طلا کے عوض آنحضرت کے ساتھ باندھ دیا اور زائد اپنے خزانہ سے ادا کر دیا۔

نجباء جمع ہے نجیب کی۔ اولیاء اللہ کی ایک خاص جماعت کا نام ہے جو تعداد میں چالیس ہیں بندگان خدا کی مشکلات کو حل کرنا انکا کام جن کا مقابلہ انسانی طاقت سے باہر ہو۔ اور یہ اسلئے کہ ان کو شفقت و رحمت بشریہ کی کثرت کے ساتھ مختص کیا گیا ہے (تح)

نجد بلند و اونچی زمین کو کہتے ہیں۔ اور ملک عرب کے ایک خطہ کا نام ہے جو وسط عرب میں مائل بہ شرق واقع ہوا ہے۔ مدینہ منورہ سے چند میل تک بجانب شرق جانے سے نجد کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس میں پہاڑ اور ریتیلے میدان بکثرت ہیں۔ اور آباد و شاداب اضلاع بھی ہیں جہاں کھجوریں اور ہر قسم کے میوہ دار درخت پائے جاتے ہیں۔

اسلام کی مذہبی تاریخ میں نجد کا نام خاص امتیاز اور اہمیت رکھتا ہے۔ ہجرت سے پیشتر جب مکہ کے دار الندوہ میں مشرک لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تدبیریں سوچنے کے لئے جمع ہوئے تھے تو ابلیس بھی نجد کے ایک مدبر و باوقار شیخ کی صورت میں انکے ساتھ شریک ہوا۔ اور اس نے تمام تدابیر و تجاویز کو جو اس معاملہ کے متعلق پیش کیگئیں رد کرکے صرف ابو جہل کی رائے کو پسند کیا اور اسی پر عمل کرنیکا فیصلہ ٹھہرا۔

سنہ ۴ھ میں نجد کے حکمران خاندان میں سے ابو براء عامر بن مالک نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ اپنے چند صحابہ ہمارے وطن میں بھیجئے۔ تاکہ لوگوں کو اس دین پاک کی ہدایت کریں۔ آپ نے فرمایا اہل نجد کی طرف سے مجھے اندیشہ ہے۔ ابو براء نے جو خالی دل سے اسلام کا معتقد ہو چکا تھا صحابہ کے لئے امن کا ذمہ اٹھایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چالیس عابد زاہد صحابی اسکے ساتھ کر دئے جب یہ لوگ ملک نجد میں بیر معونہ کے مقام پر پہنچے تو ابو براء کے بھتیجے عامر بن طفیل نے جو نجد کا حاکم تھا خبر پاکر بیر معونہ کے مقام پر ایک فوج کو ساتھ لیکر حملہ کیا۔ بہادر مسلمانوں نے پیٹھ دکھانا خلاف جوانمردی سمجھا اور مقابلہ میں ایک ایک نے شربت شہادت نوش کیا۔ صرف دو آدمی باقی رہے۔ جو مدینہ کو بھاگ آئے۔ ابو براء کو اس واقعہ سے ایسا صدمہ ہوا کہ وہ چند دنوں بعد جان بحق تسلیم ہو گیا (اسلام کی چوتھی کتاب)۔

سنہ ۹ھ میں عامر بن طفیل حاکم نجد چند اشخاص کو ساتھ لیکر آنحضرت کے پاس آیا اور اسکی یہ ناپاک نیت تھی کہ میں آنحضرت کو باتوں میں لگا رکھوں گا اور ایک شخص پس پشت کیطرف ہو کر آپ کا کام تمام کر دیگا غرض عامر آپ کے حضور میں ادھر ادھر کی باتیں گستاخانہ لہجہ میں ہانکتا رہا۔ اور آپ اسکو متانت و حلم کے ساتھ جواب دیتے رہے۔ آخر وہ یہ الفاظ کہتا ہوا باہر چلا گیا کہ نجد میں تجھپر ایک جرار لشکر کے ساتھ چڑھائی کرونگا باہر آکر اس نے اپنے رفیق سے پوچھا۔ تجھے کیا ہوا۔ کہ کھڑا منہ تکتا رہا اور اپنا کام نہ کیا۔ وہ بولا خدا کی قسم میں جب تلوار اٹھاتا تھا۔ تو تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور میرے درمیان آڑ ہو جاتا تھا اور مجھکو اندیشہ ہوتا تھا کہ تلوار کا ہاتھ تجھپر پڑیگا۔ اسلئے میں رک جاتا تھا۔ ان دونوں ناپکاروں کے چلے جانے کے بعد آنحضرت نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ عَامِرًا یعنی الٰہی مجھ کو ہی عامر کی شر سے بچا۔ اتنے میں آسمان سے بجلی گری جس سے عامر کا رفیق جل گیا۔ اور عامر مرض طاعون میں مبتلا ہو کر واصل جہنم ہوا۔

ہجرت نبویہ کی تیرھویں صدی کے آغاز میں ایک شخص احمد بن عبدالوہاب نامی نجد میں پیدا ہوا جس نے

Marfat.com

فرقہ وہابیہ کی بنیاد ڈالی۔ اس نے قرآن وحدیث کی خالص تعلیم کے سوا باقی تمام فقہی واجتہادی مسائل کو بدعت قرار دیا اور وہ بزور شمشیر لوگوں کو اپنے خیالات کے تابع بنانے پر آمادہ ہو گیا۔ اسکے نام پر فرقہ وہابیہ مشہور ہے اور ابتک عرب اور ہندوستان میں اسکے ہمخیال موجود ہیں (مذاہب اسلام) جنکو مخالف لوگ نجدی بھی کہا کرتے ہیں۔ دیکھو (وہابیہ)۔

ایام جاہلیت میں عرب کے مشہور بادیہ پیما عاشق قیس مجنوں کی معشوقہ لیلی اسی ملک نجد کے حکمران قبیلہ بنی عامر سے تھی۔ اسلئے نجد کا نام عشقیہ مضامین سے بھی خاص تعلق رکھتا ہے۔ عارف رومی فرماتے ہیں ؎

باز گو از نجد واز یاران نجد
تا در و دیوار را آری بوجد

نجران یمن میں ایک عیسائیوں کی بستی تھی جسکے عیسائی باشندوں کے نام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مضمون خط لکھا کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اس خط کی بنا پر چودہ عیسائی بغرض مباہلہ مدینہ میں پہونچے۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی حیرت انگیز کیفیت دیکھکر مباہلہ کے ارادے سے باز آئے اور جزیہ قبول کرکے واپس ہوئے (جا)۔

نجش نون کا کسرہ اور جیم کی سکون۔ بائع کے ساتھ ملکر مال کی تعریف کرنے لگنا تا۔ یا خود خریداری کی نیت نہ ہو مگر خریداروں کو آمادہ کرنے کے لیئے بڑی قیمت پر خریدنے لگنا۔ شریعت نے اس سے منع کیا ہے (من)۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت نے وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ وَلَا تَنَاجَشُوا یعنے تم میں سے کوئی کسیکی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ قیمت بڑھانے کے لیئے بناوٹی خریدار بنو۔ (مش)

نجف کوفہ سے غربی رخ پانچ میل پر ایک شہر ہے کبھی یہ کوفہ کا ایک محلہ تھا۔ اسی جگہ حضرت اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کا مزار مقدس ہے۔ حضرت کی قبر ہارون رشید کے زمانہ تک مخفی تھی۔ پھر تحقیق کرکے ہارون رشید نے اس جگہ ایک گنبد اور مسجد بنادی ہے اس قصبہ کو لٹیرے بدوؤں کے ہاتھ سے مصیبت پہونچا کرتی تھی مگر حاجی محمد حسین خان اصفہانی نے جو فتح علی شاہ قاچار شاہ ایران کا وزیر اعظم تھا بہت سا روپیہ صرف کرکے اسکی پختہ شہر پناہ بنوادی جب سے امن ہو گیا اور آبادی بھی بڑھ گئی۔ اس سے پہلے نادر شاہ نے گنبد سنہری بنوا دیا تھا۔ کہتے ہیں کہ جواہر واسباب طلائی ونقرئی جس قدر اس درگاہ میں ہے جو شیعوں نے نذر و نیاز میں بھیجا ہے اتنا کسی سلطنت کے خزانہ میں بھی نہ ہوگا۔ اور کوفہ کے نزدیک ایک اور جگہ ہے جسکو ذی الکفل کہتے ہیں۔ یہاں حضرت حزقیل علیہ السلام کی قبر ہے جسکے پہلے متولی یہود تھے۔ اب مسلمان ہیں۔ ہر سال دور دراز سے یہود زیارت کو آیا کرتے ہیں۔ (جغر)

نجم ستارہ۔ قرآن مجید کی ترپنویں سورت کا نام ہے جو اسطرح شروع ہوتی ہے وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى ۙ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ (لوگو! ہمکو شہاب) ستارہ کی قسم ہے جب وہ (آسمان سے) ٹوٹتا ہے کہ تمہارے رفیق (محمد) نہ تو (راہ راست سے) بھٹکے اور نہ بہکے اور نہ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں۔ یہ سورت مکے میں اتری۔ اسکی باسٹھ آیتیں ہیں اور تین رکوع۔ بعض کہتے ہیں کہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ مگر یہ قول صحیح نہیں۔

بخاری ومسلم نے ابن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلی سورت جس میں سجدہ ہے سورت نجم ہے جسمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی سجدہ کیا

Marfat.com

اور دیگر صحابہ نے بھی سجدہ کیا۔ مگر امیہ بن خلف نے مٹھی میں مٹی لے کر اسپر سجدہ کیا۔

میں نے اسکے بعد اسکو دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سورہ نجم میں مکہ میں سجدہ کیا کرتے تھے اور جب ہجرت کر کے مدینہ پہونچے تو ترک کر دیا۔ اسی لئے امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اس سورت کے اخیر میں۔ فَاسْجُدُوا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوا ہ یعنی خدا کے آگے سجدہ کرو۔ اور (اسکی) عبادت کرو۔ آیا ہے وہاں سجدہ کرنا واجب نہیں۔ مگر پہلی روایت کے لحاظ سے امام اعظمؒ اور سفیان ثوری سجدہ کو واجب قرار دیتے ہیں۔

اس سورت کے شروع میں جو نجم کا لفظ آیا ہے اسکے مفہوم میں علما کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک مطلق ستارہ ہے۔ بعض ثریا کہتے ہیں کوئی شعری کوئی زہرہ مراد لیتا ہے۔ بعض قرآن مراد لیتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ بعض صوفیوں کے نزدیک نجم سے دل مراد ہے۔

جو ظلمات ہیولانیہ میں خدا تعالیٰ کا چمکتا ستارہ ہے۔ اور جب وہ اللہ کیطرف جھکتا ہے تو اس میں اور بھی روشنی آجاتی ہے۔ جسکے باعث وہ حق و باطل میں بخوبی تمیز کر سکتا ہے۔ (لف)

نجوم نجم کی جمع ہے۔ نجم بالفتح ستارہ اور ہر وہ سبزہ روئیدہ جو بے ساق ہو جسکو ہندی میں بیل کہتے ہیں۔ جیسے کدو اور حنا عشق پیچاں وغیرہ کے پیڑ اور نام پروین جسکو ثریا کہتے ہیں اور اس معنے میں الف و لام اسکے ساتھ لازم ہو جاتا ہے۔ (غ)

قرآن میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ جیسے وَالنُّجُومُ مُسَخَّرٰتٌ بِاَمْرِهٖ۔ یعنے اور ستارے اسکے حکم کے تابع ہیں۔

اور دوسری جگہ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ہ (س۔ رحمٰن ع ۱) یعنی بوٹیاں اور درخت خدا کی درگاہ میں سربسجود ہیں۔

پھر وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى (س۔ نجم ع ۱) یعنی قسم ہے ستارے کی جب وہ ٹوٹتا ہے۔

اور مشکوٰۃ شریف میں نجوم کے متعلق یوں آیا ہے۔ روایت ہے قتادہ سے کہ کہا یہ ستارے اللہ تعالےٰ نے تین باتوں کے لئے پیدا کئے۔ ایک آسمان کی زینت کے لئے۔ اور دوسرے شیطانوں کے مارنے کے لئے۔ تیسرے وہ نشانات ہیں جنسے راہ چلنے والوں کے لئے رہنمائی ہوتی ہے۔ پس جس شخص نے ان تین چیزوں کے سوا بیان کیا اس نے خطا کی۔ اور تکلف کیا اس چیز میں کہ نہیں جانتا (بخ)

اور رزین کی روایت میں یوں ہے کہ تکلف اس چیز میں کیا جو اسکو فائدہ نہیں دیتی اور اس چیز کے جاننے میں تکلف کیا جسکے علم سے انبیاؑ اور فرشتے عاجز ہے۔ اور ربیع کی روایت اسی کی مانند ہے اور ربیع نے یہ بات زیادہ کر دی ہے کہ قسم ہے اللہ کی کہ اللہ تعالےٰ نے ستاروں کو کسیکی زندگی نہیں مقرر کی اور نہ روزی کسیکی یعنے مال وجاہ اور نہ مرنا کسی کا۔ اور سوا اسکے نہیں کہ کاہن اللہ پر جھوٹے افترا باندھتے ہیں۔ اور ایک چیز کے لئے ستاروں کے طلوع کو علت ٹھہراتے ہیں۔

اور ابن عباس سے روایت ہے کہ کہا فرمایا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص سیکھے کوئی قسم علم نجوم سے واسطے غیر اس چیز کے جسکا ذکر اللہ تعالےٰ نے کیا ہے تو سیکھا اس نے ایک شعبہ سحر سے (یعنے وہ برا علم ہے کہ بعض اسکا فسق ہے اور بعض اس کا کفر ہے۔ اور فرمایا منجم حکم کاہن کا رکھتا ہے کہ علامتوں

Marfat.com

کے ساتھ غیب کی خبریں بتاتا ہے۔ اور کاہن حکم ساحر کا رکھتا ہے کہ ارتکاب اعمال بد کا کرتا ہے اور اسکی وجہ سے خلق کو ضرر پہونچاتا ہے اور جو کوئی سحر کرے اور اسکا اعتقاد رکھے کافر ہے یعنی پس اسیطرح کاہن اور منجم کافر ہیں۔ حاصل یہ کہ نجوم اور کہانت اور سحر سب ایک جنس سے ہیں (مظ)

نحر اونٹ کے حلال کرنیکا خاص طریقہ جو اس طرح ہے کہ اسکے حلقوم کی جڑھ پر جو سینے سے ملی ہوئی ہوتی ہے نیزہ مارا جاتا ہے۔

گائے اور بکری کو ذبح کرنا مستحب ہے اور نحر کرنا بھی جائز ہے اور اونٹ کو نحر کرنا مستحب ہے اور ذبح کرنا جائز ہے۔ (قد)

قربانی کرنے کو بھی نحر کہتے ہیں۔ اسی لئے ذی الحج کی دسویں تاریخ کا نام یوم النحر ہے۔ کیونکہ اس روز مسلمان قربانیاں کرتے ہیں۔ دیکھو (یوم النحر)

نحل شہد کی مکھی۔ قرآن مجید کی سولہویں سورت کا نام ہے جو اسطرح شروع ہوتی ہے:۔

اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (اے کفار مکہ) خدا کا حکم (یعنی روز قیامت) آیا (کا آیا) تو (بے فائدہ) اسکے لئے جلدی نہ مچاؤ (اے پیغمبر) انکے شرک سے خدا کی ذات پاک اور بالاتر ہے۔

یہ سورت مکے میں نازل ہوئی ہے اور اسکی ایک سو اٹھائیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں۔

اس سورت میں شہد کی مکھی کا ذکر یوں آیا ہے۔

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا ... لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (س نحل ع ۹)

اور (اے پیغمبر تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ پہاڑوں میں اور درختوں اور لوگ جو اونچی اونچی ٹٹیاں بناتے ہیں ان میں چھتے بنا پھر ہر طرح کے پھلوں میں سے (انکا عرق) چوستی پھر پھر (مرنے سے) اپنے پروردگار کے (تعلیم کئے ہوئے) آسان طریقوں پر چلی جا۔

مکھیوں کے پیٹ سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے (یعنی شہد) جسکی رنگتیں کئی طرح کی ہوتی ہیں اور اس میں لوگوں (کی بہت سی بیماریوں) کی شفا ہے بے شک غور کرنیوالوں کے لئے اسمیں (بھی قدرت خدا کی ایک بڑی) نشانی ہے۔

نخع بنو نخع یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ جس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے زیر کیا تھا۔ ۹ھ میں اس قبیلہ کے بیس آدمی بطور وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس سے پیشتر وہ معاذ بن جبل ؓ کے ہاتھ پر اسلام لاچکے تھے۔ ان میں سے ایک شخص زرارہ بن عمرو نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر میں میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک گدھی سے سرخی مائل سیاہ رنگ کا ایک بکرا پیدا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا تم اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑ کر آئے ہو گے۔ اس نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا تو اسکے ہاں ایک بچہ اسی رنگ کا پیدا ہوا ہے جو تمہارا فرزند ہے۔ اس نے پوچھا یا رسول اللہ یہ سیاہی اور سرخی کیسی ہے۔ آپ نے فرمایا ذرا قریب آجاؤ کیا تمہارے جسم پر برص کے داغ بھی ہیں جنکو تم لوگوں سے چھپائے رکھتے ہو۔ عرض کیا قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ آجتک یہ حال میرے سوا کسیکو معلوم نہ تھا اور آپ کے سوا کسکو اسکی اطلاع نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا یہ وہی ہے۔ اسکے بعد اس نے اپنے ایک دو خواب اور بھی بیان کئے جنکی تعبیر آنحضرت نے بتائی۔ اور وہ اپنے وقت بالکل صحیح ثابت ہوئی۔

نخعی ابو عمران ابراہیم بن یزید نخعی تابعی تھے کوفہ میں رہتے تھے۔ فقہ میں غیر معمولی دستگاہ رکھتے تھے۔ مشاہیر ائمہ سے تھے۔ (کن)

Marfat.com

نخلہ مکہ اور طائف کے مابین ایک مقام ہے سنہ ۲ھ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے خالہ زاد بھائی عبداللہ بن جحش کو چند آدمیوں کا سردار بناکر اس مقام کیطرف بھیجا۔ اور ایک ہدایت نامہ بدیں مضمون لکھوا دیا۔ کہ جب نخلہ پہونچو تو دشمن کے حالات مخفی طور پر معلوم کرو۔ اور انکے ارادوں کی خبر دو۔ مکہ کے قافلہ سے اگر کوئی آدمی خوشی سے تمہارے پاس آئے تو اسکو ساتھ لے لو ورنہ جبر نہ کرنا۔

جب یہ لوگ نخلہ پہونچے تو دو ہی دن کے بعد مکے کا ایک قافلہ طائف سے تجارت کا مال لئے ہوئے وہاں آ پہونچا۔ عبداللہ بن جحش نے غلطی سے ان پر حملہ کر دیا۔ انکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کا خیال نہ رہا۔ ایک آدمی کو قتل اور باقی کو گرفتار کر لیا اور انکا مال قبضہ میں کر کے مدینہ کو روانہ ہوئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ کیفیت دیکھکر خفا ہوئے۔ اور فرمایا میں نے تمکو لڑنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ پھر قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ انکا مال انکو واپس دے دیا۔ اور انکے مقتول کا خونبہا ادا کر دیا۔ یہ واقعہ آنحضرت کی امن پسندی اور رحمدلی کی ایک دلیل ہے۔

نذر و نیاز امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ النذر ما الزمہ الانسان علی نفسہ یعنے نذر وہ ہے جسے انسان اپنے اوپر لازم کر لے۔ اور نیاز لفظ فارسی ہے جسکے کئی ہی معنے آتے ہیں۔ ازانجملہ ایک معنے اسکے تحفہ درویشاں کے ہیں (برہان قاطع)۔

نذر غیر خدا کے لئے جائز نہیں۔ اور اگر کوئی نذر غیر خدا کے لئے مانے تو جائز نہیں ہوتی۔ اور لینا اور کھانا اسکا بموجب روایات فقہ ناروا ہے۔ بعض علماء لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا اسبات پر اجماع ہے کہ اگر نذر قسم طاعت سے ہو تو اسکا ماننا صحیح اور اس کا پورا کرنا واجب ہے۔

نذر یعنے منت اللہ کے سوا کسی اور نبی۔ فرشتے ولی کی ماننی جائز نہیں۔ چنانچہ مولانا محمد اسحاق صاحب نے مائۃ مسائل میں لکھا ہے کہ اسطرح نذر کرنی کہ اگر میری حاجت خدا تعالے پوری کرے تو فلانے ولی کے مزار پر اسقدر نقد اور جنس طعام پکے ہوئے سے پہونچاؤں گا درست نہیں کیونکہ خدا تعالے کے لئے نذر کرنے میں کئی ایک شرطیں ہیں اگر سب متحقق ہوں تو نذر صحیح ہوتی ہے وگرنہ صحیح نہیں ہوتی۔ ایک شرط تو یہ ہے کہ جو چیز وہ اپنے ذمے نذر کرتا ہے شرعاً اسکی جنس سے نذر واجب ہو۔ پس اگر کوئی مریض کی عیادت کی نذر کرے تو وہ صحیح نہ ہوگی دوسرے یہ کہ جو چیز نذر کرے عبادت مقصودہ کی قسم سے ہو۔ نہ وسیلہ عبادت دوسری کا جیسے وضو وغیرہ کہ نذر اسکی بھی صحیح نہیں ہوتی۔ تیسرے یہ کہ فی الحال یا فی ثانی الحال وہ چیز اسپر واجب نہ ہو۔ جیسے نماز پنجگانہ۔ چوتھے یہ کہ جو چیز نذر کرے وہ گناہ نہ ہو۔ چنانچہ یہ شرطیں فتاوے عالمگیری میں لکھی ہیں۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ اسطرح نذر ماننی کہ فلانے ولی کی مزار پر اسقدر نقد یا کھانا پکا کر پہنچاؤنگا صحیح نہیں۔ اسلئے کہ پہونچانا نقد و طعام کا کسی جگہ عبادت نہیں لیکن ہاں اگر اسطرح کہیگا کہ اگر حاجت میری خدا تعالے بر لاویگا تو فلانے ولی کے مزار کے خدام فقراء کو کھلاؤں گا تو نذر صحیح ہوگی اور پورا کرنا اسکا لازم ہوگا۔ لیکن مزار ولی کے خدام فقراء کی تخصیص کرنی وفاء نذر کے لئے لازم نہیں جس فقیر کو دیگا نذر ادا ہو جائے گی۔ اور اگر اسطرح کہے کہ اگر حاجت میری بر آوے گی تو فلاں ولی کے واسطے یا فلاں ولی کے نام اسقدر طعام یا اسقدر نقد دونگا تو ایسی نذر بالاجماع باطل ہے۔ اور اس طعام کا کھانا حرام ہے۔

چنانچہ بحر الرائق میں لکھتے ہیں کہ اکثر عوام جو اسطرح

Marfat.com

نذر مانتے ہیں کہ مزارات صلحا پر آکر اسکا پردہ اپنے سر پر رکھکر کہتے ہیں کہ اے میرے سید فلاں اگر میرا غائب آجائے یا میرا بیمار تندرست ہو جائے یا میری فلاں حاجت پوری ہو جائے تو تیرے لیئے اسقدر سونا یا چاندی یا کھانا یا پانی یا اسقدر شمعیں یا اتنا تیل لاؤنگا۔ تو ایسی نذر بالاجماع باطل ہے۔ اور اس کے باطل ہونے کی کئی وجوہ ہیں۔

ایک تو یہ کہ یہ مخلوق کی نذر ہے اور نذر مخلوق کی جائز نہیں۔ کیونکہ نذر عبادت ہے اور مخلوق کی عبادت ہوتی نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جسکی نذر مانی ہے وہ میت ہے اور میت مالک نہیں ہوتی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر نذر یہ گمان کرتا ہے کہ مردہ امور میں تصرف کرتا ہے سوا اللہ تعالے کے تو اسکا یہ اعتقاد کفر ہے۔ ہاں اگر یوں کہے کہ اے اللہ میں نے تیری نذر مانی ہے اگر تو میرے بیمار کو شفا دیگا یا میرے غائب کو واپس لائیگا یا میری حاجت پوری کریگا۔ تو میں ان فقیروں کو جو فلانے ولی کی خانقاہ پر ہیں کھانا کھلاؤں گا۔ یا وہاں کی روشنی کے لیئے تیل دونگا۔ یا وہاں کی مسجد کے لیئے بوریئے خرید دونگا تو پھر جائز ہے۔ غنی اور شریف النسب کو نذر کا لینا جائز نہیں۔ اسی طرح - - - نہ صاحب اور عالم کو جائز ہے۔ ہاں اگر محتاج ہوں تو خیر۔

پس مندرجہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ جو کچھ روپیہ۔ شمعوں اور تیل وغیرہ سے لیکر اولیا کی قبروں پر نزدیکی حاصل کرنے کی غرض سے کیا جاتا ہے وہ حرام ہے۔ اور اسپر اہل اسلام کا اجماع ہو چکا ہے۔ (بحر الرائق و در مختار)

نساء اللہ تعالی کی جمع من غیر اللفظ ہے جسکے معنے ہیں عورتیں۔ قرآن مجید کی چوتھی سورۃ کا نام ہے اس صورت میں عورتوں کے مختلف مسائل اور عورت مرد کے مشترکہ احکام خصوصیت سے تفصیل کے ساتھ نازل ہوئے ہیں

نسائی ائمہ محدثین میں سے ایک امام کا لقب ہے جنکا پورا نام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی ہے اور یہ نسبت ہے نسا کی طرف جو خراسان کا ایک شہر ہے۔ ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ بڑے بڑے علما و محدثین سے علم حاصل کیا۔ شافعی مذہب کے پیرو تھے فن حدیث میں ایک کتاب لکھی جسکا نام سنن کبرے رکھا پھر ایک امیر کی فرمائش سے اسکا خلاصہ کیا جس میں خالص صحیح احادیث درج کیں۔ اسکا نام سنن صغرے رکھا سو یہی وہ سنن نسائی جو حدیث کی ایک متداول کتاب صحاح ستہ میں شامل ہے۔ یہی سنن صغری ہے۔ انکی وفات کا واقعہ یوں ہے کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب میں ایک کتاب لکھی اور چاہا کہ اسکو جامع دمشق میں سنائیں۔ دمشق کے لوگ خوارج کیطرف میلان رکھتے تھے جو حضرت علی رضہ کے دشمن ہیں۔ ابھی انہوں نے کتاب سنانی شروع ہی کی تھی کہ ایک شخص نے پوچھا آپ نے امیر المومنین معاویہ کے مناقب میں بھی کچھ لکھا ہے۔ فرمایا معاویہ کو یہی کافی ہے کہ وہ نجات پا جائیں ان کے مناقب کہاں ہیں۔ یہ کلمات سنکر عام لوگوں نے انکو رافضی سمجھا اور لاتیں مار مار کر انکو قریب المرگ کر دیا۔ خادم انکو اٹھا کر گھر لائے۔ انہوں نے کہا مجھکو اسی وقت مکہ معظمہ کیطرف لے چلو تاکہ وہاں مروں یا اسکی راہ میں مروں۔ غرض مکہ شریف پہونچ گئے اور ۱۳ صفر ۳۰۳ھ کو وفات پائی۔ اور صفا اور مروہ کے درمیان مدفون ہوئے۔ (نووی)

نسب مرد اور عورت کے جائز تعلق سے جو بچہ پیدا ہو وہ ولد الحلال کہلاتا ہے۔ اور جو بچہ غیر شرعی تعلق سے پیدا ہو وہ ولد الزنا ہے۔ مذہب حنفیہ میں حمل کی مدت کم از کم چھ ماہ اور

Marfat.com

زیادہ سے زیادہ دو برس ہے اس عرصے کے درمیان جس مرد کے نکاح میں عورت کو حمل ظاہر ہو وہ بچہ اسی سے منسوب ہوگا۔

جس عورت کو طلاق بائن دی گئی ہو۔ تو طلاق کے وقت سے دو برس سے کم عرصہ تک جو بچہ جنے گی اسکی نسب اس شوہر سے نہ ثابت ہوگی۔ مگر اس صورت میں کہ شوہر اس بچہ کی نسبت اپنا فرزند ہونے کا دعوے کرے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس نے ایام عدت میں شبہ سے وطی کرلی ہو۔ اگر عورت بلوغ کی عمر کو پہونچ چکی ہے لیکن علامات بلوغ اس سے ظاہر نہیں ہوئیں وہ اگر طلاق کے بعد نو مہینے سے کم عرصہ میں بچہ جنے تو امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک نسب اس سے ثابت ہوجائیگا۔ اور اگر نو مہینے میں جنے تو نسب ثابت نہ ہوگا۔ نو مہینے اسواسطے معتبر ہوئے کہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہیں۔ اور عدت کے تین مہینے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک اگر طلاق رجعی ہے تو ستائیس ماہ تک نسب ثابت ہوگا۔ اسواسطے کہ تین مہینے اسکی عدت کی مدت ہیں اور دو برس اکثر مدت حمل ہیں۔ اگر طلاق بائن ہے تو دو برس تک اور اگر کسی عورت معتدہ نے اقرار کیا کہ عدت میری تمام ہوگئی۔ اور پھر چھ مہینے سے کم میں وقت اقرار سے بچہ جنا تو نسب بچہ کا ثابت ہوجائیگا۔ لیکن اقرار کے وقت سے چھ ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ کے بعد جننے سے ثابت نہوگا۔ اگر معتدہ عورت نے دعوے کیا کہ میں نے بچہ جنا اور خاوند نے اسکی ولادت سے انکار کیا تو اگر قبل ولادت کے حمل ظاہر تھا۔ یا خاوند نے اسکا اقرار کیا تھا تو ایک عورت کی گواہی سے نسب ثابت ہوگا۔ اور اگر قبل ولادت کے حمل ظاہر نہ تھا اور خاوند نے بھی اسکا اقرار نہیں کیا تھا تو دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ثبوت نسب کے لئے ضروری ہے اُنکی گواہی پر ہوگی کہ زوجہ تنہا گھر میں گئی اسکے ساتھ کوئی نہ تھا اور گھر میں بھی کوئی بچہ نہ تھا اور ہم گھر کے دروازہ پر تھے جبکہ ہمنے بچہ کی آواز سنی پاس پہنچے تو اپنی آنکھ سے دیکھا۔ صاحبین کے نزدیک تمام صورتوں میں صرف ایک عورت کی گواہی کافی ہے (النور)۔

انساب پر فخر کرنا دنیاداروں کا کام ہے۔ خدا کے ہاں عزت متقی اور پرہیزگار شخص کی ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰاکُمْ۔ قرآن میں ہے۔ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَا اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ یعنی جب کرنا پھونکی جائے گی تو اس روز انساب کی کوئی وقعت نہ ہوگی نہ انساب کے بارہ میں کچھ پوچھا جائیگا۔

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا باوجود فرزند رسول ہونے کے ہلاکت سے نہ بچ سکا۔ اور اصحاب کہف کا کتا ایک لایعقل حیوان ہونیکے باوجود سراہا گیا۔ بس وہی باتیں بزرگی کا باعث ہیں۔ اعمال نیک اور صحبت صلحاء۔

نسر حضرت نوح علیہ السلام کی قدیم کا ایک بت تھا۔ جسکو انہوں نے خدا تعالیٰ کی صفت سرمدیت کے لحاظ سے گدھ کی شکل میں بنا رکھا تھا۔ اس خیال سے کہ گدھ کی بڑی عمر ہوتی ہے۔

قرآن مجید کی سورت نوح رکوع ۲ میں اسکا ذکر آیا ہے۔

نسطورا ایک عیسائی راہب کا نام ہے جو ملک شام کے شہر بصریٰ میں رہتا تھا بحیرا راہب کا جانشین تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی کا مال لیکر تجارت کے لئے شام کو اس کے غلام میسرہ کے ہمراہ روانہ ہوئے تو نسطورا سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اس نے آپ میں پیغمبری کی نشانیاں دیکھکر میسرہ کو مشورہ دیا کہ شام کے یہودی آپ کے دشمن ہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو کچھ نقصان پہونچائیں۔ آپ کو مناسب ہے کہ یہیں تجارت کا مال فروخت کرکے مکہ کو واپس چلے جائیں

بیسرہ کو بھی کہا کہ آپ سے کسی وقت جدا نہ ہو۔ آپ تجارت کا مال وہیں فروخت کرکے واپس چلے گئے۔ (انفر)

نسیٔ (ل) ہٹا دینا۔ سرکا دینا۔ قمری مہینوں میں موسم کے لحاظ سے تو کمی بیشی ہوتی ہی رہتی ہے۔ وہی مہینے جو کبھی جاڑے میں پڑتے ہیں دنوں کا تفاوت ہوتے ہوتے گرمیوں میں آ پڑتے ہیں تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ امن و ادب کے چار مہینے لڑائی کے موسم میں آ پڑتے تو ایسے موقعہ پر مشرکین مہینوں کو اپنی مرضی کے مطابق ہٹا سرکا دیتے تھے۔ (ترجمہ سرح - ن)۔

بعض کہتے ہیں کہ سردی گرمی کے موسم کا لحاظ کرکے قمری مہینوں کو شمسیوں کے مطابق کرتے تھے تاکہ حج موسم خاص میں آیا کرے۔ چنانچہ جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تو ہر مہینہ قمری اپنے اصلی موقعہ پر تھا۔

قرآن مجید نے اس برے طریقہ کی یوں تردید کردی اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ تا وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ۵ (س۔ توبہ۔ ع ۵) مہینوں کا سرکا دینا بھی ایک کفر مزید ہے جسکی وجہ سے کافر دین کے رستے سے گمراہ ہوتے رہتے ہیں۔ ایک برس ایک مہینے کو حلال سمجھ لیتے ہیں اور اسی کو دوسرے برس حرام (اور اس سے انکی یہ غرض ہوتی ہے) کہ اللہ نے جو چار مہینے) حرام کئے ہیں (اپنی گنتی سے) اس گنتی کو مطابق کرکے اللہ کے حرام کئے ہوئے (مہینوں) کو حلال کرلیں انکی بدکرداریاں انکو بھلی کرکے دکھائی گئی ہیں۔ اور اللہ ان لوگوں کو جو کفر کرتے ہیں (توفیق) ہدایت نہیں دیا کرتا۔

نص (ص۔ و) میں اس کلام کا نام ہے جو ظاہر سے (دیکھو ظاہر) زیادہ واضح الدلالۃ ہو اسلئے کہ اسکا مفہوم خود اس سے بھی سمجھا جاتا ہے اور متکلم کے کلام کرنے سے بھی اسی مفہوم کا اظہار مقصود ہے۔

متاخرین میں مشہور ہے کہ نص میں اس مفہوم کے لئے کلام کا چلایا جانا شرط ہے۔ اور ظاہر میں نہ چلایا جانا شرط ہے مثلاً کسی نے کہا میرے پاس قوم آئی۔ تو اسکا یہ کہنا قوم کے آنے میں نص ہوگا۔ اور جب کہا کہ جب میرے پاس قوم آئی تو میں نے زید کو دیکھا تو اسکا یہ قول قوم کے آنے میں ظاہر اور زید کے دیکھنے میں نص ہوگا۔ مگر متقدمین کی کتابوں میں یہ فرق نہیں ہے۔ ان میں لکھا ہے کہ نص میں مفہوم کے لئے کلام کا چلایا جانا شرط ہے اور ظاہر میں نہیں۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ مفہوم کے لئے کلام چلایا جائے تو بھی وہ کلام ظاہر ہے اور اگر نہ چلایا جائے تو بھی ظاہر ہے۔

نص کے حکم پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔ مگر ساتھ ہی تاویل کا بھی احتمال ہوتا ہے جو کبھی تو تخصیص اور کبھی مجازکی صورت میں ہوتی ہے۔ کبھی قرآن کی ہر ایک آیت اور حدیث کو بھی نص کہدیتے ہیں۔

نصاب (ص۔ ت) میں مال کی اس کم از کم مقدار کو نصاب کہتے ہیں جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔ ہر قسم کے مال کے نصاب اور زکوٰۃ کی مقدار اس نقشہ سے ہوگی۔

نمبر	نام شے	نصاب	جتنا حصہ زکوٰۃ میں دیا جائیگا	ایک نصاب پر کتنی زکوٰۃ
۱	چاندی	۵۲ ½	چالیسواں حصہ	ایک تولہ سوا ماشہ ۵ رتی
۲	سونا	۷ ½	”	۲ ماشہ ۲ رتی
۳	مال تجارت مویشی کے سوا	چاندی یا سونے میں سے کسی ایک نصاب کے برابر قیمت	”	۱/۴۰ کی قیمت
۴	مویشی: گھوڑے گھوڑیاں تجارتی	تعداد مقرر نہیں	فی راس ایک دینار یا قیمت کا تخمینہ لگا کر روپے کے حساب سے زکوٰۃ دیجائے۔	
۵	مویشی: خچر گدھے تجارتی	”	قیمت کا تخمینہ کرکے روپے کے حساب سے زکوٰۃ دیجائے۔	
۶	مویشی: اونٹ	۵ راس	دا ونٹوں پر ایک بکری زیادہ کیلئے دیکھو کتب فقہ	
۷	مویشی: گائے بھینس	۳۰ راس	تفصیل کیلئے دیکھو کتب فقہ	
۸	مویشی: بھیڑ بکری	۴۰ راس	ایضاً	

Marfat.com

نصاریٰ

یہ لفظ قرآن وحدیث میں عیسائیوں کے لئے آیا ہے موجودہ تصانیف میں جو عیسوی اور موسوی وغیرہ الفاظ آئے ہیں۔ یہ قدیمی اسلامی لٹریچر کے لفظ نہیں بلکہ پادریوں کے مخترعات میں سے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ تا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ (س۔ مائدہ۔ ع ۱۱) اے پیغمبر مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کے اعتبار سے یہود اور مشرکین کو تم سب لوگوں میں بڑا سخت پاؤ گے اور مسلمانوں کے ساتھ دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں میں انکو قریب تر پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں (مسلمانوں کیطرف نصاریٰ کا) یہ (میلان) اس سبب سے ہے کہ ان میں علماء اور مشائخ ہیں۔ اور (نیز) یہ کہ یہ لوگ تکبر نہیں کرتے اور جب (قرآن کو) سنتے ہیں جو (ہمارے اس) رسول (محمد) پر نازل ہوا ہے تو اے مخاطب تو ان کی آنکھوں کو دیکھتا ہے کہ ان سے آنسو جاری ہیں اسلئے کہ انہوں نے حق بات کو پہچان لیا ہے (قرآن کو سنکر) دعا مانگنے لگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم تو ایمان لے آئے تو (دین حق کی) تصدیق کرنیوالوں کے ساتھ ہمکو بھی لکھ رکھ۔ اور ہمکو کیا (جنون ہو گیا) ہے کہ اللہ پر اور جو حق ہمارے پاس آئی ہے اسپر تو ایمان نہیں لائے اور توقع یہ رکھیں کہ ہمارا پروردگار ہم کو نیک بندوں کے ساتھ (بہشت میں لیجا) داخل کریگا تو انکے کہنے کے صلے میں خدا نے انکو (بہشت کے) ایسے باغ عطا فرمائے جنکے تلے نہریں (پڑی) بہ رہی ہیں (اور) یہ ان میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے۔ اور خلوص دل سے نیکی کرنیوالوں کا یہی بدلہ ہے۔ اور جن لوگوں نے (دین حق یعنے اسلام کو) نہ مانا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا یہی دوزخی ہیں۔

خدا تعالےٰ نے یہود کو مسلمانوں کا سخت ترین دشمن اور عیسائیوں کو قریبی دوست اسلئے فرمایا کہ یہود کے نزدیک مخالف مذہب کو ہر طرح سے اذیت پہونچانا انکو قتل کر دینا۔ مال لوٹ لینا داخل ثواب سمجھا جاتا ہے۔ لیکن نصاریٰ کے مذہب میں کسی انسان کو گو مخالف مذہب ہی کیوں نہ ہو اذیت دینا یا اسکا مال لوٹنا جائز نہیں ہے۔ فی زماننا بھی یہ وصف انگریزوں میں پائی جاتی ہے کہ انسانی ہمدردی میں وہ اول نمبر پر ہیں۔ اور انکو کسی شخص یا کسی قوم سے مذہبی پرخاش نہیں ہے ہر شخص اپنے مذہبی امور کو سرانجام دینے میں پورا آزاد ہے اسی لئے ان کے اقبال میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی پائی جاتی ہے۔ مسلمانوں کو ایسے زمانہ امن و آشتی کی قدر کرنی چاہیئے اور اسبات کو ایک رحمت الٰہی سمجھنا چاہیئے

بقو بیکہ نیکی پسند د خدا
وہد حاکم عادل و نیک رائے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى تا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (س۔ مائدہ۔ ع ۸) مسلمانو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ (لوگ تمہاری مخالفت میں باہم) ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے کوئی ان کو دوست بنائیگا تو بے شک وہ (بھی) انہی میں کا (ایک) ہے (کیونکہ) خدا (ایسے) ظالم لوگوں کو راہ راست پر نہیں دکھایا کرتا۔

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ تا فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (س۔ ممتحنہ۔ ع ۲) (مسلمانو!) جو لوگ تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور انہوں نے تمکو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ انکے ساتھ احسان کرنے اور منصفانہ برتاؤ کرنے سے تو خدا تمکو منع کرتا نہیں (کیونکہ) اللہ منصفانہ برتاؤ کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تو تمکو انہی لوگوں سے دوستی کرنے کو منع فرماتا ہے جو تم سے دین کے بارے میں لڑے اور جنہوں نے

Marfat.com

تمکو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں (تمہارے مخالفوں کی) مدد کی۔ اور جو شخص ایسے لوگوں سے دوستی رکھیگا تو (سمجھا جائیگا کہ) یہی لوگ (مسلمانوں پر) ظلم کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِیْمَ تا وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (س۔ حدید ع ۴)

اور تحقیق ہم ہی نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا اور انکی نسلوں میں پیغمبری اور کتاب (یعنی وحی آسمانی) کو (جاری) رکھا (با ایں ہمہ بعض) تو ان میں سے نافرمان ہیں پھر (ان کے) پیچھے انہی کے قدم بقدم ہم نے اپنے (اور) رسول بھیجے اور (ان کے) پیچھے مریم کے بیٹے عیسٰے کو بھیجا اور انکو انجیل عنایت فرمائی۔ اور جو لوگ انکے پیرو ہوئے ان کے دل میں ترس اور رحم ڈال دیا اور دنیا کا چھوڑ بیٹھنا جسکو انہوں نے از خود ایجاد کیا تھا ہمنے وہ (طریق) ان پر فرض نہیں کیا تھا (مگر ہاں انہوں نے اسکو) خدا (ہی) کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے (ایجاد کیا تھا) لیکن جیسا اسکو نباہنا چاہئے تھا نہ نباہ سکے تو جو لوگ ان میں سے ایمان لائے انکو ہم نے ان کے اجر عنایت فرمائے اور ان میں سے بہتیرے تو نافرمان ہیں۔

ابن اسحٰق اور ابن حاتم اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نجران کے نصارٰی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مدینہ کے یہودی بھی ان سے ملنے آئے۔ دونوں میں مذہبی بحث شروع ہو گئی۔ رافع بن حمد یہودی نے کہا کہ نصارٰی گمراہ ہیں۔ نصارٰی میں سے ایک نے کہا کہ یہودی گمراہ ہیں (الخ)۔

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰی تا فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝ (س۔ بقرہ ع ۱۴۰)

اور یہود کہتے ہیں نصارٰی کا مذہب کچھ نہیں اور نصارٰی کہتے ہیں یہود کا مذہب کچھ نہیں حالانکہ وہ (دونوں فریق) کتاب (الٰہی) کے پڑھنے والے ہیں اسی طرح انہی کی سی باتیں وہ (مشرکین عرب) بھی کہا کرتے ہیں جو (خدا کے حکم احکام کچھ بھی) نہیں جانتے۔ تو جس بات میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں قیامت کے دن اللہ ان میں اس کا فیصلہ کر دیگا۔

انگریزوں میں ہزار خوبیوں کی ایک خوبی یہ ہے کہ مذہبی ہیں "عیسٰے بدین خود موسٰی بدین خود" کے اصول کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں اور جسطرح خدا کا دنیاوی برتاؤ کل مذاہب کے ساتھ یکساں ہے۔ انکا بھی یہی حال ہے۔ جو قانون ہندوؤں کے لئے وہی مسلمانوں کے لئے وہی عیسائیوں کے لئے وہی یہودیوں کے لئے وہی رعایا کے ہر کہ ومہ کے لئے۔

انصاف اور اسلام اور مصلحت وقت۔ یہ تین چیزیں متقاضی ہیں کہ ہم اپنے اور انگریزوں کے درمیان کسیطرح کی کشیدگی واقع نہ ہونے دیں۔ خدا کا فرمودہ اور آنحضرت صلعم کا تعامل ہم کو صاف طور پر باہمی تعلقات باقی رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔ بلکہ کھان پین اور شادی بیاہ تک اجازت دیدی۔ چنانچہ ارشاد ہے وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ اور اہل کتاب کا کھانا (بشرطیکہ تمہارے ہاں بھی روا ہو) تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَا اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ۔ اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے ان میں کی بیاہتا بیبیاں (تمہارے لئے حلال ہیں)۔

حضرت عیسٰے علیہ السلام کے زمانہ میں ہی عیسائیوں پر طرح طرح کے مصائب نازل ہونے لگے۔ انہیں جدا ہیں انجیل ان کے ہاتھ سے جاتی رہی محض سلطنت کے

Marfat.com

طور پر تعلیم و تلقین کا سلسلہ جاری رکھا۔ کسی معتبر ذریعہ سے اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ حواریوں کے پاس جبکہ وہ بلاد روم میں منادی کرتے پھرتے تھے۔ کوئی حضرت مسیح کی تصنیف یا خود ان کی تصنیف کردہ کتاب ان کے پاس تھی لیکن انہوں نے دین حق کی اشاعت میں بڑی جانفشانی اور جگرکاوی سے کام لیا۔ ان کے بعد تخمیناً دوسری صدی میں صدہا ایسے جھوٹے مسیحی پیدا ہوئے جنہوں نے ان پر روح القدس نازل اور الہام ہونیکا دعوے کیا۔ اور بہت سے غلط عقائد گھڑ کے انکا رواج دینا شروع کیا کئی ایک جھوٹی انجیلیں اور نامہ جات مشہور ہو گئے۔ چنانچہ سر ولیم اپنی اردو تاریخ کلیسا میں لکھتے ہیں کہ دوسری صدی کے عیسائی حکما کا طریقہ اختیار کرنے لگے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دماغوں میں تیزی اور برجستگی پیدا ہوگئی مگر کئی ایک فرضی تصنیفات پیدا ہو گئیں۔ اس معاملہ میں پولوس نے بہت کچھ حصہ لیا۔ سادہ عیسائیوں کے دلوں کو خیالات باطلہ سے بھر دیا۔ یہ چاروں انجیلیں جو آجکل عیسائیوں کا مایہ ناز ہیں اسی زمانہ کی تصنیف ہیں۔ تثلیث اور الوہیت مسیح پولوس جیسے دغابازوں کی من گھڑت ہیں۔ اگرچہ عیسائیوں کے بعض فرقے مثلاً فرقہ یونی ٹیرین وغیرہ ان بیہودہ اور ردی عقائد کے سخت مخالف تھے مگر گمراہی زور پکڑتے پکڑتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک حد سے متجاوز ہو گئی۔ اس وقت ہر ایک مسیحی کا یہ عقیدہ تھا اور اب بھی ہے کہ عیسے معاذ اللہ خدا ہے۔ حضرت مریم کے پیٹ میں رہکر دنیا میں آیا اور تمام بنی آدم کے گناہ اپنے اوپر اٹھا کر لے گیا۔ آخر پھانسی چڑھا۔ ملعون ہوا تین دن دوزخ میں رہا۔ پھر جی اٹھا۔ اور حواریوں کی بے وفائی اور بے ایمانی پر خفا ہوتا ہوا آسمان پر چڑھ گیا۔ اور پھر دوبارہ آنیکا وعدہ کر گیا۔ دیکھو مفتاح الاسرار مصنفہ پادری فنڈر۔

خداوند کریم نے اس بیہودہ عقیدہ کی قرآن مجید میں نہایت عمدگی کے ساتھ تردید کر دی۔ دیکھو (تثلیث)

عیسائیوں کا اعتقاد ہے کہ خدا تعالے آدمیوں کے گناہ معاف کرنے پر قادر نہیں۔ اسلئے حضرت آدم سے لیکر تمام انبیاء گنہگار چلے آتے تھے۔ ادھر خدا کو اپنے بندوں کی مغفرت منظور تھی جسکی تدبیر سوائے اسکے اور کچھ نہ بنی کہ دنیا میں عیسے کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اور سب لوگوں کے گناہ اپنے اوپر رکھ کر ان کے عوض تین دن دوزخ میں رہا اور ملعون ہوا (دیکھو نامہ پولوس)

عیسائیوں کے پولوس مقدس نے فتوے دیا تھا کہ انسان کی نجات روحانی عبادات سے ہوتی ہے نہ جسمانی سے۔ وہ تو انسان کی ابتدائی حالت میں تھی اب اسے ترک کر دینا چاہیے۔ اس نے اس لغو خیال کو یہاں تک ترقی دی کہ توریت کے جملہ احکام کو منسوخ کر دیا۔ عیسائیوں کے ان بیہودہ خیالات کی تردید کرنے کی ضرورت نہیں معمولی سے معمولی آدمی بھی ان کی اصلیت معلوم کر سکتا ہے۔ (مقدمہ مؤلف)

نصر | اسکے معنے ہیں مدد۔ قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی سورۃ کا نام ہے۔ جسکی پہلی آیت میں یہ کلمہ یوں آیا ہے إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا یعنے جب اللہ کی مدد اور فتح آئی اور تمنے لوگوں کو دیکھا کہ اللہ کے دین میں گروہ کے گروہ داخل ہو رہے ہیں۔ یہ سورت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی تھی جبکہ تمام عرب میں اسلام پھیل گیا تھا۔

نص کریم | قرآن مجید کا لقب ہے۔

نصوح | خالص توبہ۔ یا خالص نیت سے توبہ کرنے والا۔ اس کی تفصیل کے لئے دیکھو (توبہ نصوح)۔

Marfat.com

نصیریہ غالی شیعوں کا ایک فرقہ ہے جس کا اعتقاد ہے کہ خدا تعالےٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات میں حلول کیا ہے (کن)۔

نضیر بنو نضیر یہودیوں کے ایک قبیلہ کا نام ہے جس سے ایک اسلامی تاریخی واقعہ تعلق رکھتا ہے۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ بیر معونہ کے حادثے کے بعد دو صحابیوں نے رستہ میں آتے ہوئے بنی عامر کے دو آدمیوں کو جو بے خبر سوئے تھے قتل کر ڈالا۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ بیان کیا تو آپ نے بڑا افسوس کیا۔ کیونکہ وہ دونوں آدمی مسلمانوں کے مخالف نہ تھے اسلئے آپ نے ارادہ کیا کہ ان دونوں مقتولوں کے وارثوں کو خون بہا ادا کیا جائے جسکے لئے چندہ کرنے کی تجویز ہوئی۔ چونکہ مسلمانوں کا قبیلہ بنی نضیر کے ساتھ پہلے سے عہد ہو چکا تھا کہ ایسے موقعوں پر ایک دوسرے کی مدد کرینگے۔ اس لئے ان سے بھی چندہ طلب کیا گیا۔ مگر انہوں نے صاف انکار کیا۔ اور عہد و معاہدے کی کچھ پرواہ نہ کی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود ان کے محلے میں تشریف لے گئے اور ان نا انصاف اور بدعہد لوگوں کو سمجھانے لگے۔ اس وقت ان بدسرشت اور نابکاروں نے آپس میں صلاح مشورہ کرکے یہ فیصلہ کیا کہ پاس کی دیوار پر سے ایک پتھر دھکیل کر آپکا کام تمام کر دیا جائے۔ مگر حافظ حقیقی نے آپ کو عین موقعہ پر مطلع کر دیا اور آپ فوراً وہاں سے چلے آئے۔ اس لئے آپ نے صحابہ کی جماعت کو ساتھ لے کر ان کے محلے کا محاصرہ کر لیا۔

دونوں فریقوں میں چھ روز تک لڑائی ہوتی رہی آخر بنی نضیر نے شام چلے جانے کا پیغام بھیجا جو منظور کیا گیا۔ مگر منافقوں کی تحریک سے ابھی نہ جانے پائے تھے کہ عبداللہ بن ابی منافق نے انکو بھڑکایا اور قلعہ بندی کرکے لڑنے کی ترغیب دی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر انکا محاصرہ کیا۔ آخر پندرہ روز کے بعد جب ان لوگوں نے دیکھا اب مسلمانوں کے ہاتھ سے بچنے کی کوئی صورت نہیں تو یہ درخواست کی کہ ہمیں اپنے مال و اسباب سمیت مدینے سے نکل جانے دیا جائے۔ آخر یہ قرار پایا کہ یہ لوگ ہتھیاروں کے بغیر جسقدر مال اونٹوں پر لاد سکیں ساتھ لیجائیں۔ بنی نضیر نے چھ سو اونٹوں پر اپنا مال و اسباب لاد کر گھروں کو اپنے ہاتھوں سے آگ لگا دی اور مدینے کو چھوڑ کر خیبر میں آباد ہو گئے۔

نظامیہ ایک فرقہ ہے جو ابراہیم نظام کیطرف منسوب ہے۔ نظام موصوف فرقہ قدریہ کا نقطان ہوا ہے۔ اس نے فلسفہ کی کتابوں کا مطالعہ کرکے معتزلہ کے مسائل ان میں گھسیڑ دئیے۔ اسکا اور اسکے متبعین کا مذہب ہے کہ خدا تعالےٰ ایسی چیز کے پیدا کرنے پر قادر نہیں جس میں بندوں کی بھلائی نہیں۔ نیز اہل جنت و دوزخ کے ثواب و عقاب میں کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ (نع)۔

نظر لگنا جس کو فارسی میں چشم زخم کہتے ہیں شریعت نے اسکی تاثیر کو تسلیم کیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے العین حق فلو کان شئ سابق القدر سبقتہ العین و اذا استغسلتم فاغسلوا (مش)۔ نظر لگنا حق ہے اگر کوئی چیز ایسی ہوتی کہ تقدیر سے سبقت لیجائے تو نظر بد سبقت لے جاتی۔ اور جب تمسے ہاتھ پاؤں دھونے کی درخواست کیجائے تاکہ دھوون کا پانی اس شخص پر چھڑکا جائے جسکو نظر لگی ہے تو (بلا تامل) دھو دو (عار نہ کرو)۔

نعمان ابن ثابت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہے جو ائمہ اربعہ میں سے پہلے امام ہیں اور تابعین میں

Marfat.com

شامل ہیں۔ آپ تیرہ سال کی عمر میں حضرت انس بن مالک اور جابر بن عبداللہ وغیرہ اصحاب سے ملے ہیں اور ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ مثلاً (۱) اَلْعِلْمُ فَرِیْضَةٌ (۲) حُبُّ الشَّیْءِ یُعْمِیْ وغیرہ۔ علم فقہ میں حماد اور حسان بن ثابت اور امام جعفر صادق کے شاگرد ہیں۔ آپ کے والد جناب علی کرم اللہ وجہہ کے شاگرد تھے۔ تحصیل علوم کے بعد اپنی خداداد استعداد کی بدولت اجتہاد کا درجہ حاصل کیا۔ ایک وسیع حلقہ درس میں جس میں آپ کے شاگرد محدثین اور فقیہوں کی ایک بڑی جماعت شامل تھی۔ قرآن وحدیث پر غور کر کے اپنے اجتہاد کے موافق فقہی مسائل کا ذخیرہ مرتب کیا جو فقہ حنفی کہلاتا ہے اور آج مسلمانان عالم کا سب سے بڑا حصہ اس پر عمل پیرا ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن اور امام زفر امام ممدوح کے بڑے بڑے اور صاحب اجتہاد شاگرد ہیں۔ مقدم الذکر دو ناموں کو صاحبین کہا جاتا ہے۔ امام ابو یوسف نے اپنی مسند میں اور امام محمد نے اپنی موطا میں امام اعظم کی روایت سے بہت سی حدیثیں درج کی ہیں۔

پیدائش کی تاریخ سنہ ۸۰ھ ہے وفات سنہ ۱۵۰ھ کو ہوئی۔ اس حساب سے عمر آپ کی ستر برس کی ہوئی جس رات آپ نے انتقال کیا اسی رات امام شافعی رح متولد ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ خلیفہ ابو جعفر عباسی نے انکو زہر دلوادیا تھا۔ اس گمان پر کہ ابراہیم ابن عبداللہ بن حسن مثنی نے خلافت کے دعوے سے جو خروج کیا تھا وہ اسکے مؤید تھے۔

امام اعظم رح کا اتقا ضرب المثل ہے۔ خلیفہ وقت نے انکا علم و فضل دیکھکر انکو قاضی القضاۃ بنانیکا ارادہ کیا۔ مگر امام صاحب محض اس خیال کہ فرض قضا کی ادائگی میں ذرا بھی کوتاہی ہوئی تو گنہگار ہوں گا اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ خلیفہ نے انکو جبراً و قہراً بھی اس عہدہ پر مامور کرنا چاہا مگر جب انکو انکار پر قائم پایا تو غصہ میں آکر کئی تازیانے لگوائے۔ اور انکو قید کر لیا۔ حضرت امام اعظم رح نے یہ تمام اذیتیں برداشت کیں مگر آخرت کی باز پرس کو اپنے سر لینا گوارا نہ کیا۔ قبر شریف بغداد کے متصل ہے۔ (ترجمہ)

نعمان ابن منذر عرب کے ایک بادشاہ کا نام ہے جو زمانہ جاہلیت میں گذرا ہے۔

نعلین جوتی۔ جوتی کے متعلق ذیل کے آداب ہیں۔

(۱) ابوہریرہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں کا کوئی آدمی جوتی پہننے لگے تو پہلے داہنیں پاؤں میں پہنے اور اتارنے لگے تو پہلے بائیں پاؤں سے اتارے تاکہ جوتی پہنتے وقت داہنا پاؤں دونوں میں اول اور اتارتے وقت دونوں میں آخر رہے۔ (صحیح)

(۲) ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک جوتی پہنکر نہ چلے (بلکہ) یا تو دونوں جوتیاں اتار ڈالے اور ننگے پاؤں چلے یا دونوں جوتیاں پہنکر چلے (صحیح)

(۳) جابر کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے کھڑے جوتی پہننے سے منع فرمایا ہے۔ (یہ اس صورت میں ہے کہ جوتی بہت تنگ ہو اور کھڑے کھڑے پہننے میں مشقت و تکلیف ہوتی ہو۔ یا جوتی ہی اس قسم کی ہو کہ پہننے اور تسمے باندھنے کے لئے ہاتھ کی اعانت کی احتیاج پڑتی ہو۔ ورنہ جوتی کھڑے ہوکر پہننا مطلق منع نہیں ہے۔

(۴) انس کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کھانا آگے رکھا جائے (اور تم کھانا چاہو) تو جوتیاں اتار ڈالو کیونکہ اس سے پاؤں کو بہت راحت پہنچتی

Marfat.com

ہے اور نعلین دو بریں کھانے کا ادب بھی ہے (مش)
ابن عباس کہتے تھے کہ جب آدمی کہیں بیٹھنا چاہے تو جوتیوں کو اتار کر اپنے پہلو میں رکھ لینا مسنون طریقہ ہے جوتیاں اگر ستھری ہوں تو انہیں پہنکر نماز پڑھنا درست ہے۔

لیکن یہ ضرورت کے وقت ہے۔ بلا ضرورت جوتیوں سمیت نماز پڑھنا اچھا نہیں فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى یعنی جوتیوں کو اتار دو تم ایک پاک وادی طویٰ میں کھڑے ہو۔ اسی طرح دلیل ہے مسجد میں جوتی سمیت داخل ہونا مسجد کی بے تعظیمی میں داخل ہے۔

نفاس یہ اس خون کا نام ہے جو بچہ پیدا ہونیکے بعد عورت کو آگے کی راہ سے آتا ہے۔
اس کی مدت اہلسنت و جماعت کے نزدیک زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے اور کمی کی کوئی حد نہیں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ بچہ کے لئے آئے یا بالکل نہ آئے بچہ کا آدھا جسم نکلنے کے بعد اگر خون آئے تو وہ بھی نفاس سمجھا جائیگا۔ اس سے کم جسم نکلنے پر جو خون آئے وہ نفاس نہیں۔ اگر عورت کا حمل گر جائے۔ تو بچے کا ایک آدھ عضو بن گیا ہے تو وہ خون نفاس شمار ہوگا۔ اگر ابھی گوشت ہی گوشت ہے تو نفاس نہیں حیض یا استحاضہ ہے۔ مگر حیض ہونے کے لئے لازم ہے کہ اس میں حیض کی شرائط پائی جائیں جو اپنے مقام میں درج ہیں۔ اگر خون چالیس دن سے بڑھ جائے تو اگر اس سے پہلے بھی بچے پیدا ہو چکے ہیں اور مدت نفاس کی عادت مقرر ہے تو عادت کے دن نفاس ہیں باقی استحاضہ ہے۔ اگر پہلی مرتبہ پیدا ہوا ہو۔ تو چالیس دن نفاس کے باقی استحاضہ ہے۔ نفاس کے احکام وہی ہیں جو حیض کے۔ دیکھو (حیض)
شیعوں کے نزدیک نفاس کی مدت زیادہ سے زیادہ دس روز ہیں۔

نفاق نون کے کسرہ سے۔ دورخی۔ دل میں کچھ ہونا اور منہ سے کچھ کہنا۔
قرآن مجید میں نفاق کا اطلاق ان نام کے مسلمانوں کے لئے آیا ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بظاہر مسلمان بنتے تھے مگر دل سے کافر تھے۔ سورہ بقرہ کے دوسرے رکوع میں انہی لوگوں کے متعلق ارشاد ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ ۝ اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو منہ سے تو کہدیتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے۔
آگے چلکر ارشاد ہے وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ۝ اور جب اُن لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لا چکے ہیں تو کہتے ہیں ہم (بھی تو) ایمان لا چکے ہیں۔ اور جب تنہائی میں اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو صرف (مسلمانوں کو) بناتے ہیں۔ سورہ حدید کے دوسرے رکوع میں اور سورہ منافقون میں بھی منافقوں کا ذکر آیا ہے۔ منافقوں کے حالات کے لئے دیکھو لفظ (منافق)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ چار خصلتیں ہیں جس میں وہ ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا۔ اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہوگی اس میں نفاق کی ایک صفت ہوگی جب تک کہ اسکو ترک کرے (وہ چار خصلتیں یہ ہیں) جب اسکے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب عہد کرے تو اسکو توڑ دے۔ اور جب جھگڑے تو

Marfat.com

برے کاموں پر اتر آئے (منش)۔

یہ صفات جو منافقوں کی علامات قرار دیگئی ہیں یہ نہ صرف منافقوں کے لئے بلکہ سب لوگوں کے لئے بری ہیں۔ مگر آجکل چونکہ منافق نہیں ہیں۔ اسلئے جس شخص میں ایسی صفات پائی جائیں وہ گنہگار تو ضرور ہے۔ مگر منافق اسکو نہیں کہا جا سکتا۔ دیکھو (منافق)

نفخ (ل) پھونک مارنا۔ دیکھو (صور)

نفث کلام پڑھ کر پھونک مارنا۔ افسون پڑھ کر پھونک مارنا۔ قرآن مجید میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گنڈوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والی عورتوں یعنی جادوگرنیوں کے شر سے پناہ مانگنے کی تعلیم دیگئی ہے چنانچہ ارشاد ہے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ... اِذَا حَسَدَ ۝ (س۔ فلق) (اے پیغمبر اپنی حفاظت کے لئے یوں) دعا مانگا کرو۔ کہ میں تمام مخلوقات کے شر سے صبح کے مالک (یعنی خدا) کی پناہ مانگتا ہوں اور اندھیری رات کے شر سے جب (اسکا اندھیرا تمام چیزوں پر) چھا جائے اور گنڈوں پر (پڑھ پڑھ کر) پھونکنے والیوں (یعنی جادوگرنیوں) کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔

گرہوں پر پھونک مارنے والی عورتوں کا شر عام ہے کہ تاگے کی گرہوں پر جادو منتر پڑھ کر پھونک مارا ہو جیسا کہ ڈائنیں اور جادوگرنیاں کیا کرتی ہیں۔ یا انسانی مدارک و مشاعر اور دماغ کو اپنے حسن وجمال کے منتر سے بیکار کرنیوالی عورتیں ہوں یا عورتوں کے سوا وہ شہوات و لذات ہوں جو انسان کے دل و دماغ کی گرہوں کو منتر سے ڈھیلا کر دیتی اور مضبوط بنا دیتی ہیں۔

نفس نون کے فتح اور فا کی سکون سے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں کئی معنوں میں آیا ہے

(۱) شخص کے معنے میں یَوْمَ یَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (س۔ ہود ع ۹) یعنے جب وہ دن آپہونچیگا تو بے حکم خدا کوئی شخص بات بھی نہیں کر سکیگا

(۲) اپنا آپ مثلا قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۝ (س۔ یونس۔ ع ۵) یعنی اے پیغمبر کہدو میرا اپنا نقصان و نفع بھی میرے اختیار میں نہیں ہے مگر جو خدا چاہتا ہے۔

(۳) جان۔ روح۔ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (س۔ احزاب ع) یعنی پیغمبر مسلمانوں پر خود انکی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتا ہے اور اسکی بیبیاں انکی مائیں ہیں۔

(۴) لوگ۔ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ (س۔ نور ع ۹) یعنے جب گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کر لیا کرو۔

(۵) دل۔ جی۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ (س۔ اعراف۔ ع ۲۴) یعنی اے پیغمبر اپنے پروردگار کی یاد کرو دل ہی دل میں۔

(۶) وہ روحانی طاقت جو انسان کو بدی پر اکساتی ہے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ (س۔ یوسف ع) یعنی نفس انسانی بدی کے لئے ہمیشہ ابھارنے والا ہے۔

نفس کا لفظ فارسی اور اردو کے اسلامی لٹریچر میں اس آخری معنے میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے یعنے نفس سے وہ روحانی طاقت مراد لی جاتی ہے جو آدمی کو فتنہ و فساد اور فسق و فجور پر آمادہ کرتی ہے۔ اسی لئے ریاضت کے ذریعہ سے بری طاقتوں کے فرو کرنے کو نفس کشی اور کبر و نخوت کی خصلت کو دبانے کو کسر نفسی کہتے ہیں۔

حکمائے اسلام نے نفس انسانی کے خیر و شر کے

Marfat.com

لحاظ سے اسکی تین قسمیں قرار دی ہیں۔

(۱) نفس مطمئنہ ۔ وہ نفس جو بدی کیطرف مطلق رجوع نہیں کرتا اور وہ انبیاء اور دیگر خاصان خدا کا نفس ہے۔

(۲) نفس لوامہ جو بدی کا ارتکاب تو کرتا ہے مگر ارتکاب کے بعد اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے اور خدا سے بخشش مانگتا ہے۔ یہ عامہ مومنین کا نفس ہے۔

(۳) نفس امارہ ۔ وہ نفس جو ہمیشہ بدی ہی کی طرف جاتا ہے اور کبھی اس سے پرہیز نہیں کرتا۔ یہ کافروں فاسقوں اور فاجروں کا نفس ہے۔ قرآن مجید میں ان تینوں نفسوں کا ذکر آیا ہے۔

انگریزی میں ایک لفظ آیا ہے کانشنس جس سے مراد انسان کی وہ روحانی طاقت یا قلبی جذبہ ہے جو آدمی کے بھلے یا برے افعال کا محاسبہ کرتا رہتا ہے اچھے افعال پر انسان کے دل میں سرور و اطمینان کا مینہہ برسا دیتا ہے اور برے افعال پر افسوس و ندامت کی آگ بھڑکا دیتا ہے۔ عربی لٹریچر میں کوئی خاص ایسا لفظ نہیں ہے جو کانشنس کے معنے کو پوری کیفیت کے ساتھ ادا کرے۔ اردو میں اسکے لئے ضمیر کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر اس سے بھی زیادہ مناسب لفظ جو کسی حد تک کانشنس کے معنے کو ادا کر سکتا ہے عربی کے اسلامی لٹریچر میں نفس لوامہ ہے۔

نفساء نفاس والی عورت۔ مسائل کے لئے دیکھو (نفاس)۔

نفقہ اہل وعیال کا خرچ پات۔ والدین یا دیگر اہل قرابت کے گذارے کا خرچ۔

بیوی مسلمان یا غیر مسلم جب شوہر کے گھر میں رہتی ہو تو اسکا نفقہ شوہر پر واجب ہے۔ اور اگر وہ نافرمانی کے ساتھ گھر سے چلی جائے تو جب تک واپس نہ آئے نفقہ کی حقدار نہیں ہوگی۔ اگر وہ اتنی چھوٹی عمر کی ہو کہ اس سے وطی نہیں کیجا سکتی تو خواہ وہ شوہر کے گھر آنے سے انکار نہ کرے نفقہ کی حقدار نہ ہوگی۔ بڑی عورت نفقہ کی حقدار ہوگی اگرچہ اسکا شوہر کم عمر ہی ہو اور اسکا نفقہ شوہر کے مال سے دیا جائیگا۔

اگر شوہر بیوی کو طلاق بائن یا رجعی دیدے تو عدت تک اسکا نفقہ اور رہنے کا مکان شوہر کے ذمہ ہے ہاں شوہر کی وفات کے بعد عدت بیٹھنے میں شوہر کے مال سے اسکو نفقہ نہیں ملیگا اور نہ طلاق کی ایسی صورتوں میں وہ نفقہ کی مستحق ہوتی ہے جن میں خود زوجہ کا قصور ہو۔ (فقہ)

بیوی جب تک نکاح میں ہے یا طلاق کی عدت کے اندر ہے اسکا خرچ پات شوہر کے ذمہ ہے خواہ بیوی مالدار اور شوہر غریب ہی ہو۔ ہاں ان صورتوں میں اسکا خرچ مرد کے ذمہ واجب نہیں ہے کہ نکاح کے بعد شوہر اس کی رخصتی چاہے اور وہ نہ آئے یا اسکے ماں باپ رخصت نہ کریں یا بیوی کم عمر ہو اور شوہر اسکو اپنے گھر نہ لائے (اگر وہ اس کو کسی غرض سے اپنے گھر لائے تو اسکے نفقہ کا ذمہ دار ہوگا) یا اسکے ماں باپ نہ بھیجیں یا بیوی ناراض ہو کر میکے چلی جائے۔ اور آنے سے انکار کرے یا میکے میں بیمار ہو جائے اور شوہر کے بلانے سے بعذر بیماری آنے سے انکار کرے عورت حج میں اگر شوہر کے ساتھ ہو تو اسکے کھانے پہننے کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے ورنہ نہیں اور کرایہ آمد و رفت کسی صورت میں مرد کے ذمہ نہیں ہے۔ عورت کے نان ونفقہ میں دونوں کی رعایت رکھی جائیگی۔ اگر دونوں مالدار ہوں تو مالداروں کے موافق۔ اور اگر دونوں میں سے ایک مالدار ہو تو اوسط درجہ کا نان ونفقہ مرد کے ذمہ ہے۔ تیل۔ کنگھی۔ کھلی۔ صابون۔ وضو اور نہانے دھونے کا پانی مرد کے ذمہ ہے۔ سرمہ مسی پان۔ تمباکو اور دھوبی کی تنخواہ اسکے ذمہ نہیں۔

عورت کے اکیلے رہنے سہنے کے لئے کوئی گھر یا کسی

Marfat.com

بڑے گھر کا کوئی خاص حصہ مہیا کر دینا بھی شوہر کے ذمہ ہے جہاں دونوں بیوی میاں بے تکلفی سے رہ سکیں ہاں اگر عورت اپنی خوشی سے کسی گھر میں مشترک طور پر رہنا منظور کرے تو درست ہے تاہم اسکا حق ہے کہ اسکے لئے کوئی علیحدہ جگہ اپنا مال اسباب رکھنے کے لئے مخصوص کر دی جائے جسکا قفل چابی اسی کے ہاتھ میں ہوں۔

چھوٹی اولاد کا نفقہ باپ کے ذمہ ہے۔ اگر بچہ شیر خوار ہو تو اسکی ماں اسے دودھ پلانے کی ذمہ دار نہیں باپ کا فرض ہے کہ کوئی دودھ پلانے والی عورت نوکر رکھے۔ نابالغ لڑکی کا نفقہ باپ یا دادے کے ذمہ ہے اگرچہ اسکا دین اس کے خلاف ہو جسطرح بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے اگرچہ دونوں کے دین مختلف ہوں (قد) اگر باپ بچے کی پرورش کے لئے خرچ نہ دے تو قاضی اسے مجبور کرے اور قید کرے اور باپ کمانے سے عاجز ہو تو اسکی بیوی کو حکم دیا جائے کہ قرض لے کر بچے پر خرچ کرے اور وہ قرض اسکے باپ کے ذمہ سمجھا جائے۔ اور یہ قرض اس سے دلایا جائیگا۔ اور بچے کا گذارہ بھیک مانگ مانگ کر ہو رہا ہو تو اس صورت میں باپ سے خرچ مجرا نہیں لیا جائیگا۔ شیر خواری کے بعد اگر بچے کے پاس مال ہو تو اسکے مال سے نفقہ پورا کیا جائیگا۔ اور مال غائب ہو تو باپ علی الحساب نفقہ دیتا جائے۔ اور پھر اسکے مال سے مجرا کر لے۔ صحیح مذہب یہ ہے کہ مفلس باپ اپنے بچے کے حق میں متوفی کا حکم رکھتا ہے۔ ایسی صورت میں بچہ کا نفقہ دادا کے ذمہ ہے (عا)

فرزند ذی مقدور ہو تو اسکو مجبور کیا جائیگا کہ اپنے والدین کے نفقہ کا متکفل ہو۔ خواہ وہ مسلمان ہوں۔ یا ذمی ہوں۔ اگر کئی بیٹے بیٹیاں ہوں تو والدین کے نفقہ میں سب کو برابر مدد دینا لازم ہے۔ سوتیلی ماں کے نفقہ کے لئے مجبور نہیں کیا جائیگا۔ ہاں اگر باپ کسی خاص معذوری میں ایک خادم کا محتاج اور ایک بیوی جو اسکے بیٹے کی سوتیلی ماں ہے اسکی خدمتگذاری کرتی ہے تو بیٹے پر اس سوتیلی ماں کا نفقہ لازم ہے بڑا بھائی اپنے چھوٹے سوتیلے بھائی بہنوں کے اخراجات کا ذمہ دار ہوتا ہے جو مفلس ہوں۔ اگر فرزند باپ اور ماں میں سے صرف ایک کے خرچ کا ذمہ اٹھا سکتا ہے تو ماں کا حق مقدم ہے۔ دادا اگر نادار ہو تو اسکا نفقہ پوتے کے ذمہ ہے۔ اگر ایک مفلس شخص کی ایک بیٹی اور ایک حقیقی بہن ہو تو اس شخص کا نفقہ بیٹی کے ذمہ ہوگا۔ (ایضاً)

نفیسہ | ابو محمد حسن بن زید بن حسن بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیٹی کا نام ہے جو اپنے خاوند اسحٰق بن جعفر صادق کے ساتھ مصر میں آئی تھیں۔ آپ بڑی پرہیز گار اور عبادت گذار عورت تھیں۔ امام شافعی رح آپ سے حدیث سنا کرتے تھے۔ ۲۰۸ھ میں مصر میں فوت ہوئیں۔ (کن)

نقب | نقب زنی۔ اس کے احکام معلوم کرنیکے لئے دیکھو (سرقہ)

نقباء | جمع نقیب کی جسکے معنے ہیں چوکیدار صوفیہ کی اصطلاح میں ان اولیاء اللہ کی جماعت ہے جو اسم باطن کی حقیقت کو پہونچ چکے ہیں۔ پس لوگوں کے باطنی حالات سے واقف ہو کر ان کے دل کی مخفی باتیں معلوم کر لیتے ہیں۔ انکی تین قسمیں ہیں اول نفوس علویہ جو حقائق الامریہ ہیں۔ دوم نفوس سفلیہ جو حلقیہ ہیں۔ سوم نفوس وسطیہ جو حقائق انسانیہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک نفس میں اللہ تعالیٰ کی امانت مذکور ہے جو اسرار الٰہیہ وکونیہ پر مشتمل ہے۔ ان اولیاء کی تعداد تین سو ہے (تع)

نقدی | قرآن مجید میں صرف تین سکے مذکور ہیں۔ قنطار۔ دینار۔ درہم (تفصیل کیلئے دیکھو ہر ایک کا بیان)

Marfat.com

نقل صحیح اصل اصل بات نقل کر دینا (ص۔م) میں صحیح طور پر حدیث نقل کرنا جو اصطلاح حدیث نقل کی جائے اسے حدیث صحیح کہتے ہیں۔ دیکھو (حدیث صحیح)۔

نقوع الزبیب عرق کشمش۔ اس پانی کو کہتے ہیں جس میں کشمش بھگو دیجائے جس حد تک اس پانی میں نشہ پیدا نہ ہو اسکا پینا جائز ہے۔ مگر جب اس میں نشہ پیدا ہو جائے تو حرام ہو جاتا ہے۔

نقیر اصل میں نقیر کہتے ہیں اس ننھے سے گڑھے کو جو چھوہاروں کی گٹھلی میں ہوتا ہے۔ عرب میں چھوہاروں کی کثرت ہے اس لئے ان کی بولی میں حد درجے کی کمی کے لئے چھوہارے کے اس ننھے سے گڑھے کی تمثیل دی جاتی ہے جیسے ہمارے ہاں رتی۔ تل۔ رائی۔ ذرہ وغیرہ۔

قرآن مجید میں کئی جگہ یہ لفظ آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا (پ۔ نساء۔ ع ۱۸)۔ یعنی اور تل برابر بھی انکی حق تلفی نہ ہوگی۔

نکاح (ل) ملانا۔ جمع کرنا۔ (نع) (ص۔ش) میں نکاح اس عقد کو کہتے ہیں جو ایک مرد کسی عورت کے ساتھ اس مطلب کے لئے قائم کرتا ہے کہ اس سے معاشرتی فوائد حاصل کرے۔ یا یوں کہو کہ ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان جو تعلق اس غرض سے قائم کیا جاتا ہے کہ وہ دونوں آپس میں خوشی اور اطمینان سے رہیں سہیں۔ اولاد کے ماں باپ بنیں اور زندگی کی ضرورتوں میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں۔ اس کو نکاح کہتے ہیں۔

حالت اعتدال میں تو نکاح سنت ہے۔ مگر غلبہ شہوت کے وقت واجب ہے (کنز الدقائق)

نکاح ایجاب اور قبول کے دو لفظوں سے منعقد ہوتا ہے جن میں ماضی کا صیغہ استعمال کیا جائے اگر ایک لفظ ماضی اور دوسرا مستقبل ہو تو بھی درست ہے۔ مثلاً ایک فریق کہے مجھے نکاح کر دے اور دوسرا جواب دے کہ میں نے نکاح کر دیا (الخ)

ماضی کے صیغے کی مثال یہ ہے کہ مثلاً عورت کا وکیل ایجاب کے طور پر مرد سے کہے۔ میں نے اسقدر مہر کے بدلے فلاں عورت کا نکاح تجھ سے کیا۔ اور مرد اسکو یوں جواب دے کہ میں نے قبول کیا۔

مسلمان مرد اور عورت کے نکاح کا عقد قائم ہونے کی یہ چند شرطیں ہیں۔

(۱) مرد کا عاقل ہونا۔ اسلئے مجنون اور بے شعور لڑکے کا نکاح نہیں ہوتا۔

(۲) عورت کا شرعاً قابل نکاح ہونا۔

(۳) فریقین میں سے دونوں کا ایک دوسرے کے کلام کو سننا۔ یعنی عورت اور مرد سنتے ہوں یا عورت کی جگہ اسکا وکیل یا ولی سنتا ہو۔

(۴) ایسے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے نکاح ہونا جو آزاد مسلمان عاقل اور بالغ ہوں۔

(۵) دونوں شاہدوں کا ایجاب و قبول کے لفظوں کو سننا۔

(۶) بالغہ عورت کا اس شخص کے ساتھ نکاح کرنے پر راضی ہونا۔

(۷) ایجاب و قبول کے لفظوں کا ایک ہی مجلس میں ادا ہونا۔

(۸) ایجاب اور قبول کا ایک دوسرے کے مخالف نہ ہونا۔ مثلاً ایجاب کے لفظ یہ ہوں "میں تجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح ایک ہزار درہم مہر پر کرتا ہوں" اور اسکا قبول ان لفظوں سے کیا جائے کہ میں نے

Marfat.com

نکاح قبول کیا مگر مہر منظور نہیں"۔ ایسی صورت میں نکاح جائز نہیں۔

(۹) مرد اور عورت کا معین ہونا۔ مثلاً اگر ایک شخص کی دو کنواری لڑکیاں ہوں تو ایجاب اور قبول میں صرف یہ کہنا کافی نہیں کہ میں اپنی لڑکی نکاح میں دیتا ہوں بلکہ نام وغیرہ کی تعیین لازم ہے۔ ہاں اگر دوسری لڑکی منکوحہ ہو تو ویسے بھی نکاح ہو جائیگا۔

یہ عورتیں مرد پر حرام ہیں یعنے ان سے نکاح جائز نہیں۔

(۱) اس کی اصل یعنے ماں۔ دادی۔ پڑدادی نانی۔ پڑنانی اور اس سے اوپر جہانتک سلسلہ نسب چلا جائے۔ (۲) اسکی فرع یعنی بیٹی پوتی نواسی اور انکی اولاد جہانتک چلی جائے۔ (۳) بہن (۴) بھانجی اور اسکی اولاد۔ (۵) بھتیجی اور اسکی اولاد (۶) پھوپھی (۷) خالہ (۸) اپنی اس بیوی کی بیٹی جس سے وہ صحبت کر چکا ہو (۹) اپنی بیوی کی ماں اور اسکی اصل۔ اپنی اصل کی بیوی یعنی باپ دادا اور نانا کی بیوی (۱۱) اپنی فرع کی بیوی یعنے بیٹے پوتے کی بیوی۔ جہانتک سلسلہ چلے۔ (۱۲) وہ سب عورتیں جنپر دودھ کے رشتے سے اوپر کے نام صادق آتے ہوں۔ (۱۳) بیوی کی زندگی میں اسکی بہن یا کوئی اور اسکی ایسی رشتہ دار کہ ان دو میں سے جسکو مرد فرض کر لیا جائے تو دوسری عورت اس فرضی مرد پر حرام ہو۔ خواہ یہ حرمت نسب سے ہو یا دودھ سے (۱۴) مشرک اور مجوسی عورت۔ جو شخص کسی عورت سے زنا کرے یا بُرے خیال سے ہاتھ لگائے یا نظر کرے اسپر اس عورت کی اصل اور فرع اور عورت پر اس مرد کی اصل اور فرع حرام ہو جاتی ہے۔ جو عورت پہلے سے کسی کے نکاح میں ہو اور اسکو طلاق نہ دی گئی ہو اس کے ساتھ نکاح درست نہیں طلاق پا چکنے یا شوہر کے گذر جانے کے بعد عورت جبتک عدت میں ہو اس وقت تک بھی یہی حکم ہے عورت کو طلاق دینے کے بعد جب تک وہ عدت میں ہے اسکی بہن سے نکاح کرنا درست نہیں۔ نکاح میں ایک سے چار عورتوں کو جمع کرنا جائز ہے زیادہ کو نہیں۔ اگر کسی شخص کی چار بیویاں موجود ہوں تو انکی موجودگی میں اسکو اور کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنا درست نہیں۔ مالک کو لونڈی سے اور غلام کو مالکہ سے نکاح کرنا حرام ہے۔ معین وقت مثلاً ہفتہ یا مہینہ یا سال یا نہ عرصہ کے لئے نکاح کرنا جسے نکاح موقت کہتے ہیں اور محض نفسانی فائدوں کے لئے چند دنوں تک نکاح کرنا جسے متعہ کہتے ہیں درست نہیں۔ کوئی شخص اپنی عورت کو تین طلاقیں دیدے اور عورت کسی اور شخص کے ساتھ اس غرض سے نکاح کرلے کہ پھر اس سے طلاق لیکر پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کرنے کے لئے حلال ہو تو ایسے نکاح کو حلالہ کہتے ہیں۔ جسکے کرنیوالے کی برائی حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اس سے بچنا چاہیئے۔

آزاد۔ بالغ اور عاقل عورت کا نکاح اسکی اپنی رضامندی سے منعقد ہو جاتا ہے۔ خواہ اسکا ولی (سرپرست) اجازت دے یا نہ دے۔ لیکن اگر نکاح کرنے پر وہ راضی نہ ہو تو ولی کے لئے جائز نہیں کہ اسکو نکاح پر مجبور کرے خواہ وہ باکرہ (کنواری) ہو یا ثیبہ (شوہر دیدہ) ہو۔

نکاح کے وقت کفو کا لحاظ بھی مناسب ہے۔ یعنی مرد اور بیوی دونوں نسب میں۔ حریت میں اسلام میں۔ دینداری میں۔ مال میں۔ حرفہ میں ایک دوسرے کے لگ بھگ ہوں۔

مہر کا ذکر کئے بغیر بھی نکاح ہو جاتا ہے۔ اور اسکی تعداد کم سے کم دس درہم (یعنی دو روپے دس آنے) ہے۔

Marfat.com

ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ان کو رات رہنے میں اور مکان اور خرچ پات اور کھانے پینے میں برابر حصہ دینا واجب ہے۔ مگر مباشرت میں حصہ واجب نہیں۔ باکرہ اور ثیبہ۔ نئی اور پہلی مسلمہ اور کتابیہ اس میں برابر ہیں۔ اگر شوہر کو سفر پر جانے کا اتفاق ہو۔ تو جس بیوی کو چاہے ساتھ جا سکتا ہے اسمیں باری اور بانٹ نہیں ہے۔ لیکن مستحب یہ ہے کہ قرعہ ڈالے اور جسکا نام نکلے اسکو ساتھ لیجائے (کتب فقہ)۔

نکاح ثانی اگر عورت کو ایک یا دو طلاقیں دیجائیں تو عدت کے گذرنے کے بعد اسے اپنے خاوند سے دوبارہ نکاح کرنا جائز ہے اور اگر تین طلاقیں دی جائیں تو جبتک دوسرے شخص سے نکاح کرنے کے بعد ہمبستری کر کے طلاق حاصل نہ کرلے اور عدت گذار نہ لے تب تک اپنے پہلے خاوند سے نکاح نہیں کرسکتی چنانچہ قرآن شریف میں ارشاد ہے فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ تا اِنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ (س۔ بقرہ۔ ۲۹) اب اگر عورت کو (تیسری بار) طلاق دیدی تو اسکے بعد جب تک عورت دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرلے اسکے لئے حلال نہیں (ہو سکتی) ہاں اگر (دوسرا شوہر ہمبستر ہوکر) اسکو طلاق دیدے تو دونوں (میاں بی بی) پر کچھ گناہ نہیں کہ (پھر) ایک دوسرے کیطرف رجوع کرلیں بشرطیکہ دونوں کو توقع ہو کہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدوں پر قائم رہ سکیں۔

ل

ہندوؤں میں یہ رسم تھی اور اب بھی ہے کہ بیوہ عورت کو دوسری جگہ شادی نہیں کرنے دیتے اور بیچاری عورتیں یوں ہی بیٹھی اندر ہی اندر کڑھتی رہتی اور زندگی کے اعلیٰ ترین مقصد سے ہمیشہ کے لئے محروم رہ جاتی ہیں۔ مگر تعجب تو یہ ہے کہ مسلمانوں کی بعض قوموں نے جو اپنے آپ کو اعلیٰ درجہ کی مہذب اور شریف کہلاتی ہیں ہندوؤں کی اس بری رسم کی پوری پوری تقلید کی اور اسبات کی مطلق پرواہ نہ کی کہ اسلام نے بیواؤں کی نسبت کیا کچھ حکم دیا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیواؤں کا نکاح بہت جلدی کر دیا کرو۔

نکاح السر (ل) پوشیدگی کا نکاح۔ (ص۔ ش) میں اس نکاح کا نام ہے جسکی تشہیر نہ کی جائے (تع)

نکیر ان دو فرشتوں سے ایک کا نام ہے جو مردے کو قبر میں سوال کرتے ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھو لفظ۔ منکر نکیر)۔

نماز نماز فرض عبادتوں میں سے اول درجہ کی عبادت ہے اور ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے قرآن مجید میں اسکی بجاآوری کی جابجا تاکید آئی ہے سورہ بقرہ رکوع ۵ میں ارشاد ہے وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۔ اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور جو لوگ (ہمارے حضور میں بوقت ادائے نماز) جھکتے انکے ساتھ تم بھی جھکا کرو۔

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ نمازیں اور نماز جمعہ دوسرے جمعہ تک اور رمضان دوسرے رمضان تک ان تمام گناہوں کا کفارہ ہیں جو ان کے درمیان ہوں جبکہ کبائر سے پرہیز کیا گیا ہو (مش)

اور انہی سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تم دیکھتے ہو کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر دریا ہو۔ اس میں وہ ہر روز پانچ بار نہاتا ہو۔ کیا اسکا کچھ میل باقی رہیگا؟ حاضرین نے عرض کیا کچھ میل باقی نہ رہیگا۔ فرمایا بس یہ پانچ نمازوں کی مثال ہے جنکی بدولت اللہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے ۳/۱

Marfat.com

جابر کہتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
کہ بندہ اور کفر کے مابین ترک نماز کی حد ہے۔ (″)

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ انکے دادا سے
روایت کرتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
کہ اپنی اولاد کو ساتویں سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم دو
اور دس سال کی عمر میں انکو نماز (ترک کرنے) کی وجہ سے
مارو اور انکو علیحدہ علیحدہ بستروں پر سلاؤ (″)

پانچ نمازیں جو فرض ہیں اور ہر روز پڑھی جاتی ہیں
انکے نام یہ ہیں۔

	اردو	فارسی	عربی
۱	فجر کی نماز	نماز صبح	صلوٰۃ الفجر
۲	ظہر کی نماز	نماز پیشین	صلوٰۃ الظہر
۳	عصر کی نماز	نماز دیگر	صلوٰۃ العصر
۴	مغرب کی نماز	نماز شام	صلوٰۃ المغرب
۵	عشا کی نماز	نماز شب	صلوٰۃ العشاء

فجر کی نماز کا وقت پو پھٹنے سے سورج کے نکلنے سے
پہلے تک ہے۔ ظہر کی نماز کا وقت دوپہر ڈھلنے کے بعد سے
چوتھائی دن رہے سے پہلے تک ہے۔ عصر کی نماز کا وقت
چوتھائی دن رہنے کے بعد سے سورج کے ڈوبنے سے
پہلے تک ہے۔ مغرب کی نماز کا وقت سورج ڈوب جانے
کے بعد سے کوئی ڈیڑھ گھنٹہ تک ہے۔ اسکے عشا کا
وقت شروع ہوتا ہے اور فجر سے پہلے تک رہتا ہے
نماز سے پہلے فرض ہے کہ مرد ناف سے گھٹنوں تک
اور عورت قدموں کے سوا باقی سارا بدن ڈھانپے۔ اور
بدن۔ کپڑا اور نماز پڑھنے کی جگہ پاک ہو۔

حدیث شریف میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی
تاکید آئی ہے۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے
پہلے اذان کہی جاتی ہے۔ اسکے بعد جب امام جماعت
کرانے کو تیار ہو تو اسکے پیچھے پہلی صف میں موذن یا کسی
اجازت سے کوئی دوسرا شخص قبلہ کیطرف منہ کرکے کھڑا ہو
اور اقامت کہتا ہے۔ اقامت کے وہی لفظ ہیں جو اذان
کے ہیں۔ مگر اس میں قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ دو بار زائد
کہنا ہوتا ہے۔ جب اقامت کہنے والا حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ
پر پہنچتا ہے تو امام کھڑا ہوتا ہے اور مقتدی صفیں درست
کر لیتے ہیں قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کہنے کے موقع پر امام
قبلہ کیطرف منہ کر لیتا ہے۔ پھر نماز جماعت کی نیت کرکے
اللہ اکبر کہتا ہوا دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتا ہے۔
اور ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں پر رکھتا ہے۔ مقتدی
بھی اسیطرح کرتے ہیں پھر امام اور مقتدی سب کے سب
آہستہ دل میں ثنا پڑھتے ہیں۔ پھر امام اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ
الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
آہستہ پڑھتا ہے۔ اس کے بعد وہ سورۃ فاتحہ اور پھر
قرآن شریف کی کوئی سورت یا ایک بڑی آیت پڑھتا
ہے۔ ظہر و عصر کی جماعت میں سورۃ فاتحہ اور ساتھ
کی قرأت آہستہ اور فجر و مغرب اور عشا کی جماعتوں میں
آواز سے پڑھتا ہے۔ مگر مقتدی کسی نماز کی جماعت میں
سورہ فاتحہ وغیرہ قرأت نہیں پڑھتے۔ چپکے سجدہ کی جگہ
پر نگہ جمائے کھڑے رہتے ہیں۔ فجر مغرب اور عشا کی
نمازوں میں جب امام سورت فاتحہ پڑھ چکے تو امام اور
مقتدی آہستہ دل میں کہیں۔ آمین۔ اس کھڑے
ہونے کا نام قیام ہے اور جو کچھ اس میں پڑھا جاتا ہے اسے
قرأت کہتے ہیں۔ قیام کے بعد امام آواز سے اور مقتدی
آہستہ سے کہتے ہیں اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اور پہلے امام پھر مقتدی
رکوع کرتے ہیں۔ اور سب کے سب آہستہ سے دل میں
تین یا پانچ یا سات مرتبہ کہتے ہیں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ
پھر امام آواز سے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتا ہوا کھڑا
ہو جاتا ہے اور اسکے بعد مقتدی بھی کھڑے ہوتے
ہیں مگر یہ لفظ نہیں کہتے اور جب امام یہ لفظ کہہ چکتا
تو مقتدی آہستہ سے کہتے ہیں رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ
امام یہ لفظ نہیں کہتا۔ اسکے بعد امام آواز سے اور

Marfat.com

مقتدی آہستہ سے تکبیر کہکر پہلے امام اور پھر مقتدی سجدہ میں جاتے ہیں۔ اور سب کے سب آہستہ سے دل میں تین یا پانچ یا سات بار کہتے ہیں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پھر امام آواز سے اور مقتدی آہستہ سے تکبیر کہکر اُٹھتے ہیں اور جلسہ میں بیٹھتے ہیں اور پھر تکبیر کہکر اسی طرح سجدہ کرتے ہیں۔ یہانتک ایک رکعت پوری ہوئی۔ اسکے بعد امام آواز سے اور مقتدی آہستہ سے تکبیر کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور دوسری رکعت شروع کرتے ہیں۔

یہ بھی پہلی رکعت کیطرح پڑھی جاتی ہے مگر ثنار اور اعوذ نہیں پڑھی جاتی۔ جب دوسری رکعت پوری ہو جاتی ہے تو تکبیر کہکر اسیطرح بیٹھ جاتے ہیں جسطرح جلسے میں بیٹھے تھے۔ یہ قعدہ ہے۔ اب اگر تین یا چار رکعتیں پڑھنی ہوں تو تشہد پڑھ کر اسیطرح تکبیر کہتے ہوئے سب اُٹھتے ہیں اور باقی رکعتیں بھی اسی طرح پڑھتے ہیں۔ مگر ان میں امام سورہ فاتحہ آہستگی سے پڑھتا ہے اور اسکے ساتھ اور کوئی سورۃ یا آیۃ نہیں پڑھتا۔ سب سے آخری رکعت کے بعد قعدہ میں تشہد پڑھا جاتا ہے اور اسکے ساتھ درود اور دعا سب کے سب آہستہ پڑھتے ہیں۔ پھر امام بلند آواز سے اور مقتدی آہستگی سے پہلے داہنیں طرف پھر بائیں طرف منہ کرکے کہتے ہیں۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ۔

جماعت ہو رہی ہو تو اسکے ساتھ ملجانے کا حکم ہے علیحدہ نماز پڑھنی ممنوع ہے۔ امام رکوع سجدہ تشہد یا جس حالت میں ہو اسی حالت میں جا ملتے ہیں۔ اور جتنی نماز وہ پڑھے اسکے ساتھ پڑھتے ہیں۔ جب وہ داہنیں طرف سلام پھیرتا ہے تو بعد میں شامل ہونیوالے چپکے بیٹھے رہتے ہیں۔ جب دوسری طرف سلام پھیرتا ہے تو تکبیر کہکر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور باقی نماز پوری کر لیتے ہیں۔

اگر فرض اکیلے پڑھنے ہوں تو اللہ اکبر کہکر جو کچھ امام پڑھتا ہے سب آہستگی سے پڑھتے ہیں۔ سنتوں میں بھی اسیطرح کیا جاتا ہے۔ مگر چار سنتیں ہوں تو آخری دو رکعتوں میں بھی سورۃ یا آیت پڑھنی واجب ہے۔

لڑکیاں اور عورتیں بھی اسی طرح نماز پڑھتی ہیں۔ مگر نیت باندھتے وقت ہاتھ صرف کندھوں تک اُٹھاتی اور سینہ پر باندھتی ہیں۔ رکوع میں گھٹنوں پر انگلیاں کھلی رکھنا اور سمٹ کر سجدہ کرنا اور قعدہ میں دونوں پاؤں داہنیں طرف نکالکر بائیں چوتڑ پر بیٹھنا بھی عورتوں کے لئے مخصوص ہے۔

اور عام طور پہ نماز پڑھنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے اور نماز کی کئی قسمیں ہیں۔ فرض۔ سنت۔ نفل۔ وتر۔ اور یہ سب نمازیں اسی طریقہ سے پڑھی جاتی ہیں۔ جو مذکور ہوا فرق اگر ہے تو بہت تھوڑا ہے۔ پانچوں وقت فرض نمازوں کے علاوہ باقی قسم کی نمازیں بھی پڑھی جاتی ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

فجر۔ دو سنتیں۔ دو فرض۔

ظہر۔ چار سنتیں۔ چار فرض۔ دو سنتیں۔ دو نفل۔

عصر۔ چار سنتیں۔ چار فرض۔

مغرب۔ تین فرض۔ دو سنتیں۔ دو نفل۔

عشاء۔ چار سنتیں۔ چار فرض۔ دو سنتیں۔ دو نفل تین وتر۔ دو نفل۔

فرض نماز مسلمان عاقل بالغ آدمی کو کسی حالت میں معاف نہیں ہوتی۔ اسکو چھوڑنے والا بڑا گنہگار اور اس سے انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ وتر کی نماز واجب ہے۔ یہ بھی فرض نماز کے قریب قریب حکم رکھتی ہے۔ فجر کی فرض نماز سے پہلے اور ظہر مغرب و عشا کی فرض نماز کے پیچھے دو دو رکعتیں اور ظہر کی فرض نماز سے پہلے چار رکعتیں سنت ہیں جنکے پڑھنے کی بڑی تاکید آئی ہے اور انکا چھوڑ دینا گناہ ہے بعض

Marfat.com

اور عشا کے فرضوں سے پہلے چار چار سنتیں پڑھنی مستحب ہیں۔ انکا پڑھنا ثواب ہے اور نہ پڑھنا کوئی گناہ نہیں۔ اور نفلوں کا بھی یہی حکم ہے۔

اوپر جن نمازوں کا ذکر گزر چکا ہے وہ یا تو فرض یا واجب ہیں یا سنت موکدہ ہونے کے سبب عموماً روزانہ پڑھی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ کئی ایسی نمازیں بھی ہیں جو یا تو نفل ہیں اور محض ثواب کی خاطر روزانہ یا کبھی کبھی پڑھی جاتی ہیں۔ یا سنت ہیں مگر انکا وقت مقرر نہیں بلکہ کسی خاص وقت پر موقوف ہوتی ہیں یا وہ انسانی حاجتوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور جب ضرورت ہو تو دعا کے طور پر پڑھی جاتی ہیں۔ ان کے اصطلاحی نام اور وہ مشہور نام جن سے ذیل میں ان کا ذکر اس کتاب میں کیا گیا ہے دونوں درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ صلوۃ التہجد۔ دیکھو تہجد کی نماز۔
۲۔ صلوۃ الاشراق۔ ،، اشراق کی نماز۔
۳۔ صلوۃ الضحیٰ۔ ،، چاشت کی نماز۔
۴۔ صلوۃ التسبیح۔ ،، صلوۃ التسبیح۔
۵۔ صلوۃ الاوابین۔ ،، اوابین کی نماز۔
۶۔ تحیۃ الوضو۔ ،، تحیۃ الوضو۔
۷۔ صلوۃ الاستخارہ۔ ،، استخارہ کی نماز۔
۸۔ صلوۃ الحاجۃ۔ ،، حاجت کی نماز۔
۹۔ صلوۃ الاستسقاء۔ ،، استسقاء کی نماز۔
۱۰۔ صلوۃ الکسوف والخسوف ،، کسوف و خسوف کی نمازیں۔

علاوہ ازیں فرض نمازوں کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں انسانی حالت کے تغیر سے مسائل متغیر ہو گئے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ صلوۃ الخوف۔ دیکھو خوف کی نماز۔
۲۔ صلوۃ المسافر۔ ،، مسافر کی نماز۔

نماز کی جزئی اصطلاحات کا بیان اپنے اپنے موقع پر آئیگا۔

نماز تراویح

رمضان میں عشا کی نماز کے بعد اور وتر سے پہلے تراویح کی بیس رکعت با جماعت یا اکیلے پڑھنی سنت ہیں۔ دو دو رکعت یا چار چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھی جاتی ہیں۔ ہر چار رکعت کو ترویحہ کہتے ہیں۔ ہر ترویحہ کے بعد اتنی دیر بیٹھنا چاہئیے جتنے میں چار رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ تراویح اگر قضا ہو جائیں تو انکا پھر پڑھنا ضروری نہیں سارے ماہ رمضان کی نماز تراویح میں قرآن مجید کا ایک ختم سنت ہے۔ اگر ہو سکے تو دو یا تین یا اس سے بھی زیادہ ختم کئے جاتے ہیں مگر ایک ختم نہیں چھوڑنا چاہیئے اگر امام حافظ قرآن نہ ہو تو چھوٹی سورتیں ہی تراویح کی جماعت میں پڑھ سکتا ہے۔ تراویح کے بعد وتر بھی جماعت سے پڑھے جاتے ہیں امام وتروں کی تینوں رکعتوں میں قرأت آواز سے اور امام و مقتدی دونوں دعائے قنوت آہستہ پڑھتے ہیں۔ رمضان کے سوا باقی ایام میں وتر الگ الگ پڑھے جاتے ہیں۔ (کذا فی کتب الفقہ)

شیعی مذہب میں بھی رمضان کی راتوں کو نوافل کا پڑھنا مشروع ہے۔ مگر ان نوافل کو تراویح نہیں بلکہ نافلہ رمضان کہتے ہیں۔ اور انکی تعداد ایک ہزار رکعت ہے جن میں سے بیس رکعت ہر شب پڑھی جاتی ہیں آٹھ رکعت مغرب کے بعد اور بارہ عشا کے بعد اور عشرہ آخرہ کی بعض راتوں کو سو سے زیادہ رکعتیں پڑھی جاتی ہیں (مختصر النافع رسالہ فقہ علامہ مجلسی)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابتدا، نماز تراویح ایک دو مرتبہ جماعت سے پڑھائی۔ مگر پھر اس خیال سے یہ نماز مسلمانوں پر واجب ہو گئی تو ان کو بار ہو جائے گی اپنے گھر تنہا پڑھنی شروع کی اور صحابہ کو تاکید فرماتے رہے کہ مسجد میں جسقدر رکعتیں پڑھ سکیں پڑھیں۔ چنانچہ کوئی پچاس کوئی سو کوئی اس سے بھی زیادہ رکعتیں

Marfat.com

پڑھنا۔ مگر خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ ان رکعتوں میں قرآن مجید کثرت سے پڑھتے تھے۔ فجر سے پہلے تک صرف آٹھ رکعتیں پڑھنی پاتے تھے کہ سحر کا وقت گزر جانے کے قریب ہو جاتا اور بڑی عجلت سے سحری کھاتے ان آٹھ رکعتوں میں آپ کے پاؤں پر ورم آجاتا آنحضرت کی وفات کے بعد چونکہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اور تراویح با جماعت کے وجوب کا احتمال نہ رہا اسلئے حضرت عمر بن الخطاب نے اپنے عہد خلافت میں مسجدوں میں حاضر ہو کر با جماعت تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔ اور ان کی تعداد بھی جو اب تک آٹھ سے لیکر سو سے زیادہ تک غیر متعین چلی آتی تھی ایک معتدل و متوسط مقدار یعنے بیس میں متعین کر دی جس پر تمام امت کا اجماع ہو گیا اور چاروں ائمہ اہل سنت کا اسپر اتفاق ہے۔ مگر اہلحدیث (غیر مقلدین) آٹھ رکعت تراویح پڑھنا ہی مسنون سمجھتے ہیں۔ اور بیس رکعت کی تعیین انکے نزدیک بدعت ہے اور نماز تراویح ان کے نزدیک کوئی جداگانہ نماز نہیں بلکہ وہی نماز تہجد ہے جسکو ماہ رمضان میں اول شب میں پڑھا جاتا ہے۔

نماز کی دعائیں نماز شروع کرتے وقت جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے بعد اور قراءت سے پہلے یہ دعا پڑھا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ. اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِيْ مِنْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ (تر)
خداوندا مجھ میں اور میرے گناہوں میں اتنی ہی دوری ڈالدے جتنی مشرق اور مغرب میں دوری ڈالی ہے۔ خداوندا مجھے گناہوں سے ویسا ہی پاک و صاف کر دے جیسا سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ خداوندا مجھے گناہوں سے پانی اور برف اور اولے کے ساتھ دھو دے"
اور کبھی پڑھتے اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَعْمَالِ وَاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَقِنِيْ سَيِّئَ الْاَعْمَالِ وَسَيِّئَ الْاَخْلَاقِ لَا يَقِيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ۔
یعنی۔ بے شک میری نماز اور میری تمام عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے کوئی اسکا شریک نہیں اور مجھکو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں اسکے فرمانبرداروں میں پہلا فرمانبردار ہوں۔ خداوندا مجھے بہترین اعمال اور بہترین اخلاق کی راہ دکھا۔ تیرے سوا کوئی بہترین اعمال و اخلاق کی راہ نہیں دکھا سکتا اور مجھے بدترین اخلاق سے بچالے۔ تیرے سوا کوئی بدترین اعمال و اخلاق سے بچا نہیں سکتا۔

نماز وتر ایک خاص نماز ہے جو عشا کی فرض نماز کے بعد پڑھی جاتی ہے تین رکعتیں ہوتی ہیں تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر تکبیر کہیں۔ اور دعائے قنوت پڑھتے ہیں اگر دعائے قنوت نہ آتی ہو تو اسکی جگہ یہ دعا پڑھنے کی اجازت ہے رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ یا تین مرتبہ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ کہیں۔ حنفیوں کے نزدیک وتر کے سوا اور کسی نماز میں دعائے قنوت نہیں پڑھی جاتی مگر اہلحدیث (غیر مقلدین) فجر کی نماز میں بھی دعائے قنوت پڑھتے ہیں۔ نیز وہ اس امر میں بھی اختلاف رکھتے ہیں کہ اس دعا کو رکوع سے پہلے نہیں پڑھتے۔ بلکہ رکوع کے بعد قومہ میں ہاتھ اٹھا کر پڑھتے ہیں۔

نمرود ایک کافر بادشاہ کا نام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں گزرا ہے اور خدائی کا دعوےٰ کرتا تھا۔ جو شخص اسکے دربار میں جاتا تھا اسکو

Marfat.com

سجدہ کرتا تھا۔ اس نے حضرت ابراہیم کو اپنے سامنے بلایا۔ مگر انہوں نے سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ اور بحث میں نمرود کو لاجواب بھی کر دیا۔ نمرود انکا دشمن ہوگیا۔ اور انکو آگ میں ڈال دیا۔ مگر خدا نے انکو صحیح و سالم رکھا۔ (جامع التواریخ)

مفصل حالات ابراہیم کے ذکر میں درج ہیں۔
قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اسکا ذکر آیا ہے۔

نمل نملۃ کی جمع ہے جسکے معنے چیونٹی کے ہیں۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے چونکہ اس سورۃ میں ان چیونٹیوں کا قصہ مذکور ہے جنہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کو دیکھکر کہا تھا کہ اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ لشکر تمہیں کچل ڈالے۔ اسلئے اسکا نام نمل ہوا۔ یہ سورۃ مکیہ ہے۔ اسکی ترانوے آیات اور سات رکوع ہیں۔

نمیمہ چغلی لگانا۔ بجھانا۔ یہ خصلت کبائر گناہوں میں شمار ہوتی ہے۔ حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنا ہے کہ چغلی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (صحیح مسلم)

اگر کسی شخص کی نسبت ایسی بات اڑائی جائے جو سچی ہو۔ لیکن اگر اسکے روبرو بیان کی جائے تو وہ غصہ ہو اسے غیبت کہا جاتا ہے۔ دیکھو (غیبت)۔
اگر جھوٹی بات اڑائی جائے تو یہ افترا اور بہتان ہے دیکھو (بہتان)۔

نوافل نوافل جمع ہے نافلہ کی اسکے معنے ہیں نماز نفل۔ اور اس میں نماز سنت اور نفل نمازیں شامل ہیں۔ نماز کے لفظ میں فرض نماز پڑھنے کا طریقہ بیان ہو چکا۔ سنت اور نفل نمازیں بھی اسیطرح پڑھی جاتی ہیں جس طرح فرض نماز۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک تو سنت و نفل کی ساری رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد قرارت واجب ہے۔ دوسرے نفل نمازیں بلا عذر بھی بیٹھکر پڑھی جاتی ہیں مگر کھڑے ہو کر شروع کرنیکے بعد بیچ میں بلا عذر بیٹھ جانا مکروہ ہے۔ جب نفل کو قصداً شروع کیا جائے اسکا پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

بہت سی قسم کی سنت اور نفل نمازیں ہیں جنکا ذکر اپنے اپنے موقع پر مندرج ہے اور ان سب کے نام نماز کے بیان میں مذکور ہیں۔

نواقض علی الروافض شریف مرزا مخدوم بن میر عبدالقادر کی تصنیف ہے جس میں روافض کی تردید کی گئی ہے۔ سید محمد بن عبدالرسول نے اسکو مختصر کیا۔ شریف مرزا ۹۹۵ھ اور سید محمد ۱۱۰۳ھ میں فوت ہوئے (کشف)۔

نوح ایک اولوالعزم پیغمبر کا نام ہے جنکا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے۔ چنانچہ سورہ اعراف رکوع ۸ میں ارشاد ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ تا فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ فِی الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ ۝
یعنی قسم اللہ کی ہم نے نوح کو اسکی قوم کیطرف بھیجا۔ اس نے کہا بھائیو اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا کوئی تمہارا سچا معبود نہیں مجھکو تم پر بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ اسکی قوم کے سردار کہنے لگے ہم تو بےشک سمجھتے ہیں کہ تم کھلی گمراہی میں ہے۔ نوح نے کہا۔ بھائیو! میں تو گمراہ نہیں ہوں۔ البتہ اسکا بھیجا ہوا ہوں جو سارے جہان کا مالک ہے۔ میں تم کو اپنے مالک کا پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری بھلائی

Marfat.com

چاہتا ہوں اور اللہ کیطرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ کیا تمکو اس بات سے تعجب ہوا کہ تمہارے مالک کا ارشاد تمہیں میں سے ایک مرد کی زبان پر تم کو پہنچا۔ اسلئے کہ وہ تمکو (اسکے عذاب سے) ڈرائے۔ اور اسلئے کہ تم (گناہوں سے) بچو۔ اور اسلئے کہ تم پر رحم ہو۔ آخر ان لوگوں نے انکو جھٹلایا۔ تو ہم نے انکو اور ان کے ساتھیوں کو جو انکے ساتھ کشتی میں تھے بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ڈبو دیا (کیونکہ وہ عقل کے) اندھے لوگ تھے۔

اسکے علاوہ سورہ اعراف رکوع ۸۔ سورہ ہود رکوع سے ۴۔ سورہ انبیاء رکوع ۵۔ سورہ مومنون رکوع ۲ سورہ فرقان رکوع ۴۔ سورہ شعراء رکوع ۶۔ سورہ عنکبوت رکوع ۲۔ سورہ الصفّٰت رکوع ۳۔ سورہ ص رکوع ۱ سورہ مومن رکوع ۱۔ سورہ شورٰی رکوع ۲۔ سورہ ذاریات رکوع ۲۔ سورہ نجم رکوع ۳۔ سورہ قمر رکوع ۱۔ سورہ حاقہ ع ۱۔ سورہ نوح ع ۱-۲ میں بھی نوح علیہ السلام کا حال آیا ہے۔

نوح علیہ السلام آدم علیہ السلام کی وفات سے ایک سو چھبیس سال بعد متولد ہوئے۔ جوان ہوتے ہی منصب رسالت پر فائز ہوئے۔ مدت کی تبلیغ کے بعد صرف چند آدمی ان پر ایمان لائے۔ اور اس اثنا میں منکرین نے انکو بہت ایذائیں پہنچائیں۔ ساڑھے نو سو سال کے بعد خدا کی درگاہ میں نوح کو خطاب ہوا۔ کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ اب انپر طوفان کا عذاب آنیوالا ہے۔ تم اپنے لئے کشتی بناؤ۔ جبرئیل علیہ السلام نے سال کی لکڑی لا دی اور اسکو زمین میں لگانے کا اشارہ کیا۔ بیس یا چالیس سال کے بعد وہ بڑا درخت بن گیا تو نوح علیہ السلام نے جبرئیل کی تعلیم کے مطابق اپنے تین بیٹوں اور ایک اور شخص کی مدد سے کشتی تیار کی اندر باہر روغن قار لگایا۔ ایک ہزار گز سے زیادہ طول اور چھ سو گز عرض اور تیس گز بلند تھی۔ شمشاد کی لکڑی سے ایک تابوت بنا کر آدم علیہ السلام کا جسم بھی اس میں رکھ لیا گیا اور حفاظت نسل کے لئے ہر جانور اور چوپائے کا ایک ایک جوڑا کشتی میں رکھ لیا۔ آخر طوفان کی آمد کا وقت آگیا۔ اور ایک نانبائی کے تنور سے پانی پھوٹ نکلا۔ چشموں اور دریاؤں کے پانیوں میں بھی طغیانی آگئی۔ اوپر سے مینہ نے زور و شور کی جھڑی لگا دی۔ چالیس روز تک یہ کیفیت جاری رہی۔ جل تھل ایک ہو گئے اور پہاڑوں کی چوٹیوں سے بھی پانی چڑھ گیا۔ اس قوم کا بادشاہ صغروش نام خوف کا مارا بھاگا بھاگا پھرتا رہا۔ آخر ہلاک ہوا۔ حضرت نوح کی بیوی داعلہ اور انکے بیٹے کنعان نے جو مذہب میں ان سے اختلاف رکھتے تھے۔ کشتی میں داخل ہونے سے انکار کیا۔ آخر ایک موج نے انکی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ کشتی کوفہ سے چلی اور سات مرتبہ حرم مکہ کا طواف کیا۔ ملکوں اور سرزمینوں کو طے کرتی پھرتی رہی آخر پانچ ماہ بعد کوہ جودی کی چوٹی پر جا ٹھہری اور ایک مہینہ اسی جگہ لنگر انداز رہی کہتے ہیں کہ چونکہ شدت طوفان میں سورج کے طلوع و غروب کا پتہ نہیں ملتا تھا اسلئے نوح علیہ السلام نے اپنی کشتی میں کسی حکمت سے دو ایسے نورانی مہرے لگا لئے تھے جن سے رات دن کی گھڑیوں کا حساب معلوم ہوتا رہتا تھا اور ان کے حساب سے نماز و روزہ پر عمل کرتے تھے۔ بعض اور بھی عجیب عجیب روایات مشہور ہیں۔ مثلاً کشتی میں سے نجاست کی صفائی کرنے کے لئے حضرت نوح نے خدا کے حکم سے ہاتھی کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو اس سے خنزیر پیدا ہو گیا۔ جو کشتی کی نجاست کھا کر اسکو صاف کر دیتا تھا۔ پھر اہل کشتی کو چوہے ستانے لگے تو نوح نے شیر کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا۔ شیر نے چھینک لی تو اسکی ناک سے بلی نکل پڑی اور اس نے چوہوں کی صفائی شروع کر دی

وغیرہ۔ ایسی ہی ایک روایت یہ مشہور ہے کہ جب مینہ
تھم گیا تو انہوں نے طوفان کی خبر لانے کے لئے کوے
کو بھیجا۔ مگر وہ راستے میں کسی مردار کو دیکھکر اسی میں مشغول
ہوگیا۔ پھر کبوتر کو بھیجا تو وہ زیتون کے چند پتے توڑ لایا
جس سے معلوم ہوا کہ پانی درختوں سے اُتر چکا ہے
پھر تھوڑی دیر بعد وہ کچھ مٹی چونچ میں اُٹھا لایا۔ جو
اس بات کی علامت تھی کہ اب زمین نمودار ہوگئی۔
آخر تمام اہل کشتی عاشورا کے دن کشتی سے اُترے اور
کوہ جودی کے آس پاس ہی بستی بنائی۔ چونکہ انکی تعداد
اسّی تھی اسلئے اس بستی کا نام سوق الثمانین یعنے اسّی
آدمیوں کا بازار قرار پایا۔ پھر وبا آگئی اور وہ سب کے سب
اشخاص وفات پاگئے صرف نوحؑ اور انکے تین فرزند
اپنی بیویوں سمیت باقی بچے جنکے نام سام۔ حام اور
یافث ہیں۔ حضرت نوحؑ نے تمام ربع مسکون کو
تینوں فرزندوں میں تقسیم کردیا۔ ملک شام۔ فارس۔
خراسان۔ عراق سام کے حوالہ کئے۔ دیار مغرب۔ حبشہ
سندھ۔ ہند اور سوڈان حام کو دئے اور چین و ترکستان
یافث کو عطا کئے۔

طوفان کا واقعہ آدم علیہ السلام کے نزول سے دو ہزار
دو سو بیاسی (۲۲۸۲) سال بعد وقوع میں آیا۔ اسکے
بعد حضرت نوحؑ تین سو پچاس سال زندہ رہے رحلت
کے وقت جبرئیل اور عزرائیل کے سوال پر انہوں نے
کہا۔ زندگی کو میں نے ایک ایسا گھر پایا ہے جسکے دو
دروازے ہیں۔ ایک دروازہ سے داخل ہوا۔ لحظہ بھر
اندر ٹھہرا پھر دوسرے دروازہ سے باہر نکل گیا حضرت
نوحؑ کی عمر ایک ہزار چار سو چھیاسٹھ (۱۴۶۶) سال
ہوئی۔ بعضے کچھ اور تعداد بتاتے ہیں۔ حضرت نوحؑ کا
لقب شیخ الانبیاء اور نجی اللہ ہے۔ انکو آدم ثانی بھی
کہتے ہیں۔ دس صحیفہ ان پر نازل ہوئے۔ قبر مبارک
بیت المقدس میں ہے۔ (جا)

نوحہ مردوں پر رونا چلانا۔ میت پر رونا چلانا۔ منہ
پیٹنا۔ کپڑے پھاڑنا۔ اور چیخیں مارنا ناجائز
ہے اور اس سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔ چنانچہ
حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ سعد بن عبادہ کسی
بیماری میں مبتلا ہوئے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور
عبدالرحمٰن ابن عوف اور سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ
بن مسعود کو ساتھ لے کر انکی عیادت (بیمار پرسی) کو انکے
پاس تشریف لے گئے اور جب ان (کے بستر) کے پاس
پہونچے تو انہیں ایک نہایت دشوار اور سخت مرض
میں مبتلا پایا اور فرمایا سعد کا تو کام تمام ہوگیا حاضرین
نے عرض کیا یا رسول اللہ سعد مرے نہیں ہیں۔ پس
نبی صلے اللہ علیہ وسلم رونے لگے اور جب لوگوں نے
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو روتے دیکھا تو سب رونے
لگے۔ اس پر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم
نہیں سنتے کہ خدائے تعالےٰ نہ تو آنسوؤں سے
رونے پر عذاب کرتا ہے اور نہ دل کے غم واندوہ پر۔ اور
اپنی زبان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا لیکن اسکے فعل
پر عذاب کرتا یا رحم فرماتا ہے (یعنی ثواب و عذاب فعل
زبان پر مترتب ہوتے ہیں) اور وہ (مردہ) اپنے لوگوں
کے رونے کی وجہ سے (اگر لوگوں کو رونے کی وصیت
کر مرا ہو یا رونے سے خوش ہوتا ہو) عذاب دیا جاتا ہے (صح)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے
ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو
شخص منہ پیٹے اور کپڑے پھاڑے اور جاہلیت جیسا
نوحہ کرے وہ ہمارے طریقہ پر نہیں (صح)

مشکوٰۃ شریف کے باب البکاء علی المیت میں
ابوبردہ۔ ابو مالک اشعری اور ابو سعید خدری رضی اللہ
عنہم سے اسی مضمون کی روایتیں مندرج ہیں۔

نور اللہ کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام ہے
جسکے معنے ہیں روشن کرنے والا۔ قرآن مجید

Marfat.com

کی ایک سورہ کا نام بھی ہے جسکے پانچویں رکوع میں یہ اسم یوں آیا ہے اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

نور در اصل وہ چیز ہے جو ظاہر فی نفسہ اور دوسری چیزوں کی مظہر ہو۔ اور جب وجود کا مقابلہ عدم سے کیا جائے تو وجود ہی کے لئے ظہور ہوگا۔ اور عدم سے بڑھ کر کوئی تاریکی نہیں۔ پس جو موجود برحق عدم کی ظلمت بلکہ اسکے امکان تک سے پاک و منزہ ہے اور تمام اشیاء کو عدم کی تاریکی سے نکالنے والا ہے وہ نور کہلانے کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔ اور نور وجود تمام اشیاء پر اسکی ذات کے نور سے فائض ہوتا ہے۔ پس وہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اور جسطرح ہر ذرہ جو سورج کے نور سے چمک رہا ہے سورج کے وجود پر شاہد ہے۔ اسی طرح تمام موجودات ارض و سماوات میں سے ہر موجود اپنے موجد کے وجود کا شاہد ناطق ہے (منق)

نور الانوار (۱) روشنیوں کی روشنی۔ اعلیٰ درجہ کا نور (۲) خدا کے لئے بطور اسم بولا جاتا ہے (۳) علم اصول کی مستند اور جامع کتاب کا نام ہے۔ جو شاہ اورنگ زیب عالمگیر کے استاد ملا جیون نے تصنیف کی تھی۔ اہل سنت والجماعت کی درسی کتابوں میں داخل ہے۔

نور محمدی یہ کلمہ دو عربی کلموں سے مرکب ہے مگر اردو میں فارسی ترکیب سے استعمال ہوتا ہے۔ جس سے مراد حقیقت محمدیہ ہوتی ہے

نور النور (ل) نور کا نور (ص) میں خدا تعالےٰ کو کہتے ہیں۔

نور الیقین مصنفہ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن احمد عجیسی تلمسانی متوفی سنہ ۷۶۲ھ اس کتاب میں اولوالعزم اور صاحب مقامات اولیاء کے حالات پر بحث کی گئی ہے۔ (کش)

نوم نیند۔ دیکھو (نیند)

نون حروف تہجی میں سے پچیسویں حرف کا نام ہے۔ یہ حرف قرآن مجید کی سورہ (۶۸) کے شروع میں حروف مقطعات کے طور پر آیا ہے۔ اور اسی پر اسکا نام سورہ نٓ مقرر ہے۔ اس سورت کی پہلی آیت یہ ہے۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ نون (اے پیغمبر) قلم کی قسم اور لوگوں کے لکھنے کی قسم تفسیر مدارک میں لکھا ہے کہ بظاہر یہاں نون سے مراد حرف ہے اور حسن کا قول ہے کہ اس سے مراد دوات ہے۔ اور ابن عباس کا قول ہے کہ یہ وہ مچھلی ہے جس پر زمین ہے اور اسکا نام بہموت ہے۔ لیکن ان دونوں قولوں میں اشکال ہے۔ کیونکہ ان صورتوں میں خواہ وہ اسم جنس ہو یا اسم علم ہو بہر حال اس پر اعراب ہونا چاہئے مگر سکون ہے جو اس کے حروف معجم میں سے ایک حرف ہونے کی دلیل ہے۔

نہایۃ الارب فی فنون الادب تیس جلدوں میں علم تاریخ میں شہاب الدین احمد بن عبد الوہاب نویری کندی کی تصنیف ہے۔ جو سنہ ۷۳۲ھ میں فوت ہوئے یہ کتاب شاہ ناصر الدین محمد بن قلاوون کے زمانہ میں تالیف ہوئی۔ (کش)

نہایۃ الاقدام علم کلام میں ابو الفتح محمد بن عبد الکریم شہرستانی کی تصنیف ہے۔ جو سنہ ۵۴۸ھ میں فوت ہوئے (کش)۔

نہایۃ التاویل فی اسرار التنزیل علم تفسیر میں کمال الدین عبد الواحد بن عبد الکریم معروف بہ ابن زملکانی کی تصنیف ہے جو سنہ ۶۵۱ھ میں فوت ہوئے (کش)

Marfat.com

نہایہ فی بدء الخیر والغایہ صحیح بخاری کا اختصار ہے۔ مصنفہ شیخ عبداللہ بن سعد ازدی متوفی ۶۷۵ھ مصنف موصوف نے خود ہی اسکی شرح لکھی جسکا نام بہجۃ النفوس رکھا (کش)

نہایہ فی غریب الحدیث کئی جلدوں میں شیخ ابو السعادات مبارک بن محمد معروف بہ ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کے مطالب علامہ ہروی اور ابو موسیٰ اصفہانی کی غریبوں سے لئے گئے ہیں عیسیٰ بن محمد صفوی متوفی ۹۵۳ھ نے اسکا اختصار کیا۔ (کش)

نہج البلاغہ ابن خلکان لکھتا ہے کہ لوگوں کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا یہ کتاب ابوالقاسم علی بن طاہر مرتضیٰ کی تصنیف ہے۔ یا اسکے بھائی شریف رضی بغدادی کی۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ جو شخص نہج البلاغۃ کا مطالعہ کرے اسے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تصنیف نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں جابجا حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو سست کہا گیا ہے۔ بہر حال عزالدین عبدالحمید بن ہبۃ اللہ نے بیس جلدوں میں اسکی شرح لکھی ہے۔ اسکے علاوہ اور بھی کئی ایک علماء نے اسکی شرح لکھی ہیں جن میں سے یوسف بن حسن متوفی ۹۲۲ھ اور ہیثم بن علی بن ہیثم بحرانی کی شرحیں قابل ذکر ہیں (کش)

نیت اس کے معنے ہیں کسی کام کا ارادہ کرنا قصد کرنا۔ نیت کو بہت سے شرعی احکام سے تعلق ہے۔ چنانچہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو میں نیت سنت ہے۔ اور باقی ائمہ کے نزدیک فرض ہے۔ تیمم میں بالاتفاق نیت فرض ہے۔

نماز میں نیت شرط ہے مگر نیت کا دل سے ہونا شرط ہے اگر زبان سے بھی نیت کے لفظ ادا کرے تو مستحب ہے، اس سے نیت اور بھی پکی ہو جاتی ہے مگر جب نیت میں کچھ ہو اور زبان سے کچھ اور نکل جائے تو صرف دل کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ زبان کے لفظوں کا نہیں۔ مثلاً مغرب کی فرض نماز پڑھتے وقت کسی کو خیال ہوا کہ میں مغرب کی نماز کے تین فرض پڑھتا ہوں مگر نیت کرتے وقت منہ سے نکل جائے کہ عشاء کے چار فرض پڑھتا ہوں تو اسکی نماز درست ہے۔

فرضی اور نفلی روزے کی نیت رات سے لگا کر دن میں زوال تک جب چاہیں کر سکتے ہیں واجب روزے اگر خاص وقت سے تعلق رکھتے ہیں جیسے نذر معین کے روزے انکا بھی یہی حکم ہے مگر جو واجب روزے کسی خاص وقت سے تعلق نہیں رکھتے جیسے غیر نذر کے روزے اور قضا روزے اور کفار کے روزے۔ انکی نیت رات ہی سے ہونی چاہیے۔ (اسلام کی تیسری)۔

طلاق رجعی میں اگرچہ طلاق دینے کی نیت نہ ہو تو بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اور طلاق بالکنایہ میں طلاق دینے کی نیت شرط ہے۔ یا قرینہ اور موقعہ کے لحاظ سے ثابت ہو جائے کہ کہنے والے کی نیت طلاق کی تھی (اسلام کی پانچویں)

حدیث میں آیا ہے إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (اعمال نیتوں پر موقوف ہیں)

نیند نیند کے آداب ذیل کی احادیث سے واضح ہو سکتے ہیں:۔

(۱) تمیم کے بیٹے عباد اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے اور اپنے ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھے ہوئے دیکھا۔ (صحیح)

Marfat.com

(۲) سمرہ کے بیٹے جابر کہتے ہیں کہ میں نے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے بائیں کروٹ کا ایک تکئے پر سہارا لئے بیٹھے ہیں (تر)۔

(۳) ابو قتادہ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ حالت سفر میں آخر شب کو کسی جگہ اترتے تو دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے اور صبح ہونے نزول فرماتے تو اپنی بانہہ مبارک کھڑی کرتے اور ہتھیلی پہ سر مبارک رکھ لیتے۔ (مش)

(۴) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اوندھا لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ یہ لیٹنے کی ہیئت ایسی ہیئت ہے جسے خدا دوست نہیں رکھتا (تر)۔

(۵) شیبان کے بیٹے علی رض کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص مکان کی چھت پر اس حال میں سو رہے کہ چھت پر کوئی پردہ اور آڑ (جو اسکو نیچے گرنے نہ دے) نہ ہو اس سے (وہ حفاظت کی) ذمہ داری اٹھ گئی (جو خدا نے اپنی مہربانی سے فرشتوں کے متعلق کی ہے کہ وہ آدمی کو مہالک سے بچاتے رہتے ہیں) (ابو)

نیند اور بیداری کی دعائیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم جب خوابگاہ میں تشریف لاتے اور سونے کو ہوتے تو معوذات[1] اور قل ہو اللہ احد پڑھتے اور دونوں ہاتھوں پر پھونک کر انہیں اپنے چہرے اور جسد مبارک پر ملتے۔ تین دفعہ اسی طرح کرتے۔ جب آپ کو مرض ہو

[1] معوذات سے وہ دعائیں مراد ہیں جنکے ذریعہ خدا سے پناہ مانگی جاتی ہے۔ اور معوذتین اخیر کی دو سورتیں۔ قل اعوذ برب الفلق۔ اور قل اعوذ برب الناس کو بھی کہتے ہیں۔ اس موقعہ پر معوذات سے یہی مراد ہیں ۱۲

پیش آیا تو مجھے حکم دیا کہ میں اسیطرح کروں۔

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم بچھونے پر آکر یہ دعا پڑھتے تھے بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَحْيٰى وَاَمُوْتُ خداوندا میں تیرے ہی نام پر جیتا اور مرتا ہوں۔

اور نیند سے بیدار ہوتے وقت فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔ خدا کے لئے سب تعریف ہے جس نے ہمیں مار ڈالنے کے بعد زندہ کر اٹھایا اور اسی کیطرف انجام کار ہمیں اٹھنا ہے۔

حضرت ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ جب تو بچھونے پر آکر لیٹے تو یہ دعا پڑھ لے اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِیْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَيْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِیْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ۔ خداوندا میں نے اپنی جان تجھے سونپ دی اور اپنا منہ تیرے آگے جھکا دیا اور اپنا کام تیرے سپرد کیا اور اپنی پشت کو تیری طرف لگا دیا۔ تیری طرف رغبت کرکے اور تجھ سے خوف کرکے تیرے سوا کوئی جائے پناہ اور جائے امن نہیں۔ تو نے جو کتاب نازل فرمائی ہے میں اسپر اور جس نبی کو تو نے بھیجا ہے اسپر ایمان لایا ہوں۔

براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ بعد کو حضرت نے فرمایا کہ براء اگر تو اس رات میں مرے گا تو اسلامی فطرت پر مریگا اور اگر صبح کو زندہ اٹھیگا تو بھلائی کو پہنچیگا۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم شب کو بیدار ہوتے تو فرماتے لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

Marfat.com

اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِیْ وَاَسْئَلُكَ رَحْمَتَكَ اَللّٰهُمَّ زِدْنِیْ عِلْمًا وَلَا تُزِغْ قَلْبِیْ بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنِیْ وَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝

تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے خداوندا اور تیری توفیق کے ساتھ میں اپنے گناہوں کی تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری رحمت مانگتا ہوں۔ الہی! مجھے علم زیادہ دے اور میرے دل کو اسکے بعد کج مت کر کہ تو مجھے اپنا رستہ دکھا چکا ہے اور مجھے اپنے پاس سے رحمت عنایت کر۔ بے شک تو بہت عنایت کرنے والا ہے۔

نینوی یا نینوہ یہ ایک قدیم شہر کا نام ہے جسکے اب آثار پائے جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں صاف نام نہیں آیا۔ مگر مذہبی روایات سے اس شہر کو گہرا تعلق ہے۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام کو اسی شہر میں جا کر لوگوں کو ہدایت کرنے کا حکم ہوا تھا۔ مگر انہوں نے اس خیال سے کہ لوگ انکا کہنا نہیں مانیں گے۔ اس شہر سے کوچ کیا اسلئے انپر عتاب الہی نازل ہوا۔ (کذا فی التفاسیر)۔

باب الواو

واجب دل اگرنے والی چیز (ص۔ ث) میں اس حکم کو کہتے ہیں جو ایسی دلیل سے ثابت ہو جس میں جانب مخالف کا شبہ ہو جیسے خبر واحد اگر واجب کو کیا جائے تو ثواب ملتا ہے اور اگر دیدہ و دانستہ ترک کر دیا جائے تو عذاب (تع)

واجب اور فرض میں یہ فرق ہے کہ واجب کا منکر کافر نہیں ہوتا اور فرض کا منکر کافر ہوتا ہے۔ یعنی اعتقاد کے اعتبار سے ان میں فرق ہے۔ مگر عمل میں برابر ہیں۔

واجب فی العمل وہ چیز جو ایسی دلیل کے ذریعہ لازم ہو جس میں شبہ کا شائبہ مثلاً خبر واحد۔ قیاس۔ عام مخصوص البعض۔ آیت جسکی تاویل کی گئی ہو (ت)

واجد غنی۔ خدا کا نام ہے جو مشتق ہے وجود ہے اور وجود کہتے ہیں ہستی اور مقصد پر کامیاب ہونے کو۔ یا مشتق ہے وجد اور جدة سے جن کے معنے ہیں تو انگر ہونے کے۔ یہ اسم منجملہ ان اسماء کے ہے جنکے مشتقات بھی بعینہ قرآن میں نہیں ملتے۔ ہاں مادہ پائے جاتے ہیں۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ واجد اسے کہتے ہیں جسکے پاس اسکی ضروریات کی تمام اشیا موجود ہوں۔ کوئی چیز کم نہ ہو۔ اور جتنی صفات الہیہ اور کمالات الہیہ ہونے ضروری ہیں وہ سب اللہ تعالے کے لئے موجود ہیں تو اس اعتبار سے وہ واجد ہوا۔ بلکہ واجد مطلق (مق)

واحد تنہا۔ یگانہ۔ خداوند کریم کا نام ہے۔ وحدت سے لیا گیا ہے۔ جسکے معنے ہیں ایک اور یگانہ ہونا۔ عرب میں واحد کا استعمال دو معنے میں ہوتا ہے ایک یہ متجزی اور متبعض نہ ہو۔ یعنی اسکے اجزاء اور حصص نہ ہوں۔ جیسے جوہر فرد۔ دوسرے یہ کہ بے مثل و بے مانند ہو۔ واحد اور احد میں وہ فرق ہے جو ہماری زبان میں اکیلا اور ایک میں۔

قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا مُنْذِرٌ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (س۔ ص۔ ع ۵) (اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ میں (تو تمکو) صرف (عذاب خدا سے) ڈرانیوالا ہوں (اور بس) اور ایک خدا کے سوا کہ (وہ سب پہ

Marfat.com

غالب ہے اور کوئی معبود نہیں۔

اس جگہ دو باتیں ہیں۔ ایک خدا کی ہستی۔ دوسری خدا کا ایک ہونا۔ ان دونوں باتوں کے لئے ہم مولوی حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی کی کتاب الحقوق والفرائض کی عبارت نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے:۔

"دنیا کے اس عظیم الشان کارخانے کا ذرہ ذرہ سمندروں کا قطرہ قطرہ۔ درختوں کا پتا پتا خدا کی ہستی کا گواہ ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ اس لئے کہ کوئی چیز بڑی ہو یا چھوٹی۔ زمین میں ہو یا آسمان میں۔ خشکی میں ہو یا تری میں۔ جاندار ہو یا بے جان۔ اس خوبی اور عمدگی کے ساتھ کہ اس سے بہتر ہونا ممکن نہیں آپ سے آپ نہیں بن گئی۔ ضرور کسی کے بنانے سے بنی ہے۔ ہم نے اس بنانے والے کی جستجو کی۔ اور زمین سے لیکر آسمان تک چھان مارا تو کسیکو اس لائق نہ پایا۔ جسکو دیکھا عاجز جسکو ٹٹولا درماندہ روئے زمین پر ہم ہی سب میں پیش پیش تھے کہ عقل رکھتے تھے۔ سو اپنا قدر خود شناس سنکر اپنا سا منہ لیکر رہ گئے۔ ناچار آسمان پر نظر دوڑانی چاہی تو ابراہیم علیہ السلام کا قصہ یاد کرکے خاموش بیٹھ گئے۔ اور سمجھے کہ جسکی جستجو ہے وہ چشم سر سے دیکھنے کی چیز نہیں۔ بنی اسرائیل نے شوخ چشمی کی تو فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ کی سزا پائی۔ موسیٰ علیہ السلام نے غلبہ شوق میں آکر حوصلہ کیا تو خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا سے شرمندگی اٹھائی۔ یعنے خدا ہمارے حواس ظاہری کی گرفت سے بالاتر ہے اور یہ ہمارے حواس کا قصور ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

ہاں چشم دل سے دیکھا جائے تو دنیا آئینہ خانہ ہے اور در و دیوار خدا کے نور سے پڑے جگمگا رہے ہیں۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی۔

قطعہ

دوست نزدیک تر از من بمن است
وین عجب تر کہ من از وے دورم۔
چہ کنم با کہ توان گفت کہ او۔
درکنار من و من مہجورم

حبل الورید سے بھی وہ نزدیک ہے تو کیا
آنکھیں نہیں تو کیا نظر آئے قریب سے

ہمارا خیال تو یہ ہے کہ آدمی کو شروع ہی سے خدا کے بارہ میں یہ غلطی واقع ہوئی ہے اور ابتک بھی اکثر خدا کے بندے اسی غلطی میں مبتلا ہیں کہ انہوں نے خدا کو اپنے حواس ظاہری کے ذریعہ سے معلوم کرنا چاہا اور جب انکو اس ارادہ میں کامیابی نہ ہوئی۔ تو من مانا خدا فرض کیا۔ اِتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ اور اسکو اپنے اوہام باطلہ کا تختۂ مشق بنایا یعنی ذلیل سے ذلیل اور رذیل سے رذیل مخلوقات کو بھی پورا یا ادھورا خدا بنانے یا ماننے میں تامل نہیں کیا۔ پورا تو پورا ادھورے کے یہ معنے کہ اپنے زعم میں خدائی کے اختیار خدا سے چھین کر ناا ہلوں کے حوالے کئے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ خدا کو منصب خدائی سے معزول کر دیا۔ جس جس طرح پر خدا کے بندوں نے خدا کی جناب میں گستاخیاں اور بے ادبیاں کی ہیں اور کر رہے ہیں ناگفتہ بہ ہیں۔ کوئی تو اسکی ذات پر حملہ کرتا ہے کہ ایک نہیں دو خدا ہیں۔ ایک پیدا کرتا اور دوسرا مارتا ہے ایک خالق خیر ہے اور دوسرا خالق شر۔ کوئی کہتا ہے کہ تین خدا ہیں اور پھر وہ ایک بھی ہے۔ کوئی مانتا ہے کہ ہر چیز بجائے خود خدا ہے۔ کسیکا خیال ہے کہ خدا تو ہے مگر وہ اسباب کا سلسلہ قائم کرکے آپ انتظام دنیا سے

وستکش ہو بیٹھا ہے۔ ان کے نزدیک دنیا ایک طرح کی گھڑی ہے اور خدا گھڑی ساز جس نے اسکو بنا کر کوک دیا ہے اور گھڑی پڑی چل رہی ہے۔ ذات تو ذات خدا کی صفات میں اس سے بڑھکر بیہودگی کی جاتی ہے۔ غرض بندوں نے اتنے خدا بنا ڈالے کہ ایک خدا کے حصہ میں پورا ایک بندہ بھی نہیں آتا۔ اور یہ نہ سمجھے کہ خدائے واحد کے سوا کوئی اور خدا بھی ہوتا تو دو برتن ایک جگہ رکھے ہوئے کھٹکتا اٹھتے ہیں ایسا تو کیا ہے کہ دو یا زیادہ خداؤں میں اختلاف نہ ہو۔ اور اختلاف ہو تو دنیا ایک لحمہ نہیں ٹھہر سکتی لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا دو بادشاہ آپس میں لڑتے ہیں تو ملک کے ملک خاک سیاہ ہوتے ہیں اور خداؤں کی لڑائی تو خدا کی پناہ۔ پس دنیا کا ایک اسلوب پر چلا جانا صاف اسبات کی دلیل ہے کہ تمام عالم میں ایک خدا کی حکومت ہے۔ اقوام روزگار میں دوسری قومیں خدا کے بارے میں جیسے کچھ خیالات رکھتی ہوں وہ جانیں اور انکی عقلیں۔ ہمکو تو بڑا خیال مسلمانوں کا ہے کہ انکے ہاں بڑا زور توحید پر ہے مگر عملاً انہوں نے مشرکوں کی کوئی ادا نہیں چھوڑی جسکی نقل نہ کی ہو إِلَّا مَا شَاءَ اللهُ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ۔ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ٥ اسکو ہر شخص اپنی جگہ سمجھ لے۔ معاملہ خدا کے ساتھ ہے يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ٥

عذاب از بیش مے رود بابا
باخداوند عیب داں نہ رود

خدا کے بارے میں اسلامی عقیدہ ایسا سیدھا اور صاف ہے کہ اس سے زیادہ سیدھا اور صاف عقیدہ ہو نہیں سکتا۔ اسلام مخلوقات سے خدا کی ذات و صفات کا پتہ چلاتا ہے۔ اور یہی وہ رستہ ہے جسے موصل الی المطلوب کہہ سکتے ہیں۔ مخلوقات سے ہمکو اتنی بات کا پتہ چلتا ہے کہ کارخانہ عالم کا بنانے والا اور سنبھالنے والا کوئی ہے۔ اور وہ کوئی ان چیزوں میں سے نہیں جنکو ہم معلوم کرسکتے ہیں۔ بس سوائے اسکے ہم خدا کی ذات کے بارہ میں اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اور عقل انسانی کی رسائی یہیں تک ہے۔

وأد البنات بیٹیوں کو زندہ دفن کرنا۔ دیکھو (موؤدۃ)

وارث وہ ذات جو مالکوں کے فنا ہونیکے بعد تمام چیزوں کی مالک ہو۔ اور یہ بات خدا ہی میں پائی جاتی ہے۔ کیونکہ ساری مخلوقات کے فنا ہونے کے بعد وہی باقی رہیگا۔ اور وہی ہر چیز کا مرجع ہے۔ اس نے قیامت کے روز کہنا ہے۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (آخر کون مالک ہے) اور خود ہی یوں جواب دیگا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (خدا ہی مالک ہے)۔ یہ بات اُن لوگوں کے گمان کے مطابق ہے جو اپنے آپ مالک خیال کرتے ہیں۔ انکو قیامت کے دن اصل حال کا پتہ لگ جائیگا۔ خدا کی اس ندا سے وہ چیز مراد ہے جسکی حقیقت اس روز انکو معلوم ہو جائے گی۔

رہے ارباب بصیرت۔ سو وہ اس ندا کی حقیقت کا ہر وقت مشاہدہ کرتے اور اسکو آواز اور حروف کے سوا سنتے رہتے ہیں۔ انکو یقین ہے کہ ہر دن اور ہر ساعت اور ہر لحظہ میں خدا ہی ہر چیز کا مالک ہے (مقصد اسنٰی)۔

وارث خدا کا نام ہے۔ اور اگرچہ یہ بعینہٖ قرآن مجید میں موجود نہیں۔ مگر اسکی جمع قرآن کی آیت ذیل میں موجود ہے وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ ٥ (س ۔ حجر ع ۲) اور ہم ہی (لوگوں کو) جلاتے اور ہم ہی (انکو) مارتے ہیں اور (سب کے مرے پیچھے

Marfat.com

ہم ہی ان کے مال و متاع کے وارث ہوں گے۔

جب کوئی شخص مرجائے تو اسکے ترکہ کو میراث اور اسکے حصہ داروں کو وارث کہتے ہیں۔ علم میراث ایک فن ہے جس میں مسئلہ وراثت کا مفصل ذکر ہے سراجی ایک مختصر اور جامع اس علم میں درسی کتاب ہے۔ جسکی کئی شرحیں ہیں۔

واردات تصوف میں شیخ بدرالدین محمود بن اسرائیل معروف بہ ابن قاص سماونہ متوفی ۸۲۳ھ کی تصنیف ہے۔ شیخ عبد اللہ الٰہی نے اسکی شرح لکھی جسکا نام کشف انوار وات لطالب الکمالات رکھا اسکے علاوہ اور بھی بہت سے علماء نے اس کی شرحیں لکھیں (کش)۔

واسطہ وہ چیز یا شخص جو دو چیزوں میں ذریعہ ہو۔ تاکہ ایک کا اثر دوسرے تک پہنچا دے۔ دلال کو بھی کہتے ہیں۔

واسع وسیع المعلومات۔ وسیع الغنا۔ سعۃ سے ماخوذ ہے۔ اور سعۃ کہتے ہیں فراخی اور فراخ کرنے اور گھیر لینے کو۔ پھر اسکی اضافت کبھی تو علم کیطرف ہوتی ہے اور کہتے ہیں خدا کا علم وسیع اور محیط ہے معلومات کو۔ اور کبھی احسان کیطرف بولا کرتے ہیں۔ اسکا احسان وسیع ہے۔

اسکی اضافت علم کی طرف کی جائے یا احسان کی طرف۔ واسع مطلق خدا ہی ہے۔ کیونکہ اگر اسکے علم کا خیال کیا جائے تو اسکی معلومات کا سمندر بے کنار ہے اور اگر اسکے احسان کو دیکھا جائے تو دنیا میں کوئی چیز اسکے احسان کے دائرہ سے باہر نہیں۔ خدا کے سوا ہر چیز کی فراخی اور وسعت کو دیکھا جائے تو کسی حد پر منتہی ہوگی۔ تو جو ذات اپنی وسعت معلومات اور مقدورات میں کسی حد پر منتہی نہ ہو وہ واسع کہلانے کی زیادہ مستحق ہوگی (مق)

قرآن مجید کی سورہ نجم رکوع ۲ میں اسکا ذکر یوں آیا ہے اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ط (اے پیغمبر) بے شک تمہارے پروردگار کی مغفرت (بڑی) وسیع ہے (ترجمہ ح۔ ن)

واصلیہ ایک فرقے کا نام ہے جو واصل بن عطا کا پیرو ہے۔ یہ خدا کی صفات سے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر قسم کی قدرت خود بندوں کو حاصل ہے۔ (تح)

واضح اصول فقہ میں امام ابوالوفا علی بن عقیل کی تصنیف ہے تین جلدوں میں تمام ہوئی۔ اصول فقہ کے تمام مسائل کو جامع ہے (کش)

واعظ نصیحت کرنے والا۔ دیکھو (وعظ)

واقدی انکا نام ابو عبد اللہ محمد بن عمر الواقدی ہے بڑے اسلامی مورخ گذرے ہیں۔ مدینہ میں ۱۳۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۷ھ میں وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ ان کے کتب خانہ میں ۶۰۰ الماریاں کتابوں کی تھیں۔

واقعہ (ل) ہونے والی چیز (ص۔ ش) میں قیامت کے معنوں میں اسکا استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی ایک سورت کا نام ہے۔ جو اسطرح شروع ہوتی ہے۔ اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ؕ جب (قیامت جو ضرور) ہونے والی (ہے) واقع ہوگی۔ اور اسکے واقع ہونے میں کچھ بھی خلاف نہیں۔

والد باپ۔ دیکھو لفظ (ماں باپ)۔

والدہ ماں۔ دیکھو (ماں باپ)۔

والی دوست۔ حاکم۔ مالک۔ خویش و قریب کے

Marfat.com

معنے میں بھی آیا ہے (غ)۔

امیر افغانستان کو بھی والی کہدیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کو بھی والی کہہ لیتے ہیں۔

وبا طاعون۔ ہیضہ۔ بخار وغیرہ۔ اڑتا ہوا مرض۔ جو یکبارگی کسی علاقہ یا بستی میں پھیل جائے۔

خاص طاعون کو بھی وبا کہتے ہیں۔ شریعت نے بتایا ہے کہ وبا عذاب الٰہی ہے جو کسی ملک یا بستی پر اسکے باشندوں کی بداعمالیوں کی پاداش میں نازل کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر اس سزائے عام میں نیک اور مومن لوگ بھی آجائیں تو ان کے لئے شہادت اور موجب اجر ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق سوال کیا۔ تو فرمایا یہ عذاب ہے اللہ جس پر چاہتا ہے بھیجتا ہے۔ اور اللہ نے اسکو مومنوں کے لئے رحمت بنایا ہے۔ جب طاعون شروع ہو جائے تو جو شخص اپنے شہر میں صبر کے ساتھ اللہ پر بھروسہ کرکے بیٹھا رہے اور سمجھے کہ اللہ نے جو لکھدیا ہے اسکے سوا اسکو کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا اُس کو شہید کے برابر اجر ملیگا۔ (مش)۔

انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلطَّاعُوْنُ شَہَادَۃٌ لِّکُلِّ مُسْلِمٍ۔ یعنی طاعون ہر مسلمان کی شہادت ہے (//)۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون عذاب ہے جو بنی اسرائیل کی ایک جماعت پر یا تم سے پہلے لوگوں پر نازل ہوا تھا۔ پس جب تم کسی زمین میں اسکا پھوٹنا سنو تو وہاں نہ جاؤ۔ اور جب کسی زمین میں پھوٹ پڑے اور تم وہاں موجود ہو تو اس سے بھاگ کر نہ نکلو (//)

جانا وہاں اسلئے منع ہے کہ نفس کو ہلاکت میں ڈالنا لازم آتا ہے۔ اور بھاگے نہیں اس لئے کہ یہ تقدیر سے بھاگنا ہے۔ (مظ)

وتر (ل) طاق۔ جو جفت کے مقابل ہے (ص ش) میں نماز مخصوص کا نام ہے۔

امام اعظم رح کے نزدیک تو وتر واجب ہے۔ مگر صاحبین اور امام شافعی رح کے نزدیک سنت ہے (اشر) بہر صورت کچھ بھی ہو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اور تابعین اور ائمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا فعل ہے جس پر عہد نبوت سے لیکر اسوقت تک برابر تعامل چلا آیا ہے اس نماز کا وقت عشاء کے فرضوں کے بعد سے صبح صادق کے طلوع ہونے تک ہے۔ افضل تو یہی ہے کہ آخر شب میں پڑھے۔ لیکن جسے خوف ہو کہ پچھلی رات کو اٹھ نہ سکیگا وہ سونے سے پیشتر پڑھ لے۔ اگر کوئی وتر پڑھنا بھول گیا تو جب یاد آئے پڑھ لے۔

وتر کی تعداد رکعت میں بھی علماء کا اختلاف ہے امام اعظم رح کے نزدیک تو تین رکعتیں ہیں ایک سلام سے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک دو سلام سے اور مذہب امام مالک میں وتر کی اصل ایک رکعت ہے۔

وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھنی واجب ہے۔ چنانچہ اسکے بارے میں کئی احادیث آئی ہیں اور دعائے قنوت یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ ○ یعنی۔ خداوندا ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور

Marfat.com

تجھ سے بخشش چاہتے ہیں اور تجھ پر ایمان رکھتے اور تجھ پر ہی بھروسا کرتے ہیں اور ہم تیری بہترین تعریف کرتے ہیں۔ ہم تیرا شکر کرتے اور ناشکری سے بچتے ہیں ہم اسکو چھوڑ دینگے جو تیرا گناہ کرتا ہے خداوندا ہم تجھی کو بندگی کرتے ہیں اور صرف تیرے لیئے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں۔ ہم تیری خدمت کیطرف دوڑتے ہیں۔ اور تیری رحمت کی امیدر رکھتے اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرا عذاب کفار کو پہونچنے والا ہے۔

وثن بت۔ زمانہ جاہلیت میں عرب کی مختلف عبادتیں تھیں۔ بعض عرب تو ایسے تھے جو خالق کو مانتے ہی نہ تھے اور نہ قیامت کو کچھ سمجھتے تھے بلکہ کہتے تھے کہ طبیعت عناصر خالق ہے اور دہر فنا کرنے والا ہے۔ بعضے خالق کو تو مانتے تھے مگر قیامت کے منکر تھے۔ تیسرا فرقہ بت پرستوں کا تھا۔ اگرچہ اس گروہ کی قدامت بہت واضح ہے مگر یہ بتانا کہ یہ طریقہ عرب میں کب سے اور کیونکر پھیلا بہت مشکل ہے مگر میں اکثر مورخین کے بیان کو نقل کیئے دیتا ہوں۔

مورخ عبدالکریم شہرستانی اور ابن خلدون وغیرہ لکھتے ہیں کہ پہلے پہل جس نے کعبہ میں بت بناکے انکی رسم ڈالی (اور اسی کے ساتھ عرب نے بھی اسکی موافقت کی اور اسی طریقہ پر اسلام کے آنے تک باقی رہے) وہ عمر بن لحی بن حارثہ بن امرء القیس بن ثعلبہ بن مازن بن ازد بن کہلان بن سبا کی اولاد میں سے ہے (جو کہ حجاز کا بادشاہ تھا اور خزاعہ کی قوم اسی سے منسوب ہے کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ خزاعہ کعب بن عمرو مذکور الصدر کی اولاد میں سے ہیں۔) عمرو کے بت پرست ہو جانیکا یہ سبب تھا کہ جب یہ بلقا میں (یہ ملک شام میں ہے) گیا تو ایک قوم کو دیکھا کہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ ان سے اسکا سبب دریافت کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ یہی ہمارے پروردگار ہیں ہمنے انکی صورت علویہ کو جسم بشریہ میں بنا لیا ہے جب ان سے کسی قسم کی مدد مانگتے ہیں تو یہ مدد دیتے ہیں جب پانی مانگتے ہیں تو یہ ہم کو سیراب کردیتے ہیں۔ اس نے یہ بات جو سنی تو بہت بھلی معلوم ہوئی اور ایک بت کی ان سے درخواست کی۔ اُنہوں نے ہبل نامی ایک بت اسکو دے دیا۔ یہ اُسے لیئے ہوئے مکہ میں آیا اور خانہ کعبہ کی چھت پر لیکر رکھدیا اور اسکے ساتھ دو اور بت اساف اور نائلہ نامی لایا تھا انکو مقام زمزم پر رکھدیا۔ اور عام جاہلوں کو ان پتھروں کی پہچان مورتوں کی تعظیم و تکریم کرنے کے واسطے بلایا۔ سب نے قبول کیا۔ یہ واقعہ چار سو برس قبل اسلام سے سابور بادشاہ فارس کے زمانہ میں ہوا ہے۔

عمرو کی حکایات میں لکھا ہے کہ اسی نے بحیرہ کا نام بحیرہ رکھا اور سائبہ کا سائبہ اور حامی کا حامی اور قیامت کا منکر تھا۔

بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ اساف بن عمرو مذکور اور نائلہ بنت سہل یہ دونوں کسی بدفعل کے مرتکب ہوئے۔ انکو خدا تعالےٰ نے دو پتھروں کی صورت میں مسخ کردیا۔ جنکی عبادت قریش کرنے لگے۔

بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ یغوث اور یعوق اور نسر آدم علیہ السلام کے بیٹوں کے نام تھے یہ لوگ بڑے پرہیزگار اور عابد و زاہد تھے۔ جب یہ مرگئے تو حضرت شیطان تشریف لائے۔ اور لوگوں سے کہا کیا اچھا ہوتا اگر انکی مورت بنالی جاتی جس سے انکی یادگار قائم رہتی۔

جب اُنہوں نے مورتیں بنالیں تو انکو رائے دی کہ مسجد کے آگے انکو رکھو تاکہ جب انکو دیکھو تو وہ لوگ بھی یاد آجائیں۔ اسکے بعد انکو ان مورتوں کی عبادت کرنے کی رائے دی۔ جاہلوں نے یہ بھی کرنا شروع کیا۔

Marfat.com

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ود مرد کی صورت پر بنایا گیا تھا۔ اور سواع عورت کی صورت پر تھا۔ اور یغوث شیر کی صورت پر۔ یعوق گھوڑے کی صورت پر۔ نسر گدھ کی شکل پر۔

یہ تمام بت اور انکی مثل دس بیس اور بھی عرب کے معبود تھے۔ مگر قبیلے قبیلے میں بٹے ہوئے تھے۔ بعض کسی بت کی پرستش کرتے تھے اور بعض کسی کی۔

طم اور جدیس تو کثری کی عبادت کرتے۔ اور کلب دو کی۔ بنی تمیم تیم کی۔ ہذیل سواع کی۔ مدجج اور یمن کے قبائل یغوث کی۔ ذی الکلاع نسر کی۔ ہمدان یعوق کی۔ بنی ثقیف لات کی۔ قریش اور بنی کنانہ عزیٰ کی۔ اوس اور خزرج منات اور ذو الشری کی۔ ازد باجر کی۔ بنی ہوازن جہار کی۔ بکر و تغلب اوال کی۔ بنی بکر بن وائل محرق کی۔ بنی ملکان بنی کنانہ سعد کی۔ بنی عنزہ سعیر کی۔ خولان عمیانس کی۔ بنی طی رضا کی۔ دوس ذو الکفین کی۔

باقی رہے۔ بجہ۔ جدلیش۔ شارق۔ عائم۔ اقیصر۔ کسعنہ۔ مدان۔ عوف۔ مناف۔ یالیل۔ جبہ۔ نہم۔ صرف انکے نام ہی سنے ہیں۔ یہ معلوم نہیں کہ کن کن کے معبود تھے۔

اساف اور نائلہ جنکا ذکر پہلے ہو چکا ہے کوہ صفا اور مروہ پر رکھے ہوئے تھے۔ اور سب میں جو بڑا بت ہبل تھا وہ خانہ کعبہ کی چھت پر رکھا ہوا تھا۔

ملطبرون نے لکھا ہے کہ لات زہرہ ستارے کے نشان بنایا گیا تھا۔ اور جیسے حجر اسود کی عبادت کی جاتی تھی اسی طرح اسکی بھی۔

عرب کے بعض کاتبوں نے لکھا ہے کہ یہ حجر اسود (جس کو مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ جنت کے جواہرات میں سے ہے۔ پہلے سفید تھا۔ مگر حاجیوں کے چھونے اور بوسہ دینے کی وجہ سے سیاہ پڑ گیا۔ یا جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت کا ٹکڑہ ہے۔ قیامت کے روز اسکے زبان اور آنکھیں ہو جائیں گی اور یہ گواہی دیگا کہ فلاں فلاں حاجی نے مجھے بوسہ دیا ہے) بظاہر جاہلیت کے زمانہ میں بھی بہت معزز سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ عرب کے قبائل جب خانہ کعبہ میں جمع ہوتے تو اسکو بوسہ دیتے اور سات مرتبہ اسکے گرد پھرتے تھے۔

ملطبرون نے ایک اور بت ابرا طلاہ نامی کا ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ عرب کے معبودوں میں سے ایک یہ بھی تھا۔ وہ لوگ اسکو آگ کا خدا سمجھتے تھے۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ عرب کے ہر گھر میں ایک بت رکھا ہوتا تھا جسکی وہ عبادت کیا کرتے تھے جب مالک مکان کہیں جانے لگتا تو سوار ہونے کے وقت اپنا جسم اس سے مس کر لیتا۔ اور جب سفر سے واپس آتا تو اپنے اہل و عیال کے پاس جانے سے پہلے اسکے پاس حاضر ہوتا۔ اور رسم تعظیم ادا کرتا۔

اسلام نے جسطرح اور ناجائز رسموں کا قلع قمع کر دیا اسی طرح بتوں کی عبادت کی بنیاد بھی توڑ دی۔ اور اپنے مذہب کی بنیاد ذیل کی پانچ چیزوں پر قائم کی (۱) اقرار شہادتین یعنی خدا کو ایک ماننا اور اسکو زبان سے بھی ادا کرنا۔ دوسرے صاحب شریعت کے رسول ہونے کا اقرار کرنا (۲) صلوٰۃ (۳) زکوٰۃ (۴) صوم (۵) حج۔ (ضا)

قرآن مجید نے اس صفائی اور عمدگی سے بت پرستی کا رد کیا ہے کہ دوسری کتاب میں اسکی نظیر نہیں مل سکتی قرآن نے اس بناوٹی اور مردود رسم کو ایسے پر زور اور تعجب انگیز کلمات سے اکھیڑا ہے کہ معمولی سے معمولی آدمی بھی قرآن کی صداقت اور معجز بیانی میں شک نہیں کر سکتا۔ چنانچہ قرآن کی چند آیتیں ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

Marfat.com

(۱) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا تا وَاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○
(س۔ بقرہ۔ ع ۲۰) کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالےٰ کا شریک دوسروں کو بھی بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے برابر ان سے محبت رکھتے ہیں اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ تعالےٰ کی محبت سب سے زیادہ رکھتے ہیں اگر ان ظالموں کو وہ بات معلوم ہوتی جو (قیامت کے دن) اللہ تعالےٰ کا عذاب دیکھتے وقت معلوم ہوگی کہ سب کچھ قدرت (اور اختیار) اللہ تعالےٰ ہی کو ہے اور اللہ تعالےٰ کا عذاب بے شک سخت ہے۔

(۲) قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۚ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○
(س۔ مائدہ۔ ع ۱۰) (اے پیغمبر) کہدے کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسے کو پوجتے ہو جو تمہارے برے کا مالک نہیں نہ بھلے کا۔ اور اللہ ہی سنتا جانتا ہے۔

(۳) وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ تا عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ اور یہ (مشرک) اللہ تعالےٰ کے سوا انکو پوجتے ہیں جو نہ انکا نقصان کرسکتے ہیں نہ فائدہ (یعنے بت) اور کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس یہ ہمارے سفارشی ہوں گے (اے پیغمبر) کہدے کیا تم اللہ تعالےٰ کو وہ بات بتلاتے ہو جسکو نہ وہ آسمانوں میں پہچانتا ہے نہ زمین میں۔ وہ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔

(۴) وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ○ (س۔ ابراہیم ع) اور ان لوگوں نے اللہ تعالےٰ کے ساجھی ٹھہرائے اسلئے کہ لوگوں کو اللہ تعالےٰ کے (سچے) رستے (توحید) سے بھٹکا دیں۔ کہدے (چند روز دنیا کے) مزے اڑالو۔ پھر تو تمکو دوزخ ہی میں جانا ہے۔

(۵) فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ○ (س۔ الحج۔ ع ۴) تو بتوں کی بندگی سے بچے رہو (انکی پرستش نہ کرو) اور جھوٹ بولنے سے بچے رہو

(۶) وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اٰلِهَةً تا وَلَا نُشُوْرًا ○
(س۔ فرقان۔ ع ۱) اور کافروں نے اللہ تعالےٰ کے سوا ایسے خدا بنالیے ہیں جو نہ کسی چیز کو پیدا کرتے ہیں وہ خود (دوسرے کے) پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اور نہ اپنی ذات کے نفع و نقصان کے مالک ہیں اور نہ کسی کا مرنا جینا اور مرے پیچھے جی اٹھنا انکے اختیار میں ہے۔

وثنی وثن کی طرف منسوب ہے۔ معنی ہیں بت پرست بت پرستی۔ بتوں اور بت پرستوں کے مفصل حالات معلوم کرنے کے لئے۔ دیکھو (وثن)۔

وجد (ل) عاشق ہونا۔ غمگین ہونا۔ اس حالت کو بھی کہتے ہیں جو عاشق پر طاری ہوتی ہے (لطائف اللغات)
سید شریف جرجانی فرماتے ہیں کہ وجد اس حالت کا نام ہے جو دل پر بلا تکلف و تصنع طاری ہو۔ اور بعض کے نزدیک اُن درخشیدگیوں کو کہتے ہیں جو چمکتی ہیں اور پھر جلدی بجھ جاتی ہیں۔

وجود (ل) پانا۔ ہستی۔ فلسفیوں کی اصطلاح میں وجود کی تین قسمیں ہیں۔ واجب الوجود ممکن الوجود۔ ممتنع الوجود۔
واجب الوجود تو وہ ہے جسکا وجود ضروری ہو۔
اور ممکن الوجود اسے کہتے ہیں جسکا وجود و عدم برابر ہو یعنے نہ وجود ضروری ہو اور نہ عدم ضروری ہو۔ ممتنع الوجود وہ ہے جسکا عدم ضروری ہو۔ (غ)

وحدانیت خدا کو ایک سمجھنا۔ قرآن مجید کی اکثر سورتیں خدا کی توحید اور منفرد فی الایجاد ہونے کی تصریح کرتی ہیں۔ بلکہ اس میں اسکی توحید کی دونوں قسم کی عقلی قطعی اور اقناعی یعنی اطمینان بخش دلیلیں بھی جو کہ عام لوگوں کی عقل کے موافق ہیں

Marfat.com

مذکور ہیں۔

عقلی دلیل خدا کی وحدانیت پر تو یہ ہے کہ اگر متعدد خدا مانے جائیں۔ مثلاً دو مانے جائیں یا زیادہ تو عالم میں کسی شے کا وجود نہیں ہو سکتا لیکن عالم میں کسی اشئے کا نہ پایا جانا تو باطل ہے۔ پس خدا کا متعدد ماننا بھی جس سے یہ خرابی لازم آتی ہے باطل اور غلط ہوگا۔ اور وحدانیت ثابت ہو گئی۔ اور یہی ہمارا مقصود تھا۔ اب سنئے کہ خدا کے متعدد ماننے سے عالم میں کسی شئے کا بھی وجود کس لئے نہیں ہو سکتا۔ اس کا بیان اسطرح ہے کہ مثلاً فرض کیجئے کہ دو خدا ہیں تو وہ دونوں یا تو باہم متفق ہو جائیں گے یا مختلف ہونگے اگر متفق ہو جائیں تو وہ کسی چیز کو ایجاد نہیں کر سکتے۔ ورنہ لازم آئیگا کہ دو موثروں کا فقط ایک ہی اثر ہو۔ اور یہ محال ہے۔ کیونکہ اس سے لازم ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کی ایجاد سے اگر عالم کا ایک جداگانہ اور مستقل وجود ہو گا تو لازم آئیگا کہ عالم دو دو وجود کے ساتھ موجود ہو حالانکہ وہ صرف ایک ہی وجود کے ساتھ موجود ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور اگر عالم کا فقط ایک وجود حاصل ہو تو ماننا پڑیگا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے بانفرادہ اسے ایجاد نہیں کیا بلکہ دوسرے کے ساتھ ملکر ایجاد کیا۔ جیسے کہ اگر دو قوتیں ملکر کسی پتھر کو لڑکانے کا باعث ہوں تو ہر ایک انمیں سے لڑکانے کے لئے کافی نہ ہوگی بلکہ دونوں کے مجتمع ہونے کی ضرورت پڑے گی تو ہر ایک دوسری قوت کی محتاج ٹھہرے گی۔ اور اسکے ساتھ ملکر مرکب ہوگی۔ اور وہ دونوں قوتیں مرکب ہو کر ایک قوت بنے گی۔ تو اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ لڑکانے کی نسبت دونوں کی طرف ہونی چاہئے کسی ایک کیطرف علی الاستقلال نسبت کرنا صحیح نہ ہوگا۔ اسی بنا پر دونوں خدا ایک دوسرے کے ساتھ مرکب ہوں گے اور دونوں بمنزلہ ایک خدا کے قرار پائیں گے۔ اور دونوں سے کسی ایک کیطرف علی الاستقلال ایجاد کی نسبت نہ ہو سکے گی کیونکہ ہر ایک موجد کا جزو ہوگا۔ یہ مستقل موجد حالانکہ خدائے عالم اسکو کہہ سکتے ہیں کہ جو اس عالم کا موجد ہو۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ہر واحد خدا نہیں بلکہ فی الحقیقت دونوں کا مجموعہ خدا ہے تو اسکا جواب ہم یہ دینگے کہ موجد عالم کا مرکب ہونا محال ہے کیونکہ اس میں اسکا وہ اور اسکی تمام انواع کے مابین جمیع صفات کے اعتبار سے جو کہ ان کے ساتھ مختص ہیں مخالفت ہونا ایک لازمی امر ہے۔ اور انہیں صفات میں سے ترکیب بھی ہے۔ علاوہ بریں ہر ایک مرکب کے لئے حدوث لازم ہے۔ تو اس بنا پر خدا کا حدوث لازم آئیگا۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ دونوں عالم کو علی الترتیب اسطرح پر ایجاد کریں کہ پہلے تو ایک ایجاد کرے اور پھر دوسرا ورنہ تحصیل حاصل لازم آئیگا اور یہ محال ہے۔ اور نہ یہ ہی ممکن ہے کہ بعض چیزوں کو ایک ایجاد کرے اور بعض باقی کو دوسرا۔ کیونکہ اسوقت ان دونوں کا عاجز ہونا لازم آئیگا۔ اسلئے کہ جب کسی شے کے ساتھ ان دونوں میں سے کسی ایک کی قدرت متعلق ہو جائیگی تو لامحالہ اس شئے کے ساتھ دوسرے کی قدرت کے متعلق ہونے کا طریق وہ پہلا مسدود کر دیگا بس دوسرا اسکی مخالفت پر ہرگز قادر نہ ہو سکیگا اور عاجز رہیگا۔ اور اگر دوسرا اسکے خلاف کر سکا اور اس نے اپنی قدرت کے متعلق ہونیکے طریق کو مسدود نہ ہونے دیا تو پہلے کو عاجز ماننا پڑیگا۔ بہر حال خدا کا عجز لازم آئیگا۔ اور خدا کا عجز محال ہے۔ اور اگر دونوں مختلف ہو جائیں۔ اسطرح پر کہ ایک تو عالم کے ایجاد کرنیکا ارادہ کرے اور دوسرا اسکے معدوم کرنیکا۔ بس ہرگز ممکن نہیں کہ دونوں کا ارادہ نافذ ہو سکے ورنہ اجتماع ضدین لازم آئیگا۔ اور نہ یہ ممکن ہے کہ ایک کا ارادہ نافذ ہو اور

Marfat.com

دوسرے کا نہ ہو کیونکہ جسکا ارادہ نافذ نہ ہوسکیگا وہی عاجز ٹھہرے گا اور دوسرا بھی ویسا ہی قرار پائیگا۔ کیونکہ دونوں میں مماثلت منعقد ہو چکی ہے۔ علاوہ بریں یہ بھی ہے کہ جب ایک کا ارادہ نافذ ہوگا اور دوسرے کا نہ ہوگا تو جسکا ارادہ نافذ ہوگا وہی خدا ٹھہریگا۔ دوسرا نہیں ہوسکتا۔

اب وحدانیت کی دلیل مکمل ہوگئی اور یہی دلیل قرآن مجید میں بھی مجملاً اور علیٰ وجہ الاختصار مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ یعنی اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان دونوں کبھی کے برباد ہوگئے ہوتے۔

لیکن ان دونوں کا موجود نہ ہونا تو باطل ہے کیونکہ مشاہدہ سے انکا وجود ثابت ہے۔ پس اللہ کے سوا جنس خدا کا موجود ہونا بھی جس سے یہ خرابی لازم آئی باطل ٹھہرا۔ تو اب ثابت ہوگیا کہ زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہوسکتا۔ بلکہ وہی خدا ہی کے ساتھ منفرد اور یکتا ہے اور یہی مقصود تھا۔

وحدۃ الوجودیہ | صوفیوں کا ایک گروہ ہے جو تمام موجودات کو خدا تعالےٰ کا وجود ہی شمار کرتے ہیں اور خدا کے وہ حقیقی وجود ہیں انہیں اعتباری شمار کرتے ہیں۔ جیسے کہ موج۔ بلبلہ۔ گرداب۔ قطرہ وغیرہ کو پانی شمار کرتے ہیں۔

وحی | لغوی تحقیق | الہام اور وحی کے لفظ باعتبار معنی لغوی کے قریب المعنے ہیں۔ گو بعض مواقع استعمال میں کسیقدر ایک دوسرے سے الگ ہوں۔ مگر اکثر جگہ دونوں لفظوں سے ایک ہی معنے مراد ہوتے ہیں۔ یعنے دل میں القا کرنا۔

وحی کا اطلاق کتابت اور اشارت اور رسالت اور کلام خفی پر بھی ہوتا ہے۔ اور عرف شریعت میں وحی

کے ساتھ انبیاء مخصوص ہیں۔ الہام میں سب شریک ہیں۔ پس شرعی معنے کے لحاظ سے غیر انبیاء کو صاحب وحی نہیں کہتے۔ ہاں لغوی معنے کے لحاظ سے غیر انبیاء پر بھی اسکا اطلاق ہوا ہے۔ جیسے قرآن میں آیا ہے۔ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اور تیرے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں ڈالا۔ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اور ہم نے موسیٰ کی ماں کے دل میں ڈالا وغیرہ۔

حقیقت وحی | وحی یا الہام خداوند تعالےٰ اور اُسکی مخلوقات کے درمیان ایک پیغام یا ایسی تار برقی ہے کہ جسکے ذریعہ سے وہ اپنے خالق سے ہمراز اور ہمکلام ہوتی ہے۔ ؎

اتصالے بے تکیف بے قیاس
ہست رب الناس را با جان ناس

اس امر میں انسان و حیوان۔ حجر و شجر۔ زمین و آسمان سب شریک ہیں۔

ہر چیز کو الہام ہوتا ہے | ہر نوع کیطرف اسکی وحی ہوتی ہے اسی لئے ہر نوع کی ایک شریعت جدا ہے کہ اسپر اسکی مخالفت حرام کردی گئی ہے۔ معدنیات کی طرف یہ الہام ہو رہا ہے کہ اپنی صلابت اور رخوت اور حرارت یا برودت کو محفوظ رکھے۔ انکی صورت نوعیہ ہمیشہ ان اوامر الٰہی کے بجالانے میں کمربستہ اور دست بستہ رہتی ہے کہ کبھی آگ سے حرارت اور پانی سے برودت نہ جانے پائے اور نباتات کیطرف ہر دم یہی پیغام پہونچتے ہیں کہ وہ خاک کو پانی سے چوس کر برگ و گل بنائے۔ اور اتنی مدت میں پھول پھر اتنے عرصے میں پھل آئیں اور پتوں کی یہ رنگت اور یہ وضع و قطع ہو۔ ان کی صورت نوعیہ بھی ہر وقت ان فرائض کو ادا کر رہی ہے۔ بیری کے پتے پر حرام ہے کہ وہ پیپل کے پتے کی صورت میں آئے۔ اور آم کو حرام ہے کہ وہ بیر بنجائے۔ حیوانات پر یہ وحی ہوتی ہے کہ ہر نوع ہمیشہ اپنی اپنی صورت نوعیہ پر

Marfat.com

قائم رہے۔ الغرض اس وحی میں ہر ایک چیز شریک ہے اور ہر نوع کی شریعت جداگانہ ہے۔ اور ہر نوع اسکا مجبوراً پابند ہے۔ چنانچہ اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔ اور اللہ ہی کو سجدہ (یعنی فرمانبرداری) کرتے ہیں آسمانوں والے اور زمین والے۔

بذکرش ہر چہ بینی در خروش است
دلے داند دریں معنے کہ گوش است
نہ بلبل بر گلش تسبیح خوانیست
کہ ہر خارے بہ تسبیحش زبانیست

خاص انسانی الہام ایک دوسری قسم وحی والہام اور بھی ہے کہ جس کے ساتھ حضرت انسان یا اور کوئی مخلوق ذی عقل مخصوص ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انسان کی روح جسکو حکما نفس ناطقہ کہتے ہیں اگرچہ حادث ذاتی بلکہ حادث زمانی ہے۔ لیکن اس جسم کے مرکب ہونے سے ہزارہا سال پہلے پیدا ہو چکی ہے اور حظیرہ قدس میں کہ جسکو اسکا اصلی وطن کہتے ہیں رہی ہی پھر اس جسم کے پتلے سے اسکو وابستہ کر دیا۔ اور اسبات کا بار گراں کہ جسمانی آلے سے اپنے لیے اور کمالات زائدہ حاصل کرے نہ کہ اپنی اصلی استعداد و نورانیت کو اسکی صحبت میں زائل کرے اس ناعاقبت اندیش کے سر پر دھر دیا۔ پس اس جوہر نورانی کا مقتضا قوۃ ملکوتیہ ہے اور اس جسم طلسمانی اور صورت ہیولانی کا اثر قوت بہیمیہ اور کبھی یہ دونوں قوتیں باہمی مصالحت کر کے رہتی ہیں اور کبھی ہمیشہ کشاکشی اور تخالف کے صدمے سہتی ہیں۔ پھر کبھی یہ غالب اور وہ مغلوب اور کبھی برعکس۔ ان دونوں قوتوں کے کم و زیادہ ہونے کے اعتبار سے بیشمار مراتب ہیں جن میں دو درجے سب سے اعلیٰ ہیں۔

انسان کے روحانی مدارج اول یہ کہ قوۃ ملکیہ نہایت علو میں ہو۔ اور بہیمیہ بھی شدید ہو مگر ملکیہ کے تابع ہو یہ وہ لوگ ہیں کہ امور ریاست دین و دنیا پر حاوی ہیں اور انتظام ملت و مذہب و تہذیب نفس اور اصلاح اخلاق میں ممتاز ہیں۔ دین و دنیا بھر کے کمالات انکو حاصل ہوتے ہیں۔ پس جسطرح عالم ملکوت کے اسرار ان کے دل پر منکشف ہوتے ہیں اور وہاں کی چیزیں انکو عیاناً دکھائی دیتی ہیں۔ ملائکہ اپنی اصلی حالت میں بھی ان سے کلام کرتے ہیں۔ اسی طرح دنیوی اصلاحات اور انتظامات اور تدابیر جزئیہ میں بھی یہ لوگ کامل ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکو انبیاء اولوالعزم کہتے ہیں۔ دوم وہ کہ قوی ملکوتیہ ان کے علو پر اور قوی بہیمیہ ضعف پر ہوں۔ یہ لوگ انتظام و مصالح دنیویہ میں ان سے کم ہیں۔ لیکن وہ بھی انبیاء ہیں۔ پس انسان کی سعادت و شقاوت کی باتیں جن کو شریعت کہتے ہیں اور جنکا الہام ہونا رحمت الٰہی کے نزدیک نہایت ضروری تھا اس قابل نہ تھیں کہ ہر کس و ناکس کے الہام و وحی پر چھوڑ دی جائیں بلکہ ان کے لیے ایسے شخصوں کا الہام ضروری ہے جو قوت بہیمیہ کی تشویشات اور شوائب بشریہ سے معصوم ہوں **انبیاء** اور انکا الہام بھی نہایت اعلیٰ طور پر ہو جسکو وحی بواسطہ جبرئیل کہتے ہیں۔ پس یہ لوگ انبیاء ہیں۔

یہ تو بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ الہام میں سب شریک ہیں۔ ہر مصنف کو۔ ہر شاعر کو۔ ہر واعظ کو۔ بلکہ ہر کام کے کاریگر کو بھی الہام ہوتا ہے۔ پھر ان میں بھی متفاوت درجے ہیں۔ جو لوگ کہ ہمہ تن اس میں مستغرق رہتے ہیں انکی قوت متخیلہ یہانتک غلبہ کرتی ہے کہ وہ خیالات انکو مجسم دکھائی دیتے ہیں اور کبھی آوازیں سنائی دیتی ہیں لیکن یہ آوازیں ہاتف غیب کی طرف سے نہیں ہوتیں۔ بلکہ در حقیقت وہاں سوائے انکے خیالات کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن یہ سب حالات ان لوگوں کے ہیں کہ جنکے قوی بہیمیہ اور صفات بشریہ غالب ہیں

Marfat.com

اور جو عوام الناس کہلاتے ہیں۔

انبیاء کا الہام یا وحی اور انبیاء علیہم السلام جنکے قوائے ملکیہ غالب ہوتے ہیں وہ ان خیالات سے بالکل پاک ہیں۔ انکو مختلف طور پر الہام ہوتا ہے کبھی تو خواب میں ملائکہ کے ذریعہ سے جبکہ اس جسم سے توجہ کم ہوتی ہے اور اس عالم کا پردہ ان سے اُٹھ جاتا ہے اور کبھی دوبدو خدائے پاک سے ہمکلام ہوکر مستفید ہوتے ہیں۔ اور کبھی مغیبات عالم مثالی سے متشکل ہوکر دکھائی دے جاتی ہیں۔ اور کبھی حالت بیداری میں جبکہ قوت ملکیہ کا نہایت غلبہ ہوتا ہے تین صورتوں میں سے ایک صورت پیش آتی ہے۔

اول یہ کہ وہ فرشتہ جسکو ناموس اکبر یا جبرئیل کہتے ہیں پیغام الٰہی پہونچاتا ہے۔ پھر اسکے بھی کئی طور ہیں اول یہ کہ جبرئیل کسی شکل میں ظاہر ہوکر مطلع کرجائے چنانچہ جنگ احزاب کے بعد وہ آدمی کی شکل میں غبار آلودہ ظاہر ہوئے۔ چنانچہ صحاح ستہ میں یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔ اور اکثر دحیہ کلبی کی صورت میں دکھائی دیتے تھے اور کبھی اجنبی شکل میں سطح ظاہر ہوتے جسکو حضار مجلس بھی دیکھ لیتے۔ چنانچہ بخاری ومسلم وغیرہما محدثین نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ حضرت جبرئیل مسافرانہ صورت میں نہایت سفید لباس کے ساتھ ظاہر ہوکر آنحضرتؐ کے زانو سے زانو ملاکر ایمان واسلام کے معنے پوچھنے لگے۔ اور آپ کے جواب کے بعد خود ہی تصدیق کرتے جاتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہمکو اس سوال وتصدیق سے بڑا تعجب ہوا۔ پس جب وہ چلے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ یہ جبرئیل علیہ السلام تھے تمکو ایمان واسلام کے معنے سکھلانے آئے تھے۔

دوم یہ کہ جبرئیل ملکوتی صورت خاص آپ ہی کو دکھائی دیں اور کلام الٰہی یا احکام الٰہی کبھی مع الفاظ اور کبھی محض مطلب دل میں القا کرجائیں اور کسیکو نہ انکی صورت نظر آئے اور نہ آواز سنائی دے۔ چنانچہ اکثر وحی قرآن میں یہی بات پیش آتی تھی۔ بیداری میں وحی کی دوسری صورت یہ ہے کہ تجلی ذاتی ہوکر خود بخود خدائے تعالٰی سے ہمکلام ہوجاتے ہیں۔ جیسے کہ کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کو۔ اور شب معراج میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ صورت پیش آئی تھی تیسری یہ صورت کہ حالت بیداری میں عالم ملکوت کا مشاہدہ وتجلی ہوکر اسرار غیب پر مطلع ہوجائیں۔ چنانچہ نماز کسوف میں یہ بات آپ کو پیش آئی تھی۔ چوتھی ایک اور صورت بھی ہے کہ فرشتہ غائبانہ آواز سنایا کرتا ہے کہ جسکو ہاتف غیب کہتے ہیں۔

وحی جبرئیل کا ثبوت جبرئیل کے ذریعہ سے الہام ہونا آیات ذیل سے ثابت ہے:۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ یعنی کہدے جو کوئی جبرئیل کا دشمن ہو سو ہوا کرے مگر اس نے تو یہ قرآن تیرے دل پر خدا کے اذن سے اُتارا ہے۔

يُلْقِى الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ خدا جبرئیل کو جسکے پاس چاہتا ہے بھیجتا ہے۔

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ۔ کہو اس قرآن کو تیرے رب کیطرف سے سچائی کے ساتھ روح القدس نے اتارا ہے۔

وحی قرآن غرض تمام نوع انسان میں سے علوم الٰہیہ کے لئے انبیاء مخصوص ہونے ضرور تھے۔ اور ان اعلیٰ علوم کے لئے الہام بھی وہ ہونا چاہئے تھا۔ جو سب صورتوں میں اعلیٰ اور بعید عن الخطا ہو۔ لیکن الہام کی چھ صورتوں میں سے تین جو خواب میں پیش آتی ہیں اس قابل نہیں کہ نبی کے علوم کا ذریعہ بن سکے۔ بیداری کی تین صورتوں میں سے دو صورتیں یعنے

Marfat.com

عالم ملکوت کا منکشف ہو جانا یا فرشتے کا پیغام لانا قابل اطمینان ہیں۔ اور قرآن مجید انہی دونوں صورتوں میں نازل ہوا ہے لیکن حالت ہمکلامی قلیل الوقوع ہے۔ اسلئے اس صورت میں بہت ہی کم قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ زیادہ کاربراری کی یہی صورت رہی کہ ناموس اکبر یعنے جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی صورت میں نظر آئیں اور بالفاظ کلام پہونچائیں۔

وحی متلو و غیر متلو جسکو وحی متلو اور قرآن بھی کہتے ہیں۔ اسکے علاوہ اور جسقدر صورتیں ہیں انکو وحی غیر متلو اور سنت اور کبھی حدیث قدسی بھی کہتے ہیں۔ (مقدمہ۔لف)۔

پوشیدہ نہ رہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کئی طرح پر ہوتا تھا۔ ایک یہ کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سچی خوابیں دیکھتے تھے۔ مکہ میں یہ بات ابتداء میں تھی یعنی جو خواب دیکھی اسکا ظہور فی الفور ہو گیا۔

دوسرے یہ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام قلب آنجناب پر حکم الہی القا کرتے اور خود ظاہر نہ ہوتے تھے اور نہ آنجناب کوئی آواز سنتے۔

تیسرے حضرت جبرئیل بصورت مرد متمثل ہوکر آتے اور حکم خدا پڑھکر سناتے اور بیشتر بصورت دحیہ کلبی آتے۔ بعض اہل تحقیق فرماتے ہیں کہ رؤیت جبرئیل بحالت نزول وحی موجب زوال بصارت ہے چنانچہ حضرت ابن عباس کو یہ معاملہ واقع ہوا۔

چوتھی صورت یہ تھی کہ ایک آواز مانند آواز جرس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی دیتی تھی جسکے الفاظ و معانی آنجناب کے سوا کسیکو مفہوم نہ ہوتے تھے اس حالت میں پیشانی مبارک پر پسینا آجاتا۔ اگر آپ سواری پر ہوتے۔ سواری مارے بوجھ کے بیٹھ جاتی چنانچہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ سرد ترین ایام زمستان میں وحی آتی تو تب بھی آپ کی پیشانی پسینے کے قطرے ٹپک پڑتے۔ اور نزول وحی کے وقت اگر آنجناب گھوڑے یا اونٹ پر سوار ہوتے تھے تو وہ جانور گر پڑتا۔ مگر آنحضرت کی خاص اونٹنی عضباء نام گرنے سے بچ جاتی۔ تاہم اسکے پاؤں شدت بار گراں سے بھر جاتے۔ اگر آپ اس حالت میں کسیکے زانو پر سر رکھے ہوتے تو اسکے زانو کے ٹوٹ جانیکا خوف ہوتا تھا چہرہ مبارک سرخ ہوتا اور دم چڑھ جاتا۔ جسکی آواز دور سے سنائی دیتی تھی۔

پانچویں صورت یہ تھی کہ جبرئیل بصورت اصلیہ آتے اور حکم خدا بیان کرتے۔

چھٹی صورت وحی کی وہ تھی جسطرح شب معراج میں ہوئی

ساتویں اللہ نے فرشتہ کے واسطے کے سوا کلام کیا ورائے حجاب سے۔

آٹھویں بے واسطہ و بے حجاب شب معراج میں کلام ہوا۔

نویں حضرت نے جناب حق کو خواب میں دیکھا اور کلام کیا۔

دسویں وحی القائی کہ وقت فیصل خصومات حکم حق جانب خدا سے القا ہوتا تھا۔

گیارہویں طرح یہ تھی کہ ایک آواز مانند آواز زنبور عسل سنائی دیتی تھی۔

بارہویں استنشاق نفحات الہیہ تھا کہ انی اجد نفس الرحمٰن من جانب الیمن اسطرف اشارہ ہے

تیرھویں طرح وحی کی بطریق ملامت ہوتی تھی چنانچہ آپ نے فرمایا ہے وضع اللہ کفہٗ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدی فعلمت ما فی السموات والارض۔

چودھویں وحی بواسطہ حضرت اسرافیل کے تھی۔ چنانچہ صحاح میں عامر شعبی سے روایت ہے کہ اول معین ہوئے حضرت اسرافیل اور تین برس تک دکھائی دیتے اور وحی لایا کئے پھر موکل ہوئے۔ حضرت جبرئیل اور لائے قرآن شریف (لفز)

Marfat.com

وَدّ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے ایک بت کا نام ہے ودّ کے لغوی معنے ہیں محبت۔ یہ بت محبت اور خواہش کا بت تھا۔ اس معنے کو ظاہر کرنے کے لئے اسے مرد کی شکل میں ڈھالا گیا تھا۔ قوم نوحؑ اسکو تمام کائنات کا باعث ایجاد جانتے تھے۔ انکا اعتقاد تھا کہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ کو خواہش ہوئی کہ میں ظاہر ہوں تو اس نے دنیا پیدا کی۔ اور اپنے آپ کو مرد کی شکل میں ظاہر کیا۔ اسلئے مرد کے دل میں عورت کی محبت و رغبت ہوتی ہے۔ ہندو اس مظہر کو برہما کہتے ہیں۔ قرآن مجید کی سورہ نوح کے رکوع ۲ میں اسکا ذکر آیا ہے۔

وَدّان جحفہ سے ایک منزل پر ہے اور اسکے چھ میل کے قریب ابواء ہے۔ یہاں جعفری اور حسنی قبائل رہتے ہیں جن باہم لڑائیاں ہوا کرتی ہیں (جغ)

وَدُود خدا کا نام ہے۔ (ل) جو تمام مخلوقات کیلئے بھلائی کو دوست رکھے اور ان پر احسان کرے یہ رحیم کے معنے کے قریب قریب ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ رحمت کے مقابلہ میں مرحوم (جسپر رحم کیا جائے) کا ہونا اور مرحوم کا محتاج اور مجبور ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اسی لئے رحیم کے افعال ضعیف مرحوم کا تقاضا کرتے ہیں۔ اور ودود کے افعال میں یہ بات نہیں۔ بلکہ ودّ (محبت) ازسرنو انعام کو چاہتی ہے۔

خدا کے بندوں میں سے ودود وہ شخص ہوتا ہے جو لوگوں کے لئے وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر ودود وہ شخص ہے جو اپنے آپ کے مقابلہ میں لوگوں کو ترجیح دے (منہ) اسکا ذکر قرآن مجید کی سورت بروج رکوع اول میں یوں آیا ہے۔ اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَیُعِیْدُ ۝ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ یعنی وہی اول بار (پیدا) کرتا اور (وہی قیامت میں) دوبارہ بھی کریگا۔ اور وہ بخشنے والا (اور) محبت کرنے والا ہے۔

اسکے علاوہ اور بھی قرآن مجید میں بہت جگہ اسکا ذکر آیا ہے۔

ودیعت امانت یا وہ چیز جو کسی کے پاس بطور امانت رکھی جائے۔ مودع وہ شخص جسکے پاس امانت رکھی جائے۔

ودیعت مودع کے ہاتھ میں امانت ہوتی ہے۔ اگر تلف ہو جائے تو مودع ذمہ دار نہیں ہوتا۔ مگر مودع کو لازم ہے کہ اسکی حفاظت رکھے۔ اگر اس نے کسی دوسرے شخص کو دے دی اور اسکے پاس وہ تلف ہوگئی تو مودع ذمہ دار ہوگا۔ لیکن اس صورت میں کہ مودع کے گھر میں آگ لگ جائے۔ اور وہ ودیعت کو بچانیکے لئے اپنے پڑوس کے گھر رکھدے۔ یا مثلاً اسکی کشتی ڈوبنے لگے اور وہ اسکو کسی دوسری کشتی میں ڈال دے تو ذمہ دار نہ ہوگا اگر مودع نے اسکو اپنے مال میں ملا دیا حتی کہ اسکی تمیز نہ ہو سکے تو ذمہ دار ہوگا۔ اگر مالک نے ودیعت واپس مانگی اور مودع نے اُسے روک رکھا تو ودیعت کے تلف ہو جانے پر وہ ذمہ دار ہوگا۔ اگر مودع نے ودیعت میں تعدی کی مثلاً گھوڑا ہو تو اسپر سواری کی۔ یا کپڑا ہو تو اسے پہن لیا۔ یا غلام ہو تو اس سے خدمت لینے لگا یا اسکو کسی دوسرے کے پاس ودیعت رکھدیا۔ پھر وہ چیز صحیح سلامت مالک کے حوالہ کردی۔ تو ذمہ داری جاتی رہی

مودع کو اختیار ہے کہ ودیعت کو سفر میں اپنے ساتھ لے جائے۔ اگر دو شخصوں نے کسیکے پاس ودیعت رکھی تو امام اعظم رح کے نزدیک ان میں سے صرف ایک شخص کو اسکا حصہ واپس نہیں دیا جائیگا تاوقتیکہ دوسرا حصہ دار حاضر نہ ہو۔ صاحبین کے نزدیک اسکا حصہ دیا جا سکتا ہے (فتد)

ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے یہ پہلے تو قریش کی طرح بت پرستی اور جاہلیت کی رسوم میں

Marfat.com

مبتلا تھے۔ مگر بعد میں بت پرستی کو خیرباد کہکر عیسائیت کا مذہب اختیار کر لیا تھا۔ انجیل سے پورے واقف تھے بلکہ انجیل کا کچھ حصہ عربی میں بھی ترجمہ کیا تھا۔ عبرانی زبان بھی جانتے تھے بوڑھے اور نابینے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوہ حرا میں جب پہلے پہل وحی نازل ہوئی تو سخت گھبرائے اور کانپتے کانپتے گھر آئے۔ اور حضرت خدیجہ کو سارا حال بتایا۔ آپ نے تسلی دی اور آپکو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ نے کہا کہ اپنے چچازاد بھائی (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) سے جو یہ کہتے ہیں سنو۔ ورقہ کے پوچھنے پر آپ نے جبرئیل کے نزول کی ساری کیفیت بیان کر دی۔ ورقہ نے کہا یہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا اے محمد تمکو خوشخبری ہو کہ تم خدا کے رسول ہو۔ میں اسبات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے جس رسول کے آنے کی خوشخبری دی ہے اور کہا ہے کہ میرے پیچھے ایک رسول مبعوث ہوگا جسکا نام احمد ہوگا وہ تم ہی ہو۔ عنقریب تمہیں کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم ہوگا۔ کاش! میں اس دن زندہ اور جوان ہوتا جب تمہیں کافر مکہ سے نکالدیں گے ورقہ نے کہا ہاں تمہاری ہی کیا خصوصیت ہے ہر ایک پیغمبر کے کافر دشمن ہوئے اور اسے ایذا دیتے چلے آئے ہیں خدا کی اسیطرح سنت ہے کہ کافر ہمیشہ پیغمبروں کے دشمن ہوتے ہیں۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو تمہیں غیر معمولی امداد دونگا۔ مگر آنحضرت کی نبوت کے ظہور کے زمانہ سے پہلے ہی ورقہ بن نوفل فوت ہوگئے اور یہ مبارک زمانہ انہیں دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ ورقہ بن نوفل ان لوگوں میں سے ہیں جو آنحضرت کے زمانہ نبوت دیکھنے سے پہلے آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی۔ صحابی کی جو یہ تعریف کی گئی ہے۔ مَنْ رَاَی النَّبِیَّ مُؤْمِنًا صحابی وہ ہے جس نے ایمان کی حالت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو) اسکی رو سے ورقہ بن نوفل صحابی تھے۔ کیونکہ اس تعریف میں یہ قید نہیں لگائی گئی کہ اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نبوت بھی دیکھا ہو۔ مگر مشکوٰۃ میں اس مضمون کی حدیث آئی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ورقہ بن نوفل کی وفات کے بعد اسکا حال دریافت کیا تو آپ نے فرمایا میں نے اسے سفید کپڑے پہنے ہوئے دیکھا ہے۔ یہاں سے شبہ ہوتا ہے کہ اگر ورقہ بن نوفل کا مومن ہونا یقینی ہوتا تو آپ کو ان کے ایمان کی نشانی بتانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ ہاں یہ جواب ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکے ایمان کی نشانی بتانا محض تاکید کے لئے ہے چنانچہ روضتہ الاحباب میں یہ حدیث اسطرح آئی ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے قس کو جنت میں سبز کپڑے پہنے ہوئے دیکھا ہے کیونکہ وہ مجھپر ایمان لایا اور میری تصدیق کی (اس حدیث میں جو قس کا لفظ آیا ہے اس سے ورقہ بن نوفل مراد ہیں)۔

مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ بقول بعض سب سے پہلے ایمان لانے والے ورقہ ہیں۔ ابن مندہ نے آپ کو صحابہ میں شمار کیا ہے (م)

وزیر (ل) باربرداری کا شریک۔ چونکہ سلطنت کے کام کا بوجھ اٹھانے میں وزیر بھی بادشاہ کا شریک ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس عہدے کا نام وزیر رکھا گیا

قرآن مجید میں بھی یہ لفظ آیا ہے وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَھْلِیْ ھٰرُوْنَ اَخِیْ (طٰہٰ ع ۲) یعنی اور میرے کنبے والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا بوجھ بٹانے والا بنا۔

Marfat.com

وسوسہ مراد اس سے وہ شیطانی خیالات ہیں جو کفر و گناہ کا باعث ہوں۔ اور اسکی دو قسمیں ہیں۔ ضروری اور اختیاری۔ ضروری تو وہ ہے جو بے اختیار اور آچانک دل میں آجاتے۔ اسکو ہاجس کہتے ہیں۔ اور یہ اس امت مرحومہ سے معاف ہے۔ اور پہلی سب امتوں سے بھی معاف تھا۔ پھر جب وہ ہاجس ٹھہر جائے اور خلجان پیدا ہو تو اسے خاطر کہتے ہیں اور وہ بھی معاف ہے۔ اور اختیاری وہ ہے۔ کہ وسوسہ دل میں آئے اور باقی رہے۔ اور اسپر دوام و اصرار ہو اور ہمیشہ دل میں خلجان کرے اور اسکی لذت و محبت پیدا ہو جائے۔ اسکو ہم کہتے ہیں یہ بھی خاص اسی امت مرحومہ سے معاف ہے اور اسپر مواخذہ نہیں اور بدوں عمل کے نامہ اعمال میں ثبت نہیں ہوتا بلکہ قصد کے بعد اگر اپنے آپ کو روکے تو اسکے مقابلہ میں نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور ایک قسم اور ہے جسکو عزم کہتے ہیں اور وہ نفس کی ٹھہرائی ہوئی بات ہے اور دل کا اسپر عزم بالجزم ہو۔ اور سوائے خارجی اسباب کے معدوم ہونے کے اور کوئی اسکا مانع بھی نہ ہو۔ اور نفس کو اس سے کچھ کراہت و نفرت نہ ہو۔ اس قسم پر مواخذہ ہے لیکن مواخذہ فعل سے کم ہے۔ یعنی جب تک دل میں ہے کم گنہگار ہے۔ اور جب اسکا مرتکب ہوگا تو زیادہ گنہگار ہوگا۔ (منظ)

حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میری امت سے وہ چیز جو بطور وسوسہ آتی ہے معاف کی ہے جب تک کہ اسکو عمل میں نہ لائیں۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ بہت سے اصحاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہمارے دلوں میں بعض وقت ایسے خیالات آتے ہیں جنکو ہم زبان پر لانا پسند نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا اگر ایسے خیالات آتے ہیں اور تم انہیں برا جانتے ہو تو یہ ظاہر ایمان ہے۔ (منش)

وسیط تفسیر کی کتاب ہے مصنفہ امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی جو ۴۶۸ھ میں فوت ہوئے۔ (کشف)

وسیلہ وہ چیز جسکے ذریعے سے غیر کی طرف تقرب حاصل کیا جائے۔ (تع)

جنت کا ایک درجہ ہے جو سب درجوں سے اعلیٰ ہے اور صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے مخصوص ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کی آواز سنو تو جسطرح وہ کہتا جائے تم بھی کہتے جاؤ۔ پھر مجھپر درود بھیجو۔ کیونکہ جو شخص مجھپر ایک بار درود بھیجتا ہے تو اللہ اسپر دس بار رحمت بھیجتا ہے۔ پھر میرے لئے اللہ سے وسیلہ مانگو۔ کیونکہ وسیلہ جنت کا ایک اعلیٰ درجہ ہے جو صرف ایک ہی بندے کے لائق ہے اور امید کرتا ہوں کہ وہ شخص میں ہی ہوں گا۔ (منش)۔

وشم گودنا۔ یہ ایک وحشیانہ رسم ہے جو ابھی تک رذیل اقوام کی عورتوں میں برابر جاری ہے جیسے شرفا میں ناک کان کا چھدوانا۔ حدیث میں اسکی ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت اپنے بالوں میں دوسرے بال ملاتی ہے (کہ بال بڑے معلوم ہوں) اور جو دوسرے کو اسبات کا حکم کرتی ہے (کہ میرے بالوں میں دوسرے بال ملادے) اور جو جسم کا کوئی حصہ خود گودتی اور جو دوسرے سے گودواتی ہے ان سب پر خدا کی لعنت کرے (ج)

اسی طرح عبداللہ بن مسعودؓ سے صحیحین میں ایک حدیث آئی ہے جسکا پہلا جملہ یہ ہے کہ خدا ان عورتوں پر کہ جو

Marfat.com

اپنے جسم کے کسی حصہ کو خود گودتی یا دوسرے کو گودنے کا حکم کرتی ہیں خدا لعنت کرے۔"

وصایا وصیت کی جمع ہے۔ اور وصیت اس نصیحت کو کہتے ہیں جو عازم سفر یا قریب الموت شخص اپنے رشتہ داروں یا دوستوں کو کرتا ہے۔

وصل (ل) ملانا۔ (ص۔و) میں روحانی سفر کے ساتویں درجے کو کہتے ہیں جس میں مجذوب کو خدا کا دیدار ہوتا ہے۔ یہ درجہ فنا فی اللہ کے درجہ سے پہلے ہوتا ہے۔ (مصطلحات الصوفیہ) رسالہ اصطلاحات الصوفیہ میں اسکے معنے غائب چیز کو پالنے کے لکھے ہیں۔

وضو آبدست، شرعی طریقہ سے اعضاء دھونا تاکہ عبادت میں مصروف ہونے سے پیشتر ظاہری پاکی حاصل کی جائے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ۔ یعنی پاکی ایمان کا حصہ ہے۔

اور آپ نے فرمایا ہے مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَایَاهُ مِنْ جَسَدِهٖ حَتّٰی مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِهٖ یعنی جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے اسکے گناہ جسم سے نکل جاتے ہیں حتی کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی۔ وغیرہ (مش)

(۱) وضو نماز کی شرائط میں سے ہے یعنے اسکے بغیر نماز نہیں ہوسکتی۔ ہاں اگر کوئی ایسا سبب پیدا نہ ہوا ہو جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو کئی نمازوں کے لئے ایک ہی وضو کافی ہوسکتا ہے۔ ان اسباب کا ذکر قدوری اور کنز الدقائق کے باب نواقض وضو میں مفصل درج ہے۔

(۲) وضو کا طریقہ یہ ہے کہ قبلے کیطرف منہ کرکے بیٹھیں پہلے بسم اللہ پڑھیں (حنفی مذہب کے موافق) پھر دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھوئیں۔ اسکے بعد دائیں ہاتھ سے تین دفعہ منہ میں پانی ڈالکر کلی کریں۔ کلی سے پہلے سواک بھی ضرور کریں۔ مسواک نہ ہو تو انگشت شہادت سے ہی دانتوں کو مل لیں۔ کلی کے بعد تین ہی مرتبہ دائیں ہاتھ سے ناک میں پانی دیں اور اس سے صاف کریں۔ پھر تین ہی دفعہ منہ پر پانی ڈالکر اسے دھوئیں تین دفعہ دونوں ہاتھ کہنیوں تک اسطرح دھوئیں کہ پہلے دایاں پھر بایاں۔ اسکے بعد پانی لیکر سر۔ کانوں۔ اور گردن کا مسح ایک ایک مرتبہ کریں۔ اخیر میں دونوں پاؤں ٹخنوں تک تین تین دفعہ اسطرح دھوئیں کہ پہلے دایاں پھر بایاں۔ وضو کے آخر میں یہ دعا پڑھنی چاہیئے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

(۳) شیعہ لوگ وضو میں پہلے پاؤں دھوتے ہیں۔ اور اخیر میں پاؤں دھونے کی بجائے انپر صرف مسح کرتے ہیں۔ اور یہ اختلاف متفرع ہے آیت وضو کے اختلاف قرات پر۔ وہ آیت یہ ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ۔ اہل سنت والجماعت لام اَرْجُلَكُمْ پر فتح پڑھتے ہیں۔ جسے اسکا عطف وُجُوْهَكُمْ پر ہے۔ اور شیعہ لوگ لام کو مکسور پڑھتے ہیں۔ کیونکہ انکے نزدیک اسکا عطف رُءُوْسِكُمْ پر ہے۔ اہلسنت والجماعت کے مذہب پر آیت کا ترجمہ یوں ہوگا۔ اے ایمان والو جب نماز پڑھنے کی تیاری کرو تو اپنا منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھو دو۔ اور سر کا مسح کرو۔ اور دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھو دو۔

شیعوں کے مذہب پر باقی ترجمہ تو یہی ہے مگر وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ کا ترجمہ یوں ہے "اور اپنے سر اور پاؤں کا مسح کرو"۔

Marfat.com

(۴) اگر پانی میسر نہ ہو تو عبادت کے لئے وضو کی بجائے ایک اور آسان طریقہ سے کام لیا جاتا ہے جس کو تیمم کہتے ہیں۔ دیکھو لفظ (تیمم)۔

(۵) حکمی نجاست سے سارا بدن نجس ہو جائے۔ تو ایسی صورت میں صرف وضو سے کام نہیں چلتا اسکے لئے سارا جسم دھونا پڑتا ہے۔ جسکو شرعی اصطلاح میں غسل کہتے ہیں۔ دیکھو (غسل)۔

وظیفہ وہ چیز جو ہر روز کے واسطے مقرر ہو۔ روزینہ۔ راتبہ۔ روزمرہ پڑھنے کی دعا۔ قرآن کا وہ حصہ جو ہر روز پڑھتے ہیں۔

وعظ ایسی باتوں سے نصیحت کرنی جو دل کو نرم کر دیں (من)

جمعے کی نماز سے پہلے جو وعظ کے طور پر بیان کیا جاتا ہے اسے خطبہ کہتے ہیں۔ دیکھو (خطبہ)۔

وقت حال۔ اور حال عبارت ہے اس چیز سے جسے استعداد غیر مجعول چاہیے (تع)

اور اصطلاحات صوفیہ میں لکھا ہے کہ وقت کہتے ہیں تیرے اس حال کو جو زمانہ حال میں ہو۔ اور جسے ماضی اور مستقبل سے کوئی تعلق نہ ہو۔

وقت الدائم (ل) ہمیشہ رہنے والا وقت۔ (ص۔و) میں خداوند تعالیٰ کی ہمیشگی کے لئے آتا ہے۔

وقص (ل) گردن توڑنا۔ (ص۔ش) میں اس مقدار کو کہتے ہیں جو دو نصابوں کے مابین ہو۔ مثلاً پانچ اونٹوں کی زکوٰۃ ایک بکری ہے اور دس کی دو۔ تو پانچ اور دس کے مابین جو اونٹوں کی تعداد ہے اُسے وقص کہینگے۔ بعض کے نزدیک اونٹوں کی اس تعداد کا نام ہے جن میں بکریاں دینی آتی ہیں یعنے پانچ سے چیبیں تک اونٹ۔ دیکھو (زکوٰۃ)۔

وقوف (ل) ٹھہرنا۔ (ص) میں حج کے اُن احکام کا نام ہے جو ذی الحج کی نویں تاریخ جبل عرفات میں ادا کئے جاتے ہیں۔ دیکھو (عرفات)

وکالت وکیل ہونا۔ تفصیل کے لئے دیکھو (وکیل)

وکیل اگر کوئی شخص اپنا کاروباری تصرف جسے وہ خود کر سکتا ہو کسی دوسرے کے سپرد کر دے تو پہلے شخص کو موکل اور دوسرے کو وکیل کہتے ہیں مثلاً خرید۔ فروخت اجارہ۔ نکاح۔ طلاق وغیرہ امور میں کوئی شخص کسی کو اپنا قائم مقام کرے۔ موکل اور وکیل دونوں کا عاقل ہونا شرط ہے۔ اگر وکیل کسی بات کا اقرار اپنے موکل کیطرف سے غیر مجلس حکومت میں کرے تو کسی حالت میں وہ اقرار قبول نہ کیا جائیگا اور اگر مجلس حکومت میں اقرار کرے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اسکا اقرار شرعاً صحیح ہوگا۔ مگر اس بات کے بارہ میں صحیح نہ ہوگا جسکے لئے موکل نے وکیل کو اقرار کرنے سے منع کر دیا ہو۔ اگر وکیل حدود یا قصاص کے متعلق اپنے موکل کیطرف سے اقرار کرے تو یہ اقرار بالاتفاق صحیح قابل تسلیم نہ ہوگا۔

اگر موکل خود موجود ہو اور پھر اپنی طرف سے کسیکو وکیل کرے تو یہ وکالت صحیح ہوگی بشرطیکہ وکیل میں اور فریق ثانی میں کسی قسم کی پرخاش نہ ہو۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ اسکے مخالف ہیں۔ انکے نزدیک اگر موکل موجود ہو تو وکالت اس شرط پر صحیح ہوتی ہے کہ فریق مخالف اس بات پر راضی ہو۔ اگر کوئی شخص حاکم کے روبرو اپنے حقوق طلبی کے بارے میں کسیکو وکیل کرے تو یہ وکالت درست ہوگی۔ اور اسکی صحت کے لئے گواہوں یا جس سے حقوق کا مطالبہ ہے اسکا موجود ہونا شرط نہیں اور اگر عدالت کے بغیر کسی اور جگہ میں وکیل کیا جائے تو وکیل کی وکالت کی صحت کے لئے شہادت کی ضرورت ہوگی

Marfat.com

لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہر صورت میں وکالت کے وقت فریق مخالف کا موجود ہونا شرط ہے۔

موکل جب چاہے وکیل کو معزول کر سکتا ہے امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک موکل کے معزول کرنے کے ساتھ ہی وکیل کی معزولی سمجھی جائے گی خواہ وکیل کو اپنی معزولی کی اطلاع بعد میں ہو۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جس وقت وکیل کو اسبات کا علم ہو تو اسوقت سے اسکے معزول ہونے کا اعتبار ہوگا۔ امام احمد بن حنبلؒ سے دونوں طرح کی روایتیں آئی ہیں۔

اگر کسیکو ایک چیز کے بیچنے پر وکیل کیا جائے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ جسطرح چاہے اسے بیچ سکتا ہے یعنے نقدی لے یا اُدھار پر بیچے یا اسکی مثل کوئی چیز لے۔ دیگر ائمہ اسکے مخالف ہیں (شمس الفقہ) زیادہ مسئلے معلوم کرنیکے لئے۔ دیکھو (ہد۔ ردالمختار۔ عا۔ قد)۔

(۲) خدا تعالیٰ کا نام ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ (س۔ آل عمران۔ ع ۱۸) اور بول اُٹھے کہ ہم کو اللہ بس ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

وقف اس مال کو کہتے ہیں جسے مالک اپنے ملک سے نکال کر خدا تعالیٰ کو اس کا مالک کر دیوے اور اُسکے نفع کو عام بندگان خدا کے لئے قائم کر دے یا جسکے لئے چاہے۔ غرضیکہ شے موقوفہ کسیکی ملک نہ ہوگی۔ وقف سے رجوع جائز نہیں۔ اور نہ وارثوں کو مال وقف سے کچھ ملسکتا ہے

واقف وہ شخص ہے کہ جس نے اپنا مال وقف کر دیا۔

موقوف وہ شے جو وقف کی گئی ہو۔

موقوف علیہ وہ کام یا وہ شخص کہ جسپر وقف کیا جائے

(مثال)۔ زید نے ایک مکان اپنا وقف کر دیا کہ اسکا کرایہ مسجد کی ڈول رسی میں خرچ کیا جائے۔ اس مثال میں زید واقف اور مکان موقوف اور اپنے ملک سے نکال دینا وقف اور مسجد کی ڈول رسی کا خرچ موقوف علیہ ہے۔

باتفاق ائمہ وقف جائز ہے۔ اور شے موقوف واقف کی ملک سے نکل جاتی ہے۔ اگرچہ واقف نے اپنے ہاتھ سے موقوف کو نہ نکالا ہو۔ اور امام محمد کے نزدیک وقف جب صحیح ہوگا کہ اپنے ہاتھ سے اُسکو نکالدیوے۔ اسطور پر کہ وقف کے واسطے کوئی ولی مقرر کرے اور اُسے شے موقوفہ سپرد کرے۔ جن اشیاء سے انتفاع صحیح نہیں مگر اسکو تلف کرکے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں جیسے سونا۔ چاندی۔ ماکولات تو ایسی اشیاء کا وقف بالاتفاق صحیح نہیں ہے۔ اپنی اولاد پر بھی وقف کرنا صحیح ہے۔

جب شے موقوف ویران ہو جائے تو اسکو فروخت کرکے اسکی مثل میں خرچ کرنا امام احمد کے نزدیک جائز ہے۔ چنانچہ مسجد کے بارے میں بھی ایسا ہی قول بشرطیکہ کوئی امید درستی کی نہ ہو (شمس الفقہ)

ولاء اُس میراث کو کہتے ہیں جسکا کوئی شخص کسی غلام آزاد کرنے کے باعث یا عقد موالاۃ کے سبب مستحق ہو۔ (تع)

جو میراث آزاد کرنیکے باعث حاصل ہوگی اسے ولاء العتاقہ کہیں گے۔ اور جو عقد موالاۃ کے سبب ملیگی اسے ولاء الموالاۃ۔

ولد الزنا جو شخص ایسے مرد و عورت کی قربت سے پیدا ہو جن میں نکاح یا مالک یمین کا تعلق قائم نہ ہوا اسکو ولد الزنا کہتے ہیں۔

Marfat.com

شرع میں ولد الزنا بعض خاص حقوق سے محروم ہے مگر نہ اسلئے کہ ولد الزنا ہونا کوئی خود اسکا جرم ہے کیونکہ زنا کا ارتکاب تو اسکے ماں باپ نے کیا ہے اور یہ گناہ انہیں کے سر ہے۔ بلکہ اسلئے کہ نسب کے عدم ثبوت کا بعض معاملات پر خاص اثر پڑتا ہے اس لئے ان معاملات میں جو احکام صحیح النسب لوگوں کے متعلق ہیں ولد الزنا کے متعلق ایسے نہیں ہو سکتے۔ مثلاً ولد الزنا کی امامت مکروہ ہے وجہ یہ کہ مقتدیوں کو اس سے ایک قدرتی تنفر ہوگا۔ اور امام کا قابل تعظیم اور محبوب عند الناس ہونا ضروری ہے۔

ولد الزنا کی شہادت جائز ہے مگر امام مالکؒ کے نزدیک زنا کے مقدمہ میں اسکی شہادت مسموع نہیں ہو سکتی۔

ولید بن عقبہ ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ماں کی طرف سے سوتیلے بھائی تھے۔ آپ کی کنیت ابو وہب قرشی۔ فتح مکہ کے روز آپ مشرف باسلام ہوئے۔ آپ ابھی حد بلوغ کو پہنچے ہی تھے کہ حضرت عثمان نے آپ کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ آپ اچھے خاصے شاعر تھے۔ ابو موسیٰ ہمدانی وغیرہ نے آپ سے حدیثیں روایت کیں۔ ۶۱ھ میں آپ نے وفات پائی (الکمال)

ولیمہ ولیمہ مشتق ہے التیام سے۔ اور التیام کے معنے ہیں اجتماع۔ چونکہ یہ اجتماع زوجین کے وقت کھلایا جاتا ہے اس لئے اسکو ولیمہ کہتے ہیں پس ولیمہ وہ طعام ہے جو نکاح میں کھلایا جائے اکثر اس پر ہیں کہ ولیمہ سنت ہے۔ اور بعضوں نے مستحب کہا ہے اور بعضوں نے واجب۔ اور بعض کے نزدیک ولیمہ کا وقت بعد دخول ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ وقت عقد کے ہے لیکن بعض دونوں وقتوں کے قائل ہوئے ہیں۔ یعنے عقد کے وقت بھی کرنا چاہئے اور بعد دخول بھی۔ مختار یہ ہے کہ ولیمہ بقدر حال خاوند کے ہو۔

اور مجمع البحار میں لکھا ہے کہ ضیافت آٹھ قسم ہے (۱) ولیمہ بنا بر نکاح (۲) خرس۔ لڑکے کے پیدا ہونے پر۔ (۳) اعذار۔ ختنہ پر (۴) تمیر مکان پر (۵) نقیعہ۔ مسافر کے آنے پر خواہ مسافر تیار کرائے یا اس کے لئے کوئی اور تیار کرے۔ (۶) وضیمہ۔ مصیبت کے وقت (۷) عقیقہ تسمیہ ولد کے واسطے۔ (۸) مأدبہ۔ وہ کھانا جو ضیافت کیلئے بے سبب تیار کیا جائے۔ اور یہ سب اقسام مستحب ہیں۔ مگر ولیمہ بعضوں کے نزدیک واجب ہے اور صحیح یہ ہے کہ ولیمہ سنت ہے۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کیا کرتے تھے بعض علماء کے نزدیک ولیمہ میں جانا واجب ہے۔ جو نہ جائے وہ گنہگار ہے۔ اور بعضوں کے نزدیک جانا مستحب ہے۔ کھانا ضرور نہیں۔ اگرچہ عذر ہو نہ کھائے (لغ)

ولی فعیل بمعنے فاعل ہے اسکے لغوی معنے ہیں دوست۔ مقرب۔ اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جسکی طاعت پے در پے ہو۔ اور درمیان کوئی گناہ اس سے سرزد نہ ہوا ہو۔ یا یہ مفعول کے معنے میں ہے۔ اور پھر اس سے مراد وہ شخص ہے جس پر خدا کے احسان پے در پے ہوتے رہتے ہوں۔ اور ولی اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو اللہ کی ذات و صفات کو بقدر امکان جانتا ہو۔ اور طاعات پر ہمیشگی کرنے والا ہو۔ اور گناہ سے پرہیز کرنیوالا ہو۔ اور لذات و شہوات سے اعراض کرتا ہو۔ (تع)

جمع اسکی اولیاء آتی ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (س۔ یونس۔ ع ۷) یعنی یاد رکھو کہ خاصان خدا ایسے امن میں ہیں کہ قیامت

Marfat.com

کے دن انپر کسی کا خوف طاری ہوگا اور نہ وہ کسی طرح پر آزردہ خاطر ہوں گے۔ (ترجمہ ح۔ن)

الولی۔ خدا تعالے کا نام بھی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ پرہیزگار ایمانداروں کا محب ہے اور انہیں مدد و نصرت دیتا ہے اسلیئے اسے ولی کہتے ہیں۔ ولی متولی کے معنے میں بھی آیا ہے۔ اور حق تعالے نیکو کاروں کے امور کا متولی ہے۔ اور قریب کے معنے بھی اس کے آئے ہیں۔ یعنی اسکی رحمت نیکو کاروں سے قریب ہے۔ (الحقوق)

وہاب بخشش عطا کرنے والا۔ وہب اور ہبہ کہتے ہیں بخشنے اور عطا کرنے کو۔ موہبت بخشش۔ وہاب مبالغہ ہے۔ یعنی کثیر الہبہ واتم العطا۔ اللہ تعالے کا نام ہے۔ یہ اسم بعینہ قرآن مجید میں آیا ہے
رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ
(س۔ آل عمران۔ ع۱) (اور علم والے یہ دعا مانگتے رہتے ہیں) اے ہمارے پروردگار ہم کو راہ راست پر لائے پیچھے ہمارے دلوں کو ڈانواڈول نہ کر اور اپنی سرکار ہم کو رحمت کا خلعت عطا فرما کچھ شک نہیں کہ تو بڑا دینے والا ہے۔

وہابی ایک فرقہ کا نام ہے جسکا موجد مسمی احمد ابن عبدالوہاب مقام آئینہ واقع نجد سنہ ۱۶۹۱ء میں پیدا ہوا۔ اسکے باپ نے بڑی کوشش سے اسکو شریعت اسلام کی تعلیم دی۔ بعدہٗ اس نے مکہ معظمہ اور بصرہ میں علم دین تحصیل کیا۔ اور کتب احادیث صحاح ستہ کا عالم ہوا۔ پھر اپنے والد کے ساتھ مکہ معظمہ کا حج کیا اور مدینہ طیبہ میں زیارت کر کے شیخ عبداللہ ابن ابراہیم کا مرید ہوا۔ برسوں اس نے نفر میں تعلیم حاصل کی۔ بعدہٗ یہ اپنے وطن کو گیا اور وہاں کا مجتہد ہوا۔ اس نے ظاہراً شریعت اسلام کی پابندی اور اسکے اصول میں فرق نہ کیا۔ یعنے جو لوگ فال دیکھتے یا شگون مانتے یا مزارات کی تعظیم کرتے یا مزار کو آراستہ کرتے یا مسکرات کو استعمال کرتے یا ریشمی کپڑا پہنتے انکو برا کہتا کہ یہ باتیں شریعت رسول کے خلاف ہیں۔ قرآن شریف اور احادیث کو پڑھکر اس نے خیال کیا کہ اصول شریعت اسلام میں حال کی امیزشات کی وجہ سے بڑا تفاوت پیدا ہوگیا ہے۔ تب یہ آمادہ ہوا کہ لوگوں کو خاص اور شریعت اسلام اس قاعدے پر سکھادے اور رواج دیوے کہ جیسا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور عمل کیا ہے۔ اور خیال کیا کہ دنیا کے مسلمان بھٹک گئے ہیں جو پیر اور اولیاء کے قول کی پیروی کرتے ہیں اور یہ رواج انہوں نے اپنے فائدہ کی غرض سے دئے ہیں۔ اس نے چاروں اماموں کے قاعدے پر چلنے سے انکار کیا۔ اور صرف قرآن مجید اور احادیث نبوی کو اپنا ہادی اور رہنما قرار دیا۔ لوگوں نے اسکا کہنا مانا اور اس کے طریقے کو تسلیم کیا۔ جب اسکے یہاں ور جماعت کا مجمع ہوا تو شہر کے حاکم سے مخالفت ہوئی بمعائنہ اس کیفیت کے اس نے محمد بن مسعود زبردست رئیس دریئہ کے پاس پہنچکر پناہ لی۔ اس نے حمایت کی بوجہ حمایت اس رئیس کے وہابی سلسلہ قائم ہوا۔ اور رئیس دریئہ نے اس جدید مذہب والے سے خاندانی رشتہ و قرابت قائم کر کے اسکو تقویت دی اس رئیس دریئہ کا فرزند عبدالعزیز مشہور وہابی ہوا۔ جب ۱۷۶۵ء میں ابن عبدالوہاب اور رئیس دریئہ کا انتقال ہوا تو عبدالعزیز اسکا قائم مقام ہوا۔ اس نے فوج وہابی کو آگے بڑھایا اور گوشہائے قرب کو فتح کیا عبدالعزیز بڑا بہادر جنگ آور نہ تھا بلکہ نماز گذار تھا۔ ۱۸۰۳ء میں ایک ایرانی نے اسکو قتل کیا۔ عبدالعزیز کے فرزند کلاں مسعود نے جو اسکا قائم مقام ہوا خوب

Marfat.com

معرکہ آرائیاں کیں اور فتح حاصل ہوئی۔ اس نے تمام ترکی سلطنت فتح کر لینے کا ارادہ کیا تھا۔ کہتے ہیں یہ نہایت خوش رُو، عقیل ہونہار اور تدبیر جنگ میں یگانہ تھا۔ اس نے لڑکپن سے ہی تلوار ہاتھ میں لے لی۔ تمام مقامات عرب سے جوق جوق لوگ آکر اسکے گرد جمع ہوئے اس نے بیس ہزار فوج لیکر کربلائے معلےٰ پر چڑھائی کی۔ جب یہ وہاں پہونچا تو حکم دیا کہ کافر اور مشرکوں کو مارو اور قتل کرو۔ اور روضۂ قدس امام ہمام سیدالشہدا علیہ السلام کا کچھ ادب نہ کیا۔ جو کچھ نقد و جنس خزانہ درگاہ میں جمع تھا وہ اس وہابی نے لیا۔ دوسرے سال اس نے نواح مکہ میں دخل کیا۔ اور بوجہ پاس حرم شریف کے کچھ ظلم و تعدی نہ کی مگر وہابی طریقے کا برتاؤ ہوا۔ حقے اور تسبیح و تعویذ اور پارچہ ریشم سب سے زبردستی چھین لئے اور انکو سب کے روبرو آگ میں جلا دیا۔ جب نماز کا وقت آتا تو شرعی لوگ درّے لے کر نکلتے تھے۔ اور نمازیوں کی کثرت سے مسجدیں بھر جاتی تھیں۔ اور تمام آدمی پنجگانہ نماز مسجد میں ادا کرتے تھے۔ جب مکہ معظمہ میں یہ اپنی کارروائی کامل کر چکا اور پورا پورا تسلط ہو گیا تو اس نے سلطان روم کو اپنی کامیابی کا خط اس عبارت میں لکھا

"از جانب مسعود۔ سلطان قسطنطنیہ کو ظاہر ہو کہ میں تاریخ ۴ محرم ۱۲۱۸ھ کو مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ باشندوں کو امن دیا۔ میں نے تمام وہ چیزیں اس متبرک مقام سے دور کیں جنکی پرستش لوگ بتوں کی مانند کرتے تھے۔ میں نے تمام محصولات جو خلاف شرع تھے دور کئے۔ میں نے اس قاضی کو حسب احکام نبوی مقرر کیا۔ جسکو تم نے مقرر کیا۔ جسکو تم نے مقرر کیا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم حکام دمشق و قاہرہ کو حکم دو کہ شہر میں وہاں کے لوگ ڈھول و قرنا بجاتے [illegible] کہ ان چیزوں سے مذہب کو کچھ فائدہ نہیں ہے۔ خداوند ہمیشہ تم پر اپنا فضل و کرم رکھے۔"

دوسرے سال مدینہ منورہ میں فتوحات حاصل کیں اور ایسی کامل کارروائی کہ کسی چیز پر اپنا تسلط کئے بغیر نہ چھوڑا۔ اس نے چاہا کہ مرقد منوّر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے چادر اُٹھا لے۔ مگر خواب میں بشارت ہوئی اور حضور رحمت گنجور نے فرمایا کہ خبردار! اس حرکت سے باز رہنا۔ تب یہ باز رہا۔ ان مقامات میں نو برس کامل ابن مسعود کی حکومت رہی۔ فوج وہابی بقدر کثیر و زبردست ہو گئی کہ سلطان ٹرکی کو اپنی سلطنت جاتے رہنے کا خوف پیدا ہوا۔ تب علی پاشا کو سلطان نے حکم دیا کہ وہابی لغویات کو مقامات مقدسہ سے دور کرنے کے واسطے زبردست فوج سے چڑھائی کیجائے بموجب حکم سلطانی پاشائے مذکور نے فوج جمع کی اور ان وہابیوں کو حرمین شریفین سے نکال دیا۔ جب ۱۸۱۴ء میں مسعود مرا تو اسکا بیٹا عبداللہ اسکا جانشین ہوا یہ اگرچہ حربی تھا۔ مگر جنگی داؤ گھات سے محض بے خبر تھا۔ متواتر شکست پاتا رہا۔ بالآخر ابراہیم پاشا نے قید کر کے قسطنطنیہ بھیج دیا اور وہاں قتل ہوا۔ اسکے بیٹے ترکی عبداللہ کو خیال حکومت ہوا۔ مگر بدیں سیاست سلطان محمد خان والئے قسطنطنیہ سے ریاض کو بھاگا۔ اور مارا گیا۔ بعدہٗ اسکے بیٹے فیصل نے ریاض میں اپنی حکومت قائم کی۔ ۱۸۶۳ء میں پالگر سیاح اور ۱۸۶۵ء میں لوئس پیلی صاحب کی اس سے ملاقات ہوئی۔ ۱۸۶۶ء میں فیصل نے انتقال کیا تو اسکا بیٹا عبداللہ قائمقام ہوا۔ ہر چند وہابیوں کی فوجی قوت نابود ہو گئی تھی تاہم محمد بن عبدالوہاب نے جو اصول قائم کئے تھے بعض مذہبی رہنما اسکی تقلید کرتے تھے

وہابی اپنے آپ کو اہلحدیث و اہلسنت و محدث و عامل بالحدیث و موحد کہتے ہیں۔ اور اپنے مخالفوں و مقابلوں کو مشرک بدعتی کہتے ہیں اور اب وہابی غیر مقلدین

Marfat.com

اور حنفی مقلدین کے نام سے مشہور ہیں۔
آجکل اس فرقہ میں بہت سے اختلافات ہوگئے ہیں بعض انمیں سے خودساختہ پنجابی نبی مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو ہوگئے ہیں۔ اور بعض غلام نبی چکڑالوی کے مذہب پر ہوگئے ہیں جو اپنے آپ کو اہل القرآن کہتے ہیں۔ انکے ہاں احادیث کی چنداں عزت نہیں ہے وہ ہر ایک مسئلہ میں قرآن سے استدلال کرنا چاہتے ہیں۔ ان سب خرابیوں کا باعث ترکِ تقلید ہے۔

باب الہاء

ہابیل عبرانی زبان میں حضرت آدمؑ کے بیٹے کا نام ہے۔ ہابیل اور قابیل دونوں بھائی تھے قابیل کھیتی کرتے اور ہابیل بکریاں پالتے۔ دونوں نے خدا کی نیاز کی۔ قابیل نے ردی مال نیاز میں رکھا۔ اور ہابیل نے بہتر سے بہتر بکری جو اسکے ریوڑ میں تھی قابیل کی نیاز نامنظور ہوئی اور وہ نامنظور ہونے کے قابل بھی تھی اور ہابیل کی نیاز قبول ہوئی۔ قابیل کو سخت حسد ہوا۔ اور اسکی آگ اپنے دل ہی میں رکھی۔ یہانتک کہ حضرت آدمؑ حج کو گئے اور قابیل نے موقعہ پاکر اپنے بھائی کو مار ڈالا۔ اور اسکی لاش کو لادے لادے پھرا کیونکہ وہ پہلی موت تھی جو زمین پر واقع ہوئی۔ آخر اس نے کوے سے دفن کرنا سیکھا۔ اور اس کو اپنی حالت پر سخت رنج ہوا۔ قرآن مجید کی پانچویں سورت کی آیات ذیل میں انکا ذکر ہے۔
وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ آدَمَ بِالْحَقِّ تا فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ۃ (اے پیغمبر!) ان لوگوں کو آدم کے دو بیٹوں (ہابیل اور قابیل) کے واقعی حالات پڑھکر سناؤ۔ کہ جب دونوں نے (خدا کی جناب میں) نیازیں چڑھائیں تو ان میں سے ایک (یعنی ہابیل) کی قبول ہوئی اور دوسرے یعنی قابیل کی قبول نہ ہوئی۔ تو (قابیل مارے حسد کے) لگا کہنے کہ میں تجھکو ضرور قتل کرکے رہوں گا۔ اس نے جواب دیا کہ اللہ صرف پرہیزگاروں کی نیازیں قبول کرتا ہے۔ اگر میرے قتل کرنے کے ارادے سے تو مجھ پر ہاتھ چلائیگا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے تجھ پر اپنا ہاتھ چلانے والا نہیں (کیونکہ) میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا (دونوں کا) گناہ سمیٹے اور دوزخیوں میں (جا شامل) ہو۔ اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔ اسپر بھی اس کے نفس نے اپنے بھائی کے مار ڈالنے پر آمادہ کیا۔ (چنانچہ آخرکار) اسکو مار ڈالا (اور) آپ ہی گھاٹے میں آگیا۔ اسکے بعد اللہ نے ایک کوا بھیجا وہ زمین کو کریدنے لگا تاکہ اس قاتل کو دکھائے کہ اسے اپنے بھائی کی فضیحت (یعنی اسکی بوسیدہ لاش) کو کیونکر چھپانا چاہیئے۔ (کوے کو زمین کریدتے ہوئے دیکھکر) بول اٹھا۔ ہائے میری شامت۔ کیا میں اس سے بھی گیا گذرا ہوا کہ (بلا سے) میں اس کوے (ہی) جیسا ہوشیار ہوتا۔ تو اپنے بھائی کی فضیحت (یعنے لاش) کو چھپا دیتا۔ (الغرض) وہ (اپنے کئے سے) بہت ہی پشیمان ہوا۔

ہاجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کا نام ہے جنکے بطن سے حضرت اسماعیل پیدا ہوئے۔ انکا ذکر کوثر، سعی وغیرہ الفاظ کے بیان میں آئیگا۔

ہادی (ل) ہدایت کرنے والا۔ خداوند تعالے کا نام ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ بعینہ تو موجود نہیں۔ ہاں اسکا مشتق موجود ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی

Marfat.com

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ٥ (س۔ انعام ۔ ع ۵) یعنی اللہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

ہار ہار خواہ چاندی کا ہو یا سونے کا عورتوں کیلئے جائز اور مردوں کے لئے ناجائز ہے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونا اور ریشمی کپڑا میری امت کی عورتوں کے لئے حلال اور مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔ (ن)

ہار چونکہ زیور کے قبیل سے ہے اسلئے اس میں زکوٰۃ واجب ہے بشرطیکہ نصاب زکوٰۃ تک پہنچ جائے۔

ہاروت وماروت دو فرشتوں کا نام ہے جنکا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا ... اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ﴿س ۲ ۔ ع ۱۲﴾

اور سلیمان علیہ السلام سے کفر کی یہ حرکت سرزد نہیں ہوئی بلکہ کفر کیا تھا تو شیاطین نے کیا تھا کہ وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔ اور اسکے علاوہ ان باتوں میں مشغول ہو گئے جو بابل میں ہاروت و ماروت فرشتوں کو پہنچائی گئی تھیں اور وہ فرشتے بھی جو انکو پہنچایا تھا کسی کو نہ بتاتے جب تک کہ اس سے یہ نہ کہدیتے کہ ہم تو ذریعہ آزمائش ہیں۔ تو اس علم کو بری طرح استعمال کر کے کہیں کافر نہ ہو جائیو۔

مفصل قصہ انکا یوں ہے کہ ملائکہ نے جب بنی آدم کو گناہوں میں مبتلا پایا تو عرض کی کہ اے اللہ۔ یہ کیسے جاہل ہیں کہ تیری معرفت انکو بالکل حاصل نہیں۔ اللہ تعالے نے فرشتوں سے فرمایا کہ اگر انکی مشکلات میں تم بھی مبتلا ہو تو تمہارا بھی یہی حال ہو جائے اور یہ بھی حکم دیا کہ امتحان کے واسطے دو فرشتے منتخب کرو۔ چنانچہ ہاروت و ماروت دو فرشتے اس کام کیلئے منتخب ہوئے۔ ان میں اللہ نے وہ سب خواہشیں پیدا کر دیں جو انسان میں ہوتی ہیں اور زمین میں انکو بھیجا اور ایک عورت بھی انکے واسطے بنائی گئی۔ تو وہ اس عورت سے نہ بچ سکے اور دونوں گناہ میں مبتلا ہو گئے تب اللہ تعالے نے فرمایا کہ تم عذاب دنیا میں اختیار کرتے ہو یا آخرت میں۔ انہوں نے دنیا کے عذاب کو اختیار کیا تو بحکم الٰہی سر سے پاؤں تک تمام بدن انکا لوہے کی زنجیروں میں جکڑا گیا اور انہیں ایک کنوئیں میں الٹا لٹکا دیا گیا۔ اس کنوئیں میں آگ بھری ہوئی ہے اور ہر وقت شعلے بھڑکتے ہیں۔ اور ہر وقت ایک فرشتہ آگ کے کوڑے انکے بدن پر مارتا ہے۔ جب اسکی نوبت ہو چکتی ہے تو دوسرا فرشتہ کوڑے مارنے کیلئے آتا ہے۔ اسی طرح ہمیشہ نیا فرشتہ آتا رہتا ہے تشنگی انپر ایسی غالب ہے کہ ہر وقت انکی زبانیں باہر نکلی رہتی ہیں اور منہ سے ایک بالشت کے فاصلے پر ہر وقت سرد اور شیریں پانی موجود رہتا ہے۔ مگر انہیں نصیب نہیں ہوتا۔

بعض محدثین جیسے قاضی عیاض وغیرہ اور وہ مفسرین جو علم کلام کا مذاق رکھتے ہیں جیسے امام رازی اور بیضاوی وغیرہ۔ اس قصہ کے منکر ہیں اور اس کو بے اصل سمجھتے ہیں۔ اور بعض کی یہ رائے ہے کہ یہ قصہ یہودیوں سے منقول ہے۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی بھی اسی زمرہ میں ہیں (ک)

ہارون یہ لفظ معرب ہے بطور علم کے استعمال ہوتا ہے۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی کا نام ہے جنکو حضرت موسےٰ کی دعا سے منصب نبوت عطا ہوا تھا۔ اور انکی نبوت حضرت موسےٰ کی رسالت کے تابع تھی۔ جب موسےٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے جادوگروں کو لاجواب کرنے کے لئے مصر کا سفر کیا تھا تو ہارون

Marfat.com

ان کے رفیق اور معاون تھے۔ اور جب حضرت موسیٰ خدا کے حکم سے کوہ طور پر چلہ کاٹنے تشریف لیگئے تھے تو انہوں نے بنی اسرائیل کی دینی واخلاقی حالت کی نگرانی کے لئے ہارون کو اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ مگر حضرت موسیٰ کے چلے جانے پر سامری نے بعض لوگوں کو جادو کا دلدادہ اور موسوی شریعت سے گمراہ بنا دیا جس پر موسیٰ سخت غضبناک ہوئے اور ہارون کو اس غفلت پر سخت سرزنش کی۔ تفصیل کے لئے دیکھو (موسیٰ)

(۲) حضرت عیسیٰ کی والدہ مریم کے بھائی کا نام بھی ہارون ہے۔

ہاشم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پردادا تھے اصل میں انکا نام عمرو تھا۔ اور ہاشم اسلئے مشہور ہوگئے کہ ایک دفعہ قحط میں انہوں نے لوگوں کو روٹی کے ٹکڑے شوربے میں بھگو کر کھلائے تھے۔ کہ جسکو عربی میں ثرید کہتے ہیں۔ اور ہاشم کے لغوی معنے ہیں روٹی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والا۔ ان کے چار لڑکے تھے۔ ایک اسد جو حضرت علیؓ کی والدہ کے باپ تھے۔ دوسرے نضلہ تیسرے صیفی اور چوتھے عبد المطلب جو ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے۔ (مد)

ہامان فرعون کے وزیر کا نام ہے جسکو فرعون نے خدا کو دیکھنے کے لئے بلند مکان بنانیکا حکم دیا تھا۔ چنانچہ خداوند کریم کا ارشاد ہے وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرِي تا وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ (س۔ قصص۔ ع ۴) اور فرعون نے کہا اے اہل دربار مجھکو تو اپنے سوا تمہارا کوئی خدا معلوم نہیں (اور موسیٰ ایک خدا کا نشان دیتا ہے۔ اور اپنے وزیر کیطرف خطاب کر کے کہا) اے ہامان اچھا تو ہمارے لئے مٹی (کی اینٹوں) کو آگ لگا . . . . . . اور (ان سے) ہمارے لئے ایک (پکا) محل چنوا تاکہ ہم (اس پر چڑھکر) موسیٰ کے خدا کو جھانکیں اور ہم تو (اس دعوے میں) موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔

اسی سورت کے رکوع اول۔ اور سورت عنکبوت کے رکوع ۴۔ اور سورت مومن رکوع ۲ میں بھی اسکا ذکر آیا ہے (ل) آسمان و زمین کا درمیان۔ اور دوزخ

ہاویہ میں ایک گڑھے کا نام اور گم شدہ بچے کی ماں (من)۔

دوزخ کا ایک طبقہ ہے جو ریاکاروں کے واسطے مقرر ہے۔ اسکا نام قرآن مجید میں حسب ذیل آیا ہے۔ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝ (س۔ قارعہ۔ ع ۱) (یعنی) اور جسکی تول ہلکی ہوگئی تو اس کا ٹھکانا گڑھا ہے۔

ہاویہ گڑھے کو کہتے ہیں۔ اور یہ جہنم کا نام ہے پہلے اسکے بعد فرماتا ہے وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ تاکہ اسے مخاطب تو کیا جانے کیا ہے ہاویہ۔ دنیا کا کوئی عمیق گڑھا یا کسی بلند پہاڑ کی کھو نہیں ہے۔ کس لئے کہ اسکی اصل حقیقت بھی بغیر ہم خدا کے سمجھائے سمجھ میں نہیں آتی۔ پھر آپ ہی بتاتا ہے نَارٌ حَامِيَةٌ کہ وہ دہکتی آگ ہے۔ یہ آگ محبت شہوات ولذات اور غضب و حسد کی بغض و عداوت کی اور تعصب و کفر و بدی کی آگ دنیا میں دل میں تھی آج وہ جہنم کی آگ بنکر سامنے آئی اور آگ بھی کیسی آگ حَامِيَةٌ بہت ہی گرم کہ جسکی گرمی کے مقابلے میں دنیا کی آگ گرم نہیں۔ یہ آگ اس آگ کی نسبت کچھ بھی نہیں اسلئے یہ لفظ استعمال ہوا۔ ورنہ آگ کے لئے تو صرف حرارت لازم ہے۔ (تف)

ہباء دھول۔ یعنی مٹی کے وہ چھوٹے چھوٹے ذرات جو سورج کی روشنی میں اڑتے نظر آیا کرتے ہیں

Marfat.com

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ہ (سورہ فرقان-ع۱) اور دنیا میں جو یہ لوگ کوئی نیک عمل کر گئے ہیں اب ہم ان اعمال کیطرف متوجہ ہوں گے اور انکو اسطرح رائیگاں کر دینگے جیسے بکھری ہوئی دھول۔

متکلمین یعنے اسلامی فلاسفروں کی اصطلاح میں مادے کے ان چھوٹے چھوٹے ذرات کو بھی ہباء کہتے ہیں جو تجزیہ و انقسام قبول نہیں کرتے۔

ہُبَل کفار مکہ کے ایک بہت بڑے بت کا نام ہے جو بیت الحرام میں رکھا ہوا تھا۔

ابو جہل نے اسی بت کے آگے جاکر قسم کھائی تھی کہ جو شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کریگا میں اُسکو سو اونٹ انعام کے طور پر دونگا۔

جنگ احد میں کفار مکہ اس بت کو عماری میں رکھ کر لائے تھے تاکہ وہ فتح و نصرت کا باعث بنے سنہ ۸ھ میں فتح مکہ کے دن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت الحرام میں بتوں کے سامنے چھڑی سے اشارہ کرتے اور یہ آیت پڑھتے تھے۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ہ اور بت منہ کے بل گرتے جاتے تھے تو ہبل کی بھی باری آئی۔ مگر یہ بت بہت اونچا نصب تھا جہاں چھڑی نہ پہونچ سکتی تھی۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اپنے پائے مبارک میرے کندھے پر رکھ کر اس بت کو توڑ دیں۔ آپ نے فرمایا تم نبوت کے بوجھ کو نہ اٹھا سکوگے۔ تم خود میرے کندھے پر پاؤں رکھ کر یہ کام کرو۔ حضرت علیؓ نے اس ارشاد کی تعمیل کی جب ہبل توڑا گیا تو حضرت زبیر ابن عوام نے ابو سفیان سے کہا۔ مجھے طعنہ کیوں دیتے ہو اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو ضرور ہماری مدد کرتا۔ (مد)

ہبہ ہبہ کے معنے ہیں کسیکو ایک چیز کا بلا عوض کے مالک بنا دینا۔ شرعاً ہبہ درست ہے اور وہ ایجاب و قبول سے صحیح ہوتا ہے۔ اور شے موہوب پر قبضہ کرنے سے کامل ہو جاتا ہے۔ مشترک چیز میں اسوقت ہبہ درست ہوتا ہے کہ حصہ موہوب الگ تھلگ کر کے حوالہ کیا جائے۔ اگر کسی اجنبی کو کوئی چیز ہبہ کی جائے تو اسکا واپس لے لینا جائز ہے ہاں اگر وہ اسکا کچھ عوض دے چکا ہو۔ یا دونوں میں سے ایک مر جائے یا وہ چیز موہوب لہٗ کے ہاتھ سے نکل جائے تو پھر اسکو واپس لینا درست نہیں۔ اگر ذی رحم محرم کو ہبہ کیا ہو تو اسکو واپس لینا بھی درست نہیں اسیطرح اگر شوہر بیوی میں سے کوئی دوسرے کو ہبہ کرے تو اس میں بھی رجوع جائز نہیں (قد)

بہر حال ہبہ کر کے واپس لینا غیر مستحسن ہے۔ چنانچہ احادیث میں آیا ہے کہ ہبہ کر کے واپس لینا تھوک کر چاٹنا ہے۔

ہجرۃ (ل) چھوڑ دینا۔ خانماں سے جدا ہو جانا۔ اور اہل اسلام کی اصطلاح میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے چلے جانے کو کہتے ہیں مسلمان شخص کا دارالحرب کو چھوڑ کر دارالاسلام میں چلا جانا بھی ہجرت کہلاتا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے صفر کی ستائیسویں تاریخ کو نکلے تھے۔ اور تین روز غار میں توقف فرما کر ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو مدینہ منورہ کیطرف روانہ ہوئے تھے۔ اور ۱۲ ربیع الاول کو مدینہ طیبہ میں پہونچ گئے تھے۔ تاریخ ہجری ہجرت سے ۱۷ سال بعد مقرر ہوئی تھی۔ اور اسکے مقرر کرنیکا سبب ہوا کہ ابو موسےٰ اشعری نے جو حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں یمن کے حاکم تھے۔ خط تحریر کیا۔ کہ آپ کیطرف سے جو خطوط صادر ہوتے ہیں ان کی تاریخ معلوم نہیں ہوتی۔

Marfat.com

کہ کب لکھے گئے۔ آئندہ جب کبھی آپ خط تحریر فرمایا کریں۔ تو تاریخ اوپر لکھدیا کریں۔ حضرت عمرؓ صحابہ سے تعین تاریخ کے بارے میں مشورہ کیا۔ بعض نے کہا کہ تاریخ آنحضرت کی وفات سے شروع ہونی چاہیئے کہ یہ بھی ایک بڑا واقعہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے ناپسند فرمایا۔ اور کہنے لگے کہ مجھے اسکے باعث تازہ غم ہوا کریگا۔ بعضوں نے یہ مشورہ دیا کہ آنحضرت کی بعثت سے یہ کام شروع کیا جائے لیکن یہ بات بھی تسلیم نہ کیگئی آخر اس عقدہ لاینحل کو حضرت علیؓ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ اُنھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کیطرف اشارہ کیا۔ پس تاریخ ہجری محرم سے مقرر کی گئی۔

ہدایۃ (ل) رہنمائی۔ راستہ دکھانا۔ فقہ کی مشہور و معروف کتاب کا نام ہے جسے شیخ برہان الدین علی مرغینانی نے تصنیف کیا جو سنہ ۵۳۰ھ مطابق ۱۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۹۳ھ میں وفات پائی۔ یہ کتاب چار جلدوں میں ختم ہوئی ہے علماء نے اسکے متعدد شروح و حواشی لکھے ہیں۔ جن میں سے عنایہ۔ کفایہ اور فتح القدیر نہایت عمدہ حاشیے سمجھے جاتے ہیں۔ اسکے علاوہ اور بھی بہت سی کتابوں کے ناموں کی ابتداء میں یہ لفظ آیا ہے۔ جیسے ہدایۃ النحو۔ ہدایۃ الحکمۃ۔ ہدایۃ الصرف وغیرہ۔

(۲) علم کلام میں شیخ نور الدین احمد بن محمد صابونی حنفی کی تصنیف ہے جو سنہ ۵۸۰ھ میں فوت ہوئے مصنف موصوف نے اس کتاب کا خود ہی اختصار کیا جسکا نام ہدایہ رکھا۔ ابو تراب ابراہیم بن عبد اللہ نے سلطان سلیم خان اول کے زمانہ میں اسکی شرح لکھی۔ (کش)۔

ہُدہُد ایک پرندے کا نام ہے جس نے شہر سبا کی ملکہ بلقیس کی خبر سلیمان علیہ السلام کو لاکر دی تھی چنانچہ قرآن میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ۝ تا مَاذَا يَرْجِعُونَ ۝ (س۔ نمل ع ۲) (یعنی) اور سلیمان نے پرندوں کی موجودات لی تو کہا کیا بات ہے کہ ہم ہدہد کو نہیں دیکھتے (کیا پروں کی کثرت کی وجہ سے ہم کو نہیں دکھائی دیتا) یا (واقعہ میں) غیر حاضر ہے (اگر غیر حاضر ہے تو) ہم ضرور اُسکو سخت سزا دینگے یا اُسے حلال ہی کر ڈالیں گے یا وہ ہمارے حضور میں (اپنی غیر حاضری کی) کوئی وجہ پیش کرے (جس سے) ظاہر (ہو کہ وہ بے قصور ہے) پھر تھوڑی دیر کے بعد ہدہد آحاضر ہوا اور لگا کہنے کہ مجکو ایک ایسا حال معلوم ہوا جو (ابتک) حضور کو معلوم نہیں ہوا۔ اور میں حضور میں (شہر) سبا کی ایک تحقیق خبر لیکر حاضر ہوا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ وہاں کے لوگوں کی ملکہ ہے (اور وہ انپر حکمرانی کر رہی ہے) اور ہر طرح کے سازوسامان (سلطنت) اسکو میسر ہیں اور اُسکے یہاں (ایک بہت) بڑا تخت (بھی) ہے میں نے ملکہ اور اُس کے لوگوں کو دیکھا کہ خدا کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور شیطان نے ان کے اعمال کو انہیں عمدہ کر دکھایا ہے اور انکو راہ راست سے روک دیا ہے تو انکو (اتنی بات بھی) نہیں سوجھ پڑتی کہ خدا ہی کے آگے (کیوں نہ) سجدہ کریں جو آسمان و زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے۔ اور جو کام تم لوگ چھپا کر کرو اور جو علانیہ کرو سب سے واقف ہے۔ اللہ (وہ ذات پاک ہے کہ) اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (اور) وہی عرش بریں (کے تخت)

لہ یہ قلمی کتاب ہے جو ہدایۃ النحو کے مقابلہ میں تصنیف کیگئی ہے۔ جو نہایت عمدہ کتاب ہے۔ منہ

کا مالک ہے[1]۔ (سلیمان نے) کہا (اچھا) ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹا ہے۔ یہ ہماری تحریر لیکر جا اور اس کو انکی طرف ڈالدے۔ پھر ان سے الگ ہٹ جا۔ پھر دیکھتا رہ کہ وہ لوگ کیا جواب دیتے ہیں۔

ہَدْی اُن جانوروں کو کہتے ہیں جو حج کے دنوں میں قربانی کے لئے اپنے ساتھ لیجائے جاتے ہیں۔ اگر وہ اونٹ یا گائے ہو تو امام شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک انکا اشعار کرنا یعنی کوہان کو دائیں طرف سے چیر کے نشان کر دینا مستحب ہے۔ اور امام مالک کے نزدیک بائیں طرف چیرا دینا چاہئے۔ لیکن امام صاحب کے نزدیک اشعار مکروہ ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اونٹ اور بکری میں تقلید نہیں (یعنی قربانی کے جانور کے گلے میں جوتیاں ڈالدینی) مستحب ہے لیکن امام احمد کے مذہب میں بکری میں تقلید نعلین مستحب نہیں۔ اور معتمر کے لئے قربانی ذبح کرنے کی افضل جگہ مروہ ہے۔ اور حاجی کے لئے منیٰ۔ (رحمۃ)

ہَدِیہ وہ تحفہ یا پیشکش جو کسی بڑے آدمی یا قابل عزت دوست کو دیا جائے۔ (ص) میں قرآن مجید کی قیمت کو کہتے ہیں (غ)

ہُذَیلیہ ایک فرقہ ہے جو ابو الہذیل معتزلی کیطرف منسوب ہے۔ انکا اعتقاد ہے کہ خدا کی مقدورات ایک درجہ پر ختم ہو جاتی ہیں (تع)

ہُذَیل قبیلہ بنو ہذیل کے مورث اعلیٰ کا نام ہے یہ قوم فنون جنگ اور شاعری میں شہرہ آفاق تھی۔ اب بھی مکہ کے آس پاس اسکی نسل کے لوگ آباد ہیں۔

ہِرَّۃ بلی۔ ہریرہ اسکی تصغیر آتی ہے۔ ابو ہریرہؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی کہ بلی کے ساتھ بھلائی کیا کرو۔ اور فرمایا کہ ایک عورت بلی کے بارے میں عذاب دیگئی۔

بلی کا پس خوردہ پاک ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے بلی گذرتی تو آپ اسکے واسطے برتن جھکا دیتے تھے۔ وہ اس سے پانی پی لیتی تھی۔ پھر آپ اس پانی سے وضو کر لیتے تھے۔

بلی کا کھانا حرام ہے۔ امام نووی نے شرح مہذب میں بیان کیا ہے۔ کہ پالتو بلی کی بیع بالاتفاق جائز ہے۔ اگر بلی نقصان پہنچاتی ہو تو اسکا مارنا جائز ہے (حیوۃ)

ہِرَقْل روم کے بادشاہ کا نام جسکی طرف ۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول اسلام کے لئے خط بھیجا تھا اور اس نامے کا مضمون یہ تھا "اے ہرقل! اسلام قبول کر تا کہ سلامت رہے اور خدا تجھے اسکا اجر دے۔ اور اگر تو منہ پھیر لیگا اور دین اسلام کو قبول نہیں کریگا۔ تو ایک تو تیرے اپنے انکار کا وبال تجھ پر پڑیگا۔ دوسرے تیری رعایا کے اسلام کو نہ قبول کرنیکا عذاب بھی تجھ کو ہوگا۔"

یہ نامہ آپ نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ کیا۔ اس وقت ہرقل ایران پر فتح حاصل کرنیکی خوشی میں بیت المقدس آیا ہوا تھا اسواسطے دحیہ کلبی

---

[1] سیاق کلام چاہتا ہے کہ یہ تمام مقولہ ہُدہُد کا ہو اور اسمیں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ خدا نے جانوروں کو بلکہ جمادات کو بھی اسکا ادراک دیا ہو کہ وہ خدا کو اور اسکی بعض صفات کو جانتے پہچانتے ہوں۔ دوسری جگہ فرمایا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ اس سے بھی تمام مخلوقات عالم میں اس ادراک کا ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

Marfat.com

حاکم بصرہ کی وساطت سے بیت المقدس میں اس کے پاس جا پہونچے۔ اس نے نامہ پڑھ کر حکم دیا کہ اگر اس نبوت کے دعوے کرنیوالے کی قوم کا کوئی شخص ہمارے ملک میں موجود ہو تو اسے ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔ اتفاقاً ان دنوں ابوسفیان اپنے چند اور ہموطنوں بسمیت شام میں تجارت کے لئے گیا ہوا تھا۔ ہرقل کے آدمیوں نے ان لوگوں کو دربار میں لا حاضر کیا۔ ہرقل نے ابوسفیان سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بابت کئی باتیں دریافت کیں اور بعد ازاں دحیہ کلبیؓ کو خلوت میں بلا کر کہا۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ وہی پیغمبر ہیں جنکے ہم منتظر تھے مگر افسوس کہ میں انکی متابعت نہیں کرسکتا کیونکہ ایسا کرنے میں لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔ پھر اس نے دحیہ کلبی کو ایک پادری کے پاس بھیجا۔ جس نے حالات سنکر آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور گرجا میں آکر لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی مگر انہوں نے اسے وہیں شہید کر دیا۔ دحیہ کلبیؓ نے یہ حال ہرقل کو سنایا تو اس نے کہا عیسائیوں میں یہ شخص مجھ سے زیادہ ہر دلعزیز اور ذی وقار صاحب فضل و کمال تھا۔ جب اسکا یہ حال ہوا تو میرے ساتھ اگر ایمان لاؤں تو اس سے بھی برا سلوک کرینگے۔

پھر ہرقل بیت المقدس سے حمص میں چلا گیا۔ اور وہاں ایک بڑا بھاری دربار کر کے لوگوں کو کہا کہ اگر تم نجات چاہتے ہو تو اس پیغمبر کی پیروی کرو جو عرب میں ظاہر ہوا۔ لوگوں نے اس بات پر سخت نفرت ظاہر کی۔ تب ہرقل نے اپنے بچاؤ کے لئے تقریر کا پیرایہ بدل کر یوں کہنا شروع کیا کہ میں نے جو کچھ تمہیں کہا ہے محض بدیں خیال کہ دیکھوں تم اپنے دین میں کیسے پکے ہو

ہشامیہ ایک فرقے کا نام ہے جو ہشام بن عمر غوطی کا پیرو ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ الٰہی جنت اور دوزخ پیدا نہیں کئے گئے۔ اور قرآن مجید میں حلال و حرام کا کوئی ثبوت نہیں اور اختلاف کے وقت کسیکا خلیفہ بننا درست نہیں۔ (تع)

ہفت لغت ان سات گروہوں کی زبانیں جو عرب میں فصاحت کے سبب مشہور ہیں۔ اور وہ سات گروہ یہ ہیں۔ قریش۔ علی ہوازن۔ اہل یمن۔ ثقیف۔ ہذیل۔ بنی تمیم۔ (ک)

ھلال پہلی تاریخ کے چاند کو کہتے ہیں۔ ہلال کی شکل گورنمنٹ عثمانیہ کا سرکاری نشان سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ عثمانی سکوں۔ عثمانی تمغوں عثمانی ٹکٹوں اور دیگر سرکاری چیزوں پر یہ نشان بنایا جاتا ہے۔ اور عثمانی رعایا کے لوگ یا وہ لوگ جو گورنمنٹ عثمانیہ کے ساتھ اخلاص و عقیدت ظاہر کرنی چاہتے ہوں اپنی خودساختہ اشیا پر یہ نشان بناتے ہیں۔

عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو (معاذ اللہ) صلیب پر چڑھا کر سزائے موت دی گئی تھی اور انکی یہ سزا تمام امت عیسویہ کے گناہوں کا کفارہ بن گئی۔ اسلئے انکے نزدیک صلیب جو امت بھر کے گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ بن گئی بڑی متبرک اور مقدس چیز ہے۔ اور انہوں نے صلیب کی شکل کو ایک دینی و مذہبی عظمت دے رکھی ہے۔ یورپین سلطنتیں جو سب کی سب عیسائی ہیں صلیب کی شکل کو سرکاری طور پر استعمال کرتی ہیں۔ تاج پر۔ عصائے سلطنت وسینہ پر۔ سرکاری عمارتوں کی چوٹیوں پر یہ نشان بنایا جاتا ہے۔ ہر سلطنت کا اپنا سرکاری نشان علیحدہ ہے۔ مگر صلیب کا نشان دینی تقدس کے لحاظ سے سب میں مشترک ہے۔ چنانچہ صلیبی جنگ سے مراد وہ جنگ ہوتی ہے جس میں عیسائی سلطنتوں میں سے کوئی خاص سلطنت نہیں بلکہ تمام عیسائی سلطنتیں ایک طرف ہوں اور مسلمان یا کوئی دوسری

Marfat.com

غیر مسیحی قوم دوسری طرف۔ یورپ میں عیسوی نشان صلیب کے مقابلہ میں اسلامی نشان ہلال سمجھا جاتا ہے، اسلئے کہ یورپ میں اسلامی سلطنت صرف ٹرکی ہے یا چونکہ ٹرکی حامی حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً ہونے اور مرکز خلافت ہونے کی حیثیت سے تمام عالم اسلام کے نزدیک واجب التعظیم ہے اسلئے اسکا ملکی نشان گویا عام اسلامی نشان ہے۔ ہندوستان وغیرہ بلاد مشرق کے مسلمان گو ٹرکی کے ساتھ روحانی ارادت رکھنے کی وجہ سے ہلال کے نشان سے خاص الفت رکھتے ہیں۔ مگر جس طرح یورپ میں ہلال وصلیب کے مقابلہ کو بالبداہت اسلام ومسیحیت کا مقابلہ سمجھا جاتا ہے ہندوستان وفارس وغیرہ دیگر بلاد اسلام میں نہیں سمجھا جاتا۔

ہِمّت (ہا) ارادۂ بلند۔ قصدِ دل (ص۔ و) میں خدا کی طرف رجوع کرنے کو کہتے ہیں

ہُمَزَہ (ہا) لوگوں کی عیب چینی کرنے والا۔ قرآنِ مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جو تیسویں پارہ میں ہے۔ اسکی پہلی آیت میں یہ کلمہ یوں آیا ہے وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ نِ الَّذِي جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَهٗ ہر شخص جو (لوگوں کی) عیب چینی کرتا (اور اُنپر) آوازے کستا ہے اُسکی (بھی بڑی) تباہی ہے۔

ہمسایہ دیکھو (جار)۔

ہُوَ (ہا) ضمیر واحد غائب مذکر ہے جسکے معنے ہیں وہ۔ سورۃ آلِ عمران کی پہلی آیت میں یہ کلمہ آیا ہے۔ الٓمّٓ ۝ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ یعنی نہیں کوئی معبود (برحق) مگر وہی جو زندہ ہے (کارخانہ عالم کا) سنبھالنے والا ہے۔
صوفیوں کے نزدیک هُوَ اللہ کا خاص اسم ہے

اور ان کے اکثر ذکر واذکار کا مدار اسپر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اسی کا نام اسم اعظم ہے۔

ہَوَا (ہا) خواہش۔ حرص۔ شوق۔ اہل تصوف کی اصطلاح میں نفسانی خواہش مراد ہوتی ہے۔ اسکو ہوائے نفسانی بھی کہتے ہیں۔ اہل ہوا وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے افعال واقوال ان کے نفسانی خیالات کے تابع ہوتے ہیں۔ انکو خدا ورسول خدا کے احکام کی چنداں پرواہ نہیں ہوتی۔

ہواجس (ہا) خیالات۔ (ص۔ و) میں دنیوی خیالات مراد ہوتے ہیں۔

ہواجم (ہا) جمع ہاجمہ۔ حملے۔ ضربات۔ صوفی لوگ اس سے وہ مفسد خیالات مراد لیتے ہیں جو بلا ارادہ آدمی کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔

ہوازن (ہا) بنو ہوازن عرب کی ایک متمول اور جنگ جو قوم کا نام ہے جو مکہ اور طائف کے مابین آباد تھی۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ۸ھ میں مکہ فتح کیا تو بنو ہوازن اور بنو ثقیف نے گھمنڈ میں آکر کہا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اگر مکہ کے لوگوں پر فتح پائی ہے تو کونسا بڑا کام کیا۔ وہ لوگ فنونِ جنگ سے بے بہرہ ہیں۔ اب ہم اس سے جنگ آزمائی کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے چار ہزار مسلح جوانوں کی فوج مرتب کرکے کوچ کر دیا۔ ادھر سے لشکر اسلام بھی روانہ ہوا۔ حُنَین کے مقام پر مقابلہ ہوا۔ اس معرکہ میں مشرکان مکہ بھی مسلمانوں کے ساتھ تھے جن کی بیوقوفی سے لشکر اسلام پہلے حملہ میں پسپا ہوگیا۔ آخر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود آگے بڑھکر مسلمانوں کو پکارا اور اپنے جاں نثار صحابہ کی خاص جماعت کو لیکر اس تندی سے حملہ کیا کہ دشمن بھاگ نکلے اور انکا تمام مال واسباب جسکو اپنے ساتھ لائے تھے مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

Marfat.com

اس واقعہ کا نام غزوہ حنین ہے۔ قرآن مجید میں اس کا
ذکر یوں آیا ہے لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ تا
ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۚ (س توبہ ع ۴) یعنی اللہ بہت
سے لوگوں میں تمہاری مدد کر چکا ہے اور حنین کے دن
(بھی) جب تم اپنے بہت ہونے پر اترانے لگے تھے پھر
تمہارا بہت ہونا تمہارے کسی کام نہ آیا۔ اور زمین اتنی
بڑی ہوتے ساتے تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ موڑ کر بھاگے"

ہود ایک پیغمبر تھے جنہیں اللہ تعالےٰ نے قوم عاد
کی طرف بھیجا تھا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔
وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ
مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ
(س ہود ع ۵) یعنی اور عاد کی طرف ہم نے انہی کے ہم قوم
بھائی ہود کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے قوم کے لوگوں کو
سمجھایا کہ بھائیو خدا کی ہی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا
کوئی معبود نہیں تم نری بہتان بندیاں کرتے ہو
حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو بہتیرا سمجھایا اور ہر طرح
سے وعظ و نصیحت کی مگر ان میں سے صرف ستر شخص
ایمان لائے۔ باقی سب کافر رہے جب حضرت ہود
علیہ السلام ان سے بہت تنگ آ گئے۔ تو درگاہ ایزدی
میں تضرع اور زاری کی اور عرض کی خدایا مجھے ان کے
ظلم سے بچا۔ کیونکہ مجھے ان سے لڑنے کی طاقت نہیں۔
یہ لوگ اس قدر زور آور تھے۔ کہ اگر پتھر پر پاؤں
مارتے۔ تو زانو تک اس میں گھس جاتا۔ ان کے سردار کا نام
عاد تھا۔ یہ لوگ کہا کرتے تھے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً یعنی پردہ
زمین پر ہم سے زیادہ کون قوی ہے الغرض ہود علیہ السلام
کی دعا قبول ہوئی اور حکم ہوا کہ اے ہود وہ ستر آدمی جو تجھ
پر ایمان لائے ہیں۔ ان کو ہمراہ لیکر پہاڑ پر چار ہو۔ تب
ہود علیہ السلام ان کو ہمراہ لے کر پہاڑ پر چلے گئے۔ اور

کہا کہ اے قوم غضب الٰہی سے ایک ہوا آ کر تم کو ہلاک کر گئی
انہوں نے کہا وہ کونسی ہوا ہے کہ ہم کو ہلاک کرے گی۔ حق
تعالےٰ نے تین سال تک ان پر پانی نہیں برسایا۔ اور قحط
عظیم ان پر نازل فرمایا ان لوگوں نے مشورہ کیا کہ مکہ میں جا کر
پانی طلب کریں۔ وہاں دعا مقبول ہو گی۔ لہذا چھ آدمی پانی
طلب کرنے کے واسطے مکہ کو روانہ کئے۔ منجملہ ان کے دو آدمی
مسلمان تھے۔ لیکن اپنا دین چھپائے ہوئے تھے ان کا
نام مرثد اور لقیم تھا نیز ایک سردار جس کا نام قیل تھا مع
ستر ہزار آدمیوں کے مکہ کو گیا۔ مرثد نے سردار قیل سے کہا
کہ جب تک تم ہود پر ایمان نہ لاؤ گے۔ تب تک باران رحمت
تم پر نہیں برسے گا۔ ان سبھوں نے اس بات کو جھٹلایا تب
مرثد اور لقیم نے کہا۔ یہ لوگ تیری رحمت کے قائل نہیں
تو ہماری حاجتیں روا کر بارگاہ الٰہی سے ندا آئی تو کیا مانگتا
ہے۔ مرثد نے کہا الٰہی میں قیامت تک دنیا میں بھوکا نہ رہوں
حکم ہوا میں نے قبول کیا۔ لقیم نے کہا الٰہی سات مرتبہ کی عمر
مجھ کو دے اور جس قدر عمر چاہوں مجھ کو ملے حکم ہوا کہ میں نے
قبول کیا۔ قیل نے کہا الٰہی ہماری قوم میں کوئی بیمار نہیں ہوا
کہ تجھ سے شفا چاہوں اور میں کسی مشکل میں نہیں پڑا ہوں
کہ تجھ سے مدد مانگوں مگر قوم عاد کے واسطے پانی مانگتا ہوں
یہ کہتے ہی تین ساعت کے اندر تین ابر ایک سیاہ
ایک سفید ایک سرخ پیدا ہوئے اور آواز آئی کہ اے
قیل ان تینوں میں سے جس کو چاہے اختیار کر۔ تب
قیل نے دل میں سوچا۔ کہ ابر سفید و سرخ میں پانی نہیں
ہوتا۔ مگر ابر سیاہ پانی سے خالی نہیں ہوتا۔ لہذا اس
کو اختیار کیا۔ وہ ابر بحکم خدا اس کے ساتھ ساتھ اس کے
گاؤں میں پہنچا اور وہاں پہنچکر ٹھہرا۔
روایت ہے کہ ساتویں زمین پر ایک ہوا ہے
جس کا نام ریح العقیم ہے۔ حکم الٰہی ہوا کہ وہ ہوا ان پر

Marfat.com

چھوڑی جائے۔ جب بادل آیا تو لوگ بہت خوش ہوئے۔ کہ یہ بادل ہم پر برسے گا۔ ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تو ہوا ہے۔ جس میں سخت عذاب ہے جب ہوا چلنے لگی۔ تو انہوں نے خیال کیا۔ کہ یہ وہی ہوا نہ ہو جس سے ہود علیہ السلام ڈراتے تھے۔ یہ خیال کرکے ساٹھ لاکھ آدمی زور آور تین پہاڑوں کے درمیان گئے اور باہم ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اور اپنے پاؤں زانوؤں تک گڑا کر بیٹھے اور زن و فرزند اور چارپایوں کو اپنے درمیان لے لیا۔ اور کہنے لگے کہ تین جانب ہمارے پہاڑ ہیں۔ اور ایک جانب ہم سب ہیں۔ وہ کونسی ہوا ہے جو ہمارے درمیان سے گذرے گی۔ اور زور کرے گی جب متکبروں نے اپنی قوت کا غرور کیا۔ تب ایک آواز رعد کی اس ابر سے آئی۔ اور ہوا چلنی شروع ہوئی اور اس قدر زور کیا کہ پہلے مکان و محل جس قدر تھے سب گرا دیئے۔ بعدہٗ ان متکبروں کو سرنگوں زمین پر ڈال دیا۔ جیسے کھجور کے کھوکھلے درخت زمین پر گر جاتے ہیں

حضرت ہود علیہ السلام نے زمین پر ایک خط کھینچ کر حلقہ کیا تھا۔ اور مومنوں کو اس کے اندر کر لیا تھا۔ ہوا جب وہاں پہنچتی تو نہایت آہستہ چلنے لگتی۔

معارج النبوت میں مذکور ہے کہ بعد ہلاک ہونے اس قوم مردود کے حضرت ہود نے مومنوں کے ساتھ حضر موت میں عمارتیں اور منزلیں بنائیں اور باامن وامان ان مکانوں میں رہنے لگے۔ آخر بمقتضائے الٰہی حضرت ہود نے اس عالم سے رحلت کی۔

صاحب معالم التنزیل فرماتے ہیں کہ حضرت کی قبر مع اور ننانوے پیغمبروں کے رکن اور مقام زمزم کے درمیان ہے۔ عمر شریف آپ کی چونسٹھ سال کی ہوئی (قصص الانبیاء)

قرآن مجید میں حضرت ہودؑ کا حال سورہ ۷، ۱۱، ۲۶ میں مذکور ہے۔

ہیولیٰ

ہر چیز کا مادہ یا ماہیت یا اصل حکماء ہیولیٰ کی تعریف یوں کرتے ہیں۔ کہ وہ جوہر ہے جو صورت جسمیہ کا محل ہوتا ہے۔ اس کو جوہر اول بھی کہتے ہیں۔ صوفیوں کے نزدیک ہیولیٰ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک روحانی جس کو روح اعظم کہتے ہیں۔ دوسری جسمانی جس کو طبیعت کل کہتے ہیں۔ متکلمین کے نزدیک حقائق اشیاء کا نام ہیولیٰ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہیولیٰ ہیئت اولیٰ کا مخفف ہے۔ جس کے معنے ہیں اصل شے (غ) ہیولیٰ کے قائل حکماء قدیم ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جسم ہیولیٰ اور صورت سے مرکب ہے۔ مگر متکلمین جن کو حکمائے اسلام کہنا چاہیئے۔ ہیولیٰ کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ جسم اجزاء لا یتجزیٰ سے مرکب ہے۔ ہیولیٰ کے تسلیم کرنے میں یہ خرابی ہے کہ اس سے قدم عالم لازم ہے۔ حالانکہ اسلامی عقیدہ کے موافق عالم حادث ہے۔

یاجوج ماجوج

اس مفسد قوم کا نام ہے جس کے انسداد فساد کے لئے سکندر اعظم ذوالقرنین نے ان کے ورے ایک نہایت محکم اور عظیم الشان آہنی دیوار کھنچوا دی جیسا کہ قرآن مجید میں اس کا ذکر حسب ذیل موجود ہے۔

حَتّٰی اِذَا بَلَغَ بَیْنَ السَّدَّیْنِ تا فَجَمَعْنٰھُمْ جَمْعًا

(س کہف ع ۱۱) یہاں تک کہ جب (سکندر چلتے چلتے ایک پہاڑ کی گھاٹی کے) دو کگاروں کے بیچ میں

Marfat.com

پہنچا تو دیکھا کہ گکاروں کے ادھر ایک قوم (آباد) ہے (اور وہ ایسے وحشی ہیں) کہ بات کے سمجھنے کے پاس تک نہیں پھٹکتے۔ ان لوگوں نے (اپنی بولی میں) عرض کیا کہ اے ذوالقرنین (اس گھاٹی کے اُدھر) یاجوج اور ماجوج (کی قوم ہے اور وہ لوگ ہمارے) ملک میں (آکر) فساد کرتے ہیں (آپ کی مرضی ہو) تو ہم آپ کے لئے چندہ جمع کردیں۔ بشرطیکہ آپ ہمارے اور اُن کے درمیان کوئی روک بنادیں۔ (ذوالقرنین نے) کہا کہ وہ مال جس میں میرے پروردگار نے مجھے (پورا) اختیار دے رکھا ہے کافی و وافی ہے (چندے کی ضرورت نہیں مگر ہاں تم کو ایسی ہی مدد کرنی ہے) تو (ہاتھ پاؤں کے) زور سے میری مدد کرو میں تم (لوگوں) میں اور ان (لوگوں) میں ایک دیوار کھینچ دوں گا۔ (اچھا تو پہلے) لوہے کی سلیں ہم کو لادو (چنانچہ وہ سلیں لائے اور ضروری کارروائی ہوتی رہی) یہاں تک کہ جب ذوالقرنین نے دونوں گکاروں کے بیچ (کی کشادگی) کو (پاٹ کر) برابر کردیا۔ تو حکم دیا کہ (اب اس کو) دھونکو۔ یہاں تک کہ جب دیوار کو (لال) انگارا کر دیا۔ تو کہا کہ اب ہم کو تانبا لادو۔ کہ اس کو پگھلا کر اس دیوار پر انڈیل دیں۔ غرض (اس تدبیر سے ایسی اونچی اور مضبوط دیوار تیار ہو گئی کہ یاجوج ماجوج) نہ تو اوپر چڑھ سکتے تھے۔ اور نہ اس میں سوراخ کرسکتے تھے۔ (ذوالقرنین نے اس دیوار آہنی کو دیکھ کر) کہا کہ یہ میرے رب کی مہربانی ہے۔ لیکن جب میرے پروردگار کا وعدہ (قیامت) آموجود ہوگا۔ تو اس (دیوار) کو ڈھاکر برابر کردے گا۔ اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہے۔ اور (اے پیغمبر) ہم اس دن یہ حال کردینگے کہ (دریا کی) لہروں کی طرح (ایک میں ایک گڈمڈ ہو جائیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ اس وقت سد سکندر ذوالقرنین جو ادھر کے رہنے والوں میں اور قوم یاجوج و ماجوج میں حائل ہے۔ قیامت کے دن یاجوج و ماجوج اس دیوار کو توڑ کر ادھر کے رہنے والوں پر ٹوٹ پڑیں گے۔ اور سب گڈمڈ ہو جائیں گے۔

یہ قوم سہر بن یافث بن نوح کی اولاد ہے اس کی نسل بہت چلی ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ تمام بنی آدم دس جز ہیں۔ از انجملہ نو جز یاجوج ماجوج اور ایک جز باقی تمام عالم ہے۔ ان کے قد چالیس گز اور ایک بالشت تک ہیں۔ کان اتنے بڑے کہ ایک کو بچھاتے ہیں۔ اور ایک کو اوڑھتے ہیں۔ ان کے چار بادشاہ ہیں طولان۔ اشجع طارون۔ طاقر۔ بلاد شمال کے کنارے ہفت اقلیم سے باہر ان کا ملک ہے۔ سکندر ذوالقرنین نے دیوار آہنی قلعہ کوہ کی مقدار ساٹھ گز کی موٹی ان کے ارد گرد بنائی۔ وہ اس میں محصور ہیں۔ قیامت کے قریب وہ دیوار ٹوٹے گی۔ اور یاجوج ماجوج دنیا میں پھیل کر فتنہ و فساد برپا کریں گے۔ (تفسیر)

یاقوت حمراء (ل) سرخ یاقوت۔ (ص) ابن نفس کلی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اسکی نورانیت جسمانی علائق کی ظلمت سے متمیز ہوتی ہے (ت)

یاہو لفظی معنے اے خدا تعالیٰ۔ خدا تعالیٰ کا اسم ذات صوفی لوگ اکثر اس کا ورد کیا کرتے ہیں۔

یتیم اس سے مراد وہ بچہ ہے۔ جس کا باپ مرگیا ہو جمع یتامیٰ اور ایتام آتی ہے یتیم کی پرورش کا متکفل جو رشتہ دار بنتا ہے۔ اس کی ہدایت کے لئے شریعت نے بہت سی ہدایات کی ہیں چنانچہ حکم ہے

Marfat.com

کہ یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا (س بقرہ ع ۱۰) یعنے اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔ اور رشتے داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ (بھی) اور لوگوں سے اچھی طرح (نرمی کے ساتھ) بات کرو۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمانوں میں سب سے بہتر وہ گھر ہے جس میں یتیم ہو۔ اور گھر والے اس کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہوں اور مسلمانوں میں سب سے بدتر اور برا گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور گھر والے اس کے ساتھ برائی سے پیش آتے ہوں (مش) ابوامامہ کہتے ہیں کہ فرمایا آنحضرتؐ نے جو شخص اس یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے کے ساتھ سلوک کرے گا جو اس کے پاس (اسکی نگرانی میں) ہے تو میں اور وہ دونو جنت میں ان دو انگلیوں جیسے پاس پاس ہونگے۔ اور آپؐ نے (وسطی اور سبابہ) دونو انگلیوں کو ملا کر لوگوں کو دکھایا (م)

اکثر لوگوں کا قاعدہ تھا اور اب بھی ہے کہ خویش واقارب میں سے کسی یتیم بچے کے کفیل و سرپرست بنتے ہیں۔ تو اس کا مال خورد برد کر لیتے ہیں۔ اسکے متعلق قرآن مجید میں حکم آیا إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا (س نساء ع ۲) جو لوگ یتیموں کا مال ناحق خورد برد کرتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں بس انگارے بھر رہے ہیں۔ اس پر بعض محتاط لوگوں نے یتیموں کا کھانا پینا سب الگ کر دیا۔ کہ مبادا ان کی کوئی کوڑی ہمارے خرچ میں آ جائے پھر سورہ بقر رکوع ۲۷ میں حکم آیا۔ کہ جس میں ان یتیموں کی بہتری ہو وہ کرو اگر ان سے مل جل کر رہو تو (وہ) تمہارے بھائی ہیں جس سے مطلب یہ ہے کہ نہ ان کا مال غبن کرو اور نہ ان کو تکلیف دو ابوامامہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ جو شخص (از راہ شفقت) یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ اور بجز خدا کی رضامندی کے اور کسی غرض سے ہاتھ نہیں پھیرتا۔ تو اسے ہر بال کے عوض جس پر اس کا ہاتھ گذرتا ہے۔ نیکیاں ملتی ہیں۔ (مش)

لوگوں کی عادت تھی کہ یتیم لڑکی کسی کی سرپرستی میں ہوتی اور وہ اسکے مال یا جمال کی وجہ سے اس کے ساتھ نکاح کر لیتا تو نکاح کے بعد اس کے حقوق مہر وغیرہ کی چنداں پروا نہ کرتا کیونکہ اس بیچاری کا کوئی وارث نہ تھا۔ جو اس کے حقوق کی حفاظت کرتا۔ اسکے متعلق خدا نے حکم دیا ہے وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ج یعنے اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں (کے بارہ) میں انصاف قائم نہ رکھ سکو گے تو اپنی مرضی کے مطابق دو دو اور تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کر لو یعنے تم یتیم لڑکیوں سے نکاح ہی نہ کرو۔ اور عورتوں سے کر لو عورتوں کا کال دنیا میں کال نہیں۔

یثرب

ابوعبیدہؓ کہتے ہیں۔ یثرب زمین کے ایک قطعہ کا نام ہے۔ اور مدینہ اس کے ایک گوشہ میں آباد ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ خاص مدینے کا بھی پہلا نام یثرب ہے بخاری و مسلم وغیرہ ہمانے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا مجھے ایسے شہر میں رہنے کا حکم ہوا جو اور شہروں کو کھا جاوے۔ اسکو یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے۔ الحدیث۔ اس سے معلوم ہوا کہ یثرب مدینہ کا نام ہے۔ اور آپؐ نے جو پھر یثرب نام لینے سے منع کیا۔ جیسا کہ امام احمد نے روایت کیا ہے۔ تو اس لئے کہ یثرب کے نام میں سرزنش کے معنے پائے جاتے ہیں اس لئے مدینہ نام لینا بہتر ٹھیرایا (تفسیر حقانی)

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ وَإِذْ قَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا (س احزاب ع ۱) اور جب کہ ان سے ایک جماعت

Marfat.com

نے کہا۔اے مدینے والو تمہارا ٹھکانا نہیں سو ہٹ آؤ اور ان میں سے کچھ لوگ رخصت مانگنے لگے۔ کہنے لگے کہ ہمارے گھر اکیلے ہیں۔ حالانکہ وہ اکیلے نہ تھے۔ وہ صرف بھاگنا چاہتے تھے۔

یحییٰ حضرت ذکریا علیہ السلام کے فرزند کا نام ہے جوان کی طرح پیغمبر تھے۔ آپ کی پیدائش حضرت ذکریاؑ کی دعا کی وجہ سے ہوئی ہے اور عین اس وقت آپ پیدا ہوئے جب حضرت ذکریاؑ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ چنانچہ حضرت زکریاؑ کی دعا قرآن مجید میں یوں مذکور ہوئی ہے۔ رَبِّ اِنِّیْ وَھَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا تا وَاجْعَلْہُ رَبِّ رَضِیًّاo (س مریم ع ۱) اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور پڑ گئی ہیں اور سر (ہے کہ) بڑھاپے (کی آگ) سے بھڑک اٹھا ہے اور اے میرے پروردگار تیری جناب میں دعا کر کے میں (کبھی) محروم نہیں رہا اور اپنے (مرے) پیچھے مجھ کو اپنے بھائی بندوں سے خوف ہے (کہ کہیں میرے دین میں کچھ خرابی نہ ڈالیں) اور میری بی بی بانجھ ہے۔ پس اپنی طرف سے مجھ کو ایک جانشین (یعنی فرزند) عطا فرما۔ جو میرا (بھی) وارث اور نسل یعقوب کا (بھی) وارث ہو (یعنی دین کو سنبھالے) اور اے میرے پروردگار اس کو مقبول (خاص و عام بھی) کر۔ خدا نے آپ کی دعا قبول کی چنانچہ ارشاد ہے۔ یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ اِسْمُہٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّاo (س مریم رکوع ۱) ذکریا ہم تم کو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام ہو گا یحییٰ (اور اس سے) پہلے ہم نے اس نام کا کوئی (آدمی پیدا) نہیں کیا۔

چار مہینے تک حضرت یحییٰ گھر سے باہر نہ نکلے اور نہ لڑکوں سے کھیلے۔ آپ کی والدہ کہا کرتیں۔ بیٹا باہر جا کر لڑکوں سے کھیلا کرو۔ اور دل بہلایا کرو۔ آپ ان لفظوں میں جواب دیتے کہ خدا نے مجھے کھیلنے کودنے کے لئے پیدا نہیں کیا۔ آپ رات دن روتے رہتے تھے ایک دن حضرت ذکریا علیہ السلام نے خدا سے عرض کیا کہ اے اللہ میں نے تجھ سے اس لئے بیٹا مانگا تھا۔ کہ میں اسے دیکھ کر خوش ہوں اور وہ میرا جانشین ہو۔ بیٹا تو تو نے دیا مگر اس کے رات دن روتے رہنے سے میں سخت غمگین ہوں۔ خدا نے فرمایا۔ زکریا تم نے مجھ سے فرزند صالح کی درخواست کی تھی۔ تو میں نے تجھے فرزند صالح دیا ہے۔ وہی آدمی صالح ہوتا ہے۔ جو شب و روز میری محبت میں روتا رہا کرے۔ حضرت ذکریاؑ نے یہ سنکر خدا کا شکریہ ادا کیا۔ اور بنی اسرائیل کو وعظ و نصیحت کرتے رہے جس محفل میں حضرت یحییٰؑ ہوتے۔ اس محفل میں جنت و دوزخ کا ذکر اس لئے نہ کرتے کہ حضرت یحییٰؑ زیادہ روئیں گے ایک دن حضرت ذکریاؑ نے وعظ کیا۔ ایک کونے میں یحییٰؑ بھی بیٹھے آواز سن رہے تھے۔ ان کے موجود ہونے کی کسی کو خبر نہ تھی۔ وعظ میں حضرت ذکریاؑ نے جنت و دوزخ کا ذکر کیا۔ حضرت یحییٰؑ نے سن کر ڈر سے چیخ ماری اور اٹھ کر پہاڑوں میں چلے گئے۔ سات روز تک پہاڑوں میں خوف الٰہی سے روتے رہے۔

حضرت یحییٰؑ علیہ السلام اپنے والد کی وفات کے بعد بھی بہت دنوں تک اپنے حجرہ میں عبادت کرتے رہے آخر حضرت ذکریاؑ کی طرح آپ کی شہادت کا وقت بھی آپہنچا جس کی تفصیل یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شہزادی کی پہلے شوہر سے ایک لڑکی تھی۔ وہ اس کا نکاح اپنے دوسرے شوہر سے کرانا چاہتی تھی۔ بنی اسرائیل نے

Marfat.com

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو کہا۔ کہ آپ اس لڑکی کا نکاح پڑھ دیں۔ آپ نے فرمایا یہ نکاح درست نہیں شہزادی نے اپنے خاوند کو کہا۔ کہ یحییٰ میری لڑکی کا نکاح تم سے نہیں ہونے دیتا۔ اس کمبخت نے آپ کو قتل کرا دیا۔ اس کے بعد اس ملعون عورت نے اپنی لڑکی کا نکاح تو اپنے خاوند سے کر دیا۔ مگر تھوڑے دنوں کے بعد وہ عورت چھت سے گر کر مر گئی۔ لعنہا اللہ تعالیٰ (قصص الانبیا)

یحییٰ ابن کثیر ثقہ محدث سے تھے ۱۳۲ھ میں انتقال فرمایا۔ (کن)

یحییٰ ابن اکثم یحییٰ بن اکثم تمیمی مروزی فقیہ اور محدث تھے۔ مامون کے عہد خلافت میں قاضی رہے۔ ۲۴۲ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)

یحییٰ بن حسّان یحییٰ بن حسان تنیسی بصری ثقات محدثین میں سے تھے۔ ۲۰۸ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)

یحییٰ بن معاذ رازی وعظ میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ بلخ میں مقیم رہے۔ پھر نیشاپور میں چلے آئے۔ (کن)

یحییٰ بن معین غطفانی بغدادی۔ حفاظ اور ثقات محدثین سے ہوئے ہیں۔ ۲۳۳ھ میں وفات پائی۔ (کن)

یحییٰ بن یمان عجلی کوفی محدث اور عبادت گذار شخص تھے ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)

ید حقیقی معنے ہاتھ۔ مجازاً۔ قوت۔ قدرت اور عنایت کے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ مسلمانوں کا قاعدہ ہے کہ دایاں ہاتھ تو کھانے پینے وغیرہ اچھی باتوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اور بائیں ہاتھ کو استنجا وغیرہ مکروہ باتوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اور صبح اٹھ کر بغیر دھونے کے کسی برتن میں ہاتھ نہیں ڈالتے وضو میں پہلے ہاتھوں کا دھونا ضروری ہے۔ (دیکھو وضو)

قرآن مجید میں لفظ ید اللہ سورہ مائدہ رکوع ۹ میں یوں واقع ہوا ہے۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللهِ مَغْلُولَةٌ ط غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ط اور یہودی کہتے کہ خدا کا ہاتھ ان دنوں تنگ ہے۔ ان ہی کے ہاتھ تنگ ہو جائیں۔ اور ان کے اس کہنے پر ان کو خدا کی پھٹکار۔ خدا کا ہاتھ تنگ نہیں بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

سورۃ الفتح رکوع ۱ میں یہ لفظ اس طرح آیا ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللهَ يَدُ اللهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ط اے پیغمبر جو لوگ صلح حدیبیہ کے وقت تمہارے ہاتھ پر لڑنے مرنے کی بیعت کر رہے ہیں۔ وہ تم سے نہیں بلکہ خدا ہی سے بیعت کر رہے ہیں کہ تمہارا نہیں بلکہ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

جمہور اہل اسلام اس بات پر تو متفق ہیں کہ خدا تعالیٰ جسم اور جسمانیت اور ان کے لوازمات حدوث و امکان سب سے پاک اور منزہ ہے۔ مگر اس میں اختلاف ہے کہ پھر ید وغیرہ سے کیا مراد ہے۔ متقدمین فرماتے ہیں کہ چونکہ ایسے الفاظ قرآن اور احادیث صحیحہ میں اسکی نسبت وارد ہیں اور ان کے معنے متبادر جو ہمارے ذہن میں آتے ہیں وہ اسکی ذات پاک کے لائق نہیں۔ اس لئے ہم ان الفاظ کے معانی کو اس کے سپرد کرتے ہیں۔ اور الفاظ پر ایمان رکھتے ہیں۔ متکلمین کہتے ہیں کہ ان الفاظ کا اطلاق مجازاً ہوا ہے چنانچہ اس جگہ پہلی آیت میں خدا کے ہاتھ کشادہ ہونے

Marfat.com

سے محاورۂ عرب کے موجب اس کا جواد و کریم ہونا مراد ہے اور دوسری جگہ اس کی حمایت و عنایت مراد ہے۔

یزید حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا لڑکا تھا۔ ان کی وفات کے بعد ماہ رجب سنہ ۶۰ھ مطابق ۷ راپریل سنہ ۶۸۰ء میں جبکہ اس کی عمر چونتیس برس کی تھی تخت نشین ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ دراز قد دبلا تھا۔ چہرے پر چیچک کا داغ تھا۔ آنکھیں سیاہ اور بال گھنگرالے تھے۔ داڑھی سیدھی تھی۔ سمجھدار اور شاعر بھی تھا۔ ریشمی کپڑے اور باجے کا اسے بہت شوق بھی تھا تخت نشین ہوتے ہی اس نے ارادہ کیا۔ کہ جن لوگوں سے خدشہ ہے۔ ان پر ہاتھ صاف کرنا چاہئے۔ تاکہ بے کھٹکے سلطنت کر سکوں۔ چونکہ وہ لوگ جن کا اس کو خدشہ تھا حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ تھے اور یہ دونوں شہر مدینہ میں تھے۔ اس لئے اس نے ولید بن عتبہ حاکم شہر کے پاس حکم بھیجا۔ کہ ان سے بیعت طلب کرے۔ ولید نے مروان بن حکم سے مشورہ لیا۔ مروان بڑا چالاک آدمی تھا۔ اس نے حاکم شہر کو مشورہ دیا کہ قبل اس کے حضرت امام حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کو معاویہؓ کے انتقال کا حال معلوم ہو۔ انکو اپنے پاس طلب کرو جب وہ آویں تو ان سے یزید کے لئے بیعت طلب کرو۔ اگر انکار کریں تو قتل کر ڈالو۔ ان دونوں کو بھی خبر ملی۔ اس لئے وہ فوراً مع اہل و عیال مکہ کو آئے۔ اور صاف طور سے یزید کی مخالفت ظاہر کی۔ اسی عرصہ میں حضرت امام حسینؓ کے پاس کوفہ سے آدمی آئے کہ وہاں آویں اور اپنے والد کی خلافت پر جانشین ہوں چنانچہ آپ نے وہاں جانے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ ہر چند لوگوں نے روکا۔ مگر آپ چلے گئے۔ راستے میں مخالفین سے آپ کی جنگ ہوئی جس میں آپ شہید ہوئے امام حسینؓ کی شہادت سے یزید کے ایک مخالف تو برطرف ہوئے۔ لیکن دوسرے مخالف کے حق میں تقویت ہوگئی۔ جو امام حسینؓ سے کم ہر دلعزیز نہ تھے۔ اور یہ شخص عبداللہ بن زبیرؓ تھے۔ جن کی منزلت بہ سبب عبادت اور پرہیزگاری کے اہل اسلام میں بہت تھی۔ اور اس علم اور اخلاق کے آدمی تھے۔ کہ بنی ہاشم نے فوراً ہی ان کو خلیفہ وقت مان لیا۔ یزید نے اس نئے خلیفہ کی خبر سن کر بہت خوف کیا۔ اور چالبازی کا ایک حلقہ مروان بن حکم کے پاس بدیں غرض بھیجا۔ کہ خلیفہ وقت کو پابزنجیر کرکے بھیجدے مروان نے جو ایک چالاک آدمی اور ابن زبیرؓ کی شجاعت اور ان کے ترقی پذیر اعزاز سے واقف تھا۔ حکم کی بجاآوری سے احتیاط کی۔ یزید کی کوشش حضرت ابو عبداللہ ابن زبیرؓ کے اختیارات سلب کرنے میں مکہ میں کچھ نہ چلی۔ اس نے اکثر مکہ کے حکام کو بدلا لیکن عبداللہ ابن زبیرؓ کی علو عقل کے آگے کچھ بن نہ پڑی اور خلائق کی ناراضگی سے یزید ڈرا۔

ان شہروں کے لوگوں سے یزید نے اکثر شرائط پیش کیں اور قاصد بھی روانہ کئے اور یہاں سے قاصد گئے۔ لیکن اس سے یزید کو اور بھی خوف پیدا ہوا۔ کیونکہ قاصدوں نے آکر بیان کیا۔ کہ وہ بدچلن نماز سے غافل عیاش شرابخور رقص باز اور گانے بجانے میں اوقات بسر کرنے والا ہے ان باتوں سے اہل شہر کو یزید سے نفرت ہوئی۔ جو ابن زبیرؓ کی ترقی کا باعث ہوئی۔ آخرکار یزید نے مسلم ابن عقبہ کو سردار لشکر بناکر مدینہ میں روانہ کیا۔ اور نصیحت کی کہ شہر پر حملہ کرنے سے تین دن ان سے اطاعت چاہنا۔ اگر انکار کریں۔ تو پھر جنگ کرنا۔ اور فتحیابی پر تین روز تک لوٹنا اور امام زین العابدین کو کچھ نہ کہنا۔ انہوں نے اس بغاوت میں کنارہ کشی کی ہے۔

مسلم شہر کے اندر ہاتھ میں تلوار لئے داخل ہوا۔

Marfat.com

اور امام زین العابدین کو بلا بھیجا۔ اور ان کو اپنے اونٹ پر بٹھاکر اور ہزار آدمیوں کو جو وہاں محاصرہ میں تھے۔ رہا کر کے شہر کے باہر کیا۔ اور تین روز تک شہر مدینہ کو غارت کرایا اور اس قدر زیادتی کی۔ کہ اہل اسلام نے اس کا لقب مسرف رکھا۔ یہ واقعہ ۶۳ھ مطابق ۶۸۲ء کے پیش آیا۔

اس ظالم نے شہر مکہ کا بھی یہی حال کرنا چاہا تھا۔ مگر راستے میں ہی مر گیا۔ اور اس کی جگہ ایک شخص حصین نامی مقرر ہوا۔ جو باشندہ شام تھا۔ اس نے اپنا لشکر مکہ کی شہر پناہ تک پہنچایا۔ جہاں ابن زبیرؓ خود سالار لشکر تھے۔ چالیس روز تک شہر کا محاصرہ رہا۔ اور انجن وغیرہ سے کہ شام سے لایا تھا۔ گرانا چاہا۔ اور کسی قدر کعبہ کی دیوار بھی گر گئی اور اس میں آگ بھی لگ گئی جس سے تمام مکان جل گیا۔

شہر مکہ کے لوگ نہایت تنگ آ گئے تھے۔ اور خوف تھا کہ مدینہ کا سا حال یہاں بھی ہو۔ کہ دفعتاً یزید کے مرنے کی خبر پہنچی۔ جب یہ خبر شائع ہوئی تو محاصرین کے جی چھوٹ گئے۔ حصین نے عبد اللہ ابن زبیرؓ سے صلح کی گفتگو کی اور کہا کہ آئندہ خونریزی موقوف رہے۔ ابن زبیرؓ نہایت ہوشیار آدمی تھے۔ اس کی باتوں کو یقین نہ کیا لیکن کعبہ کے گرد بغیر ہتھیار اجازت دی۔ اس کے بعد حصین شام کو واپس گیا۔ اور بنی امیہ کے محصورین بھی اس کے ساتھ گئے۔

یزید کی موت ۶۴ھ مطابق ۶۸۳ء انچاس برس کی عمر میں ہوئی۔ اس کی مدت سلطنت تین سال چھ مہینے تھی۔ اہل اسلام کہتے ہیں کہ یزید کا عین شباب میں مرنا اس کی بے ادبی کے باعث سے تھا۔ جو اس نے مدینہ کے ساتھ کی۔ کیونکہ حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مدینہ کو ضرر دے گا۔ وہ ایسا گھل جائے گا جیسے کہ پانی میں نمک گھلتا ہے۔ (تذکرۃ الکرام مع اختصار)

یزیدیہ ایک فرقے کا نام ہے، جو یزید بن انیسہ کی طرف منسوب ہے۔ اس فرقے کا اعتقاد ہے۔ کہ ایک عجمی نبی بھیجا جائے گا۔ اسے ایک الہامی کتاب بھی دی جائیگی۔ شریعت محمدیہ کو منسوخ کر کے صابی ملت کا رواج دے گا۔ نیز ان کے نزدیک ہر چھوٹا بڑا گناہ شرک ہے۔ (تع)

یٰس دو حرفوں ی اور س سے مرکب ہے۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔ جس کے شروع میں ہی یہ لفظ آیا ہے۔

صاحب مدارک فرماتے ہیں۔ کہ ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ لغت بنی طے میں اس کے معنے یا انسان کے ہیں۔ ابن حنیفہ فرماتے ہیں۔ کہ اس کے معنے ہیں یا محمد حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں میرے سات نام رکھے ہیں۔ محمدؐ۔ احمدؐ۔ طہٰ۔ یٰس۔ مزملؐ۔ مدثرؐ۔ عبد اللہ بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنے ہیں یا سید۔

اس سورہ میں بیاسی یا تراسی آیتیں ہیں قرطبی کہتے ہیں بالاتفاق یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ ابن عباسؓ اور عائشہؓ سے بھی یہی منقول ہے۔ دارمی و ترمذی و محمد بن نصرؒ بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر شے کا دل ہوتا ہے۔ قرآن کا دل یٰس ہے جو کوئی ایکبار اسکو پڑھے گا۔ دس بار قرآن مجید پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ ترمذی نے اسکے اسناد میں کلام کیا ہے مگر اس حدیث کو ابو بکر صدیقؓ سے حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابو ہریرہؓ سے ابو بکر بزاز نے اور دوسری سند سے روایت کیا ہے۔

Marfat.com

اور حافظ ابو یعلیٰ نے ابو ہریرہؓ کے واسطے سے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں جُندب بن عبداللہ کے ذریعہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی شب کے وقت اللہ کے لئے اس سورۃ کو پڑھیگا۔ صبح کو گناہوں سے پاک ہوکر اُٹھیگا۔ امام احمدؒ نے بھی اس بارہ میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ اس کے پڑھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اور اسکو اپنے مُردوں پر پڑھا کرو۔ اور اسی طرح نسائیؒ نے فی الیوم واللیلہ میں نقل کیا ہے۔ اور ابو داؤد و ابن ماجہ نے بھی۔ اسی لئے بزرگانِ دین نے فرمایا ہے کہ ہر سختی کے وقت لیس پڑھنا چاہیئے اسکی برکت سے وہ سختی رفع ہوتی ہے۔ حاجت پوری ہوتی ہے۔ اور موت کے وقت پڑھنے سے میت کی روح آسانی سے نکلتی ہے اور ایمان نصیب ہوتا ہے اور بہت مہمات کے لئے اس سورہ مبارکہ کا پڑھنا اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ جب کلمات سحر میں اثر ہو تو اس میں ہونا کیا تعجب کی بات ہے۔ خصوصاً اس کے مطالب عالیہ نفس کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے اور دنیا اور اس کے مزخرفات سے بیزار کرنے اور خدا تعالےٰ کی عجیب قدرت یاد دلانے میں عجیب اثر پیدا کرتے ہیں۔

یُسر آسانی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (س۔ بقرہ۔ ع ۲۳) (مسلمانو!) اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنی چاہتا ہے اور تمہارے ساتھ سختی کرنی نہیں چاہتا۔

مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ تا لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (س۔ مائدہ۔ ع ۲) (مسلمانو!) اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرنی نہیں چاہتا۔ بلکہ تمکو صاف ستھرا رکھنا چاہتا ہے اور (نیز) یہ (چاہتا ہے) کہ تم پر اپنا احسان پورا کرے تاکہ تم (اس کا) شکر کرو۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (س۔ بقرہ۔ ع ۴) خدا کسی نفس پر اسکی سمائی سے بڑھکر بوجھ نہیں ڈالتا۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاۤءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا تا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (س۔ نور۔ ع ۸) اور بڑی بوڑھی عورتیں جنکو نکاح کی امید (باقی) نہیں (رہی) اگر اپنے کپڑے (چادر وغیرہ) اتار رکھا کریں تو اس میں انپر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ ان کو (اپنا بناؤ سنگار) دکھانا منظور نہ ہو اور اگر (اسکی بھی) احتیاط رکھیں تو ان کے حق میں بہتر ہے اور اللہ (سب کی) سنتا (اور سب کچھ) جانتا ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ تا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (س۔ نور۔ ع ۹) نہ (تو اندھے (آدمی) کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے (آدمی) کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ بیمار کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ (عموماً تم مسلمانوں کے لئے (اس میں کچھ مضائقہ ہے) کہ اپنے گھروں سے (کھانا) کھاؤ یا اپنے باپ کے گھر سے یا اپنی ماں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جنکی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں۔ یا اپنے دوستوں کے گھروں سے (پھر اس میں بھی) تمپر کچھ گناہ نہیں کہ سب ملکر کھاؤ یا الگ الگ۔ تو جب گھروں میں جانے لگو تو اپنے (لوگوں) کو سلام کرلیا کرو (سلام ایک) دعائے خیر (ہے جو تم مسلمانوں کو) خدا کی طرف سے (تعلیم کی گئی ہے) برکت والی عمدہ۔ یوں اللہ (اپنے) احکام تم سے کھول کھول بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

Marfat.com

پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمانو! تم آسانیاں بڑھانے کے لئے دنیا میں بھیجے گئے ہو۔ دشواریاں بڑھانے کے لئے نہیں۔ (بخ)

پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز کے لئے مسواک کرنے کا حکم کرتا۔ (تر)

جن باتوں کی خدا نے تمہیں تکلیف دی انہیں بجالاؤ۔ (اور اپنی طرف سے تشدد و سختی نہ کرو) کیونکہ خدا ثواب دینے سے نہیں تھکتا۔ اور تم عمل کرتے کرتے تھک جاؤ گے (بخ)۔

یَعسُوب | بروزن یعقوب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے کا نام ہے۔ اور نیز زبیرؓ کے گھوڑے کا نام ہے جو مسلمانوں کے پاس جنگ بدر میں تھے۔ اور یعسوب شہد کی مکھیوں کے بادشاہ کو بھی کہتے ہیں جسکی سب مکھیاں محکوم ہوتی ہیں۔

یعسوب المسلمین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب بھی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَنۡتَ یَعۡسُوۡبُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمَالُ یَعۡسُوۡبُ الۡکُفَّارِ۔ یعنی اے علی تم مؤمنین کے سردار ہو اور مال کفار کا یعسوب ہے (حیوۃ)

یعقوب | حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے اور یوسف علیہ السلام کے والد کا نام تھا جو نہایت جلیل القدر نبی ہو گذرے ہیں۔ انکا ذکر قرآن مجید میں اسطرح آیا ہوا ہے وَوَصّٰی بِهَاۤ اِبۡرٰهٖمُ بَنِيۡهِ وَيَعۡقُوۡبُ يٰبَنِىَّ ... اِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ (س۔ بقرۃ ع ۱۶) اور اسی (طریقے) کی (نسبت) ابراہیم اپنے بیٹوں کو وصیت کر گئے۔ اور یعقوب (بھی) کہ بیٹا اللہ نے (تمہارے) اس دین (اسلام) کو تمہارے لئے پسند فرمایا ہے پس تم مسلمان ہی مرنا

(اے یہود) بھلا کیا تم (اسوقت) موجود تھے جب یعقوب کے سامنے موت آ کھڑی ہوئی۔

وَيُتِمُّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعۡقُوۡبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيۡكَ مِنۡ قَبۡلُ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡحٰقَ ؕ (س۔ یوسف۔ ع ۱) (یعنی) اور جسطرح خدا نے اپنی نعمت پہلے تیرے دادا پردادا اسحٰق اور ابراہیم پر پوری کی تھی۔ اسیطرح تجھ پر اور یعقوب کی (یعنی تیری) نسل پر پوری کریگا۔

یعقوب علیہ السلام کا ذکر سورۂ یوسف کے کئی رکوعوں میں اپنے بیٹوں کے ذکر کے ساتھ موجود ہے۔

یعوق | عوق سے لیا گیا ہے جسکے معنے ہیں روکنا یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا بت تھا انہوں نے مصیبتوں اور دشمنوں کے دفع کرنے کی صفت کے لحاظ سے شیر کی شکل میں اس بت کو ڈھالا تھا اس خیال سے کہ شیر تمام جانوروں سے بہادر اور دلیر ہے اور اپنے دشمن پر سخت حملہ کرتا ہے۔ ہندو اسکا مظہر رشنو بناتے ہیں۔ قرآن کریم کی سورت نوح رکوع ۲ میں اسکا ذکر آیا ہے۔

یغوث | حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے ایک بت کا نام ہے۔ یہ لفظ غوث سے لیا گیا ہے جسکے معنے ہیں مدد اور حاجت روائی۔ انہوں نے یہ بت بھی حاجت روائی اور مشکل کشائی کی صفت میں گھوڑے کی شکل بنا رکھا تھا۔ اس خیال سے کہ جسطرح گھوڑا جلد دوڑ کر آتا ہے اس طرح یہ بت بھی اپنے پوجنے والوں کی مدد کو جلد ہی آتا ہے۔ اہل ہند اسکا مظہر اندر دیوتا کو بتلاتے ہیں۔ قرآن مجید کی سورت نوح رکوع ۲ میں اسکا ذکر آیا ہے۔

یقطین | کدو کا درخت۔ اس درخت کے نیچے حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے

Marfat.com

پیٹ سے نکلکر پناہ لی تھی۔ اسکا مختصر قصہ یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو شہر نینوا میں جاکر لوگوں کو پند و نصیحت کرنیکا حکم ہوا انھوں نے خیال کیا کہ خداوند کریم حلیم وغفار ہے جس عذاب کا میں اُن سے وعدہ کرونگا اس کے موافق شاید نہ بلا نہ بھیجے۔ میں جھوٹا پڑوں۔ اس لئے وہاں سے بھاگ کر شہر ترسیس کو چلے اور یافہ سے جو جہاز ترسیس جانے کو تھا اس میں سوار ہوگئے۔ راستہ میں سخت طوفان آیا۔ قرعہ ڈالا گیا کہ کس کے سبب سے یہ بلا آئی ہے۔ انہی کا نام نکلا۔ ملاحوں نے انکو سمندر میں ڈالدیا۔ مچھلی نے لقمہ کرلیا اسکے پیٹ میں جاکر خدا تعالٰے سے دعا کی اور تسبیح وتقدیس کی۔ جسکے سبب انکو مچھلی نے کنارہ پر اگلدیا۔ اگر یہ دعا وتسبیح نہ کرتے وہیں مرکر رہ جاتے۔ قیامت تک سمندر ہی میں رہتے۔ مچھلی کے اندر تین رات رہنے سے وہ بیمار ہو گئے تھے بدن کی کھال گل گئی تھی۔ خدا تعالٰے نے اپنے فضل وکرم سے اسپر چھاؤں کرنے کے لئے کدو کی قسم سے ایک پیڑ اُگایا۔

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے وَاَنْبَتْنَا عَلَیْہِ شَجَرَۃً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ ۵ (پ۲۳۔ صفّٰت۔ ع ۵) اور (پھر) ہم نے اُسپر کدو کا ایک بیلدار درخت بھی اُگا دیا۔

یقین (۱) وہ علم جس میں کسی قسم کا شک نہ ہو۔ اہل حقیقت کے نزدیک اسکے معنے ہیں خدا کو دلیل اور برہان کے بغیر قوت ایمانی سے دیکھنا۔ بعض کے نزدیک کسی چیز کی حقیقت پر دل کو اطمینان ہو جانے کا نام یقین ہے۔ بعض کے نزدیک دل کی صفائی سے مغیبات کا مشاہدہ کرنے اور افکار کی محافظت سے اسرار الٰہی پر مطلع ہونے کا نام یقین ہے۔ کوئی کہتا ہے یقین اس تصدیق بالغیب کا نام ہے جس میں کسی قسم کا شک نہ ہو۔ بعض کے نزدیک یقین شک کی ضد ہے۔ یقین کے ساتھ یہ تین الفاظ تعلق رکھتے ہیں۔ علم الیقین عین الیقین۔ حق الیقین۔ ان کے لئے دیکھو (علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین) ۔ (خ)

قرآن مجید میں اس لفظ کا ذکر یوں آیا ہے:۔
وَکُنَّا نُکَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ۵ حَتّٰی اَتٰنَا الْیَقِیْنُ ۵ (پ۲۹-قیٰمۃ-ع ۲) اور (اسکے علاوہ) ہم (اسرے سے) روز جزا (ہی) اکو نہیں مانتے تھے۔ یہانتک کہ (مرے پیچھے آنکھ سے دیکھا تو) ہمکو یقین آیا۔

نیز ارشاد ہے وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ ۵ (پ۱۴-حجر-ع ۶) اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو۔ یہانتک کہ تمکو امر یقینی (یعنی موت) پیش آئے۔

یلملم یہ ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے جہاں سے عدن اور یمن کے باشندے احرام باندھتے ہیں اور یہی مقام ہندوستان اور مضافات ہندوستان سے جانے والوں کے لیے مقرر ہے۔ یہاں سے مکہ دو منزل کے فاصلے پر رہ جاتا ہے۔

یمامہ یہ ملک عرب کے مشرق میں بحر فارس سے ملا ہوا ہے۔ اسکی ابتدا طولانی بحرین کے نواح سے شروع ہوتی ہے۔ اور شمال میں بڑھتے بڑھتے علاقہ کوفہ سے گذر کر بصرہ کے میدانوں تک جا ملا ہے۔ اور عمان میں سمندر کے کنارہ سے لے کر تخمینا دو سو میل تک عرب میں چلا گیا ہے۔ اس کے بعض علاقوں کو الحصار بھی کہتے ہیں۔

یمامہ قبیلہ طلسم میں سے مرہ کی بیٹی تھی جس کے نام سے یہ ملک نامزد ہے۔ اس ملک میں بہت سے چشمے اور متعدد چھوٹی چھوٹی نہریں یا نالیاں رواں ہیں جن سے ملک نہایت سرسبز اور آباد ہے۔ یمامہ کے لوگ کہتے ہیں یہ ملک پانچ چیزوں میں بڑھکر ہے۔ (۱) یہاں کی عورتیں نہایت خوشرنگ ہوتی ہیں

Marfat.com

سنہری رنگت ایسی خوشنما ہوتی ہے کہ سونے کا زیور پہنے ہوئے دور سے معلوم نہیں ہوتا۔ (۲) یہاں کے گیہوں (۳) یہاں کی کھجور نہایت عمدہ ہے کہ ایسی لذ کہیں نہیں ہوتی (۴) یہاں گوشت ایسا خوش ذائقہ اور عمدہ ہوتا ہے کہ ایسا اور جگہ نہیں ملتا۔ (۵) یہاں پانی بھی ایسا شیریں ہوتا ہے کہ پھر اور پانی کیسا ہی شیریں ہو شنہ نہیں لگتا۔

اس ملک کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ سینا اور دوسرا حوریب ہے۔ جہاں پر حضرت موسےٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالےٰ نے شریعت عطا فرمائی ہے۔ اور جبل فاران ہے۔ اور جبل ہارون ہے۔ اسی مقام پر ہارون حضرت موسےٰ علیہ السلام کے بھائی دفن ہیں۔ (صفا)

یمن ملک عرب کا ایک حصہ ہے جو حد سرین سے لیکر کوہ یلیلم کے بیابانوں تک اور پھر طائف سے لیکر سیدہا نجد یمن تک اور مشرق میں بحر فارس تک پھیلا ہوا ہے۔ اور پیداوار اور آبادی کے لحاظ سے اور حصوں سے اچھا ہے۔ قدیم زمانہ میں اسی سرزمین میں سے بڑے بڑے نامور بادشاہ اٹھے ہیں۔ قوم حمیر اور شاہان تبع اور قوم عاد کا یہی ملک ہے۔ ان شاہان سابقہ نے تمام عرب ہی پر حکومت نہیں کی ہے۔ بلکہ مصر اور عراق اور وہاں سے گذر کر امر مما لیک پر بھی فتوحات حاصل کی تھیں۔ بلقیس شاہزادی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ملک شام میں حاضر ہوئی تھی اسی ملک کی فرمانروا تھی۔

یمن کے بعض علاقوں میں سے عقیق سرخ اور یاقوت خالص اور لعل برآمد ہوتا ہے جس کے آگے لعل بدخشانی کی اصل نہیں۔ یمن کے پہاڑوں میں ہر قسم کی کانیں موجود ہیں۔ لوہا۔ جست۔ تانبا۔ وغیرہ جھلو ضا پھٹکڑی کے بڑے بڑے پہاڑ موجود ہیں جسکو شب یمانی کہتے ہیں۔

یمن کے ریگستانوں میں شتر مرغ بھی پایا جاتا ہے اور ایک عجیب جانور ملتا ہے جسکے پاؤں بیل جیسے منہ ہرن جیسا گردن صراحی دار کئی گز کی اونٹ سے بھی بڑی پتلی دبلی۔ یہ جانور اگر گردن بلند کرے تو چھ سات گز بلندی تک پہونچ جائے۔

ایک اور جانور بھی یہاں ملتا ہے جسکو عدار کہتے ہیں۔ وہ ایک چارپایہ ہے اس کی صورت انسان سے بہت مشابہ ہے۔ جہاں کہیں انسان کو دیکھ پاتا ہے تو دوڑ کر گھیر لیتا ہے اور نیچے ڈال کر اس سے مباشرت کرتا ہے خواہ مرد ہو خواہ عورت جسکے صدمہ سے انسان کم تر زندہ رہتے ہیں۔

اس ملک میں قدیم یادگار شاہان سلف کی ایسی ہیں کہ جنکی مثل اور دوسری جگہ تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتی

منجملہ انکے ایک غمدان ہے جو شہر صنعا میں ایک چو رخانہ ایوان تھا جسکا ایک رخ زرد عقیق کا۔ دوسرا سرخ پتھر کا تیسرا سبز کا بنایا گیا تھا۔ یہ ایوان نہایت مستحکم بنیادوں پر قائم تھا۔ اور سات منزل بلند تھا۔ ہر ایک منزل دوسری منزل سے چالیس ہاتھ بلند تھی۔ اور ہر منزل کی چھت ایک سنگ مرمر سے پٹی تھی اس ایوان کے چاروں طرف بڑی خوشنمائی اور نزاکت سے دریچے رکھے تھے جو رنگ برنگ کے عقیق اور بیش بہا پتھروں سے بنے تھے۔ اور اس ایوان کے فرش اور چھت اور دیواروں پر وہ گلکاری کی ہوئی تھی کہ دیکھکر عقل دنگ رہجاتی تھی۔ کسی جگہ کسی بادشاہ کی بزم کا نقشہ کھنچا تھا۔ کہیں امراء صف بستہ کھڑے تھے۔ اس ایوان کے کسی ستون پر خط حمیری میں لکھا ہوا تھا کہ جو شخص اس ایوان کو گرائیگا قتل کیا جائیگا۔ یہ ایوان کسی مصلحت سے بحکم امیر المؤمنین عثمان

Marfat.com

گرا یا گیا۔ آخروہ شہید ہوئے۔ اب ایک ڈھیر پڑا ہوا ہے اور کسیقدر زمین کے اندر کا حصہ باقی ہے (لف)

اس حصے کو میں اس سبب سے کہنے لگے کہ جب وقت مشرق کیطرف منہ کر کے دیکھو تو میں کو خانہ کعبہ کی دائیں جانب دیکھوگے۔ (صنا)

یمین قسم حلف سوگند۔ قرآن مجید میں حکم ہے قَدْ فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم (س تحریم ع) یعنے اللہ تعالے نے تمہارے لئے قسم کا اتار ڈالنا ٹھیرا دیا ہے۔

دوسری جگہ حکم ہے وَلَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْکِیْدِھَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰہَ عَلَیْکُمْ کَفِیْلًا (س نحل ع) یعنے اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد نہ توڑو جس حال میں تم اللہ کو اپنا ضامن کر چکے ہو۔

اور جگہ حکم ہے وَلَا تَتَّخِذُوْا اَیْمَانَکُمْ دَخَلًا بَیْنَکُمْ (س نحل ع) یعنی اور اپنی قسموں کو آپس میں مکر کا ذریعہ نہ بناؤ۔

اور جگہ حکم ہے۔ لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ (س مائدہ ع) یعنی اللہ تمکو لغو قسموں پر نہیں پکڑیگا البتہ ان قسموں پر پکڑیگا جو قصداً تمنے کھائی ہوں۔

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تمکو باپوں کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے جو شخص قسم کھائی ہی چاہے اسکو چاہیے کہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش ہو رہے (مش)۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم قسم کھانے والے کی نیت پر ہے (〃)

ابن عمر کہتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص غیر اللہ کی قسم کھائے اس نے شرک کیا (〃)

بلا ضرورت بات بات میں قسم کھانا (خواہ سچی ہی ہو) بری بات ہے اور اللہ تعالے کے نام کی بے ادبی ہے

اگر کوئی یوں قسم کھائے کہ اللہ کی قسم یا خدا کی قسم یا خدا کی عزت وجلال کی قسم تو قسم ہوگئی۔ صرف اتنا کہنے سے بھی قسم ہوجاتی ہے کہ قسم ہے یا قسم کھاتا ہوں اگر کہے خدا گواہ ہے یا خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں یا خدا کو حاضر وناظر جانکر کہتا ہوں تو بھی قسم ہوجاتی ہے۔ قرآن مجید کی بھی قسم ہوجاتی ہے۔ مگر قرآن کو صرف ہاتھ میں لیکر یا سر پر اٹھا کر کوئی بات کہنے سے قسم نہیں ہوتی۔

قسم تین طرح کی ہوتی ہے۔ غموس۔ لغو۔ منعقد۔ قسم غموس یہ ہے کہ گذشتہ زمانہ کے متعلق دانستہ جھوٹی قسم کھا کر کہے کہ ایسا ہوا ہے حالانکہ ویسا نہ ہوا ہو جس سے جھوٹ لازم آتا ہو یا ساتھ ہی کسی پر تہمت لگتی ہو۔ یا کسیکا حق ناجائز طور پر حاصل کیا جاتا ہو۔ یہ قسم بڑے گناہ کی موجب ہے اسکا کوئی کفارہ نہیں توبہ واستغفار کرنی چاہیے

لغو قسم یہ ہے کہ گذشتہ زمانہ کے متعلق غلطی سے قسم کھا کر کہہ بیٹھیں کہ ایسا ہوا ہے حالانکہ ویسا نہ ہوا ہو۔ مثلاً کہے خدا کی قسم عبداللہ مسجد میں آیا تھا اور اسکو یقین بھی ہو کہ وہ مسجد میں آیا تھا۔ مگر فی الحقیقت مسجد میں نہ آیا ہو۔ اس قسم سے کوئی گناہ لازم نہیں آتا اور نہ کفارہ ہے۔

قسم منعقد یہ ہے کہ آئندہ زمانہ میں کوئی کام کرنے کے لئے قسم کھائی جائے۔ خواہ وہ قسم بھولکر کھائی ہو۔ یا زبردستی سے کھلائی گئی ہو۔ بہرحال اسکے خلاف کرنے یا جبر اکرائے جانے سے کفارہ لازم آئیگا۔ اگر آئندہ ہونے والے کسی واقعہ کے متعلق قسم کھائیں۔ مثلاً قسم ہے آج مینہ برسیگا یہ بھی قسم منعقد میں داخل ہے۔ اس کے خلاف ہوا تو کفارہ دینا پڑے گا۔

خدا کے سوا کسی اور چیز کی قسم کھانے سے قسم نہیں ہوتی

Marfat.com

مثلاً رسول کی قسم۔ پیر کی قسم۔ کعبہ کی قسم۔ باپ کی قسم۔ بچہ کی قسم ایسی قسم کھانا بڑا گناہ اور شرک ہے یوں کہنے سے کہ تیرے گھر کا کھانا مجھ پر حرام ہے۔ یا فلاں چیز میں نے اپنے اوپر حرام کرلی ہے۔ کوئی چیز حرام نہیں ہوتی۔ البتہ قسم ہو جاتی ہے جس کو توڑنے سے کفارہ لازم آتا ہے۔ قسم کے ساتھ ہی انشاء اللہ کا لفظ کہنے سے قسم نہیں ہوتی۔

قسم کو توڑ دینے کا کفارہ یہ ہے کہ دس محتاجوں کو دو وقتہ کھانا کھلایا جائے۔ یا ہر فقیر کو کچا اناج نصف صاع کی مقدار سے دیا جائے۔ یا ہر فقیر کو پہننے کے لیے لباس دیا جائے۔ جس میں اس کا بدن چھپ سکے۔ اگر ان تینوں طرح کے کفارہ دینے کی وسعت نہ ہو تو قسم توڑنے والا تین روزے متواتر رکھے جنکے درمیان وقفہ نہ ہو۔ (کذافی کیمیائے سعادت)

ینابیع تفسیر ہے۔ مصنفہ امام یوسف بن عبد لولوئی زندخوری (کش)

ینبع بحر قلزم کے کنارہ پر مدینہ سے چار منزل پر ایک بندرگاہ ہے۔ اور اسی کے نزدیک عیص اور مروہ ہے۔

ینبع کے پاس جبل رضوی ایک سرسبز اور بلند پہاڑ ہے۔ فرقہ کیسانیہ کہتا ہے کہ محمد بن حنفیہ ابتک زندہ اسی پہاڑ میں چھپے ہوئے ہیں۔ (جعفر)

یوحنا حضرت یحییٰ کا نام ہے۔ دیکھو (یحییٰ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری کا نام بھی ہے۔

یوسفؑ بعض کہتے ہیں کہ عبرانی لفظ ہے۔ اور اسی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عربی لفظ ہے۔ اسف یا اسف سے ماخوذ ہے۔

حضرت یوسفؑ کے قصے کو خدا نے احسن القصص فرمایا ہے کیونکہ اس میں بہت سی عبرتناک باتیں ہیں۔ یعقوبؑ کا مصیبت کے بعد راحت کا منہ دیکھنا۔ بھائیوں کے حسد کی وجہ سے یوسف کا محکوم ہونا عصمت وعفت کی بدولت یوسف کو مرتبہ صدیقیت حاصل ہونا۔

قصہ حضرت یوسف کا یوں ہے کہ جب حضرت یعقوب کنعان میں تشریف لائے تو بی بی راحیل حضرت یوسف کی والدہ بنیامین کے تولد کے بعد فوت ہوگئی حضرت یوسف کی عمر اس وقت پانچ سال کی تھی۔ وہ اپنے تمام بھائیوں سے خوبصورت تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں و حصّے حسن انکو ملا تھا اور ایک حصہ دنیا کو۔ حضرت یعقوب علیہ السلام انکو سب بیٹوں سے زیادہ پیار کرتے تھے۔ بنیامین شیر خوار تھے۔ انکو انکی خالہ لیا نے پرورش کیا۔ یعقوب علیہ السلام کی ایک بہن تھی۔ ایک دن انہوں نے حضرت یعقوب کے گھر جاکر سب بیٹوں کو دیکھا اور حضرت یوسف پر فریفتہ ہوگئیں اور حضرت یعقوب سے کہا کہ تم کثیر الاولاد ہو اور تمہاری ایک بی بی ہے۔ سب بیٹوں کی اس سے خدمت نہیں ہو سکتی۔ یوسف مجھے دیدیں اس کی خدمت کروں گی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بموجب فرمانے بہن کے یوسف کو انکے سپرد کیا۔ پس وہ یوسف کو اپنے گھر لے گئیں اور بہ ناز و نعمت پرورش کرنے لگیں۔

حضرت یعقوب گاہ گاہ اپنی بہن کے گھر جاتے اور یوسف کو دیکھکر چلے آتے۔ غرض اسی طرح ایک مدت رہے۔ حتیٰ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ہمشیرہ فوت ہوگئیں تو حضرت یعقوب یوسف کو اپنے پاس لے آئے۔ حضرت یعقوب ان سب لڑکوں سے زیادہ پیار کرتے تھے۔ جب حضرت یوسف بارہ برس کے ہوئے تو ایک دن اپنے باپ کی گود میں سوئے ہوئے تھے کہ دفعتہً خواب سے بیدار ہوئے حضرت

Marfat.com

یعقوب یہ حال دیکھکر نہایت متردد ہوئے اور کہا کہ کیا ہوا کہ تو اسطرح گھبرا کر چونک پڑا ہے۔ حضرت یوسف نے کہا کہ ابا جان! میں نے خواب دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند مجھے سجدہ کرتے ہیں۔ باپ سمجھ گئے کہ اسکو ایک روز یہ دن نصیب ہوگا کہ اسکے گیارہ بھائی اور ماں باپ سجدہ کرینگے۔ ستاروں سے بھائی اور چاند اور سورج سے ماں باپ کیطرف اشارہ تھا۔ یہ سمجھکر آپ نے فرمایا کہ بھائیوں کے آگے اپنی یہ خواب بیان نہ کرنا۔ کیونکہ سوتیلے بھائی ہیں حسد میں آکر کہیں تیرے ساتھ کچھ برائی نہ کریں۔ مگر یوسف علیہ السلام نے باوجود منع کرنے کے بھائیوں کے دریافت کرنے پر وہ خواب ان سے بیان کر دیا۔ اس سے انکی آتش رشک اور بھی بھڑک اٹھی۔ ایک دن انہیں نابلس کی وادی میں جہاں کہ وہ بھیڑ بکریاں چرانے لیجاتے تھے لے گئے اور وہاں جاکر قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر سب میں سے بڑے بھائی روبن نے منع کیا۔ اور کہا کہ خونریزی نہ کرو۔ بلکہ اسکو کنوئیں میں ڈالدو جو بیابان میں ہے۔ حضرت یوسف کی وہ بوقلمون قبا اتار لی جو باپ نے پہنائی تھی اور انہیں اندھے کنوئیں میں ڈال دیا۔ کہ جس میں ایک بوند پانی بھی نہ تھا۔ یہ کھانا کھانے بیٹھے تھے کہ اسمٰعیلیوں کا ایک قافلہ آتے دکھائی دیا جو جلعاد سے گرم مصالح اور روغن بلسان اور مر اونٹوں پر لادے ہوئے مصر جاتا تھا۔ قافلہ نے آکر ڈیرا کیا اور اسی کنوئیں پر پانی کے لئے کسیکو بھیجا۔ یوسف نے ڈول تھام لیا۔ ڈول نکالنے والے نے دیکھا تو ایک لڑکا معلوم ہوا اس نے قافلہ میں آکر خبر کی۔ انہوں نے یوسف کو نکالا اور اپنے اسباب میں چھپالیا۔ روبن نے کنوئیں پر جاکر دیکھا تو یوسف کو نہ پایا۔ معلوم ہوا کہ اسمٰعیلی قافلے والوں نے نکال لیا پھر یہوداہ کی صلاح سے سب نے متفق ہوکر یوسف کو قافلے والوں کے ہاتھ بیس روپے (عـــہ) کو بیچدیا۔ اور اسکے قبا پر بکری کے بچے کا خون لگا کر یعقوب علیہ السلام کے پاس لے گئے اور کہنے لگے کہ بھیڑئے نے پھاڑ کھایا۔ حضرت یعقوب نے فرمایا کہ یہ تو تم نے بناوٹی بات بنائی ہے۔ پس اب صبر ہی اچھا ہے۔ غرض قافلے والوں نے مصر میں جاکر پوطیفار یا پوٹیفار کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جو فرعون کا ایک امیر اور لشکر کا سردار تھا۔ جسکو عزیز کہتے تھے۔ عزیز نے یوسف کو اپنے گھر اور تمام کارخانوں کا مختار کر دیا۔ اور اپنی بیوی کو اسکی عزت و توقیر کرنے کی تاکید کی۔

یوسف خوبصورت اور نور پیکر تھا۔ عزیز کی بیوی (زلیخا) انپر فریفتہ ہوگئی اور اپنے ساتھ ہمبستر ہونے کی خواستگار ہوئی۔ آخر جب یوسف نے نہ مانا تو ایک روز تخلیہ پاکر یوسف کا پیراہن پکڑ کر کہنے لگی کہ میرے ساتھ ہمبستر ہو۔ وہ اپنا پیراہن اس کے ہاتھ میں چھوڑ کر بھاگے۔ پیچھے یہ بھی بھاگی۔ اور باہر سے آتے ہوئے دونوں کو عزیز دروازہ پر ملگیا۔ زلیخا نے الٹا یوسف پر دعوے کیا کہ یہ مجھ سے برا ارادہ رکھتا تھا میں چلائی تو پیراہن میرے ہاتھ میں چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ یوسف نے انکار کیا تب زلیخا کے خاندان میں سے ایک لڑکے نے کہا کہ اگر کرتہ آگے سے پھٹا ہوا ہے تو یہ سچی۔ اور اگر پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو وہ سچا۔ جب کرتہ دیکھا تو پیچھے سے پھٹا ہوا تھا۔ عزیز سمجھ گیا کہ اسی کی چالاکی ہے۔ مگر اسبات کا شہر کی عورتوں میں چرچا ہوگیا زلیخا کو بھی خبر ملی۔ اس نے دعوت کرکے ان عورتوں کو بلایا اور ترنج کاٹنے کے لئے ہر ایک کے ہاتھ میں چھری دی۔ اور یوسف کو بنا سنوار کر چھپا رکھا تھا کہا کہ میں اسکو بلاتی ہوں اسوقت تم کھانا شروع کرنا جب یوسف علیہ السلام برآمد ہوئے تو سب دیکھکر حیرت میں آگئیں اور بجائے ترنج کے اپنے ہاتھ چھری سے کاٹ لئے (یعنی زخمی کر لئے

Marfat.com

تب زلیخا نے کہا یہ وہی ہے جسکی نسبت تم مجھے ملامت کرتی تھیں۔ وہ کہنے لگیں کہ یہ تو بشر نہیں ہے ہو نہ ہو یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔ تب زلیخا نے پھر کہا کہ اگر میرا کہا نہ مانے گا تو یہ ذلیل ہوگا اور قید میں جائیگا۔ یوسف نے کہا مجھے قید بہتر ہے۔

باوجودیکہ یوسف کی صداقت اور عصمت بہت نشانیوں سے دیکھ چکے تھے۔ مگر دفع طعن کے لئے یوسف کو ناحق قید خانہ میں بھیجدیا۔ انکے ساتھ دو شخص اور بھی اتفاقاً قید خانے میں بھیجے گئے۔ ایک فرعون کا ساقی اور دوسرا نان پزوں کا داروغہ۔ ایک رات دونوں نے خواب دیکھا۔ اور آکر یوسف علیہ السلام سے بیان کیا۔ ساقی نے کہا کہ میں نے ایک انگور کا درخت دیکھا۔ اسکی تین شاخیں نکلیں اور اسکے پھل پھول آئے اور اسکے گچھوں میں انگور پکے اور فرعون کا پیالہ میرے ہاتھ میں تھا میں نے اس میں انگوروں کو نچوڑا اور فرعون کے ہاتھ میں دیا۔

دوسرے نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ میرے سر پر تین ٹوکرے روٹیوں کے ہیں۔ اوپر کے ٹوکرے سے پرندے کھا رہے ہیں۔

یوسف علیہ السلام نے پہلے تو انکو دین حق کی تعلیم کی اور پھر تعبیر اسطرح بیان کرنی شروع کی کہ تین خوشوں سے مراد تین روز ہیں۔ سو تین روز کے بعد تو فرعون کو شراب پلانے کے عہدہ پر مقرر ہوگا۔

اور دوسرے سے کہا تین ٹوکروں سے مراد تین دن ہیں۔ تین روز کے بعد تو سولی دیا جائیگا پرندے تیرے سر کا مغز کھائیں گے۔ چنانچہ تین روز کے بعد فرعون نے جشن سالگرہ کیا اور ان دونوں کی روبکاری ہوئی۔ ساقی کو پھر اسی عہدے پر مقرر کیا اور نان پز کو اسکے جرم پر پھانسی دیدی۔

ساقی سے یوسف علیہ السلام نے کہلایا تھا کہ فرعون سے میرا حال کہنا کہ ایک غریب پردیسی کہ جسکو بھائیوں نے غلام بناکر بیچدیا اور وہ مصر میں تیرے عزیز کے ہاتھ آکر بکا۔ عزیز کی جورو نے اسپر تہمت لگا کے قید میں ڈلوا رکھا ہے۔ مگر ساقی جاکر ایسے مست ہوئے کہ کہنا ہی بھول گئے۔ پھر فرعون نے دوسرے سال کے آخر دنوں میں ایک خواب دیکھا کہ وہ لب دریا پر کھڑا ہے کہ دریا سے سات موٹی اور خوبصورت گائیں نکلیں اور نیستان میں چرنے لگیں۔ اور پھر ان کے بعد اور سات گائیں بدشکل اور دبلی دریا سے نکلیں اور گھاٹ پر آکر کھڑی ہوئیں اور ان موٹی اور خوبصورت گایوں کو کھا گئیں فرعون یہ خواب دیکھکر ڈر کر جاگا۔ جب پھر سویا تو کیا دیکھتا ہے کہ سبز اور اناج کی بھری ہوئی سات بالیں ایک ٹہنی میں ظاہر ہوئیں اور انکے بعد سات بالیں پتلی اور خشک نکلیں اور ان بالوں کو کھا گئیں۔ صبح کو فرعون جو جاگا تو اسکا دل گھبرایا۔ مصر کے تمام دانشمندوں کو بلایا کسی سے تعبیر نہ دیجئی۔ تب اس ساقی کو یاد آیا تو اس نے فرعون سے بیان کیا کہ جب میں اور خانساماں قید میں ڈالے گئے تھے تو وہاں ایک ہی رات ہم دونوں نے خواب دیکھا تھا اور ایک عبرانی جوان بھی وہاں قید تھا اس نے ہمارے خوابوں کی تعبیر دی اور جیسی تعبیر دی تھی ویسا ہی ہوا۔ مجھے حکم ہو تو اس سے پوچھ آؤں۔

ساقی یوسف علیہ السلام کے پاس آیا اور فرعون کا خواب بیان کیا۔ یوسف علیہ السلام نے تعبیر دی کہ یہ ایک ہی خواب ہے خدا تعالے نے اسکو دوبارہ اسلئے دکھایا ہے کہ یہ بات ہونے والی ہے خدا کے ہاں سے مقرر ہو چکی ہے۔ وہ اچھی سات گائیں اور سات ہری بالیں سات سال ارزانی اور سستے سمے کے ہیں اور وہ سات دبلی و بدشکل گائیں اور سات خشک بالیں قحط کے سال ہیں۔ مصر میں سات برس تک نہایت ارزانی اور پیداوار ہی ہوگی۔ پھر اسکے بعد سات برس

Marfat.com

سخت قحط پڑیگا۔ فرعون کو چاہئے کہ ایک ہوشیار آدمی مصر کی زمین پر مختار مقرر کرے کہ وہ تحصیلدار مقرر کرے اور ارزانی کے سالوں میں ضروری خوراک چھوڑ کر ایک ذخیرہ جمع کریں اور پھر قحط کے سالوں میں اس سب ذخیرہ کو کھا لیا جاویگا۔ مگر قدرے قلیل جو باحتیاط رکھا ہوگا بچ رہیگا۔ پھر اس کے بعد بارش ہوگی اور کسان لوگ شیرہ نچوڑ سکیں گے۔

ساقی نے آکر فرعون سے بیان کیا۔ اس نے سنکر بہت پسند کیا۔ اور تمام ارکان دولت نے تحسین کی۔ فرعون مشتاق ملاقات ہوا۔ چوبدار شاہی حضرت کو لینے آئے۔ آپ نے فرمایا پیشتر میرے اس جرم کی تحقیق کر لو کہ جس میں مجکو قید کیا گیا ہے۔ ان عورتوں سے تحقیق فرما لیا جائے کہ جن کے روبرو عزیز کی بیوی نے مجھے بلایا تھا۔ اور انکے ہاتھ چھری سے کٹ گئے تھے فرعون نے ان سے دریافت کیا۔ سب نے اور خود عزیز کی بیوی نے انکی پاکدامنی کا اقرار کیا۔ حضرت نے کسر نفسی کے طور پر فرمایا کہ میں اثبات سے کچھ اپنا تعلق نہیں چاہتا۔ بندہ بشر ہے نفس ساتھ لگا ہوا ہے۔ اللہ ہی جسکو چاہتا ہے اس کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔

جب آپ فرعون کے پاس گئے اور فرعون نے حسن صورت اور خداداد لیاقت باتوں سے دریافت کی تو شیفتہ ہو گیا اور کہا کہ خدا نے تجکو از بس بینائی دی ہے۔ تجھسا کوئی عاقل اور دانشور نہیں ہے میں نے تجکو اپنی تمام رعیت پر اختیار دیا۔ اور بجز تخت نشینی کے اور کوئی مرتبہ میں نے تجھ سے باقی نہیں رکھا۔ اور اپنی انگشتری انکے ہاتھ میں پہنادی اس وقت آپ کی عمر تیس برس کی تھی۔ حضرت نے وہ کام جو محاصل ملک سے متعلق تھا۔ اپنے ہاتھ میں لیکر قحط آئندہ کی تعبیر کے موافق انتظام کیا اور مصر کی سرزمین پر حاکم اور متصرف ہو گئے۔ یہ ان کی ایمانداری کا دنیاوی نتیجہ تھا اور اجر آخرت اس سے بھی بڑھکر ہے۔ جب قحط کے سال شروع ہوئے اور تمام ملکوں میں لوگ بھوکے مرنے لگے مصریوں نے فرعون سے کہا۔ اس نے کہا یوسف کے پاس جاؤ جو وہ کہے کرو۔ یوسف نے لوگوں کے ہاتھ غلہ فروخت کرنا شروع کر دیا۔

جب حضرت یعقوبؑ نے سنا کہ مصر میں غلہ ہے تو بیٹوں سے کہا تم کیوں ایک دوسرے کا منہ تکتے ہو مصر سے غلہ خرید کر لاؤ کہ ہم کھا کر جئیں۔ یوسفؑ کے دس بھائی غلہ مول لینے مصر میں آئے۔ پر حضرت یعقوب نے بنیامین کو انکے ساتھ نہ بھیجا کہ مبادا یہ تلف ہو جائے۔ یوسف کے بھائی آئے تو آپ نے انہیں دیکھکر پہچان لیا لیکن اپنے آپ کو ناواقف بنا کر پوچھا۔ تم کون ہو۔ کہاں سے آئے ہو۔ جاسوس معلوم ہوتے ہو۔ انہوں نے کہا نہیں۔ اے خداوند تیرے غلام کنعان کے رہنے والے ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں۔ بارہ تھے۔ ایک وہیں ہے اور ایک کھو گیا۔ ہم دس غلہ مول لینے آئے ہیں۔ پھر یوسف نے کہا تم اپنے میں سے ایک کو یہیں رہنے دو۔ اور باقی غلہ لیکر جاؤ۔ اور اپنے چھوٹے بھائی کو مجھ پاس لاؤ۔ اگر سچے ہو۔ ورنہ جاسوس ہو۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ سچ ہے۔ ہم اپنے بھائی کی بابت مجرم ہیں اس نے ہم سے منت وزاری کی مگر اسکی ایک نہ سنی اس لئے یہ مصیبت ہم پر پڑی۔ تب روبن نے کہا کہ کیا میں تمہیں نہ کہتا تھا کہ اس بچے پر ظلم نہ کرو۔ مگر تم نے نہ سنا۔ آج اسکے خون کی بازپرس تم سے ہوئی۔ اور وہ یہ نہ جانتے تھے کہ یوسف انکی باتیں سمجھتے ہیں۔ کیونکہ انکے درمیان ایک ترجمان تھا۔ یہ باتیں سنکر یوسف کا دل بھر آیا اور کنارے جاکر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا اور پھر انکے پاس آکر باتیں کرنے لگا اور حکم دیا کہ انکے بورے غلہ سے بھر دیں۔ اور ہر شخص کی نقدی اسکے بورے میں رکھکر

Marfat.com

پھیر دیں اور انہیں سفر کی خورش بھی دلویں۔ انکے ساتھ بہت سا سلوک کرکے انکو کنعان کیطرف روانہ کیا اور بنیایمن کے لانے کی بہت تاکید کی۔ جب وہ کنعان میں آئے تو تمام ماجرا اپنے باپ سے بیان کیا وہ سنکر مغموم ہوئے اور کہا میرا بیٹا تمہارے ساتھ نہ جائیگا اسکا بھائی مرگیا۔ وہ اکیلا رہ گیا۔ اگر اسپر کچھ رستے میں آفت ہو تو تم میرے بڑہاپے کے بالوں کو غم کے ساتھ گور میں اتاروگے۔ جب غلہ ختم ہوگیا تو پھر باپ نے کہا کہ غلہ لاؤ۔ یہودا نے کہا اس شخص نے بتاکید ہم کو کہا ہے کہ اپنے بھائی کو ساتھ لانا ورنہ میرا منہ نہ دیکھنا اسکو ہمارے ساتھ کردیجئے تاکہ ہم جاکر غلہ لائیں۔ میں اسکا ضامن ہوتا ہوں۔ میرے ہاتھ سے اسکو طلب کیجو۔ اگر آپکے پاس نہ لاپہنچاؤں تو اسکا گناہ مجھپر ابد تک ہے۔ آخر یعقوب علیہ السلام نے قسم واقرار دے کر بنیایمن کو ساتھ کردیا۔ اور وہ نقدی جو واپس آئی بوروں میں سے واپس ملی تھی اسکو بھی لیجانے کا حکم دیا۔ اور کچھ میوے اور روغن بلسان اور شہد اور گرم مصالح ہدیہ کے طور پر ساتھ کئے اور کہا مصر کے ایک دروازے سے نہ گھسنا۔ اس خیال سے کہ وہ خوبصورت تھے کہیں نظر نہ لگ جائے مگر ساتھ اسکے یہ بھی کہدیا کہ اللہ کی قضاء وقدر کو کوئی تدبیر ٹال بھی نہیں سکتی۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یہ بات صرف یعقوب علیہ السلام کی شفقت پدری کے طور سے ایک خواہش تھی ورنہ وہ خدا پر متوکل اور ذو علم تھا۔ جب وہ مصر پہنچے اور متفرق دروازوں سے یوسف کے پاس گئے اور جو ہدیہ لائے تھے پیش کیا۔ اور قیمت جو بوروں میں چلی گئی تھی وہ بھی پیش کی۔ یوسف نے خیر و عافیت پوچھی۔ اور کہا تمہارا باپ اچھی طرح ہے۔ وہ بوڑھا جس کا ذکر تم نے مجھ سے کیا تھا ابھی تک زندہ ہے؟ اور بنیایمن کو دیکھکر کہا کہ تمہارا چھوٹا بھائی یہی ہے؟ پھر کہا کہ اے میرے فرزند! تجھپر خدا مہربان ہے

یوسف کا دل باپ کا حال سنکر بھائی کو دیکھکر وطن یاد کرکے قابو میں نہ رہا۔ وہاں سے اٹھکر ایک خلوت خانہ میں جاکر بہت روئے۔ اور پھر منہ دہوکر انکے پاس آئے اور کھانا کھلایا اور بھائی کو اپنے پاس جگہ دی۔ بنیایمن کو جدا بٹھایا تھا۔ وہاں اسکے دل پر جو کچھ بھائی کا خیال آگیا یاد کرکے رونے لگا۔ یوسف علیہ السلام نے گلے سے لپٹا لیا اور منہ سے برقع اٹھادیا اور کہدیا کہ میں ہی یوسف ہوں۔ پھر تو گلے لگ کر دونوں بھائی بڑی دیر تک روتے رہے۔ اور بنیایمن کو اپنے پاس رکھنے کی یہ تدبیر کی۔ کہ اپنا چاندی کا پیالہ اسکے بورے میں رکھوادیا۔ جب وہ سب غلہ لیکر روانہ ہوگئے تو پیچھے سے آدمی دوڑا آیا کہ تم ہمارا پیالہ چرا کر لے گئے ہو۔ انہوں نے انکار کیا اسباب کی تلاش ہوئی۔ بڑے بھائی سے شروع ہوکر بنیایمن کی نوبت آئی۔ اس میں سے وہ پیالہ نکل آیا۔ وہ اقرار کرچکے تھے کہ جسکے اسباب میں سے نکلے اسکی سزا میں اسکو غلام بنالیا جائے۔

یہ مصر کا قانون نہ تھا صرف انہی کی منظور کی ہوئی بات تھی اسلئے بنیایمن لے رکھنے کی تدبیر خدا تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے دل میں القا کی۔ اس میں عقلاً بھی کوئی قبح نہیں۔ یہودا چونکہ ضامنی دے کر بنیایمن کو لائے تھے وہ اور باقی بھائی بھی یوسف علیہ السلام سے عرض کرنے لگے کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے وہ یہ سنکر مرجائیگا۔ اسکی جگہ ہم میں سے آپ ایک کو رکھ لیجئے۔ اور اسکی چوری سے تعجب نہ کیجئے کیونکہ اس سے پہلے اسکا بھائی یوسف بھی چوری کرچکا ہے (یہ یا تو یونہی حسد سے اتہام لگایا۔ یا اس سے وہ بات مراد ہو کہ راحیل اپنے باپ کے بت چرالائے تھے جو یوسف علیہ السلام کی معرفت منگائے ہوں گے۔ کیونکہ لڑکے ایسی ایسی چیزیں اٹھا لیا کرتے ہیں۔ یا اس قصہ کیطرف اشارہ ہو جو مشہور ہے کہ انکی پھوپھی انہیں پڑاہتی تھی۔

Marfat.com

حضرت اسحاق کا پٹکا جو نسل کا چلا آتا تھا یوسف کی کمر میں باندھ دیا تاکہ چوری کی علت میں انکے دستور کے موافق ان کے پاس رہے) یوسف نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا پھر باہم انہوں نے کہا۔ اب کیا کرنا چاہیئے۔ بڑے بھائی روبن نے کہا۔ میں تو یہاں سے نہیں جا سکتا تم اپنے باپ سے جاکر یہ سب ماجرا بیان کرو۔ بھائیوں نے آکر سب حال بیان کیا۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ بھی تمہاری بنائی ہوئی کوئی بات ہے۔ پس بجز صبر کے اور کیا بن آتا ہے۔ پھر ان سے الگ اپنے خیمہ میں بیٹھکر زار زار رونے لگے۔ کہ ہائے یوسف تجکو کہاں ڈہونڈہوں؟ آپ یہانتک روئے کہ غم کے مارے آنکھیں سفید ہوگئیں بینائی جاتی رہی۔ مگر اسکے ساتھ یعقوب علیہ السلام کو یوسف کے خواب سے کہ اسکو بھائی اور ماں باپ ایک روز سجدہ کرینگے۔ یا الہام سے یہ امید تھی کہ ایک روز اللہ مجھے ان سے ملائیگا اس امید پر حضرت یعقوب نے بیٹوں سے کہا کہ جاؤ یوسف اور اُسکے بھائی کو تلاش کرو۔ اور اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔ کیونکہ نا امیدی کافروں کی شان ہے۔

پھر وہ مصر میں آئے اور آکر یوسف سے اپنے باپ کا سلام اور درد آمیز پیام بیان کیا۔ اور نہایت عجز سے کہنے لگے کہ ہم مصیبت زدہ ہیں۔ اور کھوٹے دام لیکر تیرے پاس آئے ہیں (کیونکہ کنعان کا سکہ مصر میں نہیں چلتا تھا) ہمیں غلہ عنایت کر اور صدقہ دے یہ سنکر یوسف علیہ السلام ضبط نہ کر سکے اور لوگوں کو اپنے پاس سے دور کرکے اپنے بھائیوں سے کہا کہ تمہیں یاد ہے تمنے یوسف کے ساتھ کیا کیا تھا بھائیوں نے کہا۔ کیا آپ یوسف ہیں۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ تب ہر ایک دوسرے کے گلے لگ لگ کر خوب رویا پھر شرمندگی کے مارے بھائیوں نے سر نیچا کر لیا۔

اور اپنی خطا کا اقرار کرنے لگے۔ یوسف نے انکو معاف کردیا۔ اور تسلی دی۔ یہ خبر مصر میں اور فرعون کے پاس بھی پہونچی کہ یوسف کے بھائی آئے ہیں۔ فرعون نے کہا اے یوسف اپنے گھر والوں کو یہیں بلا لے میں انکی عزت کرونگا۔ یوسف نے بھائیوں کو بڑے سامان کے ساتھ اپنا پیراہن دے کر روانہ کیا کہ میرے باپ کے مُنہ پر ڈالدو۔ وہ بینا ہو جائیگا (یہ یا تو ایک معجزہ تھا۔ یا یہ کہو کہ آنکھیں بالکل نہیں گئی تھیں غم کے مارے ضعیف البصر ہوگئے تھے۔ جب پیراہن ڈالا تو خوشی ہوئی اور ضعف دور ہوگیا) اور یہ بھی کہا کہ اپنے تمام خاندان کو میرے پاس لے آؤ۔ اور جب مصر سے یہ قافلہ چلا تو کئی کوس سے حضرت یعقوب کو حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی خوشبو معلوم ہوئی۔ یہ ایک معجزہ تھا۔ حضرت یعقوب نے اپنے لوگوں سے کہا کہ آج تو مجھے یوسف کی بو آتی ہے۔ مگر تم مجھے دیوانہ کہوگے۔ وہ کہنے لگے۔ بخدا ہنوز آپ اپنی اُسی پرانی دُھن اور بلاء محبت میں گرفتار ہیں ابھی یوسف آپ کے دل سے نہیں بھولا۔

کہتے ہیں کہ ایکا بیٹا یہودا وہ پیراہن لایا تھا کیونکہ خون آلودہ پیراہن بھی۔ انہی کو دے کر غم سنانیکے لئے یعقوب کے پاس بھیجا تھا اور اس نے آکر پیراہن یعقوب کے مُنہ پر ڈالدیا۔ اور یوسف اور بنیامین کی خیر و عافیت اور یوسف کا مصر میں جاہ و جلال بیان کیا اسکے ڈالتے ہی آنکھوں میں نور دل میں سرور آگیا۔ اور اپنی اولاد سے کہا کہ کیوں میں نہیں کہتا تھا کہ مجھے اللہ کیطرف سے وہ بات معلوم ہے جو تمہیں نہیں تب بیٹے باپ کے قدموں پر گر پڑے اور کہنے لگے اللہ سے ہماری خطا معاف کرا دیجئے۔ ہم خطا کار ہیں۔ یعقوب نے کہا معاف کراتا ہوں (شاید وقت سحر جو نہایت مقبول وقت ہوتا ہے۔ اس وقت پر معافی و استغفار کو محول رکھا

یا دیر کرنے میں کچھ اور مصلحت ہو۔)

غرضکہ یعقوب علیہ السلام مع اپنے بیٹوں پوتوں صلبی اولاد کے ستر شخص تھے۔ بیٹوں کی بیویوں کے علاوہ یہ سب فرعون کی سواریوں پر سوار ہوئے جو اس نے مصر سے ان کے لینے کو بھیجی تھیں۔ جب قریب پہنچے تو یہوداہ کو پیشتر یوسف کے پاس بھیجا تب یوسف اپنی سواری لیکر استقبال کو نکلے۔ اور باپ سے گلے لگ کر دیر تک روئے۔ پھر یوسف علیہ السلام نے اپنے محل میں لیجا کر انہیں بڑی عزت کے ساتھ اتارا۔ اور اپنے تخت پر یعقوب اور اپنی سوتیلی ماں کو بٹھایا۔ اور پھر یوسف کے آگے اسکے گیارہ بھائی اور ماں باپ سجدہ میں گرے (یا اسوقت غیر اللہ کو سجدہ حرام نہ ہوگا۔ یا سجدے میں گرنے سے مراد تعظیماً جھکنا ہے) تب یوسف علیہ السلام نے کہا میرے اس خواب کی تعبیر یہی ہے جو میں نے دیکھا تھا۔ کہ مجھے گیارہ ستارے اور چاند سورج سجدہ کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں تو یہیں تک قصہ مذکور ہے۔ اور قحط کی باقی کیفیت اور حضرت یعقوب کی موت کا بیان جو اس محل پر مقصود بالذات نہ تھا چھوڑ دیا گیا۔ کیونکہ یہ کام اہل تاریخ کا ہے۔ اور قرآن میں جو کسی کا حال بیان ہوتا ہے تو محض عبرت اور نصیحت کے لئے نہ کہ مورخانہ طور پر۔

قحط کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ ایک سال مصریوں نے مال واسباب یوسف کے ہاتھ بیچکر غلہ لیا۔ پھر اگلے سال زمین اور جائداد کی نوبت آئی۔ پھر جانوں تک سودیوں پر فروخت ہوئی۔ فرعون کی غلامی اختیار کرنی پڑی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو فرعون سے ملوایا۔ بڑی عزت کے ساتھ اس نے ملاقات کی۔ حضرت نے اسکو دعا خیر دی۔ پھر بنی اسرائیل کے لئے اطراف شہر میں ایک جداگانہ قطع عمدہ زمین کا عطا ہوا۔ حضرت یعقوب جب مصر میں تشریف لائے تو انکی عمر ایک سو تیس برس کی تھی۔ ایک سو سینتالیس برس کی عمر میں بقول اہل کتاب مصر میں انتقال ہوا۔ مگر مرنے سے پیشتر یوسف علیہ السلام کو بلا کر وصیت کی کہ مجکو مصر میں مت گاڑیو۔ کیونکہ اپنے باپ دادوں کے پاس سوؤنگا۔ پھر اپنی اولاد کو بلوا کر خدا پرستی اور ملت ابراہیمیہ پر ثابت قدم رہنے کی وصیت کی اور جان بحق ہوئے۔

یوسف علیہ السلام باپ کے مرنے پر بہت روئے اور مصری حکیموں کو بلوا کر انکو خوشبو ملوائی اور تمام اہل مصر نے سخت ماتم کیا۔ پھر فرعون کے معزز اہلکار اور یوسف علیہ السلام اور انکے خاندان کا ایک انبوہ کثیر کنعان میں حضرت کی لاش لائے۔ اور دفن کرکے واپس گئے جب حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر ایک سو دس برس کی ہوئی۔ اور اپنے بیٹوں افرائم اور منسّے کے بیٹے بھی دیکھ لئے۔ تو بقول بعض اہل سیر ایک رات خواب دیکھا کہ ایک نہایت پُر فضا جگہ ہے۔ وہاں چند کرسیاں رکھی ہیں۔ ایک پر ابراہیم ایک پر اسحاق۔ اور ایک پر یعقوب علیہ السلام اور ایک پر راحیل حضرت یوسف کی والدہ ماجدہ تشریف رکھتی ہیں۔ اور ایک کرسی خالی ہے۔ گویا حضرت یوسف کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ اور حضرت یعقوب اور راحیل رو کر حضرت یوسف سے لپٹ گئے۔ اور یہ کہہ رہے ہیں کہ اے فرزند اب کب تک اپنی راہ دکھائیگا۔ آ تیرے ہم مشتاق بیٹھے ہیں۔ حضرت کی آنکھ کھلی تو روح پر عالم قدس میں اپنے بزرگوں سے ملنے کی ایک سخت بیقراری تھی جسطرح قفس میں مرغان چمن کی آواز سنکر طائر تڑپتا ہے۔ اسطرح آپ تڑپنے لگے۔ اور تمام دنیا کے لذائذ فانیہ سے یکلخت دل سرد ہو گیا۔ بیدار ہوتے ہی حضرت نے دعا کی کہ اے اللہ اب مجھے مسلمان مار اور صالحین سے ملا دے۔ چنانچہ انکی دعا قبول ہوئی اور وہ جان بحق ہوئے۔

Marfat.com

اور بھائیوں سے وصیت کر گئے کہ ایک بار پھر تمکو خدا شام میں لیجائیگا۔ تم میری لاش کو ساتھ لیجانا۔

مصر میں حضرت کی وفات پر سخت ماتم ہوا۔ انکی لاش میں خوشبو بھر کے سنگ مرمر کے صندوق میں رکھکر دفن کردیا۔ پھر کئی سو برس کے بعد جب اور فرعون بادشاہ جبار ہوا اور حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے شام کو چلے تو انکے تابوت کو بھی ساتھ لیگئے۔ اور کنعان میں بمقام نابلس دفن کیا۔

زلیخا جو عزیز کی بیوی حضرت پر عاشق تھی اسکا باقی قصہ نہ تو قرآن نے بیان کیا ہے اور نہ تورایت موجودہ نے۔ مگر اہل سیر نے لکھا ہے کہ اس سے شادی ہوئی اور دو بیٹے ایک بیٹی پیدا ہوئی (لف)

یوشع بن نون

ایک نبی تھے جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئے ہیں۔

قرآن مجید میں انکا نام مذکور نہیں ہے مگر اس میں انکا ذکر ضرور ہے وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰىٓ اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا۔

(س۔ کہف۔ ع ۹) اور (اے پیغمبر اس واقعے کو یاد کرو کہ) جب موسیٰ خضر کی ملاقات کے ارادے سے چلے تو انہوں نے اپنے خادم (یوشع) سے کہا کہ جب تک دونوں دریاؤں کے ملنے کے مقام پر نہ پہنچ لوں (اپنے ارادے سے) باز نہیں آؤں گا۔ یا (اسیطرح) سالہا سال چلتا رہونگا۔

منتہی الارب میں لکھا ہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ اور آپ کی حیات میں ہی انہیں نبوت ملگئی تھی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ موسیٰ کے بعد نبی ہوئے تھے۔ اور انکی دعا سے سورج غروب ہونیسے واپس آگیا تھا اور آدھ گھنٹہ دن بڑھ گیا تھا۔

یونس علیہ السلام

بنی اسرائیل میں سے ایک پیغمبر کا نام ہے جنکا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ تا اِلٰى حِيْنٍ ۝ (س۔ صافات ع ۵) اور بے شک یونس (بھی) البتہ پیغمبروں میں سے ہیں کہ جب بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے اور (وہاں اہل کشتی کے ساتھ) قرعہ ڈالا (چونکہ قرعہ میں انکا نام نکلا) اسلئے (دریا میں گرے پیچھے) انکو مچھلی نے نگل لیا اور وہ (اسوقت اپنے تئیں بہت ہی) ملامت کرتے تھے۔ تو اگر یونس (اسوقت خدا کی) تسبیح (و تقدیس) کرنیوالوں میں سے نہ ہوتے تو اُسدن تک جبکہ لوگ اٹھا کھڑے کئے جائینگے (یعنے قیامت تک) مچھلی ہی کے پیٹ میں رہتے (لیکن انہوں نے تقدیس و تسبیح کی) تو ہمنے انکو (مچھلی کے پیٹ سے نکالکر) کھلے میدان میں ڈال دیا۔ اور وہ (تھوڑی ہی دیر مچھلی کے پیٹ میں رہنے سے بہت ہی نڈھال (ہوگئے) تھے۔ اور (پھر) ہمنے انپر (کدو کا) ایک بیلدار درخت بھی اُگا دیا اور انکو (اچھا بچھا کرکے) لاکھ آدمی کیطرف (پیغمبر بناکر) بھیجا بلکہ (ایک حساب سے وہ لاکھ سے بھی) زیادہ تھے۔ تو وہ لوگ انپر ایمان لائے تو ہمنے انکو ایک وقت (خاص) تک (دنیا میں امن چین سے) رہنے بسنے دیا۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ تا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝ (س۔ یونس۔ ع ۱۰) پھر کوئی گاؤں بھی تو ایسا ہوتا کہ اسکا ایمان لانا اسکو نفع دیتا۔ مگر یونس کی قوم جبکہ ایمان لائی تو زندگی دنیا میں ہمنے اُن سے رسوائی کا عذاب ہٹالیا اور ایک مدت تک ہم نے انکو رسایا بسایا۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۝ (س۔ ن۔ ع ۲) (یعنی) تو (اے پیغمبر) اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کئے (بیٹھے) رہو اور ذوالنون (یعنی یونس) کیطرح (تھڑدلے) نہ ہو کہ انہوں نے تنگ دل

ہوکر (خدا کو) پکارا۔

(صاحب الحوت اور ذوالنون دونوں کے ایک ہی معنے ہیں۔ مچھلی والا۔ مگر وہ لفظ اچھا نہیں اور اس سے مچھلی کا بیچنے والا بھی سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ ذوالنون حضرت یونس کا نام پڑ گیا ہے اسلئے کہ مچھلی نے اُنکو نگل لیا تھا۔

یونسیہ ایک فرقے کا نام ہے جو یونس بن عبدالرحمٰن کا پیرو ہے جنکا اعتقاد ہے کہ خدا تعالےٰ عرش پر بیٹھا ہوا ہے اور اُسے فرشتے اُٹھائے ہوئے ہیں۔ (ع)

یوم روز۔ دن۔ اسلامی حساب سے دن کا آغاز غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔ مثلاً جس شام کو عموماً لوگ جمعرات کی شام کہتے ہیں وہ اسلامی حساب میں جمعہ کا آغاز ہے۔ نہار کے معنے بھی دن کے ہیں مگر یہ لفظ لیل (رات) کے مقابلے میں ہے جس سے مراد طلوع سے غروب تک کا وقت ہے۔ عربی زبان میں ہفتہ کے دنوں کے نام حسب ذیل ہیں:-

۱۔ یکشنبہ۔ اتوار۔ یوم الاحد	۲۔ دوشنبہ۔ پیر۔ یوم الاثنین
۳۔ سہ شنبہ۔ منگل۔ یوم الثلثا	۴۔ چہارشنبہ۔ بدھ۔ یوم الاربعاء
۵۔ پنجشنبہ۔ جمعرات۔ یوم الخمیس	۶۔ جمعہ۔ شکروار۔ یوم الجمعہ
۷۔ شنبہ۔ ہفتہ۔ یوم السبت	

ہفتہ کے دنوں میں سے پیر۔ بدھ۔ جمعرات اور جمعہ مبارک دن ہیں۔ اور باقی دن نامبارک ہیں۔

مورخین لکھتے ہیں کہ ہفتہ کے دن جیسے کہ اب مستعمل ہیں۔ فرس۔ صغد۔ قبط کے زمانہ میں نہ تھے۔ بلکہ پہلے پہل اسکا استعمال بر شام کے رہنے والوں نے کیا جبکہ حضرت موسیٰ کو توریت میں یہ بتایا گیا کہ خدا تعالےٰ نے زمین و آسمان کو چھ دن میں بنایا ہے۔ اور ساتویں دن راحت لی۔ اس کے بعد پھر تمام گروہوں میں اسکا استعمال شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ عربوں میں بھی یہ طریقہ جاری ہو گیا۔ کیونکہ انکو بلاد شام سے ایک گونہ قرب اور ہمسائگی حاصل ہے۔

وہ لوگ احد (اتوار) کو اوحد کہتے تھے اور اثنین (پیر) کو رہون ثلاثا (منگل) کو جبار۔ اربعا (بدھ) کو دبار۔ خمیس (جمعرات) کو مونس۔ جمعہ کو عروبہ۔ سبت (ہفتہ) کو شیار (صنا)۔

یوم الآخر لفظی معنے آخری دن۔ قیامت کا دن مراد ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ اسطرح وارد ہوا ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ (س۔ بقرہ ع۲) اور لوگوں سے بعض ایسے بھی ہیں جو مُنہ سے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے۔

یوم الانقطاع تعلق کے منقطع ہونیکا دن۔ وہ دن جسدن سب تعلقات اور جھگڑے منقطع ہو جائیں گے۔ یہ قیامت کا دن ہے جس میں دنیاوی جھمیلوں کا خاتمہ ہو جائیگا اور ہر ایک کو اپنی جان کی فکر ہو گی۔ نہ نسبوں کے فخر کام آئیں گے نہ دنیاوی وجاہت اور ہماہمی سے نجات ملیگی۔ یہ لن ترانیاں۔ یہ ہماہمیاں۔ یہ اکڑ بازیاں نہیں کی نہیں رہ جائیں گی۔ اور ان ساری خود سریوں اور لاف زنیوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔ یہ بن ٹھن اور آن بان۔ یہ تو تو۔ میں میں۔ یہ گرما گرمیاں اور دھینگا دھنگیاں۔ ساری کی ساری مٹ جائیں گی۔ اور انسان ان سب سے علیحدہ ہو کر اپنے اعمال کی پونجی لئے احکم الحاکمین کی بارگاہ عالی میں حاضر ہو گا۔ دیکھو (یوم القیامۃ)۔

یوم بدر بدر کا دن۔ یہ لفظ ایک مشہور جنگ سے تعلق رکھتا ہے جو ۲ھ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور کفار کے درمیان مقام بدر میں

Marfat.com

ہوئی تھی۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ رجب کے مہینے میں قریش کا ایک قافلہ جسکا سردار ابوسفیان تھا طائف کی طرف سے مکہ جا رہا تھا۔ چونکہ مدینہ راستے میں پڑتا تھا اسلئے قافلے والوں کو اندیشہ ہوا کہ کہیں مسلمان طائف کے قافلے کی طرح ہم کو لوٹنے پر بھی آمادہ نہ ہو جائیں ابوسفیان نے مکے میں کہلا بھیجا کہ قریش جلد ہماری مدد کو آئیں۔ مکے کے مشرکوں کو مدینے پر حملہ کرنیکا بہانہ ہاتھ آگیا۔ اور قافلے کی حفاظت کے حیلے سے لوگوں کو خوب بھڑکایا اور مشہور یہ کیا کہ مسلمان قافلے کو لوٹنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس خبر کے اڑتے ہی لوگوں میں جوش پھیل گیا۔ اور ایک ہزار جنگ آزمودہ جوان مسلمانوں کے مقابلے میں مارنے مرنے کو آمادہ ہو گیا۔

جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی تو آپ نے صرف تین سو تیرہ اصحاب کو ساتھ لے کر مکے کیطرف کوچ کیا۔ دونوں فوجیں اپنے اپنے مقام سے روانہ ہوئیں۔ مشرکوں کی فوج کا سپہ سالار ابوجہل تھا۔ مکے کے تمام بڑے بڑے سردار اس فوج میں شامل تھے۔ سوار اور پیادے اکثر زرہ پوش تھے سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے انکے ساتھ تھے اودھر اس بھاری فوج کے مقابلے میں مسلمانوں کی ایک تھوڑی سی تعداد تھی جس کے پاس ستر اونٹ اور تین گھوڑوں اور چھ زرہوں کے سوا اور کوئی سامان جنگ نہ تھا۔ ابوجہل مارا مارا اپنی فوج سمیت چلا آرہا تھا۔ راستے میں ابوسفیان کا قاصد ملا۔ جس نے اطلاع دی کہ قافلہ سمندر کے کنارے کنارے صحیح وسالم مکے پہونچگیا۔ اب مسلمانوں کے مقابلے کی کوئی ضرورت نہیں قریش کا لشکر واپس آجائے۔ مگر ابوجہل نے کہا خدا کی قسم ایسا ہرگز نہ ہو گا۔ ابوسفیان یہ سنکر خود بھی جھٹ پٹ مکہ سے روانہ ہوا اور لشکر میں آشامل ہوا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار کو ساتھ لئے منزلیں طے کرتے آرہے تھے فیزان کے مقام پر معلوم ہوا کہ قریش برابر بڑھے چلے آرہے ہیں آپ نے اپنے اصحاب سے پوچھا۔ اب کیا ارادہ ہے۔ سب نے کہا ہم راہ خدا میں اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ سنکر خوش ہوئے اور فرمایا چلے چلو برکت الٰہی شامل حال ہے اور تمہاری ہی فتح ہے۔ بخدا میں گویا دشمن کی تباہی دیکھ رہا ہوں۔

رمضان المبارک کی سترہویں رات کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بدر کے مقام پر پہونچے۔ جب معلوم ہوا کہ قریش کی فوج قریب ہی پڑی ہوئی ہے تو آپ وہیں ٹھہر گئے۔ آپ اپنے اصحاب سمیت میدان جنگ میں پھرتے رہے اور خاص خاص مقاموں پر جاکر بتاتے رہے کہ قریش میں سے فلاں فلاں شخص اس اس جگہ قتل ہو گا۔ چنانچہ لڑائی ختم ہونے کے بعد آپ کی پیشینگوئی کی پوری تصدیق ہو گئی۔ صبح کو دونوں فوجوں میں تیاری ہونے لگی اِدھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوں کو ترتیب دیکر فرمایا کہ جب تک دشمن پیش دستی نہ کرے اپنی جگہ پر خاموش کھڑے رہنا اور اُدھر قریش کا لشکر نہایت آن بان کے ساتھ لڑائی کے لئے مستعد ہو گیا۔

مشرکوں کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو لیکر آگے بڑھا۔ ان کے مقابلے میں تین انصار میدان میں گئے۔ مگر عتبہ نے تکبرانہ انداز سے کہا اے محمد! (صلے اللہ علیہ وسلم) ان مدینے کے کسانوں پر ہم کیا ہاتھ اٹھائیں۔ اگر بھیجنا ہے تو ہمارے برابر کے قریشی جوانوں کو بھیج۔

یہ سنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ۔ حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو میدان جنگ میں جانے کی اجازت دی۔ مقابلہ شروع ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے

پہلے ہی حملے میں ولید کے دو ٹکڑے کرڈالے۔ اسیطرح حضرت حمزہ نے عتبہ کو واصل جہنم کیا۔ شیبہ کو حضرت عبیدہ نے قتل کیا۔

قریش اپنے ان تین بہادروں کے یکبارگی قتل ہو جانے سے حیران رہ گئے۔ اور سب کے سب مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمانوں نے بڑی دلیری سے ان کا مقابلہ کیا۔ حضرت علی۔ حضرت حمزہ۔ زبیر بن العوام اور ابو دجانہ انصاری کے سخت حملوں سے کفار کے دل چھوٹ رہے تھے۔ اتنے میں ابوجہل نے اپنے قبیلے کے چیدہ چیدہ بہادروں کے ساتھ ایک سخت حملہ کیا جس سے مسلمان پسپا ہو گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حال دیکھا تو خدا تعالےٰ کی جناب میں دعا کی۔ کہ الہٰی اپنی مدد کا وعدہ پورا فرما۔ خدایا اگر مسلمانوں کی یہ تھوڑی سی جماعت فنا ہو گئی تو پھر دنیا میں تیری خالص عبادت کرنیوالا کون رہیگا۔ دیر تک آپ دعا میں مصروف رہے آخر جناب باری سے قبولیت کی بشارت آئی۔ اور آپ خوش ہو کر اٹھ بیٹھے اور سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ پڑھتے ہوئے نکلے۔ اور کنکروں کی ایک مٹھی لیکے واقوں کیطرف پھینکی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے ان کنکروں کی تعداد اتنی بڑھا دی کہ اہل مکہ کے ہر ایک سپاہی کی آنکھوں اور کانوں کے سوراخوں میں ایک ایک کنکری جا پڑی جسکی تکلیف کے مارے ان کے حواس ٹھکانے نہ رہے۔ اور جم کر نہ لڑ سکے۔ اہل مکہ میں سے ان لوگوں کا جو بعد میں اسلام لائے یہ بھی بیان ہے کہ عین جنگ میں معلوم ہوتا تھا کہ ابلق گھوڑوں پر سفید لباس کے سوار ہم سے لڑ رہے ہیں۔ یہ سوار فرشتے تھے جو خداوند تعالےٰ نے اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا سے آپ کی مدد کے واسطے بھیجے تھے۔

آخر اس غیبی امداد سے مسلمانوں کی فتح ہوئی۔ اور کافروں کو شکست فاش نصیب ہوئی۔

انصار کے گروہ سے دو بھائی معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے کہ وہ عین جنگ کے ہنگامے میں جان پر کھیل کر ابوجہل پر لپکے۔ نہایت سخت مقابلہ ہونے لگا۔ معاذ نے کمال دلیری سے ابوجہل پر ایسا وار کیا کہ اسکی پنڈلی کٹ گئی۔ یہ دیکھکر عکرمہ بن ابی جہل نے معاذ کے شانے پر ایسی تلوار ماری کہ ہاتھ بیکار ہو کر لٹک پڑا۔ انہوں نے زخمی ہاتھ کو اپنے پاؤں سے دبا کر توڑ پھینکا۔ اور برابر استقلال سے لڑتے رہے یہانتک کہ انکے دوسرے بھائی معوذ نے ابوجہل کا کام تمام کر دیا۔

ابوجہل کے سوا مشرکوں کے اور بہت سے چیدہ چیدہ سردار قتل ہو گئے۔ جن کی تعداد ستر کے قریب تھی۔ ستر کفار قید ہوئے اور بہت سامال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ مسلمانوں میں سے چھ مہاجر اور آٹھ انصار شہید ہوئے۔

یوم الترویہ (ل) سیراب کرنیکا دن۔ ذی الحج کی آٹھویں تاریخ کا نام ہے۔ اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس روز عرب کے لوگ منیٰ میں جا کر اپنے اونٹوں کو سیراب کرتے تھے۔ اس روز صبح ہی کو منیٰ کیطرف حاجی لوگ روانہ ہوتے ہیں اور دوسرے روز یعنے نویں تاریخ کی فجر تک وہاں ٹھہرے رہتے ہیں اور فجر کی نماز پڑھ کر عرفات کو چلے جاتے ہیں۔

یوم التغابن (ل) ہار جیت کا دن۔ قیامت کا دن مراد ہے قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذَٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ (س تغابن ع)

جبکہ حشر کے دن تم (سب) کو جمع کریگا۔ یہی ہار جیت کا دن ہوگا۔ قرآن مجید کی چونسٹھویں سورت کا نام ہے۔ قیامت کے حالات معلوم کرنے کے لئے دیکھو (یوم القیامۃ)۔

Marfat.com

یوم التلاق لفظی معنے باہم ملاقات کرنیکا دن مراد روز قیامت ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُوالْعَرْشِ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ ۔ (س۔ المومن ع ۲) خدا بڑا عالی مرتبہ اور عرش بریں کا مالک ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے اختیار سے وحی بھیجتا ہے۔ تاکہ وہ پیغمبر لوگوں کو روز قیامت سے ڈرائے۔

یوم التناد لفظی معنے ایک دوسرے کو آواز دینے کا دن۔ روز قیامت مراد ہے کیونکہ اس دن ایک دوسرے کو آواز دیگا کہ میری فریاد کو پہنچ۔ (غ)

یہ لفظ قرآن مجید میں یوں واقع ہوا ہے۔ وَ یٰقَوْمِ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ یَوْمَ التَّنَادِ ۔ (س المومن ع) اور بھائیو مجھکو تمہاری نسبت قیامت کے دن کا اندیشہ ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو (یوم القیامۃ)

یوم الجمع جمع کرنیکا دن۔ حشر کا دن۔ مراد قیامت کا دن ہے۔ قرآن کریم میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔ یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ یَوْمُ التَّغَابُنِ ۔ (س۔ تغابن۔ ع) جبکہ حشر کے دن تم (سب) کو جمع کریگا یہی ہار جیت کا دن ہوگا (ترجمہ ح۔ ن) قیامت کے حالات معلوم کرنے کے لئے دیکھو (یوم القیامۃ)۔

یوم الحرۃ دل ا پتھریلی زمین کا دن۔ یہ دن اس ہولناک اور جگر سوز تاریخی واقعہ سے تعلق رکھتا ہے جو یزید بن معاویہ کے زمانہ میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ اسطرح کہ یزید کو کسی نے بتایا کہ اہل مدینہ باغی ہوگئے ہیں اس خبر کے سنتے ہی یزید نے ۶۳ھ میں بسر کردگی مسلم بن عقبہ شامی جرار فوج مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کی فوج کو حکم دیا کہ مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا کر عبد اللہ بن زبیر سے جنگ کرنیکے لئے مکہ معظمہ پر چڑھائی کرے باب طیبہ کے پاس ایک پتھریلی زمین پر اہل مدینہ اور یزید کی شامی فوج کے مابین معرکہ آرائی ہوئی۔ اس محشر خیز لڑائی میں بیشمار صحابہ شہید ہوئے۔ مدینہ منورہ لٹ گیا ایک ہزار باکرہ عورتوں کے بکر توڑے گئے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ (خل۔ بج)۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جیسے اور کئی ایک آئندہ واقعات کی خبر دی ہے ویسے اس دلخراش واقعہ سے بھی اطلاع دے دی تھی۔ چنانچہ ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گدھے پر سوار تھا۔ جب ہم مدینہ کے گھروں سے گذر چکے تو آپ نے فرمایا۔ اے ابو ذر تو اس وقت کیا کریگا جب مدینہ میں ایسی قحط سالی ہوگی کہ تو اپنے بستر سے اٹھ نہ سکیگا اور مسجد تک نہ پہنچ سکیگا۔ یہانتک کہ بھوک تجھے سخت تکلیف دے گی۔ میں نے عرض کیا۔ خدا اور اسکا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا۔ ابو ذر! صبر کرنا۔ فرمایا اے ابو ذر! اسوقت تو کیا کریگا جب مدینہ میں اس کثرت سے وبا پھیلے گی کہ ایک ایک قبر غلام کی قیمت جتنی قیمت سے بکی جائے گی۔ میں نے عرض کیا خدا اور اسکا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا ابو ذر! صبر کرنا۔ فرمایا اے ابو ذر! اس وقت کیا کریگا جب مدینہ میں اسقدر خونریزی واقع ہوگی کہ احجار الزیت (مدینہ سے مغربی جانب ایک پتھریلی زمین ہے جس کے پتھر ایسے سیاہ ہیں گویا ان پر زیتون کا تیل ملا گیا ہے) پر خون کی ندیاں بہ جائیں گی۔ میں نے عرض کیا۔ خدا اور اسکا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اپنے امام کی طرف رجوع کرنا۔ میں نے عرض کیا۔ کیا ہتھیار لے کر فتنہ انگیز جماعت سے نہ لڑوں۔ فرمایا اگر ایسا کریگا تو تو بھی گناہ میں قوم کا شریک ہوگا۔ میں نے عرض کیا اے سید کائنات صلے اللہ علیہ وسلم اگر یہ نہ کروں تو اور کیا کروں۔ فرمایا اگر کوئی تجھ پر تلوار چلائے تو اپنے کپڑے کے کونہ کو منہ پر ڈال دینا اور جتنے اسے کچھ نہ کہنا) تاکہ (تیرا قاتل) (تیرے

اور اپنے گناہ کے ساتھ (اگلے جہان کی طرف) رجوع کرے (ابو)

یوم الحساب (۱) حساب کا دن۔ قیامت کا روز۔ قیامت کے روز کو یوم الحساب اسلئے کہا جاتا ہے کہ اس روز بندوں کے اچھے اور برے اعمال کا حساب لیا جائیگا۔ دنیا میں خدا کی جسقدر نعمتوں سے نفع اٹھایا ہوگا اس روز ان کے بارہ میں باز پرس ہوگی خداوند کریم فرمائیگا کہ میں نے تمہیں دنیا میں کیسی کیسی نعمتیں عطا کی تھیں۔ تم نے انکے مقابلہ میں کونسے اچھے عمل کئے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ (س-بقرہ-ع ۳۹) جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے (وہ سب) اللہ ہی کا ہے اور (لوگو) جو تمہارے دل میں ہے اگر اسکو ظاہر کرو یا اسکو چھپاؤ اللہ تم سے اسکا حساب لیگا (ترجمہ-ح-ن)۔

نیز ارشاد ہے ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝ (س-تکاثر-ع ۱) پھر اسدن (دنیا کی) نعمتوں کے بارے میں تم سے باز پرس (بھی) ضرور ہوگی (کہ کہانتک ان نعمتوں کا تم نے شکر کیا)۔

(۲) قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ (س-مومن-ع ۳) اور موسیٰ نے کہا میں تو اپنے پروردگار اور تمہارے پروردگار (یعنے خدائے واحد) کی پناہ لے چکا ہوں (اور وہ مجھکو) ہر ایک مغرور (کی شر) سے (محفوظ رکھیگا) جو روز حساب (یعنی قیامت) کو نہیں مانتا (ن)۔ قیامت کے حالات معلوم کرنیکے لئے دیکھو (یوم القیامۃ)

یوم الحشر یوم کا معنے دن اور حشر کا معنے اٹھان یعنے وہ دن جس میں مردے قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ وہ قیامت کا دن ہے۔ قیامت کے حالات معلوم کرنیکے لئے دیکھو (یوم القیامۃ)

یوم الخروج (ل) نکلنے کا دن۔ اس سے قیامت کا دن مراد ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝ (س-ق-ع ۲) جس دن (اس فرشتے کی) چیخنے کو (سب لوگ) بخوبی سن لیں گے وہ دن (لوگوں کے قبروں سے) نکلنے کا ہوگا۔ (قیامت کے حالات معلوم کرنیکے لئے دیکھو (یوم القیامۃ)

یوم الخلود ہمیشہ رہنے کا دن۔ اس سے قیامت کا دن مراد ہے۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝ (س-ق-ع ۳) ہم ایسے لوگوں سے فرمائیں گے) کہ سلامتی کے ساتھ اس (بہشت) میں جا داخل ہو کہ یہی تو ہمیشہ رہنے کا دن ہے (جو جہاں رہا سو رہا)

(قیامت کے حالات معلوم کرنیکے لئے دیکھو (یوم القیامۃ)

یوم الدین یوم کا معنے دن اور دین کا معنے جزا۔ معنے ہوا جزا کا دن۔ جو قیامت کا دن ہے قرآن مجید کی سورۃ فاتحہ میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ مالک ہے روز جزا کا۔

نیز سورۃ تطفیف رکوع ۱ میں یوں ارشاد ہے۔ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اسدن جھٹلانے والوں کی تباہی ہے جو روز جزا کو جھوٹ جانتے ہیں۔ (دیکھو یوم القیامۃ)۔

یوم السبع یوم کا معنے دن۔ سبع وہ جگہ جس پر قیامت قائم ہوگی۔ دونوں لفظوں کا معنے ہوا۔ اس جگہ کا دن جس پر قیامت قائم ہوگی۔ حدیث میں ہے مَنْ لَّهَا يَوْمَ السَّبُعِ (ش) یعنی قیامت کے دن اسکا کون ذمہ دار ہوگا (ق)۔ دیکھو یوم القیامۃ)۔

یوم عاشوراء محرم کی دسویں تاریخ کا دن۔ اسی تاریخ کو امام حسین علیہ السلام کو شہادت

Marfat.com

نصیب ہوئی تھی۔ رمضان کے روزوں کے فرض ہونے سے
پہلے بقول بعض عاشورار کے دن کا روزہ فرض تھا (منظ)

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ رمضان کے روزوں کے بعد خدا کے مہینے
محرم (عاشورا کا) روزہ سب روزوں سے بہتر ہے۔
اور فرضی نماز کے بعد رات کی نماز (مس)۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم
کو عاشورا کے دن کے روزے اور رمضان کے روزہ
کے سوا کسی اور روزے کو کسی پر فضیلت دیتے نہیں
دیکھا (مش)۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب پیغمبر خدا صلے اللہ
علیہ وسلم نے عاشورا کا روزہ خود بھی رکھا اور دوسروں کو
بھی فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم اس دن کی یہود و نصاریٰ تعظیم کرتے
ہیں۔ فرمایا اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو محرم کی
نویں کو روزہ رکھوں گا۔ (مس)۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ
وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو یہودیوں کو عاشورا
کے دن روزہ رکھتے پایا۔ ان سے پوچھا اس دن کو
کونسی فضیلت حاصل ہے۔ کہ تم اس میں روزے رکھتے
ہو۔ انہوں نے کہا یہ بڑا (مبارک) دن ہے۔ اس دن
خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کو
نجات دی۔ اور فرعون اور اسکی قوم کو غرق کیا تو حضرت
موسیٰ نے اس دن شکر اللہ کا روزہ رکھا۔ اسلئے ہم بھی
اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا۔ ہم موسیٰ کی پیروی کرنیکے بارہ میں تمسے
زیادہ مستحق ہیں۔ پس آپ نے روزہ رکھا اور (صحابہ) کو
بھی روزے کا امر فرمایا۔ (صح)

جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ
وسلم (پہلے) ہمیں عاشورار کے روزے کا امر فرماتے اور
اسکی ترغیب دیتے تھے۔ تو جب رمضان کے روزے
فرض ہوئے تو نہ اسکا امر فرمایا اور نہ اس سے منع فرمایا۔
(مش)۔

عاشورا کا دن اس لحاظ سے بھی مذہبی تاریخ میں
خاص وقعت رکھتا ہے کہ نوح علیہ السلام اور انکے ساتھی
اس روز طوفان کی ہوا ختم ہونے کے بعد کشتی سے
اترے۔ اور انہوں نے کوہ جودی کے آس پاس اپنی بستیاں
آباد کیں۔ (جا)۔

یوم الفصل فیصلے کا دن۔ قیامت کا نام ہے۔
قرآن مجید میں یہ اسطرح مذکور ہے
لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ
مَا يَوْمُ الْفَصْلِ (س۔ المرسلٰت۔ ع ۱) (یہ واقعات) کس دن
کے لئے ملتوی ہیں۔ فیصلے کے دن کے لئے۔ اور اے
پیغمبر تم کیا سمجھے کہ فیصلے کا دن ہے کیا (دیکھو یوم القیامۃ)

یوم الفطر شوال کی پہلی تاریخ کا نام ہے جس میں
رمضان کے روزوں کی تکلیفوں کے
بدلے میں خوشی منائی جاتی ہے۔

جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم مکے سے ہجرت
کرکے مدینے میں تشریف لے گئے تو اہل مدینہ کے لئے
خوشی کے دو دن مقرر تھے جن میں وہ کھیلتے اور خوشیاں
منایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ دو دن کیسے ہیں۔
عرض کیا گیا یہ دو دن ہیں جن میں زمانہ جاہلیت میں کھیلتے
اور خوشیاں منایا کرتے تھے۔ فرمایا خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے
ان سے بہتر دو دن ٹھہرائے ہیں۔ ان میں کھیلو کودو
خوشیاں مناؤ۔ ایک عید الفطر کا دن دوسرا عید الضحیٰ کا۔
(ابو)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد
یہ دن مسلمانوں کا بہت بڑا مذہبی تہوار بنگیا ہے اس
دن پنجگانہ نماز کے علاوہ ایک اور نماز پڑھی جاتی ہے
جو صلوٰۃ الفطر کے نام سے موسوم ہے (دیکھو صلوٰۃ الفطر)

Marfat.com

اسی طرح تونگروں کو شرعی طور پر کچھ خیرات کرنیکا بھی حکم ہے جو صدقۃ الفطر کہلاتا ہے۔ (دیکھو صدقۃ الفطر)

یوم القر یوم کا معنے دن اور قر کا معنے آرام لینا دونوں لفظوں کا معنے آرام لینے کا دن۔ ذی الحج کی گیارھویں تاریخ کا نام ہے۔ کیونکہ اس دن حاجی منے میں آرام کرتے ہیں (ق)

یوم القیامۃ قیامت کا دن۔ قیامت کے روز کے بہت سے نام ہیں جنکو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب احیاء العلوم کی جلد چہارم میں بیان کیا ہے۔ ہم ان کو نقل کیے دیتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ یوم القیامۃ۔ یوم الحسرۃ۔ یوم الندامۃ۔ یوم المحاسبۃ۔ یوم المسألۃ۔ یوم المسابقۃ۔ یوم المناقشۃ۔ یوم المنافسۃ۔ یوم الزلزلۃ۔ یوم الدمدمۃ۔ یوم الصاعقۃ۔ یوم الواقعۃ۔ یوم القارعۃ۔ یوم الراجفۃ۔ یوم الرادفۃ۔ یوم الغاشیۃ۔ یوم الداھیۃ۔ یوم الآزفۃ۔ یوم الحاقۃ۔ یوم الطامۃ۔ یوم الصاخۃ۔ یوم التلاق۔ یوم الفراق۔ یوم المساق۔ یوم القصاص۔ یوم التناد۔ یوم الحساب۔ یوم المآب۔ یوم العذاب۔ یوم الفرار۔ یوم القرار۔ یوم اللقاء۔ یوم البقاء۔ یوم القضاء۔ یوم الجزاء۔ یوم البلاء۔ یوم البکاء۔ یوم الحشر۔ یوم الوعید۔ یوم العرض۔ یوم الوزن۔ یوم الحق۔ یوم الحکم۔ یوم الفصل۔ یوم الجمع۔ یوم البعث۔ یوم الفتح۔ یوم الخزی۔ یوم عظیم۔ یوم عقیم۔ یوم عسیر۔ یوم الدین۔ یوم الیقین۔ یوم النشور۔ یوم المصیر۔ یوم النفخۃ۔ یوم الصیحۃ۔ یوم الرجفۃ۔ یوم الرجۃ۔ یوم الزجرۃ۔ یوم السکرۃ۔ یوم الفزع۔ یوم الجزع۔ یوم المنتہی۔ یوم الماوی۔ یوم المیقات۔ یوم المیعاد۔ یوم المرصاد۔ یوم القلق۔ یوم العرق۔ یوم الافتقار۔ یوم الانکدار۔ یوم الانتشار۔ یوم الانشقاق۔ یوم الوقوف۔ یوم الخروج۔ یوم الخلود۔ یوم الوعید۔ یوم التغابن۔ یوم عبوس۔ یوم معلوم۔ یوم موعود۔ یوم مشھود۔ یوم لاریب فیہ۔ یوم تبلی السرائر۔ یوم لاتجزی نفس عن نفس شیئاً۔ یوم تشخص فیہ الابصار۔ یوم لایغنی مولیً عن مولیً شیئاً۔ یوم لاتملک نفس لنفس شیئاً۔ یوم یدعون الی نار جہنم دعاً۔ یوم یسحبون فی النار علی وجوھھم۔ یوم تقلب وجوھھم فی النار۔ یوم لا یجزی والد عن ولدہ شیئاً۔ یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ۔ یوم لا ینطقون ولایؤذن لھم فیعتذرون۔ یوم لامردلہ من اللہ۔ یوم ھم بارزون۔ یوم ھم علی النار یفتنون۔ یوم لاینفع مال ولابنون۔ یوم لاینفع الظالمین معذرتھم ولھم اللعنۃ ولھم سوء الدار۔ یوم ترد فیہ المعاذیر وتبلی السرائر وتظھر الضمائر وتکشف الاستار۔ یوم تخشع فیہ الابصار۔ وتسکن الاصوات ویقل فیہ الالتفات وتبرز الخفیات وتظھر الخطیئات۔

علامہ توربشتی نے لکھا ہے کہ قیامت تین قسم پر ہے قیامت کبرےٰ۔ قیامت وسطےٰ۔ قیامت صغریٰ۔ قیامت کبرےٰ اسوقت ہوگی جب لوگ اپنے اپنے اعمال کی جزا کے لئے قبروں سے اٹھا کر خداوند تعالےٰ کی بارگاہ میں پیش کیئے جاوینگے۔ وسطےٰ ہمسن لوگوں کے مرنے سے عبارت ہے۔ صغریٰ آدمی کے مرنیکا نام ہے۔ (مظ)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات سے ایک مہینہ پہلے یہ کہتے سنا ہے تم مجھ سے قیامت کے برپا ہونیکا وقت پوچھتے ہو اسکا علم خدا ہی کو ہے۔ خدا کی قسم زمین میں کوئی ایسا متنفس نہیں کہ اسپر سو سال گذر گئے ہوں اور وہ اسدن تک زندہ ہو (مسلم)۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ اہل عرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر قیامت کے بارہ میں

Marfat.com

سوال کیا کرتے تھے تو آپ ان میں سے چھوٹے کیطرف دیکھکر فرماتے۔ اگر یہ لڑکا جیتا رہا تو ابھی اسے بڑھاپا نہ آئیگا کہ تمہاری قیامت آجائیگی۔ (صح)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک زمین پر اللہ اللہ کہا جائیگا قیامت نہ آئے گی۔ (مس)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت شریر لوگوں کے ہی زمانہ میں برپا ہوگی۔ (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ یہ لیل و نہار کا سلسلہ اسیطرح جاری رہیگا یہانتک کہ لات و عزیٰ کی پرستش شروع ہو جائے گی۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ جب خدا نے یہ آیت هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو عام دینوں پر غالب کرے گو مشرکوں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔ نازل کی تو مجھے خیال تھا کہ اب بت پرستی کا صفایا ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کچھ مدت تک ایسا ہی ہوگا۔ پھر خدا تعالے ایک خوشبودار ہوا بھیجیگا جس سے ہر ایک ایسا شخص جس کے دل میں ادنیٰ سے ادنیٰ ایمان بھی ہوگا۔ مرجائیگا اور بے دین لوگ باقی رہ جائیں گے جو اپنے آبائی مذہب کیطرف رجوع کرینگے۔ (مس)

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال نکلیگا اور چالیس (مجھے یہ علم نہیں کہ آپکی مراد چالیس دن تھے یا مہینے یا سال) رہیگا۔ پھر عیسےٰ بن مریم آئینگے جو شکل و شباہت میں عروہ بن مسعود کی طرح ہونگے وہ اسے ڈھونڈھ کر قتل کرینگے۔ آپ سات سال تک اسطرح رہینگے کہ (آپ کی برکت سے) دو شخصوں میں عداوت نہ ہوگی پھر شام کیطرف سے خداوند کریم ایک ٹھنڈی ہوا بھیجیگا۔ تو روئے زمین پر جس شخص کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا وہ ہوا اسکی روح نکال لیگی۔ یہانتک کہ اگر تم میں سے کوئی پہاڑ کے اندر گیا ہوگا تو وہ ہوا اس پہاڑ میں داخل ہو کر اسکی روح قبض کرلیگی۔ بدترین لوگ (فسق و فجور اور شہوت نفسانی کے پورا کرنے میں) پرندوں جیسے ہلکے اور پھرتیلے ہوں گے۔ اور (ظلم اور خونریزی میں) درندوں جیسے تو تجیل ہوں گے۔ نہ اچھی بات سے واقف ہوں گے نہ بری بات سے انکار کرینگے شیطان انکے لئے صورت بدلکے آئیگا۔ اور کہیگا کہ کیا انہیں شرم نہیں آتی۔ کہینگے۔ تو کیا کہتا ہے۔ تو وہ انہیں بت پرستی کا امر کریگا۔ اس بری حالت میں انہیں رزق میں فراخی ہوگی اور عیش و تنعم میں ہوں گے۔ پھر صور پھونکا جائیگا اسکی آواز جو سنیگا اپنی گردن ایک طرف جھکا دیگا اور دوسری بلند کریگا۔ سب سے پہلے جو شخص صور کی آواز سنیگا وہ اپنے اونٹوں کا حوض لیپتا اور درست کرتا ہوگا۔ وہ مرجائیگا اور لوگ بھی (اپنے کاروبار میں) مرجائیں گے۔ پھر اللہ تعالے مینہہ کو بھیجیگا جو شبنم کی طرح ہوگا۔ اس سے لوگوں کے بدن (اپنی قبروں سے) اگ آئیں گے۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائیگا تو لوگ اپنی قبروں سے اٹھکر ادھر ادھر دیکھیں گے۔ انہیں کہا جائیگا کہ لوگو! اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہو۔ فرشتوں کو کہا جائیگا انکو ٹھہرا رکھو کیونکہ ان سے حساب و کتاب ہونا ہے۔ پھر انہیں کہا جائیگا کہ ان میں سے آتش دوزخ کا لشکر الگ کرلو۔ فرشتے کہیں گے (خداوندا) کتنوں میں سے کتنے (الگ کئے جائیں) خدا فرمائیگا ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ یہی وہ دن ہے جو بچوں کو بوڑھا کردیگا۔ اور یہی وہ دن ہے کہ بڑے بڑے ہولناک امور سے پردہ اٹھایا جائیگا (مس)

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالے قیامت کے روز آسمانوں کو سمیٹ کر اپنے داہنے ہاتھ میں پکڑلیگا۔ پھر کہیگا میں ہی بادشاہ ہوں

Marfat.com

کہاں ہیں جابر اور متکبر (دنیاوی) بادشاہ۔ پھر زمین کو اپنے بائیں ہاتھ میں لپیٹ لیگا اور کہیگا میں ہی بادشاہ ہوں کہاں ہیں جابر اور متکبر (دنیاوی) بادشاہ (مس)

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سورج اور چاند لپیٹے جائیں گے۔ (بخ)

سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کی سی سفید زمین پر جمع کئے جائیں گے جس میں (کسی مکان اور عمارت) کا نشان نہ ہوگا (متفق)

حضرت ام المومنین عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ننگے بدن ننگے پاؤں بے ختنہ اٹھائے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم۔ کیا مرد اور عورتیں سب (اگر ایسا ہوگیا) تو ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ فرمایا۔ عائشہ! ایک دوسرے کو دیکھنے کی فرصت ہی کہاں آئیگی (صح)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن کافر کو منہ کے بل کیسے اٹھایا جائیگا۔ فرمایا جس ذات پاک نے دنیا میں اسے دو پاؤں پر چلایا ہے کیا قیامت کے روز اسے منہ پر چلانیکی قدرت نہیں۔ (صح)

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کو پسینہ آئیگا۔ یہاں تک کہ انکا پسینہ زمین میں ستر (۷۰) گز تک جائیگا۔ ان کو پسینہ لگام چڑھائیگا یہاں تک کہ انکے کانوں تک جائیگا۔ (صح)

مقدادؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ قیامت کے دن سورج مخلوقات سے قریب کیا جائیگا یہاں تک کہ ایک میل کے فاصلہ پر آجائیگا۔ لوگوں کو ان کے اعمال کے موافق پسینہ آئیگا۔ کسیکو ٹخنوں تک اور کسیکو گھٹنوں تک اور کسیکو کمر تک اور کسیکو منہ تک پسینہ ہوگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے منہ کیطرف اشارہ کیا (مس)

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن بڑے جاہ و جلال والا شخص آئیگا جو خدا کے نزدیک پر پشہ کی بھی حقیقت نہ رکھتا ہوگا۔ پھر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ آیت فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا۔ یعنی ہم قیامت کے دن کافروں کی کوئی قدر نہ کرینگے۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا۔ پڑھ کر فرمایا۔ کیا تم زمین کی خبریں جانتے ہو۔ صحابہ نے عرض کیا خدا اور اسکا رسول بہتر جاننے والے ہیں۔ فرمایا زمین کی خبریں یہ ہیں کہ ہر ایک مرد و زن نے اسپر جو کچھ کیا اسکی گواہی دے گی۔ یعنی کہے گی (اس شخص نے) مجھپر یہ کام کئے ہیں۔ یہ ہیں زمین کی خبریں (ترمذی)۔

قیامت کا روز جزا کا روز ہے۔ اس دن سب شبہے اور خدشے رفع ہوجائیں گے۔ مظلوموں کو داد ملیگی۔ اور ظالموں کو سزا دیجائیگی۔ بادشاہ گردن جھکائے کھڑے ہوں گے۔ انبیاء علیہم السلام نفسی نفسی پکاریں گے ہر ایک کو اپنی جان کے بچانے کی فکر دامنگیر ہوگی۔ کوئی کسی کے کام نہ آئیگا۔ باپ بیٹے کو بیٹا باپ کو۔ ماں بچے کو بچہ ماں کو بہن بھائی کو بھائی بہن کو بچا نہ سکیگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شفاعت کرینگے۔ قیامت کی تاریخ نہیں بتلائی گئی۔ نہ خدا کے سوا اسکے کسیکو علم ہے۔ ہاں اتنی بات کا احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ لوگ اپنے دنیاوی جھمیلوں میں مصروف ہوں گے کہ قیامت آجائے گی۔ قیامت کی چند علامتیں احادیث میں آئی ہیں جن میں سے کچھ وقوع میں آئی ہیں اور کچھ ابھی نہیں ہوئیں۔ (دیکھو اشراط الساعۃ دلفظ)

Marfat.com

قیامت کی ہولناک مصیبتوں سے نجات پانیکے لئے لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے اور کہینگے آپ کو خدا نے پیدا کرکے فرشتوں کو آپ کے آگے سجدہ کرنیکا حکم دیا۔ بہشت میں جگہ دی۔ ہر طرح آپ کی عزت کی۔ خدا کے حضور ہم گنہگاروں کی شفاعت کیجئے آپ فرمائیں گے خدا آج غضب میں ہے۔ میں خود اپنے گناہ سے ڈرتا ہوں۔ میں نے اسکا کہا نہ مان کر گیہوں کا دانہ کھایا تھا جسکی پاداش میں مجھے بہشت سے نکالا گیا تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ اہل محشر انکی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرینگے کہ آپ پہلے پیغمبر ہیں آپ کو خدا نے بندہ شکر گذار کے لقب سے یاد فرمایا ہے آپ ہمارے سردار ہیں ہم پر رحم فرماکر بارگاہ ایزدی میں ہماری شفاعت کیجئے۔ آپ فرمائیں گے جس وقت طوفان میں میرا لڑکا ڈوب رہا تھا تو میں نے خدا سے اسکے بچانے کی دعا کی تھی جو نامنظور ہوئی۔ میں اس سے شرمندہ ہوں۔ اور اپنے آپ کو شفاعت کے قابل نہیں سمجھتا۔ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ اہل محشر آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرینگے کہ خدا نے آپ کو خلیل اللہ کا لقب عطا کیا ہے آپ ہماری شفاعت کیجئے۔ آپ بھی انکار کرینگے۔

غرض اسیطرح اہل محشر حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائینگے۔ مگر یہاں سے بھی جواب ملیگا۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرینگے۔ آپ خدا کے عرش کے آگے سجدہ کرکے دعا کرینگے۔ اور آپ کی شفاعت سے اہل محشر کو رہائی نصیب ہوگی۔

یوم معلوم وہ دن جسکے آنیکا وقت خدا کو ہی معلوم ہے اور وہ قیامت کا دن ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (اے پیغمبر تم اپنے زمانہ کے منکرین قیامت سے) کہو کہ بے شک اگلے اور پچھلے (سب) روز مقرر کے وقت پر ضرور اکٹھے کئے جائینگے (ترجمہ مع بیان) قیامت کے حالات معلوم کرنیکے لئے دیکھو یوم القیامۃ

یوم النحر ذی الحج کی دسویں تاریخ کا نام ہے۔ عید الفطر کی طرح یہ دن بھی مسلمانوں کا مذہبی تیوہار ہے۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کرکے مدینے تشریف لے گئے تو اہل مدینہ کے لئے خوشی کے دو دن مقرر تھے جن میں وہ کھیلتے اور خوشیاں منایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ دو دن کیسے ہیں۔ عرض کیا گیا۔ یہ وہ دن ہیں جن میں ہم زمانہ جاہلیت میں کھیلتے اور خوشیاں منایا کرتے تھے۔ فرمایا خدا تعالےٰ نے تمہارے لئے ان سے بہتر دو دن ٹھہرائے ہیں۔ ان میں کھیلو۔ کودو خوشیاں مناؤ۔ ایک عید الفطر کا دن دوسرا عید اضحی کا دن۔ اس دن نماز پنجگانہ کے علاوہ ایک اور نماز بھی پڑھی جاتی ہے (دیکھو عید الاضحی) اس دن قربانی کرنیکا شرعاً حکم ہے۔ قربانی کے احکام معلوم کرنیکے لئے دیکھو (قربانی) اس دن کے ساتھ حج کے بعض احکام کو بھی تعلق ہے۔ اس دن فجر کی نماز اول وقت پڑھ کر مشعر الحرام میں آنا چاہئے۔ یہ مزدلفہ کی ایک چھوٹی سی پہاڑی کا نام ہے یہاں تکبیریں بہت کہنی چاہئیں۔ اور تکبیروں کے ساتھ یہ الفاظ بھی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ جب خوب اُجالا ہو جائے تو سورج نکلنے سے پہلے کوچ کرنا چاہئے میدان محشر سے نکلکر منا کے بازار سے ہوتے ہوئے اس آخری منارے کے پاس آنا چاہئے جو مکہ سے آتے وقت شروع میں ملتا ہے اور جسے جمرہ کبرےٰ یا جمرہ عقبہ بھی کہتے ہیں سات کنکریاں جو رستے سے اٹھا رکھی ہیں اس منار پر پھینکنی چاہئیں۔ اب لبیک کہنا موقوف کرنا چاہئے۔ کنکریاں پھینکتے وقت منا کو دہنی اور کعبے کو بائیں جانب کرنا چاہئے اور ہر کنکری پھینکتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہئے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا۔

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الإِسْلَامُ

اسلامی انسائیکلوپیڈیا

ہر قسم کی اسلامی و دینی معلومات کا مخزن

مولوی محبوب عالم

(مکمل ۲ جلدیں)

Marfat.com

إنّ الدين عند الله الإسلام

اسلامی انسائیکلوپیڈیا

ہر قسم کی اسلامی و دینی معلومات کا مخزن

مولوی محبوب عالم

(مکمل ۲ جلدیں)

Marfat.com